عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ کی نادر روزگار
اور معرکہ آراء کتاب ''مثنوی مولوی معنوی'' کی جامع اور لاجواب اُردو شرح

کلید مثنوی

جلد 3-4 دفتر 2

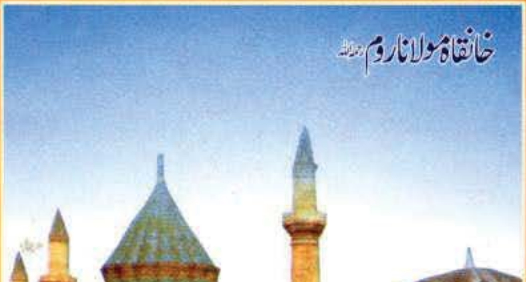

مع افادات و ارشادات
حضرت شیخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ

از

حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

www.besturdubooks.wordpress.com

عرضِ ناشر

الحمدللہ ادارہ شروع ہی سے اکابر کی نایاب کتب کی اشاعت میں سرگرم عمل ہے خصوصاً حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی کتب جو کہ عامۃ المسلمین کے لئے سرچشمہ ہدایت ہیں ان کی اشاعت ادارہ کے لئے باعث مسرت وافتخار ہے۔

انہیں کتب میں سے زیرنظر کتاب "کلید مثنوی" بھی ماضی قریب میں اتنی نایاب تھی کہ خود حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے بعض خاص خلفاء کرام رحمہم اللہ کو مکمل کہیں دستیاب نہ آسکی حتیٰ کہ ایک دفعہ بندہ سید ومرشدی عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی صاحب رحمہ اللہ کی مجلس میں حاضر تھا کہ کسی صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت آپ نے "کلید مثنوی" مکمل کہیں دیکھی ہے؟ تو حضرت نے جواب میں فرمایا کہ مجھے عرصہ سے اس کی تلاش ہے مگر صرف دو چار جلدیں ہی دستیاب ہوسکیں۔ اور حضرت نے مکمل دیکھنے کے شوق کا اظہار بھی فرمایا۔ اسی وقت حضرت کی برکت سے احقر کے دل میں کلید مثنوی مکمل تلاش کرنے کا داعیہ پیدا ہوا۔ اور پاکستان اور ہندوستان میں جہاں جہاں کلید مثنوی کے حصے ملنے کی امید تھی وہاں کا سفر کیا تو الحمدللہ اصل مرکز یعنی خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون سے کافی حصے مل گئے۔ لیکن پانچواں دفتر کہیں سے نہ مل سکا حتیٰ کہ اس کی تلاش دہلی کی گلی کوچوں میں حضرت مولانا قاضی سجاد حسین صاحب رحمہ اللہ (مترجم مثنوی) کے دردولت

www.besturdubooks.wordpress.com

پر ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ تو انہوں نے بھی پانچویں دفتر کی عدم موجودگی کا اظہار فرمایا۔

بہرحال اللہ پاک نے نصرت فرمائی اور دار العلوم کراچی میں حضرت مولانا شبیر علی صاحب رحمہ اللہ کے وقف کردہ کتب خانہ سے پانچویں دفتر کا قلمی نسخہ نہایت شکستہ خط میں دستیاب ہوا۔ اور اس طرح محنت شاقہ اور تلاش بسیار کے بعد حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی یہ نایاب تصنیف لطیف "کلید مثنوی" مکمل چوبیس حصوں میں منظر عام پر آئی۔

ادارہ نے پہلے بھی اس کتاب کو شائع کیا تھا مگر قارئین کرام کے شدید اصرار پر ادارہ کو اس جدید ایڈیشن کو ترتیب نو کے ساتھ جلی قلم سے بڑی تختی پر شائع کرنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے تاکہ شائقین کے لئے تفہیم میں اشاعت کی طرف سے کوئی پیچیدگی نہ رہے اور قارئین اس چشمۂ اشرفی سے بسہولت سیراب ہوسکیں۔

نوٹ: اس سے قبل دو ایڈیشن قدیم کتابت کے ساتھ شائع کئے تھے اُن میں بعض مقامات پر فارسی اشعار کا علیحدہ ترجمہ نہیں تھا۔ جو اکابر کے مشورہ سے حضرت مولانا قاضی سجاد حسین صاحب دھلوی رحمہ اللہ کے ترجمہ سے پورا کیا ہے۔ الحمد للہ اس جدید کمپیوٹر ایڈیشن میں تمام فارسی اشعار کا اُردو ترجمہ موجود ہے۔

اللہ پاک ادارہ کی اس سعی کو قبول فرما کر ذریعہ نجات بنائیں۔ آمین

احقر محمد اسحٰق
(محرم الحرام ۱۴۲۶ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرح شبیری

مدتے ایں مثنوی تاخیر شد	مہلتے بایست تاخوں شیر شد
ایک مدت کی اس مثنوی میں تاخیر ہوئی	مہلت درکار ہے تاکہ خونؔ دودھ بنے

ایک مدت تک مثنوی کی تحریر مؤخر رہی۔ ایک عرصہ کی ضرورت تھی کہ خون دودھ ہو بالبیت بصیغہ ماضی مثنوی کا لکھا ایک مدت تک مؤخر رہا تھا اور اسکا سلسلہ بند ہو گیا تھا اس کی وجہ یہ ہوئی کہ مولانا حسام الدینؒ جن کے افاضات سے مولانا اس مثنوی کو سمجھتے ہیں اور یہ سمجھنا خواہ انکساراً ہو یا واقعیت پر مبنی ہو ان کی بیوی کا انتقال ہو گیا تھا چونکہ وہ اس کے رنج کی وجہ سے مشغول رہے اس لئے اس کا لکھنا بھی موقوف ہو گیا۔ یہ وجہ تو تذکرہ نویسوں کے بیان کی بنا پر تھی لیکن مولانا رومیؒ کے کلام سے اسکی ایک دوسری وجہ معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ مصرعہ ثانی میں خون سے مراد استعداد اور قابلیت کمال؟ اور شیر سے مراد فعلیت کمال ہے۔ بس فرماتے ہیں کہ ایک مدت تک اسکا لکھنا موقوف رہا اس لئے کہ ایک مدت درکار تھی کہ استعداد اور قابلیت سے درجہ فعلیت کمال حاصل ہو جیسا کہ خون میں اول استعداد اور قابلیت دودھ بننے کی ہوتی ہے اور ایک مدت کے بعد وہ دودھ بن جاتا ہے بس مولانا حسام الدینؒ کو ضرورت تھی کہ ان میں جو استعداد و استفادہ کمالات کی عالم غیب سے تھی وہ حاصل ہو جائے اور اسکے بعد افاضہ علی الخلق کر سکیں جس خلق میں کہ مولانا روم بھی شامل ہیں اور ان افاضات میں یہ مثنوی بھی داخل ہو پس حاصل نتیجہ یہ ہوا کہ اس مدت میں وہ استعداد درجہ فعلیت کو پہنچ گئی اور مولانا حسام الدین نے عالم غیب سے استفادہ کر کے اس طرف افادہ کے لئے توجہ کی بظاہر تذکرہ نویسوں کی وجہ اور مولانا کی وجہ میں تعارض معلوم ہوتا ہے کہ وہ تو مرگ زوجہ کو وجہ سمجھتے ہیں اور یہ استغراق مولانا حسام الدین کو فرماتے ہیں تو وجہ تطبیق یہ ہے کہ مولانا حسام الدین کو جو یہ استغراق ہوا ہو اس واقعہؔ وجہ سے ہوا ہو اور پھر اس استغراق میں اس قدر مدت تک ان کے

www.besturdubooks.wordpress.com

کمالات میں ترقی ہوتی رہی ہو اب یہاں یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ مولانا حسام الدین مولانا رومی کے پیر بھائی ہیں اور مولاناؒ سے مستفید بھی ہیں مگر مولانا رومؒ مثنوی کو ان ہی کے افاضات سے فرماتے ہیں یہ یا تو بوجہ انکسار کے ہو یا کسی قدر واقعیت پر مبنی ہو اور صورت ثانیہ کی بناء پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ وہ جب مولانا سے مستفید ہیں تو مولانا ان کے لئے مثل شیخ کے ہوئے تو ان سے مولانا کو استفادہ کیسے ہو سکتا ہے اس لئے یہ ممکن بلکہ واقع بھی ہے کہ مفید کو احیاناً مستفید سے کچھ حاصل ہوتا ہو سو بعض مرتبہ تو وہ فیض اور کوئی نفع ہی ہوتا ہے جو کہ مستفید سے حاصل ہوتا ہو اور بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہو کہ بوجہ اسکی طلب کے مفید کے ذہن میں وہ القاء ہو جاتا ہے جیسے کہ بعض مرتبہ ایک مقام مطالعہ کے وقت استاد کی سمجھ میں نہیں آیا لیکن جب شاگرد کو پڑھانے بیٹھتا ہو تو فوراً سمجھ میں آ جاتا ہو۔ دوسرا یہ شبہ بھی نہ کیا جائے کہ جب مولانا حسام الدین کامل تھے جن کے کمالات بالفعل ہوتے ہیں تو ان کو اس استفادہ کی کیا ضرورت جس کے لئے ان کو ایک مدت تک اس طرف توجہ کرنا پڑی اور یہ اس لئے نہیں ہو سکتا کہ کمال کے مراتب مختلف ہیں اور کسی کو ایک ہی وقت میں وہ سب مراتب حاصل نہیں ہو جاتے تو کامل میں بھی ممکن ہے کہ کوئی کمال جو پہلے حاصل نہ تھا وہ حاصل ہو اور اسمیں اول استعداد کا پھر فعلیت کا مرتبہ ہوگا اور گو باعتبار اس کمال کے جو ابھی حاصل نہیں ہوا ہے اس کامل کو بھی ناقص کہہ سکتے ہیں مگر چونکہ صوفیہ میں ادب بھی بہت ہے اس لئے کاملین کے حق میں نقص کا اطلاق نہیں کرتے اور ان کو اس حالت میں ناقص نہیں کہتے بلکہ یوں کہتے ہیں کہ اول کامل تھے اب اکمل ہو گئے پھر اولیاء اللہ دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جو کہ کامل ہوتے ہیں مکمل نہیں ہوتے اور دوسرے وہ جو کامل مکمل دونوں ہوتے ہیں پس اول فرقہ کو تو خداوند تعالیٰ عالم غیب سے استفادہ ہی میں مشغول رکھتے ہیں اور وہ دوسروں کو افادہ نہیں کر سکتی اور دوسری قسم اول خود استفادہ عالم غیب سے کرتے ہیں اس کے بعد افاضہ علی الخلق کرتے ہیں اور متوجہ الی الخلق ہوتے ہیں لیکن یہ توجہ الی الخلق الا الحق نہیں ہوتی جیسی کہ عوام کی ہوتی ہے پس اس طرح مولانا حسام الدین نے علوم جدیدہ حاصل کرنے کے لئے اتنی مدت تک عالم غیب کی طرف توجہ کی اس کے بعد جب وہ اس قدر استعداد مبدل بہ فعلیت ہوگئی تو پھر اس طرف توجہ کی اس شعر میں اس تاخیر کی حکمت اور علت مجملاً بیان کردی آگے اسکو مفصل بیان کرتے ہیں۔

تانزاید بخت تو فرزند نو	خوں نگردد شیر شیریں خوش شنو
جب تک تیرا نصیب نیا بچہ نہ جنے	خون شیریں دودھ نہیں بنتا خوب سن لے

جب تک کہ تیری خوش نصیبی سے فرزند جدید پیدا نہیں ہوتا اس وقت تک پستان مادر میں خون دودھ نہیں بنتا اوپر کے شعر میں خون سے استعداد کمال اور شیر سے مراد فعلیت کی ہے اب اس کو ظاہر کر کے اور ایک مثال دے کر فرماتے ہیں کہ دیکھو جب تک لڑکا پیدا نہیں ہوتا اس وقت تک خون دودھ نہیں بنتا اس طرح جب تک حالت جدیدہ جو ترتیب باطن میں دخیل اور مثل فرزند نو کے ہے حاصل نہیں ہوتی وہ استعداد درجہ فعلیت کو نہیں پہنچتی اور

www.besturdubooks.wordpress.com

خون کا دودھ ہونا یا تو ولادت سے کچھ قبل ہوتا ہے تب تو زائد سے مراد قریب واہیدن ہوگا اور اگر بعد ولادت ہوتا ہے تو مراد ظاہر ہے یہ مسئلہ طبی ہے تحقیق نہیں۔

چوں ضیاء الحق حسام الدین عناں	باز گردانید زاوج آسماں
جب ضیاء الحق حسام الدین نے باگ	آسمان کی بلندی سے موڑی

یعنی جب مولانا ضیاء الحق حسام الدین حالت سکر سے حالت صحو کی طرف آئے (آگے چوں زدریا الخ اسکا بدل ہوا اور اسکی جزاء چنگ شعر الخ اس مبدل منہ کی بھی جزاء ہے اور درمیان میں شعر چون بمراج حقائق الخ جملہ معترضہ کے طور پر ہے) اور چونکہ وہ اقتناص حقائق کے لئے عالم بالا کی طرف متوجہ تھے تو انکی عدم توجہ سے یہ غنچے نہ کھلے تھے جب وہ دریا سے ساحل کی طرف واپس آئے تو مثنوی کا سامان پھر مہیا ہوگیا۔ معراج بمعنی عروج معراج حقائق عروج لاقتناص الحقائق نہار مراد توجہ غنچہا۔ مضامین عالیہ دریا عالم ملکوت ساحل عالم ناسوت مطلب یہ کہ چونکہ مولانا حسام الدین عالم غیب کی طرف متوجہ تھے اور ان کی اس طرف کی کم توجہی سے یہ علوم عالیہ ظاہر نہ ہوے تھے مگر جب انہوں نے اس طرف توجہ کی تو پھر مثنوی کا سامان مہیا ہوگیا اور اسکو شروع کردیا گیا۔ اب یہاں یہ بھی سمجھو کہ صوفیہ توجہ الی الحق کو تو عروج سے تعبیر کرتے ہیں اور توجہ الی الخق کو جو کہ للحق ہوتی ہے نزول سے تعبیر کرتے ہیں دوسرے یہ سمجھو کہ صوفیہ عالم ملکوت کو دریا سے تشبیہ دیتے ہیں اور عالم ناسوت کو ساحل سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اس لئے کہ عالم ملکوت میں بھی باہم ایسا ہی تناسب ہے جس طرح اجزاء دریا میں بھی باہم تشابہ ہوتا ہے اگرچہ دراصل اس میں بھی اشیاء مختلفہ ہوتی ہیں گو بظاہر دیکھنے میں تو پانی ہی آتا ہے جو کہ ایک چیز ہے اور جس طرح عالم ناسوت کے اجزا میں تخالف ہوتا ہے اسی طرح ساحل پر بھی تشتت واختلاف اجزا زیادہ ہوتا ہے اس مقام پر ایک سوال مولوی انعام اللہ خان صاحب نے کانپور سے بھیجا اور صاحب درس نے اسکا جواب لکھا بوجہ مفید ہونے اور اس مقام کے مناسب ہونے کے بعینہ نقل کیا جاتا ہو سوال مثنوی کے دفتر کے خاتمہ اور اسکی شرح سے یہ معلوم ہوا تھا کہ سامعین کی توجہ معانی کی طرف نہیں رہی تھی جسکے سبب سے آمد معانی کا جوش نہیں رہا تھا اور اسی لئے دفتر اول کے ختم ہونے کے بعد پھر دفتر ثانی جلد تر شروع نہیں ہوا اور اب اس دفتر دوم میں دوسری وجہ بیان فرمائی کہ مولانا حسام الدین کو اس مدت تک تحریری مثنوی کی طرف توجہ نہیں ہوئی اس لئے تحریر مثنوی مؤخر رہی پس اب دفتر اول کے خاتمہ والی وجہ کو مانا جائیگا یا دفتر دوم کے آغاز والی کو یا دونوں کو اور اس کی تحریر وتطبیق کیا ہوگی) جواب وجہ تطبیق یہ ہے کہ ابتداء توقف اس سبب مذکور فی آخر الدفتر الاول سے ہوئی ہو اور امتداد توقف اس سبب مذکور فی اول الدفتر الثانی سے ہوا ہو فلا تعارض

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

حامدًا و مصلیًا: امابعد واضح ہو کہ جب مولانا دفتر اول کی تکمیل سے فارغ ہوئے تو دوسرا دفتر فوراً شروع نہیں ہوا بلکہ دو سال تک اسکا شروع مؤخر ہوگیا۔ اس کیا ظاہری وجہ جو تذکرہ نویسوں نے لکھی ہے۔ یہ تھی کہ مولانا حسام الدینؒ کی بیوی کا انتقال ہوگیا تھا اور وہ اس میں مشغول ہو گئے تھے چونکہ تحریری مثنوی میں ان کو بھی دخل تھا کہ وہ ہی قلمبند کرنیوالے تھے۔ اس لئے کام اتنے عرصہ تک بند رہا لیکن مولانا اسکی دوسری وجہ بیان فرماتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

(حل) خون استعداد علوم و معارف۔ شیر فعلیت و تحقق علوم و معارف معراج حقائق عروج روحانی لاقتناص الحقائق۔ بہار افاضہ غنچہائے نشگفتہ۔ مضامین عالیہ جو ہنوز بیان میں نہیں آگے۔ دریا۔ عالم ملکوت وجہ شبہ یہ ہے کہ جس طرح دریا دیکھنے میں متشابہ الاجزا معلوم ہوتا ہے اور اس کے جزاء میں اختلاف بین نہیں ہوتا یہ ہی شان عالم ملکوت کی ہے یا دریا سے مراد حق سبحانہ ہوں۔ اس وقت وجہ شبہ یہ ہوگی کہ جس طرح دریائے متعارف پیاسوں کو سیراب کرنے والا اور مایہ حیات جسمانی ہے۔ یوں ہی حق سبحانہ تشنگان وصال و قرب کو سیراب کرنیوالے اور مایۂ حیات روحانی و جسمانی ہر دو ہیں اور ساحل سے مراد یا عالم ناسوت ہے۔ الاختلاف البین فی الجزاءہ یا مخلوق لعدم صفتہ و البحر التحققی فیہ فی حد ذاتہ۔

مولانا فرماتے ہیں کہ ایک عرصہ تک نظم مثنوی مؤخر ہوگئی اور ایسا ہونا بھی چاہیے تھا کیونکہ خون کے دودھ بنتے اور علوم و معارف قوت سے فعل میں آنے کے لئے وقفہ کی ضرورت تھی۔ اس لئے کہ ہر کام کے لئے ایک وقت معین ہوتا ہے اور اس کے لئے وجود شرائط اور ارتفاع موانع کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً پستان میں خون کے دودھ بننے کے لئے تولد ولد یا اسکا قریب الولادۃ ہونا شرط ہے اور ایسا نہ ہونا مانع۔ پس جب تک تیری خوش قسمتی سے تیرے گھر میں نیا بچہ نہ پیدا ہو یا عنقریب پیدا ہونے والا نہ ہو اس وقت تک خون پستان میں خوش مزہ اور شیریں دودھ نہیں بن سکتا یوں ہی ان علوم و معارف کے ظہور کے لئے بھی کچھ شرائط اور کچھ مانع تھے پس جب تک وجود شرائط اور ارتفاع موانع نہ ہوا انکا ظہور کیونکر ہو سکتا تھا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ چونکہ مولانا حسام الدینؒ اقتناص حقائق کے لئے عالم ملکوت کو بعروج روحانی تشریف لے گئے تھے اور کسب علوم جدیدہ کے لئے متوجہ الی الحق تھے اس لئے افاضہ حقائق سے معذور تھے کیونکہ جب تک استفاضہ نہ ہو افاضہ کیونکر ہو سکتا ہے اور یہ دل ان کے افاضہ کے مضامین عالیہ ظاہر نہ ہوئے تھے اب چونکہ انہوں نے عالم بالا سے اس عالم کی طرف حنان توجہ کو منعطف کیا اور دریا سے ساحل کی طرف لوٹے یعنی سکر و استغراق سے صحو میں آئے اور متوجہ الی الخلق للحق ہوئے تو شعر مثنوی کا چنگ باساز ہوا اور تحریر مثنوی کا انتظام مکمل ہوا (ف) مولانا حسام الدین مولانا کے پیر بھائی بھی ہیں اور ان سے مستفید بھی مولانا ان کے نہایت معتقد ہیں اور مثنوی کو انہیں کے افاضات سے فرماتے ہیں اور ان

www.besturdubooks.wordpress.com

کے کلام سے ظاہر یہ بھی ہے کہ وہ حقیقۃً مفیض ہیں۔ نہ کہ علی وجہ التعسب۔ اگر ایسا ہو بھی تو کچھ مستبعد نہیں کیونکہ گو تکمیل ان کی مولانا ہی سے ہوئی لیکن اختلاف استعدادات کی بنا پر ایک مستفید کا مفید سے بڑھ جانا کچھ بعید نہیں۔ پس اس مفید کا مستفید سے فی الجملہ مستفید ہونا بھی کچھ بعید نہیں۔

ف ۲ چوں بمعراج حقائق الخ گو نظم میں مؤخر ہے مگر مضمون کے لحاظ سے چوں ضیاء الحق الخ پر مقدم ہے۔

شرح شبیری

چوں زدریا سوئے ساحل بازگشت	چنگ شعر مثنوی باساز گشت
جب وہ دریا سے کنارے کی طرف واپس آئے	مثنوی کے اشعار کی سارنگی باساز بن گئی
مثنوی کہ صیقل ارواح بود	بازگشتش روز استفتاح بود
وہ مثنوی جو روحوں کے لئے صیقل تھی	ان کی واپسی (مثنوی کے لئے) روز استفتاح ہوئی

یعنی مثنوی جو کہ ارواح کے لئے مثل ایک صیقل کے ہے اس کے دوبارہ شروع ہونے کی تاریخ ۱۵ رجب تھی مثنوی کا صیقل ارواح ہونا تو ظاہر ہے یوم استفتاح رجب کی پندرہ تاریخ کو کہتے ہیں اس لئے کہ اس زمانہ میں اس تاریخ کو کعبہ کا دروازہ کھلا کرتا تھا اور اسمیں داخلی ہوا کرتی تھی لہٰذا اس کو یوم استفتاح کہتے تھے۔

مطلع تاریخ ایں سود او سود	سال ہجرت شش صد وشصت ودو بود
اس سودے اور نفع کی تاریخ کا مطلع	چھ سو باسٹھ ہجری کا سال تھا

یعنی ان علوم اور منافع کے دوبارہ شروع ہونے کا ۶۶۲ چھ سو باسٹھ ہجری تھا۔ سود بمعنی اسباب ومتاع مراد علوم سود نفع مراد نفع علوم یعنی کہ ان علوم اور ان کے ثمرات کو دوبارہ ۶۶۲ھ میں شروع کیا گیا۔

بلبلے زینجا برفت و بازگشت	بہر صید ایں معانی بازگشت
بلبل اس جگہ سے گئی اور واپس لوٹی	ان معانی کے شکار کے لئے باز بن گئی

یعنی ایک بلبل یہاں گیا اور پھر واپس آ گیا اور اب واپسی کے وقت ان معانی کے شکار کرنے کے لئے باز ہو گیا۔ مطلب یہ کہ مولانا حسام الدین جو کہ ان علوم کے اعتبار سے اول مانند بلبل کے تھے جو کہ شکار نہیں کرتا اس عالم ناسوت سے عالم ملکوت کی طرف متوجہ ہوئے اور جب وہاں سے وہ واپس ہوئے تو ان علوم کے حاصل ہو جانے کی وجہ سے وہ مثل باز کے ہو گئے جیسے کہ وہ شکار کرتا ہو اس طرح یہ ان معانی کو شکار کر لائے۔

ساعد شہ مسکن ایں باز باد	تا ابد بر خلق ایں در باز باد
(خدا کرے) اس باز کا ٹھکانا شاہ کی کلائی ہو	قیامت تک مخلوق پر یہ دروازہ کھلا رہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بادشاہ کی کلائی خدا کرے اس باز کی جاؤ گاہ ہو اور یہ دروازہ مخلوق پر ہمیشہ کھلا رہے چونکہ پہلے مولانا حسام الدین کو باز سے تشبیہ دی تھی۔ اب کہتے ہیں کہ خدا کرے مولانا تو کمال قرب حق حاصل رہے اور اس افاضہ کا دروازہ مخلوق پر (جس میں کہ خود مولانا بھی شامل ہیں) کھلا رہے اور افاضہ ہوتا رہے یہاں تک تو تاخیر کی حکمت اور علت بیان فرمائی جس کا کہ مجملاً ذکر اول شعر میں کر دیا تھا کہ افادہ کے لئے اول استفادہ کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ بعدہ مفصلاً بیان کر دیا کہ تاخیر کی وجہ مولانا حسام الدین کا استغراق اور توجہ الی عالم الغیب تھی اب آگے دوسرا مضمون شروع کرتے ہیں اور اس قسم کے انتقالات مولانا کے کلام میں بہت ہوتے ہیں اور ان کو ماقبل سے ربط ضرور ہوتا ہے مگر بعض جگہ تو ربط سہولت سے سمجھ میں آ جاتا ہے اور بعض جگہ بعد غور کے مگر یہاں تو ربط ظاہر ہے کہ یہاں تک اس تاخیر کی حکمت جن کا حاصل مواقع وجود کتاب ہے بیان کر کے فرماتے ہیں کہ بعد وجود کتاب کے اس کتاب کے استفادہ سے بعض موانع بھی ہوا کرتے ہیں پس فرماتے ہی۔

شرح حبیبی

مثنوی جو کہ ارواح کو زنگ صفات ذمیمہ سے صاف کر کے۔ ان کے لئے حقائق و معارف کا دروازہ کھول دینے والی ہو اس کے تمامی کی طرف عود کا دن روز استفتاح یعنی رجب کی پندرہویں تاریخ ہے جس روز خانہ کعبہ کا دروازہ زائرین کے لئے کھولا جاتا تھا اور اس متاع گرانمایہ اور سراسر نفع کی دوکان یعنی مثنوی جو کہ علوم و معارف سراسر نفع سے مالا مال ہے اسکے شروع کی تاریخ ۶۶۲ھ چھ سو باسٹھ ہجری تھی کار مثنوی کے سرانجام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ایک بلبل یعنی عاشق الٰہی پانا قادر علی اقتناص الحقائق (حسام الدین) یہاں سے عالم بالا کو گئے اور متوجہ بحق ہوئے اور پھر نزول فرمایا اور متوجہ بخلق للحق ہوئے اور ان معانی کے شکار کے لئے بمنزلہ باز کے ہو گئے یعنی حق سبحانہ سے کسب حقائق کیا پھر ان حقائق کا ہم پر افاضہ فرمایا۔ اس طرح یہ کام سرانجام ہوا۔ خدا کرے بادشاہ کا ساعد ہمیشہ اس باز کا مسکن رہے۔ یعنی قرب الٰہی ان کو ہمیشہ حاصل رہے اور یہ قرب الٰہی کا دروازہ ان کی طرح اور مخلوق پر بھی کھلا رہے۔

شرح شبّیری

آفت ایں در ہوا و شہوت ست	ورنہ اینجا شربت اندر شربت ست
اس دروازہ کی آفت خواہش نفسانی اور شہوت ہے	ورنہ یہاں پر شربت ہی شربت ہے

یعنی اس کتاب کی آفت جو استفادہ سے مانع ہی ہوا اور شہوت میں ہے ورنہ اس جگہ تو شربت ہی شربت ہے۔ آفت سے مراد دو ہوتی ہیں۔ ایک موانع دوسرے نتائج بد جیسا کہ قول مشہور لکل شیٔ آفۃ و للعلم آفات میں بھی دو احتمال ہیں۔ یہاں بھی آفت کی دو توجیہ عقلاً محتمل ہو سکتی تھیں ایک تو یہ کہ اس کتاب سے ہوا و شہوت پیدا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتی ہے یہ تو نتائج بد ہیں مگر قرینہ مقام سے یہاں یہ مراد نہیں ہوسکتی۔ دوسرے یہ کہ اس کتاب کی تحصیل سے ہواو شہوت مانع ہیں اور اگر یہ حجابات نہ ہوں تو پھر تو اس میں شربت ہی شربت یعنی معارف وعلوم ہی ہیں اور معارف کی تشبیہ شربت سے بوجہ ان کے مرغوب ہونے کے ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے (کما قالہ المولوی انعام اللہ) کہ مصرعۂ اولی میں در بمعنی دروازے ہو جو اوپر کے شعر میں بھی مذکور تھا یعنی آفت ایں دروازۂ مذکورہ ہوائے شہوت است

ایں دہاں بر بند تا بینی عیاں	چشم بند آں جہاں حلق و دہاں
اس منہ کو بند کر تاکہ تو (اسرار ومعارف) کو آنکھ سے دیکھ لے	اس جہان (معرفت) کے لئے منہ اور حلق آنکھوں کی پٹی ہیں

یعنی اس منہ کو بند کرلو تو تاکہ ظاہر پھر نہ دیکھ سکو کیونکہ اس جہان کے چشم بند اور حجاب تو یہ حلق اور دہان ہی ہے یہاں دہان کے بند کرنے سے دو مراد ہیں ایک تو قلتِ کلام دوسرے قلت طعام جیسا کہ آگے حلق اور دہان لانا اس پر شاہد ہے یعنی تم قلت کلام اور قلت طعام اختیار کرو تاکہ علوم ومعارف کو ظاہر طور پر دیکھ سکو اور ان سے عجب تو یہ زیادتی طعام اور کلام ہی ہیں۔ حلق سے مراد اکل ہے اور دہان سے مراد کلام ہے۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ چونکہ تبدل زمان سے تبدل امزجہ ہوجاتا ہے اور پھر ان ہی کے مناسب معالجات بھی ہوا کرتے ہیں لہٰذا قلت طعام پہلے لوگوں کے لئے کہ وہ قوی ہوتے تھے مفید تھی لیکن آج کل صرف قلتِ کلام تو ضروری ہے مگر قلتِ طعام نہ کرے کہ پھر کام بھی نہ کرسکے گا۔

اے دہاں تو خود دہانہ دوزخی	وے جہاں تو بر مثال برزخی
اے منہ! تو دوزخ کا دہانہ ہے	اور اے دنیا تو برزخ جیسی ہے

یعنی اے منہ تو خود ایک دوزخ کا منہ ہے اور اے جہاں تو خود مثل ایک برزخ کے ہے۔ دوزخ سے مراد پیٹ ہے یعنی اوپر جو کہا تھا کہ منہ کو بند کرو تو فرماتے ہیں کہ اے منہ تو تو ایک دوزخ کا منہ ہے اور یا یہ معنی ہیں کہ چونکہ طعام اسی سے ہوتا ہے لہٰذا دوزخ کے منہ کا راستہ ہونے کی وجہ سے اس کو دوزخ کہہ دیا گیا ہے۔ اب چونکہ شبہ ہوسکتا تھا کہ جب دنیا کی اور اس کی متعلقات کی اس قدر مذمت کی تو پھر ان سے بالکل علیحدہ رہنا ضروری ہوا لہٰذا اس شبہ کو رفع فرماتے ہیں کہ یہ جہان برزخ کی مثل ہے کہ جس طرح برزخ کا تعلق دونوں جانب سے ہوتا ہے اس طرح اس جہان کا تعلق بھی نفع اور ضرر دونوں سے ہے اگر مطابق شریعت وطریقت کے اس سے تعلق رکھا جائے تو وہ مفید ہے ورنہ مضر ہے۔

نور باقی پہلوئے دنیای دوں	شیر صافی پہلوئے جوہائے خوں
ناچیز دنیا کے پہلو میں باقی (رہنے والا) نور ہے	خون کی نہروں کے پہلو میں صاف دودھ ہے

یعنی اس دنیائے دوں کے ساتھ ساتھ ایک نور باقی وصافی ہدایت کا موجود ہے جس طرح کہ خون کی ندیوں کے ساتھ ساتھ دودھ ہوتا ہے یہاں مثالوں سے اس برزخ کی تفسیر کرتے ہیں کہ جس طرح کہ خون کی ندیوں کے ساتھ

www.besturdubooks.wordpress.com

ساتھ دودھ ہوتا ہے یہاں مثالوں سے اس برزخ کی تفسیر کرتے ہیں کہ جس طرح سے کہ دنیا کے ساتھ ساتھ کہ وہ مضر ہے نور ہدایت کہ وہ مفید ہے لگا ہوا ہے خون کے ساتھ شیر کے لانے سے یہ بھی اشارہ ہے کہ جیسے مادہ خون اور مادہ شیر ایک ہے اس طرح استعداد نفع اور ضرر بھی ایک مادہ میں جمع ہیں اگر اس کو صراط مستقیم پر چل کر استعمال کیا گیا تو وہ ہی نافع ہے ورنہ وہی مضر ہے مثلاً غضب کہ محل امر میں وہی نافع ہے اور محل نہی میں وہی مضر ہے۔

چوں دروگامے زنی بے احتیاط	شیر تو خوں می شود از اختلاط
اگر تو اس میں ایک قدم بغیر احتیاط کے رکھے گا	خلط ملط ہو کر تیرا دودھ خون بن جائے گا

یعنی اگر ایک قدم بھی بدوں احتیاط مراتب شرعیہ کے رکھو گے تو وہ تمہارا شیر صافی خون ہو جائیگا یعنی کہ اگر شریعت سے ایک قدم بھی باہر رکھو گے تو وہ شیر یعنی نفع مبدل بہ خون یعنی ضرر ہو جائیگا آگے اس کو ایک حکایت سے ثابت کرتے ہیں کہ

شرح حبیبی

مولانا نے اوپر دعا کی تھی کہ تقرب حق سبحانہ کا دروازہ خدا کرے مولانا حسام الدین کی طرح اوروں پر بھی کھلا رہے جس سے مفہوم ہوتا تھا کہ یہ نہایت اچھی چیز اور حاصل کرنے کے قابل ہے۔ اب اس کے متعلق چند مفید باتیں بتاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ قرب حق سے شہوت وہوائے نفس بہت بڑا مانع ہے جس کے باعث ہر شخص اس نعمت عظمٰی کو حاصل نہیں کر سکتا ورنہ یہ نہایت ہی لذیذ اور مزیدار شے ہے اگر ان موانع کا غلبہ نہ ہوتا تو کوئی بھی اس کو نہ چھوڑتا مقصود یہ ہے کہ ان موانع کو مرتفع کرنا چاہیے اور اس دولت کو حاصل کرنا چاہیے آگے اسکا طریقہ بتاتے ہیں کہ بس منہ کو منہ کر لے اور تقلیل طعام وکلام کی یعنی نہ ضرورت سے زیادہ کھا اور نہ ضرورت سے زیادہ بول تجدید اس لئے نہیں ہو سکتی کہ ضرورۃ بحسب اقتضائے احوال مختلف ہوتی ہے اگر تو ایسا کریگا تو تجھ پر اسرار الٰہی منکشف ہوں گے۔ خوب سمجھ لے کہ بہت بڑے حاجب اور چشم باطن کو اس عالم کے مشاہدہ سے باز رکھنے والے یہ حلق اور دہان ہی ہیں جیسا کہ تدبیر سے معلوم ہو سکتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ ارے منہ تو فی الحقیقت دوزخ کا دہانہ ہے یعنی تو دوزخ میں جانے کا بہت بڑا ذریعہ ہے اور اے جہان تو ایک برزخ کی طرح ہے کہ تو من وجہ مضر اور من وجہ نافع ہے۔ لہٰذا تو بین بین ہے نہ بالکل نافع اور نہ سراسر مضر۔ اس شعر کے پہلے مصرعہ میں تو حفظ دہن کی طرف اشارہ ہے اور دوسرے مصرعہ میں اشیائے عالم کے استعمال میں احتیاط تنبیہ ہے۔ آگے اس مضمون کو کسی قدر واضح کرتے ہیں اور دوسرے شعر میں مماثلت برزخ کی تشریح ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ مشابہ برزخ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں دو وصف جمع ہیں ایک دنیویت اور مانع عن الحق ہونا اور دوسرا ذریعہ معرفت الٰہی ہونا یا یوں کہو کہ خون کی طرح مکروہ ہونا اور دودھ کی طرح مرغوب ہونا لہٰذا یہ بین بین ہو کہ نہ

www.besturdubooks.wordpress.com

سراسر نافع و مرغوب ہے اور نہ بالکل مضر و مکروہ ہے اس لئے برزخ کے مشابہ ہے اس سے اگلے شعر میں تعلیم احتیاط ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ جب تو عالم میں بے احتیاطی سے قدم رکھے گا اور اس کے استعمال میں حدود شرعیہ سے تجاوز کرے گا تو ایک شے جو بشرط احتیاط تیرے لئے مفید اور فی نفسہ مرغوب تھی وہ ایک نامرغوب اور مکروہ شے کے ساتھ مل کر مکروہ ہو جائے گی۔ نماز فی نفسہ مرغوب اور مثل شیر ہے لیکن جب اس میں نیت فاسدہ مثل ریا وغیرہ مل گئی جو ایک نامرغوب چیز اور مثل خون ہے تو اس سے وہ مرغوب نماز بھی نامرغوب ہو جائے گی اور بجائے طاعت کے معصیت ہو جائے گی۔ بس تم کو اس کے استعمال میں نہایت احتیاط چاہیے اور اسکے استعمال میں اتباع نفسانی سے نہایت احتراز چاہیے کیونکہ اس سے بہت برے نتائج پیدا ہوتے ہیں آگے اس بے احتیاطی کی مثال سے اس کے ضرر کو بیان کرتی ہیں اور فرماتے ہیں یک قدم زد آدم اندر ذوق نفس الخ۔

شرح شبیری

یک قدم زد آدم اندر ذوق نفس	شد فراق صدر جنت طوق نفس
نفس کی خوشی میں آدم نے ایک قدم رکھا	(تو) جنت کے صدر (مقام) کی جدائی گلے کا ہار بن گئی

یعنی آدم علیہ السلام نے بظاہر ایک قدم ذوق نفس میں رکھا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک مدت تک جنت کے مقام عالی سے علیحدہ رہے یعنی آدم علیہ السلام کہ جن سے ہم کو کوئی نسبت نہیں۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک پھر انہوں نے کوئی زیادہ اور بہت بڑی نافرمانی بھی نہ کی تھی بلکہ صرف ایک ذرا نافرمانی صرف صورۃً ہو گئی تھی ورنہ حقیقت میں انکا فعل معصیت نہ تھا جیسا کہ خود خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں آیۃ و قال ما نھا کما ربکما عن ھذہ الشجرۃ الا ان تکونا ملکین او تکونا من الخالدین وقاسمھما انی لکما لمن الناصحین فدلھما بغرور الآیۃ۔ کہ شیطان نے ان کو دھوکہ دیا اور اس نے یہ کہا کہ تم کو جو منع کیا گیا تھا وہ اس لئے کہ کہیں تم فرشتہ نہ ہو جاؤ اور ہمیشہ ہمیشہ جنت ہی میں نہ رہنے لگو کیونکہ اس وقت تم میں اس کی قابلیت نہ تھی اور اکل من الشجرۃ کا یہ خاصہ ہے کہ یا فرشتہ ہو جائے یا خالد ہو جائے پس اس وقت بوجہ عدم استعداد نہی کی گئی اور اب استعداد ہو گئی ہے اب کچھ حرج نہیں آدم علیہ السلام یہ سمجھے کہ یہ نہیں گو بصورت مطلق عن قید الوقت تھی مگر فی الحقیقت موقت تھی استعداد ہو جانے تک اب چونکہ ہم میں استعداد تام (بوجہ ذکر اور اس قدر مدت جنت میں رہنے کے) ہو گئی ہے اس لئے اب نہی باقی نہ رہی اور اس خیال کو اسکی قسمیں کھانے نے موکد کر دیا اور یقین دلا دیا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں اس تقریر کے بعد یہ شبہ بھی دفع ہو گیا کہ ما نھا کما ربکما عن ھذہ الشجرۃ الخ سے دو باتیں صاف معلوم ہوئیں ایک یہ کہ شیطان نے یاد دلا دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اس کے اکل سے منع کیا ہے دوسرے گویا اس نے یہ بھی بتا دیا کہ خداوند کریم کو مقصود یہ ہے کہ تم فرشتے یا خالد نہ ہو تو انہوں نے باوجود یاد ہونے کے

www.besturdubooks.wordpress.com

اور باوجود اس امر کے معلوم ہونے کے کہ ملکیت وخلود خلاف مرضی حق ہے پھر رضائے خداوندی کے خلاف کیوں کیا وجہ دفع ظاہر ہے کہ ان کو تو یہ سمجھا دیا گیا تھا کہ تم کو مطلقاً نہی ہے ہی نہیں اور اس طرح مطلقاً فرشتہ بننے سے یا خالد ہونے سے روکنا مقصود نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں امر تو فی نفسہ محمود ہیں بلکہ ایک خاص وقت تک مقصود تھا جو کہ گزر چکا پس وہ دھوکے میں آ گئے پس جب آدم علیہ السلام کو اس امر کا یقین ہو گیا کہ اکل شجرہ کا خاصہ ہے کہ فرشتہ یا خالد ہو جائے اور ان کو یہ امر بوجہ دوام قرب اور زیادتی قرب کو مقصود تھا اور اس کو اس طرح حاصل ہوتے دیکھا اور نہی مؤید کے شبہ کو ابلیس اپنی تلبیس اور تطمیع سے پہلے ہی زائل کر چکا تھا اس لئے انہوں نے اکل شجرہ کا ارتکاب کیا پس انہوں نے ارتکاب خلاف کا کیا مگر بقصد خلاف کے نہیں بلکہ بغرض قرب حق یہ تو حالت آدم علیہ السلام کی تھی اور ہم لوگ ارتکاب معاصی کرتے ہیں جو بقصد معصیت تو بھلا جب آدم علیہ السلام کے لئے باوجود ان میں اس قدر خصوصیات جمع ہونے کے فراق صد جنت ایک مدت تک ہوا تو ہمارا تو کیا حشر ہو گا اور طوق کہہ دینا باعتبار طول زمان بلا لزوم کے ہے اس لئے کہ طوق کبھی نہ کبھی تو گردن سے نکل ہی آتا ہے اور ہمارے حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ فرماتے تھے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ارتکاب خلاف ہی نہیں کیا بلکہ انہوں نے ایک طاعت کی ہے جس سے ان کی ترقی ہوئی۔ حضرت نے یہ ایک بہت بڑا دعویٰ کیا ہے جس کو ثابت بھی فرما دیا خلاصہ اسکا یہ ہے کہ جنت میں حق تعالیٰ کے اسماء جمالیہ کی تجلی تو آدم علیہ السلام پر تھی ہی اور اسماء جلالیہ کی بھی علماً تھی لیکن ذوقاً نہ تھی اس ذلت سے یہ تجلی بھی ان پر فائض ہوئی دوسرے بعض اسماء جمالیہ کی بھی تجلی جو کہ موقوف ہے اسماء جلالیہ پر ذوقاً نہ تھی اول کی مثال منتقم کی تجلی ثانی کی مثال تواب کی تجلی نیز ان تجلیات کے برکات وثمرات بھی علی درجۃ الکمال حاصل نہ تھے پس یہ فعل ان کے ترقی مراتب کا سبب ہو گیا جو طاعت سے مسبب ہے پس حکماً وہ فعل ان کے حق میں طاعت ہو گیا اور قواعد ظاہرہ پر بھی خطائے اجتہادی پر ایک ثواب ملتا ہے۔ باقی صورت عتاب کی یہ مقربان را بیش بود حیرانی کی بناء پر ہے۔

ہمچو دیو از وے فرشتہ می گریخت	بہر ناں چند آب چشم ریخت
فرشتہ ان سے ایسا بھاگتا تھا جیسا کہ شیطان	چند روٹیوں کی وجہ سے کس قدر آنسو بہائے

یعنی ان سے فرشتے اس طرح بھاگنے لگے جس طرح کہ دیو یعنی شیطان سے بھاگ نے تھے یا یہ کہ جس طرح سے دیو فرشتہ سے بھاگتا ہے اس طرح ان سے فرشتے الگ رہنے لگے اور ایک روٹی کے واسطے بہت مدت تک روئے۔ بیان تشبیہ صرف بھاگنے میں ہے نہ کہ آدم علیہ السلام یا فرشتہ کو دیو سے تشبیہ دینا مقصود ہے۔

شرح حبیبی

دیکھو آدم علیہ السلام نے لذت نفس میں معمولی ہی مداخلت کی تھی لیکن اسکا یہ نتیجہ ہوا کہ مفارقت مقام عالی

www.besturdubooks.wordpress.com

ایک مدت دراز کے لئے ان کے گلے کا ہار ہوگئی۔ اور وہی آدم جن کے سامنے فرشتوں نے سجدہ کیا تھا اب خود انہی کی یہ حالت ہوگئی کہ وہ ہی فرشتے ان سے یوں بھاگنے لگے۔ جس طرح کہ وہ شیطان ملعون سے بھاگتے ہیں۔ یا یوں کہو کہ جس طرح شیطان آدم علیہ السلام سے بھاگتا ہے یوں ہی فرشتے بھی بھاگنے لگے مگر توجیہ اول قریب ہے در تشبیہ ایک متنفر کو دوسرے متنفر سے ہے نہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کو یا فرشتوں کو شیطان سے فتد بر ولا تزل۔ اور دیکھو کہ چند دانہ گندم کے لئے۔ جو مادہ ہیں روٹی کا کتنی مدت تک ان کو رونا پڑا۔

فائدہ: یک قدم زد آدم اندر ذوق نفس۔ کی تشریح یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو حق سبحانہ نے روکا تھا کہ دیکھو اس درخت کے پاس بھی نہ پھٹکنا اس میں سے کھانا تو درکنار۔ وہ ایک وقت معین تک اس حکم کا امتثال کرتے رہے۔ شیطان اپنی عداوت پنہانی کے سبب حضرت آدمؑ کو ضرور پہنچانے کی فکر میں تو ہمیشہ ہی رہتا تھا مگر اس کو کوئی تدبیر نہ سوجھتی تھی بالآخر اس کو ایک تدبیر سوجھی اور اس نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا کہ اس درخت کے پھلوں کے کھانے سے حق سبحانہ نے تم کو اس لئے منع کیا تھا کہ تم فرشتہ یا خالد فی الجنۃ نہ بن جاؤ اور ممانعت کی وجہ یہ نہ تھی کہ حق سبحانہ کو تمہارا فرشتہ یا خلود فی الجنۃ بننا مقصود نہیں بلکہ اصل وجہ یہ تھی کہ تم میں اس وقت اس کی لیاقت نہ تھی۔ اب ماشاء اللہ اتنے دنوں جنت میں رہ کر اور ذکر الٰہی کر کے قابلیت پیدا ہوگئی ہے لہٰذا اب کھالینا مرضی حق سبحانہ کے خلاف نہیں اور گو نہی بصورت مطلق ہے مگر فی الحقیقت موقت بوقت استعداد قابلیت ہے اور قسم کھا کر کہا کہ جو کچھ میں کہتا ہوں محض تمہاری خیر خواہی سے کہتا ہوں۔ میری کوئی ذاتی غرض نہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جب یہ پیچ دار تقریر سنی تو چونکہ دانوں پیچ سے واقف نہ تھے اور ملکیت یا خلود فی الجنۃ ان کو زیادت قرب یا دوام قرب کے باعث مطلوب تھی۔ اس لئے اس کو کھالیا اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس واقعہ میں نفس کا دخل صرف اتنا تھا کہ اس نے ایک منہی عنہ پھل کو کھانے کی خواہش کی اور حضرت آدم علیہ السلام نے اسکا اتباع یہ کیا کہ اس کو کھالیا لیکن چونکہ وہ یہ جانتے تھے کہ یہ نفس کی شرارت ہے جو شیطان کے برانگیختہ کرنے سے پیدا ہوئی ہو بلکہ وہ اس کو قرب الٰہی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ نہ کہ معصیت۔ اور حق سے دور کرنیوالا لہٰذا انہوں نے گو واقع میں اتباع نفس کیا لیکن اسکو اقتضاء نفس جان کر نہیں کیا اس لئے کہ یہ ان کی ایک لغزش اور خطائے اجتہادی تھی جس پر وہ ایک اجر کے مستحق تھے نہ کہ حقیقۃً معصیت اور حق سے دور کرنیوالی کیونکہ حقیقۃً معصیت وہ ہی جو دیدہ دانستہ ہو۔ اب یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ ایک ثواب کے مستحق تھے تو سزا کیسی اسکا جواب مولانا اگلے اشعار میں دیتے ہیں اور کہتے ہیں۔ ؎ گرچہ یک مو بد گنہ کو جستہ بود

شرح شبیری

گرچہ یک مو بد گنہ کو جستہ بود	لیک آں مو در دو دیدہ رستہ بود
اگرچہ وہ گناہ جو انہوں نے کیا بال برابر تھا	لیکن وہ بال (گویا) دونوں آنکھوں میں اگا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اگرچہ وہ گناہ ایک بال برابر تھا لیکن وہ بال دونوں آنکھوں میں جم آیا تھا مطلب یہ کہ اگرچہ وہ گناہ بہت ہی چھوٹا تھا اور بال کے برابر تھا مگر دیکھو وہی بال اگر جسم پر بجز چشم کے کسی جگہ بھی جم جائیں اور کتنے ہی بڑے ہو جائیں تکلیف دہ نہیں ہوتے مگر جو آنکھ میں ذرا سا بال بھی جم جائے وہ کس قدر تکلیف دہ ہوتا ہے اس طرح یہ گناہ بھی ان کے حق میں عظیم ہو گیا اور گناہ کہہ دینا باعتبار ظاہر کے ہے یا عصیٰ ربہ کا ترجمہ کیا جائے ورنہ اصل میں تو وہ گناہ تھا ہی نہیں بلکہ بقول حضرت حاجی صاحبؒ طاعت تھی جیسا کہ گذرا۔

بود آدمؑ دیدۂ نور قدیم	موئے در دیدہ بود کوہ عظیم
آدم تو قدیم نور کی آنکھ تھے	(لیکن) آنکھ میں بالؔ بڑا پہاڑ ہوتا ہے

یعنی آدم علیہ السلام اور قدیم کو چشم (یعنی دیکھنے والے) تھے اور آنکھ میں بال کا ہونا ایک بڑے پہاڑ کی طرح ہوتا ہے بیان دیدۂ نور قدیم سے اللہ تعالیٰ کی آنکھ اور عین اللہ ہونا مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ آدم علیہ السلام نور قدیم کے دیکھنے والے مثل چشم کے اور مقربین بارگاہ میں سے تھے اس لئے ان کا یہ بال برابر گناہ بھی ایک کوہ عظیم کے برابر ہو گیا بمصداق حسنات الابرار سیئات المقربین تو جب آدم علیہ السلام کو ایک قدم الگ رکھنے سے یہ ہوا تو ہم تو پھر کہاں رہیں گے واللہ اعلم بالصواب اور دیدہ نور قدیم کی ایک توجیہ (کما قالہ المولوی انعام اللہ) یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ان کی ذات مثل آنکھ کے تھی اور ذات قدیم کا نور اس میں سمایا ہوا تھا یعنی وہ نور الٰہی کے مظہر تھے انتہیٰ۔

شرح حبیبی

حاصل جواب یہ ہے کہ واقعی یہ ایک بال کی طرح حقیر گناہ تھا جس کو خطاء اجتہادی کہتے ہیں اور اس پر وہ اجر کے مستحق تھے نہ کہ سزا کے لیکن بات یہ ہے کہ واقع میں یہ ایک نقص تھا جو حضرت آدمؑ کے اندر پیدا ہو گیا تھا۔ جو حق کو نہایت محبوب تھے اور چونکہ حضرت آدمؑ اپنی محبوبیت میں مثل آنکھ کے تھے اور وہ گناہ مثل بال کے اور آنکھ کا بال بھی ایک پہاڑ معلوم ہوتا ہے اس لئے حق سبحانہ کو منظور ہوا کہ ان کے اندر اتنا نقص بھی نہ ہو۔ لہٰذا اس کے دور کرنے کی تدبیر کی اور معتوب کیا تا کہ یہ اتنا عیب بھی برا ہے اور اسکی تلافی ہو کر بالکل پاک صاف ہو جائیں اور آئندہ کے لئے متنبہ ہو جائیں کہ اس قسم کا کوئی اور نقص ان کے اندر پیدا نہ ہوئے۔ یہاں تک اتباع ہونے کی مضرتوں کا بیان تھا۔ اب اتباع سے بچنے کی تدبیر بتاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ۔ گر دران حالت بکردی مشورت الخ

شرح شبیری

گر دراں دم او بکردے مشورت	در پشیمانی نگفتے معذرت
اگر وہ اس وقت مشورہ کر لیتے	(تو) شرمندگی میں معذرت نہ کرتے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اگر اس حالت میں مشورہ کر لیتے تو پھر پشیمانی کی وقت معذرت کی نوبت نہ پہنچتی اوپر سے مولانا نے ہواء وشہوت میں پھنسنے کو مذموم فرمایا ہے اور اس کو ایک حکایت بیان کر کے ثابت فرمایا ہے کہ ہواء وشہوت میں پھنسنے سے یہ نتیجہ ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام جن سے بظاہر ایک لغزش ہوگئی تھی اور دراصل وہ لغزش بھی نہ تھی ان کے لئے مضار پیش آئے اور اس سے صحبت بد کا مضر ہونا بھی ثابت ہو گیا لہٰذا اب اس سے انتقال فرماتے ہیں اور اس کی مناسبت سے دوسرا مضمون شروع کرتی ہیں اور وہ یہ کہ اس ہوا و شہوت سے بچنے کی اور صحبت بد سے الگ رہنے کی تدبیر بتلاتے ہیں کہ اگر اس حالت میں جبکہ اس میں مبتلا ہونے کو تھے حق تعالیٰ سے مشورہ کر لیتے تو بعد میں پشیمان ہو کر معذرت کی ضرورت نہ ہوتی۔ یہاں حق تعالیٰ کے ساتھ مشورہ کرنا صرف خصوصیت آدم علیہ السلام کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ بلاواسطہ تلقی عن الحق کر سکتے تھے مگر مقصود اس سے یہ ہے کہ طالب کو چاہیے کہ ہواو ہوس سے بچے اور شریعت سے الگ نہ ہو اور تدبیر اس کی یہ ہے کہ تلقی عن الحق کرے خواہ بلاواسطہ جیسے کہ انبیاء علیہم السلام کر سکتے ہیں اور خواہ بواسطہ مرشد کے غرضیکہ مقصود مولانا کا بیان سے یہ ہے کہ جب ابلیس مخالفت حکم خداوندی کی ترغیب دے تو تم اس سے اس طرح بچو کہ تلقی عن الحق کرلو اور خداوند کریم سے پوچھ لو کہ اس پر عمل کرنا درست ہے یا نادرست اور خداوند کریم سے پوچھ لینا باعتبار ہمارے شریعت الٰہیہ پر منطبق کر لینا ہے پس یہاں سے ترغیب ہوئی صحبت نیک کی اور تدبیر ہے صحبت بد سے بچنے کی دوسرے مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ اگر وہ تلقی عن الحق کر لیتے تو پھر پشیمان ہو کر ان کو معذرت کی نوبت نہ آتی اس کے یہ معنی نہیں کہ ان کو پشیمانی تو ہوتی مگر معذرت نہ کرتے جیسا کہ ظاہر الفاظ سے متبادر ہوتا ہے کہ بلکہ معنی یہ ہیں کہ وہ پشیمانی ہی نہ ہوتی اور وہ لغزش ہی سرزد نہ ہوتی جس سے کہ معذرت کی نوبت پہنچتی۔ اب مقصود مولانا کا یہ ہوا کہ حق تعالیٰ سے تلقی احکام کرنی ضروری ہے یا بواسطہ مرشد کے اور اہل اللہ کے یا بلاواسطہ (جیسا کہ اس مقام پر ہے) تو پھر ندامت کی حاجت نہ ہوا آگے اس کی دلیل بیان کرتے ہیں ؎ کہ زانکہ با عقلے چو عقلی الخ

شرح حبیبی

یعنی اگر حضرت آدم علیہ السلام اس حالت میں جبکہ ابلیس ان کو مخالفت حکم خداوندی کی ترغیب دے رہا تھا حق جل شانہ سے استفسار کر لیتے کہ یہ ہی بات ہے جو ابلیس کہہ رہا ہے یا اس میں اسکا دھوکہ اور اضلال ہے تو ان کو نادم ہو کر معذرت کرنے کی نوبت نہ آتی کیونکہ ایسی حالت میں اس مخالفت امر الٰہی کی نوبت ہی نہ آتی جو منتج ہو۔ اس معذرت کا۔ تو حاصل یہ ہے کہ احکام الٰہی سے واقفیت کی ضرورت ہے اور یہ واقفیت کبھی بلاواسطہ اور براہ راست حق سبحانہ وتعالیٰ ہی سے ہوتی ہے اور کبھی بواسطہ کسی ہادی کے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو یہ معرفت بلاواسطہ حاصل ہو سکتی تھی اس لئے ان کو حق سبحانہ سے استفسار چاہیے تھا اور جہاں یہ ممکن نہ ہو وہاں دوسری صورت

www.besturdubooks.wordpress.com

ہو یعنی ہادی و مرشد سے استفسار ہی کی طرف مولانا نے اگلے شعر میں اشارہ کیا ہے۔ آگے در پشیمانی نگفتے معذرت کی دلیل بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں زانکہ باعقلے چوعقلے جفت شد الخ

شرح شبیری

مانع بد فعلی و بد گفت شد	زانکہ باعقلے چو عقلے جفت شد
تو برے کام اور بری بات سے مانع ہوگی	اس لئے کہ ایک عقل جب دوسری عقل کی شریک بنی

آنکہ الخ۔ یعنی جبکہ ایک عقل کے ساتھ دوسری عقل قرین ہوگئی اور مل گئی تو اب بد فعلی اور بد گوئی سے مانع ہوگئی یہاں سے مضمون شعر بالا کی دلیل بیان کرتے ہیں کہ جب ایک عقل دوسری عقل کے ساتھ مل جاتی ہے تو پھر بدقولی اور بد فعلی سے کہ یہی گناہ کے اقسام ہیں اور گناہوں کی بھی جڑ ہے۔ رہائی ہو جاتی ہے اور وہ دوسری عقل مل کر ان برائیوں اور گناہوں سے مانع ہو جاتی ہے۔ یہاں یہ شبہ نہ ہو کہ عقل کا اطلاق خداوند تعالیٰ پر کس طرح جائز ہے کیونکہ اسماء خداوندی بالکل توفیقی ہیں اور شرع میں جو اسماء آگئے ہیں ان کے علاوہ ان امور کا جو کہ خداوند تعالیٰ کی صفات کے مشابہ ہوں اطلاق کر دینا جائز نہیں ہے۔ جواب یہ ہے کہ شعر بالا کی شرح میں بیان کر دیا گیا ہے کہ تلقی عن الحق بواسطہ بھی ہو سکتی ہے اور بلاواسطہ بھی تو خصوصیہ آدم کی وجہ سے شعر بالا میں تو تلقی بلاواسطہ مراد تھی مگر یہاں تلقی بواسطہ مرشد کے اور اہل اللہ کے مراد ہوگی تو اب مطلب یہ ہو گیا کہ جب تمہاری عقل کے ساتھ مرشد کی عقل بھی مل جائے گی تو پھر ہوا و شہوت سے مانع ہو جائے گی یہاں باعقلے چوعقلے کہنے سے یہ بھی بتلا دیا کہ صرف مرشد کی عقل ہدایت کے لئے کافی نہیں ہوتی۔ بلکہ جب تمہاری عقل بھی اس کے ساتھ مل جائے گی اور تم خود بھی چاہو گے کہ کام کرو اس وقت ہدایت ہو سکتی ہے اور اس وقت ممانعت عن الاقوال والافعال السیئہ ہو سکتی ہے لہٰذا یہ شعر نگفتے معذرت کی دلیل ہوگئی کہ ان کو معذرت کرنے کی نوبت اس لئے نہ آئی کہ ان کی عقل اور مرشد کی عقل ارتکاب ہوا سے مانع ہو جاتی پس یہاں عقل سے مراد عقل رہنما و مرشد ہے۔

یہاں تک صحبت نیک کی ترغیب دلائی اور اس کے منافع بتلائے آگے صحبت بد کا ضرر بتلاتے ہیں کہ نفس چون بانفس الخ۔

شرح حبیبی

یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو معذرت کی نوبت نہ آتی کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جب ایک عقل یعنی عقل مستفیض عقل مفیض کے ساتھ مقرون ہوگئی تو وہ صدور اقوال بد و افعال ناشائستہ سے مانع ہو جاتی ہے خواہ افعال بد افعال قلوب ہوں یا افعال جوارح کیونکہ طلب مشورہ تو عمل ہی کے لئے ہوگا اور جب مشورہ نیک ہوگا اور مستشیر کا قصد اس

www.besturdubooks.wordpress.com

نیک مشورہ پر عمل کرنے کا ہوگا تو اس کا نتیجہ افعال واقوال سیۂ سے احتراز ضروری ہے اور عقلے با عقلے جفت شد میں اسی کی طرف اشارہ ہے کہ اقتران عقلیں یوں ہونا چاہیے کہ مستفیض کی عقل بحیثیت استفادہ اور بقصد عمل مقرون ہو اور مفیض کی عقل من حیث الافادۃ ومشورہ نیک۔ جب قاعدہ یہ ٹھہرا تو اگر حضرت آدم علیہ السلام اس ذات منزہ عن شوائب النقص سے استصواب کرتے جس میں احتمال خطا بھی نہیں تو ہرگز یہ نوبت نہ آتی اس تقریر سے وہ شبہ بھی مندفع ہوگیا کہ حق جل شانہ کے لئے عقل کا اطلاق جائز نہیں کیونکہ یہاں عقلے سے عقل ہادی ورہنما مراد ہے نہ کہ عقل حق سبحانہ۔ یہاں تک صحبت نیک کی ترغیب تھی تاکہ آدمی اس کے منافع سے بہرہ ور ہوسکے۔ آگے صحبت بد سے احتراز کی ترغیب ہے تاکہ وہ اس کے برے نتائج سے محفوظ رہے اور فرماتے ہیں۔ نفس چوں بانفس دیگر یار شد الخ

شرح شبیری

نفس با نفس دگر چوں یار شد	عقل جزوی عاطل و بیکار شد
ایک نفس جب دوسرے نفس کا یار بنا	ناقص عقل معطل اور بے کار ہوئی

یعنی کہ جب ایک نفس دوسرے نفس کے ساتھ ہوگیا تو وہ عقل جزوی یعنی ناقص بھی بیکار ہوگئی اوپر کہا ہے کہ جب ایک عقل دوسری عقل کے ساتھ مل جائے گی تو وہ مانع ہو جائے گی۔ بدافعالی اور بداقوالی سے اب فرماتے ہیں کہ جب نفس یعنی داعی الی الشر دوسرے نفس یعنی داعی الی الشر سے مل جائے گا اور دو داعی الی الشر مجتمع ہو جائیں گے تو وہ عقل ناقص بھی جو کہ تنہا اور ابھی ناقص تھی جاتی رہے گی لہٰذا صحبت بد سے بچنا ضروری ہے اور صحبت نیک حاصل کرنا ضروری ہوا تاکہ اس کی عقلی ناقص مرشد کی عقل کامل کے ساتھ مل کر مانع از ہوا و ہوس ہو جائے آگے بھی یہی مضمون اتباع مرشد کو بیان فرماتے ہیں۔ کہ گرز تنہائی تو ناامید ے شوی الخ

شرح حبیبی

یعنی جس طرح صحبت عارف منبع خیرات وبرکات ہے یوں ہی صحبت اشرار منشاء شرور و مفاسد ہے اس لئے کہ جب ایک داعی الی الشر دوسرے داعی الی الشر سے قرین ومصاحب ہوتا ہے تو وہ جو اس کی عقل ناقص ہوتی ہے وہ بھی معطل و بیکار ہو جاتی ہے کیونکہ وہ اگر کام دے سکتی ہے تو اس وقت جبکہ اس سے کام لیا جائے اور اس سے کام لینے کا مانع یعنی خواہشات نفسانی کا غلبہ اول تو خود اس کے اندر ہی موجود ہے پھر ان کے ساتھ مانع خارجی کا اضافہ اور ہو گیا کہ داعی الی الشر کے ساتھ منادمت ومصاحبت ہے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر کسی وقت ہوائے نفسانی کو اس نے مغلوب کر بھی لیا تو وہ مصاحب اس کو تقویت پہنچا کر پھر اس کی کمزور عقل کو مغلوب کردے گا۔ یہاں سے پھر صحبت نیک کی ترغیب کی جانب انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ گرز تنہائی تو ناامیدی شوی الخ

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبیری

گر ز تنہائی چو ناہیدے شوی	زیر ظل یار خورشیدے شوی
اگر تو تنہائی میں زہرہ جیسا بنے گا	یار (پیر) کے سایہ میں آفتاب بنے گا

یعنی اگر تو تنہائی اور انفراد کی وجہ سے مثل ناہید (یعنی مشتری مراد ستارہ خورد) کے ہوگا تو یار کے سایہ میں آ کر خورشید کی طرح ہو جائیگا یعنی اگر انفراد اور تنہا ہونے کی وجہ سے تم میں نقص آ گیا ہے اور تم ایک چھوٹے ستارے کی طرح رہ گئے ہو جس میں کہ چمک دمک بہت ہی کم ہوتی ہے تو یار یعنی مرشد کے سایہ میں آ جاؤ اور ان کا اتباع کرو تاکہ ان کے اتباع سے مثل خورشید کے کامل النور ہو جاؤ۔ خورشید سے مراد کامل النور اور ناہید سے مراد ناقص النور ظل سے مراد اتباع ہے مطلب یہ ہوا کہ کسی شخص کی صحبت حاصل کرو کہ اس کے فیوض و برکات کی وجہ سے ایک دم تم میں وہ نور جو اس وقت ناقص ہے کامل ہو جائے گا اور قرب حق حاصل ہو جائے گا جو مطلوب ہے اور اس کی وہ تقریر بھی ہو سکتی ہے جو شرح حبیبی میں مذکور ہے (ولعلہ احسن من ہذا) آگے اسی مضمون کو بہت صاف الفاظ میں بیان فرماتے ہیں کہ ؎ رو بجو یار خدائی را تو زود الخ

شرح حبیبی

یعنی صحبت نیک تنہائی سے بھی زیادہ سود مند ہے۔ چہ جائیکہ صحبت۔ کیونکہ اگر تو تنہائی سے کمال میں مثل مشتری کے ہو گیا ہے تو کسی محقق مرشد و ہادی کے زیر سایہ اور اس کی صحبت میں خورشید کے مثل کامل النور ہو جائے گا آگے اسی کی تاکید ہے اور فرماتے ہیں۔ ؎ رو بجو یار خدائی را تو زود الخ

شرح شبیری

رو بجو یار خدائے را تو زود	چوں چناں کردی خدا یار تو بود
جا خدا کے دوست کی جلد تلاش کر لے	جب تو نے ایسا کر لیا تو خدا تیرا دوست ہے

رو بجو الخ۔ یعنی جا اور کسی یار خدائی کو بہت جلد تلاش کر لے اور جب تو نے ایسا کر لیا تو پھر خداوند تعالیٰ تیرا یار ہو گیا۔ یار خدائی سے مراد وہ یار جو خدا کے واسطے ہو اور محبوب ملحق ہو اور منسوب الی الحق ہو مطلب یہ کہ جب معلوم ہو گیا کہ صحبت نیک کی تحصیل ضروری ہے اور صحبت بد سے بچنا بھی ضروری ہے تو اب کسی خدا والے کو تلاش کر لے جس کی صحبت میں رہ کر اور جس کے ساتھ مل کر تو اس نقص کو پورا کر سکے اور جب تو نے اس کو تلاش کر لیا اور اس کا اتباع کیا تو پھر خداوند کریم تمہارے ساتھ اور تمہارا یار ہو گیا یعنی پھر قرب خداوندی تم کو حاصل ہو جائے گا اور واصل

www.besturdubooks.wordpress.com

الی اللہ ہو جاؤ گے آگے بھی یہی مضمون ہے کہ اگر ایسا شخص ڈھونڈ لو تو پھر اسکی صحبت خلوت سے بہتر ہی فرماتے ہیں۔

ے آنکہ درخلوت نظر بر دوخت است الخ

شرح حبیبی

یعنی جبکہ تجھے صحبت عارف محقق کے فوائد معلوم ہو گئے تو جا اور کسی محقق خداشناس کو جس سے تو محض خدا کے لئے مصاحبت و منادمت اختیار کرے ڈھونڈ۔ جب تو نے ایسا کیا تو خدا تیرا یار ہوگا کیونکہ جب یہ صحبت محض خدا ہی کے لئے ہے تو گویا خدا ہی کے ساتھ ہے۔ یا یہ کہ گو اس وقت تو صحبت با عارف ہے مگر اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یاری خدا حاصل ہوگی۔ آگے ان لوگوں پر رد فرماتے ہیں جو ہر حالت میں عزلت کو ضروری خیال کرتے ہیں اور فرماتے ہیں

ے آنکہ در خلوت نظر بر دوخت الخ

شرح شبّیری

آنکہ درخلوت نظر بردوخت ست	آخر آں راہم زیار آموخت ست
جس نے خلوت کو مطمع نظر بنا لیا ہے	آخر اس (خلوت پسندی) کو بھی یار سے سیکھا ہے

یعنی جس شخص نے کہ خلوت ہی میں نظر کوسی رکھا ہے اور وہ مطلقاً خلوت ہی کو ترجیح دیتا ہے آخر اس نے یہ بات (کہ خلوت کو ترجیح ہو) یار ہی سے تو سیکھی ہے تو پھر اس سے کیوں الگ ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ نہ خلوت مطلقاً اچھی ہے جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں۔ اور نہ جلوت مطلقاً اچھی بلکہ ہر شے کا ایک محل ہوتا ہے تو خلوت ہی کو مطلقاً ترجیح دینا اچھا نہیں ہے کیونکہ آخر یہ بات کہ خلوت بہتر ہے کہاں سے سیکھی ہے۔ یہ بھی تو اس یار ہی سے یعنی مرشد ہی سے سیکھی ہے تو پھر اس کی صحبت سے اعراض کرنا معقول نہیں ہے۔ مقصود مولانا کا یہ بتانا ہے کہ مرشد کی صحبت ضروری ہے اور اس سے خلوت کرنے میں نقصان ہے تاکہ فیوض و برکات کو مرشد سے حاصل نہ کر سکے گا یہاں سے راغبین الی العزلت مطلقاً کا رد بھی ہو گیا اب آگے خود اس محل کو بتاتے ہیں کہ خلوت کا محل کیا ہے فرماتے ہیں

ے خلوت از اغیار باشد نے زیار الخ

شرح حبیبی

یعنی جن لوگوں نے خلوت ہی کو اپنا مطمع بنا لیا ہو اور ہر صحبت سے اجتناب ضروری سمجھا ہے انہوں نے اس خوبی عزلت کو بھی تو آخر کسی یار محقق و عارف ہی سے سیکھا ہے۔ پس اگر صحبت مطلقاً نامحمود ہوتی تو یہ نکتہ ان کے کیسے ہاتھ لگتا پس معلوم ہوا کہ ہر عزلت قابل اختیار و ہر صحبت قابل ترک نہیں۔ آگے عزلت و صحبت کے محال و مواقع کی تعیین و تفصیل فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں خلوت (از اغیار باید نے زیار الخ)

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

پوستیں بہر دے آمد نے بہار	خلوت از اغیار باید نے زیار
پوستین ماگھ کے مہینے کے لئے ہے نہ کہ موسم بہار کے لئے	گوشہ نشینی غیروں سے چاہئے نہ کہ یار سے

یعنی خلوت تو اغیار سے چاہیے نہ یار سے دیکھو پوستین موسم سرما میں ہی مناسب ہوتی ہے نہ بہار میں دے سے مراد موسم سرما ہے کہ وہی موسم خزاں ہوتا ہے اور بہار سے مراد موسم گرما ہے مقصود یہی ہے کہ ہر شے کے لئے ایک محل اور موقع ہوتا ہے پس خلوت اور عزلت کا بھی ایک موقع اور محل ہے اور وہ یہ کہ خلوت اغیار سے ہونی چاہیے جو کہ حق سے غافل کر دیتے ہیں اور یار سے یعنی مرشد سے خلوت نہ ہونا چاہیے جیسا کہ دیکھو پوستین بھی اپنے محل پر یعنی موسم سرما میں ہی مناسب معلوم ہوتا ہے اور موسم گرما میں اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر خلوت اور عزلت بھی اپنے محل پر نہ ہو یعنی مرشد سے علیحدگی ہو تو یہ مضر ہے اور مناسب نہیں یہاں مولانا جلوت اور عزلت کے درمیان میں فیصلہ فرما رہے ہیں کہ بس اغیار سے خلوت چاہیے اور مرشد کی صحبت اختیار کرنی چاہیے جیسا کہ حدیث میں ہے بالکل اس کا مصداق ہے الوحدة خير من الجليس السوء و الجليس الصالح خير من الوحدة۔ اور حضرت حاجی صاحب قدس سرہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ خلوت از اغیار نہ ازیار۔ شاید حضرت بھی اسی سے فرماتے ہوں آگے پھر اسی مضمون کو فرماتے ہیں کہ جب وہ عقل باہم مل جائے گی تو ان میں قوت ہو جائے گی اور مانع ہوا اور شہوت سے ہوں گی پس فرماتے ہیں کہ باعقل دگر دوتا شود الخ۔

شرح حبیبی

یعنی صحبت و عزلت ہر دو مفید ہیں مگر اپنے اپنے محل پر اغیار اور ناجنسوں سے عزلت چاہیے تاکہ ان کے شر سے محفوظ رہے نہ کہ یار اور ایسے شخص سے جو قطع منازل الی الحق کے لئے اس کا مدد و معاون اور رہبر ہو مثلاً پوستین کی ضرورت فصل خزاں میں ہوتی ہے کہ اسکے اثر سے محفوظ رہے نہ کہ فصل بہار میں تاکہ اسکے اعتدال اور آثار محمودہ سے انتفاع مقصود ہوتا ہے۔ آگے پھر صحبت نیک کا فائدہ بیان فرماتے ہیں عقل باعقل دوگر دوتا شود الخ۔

شرح شبّیری

نور افزوں گشت و رہ پیدا شود	عقل با عقل دگر دو تا شود
روشنی بڑھ جاتی ہے اور راستہ نمایاں ہو جاتا ہے	عقل دوسری عقل کے ساتھ مل کر دوگنی ہو جاتی ہے

عقل الخ۔ یعنی ایک عقل کی ساتھ دوسری عقل مل کر مضاعف ہو جاتی ہیں تو پھر نور بڑھتا ہے اور راہ ظاہر ہو جاتی ہے عقل اول سے اپنی عقل اور عقل ثانی سے مراد مرشد اور رہنما کی عقل مطلب وہی کہ صحبت نیک اختیار کرنا

ضروری ہے اس لئے کہ اگر تمہاری عقل کی ساتھ مرشد کی عقل مل جائے گی تو اس میں قوت زیادہ ہو جائے گی اور یہاں بھی عقل با عقل دگر فرمانے سے یہی مراد ہے کہ جو لوگ صرف مرشد کی ہمت اور توجہ کو کافی سمجھتے ہیں اور وہ کچھ کرنا نہیں چاہتے وہ بالکل غلطی پر ہیں بلکہ جب مرشد کی عقل اور ہمت بھی شامل ہو جائے گی تو پھر نور علی نور ہو جائیگا مگر پہلے سے نور کی تو ضرورت ہے اور عمل میں تو اپنے ہی عقل کی ضرورت ہوگی اور عقل مرشد صرف رہنمائی کر سکتی ہے جیسا کہ پہلے بھی زانکہ با عقلے الخ کے تحت میں بیان ہو چکا ہے اب اس میں صحبت نیک کی ترغیب دے کر پھر صحبت بد کی مضرت اور اس سے اجتناب ضرور ہونا بیان کرے ہیں فرماتے ہیں کہ

نفس با نفس دگر خندان شود الخ

شرح حبیبی

یعنی صحبت نیک کا یہ فائدہ ہے کہ ایک عقل نورانی جبکہ مستفیض کو طلب حق کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور اس کو عمل پر آمادہ کرتی ہے جب دوسری عقل نورانی کی ساتھ مصاحب ہوگی جو کہ خود بھی راہ حق سے واقف ہے اور دوسروں کی بھی رہنمائی کرتی ہے تو دو نورانی چیزوں کے ملنے سے نور زیادہ بڑھے گا اور نور علی نور کی کیفیت پیدا ہو کر راہ حق بالکل واضح ہو جائے گی پس معلوم ہوا کہ مستفیض کی عقل کی بھی ضرورت ہے مگر عمل کے لئے اس سے ان لوگوں کے خیال کی غلطی بھی ظاہر ہوگئی جو صرف مرشد کی توجہ کو کافی سمجھتے ہیں اس کے بعد اس کی صحبت بد کی مذمت فرماتے ہیں اور مضمون سابق کا اعادہ فرماتے ہیں۔ نفس با نفس دگر خندان شو الخ۔

شرح شبیری

نفس با نفس دگر دو تا شود	ظلمت افزوں گشت وره پنہاں شود
نفس نفس کے ساتھ مل کر دوگنا ہو جاتا ہے	اندھیرا بڑھ جاتا ہے اور راستہ چھپ جاتا ہے

یعنی ایک نفس جب دوسرے کے ساتھ میل جول کرے اور ایک دوسرے کو دیکھ کر خوش اور خندان ہو تو ظلمت بڑھ جائے گی اور راہ پوشیدہ ہو جائے گی نفس سے مراد داعی شر کا مر۔ یعنی جب دو داعی شر کا اجتماع ہو جائیگا تو پھر تو ظلمات بعضها فوق بعض کا مصداق ہو جائیگا اور راہ ہدایت بالکل پوشیدہ اور معدوم ہو جائے گی اب چونکہ صحبت نیک کا ضروری بتلا دیا آگے اس کے آداب بتلاتے ہیں کہ ہر امر کے لئے کچھ شرائط ہوتے ہیں لہٰذا اس صحبت کے مؤثر ہونے کے لئے آداب مرشد کی ضرورت ہے۔ پس فرماتے ہیں

کہ یار چشم تست اے مرد شکار الخ

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح مجیبی

یعنی صحبت نیک میں تو یہ فائدہ تھا اب صحبت بد کی مضرت سنو۔ جب کہ ایک نفس مبتلائے ظلمات معاصی دوسرے ایسے ہی نفس کے ساتھ بے تکلف ہوگا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ظلمت بڑھے گی اور ظلمات بعضھا فوق بعض ہوکر راہ حق بالکل چھپ جائے گی اس کی تفصیل اوپر گزر چکی۔ یہاں تک طالب راہ خدا کے لئے راہنما کی ضرورت اور مانع طلب حق کو بتلایا آگے اس راہنما سے متمتع ہونے کی شرط بتاتے ہیں اور فرماتے ہیں

۔ یار چشم تست اے مرد شکار

شرح شبّیری

یار چشم تست اے مرد شکار	از خس و خاشاک اورا پاک دار
اے شکاری! یار تیری آنکھ ہے	کوڑے کرکٹ سے اس کو محفوظ رکھ

اے طالب یار تو تیری آنکھ کے مانند ہے تو تو اسکو خس و خاشاک سے (مثل آنکھ کے) صاف رکھ۔ یار مراد مرشد چشم تمثیلاً مرشد کو کہہ دیا خس و خاشاک مراد مکدرات بکسر الدال۔ مطلب یہ کہ مرشد جو کہ آنکھ کے مانند ہے عزیز ہونے میں بھی اور اس امر میں بھی کہ جس طرح آنکھ رہنمائی کرتی ہے اسی طرح مرشد بھی رہنمائی کرتا ہے تو جس طرح خس و خاشاک سے آنکھ کو بچاتے ہو کہ اس میں کوئی چیز پڑ نہ جائے اسی طرح مرشد کو بھی مکدرات سے بچاؤ اور اس کو مکدر مت کرو۔ اگر چہ اس کے تکدر سے کوئی گناہ تو نہ ہوگا مگر یہ تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ اگر مرشد اور ہادی کے دل میں مسترشد کی جانب سے کوئی تکدر آ جاتا ہے تو وہ فیوض اور برکات بند ہو جاتے ہیں۔ حکایت ہمارے پردادا پیر حضرت میاں جیو نور محمد صاحب قدس اللہ سرہم کی شان میں ایک صاحب بہت ہی گستاخی کیا کرتے تھے اور معتقد نہ تھے اس کے بعد ان کو ہدایت ہوئی اور انہوں نے اس خرافات سے توبہ کی اور میاں جیو صاحبؒ سے بیعت ہو گئے۔ کچھ روز بعد حضرت میاں جیوؒ صاحب نے فرمایا کہ صاحب جو بات ضروری ہو اس کو پوشیدہ نہ رکھنا چاہیے اس لئے میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ کسی اور سے رجوع کریں۔ آپ کو مجھ سے نفع نہ ہوگا اس لئے کہ میں جب آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور نفع پہنچانا چاہتا ہوں فوراً آپ کے وہ کلمات ایک دیوار کی طرح آگے آ کر حائل ہو جاتے ہیں اور میاں جیو صاحبؒ تو کوئی صحابی نہیں تابعی نہیں تبع تابعی نہیں تھے بلکہ ایک متاخر امتی ہیں اسباب تکدر کی وجہ سے تکدر ہو جانا تو خود حضور مقبول صلے اللہ علیہ وسلم میں واقع ہوا ہے دیکھئے حضرت وحشی قاتل حضرت حمزہؓ جب مسلمان ہو کر حاضر خدمت ہوئے ہیں تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا کہ هل تستطیع ان تغیب و جهک عنی۔ یعنی اے وحشی کیا تم یہ کر سکتے ہو کہ میرے سامنے نہ آؤ مطلب

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ کہ جب تم میرے سامنے آتے ہو فوراً یہ خیال ہوتا ہے کہ انہوں نے میرے چچا کو قتل کیا ہے تو جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اس تکدر کا اثر حضور پر بھی اس قدر تھا کہ وہ ان کو دیکھ نہ سکتے تھے اور اگرچہ ان کا اسلام قبول ہوا اور وہ دیدار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے اور ان کو وہ دولت صحابیت کی بھی حاصل ہوئی کہ آج کسی کو میسر نہیں ہو سکتی۔ مگر وہ نفع جو طول صحبت سے حاصل ہوتا ظاہر ہے کہ نہیں ہوا۔ اسی طرح دیکھو کہ استاد کو جب کسی شاگرد سے تکدر ہو جاتا ہے تو وہ خواہ کسی قاعدہ میں پابند ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے اس کو پڑھائے اور اسکے سامنے تقریر بھی کرے مگر تقریر میں شگفتگی نہ ہوگی اور تقریر رک رک کر کرے گا تو وہاں چونکہ فیضان قالاً ہوتا ہے لہٰذا تکدر کا اثر بھی قال ہی پر ہوگا اور یہاں چونکہ فیضان حالاً ہے لہٰذا تکدر کا اثر بھی حال ہی پر ہوگا اور وہ یہ کہ فیضان بند ہو جائیگا اور یہ بھی یاد رکھو کہ مدار فیض دل کے ملنے پر ہے اگر دونوں کا دل ملا ہوا ہے تو برابر فیض جاری رہے گا اور اگر خدانخواستہ ایسا نہیں ہے اور اس سے کچھ تکدر ہو گیا ہے تو وہ فیضان بند ہو جائیگا اور طالب کو مرد شکار کہنا اس اعتبار سے ہے کہ وہ ان معانی کو شکار کرتا ہے اور حاصل کرتا ہے اور ایک امر اور لحاظ کے قابل ہے کہ جو بے ادبی بے پروائی سے ہو یہ اثر اسی کا ہوتا ہے کہ فیضان بند ہو جاتا ہے اور جو احیاناً کبھی غلطی ہو گئی اسکا یہ اثر نہیں ہوتا اور خود مرشد کے قلب کو بھی اسکا ادراک ہوتا ہے کہ یہ تو قلت مبالات سے ہے اور یہ اتفاقی غلطی ہو گئی ہے پس مقصود و بیان سے یہ ہوا کہ طالب کو چاہیے کہ اس ذہن میں لگا رہا ہو کہ مرشد کو کوئی تکدر اس کی جانب سے نہ ہو اس لئے کہ جس طرح آنکھ جب تک خس و خاشاک سے پاک ہوتی ہے اسی وقت تک راستہ دکھاتی ہے اس طرح مرشد بھی جب تک تکدر سے خالی ہی رہنمائی کرے گا پس اگر یہ اس کوشش میں ہے کہ اس کی جانب سے تکدر نہ ہو کوئی غلطی ہو گئی وہ تو معاف ہے اور اگر اس فکر میں نہیں ہے بلکہ بالکل بے پروائی سے کام لیتا ہے تو پھر تو یہی حشر ہوگا۔ آگے بھی اسی مضمون کو بیان فرماتے ہیں کہ ہیں بجاروب زبان گردی کمن الخ۔

شرح حبیبی

یعنی یہ تو تجھ کو معلوم ہو چکا کہ طالب راہ حق کے لئے صحبت ناجنس سے پرہیز لازم ہے اور صرف اسی قدر کافی نہیں بلکہ ایک راہ بر اور رہنمائے کامل کی ضرورت ہے اور اس راہبر سے انتفاع ناممکن ہے جب تک کہ شرط انتفاع نہ پائی جائے اور وہ شرط ہے ادب۔ اور ایسے امور سے احتراز جس سے اس کو تکدر ہو کیونکہ مدار فیضان دل کا ملنا ہے اور جب تک دل نہ ملیں گے توجہ تام اور شفقت کامل ناممکن ہے اور وہ بھی مدار فیضان ہے اور تکدر مانع ہے دل ملنے سے اور دل کا نہ ملنا مانع ہے توجہ تام و شفقت کامل سے اور توجہ تام و شفقت کامل کا نہ ہونا۔ مانع ہے فیضان سے لہٰذا ثابت ہے کہ تکدر مانع فیضان ہے تکدر کچھ اس خاص فیضان سے مانع نہیں بلکہ ہر فیضان سے مانع ہے چنانچہ جب استاد اپنے کسی شاگرد سے ناخوش ہوتا ہے تو نہ اس کی طبیعت میں جوش و انبساط ہوتا ہے اور نہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تقریر میں بسط و تفصیل نہ اسکی کوشش کہ کسی طرح یہ سمجھ جائے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میاں محمد اشرف کاندھلوی مصنف تفسیر سورۂ یوسف پہلے حضرت میاں جی صاحب قدس سرہ کو برا کہا کرتے تھے جب وہ ان سے طالب ہوئے تو حضرت نے فرمایا کہ میاں صاحب مدار اس طریق کا امانت پر ہے۔ میں خیانت پسند نہیں کرتا اس لئے صاف کہتا ہوں کہ تمہیں مجھ سے فیض نہیں ہو سکتا تم کوئی اور مرشد تلاش کر لو میں ہر چند تمہاری طرف توجہ کرتا ہوں مگر تمہاری باتیں یاد آ کر توجہ تام سے مانع ہو جاتی ہیں تکدر چونکہ لوازم بشریت سے ہے اس سے اہل اللہ تو درکنار انبیاء بھی مستثنیٰ نہیں چنانچہ حضرت وحشی نے بحالت کفر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا بعد کو وہ مسلمان بھی ہوئے صحابی بھی ہوئے اور بہ برکت صحبت آنحضرت ﷺ اس مرتبہ کو پہنچے کہ اغواث واقطاب بھی اس درجہ تک نہیں پہنچ سکتے۔ مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے یہی فرماتے ھل تستطیع ان تغیب وجھک عنی اور کبھی صورت نہ دیکھتے کیونکہ جب ان کی صورت سامنے آتی۔ حضرت حمزہؓ کا واقعہ یاد آ کر غم تازہ ہو جاتا اور ان کے قاتل کی طرف سے طبعاً انقباض و ملال پیدا ہو جاتا اس سے حضرت وحشی وہ خاص فیض حاصل نہ کر سکے جو بصورت عدم تکدر ان کو حاصل ہوتا اس مضمون کو مولانا ایک تشبیہ اور تمثیل کی صورت میں بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے وہ شخص جو اقتناص صید معارف کے درپے ہے تو مرشد کو رہنمائی کے لئے ایسا سمجھ جیسے آنکھ۔ پس جس طرح آنکھ اسی وقت راستہ دکھلاتی ہے جبکہ وہ خس و خاشاک سے پاک ہو ورنہ بند ہو جاتی ہے اور تو راہ کے دیکھنے سے عاجز ہو جاتا ہے۔ یوں ہی تجھ کو چاہیے کہ ان اسباب سے اجتناب کرے جن سے مرشد کی طبیعت میں تکدر وانقباض پیدا ہو۔ ورنہ راہ حق کے دیکھنے سے محروم رہے گا۔ اگلے شعر میں بھی اسی مضمون کو بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں ۔ ہیں بجاروب زبان گردی مکن الخ

شرح شبیری

ہیں بجاروب زباں گردے مکن	چشم را از خس رہ آوردے مکن
خبردار! زبان کی جھاڑو سے گرد نہ اڑا	آنکھ کو تنکے کا تحفہ نہ دے

رہ آوردی۔ تحفہ۔ جو کہ سفر اور راستہ میں سے لایا جاتا ہے۔ ہاں زبان کی جھاڑو سے گرد مت اڑا اور آنکھ کے لئے خش و خاشاک کو تحفہ مت کر و مطلب یہ کہ زبان سے وہی بتاہی باتیں اس طرح مت کہو کہ اس سے تکدر ہو جو کہ مشابہ ہے گرد کے اور کوئی فعل ایسا مت کرو جو مرشد کے لئے تکدر کا باعث ہو اور اس تکدر میں زبان کو اس لئے خاص کیا کہ اس سے تکدر بہت ہوتا ہے بخلاف اور جوارح کے کہ ان کے افعال میں اکثر تاویل محتمل ہوتی ہے پس مقصود یہ ہوا کہ اپنے کسی فعل سے شیخ کو مکدر مت کرو اب آگے ایک نظیر دے کر بتلاتے ہیں کہ چونکہ مومن آئینہ مومن بود الخ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

رہ آوردی کردن تحفہ دینا۔ یعنی دیکھ زبان کی جھاڑو سے گرد نہ اڑانا اور آنکھ کو خس و خاشاک کا تحفہ نہ دینا یعنی زبان سے واہی تباہی باتیں کر کے شیخ کے قلب کو مکدر نہ کرنا۔ زبان کی تخصیص اس بنا پر ہے کہ اغلب احوال میں تکدر کا باعث زبان ہی ہوتی ہے اور اس کا موجب تکدر ہونا اظہر و اکثر ہے اور اسمیں احتیاط بھی کم کی جاتی ہے ورنہ ہر سبب تکدر ممنوع ہے خواہ زبان سے ہو یا کسی اور طریقہ سے اگلے شعر میں اس مدعا کو دلیل سے ثابت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں چونکہ مومن آئینہ مومن بود الخ۔

شرح شبّیری

چونکہ مومن آئینہ مومن بود	روئے او ز آلودگی ایمن بود
جبکہ مومن مومن کا آئینہ ہوتا ہے	اس کا چہرہ آلودگی سے محفوظ رہنا چاہئے

یعنی جب مومن دوسرے مومن کے لئے آئینہ کی طرح ہے تو اسکا منہ آلودگی اور تکدر سے ایمن ہونا چاہیے ایمن امال آمن۔ لفظ فارسی نہیں ہے یہ ایک حدیث کی طرف اشارہ ہے وہ یہ کہ المومن مراۃ المومن اس حدیث کے معنی تو یہ ہیں کہ مومن کو دوسرے مومن کے لئے آئینہ کس طرح ہونا چاہیے خبر بمعنی انشاء ہے جس طرح کہ آئینہ عیب تو دکھلا دیتا ہے مگر نصیحت نہیں کرتا مثلاً یہ کہ اگر کسی کے چہرے پر سیاہی لگی ہے تو آئینہ یہ تو دکھلا دیگا کہ منہ پر سیاہی لگی ہے مگر جب اس کو کہہ دو گے تو یہ نہیں کہ جو آئے اس سے کہے کہ ان کے منہ پر سیاہی لگ رہی ہے پس اسی طرح مومن کو دوسرے مومن کے لئے ہونا چاہیے کہ خیر خواہی سے عیب تو بتلا دے مگر اس کو گاتا نہ پھرے لیکن مولانا نے اس کو دوسرے معنی پر محمول کیا ہے اور صوفیہ کے کلام میں اکثر جگہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہ احادیث یا آیات کو دوسرے معنی خلاف ظاہر پر محمول کرتے ہیں تو اس سے شبہ تفسیر بالرائے کا نہ ہو جائے یہ حضرات تفسیر نہیں کرتے بلکہ لطائف و نکات کے طور پر فرما دیتے ہیں کہ اس سے باعتبار تنظیر کے اس پر بھی استدلال ہو سکتا ہے جیسا کہ مثلاً حدیث میں ہے کہ جس مکان میں کتا ہوتا ہے وہاں فرشتہ نہیں آتا۔ یہاں بعض صوفیہ کہتے ہیں کہ کلب سے اشارہ ہے صفات سبعیہ بہیمیہ کی طرف اور ملائکہ سے انوار و برکات الٰہیہ کی طرف تو اس سے یہ معنی بھی مستفاد ہوئے کہ جس شخص میں صفات سبعیہ بہیمیہ غالب ہوں وہاں انوار نہیں آتے تو یہ معنی درجہ تفسیر میں نہیں ایک نظیر کے طور پر ہیں کہ جس طرح وہاں صفت سبعیہ مانع دخول ملائکہ سے ہوئی اسی طرح یہاں بھی صفات سبعیہ کا پایا جانا جو کہ مشابہ ہیں کلب کے مانع ہوئیں انوار الٰہیہ کے نزول سے پس اب یہ شبہ کہ یہ حضرات تفسیر بالرائے کرتے ہیں بالکل جاتا رہا اور معلوم ہو گیا کہ یہ حضرات حقیقۃً تو وہی معنی مراد لیتے ہیں مگر چونکہ دونوں معنی متناسب اور متشابہ ہوتے ہیں اس

www.besturdubooks.wordpress.com

لئے ان معنی کو بھی درجہ اعتبار و قیاس میں اور اس کا ایک مصداق مان لیتے ہیں لہٰذا مولانا بھی بدوں انکار معنی اصلی کے اس کو ایک دوسرے معنی پر محمل فرماتے ہیں کہ شیخ کامل جو اپنی صفائی میں اور تم کو عیوب دکھلاتے ہیں مثل آئینہ کے ہے تو جس طرح آئینہ اگر آلودہ ہو جاتا ہے تو وہ پھر کچھ نافع نہیں ہوتا اس طرح شیخ اگر مکدر ہو گیا تو وہ بھی فیض نہیں پہنچا سکتا۔ لہٰذا اس کی آلودگی یعنی تکدر سے محترز رہنا چاہیے تا کہ کہیں یہ تکدر حصول مقصود سے مانع نہ ہو جائے اور اگر شرح حبیبی کی تقریر لی جائے تو اس معنی کا اثبات اس حدیث سے درجہ تفسیر میں بھی ہو سکتا ہے آگے بھی اسی مضمون کو فرماتے ہیں کہ یار آئینہ است جانراد حزن الخ۔

شرح حبیبی

ایمن۔ بکسر ہمزہ و میم امالہ آمن۔ بمعنی مامون و محفوظ بود۔ بمعنی باید بود۔ یعنی چونکہ ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہوتا ہے اور آئینہ اسی وقت قابل انتفاع ہوتا ہے اور اسی وقت اس سے کام نکلتا ہے جبکہ وہ گرد و غبار سے محفوظ اور مامون ہو۔ لہٰذا چاہیے کہ کسی مومن کو مکدر نہ کیا جائے اور شیخ کامل مومن کامل ہے۔ لہٰذا اس کو بالاولے مکدر نہ کرنا چاہیے تفصیل اس کی یہ ہے کہ حدیث میں وارد ہے۔ المؤمن مراۃ المؤمن۔ اور حاصل اس کا یہ ہے کہ ایک مومن کو دوسرے مومن کے لئے ایسا ہونا چاہیے جیسا آئینہ۔ یعنی جس طرح آئینہ دیکھنے والے کے عیوب اسی پر ظاہر کرتا ہے اور دوسروں پر ظاہر نہیں کرتا۔ یوں ہی مومن کو چاہیے کہ جس مومن کے اندر کوئی عیب ہو اس کو اس پر متنبہ کر دے اور اس کو رسوا نہ کرے اور یہاں یہ بات بدوں خیر خواہی و دلسوزی کے ہو نہیں سکتی اور دلسوزی و خیر خواہی کامل اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک اس کی طبیعت تکدر سے بالکل صاف نہ ہو۔ اس لئے ہر مومن کو لازم ہے کہ دوسرے مومن کی طبیعت کو تکدر سے بچاوے تا کہ وہ اسکا دل سوز اور شفیق ہمدرد رہے۔ اور اس کے عیوب پر مطلع کر کے ان مفاسد سے اس کو بچائے اور اسکی اصلاح کرے۔ بالخصوص شیخ کہ وہ مصلح کامل ہے۔ اور اس سے اسکو کامل نفع کی توقع ہے۔ پس اس کو تکدر سے بچانا نہایت اہم اور ضروری ہے تا کہ یہ تکدر حصول مقصد علی وجہ الکمال میں مزاحم نہ ہو۔ اگلے شعر میں بھی اسی مدعا کو ظاہر فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔ یار آئینہ ست جان را در حزن

شرح شبیری

یار آئینہ ست جاں را در حزن	در رخ آئینہ اے جاں دم مزن
غم میں یار جان کا آئینہ ہے	اے پیارے! آئینہ پر پھونک نہ مار

یعنی یار جان کے لئے اندوہ و غم کی حالت میں کہ مراد بعد عن الحق کی حالت ہے مثل ایک آئینہ کے ہے تو آئینہ کی سطح پر پھونک مت مارو۔ دم مزن مراد سکون بکن۔ یعنی چونکہ آئینہ تو ظاہری صورت کے دکھلانے کے لئے ہوتا ہے اور جو

www.besturdubooks.wordpress.com

نفس اس میں ہوتے ہیں ان کو ظاہر کرتا ہے تو اگر اس کے سطح پر پھونک مار دو گے تو وہ اسے مکدر ہو جائیگا اور پھر اپنا کام نہ کر سکے گا یعنی عیوب ونقائص کو ظاہر نہ کریگا پس اس طرح شیخ کو کہ وہ جان کے لئے اور روح کے لئے آئینہ ہے اور وہ ان کے عیوب اور نقائص پر مطلع کرتا ہے۔ واہی تباہی بکواس سے مکدرمت کرو کہ اگر کہیں وہ مکدر ہو گیا تو پھر جو غرض اسکی صحبت سے ہے حاصل نہ ہوگی اور فیضان بند ہو جائیگا آگے بھی اسی کو فرماتے ہیں کہ تا نپوشد روے خودرا از دمت الخ

شرح حبیبی

یعنی یار معہود (شیخ کامل) حالت غم وبعد من الحق میں روح وجان کے لئے آئینہ ہے کہ روح کے عیوب اور نقائص کو طالب پر ظاہر کرتا ہے (جیسا کہ آئینہ معروف جسم کے لئے آئینہ ہوتا ہے اور جسم کے عیوب کو ظاہر کرتا ہے پس ایسے آئینہ کو پھونک مار کر میلا نہ کرنا اور اس سبب سے اس کے نفع سے محروم نہ ہونا یعنی ان اسباب کا ارتکاب نہ کرنا جو شیخ کے لئے موجب تکدر ہیں۔ اگلے شعر میں اسی مضمون کا اعادہ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں تا نپوشد روے خودرا از دمت۔ آلخ

شرح شبیری

تا نپوشد روے خودرا از دمت	دم فرو بردن بباید ہر دمت
تاکہ تیری پھونک سے وہ اپنا منہ نہ چھپا لے	ہر وقت تجھے سانس گھونٹے رہنا چاہیے

تا نپوشد الخ یعنی تاکہ وہ آئینہ اپنا منہ تمہاری پھونک کی وجہ سے چھپا نہ لے اس لئے ہر دم تم کو اپنی پھونک کو روکے رکھنا چاہیے۔ دم فرو بردن مراد سکوت مطلب یہ کہ کہیں مرشد تمہاری ان بے ادبیوں اور ان باتوں سے مکدر ہو کر اپنا فیضان بند نہ کر لے اس لئے تم کو سکوت اختیار کرنا چاہیے اور فضول نہ بکنا چاہیے لیکن بیان یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ یہ مراد نہیں کہ بالکل ہی نہ بولے جیسا کہ بعض لوگوں نے ادب نکالا ہے کہ مرشد کے سامنے بالکل بولتے ہی نہیں سو یہ ادب نہیں بلکہ یہ بھی بے ادبی اور تکلیف دہ ہے اصل یہ ہے کہ ہر شے کا ایک موقع ہوتا ہے کلام نہ کرنے سے اور سکوت کرنے سے مراد مولانا کی یہ ہے کہ فضولیات اور واہیات سے بچنا چاہیے اب اگر وہ کوئی بات دریافت کرے یا خود کوئی بات کہنا ضروری ہے اس وقت سکوت مضر ہوگا جیسا کہ وہاں کلام مضر تھا پس یہ نہیں کہ اگر اب شیخ کوئی بات پوچھے تو کہہ دیں کہ مثنوی میں تو مولانا نے منع کیا ہے ہم کس طرح بولیں اور سمجھو تو کہ مولانا نے جو منع کیا ہے تو اس کلام سے منع کیا ہے جو مکدر کرنیوالا ہے اور ظاہر ہے کہ جو ضروری امر ہوگا وہ مکدر کرنیوالا کس طرح ہو جائیگا خوب سمجھ لو اور آداب صحبت کو لحاظ رکھ کر صحبت اولیاء اللہ حاصل کرو اب آگے پھر مولانا صحبت نیک کا نافع ہونا اور اس کے منافع بیان فرماتے ہیں کہ کم زخا کی چونکہ خاکے یار یافت الخ

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

یعنی تاکہ وہ آئینہ تمہاری پھونک سے اپنا چہرہ نہ چھپائے اس لئے تم کو ہروقت اپنا سانس روکے رہنا چاہیے یعنی نامناسب باتوں سے ہروقت سکوت رکھنا چاہیے تاکہ طبع شیخ کدورت سے مصون و محفوظ رہے اگلے شعر میں مضمون سابق کی طرف عود فرماتے ہیں اور صحبت نیک کی دوسری عنوان سے ترغیب دیتے ہیں اور کہتے ہیں کم ز خاکی چونکہ خاکے یار یافت الخ

شرح شبیری

کم زخاکی! چونکہ خاکے یار یافت	از بہارے صد ہزار انوار یافت
کیا تو مٹی سے بھی کم ہے؟ جب مٹی نے یار کو پالیا	ایک بہار سے لاکھوں کلیاں حاصل کر لیں

کم زخاکی الخ یعنی کیا تو خاک سے بھی کم ہے دیکھ تو جب خاک نے اپنے یار بہار کو پالیا تو پھر لاکھوں شگوفے اس نے حاصل کر لئے یعنی شگوفے کہاں گئے۔ کم زخاکی استفہام اے آیا از خاک کمتری از بیانیہ انوار جمع نور بفتح النون شگوفہ۔ مطلب یہ کہ کیا تو خاک سے بھی کم ہو گیا کہ فوائد صحبت حاصل نہیں کر سکتا اور اس کے منافع کو حاصل نہیں کر سکتا حالانکہ دیکھ جب خاک بہار سے ملتی ہے یعنی موسم بہار آتا ہے تو خاک میں بھی کیسے کیسے غنچے اور شگوفے کھلتے ہیں اور بہار کے صحبت کے فیض سے وہ خاک کیا کیا نفع حاصل کرتی ہے مگر تو صحبت نیک سے وہ فوائد اور برکات اور انوار حاصل نہیں کرتا مقصود یہ کہ حاصل کرنا ضروری ہے آگے بھی اسی کو بیان فرماتے ہیں کہ آں درختے کو شود با یار جفت الخ

شرح حبیبی

کم زخاکی بطور استفہام کے ہے۔ اور از بیانیہ ہے۔ بہار بیان ہے۔ یار کا۔ انوار جمع ہے۔ نورا کی بمعنی شگوفہ۔ حاصل یہ ہے کہ کیا تو خاک سے بھی کم ہے۔ دیکھ خاک کو ایک بار موافق (بہار) مل گیا اس کی صحبت سے ہزاروں شگوفوں سے آراستہ ہو گئی۔ اگر تجھے بھی کسی شیخ کی صحبت میں رہنا نصیب ہو تو کیا تو گلہائے معارف الہیہ سے مزین نہ ہوگا۔ ہوگا اور ضرور ہوگا۔ اس لئے تجھے لازم ہے کہ کسی شیخ کامل کی صحبت میں رہے آگے بھی اسی مضمون کو بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں آں درختے کو شود با یار جفت الخ۔

شرح شبیری

آں درختے کو شود با یار جفت	از ہوائی خوش زسرتا پا شگفت
وہ درخت جو یار کا ساتھی بنا	عمدہ ہوا سے سر سے پیر تک کھل گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

آن درختے الخ یعنی وہ درخت کہ اپنے یار ہوائے خوش سے مقرون ہوا تو سر سے پاؤں تک کھل گیا اور سرسبز ہو گیا جفت مقرون از ہوائے از بیانیہ مطلب یہ کہ جو درخت موسم بہار میں ہوائے خوش سے جو اسکی یار ہو مقرون ہوا اور اسکی صحبت میں رہا تو سر سے پا تک سرسبز اور بار آور ہو گیا اور خوب پھول پھل لایا تو جب صحبت ہوائے خوش کا یہ اثر ہے کہ وہ درخت سرسبز ہو گیا تو صحبت نیک اور صحبت مرشد کا تو پھر اثر کیوں نہ ہوگا کہ اس سے ثمرات حاصل ہوں اور قرب الٰہی بڑھے اور انوار و تجلیات کا ورود ہو اور یہاں تک تو یہ بیان فرمایا تھا کہ صحبت نیک سے اس درخت میں اس طرح پھول پھل آئے اور وہ یوں مستفید ہوا آگے صحبت بد کی کیفیت بیان فرماتے ہیں کہ جب اس کو صحبت بد حاصل ہوئی تو اس نے کیا کیا اور اس میں تعلیم ہے مسترشد کو کہ اگر صحبت نیک میسر ہو تو کیسا کرنا چاہیے اور اگر صحبت بد پیش آوے تو کیا کرنا چاہیے اسی کو فرماتے ہیں کہ جب درخت کو صحبت بہار حاصل ہوئی جو کہ صحبت نیک کے مثل ہے تو اس نے اس سے خوب ثمرات حاصل کئے اور خوب سرسبز ہوا اب آگے صحبت بد کی حالت بیان فرماتے ہیں کہ در خزاں چوں دید او یار خلاف الخ۔

شرح حبیبی

یعنی جو درخت اپنے یار یعنی ہوائے خوش کے ساتھ مقرون بیان ہو گیا سر سے پاؤں تک کھل گیا اور پھل پھول سے مالا مال ہو گیا پس تو بھی اگر کسی شیخ کی ملازمت اختیار کرے تو اعلیٰ ثمرات و عمدہ نتائج سے کیوں کر محروم ہو سکتا ہے آگے پھر صحبت ناجنس سے احتراز کی تعلیم فرماتے ہیں اور کہتے ہیں در خزان چون دید او یار خلاف الخ

شرح شبیری

درخزاں چوں دید او یار خلافت	درکشید او زود سر زیر لحاف
خزاں کے موسم میں جب اس نے مخالف ساتھی دیکھا	اس نے فوراً سر لحاف کے نیچے کر لیا

درخزاں الخ یعنی کہ جب اس نے یار مخالف خزاں کو دیکھا تو اس نے اپنے منہ پر لحاف ڈال لیا۔ سر زیر لحاف کشیدن مراد از علیحدگی و روپوشی۔ مطلب یہ کہ جب خزاں آئی تو اس درخت نے جس نے کہ بہار میں خوب ثمر حاصل کئے تھے روپوشی اور علیحدگی اختیار کی اور اپنے شگوفوں کو مخفی کر دیا اور اس پر ظاہر نہیں کیا پس تم بھی اسی کی تقلید کرو کہ اگر تم کو صحبت شیخ و مرشد حاصل ہو جب تو اس سے فیوض کا استفادہ کرو اور اپنی حالت اور اسرار کو اس سے پوشیدہ نہ کرو۔ اور جب ناجنس اور نااہلوں کی صحبت ہو تو اپنے اسرار کو مخفی رکھو اور ان پر ظاہر مت کرو ان سے علیحدگی کرو آگے اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ یار مخالف سے کیوں مخفی رہنا چاہیے تو فرماتے ہیں کہ گفت یار بد بلا آشفتن ست الخ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

یعنی درخت کی یار موافق (ہوائے خوش) کے ساتھ تو وہ حالت تھی جو اوپر مذکور ہوئی۔ اب یار مخالف کے ساتھ اس کا معاملہ سنو جبکہ موسم خزاں میں یار مخالف و ہوائے ناموافق سے پالا پڑا تو اس نے فوراً اپنے سر کو لحاف کے اندر کر لیا اور اپنے شگوفوں کو پوشیدہ اور اپنے کمالات کو مخفی کر دیا اس طرح تم پر لازم ہے کہ صحبت ناجنس سے حتی الامکان احتراز کرو۔ اور احتراز ناممکن ہو تو سکوت اختیار کرو اور اپنے حالات و اسرار کو محفوظ رکھو۔ الخ

شرح شبّیری

گفت یار بد بلا آشفتن ست	چونکہ او آمد طریقم خفتن ست
اس نے کہا برا ساتھی مصیبت ہے	جب وہ آ گیا تو میرا شیوہ سو جانا ہے

گفت یار بد الخ یعنی اسی درخت نے بزبان حاصل کہا کہ یار بد تو گویا بلا کا پریشان کر دنیا ہے۔ یعنی جیسے کسی بلا نے پریشان کر دیا تو جب وہ آ گیا اب میرا طریقہ سونا ہی خفتن مراد سکوت کردن و علیحدگی نمودن۔ مطلب یہ کہ جب یار بد خزاں آ گئی کہ جو بلا کی طرح ہے اس لیے میں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ بالکل سکوت کر لیا۔ فرماتے ہیں کہ اے مرشد جب کوئی ناجنس اور یار ناموافق تم کو مل جائے تو تم بھی سکوت اختیار کرو اور اس سے علیحدہ رہو کہ وہ ایک بلا کا نزول ہے۔ اب آگے صحبت بد سے علیحدگی کے مطلوب اور محمود ہونے کو ایک مثال سے واضح کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ بس بخسپم باشم از اصحاب کہف الخ۔

شرح حبیبی

یعنی وہ درخت بزبان حال کہتا ہے کہ (صحبت) یار بد غضب کی پریشانی (کا موجب) ہے لہٰذا جب وہ آئے تو میری روش یہ ہے کہ میں سو رہتا ہوں۔ یعنی اس کے سامنے اپنی شگفتگی ظاہر نہیں کرتا اور بالکل اجنبیانہ برتاؤ کرتا ہوں۔ لہٰذا طالب کا بھی یہی فرض ہے کہ ناجنس سے علیحدگی اور اجنبیت اختیار کرے اور بالکل اس کو منہ نہ لگائے اپنے کام میں مصروف رہے۔

شرح شبّیری

پس بخسپم باشم از اصحاب کہف	بہ ز دقیانوس باشد خواب کہف
پس میں سو جاتا ہوں اصحاب کہف میں سے ہو جاتا ہوں	غار میں سونا دقیانوس (کی صحبت) سے بہتر ہے

پس بخسپم الخ یعنی پس میں سو رہوں اور اصحاب کہف میں سے ہو جاؤں اس لئے کہ دیکھو اصحاب کہف کا سو

www.besturdubooks.wordpress.com

رہنا۔ صحبت دقیانوس سے بہتر ہے۔ دقیانوس اس بادشاہ کا نام ہے جس کے زمانے میں اصحاب کہف ہوئے ہیں مطلب یہ کہ جب وہ یار خلاف آوے اور صحبت بد پیش آوے تو میں اصحاب کہف کی طرح سو رہوں اور علیحدہ ہو جاؤں یہی بہتر ہے جس طرح کہ جب انہوں نے دیکھا کہ اگر یہاں رہتے ہیں تو دقیانوس کی صحبت جو صحبت بد ہے میسر ہوئی لہٰذا انہوں نے علیحدگی اختیار کی پس اسی طرح اے مسترشد اگر تجھ کو صحبت بد سے پالا پڑے تو تو بھی علیحدگی کرنا کہ یہی مناسب ہے آگے بھی یہی مضمون فرماتے ہیں یقظہ شان مصروف دقیانوس الو دالخ۔

شرح حبیبی

یہ بھی درخت ہی کا مقولہ ہے وہ کہتا ہے کہ ایسے وقت میں سو جاتا ہوں اور اصحاب کہف میں سے ہو جاتا ہوں کیونکہ غار میں سو رہنا (صحبت) دقیانوس سے بہتر ہے۔ پس اے طالب تو بھی ناجنسوں کی صحبت سے حذر کر آگے ایسے خواب کے بہ نسبت ایسی بیداری کے بہتر ہونے کی وجہ بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں یقظہ شان مصروف دقیانوس بود الخ۔

شرح شبیری

یقظ شاں مصروف دقیانوس بود	خواب شاں سرمایۂ ناموس بود
ان کی بیداری دقیانوس پر صرف ہوتی تھی	ان کا سو جانا عزت کا سرمایہ تھا

یقظہ شان الخ یعنی ان کی جاگنے کی حالت تو دقیانوس کی صحبت میں مصروف ہوتی تھی اور ان کا خواب عزت و ناموس کا سرمایہ ہو گیا۔ ناموس عزت۔ مطلب یہ کہ ان کی جاگنے کی حالت تو دقیانوس کی صحبت میں گزرتی تھی اور ان کا سونا عزت عند اللہ کا سبب ہو گیا مقصود یہ ہے کہ جس وقت صحبت بد اور ناجنس ہو تو عزلت ہی بہتر ہے اور اس کی صحبت میں رہنے سے الگ ہی رہنا مناسب ہے آگے پھر اسی مضمون کہ خواب بعض بیداری سے افضل ہے صاف طور پر بیان فرماتے ہیں کہ خواب بیداریست چو با دانش ست الخ۔

شرح حبیبی

یعنی اصحاب کہف کی بیداری دقیانوس جیسے نااہل و ناجنس کے کام آتی تھی اور ان کی نیند عزت عند اللہ کا سرمایہ تھی پس اس خواب کو اس بیداری پر کیونکر ترجیح نہ ہوگی آگے بھی اسی مضمون کو بیان فرماتے ہیں۔

شرح شبیری

خواب بیداریست چوں با دانش ست	وائے بیدارے کہ با ناداں نشست
جو نیند عقلمندی سے ہے وہ بیداری ہے	اس بیدار پر افسوس ہے جو نادان کے ساتھ بیٹھا

خواب الخ۔ یعنی سونا بھی مثل بیداری کے ہے اگر عقل اور سمجھ کے ساتھ ہو۔ اور افسوس اس بیدار پر کہ جو نادان کے ساتھ بیٹھا۔ اور نسخہ ثانی کی بنا پر جس میں بیداری یائے معروف ہے اور آخر میں اس طرح ہے بانادانش ست یہ معنی ہوں گے کہ افسوس اس بیداری پر کہ جو بے عقلی اور کم فہمی کے ساتھ ہو مطلب یہ کہ علم و معرفت کی ساتھ جس کا طریق صحبت مرشد ہو۔ سورہنا یعنی عزلت عن الخلق بھی مضر نہیں بلکہ وہ بھی مثل بیداری کے ہے کیونکہ مقصود اصلی حاصل ہے اور اس بیدار پر افسوس ہے کہ جو بظاہر ملتا جلتا ہے صحبت میں رہتا ہے مگر صحبت نادان میں رہتا ہے اور نسخہ ثانیہ پر بیداری کی یا مجہول بھی ہوسکتی ہے وتقریر مافی الشرح الحبیبی۔ یہاں تک صحبت غیر مجانس سے مسترشد کی تحذیر تھی آگے بیان ہے کہ صحبت غیر مجانس کے باب میں شیوخ کاملین کی عادت مذکور ہے کہ ایسے وقت میں وہ لوگ کیا کرتے ہیں اور مولانا بہت ہی تھوڑی مناسبت سے انتقال فرماتے ہیں مگر رابطہ ماقبل سے ضرور ہوتا ہے اور اگر مولانا کے کلام میں ربط نہ بھی ہوتا تب بھی تعجب نہ تھا اس لئے کہ ایک مجذوبانہ کلام ہے مگر بایں ہمہ ربط ضرور ہوتا ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے پس فرماتے ہیں کہ چونکہ زاغان خیمہ بر گلشن زوند الخ

شرح حبیبی

یعنی جو نیند معرفت حق سبحانہ کے ساتھ ہو وہ حکم میں بیداری کے ہے اور اس بیداری کی حالت نہایت قابل افسوس ہے جو اپنی بیداری کو نادان وعاری عن معرفۃ الحق کی صحبت میں صرف کرتا ہے اور اس نعمت عظمیٰ کی قدر نہیں کرتا جو اس کو بصورت اپنے محل پر صرف ہونے کے دولت لازوال یعنی قرب حق تک پہنچانے والی ہے ایک نسخہ بانادانش ست بھی ہے اس صورت میں بیداری کے یا کا معروف پڑھنا زیادہ مناسب ہے اس وقت دوسرے مصرعہ کے معنی یوں ہوں گے کہ وہ بیداری قابل افسوس ہے جو جہل اور حق سے ناواقفیت کے ساتھ ہے اور مجہول بھی ہوسکتی ہے اس وقت معنی یہ ہوں گے کہ دس بیدار کی حالت قابل افسوس ہے جو متلبس بجہل عن الحق ہو۔ یہاں تک صحبت ناجنس سے احتراز اور دقیانوس کی صحبت سے بھاگ کر اصحاب کہف کے غار میں سو رہنے اور اس کی فضیلت کا بیان تھا۔ آگے اسی مناسبت سے اہل اللہ کی عزلت کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہتے ہیں چونکہ زاغان خیمہ بر گلشن زوند الخ۔

شرح شبیری

چونکہ زاغاں خیمہ بر گلشن زدند	بلبلاں پنہاں شدند و تن زدند
چونکہ کووں نے باغ میں ڈیرے ڈال دیے	بلبلیں چھپ گئیں اور چپ ہو گئیں

چونکہ الخ۔ یعنی جب زاغوں نے گلشن میں خیمہ لگالیا اور اقامت کرلی تو بلبلیں وہاں سے روپوش ہوگئیں اور خاموش ہوگئیں۔ زاغان مراد اہل باطل۔ گلشن مراد عالم۔ خیمہ بر گلشن زدن اقامت کردن۔ بلبلان اہل کمال و

www.besturdubooks.wordpress.com

اہل حق۔ تن رون خاموش شدن یعنی جبکہ اہل باطل نے اور محجوبین نے دنیا میں اپنا تسلط کر لیا اور وہ لوگ غالب ہو گئے تو اس وقت اہل اللہ و اہل حق نے وہاں سے علیحدگی اختیار کی اور خاموش ہو گئے۔ یہ ماقبل کی دلیل بھی ہو سکتی ہے کہ اے مسترشد تجھ کو جو تعلیم دی جا رہی ہے کہ غیر مجانس کی صحبت سے علیحدگی چاہیے اس کی دلیل یہ ہے کہ ایسے وقت میں اہل کمال کی بھی یہی عادت ہے کہ وہ علیحدہ ہو جاتے ہیں اور اہل کمال کو بلبل کی ساتھ بولنے میں تشبیہ ہے کہ جس طرح بلبل گلشن میں چہچہاتی ہے اور بولتی ہے اور بدوں گلشن کے خاموش رہتی ہے اسی طرح اہل کمال بھی جب تک ان کے طالب اور ان کی بات کو سننے والے ہوتے ہیں فیوض و برکات کو جاری رکھتے ہیں اور جب غیر مجالس اور اہل باطل جمع ہو جاتے ہیں تو سکوت کرتے ہیں اب اسی مضمون کو آگے بیان فرماتے ہیں کہ جب اہل باطل کا تسلط ہو جاتا ہے تو وہ علیحدگی کیوں اختیار کرتے ہیں فرماتے ہیں

شرح حبیبی

گلشن عالم۔ زاغان۔ اہل باطل و محجوبین۔ خیمہ زدن ڈیرے ڈالنا تسلط ہونا بلبلان کاملان۔ تن زدن خاموش ہونا یعنی جبکہ تم کو معلوم ہو گیا کہ صحبت ناجنس سے احتراز نہایت ضروری ہے۔ لہٰذا جبکہ عالم پر اہل باطل و محجوبین کا تسلط ہوا۔ اور اپنی کائیں کائیں۔ اور صداہائے نامطبوع سے عالم کو پر کر دیا۔ تو اہل اللہ جو بلبلوں کی طرح چہکتے تھے اور اپنے نغمہائے شیریں سے اہل دل کے کانوں اور ان کی جانوں کو لبریز نشاط و سرور کرتے تھے اپنے چہکنے کو بے سود سمجھ کر خاموش ہو بیٹھے اور عزلت اختیار کی اور ایسا ہونا بھی چاہیے تھا چنانچہ حق سبحانہ تعالیٰ فرماتے ہیں یایھا الذین آمنوا علیکم انفسکم لایضر کم من ضل اذا اھتدیتم اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا رآیت شحاً مطاعاً وھوی متبعا.... فعلیک نفسک. اگلے شعر میں ان کے اس فعل کا موجب ہونا بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں زانکہ بے گلزار بلبل خامش ست الخ۔

شرح شبیری

زانکہ بے گلزار بلبل خامش ست	غیبت خورشید بیداری کش ست
جس طرح کہ بغیر چمن کے بلبل چپ ہے	سورج کا غروب بیداری ختم کر دینے والا ہے

زانکہ الخ۔ یعنی دیکھو بے گلزار کے بلبل خاموش رہتا ہے اور جب خورشید غائب ہو جاتا ہے تو بیداری جاتی رہتی ہے۔ گلزار مراد طالبین بلبل مراد اہل کمال۔ یعنی دیکھو بلبل بھی تو جب گلزار نہیں ہوتا تو خاموش رہتا ہے اس طرح جب طالبین اور قدرداں نہیں رہتی تو اہل کمال بھی علیحدہ ہو جاتے ہیں طالبین کی تشبیہ گلزار کی ساتھ باعتبار محل گفتار ہونے کے ہے کہ جس طرح بلبل پھولوں کے گلزار سے علیحدہ ہو کر خاموش رہتی ہے اسی طرح اہل کمال

www.besturdubooks.wordpress.com

طالبین وقدردانوں کے گلزار سے علیحدہ رہ کر خاموش رہتے ہیں۔ پس مقصود یہ ہے کہ ہر شے کے لئے ایک محل ہونا چاہیے خاموشی کا بھی وقت ہوتا ہے اور بولنے کا وقت اور ہوتا ہے اب دوسرے مصرعہ میں اسی مضمون کی ایک دوسری مثال بیان کرتے ہیں کہ دیکھو جب یہ آفتاب ظاہری غائب ہو جاتا ہے تو بیداری بھی نہیں رہتی اور ہر شے پر ایک سکوت کا عالم ہوتا ہے اور جب تک وہ سامنے رہتا ہے تو ساری چہل پہل ہوتی ہے اس طرح طالبین کے نہ ہونے سے جو سبب تھے جوش کلام اہل کمال کے انکی بیداری یعنی توجہ الی اظہار الاسرار خاموش ہو جاتی ہے اب چونکہ مولانا بہت تھوڑی سی مناسبت سے ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرما جاتے ہیں اور یہاں مثال کے طور پر آفتاب ظاہری کا ذکر آ گیا تھا آگے آفتاب صوری اور آفتاب معنوی یعنی عارف باللہ میں فرق اور اول پر ثانی کی تفصیل بیان کرتے ہیں پس فرماتے ہیں آفتاب ایں گلشن کنی الخ۔

شرح حبیبی

گلزار سے مراد طالبین وقدردان ہیں اور وجہ تشبیہ ہر دو کا محل گفتار ہونا ہے۔ جس طرح گلزار بلبلوں کے چہچہوں کا محل ہے کیونکہ گلوں کا نظارہ اس کے لئے موجب نشاط ہے اور نشاط اس کے چہچہانے کا سبب ہے یوں ہی اہل اللہ کے لئے طالبین کا شوق اور ان کی قدردانی ان کے لئے موجب نشاط وسرور ہوتی ہے اور وہ نشاط وسرور افادات عجیبہ ملذہ للاسماع والارواح کا ذریعہ ہوتے ہیں حاصل یہ ہے کہ حالت مذکورہ میں اہل اللہ کی خاموشی بالکل برمحل ہے اس کی وجہ پیشتر بھی معلوم ہو چکی ہے اور یہ وجہ بھی ہے کہ وہ مثل بلبل ہیں اور طالبین وراغبین مثل گلزار اور گلزار کے بغیر بلبل خاموش ہوتی ہے کیونکہ داعی موجود نہیں ہوتا۔ پس لازم کہ اہل اللہ بھی بدوں قدردانوں کے خاموش ہوں۔ دوسرے مصرع میں دوسری دلیل بیان فرماتے ہیں اسکی تفصیل یہ ہے کہ وجود طالبین مشابہ ہو طلوع شمس سے کیونکہ جس طرح طلوع شمس سوتوں کو جگاتا ہے یوں ہی وجود طالبین سبب ہوتا ہے اہل اللہ کے مسند ارشاد پر جلوہ افروزی کا۔ اس بنا پر اُن کا عدم مشابہ ہوگا غروب شمس سے کیونکہ جس طرح غروب آفتاب جاگتوں کو سلا دیتا ہے یوں ہی انکا عدم باعث ہوتا ہے خمول اہل اللہ کا۔ اور اہل اللہ کی مسند ارشاد پر جلوہ افروزی کو تشبیہ دی۔ بیداری سے کیونکہ جس طرح آثار وحیات کا پورے طور پر بیداری سے ہوتا ہے یوں ہی اہل اللہ کہ بمنزلہ حیات للعالم ہیں ان کی برکات کا ظہور ان کے اس جلوہ افروزی بر مسند ہدایت سے ہوتا ہے۔ اس بنا پر ان کا خمول مشابہ ہوگا نوم کے۔ پس حاصل یہ ہوا کہ جب غیبت شمس بیداری کو فنا کرنے والی ہے تو عدم فقدان طالبین ان کی اس جلوہ گری کو بند کرنیوالا کیوں نہ ہو گا۔ یا یوں کہو کہ یہ اشارہ ہے اہل اللہ کے خمول کے نتیجہ بد کی طرف۔ اس وقت حاصل یہ ہوگا کہ فقدان طالبین کی صورت میں اہل اللہ عزلت اختیار کرتے ہیں اور ان کو ایسا کرنا چاہیے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عالم میں ظلمت ضلالت پھیل جاتی ہے اور وہ بالکل تیرہ وتار ہو جاتا ہے اور جو کچھ بیداری تھوڑی بہت عقول ناقصہ کے سبب تھی وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

سب فنا ہو جاتی ہے جیسا کہ غروب شمس سے یہ ظاہری بیداری معدوم ہو جاتی ہے۔

شرح شبّیری

آفتاب از ترک ایں گلشن کند	تا کہ تحت الارض را روشن کند
سورج اگر اس چمن کو چھوڑتا ہے	تو اس لئے کہ زمین کے نچلے حصہ کو روشن کرے

آفتاب الخ یعنی اے آفتاب تو اس گلشن (عالم) کو چھوڑتا ہے جب کہیں زمین کے دوسرے حصہ کو روشن کرتا ہے۔ گلشن مراد عالم۔ چونکہ پہلے شعر میں کہا ہے کہ جب یہ آفتاب نہیں رہتا تو خاموشی طاری ہو جاتی ہے۔ اب کہتے ہیں کہ دیکھو آفتاب صوری اور معنوی میں یہ فرق ہے کہ یہ آفتاب جب زمین کے دوسرے حصہ کو روشن کرنا چاہتا ہے تو اس کو اس عالم سے غائب ہونا پڑتا ہے اور جب اس عالم سے علیحدگی اختیار کرتا ہے تب دوسری طرف کو روشن کرتا ہے یہاں تو آفتاب صوری اور آفتاب ظاہری کی حالت بیان کر دی آگے آفتاب معنوی کی حالت بیان کرتے ہیں تا کہ مابالفرق معلوم ہو جائے لہٰذا اور فرماتے ہیں کہ

آفتاب معرفت را نقل نیست	مشرق او غیر جان و عقل نیست
معرفت (خداوندی) کے سورج (پیر) کے لئے نقل ہونا نہیں ہے	اس کی مشرق صرف روح اور عقل ہے

آفتاب الخ۔ یعنی آفتاب معرفت مستقل نہیں ہوتا اور اس کا مشرق جان و عقل کے سوا اور کچھ نہیں ہے آفتاب معرفت عارف و کامل۔ جان و عقل مراد جان و عقل مستفیدین مطلب یہ کہ اوپر بیان کیا ہے کہ اس آفتاب معنوی کو دوسری طرف روشنی پہنچانے کے لئے اپنی مشرق سے غنیمت ہوتی ہے اور اس طرف سے فیض روشنی کو روکنا پڑتا ہے اور سب چیزوں پر ایک دم سے روشنی نہیں پہنچا سکتا اور لیکن آفتاب معنوی کو جو کہ مرشد ہی اس کا مشرق اور محل ظہور انوار قلب مستفیدین ہے اپنے مطلع سے کبھی غیبت نہیں ہوتی اور اس کو اسکی ضرورت نہیں کہ جب زید کو مثلاً فیض پہنچا رہے تو زعمرو سے غفلت اور غیبت ہو بلکہ وہ ایک وقت میں سب مستفیدین کو فیض پہنچا سکتا ہے اب یہاں تک تو آفتاب ظاہری اور معنوی یعنی مرشد کے فیض میں فرق بیان کیا تھا آگے اس آفتاب معنوی یعنی عارف کی حالت کے بیان سے بھی ترقی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خاصہ خورشید کمالی کان سری ست الخ۔

شرح حبیبی

پہلے شعر میں ایک توجیہ کی بنا پر اہل اللہ کی تشبیہ بالشمس مستفاد ہوئی تھی ان اشعار میں اہل اللہ کی فوقیت شمس پر اظہار فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اے آفتاب تو تحت الارض کو روشن کرنے کے لئے اس گلشن عالم کو چھوڑتا ہے اور اس کے بغیر تو دوسری جانب کو منور نہیں کر سکتا۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ تیری نور افشانی کا محل اجسام

www.besturdubooks.wordpress.com

کثیفہ ہیں اور آفتاب معرفت یعنی عارف کی نورافشانی کا محل عقل و جان ہے اور تمام نفوس پر ایک ہی مقام سے نور افشانی ہوسکتی ہے اس کی ضرورت نہیں کہ ایک طرف سے توجہ پھیر کر دوسری جانب نورافشانی کی جائے۔

شرح شبیری

روز و شب کردار او روشنگریست	خاصہ خورشید کمال کاں سریست
اس کا کام دن رات روشن کرنا ہے	خصوصا وہ آفتاب کمال جو اس جانب کا ہے

خاصہ الخ۔ یعنی خاص کر وہ خورشید کمالی کہ اس طرف کا ہے جس کا کام رات دن روشنگری ہی ہے جو خورشید کمالی مراد باری تعالیٰ سری معنی طرف۔ روشنگری مراد فیض بخشی مطلب یہ کہ آفتاب ظاہری اور آفتاب معنوی تو فیض پہنچاتے ہی ہیں۔ مگر بڑھ کر دیکھو کہ خاص کر وہ خورشید کمالی کہ جو انتہائے کمال کو پہنچا ہوا ہے اور جو اس طرف یعنی عالم امکان سے باہر کا ہے کس طرح روشن گری کر رہا ہے اور ہر وقت اور ہر گھڑی فیض پہنچا رہا ہے اور اس کا کام ہی یہ ہے کہ رات دن فیض کو جاری رکھتا ہے اور اسکو تو کیسے غیبت ہوگی آگے اس شمس کامل سے مستتیر ہونے کو فرماتے ہیں کہ مطلع شمس آ اگر اسکندری الخ۔

شرح مبیبی

یہ تو ان آفتابہائے معرفت کی حالت تھی جو عالم امکان سے تعلق رکھتے ہیں اب اس خورشید کمال کی حالت سنو جو بیرون از عالم امکان ہے اس کا تو کہنا ہی کیا ہے اس کا تو کام رات دن منور کرنا ہے۔

شرح شبیری

بعد ازاں ہر جا روی نیکو فری	مطلع شمس آئی گر اسکندری
اس کے بعد جہاں جائے گا نیک بخت ہوگا	اگر تو سکندر ہے تو سورج کے طلوع ہونے کی جگہ پر آ

مطلع الخ۔ یعنی یعنی شمس موصوف سابق کے محل طلوع کو پاس آ جاؤ اگر سکندر ہو اس کے بعد تو جہاں کہیں جاوے گا خوش نصیب ہوگا۔ مطلع شمس قلب کامل اس لئے کہ انوار الٰہیہ کا محل طلوع ہے۔ سکندر مراد طالب اخذ من قولہ تعالیٰ حتی اذا بلغ مطلع الشمس الخ مطلب یہ کہ اگر تم طالب ہو اور اس خورشید کامل یعنی باری تعالیٰ سے فیض لینا چاہتے ہو تو اولیاء اللہ کے پاس جاؤ اور ان سے میل کرو کہ ان کا قلب اس کے انوار کے طلوع ہونے کی جگہ ہے تو جب تم اس مطلع کے پاس پہنچ جاؤ گے اور اس سے یعنی اولیاء اللہ سے تعلق رکھو گے تو پھر کہیں جاؤ تم خوش نصیب اور نیکو فر ہو گے کہیں جانے سے یہ مراد ہے کہ پھر خواہ تم کو توجہ الی الحق ہو اور خواہ توجہ الی الخلق ہو کہ وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

بھی للحق ہوگی ہر طرح خوش نصیب ہوگی اور مطلع نور و فیض سے فیض حاصل کرتے رہو گے اب آگے اس صحبت سے جو نفع ہوگا اسکو فرماتے ہیں کہ بعد ازاں ہر جا روی مشرق بود الخ۔

شرح حبیبی

اس میں ترغیب ہے اہل اللہ سے استفاضہ کی یعنی اگر تو سکندر اور حقیقی آب حیات کا طالب ہے تو مطلع شمس معرفت۔ یعنی اہل اللہ کے پاس آ اور کمال حاصل کر کہ وہ خورشید کمال مذکور کے محل ظہور انوار مثل مطلع شمس کے ہیں پھر تو جہاں جائے گا نصیب کا سکندر ہوگا خواہ متوجہ بحق ہو یا متوجہ بخلق الاول ظاهر والثانی لان توجه مثل بذالمرء الی الخلق یکون للحق وبامر الحق ولنفع الحق فیکون فیه من القرب مالایکون فی توجه الناقص الی الحق

شرح شبّیری

بعد ازاں ہر جا روی مشرق بود	شرقہا بر مغربت عاشق شود
اس کے بعد تو جہاں جائے گا مشرق ہوگی	مشرقیں تیری مغرب پر عاشق ہوں گی

بعد ازاں الخ۔ یعنی اس کے بعد تم جس جگہ جاؤ گے تمہارے لئے مشرق یہ ہوگا اور مشرق تیرے مغرب پر عاشق ہوں گے مشرق مراد مطلع انوار الٰہیہ شرقہا مراد توجہ الی الحق مغرب توجہ الی الخلق کہ ظاہرا حالت ناقصہ است مطلب یہ ہے کہ جب تم اس مطلع شمس سے تعلق پیدا کر لوگے اور اس سے فیوض و برکات حاصل کرو گے تو پھر جس طرف بھی توجہ کرو گے خواہ الی الحق ہو خواہ الی الخلق ہو وہ تمہارے لئے مشرق اور مطلع شمس ہی ہوگا یعنی ہر حالت میں تمہارا قلب مطلع نور رہے گا۔ توجہ الی الحق میں تو ظاہر ہے اور توجہ الی الخلق میں اس لئے کہ وہ للحق ہوگی مصرعہ ثانیہ کا یہی حاصل ہے کہ پھر تمہاری یہ حالت ہوگی کہ دوسرے ناقصوں کی توجہ الی الحق تمہارے توجہ الی الخلق پر کہ للحق ہے عاشق ہو جائے گی چنانچہ ظاہر ہے کہ کامل کی توجہ الی الخلق میں جو طاعت ہے وہ اکمل ہے اس طاعت سے جو ناقص کی توجہ الی الحق میں ہو۔ پس طالب کو ضروری ہوا کہ اولیاء اللہ سے تعلق پیدا کرے اور ان کے ذریعہ سے فیوض اور انوار حق کو حاصل کرے یہاں تک تو توجہ الی الحق کی ترغیب تھی اب آگے اس کی تدبیر بتاتے ہیں جس خفاشت سوئے مغرب دوان الخ۔

شرح حبیبی

یعنی اس کے بعد جہاں جائے گا یعنی جس طرف متوجہ ہوگا خواہ الی الحق یا الی الخلق تیرے لئے ہر جگہ مشرق ہی ہوگا یعنی ہر حالت میں تو مقتبس انوار ہوگا اور توجہ الی الخلق تجھ کو کچھ مضر نہ ہوگی اور تیری حالت توجہ الی الخلق پر جو بظاہر مشابہ

www.besturdubooks.wordpress.com

مغرب ہے سینکڑوں ظاہری مشرقین عاشق ہوں گی کہ ان کے لئے وہ نور کہاں جو اس حالت میں بھی تیرے لئے ہے۔

شرح شبّیری

حس خفاشت سوئے مغرب دواں	حس درپاشت سوئے مشرق رواں
تیری چمگادڑ والی حس مغرب کی طرف دوڑنے والی ہے	تیری موتی برسانے والی حس مشرق کی جانب رواں ہے

حس الخ۔ یعنی تیری حس ظاہری جو خفاش کی مانند ہے مغرب کی طرف دوڑتی ہے اور تیرے اندر جو حس باطنی ہے وہ مشرق کی طرف روانہ ہوتی ہے حس خفاش سے حس ظاہری کو تشبیہ دیتے ہیں اور پھر اس کے لئے مغرب کی طرف جانا بتاتے ہیں جس طرح کہ خفاش ظلمات کی طرف جو اکثر مغرب میں ہوتی ہے جاتی ہے اور نور سے جو مشرق میں ہوتا ہے بھاگتی ہے اسی طرح یہ حواس اور قویٰ مدرکہ ظاہرہ یعنی مادیہ جو حواس باطنہ کو بھی شامل ہو تلذذات اور تنعمات کی طرف جاتے ہیں اور اس نور سے جو مطلع شمس یعنی حق تعالیٰ کی طرف سے فائض ہو رہا ہے الگ رہتے ہیں اور حس درپاش سے تشبیہ ہے حس باطنی یعنی قوت روحانیہ کو اس لئے کہ انوار الٰہیہ کا ادراک کرتی ہے اور ظلمات سے الگ رہتی ہے۔ اس شعر میں مولانا کو یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ ہم نے جو توجہ الی الحق کی او پر رغبت دلائی ہے اسکی تدبیر یہ ہے کہ حواس ظاہری جو کہ تلذذات اور تنعمات کی طرف لے جاتے ہیں ان سے علیحدگی کرو اور ان حواس کو کام میں لاؤ جو کہ درپاش یعنی جامع الانوار ہیں اور موصل الی الحق ہیں جو حاصل ہے مجاہدہ وریاضت کا پس مقصود مولانا کا اس کہنے سے یہ ہی کہ مجاہدہ اختیار کرو اور نفس کی مقتضیات کو ترک کر دو کہ نفس تو تم کو ظلمات کی طرف یعنی شہوات کی طرف لے جائیگا اور روح تم کو مشرق انوار یعنی حق تعالیٰ کی طرف لے جاوے گی یہاں تو یہ بتلا دیا تھا کہ کچھ دواعی نفس ہوتے ہیں اور کچھ دواعی روح ہوتے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ راہ حس راہ خران ست اے سوار الخ۔

شرح حبیبی

اس سے پیشتر مولانا نے توجہ الی الحق کی ترغیب دی تھی اب اس کا طریق بتاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تیرے اندر دو قسم کے حواس ہیں۔ ایک حس خفاش جو کہ ظلمات عالم ناسوت پر فریفتہ اور ان سے دلچسپی رکھنے والی ہو اور دوسری حس درپاش جو کہ انوار الٰہیہ کا ادراک کر کے مدرک کو محو انبساط کرتی ہے جس اول حس مادی ہے جس میں حواس ظاہرہ مثل باصرہ سامعہ وغیرہ اور حواس باطنہ مثل وہم وغیرہ بلکہ ہر قوت جو دواعی الی الشہوات ہو داخل ہیں اس کا کام تو یہ ہے کہ وہ عالم ناسوت کی طرف راغب ہے جو کہ سراپا ظلمت ہونے کے باعث مغرب سے مشابہ ہے اور حس ثانی لطائف خمسہ مجردہ ہیں ان کا کام یہ ہے کہ وہ عالم ملکوت کی طرف مائل ہیں جو کہ سراپا نور اور انوار الٰہیہ سے لبالب ہونے کے باعث مشابہ بالمشرق ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

راہ حس راہ خران ست اے سوار	اے خراں را تو مزاحم شرم دار
اے سوار! حس کا راستہ گدھوں کا راستہ ہے	تو گدھوں سے بھڑتا ہے شرم کر

راہ حس الخ۔ یعنی اے تیز رو راہ حس تو خروں کی ہے اور تو خروں سے ملا جلا چلتا ہے شرم کی بات ہے نفس کے اتباع کے موافق چلنا اور مقتضیات شہوات وغیرہ پر عمل کرنا تو دنیا دار اور نا اہلوں کا کام ہے تو تو طالب قرب ہو کر اس راہ پر کیوں چلتا ہے اور جب اس راہ پر چلے گا تو ظاہر ہے کہ ان لوگوں سے میل جول بھی ہوگا تو تجھ کو اس سے شرم نہیں آتی کہ نا اہلوں اور غیر جنسوں کی ساتھ رہے مطلب یہی ہے کہ تلذذات اور خواہشات نفسانی کو ترک کر دینا چاہیے کیونکہ وہ اہل حق کا طریقہ نہیں ہے اور ترک خواہشات سے مراد تقلیل ہے کہ مجاہدہ یہی ہے اور اس سے دواعی نفسانی کمزور اور کم ہو جاتی ہیں بالکل معدوم نہیں ہوتی اور سوار کہہ دینا اس اعتبار سے ہے کہ تو اس راہ نفس میں تیز رو ہے اور عادت ہے کہ سوار بہ نسبت پیادہ کے تیز چلتا ہے اس مناسبت سے طالب کو سوار کہہ دیا اب یہاں چونکہ کہا تھا کہ حس مختلف ہوتی ہیں حس نفسانی اور حس روحانی آگے اس کی تشریح فرماتے ہیں کہ پنج سے ہست جز ایں پنج حس الخ۔

شرح مبلیبی

جبکہ پہلے شعر سے تجھ کو معلوم ہو چکا کہ تیرے اندر دو قسم کے حواس ہیں اور ہر دو کے مطلوب جداگانہ ہیں تو اب تجھ کو جاننا چاہیے کہ حس مادی کا راستہ اور اس کے مقتضیات کا اتباع بہائم اور اہل دنیا کا کام ہے جو مشابہ بہائم رہیں بھلا تو ان گدھوں سے بڑھتا ہے اور ان کی روش پر چلتا ہے اس سے تجھے شرم آنی چاہیے اور تیرا فرض یہ ہونا چاہیے کہ حس مادی کا اتباع کر کے ظلمات عالم ناسوت میں نہ پھنسے بلکہ اس حس کے مقتضیات کو ترک کر اور لذات شہوانیہ کو خیر باد کہہ اور حس باطنی مجرد کا اتباع کر کے اس کے مدرکات عجیبہ سے بہرہ اندوز اور مالا مال ہو۔ یہ تھا وہ طریق توجہ الی الحق کا جس کو مجاہدہ کہتے ہیں مگر مقصود یہ نہیں کہ حواس مادیہ سے بالکل بھی متمتع نہ ہونا چاہیے کیونکہ اگر ان سے مطابق اذن شارع انتفاع ہو تو مضائقہ نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ ان سے انتفاع میں اس طرح منہمک نہ ہونا چاہیے کہ وہ مانع ہو جائے انتفاع بالحس المجرد سے خواہ بالکل یا کم آگے پھر مضمون سابق کا اعادہ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں پنج حسے ہست جز ایں پنج حس الخ۔

شرح شبّیری

پنج حسے ہست جز ایں پنج حس	آں چو زر سرخ وایں حسہا چو مس
ان پانچ حواس کے علاوہ پانچ حس اور ہیں	وہ سرخ سونے کی طرح ہیں اور یہ حواس تانبے کی طرح ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

پنج حسے الخ۔ یعنی ان حواس خمسہ (ظاہرہ) کے علاوہ اور حواس بھی ہیں اور وہ حواس زر سرخ کی مانند ہیں اور یہ حواس تانبے کی مانند ہیں۔ یہاں حواس روحانی کو پنج کہنے سے عدد پنج مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ان حواس خمسہ ظاہری کے علاوہ اور حواس بھی ہیں اور یہی تقریر بے غل وغش ہے اور بے تکلف ہے لیکن اگر الفاظ ہی کی توجیہ کی جائے تو یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ چونکہ لطائف صوفیہ کے یہاں چھے ہیں نفس روح قلب سر خفی اخفی جس میں سے نفس کو تو تغلیباً داخل کر لیتے ہیں کیونکہ وہ نفس جو کہ داعی الی الشر ہے قوۃ مادیہ ہے مجرد نہیں اور لطائف مجرد ہیں اس لئے جب اس کو لطائف سے نکال ڈالا جائے تو آگے لطائف پانچ ہی رہتے ہیں اور مراد لطائف سے چند مجردات ہیں جو انسان کی ترکیب میں داخل ہیں جس طرح مادیات میں سے عناصر اس کی ترکیب میں داخل ہیں چنانچہ نفس ناطقہ کو تو حکماء بھی جزاء انسان کہتے ہیں اور وہ ان کے نزدیک مجرد بھی ہے تو یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ اول پنج سے مراد وہ لطائف خمسہ ہیں اور ثانی سے مراد حواس خمسہ ظاہرہ مگر اس توجیہ میں ایک گونہ تکلف معلوم ہوتا ہے بے تکلف تو یہی ہے کہ کہا جائے کہ پنج سے مراد عدد ہے ہی نہیں لیکن اگر کسی کو پنج کے لفظ کی رعایت ضروری ہو تو وہ ثانی توجیہ کو اختیار کر لے ع وللناس فیما یعشقون مذاہب۔ اور بعض لوگوں نے ان لطائف خمسہ کو قرآن شریف سے ثابت کیا اور کہتے ہیں ہیں انہ یعلم السر واخفی میں یہی سر۔ واخفی مصطلح مراد ہے مگر یہ صریح جو رہے یہ کیا ضروری ہے کہ ساری باتیں قرآن ہی سے ثابت ہوا کریں اور جو اس سے ثابت نہ ہوا کرے تو اس کی نفی کر دی جائے بلکہ بات یہ ہے کہ اگر کوئی امر ایسا ہو کہ وہ اصول شرعیہ کے اور قرآن وحدیث کے خلاف نہ ہو اور کسی مستقل دلیل سے ثابت ہو تو اس کو بھی کہا جائیگا کہ یہ صحیح ہے اور اس کو تسلیم کریں گے دیکھو آ خر زید قائم قرآن سے کہیں ثابت ہے مگر جب ایک مستقل دلیل سے ثابت ہے اس کو تسلیم کرتے ہیں اور مانتے ہیں پس اسی طرح یہ لطائف ایک مستقل دلیل سے ثابت ہیں اور ان کو تسلیم کرنے کے لئے قرآن شریف میں ہونا ضروری نہیں ہے تو اب حاصل یہ ہوا کہ ان حواس ظاہرہ کے علاوہ کچھ حواس اور بھی ہیں اور کچھ مدرکات اور بھی ہیں کہ یہ حواس ظاہرہ تو ان شہوات کا ادراک کرتے ہیں اور وہ دوسری حواس انوار الٰہیہ کا ادراک کرتے ہیں اور متوجہ الی الحق ہوتے ہیں لہٰذا ان کی طرف توجہ چاہیے اور ان حواس میں نہ پھنس جانا چاہیے اور جاننا چاہیے کہ یہاں کے مجردات کے مقابل پنج حس کہا ہے جس کی تفسیر حواس ظاہرہ سے کی گئی سو یہ ظاہرہ عام ہے باطنہ مصطلحہ اہل حکمت کو بھی کیونکہ وہ بھی مادی ہیں اور ان لطائف کو یا مطلق ادراک روحانی کو حس کہنا مجازاً و مشاکلۃً ہے بمعنی مطلق مدرک اور یہاں جو حس جو کہا ہے ایک لطیفہ کے طور پر اسکے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ جس طرح کیمیا گری میں تانبے سے سونا بن جاتا ہے اور تانبے میں سونا بننے کی استعداد ہوتی ہے اسی طرح ان حواس میں بھی استعداد موجود ہے اس امر کی ان کو اس طرف متوجہ کر دیا جائے اور یہ دونوں حواس مل کر جن میں ایک طرف مادیات ہیں دوسری طرف مجردات ہیں کام دیں گے ان مجردات کو صوفیہ کے یہاں لطائف کہتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے کچھ خواص بھی جدا جدا ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

اوران لطائف کا خاصہ مشترکہ توجہ الی الحق ہے اور یہاں صوفیہ کے اس قول کے معنی سمجھ لینا بھی ضروری ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ لطائف فوق العرش ہیں ناواقف اس میں بہت غلطی کرتے ہیں اور یوں سمجھتے ہیں کہ لطائف کے لئے عرش مکان اور حیز ہوتو سمجھ لو کہ لطائف جب مجردات ہیں تو ان کے لئے مکان اور حیز کس طرح ہوسکتا ہے لہٰذا یہ معنی نہیں ہیں کہ لطائف عرش پر متمکن ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ چونکہ عرش تمام امکنہ کو حاوی ہے اس لئے اس کے اوپر ہونے کے یہ معنی ہوئے کہ خارج عن الحیز والمکان ہیں نہ یہ کہ ان کے لئے عرش مکان اور حیز ہیں پس انسان میں پانچ حواس ظاہرہ تو مادی ہوئیں اور کچھ مجردات ہیں سو مادیات کے مقتضیات سے علیحدہ ہو کر ان مجردات سے کام لینا ضروری ہوا۔ یہاں تک تو یہ بتایا کہ ان حواس کے علاوہ کچھ اور حواس بھی ہیں آگے مقصود میں ان حواس ظاہرہ کا بیکار ہونا اور ان کا کارآمد ہونا بتلاتے ہیں لہٰذا فرماتے ہیں کہ اندران بازار کامل محشر بدالخ۔

شرح حبیبی

ہم پہلے بھی اشارہ کر چکے ہیں کہ تیرے اندر دو قسم کے حواس ہیں اور اب پھر کہتے ہیں کہ تیرے اندر صرف حواس مادیہ ہی نہیں بلکہ ان کے علاوہ چند اور حواس بھی ہیں جو مجرد ہیں اور وہ حواس ان حواس سے زیادہ قیمتی اور کارآمد ہیں ان میں اور ان میں اس قدر تفاوت ہے جس قدر زر اور مس میں وہ اگر مثل ہونے کے ہیں تو یہ مثل تانبے کے (ف ۱) ان حواس مجردہ کی تفصیل یہ ہے کہ انسان جس طرح عناصر سے بنا ہے جو کہ مادیات سے ہیں یوں ہی کچھ مجردات سے بھی مرکب ہے اور ان کو لطائف ستہ کہتے ہیں کیونکہ وہ لطیف اور غیر محسوس ہوتے ہیں اور تعداد میں چھ ہیں نفس، روح، قلب، سر، خفی، اخفی ان سب کے خواص جداگانہ ہیں نفس کو ان میں تغلیباً داخل کر لیا ہے ورنہ اصل لطائف پانچ ہیں اور وہی حواس خمسہ ہیں ان لطائف کو فوق العرش بھی کہتے ہیں نہ بایں معنی کہ ان کے لئے کوئی مکان وحیز عرش سے بالا ہے بلکہ اس لئے کہ یہ مجردات اور مستغنی عن الحیاز والامکنہ ہیں اور عرش منتہیٰ عالم ماوی محتاج الی الخیر پس فوق العرش بمعنی خارج و منزہ عن الامکنہ والاحیاز ہے۔ پس اب پنج حسے ہست جز این پنج حس میں یا تو لفظ پنج سے عدد مخصوص مراد لیا جائے اور پہلے پنج سے لطائف خمسہ مراد ہوں اور دوسرے پنج سے حواس خمسہ ظاہرہ بظہور رہا اور باطنہ کو ان کے تابع کر دیا جائے یا ظاہرہ کے مفہوم کو عام لے لیا جاوے بمعنی مادیہ مقابل مجرد کا۔ اور پانچ سے مراد مطلق متعدد ہو۔ یہ ہی اقرب اور بے تکلف ہے (ف ۲) دوسرے مصرعہ میں اس طرف بھی اشارہ ہوسکتا ہے کہ گو حواس مادیہ ناکارہ ہیں مگر ان میں صلاحیت ہے کہ توجہ الی الحق کے کام آسکیں اس طریق سے کہ ان سے علی الوجہ المشروع کام لیا جائے کیونکہ حواس مجردہ کو سونے سے تشبیہ دی ہے اور ان حواس کو مس سے اور مس بھی کیمیاوی طریق سے سونا بن سکتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبیری

اندراں بازار کاہل محشر اند	حس مس راچوں حس زر کے خرند
جس بازار میں اہل محشر ہیں	تابنے کے حس کو سونے کے حس کی طرح کب خریدتے ہیں؟

اندران الخ۔ یعنی اس بازار میں کہ جہاں اہل محشر ہیں اس حس مس کو حس زر کی برابر کیسے خریدیں گے۔

بازار اہل محشر۔ عالم غیب۔ حس مس حواس مادیہ حس زرحواس مجردہ مطلب یہ کہ عالم غیب کے بازار میں ان حواس کو ان لطائف اور حواس باطنی کے برابر کس طرح کریں گے بلکہ وہاں تو حواس باطنی کی ہی پرسش ہوگی عالم غیب کے موجودین کو اہل محشر کہہ دینا باعتبار مآئل کے ہے اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ پورا پورا ظہور اس کے مس ہونے اور بیکار ہونے کا اور ان کے زر اور باکار ہونے کا تو محشر ہی میں ہوگا اور یہاں چونکہ حواس ظاہر اور دواعی شہوت کا بیکار ہونا عالم غیب میں بیان کیا تھا اب اس کی وجہ بتلاتے ہیں کہ وہ بیکار اور دوسرے باکار کیوں ہیں فرماتے ہیں کہ حس ابدان قوت ظلمت میخورد الخ۔

شرح حبیبی

یعنی جس بازار میں اہل محشر اور مکلفین کو جانا ہے اور اپنی کمائی کا معاوضہ لینا ہے یعنی عالم آخرت میں وہاں حس مس کو جنس کاسد سمجھا جاتا ہے اور حس زر کے پورے دام لگتے ہیں دونوں ایک بھاؤ نہیں بک سکتے پس تم کو چاہیے کہ متاع رائج کو کساد سے بچاؤ اور متاع کاسد کو رائج بنانے کی کوشش کرو اہل محشر سے مراد مکلفین ہیں کہ مخاطب بالشرائع وہی لوگ ہیں یا مطلق محشور ہونیوالے مگر مقصود مکلفین ہی کو سنانا ہے اور مکلفین کو بعنوان اہل محشر اس لئے تعبیر کیا گیا تاکہ اس کے مزید تنبہ کا باعث ہو اور وہ سمجھیں کہ ہم فقط دنیا ہی میں نہ رہیں گے بلکہ ہم کو آخرت میں بھی جانا ہے۔

شرح شبیری

حس ابداں قوت ظلمت می خورد	حس جاں از آفتابے می چرد
بدنوں کی حس ظلمت سے روزی حاصل کرتی ہے	روح کی حس آفتاب سے غذا حاصل کرتی ہے

حس ابدان الخ۔ یعنی ابدان کی حس ظلمت سے غذا حاصل کرتی ہے اور جان کی حس ایک آفتاب سے چرتی ہے مطلب یہ کہ یہ حواس ظاہرہ تو ظلمت یعنی کدورات شہوات سے خوش ہوتے ہیں اور اسی میں ان کو نشوونما ہوتا ہے اور یہ ان ہی شہوات ہوا و ہوس سے تلذذ حاصل کرتے ہیں مگر حس روح ایک آفتاب سے یعنی حق تعالیٰ سے

www.besturdubooks.wordpress.com

غذا حاصل کرتی ہے اور اس کو تلذذ اور نشو و نما انوار الٰہیہ سے اور برکات سے ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ چونکہ حس ابدان ظلمات اور شہوات نفسانی میں لگی رہتی ہے اور عالم غیب کی طرف متوجہ نہیں ہوتی اس لئے وہ تو وہاں بیکار ہے اور حس روح جو کہ اس طرف لگی رہتی ہے اور فیض و برکات اسی عالم سے حاصل کرتی ہے وہاں بیکار ہے اب چونکہ یہاں تک تعلیم تھی توجہ الی الحق کی اور اس کی تدبیر بھی بتلائی تھی کہ مجاہدہ ہے اور مجاہدہ کے لئے جو طریقے بتلائے ہیں کہ نفس کی مخالفت کرو اور اس کی مقتضیات پر عمل مت کرو اور یہ بہت ہی مشکل تھا اور اپنی قوت سے خارج تھا اس لئے آگے خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں مناجات اور دعا کرنے لگے اور یہ ان کی ایک عادت مطردہ ہے کہ جہاں کسی امر کی تعلیم کرتے ہیں اور وہ سخت ہوتا ہے تو فوراً خداوند تعالیٰ سے مناجات میں مشغول ہو جاتے ہیں لہٰذا فرماتے ہیں کہ اے بہ بردہ رخت حس ہا سوئے غیب الخ۔

شرح حبیبی

اس شعر میں دونوں حسوں کے درمیان دوسرے عنوان سے تفاوت دکھلانا مقصود ہے یعنی حس مادی کی تو غذا عالم ناسوت سے ہے جو سراپا ظلمت ہے یعنی اس کے مدرکات و مطلوبات تو مادیات ہیں اور حس روح یعنی حس مجرد کی خوراک اور اس کا مطلوب نور حق ہے۔ واین الثریٰ من الثریا۔

شرح شبیری

اے ببردہ رخت حسہا سوی غیب	دست چوں موسیٰ بروں آور ز جیب
اے وہ ذات جو حس کے سامان کو غیب کی طرف لے گئی ہے	موسیٰ کی طرح ہاتھ کو گریبان سے باہر نکال

اے الخ۔ یعنی اے وہ ذات کہ جو متاع حواس (باطنی) کو پوشیدگی اور خفا کی طرف لے گیا ہے اب موسیٰ علیہ السلام کی طرح گریبان سے (منور) ہاتھ نکالئے حسہا سے مراد حس جان اور روح اور سوئے غیب سے مراد مطلق خفا اور پوشیدگی ہے عالم غیب مراد نہیں جیسے بعض لوگ اپنی غلطی سے ایسا سمجھتے ہیں اور دست چون موسیٰ الخ سے مراد یہ ہے کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام اپنے ہاتھ کو گریبان میں لے جا کر مخفی کر دیتے تھے اور جب نکالتے تھے تو وہ منور ہوتا تھا اسی طرح آپ بھی ان حواس روحانیہ کو جو خفا میں ہیں اپنے دست تصرف سے ظاہر فرما دیجئے کہ ان کے نور سے حقیقت بینی میسر ہو مطلب یہ کہ دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ العالمین ہم میں تو ان مجاہدات کے پورا کرنے کی ہمت ہی نہیں ہاں اگر آپ ان کو پردہ خفا سے نکال کر ہمارے قلوب کو ان سے منور فرما دیں تو ہو سکتا ہے کہ ان سے ہماری اصلاح ہو جائے اور ان حواس ظاہرہ کے مقتضیات کو مغلوب فرما دیجئے یہاں تک تو دعا تھی کہ ان حواس باطنی مخفیہ کو میرے لئے ظاہر فرما دیجئے آگے اس کو بتلاتے ہیں کہ ان کے اظہار کی کیا ضرورت ہے لہٰذا

www.besturdubooks.wordpress.com

فرماتے ہیں اے صفاتت الخ جس کا حاصل یہ ہے کہ مقصود اس اظہار سے حصول معرفت حق ہے۔

شرح مبلبی

مولانا کی عادت ہے کہ جب کسی امر کی صعوبت کو محسوس کرتے ہیں تو مناجات میں مشغول ہو جاتے ہیں چونکہ اوپر مجاہدہ کی ضرورت بیان کی تھی اور مجاہدہ ایک امر شاق ہے اس لئے مناجات میں مصروف ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے حواس مجردہ کے سامان کو خفا کی طرف لیجانیوالے اور اس کو باقتضائے حکمت مخفی اور ان کے مقتضیات کو مغلوب کرنیوالے موسیٰ علیہ السلام کی طرح نیا ہاتھ جیب سے نکال اور ہم کو ظلمت جہل وضلالت میں نور معرفت وہدایت عطا فرما اور اپنی قدرت سے حواس مخفیہ کو پردۂ خفا سے نکال کر اور ان کو غالب بنا۔ اب مولانا پر توحید اور سکر کا غلبہ ہوتا ہے اور فرماتے ہیں

شرح شبّیری

اے صفاتت آفتاب معرفت	وآفتاب چرخ بندیک صفت
اے وہ کہ تیری صفات پہچان کے لئے سورج ہیں	اور آسمان کا سورج ایک صفت کا پابند ہے

اے صفاتت الخ۔ یعنی اے ذات کہ تیری صفات یعنی تجلیات وافعال (تیری) معرفت کے لئے آفتاب اور (ذریعہ) ہیں اور یہ آفتاب آسمانی بھی ان ہی تجلیات میں سے ایک تجلی کا مسخرہ اور بندہ یعنی تابع صفت ہے صفات سے مراد افعال وتجلیات صفت بمعنی متعارف مراد نہیں کیونکہ معرفت کا آلہ افعال ہی ہیں مطلب یہ کہ آپ کے افعال مثل آفتاب کے آپکی معرفت کے ذریعہ ہیں یعنی جس طرح آفتاب سے نور حاصل کر کے دوسری اشیاء کا علم ہوتا ہے اسی طرح ان افعال کو دیکھ کر تیری معرفت ہوتی ہے اور جس طرح آفتاب آلہ اظہار اشیاء ہے اسی طرح یہ افعال وتجلیات بھی معرفت ذات کے لئے آلہ ہیں جاننا چاہیے کہ صوفیہ کے کلام میں ہر طرح کی اصطلاحات ہوتی ہیں وہ بعض جگہ تو حکماء کی اصطلاح کے موافق کلام کرتے ہیں اور بعض جگہ محاورہ عوام کے مطابق کلام کرتے ہیں اس لئے لوگوں کو دونوں اصطلاحوں کے غلط سے بہت سے شبہات ہو جاتے ہیں پس یہاں محاورہ عامہ کی موافق صفات سے مراد افعال ہیں جیسے بولتے ہیں کہ زید بڑی صفت کا آدمی ہے اس صفت کو بیان کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ وہ خوب خرچ کرتا ہے تو دیکھو خرچ کرنے کو جو کہ ایک فعل تھا صفت سے تعبیر کرتے ہیں تو یہاں بھی صفات سے مراد افعال ہی ہیں دوسرے مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ یہ آفتاب چرخ بھی تیرے افعال میں سے ایک فعل یعنی ایجاد متشخص خاص کا تابع ہے جب یہ ایسا نور بخش ہے تو آپ کی تجلیات کیسی کچھ نور معرفت کا سبب ہوں گی یہاں چونکہ کہا تھا کہ افعال ہی آلہ معرفت ہیں آگے اس کی کچھ تفصیل ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

اس شعر میں صفت اور صفات سے مراد متعارف عوام ہے یعنی افعال۔ نہ کہ متعارف خواص۔ کیونکہ ان کو آفتاب بمعنی آلہ ظہور کہا گیا ہے اور آلہ ظہور افعال الٰہیہ ہیں نہ کہ صفات بلکہ ان صفات کے ظہور کا آلہ بھی افعال ہی ہیں تفصیل اس کی یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ اگر عالم کو پیدا ہی نہ کرتے جو کہ اختیاری ہونے کے باعث ممکن تھا تو کسی عارف ہی کا وجود نہ ہوتا پھر معرفت کیسی تو معرفت کا آلہ تخلیق عالم ہوا جو کہ ایک فعل ہوا افعال حق سے پس آلہ معرفت فعل ہوا تخلیق عالم کے بعد پھر جن چیزوں سے حق سبحانہ کی معرفت ہوتی ہے وہ اس کی مصنوعات عجیبہ ہیں جو دال ہیں اس کے افعال خاصہ اور تاثیرات مخصوصہ پر اور وہ دلالت کرتی ہیں صفات خاصہ مثل قدرت کاملہ و حکمت بالغہ و علم محیط پر اور ان سے استدلال ہوتا ہے ذات پر لہٰذا یہاں بھی افعال ہی آلہ معرفت ہوئے۔ اس پر شبہ یہ ہو سکتا ہے کہ یہاں تو آلہ مصنوعات ہیں نہ کہ افعال اس کا جواب یوں ہو سکتا ہے کہ مصنوعات من حیث الذات اللہ نہیں بلکہ من حیث کونہا آثار الافعال آلہ ہیں تو درحقیقت افعال ہی آلہ ہوئے معنی شعر یہ ہیں کہ اے وہ ذات جس کی تجلیات و افعال آلہ ہیں اسکی معرفت کا اور آفتاب چرخ جس کے ایک فعل یعنی ایجاد خاص کا پابند اور تابع ہے جواب ندا ابیات آئندہ ہیں۔

شرح شبیری

گاہ خورشید و گہے دریا شوی	گاہ کوہ قاف و گہ عنقا شوی
تو کبھی سورج اور کبھی دریا (میں متجلی) ہوتا ہے	کبھی کوہ قاف (میں) اور کبھی عنقا (کی طرح بے نشان) ہو جاتا ہے

گاہ خورشید الخ۔ یعنی اے ذات تو کبھی خورشید ہو جاتی ہے اور کبھی دریا اور کبھی کوہ قاف اور کبھی عنقا صوفیہ کے اس قسم کے کلام سے لوگوں کو بہت دھوکا ہوتا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کفر کی نوبت ہو جاتی ہے اور جہاں یوں سمجھ لیتے ہیں کہ خورشید و دریا وغیرہ ذلک ہونے سے یہ مراد ہے کہ ذات حق نعوذ باللہ بطور استحالہ کے ذات دریا ہو گئی یا ذات خورشید خود ذات حق ہے حتیٰ کہ ایک صاحب کو دیکھا گیا کہ وہ حق تعالیٰ کو عالم کے لئے مثل مادہ کے خیال کرتے تھے اور یوں سمجھتے تھے کہ پہلے تو حق تعالیٰ بیشک منزہ تھے مگر جب ان مخلوقات کو پیدا کیا تو اپنے ہی کو ان صورتوں میں مستحیل یا حال کر دیا ایک دوسرے صاحب تھے وہ حق تعالیٰ کو ایک کلی طبعی خیال کیے ہوئے تھے جس سے کہ لازم آتا ہے کہ جب یہ مخلوقات فنا ہوں تو وہ بھی باقی نہ رہے۔ وھو صریح الکفر لہٰذا اس مقام کو خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ صوفیہ کے کلام میں جو اس قسم کے الفاظ ہوتے ہیں یہ محض تعبیرات ہوتے ہیں۔ مقصود ان سے خود ذات حق کا ان محمولات کی ساتھ اتحاد نہیں ہوتا اور دیکھو ایسی تعبیرات خود نصوص میں بھی موجود ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

حدیث میں ہے ان اللہ ھو الدھر دیکھو اللہ تعالیٰ کے لئے دہر کو محمول قرار دیا پس جو تاویل یہاں کرو گے وہی تاویل ان حضرات کے کلام میں بھی کرلو۔ ہاں یہ الفاظ موحش ضرور ہوتے ہیں مگر صحیح اور واقعی ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہونے سے معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس قسم کے الفاظ ماول ہوتے ہیں مگر یہ فرق ہے کہ اہل ظاہر اور تاویل کرتے ہیں اور یہ حضرت دوسری تاویل کریں گے مگر معنون ایک ہی ہوگا مثلاً یہ کہ اہل ظاہر تو کہتے ہیں کہ یہاں مضاف محذوف ہے اور عبارت یہ ہے کہ ان اللہ مقلب الدھر اور یہ حضرات کہیں گے کہ ان اللہ ظاھر فی الدھر و الدھر مظھر لہ اور حاصل اسکا بھی وہی ہے جو مقلب الدہر کا تھا کیونکہ مصنوع کا مظہر ہونا اس معنی کر ہے کہ اس سے ظہور ادراک صانع کا ہوتا ہے اور آلہ ادراک فعل ہے جیسا یہاں تقلیب پس مقلب الدھر و ظاھر فی الدھر کا ایک ہی مطلب ہوگا۔ یہ توجیہ تو دفع اشکال کی تھی باقی صوفیہ اس ظاہریت و مظہریت میں علاوہ تعلق ایجاد کے ایک دوسرے تعلق خاص کے بھی قائل ہیں جو کہ محض کشفی و وجدانی ہے جس کو الفاظ سے سمجھانا مشکل ہے اور سچ یہ ہے کہ ان حضرات کو ذوقیات و وجدانیات میں مافی الضمیر کے اظہار کے کافی الفاظ نہیں ملتے اس لئے کہ یہ امور ذوقی اور کشفی ہیں اور انکا تو وہ حال ہوتا ہے مگر دوسروں کو کیسے سمجھائیں ہاں خود اچھی طرح سمجھے ہوئے ہیں جس طرح کہ اگر کوئی مرد صحبت کے لطف کو عنین کو سمجھانا چاہے تو خواہ وہ کتنی ہی کوشش کرے مگر وہ قادر نہیں کہ اس لطف کی کیفیت کو اس پر طاری کردے بلکہ اس کو مثال دے دے کر اور تشبیہات سے سمجھاویگا پس اسی طرح ان حضرات کے یہ چونکہ احوال اور ذوقی امور تھے اس لئے دوسروں کے سمجھانے کے لئے ان کو الفاظ نہ مل سکے اور مجبور ہو کر حیات سے مثال دے کر سمجھاتے ہیں کہیں ظل اور شخص کی مثال دے کر کہیں آفتاب اور زمین کی مثال دے کر اور درحقیقت یہ مظہریت ذوقی و کشفی ہے پس اس کو یہاں بھی فرمایا کہ تیرا مظہر کبھی تو رخورشید ہوتا ہے اور کبھی دریا یعنی تیری معرفت کبھی اس کے ذریعہ سے ہوتی ہے اور کبھی اس سے اور خوب سمجھ لو کہ حق تعالیٰ کسی ممکن یا حادث میں حلول کئے ہوئے نہیں ہیں بلا حلول ایک خاص تعلق کے یہ حضرات قائل ہیں علاوہ تعلق ایجاد کے اس کو وحدۃ الوجود بھی کہتے ہیں جس کو ایک دوسرے معنی کر حکماء نے بھی مانا ہے اور اس کے قریب قریب پہنچ گئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ وجود تو سب اشیاء کا ایک ہی ہے مگر ذوات مختلف ہیں اس سے آگے مسئلہ کشفی تھا وہاں تک ان کی رسائی نہ ہو سکی وہاں تک صوفیہ پہنچے اور اس کو اتحاد ذوات سے تعبیر کرنے لگے اور اس تعبیر کو خود تو سمجھ گئے مگر دوسروں کو نہ سمجھا سکے جس کی وجہ سے بے چاروں پر کفر کے فتوے لگے اور تیر مطاعن کے نشانہ بنے یہاں تک کی تقریر سے چونکہ جہال کو شبہ حلول کا ہو سکتا ہے اور بعض کو ہوا بھی ہے اس لئے آگے اس شبہ کو دفع فرماتے کہ تو نہ این باشی نہ آن در ذات خویش الخ

شرح حبیبی

تیری معرفت کا آلہ کبھی آفتاب ہوتا ہے کبھی دریا کبھی کوہ قاف کبھی عنقا۔ کیونکہ یہ سب تیری مصنوعات اور

www.besturdubooks.wordpress.com

تیرے افعال کے آثار اور ان کے مظاہر ہیں اصل مقصد تو یہ ہے اور جو عنوان اختیار کیا ہے کہ کبھی تو آفتاب ہوتا ہے اور کبھی دریا اور کبھی کوہ قاف اور کبھی عنقا وہ محض تعبیر ہے بعض احادیث میں بھی اس قسم کی تعبیرات آئی ہیں مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ حق سبحانہ فرماتے ہیں۔ ابن آدم مجھے برا کہتا ہے یہ اسے زیبا نہیں کیونکہ وہ زمانے کو برا کہتا ہے زمانہ تو میں ہوں یہاں اپنے آپ کو زمانہ کہا ہے لیکن اول تو تعبیر مفضی الی الفساد نہیں کیونکہ ہر اہل زبان عامی ہو یا من الخواص سمجھتا ہے کہ اس کا مقصود یہ ہرگز نہیں کہ خدا زمانہ ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ وہ زمانہ کو برا اس لئے کہتا ہے کہ بعض تصرفات اس کو ناپسند ہوتے ہیں اور ان تصرفات کو وہ زمانہ کی طرف منسوب کرتا ہے اس لئے وہ اس کو برا کہتا ہے۔ ورنہ اصل مقصد اس کا متصرف کو برا کہنا ہے اور متصرف حقیقی تو ہم ہیں لہٰذا فی الحقیقۃ ہمیں کو برا کہتا ہے گو تعیین متصرف میں غلطی کرنے کے سبب سے ہمارا نام نہیں لیتا دوسرے اگر بالفرض مفضی ہو بھی تو یہ فعل صاحب شریعت کا ہے جس کی شان یہ ہے کہ لایسئل عما یفعل وھم یسئلون غایۃ ما فی الباب یہ کہ دیگر متشابہات کی طرح یہ بھی متشابہات میں داخل ہوگا اس سے دوسروں کو اجازت نہیں ہو سکتی کہ وہ بھی اس قسم کی تعبیریں کیا کریں یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ صوفیہ کے اس قسم کی تعبیرات فی نفسہ اپنے اندر ایک معنی صحیح رکھتی ہیں مگر حالت سکر میں تو معذوری ہے اور بجز حالت سکر کے ایسی تعبیرات کی اجازت نہیں کیونکہ اس قسم کی تعبیرات مفضی الی الفساد ہوتی ہیں حتیٰ کہ انہی تعبیرات نے بعض لوگوں کو کفر تک پہنچا دیا ہے چنانچہ ایک صاحب کو دیکھا کہ وہ حق سبحانہ کو عالم کا مادہ خیال کرتے تھے ایک دوسرے صاحب حق سبحانہ کو کلی طبعی سمجھتے تھے اور ان خیالات کا کفر ہونا ظاہر ہے۔

شرح شبیری

تو نہ ایں باشی نہ آں در ذات خویش	اے فزوں از وہمہا وز بیش بیش
اپنی ذات میں تو نہ یہ ہے نہ وہ ہے	اے وہ ذات جو وہموں سے آگے ہے اور آگے سے بھی آگے ہے

تو نہ این الخ۔ یعنی تو فی حد ذاتہ تو نہ یہ ہے نہ وہ ہے اے وہ ذات کہ اوہام سے بھی اور جو چیز کہ اوہام سے آگے ہے اس سے بھی فوق ہے۔ یعنی وراء الوراء ثم وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے لہٰذا یہ شبہ باطل ہے کہ تو کسی چیز میں حلول کئے ہوئے ہے آگے مثالوں سے سمجھاتے ہیں

شرح حبیبی

اب مولانا حالت سکر سے حالت صحو کی طرف عود فرماتے ہیں اور پہلے شعر سے جو حلول واتحاد کا شبہ ہوتا تھا اس کا ازالہ فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تو اپنی ذات میں نہ یہ ہے نہ وہ۔ تو تو اوہام سے بھی بالاتر ہے بلکہ اگر اوہام سے بھی بڑھ کر کوئی چیز ہو تو اس سے بھی ارفع و اعلیٰ ہے پھر ممکنات حال یا ان سے متحد کیونکر ہو سکتا ہے۔

شرح شبّیری

روح باعلم ست وباعقل ست یار	روح را با تازی وترکی چہ کار
روح علم اور عقل کی ساتھی ہے	روح کو ترکی یا عربی سے کیا واسطہ؟

روح الخ۔ یعنی روح علم اور تعقل کے ساتھ مقرون وموصوف ہے سو اپنی مناسب صفات تو اس میں ہیں مگر خواص ابدان سے منزہ ہے چنانچہ اس کو عربی یا ترکی سے کوئی مطلب نہیں اور ان قیود سے بالکل مبرا منزہ ہیں یعنی جس طرح روح کو باوجود یہ کہ بدن ذی روح کی ساتھ تدبیر وغیرہ کا تعلق ہوتا ہے مگر پھر بھی ابدان کی قیود سے مثل ترکیت وتازیت منزہ ہوتی ہے چنانچہ روح مجرد کو کوئی نہیں کہتا کہ یہ روح تازی ہے اور یہ ترکی ہے اس طرح حق تعالیٰ بھی اپنی صفات کے ساتھ موصوف ہیں اور سب اشیاء کے ساتھ معیت بھی رکھتے ہیں مگر ان اشیاء کی قیود سے مبرا ومنزہ ہیں اور کسی شے میں حلول کیے ہوئے بھی نہیں ہیں آگے اسی تنزیہ کی ایک خاص تحقیق کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

یعنی روح ممکنات میں سے ہے اور اس کو علم وعقل سے تعلق ہے جو اس کی صفات ہیں مگر اس کو تازی وترکی سے کیا علاقہ کہ یہ صفات مادیات سے ہیں جبکہ ایک ممکن کی یہ شان ہے کہ باوجود جسم سے اس قدر تعلق کے کہ اس کے تمام آثار کا منشاء وہ ہی ہے پھر الگ ہے تو آپ تو واجب ہیں آپ کو ممکن ہالک الذات سے کیا نسبت کہ اس میں حال یا اس سے متحد ہوں۔

شرح شبّیری

ازتو اے بےنقش باچندیں صور	ہم مشبہ ہم موحد خیرہ سر
اے بےنقش! اتنے مظاہر کے ہوتے ہوئے تیری وجہ سے	اہل تشبیہ بھی اور اہل توحید بھی حیران ہیں

ازتو اے الخ۔ یعنی اے وہ ذات کہ باوجود بےنقش وصورت ہونے کے اتنی صورتیں تیری مظاہر ہیں تمام عالم خواہ وہ مشبہ ہوں یا موحد (یعنی اہل تشبیہ ہوں یا اہل تنزیہ) تیری معرفت میں حیران ہیں ترکیب عبارت یوں ہی کہ اے بےنقش دیا چندیں صور از تو ہم مشبہ وہم موحد خیرہ سر ست باچندیں صور کا مطلب یہ ہے کہ اس قدر مختلف صورتیں تیرا مظہر ہیں اور بےنقش کا مطلب یہ ہے کہ تو فی حد ذاتہ منزہ ہے اور یہاں مشبہ مواحد بالمعنی الشرعی کا مقابل نہیں ہوتا کہ غیر موحد اور کافر مراد ہو بلکہ یہ مشبین بھی موحدین میں ہی ہیں اور توحید سے مراد معنی متعارف نہیں بلکہ تشبیہ کے مقابل یعنی تنزیہ اور ان سب کی تفصیل آگے آتی ہے معلوم کرنا چاہیے کہ مشبہ اس کو

www.besturdubooks.wordpress.com

کہتے ہیں کہ جو خالق کو مخلوق سے مشابہ فی بعض اوصاف بتادے نہ کہ فی الحقیقت اور موحد بمعنی منزہ اس کو کہتے ہیں جو کہ خالق میں بعض اوصاف مشترکہ کا قائل ہو اور اس مفہوم عام کے اعتبار سے مشبہین اور منزہین کے مراتب مختلف ہوں گے سو بعض حکماء نے تو تنزیہ محض کے قائل ہونے میں اتنا غلو کیا ہے کہ کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ صرف ذات ہی ذات ہیں اور ان کے لئے صفات بالکل ثابت نہیں غرض صفات کا ایک دم سے انکار کرتے ہیں حتیٰ کہ علم کا بھی انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ذات کے ساتھ تو کسی اور شے کا نام آنا ہی نہ چاہیے۔ ان کے مقابلہ میں اصطلاحاً وہ لوگ مشبہ ہوں گے جو کہ ذات کے لئے صفات کو ثابت کرتے ہیں اب قائل بالصفات میں وہ لوگ منزہ ہیں جو صفات کو عین ذات مانتے ہیں جیسے جمہور حکما اور وہ لوگ مشبہ ہونگے جو صفات کو زائد علی الذات مانتے ہیں جیسے اہل شرع پھر ان زائد علی الذات ماننے والوں میں وہ منزہ کہلاویں گے جو علم وقدرت کو بالمعنی الحقیقی ثابت کہتے ہیں ہیں مگر ید وساق وقدم وجہ ونزول واستواء وغیرہ ماؤل کہتے ہیں جیسے اکثر علماء خلف اور وہ مشبہ کہلائیں گے جو ان کے بالمعنی الحقیقی قائل ہیں مگر بلا کیف جیسے اکثر سلف مثلاً قرآن شریف میں ید کے معنی منزہ تو یہ لیں گے کہ اس سے مراد قدرت اور استواء علی العرش سے مثلاً مراد استیلاء ہوگا اور مشبہ یہ کہیں گے کہ ید سے مراد ید ہی ہے اور استواء ہی ہے مگر اس کی کیفیت کہ وہ کس طرح ہے ہم کو معلوم نہیں اور اس کو ہم خداوند تعالیٰ ہی کی طرف تفویض کریں گے اور مذہب اول خلف کا ہے اور مذہب ثانی سلف کا اور محدثین کا ہے پھر ان قائلین یہ ید وجہ ونزول واستواء بالمعنی الحقیقی میں بھی دو فرقے ہیں ایک وہ کہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کو ممکن سے صرف تدبیر و تصرف کا تعلق ہے اور کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ منزہ ہیں ان کے مقابلہ میں مشبہ وہ لوگ ہیں جو کہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کو ممکنات کے ساتھ علاوہ تدبیر وتصرف کے ایک اور بھی تعلق باعتبار ذات کے ہے یہ مسلک اکثر صوفیہ کا ہے مگر اس تعلق کو وہ کشفاً اور ذوقاً ہی جانتے ہیں اور اس تعلق کے بیان کرنے کے لئے انہیں الفاظ نہیں ملتے اور اسے دوسروں کو سمجھا نہیں سکتے پس مجبور ہو کر تشبیہات سے سمجھاتے ہیں چنانچہ کبھی دریا وامواج سے تشبیہ دیتے ہیں کبھی ورشید بیز مین سے کبھی ظل اور شخص سے مگر افسوس ساری تعبیریں ناکافی ہیں اور ان کے مافی الضمیر کے اظہار کے لئے ہرگز کافی نہیں ہوتیں جیسا کہ شعر گاہ خورشید الخ کی تقریریں عنین کی مثال دی گئی ہے اب جہال ان تعبیرات وتشبیہات کو جو صرف تقریب فہم کے لئے ہوتی ہیں تشبیہ تام سمجھ گئے اور کفر میں مبتلا ہو گئے لہٰذا خوب سمجھ لو کہ صرف تعبیرات اور تشبیہات ہیں اور مراد تشبیہ من کل الوجوہ نہیں اور ان سب میں عمدہ اور اقرب تشبیہ شمس اور چھت کے مختلف رخنوں کی ہے اگرچہ فی نفسہ یہ بھی بعید ہے مگر بہ نسبت دوسرے تشبیہات کے اقرب ہے اس کو یوں سمجھو کہ ایک چھت میں مختلف سوراخ ہیں کوئی مربع ہے کوئی مثلث ہے الی غیر ذلک اور ان میں سے شمس کی روشنی اور اسکا نور آرہا ہے اور اس سے زمین پر اس نور کی مختلف اشکال پیدا ہو رہی ہیں کہیں وہ دھوپ مربع ہے کہیں مثلث ہے الی غیر ذلک مگر پھر بھی ذات شمس پر اسکا کوئی اثر نہیں اور اس میں اختلاف صور متحقق نہیں ہوتا اور

besturdubooks.wordpress.com

وہ ان سب سے منزہ و مبرا ہے اور اسی مثال کو مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے ایک موقع پر بہت ہی نفیس طریقہ سے بیان فرمایا کہ دیکھو جب سورج نور افگنی کرتا ہے تو اس کا نور ایک گھوڑے پر بھی پڑ رہا ہے اور ایک عطر کے کارخانہ پر بھی مگر نہ اسکی بدبو کا اثر وہاں تک جاتا ہے اور نہ دوسرے کی خوشبو وہاں تک پہنچتی ہے پس اس کو زمین سے تعلق بھی ہے مگر پھر بھی اس کے آثار و خواص سے منزہ ہے اور اس کی صفات و آثار اس تک متعدی نہیں ہوتے پس اسی طرح صوفیہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کو ممکنات کے ساتھ ایک خاص تعلق بھی ہے اور پھر بھی وہ منزہ ہے یعنی وہ تعلق حلول اور اتحاد نہیں اور ایک فرقہ مشبہ کا ان صوفیہ کے مقابل ہے کہ حلول و اتحاد و تجسم وغیرہ کے قائل ہیں جو ضلالت محضہ ہے ان کے مقابلہ میں صوفیہ منزہ ہیں اور اس تقریر سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہو گا کہ تنزیہ محض بھی جیسے بعضے حکماء ضال سمجھے صحیح نہیں اور تشبیہ محض بھی جیسے مجسمہ وغیرہ سمجھے صحیح نہیں مسلک حق جمع بینہما ہے بشرطیکہ اس جمع میں شرائع کا بھی اتباع کیا جائے اور شیخ محی الدین اس جمع کو فرماتے ہیں۔ **فان قلت بالتنزیہ کنت مقید وان قلت بالتشبیہ کنت محددا وان قلت بالامرین کنت مسددا. وکنت اماماً فی المعارف سیداً** الخ اسی جگہ اسی کو مولانا فرماتے ہیں کہ اے ذات حق جن کی یہ شان ہے کہ آپ کو سب کے ساتھ تعلق بھی ہے اور اس تعلق سے اس قدر صور تیں آپ کی مظاہر ہیں مگر ساتھ ہی آپ ان سب سے منزہ بھی ہیں پس اے ایسی ذات آپ سے یعنی آپ کے کنہ کے دریافت کرنے میں تمام عالم خواہ وہ مشبہ ہوں یا منزہ سرگردان ہے یعنی کسی کو آج تک کنہ کا پتہ نہیں چلا کوئی تنزیہ میں خالی ہو گیا۔ مثلاً صفات کی نفی کرنے لگا کوئی تشبیہ میں مفرط ہو گیا کہ تجسم تک کا قائل ہو گیا کوئی متوسط و جامع بین التنزیہ والتشبیہ رہا مگر حقیقت دونوں کی نہ سمجھ سکا نہ یہ معلوم کر سکا کہ تیری ذات کو دوسری اشیاء سے کیا تعلق ہے کوئی کچھ کہنے لگا کوئی کچھ کسی نے تجھے دوسری اشیاء کے ساتھ متحد کر دیا کسی نے دوسری اشیاء کو معدوم کہہ دیا اور تو ان سب سے وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے۔ اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم + وز ہر چہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم + دفتر تمام گشت و بپایان رسید عمر + ما ہم چنان در اول وصف تو ماندہ ایم + آگے اسی حیرانی کو فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

اے بے صورت والے بے چون و بے چگو تیری تو یہ شان ہے کہ بایں ہمہ مظاہر تیرے بارہ میں مشبہ و منزہ ہر دو سرگردان و حیران ہیں اور یا بے نقش صفت اول اور یا چندیں صور صفت ثانی ہو یعنی اے بے صورت والے ذات التعلق مع المظاهر اور کسی کو تیری کنہ معلوم نہیں اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ تشبیہ سے مراد ہی خالق کو مخلوق سے مشابہ بتانا اور تنزیہ کے معنی ہیں خالق کو مشابہت مخلوق سے متعالی بتانا پس مشبہ وہ ہے جو خالق کو مخلوق سے مشابہ بتادے اور منزہ وہ ہے جو خالق کو مشابہت مخلوق سے منزہ و مبرا ٹھہرا دے مشبہیں و منزہین کے درجات

میں تفاوت ہے بعض تو مشبہ کامل ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو مخلوق کی صفات مختصہ کو حق سبحانہ کے لئے ثابت کرتے ہیں جیسے تشکل، تمکن، تحیز، جسمیت وغیرہ وغیرہ بعض منزہ تام ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو حق سبحانہ کو ممکن کی جملہ صفات مختصہ وغیر مختصہ سے عاری ٹھہراتے ہیں حتیٰ کہ علم سے بھی پھر مشبہین کاملین کا آپس میں تعیین تشکل وغیرہ میں اختلاف ہوا۔ کوئی ایک شکل متعین کرتا ہے کوئی دوسری یہاں تک مشبہین و منزہین کاملین یعنی غالین کا بیان تھا اب ان لوگوں کی حالت سنو جو جامع بین التشبیہ والتنزیہ ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو حق سبحانہ کے لئے صفات غیر مختصہ بالممکن تو ثابت کرتے ہیں مگر صفات مختصہ بالممکن کی نفی کرتے ہیں ان کے دو گروہ ہیں ایک وہ جو نفس صفات کی تو نفی کرتے ہیں مگر آثار کو ثابت کرتے ہیں اور ان آثار کا منشاء نفس ذات کو بتاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ خدا علیم ہے مگر بصفت العلم نہیں بلکہ بذاتہ یوں ہی قدیر بھی ہے مگر بصفۃ القدرۃ نہیں بلکہ بذاتہ علیٰ ہذا القیاس مرید بھی ہے مگر بصفۃ الارادہ نہیں بلکہ بذاتہ اور ارادہ کے معنی متعارف نہیں لیتے بلکہ کچھ اور ہی تراشتے ہیں دوسرے وہ جو نفس صفات کو بھی ثابت کرتے ہیں پھر دوسرے گروہ کے دو گروہ ہو گئے ایک وہ جو ان نصوص کی تاویل کرتے ہیں جن میں استوا علی العرش، بطش، ضحک۔ ید۔ وجہ وغیرہ واقع ہیں دوسرے وہ جو تاویل نہیں کرتے مگر اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ ان سے مثل صفات مخلوقین تو یقیناً مراد نہیں لیکن یہ الفاظ اپنے معنی حقیقہ ہی میں مستعمل ہیں رہی یہ بات کہ پھر وہ صفات کیسی ہیں۔ اس کو علم حق سبحانہ کی طرف تفویض کرتے ہیں اور خود کوئی کیفیت متعین نہیں کرتے مسلک اول متکلمین کا ہے اور مسلک ثانی محدثین و سلف صالحین کا۔ آجکل عام طور پر لوگ مسلک متکلمین ہی کے موافق اعتقاد رکھتے ہیں اگر مسلک ثانی احوط و اسلم و اشبہ بالحق ہے تو مسلک اول ابعد عن شبہۃ التجسم پھر دوسرے گروہ کے دو فرقے ہو گئے فرقہ اولیٰ وہ جو کہتا ہے کہ خدا ممکنات سے ذاتاً تباین محض ہے اور اس کو مخلوقات سے صرف اپنی صفات و افعال کے ذریعہ سے تعلق ہے۔ جیسے علم۔ ارادہ، قدرت ترزیق و تخلیق غضب۔ رحمت وغیرہ وغیرہ۔ فرقہ ثانیہ وہ جو کہتے ہیں کہ خدا کو ذاتاً بھی اپنی مخلوقات سے کچھ تعلق ہے اور اس تعلق کو وہ کشفاً اور ذوقاً سمجھتے ہیں مگر کافی الفاظ نہ ملنے کے سبب وہ اس تعلق کو دوسروں کو نہیں سمجھا سکتے وہ اپنے مقصد کو تشبیہات کے پیرایہ میں ظاہر کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لئے اقرب سے اقرب تشبیہات تلاش کرتے ہیں کبھی دریا اور موج کی مثال دیتے ہیں۔ کبھی روح اور جسم کی وغیرہ وغیرہ مگر افسوس کہ ہر تشبیہ ناکافی ہوتی ہے اور پورے مدعا کو ظاہر نہیں کر سکتی لوگ اس کو تشبیہ تام سمجھ کر دھوکہ میں پڑ جاتے ہیں اور ایمان تک کھو بیٹھتے ہیں امثلۂ متعارفہ میں سب سے اقرب گونی نفسہ وہ بھی بعید ہے۔ وللّٰہ المثل الاعلیٰ تشبیہ شمس در رخنہائے سقف ہے دیکھو ایک چھت ہے چند سوراخ ہیں بعض بشکل دائرہ بعض بشکل مثلث بعض مربع وغیرہ وغیرہ مگر شمس کسی سے بشکل دائرہ جلوہ گر ہوتا ہے اور کسی سے بشکل مثلث اور کسی سے بشکل مربع وغیرہ وغیرہ اور یہ تمام سوراخ اس کے مظاہر مختلفہ ہیں مگر آفتاب ان سب

www.besturdubooks.wordpress.com

سے مبائن اور جدا ہیں یہ سب فرقے من وجہ مشبہ اور من وجہ منزہ ہیں کما ہو الظاہر اگلے اشعار بھی اسی مضمون کا تتمہ ہیں۔ فرماتے ہیں گو مشبہ را موحد مے کنی الخ۔

شرح شبّیری

گہ مشبہ را موحد می کنی	گہ موحد را بصورت رہزنی
تو کبھی اہل تشبیہ کو اہل توحید بنا دیتا ہے	کبھی اہل توحید کا صورت کی وجہ سے رہزن ہوتا ہے

گہ مشبہ الخ۔ یعنی کبھی تو مشبہ کو موحد کر دیتا ہے اور کبھی موحد کے لئے صورت سے رہزن ہو جاتا ہے۔
مطلب یہ کہ جب مشبہ کو تشبیہ کے کسی درجہ میں کوئی اشکال پیش آتا ہے تو مضطر ہو کر تنزیہ کو اختیار کرتا ہے اور منزہ ہو جاتا ہے اور کبھی منزہ کو تنزیہ کے کسی درجہ میں ایسا ہی کوئی اعضال پیش آتا ہے تو وہ مشبہ ہو جاتا ہے اور یہاں تو دو شخصوں کا ذکر تھا جن پر یہ مختلف حالتیں ہوتی ہیں کہ کبھی مشبہ پر غلبہ تنزیہ ہوتا ہے اور کبھی منزہ پر غلبہ تشبیہ ہوتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ بعض مرتبہ ایک ہی شخص پر مختلف اوقات میں دونوں کا غلبہ ہوتا ہے لہٰذا فرماتے ہیں

گہ ترا گوید زمستی بوالحسن	یا صغیر السن یا رطب البدن
کبھی مستی میں ابوالحسن تجھے کہتا ہے	اے کم عمر! اے نازک بدن!
گاہ نقش خویش ویراں می کند	از پئے تنزیہ جاناں می کند
کبھی وہ اپنے نقش کو مٹاتا ہے	تنزیہ کے لئے اپنی جان کھوتا ہے

گہ ترا گوید الخ۔ یعنی کبھی تو مستی میں آ کر (غلبہ تشبیہ میں) عارف یوں کہنے لگتا ہے کہ اے کم عمر والے اور اے نرم نرم بدن والے (تو یہاں صفات محدثہ کو قدیم پر محمول کر دیا) اور کبھی اپنی ہستی کو مٹا کر آپ کی تنزیہ کرنے لگتا ہے اور آپ کو سب سے منزہ و مبرا جانتا ہے جس کی وجہ غلبہ تنزیہ ہے کہ اس میں سب صفات و ذوات محدثہ کو مغائر سمجھتا ہے اس لئے سب کو فنا کرتا ہے بخلاف حالت تشبیہ کے اس میں مغایرت کا حکم نہیں ہوتا اس لئے فنا میں کوشش نہیں کرتا۔ ابوالحسن سے مراد عارف ہے یعنی صاحب فعل حسن۔ مولانا کا مطلب یہ ہے کہ کبھی تو یہ احوال الگ الگ دو شخصوں پر طاری ہوتے ہیں اور ایک مشبہ سے منزہ اور دوسرا منزہ سے مشبہ ہو جاتا ہے اور کبھی ایک شخص پر دونوں حالتیں گزرتی ہیں اور وہ کبھی مشبہ ہوتا ہے اور کبھی موحد ہو جاتا ہے مثلاً ایک وقت میں عارف کی نظر تعلقات حق مع الممکن پر ہے اس وقت میں وہ مشبہ ہو جاتا ہے جیسے کہ کسی بچہ کو تیرا مظہر دیکھتا ہے (نہ یہ نظر شہوت کہ وہ مذموم ہے) اور اسکو صغیر السن اور طب البدن پاتا ہے تو مشبہ ہو کر حالت سکر و مستی میں اس کی صفات کو تیری طرف مضاف کرنے لگتا ہے اور کہہ اٹھتا ہے یا غیر السن یا رطب البدن (ویمکن ان تجلی له الحق احیاناً فی مثل هذه الصورة دنیاویه به فی ذلک الوقت ویکون مثل ذلک تجلیاً مثالیاً مخلوقاً

www.besturdubooks.wordpress.com

مظهراً للحق فافهم) اور کبھی اس شخص پر تنزیہ کا غلبہ ہوتا ہے اور یوں سمجھتا ہے کہ وہ ذات تو بالکل منزہ ہے اور اس کو اور ممکنات کو کیا نسبت اس لئے اپنی ہستی کو بھی مٹا دیتا ہے اور کالعدم سمجھ لیتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ اپنے وجود کو وجود سمجھنا بھی ایک قسم کا شرک ہے۔ اس لئے موحد ہو کر بالکل ذات بحت کی طرف توجہ کرتا ہے اور کسی چیز کو اس میں مشارک نہیں سمجھتا غرضیکہ تیری معرفت علی وجہ الکمال کسی کو نہ ہو سکی یہ تقریر حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کی برکت ہے کہ مثنوی حل ہو رہی ہے ورنہ محشی تو قیل وقال ہی میں رہتے ہیں اور مقصود مولانا سے کہیں دور جا پڑتے ہیں۔ وللہ درہ پہلے چونکہ کہا ہے کہ حواس ظاہرہ جو مدرک تلذذات اور ناسوت میں گرفتار ہیں ان کو بیکار کر کے حس روحانی سے کام لینا چاہیے اور بیچ میں ذات خداوندی کو اور اسکی صفات کو بیان کرنے لگے تھے آگے پھر اسی مضمون بالا کی طرف رجوع فرماتے کہ چشم حس راہست مذہب اعتزال الخ۔

شرح حبیبی

یہاں تک ذات بیچوں میں فرقوں کا اختلاف اور ان کا تحیر اور پریشانی دکھلائی تھی اب مختلف اوقات میں ایک شخص کے احوال کا تفاوت اور اس کی پریشانی و سرگردانی ظاہر فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کبھی ایک مشبہ ہوتا ہے مگر تو اس کو منزہ کر دیتا ہے یعنی جب وہ تشبیہ میں غور کرتا ہے تو اس کو تیری شایان شان نہیں پاتا اس لئے رجوع کرتا ہے اور تنزیہ کا قائل ہوتا ہے اس بناء پر تو اپنی اخفاء کنہ حقیقت کے سبب سے سبب بنتا ہے اس کے اس تحول و قلب کا یوں ہی ایک شخص منزہ ہوتا ہے اور یہ محض اس لئے کہ تیری کنہ اس سے مخفی تھی اس لئے اس تغیر کا سبب بھی تو ہی ہوتا ہے کبھی ایک عارف ایک بچہ میں تیرا جلوہ دیکھتا ہے یا اس صورت میں تجلی مثالی اس پر ظاہر ہوتی ہے اور غلبہ شوق و جوش مستی سے تجھے نو عمر اور نرم بدن کہہ کر پکارتا ہے اور کبھی اس پر تیری تنزیہ کا غلبہ ہوتا ہے تو اپنی ہستی کو مغائر ہستی حق دیکھ کر اس کو بھی مٹا دیتا ہے اور صرف ایک تیری ذات کو موجود مانتا ہے اور تو ہی تو ہے کہتا ہے۔ کبھی انا الحق پکارتا ہے اور کبھی مافی جبتی غیر اللہ کا نعرہ لگاتا ہے۔ یہ اختلاف و تشتت آرا تیری کنہ کے معلوم نہ ہونے کے سبب سے ہے پس ظاہر ہوا کہ تو اوہام و بیش از وہام سے بھی بالاتر ہے ہماری اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ موحد کردن اور رہ زدن کی اسناد حق سبحانہ کی طرف مجازی ہے اور یہ اقرب الی الادب ہونے کے سبب اختیار کی گئی ہے اور اس سے اسناد حقیقی بمعنی ایجاد کے امتناع کا شبہ نہ کیا جائے اہل سنت نے دلائل سے اس کو صحیح مانا ہے۔

شرح شبیری

چشم حس راہست مذہب اعتزال	دیدۂ عقل ست سنی در وصال
حس کی آنکھ کا مذہب اعتزال ہے	وصال کے معاملہ میں عقل کی آنکھ سنی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چشم حس الخ۔ یعنی چشم حواس ظاہرہ کا مذہب تو معتزلی ہے اور دیدۂ عقل سنی ہے وصال میں وصال مراد قرب در وصال کے معنی یا تو یہ لئے جائیں کہ وصال اور قرب کی حالت میں وہ سنی ہے اور یا یہ کہا جائے کہ در بمعنی لاجل کے ہے اور یہ مولانا کے کلام میں اکثر ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ دیدۂ عقل سنی ہے بغرض تحصیل قرب اور وصال کے مطلب یہ ہے کہ جس طرح معتزلی اعتقاداً منکر ہوتے ہیں دیدار کے اور انکا یہ عقیدہ یہ ہے کہ دیدار حق نہ ہوگا بخلاف اہل سنت والجماعت کے کہ وہ دیدار حق کے قائل ہیں اسی طرح یہ حواس ظاہرہ کہ متوجہ الی الحق نہیں ہوتے اور اس طرف سے توجہ ہٹا کر اس طرف تلذذ میں اور تنعم میں پڑے ہیں عملاً دیدار کے منکر ہیں اور عملاً ہونے کے یہ معنی کہ عمل ایسا کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیدار کے اور وصال کے قائل نہیں ہیں کیونکہ اگر قائل ہوتے تو اس طرف توجہ کرتے اور کوشش کرتے کہ ہم کو قرب حاصل ہو بخلاف حس عقل کے جو کہ حواس باطنہ ہیں کہ وہ اس کوشش میں ہوتے ہیں کہ کسی طرح قرب ہو۔ پس جب تجھ کو قابلیت اور استعداد اس امر کی ہے کہ سنی ہو سکے اور اسکی کوشش کرے کہ دیدار قرب حق ہو تو بڑے افسوس کی بات ہے کہ تو اس طرف توجہ نہیں کرتا اور اس حواس ظاہرہ کی مدرکات میں پھنسا ہوا ہے تجھ کو چاہیے کہ چشم حق بین کو کھولے اور اس سے کام لے آگے بھی اسی مضمون پر تفریع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

اوپر بیان کیا تھا کہ حس مادی کو جو عالم ناسوت میں گرفتار ہے بیکار کر کے حس مجرد سے کام لینا چاہیے اسی کی طرف پھر عود کرتے ہیں اور فرماتے ہیں چشم حس تو عملاً معتزلی المذہب ہے کہ وہ حق بینی کی کوشش نہیں کرتی تو گویا معتزلہ کی طرح منکر رویت حق ہے اور دیدۂ عقل وحس مجرد حالت قرب میں عملاً سنی المذہب ہے کہ مثبت رویت ہے اور حق بینی کی کوشش کرتی ہے اس صورت میں در بمعنی ظرفیت ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ تعلیل کے لئے ہو جیسا کہ ان کے کلام میں بکثرت ہے یعنی چشم عقل تحصیل قرب اور مشاہدہ محبوب حقیقی کے لئے سنی المذہب اور معتقد رویت ہے تاکہ اس اعتقاد کی بنا پر مشاہدہ و معائنہ محبوب حقیقی میں سعی کرے یا یوں کہو کہ چشم ظاہر تو دنیا میں جمال حقیقی کا مشاہدہ نہیں کر سکتی اور اس لئے وہ منکر رویت ہو کر معتزلہ کے مشابہ ہوگئی۔ رہی چشم باطن سو وہ دنیا میں بھی بصورت قرب حق حاصل ہو جانے کے جمال حق کا مشاہدہ اور اصطلاحیہ کر سکتی ہے اس لئے وہ منکر رویت نہیں اور سنی المذہب سے مشابہ ہے پس ایسی حالت میں تو اس آنکھ کے پیچھے کیوں پڑا ہے جس سے حصول مقصود ناممکن ہے اور اس آنکھ کی بینائی تیز کرنے کی فکر کیوں نہیں کرتا جس سے فوز مرام کی توقع ہے تجھ پر لازم ہے کہ قرب حق حاصل کرے اور چشم حق بین سے جمال حق معائنہ کرے آگے فرماتے ہیں سخرۂ حس اند اہل اعتزال الخ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

سخرۂ حس اند اہل اعتزال	خویش را سنّی نمایند از ضلال
حس کے پابند معتزلی ہیں	غلطی سے اپنے آپ کو سنی ظاہر کرتے ہیں

سخرۂ الخ یعنی جو لوگ حس ظاہر میں مسخر و مقید ہیں وہ اہل اعتزال ہیں اور گمراہی کی وجہ سے اپنے کو سنی بتاتے ہیں یہاں سخرۂ حس مبتدا ہے اور اہل اعتزال خبر ہے یعنی جو لوگ کہ حس ظاہر میں مسخر ہو جاتے ہیں وہ واقع میں عملاً معتزلی ہیں مگر زبان سے اپنے کو سنی کہتے ہیں اور انکا یہ کہنا بالکل گمراہی اور غلطی ہے اس لئے کہ حق بینی کا انکار کر رہے ہیں اگر اس کو مانتے تو جس طرح چشم حس سے کام لیتے ہیں اس طرح وہ چشم باطن سے بھی تو حق بینی کا کام لیتے ہیں ان کا یہ کام نہ لینا دلیل اسکی ہے کہ وہ اس کے منکر ہیں آگے بھی یہی مضمون ہے فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

یعنی حس ظاہری کے مسخر و منقاد اور اسی کی دھن میں لگے رہنے والے گو زبان سے اپنے کو سنی ظاہر کرتے ہیں مگر یہ ان کی گمراہی ہے اور حقیقت سے ناواقفیت وہ در حقیقت معتزلی ہیں کیونکہ چشم عقل کے تو قائل ہی نہیں اگر قائل ہوتے تو جس طرح چشم ظاہر کا خیال رکھتے ہیں اور اس کو ہر قسم کی مضرت سے بچاتے ہیں یوں ہی چشم باطن کی بھی فکر کرتے پس انکا یہ دعویٰ بھی کہ ہم چشم باطن کو مانتے ہیں محض زبانی ہی دعویٰ ہے پس ثابت ہوا کہ وہ چشم باطن کے منکر ہیں اور چشم ظاہر ہر حق بین (عالم دنیا میں) ہے نہیں لہٰذا وہ اس عالم کے اعتبار معتزلی اور منکر رویت ہیں۔

شرح شبّیری

ہر کہ در حسن ماند او معتزلی ست	گرچہ گوید سنیم از جاہلی ست
جو حس میں (پھنسا) رہا وہ معتزلی ہے	اگرچہ وہ کہے "میں سنی ہوں" نادانی ہے

ہر کہ الخ۔ یعنی جو شخص اس حس ظاہر میں رہ گیا وہ فی الحقیقت معتزلی ہے اگرچہ زبان سے کہے کہ میں سنی ہوں اسکا یہ کہنا محض جہالت ہے۔ مطلب یہ کہ جو شخص ان حواس کے ادراکات میں پھنسا ہوا ہے اور ان ہی کے مشتہیات اور مقتضیات پر عمل کرتا ہے وہ در اصل معتزلی اور منکر قرب اور دیدار ہے اگرچہ اپنی زبان سے اپنے کو سنی ہی کہتا ہے مگر حقیقت و عملاً معتزلی ہی ہے اور اپنے اس دعویٰ میں وہ جھوٹا ہے اور اسکا یہ دعویٰ جہالت سے ہے آگے پھر اسی مضمون کو فرماتے ہیں کہ جو ان سے نکل کر ان حواس تک پہنچ گیا وہ اہل تحقیق اور اہل بینش ہو گیا پس فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

یعنی جو شخص ظاہری حس میں پھنس کر رہ گیا وہ معتزلی ہے اگرچہ زبان سے کہتا ہے کہ میں سنی ہوں یہ کہنا اس کا نادانی سے ہے تفصیل اوپر مذکور ہوئی۔

شرح شبّیری

ہر کہ از حس خدا دید آیتے	در بر حق ہست بہر طاعتے
جس نے حس خداوندی کے ذریعہ کوئی نشانی دیکھ لی	وہ اطاعت کیلئے اللہ (تعالیٰ) کی جناب میں ہے

ہرکہ الخ۔ یعنی جو شخص کہ ان حواس ظاہرہ کے مقتضیات سے باہر ہو گیا وہ سنی ہے اور اہل تحقیق اند اہل بینش نے اپنے حواس ظاہرہ کی آنکھ بند کرلی ہے یعنی جس شخص نے عالم ناسوت کی طرف توجہ نہ کی بلکہ عالم غیب کی طرف توجہ کی اور اس چشم حس کو بیکار کر دیا اور اس سے کام نہ لیا اہل تحقیق اور اہل بینش میں سے ہے اور چشم حس کو بیکار کر دینے سے مراد یہ ہے کہ جہاں اس کو بیکار کرنے کی ضرورت ہو ورنہ یہ معنی نہیں کہ اہل تحقیق اپنی آنکھیں بند کئے پھرتے ہیں پھر اسی کو بیان کرتے ہیں کہ جسے حس باطن سے کام لیا وہ فائز المرام ہو گیا لہٰذا فرماتے ہیں

شرح حبیبی

جو حس ظاہری کو چھوڑ دے یعنی اسکو معطل و بیکار کر دے اور عالم ناسوت سے توجہ ہٹا لے سنی فی الحقیقت وہ ہے اس لئے کہ اہل بینش۔ اور معتقد رویت اپنے چشم ظاہری کو بند کر لیا کرتے ہیں الا فی ما اذن اللہ۔ اہل بینش میں اضافت بادنی ملابست ہے مجھے ذوقاً یہ تاویل اچھی معلوم ہوتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اہل بینش سے مراد اہل بصیرت ہوں۔

شرح شبّیری

ہر کہ بیروں شد ز حس سنی ویست	اہل بینش چشم عقل خویش بست
جو شخص حس سے بالاتر ہو گیا وہ سنی ہے	اہل نظر نے اپنی عقل کی آنکھ بند کر لی ہے

ہر کہ از الخ۔ یعنی جس نے حس خداوندی کی ایک جھلک بھی دیکھ لی اور اسکو تھوڑی سی بھی معرفت ہو گئی اس نے حق تعالیٰ کے نزدیک ایک بڑی طاعت پالی حسن کی اضافت خدا کی طرف بادنی ملابست ہے یعنی موصل الی الحق۔ مطلب یہ ہوا کہ جس کو تھوڑی سی معرفت بھی حاصل ہو گئی اس کو تو بہت بڑی نعمت اور طاعت مل گئی جس سے بڑھ کر اور طاعت ہو نہیں سکتی۔ یا یہ کہا جائے کہ چونکہ اس کو قرب اور معرفت حاصل ہے اس لئے اس کی طاعت

www.besturdubooks.wordpress.com

دوسروں کی طاعت سے بہتر ہوگی کہ وہ معرفت کے ساتھ ہوگی آگے فرماتے ہیں کہ ان حواس کو بیکار کرنے اور حواس باطن کو باکار کرنے کی کیا ضرورت ہے کیا یہ حواس مقصود میں کافی نہیں پس فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

حس خدا میں اضافت بادنیٰ ملابست ہے یعنی جس نے حس باطن سے جو جمال حق کا مشاہدہ کرنے والی ہے حق سبحانہ کی کوئی نشانی بھی دیکھ لی تو وہ حق سبحانہ کے نزدیک ایک بہتر عبادت رکھتا ہے جو کہ اس کے یہاں مقبول و پسندیدہ ہے۔

شرح شبّیری

گر بدیدے حس حیواں شاہ را	پس بدیدے گاؤ و خر اللہ را
اگر دوسری حس شاہ کو دیکھ سکتی	تو گاؤ اور خر (بھی) اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیتے

گر بدیدے الخ۔ یعنی اگر یہ حس حیوانی شاہ کو دیکھ لیا کرتی ہے اور اس سے اسکا ادراک ہو جایا کرتا ہے تو پھر تو گاؤ خر بھی کہ ان میں بھی یہ حس حیوانی موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کر لیا کرتے مطلب یہ کہ یہ تو مسلم ہے کہ قرب حق اور وصول الی الحق ضروری ہے اور یہ بات اس حس ظاہری سے حاصل نہیں ہوتی دلیل اسکی یہ ہے کہ اگر یہ حس بھی ادراک حق کا کر سکتی تو حیوانات علاوہ انسان کے جو ہیں وہ بھی اللہ کو دیکھ سکتے اور چشم ظاہری سے ادراک کر لیا کرتے لیکن ایسا نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ یہ حس ادراک حق کے لئے کافی نہیں لہٰذا وہ حس جو اس ادراک کے لئے کافی ہو حاصل کرنا ضروری ہوا اور وہ حس باطن ہی ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا ہے لہٰذا ان حواس کو معطل کر کے انکی تحصیل ضروری ہوئی۔ وھو المطلوب۔ آگے بھی اسی مضمون کا اثبات ہے فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

بھلا تو اتنا تو سمجھ کہ اگر چشم ظاہر تو تمام حیوانات میں مشترک ہے خدا بین ہوتی تو بیل اور گدھے بھی تو خدا کو دیکھتے جب کہ ایسا نہیں معلوم ہوا کہ کوئی اور ہی قوت خدا بین ہے تو تو اسکی درستی کی فکر کیوں نہیں کرتا اس کے پیچھے کیوں پڑا ہے۔

شرح شبّیری

گر نبودے حس دیگر مرترا	جز حس حیوان بیروں از ہوا
اگر دوسری حس تیرے لئے مخصوص نہ ہوتی	حیوانی حس کے علاوہ خواہش نفسانی سے بالاتر
پس بنی آدم مکرم کے بدے	کے بہ حس مشترک محرم شدے
تو بنی آدم مکرم کب ہوتے؟	مشترک حس کی وجہ سے محرم (راز) کب ہوتے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

گر نبودے الخ۔ یعنی اگر حس حیوانی کے علاوہ دوسری حس تجھ میں نہ ہوتی جو کہ ہوا و ہوس کے خارج سے حاصل ہے یعنی ہوا و ہوس سے باہر ہے تو پھر بنی آدم مکرم کیونکر ہوتا کیونکہ حس مشترک فی الحیوان والانسان سے کس طرح محرم راز ہو سکتا تھا۔ یہاں بادی النظر میں یوں معلوم ہوتا ہے کہ مصرعہ کے یہ حس مشترک الخ معطوف بحذف عاطف اپنے ماقبل پر ہے مگر اصل میں یوں نہیں ہے بلکہ وہ الگ مضمون ہے کیونکہ عطف میں تو بمعنی بالکل غلط ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ پھر یہ معنی ہونگے کہ اگر دوسری حس نہ ہوتی تو بنی آدم مکرم نہ ہوتا حالانکہ ہوا اور نیز حس مشترک کی وجہ سے کب محرم راز ہوتا حالانکہ ہوا۔ اور یہ باطل ہی کیونکہ حس حیوانی اور حس مشترک سے محرم راز کہاں ہوا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ دیکھو اگر تمہارے پاس کوئی حس علاوہ اس حس حیوانی کے نہ ہوتی تو پھر تم مکرم کس طرح ہو سکتے تھے اس لئے کہ جیسے تمہارے پاس حس حیوانی تھی اسی طرح ان کے پاس بھی تو تھی حالانکہ تم مکرم ہوئے جیسا کہ ولقد کرمنا بنی آدم سے معلوم ہوتا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ وہ حس جسکی وجہ سے کہ مکرم ہوئے ہیں ضرور قابل تحصیل ہوئی اب مصرعہ ثانیہ میں اسکی دلیل کے طور پر فرماتے ہیں کہ دیکھو تو حس مشترک سے کس طرح مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ وہ تو دونوں میں شریک ہے تو لازم آتا ہے کہ ان کو بھی مشاہدہ ہوا کرے اور ایسا ہے نہیں پس معلوم ہوا کہ مشاہدہ کے لئے کسی دوسری چیز کی ضرورت ہے اور ایک توجیہ مصرعہ کے عکس مشترک الخ کے صحت عطف کی بھی ہو سکتی ہے وھو مذکور فی الشرح الجیبی اور یہاں اور اس طرح شعر سابق پس بدیدے گا ذخر اللہ رامین ویدن وغیرہ سے مراد رویت بالمعنی المتبادر نہیں بلکہ مشاہدہ اصطلاحی یا معائنہ مراد ہے مشاہدہ کہتے ہیں توجہ الی الصفات کو اور معائنہ کہتے ہیں خیالی الذات کو بغیر نفی صفات کے یعنی توجہ ذات کی طرف اس طرح ہو کہ صفات کی طرف اس وقت التفات نہ ہو۔ پس یہاں دیدن سے دونوں مراد ہو سکتے ہیں یہاں ان حواس کا بیکار ہونا بتایا تھا آگے بتاتے ہیں کہ بغیر حواس باطنی کے تنزیہ اور تشبیہ بالمعنین المذکورین فی السابق جس کے جامع اہل حق ہوتے ہیں دونوں باطل ہیں فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

اچھا تو یہ سمجھ کہ اگر سوائے حس حیوانی کے مقتضیات نفسانی سے تعلق نہ رکھنے والی کوئی اور حس تیرے لئے نہ ہوتی تو انسان کو جسکا تو بھی ایک فرد ہے لقد کرمنا کا خلعت کیونکر عطا ہوتا اور انسان صرف ایک حس مشترک کے ذریعہ سے محرم راز ومقرب بارگاہ حق سبحانہ کیونکر بن سکتا تھا اس تقریر پر حل عبارت یوں ہوگی کہ گر نبودے شرط اور پس حرف جزا بنی آدم مکرم کے بدلے۔ جزا اور معطوف علیہ۔ اور کے عکس مشترک محرم شدے جزاء دوم معطوف لیکن تحقیقی جزء ثانی معطوف مقدر ہے جو معلول ہے جزاء ثانی معطوف مذکور فی الکلام کا۔ معلول کو محذوف کر کے علت کو قائم مقام کر دیا اس وقت تقریری عبارت یوں ہوگی اگر انسان کے لئے کوئی اور حس نہ ہوتی تو مکرم کیسے ہوتا اور محرم کیونکر بنتا کیونکہ صرف حس مشترک کے ذریعہ سے محرم کیسے ہو سکتا تھا یعنی صرف حس مشترک کے ذریعہ سے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہی محرم ہونا ناممکن تھا اسکی نظیر ایسی ہے جیسے کسی عہدہ دار کم تنخواہ اور صاحب جائیداد سے کہا جائے کہ اگر تو رشوت نہ لیتا تو صرف تنخواہ سے اتنی بڑی جائیداد کیونکر خرید سکتا تھا اس کی نظیر ایسی ہے جیسے کسی عہدہ دار کم تنخواہ اور صاحب جائیداد نہ خریدتا کیونکہ صرف تنخواہ اس کے لئے کافی نہ تھی اور دوسری نظیر آیت قرآنی ان یسرق فقد سرق اخ لہ من قبل ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ چوری کرے تو کچھ تعجب کی بات نہیں کیونکہ ان کے یہاں تو ہوتی ہی آئی ہے کیونکہ اس سے پہلے اس کے بھائی نے چوری کی ہے فقد حصل الجمع بین التوجیہین والحمد للہ علےٰ ذٰلک۔

شرح شبّیری

ناصور یا مصور گفتنت	باطل آمد بے زصورت رفتنت
تیرا (خدا کو) باصورت یا بے صورت کہنا	بے کار ہے جب تک کہ تو صورت سے نہ گزر جائے

ناصور الخ۔ یعنی تیرا حق کو نامصور کہنا یا مصور کہنا بغیر ترک صورت اور ظاہر کے بالکل باطل ہے مطلب یہ کہ منزہ جب غیر مصور کہے گا اور خود مقید ہوگا صورت کے ساتھ تو یہ بھی باطل ہوگا اور جب مشبہ مصور کہے گا اور وہ بھی خود صورت کا مقید ہوگا تو یہ بھی باطل ہے اور مشبہ کے مصور کہنے کا باطل ہونا تو ظاہر ہے کہ جب وہ مقید بصورت ہے تو مصور سے مراد وہی صورت لے گا جسمیں وہ مقید ہے یعنی جوارح اور اعضاء ممکنات اور حادث کے جسکا باطل ہونا ظاہر ہے ہاں منزہ کے غیر مصور کہنے کا باطل ہونا ذرا دقیق ہے اس کو ذرا سمجھ لو کہ منزہ جس قصد سے غیر مصور کہہ رہا ہے یعنی جس کو وہ صورت سمجھ رہا ہے اسکی نفی وہ تو فی نفسہ صحیح ہے مگر اس سے بلا اس کے قصد کے فی الواقع لازم آتا ہے کہ اسکی نفی معارض ہوگی نصوص کے یعنی جب نامصور کہا تو جو امور مثل ید و وجہ و نزول و استواء و غیرہا نصوص میں وارد ہیں ان کی نفی بھی ہو جاویگی کیونکہ ایسا شخص کہے گا لیس لہ ید۔ ولیس لہ وجہ الی غیر ذلک تو چونکہ اس کے کہنے سے انکار نصوص لازم آتا تھا اس لئے وہ بھی باطل ہوگا خود حدیث میں ہے کہ رایت ربی فی احسن صورۃ یہاں آخر صورت سے کیا مراد ہوگا جو یہاں مراد ہے وہی مصور کہنے میں سمجھ لو پھر منزہ کا مطلقاً غیر مصور کہنا تو صحیح نہ ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ اس حدیث کے معنی تو یہی ہیں کہ فی احسن صورۃ لہ اور یہ مراد نہیں ہے کہ میں اچھی صورت میں تھا اس حالت میں حق تعالیٰ کو دیکھا اس طرح ید و وجہ وغیرہ ہا کی وہ شخص نفی کریگا حالانکہ ثابت بالنصوص ہیں اور مبالغین فی التنزیہ اسمیں مجاز اس لئے لیتے ہیں کہ حقیقت لینے میں ممکن کے ساتھ مماثلت ہو جاویگی لیکن پھر چاہیے کہ علم وغیرہ میں بھی مجاز لیا جائے ورنہ اس طرح علم و قدرت وغیرہ بھی تو صفات ممکنُ سے ہیں حالانکہ وہاں تم خود ہی کہتے ہو کہ علم حقیقۃً حق تعالیٰ کے لئے ثابت ہے مگر اسکی کیفیت ہم کو معلوم نہیں اس طرح اگر یہاں بھی کہہ دو کہ حقیقۃً ید ثابت ہے مگر ہم کو اس کی کیفیت معلوم نہیں تو کیا حرج ہے بعینہٖ ویسی ہی بات ہے اور ان صفات کے اثبات سے حق تعالیٰ کی مماثلت ممکن کے ساتھ لازم نہیں آتی ہاں مشابہت اصطلاحیہ کوئی

محذور نہیں پس حق تعالیٰ کے لئے مِثل بکسر المیم وسکون الثاء ممتنع ہے کہ حقیقت اس کی مشارک فی النوع والحقیقۃ ہے اور مَثَل بفتحتین ممتنع نہیں۔ قال تعالیٰ لیس کمثلہ شیء و قال لہ المثل الاعلیٰ اس طرح مثال قال تعالیٰ مثل نورہ کمشکوٰۃ الآ آیہ اور یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ حق تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں پھر اس پر مصور یا ذی ید وغیرہ کا اطلاق کس طرح درست ہوسکتا ہے کہ یہ اسم منصوص نہیں بات یہ ہے کہ بطور تسمیہ کے تو بلا توقیف اطلاق جائز نہیں لیکن بطور توصیف کے جائز ہے جبکہ وہ وصف ثابت بالدلیل ہو جیسا کہ رایت ربی فی احسن صورۃ کہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ احسن کا اطلاق کیا گیا حالانکہ اسماء خداوندی میں سے نہیں ہے اس طرح مصور کا اطلاق بھی بطور توصیف کے جائز ہوگا پس مقصود مولانا کا اس فرمانے سے یہ ہے کہ جب تک عالم ناسوت سے الگ نہ ہوگے اور اسی میں مقید رہو گے اس وقت تک خواہ مشبہ ہو کہ مصور کہو خواہ منزہ ہو کر نامصور کہو سب باطل اور بے سود ہے اور باطل آمدی ایک اور توجیہ سہل بھی ہے جس کو شرح حبیبی میں اول ذکر کیا ہے آگے بتاتے ہیں کہ مصور یا نامصور کا اطلاق کون کرسکتا ہے فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

اوپر مشاہدہ حق کی ضرورت بتائی تھی اور حس ظاہری کو اس کے لئے ناکافی بتایا تھا اب حصول مشاہدہ کی تدبیر بتاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس مقصد کے حصول کا ذریعہ یہ ہے کہ قید صورت سے آزاد ہو اور عالم ناسوت سے تعلق منقطع کر قیل وقال سے کچھ کام نہیں چلتا عمل کی ضرورت ہے جب تک تو صورت کو نہ چھوڑیگا خواہ تو یہ کہہ کہ خدا مصور اور مجسم ہے خواہ یہ کہہ کہ وہ شکل وصورت سے منزہ ہے دونوں بیکار اور لغو ہیں کہ اس سے وہ وصول الی الحق حاصل نہیں ہوتا جیسا ہونا چاہیے گو ایک عقیدہ صحیحہ نجات کافی الجملہ ذریعہ بن ہی جاتا ہے یا یوں کہو کہ تیرا خدا کو مصور اور نامصور کہنا دونوں باطل ہیں جب تک کہ عالم ناسوت سے تعلق قطع نہ کرے کیونکہ مشتبہین ومنزہین کے قوی ادراکیہ معرفت حق سبحانہ سے قاصر ہیں مشبہ ہونا اس لئے باطل ہے کہ بہت اقرب ہے کہ تو تشبیہ میں اس درجہ تک پہنچ جائے جہاں تک کہ واقع نہیں۔ مثلاً یہ کہ خدا کی صورت ایسی ہے اسکا قد ایسا ہے اسکے سر پر بال ہیں وغیرہ وغیرہ جیسا کہ اہل اہواء قائل ہوئے ہیں اور منزہ ہونا اس لئے باطل ہے کہ مبادا تو تنزیہ کے اس مرتبہ تک پہنچ جائے کہ صفات ثابتہ بالنصوص کی بھی نفی کرنے لگے۔ جیسے ید۔ وجہ۔ استواء علی العرش وغیرہ وغیرہ اس لئے عالم ناسوت سے قطع تعلق کرنا لازم ہے تا کہ ان مہالک سے نجات پائے۔

شرح شبیری

نامصور یا مصور پیش او ست	کو ہمہ مغزست بیروں شد ز پوست
باصورت یا بے صورت تو اس کے سامنے ہے	جو مجسم مغز ہے چھلکے سے بالا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

نامصور الخ۔ یعنی نامصور کہنا یا مصور کہنا اس شخص کے نزدیک صحیح ہوگا کہ جو بالکل مغز ہی مغز ہو چکا ہے اور قشر سے باہر ہو گیا مطلب یہ کہ جو شخص علم تحقیق میں کامل ہو چکا ہے اور عالم ناسوت سے نکل کر دوسرے عالم کی طرف متوجہ ہے اور وہ اسکی حقیقت کو بھی جانتا ہے کہ نامصور سے کیا مراد ہے اور مصور سے کیا مراد ہے تو حقیقۃً تو اس کو سب کہنا روا ہے اور جب تک اس حد کو نہ پہنچے اس وقت تک جائز نہ ہوگا یہاں تک بیان تھا کہ ان حواس ظاہرہ کے اتباع کو ترک کر کے حواس باطنہ کا اتباع اختیار کرو اور اوپر بھی معلوم ہو گیا کہ ان حواس میں بھی استعداد ہے کہ اس طرف متوجہ ہو جائے لہٰذا ان سے باہر ہونے کی تدبیر بتاتے ہیں جس کا حاصل مجاہدہ ہے اور مقصود و تو تدبیر بتانا ہے مگر اس کو توبیخ سے شروع کرتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

خدا مصور ہو یا نامصور جیسا بھی ہے انہیں کے نزدیک ہے اور وہی اس کو جانتے ہیں جو ظاہر کو چھوڑ کر سراپا تحقیق و معرفت بن گئے کیونکہ وہ مشاہدہ کرنیوالے ہیں اور تیرا تو محض ظن و تخمین ہے جو بالکل بے سود ہے۔

شرح شبیری

ورنہ رو کالصبر مفتاح الفرج	گر تو کوری نیست بر اعمیٰ حرج
ورنہ جا "صبر کرنا کشادگی کی کنجی ہے"	اگر تو اندھا ہے تو اندھے پر کوئی گناہ نہیں

گر تو الخ۔ یعنی اگر تو اندھا ہے تب تو تجھ پر لحجوائے لیس علے الاعمٰی کوئی تنگی نہیں اور اگر نہیں ہے تو جا کہ صبر مفتاح ہے کشادگی کی۔ مقصود مولانا کا یہ بتانا ہے کہ جب تم میں استعداد موجود ہے اور پھر بھی تم اس کو کام میں نہیں لاتے تو یہ تو بڑی بدبختی کی بات ہے لیکن اس کو توبیخ کے طور پر شروع کیا ہے کہ کیا اندھا تو نہیں ہے کہ معذور رکھا جاوے۔ چونکہ قرآن میں ہے لیس علے الاعمی حرج یعنی یہ تو نہیں ہے کہ تجھ میں قبول قبولیت کی استعداد ہی نہیں کہ جو عدم جہد کی صورت میں معذور سمجھا جائے بلکہ استعداد تو موجود ہے جیسا اوپر بیان ہوا تو اب جاؤ اور مجاہدات اور ریاضات کرو کہ یہی چیزیں تمہارے لئے انوار الٰہیہ کو اور قرب کو بڑھا دیں گی اور یہ جو پردے عالم ناسوت کے پڑ رہے ہیں ان کو اٹھا دیں گی اسی کو فرماتے ہیں کہ پردہا دیدہ را داروے صبر الخ

شرح حبیبی

اوپر عالم ناسوت سے قطع تعلق اور ترک ظاہر کی ترغیب دی تھی اب اس کا طریقہ بتلاتے ہیں لیکن توبیخ سے ابتدا کرتے ہیں اور فرماتے ہیں اگر تو اندھا اور مسلوب الاستعداد ہے تو ہم کچھ نہیں کہتے کیونکہ اندھے پر کوئی تنگی نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

اور اگر اندھا نہیں اور یقینا نہیں کیونکہ کل مولود یولد علے الفطرۃ۔ تو تجھ کو مجاہدہ کرنا چاہیے اور مخالف نفس سے جو تکالیف و شدائد تجھے پہنچیں سب کو فراخ حوصلگی کے ساتھ برداشت کرنا چاہیے کیونکہ الصبر مفتاح الفرج۔

شرح شبّیری

پردہائے دیدہ را داروئے صبر	ہم بسوزد ہم بسازد شرح صدر
(ظاہری) آنکھ کے پردوں کو داروئے صبر	جلا بھی دیتی ہے اور شرح صدر بھی کر دیتی ہے

پردہائے الخ۔ یعنی آنکھ پر جو پردہ جھلی وغیرہ آ جاتی ہے اس کو دوا لگانا اس پردہ کو بھی جلا دیتا ہے اور شرح صدر بھی کر دیتا ہے اور دیدہ سے مراد حواس لئے ہیں اب کہتے ہیں کہ حواس پر جو ناسوت کے پردے پڑ گئے ہیں اور اس طرف توجہ نہیں ہوتی اس پر دوا اے صبر لگا دو یعنی مجاہدات و ریاضات کرو تا کہ وہ ریاضات ان حجابات کو بھی اٹھا دیں اور شرح صدر بھی کر دیں یعنی قلب کو کدورات سے پاک صاف کر دیں اور اس قابل بنا دیں کہ اس طرف توجہ ہو سکے آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ آئینۂ دل چوں شود صافی و پاک الخ۔

شرح مبیبی

یہاں سے اس صبر اور مجاہدہ کا نفع بیان فرماتے ہیں کہ یہ صبر ایسی مفید چیز ہے کہ چشم باطن کے سامنے کہ تمام حجب ظلمانیہ کو جو حق بینی سے مانع ہیں پھونک دے گی۔ باب سینہ کو انوار الٰہیہ کے داخلہ کے لئے کھول دے گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تیری آنکھ مشاہدہ جمال محبوب سے مسرور ہوگی اور سینہ انوار الٰہیہ سے معمور۔

شرح شبّیری

آئینہ چوں شود صافی و پاک	نقشہا بینی بروں از آب و خاک
دل کا آئینہ جب صاف و پاک ہو جائے گا	تو آب و خاک سے بالاتر نقش دیکھے گا
ہم بہ بینی نقش و ہم نقاش را	فرش دولت را و ہم فراش را
نقش بھی دیکھے گا اور نقاش کو بھی	دولت کے فرش کو اور نیز فرش کرنے والے کو

آئینہ الخ۔ یعنی جب آئینۂ دل کدورتوں اور تعلقات عالم ناسوت سے صاف اور پاک ہو جائے گا تو پھر تم بہت نقوش دیکھو گے جو کہ آب و خاک سے باہر اور علیحدہ ہونگے مطلب یہ کہ جب مجاہدہ کرنے سے تمہارا دل صاف ہو جائے گا تو تم بہت سے نقش یعنی انوار و تجلیات دیکھو گے کہ جو آب و خاک سے باہر ہیں اور اس قدر حکماء کو بھی ماننا پڑا کہ ان قوی مدرکہ معلومہ کے علاوہ ایک اور قوت بھی ہے جس کو قوت قدسیہ کہتے ہیں اور اس کے جوادراکات ہوتے

ہیں وہ ہر شخص کی سمجھ میں نہیں آتے اور کہتے ہیں کہ ہماری رسائی اس قوت قدسیہ تک نہ ہوسکی مگر وہ صرف اس لئے مانتے ہیں کہ خود ان کے اکابرین بعض ایسے ہوئے کہ ان کے علوم ان کے احاطہ سے باہر ہیں تو ان کو صاحب قوت قدسیہ مانا تا کہ جو بات ان کی ان کے سمجھ میں نہ آئی اس کو کہہ دیتے ہیں کہ یہ کام قوت قدسیہ کا ہے اور ہم میں نہیں ہے اس لئے ہم اس کے سمجھنے سے عاجز ہیں اس کا مطلب وہی جانیں مگر افسوس اس گمراہی پر کہ اپنے اکابر کے کلام میں تو ایسے امور ہونیکی وجہ سے قوت قدسیہ کے قائل ہوں اور ان سے معارضہ نہ کریں مگر رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو اور دوسرے حضرات انبیاء کو بزعم خود عقلیات سے معارضہ ہونے پر نہ مانیں اور ان سے معارضہ کریں۔ پس مقصود مولانا کا یہ ہے کہ مجاہدہ کر کے تم اپنے دل کو صاف کرلو پھر دیکھو کس قدر نقوش تم کو دکھلائی دیتے ہیں اور یہ نقوش دو طرح کے ہوتے ہیں ایک تو کونیات دوسرے الٰہیات تو یہ حضرات کونیات کے تو مرتبہ علم وقصد میں بالکل نفی کرتے ہیں یعنی ان کی طرف توجہ کرنے کو شرک فی الطریق سمجھتے ہیں ہاں الٰہیات کی طرف توجہ کرتے ہیں ہمارے حضرت حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ لا کے ساتھ ان انوار ملکوتیہ کی بھی نفی کردو اور بجز اس کے کسی کو مقصود مت سمجھو دوسرے یہ بھی فرماتے تھے حجب نورانیہ اشد ہوتے ہیں حجب ظلمانیہ سے کہ جب تک حجب ظلمانیہ میں رہتا ہے اس وقت اپنے کو محجوب تو سمجھتا ہے اور جب حجب نورانیہ میں پھنس گیا تو اس وقت اس کو شبہ وصول الی الحق کا ہو جاتا ہے اور یا تو یہ خیال کرتا ہے کہ یہ تجلی ذات حق کی ہے اور یا ایسا نہیں سمجھتا اگر ان سے لذت لیتا ہے لہٰذا مدۃ العمر اسی میں رہتا ہے اور مقصود یعنی قرب حق سے محروم رہتا ہے اس لئے کہ سمجھتا ہے کہ مقصود تو حاصل ہو ہی گیا اب آگے کیا ضرورت ہے چنانچہ بعض صوفیہ سالہا سال تک روح کی تجلی کو تجلی ذاتی سمجھتے رہے ہیں ایک مدت کے بعد معلوم ہوا کہ ہم غلطی پر تھے اور اس وقت تک روح کی پرستش میں رہے البتہ اگر اس کی طرف قصد والتفات نہ ہو تو نفس کشف مضر نہیں مگر لازم بھی نہیں چنانچہ بعض کو عمر بھر بھی یہ امور مکشوف نہیں ہوئے بعض کو بڑے بڑے امور مکشوف ہوئے چنانچہ حضرت عبدالکریم صاحب جیلی فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دریا دیکھا کہ جو موجیں مار رہا ہے اور اسکی ایک موج اس قدر بڑی ہوتی ہے کہ جو بعد میں اسماء والارض ہے اس سے دس لاکھ حصہ زیادہ مگر اس کے روکنے تھامنے کو فرشتے کھڑے ہیں کہ اسکی موجیں باہر نہ جاسکیں اگر اسکی ایک موج بھی باہر نکل آوے تو ظاہر ہے کہ آسمان و زمین سب کو غارت کردے لیکن عرش اس سے بڑا ہے اور وہ سب کو محیط ہے۔ جس قدر اشیاء بھی ہیں ان سب کو عرش محیط ہے۔ اب دیکھو کہ وہ کس قدر بڑا ہوگا اور نیز انہوں ہی جنت دوزخ کی پیائش لکھی ہے اور کہتے ہیں کہ ہم وہاں گئے اور ان کی پیائش کی اور یاد پڑتا ہے کہ شیخ محی الدین ابن العربی نے دوزخیوں اور جنتیوں کی تعداد بھی لکھی ہے مگر باوجود اس قدر عظیم الشان علم ہونے کے بھی خود یہ حضرات بھی اسکی طرف متوجہ ہونے سے منع کرتے ہیں البتہ جو کشف کہ نافع ہے وہ الٰہیات کا ہے یعنی الحق کی صفات اور افعال اور معاملات بین الحق والعبد کا وہ کشف جس کو قرب الی الحق میں داخل ہو اول کو علوم مکاشفہ ثانی کو علوم معاملہ کہتے ہیں اور اول غیر لازم ہے اور ثانی حسب استعداد لازم ہے مقصود مولانا کا بھی یہی ہے کہ مجاہدات وریاضات سے قلب کو پاک اور صاف کرلو پھر دیکھو علوم معاملہ میں سے دائما اور علوم مکاشفہ میں سے احیانا

www.besturdubooks.wordpress.com

کیسے کیسے نقوش اور کیا کیا باتیں تم کو معلوم ہوتی ہیں اور انوار الٰہیہ میں سے کس کس کا فیضان تم پر ہوتا ہے آگے اسی کو بتاتے ہیں کہ ہم بہ بینی نقش وہم نقاش راہ + فرش دولت راوہم فراش را۔ یعنی جب قلب کے آئینہ کو صاف کرلوگے تو اسمیں وہ نقش بھی تم کو معلوم ہونگے اور صاحب نقوش کو بھی دیکھوگے اور فرش دولت کو بھی دیکھوگے اور اس کے بچھانے والے کو بھی یعنی جب مجاہدات و ریاضات سے قلب کو کدورات سے پاک کرلوگے اور عالم ناسوت سے اسکا تعلق قطع کردوگے تو پھر انوار الٰہیہ کا بھی مشاہدہ ہوگا اور ذات باری کا بھی معائنہ ہوگا بالمعنی المذ کور سابقا اور فرش دولت سے مراد فرش آرام یعنی وہی کیفیات کہ جن سے سکون و آرام ہوتا ہے اور سچ یہ ہے کہ جو سکون اس وقت حاصل ہوتا ہے وہ شاید مدۃ العمر کسی عیش و آرام میں بھی نہیں ہوتا یہ ایک ذوقی امر ہے ورنہ بتادیتا۔ خیر۔ مراد یہ کہ عالم ناسوت میں جس قدر اشیاء ہیں سب کی نفی کردو بس اس عالم کی طرف توجہ کرو پھر دیکھو کیا کیا مزے آتے ہیں اور کیسے کیسے لطف حاصل ہوتے ہیں۔ یزیدک وجہہ حسنا + اذا ما زدتہ نظرا + اس میں جس قدر زیادتی ہوگی اسی قدر لطف بڑھے گا اب یہاں چونکہ سب غیر اللہ کی نفی کی تعلیم تھی اس لئے یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ پھر شیخ بھی تو غیر اللہ ہے اس کی بھی نفی ہوجانا چاہیے اور مثل اور عالم ناسوت کے اس سے بھی تعلق قطع کرنا ضروری ہوا پھر جا بجا اور بھی شعر رو بجو یار خدائی را تو زود اخ میں اسکا امر کیوں کیا اس کا آگے جواب دیتے ہیں وللہ درہ فرماتے ہیں کہ چون خلیلؑ آمد خیال یار من۔

شرح حبیبی

صبر سے ایک فائدہ یہ ہوگا کہ تیرا آئینہ دل کدورت ماسوائے اللہ سے پاک صاف ہوجائے گا تو تجھے عالم ناسوت سے باہر کی صورتیں بھی دکھلائی دینگی۔ چنانچہ اہل اللہ کو بہت کچھ عجائبات منکشف ہوتے ہیں۔ چنانچہ شیخ عبدالکریم جیلی فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دریا دیکھا جس کی ایک موج ما بین السماء والارض سے دس لاکھ حصہ بڑی ہے اور میں نے دوزخ کے تمام طبقات کی پیائش کی اور شیخ محی الدین ابن عربی پر غالباً تمام اہل دوزخ واہل جنت کی تعداد منکشف ہوئی مگر ان حضرات کی نظر میں یہ مقصود نہیں ہوتے چنانچہ حضرت صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ان سب کو نظر انداز کرنا چاہیے کہ یہ بھی حجاب بلکہ سخت حجاب ہیں لان الحجب النورانیۃ اشد الحجب الظلمانیۃ البتہ علوم معاملہ پر جو اس پر منکشف ہوتے ہیں اور حسب استعداد انکا منکشف ہونا لازم ہے وہ مقصود اور نافع ہیں پس سالک کو چاہیے کہ صرف ذات وصفات حق و معاملات کو مطمح نظر بناوے اور سب کو نظر انداز کردے۔

شرح شبّیری

چوں خلیلؑ آمد خیال یار من	صورتش بت معنی او بت شکن
میرے یار کا خیال خلیل (اللہ) کی طرح ثابت ہوا	اس کا ظاہر بت اور اس کی حقیقت بت شکن ہے

جون الخ۔ یعنی میرے یار (و مرشد) کا خیال حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے مانند ہے کہ اس کا ظاہر تو بت

ہے مگر باطن اسکا بت شکن ہے۔ مطلب یہ کہ شیخ کا خیال ایسا ہے کہ جیسے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام تھے ظاہر میں تو جب کہ کوکب طلوع ہوا۔ یہ فرمایا کہ ھٰذا ربی اور جب وہ چھپ گیا تو کہا کہ میں اس شے کو جو افول کو قبول کرے رب نہیں بناتا پھر جب قمر نے طلوع کیا تو اس کو کہا ھٰذا ربی پھر جب وہ بھی پوشیدہ ہو گیا تو کہنے لگے کہ اگر مجھے اللہ تعالٰی ہدایت نہ کرتے تو ضرور میں بھی قوم گمراہ میں سے ہو جاتا اس کے بعد جب شمس طلوع ہوا تو کہا ہٰذا ربی ہٰذا اکبر یعنی لو بھائی اب اس سے بڑھ کر تو کوئی کوکب نہیں اور تو اپنی صفت نور میں سب سے اعلےٰ ہے اگر اس کو بھی افول ہوا تو پھر بس ان میں سے کوئی بھی لائق الوہیت کے نہ رہے گا چنانچہ جب وہ بھی روپوش ہو گیا تو فرمانے لگے کہ اے قوم میں تمہارے شرک سے بری ہوں چونکہ ان کی قوم کواکب پرست تھی اس لئے انہوں نے معارضہ بھی کواکب ہی سے کیا یہاں بعض مؤرخ لکھتے ہیں کہ چونکہ ابراہیم علیہ السلام بت خانہ میں پلے تھے اور انہوں نے کواکب کو دیکھا نہ تھا اس لئے جب کواکب نے طلوع کیا تو وہ اس کو پہچان نہ سکے اور اس لئے ھٰذا ربی کہہ دیا۔ یہ بالکل غلط ہے اس لئے کہ اگر مان بھی لیں کہ وہ بت خانہ میں پلے تھے تو بھی انبیاء علیہم السلام کے عقول اور ادراکات تو فطرۃً ہی کامل اور اکمل ہوتے ہیں اور اصل فطرت کا تو مقتضٰی ہی یہ ہے کہ وہ غیر خدا کو خدا نہ سمجھے جیسا کہ کل مولود یولد علے الفطرۃ الخ سے معلوم ہوتا ہے تو یہ کہنا اول تو اس طرح باطل اور غلط تھا پھر آگے انی بری مما تشرکون کہنا صاف دلیل ہے کہ وہ اسکا اعتقاد نہ رکھتے تھے اس لئے کہ اگر ان کا یہ اعتقاد ہوتا تو یوں کہتے کہ انی بری مما اشرک پس یہ قول کہ اس ھٰذا ربی کہنے کے وقت ان کا اعتقاد بھی اسی کے مطابق تھا بالکل غلط در غلط ہے بلکہ ھٰذا ربی ظاہر میں تھا اور معنی اس کے یہ ہیں ھٰذا ربی بزعمکم مگر مجازاۃً خصم کے طور پر اس قید کی تصریح نہیں فرمائی تو حضرت خلیل پر یہ بات صادق آئی صورتش بت معنی او بت شکن + پس اس طرح شیخ اگرچہ بظاہر بت ہے اس لئے کہ کل شیء یشغلک عن الحق فھو طاغوتک۔ لیکن اصل میں اور فی الواقع وہ بت شکن ہے کہ بت پندار کو توڑنے کی اور غیر اللہ کو چھوڑنے کی تعلیم کرتا ہے وغیر ذلک پس وہ غیر حق نہ ہوا بالمعنی الذی سیاتی اور اس کی نفی ماسوائے حق کی نفی میں داخل نہ ہوئی۔ یہاں غیر کے معنی سمجھنا ضرور ہے وہ یہ کہ غیر اصطلاح صوفیہ میں کہتے ہیں بے تعلق کو اور یہ محاورہ عام کا ہے کہا کرتے ہیں کہ تم کچھ غیر تھوڑا ہی ہو اور یہ غیر مقابل عین کا نہیں ہے تو اب مراد اس سے کہ وہ غیر حق نہیں ہے۔ یہ ہوا کہ وہ حق سے بے تعلق نہیں ہے بلکہ حق سے اسکو تعلق ہے اور وہ موصل الی الحق ہے پس اس لئے اسکی نفی نہیں ہوتی ایک صاحب نے حضرت مولانا تھانوی دام فیضہم سے دریافت کیا تھا کہ جب لا الٰہ الا اللّٰہ میں لا سے موسوی اللہ کی نفی ہوئی تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بھی نفی ہوگی۔ اس کا جواب حضرتؒ نے یہی دیا کہ ماسوی اللہ ہی نہیں اور غیر حق ہی نہیں اس لئے کہ غیر حق وہ ہے جس کو حق سے تعلق نہ ہو اور ان سے زیادہ کس کو تعلق ہوگا اور یہ اگر محاورہ کے موافق بھی نہ ہوتا تب بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

کہہ سکتے تھے کہ اپنی اصطلاح ہے اس میں کسی کا اجارہ نہیں ہے۔ جو چاہیں اصطلاح مقرر کر لیں اور یہاں بہت سے محشیوں سے ایسی صریح غلطی ہوئی ہے۔ کہ خیال یار سے مراد تصور شیخ کا شغل لے لیا ان بھلے مانسوں سے کوئی پوچھے کہ مولانا رومی کے وقت میں یہ شغل کب تھا یہ تو بعد کے لوگوں نے کچھ مصالح سمجھ کر ایجاد کر لیا ہے دوسرے مثنوی اشغال کی کتاب نہیں ہے یہاں تو خیال سے مراد اسکی صحبت و خدمت و معیت ہے اور خیال سے تعبیر اس لئے کر دیا کہ غالب اوقات میں تو مرشد پاس نہیں رہتا اس کا خیال مع المحبت ہی دل میں رہتا ہے آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ شکر یزدان را کہ چون او شد پدید الخ۔

شرح حبیبی

اوپر مجاہدہ کی ضرورت بتائی تھی مگر وہ بے شیخ کامل کے اکثر بجائے نفع کے نقصان پہنچاتا ہے اس لئے ضرورت شیخ کو بتاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میرے شیخ کے خیال کی مثال ایسی ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام کو ان کی صورت تو بت ہے اور معنی وحقیقت بت شکن اول یہ سمجھنا چاہیے کہ ابراہیم علیہ السلام کی صورت کیونکر بت ہے اور معنی کیونکر بت شکن ہیں سو اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت خلیل کا جب ان کی قوم سے مناظرہ ہوا تو انہوں نے اولاً ایک ستارہ کی بابت یہ الفاظ استعمال کئے هذا ربی. پھر دوسرے ستارہ یعنی قمر کی بابت یہی الفاظ استعمال کئے پھر تیسرے ستارہ شمس کی بابت الفاظ هذا ربی هذا اکبر کہے ان الفاظ کا بت اور شرک ہونا ظاہر ہے۔ لیکن حقیقت دیکھی جاتی ہے تو یہی الفاظ بت شکن بیخ کن شرک ہیں۔ کیونکہ مناظرہ میں اولاً وہ دعویٰ متعین کیا جاتا ہے جسکا اثبات یا ابطال مدنظر ہوتا ہے اور دلائل کی عمارت کی بنا اسی دعویٰ پر ہوتی ہے جب یہ امر ممہد ہو چکا۔ تو اب سمجھو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا هذا ربی. یا هذا ربی هذا اکبر فرمانا۔ اس دعویٰ کی تعیین اور تقرر ہے جس کا باطل کرنا مدنظر ہے اور حقیقت اس قول کی یہ ہے کہ تمہارا دعویٰ جس کو تم مجھ سے منوانا چاہتے ہو یہ ہی ہے کہ هذا ربی۔ اب اس کی حقیقت دیکھ لو کہ یہ دعویٰ کہاں تک صحیح ہے اس کے بعد اسکا ابطال فرمایا ہے تو یہ الفاظ گو بصورت بت اور شرک ہیں مگر فی الحقیقت بت شکنی اور ہدم اساس شرک کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد یہ سمجھو کہ خیال یار کیونکر بصورت بت اور بمعنی بت شکن ہے اسکی حقیقت یہ ہے کہ صوفیہ کرام کی اصطلاح میں بت کہتے ہیں غیر اللہ کو اور خیال یار کا بصورت غیر اللہ ہونا ظاہر ہے اور حقیقت کے لحاظ سے دیکھئے تو غیر اللہ نہیں بلکہ غیر اللہ کو دل سے مٹانے والا ہے لہٰذا بت شکن ہے اور یہ حکم کہ خیال یار غیر اللہ نہیں اس سے یہ سمجھنا کہ عین خدا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے عرف میں غیر اللہ وہ ہے جس سے خدا کے لئے تعلق نہ ہو اور خیال یار سے تعلق محض خدا کے لئے ہے کہ وہ موصل الی اللہ ہے۔ اب تشبیہ ٹھیک ہوگئی وہ شبہ بھی مندفع ہو گیا کہ ان کے دل میں غیر اللہ کیونکر آیا۔ اور ضرورت شیخ بھی ثابت ہوئی کہ ماسوئے اللہ کو دل سے مٹاتا ہے آگے اس بت شکنی کی تفصیل اور تشریح کی طرف اشارہ ہے چنانچہ فرماتے ہیں شکر یزدان را کہ چون او شد پدید الخ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

شکر یزداں را کہ چوں او شد پدید	در خیال او خیال حق رسید
خدا کا شکر ہے کہ وہ جب ظاہر ہوا	اس کے تصور میں اللہ تعالیٰ کا تصور حاصل ہوا
شکر معطی را کہ چوں او در رسید	در خیالش جاں خیال خود بدید
داتا کا شکر ہے کہ جب وہ خیال میں آیا	اس کے خیال میں جان نے اپنا خیال دیکھا

شکر یزداں الخ۔ یعنی خدا کا شکر ہے کہ جب وہ خیال مرشد ظاہر ہوا تو اس کے خیال سے جان نے اپنا خیال دیکھا یعنی اپنی طرف خیال کیا اور اپنے کو پہچانا یہاں سے ایک مضمون شروع ہوتا ہے کہ جو دور جا کر ختم ہوا ہے اور اسکے بیچ میں بہت سے امور متعلقات میں سے بیان کر دیئے گئے ہیں۔ وہ مضمون یہ ہے کہ جب تک انسان کو اپنی معرفت نہیں ہوتی اس وقت تک معرفت حق بھی نہیں ہو سکتی۔ بمصداق من عرف نفسه فقد عرف ربه اس لئے کہ جب انسان نے اپنے معاصی کی طرف نظر کی تو اسکی پردہ پوشی اور حلم کی معرفت ہوئی جب اپنے اندر عجز کو سوچا تو اسکی قدرت اور کبریائی کی طرف نظر گئی علیٰ ہٰذا تو یہ مسئلہ تو معلوم ہوا کہ جب تک اپنے نفس کی معرفت نہیں ہوتی اس وقت تک معرفت حق نصیب نہیں ہوتی لہٰذا یہاں سے اس مسئلہ کی طرف اشارہ کر کے اس کا طریقہ بتاتے ہیں اور اس نعمت کے حصول پر شکر کرتے ہیں کہ خدا کا شکر ہے کہ خیال یار آیا اور اس کے آنے سے یہ نفع ہوا کہ اپنی طرف نظر ہو گئی اور اپنی طرف نظر ہونے سے آئندہ حق تعالیٰ کی طرف نظر ہونے کی استعداد معلوم ہو گئی اس لئے کہ من عرف نفسه فقد عرف ربه۔ اور خیال یار کے آنے سے اپنی طرف نظر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ یہ ایک مسئلہ تجربہ سے ثابت ہے کہ اولیاء اللہ کے قرب سے متنبہ ہوتا ہے اپنے حال پر اس طرح ان کے خیال سے اللہ یاد آتا ہے خواہ بواسطہ معرفت نفس خواہ بلا واسطہ جیسے کہ حدیث میں آیا ہے کہ اذا رؤا ذکر اللّٰه۔ یعنی جب ان پر نظر پڑے تو اللہ یاد آوے پس اس سے معلوم ہو گیا کہ خیال یار کے آنے سے اپنی طرف توجہ ہو گئی جو کہ موصل ہے توجہ الی الحق کی طرف بس اس قرب مرشد سے اتنا پتہ لگا کہ استعداد اور قابلیت ہمارے اندر ہے کہ واصل الی الحق ہو سکیں آگے فرماتے ہیں کہ خاک درگاہت دلم را می فریفت الخ۔

شرح حبیبی

خدا کا شکر ہے کہ جب خیال یار ظاہر ہوا تو اس کے خیال سے میری روح کا نقشہ اس کے سامنے کھنچ گیا اور اس کو اپنی حالت معلوم ہو گئی۔ اول تو اہل اللہ کی خاصیت ہوتی ہے کہ ان کو دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے۔ اذا رؤا ذکر اللہ ان کی شان ہے اور یاد خدا کا ذریعہ ہے معرفت نفس اس لئے اولاً معرفت نفس ہوتی ہے اور یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

معرفت مفضی الی معرفۃ الحق ہو جاتی ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ دوسرے قاعدہ ہے وبضدہا تتبین الاشیاء جب ایک سرتاپا کمال ناقص کے مقابل ہوگا تو اسکا کمال عند فقدان المانع ناقص کے لئے اپنے نقصان کے ادراک کا سبب ہو جائیگا اور یہ ادراک واحساس اس کو تحصیل کمال پر آمادہ کریگا اس سے بھی ضرورت شیخ ثابت ہوگئی جو اصل مقصود تھا جیسا کہ پہلے شعر سے ثابت ہوتی تھی۔

شرح شبّیری

خاک درگاہت دلم را می فریفت	خاک بروے کوز خاکت می شکیفت
تیری درگاہ کی خاک نے میرے دل کو فریفتہ کر دیا	اس پر خاک جس نے تیری خاک سے بے نیازی برتی

خاک درگاہت الخ۔ یعنی تیرے در کی خاک مجھے اپنی طرف جذب کرتی تھی اور کھینچتی تھی (دوسرے مصرعہ میں دعا کے طور پر فرماتے ہیں کہ) خدا کرے اس پر خاک پڑے جو تیری خاک سے صبر کئے بیٹھا ہے یہاں التفات ہے غیبت سے خطاب کی طرف یعنی اس وقت تک تو شیخ کو یار وغیرہ کے لفظ سے تعبیر کرتے رہے اب یہاں اس کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ تیری خاک در میرے دل کو بھاتی ہے اور جذب کرتی ہے اس استعداد کی وجہ سے جو پہلے مصرعہ میں معلوم ہو چکی آگے فرماتے ہیں کہ گفتم از خوبم پذیرد این ازو الخ۔

شرح مبلیبی

اب غیبت سے خطاب کی طرف التفات فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے یار تیری درگاہ کی خاک میرے دل کو فریفتہ کرتی تھی اس پر خاک پڑے جو تیری خاک سے جدا رہ کر صبر کر سکے اور تیری خاک در کا طالب وجویاں نہ ہو پورا شعر جملہ معترضہ ہے۔ پہلا مصرعہ تو غلبہ شوق میں ہے جو خیال یار سے پیدا ہوا اور دوسرا بددعا ہے۔ ان لوگوں کے لئے جن کو خاک در محبوب کی طلب نہ ہو۔ یہاں تک طلب حق کی ترغیب اور اسکے متعلقات کا بیان تھا آگے اس امر کا بیان ہے کہ وصول الی الحق کے لئے جس طرح طلب کی ضرورت ہے یوں ہی حسن ذاتی یعنی قابلیت واستعداد فطری کی بھی ضرورت ہے۔ تاکہ محبوب کی طرف سے جذب ہو سکے جو ملاک وصول ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

شرح شبّیری

گفتم ار خوبم پذیرد این ازو	ورنہ خود خندید بر من زشت رو
میں نے کہا کہ اگر میں اچھا ہوں تو وہ اللہ اس (خوبی) کو اس (دل محبوب) سے قبول کرے گا	ورنہ مجھ بدصورت پر ہنس دے گا

گفتم الخ۔ یعنی میں نے اپنے سے کہا کہ اگر میں خوب ہوں تب تو حق سبحانہ تعالیٰ اس استعداد کو اس سے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی دل سے قبول فرمالے گا اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر خود ابلیس بھی مجھ پر ہنسے گا پذیرد کی ضمیر حق سبحان تعالیٰ کی طرف ہے اور این کا اشارہ استعداد کی طرف اور راز دو سے مراد قلب ہے جو کہ شعر سابق میں مذکر ہے کہ رح خاک درگاہ ہت دلم را ے فریفت + توازد کا حاصل از من ہوا کیونکہ قلب وذی قلب کے احکام میں تلازم ہے مطلب یہ کہ اگر میں خوب ہوں اور اچھا ہوں تب تو مجھے امید ہے کہ میں درجہ قبولیت کو پہنچ جاؤں گا اور قبول کرلیا جاؤں گا لہٰذا حاصل یہ ہوا کہ میری جو یہ فریفتگی ہے اور مجھ کو جو تجھ پر فریفتگی اور تیری طرف کشش ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجھ میں قابلیت موجود ہے ورنہ یہ کشش کیوں ہوتی اس کے بعد اب امتحان کے طور پر دیکھنا صرف اس قدر ہے کہ آیا یہ قابلیت اصلیہ ہے یا عارضی ہے اور دوسرے مصرعہ میں ابلیس کے ہنسنے سے یہ مراد ہے کہ جب ہم اس کے لائق نہ ہونگے تو وہ ہنسے گا کہ دیکھئے آپ لائق بن کر تشریف لے چلے ہیں اور یہ مضمون اس طرح دور تک چلا گیا ہے انتظام اس مضمون کا آگے جا کر ہوا ہے۔ اب اسی امتحان کو فرماتے ہیں کہ چارہ آن باشد کہ خود را بنگریم الخ۔

شرح حبیبی

میں سوچتا ہوں کہ میرے دل میں طلب تو ہے لیکن معلوم نہیں کہ مجھ میں وہ خوبی بھی ہے یا نہیں جس کی بنا پر ادھر سے جذب ہو سکے یعنی استعداد فطری چونکہ مجھے معلوم نہیں۔ اس لئے کہتا ہوں کہ اگر مجھ میں خوبی موجود ہے تو میرے دل کی یہ خواہش اور تمنائے وصول مقبول یار ہوگی اور میں فائز المرام اور کامیاب ہونگا ورنہ بباعث محرومی زشت روبلیس مجھ پر ہنسے گا۔ یا یوں کہو کہ مجھ زشت رو پر محبوب تحقیراً ہنسے گا کہ دیکھو یہ کیا کر رہا ہے کہ اس میں قابلیت تو ہے نہیں اور ہم تک وصول چاہتا ہے واللہ اعلم۔

شرح شبیری

چارہ آں باشد کہ خود را بنگریم	درخور آنیم و یا نادر خوریم
تدبیر یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو دیکھیں	ہم اس کے لائق ہیں یا نالائق ہیں

چارہ آن الخ۔ یعنی اب علاج یہ ہے کہ ہم اپنے کو دیکھیں کہ آیا ہم اس کے لائق ہیں یا نہیں۔ نادر خوریم یعنی غیر لائقیم + مطلب یہ ہوا کہ اب اسکی تدبیر کہ ہماری قابلیت اصلیہ ہے یا عارضی ہے یہ ہے کہ ہم خود اپنے اندر خیال کریں اور سوچیں کہ قابلیت کیسی ہے آگے کہتے ہیں کہ اس کے معلوم کرنے کی ضرورت کیوں ہے پس فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

جبکہ وصول کے لئے قابلیت کی ضرورت ہے تو طلب کیلئے یہ دیکھنا لینا چاہیے کہ ہم محبوب کے قابل بھی ہیں یا نہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

او جمیل ست و یحب للجمال	کے جوان نوگزیند پیرہ زال
وہ حسین ہے اور حسن کو پسند کرتا ہے	بوڑھی عورت کو نوجوان کب قبول کرتا ہے؟

او جمیل ست الخ۔ یعنی وہ جمیل ہے اس لئے جمیل ہی کو محبوب رکھتا ہے اور دیکھو نہ کہ جوان آدمی کسی بڑھیا کو کیوں قبول کرنے لگا پس وہ جمیل ہو کر بری چیز کو کیوں قبول کرنے لگا ہے اور دیکھو طیبات کس کے لئے ہوتی ہیں طیبین کے لئے اور خوب تو خوبی ہی کو جذب کیا کرتا ہے۔ نہ کہ زشتی کو۔ مطلب یہ کہ اس دیکھنے کی کہ آیا ہم اس کے لائق ہیں یا نہیں اور خوب ہیں یا نہیں اس لئے ضرورت ہے کہ وہ جمیل ہے پھر وہ ہمیں اگر ہم خوب نہ ہوں گے کیوں قبول کریگا جس طرح کہ دیکھو ایسی مثال ہے کہ کوئی جوان بڑھیا بیوی کو کیوں قبول کرے گا اور طیبات تو طیبین ہی کے لئے ہوا کرتی ہیں اور خوبی کو اچھا ہی کشش کریگا پس اگر ہم برے ہوں گے تو ہم کو وہ قبول نہ کریگا اس لئے اس کی معلوم کرنے کی ضرورت ہوئی کہ ہم اس کے لائق بھی ہیں اور یہ امتحان محض زیارت بصیرت کے لئے ہے ورنہ طلب خود دلیل استعداد قریب کی ہے جسکا اضلال مقصود ہوتا ہے اس کو طلب ہی نہیں عطا ہوتی والذین جاھدو افینا لنھدینھم سبلنا۔

شرح مبیبی

اس دیکھنے کی اس لئے ضرورت ہے کہ محبوب خود جمیل و مجمع خوبہائے اور بحکم الجنس الی الجنس یمیل وہ جمیل ہی کو پسند کرتا ہے پس اگر تو جمیل نہیں تو مقبول ہو نہیں سکتا۔ پس سعی لاحاصل ہے اور اگر جمیل ہے تو کامیاب ہو گا۔ دوسرے مصرع میں پہلے مصرع کی تمثیل ہے کہ دیکھو ایک نوجوان بڑھیا کی طرف کیسے رغبت کرے گا۔ ایسے ہی محبوب جمیل بھی بھیج کر قبول نہیں کرتا۔

طیبات از بہر کہ للطیبین	خوب خوبی را کند جذب ایں یقیں
پاکیزہ عورتیں کس کے لئے ہیں؟ پاک مردوں کے لئے	اچھا اچھائی کو جذب کرتا ہے یہ یقینی بات ہے

بات یہ ہے کہ اچھوں کے لئے اچھی ہی ہونی چاہئیں اور یہ بات یقینی ہے کہ اچھا اچھی ہی کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ مصرع اول میں اقتباس ہے۔ یہ قرآنی الطیبات للطیبین والطیبون للطیبات ہے۔

خوب خوبی را کند جذب ایں بداں	طیبات و طیبین بروے بخواں
اچھا اچھائی کو جذب کرتا ہے سمجھ لے	طیبات اور طیبین اس پر پڑھ دے

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

چونکہ اوپر بیان کیا تھا کہ او جمیل ست الخ۔ آگے اسی کو متفرق مثالوں سے ثابت کرتے ہیں کہ دیکھو ہر شے اپنے ہم جنس کی طرف کھینچا کرتی ہے۔ اسی وجہ سے مجھے امتحان کی ضرورت ہوئی کہ یہ جذب اصلی ہے یا عارضی پس فرماتے ہیں کہ

در ہر آں چیزے کہ تو ناظر شوی	می کند با جنس سیر اے معنوی
تو جس چیز کو بھی دیکھے گا	اے معنی شناس! وہ اپنی ہم جنس کے ساتھ چلتی ہے

در ہر آں الخ۔ یعنی جس چیز کو دیکھو اپنے ہم جنس کی طرف جاتی ہے اور اسی کی طرف میلان کرتی ہے۔ اے معنوی یعنی اے طالب معنی و حقیقت۔

در جہاں ہر چیز چیزے جذب کرد	گرم گرمی را کشید و سرد سرد
دنیا میں ہر ایک چیز نے ایک چیز کو جذب کیا ہے	گرم نے گرمی کو کھینچا اور سرد نے سردی کو

در جہاں الخ۔ یعنی جہان میں ہر چیز دوسری کو جو اس کے مناسب ہوتی ہے جذب کرتی ہے دیکھو گرم گرمی کو کھینچتا ہے اور سرد سرد کو۔

قسم باطل باطلاں را می کشند	باقیاں از باقیاں ہم سرخوشند
باطل قسم باطلوں کو کھینچتی ہے	باقی رہنے والے باقی رہنے والوں سے خوش ہیں

قسم باطل الخ۔ یعنی فریق باطل باطلوں کو کھینچتا ہے اور جذب کرتا ہے اور باقی لوگوں کو بغیر غیر باطل کو اہل رشد اور اہل ہدایت کشش کرتے ہیں یعنی جب باطلوں کو باطل نے اپنی طرف کھینچ لیا تو لاجرم باقی لوگ اہل رشد ہی رہ جائیں گے وہ اپنے ہم جنس کی طرف کھینچیں گے۔

ناریاں مر ناریاں را جاذب اند	نوریاں مر نوریاں را طالب اند
جہنمی جہنمیوں کو کھینچنے والے ہیں	نوری نوریوں کے طالب ہیں

ناریان الخ۔ یعنی ناری لوگ تو ناریوں اپنے ہم جنس کو جذب کرتے ہیں اور نوری نوریوں کے طالب ہیں۔ ناری سے مراد کفار یا جنات۔ اور نوری سے مراد اہل ایمان یا ملائکہ مطلب وہی کہ ہر شخص اپنے جیسے کا طالب ہے۔

صاف را ہم صافیاں راغب شوند	درد را ہم تیرگاں جاذب بوند
صاف لوگ صاف کی طرف راغب ہوتے ہیں	بدباطن تلچھٹ کو حاصل کرتے ہیں

صاف را۔ الخ یعنی جو صاف ہیں وہ صاف کے طالب ہیں اور وہ مکدر ہیں وہ تلچھٹ کے جاذب ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

زنگ را ہم زنگیاں باشند یار	روم را بارود میاں افتاد کار
حبشی کے حبشی دوست ہوتے ہیں	رومی کا رومیوں سے واسطہ ہے

زنگ را۔ الخ۔ یعنی زنگی لوگ زنگیوں کے یار ہوتے ہیں اور رومی رومیوں کے۔ یہاں تک کی مثالیں ہم جنس کے جذب کرنے کی دیکر آگے اس پر بطور تفریع کے فرماتے ہیں کہ

چشم چوں بستی ترا جاں کند نیست	چشم را از نور روزن صبر نیست
تو نے جب آنکھ بند کی تجھے بیقراری ہے	آنکھ روزن کے نور سے صبر نہیں کر سکتی ہے

چشم الخ۔ یعنی جب تو آنکھ بند کر لے تو تجھے ایک قسم کی گھبراہٹ ہوتی ہے اس لئے کہ نور چشم نور روزن سے کب صبر کر سکتا ہے۔ تاسہ بمعنی گھبراہٹ نور روزن سے مراد نور شمس اس لئے کہ اہل تمدن پر جو کہ مساکن میں رہتے ہیں وہ اکثر دروازوں وغیرہ سے یا روشندانوں سے ہی ظاہر ہوتا ہے۔

چشم چوں بستی ترا تاسہ گرفت	نور چشم از نور روزن می شگفت
جب تو نے آنکھ بند کی تجھے گھبراہٹ نے پکڑا	آنکھ کا نور روزن کے نور سے کھلتا ہے

شگفت: مخفف شکفیت۔ صبر کرنا۔ مطلب یہ کہ دیکھو کہ جب تم آنکھ بند کر لیتے ہو تو کیسی گھبراہٹ ہوتی ہے اور یہ کیوں ہوتی ہے اس لئے کہ نور چشم نور آفتاب سے بسبب دونوں کے مجانس ہونے کے کس طرح صبر کر سکتا ہے اور یہ مسئلہ طبی بھی ہے کہ جہاں نور شمس ہو وہاں اگر آنکھ بند کر لو تو دل گھبراتا ہے اور آنکھ کھول دینے کو دل چاہتا ہے اور اسی لئے تجربہ ہے کہ اگر چاندنی میں سونا چاہو تو نیند نہیں آتی اور اگر اندھیرا کر لو تو بہت جلد نیند آتی ہے اس لئے کہ روح نورانی ہے اگر باہر نور ہوتا ہے تو وہ باہر کی طرف متوجہ رہنا چاہتی ہے اور اگر اس کو اس سے روکو تو وہ گھٹتی ہے اور جب اس نور ظاہری کو بند کر دو تو وہ باہر کی ظلمت سے گھبرا کر اندر کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ پس نیند آجاتی ہے لہٰذا یہاں سے بھی معلوم ہوا کہ ہر شے اپنے ہم جنس کی طرف متوجہ رہتی ہے آگے خود فرماتے ہیں کہ

تاسۂ تو جذب نور چشم بود	تا بہ پیوند د بہ نور روز زود
تیری بے قراری آنکھ کے نور کا جذبہ تھی	تاکہ جلد دن کی روشنی سے وابستہ ہو جائے

تاسۂ الخ۔ یعنی تمہاری یہ گھبراہٹ اس لئے تھی کہ نور چشم نور روز کو جذب کر رہی تھی اور چاہتی تھی کہ نور روز سے جلدی سے مل جائے لہٰذا گھبراتی ہے لیکن چونکہ بعض مرتبہ باوجود آنکھوں کے کھلا ہونے کے بھی گھبراہٹ ہوتی ہے اور خود بخود دل گھبرایا کرتا ہے آگے اس لئے اس کی وجہ بھی بتلاتے ہیں مع ایک فائدہ سلوکیہ کے کہ چشم باز ار تا سر گیرد مر ترا الخ۔

شرح حبیبی

اوپر بیان کیا تھا کہ جذب مطلوب کیلئے ضرورت ہے طالب کے حسن معنوی اور قابلیت ذاتی کی اور اسکی وجہ بیان کی

www.besturdubooks.wordpress.com

تھی کہ الجنس الی الجنس یمیل۔ اسی کو مولانا مختلف تمثیلات کے ذریعہ سے ذہن نشین کرنا چاہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ۔
یعنی تو جس چیز کو دیکھے گا یہی پائے گا کہ اپنے جنس کے ساتھ چلتی ہے اور اسی کی طرف مائل ہے عالم میں ہر چیز نے اپنی مجانس ایک چیز کو جذب کر رکھا ہے۔ گرم ہے تو اس نے گرم کو کھینچ رکھا ہے اور سرد ہے تو سرد کو۔ باطل باطلوں کو کھینچتا ہے اور اہل رشد باقیوں کو کھینچتے ہیں۔ ناری ناریوں کو کھینچتے ہیں اور نوری نوریوں کو (یا تو ناری سے مراد وہ ہیں جن کی ترکیب میں نار کو دخل ہے اور نوری سے مراد ملائکہ وغیرہ ہیں۔ یا ناری سے مراد کفار وضلال ہیں اور نوری سے مراد مہتدون) صاف لوگ صاف کے طالب ہیں اور مکدر و محبوس عالم ناسوت ظلمت کو کھینچتے ہیں زنگی زنگ کے یار ہیں اور رومیوں کو روم سے کام ہے جب تو آنکھ بند کر لیتا ہے تو مجھے پریشانی لاحق ہوتی ہے کیونکہ نور بصر بدوں نور آفتاب کے کب صبر کر سکتا ہے (تو جانتا ہے کہ تیری آنکھ بند کرنے سے باوجود یہ کہ بظاہر کوئی سبب پریشانی نہیں پریشانی کیوں ہوتی ہے) اسکا سبب وہی مجانست اور نور بصر کا نور آفتاب کی طرف انجذاب ہے کہ نور بصر نور آفتاب سے بوجہ مجانست کے حتی الامکان جلد ملنا چاہتا ہے اور پردہ چشم بیچ میں حائل ہو کر موجب ساجدت ہو گیا ہے۔ یہ راز ہے اس پریشانی کا (چونکہ ایک نور دوسرے نور کو طرف کھینچتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ اندھیرے میں نیند جلد آتی ہے۔ بہ نسبت روشنی کو کیونکہ روح ایک جوہر نورانی ہے اس لئے جب روشنی دیکھتی ہے تو اسکی طرف متوجہ ہوتی ہے اور نیند نہیں آتی اور جب اندھیرا دیکھتی ہے تو گھبرا کر باطن کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور نیند جلد آ جاتی ہے) آگے مولانا اسی سلسلہ میں نصیحت فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں چشم بازار تاسہ گیرد مرترا

شرح شبیری

چشم باز ار تاسہ گیرد مر ترا	دانکہ چشم دل بہ بستی بر کشا
کھلی ہوئی آنکھ اگر تجھے بے قرار کرے	سمجھ لے کہ تونے دل کی آنکھ بند کی ہے کھول لے

چشم باز ار الخ۔ یعنی اگر باوجود اس چشم ظاہر کے کھلا ہونے کے بھی تجھے گھبراہٹ اور تنگی ہو تو سمجھ لے کہ یہ تنگی چشم دل کے بند ہونے کی وجہ سے ہے لہٰذا اس کو کھول دے جب کام چلے گا۔

آں تقاضائے دو چشم دل شناس	کو ہمی جوید ضیائے بیقیاس
سمجھ لے یہ دل کی دونوں آنکھوں کا تقاضہ تھا	کیونکہ وہ بے اندازہ روشنی چاہتی ہیں

این تقاضائے الخ۔ یعنی اس گھبراہٹ کو دل کی دونوں آنکھوں کا تقاضا سمجھ کہ وہ بھی اس روشنی کی تلاش میں ہے جو کہ بے حد اور بے قیاس ہے مطلب یہ کہ جب آنکھ کھولے ہونے پر بھی تم کو گھبراہٹ ہو تو سمجھ لو کہ یہ گھبراہٹ اس لئے ہے کہ دل کی دونوں آنکھیں اپنے ہم جنس یعنی نور بے حد بے قیاس کی یعنی انوار الٰہیہ کی جویاں و متلاشی ہیں اور دو چشم دل کہنا یا تو دو چشم ظاہر کی مناسبت سے ہے اور یا یہ مراد ہے کہ ایک چشم میں نور کم ہوتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے اور دو چشم میں زیادہ پس مراد نور کامل ہوگا اور کامل ہونا نور قلب کا ظاہر ہے اسی لئے وہ نور بے قیاس اور کامل ہی کی تلاش بھی کرتا ہے آگے پھر اسی پر تفریع فرماتے ہیں کہ

چوں فراق آں دو نور بے ثبات	تا سہ آوردت کشادی چشمہات
جبکہ دو ناپائیدار نوروں کی جدائی نے	تجھے بے قرار کر دیا تو نے اپنی آنکھیں کھول دیں

چون الخ۔ یعنی جب بے ثبات اور فانی نوروں کے کہ ایک نور چشم ہے اور دوسرا نور آفتاب ان کی باہمی جدائی اور علیحدگی سے تم کو گھبراہٹ پیدا ہوئی اور اسکا تم نے یہ علاج کیا کہ اپنی آنکھوں کھول دیں تو جب پائیدار اور باقی انوار میں کہ ایک نور قلب ہے دوسرا نور بے قیاس علیحدگی ہوگی تو وہ کس طرح گھبراہٹ اور پریشانی پیدا نہ کرے گی پس تجھ کو چاہیے کہ اس کا پاس رکھے اور اس کا بھی علاج کرے اور اس کا علاج بھی یہی ہے جو کہ چشم ظاہر کی گھبراہٹ کے وقت تو نے کیا ہے یعنی چشم دل کو بھی کھول اور اس نور پائیدار یعنی انوار الہیہ کے ساتھ مقرون کردے جیسا کہ ع وانکہ چشم دل بہ بستے برکشا + میں بتلا چکے ہیں اب یہاں تک تو یہ بیان کیا کہ جن دو چیزوں میں مناسبت ہوتی ہے اور جو دو چیزیں آپس میں ہم جنس ہوتی ہیں وہ آپس میں ایک دوسرے کو کشش کیا کرتی ہیں پس مرشد کے جذب سے مجھے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مجھ میں قبولیت کی صلاحیت اور استعداد ہے لیکن یہ دیکھنا باقی ہے کہ آیا یہ استعداد اصلی ہے یا عارضی۔ پس فرماتے ہیں کہ او چوں خواند مرا من بنگرم الخ۔

چوں فراق آں دو نور پائدار	تا سہ چوں آرد مرآں را پاس دار
تو دو پائیدار نوروں کی جدائی	کیسی بے قرار پیدا کرے گی؟ اس کا خیال رکھ

شرح حبیبی

یعنی اگر ایسی حالت میں کہ تیری آنکھیں بھی کھلی ہوئی ہوں (اور کوئی اور سبب ظاہر بھی پریشانی کا موجب نہ ہو) اور تجھے الجھن ہو۔ تو سمجھ لے کہ تو نے اپنی چشم باطن کو بند کرلیا ہے یہ الجھن اس کے سبب سے ہے پس تو چشم باطن کو کھول تا کہ اس پریشانی سے نجات پاوے اور تو اس کو چشم باطن کا یہ تقاضا سمجھ کہ ان کو نور خارج از وہم وقیاس کی ضرورت ہے کہ جب ان دو ناپائیدار نوروں یعنی نور چشم ونور آفتاب کی مباعدت اور سفارقت الجھن پیدا کرتی ہے تو تو گھبرا کر آنکھیں کھول دیتا ہے پس جب ان دو پائدار نور یعنی نور باطن ونور عالم غیب کی مفارقت الجھن پیدا کرے تو اس وقت اسکا بھی تو لحاظ رکھ اولاً اپنی تشویش دکھلائی تھی پھر اس کا سبب بتلایا۔ اس کے بعد جملہ معترضہ کے طور پر کچھ نصیحت فرمائی۔ اب مضمون سابق کی طرف عود کر کے فرماتے ہیں او چوں خواند مرا من بنگرم الخ۔

شرح شبیری

او چو می خواند مرا من بنگرم	لائق جذبم و یا بد پیکرم
وہ جب مجھے بلاتا ہے میں غور کرتا ہوں	میں کشش کے قابل ہوں یا بدصورت ہوں

او چو می خواند الخ۔ یعنی جب وہ مجھے بلاتا ہے تو اب میں دیکھتا ہوں کہ آیا میں اس کے لائق ہوں یا بدشکل و نالائق ہوں مطلب یہ کہ جب ادھر سے کشش ہے تو مجھے اپنے اندر یہ دیکھنا ہے کہ یہ استعداد اصلی ہے یا یوں ہی کسی عارض کی وجہ سے یہ کشش ہے اور اس دیکھنے کی اس لئے ضرورت ہے۔

گر لطیفے زشت را در پے کند	تسخرے باشد کہ او بروے کند
اگر کوئی خوبصورت، بدصورت کا پیچھا کرے	یہ ایک مذاق ہوتا ہے جو وہ اس سے کرتا ہے

گر لطیفے الخ۔ یعنی اگر کوئی خوبصورت آدمی کسی بدصورت کے پیچھے پھرنے لگے تو یہ ایک مسخرہ پن ہوگا جو کہ وہ حسین اس زشت رو سے کرتا ہے مطلب یہ کہ اگر مجھ میں استعداد اصلی نہ ہوگی تو مرشد کا جذب ایسا ہی ہوگا جیسا کہ اس حسین کا اس زشت رو پر عاشق ہونا پہلے چونکہ اوپر کہا ہے۔ چارہ آں باشد کہ خود را بنگریم الخ۔ یعنی اب علاج کہ ہم اپنے کو دیکھیں آگے اسی مضمون کی طرف عود ہے فرماتے ہیں۔

کے بہ بینم روئے خود را اے عجب	تا چہ رنگم ہمچو روزم یا چو شب
تعجب ہے میں اپنا چہرہ کب دیکھتا ہوں؟	جو یہ کہوں کہ میں کس رنگ کا ہوں میں دن کی طرح ہوں یا رات کی مانند

کہ بینم الخ۔ یعنی کہ علاج یہی ہے کہ اب میں اپنی حالت اور اپنے نقش کو دیکھوں کہ میری حالت دن کی طرح ہے یا رات کی طرح مطلب یہ کہ جب علاج یہی ٹھہرا کہ میں اپنی حالت کو دیکھوں تو اب میں نے دیکھنا چاہا کہ آیا میری استعداد صالح ہے یا فاسد ف: یہاں یہ بھی معلوم کرلو کہ انسان خواہ کسی قدر معاصی کرے اور خواہ کتنا ہی حق سے دور ہے مگر اس کی استعداد بالکلیہ زائل نہیں ہوتی حتیٰ کہ حالت کفر میں بھی استعداد زائل نہیں ہوتی ہاں اس قدر محجوب ہو جاتی ہے کہ کالعدم ہو جاتی ہے اور اس کا کوئی اثر ظاہر میں نہیں رہتا۔ اور دیکھو تو اگر بالکل معدوم ہو جایا کرتی تو پھر انسان قبول حق کا مکلف ہی کیوں رہتا اور یہ عذاب و ثواب ہی کیوں ہوتا یہ سب اسی لئے ہے کہ باوجود استعداد ہونے کے اس کو اپنے معاصی اور نافرمانیوں سے اس درجہ کو پہنچا دیا ہے کہ کالعدم ہوگئی خوب سمجھ لو۔ آگے فرماتے ہیں کہ

نقش جان خویش می جستم بسے	ہیچ می نمود نقشم از کسے
میں نے اپنی جان کا نقش بہت تلاش کیا	(لیکن) میرا نقش کسی سے رونما نہ ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

نقش جان الخ۔ یعنی اپنی حالت کو میں نے بہت تلاش کیا مگر کسی شخص کے ذریعہ سے اپنی حالت مجھ کو نظر نہ آئی مطلب یہ کہ میں نے اپنی حالت کو معلوم کرنا چاہا مگر کسی کے ذریعہ سے میں معلوم نہ کرسکا یہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ حالت معلوم ہونے میں شیخ کو کیا دخل ہے پس یہ معلوم نہ ہونا دو سبب سے ہوتا ہے کبھی شیخ کے ناقص ہونے سے کبھی کسی خاص شیخ کے ساتھ مناسبت نہ ہونے سے لیکن مقصود حاصل نہ ہونا دونوں میں مشترک ہے۔ مقصود صرف اس قدر ہے کہ مجھے کہیں اپنی معرفت کیفیت استعداد کی حاصل نہ ہوئی جو کہ شرط نفع سلوک تھی یعنی مجھے یہ نہ معلوم ہوسکا کہ مجھ میں صلاحیت اصلی ہے یا نہیں۔ لہٰذا میں نے یہ سوچا کہ

گفتم آخر آئینہ از بہر چیست	تا بداند ہر کسے کہ جنس کیست
میں نے کہا آخر آئینہ کس لئے ہوتا ہے	(اسی لئے) کہ ہر شخص یہ جان لے کہ وہ کس جنس کا ہے

گفتم الخ۔ یعنی پھر میں نے خود کہا کہ آخر آئینہ کس لئے ہے۔ آئینہ تو اسی لئے ہوا کرتا ہے کہ ہر شخص اس میں یہ دیکھ سکے کہ کون ہے اور کیا ہے مطلب یہ کہ اس مرشد کامل سے فیض قرب حق حاصل کرنے کے لئے جو اس امتحان کی ضرورت ہے کہ میری استعداد صحیح ہے یا فاسد اس امتحان کے لئے کسی ذریعہ خارجیہ کو کیوں تلاش کیا جائے کہ اس سے تحقیق کر کے پھر مرشد کی طرف متوجہ ہوں خود اسی مرشد کو کیوں نہ آئینہ بنایا جائے۔ جیسا آگے شعر آئینہ جان نیست میں معلوم ہوگا اور آئینہ مرشد کو اس لئے کہا ہے کہ جس طرح آئینہ کی محاذاۃ سے بعض حالت جسمانیہ معلوم ہو جاتی ہے اس طرح مرشد کے پاس بیٹھنے سے بھی اپنی حالت روحانیہ معلوم ہو جاتی ہے کہ آیا استعداد قبول حق قوی و اصلی ہے یا ضعیف و عارضی۔ اس لئے کہ اگر بزرگوں کے پاس بیٹھنے سے خدا یاد آوے اور محبت حق زیادہ ہو اور عالم ناسوت سے بعد ہو اور قطع تعلق کو دل چاہے تو معلوم ہوتا ہے کہ استعداد باقی ہے ورنہ سمجھے کہ ضعیف ہوگئی اب اس کا علاج ضروری ہے یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اگر اس شخص کو سب شیوخ اور مقبولین حق کے پاس جانے سے یہ بات پیش آتی ہے تب تو سمجھے کہ بیشک استعداد ہی کمزور ہوگئی مگر وہ بھی لاعلاج نہیں مایوسی جائز نہیں اور اگر ایسا ہے کہ کسی خاص شیخ کے پاس رہتے ہوئے تو اسکی حالت درست رہتی ہے اور توجہ الی اللہ اور محبت حق رہتی ہے لیکن اس کے علاوہ دوسروں سے گو وحشت تو نہیں ہوتی لیکن وہ حالت بھی قائم نہیں رہتی بلکہ توجہ ناسوت کی طرف رہتی ہے یا یہ کہ کسی ایک شیخ کے پاس وحشت ہوتی ہے اور باقیوں سے انس اور محبت اور توجہ بحق ہوتی ہے ان دونوں صورتوں میں استعداد اور قابلیت موجود ہے مگر یہ سمجھا جائیگا کہ اسکو اول صورت میں تو سوائے ایک کے اور سب سے اور دوسری صورت میں خاص اس شخص سے مناسبت نہیں ہے اس لئے اس سے اس کو فیض نہیں پہنچتا لہٰذا اخیر کی دونوں صورتوں میں پریشان نہ ہو کیونکہ مذموم حالت نہیں ہے۔ ہاں اول کی صورت میں علاج کی فکر بہت جلد چاہیے ورنہ اگر خدانخواستہ معاصی کے اور حجابات حائل ہوگئے تو پھر

www.besturdubooks.wordpress.com

علاج زیادہ مشکل ہوگا گو ممکن ہوگا۔ فائدہ: یہ بات پہلے بھی بیان کر دی گئی ہے کہ اولیاء اللہ کی صحبت سے خدا یاد آتا ہے بلکہ ان کے خیال اور ذکر سے بھی خدا یاد آتا ہے اور اس کے نظائر بہت موجود ہیں چنانچہ ایک صاحب حالت نزع میں تھے اور ہمارے حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے خادموں میں سے تھے اور ان کو گائے بھینس وغیرہ سے بہت ہی محبت تھی اس لئے اس بے ہوشی کے عالم میں وہ ان ہی گائے بھینسوں کی باتیں کیا کرتے تھے کہ اس کو کھولو اور اسکو باندھو وغیرہ وغیرہ چنانچہ اس وقت بھی ایسا ہی ہوا ایسے وقت میں انکی یہ حالت دیکھ کر لوگ بہت گھبرائے اور لوگوں کو بہت ہی وحشت ہوئی حالانکہ کوئی وحشت کی بات نہ تھی اور ان کی حالت خدانخواستہ خراب نہ تھی اس لئے کہ یہ تو ایک ہذیان تھا جو ان کی زبان سے نکل رہا تھا مگر خیر چونکہ لوگوں کو وحشت تھی اس لئے خیر خواہوں کو یہ فکر ہوئی کہ ان کا خیال اس طرف سے ہٹانا چاہیے اور کس طرح ان کو متوجہ الی الحق کریں اب یہاں بہت بڑے عاقل کی ضرورت تھی کہ وہ یہ سمجھے کہ اس وقت کونسی بات مفید ہوگی اور کس طرح ان کی توجہ اس طرف ہٹائی جائے خیر وہاں بھی ایک صاحب موجود تھے جو کہ عاقل تھے انہوں نے ان کے کان میں کہہ دیا کہ حضرت حاجی صاحب (قدس سرہ) تشریف لائے ہیں معاً وہ کہنے لگے کہ حضرت کے لئے فرش بچھاؤ حضرت کو اچھی طرح بٹھاؤ وغیرہ وغیرہ بعد ان کا ذہن حضرت حاجی صاحب کے تلقین کیے ہوئے ذکر کی طرف منتقل ہوگیا اور ان کی زبان پر ذکر جاری ہوگیا اور اسی میں انتقال ہوگیا۔ اے اللہ ہر مسلمان کا خاتمہ بالخیر فرمایئے۔ (یہاں ناظرین کاتب کے لئے دعاء مغفرت اور اصلاح فرمادیں اور یہ کہ حق تعالیٰ اپنی محبت دے آمین ثم آمین) اور اسی قسم کی بہت سی نظیریں موجود ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرت کے خیال سے اور ذکر سے ان کو دیکھنے سے ہر طرح خدا یاد آتا ہے لہٰذا ان کی صحبت آئینہ ہوگئی اپنی استعداد کے دیکھنے کی کہ اگر ان کے پاس جانے سے انس ہوتا ہے اور تعلق بحق ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ خیر ابھی کچھ باقی ہے ورنہ علاج کرو کہ یہ دق کی طرح تم کو کھا جائے گا اور تم کو خبر بھی نہ ہوگی۔ اے اللہ سب کو ہدایت فرما۔ اب آگے اس آئینہ کی تعیین اول اجمالاً پھر تفصیلاً کرتے ہیں کہ وہ آئینہ کیا ہے فرماتے ہیں کہ

آئینہ آہن برائے پوستہاست	آئینہ سیمائے جاں سنگیں بہاست
لوہے کا آئینہ جسموں کے لئے ہے	جان کے چہرے کا آئینہ بہت قیمتی ہے

آئینہ الخ۔ یعنی یہ لوہے کا آئینہ تو رنگ کے دیکھنے کے واسطے ہے اور چہرۂ جان کے دیکھنے کے واسطے جو آئینہ ہے وہ تو بڑا بیش قیمت ہے۔ آئینہ اصل لفظ آہینہ ہے یعنی لوہے کا اس لئے کہ اول سکندر نے لوہے کو صیقل کر کے اس قدر صاف کر دیا تھا کہ اس میں منہ دکھلائی دینے لگتا تھا اور نہ اس سے پہلے کسی کو یہ خبر نہ تھی کہ اپنا چہرہ دیکھنے کی بھی کوئی صورت ہے۔ لہٰذا اس کو آہینہ کہنے لگے پھر بعد میں کثرت استعمال کی وجہ سے آئینہ ہوگیا مطلب یہ کہ ہم نے جو کہا ہے کہ آخر آئینہ تو اسی لئے ہے کہ اس میں اپنی حالت کو دیکھیں تو یہاں کسی کو یہ شبہ نہ ہو جائے کہ اس سے مراد آئینہ

www.besturdubooks.wordpress.com

متعارف ہے لہٰذا فرماتے ہیں کہ یہ لوہے کا آئینہ مجھ کو مقصود نہیں ہے اس لئے کہ یہ تو صرف الوان کو دکھلاتا ہے ذی لون کو بھی نہیں دکھلا سکتا اس لئے کہ یہ جس قدر صورتیں انسان دیکھتا ہے کسی نہ کسی لون میں مستور ہیں مثلاً یہ کہ کوئی کہے کہ میں نے زید کو دیکھا اس سے مقصود یہ نہیں ہے کہ اس کی ذات کو دیکھا بلکہ اس اسے رنگ کو جو اس کے ساتھ درجہ اطلاق میں لازم غیر منفک ہے اس کو دیکھا اور یہ بات ظاہر ہے پس یہ غیر الوان کے لئے کافی نہیں اور مجھ کو جس کا دیکھنا ہے وہ لون نہیں دوسرے مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ جو آئینہ جان کی حالت دیکھنے کے لئے ہے وہ بہت ہی بیش قیمت ہے اس کو اور اس کو کیا مناسبت۔ اب اس بیش قیمت آئینہ کو متعین تفصیلی بتاتے ہیں کہ

آئینہ جاں نیست الا روئے یار	روئے آں یارے کہ باشد زاں دیار
جان کا آئینۂ یار کے چہرے کے علاوہ نہیں ہے	اس یار کا چہرہ جو اس دیار (عالم ملکوت) کا ہو

آئینہ الخ۔ یعنی آئینہ جان کا سوائے روئے یار کے اور کوئی نہیں ہے اور یار بھی وہ جو کہ اس دیار کا ہو۔ یعنی اب تک تو اسی خیال میں رہا کہ کسی اور ذریعہ سے میں اپنی حالت معلوم کرلوں جب میری استعداد اور قابلیت معلوم ہو جائے تب مرشد سے رجوع کروں اور اس وقت مرشد کے پاس جاؤں لہٰذا اس کے واسطے بہت مارا پھرا اور بہت سے طرق اس کے لئے نکالے مگر سارے ناکافی ثابت ہوئے اور کہیں دوسری جگہ اپنی حالت معلوم نہ ہو سکی لہٰذا میں نے یہ سوچا کہ بس اگر آئینہ بھی ہے تو وہی ہے اور مرشد ہی کی خدمت سے استعداد وغیرہ کا سب پتہ چل جائیگا اور در پدر ناصیہ فرسائی سے کوئی حاصل نہیں ہے اور اسی کی صحبت میرے لئے آئینہ ہو جاویگی۔ دوسرے مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ وہ یار بھی وہ ہو جس کو اس دیار یعنی عالم غیب سے تعلق ہو اور حق کی طرف اس کی توجہ ہو اس لئے کہ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر اس کی صحبت سے بھی کوئی نفع نہیں ہو سکتا آگے بھی اسی کو فرماتے ہیں کہ

گفتم اے دل آئینہ کلی بجو	رو بدریا کار بر ناید ز جو
میں نے کہا اے دل! مکمل آئینہ تلاش کر	دریا پر جا' نہر سے کام نہ چلے گا

گفتم الخ۔ یعنی میں نے یہ کہا کہ اے دل آئینہ کامل کو ڈھونڈ اور دریا کے پاس جا اس لئے کہ ندی نالوں سے کام نہیں چلتا مطلب یہ کہ یہ تو متعین ہو گیا وہ اپنی حالت کو آئینہ میں دیکھنا چاہیے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ آئینہ بھی مرشد ہے لہٰذا فرماتے ہیں کہ اب مرشد بھی کامل تلاش کرنا چاہیے اور ناقصین سے حذر چاہیے اس لئے کہ ان ناقصوں سے کام نہیں چلتا جب تک کہ وہ خود بھی کامل نہ ہو اس لئے کہ جو راستہ دیکھے ہوئے ہے وہی دوسروں کو راستہ اچھی طرح دکھلا بھی سکتا ہے اور جس نے خود ہی پوری طرح راستہ نہیں دیکھا وہ دوسرے کو کیا دکھلا دیگا اور ان صوفیہ کے کلام میں لفظ کل اور کلی دونوں بمعنی کامل آتے ہیں آگے التفات ہے اس غیبت سے خطاب کی طرف اب تک تو مرشد کو غائب کے صیغہ سے تعبیر کرتے رہے اب اس کو خطاب کر کے فرماتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

زین طلب الخ اور یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ خود مولانا کی حالت ہے اور مولانا ہی اس مثنوی لکھنے کی حالت میں تلاش شیخ میں ہیں۔ نہیں کیونکہ مولانا تو اس کے لکھنے کے وقت کامل و مکمل تھے بلکہ فرضی طور پر اپنی طرف منسوب کر کے دوسروں کی حالت بتانا مقصود ہے۔ پس فرماتے ہیں کہ

زیں طلب بندہ بکوئے تو رسید	درد مریم را بخرما بن کشید
اس طلب کی وجہ سے خادم تیرے کوچہ میں پہنچا	مریم کو درد کھجور کے درخت کی طرف لے گیا

زین طلب الخ۔ یعنی میں اس طلب میں تیرے کوچہ میں آیا ہوں اور دیکھو مریم علیہا السلام کو درد ہی نے کھجور کی جڑ میں پہنچا دیا تھا مطلب یہ کہ چونکہ مجھے طلب حق تھی اس لئے اسی طلب میں بندہ آپ کے دروازہ پر حاضر ہوا کہ آپ توجہ فرمادیں اور مجھے کامیاب کردیں اس لئے کہ آنان کہ خاک را بنظر کیمیا کنند۔ آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند+ اور خسرو غریب است وگدا افتادہ در کوے شما+ باشد کہ از بہر خدا سوے غریبان بنگرید+ اسی طلب اور اسی امید میں در دولت پر آ پڑا ہوں اس لئے کہ دیکھو مریم علیہا السلام کو بھی درد ہی نخلہ کی طرف کھینچ کر لے گیا تھا تو جب مجھے بھی درد طلب ہوا میں بھی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ بہ بلا زمان سلطان کہ رساند ایں دعارا+ کہ بہ شکر بادشاہی زنظر مران گدارا+ خدا کے لئے اس در سے مجھے محروم نہ فرمانا اور اب تو یہ تمنا ہی ہے کہ عمر بھر تک نہ نکلنا ہو تیرے کوچہ سے+ دم اسی در پہ نکل جائے تمنا ہے یہی+ مقصود سے بہت دور چلا گیا مقصود مولانا کا یہ ہے کہ اب آپ کے دروازہ پر حاضر ہوگیا اور یہ طلب ہی مجھے لائی ہے اب آگے بتاتے ہیں کہ میں نے اپنی حالت کس طرح معلوم کی پس فرماتے ہیں کہ

دیدۂ تو چوں دلم را دیدہ شد	صد دل نادیدہ غرق دیدہ شد
تیرا نور جب میرے دل کا نور بن گیا	سینکڑوں نہ دیکھے ہوئے دل دیکھے ہوئے میں سما گئے

دیدۂ الخ۔ یعنی جب آپ کی آنکھ میرے دل کے لئے آنکھ ہوگئی اور وہ چشم حق بین ہے جس میں سینکڑوں دل نادیدہ غرق ہو چکے ہیں یعنی مستفیض ہو چکے ہیں تو میں نے تم کو آئینہ کلی ہمیشہ کے لئے سمجھ لیا اور میں نے اپنا نقش تمہاری آنکھ میں دیکھا۔ مطلب یہ کہ جب آپ کا نور اور آپکی صحبت کا فیض میرے لئے ادراک کا آلہ بن گیا اور میں نے اسی نور میں اپنی حالت دیکھ لی۔ تو میں نے تم کو ہمیشہ کے لئے اپنا رہنما اور اپنے عیوب پر خبر دینے والا سمجھ لیا اور اپنی حالت کو آپ کی نور چشم میں دیکھ لیا یعنی جب مجھ کو آئینہ کی تلاش تھی اور ثابت ہوا کہ آئینہ بھی مرشد ہی ہوتا ہے اور روئے یار کے سوا اور کوئی اپنی حالت کے معلوم کرنے کے لئے کافی نہیں ہوتا پس چونکہ آپ ان صفات سے موصوف تھے لہٰذا میں آپ کو مرشد سمجھ کر آپ کے در دولت پر حاضر ہوا ہوں اور اس طلب میں حیران و سرگرداں ہو کر آپ تک پہنچا ہوں اور اس مدت میں بہت سے ناقصین کے پاس جا چکا ہوں مگر آقا تھا

گردیدہ ام مہر بتان ورزیدہ ام + بسیار خوبان دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری + آگے فرماتے ہیں کہ

آئینہ کلی بر آوردم ز دود	دیدم اندر آئینہ نقش تو بود
میں نے دھویں سے مکمل آئینہ نکالا	میں نے دیکھا آئینہ میں تیرا نقش تھا
آئینہ کلی ترا دیدم ابد	دیدم اندر چشم تو من نقش خود
میں نے تجھے ہمیشہ مکمل آئینہ سمجھا	میں نے تیری آنکھوں میں اپنا نقش دیکھا
گفتم آخر خویش را من یافتم	درد و چشمش راہ روشن یافتم
میں نے کہا بالآخر میں نے اپنے آپ کو پا لیا	اس کی دونوں آنکھوں میں روشن راستہ پا لیا

گفتم الخ۔ یعنی میں نے کہا کہ آخر میں نے اپنے کو پالیا اور اسکی دونوں آنکھوں میں راہ روشن اور صاف مجھ کو مل گئی۔ مطلب یہ کہ جب آپ کا نور باطن میرے لئے آئینہ ہوگیا اور میں نے اپنی حالت کو آپ کے نور کے ذریعہ سے دیکھ لیا تو اب میں نے اپنے سے کہا کہ اب تو میں نے اپنی حالت دیکھ لی اور میں نے آپ کے نور چشم میں راہ ہدایت پالی جس سے کہ ثابت ہوگیا کہ میرے اندر قابلیت ہے اور یہ قول کہ درد و چشمش یہ ایسا ہے جیسے کہا جائے درنور چراغ اور مراد اس سے شیخ کی نور بصیرت ہے یعنی آپ کے فیضان بصیرت سے کہ وہی سبب ہے ظہور استعداد طالب کا اس کے بعد ان کو توہمات وارد ہوئے اور یوں خیال ہوا کہ یہ جو میں نے سمجھا ہے یہ بھی تو میرا ہی خیال ہے اور ممکن ہے کہ غلط ہو اور گو اس حالت کے بعد کوئی وجہ شبہ کی نہیں مگر قاعدہ ہے کہ جب کسی بڑی چیز کی طلب ہوتی ہے تو طبعاً اس سے مانع ہونے کا احتمال بہت سے امور پر ہوتا ہے کہ شاید یہ بھی مانع ہو۔ پس اسی طرح ان کو بھی شبہات اور توہمات ہوئے آگے فرماتے ہیں کہ

گفت وہمم کاں خیال تست ہاں	ذات خود را از خیال خود بداں
میرے وہم نے کہا کہ یہ تیرا خیال ہے خبردار!	اپنی ذات کو اپنا خیال سمجھ

گفت وہم الخ۔ یعنی میرے وہم نے کہا کہ یہ سارے تیرے تخیلات ہیں اور تو نے جو اس نور میں اپنی حالت دیکھی ہے وہ تیری حقیقی حالت نہیں ہے بلکہ ایک خیال ہے کہ مجھ میں استعداد ہے ورنہ حقیقۃً استعداد وغیرہ شاید کچھ نہ ہو اس لئے اپنی ذات کو یعنی اپنی استعداد اصلی کو مشابہ ذاتی کے ہے جس کو ذات سے تعبیر کر دیا اپنے خیال وہمی سے ممتاز کر کے سمجھ جب یہ شبہ ہوا تو اس کو اس طرح رفع کیا گیا کہ

نقش من از چشم تو آواز داد	کہ منم تو تو منی در اتحاد
میرے نقش نے تیری آنکھ میں سے آواز دی	کہ میں تو ہوں تو میں ہے یگانگت میں

www.besturdubooks.wordpress.com

نقش من الخ۔ یعنی میرے نقش نے تیری آنکھ سے آواز دی کہ میں تو ہوں اور تو میں ہے اتحاد کی وجہ سے مطلب یہ کہ جب یہ توہمات میرے اوپر سوار ہوئے تو اس وقت میری اس حالت نے بزبان حال تیری نور چشم و نور بصیرت کی مدد سے یہ کہا کہ مجھ کو خیال اور باطل مت سمجھنا اس لئے کہ جو تو ہے وہی میں ہوں اور جو میں ہوں وہی تو ہے اور میں اور تو تو متحدہ ہیں یعنی میں تیری ذاتی واصلی حالت ہوں اصلی کو ذاتی قرار دیا اور ذاتی کو ذات قرار دے کر اس طرح تعبیر کر دیا کیونکہ تو منی و منم تو کے معنی ہیں تو ذات منی و من ذات تو اور مراد یہ ہے کہ من ذاتے تو ہستم یعنی حالت اصلی تو غرض جب دونوں متحد ہیں تو پھر خیال کس طرح ہو سکتا ہے بلکہ وہ تو بالکل واقع ہو گا اور اس خیال میں مت پڑ جانا اور مجھ میں یعنی استعداد اصلی کے وجود میں شک مت کرنا۔ فائدہ: سالک کو اس کے بہت احوال میں ایسے بڑے بڑے توہمات سوار ہوتے ہیں اس وقت اگر کوئی شیخ کامل ملے گا تب تو سنبھل جاتا ہے ورنہ بس خدا اس وقت ایمان کو بھی سلامت رکھے تو نہایت غنیمت ہے ایک صاحب نے جو کہ ایک دوسرے بزرگ سے بیعت تھے حضرت حکیم الامتہ دام فیضہم کی خدمت میں اپنی بدحالی کے گمان پر کچھ پریشانیاں لکھیں حضرت ان کا جواب عطا فرما کر تسلی دی۔ انہوں نے بار بار پوچھا اس کا جواب ہمیشہ دیا گیا آخر ایک مرتبہ انہوں نے لکھا کہ مجھے اب بولنے کی تو مجال نہ رہی اور عقلاً تو کوئی شبہ نہیں ہے مگر اطمینان اور تسلی نہیں ہوتی کہ یہ بدحالی نہیں ہے حضرت نے تحریر فرمایا کہ ہم کو تمہاری تسلی کی ضرورت نہیں اس لئے کہ طبیب کو یہ ضرورت نہیں کہ وہ مریض کو بھی یقین دلا دے کہ تو اچھا ہو گیا بلکہ اگر طبیب کو خود معلوم ہو جائے کہ اس کو افاقہ شروع ہو گیا۔ ہے اور عنقریب صحت پائے گا تو یہ کافی ہے اور بعض مرتبہ اس قدر لطیف نفع ہوتا ہے کہ جس کو خود مریض محسوس نہیں کرتا اور وہ سمجھتا ہے کہ میرا مرض اب تک باقی ہے اور مجھے مطلق بھی افاقہ نہیں مگر طبیب خوش ہوتا ہے کہ اب یہ اچھا ہو جائیگا بلکہ بعض اوقات صحت کے بعد بھی مریض کی سمجھ میں نہیں آتا اس طرح چونکہ ہم کو تسلی ہے کہ تمہاری حالت مذموم نہیں ہے بس اس قدر کافی ہے۔ تم کو تسلی دلانے کی ضرورت نہیں بس اس سے ان کی تسلی ہو گئی (وللہ درہ) پس اسی طرح بزبان حال وہ پکار رہی ہے کہ میں اور تو الگ الگ نہیں ہیں بس میں تو تیری حقیقی حالت ہوں آگے وجہ بتاتے ہیں کہ اس کو خیال کیوں نہ سمجھنا چاہیے فرماتے ہیں کہ

کاندریں چشم منیر بے زوال	از حقائق راہ کے یابد خیال
اس روشن حقائق سے بے زوال آنکھ میں	خیال راستہ کب پا سکتا ہے؟

اندریں الخ۔ یعنی اس چشم روشن اور بے زوال میں حقائق کی وجہ سے خیال کہاں راہ پا سکتا ہے مطلب یہ کہ چونکہ یہ چشم حقیقت بین ہے اس میں تو حقائق آتے ہیں اور وہ حقائق خیال غلط کو نہیں آنے دیتے اس لئے یہاں خیال کا کیا کام اور اسمیں غلط کس طرح آ سکتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

درد و چشم غیر من تو نقش خود	گر ببینی آں خیالے داں ورد
میرے علاوہ کسی کی دونوں آنکھوں میں اپنا نقش	اگر تو دیکھے تو اس کو (محض) خیال اور (قابل) رد سمجھ

دردو چشم۔الخ۔ یعنی اگر کسی اور کی آنکھ میں تم اپنے نقش کو دیکھو تو اس کو خیال جانو اور مردود سمجھو مطلب یہ کہ اگر کسی غیر کی نور چشم میں تم اپنی حالت اس کے خلاف دیکھو کہ جو یہاں دیکھی ہے تو اس کو خیال اور رد سمجھنا کہ وہ باطل ہے یا یہ مطلب ہے کہ اگر اور کہیں اپنی حالت کا امتحان کرتے تو اس کو غلط سمجھنا مضائقہ نہ تھا آگے اس غیر کو بتاتے ہیں کہ

زانکہ سرمہ نیستی در می کشد	بادہ از تصویر شیطاں می چشد
اس لئے کہ وہ نیستی کا سرمہ لگاتا ہے	(اور) شیطان کی تصویر سے شراب پیتا ہے

زانکہ سرمہ الخ۔ یعنی جو شخص نیستی کا سرمہ لگاتا ہے اور شیطان کے تخیل سے بادہ پی رہا ہے اس کی آنکھ ایک خیال اور عدم یعنی امر غیر واقعی کا گھر ہے کہ وہ بہت سے معدوم اشیاء کو موجود سمجھ لیتا ہے مطلب یہ کہ جو شخص ناسوت میں لگا ہے اور اس کا تعلق ناسوت سے ہے اور شیطان کی تخیلات میں مبتلا ہے اس کا ادراک خیالی اور معدوم اشیاء کی طرف رہتا ہے اور وہ بہت سے معدوم کو موجود سمجھ لیتا ہے اور علی العکس اس طرح جس نظر کا اس سے اتصال ہوگا وہ بھی غلط بین ہوسکتی ہے پس جو تیری حالت وہاں دکھلائی دیتی ہے یا دکھلائی دیتی وہ بالکل باطل اور خلاف واقعہ ہے یا ہوتی آگے اس کے مقابلہ میں مرشد کی راست نمائی کا بیان فرماتے ہیں کہ

چشم او خانہ خیالست و عدم	نیستہا را ہست بیند لاجرم
اس کی آنکھ عدم اور خیال کا گھر ہے	لامحالہ وہ معدوم کو موجود دیکھتا ہے

چشم من الخ۔ یعنی چونکہ میری آنکھ نے حق تعالیٰ کی طرف سے ایک سرمہ دیکھا ہے اس لئے یہ تو حقیقت اور ہستی کا گھر ہے اور خیال باطل کا گھر نہیں مطلب یہ کہ چونکہ یہ نور جو میرے چشم میں موجود ہے حق تعالیٰ کی طرف سے ہے اس لئے یہ چشم باطل اور خیال کا محل نہیں ہوسکتی۔ بس جو تو نے اپنی حالت میرے اندر دیکھی ہے وہ بالکل صحیح اور مطابق واقع کے ہے۔ فائدہ: اس مقام کا خلاصہ اس کے قبل ایک مختصر عنوان سے خود حضرت مولانا دام ظلہم نے کلید مثنوی دفتر اول ابتداء قصہ طوطی و بازرگان میں ایک مناسبت سے اس مقام کے مہتم بالشان ہونے کے سبب لکھا تھا اس مقام پر اس کا بعینہ نقل کردینا نافع معلوم ہوا وہو ہذا لعبارتہ حاصل اس کا مقام یہ ہے۔ مجھ کو مرشد کی طرف کشش ہوئی کہ ان سے فیوض حاصل کروں مگر چونکہ افادہ واستفادہ کے لئے مناسبت شرط ہے اس لئے یہ تحقیق کرنا ضروری ہوا کہ میں ان سے فیض لینے کے لائق ہوں یا نہیں اس تحقیق کے لئے معیار کی تلاش ہوئی آخر سوچتے سوچتے یوں سمجھ میں آیا کہ معیار بھی خود مرشد کی ذات ہی ہے۔ یعنی ان کی صحبت میں رہ کر اپنی حالت کے

www.besturdubooks.wordpress.com

تفاوت اور ظہور استعداد کو دیکھنا چاہیے پس میں نے ناقصین سے اعراض کر کے مرشد کامل کی صحبت اختیار کی اور اپنی حالت کی کمی بیشی کو اور استعداد کی قوت وظہور کو دیکھنا شروع کیا جب ان کے کمالات کا انعکاس میرے قلب پر ہوا جس کو اس طرح تعبیر کیا ہے۔ دیدۂ تو چون ولم رادیدہ شد الی آخر الابیات العشرۃ یعنی تمہاری آنکھ میرے قلب کی آنکھ بن گئی۔ یعنی تمہاری صفت معرفت وبصیرت میرے قلب پر متجلی ہوئی جس کے فیض وقوت سے سینکڑوں قلوب ناقص محو معرفت ہو گئے اس وقت میں نے اس آئینہ کاملہ یعنی عکوس فیوض مرشد وادراک استعداد کو غبار خطرات دوساوس سے صاف کیا یعنی ان فیوض وادراک حالت استعداد کو دل میں جگہ دی اور خطرات و وساوس کی نفی کی تو اس آئینہ میں اپنی حالت منکشف ہوئی وجہ انکشاف کی ظاہر ہے کہ جب اپنے قلب پر فیوض مرشد کے متجلی اور منعکس ہوئے اور استعداد کمالات کی مشاہدہ ہوئی تو معلوم ہوا کہ مجھ میں قابلیت ان کی ہے اور مرشد سے مناسبت ہے غرض کمالات مرشد کو اس طریق سے آئینہ قرار دیا تو چشم مرشد میں اپنا نقش دیکھا یعنی مرشد کی صفت معرفت وبصیرت کے انعکاس اور ظہور استعداد مکنون سے اپنی حالت مناسبت کا پتہ چلا اس وقت میں سمجھا کہ میں نے اپنی حالت مناسبت کی تحقیق کر لی۔ اور مرشد کی صحبت وحضوری میں طریق واضح سلوک کامل گیا کہ انہیں کی تعلیم وتربیت سے مقصود حاصل ہوگا لیکن ساتھ ہی وسوسہ گزرا کہ جن کو تو نے فیوض کا عکس سمجھ رکھا ہے اور جس کو تو نے استعداد سمجھا ہے شاید یہ تیرے محض خیالات اور اوہام ہوں تو معیار تحقیق مناسبت مشتبہ ہو گیا اپنی ذات یعنی ذاتی استعداد وقابلیت کمالات وفیوض اور اوہام وخیالات میں غور کر کے فرق کرنا ضروری ہے۔ اس وسوسہ کے ساتھ ہی میرے نقش نے مرشد کی آنکھ میں سے آواز دی یعنی میری حالت واستعداد نے جو کہ حاصل ہوئی تھی عکس کمالات بصیرت ومعرفت مرشد سے مجھ کو متنبہ کیا کہ میں اور تو متحد ہیں یعنی میں تیری ذاتی اور واقعی حالت ہوں خیال اور وہم کا احتمال نہیں کیونکہ اس چشم منیر میں چونکہ حقائق جاگزیں ہو رہے ہیں۔ خیال و وہم کی گنجائش نہیں ہے یعنی چونکہ مرید کامل ہیں اور ان کے فیوض وکمالات مئی قوی ہیں اس لئے ان کی قوت فیض سے طالب وملازم صحبت کی اصلی حالت ظاہر ہو جاتی ہے احتمال غلطی کا نہیں ہے آگے بزبان مرشد کہا جاتا ہے کہ اگر تو اپنا نقش کسی اور کی آنکھ میں دیکھتا تو اس کو خیال سمجھنا چاہیے تھا یعنی غیر کامل کی صحبت اسکا معیار نہیں ہو سکتی کیونکہ اس میں نیستی یعنی نقصان کی صفت ہے اس لئے تصرف شیطانی کا دخل ہو سکتا ہے چونکہ وہ خود خیالات میں مبتلا ہے اس کو ہم صحبت کے قلب پر بھی ان خیالات کے انعکاس کا احتمال ہے اور چونکہ میں خود صاحب حقیقت ہوں اس لئے میری صحبت میں بھی حقائق کا ہی انعکاس ہوگا تو اس طریق مذکور سے اپنی حالت ومناسبت وقابلیت فیوض کی معلوم ہو گئی اور اسی اعتبار سے مرشد کو اپنا آئینہ فرما دیا۔ یہ خلاصہ ہے اس مقام کا واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب اور شرح حبیبی میں بھی اس کی ایک توجیہ سہل اور لطیف عنوان سے کی گئی ہے وہ بھی طرف انگیز ہونے کے سبب قابل ملاحظہ ہے لیکن معنوں اس کا اسکا متحد ہے آگے بتائید شعر بالا آنکہ سرمہ نیستی الخ وشعر چشم

او خانہ خیالست الخ مولانا فرماتے ہیں کہ گر کوئی ذرا سی شئے بھی چشم کے آگے ہوگی تو وہ بھی مانع ہوتی ہے نظر کو اس طرح جب نور چشم کے آگے کدورتیں ناسوت کی آجائیں گی تو وہ بھی مانع ہونگی اس نور کے لئے فرماتے ہیں کہ

چشم من چوں سرمہ دید از ذوالجلال	خانۂ ہستی ست نے خانہ خیال
میری آنکھ نے جبکہ جلال والے (اللہ) کا سرمہ دیکھا ہے	وہ موجود کا خانہ ہے' نہ کہ خیال کا
تا یکے مو باشد از ہستی تو	در خیالت گم شود مستی تو
جب تک تیرا ایک بال بھی آنکھ کے سامنے ہوگا	تیرے خیال میں موتی' سنگ یشم ہوگا

تا یکے الخ۔ یعنی جب تک ایک بال بھی تیری نگاہ کے سامنے رہے گا اس وقت تک وہ تجھے دیکھنے نہ دیگا اور گوہر تجھے یشب معلوم ہوگا۔ یشم مبدل از یشب۔ ایک پتھر جو فی نفسہ تو قیمتی ہے مگر گوہر سے بہت کم قیمت ہوتا ہے مطلب یہ کہ جس وقت تک ناسوت کی طرف تمہارے اندر کچھ بھی تعلق باقی رہے گا اور تم ایک بال کے برابر بھی اس طرف توجہ رکھو گے تو تمہارے خیال میں گوہر یشب معلوم ہوگا یعنی حقیقت تمہارے خیال میں باطل اور بے اصل معلوم ہوگی اور تم اس حجاب کی وجہ سے حقیقت شے کو معلوم نہ کر سکو گے آگے اس کی تدبیر بتاتے ہیں کہ اس باطل سے کس طرح نجات ہو سکتی ہے فرماتے ہیں کہ

یشم را آنگہ شناسی از گہر	کز خیال خود کنی کلی گذر
تو یشم (پتھر) اور موتی میں اس وقت تمیز کر سکے گا	جب اپنے خیال سے بالکلیہ گزر جائے گا

یشم را الخ۔ یعنی یشم کو گوہر سے جب پہچان سکو گے جب کہ اپنے اس باطل خیال سے پوری اور کلی طور پر علیحدگی اختیار کرد گے مطلب یہ کہ حقیقت کو اس وقت دیکھ سکو گے جب اس عالم ناسوت کے تعلق سے کہ خیال زا ہے کلیۃ پرہیز کرو گے اور علیحدہ ہو جاؤ گے اس وقت تم حقیقت شناس ہو سکتے ہو ورنہ اگر ایک بال بھی تمہاری چشم حقیقت بین کے سامنے ہے تو وہ تم کو مانع عن النظر ہوگا آگے اس پر ایک حکایت کی تمہید میں فرماتے ہیں کہ یک حکایت بشنوائے گوہر شناس الخ۔

شرح حبیبی

یعنی جب مطلوب مجھے اپنی طرف بلاتا ہے تو میں سوچتا ہوں کہ معلوم نہیں کہ میں اس قابل بھی ہوں کہ محبوب مجھے اپنی طرف کھینچے یا نہیں پھر خیال کرتا ہوں کہ مجھ میں صلاحیت یہ نہ ہوتی تو آخر وہ بلاتا کیوں؟ اس میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ بلانا میری قابلیت کی دلیل نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر کوئی پاکیزہ صورت کسی بدصورت کے پیچھے پھرتا ہے تو اس سے اس کو بنانا' اور اس کے ساتھ مسخرہ پن مقصود ہوتا ہے (ممکن ہے کہ یہ بلانا بھی اسی قبیل سے ہو پھر متحیر ہو کر تعجب سے فرماتے ہیں کہ) غضب کی بات ہے کہ میں خود اپنی صورت کو دیکھتا ہوں کہ میں گورا ہوں یا کالا (یعنی مجھ میں نور استعداد فطری ہے یا نہیں) اور پتہ نہیں چلتا آگے فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی روح کی صورت

www.besturdubooks.wordpress.com

اصلی اور یہ کہ آیا وہ فطرۃً صالح للجذب ہے یا نہیں۔ معلوم کرنے میں بہت کچھ سعی کی مگر کسی سے اسکا کچھ بھی پتہ نہ چلا بالآخر میں نے سوچا کہ آخر آئینہ کس لئے ہے وہ تو محض اس لئے ہے کہ ہر شخص اس میں اپنی صورت دیکھ لے اور جان لے کہ وہ کیا ہے اور کون ہے تم آئینہ سے یہ لوہے کا آئینہ نہ سمجھ جانا کیونکہ اس سے تو صرف رنگ معلوم ہو سکتے ہیں۔ اجسام بھی نہیں معلوم ہو سکتے۔ چہ جائیکہ روح کی صورت اور صلاحیت فطری۔ بلکہ روح کا آئینہ تو ایک بہت بڑی بیش قیمت چیز ہے تم حیران ہو گے کہ آخر وہ کیا ہے تو ہم تمہیں بتائے دیتے ہیں سنو آئینہ جان صرف روئے یار ہے مگر یہ متعارف یار نہیں بلکہ وہ یار جس کا تعلق عالم ملکوت سے ہے اور علائق عالم ناسوت کو یک لخت قطع کر چکا ہے (یعنی مرشد۔ مرشد کو آئینہ اس لئے کہا کہ جس طرح آئینہ سے ظاہری حالت معلوم ہو جاتی ہے یوں ہی مرشد کی صحبت سے معرفت ذات وحالت روح حاصل ہو جاتی ہے اس کی وجہ اوپر بھی مذکور ہو چکی ہے اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب آدمی مرشد کے پاس ہوتا ہے تو اس کے دل میں سکون وطمانیت پیدا ہوتی ہے اور وہ دنیا سے اپنی توجہ ہٹاتا ہے اور خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ یہ علامت ہی اسکی حالت کے محمود ہونے کی اور اگر یہ کیفیات پیدا نہ ہوں بلکہ ان کی متضاد کیفیتیں پیدا ہوں تو اس کی دو صورتیں ہیں یا تو وہ مرشد خود ہی ناقص ہے سو وہ تو محل کلام ہی نہیں۔ یا کامل ہے پس اس کی دو صورتیں ہیں یا تو یہ کہ خاص اسی کی صحبت میں یہ کیفیت پیدا ہوتی اور کاملین کی صحبت میں یہ بات نہیں ہوتی۔ اس صورت میں سمجھنا چاہیے کہ اس کی حالت فی نفسہ محمود ہے مگر اس شیخ سے اسے نفع نہ ہوگا۔ دوسرا شیخ تلاش کرنا چاہئے۔ اور اگر ہر شیخ کی صحبت میں یہ ہی کیفیت ہوتی ہے تو سمجھا جائے گا کہ حالت اچھی نہیں ہے۔ مگر قابلیت واستعداد بالکل فنا نہیں ہوئی۔ ورنہ حد تکلف سے نکل جاتا بلکہ بہت مضمحل اور کمزور ہو گئی ہے کسی طبیب دل حاذق کی طرف رجوع کرنی چاہیے کہ وہ اپنی حذاقت ومہارت سے کسی مناسب تدبیر سے اس کو تقویت پہنچا دے) جب میں نے یہ دیکھا کہ یہ کام آئینہ سے نکل سکتا ہے تب میں نے اپنے دل سے کہا کہ آئینہ کل اور مرشد کامل وحاذق تلاش کرنا چاہیے اور دریا پر جانا چاہیے کہ ندی نالوں اور ناقصین سے کام نہ چلے گا۔ قصہ مختصر یہ کہ مجھے اپنی حالت معلوم کرنے کی ضرورت تھی اور مجھے کوئی راستہ نہیں ملتا تھا۔ بالآخر مجھے پتہ چلا اور اب یہ غلام اس غرض سے حضور کی خدمت میں حاضر ہوا ہے کہ مجھے میری روح کی کیفیت معلوم ہو جائے اور اصلی بات یہ ہے کہ بیماری ہی طبیب کی طرف رجوع کر دینے پر آمادہ کرتی ہے اور بے چینی ہی کسی راحت دہ کی طرف متوجہ ہونے پر مجبور کرتی ہے۔ چنانچہ وہ درد ہی تھا جو مریم کو نخل خرما کی طرف لے گیا۔ آپ کا نور معرفت میرے لئے جو اپنی معرفت کا آلہ بنا ہے تو کیوں۔ اس لئے کہ سینکڑوں اندھے دل اس نور معرفت میں غرق ہو چکے ہیں اور اس سے منور ہو کر بینا بن گئے ہیں اور اس بناء پر بیمار دلوں کے معالجہ میں آپ کو مہارت تامہ حاصل ہو چلی ہے آئندہ اشعار کے حل سے پہلے بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی عبارت کو حل کیا جائے لہٰذا اولاً بقدر ضرورت حل عبارت کرتے ہیں پھر مطالب لکھیں گے حل عبارت جانا چاہیے کہ چشم ظاہر میں

www.besturdubooks.wordpress.com

محسوسات کی صورتیں منطبع ہوتی ہیں اور بعض صورتیں محسوس بھی ہوتی ہیں چنانچہ ذوق کہتا ہے کہ دیکھ چھوٹوں کو ہے اللہ بڑائی دیتا آسمان آنکھ کے تل میں ہے دکھائی دیتا + اور وہ تصویریں فوٹو کے ذریعہ سے حاصل بھی ہو سکتی ہیں اور ان کو بڑھا کر دیکھ بھی سکتے ہیں۔ جب کہ یہ امر ممہد ہو چکا تو سمجھو کہ مولانا نے شیخ کے قلب روشن کو آنکھ سے تشبیہ دی اور اس میں اپنی حالت کو منطبع مانا اور اپنی نسبت اس کے دیکھنے کا ادعا کیا اور اس صورت کو بزبان حال متکلم بھی مانا۔ علے ہذا القیاس قلب ناقص کو بھی آنکھ مانا اس میں بھی انطباع صورت حالت اور اس کی رویت کا ادعا کیا وغیرہ وغیرہ یہ تو محض عنوان تعبیری تھا اور اصل مقصود وہی شیخ کی معرفت کا سبب ادراک بننا وغیرہ وغیرہ ہے اس کو مدنظر رکھ کر دیدم اندر چشم تو من نقش خود سے آخر تک پڑھنا چاہیے تا کہ الجھن نہ ہو۔ مگر در دو چشمش میں در کو سببیہ کہنا بہ نسبت ظرفیہ کہنے کے زیادہ اقرب اور بے تکلف ہے از حقائق راہ کے یابد خیال میں از سببیہ ہے۔ غیاث اللغات میں از کو بمعنی مع بھی لکھا ہے اور اس مقام پر بے تکلف بھی ہے مگر اس میں شبہ ہے کہ از بمعنی مع ہوتا بھی ہے یا نہیں کیونکہ انہوں نے جو مثال دی ہے وہ بے محل ہے۔ اور اس سے بمعنی مع ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ وہ مصرع یہ ہے دل بستگی از سنبل گل پوش تو دارد + کیونکہ یہاں از ملابست کے لئے ہے ملابست اور چیز ہے اور معیت اور شے تیسری توجیہ یہ ہے کہ از بمعنی در ہو جیسا کہ اس مصرع میں ہے ادیم از چہل روز گردد تمام + **کما فی غیاث اللغات** چوتھی توجیہ یہ ہے کہ از بمعنی عن ہو + اور جس طرح عن بدل کے لئے آتا ہے یوں ہی یہ بھی ہو۔ مگر اس کی کوئی سند ہاتھ نہیں لگی۔ پانچویں توجیہ یہ کہ از بمعنی مجاوزہ ہو یعنی حقائق کو چھوڑ کر خیال اس آنکھ میں کیسے آ سکتا ہے۔ چھٹی توجیہ یہ کہ از حقائق راہ کے یابد خیال کے معنی یہ ہوں۔ خیال حقائق کے راہ یابد یعنی اس چشم منیر بے زوال میں **اشیاء متحققه فی نفس الامر ولو فی غیر هذا المحل** کی صورت اختراعیہ کیونکر آ سکتی ہے اور وہ آنکھ ان اشیاء کو (**کسراب بقیعة یحسبه الظمان ماء**) ایسے محل میں کیونکر دیکھ سکتی ہے جہاں وہ نہیں ہیں۔ یہ توجیہ بالکل بے تکلف اور صافی عن العباد معلوم ہوتی ہے جب یہ مضمون ذہن نشین ہو چکا تو اب اصل مطلب سنو۔ مولانا فرماتے ہیں کہ

جناب شیخ میں تو آپ ہی کا معتقد ہوں اور آپ ہی کو کامل سمجھتا ہوں کیونکہ میں سب جگہ ٹھوکریں کھا چکا لیکن کسی جگہ مجھے اپنی روح کی کیفیت اور حالت نہ معلوم ہوئی اور میں نہ جان سکا کہ میں کیسا ہوں۔ جب ہوئی تو یہاں آ کر ہوئی اور آپ ہی کے چشم دل میں مجھے اپنی حالت کی صورت نظر آئی اور آپ ہی کے نور معرفت کے سبب میں اپنی حالت پر مطلع ہوا۔ مولانا پر پھر وہم کا غلبہ ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہیے کیونکہ مقصود جس قدر اعز ہوتا ہے اور طلب جس قدر شدید ہوتی ہے اسی قدر زیادہ توہمات اور احتمالات مانعہ عن الوصول مہیب بن کر پریشان کرتے ہیں مغلوب مولانا کا اعز ہونا تو ظاہر ہے شدت طلب ان کے کلام سے ظاہر ہے پس ایسی صورت میں وساوس کا ہجوم کچھ مستبعد نہیں لیکن ایسے وقت مرشد حاذق کی نہایت شدید ضرورت ہوتی ہے کہ حتی الامکان طالب

www.besturdubooks.wordpress.com

کو وساوس سے نجات دلا کر یاس سے بچاوے چنانچہ ایک صاحب پر اسی قسم کے وساوس کا ہجوم ہوا۔ حضرت مجدد الملتہ والدین طالب بقاءہ وعم فیضہ سے رجوع کیا۔ حضرت اقدس نے تشفی فرمائی جس کا اثر ان پر اتنا ہوا کہ انہوں نے تسلیم کیا آپ نے جو کچھ فرمایا اس میں عقلاً تو شبہ کی گنجائش نہیں لیکن یہ کہا کہ دل کو اطمینان اور سکون نہیں ہوتا۔ حضرت نے فرمایا کہ تم کو اطمینان نہیں ہوتا۔ نہ ہو۔ بلا سے ہمیں اطمینان ہے کہ تمہاری حالت اچھی ہے۔ طبیب کو اپنے اطمینان کی ضرورت ہے اگر مریض کا اطمینان نہ کر سکے کچھ پروا نہیں کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فرق نہایت لطیف ہوتا ہے جس کو طبیب اپنی خداقت سے محسوس کرتا ہے مگر مریض کو نہیں سمجھا سکتا کیونکہ نہ تو اس میں حذاقت ہے اور نہ اعتدال مزاج۔ پس تم کو اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے کہ ہمیں اطمینان ہے الحمد للہ کہ اس سے تسکین ہوگئی (للہ در' مادق نظرہ والطف تدبیرہ) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ جب مجھے معلوم ہوگیا کہ میری حالت اچھی ہے اور میں لائق جذب محبوب ہوں تو میرے وہم نے کہا کہ یہ تو دیکھ لے کہ جو کچھ تجھے معلوم ہوا اور جو صورت تو نے چشم یار میں منطبع دیکھی وہ تیری اختراعی اور کسراب بقیعة یحسبه الظمان ماء ہے یا تیری حالت کا اصلی نقشہ اور سچی تصویر تجھ کو چاہیے کہ حقیقت واقعیہ اور خیالی واختراعی صورت میں امتیاز کرے جب یہ وہم ہوا تو میری حالت کی وہ تصویر جو چشم شیخ میں منطبع تھی اور جس کو میں نے دیکھا تھا چشم یار سے پکار اٹھی کہ خبردار دھوکا نہ کھانا اور مجھے اختراع متخیلہ نہ سمجھنا عین تیری حالت کا اصلی نقشہ اور سچی تصویر ہوں اور تو مجھ سے متحد ہے میں تجھ سے۔ کیونکہ میں اور حالت دونوں ایک ہیں اور تو اور حالت دونوں ایک تجھے تو میرے اختراعی ہونے کا احتمال اور توہم بھی نہ ہونا چاہیے کیونکہ اس پائیدار اور روشن چشم میں اشیاء متحققه فی نفس الامر ولو فی غیر هذا المحل المخصوص المتعین کی صورت اختراعیہ کیونکر آ سکتی ہے۔ خود اس چشم کا اختراع صورت تو درکنار یہاں تو اس کی بھی گنجائش نہیں کہ کوئی اپنی ہی اختراعی صورت اس میں مشاہدہ کرے یعنی فی الحقیقت تو اس آنکھ میں کوئی صورت نہ ہو اور کوئی شخص اپنی متخیلہ کے اختراع سے سمجھے کہ اس میں فلاں صورت منطبع ہے۔ یہ بھی ناممکن ہے بلکہ اگر کسی ناقص کی آنکھ میں تجھے اپنی حالت کی اور صورت نظر آوے تو اس کو اختراعی اور مردود سمجھ کیونکہ جو شخص عالم فانی کے نظارہ میں منہمک ہے وہ تخیلات اور تسویلات شیطانیہ سے بہرہ اندوز ہوتا ہے اس کی آنکھ میں اختراعی صورتیں آتی ہیں۔ خواہ خود اسی آنکھ کی اختراعی ہوں یا دوسروں کی۔ اور وہی غیر واقعیات کو واقعیات دیکھتا ہے۔ رہی وہ آنکھ جس میں میں ہوں اس کا کحل الجواہر نور ذوالجلال ہے۔ جو غیر واقعیت کے وہم وخیال سے بھی مبرا اور متعالی ہے پھر اس آنکھ میں غیر واقعیات اور اختراعیات کو کیا دخل وہ تو سراسر واقعیات ہی کا محل ہے خلاصہ یہ کہ مولانا فرماتے ہیں کہ جب مجھے اپنی حالت معلوم ہوئی تو مجھے اس کی غیر واقعیت کا شبہ ہوا۔ مگر شیخ کے نور معرفت نے دستگیری کی اور کچھ ایسی بصیرت پیدا ہوئی کہ خود وہ حالت ہی میرے لئے اپنی واقعیت کی دلیل ہوگئی۔ اور شیخ کے کمال کا اعتقاد اس کا معاون بن گیا چونکہ اوپر غیر واقعیات کو واقعی سمجھنے کا۔ ناقص کی حالت

www.besturdubooks.wordpress.com

کے بیان میں تذکرہ آچکا ہے اسی کو مولانا آگے بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں تا یکے مو باشد از تو پیش چشم الخ۔

تا یکے مورا---------کنی کلی عبر

یعنی اوپر معلوم ہو چکا جو کہ ناقص غیر واقعی چیزوں کو واقعی سمجھتا ہے اب ہم تجھے بتلاتے ہیں کہ جب تک تیری آنکھ کے سامنے ایک بال بھی رہیگا اور عالم ناسوا سے تجھے ذرا سا بھی تعلق رہے گا۔ اس وقت تک ادراک واحساس کی غلطی قائم رہے گی اور تو موتی کو یشب سمجھے گا۔ یشب اور موتی (کھوٹی اور کھری چیزوں میں تجھے اس وقت امتیاز ہوسکتا ہے جبکہ تو خیال (اور دیگر قوی مادیہ) سے بالکل گزر جائے اور ان کو بالکل بیکار و معطل کر دے۔

شرح شبّیری

یک حکایت بشنوائے گوہر شناس	تا بدانی تو عیاں را از قیاس
اے موتی کو پہچاننے والے! ایک حکایت سن لے	تا کہ تو مشاہدہ کو قیاس سے (جدا) جان لے

یک حکایت الخ۔ یعنی اے گوہر شناس تو ایک حکایت سن تا کہ عیان کو قیاسات سے ممتاز کرے۔ مطلب یہ کہ اے طالب ہم تم کو ایک حکایت سناتے ہیں جس سے تم کو معلوم ہوگا کہ حقیقت بنی کسے کہتے ہیں اور قیاسیات اور تخمینیات کیا ہوتے ہیں اور گوہر شناس اس اعتبار سے کہا یعنی اے طالب گوہر شناسی وحقیقت بنی۔ آگے وہ حکایت بیان فرماتے ہیں۔

ہلال پنداشتن آں شخص خیال را در عہد امیر المومنین عمرؓ

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک شخص کا خیال کو چاند سمجھ لینا

ماہ روزہ گشت در عہد عمرؓ	بر سر کوہے دویدند آں نفر
(حضرت) عمرؓ کے زمانے میں رمضان آیا	سب پہاڑ کی چوٹی پر گئے

ماہ روزہ الخ۔ یعنی عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں رمضان کا چاند دیکھنے کے لئے لوگ ایک پہاڑ پر گئے

تا ہلال روزہ را گیرند فال	آں یکے گفت اے عمرؓ اینک ہلال
تا کہ روزے کے چاند سے (نیک) فال لیں	ایک شخص بولا اے عمرؓ! چاند یہ ہے

تا ہلال الخ۔ یعنی وہ اس لئے گئے کہ رمضان کے چاند کی فال لیں یعنی اس کو دیکھ کر سعادت پر استدلال کریں کہ اب روزہ کے برکات حاصل ہونگے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ اے عمرؓ ہلال یہ ہے

چوں عمرؓ بر آسماں مہ را ندید	گفت کایں مہ از خیال تو دمید
جب (حضرت) عمرؓ نے آسمان پر چاند نہ دیکھا	فرمایا یہ چاند تیرے خیال سے چمکا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چون عمر الخ۔ یعنی جب عمر رضی اللہ عنہ نے آسمان پر چاند کو نہ دیکھا تو فرمایا کہ وہ چاند تیرے خیال کی وجہ سے ظاہر ہو گیا تھا

ورنہ من بینا ترم افلاک را	چوں نمی بینم ہلال پاک را
ورنہ میں تو آسمانوں کو زیادہ دیکھنے والا ہوں	پاک چاند کو کیوں نہ دیکھ لوں گا؟

ورنہ من الخ۔ یعنی میں تو تجھ سے زیادہ تیز چشم ہوں پھر میں چاند کو کیوں نہیں دیکھتا۔ یہاں کشف مراد لینے کی ضرورت نہیں۔ سیدھی بات یہ ہے کہ اس شخص کی بینائی میں فرق ہوگا اور حضرت عمرؓ کی بینائی اس سے زیادہ ہوگی پس فرماتے ہیں کہ میری بینائی تجھ سے اچھی ہے۔ مگر میں پھر بھی چاند کو نہیں دیکھتا تو تو نے کس طرح دیکھ لیا معلوم ہوا کہ تجھے بھی اصل چاند نظر نہیں آیا۔

گفت تر کن دست و برابرو بمال	آنگہاں تو بر نگر سوئے ہلال
فرمایا ہاتھ تر کر اور ابرو پر مل	پھر تو چاند کی طرف دیکھ

گفت الخ۔ یعنی تو ذرا ہاتھ بھگو کر اپنے ابرو پر پھیر لے اور پھر دیکھ کہ ہلال کہاں ہے

چونکہ او تر کرد ابرو مہ ندید	گفت اے شہ نیست مہ شد ناپدید
جب اس نے ابرو تر کر لی چاند کو نہ دیکھا	بولا اے شاہ! چاند نہیں ہے وہ غائب ہو گیا

چونکہ الخ۔ یعنی جب اس نے (ان کے کہنے سے) ابرو تر کر لی تو اب چاند ندارد ہو گیا تو کہنے لگا یا امیر المؤمنین اب تو چاند نہ رہا اور وہ تو معدوم ہو گیا پس حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ

گفت آرے موئے ابرو شد کماں	سوئے تو افگند تیرے از گماں
فرمایا ہاں ابرو کا بال کمان بن گیا	اس نے تیری جانب گمان کا تیر چلا دیا

گفت الخ۔ یعنی فرمایا کہ ہں ابرو کا بال کمان کی طرح سامنے آ گیا تھا جس نے تیری طرف ایک خیال اور وہم کا تیر پھینکا اور کمان تیر کا تقابل خالی از لطف نہیں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

چوں یکے مو کژ شد او را راہ زد	تا بدعویٰ لاف دید ماہ زد
جب ایک بال ٹیڑھا ہوا اس نے گمراہ کر دیا	یہاں تک کہ دعوے کے ساتھ چاند دیکھنے کی ڈینگ ماری

چون یکے الخ۔ یعنی اسکی ابرو کا ایک ہی بال ٹیڑھا ہو گیا تھا تو اس بال نے ماہ نو کی شکل دکھلا دی مطلب یہ کہ ایک بال جو کہ بظاہر کوئی حقیقت نہیں رکھتا جب ٹیڑھا ہو گیا تو اس سے بھی حقیقت پوشیدہ ہو گئی اور اس کو خلاف واقع ہلال دکھلائی دینے لگا تو جب ہم سارے ہی کج اور عالم ناسوت کی طرف متوجہ ہونگے تو ہماری کیا حالت ہو گی پھر تو حقیقت بینی ہم سے ممکن ہی نہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

موئے کژ چوں پردۂ گردوں بود	چوں ہمہ اجزات کژ شد چوں بود
ٹیڑھا بال جب آسمان کا پردہ بن گیا	جب تیرے تمام اجزاء ٹیڑھے ہو جائیں تو کیا ہوگا؟
چوں یکے موکژ شد از ابروئے او	شکل ماہے نو نمود آں موئے او
جب اس کی ابرو کا ایک بال ٹیڑھا ہوا	اس کے اس بال نے نئے چاند کی شکل نمودار کر دی

موئے کژ الخ۔ یعنی جب ایک بال کی کجی آسمان کا پردہ بن گئی تو جب سارے اجزاہی تمہارے کج ہوں اس وقت کیا ہوگا مطلب یہ کہ آسمان جیسی صاف چیز کو دیکھتے ہوئے نگاہ کے سامنے صرف ایک بال آ گیا تو وہ ایک بال ہی حقیقت بینی سے مانع ہو گیا اور جب تم سارے کے سارے کج ہو گئے اس وقت تو حقیقت پاس بھی نہیں پھٹک سکتی اور اس راہ سے تو بال بھر علیحدگی بھی راہ زن ہو جاتی ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

ایک حکایت سن تا کہ تو مشاہدہ اور ظن و تخمین میں امتیاز کر سکے اور تجھے معلوم ہو جائے کہ ہمارا بیان ظن و تخمین پر مبنی نہیں بلکہ اس کی بنا مشاہدہ پر ہے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ کے زمانہ میں رمضان آیا کچھ لوگ ہلال رمضان سے مبارک فال لینے کو (اور اس کے دیکھنے کو) ایک پہاڑ پر گئے ان میں سے ایک شخص نے کہا امیر المؤمنین دیکھو وہ رہا چاند۔

جب امیر المؤمنین کو (بغور دیکھنے کے بعد بھی) آسمان پر چاند نظر نہ آیا تو فرمایا کہ یہ چاند تو تیرے متخیلہ کا اختراع ہے ورنہ میں (اپنی تیزی نظر کے باعث) آسمانوں کو زیادہ دیکھتا ہوں پھر کیا وجہ ہے کہ مجھے چاند نظر نہیں آتا۔

اور فرمایا کہ میں ابھی اسکی تصدیق کرائے دیتا ہوں اچھا اپنا ہاتھ تر کر کے ذرا بھوں پر پھیر اور پھر چاند کو دیکھ اب بھی دکھلائی دیتا ہے یا نہیں۔ جونہی اس نے تر ہاتھ سے ابرہ کو تر کیا تو چاند نہ دکھائی دیا کہا امیر المؤمنین اب تو چاند نہیں نظر آتا وہ تو غائب ہو گیا۔

امیر المؤمنینؓ نے فرمایا بہت ٹھیک ہے بات یہ ہے کہ ابرو کا کوئی بال ٹیڑھا ہو کر بشکل ہلال بن گیا اس نے تمہارے متخیلہ میں چاند کی صورت پیدا کر دی۔ گمان بیان ہے تیر کا۔ چونکہ مصرع اول میں ٹیڑھے بال کو بنا پر مشاکلت و مشابہت صوری گمان کہا تھا اس لئے دوسرے مصرع میں گمان کو تیر کہا اور اس خیال کے پیدا کرنے کو تیرا فگندن سے تعبیر کیا اس حکایت سے حس مادی کی غلطی ثابت کر کے آگے بطور نتیجہ حکایت پند و نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں چون یکے موکژ شد از ابروے او۔

شرح شبیری

چون یکے الخ۔ یعنی جب ایک بال کج ہو گیا تو اس نے اسکی راہ زنی یہاں تک کی کہ اس نے چاند دیکھنے کی

www.besturdubooks.wordpress.com

شیخی بگھاری۔ مطلب وہی کہ ایک بال بھرکجی نے اس کی رہزنی اور بسبب حقیقت بینی نہ ہونے کے شیخی کرنے لگا کہ ہم نے چاند دیکھا ہے اس طرح جو شخص عالم ناسوت کی طرف متوجہ ہے اور اسی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے وہ بھی حقیقت بینی سے محروم ہے اگرچہ اپنے کو حقیقت میں بتلاوے جب یہ بات ہے تو ایسے کے پھندے میں مت پھنس جانا کہ گمراہ ہوگے آگے اسی کجی کو دور کرنے کی تدبیر بتلاتے ہیں کہ

راست کن اجزات را از راستاں	سرمکش اے راست روزاں آستاں
پچوں کے ذریعہ اپنے اجزا سیدھے کر لے	اے سیدھا چلنے والے اس چوکھٹ سے سر نہ ہٹا

راست کن۔ الخ۔ یعنی اب اپنے اجزا کو سیدھوں سے سیدھا کر اور اے راست رو اس آستان سے الگ مت ہو مطلب یہ کہ اب اس اجزا کی کجی کو اس طرح دور کرو کہ راست لوگوں اور صالحین کی صحبت اختیار کرو اور ان کے در سے سرکشی مت کرو خدا کریگا کہ انکی برکت سے تم بھی راست ہو جاؤ گے اور راست رو کہنا اس معنی کے اعتبار سے ہے کہ اے طالب راست روی ورنہ اگر وہ راست رو ہے تو پھر اسمیں کجی ہی کہاں ہوگی آگے اسکو (کہ راستوں سے راستی حاصل ہو جائے گی) ایک مثال دے کر فرماتے ہیں کہ

ہم ترازو را ترازو راست کرد	ہم ترازو را ترازو کاست کرد
ترازو ہی ترازو کو برابر کرتی ہے	ترازو ہی ترازو کو کم کر دیتی ہے

ہم ترازو الخ۔ یعنی دیکھو ترازو کو ترازو ہی راست اور درست کرتی ہے اور ترازو ہی ترازو کو گھٹا دیتی ہے یہاں محشیوں نے بہت ہی تکلف کیا ہے اور کہیں ترازو سے کچھ مراد لیا ہے اور کہیں کچھ مگر یہاں سیدھی اور آسان بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ یوں کہا جائے کہ ترازو سے مراد باٹ ہیں اور محل بول کر حال مراد لیا ہے جو شائع ذائع ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو اگر ایک باٹ درست ہو اور دوسرے کو اس کے برابر کر لو تو یہ دوسرا بھی درست اور ٹھیک ہو جائیگا اور اگر اول باٹ کچھ کم ہے تو دوسرے کو بھی کم کر دیگا اس طرح اگر اچھے لوگوں کے پاس جاؤ گے اور کاملین کی صحبت اختیار کرو گے تو ویسے ہو جاؤ گے اور اگر برے لوگوں اور ناقصین کی صحبت میں رہو گے تو اس طرح ناقص اور برے رہو گے آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

ہر کہ با نا راستاں ہم سنگ شد	در کمی افتاد و عقلش دنگ شد
جو گمراہوں کے ساتھ تلا	کمی میں مبتلا ہوا اور اس کی عقل ماری گئی

ہر کہ با۔ الخ۔ یعنی جو شخص ناراستوں کے ساتھ رہا وہ کمی میں پڑ گیا اور اسکی عقل دنگ ہو گئی۔ مطلب یہ کہ جو ناقصوں میں پھنس گیا وہ ناقص ہی رہا اور اس طریق میں حیران و ششدر ہی رہا اور حقیقت بینی سے محروم۔ جب یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

معلوم ہو گیا کہ ناقصین کی صحبت مضر ہوتی ہے تو فرماتے ہیں کہ

رواشداء علی الکفار باش	خاک بر دلداری اغیار پاش
جا کفار پر بھاری پڑ	بیگانوں کی دلداری پر خاک ڈال

رواشداء۔ الخ۔ یعنی اب جاکر اشداء علی الکفار رہ اور اغیار کی دلداری پر خاک ڈال۔ مطلب یہ کہ اب تم کو چاہیے کہ ان لوگوں کی طرح رہو جن کی شان ہے اشداء علی الکفار رحماء بینھم اور ان لوگوں کی صورتوں پر خاک ڈالو اور ان سے قطع تعلق کر دو جو کہ غیر اللہ ہیں اور یہاں بھی غیر سے مراد مقابل عین نہیں بلکہ غیر سے مراد بے تعلق ہے جو کہ اللہ سے غافل کرنیوالا ہو خواہ کوئی ہو مال ہو اولاد ہو پسر ہو کوئی ہو پس اس ایک سے جو تجھے اپنی طرف لگائے اس سے الگ رہ کر وہی مانع طریق ہے آگے بھی اسی کو فرماتے ہیں کہ

برسر اغیار چوں شمشیر باش	ہیں مکن روباہ بازی شیر باش
بیگانوں کے سر پر تلوار بن	خبردار! مکاری نہ کر، شیر بن

برسر الخ۔ یعنی اغیار پر شمشیر کی طرح رہو اور ان سے خبردار حیلہ حوالہ مت کرنا بلکہ شیر کی طرح رہو۔ مطلب یہ کہ جو اغیار ہیں ان سے بالکل بے تعلق رہو اور حیلہ وحوالہ اور تملق کی ضرورت نہیں ہے بلکہ شیر کی طرح رہو کہ اگر کہیں کسی صاف بات کی ضرورت ہو تو وہاں حیلہ وحوالہ سے کام لو اور چاہو کہ یہ بھی راضی رہیں اس کی کیا ضرورت ہے بلکہ شیروں کی طرح بالکل بہادرانہ طریقہ رکھو جو کہ دل میں ہے صاف کہہ دو کسی سے ڈرنا کیا ہے اور یہ اس لئے کہ

تاز غیرت از تو یاراں نگسلند	زانکہ آں خاراں عدوے ایں گلند
تاکہ غیرت کی وجہ سے تجھ سے یار نہ کٹ جائیں	اسلئے کہ وہ کانٹے (اغیار) اس گلستان (وحدت) کے دشمن ہیں

تاز غیرت الخ۔ یعنی کہیں غیرت کی وجہ سے تم سے یار اور اہل اللہ علیحدہ نہ ہو جائیں اس لئے کہ وہ کانٹے اس گل کے دشمن ہیں مطلب یہ کہ جب تم اغیار کی صحبت میں رہو گے اور ان ہی سے تعلق رکھو گے تو جو لوگ تعلق خدا کے ساتھ رکھنے والے ہیں وہ تم کو چھوڑ دیں گے اس لئے کہ وہ تو پھول کی طرح ہیں اور اغیار کانٹے کی طرح ہیں تو پھول تو کانٹے سے علیحدہ ہی رہے گا اور اس سے بھاگے گا۔ اس طرح مجمع اغیار دیکھ کر ان کو غیرت ہو گی اور وہ یہ سمجھیں گے کہ اب اس کو تعلق مع اللہ باقی نہ رہا لہٰذا اب اس کو چھوڑ دیں گے اور ہے بھی یہی بات کہ جب کسی کو دین سے نکلتے دیکھتے ہیں اس سے علیحدگی اور کنارہ کشی کرتے ہیں چاہے وہ مولوی ہو یا درویش ہو بلکہ اگر اپنے اقربا کو بھی دیکھے کہ وہ دین سے علیحدہ ہو رہے ہیں حتیٰ کہ باپ اپنے بیٹے کو اور بیٹا اپنے باپ کو تو اگر دیندار ہیں خدا کی قسم ایک نفرت سی ہوتی ہے اور یوں دل چاہتا ہے کہ اب اس سے علیحدہ ہی رہیں تو اچھا ہے اس لئے کہ ان کی صحبت میں بیٹھنے سے بین فرق معلوم ہوتا ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ چاروں طرف سے ظلمات نے آگھیرا

www.besturdubooks.wordpress.com

والعیاذ باللہ خداوند کریم ہر مسلمان کو اس سے بچائے اور اپنی محبت اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عطا فرمائے آمین۔ ثم آمین۔ آگے بھی اسی مضمون کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرتے ہیں کہ

آتش اندر زن بگرگاں چوں سپند	زانکہ ایں گرگاں عدوئے یوسف اند
کالے دانہ کی طرح ان بھیڑیوں (اغیار) میں آگ لگادے	کیونکہ یہ بھیڑیے یوسف (محبوب حقیقی) کے دشمن ہیں

آتش الخ۔ یعنی ان بھیڑیوں میں آگ لگادے سپند کی طرح اس لئے کہ یہ یوسف کے دشمن ہیں۔ سپند کالا دانہ جس کو آگ میں جلاتے ہیں مطلب یہ کہ اغیار جو گرگ کے مانند ہیں ان میں سپند کی طرح آگ لگا دو اور سب سے قطع تعلق کردو اس لئے کہ یہ تو تمہارے دشمن ہیں (یوسف سے مراد خود سالک لیا جائے تو بہتر ہے) اور طریق حق سے مانع ہیں اور سچ یہ ہے کہ اس ایک کے سامنے کسی اور طرف توجہ ہو یہ تو بڑے ظلم کی بات ہے سوائے اس کے نہ کسی سے خوف ہو نہ کسی سے تعلق ہو بس ایک اس کی طرف توجہ ہو جو کہ اصل مقصود اور اصل طریق ہے اور یہ مذہب ہونا چاہیے کہ ہمہ شہر پر زخوباں منم وخیال ماہی + چہ کنم کہ چشم یک بیں نکند بکس نگاہے + یعنی بس اب تو ایک سے ہی تعلق ہے اور وہی حقیقی خوبصورت اور حسین بھی ہے اگرچہ ساری دنیا حسیناں مجازی سے بھر رہی ہو مگر ہم کو کیا ہمارے حضرت حاجی صاحب قدس سرہ سے ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں کسی نے آکر کہا کہ شریف صاحب آپ سے کچھ مخالفت رکھتے ہیں اور کسی قسم کا گزند پہنچائیں تو کچھ عجب نہیں پس حضرت ایک مجلس عام میں فرمارہے تھے کہ ہم کو کسی کی پرواہ نہیں کوئی ہو خواہ وہ شریف ہو یا بادشاہ ہم جانتے ہیں کہ ہم کو کوئی بھی حقیقی ضرر نہیں پہنچا سکتا اس لئے کہ یہ لوگ جو ضرر بھی پہنچائیں گے وہ جان ہی پر ہوگا اور جان کا ضرر ضرر نہیں جیسا کہ خود قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ جب فرعون نے سحرہ سے کہا کہ میں تم کو سولی دے دونگا اور تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالونگا اس وقت انہوں نے یہی کہ کوئی حرج نہیں اس لئے کہ یہ تو صرف جان پر ہوگا اور اس کے بعد جو ہم کو فائدہ ہوگا اور جو چیز حاصل ہوگی وہ بہت ہی عزیز اور بہت ہی نفیس ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف چلے جائیں گے اور ہم کو قرب حق حاصل ہوگا۔ پس معلوم ہوا کہ ضرر جان ضرر ہی نہیں ہے بلکہ اس کو انہوں نے فائدہ کہا کہ ہم خود کشی نہیں کر سکتے اگر تو مار ڈالے گا تو ہم کو مقصود یعنی قرب حق حاصل ہو جائیگا ہاں اصل اور حقیقی ضرر اپنے نفس کا ہے۔ اس سے ہر وقت خائف رہنا چاہیے یہ دشمن بہت قوی ہے اگر خدا نخواستہ اس نے کہیں قابو پالیا تو یہ ایمان کو لے ڈوبے گا اور ظاہر ہے کہ ضرر ایمان اشد ہے ضرر جان سے جس کو ایک جگہ مولانا خود فرماتے ہیں تا توانی دور شواز یار بد + یار بد بدتر بود از مار بد + مار بد تنہا ہمیں بر جان زند + یار بد بر جان و بر ایمان زند + اور حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ شاید ان کا یہ خیال ہو کہ چونکہ ان کو کعبہ محبوب ہے اس لئے ان کو یہاں سے نکال دیں گے تو ان کو یہ ضرر ہوگا مگر نہیں اس لئے کہ کعبہ ان پتھروں کا نام نہیں ہے بلکہ کعبہ کہتے ہیں تجلی الوہیت کو اور مدینہ کہتے ہیں غلبۂ عبودیت کو تو ہم جہاں بھی ہوں گے اور یہ حالت وہاں طاری ہوگی وہیں ہمارا مکہ ہے اور وہیں مدینہ ہے اور اس

www.besturdubooks.wordpress.com

مجلس میں ایک شخص تھا جو کہ شریف صاحب کی ناک کا بال سمجھا جاتا تھا اور بہت ہی منہ چڑھا تھا مگر حضرت کو اسکی ذرا پرواہ نہ تھی اور برابر یہی فرمارہے تھے کہ مجھ کو کسی کی پرواہ نہیں اور میں کسی سے نہیں ڈرتا۔ اس طرح مولانا فرماتے ہیں کہ غیر اللہ سے نہ خوف کی ضرورت ہے نہ اس کا ضرر ہے بلکہ ایک معنی کو نفع ہے جیسے اوپر تقریر ہوئی اب آگے ابلیس اور نفس کے دشمن ہونے کو جتلاتے ہیں کہ

جان بابا گویدت ابلیس ہیں	تا بہ دم بفریبدت دیو لعین
خبردار! شیطان تجھے جان پدر کہے گا	تا کہ لعین شیطان تجھے فریب میں پھنسا لے

جان بابا الخ۔ یعنی ابلیس تجھ کو جان بابا کہتا ہے تا کہ تجھ کو دم دے کر بہلا پھسلا لے۔ جان بابا کہتے ہیں فرزند کو مطلب یہ کہ تجھے پھسلاتا ہے اور کہتا ہے تو تو میرے فرزند کی طرح ہے اور میری جان کی طرح اور ان سے کوئی شخص فریب کیا نہیں کرتا لہٰذا تجھ سے کوئی فریب نہیں کرتا ہوں اور یہ دیو لعین تجھے دم دے رہا ہے آگے بھی اسی کو فرماتے ہیں کہ

ایں چنیں تلبیس با بابات کرد	آدمی را ایں سیہ رخ مات کرد
(شیطان نے) تیرے باپ (حضرت آدم) سے ایسی ہی مکاری کی	(حضرت) آدم کو اس سیاہ رو نے ہرا دیا

ایں چنیں الخ۔ یعنی اسی قسم کی تلبیس اس نے تمہارے باپ سے بھی کی ہے اور آدمی کو بازی میں اس نے ہرا دیا مطلب یہ کہ اسکی تلبیس اور فریب کچھ نئے نہیں ہیں بلکہ پہلے تمہارے بابا حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ بھی اس کمبخت نے ایسا ہی کیا تھا اور آخر دیکھو گے کہ آدمیوں کو ہرا ہی دیتا ہے۔ اور یہ کمبخت اس قدر ہوشیار ہے کہ اس سے بچنا ذرا مشکل ہے اگر تم بھی ہوشیار رہو گے تو ضرور اس سے بچ سکتے ہو ورنہ بہت مشکل ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

بر سر شطرنج چست ست ایں غراب	تو مبیں بازی بچشم نیم خواب
یہ کوا شطرنج پر چست (ہو کر بیٹھا) ہے	تو بازی کو اونگھتی آنکھ سے نہ دیکھ

بر سر الخ۔ یعنی یہ کوا سر شطرنج پر بہت ہی ہوشیار ہے تو تم بھی بازی کو نیم خواب آنکھ سے مت دیکھو (غراب سے مراد صرف اس کی چالاکی اور بدذاتی ہے) مطلب یہ کہ یہ کمبخت ہر وقت تمہاری گھات میں ہے کہ ذرا تم کو غافل پائے اور فوراً مات دے لہٰذا تم کو بھی چاہیے کہ اس سے غافل نہ رہو بلکہ اس سے زیادہ چست رہو گے تب تو کام چلے گا ورنہ مات کھاؤ گے اور تم پر قابو پالے گا پھر کچھ نہ ہو سکے گا اس لئے کہ یہ داؤ پیچ خوب جانتا ہے پس فرماتے ہیں کہ

زانکہ فرزیں بندہا داند بسے	کہ بگیرید در گلویت چوں خسے
اس لئے کہ وہ فرزین کے بہت سے گھراؤ جانتا ہے	تا کہ تیرے گلے میں تنکے کی طرح پھنس جائے

زانکہ فرزین الخ۔ یعنی اس لئے کہ یہ فرزین کی قیدیں بہت جانتا ہے تو وہ تنکے کی طرح تمہارا گلا آ دبائے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

(فرزین بند ہا باضافتہ مقلوبی یعنی بند ہائے فرزین) مطلب یہ کہ چونکہ بہت ہی ہوشیار ہے اور اس کی اس ردوبدل کو شطرنج کی بازی سے تشبیہ دی اس لئے فرماتے ہیں کہ فرزین کو قید کرنے کی وہ بہت سی تدبیریں جانتا ہے اور جب فرزین کو (جو شطرنج میں ایک مہرہ ہوتا ہے اور نائب السلطنت کہلاتا ہے) قید کر لیا تو بس پھر تو میدان اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ تم کو حقائق و انوار کے حصول سے اس طرح روکے گا کہ جس طرح گلے میں پھندا لگ جایا کرتا ہے تو پھر کوئی شے حلق سے نیچے اتر ہی نہیں سکتی اس طرح جب یہ قابو پالے گا تو تم کو تحصیل انوار و حقائق سے مانع ہوگا اور تم کو متوجہ الی الحق بہت مدت تک نہ ہونے دے گا اسی کو فرماتے ہیں کہ

درگلو ماند خس او سالہا	چیست آں خس مہر جاہ و مالہا
اس (شیطان) کا تنکا گلے میں سالہا رہتا ہے	وہ تنکا کیا ہے؟ رتبہ اور مال کی محبت

درگلو الخ۔ یعنی تمہارے گلے میں اسکا خس سالہا سال تک باقی رہے گا وہ خس کیا ہے وہ حب جاہ وحب مال ہے۔ مطلب یہ کہ وہ خس جو گلے میں اٹک جاتا ہے فوراً ہی نکل جاتا ہے مگر اس کمبخت کا خس کہ وہ منع عن توجہ الی اللہ ہے بہت مدت تک باقی رہتا ہے اور یہ اس کو نکلنے ہی نہیں دیتا اور وہ خس حب جاہ وحب مال ہے کہ یہ ایسا مرض ہے کہ مدتوں کے مجاہدہ و ریاضت کے بعد جاتا ہے بلکہ حب جاہ تو جلدی زائل ہو بھی جاتی ہے مگر حب مال تو بڑی مشکل سے نکلتی ہے اس لئے کہ جب حب مال ہے تو اس کو کسب کریگا اور اسمیں انہماک ہوگا اور بہت جگہ یہ ہوگا کہ جاہ وعزت کو خاک میں ملانا پڑے گا تب مال حاصل ہوگا لہٰذا حب جاہ تو اس طرح بھی نکل گئی مگر حب مال باقی رہتی ہے جو ایک مدت تک مجاہدات وغیرہ سے نکلتی ہے اور بعض مرتبہ جب شیخ دیکھتا ہے کہ کسی کو حب جاہ بھی ہے اور حب مال بھی ہے اور دونوں مرض قابل ترک ہیں پس اگر ایک مرض سے دوسرے مرض کا علاج ہو جائے کہ جب جاہ اس طرح جاتی رہے کہ حب مال میں لگے تو اگرچہ وہ حضرات اس کی اجازت تو نہیں دیتے مگر ہاں تسامح فرماتے ہیں اور یہی سمجھتے ہیں کہ خیر ایک شے تو زائل ہو رہی ہے دوسرے کے لئے کوئی دوسرا علاج تجویز کر دیا جائیگا بس یہاں آ کر شیخ کامل اور عاقل کی ضرورت ہے کہ وہ یہ سمجھے کہ اس کے اندر سے رذائل کو کس طرح اور کس تدبیر سے نکالا جائے اور کس کا علاج کس سے کیا جائے اگر اسمیں کہیں غلطی ہوتی ہے اور کوئی ایسی بات کہہ دی کہ جس سے دوسرے کو وحشت سوار ہوئی تو بس تو وہ گھبرا کر طریق کو چھوڑ بیٹھے گا۔ یہاں یہ بھی سمجھ لو کہ ذکر و شغل تصفیہ کی مدد کے لئے ہیں کہ تصفیہ قلوب جو کہ مجاہدات سے ہو رہا ہے اس میں امداد ہو اور ان کی برکت سے جلدی ہو جائے ورنہ یہ یاد رکھو کہ اسکو دخل کچھ نہیں ہے بعض لوگ جو صرف ذکر و شغل ہی کرتے ہیں اور اسکو کافی خیال کرتے ہیں یہ بالکل غلط ہے اسکی تو ایسی مثال ہے کہ جس طرح طبیب مسہل دے اور اسمیں مدد کے لئے عرق گاؤزبان بتا دے اور اب کوئی احمق صرف عرق گاؤزبان کو کافی سمجھے اور مسہل کا نتیجہ نہ پیوے بلکہ صرف عرق ہی پیوے تو اگرچہ اس عرق سے بھی کچھ نفع ضرور ہوگا کہ ایک آدھ اجابت تو ہو ہی جائیگی مگر وہ بات کہاں جو کہ مسہل پینے کے

www.besturdubooks.wordpress.com

بعد ہوتی پس اس طرح اگر صرف ذکر وشغل ہی میں لگا رہا اور دوسری تدابیر سے ازالہ رذائل نہ کیا تو ظاہر ہے کہ ذکر کی برکت ضرور ہوگی اور اس سے بھی نفع ہوگا مگر وہ تصفیہ جو بعد مجاہدات کے حاصل ہوتا کیا ہو سکتا ہے اور کتب فن میں دیکھ لو کہ اس کے لئے حضرات نے کیا چیز تجویز کی ہے مثلاً احیاء العلوم کو دیکھ لو کہ کہیں ذکر وشغل کی تعلیم کی ہے یا نہیں۔ معلوم ہوا کہ کہیں بھی نہیں بلکہ جہاں کہیں ہے تدابیر بتلائی گئی ہیں کہ اس طرح کرو تو تم کو یہ فائدہ ہو اور اس طرح کرو تو یہ غرض ذکر وشغل صرف مدد کے طور پر ہے اور اصل میں ازالہ رذائل کے لئے تو صرف مجاہدہ ہے جناب مولانا رحمت اللہ صاحب مرحوم کیرانوی ایک مرتبہ ایک گاؤں میں تشریف لے گئے جہاں کہ لوگ شرک وکفر میں مبتلا تھے مگر زبان سے اپنے کو مسلمان کہتے تھے تو وہاں کے ملاجی نے کہا کہ حضرت یہاں کے لوگوں کو میں بہت روز سے نصیحت کرتا ہوں مگر کوئی مانتا ہی نہیں مولانا نے دریافت کیا کہ کیا نصیحت کرتے ہو کہنے لگے کہ میں یہ کہتا ہوں کہ لہنگا پہننا چھوڑ دو اس کو کوئی نہیں سنتا حضرت نے فرمایا کہ شاید تمہاری عقل جاتی رہی ہے کہ تم اس امر کی تعلیم کو لے بیٹھے بھائی اول ان کو شرک وکفر سے تو نکالو رفتہ رفتہ یہ بھی چھوٹ جائیگا اس کے بعد مولانا نے دریافت کیا کہ یہاں کا سردار کون ہے معلوم ہوا کہ ایک عورت ہے وہ چودھرائن ہے۔ مولانا نے اسکو بلایا معلوم ہوا کہ وہ ایک پنڈت کی معتقد ہے بس اب مولانا نے اس سے کوئی گفتگو نہیں کی بلکہ اسی کی معرفت اس پنڈت کو بلایا جب وہ آیا تو مولانا اس کے استقبال کے لئے اٹھ بیٹھے جب اس نے منع کیا تو فرمایا کہ آخر آپ بھی تو اپنے مذہب کے بزرگ ہیں۔ خیر جب وہ بیٹھا تو اس سے دریافت کیا کہ پنڈت جی ہندو مذہب والوں کے علاوہ اور کسی مذہب والے بھی ناجی ہیں۔ کہا نہیں۔ پھر پوچھا کہ مسلمان سے ہندو بھی ہو سکتا ہے اسکا بھی یہی جواب کہ نہیں۔ اس لئے کہ انکا اصل مذہب یہی ہے۔ پھر دریافت کیا کہ پھر ان مسلمانوں کی نجات کی بھی کوئی صورت ہے اس نے کہا کہ کوئی نہیں بس مولانا نے فوراً اس عورت سے کہا کہ لو جی سن لو پنڈت جی تو تم کو دوزخی کہتے ہیں اس لئے کہ اگرچہ یہ لوگ شرک میں مبتلا تھے مگر زبان سے تو مسلمان ہی کہتے تھے اس عورت نے فوراً اس پنڈت سے کہا کہ کمبخت تو گاؤں سے نکل جا تجھے اس قدر کھلایا پلایا اور پھر بھی تو آج یہ کہنے بیٹھا۔ غرضیکہ اس کو نکال دیا اور اس کے بعد مولانا کیرانوی نے سب کو تجدید ایمان کرائی اور نماز روزہ کی تعلیم کی اور ان ملاجی سے کہا کہ خبردار جو ایک سال تک تم نے لہنگے کا نام بھی لیا۔ غرضیکہ جب طبیب کامل ہوتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ اس کے لئے یہ نسخہ مفید ہوگا بلکہ طبیب بعض مرتبہ سنکھیا کھانے کو دے دیتا ہے اور اس کو وہ مفید ہوتا ہے اس طرح بعض مرتبہ شیخ ایک مرض کو دوسرے کے ازالہ کا سبب دیکھ کر یا تو تسامح کرتا ہے اور یا خود کہہ دیتا ہے کہ خیر اس کام کو کرتے رہو اور جانتا ہے کہ جب یہ چھوٹ جائیگا تو اس دوسرے کو بھی دوسری تدابیر سے چھڑا دینگے۔

پس غرض اس ساری تقریر سے یہ ہے کہ اگر ایسے وقت شیخ کامل مل گیا تب تو فائز المرام ہو ورنہ پھر تو موت ہے اور تباہی تقریر بہت دور چلی گئی مقصود مولانا روم رح کا یہ ہے کہ وہ خس جس کے ذریعہ سے شیطان تم کو حق کی

www.besturdubooks.wordpress.com

طرف توجہ سے مانع ہوتا ہے حب جاہ وحب مال ہے کہ یہ دونوں اس طریق کے رہزن ہیں اب آگے ان دونوں میں سے مال کی تخصیص کرتے ہیں اس لئے کہ اکثر ابتلاء اسی میں ہے اور جہاں حب مال ہوگی حب جاہ اکثر نہیں ہوگی بس اسی کو فرماتے ہیں کہ

مال خس باشد چوہست آں بے ثبات	در گلویت مانع آب حیات
مال چونکہ فانی ہے وہ تنکا ہے	تیرے گلے میں وہ آب حیات سے مانع ہے

مال خس الخ۔ یعنی مال جو ایک خس ہے اور بے ثبات ہے اور تمہارے گلے میں آب حیات کے جانے سے مانع ہے مطلب یہ کہ حب مال جبکہ وہ بے ثبات ہی ہے اور تمہارے لئے انوار اور حقائق کی تحصیل سے مانع بھی ہے تو اس کا تو یہ نتیجہ ہونا چاہیے کہ اس کی محبت تمہارے دل میں ہرگز نہ رہے اور اسکا یہ اثر ہونا چاہیے کہ جس کو آگے بیان کرتے ہیں کہ

گر برد مالت عدوے پرفنے	رہزنے را بردہ باشد رہزنے
اگر کوئی چالاک دشمن تیرا مال لے جائے	ایک ڈاکو دوسرے ڈاکو کا مال لے گیا

گر برد۔ الخ۔ یعنی اگر تمہارا مال کوئی چالاک اور پرفن لیجائے تو (صرف یہ ہوا کہ) ایک رہزن کو دوسرا رہزن لے گیا۔ مطلب یہ کہ اسکی بے ثباتی اور مانعیت کا تو یہ اثر ہونا چاہیے کہ اگر کوئی شخص مال کو لے بھی جائے تو اسکا غم نہ ہو اس لئے کہ حقیقت اسکی یہ ہے کہ ایک رہزن اور گمراہ کنندہ کو دوسرا رہزن یعنی چور لے گیا تو تم کو خوش ہونا چاہیے۔ نہ کہ رنجیدہ اور دیکھو اس کی ایسی مثال ہے جیسا کہ اس اگلی حکایت سے ظاہر ہوتا ہے

شرح حبیبی

جب کہ اسکی ابرو کا ایک بال ٹیڑھا ہو گیا تو اس نے ہلال کی صورت اس کے تخیلہ میں پیدا کردی اب ذرا غور کرو کہ جب ایک ٹیڑھا بال بصر اور آسمان کے درمیان حائل ہو گیا اور بصر کو حقیقت بینی سے مانع ہو گیا تو جبکہ تیرے سارے اجزاء ٹیڑھے ہیں تو اس کا کیا نتیجہ ہوگا اور کیا تیرے حواس مادیہ ادراک حقائق علی ماھی علیہ فی نفس الامر کے لئے کافی ہو سکتے ہیں بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ اس کے خلاف ایک دلیل بھی موجود ہے کہ شخص مذکور اس کے ایک بال نے ٹیڑھا ہو کر راہ حقیقت بینی سے یہاں تک بھٹکایا اور اتنا قوی دھوکہ دیا کہ دعوی کے ساتھ رویت ہلال کی ڈینگ مارنے لگا اور اس کو اپنی غلط بینی کا احتمال تک نہ ہوا۔

راست کن: جب کہ تجھے معلوم ہو گیا کہ اجزاء کی ناراستی کا حقیقت بینی پر برا اثر پڑتا ہے اس لئے تجھ پر لازم ہے کہ اپنے اجزا کو درست کرے اور اپنے آپ کو بالکل مرضی حق سبحانہ کے مطلب بناوے اور یہ بات بطور خود حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ اس کے لئے ضرورت ہے ان لوگوں کی جو اپنے آپ کو راست کر چکے ہیں اور مطابق

www.besturdubooks.wordpress.com

مرضی حق سبحانہ کے بن چکے ہیں۔ اس کے چند وجوہ ہیں اول تو خود صحبت ہی مؤثر ہے دوسرے یہ کہ جو کام کسی نمونہ کو سامنے رکھ کر کیا جاتا ہے اس میں سہولت ہوتی ہے۔ تیسرے یہ کہ اس راہ میں خطرات اور مہالک بہت ہیں جن کو وہ عبور کر چکے ہیں اور ان سے بچنے کی تدابیر جان چکے ہیں اور تو ابھی ناواقف اور تجربہ کار ہے تیرا ان سے نجات پانا سخت دشوار ہے اس بنا پر ضروری ہے کہ تو ان کا آستانہ نہ چھوڑے دیکھ باٹ کو باٹ ہی ٹھیک اور پورا کرتا ہے اور باٹ کو باٹ ہی گھٹاتا ہے یعنی اگر کسی باٹ کو پورے باٹ کے برابر کیا جائے تو پورا ہوگا اور اگر کم باٹ کے برابر کیا جائے تو کم ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ نمونہ کو بہت بڑا دخل ہے۔ پس اگر تیرے سامنے بہتر نمونہ ہے تو تو اچھا ہوسکتا ہے اور برا نمونہ ہے تو برا بن جائے گا۔ تو جانتا ہے کہ برے نمونہ کا اثر کیا ہوگا سمجھ لے کہ جو شخص ناقصوں کا قرین بنتا ہے اور ناقصین کی صحبت اختیار کرتا ہے وہ گھاٹے میں رہتا ہے اور اس کی عقل دنگ ہوکر لا یھتدون سبیلا کا مصداق بن جاتا ہے۔

رواشداء علی: تجھے معلوم ہو چکا ہے کہ راستی کی ضرورت ہے اور اس کے لئے ٹھیک نمونہ کی مگر صرف نمونہ کافی نہیں بلکہ تیرے لئے عمل کی بھی ضرورت ہے اور عمل کے لئے ایک ضابطہ کی وہ ضابطہ ہم کس قدر تفصیل کے ساتھ تجھے بتاتے ہیں وہ ضابطہ یہ ہے کہ کفار اور اعداء اللہ کے مقابلہ میں سخت رہ اس کے معنی یہ نہیں کہ خواہ مخواہ لوگوں سے لڑتا پھر۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اغیار اور مانع عن التوجہ الی الحق ہوں کائنا من کان۔ ان کی ملاطفت پر خاک ڈال اور ان کی خاطر سے دین میں مداہنت مت کر دیکھ ہم پھر کہتے ہیں اعداء اللہ کے سر پر شمشیر برہنہ رہ۔ خبردار روباہ بازی اور پالیسی کو اختیار نہ کرنا بلکہ شیر رہنا اور ان کی مخالفت سے جو خطرات پیش آئیں یا پیش آنے کا احتمال ہو ان سے ہرگز نہ ڈرنا بلکہ نہایت جرأت و ہمت و فراخ حوصلگی سے ان کو برداشت کرنا (لیکن یہ) اس وقت ہے جبکہ ان کی مخالفت کے سوا چارہ نہ ہو اور اگر سانپ مر جائے اور لاٹھی نہ ٹوٹے تو سختی کی ضرورت نہیں) تیرے ایسا نہ کرنے میں اندیشہ ہے کہ خود اپنے لوگ تجھے اغیار سے ملتا دیکھ کر جوش غیرت سے تجھ سے قطع تعلق نہ کر بیٹھیں کیونکہ کوئی شخص اس کو پسند نہیں کرتا کہ اپنا دوست اس کے یا اس کے دوست کے دشمنوں سے اختلاط رکھے چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں یایھا الذین آمنوا لاتتخذوا عدوی و عدوکم اولیاء۔ یعنی اے وہ لوگو جو ایمان لا کر ہمارے محبین میں داخل ہو چکے ہیں ہم کو ناپسند ہے کہ تم ہمارے دوست ہو کر ہمارے دشمنوں سے یا ہمارے دوستوں کے (یعنی خود اپنے) دشمنوں سے ملو۔ لہٰذا تم کو ایسا نہ کرنا چاہیے اس آیت میں حق سبحانہ نے کفار کو عدو سے تعبیر کر کے ممانعت فرمائی جس سے معلوم ہا کہ منشاء نہی ان کی عداوت ہے پھر اولاً عدو کو اپنی طرف مضاف کیا اور پھر اپنے دوستوں کی طرف مضاف کیا جس سے معلوم ہوا کہ ان میں سے ہر ایک مستقل وجہ ہے ممانعت کی گو اول اہم ہے جس کی اہمیت پر تقدیر دلالت کرتی ہے اور عدوی و عدوکم میں جس طرح منشاء نہی کی طرف اشارہ ہے یوں ہی امتثال پر تحریض بھی ہے تو حاصل آیت یہ ہوا کہ تم کفار سے مت ملو اور ان کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ اس کی وجہ اول تو یہ ہے کہ وہ ہمارے دشمن ہیں اور تم ہمارے دوست ہمیں یہ پسند نہیں کہ ہمارے

www.besturdubooks.wordpress.com

دوست ہمارے دشمنوں سے ملیں پھر تم کو ہماری محبت کا دعویٰ کر کے ہمارے دشمنوں سے ملنا زیبا بھی نہیں۔ بڑی وجہ تو یہ ہے مگر اس کے ساتھ ہی ایک وجہ اور بھی ہے اور وہ بھی فی نفسہ ایک مستقل وجہ ہے گو وہ پہلی وجہ کے برابر نہیں وہ یہ کہ یہ لوگ تمہارے بھی دشمن ہیں اور تم ہمارے دوست ہو اول تو ہم کو یہ ہی پسند نہیں کہ ہمارا دوست اغیار سے ملے پھر اس میں تمہارا ذاتی ضرر بھی ہے قطع نظر اس سے کہ ہم کو پسند ہے یا ناپسند دوسرے مصرع میں دوستوں کے قطع تعلق کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ ان کے قطع تعلق کا سبب یہ ہے کہ یہ خار ہیں اور دشمن ہیں ان کے محبوب حقیقی کے اس لئے وہ ہرگز گوارا نہیں کر سکتے کہ تم ان کی محبت کا دعویٰ کر کے ان کے محبوب کے دشمنوں سے تعلق رکھو بس تم ان بھیڑیوں کو سپند کی طرح چولہے میں ڈالو۔ کیونکہ جس طرح تمہارے ایسا نہ کرنے میں یہ خطرہ ہے کہ تمہارے دوستوں کو ناگوار ہو کر اس کے قطع تعلق کا باعث ہوگا یوں ہی اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ یہ خود تمہارے محبوب کے بھی دشمن ہیں اول تو خود محبوب کا دشمن ہونا ہی کافی وجہ ہے ان کی مہاجرت کی اس کے علاوہ اسمیں خود تمہارا ذاتی ضرر بھی ہے کہ مانع وصال محبوب ہیں۔ وای ضرراشد منہ۔ حاصل یہ ہوا کہ اغیار کے ساتھ تعلق رکھنے میں تین خرابیاں ہیں خود محبوب ناخوش ہوگا دوست قطع تعلق کر دیں گے وصال سے محروم رہو گے تحذیرین الاغیار کے بعد ایک بہت بڑی کٹھن اور صعب الصعود گھاٹی پر متنبہ فرماتے ہیں اور ایک بہت بڑے غول بیابانی سے ہوشیار کرتے ہیں جو تمام اغیار سے زیادہ خطرناک ہے کیونکہ اور اغیار کی طرف سے نہ تو عموماً اضلال کی سعی ہوتی ہے اور نہ وہ اس کی اتنی تدابیر جانتے ہیں برخلاف اس غول بیابانی ابلیس کے علاوہ ازیں وہ بھی اسی کے چیلے ہیں اس تنبیہ کی ضرورت اس لئے ہے کہ سالک کو اس سے ہر وقت اور لامحالہ سابقہ پڑتا ہے۔

جان بابا: دیکھو تمام اغیار میں ایک بہت بڑا غیر ہے جو سب سے زیادہ خطرناک ہے اگر تم اس سے بچ جاؤ پھر کچھ اندیشہ نہیں اور وہ ابلیس ہے دیکھو اس سے بچنا وہ تجھے بیٹا کہتا ہے اور ہر وقت تیری مقتضیات نفس کی مساعدت کر کے اور بظاہر دل خوش کن صورتیں دکھلا کر تجھ پر اپنا پدر مشفق ہونا ثابت کرنا چاہتا ہے تاکہ اس دھوکے سے یہ غول بیابانی تجھے پھسلا لے اور کچھ تیرے ہی ساتھ اسکا یہ برتاؤ نہیں بلکہ تیرے باپ آدم علیہ السلام کے ساتھ بھی اس نے اسی قسم کا دھوکہ کر کے اور ان پر اپنی خیر خواہی وشفقت ثابت کر کے ان کو شکست دی تھی اس لئے وہ تیرا پشتینی دشمن ہے۔

برسر شطرنج: یہ بھی یاد رکھنا کہ بساط شطرنج پر جو تیرے اور اس کے درمیان بچھی ہوئی ہے یہ سیانا کوا۔ بڑا چست ہے اور نہایت ہوشیاری سے چالیں چلتا ہے ایسی حالت میں تجھے اونگھتے ہوئے بازی کو نہ دیکھنا چاہیے اس لئے کہ تیرا حریف بڑا کھلاڑی ہے اسی فرزین کو قید کر لینے کے ایسے بہت سے داؤ آتے ہیں جو تیرے لئے تنکے کی طرح گیر ہو کر وہاں جان بچ جائیں گے اور تجھے اپنے فرزین کو ان پھندوں سے نکالنا بہت دشوار ہوگا بس تو اس کو پھنسنے ہی نہ دینا۔ حاصل یہ ہے کہ تم کو شیطان کے ساتھ پالا پڑا ہے تم وصول الی الحق چاہتے ہو وہ مانع ہے لیکن چونکہ اس کو بہت سی تدبیریں ایسی آتی ہیں کہ وصول الی الحق سے روک دے اور رات دن وہ اپنے کام میں مشغول

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے تم کو اس سے غافل نہ رہنا چاہیے کیونکہ متنبہ ہو کر بھی اس سے بازی لے جانا ایک اہم کام ہے چہ جائیکہ غافل رہ کر۔ فرزین۔ شطرنج کا ایک نہایت اہم مہرہ ہوتا ہے کیونکہ باقی مہرے یا سیدھے چلتے ہیں یا ٹیڑھے۔ یہ دونوں چالیں چلتا ہے شطرنج بازوں کو یہ مہرہ نہایت عزیز ہوتا ہے کہ وہ دو مہرے دے کر بھی اس کو بچالینا بہتر سمجھتے ہیں حتیٰ کہ اس کو بچانے کے لئے اپنے دونوں رخ دیدیتے ہیں اس کے مقید ہونے سے بازی کو بہت کمزوری لاحق ہو جاتی ہے اور کامیابی کی امید کو کمزور ہو جاتی ہے مگر معدوم نہیں ہوتی۔ پس مولانا کے کلام میں ایک نہایت لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے کہ شیطان اس استعداد فطری کو جو کہ اپنی نہایت گرامی قدر ہونے کے باعث فرزین سے مشابہ ہے۔ مغلوب تو کر دیتا ہے۔ مگر فنا نہیں کر سکتا۔ اس بناء پر مرتے دم تک آدمی کو یاس نہ ہونی چاہیے اور کسی ایسے استاد کی مدد سے اس عزیز مہرہ کو ان بندشوں سے آزاد کرنا چاہیے جو ابلیس کے داؤ پیچ سے پوری واقفیت رکھتا ہو اور انکا توڑ بخوبی جانتا ہو۔

درگلو ماند خس: اوپر شیطانی پھندوں کو بوجہ مانع من الانتفاع بالاشیاء النافعة المطلوبة ہونے کے اس خس سے تشبیہ دی تھی جو گلے میں پھنس جائے اور ان کے لئے گلے میں پھنسنا ثابت کیا تھا جو کہ لوازم مشبہ بہ سے تھا لہٰذا ان اشعار میں خس کو استعارہ کیا ہے ان پھندوں کے لئے۔ اور اس کے لئے لازم یا مناسب مشبہ بہ یعنی گلے میں پھنسا رہنا ثابت کیا ہے اس کے بعد اس خس یعنی پھندوں کی تفسیر کی ہے حب جاہ و مال سے۔ پس حاصل کلام یہ ہوا کہ یہ شیطانی پھندے برسوں تیرے لئے وبال جان رہیں گے اور تو ان سے نجات نہ پاسکے گا تو جانتا ہے کہ وہ پھندے کیا ہیں۔ اچھا تو نہیں جانتا۔ تو ہم سے سن گو اس مقام پر ہم ان کی تفصیل نہیں کر سکتے مگر ایک گر بتائے دیتے ہیں وہ یہ کہ اصل پھندا اور سب سے بڑا پھندا حب جاہ و حب مال ہے۔ باقی پھندے قریب قریب سب اس کی شاخیں ہیں۔ یہاں حب مال کو خس کہا ہے آگے اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں۔ جب کہ مال تیرے گلے میں آب حیات نہ اترنے دے اور تجھے ان نعمتوں سے متمتع نہ ہونے دے جو حیات روح کا مدار اور اسکی غذا ہیں تو اس کو تنکا کہنا بالکل درست ہے کیونکہ وہ بھی گلے میں پھنس کر پانی وغیرہ اشیا کو جو حیات جسمانی کا مدار ہیں معدہ میں جانے سے روکتا ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ مال ایک خس اور وبال جان اور دشمن زندگانی روح ہے تو اگر کوئی چالاک دشمن تیرا مال لیے جائے تو تجھے ہرگز ملال نہ کرنا چاہیے بلکہ خوش ہونا چاہیے کہ ایک رہزن کو دوسرا رہزن لے اڑا اور تجھے اس کے ضرر سے بچا دیا اس پر ایک حکایت یاد آ گئی جو ہمارے اس بیان کی تائید کرتی ہے سنو۔ دزدکے از مار گیرے مار بردالخ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبیری

وزدیدن مارگیرے مارے راازمارگیرے دیگر

ایک سپیرے کا دوسرے سپیرے کے سانپ کو چرانا

وزدکے از مارگیرے مار برد	زابلہی آں راغنیمت می شمرد
ایک چور ایک سپیرے کا سانپ لے گیا	بیوقوفی سے اس کو (مال) غنیمت سمجھ رہا تھا

وزدکے الخ۔ یعنی ایک چوٹلا ایک سپیرے کا سانپ لے گیا اور اپنی بیوقوفی سے اس کو غنیمت سمجھا (شاید سانپ کی ٹوکری لے گیا ہو اور اس کو یہ سمجھا ہو کہ اس میں کوئی مال ہوگا اور اس کو غنیمت سمجھا کہ خیر ایک چیز اڑا لایا) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

وارہید آں مارگیر از زخم مار	مارکشت آں وزدرا بس زارزار
وہ سپیرا سانپ کے زخم سے بچ گیا	سانپ نے اس چور کو بری طرح مار ڈالا

وارہید الخ۔ یعنی وہ سپیرا تو اسکے زخم سے چھوٹ گیا (اس لئے کہ ممکن تھا اسی کو کاٹ لیتا) اور اس سانپ نے اپنے چور کو خوب ذلیل کرکے مار ڈالا (یعنی اچھی طرح کاٹا حتیٰ کہ وہ مرگیا)

مارگیرش دید پس بشناختش	گفت از جاں مارمن پرداختش
سپیرے نے اس کو دیکھا تو پہچان گیا	بولا اس کو میرے سانپ نے بے جان کیا ہے

مارگیرش الخ۔ یعنی (جب وہ سپیرا اس کو تلاش کرتا ہوا اس شخص تک پہنچا) تو اس نے اس کو دیکھا (اور آثار سے) پہچانا کہ اسی نے چرایا ہے (اس لئے کہ ٹوکری وغیرہ رکھی ہوگی) تو کہنے لگا کہ میرے سانپ نے اس کو جان سے خالی کردیا یعنی مار ڈالا۔

در دعا می خواستے جانم ازو	کش بیابم مار بستانم ازو
دعا میں میری جان اس کو طلب کرتی تھی	کہ میں اس کو پکڑ لوں سانپ اس سے لے لوں

در دعا الخ۔ یعنی میری (مراد خوب) دعا یہ تھی کہ اگر کہ کہیں مل جائے تو میں اس سے اپنا سانپ لے لوں۔

شکر حق راکاں دعا مردود شد	من زیاں پنداشتم آں سود شد
اللہ (تعالیٰ) کا شکر ہے کہ وہ دعا مردود ہوگئی	میں نے نقصان سمجھا تھا وہ نفع ہوئی

شکر حق الخ۔ یعنی خدا کا شکر ہے کہ وہ دعا قبول نہ ہوئی بلکہ مردود ہوئی اور میں نے اس عدم قبولیت کو نقصان

www.besturdubooks.wordpress.com

سمجھا تا مگر وہ میرے لئے نفع ہو گیا اس لئے کہ ممکن تھا کہ وہ میرے ہی کاٹ لیتا پس اس طرح سمجھو کہ اگر کوئی تمہارا مال لیجائے تو غم کس قدر بیجا ہے اس لئے کہ ایک رہزن کو جو کہ مانع عن طریق حق تھا ایک دوسرا رہزن یعنی چور لے گیا پھر غم کا ہے کا آگے مولانا ہر دعا کے قبول نہ ہونیکی حکمت اور وجہ بتاتے ہیں کہ

شرح حبیبی

دزدکے: ایک چوتا کسی سپیرے کا سانپ (جو پٹاری میں بند تھا) چرا لے گیا۔ وہ بیوقوف اس کو اپنی حماقت سے مال سمجھتا تھا یہ خبر نہیں تھی کہ دشمن جان ہے۔ اس چور کے سانپ کو چرا لینے کا یہ نتیجہ ہوا کہ سپیرا تو سانپ کے زخم سے بچ گیا مگر چور نے جب بطمع مال اس پٹاری کو کھولا تو سانپ نے اسے کاٹ لیا اور وہ چور مر گیا۔

مار گیرش: سپیرے نے چور کو دیکھ کر قرائن سے پہچان لیا اور دل میں کہا کہ ہو نہ ہو میرے ہی سانپ نے اس کے قفس تن کو طائر روح سے خالی کیا ہے میں تو حق تعالیٰ سے دعا میں درخواست کرتا تھا کہ وہ چور مجھے کہیں مل جائے تو میں اپنا سانپ اس سے لوں مگر خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میری دعا قبول نہ ہوئی ورنہ میں جان سے جاتا۔ میں تو سانپ کی چوری کو اپنا نقصان سمجھتا تھا لیکن درحقیقت وہ سراسر نفع ہو گیا پس اب تم سمجھ سکتے ہو کہ جب وہ شے کہ جس کو تم مال سمجھتے ہو مال نہیں بلکہ مار ہے۔ تو اس کو اگر کوئی دشمن اڑا لے جائے تو اسمیں تمہارا ضرر نہیں بلکہ سراسر نفع ہے اگرچہ تم اس مار گیر کی طرح اپنی ناواقفیت اور غلطی سے نقصان سمجھو چونکہ یہاں دعاء مضر کے قبول نہ ہونے کا ذکر تھا اس لئے مولانا فرماتے ہیں پس دعا ہا کاں زیان ست وہلاک الخ۔

شرح شبّیری

بس دعا ہا کاں زیانست وہلاک	از کرم می نشنود یزدان پاک
بہت سی دعائیں جو نقصان اور ہلاکت ہیں	اللہ پاک ان کو کرم کیوجہ سے قبول نہیں کرتا ہے

بس دعا الخ۔ یعنی بہت سی دعائیں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ سراسر نقصان اور مہلک ہوتی ہیں مگر حق تعالیٰ اپنے بے حد لطف و کرم کی وجہ سے ان کو قبول نہیں فرماتے مطلب یہ کہ جس طرح اس سپیرے نے دعا کی تھی کہ مجھے وہ شخص مل جائے تو میں اس سے اپنا سانپ لے لوں اور وہ دعا قبول نہ ہوئی پھر اس دعا کا نقصان دہ اور مہلک ہونا معلوم ہوا اس طرح بہت سی ایسی دعائیں ہوتی ہیں کہ جن کو تم اپنے لئے مصلحت سمجھتے ہو اور یوں سمجھتے ہو کہ اگر یہ دعا قبول ہو جائے تو ہم کو بہت نفع ہوگا اور ہم فائز المرام ہونگے مگر وہ تمہارے لئے بالکل غارت اور تباہ کر دینے والی ہوتی ہیں بمصداق عسیٰ ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم وعسیٰ ان تحبوا شیئاً وھو شر لکم۔ پس جس قدر امور ہیں ان کو تفویض کرنا چاہیے ہاں دعا کرنا ضرور ہے اس لئے کہ خداوند کریم اس سے خوش ہوتے ہیں کہ ان کا بندہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ان سے کچھ مانگئے اور دیکھو جا بجا تعلیم ہے کہ ہم سے اس طرح مانگو ہم سے یہ مانگو اس کی ایسی مثال ہے جس طرح کہ باپ اور بیٹے کی کہ اگر بیٹا آ کر باپ کے سامنے مچلے اور ضد کرے کہ ہم فلاں کام کریں گے اس کو اس وقت اس کا یہ مچلنا اور بظاہر دق کرنا ہی بھلا معلوم ہوتا ہے اب بعض مرتبہ تو اگر وہ شے اس کے لئے نافع ہوتی ہے یا مضر نہیں ہوتی اس کو اجازت دے دیتا ہے اور اگر دیکھتا ہے کہ یہ امر اس کے لئے مضر ہوگا خواہ دین کو یا دنیا کو تو اس کو ہرگز قبول نہیں کرتا مگر اس کو دوسری چیزیں دے دیتا اور کہتا ہے کہ بیٹا وہ تمہارے لئے مضر ہے اور نقصان دہ ہے تم اس کو لے لو پس اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے مانگنے اور دعا کرنے سے بہت ہی خوش ہوتے ہیں اور وہ جس شے کے لئے دعا کر رہا ہے اگر اس کے لئے وہی مناسب ہے تو اس کو وہی عنایت فرما دیتے ہیں اور اس دعا کو قبول فرما لیتے ہیں ورنہ اس کی جگہ اس کو کوئی اور شے عنایت فرماتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جو بندہ دعا کرتا ہے وہ مردود نہیں ہوتی اس لئے کہ اگر وہ قبول نہ ہوگی تو اس کی جگہ یا تو کوئی بلا جو اس پر آنیوالی تھی رک جائیگی یا کوئی اور نفع پہنچ جائیگا پس دعا کرنا تو ضروری ہوا مگر اس کے نتیجہ کا موافق اپنے خیال کے نہ ہونے سے رنجیدہ نہ ہو کہ یہ برا ہے اس لئے کہ

مصلح ست او مصلحت را داند او	کاں دعا را باز می گرداند او
وہ مصلح ہے اور مصلحت کو جانتا ہے	کہ اس دعا کو وہ لوٹا دیتا ہے

مصلح ست الخ۔ یعنی وہ مصلح ہے اور مصلحت (عباد) کو جانتا ہے کہ اس دعا کو قبول نہیں کرتا مطلب یہ کہ جب وہ اپنے بندوں کا خیر خواہ اور مصلحت جاننے والا ہے تو اب وہ جب مصلحت سمجھتا ہے جس دعا کو چاہتا ہے قبول فرما لیتا ہے اور جس کو مصلحت نہیں سمجھتا اس کو رد فرما دیتا ہے پس اس رد ہونے سے غمگین ہونا بہت نادانی ہے۔ اس لئے کہ تمہاری مصلحت اس وقت اس دعا کے رد ہونے ہی کو مقتضی تھی آگے فرماتے ہیں کہ

واں دعا گوینده شاکی می شود	مے برد ظن بد و آں بد بود
دعا کرنے والا شاکی ہوتا ہے	برا گمان کرتا ہے اور یہ بدگمانی بری ہوتی ہے

وان دعا الخ۔ (جب دعا قبول نہیں ہوتی اور وہ خود اس داعی ہی کی مصلحت ہوتی ہے مگر) وہ شکایت کرنے لگتا ہے اور گمان بد لیجاتا ہے حالانکہ وہ گمان ہی خود بد ہوتا ہے (آں بد بود کی ضمیر اگر ظن کی طرف کی جائے تب تو یہ معنی ہوں گے اور اگر شاکی کی طرف لیجائے تو یہ معنی ہوں گے کہ وہ گمان بد کرتا ہے حالانکہ خود ہی برا ہوتا ہے اور دیکھو یہ نہیں سمجھتا کہ وہ خود اس چیز کی دعا کر رہا ہے جو اس کے لئے بلائے جان ہو جاوے گی۔ مگر چونکہ خداوند کریم اس کی مصالح کو خوب جانتے اور سمجھتے تھے اس لئے اس دعا کو اس کے حق میں قبول نہیں فرماتے بلکہ رد فرما دیتے ہیں پس حاصل مقام اور مقصود مولانا کا یہ ہے کہ دیکھو شیطان کے پھندوں سے بچتے رہنا کہ اگر کہیں اس میں پھنس گئے تو پھر تم کو نکلنا مشکل ہو جائیگا اور اسکے پھندے حب مال حب جاہ ہیں ان کی محبت دل سے نکال دو کہ حدیث میں بھی ہے حب الدنیا راس کل خطیئۃ۔ یعنی دنیا کی محبت تمام معاصی کی جڑ ہے لہٰذا اسی سے

www.besturdubooks.wordpress.com

بچنا ضروری ہے اور جب اس کی محبت نہ ہوگی تو اس کے جاتے رہنے سے غم بھی نہ ہوگا اور نہ ہونا چاہیے اس لئے کہ اس کی مثال تو بالکل ایسی ہے جیسے ایک رہزن کو دوسرا رہزن لے جائے جیسا کہ سپیرے کی مثال سے معلوم ہوتا ہے اور محبت تو حق تعالیٰ کی ہونی چاہیے اور اسی پر پورا پورا بھروسہ چاہیے اگر وہ کوئی کام تمہاری مرضی کے خلاف بھی کرے تو وہ خلاف مرضی ہونا چاہیے اس لئے کہ وہ تمہاری مصلحتوں کو اچھی طرح جانتا ہے اس طرح جو تم کو ضرر دہ ہیں ان کو بھی خوب جانتا ہے پس شاکی نہ ہونا چاہیے ۔ کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند۔ آگے اسی مضمون کو (بہت مرتبہ تو ایک بات کو چاہتا ہے اور وہ تیرے لئے مصلحت نہیں ہوتی) ایک مثال سے بیان کرتے ہیں کہ

می نداند کہ بلائے خویش خواست	وز کرم حق آں بدو ناورد راست
وہ نہیں سمجھتا کہ اس نے اپنی مصیبت کی دعا کی ہے	اور خدا نے کرم کر کے اس کو قبول نہیں کیا ہے

شرح حبیبی

بہت سی دعائیں ایسی ہوتی ہیں کہ بظاہر تو مفید معلوم ہوتی ہیں مگر حقیقت میں موجب زیان وہلاکت ہوتی ہیں حق سبحانہ اپنے فضل وکرم سے ان کو قبول نہیں فرماتے۔ اس کی وجہ استغنا نہیں ہوتی بلکہ اسکا اصلی سبب یہ ہوتا ہے کہ حق سبحانہ محض اپنے فضل وکرم سے اپنے خاص خاص بندوں کی مصلحتوں کا لحاظ رکھتے ہیں چونکہ بندہ حقیقت سے واقف نہیں ہوتا اس لئے اس کو اپنے لئے نافع سمجھ کر دعا کر بیٹھتا ہے اور حق سبحانہ مصلحت دان ہیں اس لئے اس کو مضر سمجھ کر رد کر دیتے ہیں اور جب دعا قبول نہیں ہوتی تو دعا کرنے والا شاکی ہوتا ہے اور خیالات فاسدہ دل میں لاتا ہے حالانکہ قبول نہ کرنا بے جا نہیں ہوتا بلکہ اس کی شکایت اور گمان بد نازیبا ہوتا ہے کیونکہ اس بیچارے کو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس نے اپنے لئے ایک مصیبت کی درخواست کی تھی اور حق سبحانہ نے اس پر اپنا فضل کیا کہ اس کی درخواست کو منظور نہ کیا اور جیسا اس نے چاہا تھا ویسا اس کے لئے نہ کیا بس تم کو چاہیے کہ جب ایسی صورت پیش آئے تو سمجھ لو کہ اس کے قبول نہ ہونے میں بھی کوئی مصلحت ہوگی اور پریشان نہ ہو۔ اوپر بیان کیا گیا تھا کہ بھی آدمی ایک ایسی شے کی درخواست کرتا ہے جو اس کے لئے مضر ہوتی ہے۔ آگے اسی کی تائید ایک حکایت سے کرتے ہیں۔

شرح شبیری

التماس کردن ہمراہ عیسیٰ علیہ السلام بزندہ کردن استخوانہا از عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کا ان سے ہڈیوں کو زندہ کر دینے کی درخواست کرنا

گشت با عیسیٰ یکے ابلہ رفیق	استخوانہا دید در گورے عمیق
ایک بیوقوف (حضرت) عیسیٰ کا سفر کا ساتھی بن گیا	اس نے ایک گہری قبر میں ہڈیاں دیکھیں

www.besturdubooks.wordpress.com

گشت الخ۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے ایک بیوقوف ساتھ ہو گیا اور اس نے ایک گڑھے میں کچھ ہڈیاں دیکھیں (گورے عمیق سے مراد یا تو خود قبر ہے تب تو یہ معنی ہوں گے کہ کسی قبر میں وہ ہڈیاں گر گئی ہوں گی اس لئے کہ وہ تو شیر کی تھیں تو گور میں کس طرح ہوتیں اور اگر گورے عمیق سے مراد مطلق گہرا گڑھا لیا جائے جیسا کہ ترجمہ میں لیا گیا ہے تو مراد یہ ہے کہ کسی گڑھے میں کچھ ہڈیاں دیکھیں)

گفت اے ہمراہ نام آں سنی	کہ بداں تو مردہ زندہ می کنی
کہنے لگا کہ اے ساتھی! اس بلند ذات کا نام	جس کے ذریعہ تم مردے کو زندہ کرتے ہو

گفت الخ۔ یعنی اس شخص نے کہا کہ اے ہمراہی (یعنی عیسیٰ علیہ السلام اس لئے کہ وہ بھی اس کے ہمراہ تھے اور وہ ان کے ہمراہ تھا) اس روشن کا نام کہ جس سے تم مردہ کو زندہ کیا کرتے ہو مجھے بھی سکھلا دو تا کہ میں بھی احسان کروں اور ہڈیوں کو اس کی برکت سے باجان کر دوں (سنی معنی روشن مراد ذات حق تعالیٰ۔ احسان کنم میں اگر احسان کو بمعنی منت لیا جائے تب تو یہ معنی ہوں گے کہ میں اس پر احسان کروں کہ اس کو زندہ کر دوں اور اگر احسان سے مراد مطلق فعل حسن ہو تو یہ مراد ہو گی کہ میں بھی ایک اچھا کام کروں اس لئے کہ ہر شے کا وجود اس کے عدم سے تو بہتر ہے تو اس کو ذی روح کر دینا بھی ایک فعل حسن ہو گا) آگے عیسیٰ علیہ السلام اس کو جواب دیتے ہیں کہ

مر مرا آموز تا احساں کنم	استخوانہا را بداں با جاں کنم
مجھے سکھادو تاکہ میں اچھا کام کروں	اس کے ذریعہ ہڈیوں کو جاندار بنا دوں

گفت خامش الخ۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ارے خاموش رہ اس لئے کہ یہ تیرا کام نہیں ہے (کیونکہ ہر کام کے لئے کچھ شرائط ہوتے ہیں اور اس کی شرط ہے کہ کلام میں برکت ہو اور یہ ہے نہیں) اور تیرے کلام اور تیرے کلمات کے قابل اور لائق نہیں ہے اس لئے کہ وہ نام تو ایسا کلام چاہتا ہے کہ جو بارش سے بھی پاک ہو اور وہ شخص فرشتہ سے بھی (عبادت میں) چست و چالاک ہونا چاہیے (فرشتہ سے چست و چالاک کہنا مبالغہ ہے) مطلب یہ کہ چونکہ شرط ہے برکت دم و کلام وہ تجھ میں معدوم ہے پس اس پر یہ اثر یعنی مردہ سے زندہ ہونا بھی مرتب نہیں ہو سکتا اور اس کے لئے تو ایک پاک نفس اور ایک اس شخص کے دم کی ضرورت ہے جو کہ طاعت حق میں چست و چالاک ہو آگے فرماتے ہیں کہ

گفت خامش کن کہ آں کار تو نیست	لائق انفاس و گفتار تو نیست
فرمایا چپ رہ کہ وہ تیرا کام نہیں ہے	تیرے سانسوں اور گفتار کے لائق نہیں ہے

عمرہا الخ۔ یعنی بہت سی عمروں کی (یعنی مدت کی) ضرورت تھی کہ آدم علیہ السلام پاک ہوئے یہاں تک کہ مخزن افلاک کے امین ہوئے مطلب یہ کہ برکت نفس کے لئے جو کہ شرط ہے کلام کے مؤثر ہونے میں ایک مدت

www.besturdubooks.wordpress.com

کے مجاہدہ اور ریاضت کی ضرورت ہے دیکھو آدم علیہ السلام کو کس قدر مدت کی ضرورت ہوئی ان میں استعداد پیدا ہوئی اس کے بعد وہ امین مخزن افلاک ہو سکے اس لئے کہ اس کے بعد ہی تو ان کو کونیات اور الٰہیات کی اسماء وغیرہ تعلیم ہوئے تھے یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام تو فوراً پیدا ہوئے اور فوراً ان کو اسماء کی تعلیم ہوئی اور فوراً ہی مسجود ملائکہ ہوئے اور اس کے بعد ہی دخول جنت ہوا اور پھر متصل ہی اکل حنطہ ہوا تو پھر عمرہا کہنا صحیح نہ ہوگا اس لئے کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ آدم علیہ السلام عصر کے وقت پیدا ہوئے تھے اور غروب نہ ہونے پایا تھا کہ جنت سے نکالے گئے تو اس کی توجیہ یا تو یہ کی جائے گی کہ یہ باعتبار وہاں کے ایام کے ہے کہ ایک دن وہاں کا اس قدر بڑا ہوتا ہے کہ یہاں اس مدت میں بہت سی عمریں گزر جائیں اور یا یوں کہا جائے کہ چونکہ آدم علیہ السلام کا مادہ تو پہلے سے موجود تھا ہی اور اس کے متعلق خود حدیث میں تصریح بھی ہے کہ وہ ایک مدت تک ان کا خمیر ہوتا رہا تو اب یہ معنی ہونگے کہ ان کے مادہ ہی میں استعداد پیدا ہونا شروع ہو گئی تھی اور اس کے بعد جب وہ مادہ رہا تو اس وقت سے اور وقت وجود تک استعداد کامل ہو گئی تھی اور ایک نسخہ تادم پاک شد ہے اس بنا پر یہ معنی ہوں گے کہ ایک مدت کی ضرورت تھی کہ میرا دم کہ جس کی برکت ہے مردہ کو زندہ کر دینا پاک ہوا اس لئے کہ انبیاء کی استعداد بھی تو قبل نبوت کامل ہوتی رہتی ہے اور ان کو بھی ایک مدت تک مجاہدات کرنا پڑتے ہیں مقصود یہ کہ یہ کام اس وقت ہو سکتا ہے کہ عبادات و ریاضات کر کر کے تم اپنے کو اس قابل بنالو پھر شاید ممکن بھی ہے ورنہ صرف الفاظ کے سیکھنے سے کیا ہوتا ہے آگے ایک اور مثال دیتے ہیں کہ

کاں نفس خواہد زباراں پاک تر	وز فرشتہ در روش چالاک تر
وہ (دم) ایسا سانس چاہتا ہے جو بارش سے زیادہ پاک ہو	اور رفتار میں فرشتہ سے زیادہ تیز ہو

خود گرفتی الخ۔ یعنی تو نے خود اس عصا کو اگر داہنے ہاتھ میں لے بھی لیا مگر موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ جیسا افسوں کہاں سے لاؤ گے مطلب یہ کہ تم نے یہ تو سیکھ لیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں بھی عصا تھا اس لئے تم نے بھی ایک عصا لے لیا مگر جو ان کے ہاتھ میں برکت تھی اور جس کی وجہ سے وہ عصا اژدہا ہو جاتا تھا کہاں سے لاؤ گے پس اس طرح اگر تم نے الفاظ سیکھ بھی لئے مگر وہ برکت جو ان کو مؤثر بنانے کے لئے درکار ہے کہاں سے لاؤ گے کہ اس کی استعداد پیدا کرنے کے لئے ایک مدت کی ضرورت ہے اور وہ بھی جب کہ حق تعالیٰ بھی چاہیں پس تم کو ان الفاظ کے سیکھنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا جب اس ہمراہی نے یہ سنا تو آگے کہتا ہے کہ

عمرہا بایست تا دم پاک شد	تا امین مخزن افلاک شد
عمریں چاہئیں تاکہ سانس پاک ہو	اور آسمانوں کے خزانے کا امین بنے
خود گرفتی ایں عصا در دست راست	دست را دستان موسیٰ از کجاست
یہ لاٹھی تو نے داہنے ہاتھ میں پکڑ لی ہے	ہاتھ میں موسوی اعجاز کہاں ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت گرمن نیستم اسرار خواں	ہم تو برخواں نام را بر استخواں
وہ بولا اگر میں اسرار کے پڑھنے کے قابل نہیں ہوں	(تو) آپ ہی ہڈیوں پر نام پڑھ دیجئے

گفت الخ۔ یعنی اس نے کہا کہ اچھا اگر میں ان اسرار کا جاننے والا اور پڑھنے والا نہیں ہوں (تو نہ سہی مگر آپ تو ہیں) لہٰذا آپ ہی وہ نام پاک ان ہڈیوں پر پڑھ دیجئے کہ یہ زندہ ہو جائیں جب وہ بہت ہی مصر ہوا تو عیسیٰ علیہ السلام دعا کرنے لگے کہ

گفت عیسیٰ یارب ایں اسرار چیست	میل ایں ابلہ دریں گفتار چیست
(حضرت) عیسیٰ نے کہا اے خدا! یہ کیا راز ہے؟	اس بیوقوف کا میلان اس گفتگو کی طرف کیوں ہے؟

گفت عیسیٰ الخ۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام جناب باری میں دعا کرنے لگے کہ اے اللہ یہ کیا بھید ہیں جو اس بیوقوف کا میلان اس بات کی طرف ہے اور اس بیمار نے اپنے غم کو کیوں چھوڑ رکھا ہے اور اس مردار کو اپنی جان کا غم کیوں نہیں اور اس نے اپنے مردہ کو تو چھوڑ رکھا ہے اور دوسرے کے مردہ کو چاہتا ہے کہ اس میں رفو ہو جائے یعنی یہ روح کے ساتھ مل جائے۔ مطلب یہ کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ اسکا اصرار بہت ہی بڑھ رہا ہے اور یہ مانتا ہی نہیں تو دعا کرنے لگے کہ یا الٰہی اس میں کیا بھید ہیں اور یہ اس قدر اصرار کیوں کر رہا ہے یہاں یا تو عیسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہو گیا جو کہ یہ ہڈیاں شیر کی ہیں اس لئے فرماتے ہیں کہ یہ تو زندہ ہو کر خود اسی کو پھاڑ دے گا اور ہلاک کر دیگا پھر اس کے اصرار میں کیا بھید ہیں اور اس کے لئے کیا مقدر ہے اور یا یہ کہ معلوم نہ ہوا ہو مگر صرف اس لئے فرماتے ہیں کہ آخر اس فضول کام میں یہ کیوں لگا ہوا ہے اور مجھے دق کر رہا ہے اور یہ شخص خود بیمار ہے اس کا تو علاج کرتا نہیں اور اس کی تو فکر نہیں ہے کہ غافل عن الحق ہے اور خود ہی مراد کی طرح ہو گیا ہے مگر کچھ خیال اور غم نہیں ہے اور افسوس اس نے اپنے کو چھوڑ رکھا ہے اور اپنی اصلی حیات کی طرف متوجہ نہیں ہوتا کہ وہ طاعت اور ذکر اللہ ہے اور دوسروں کی فکر میں ہے کہ کسی طرح ان میں پیوند حیات لگ جائے اور یہ زندہ ہو جائیں تو آخر اس میں کیا بھید ہیں آگے حق تعالیٰ کی طرف سے جواب عنایت ہوا کہ

چوں غم خود نیست ایں بیمار را	چوں غم جاں نیست ایں مردار را
اس بیمار کو اپنا غم کیوں نہیں ہے؟	اس مردے کو (اپنی) جان کا غم کیوں نہیں ہے؟
مردۂ خود را رہا کردست او	مردۂ بیگانہ را جوید رفو
اس نے اپنے مردے کو چھوڑا ہے	غیر کے مردے کی بھلائی چاہتا ہے
گفت حق ادبارا گر ادبار جوست	خار روئیدن جزائے کشت اوست
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا بدبخت ہے اگر بدبختی کا جویاں ہے	اس کی کھیتی کا نتیجہ کانٹوں کا اگنا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت حق الخ۔ (یہاں ادبار اول میں لفظ صاحب محذوف ہے یعنی صاحب ادبار) یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر صاحب ادبار بدبختی کو تلاش کرتا ہے (تو کرنے دو) اس لئے کہ کانٹے اگنا تو اس کے بونے کا بدلہ ہے (جیسا بویا ویسا پھل پائے گا) مطلب یہ کہ اگر یہ اصرار کرتا ہے تو تم اس کے قول کو مان لو اور ان کو زندہ کر دو اس لئے کہ جب اس کی قسمت میں ہلاک ہونا ہے تو یہ ضرور ہلاک ہو ہی جاوے گا اور جب اس نے کانٹے بوئے ہیں یعنی اعمال سیئہ کا مرتکب ہوا ہے تو اس کو اس کی جزا بھی ویسی ہی ملے گی آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

آنکہ تخم خار را کارد در جہاں	ہاں وہاں او را مجو در گلستاں
جس شخص نے دنیا میں کانٹے کا بیج بویا	خبردار خبردار اس کو گلستان میں نہ تلاش کر

آنکہ الخ۔ یعنی جو شخص کہ کانٹے بوتا ہے (یعنی اعمال سیئہ کا مرتکب ہوتا ہے) تو اس کو تم ہرگز ہرگز گلستان میں مت تلاش کرو (یعنی اس کو اس جگہ جہاں ثمرات محمودہ حاصل ہوتے ہیں مت تلاش کرو اس لئے کہ اس نے اعمال ہی اس لائق نہیں کئے تو ان پر ثمرات محمودہ کہاں سے حاصل ہونگے آگے فرماتے ہیں کہ

گر گلے گیرد بکف خارے شود	ور سوئے یارے رود مارے شود
اگر وہ ہاتھ میں پھول لے گا تو وہ کانٹا بن جائے گا	اگر دوست کی طرف جائے گا تو سانپ بن جائے گا

گر گلے گیرد الخ۔ یعنی اگر یہ شخص پھول بھی لیگا تو وہ بھی خار ہو جائیگا اور اگر کسی یار کی طرف جائیگا تو وہ سانپ ہو جائیگا مطلب یہ کہ اگر وہ کوئی عمل حسن بھی کریگا تو وہ بھی حسن نہ رہے گا اس لئے کہ اس میں مثلاً ریا کا شائبہ ہو تو وہ عمل حسن کہاں رہا بلکہ وہ بھی معصیت ہوگئی اس طرح ایک دوسرے مقام میں خود مولانا فرماتے ہیں۔

ہر چہ گیرد علتے علت شود + کفر گیرد کاملے ملت شود

اور اس شعر کی توجیہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ خوب فرماتے تھے کہ ہر چہ عام ہے اعمال حسنہ کو اور ایمان کو سب کو شامل ہے اب اس میں سے ایک فرد کی بابت فرماتے تھے کہ ہر چہ گیرد علتے علت شود میں یہ بھی داخل ہے کہ دیکھو ایمان جو کہ نجات کا ذریعہ ہے اور اسی سے سعادت دارین حاصل ہوتی ہے اسی کو منافقین نے اختیار کیا ان کے لئے ایمان بھی ذریعہ ہو گیا زیادتی خسران کا کہ فرمایا جاتا ہے کہ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار یعنی منافقین نار کے سب سے نیچے کے طبقے میں ہونگے والعیاذ باللہ تو دیکھو کہ اسی ایک شے کو علتی نے اختیار کیا تو کیا حشر ہوا کہ باوجود منجی ہونے کے پھر اس لئے سبب خسران ہو گیا اور دوسرے مصرعہ کو اس طرح سمجھو کہ دیکھو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کہ انہوں نے بظاہر کلمہ کفر کہا تھا جس سے کہ متبادر کفر ہوتا ہے مگر وہی داخل دین ہو گیا اور قیامت تک کے لئے مسئلہ ہو گیا کہ اگر اکراہ کے وقت کسی نے زبان سے کلمہ کفر کہہ دیا تو اس کا ایمان زائل نہیں ہوتا بس دیکھو کہ ایک کامل نے کفر اختیار کیا مگر وہ ملت اور دین ہو گیا (وللہ در قال) سچ یہ ہے کہ اس سے اچھی توجیہ ممکن ہی نہیں اور اس شعر کا مصداق اور کوئی امر اس قدر ظاہر طور پر نہیں ہو سکتا

www.besturdubooks.wordpress.com

اے اللہ حضرت کے فیوض ہم خدام پر فائض فرمایئے اور ان کی برکت سے حسنات کی توفیق عطا فرمایئے آمین ثم آمین پس معلوم ہوا کہ جو شخص شقی ہے اگر وہ دین کی بات بھی اختیار کرے گا تو وہ اس کے لئے مہلک اور سبب خسران بن جاوے گی آگے بھی اسی مضمون کو فرماتے ہیں کہ

کیمیائے زہر مارست آں شقی	برخلاف کیمیائے متقی
وہ بدبخت سانپ کے زہر (کی طرح) کی کیمیا ہے	برخلاف کے کیمیا کی متقی

کیمیائے الخ۔ یعنی اس شقی کی کیمیا بھی سانپ کا زہر ہے بخلاف کیمیائے متقی کے کہ وہ اس کے بالکل خلاف اور برعکس ہے (کیمیا کہتے ہیں تبدیل ماہیت الی ماہیت اخری کو) لہٰذا فرماتے ہیں کہ اس شقی کے اعمال کو ماہیت جب بدلتی ہے تو وہ حسنات سے سیئات ہو جاتے ہیں جیسے کہ سانپ کا زہر ہوتا ہے کہ وہ آخر مہلک ہو جاتا ہے بخلاف متقی کے اعمال کے کہ وہ اس کے بالکل خلاف اور عکس ہوتے ہیں اس لئے کہ اگر شقی حسنات بھی کرے گا وہ بھی اسکی نیت کے درست نہ ہونے کی وجہ سے سیئات ہو جاویں گی اور جو متقی ہوگا وہ اگر سیئات کا بھی ارتکاب کرے گا اس کے لئے وہ بھی حسنات ہو جاویں گی جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے آگے فرماتے ہیں کہ

ہیں مکن بر قول و فعلش اعتمید	کو ندارد میوہ مانند بید
خبردار اس کے قول و فعل پر بھروسہ نہ کر	وہ (درخت) بید کی طرح پھل نہیں رکھتا ہے

ہیں مکن الخ۔ یعنی ہرگز ایسے شخص کے قول و فعل پر اعتماد مت کرنا اس لئے کہ اس کے اندر میوہ ہی نہیں جیسا کہ بید ہوتا ہے (کہ اس میں بھی میوہ نہیں ہوتا) مطلب یہ کہ اس شخص کے قول فعل پر ہرگز اعتماد نہ کرنا چاہیے اس لئے کہ اس کے پاس ثمرات محمودہ تو ہیں ہی نہیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ اگر اس کے قول پر اعتماد کرو گے تو ایسا حال ہوگا کہ جیسا کہ اس حکایت آئندہ میں معلوم ہوتا ہے فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

گشت باعیس: یعنی ایک احمق حضرت عیسے علیہ السلام کا رفیق سفر ہوا ایک گہرے گڑھے میں اس کو کچھ ہڈیاں دکھائی دیں اس پر اس نے حضرت عیسے علیہ السلام سے درخواست کی اور کہا اے یار مجھے حق سبحانہ کا وہ نام سکھلا دے جس سے تو مردوں کو زندہ کرتا ہے تاکہ میں ایک نیک کام کروں یعنی اس کے ذریعہ سے ان ہڈیوں کو جاندار اور زندہ کر دوں۔

گفت خامش: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ چپ رہ یہ تیرا کام نہیں اور تیرے پڑھنے کے لائق نہیں ہے کیونکہ اس کے لئے ایسے دم کی ضرورت ہے جو بارش سے بھی زیادہ پاک ہو اور جس طرح نجاسات جسمانیہ سے پاک ہوتی ہے وہ اس سے بھی زیادہ نجاسات روحانیہ سے پاک ہو اور ذکر الٰہی میں فرشتوں سے بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

زیادہ تیز چلتی ہو۔ اور دم کے پاک ہونے کے لئے عموماً ایک عرصہ دراز کی ضرورت ہے الا ما شاء اللہ تا کہ مجاہدات و ریاضات طویلہ کے بعد پاک ہو کر خزائن عالم ملکوت کا حامل اور امین بن سکے اور اس سے وہ عجائبات ظاہر ہو سکیں جو سفلیات کی احاطہ قدرت سے باہر ہیں دیکھ لے لاٹھی تو تیرے ہاتھ میں بھی ہے مگر تو اس کو سانپ نہیں بنا سکتا کیوں محض اس لئے کہ وہ افسوں اور تاثیر کہاں ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں تھی۔ گو اس کے حصول میں کسب کو دخل نہ تھا لیکن مقصود صرف اس قدر ہے کہ طہارت ہونی چاہیے خواہ بفضل بحت ہو یا اس میں کسب کو بھی فی الجملہ دخل ہو۔ (تنبیہ) عمر ہا بایست الخ کا مذکورہ بالا مطلب اس بناء پر لکھا گیا ہے کہ بایست اور شد کو بمعنی مستقبل لیا گیا ہے یہاں ایک توجیہ اور بھی ہے وہ یہ کہ دم سے مراد۔ دم عیسیٰ علیہ السلام ہو خواہ۔ بعہد یا بحذف مضاف الیہ۔ اے دم۔ اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ میرے دم کے پاک ہونے کے لئے ایک عرصہ دراز کی ضرورت تھی چنانچہ ایک عرصہ دراز تک مجاہدات و ریاضات و ذکر اللہ کے بعد یہ کمال حاصل ہوا الخ۔ مگر اس توجیہ میں یہ خدشہ ہوتا ہے کہ اس عنوان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ریاضات اس تاثیر کا سبب اور باعث ہوئی ہیں گو موجب نہیں حالانکہ یہ ان کا ایک معجزہ تھا جس میں اعمال کو دخل نہ تھا نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اعمال ان کی طہارت نفس کا سبب بنے ہیں مگر امر بالعکس معلوم ہوتا ہے کہ ان کی طہارت جبلی ان اعمال و مجاہدات کا سبب ہوئی ہے نہ کہ مجاہدات و ریاضات سبب طہارت لانہم علیہ السلام طاھرون و مطھرون من بدو الفطرۃ معصومون من اولی الامر. وھو فضل محض و لطف صرف من ربھم الکریم لادخل لکسبھم فیہ اصلا. دوسرا نسخہ اس مقام پر عمر ہا بایست کا دم پاک شد ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ آدم علیہ السلام کے پاک ہونے کے لئے ایک عرصہ دراز کی ضرورت تھی کہ وہ اس عرصہ کے بعد پاک ہو کر امین مخزن افلاک ہوئے پھر تمہاری کیا ہستی ہے۔ اسمیں یہ خدشہ ہے کہ اول تو پیدا ہوتے ہی آدم علیہ السلام امین مخزن افلاک ہو گئے تھے اور اگر زمانہ تخمر کو بھی لیا جائے تو وہ بھی صرف چالیس روز تھا (جیسا کہ یاد پڑتا ہے) اور وہاں کے دنوں کا بڑا ہونا محض احتمال ہے۔ ثانیاً اس میں بھی ان کے کسب کو دخل نہ تھا محض لطف و فضل رب تھا ثالثاً ان کی پاکی میں کسب کو دخل نہ تھا ان وجوہ سے وہ توجیہ اقرب معلوم ہوتی ہے جو ترجمہ میں اختیار کی گئی ہے کیونکہ اس میں گو ماضی کو مستقبل کے معنی میں لینا پڑتا ہے مگر معنی بے تکلف ہے وقد وصانا السید الشریف فی حواشی المطول بقولہ راع جانب المعنی والوا حوجک الی تکلفات کثیرۃ۔

گفت اگر: اس پر اس نے کہا کہ اگر میں ان اسرار کے پڑھنے کے لائق نہیں۔ کیونکہ وہ شرائط مفقود ہیں جو ان کی تاثیر کے لئے لازمی ہیں تو خود آپ ہی پڑھ دیجئے۔

گفت عیسیٰ: حضرت عیسےٰ نے متعجب ہو کر حق سبحانہ سے دریافت کیا کہ خدایا یہ کیا بھید ہے اور یہ بیوقوف اس قسم کی باتوں کی طرف کیوں مائل ہے۔ اس بیمار کو اپنی فکر کیوں نہیں اور یہ مردہ دل اپنی حیات روحانی کی فکر کیوں نہیں کرتا۔ اس کا دل جو صفات بہیمیہ اور غلبہ نفس سے مردہ یعنی قریب المرگ اور قریب قریب مسلوب الاستعداد

ہو چکا ہے اس کو تو اس نے چھوڑ رکھا ہے اور دوسرے مردہ کی جان وتن میں اتصال چاہتا ہے اور اس کے زندہ ہونے کی باصرار درخواست کرتا ہے۔

گفت حق: حق سبحانہ نے بذریعۂ وحی ارشاد فرمایا کہ جو بدبخت بدبختی کو ڈھونڈتا ہے اور ان چیزوں کے پیچھے پڑتا ہے جو اس کے لئے مضر ہیں تو اس کی کھیتی اور سعی کا ثمرہ خار یعنی نتیجہ بد ہوتا ہے چنانچہ تم کو اس کا نتیجہ عنقریب معلوم ہو جائے گا اور تم جان لوگے کہ اس بدبخت کے سر پر شامت سوار تھی اور اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مار رہا تھا آگے مولانا نتیجہ حکایت کے طور پر نصیحت فرماتے ہیں کہ جو شخص اس دنیا میں رہ کر کانٹوں کا بیج بوتا ہے اور اعمال سیہ میں گرفتار اور مقتضیات نفس کا پابند ہوتا ہے اس کو گلستان میں نہ ڈھونڈنا اور اس کے لئے ثمرات محمودہ کی توقع نہ رکھنا اس کی حالت تو یہ ہوتی ہے کہ اگر وہ پھول ہاتھ میں لے اور بظاہر کوئی نیک کام کرے تو وہ بھی اس کے لئے بوجہ غرض انسانی کی آمیزش اور عدم خلوص نیت کے خار۔ اور موجب مضرت ہو جاتا ہے اور اگر کسی یار یعنی ولی اللہ کی خدمت میں جاتا ہے تو وہ اس کے لئے مار اور موت روحانی کا سبب بن جاتا ہے کیونکہ اس کو احتداءً تو مقصود ہوتا نہیں۔ کوئی نفسانی غرض ہوتی ہے اس لئے وہ ان شرائط پر بھی کاربند نہیں ہوتا جو استفاضہ کے لئے ضروری ہیں لہٰذا خسران ابدی میں مبتلا ہو جاتا ہے (اس شعر میں لفظ یار کو ہم نے بمعنی مرشد کامل قرار دیا ہے اور اس سے عمل صالح بھی مراد ہو سکتا ہے۔ والاقرب ھو الاول لان الافادۃ خیر من الاعادۃ ۔ جس مطلب کو مولانا نے مصرع اول میں اور بر توجیہ ثانی پورے شعر میں ادا فرمایا ہے اسی مضمون کو ایک دوسرے شعر میں بھی دوسرے عنوان سے ادا فرمایا ہے چونکہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ نے اس کے مضمون کو ایک نہایت نفیس دلیل سے ثابت فرمایا ہے لہٰذا افادۃً للناظرین اس کا حل بھی درج کیا جاتا ہے مولانا فرماتے ہیں۔ ہرچہ گیرد علتے علت شود + کفر گیرد کاملے ملت شود + یعنی مبتلائے امراض روحانی کے لئے وہ اعمال بھی جو فی نفسہ صالح اور قابل غذائے روح ہیں مادۂ فاسدہ کی طرف مستحیل ہو جاتے اور اعمال سیہ بن جاتے ہیں اور کامل اگر کفر بھی اختیار کرتا ہے تو وہ کفر بھی دین ہو جاتا ہے حضرت حاجی صاحب اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو ایمان سے بڑھ کر کوئی عمل صالح نہیں لیکن منافقین بظاہر ایمان لائے تو ان کی نسبت حق سبحانہ فرماتے ہیں فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا اور حضرت عمار نے بظاہر کفر اختیار کیا اور کلمۂ کفر زبان سے نکالا تو ظاہری کفر جزو دین بن گیا اور قیامت تک کے لئے قانون مقرر ہو گیا کہ من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان سے کوئی مواخذہ اور بازپرس نہ ہوگی) پس اس بدبخت کی کیمیا تو یہ ہے کہ تریاق بھی زہر مار ہو جاتا ہے اور اعمال صالحہ بھی سیہ بن جاتے ہیں برخلاف کیمیائے متقی کے وہاں زہر مار بھی تریاق ہو جاتا ہے اور فی الجملہ اعمال سیہ بھی حسنہ ہو جاتے ہیں۔ جب تو یہ جان چکا تو ہم تجھ سے کہتے ہیں کہ خبردار ایسے کے قول وفعل پر اعتماد نہ کرنا اور ظاہری عمدہ صورت سے دھوکہ نہ کھانا۔ وہ افعال واقوال ثمرات محمودہ سے بید کی طرح بالکل معرا ہیں چنانچہ ہم تم کو ایک حکایت سناتے ہیں جس

www.besturdubooks.wordpress.com

سے معلوم ہوا کہ ایسے لوگوں کے اقوال وافعال پر بھروسہ کرنیکا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ صوفی ے گشت درد وراقق الخ۔

شرح شبیری

اندرز کردن صوفی خادم را در تیمار داشت بہیمہ ولاحول گفتن آں خادم

صوفی کا خادم کو جانور کی خبر گیری کرنے کی نصیحت کرنا اور اس خادم کا لاحول پڑھنا

صوفئے می گشت ورد ور افق	تاشبے در خانقاہے شد قنق
ایک صوفی دنیا کے اطراف میں گشت کرتا تھا	ایک رات ایک خانقاہ میں مہمان ہوگیا

صوفی الخ۔ یعنی ایک صوفی سیر وسیاحت کرتا پھرا کرتا تھا یہاں تک کہ ایک رات کو ایک خانقاہ میں مہمان ہو گیا (قنق لفظ ترکی بمعنی مہمان)

یک بہیمہ داشت در آخر بہ بست	او بصدر صفہ با یاراں نشست
اس کا ایک چوپایہ (سواری کا) تھا جس کو اصطبل میں باندھ دیا	وہ دوستوں کے ساتھ چبوترے کے صدر مقام پر بیٹھ گیا

یک بہیمہ الخ۔ یعنی اس کے پاس ایک جانور تھا اس کو آخور پر باندھ دیا اور خود یاروں کی جماعت میں صدر پر جا کر بیٹھ گیا (صدر صفۂ یاران سے مراد یہ کہ ان لوگوں نے جو کوئی جگہ بنا رکھی ہوگی وہاں آپ نے تشریف رکھی)

پس مراقب گشت با یاران خویش	دفترے باشد حضور یار بیش
پھر اپنے دوستوں کے ساتھ مراقبہ کرنے لگا	یار کی صحبت بہت بڑا دفتر ہوتی ہے

پس مراقب الخ۔ یعنی پس وہ جا کر مراقب ہو کر بیٹھ گیا اور حضور یار تو ایک بہت بڑا دفتر ہوتا ہے مطلب یہ کہ وہاں صدر پر جا کر یہ صوفی مراقب ہو کر بیٹھ گیا اب آگے مصرعہ ثانی میں انتقال فرماتے ہیں اس حکایت سے مضمون کی طرف یعنی وہ تو مراقب ہو گیا اور حضور یار کا دفتر تو بہت ہی بڑا ہے اس کے مطالعہ کے لئے بہت زیادہ مدت کی ضرورت ہے چونکہ مولانا کے دل میں تو ایک ہی چیز بس رہی ہے بس جہاں ان کو ذرا سی بات ملی فوراً اس کی طرف چل دیتے ہیں۔ گلستان میں جا کر بیر اک گل کو دیکھا + تیری ہی سی رنگت تیری ہی سی بو ہے + بس اسی بناء پر اس حکایت کو چھوڑ کر مشاہدہ جمال باری کی طرف متوجہ ہو گئے اور اس کو بیان کرنے لگے کہ جمال یار کے مطالعہ کا دفتر تو ایک بے نہایت اور بے پایاں دفتر ہے اس کے مشاہدہ کے لئے بھی ایک مدت درکار ہے آگے اس دفتر کی تعیین فرماتے ہیں کہ

شرح حبلیبی

ایک صوفی سیاحی کرتے پھرتے تھے ایک رات خانقاہ میں مہمان ہوئے ان کے پاس ایک جانور (گدھا) تھا اس کو

www.besturdubooks.wordpress.com

تو آخور پر باندھ دیا اور خود یاران جلسہ کے ساتھ مسند صدارت پر جلوہ افروز ہو گئے اور یاران جلسہ کے ساتھ مراقبہ میں مشغول ہو گئے اور ہونا بھی چاہیے تھا کیونکہ اغلب احوال میں حضوریاری ان کا دفتر ہوتا ہے اور وہ یار ہی کی تجلیات کا مشاہدہ ومطالعہ کیا کرتے ہیں اور بعض نسخوں میں بجائے بیش کے پیش ہے۔ یعنی حضور یار کا دفتر ان کے سامنے رہتا ہے۔

شرح شبّیری

دفتر صوفی سوا دو حرف نیست	جز دل اسپید ہمچوں برف نیست
صوفی کا دفتر سیاہی اور حرف نہیں ہے	برف کی طرح سفید دل کے سوا کچھ نہیں ہے

دفتر صوفی الخ۔ یعنی فرماتے ہیں کہ صوفی کا دفتر مثل علماء ظاہر کے سیاہی اور حروف نہیں ہوتا بلکہ اس کا دفتر تو بجز دل سفید مانند برف کے اور کچھ نہیں ہے۔ یعنی صوفی تو اس دفتر میں جس میں کہ حروف ہوتے ہیں مطالعہ نہیں کرتے بلکہ ان کا دفتر اور ملتفت الیہ تو ان کا دل ہے جو کہ انوار کی وجہ سے برف کی طرح سفید ہو رہا ہے۔ یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اوپر تو کہا تھا کہ ان کا ملتفت الیہ صرف حضور یار ہوتا ہے اور وہ اسی طرف لگے رہتے ہیں اور یہاں کہتے ہیں کہ ان کا ملتفت الیہ سوائے قلب کے اور کچھ نہیں ہوتا تو بظاہر ان دونوں صورتوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے مگر تعارض نہیں ہے اس لئے کہ حضور یار جب حاصل ہوگا اور جب یار کی طرف توجہ ہوگی وہ بواسطہ دل کے ہی ہوگی لہٰذا قلب ملتفت الیہ بالعرض ہوا اور حضور یار ملتفت الیہ بالذات ہوا تو معنی یہ ہو گئے کہ صوفی تو بواسطہ قلب کے حضور یار ہی میں مشغول اور اس کی طرف ملتفت رہتے ہیں آگے بھی اسی کو فرماتی ہیں کہ

زاد دانشمند آثار قلم	زاد صوفی چیست انوار قدم
عقلمند کا توشہ قلم کے نشانات ہیں	صوفی کا توشہ کیا ہے اللہ (تعالیٰ) کے انوار

زاد دانشمند الخ۔ یعنی دانشمند اور عالم ظاہر کا سرمایہ تو یہی قلم کے آثار ہیں جو کہ وہ لکھتا ہے اور صوفی کا سرمایہ انوار قدیم ہیں مطلب یہ کہ صوفی اور عارف کا التفات تو اس ذات قدیم کے انوار کی طرف رہتا ہے اور علماء کا التفات اور ان کی توجہ کتب وغیرہ میں رہتی ہے جیسا کہ ظاہر ہے اب یہاں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ انوار قدم سے مراد تجلیات افعالی ہیں اس لئے کہ سالک کو اسی طرح معرفت حاصل ہوتی ہے کہ اول اس کو تجلیات افعالی منکشف ہوتی ہیں ان کے دیکھنے کے بعد ان کے ذریعہ سے ذات وصفات کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے پس یہاں انوار قدم سے مراد تجلیات قدیمہ نہیں ہیں اس لئے کہ افعال باری تعالیٰ تو سب حادث ہیں صرف ذات وصفات قدیم ہیں بلکہ معنی یہ ہیں کہ ذات قدیم کے انوار اور سلوک کی یہی ترتیب ہے کہ اول سالک کو تجلیات افعالی کا ظہور ہوتا ہے پھر ان کے ذریعہ سے تجلیات ذاتی وصفاتی منکشف ہوتی ہیں اور اسی ترتیب کو مولانا خود اگلے شعر میں فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہمچو صیادے سوئے اشکار شد	گام آہو دید و بر آثار شد
اس شکاری کی طرح جو شکار کے پیچھے لگا	ہرن کے قدم دیکھے اور نشان قدم پر چل پڑا

ہمچو صیادے الخ۔ یعنی جیسے ایک شکاری کسی شکار کے پیچھے گیا اور (مثلاً) ہرن کے آثار دیکھ کر ان پر چلنا شروع کیا تھوڑی دیر تک تو یہ نشان قدم اس کے کام آویں گے اس کے بعد خود نافۂ ہرن اس کا رہبر بن جائے گا۔ مطلب یہ کہ صوفی کا سرمایہ انوار قدم کا ہونا اس طرح سمجھو کہ جیسے کوئی شکاری ہرن کے پیچھے گیا اور اس کے نشان قدم دیکھتا چلا گیا اور یہ نشان قدم اس ہرن کے افعال ہیں صفات باذات تو نہیں مگر یہی نشان قدم اس کی ذات کی بھی معرفت کرادیں گے اور ایک وقت میں اس تک لے جا کر کھڑا کریں گے اس طرح اول سالک کو تجلیات افعالی کا ظہور ہوتا ہے اس کے بعد ان کی مدد سے ذات وصفات کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے مگر یہ نشان قدم پر چلنا اس کو تھوڑی ہی دور تک لائق ہے اس کے لئے یہی مناسب ہے کہ کچھ دور تک تو ان آثار کو دیکھتا ہوا چلا جائے اس کے بعد تو اس کے نافہ کی خوشبو خود اس کو اپنی طرف بتلائے گی اور وہ خوشبو خود بتلادے گی کہ اے طالب وہ ذات جس کی تو تلاش میں ہے یہاں موجود ہے یہاں مولانا نے فن کے ایک مسئلہ کی طرف اشارہ کر دیا کہ سلوک بغیر جذب کے کافی نہیں ہوتا تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب سالک راہ طے کرتا ہے تو اول اس کو تجلیات ہوتی ہیں اس کے بعد باری تعالیٰ کی طرف جذب ہوتا ہے اور وہ اس کو اپنی طرف کھینچتے ہیں تب تو اس کو وصول الی اللہ میسر ہوتا ہے پس جیسا کہ اس ہرن کے نافہ کی خوشبو کچھ دیر بعد اس طالب کو اپنے صاحب کے وجود پر مطلع کر دیتی ہے اس طرح یہ تجلیات افعالی ذات وصفات کی معرفت کے لئے آلہ اور سبب ہو جاتی ہیں اور جب انسان عمل کرتا رہتا ہے تو اس کو اکثر جذب ہو ہی جاتا ہے ورنہ بغیر جذب کے تو واصل ہو ہی نہیں سکتا اس کی ایسی مثال ہے کہ جس طرح ایک بزرگ جا رہے تھے اور سامنے ایک بادشاہ کسی غرفہ وغیرہ میں بیٹھے تھے ان کو دیکھنے کا بہت اشتیاق تھا جب دیکھا تو پکارا کہ حضرت بہت روز سے آپ سے ملنے کا اشتیاق تھا آج بعد مدت کے یہ دولت نصیب ہوئی ہے اب اگر دروازہ کی طرف کو آپ آویں گے تو بہت ہی چکر پڑے گا اس لئے کہ قلعہ وغیرہ تو بہت دور ہوتے ہیں لہٰذا میں کمند ڈالتا ہوں آپ اس پر کو تشریف لے آئیں غرضیکہ اس نے کمند ڈالی اور اس کو انہوں نے پکڑ لیا۔ بادشاہ نے ان کو کھینچ لیا جب اوپر آ گئے تو اس نے کہا کہ حضرت مجھے بہت روز سے اسمیں اشکال ہے کہ آپ واصل الی الحق کس طرح ہوئے اور خدا تک کس طرح پہنچے انہوں نے بہت ہی عمدہ جواب دیا کہنے لگے کہ اس طرح پہنچا جس طرح کہ تم تک پہنچا اس لئے کہ اگر میں آنا چاہتا تو نہیں معلوم کس قدر موانع ہوتے کہیں دربان روکتے کہیں کچھ کہیں کچھ اور جب آپ نے بلانا چاہا تو فوراً کمند ڈال دی اور کھینچ لیا۔ پس اگر اس طرف سے جذب نہ ہو تو پھر کوئی سالک بھی واصل نہیں ہو سکتا اور یہی وجہ ہے کہ شیطان نے اس قدر عبادت کی اور پھر بھی مردود ہوا اس لئے کہ سالک محض تھا اور اس کو جذب نہ ہوا تھا پس صرف سلوک کام نہ آیا اور دیکھو اگر اس طرف سے جذب ہو چکا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتا تو وہ کیا یہ کہہ سکتا تھا کہ اسجد لمن خلقت طینا اگی تو حالت اگر جذب ہو جاتا تو یہ ہوتی کہ ارشاد کو بجان ودل بجالاتا پھر اپنی ہستی کو ہستی نہ سمجھتا اور یہ نہ کہتا کہ خلقتنی من نار و خلقته من طین اور عادت اللہ یوں جاری ہے کہ جو مجذوب ہو جاتا ہے اور جس کو اس طرف سے جذب ہو جاتا ہے پھر وہ گمراہ نہیں ہوتا۔ ہاں خود اس کو ہر وقت اور ہر گھڑی یہ خوف رہنا چاہیے کہ شاید میں مردود ہو جاؤں اور اس جذب کی بابت حدیث میں آیا ہے وکذلک الایمان اذا خالط بشاشته القلوب ۔یعنی ایمان اور اعمال صالحہ قلب میں اثر کر جائیں اور جگہ پکڑ جائیں اور جب تک یہ نہیں ہوتا اس وقت تک وہ شخص واصل ہی نہیں ہوا پس مقصود یہ ہوا کہ اول سالک کو تجلیات افعالی کا ظہور ہوتا ہے اس کے بعد ان کے واسطہ سے تجلیات ذاتی وصفاتی کی معرفت ہوتی ہے پھر اس طرف سے جذب ہوتا ہے اس وقت کامل اور واصل الی الحق ہوتا ہے آگے بھی یہی فرماتے ہیں کہ

چند گاہش گام آہو درخورست	بعد ازاں خود ناف آہو رہبرست
اس کو کچھ دیر ہرن کے قدموں کی ضرورت ہے	اس کے بعد خود ہرن کا نافہ اس کا رہنما ہے
چونکہ شکر گام کردو رہ برید	لاجرم زاں گام در کامے رسید
چونکہ اس نے نشان قدم کی قدر کی اور راستہ طے کیا	لامحالہ اس قدم سے مقصد تک پہنچ گیا

چون شکر الخ۔ یعنی جب اس نے اس نشان قدم کی قدر کی اور اسی کے ذریعہ سے راستہ طے کیا تو آخر کار اس نشان قدم کے ذریعہ سے مقصد کو پہنچ گیا۔ مطلب یہ کہ جب ان تجلیات افعالی کے ظہور کے وقت یہ راستہ کو طے کرتا رہا اور ٹھہرا نہیں بلکہ تلاش مطلوب میں چلتا ہی رہا تو آخر کار ایک دن جذب ہو ہی گیا اور فائز المرام ہو ہی گیا آگے فرماتے ہیں کہ

رفتن یک منزلے بر لوئے ناف	بہتر از صد منزل گام وطواف
نافہ کی خوشبو پر ایک منزل چلنا	چکر کی سو منزلوں سے بہتر ہے

رفتن الخ۔ یعنی تیرا ایک منزل نافہ کی بو پر چلنا تیری سو منزلوں سے بہتر ہوگا جو صرف نشان قدم پر چلنا ہوگا اور صرف طواف ہی ہوگا مطلب یہ کہ جذب کے ساتھ ایک منزل کا طے کرنا زیادہ نافع اور بہتر ہوگا بغیر جذب کے سلوک محض سے سو منزلیں طے کرنے سے کسی بزرگ کا قول ہے جذبته ربانته خیر من عبادة الثقلین یعنی اگر اس طرف سے ایک جذبہ بھی ہو جائے تو پھر جو قرب اور جو مقصود اس میں حاصل ہوگا وہ ثقلین کی اس عبادت سے جو بغیر جذب ہو بہتر وانفع وارفع ہے اور یہ تو بہت موٹی بات ہے اس لئے کہ اول صورت میں تو اس طرف سے طلب ہے اور شان محبت کی ہے اور صورت ثانیہ یعنی جذب کی صورت میں اس طرف طلب ہے اور شان محبوبیت کی ہے تو جب وہ چاہیں گے تو ایک دم میں واصل کرلیں گے اور اگر صرف یہی چاہے گا تو سر مارتا پھرا کرے کبھی بھی وصل سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا لہٰذا معلوم ہوا کہ جذب من الحق ہی اصل ہے آگے بھی اسی مضمون کو بیان فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

سیر زاہد الخ۔ یعنی زاہد کی پہنچ تو ہر مہینہ میں پیش گاہ تک ہوتی ہے اور عارف کی پہنچ ہر دم تخت شاہی تک ہوتی ہے (زاہد سے مراد سالک غیر مجذوب اور عارف سے مراد مجذوب پیشگاہ کہتے ہیں اس دروازہ وغیرہ کو جہاں سے بادشاہ سامنے ہو) مطلب یہ کہ سالک بغیر جذب کے تو ایک مدت دراز میں کہیں پیشگاہ تک پہنچ سکے گا یعنی بہت سے بہت ایک مدت میں قرب اور تجلیات اور انوار کو دیکھ لے گا مگر وہ شخص جو کہ مجذوب ہے ہر دم اور ہر گھڑی واصل ہوتا ہے اور تخت شاہی تک پہنچتا ہے اس لئے کہ جب انہوں نے چاہا بہت ہی تھوڑی مدت میں بہت جلد واصل ہو گیا۔ پس معلوم ہوا کہ بغیر جذب من الحق کے کوئی واصل نہیں ہو سکتا۔ اب آگے اس پہلے شعر دفتر صوفی سواد و حرف نیست الخ کے مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ

آں دلے کو مطلع مہتابہاست	بہر عارف فتحت ابوابہاست
وہ دل جو بہت سے سورجوں کا مشرق ہے	عارف کیلئے فتحت ابوابہا (کا مصداق) ہے

آن دلے الخ۔ یعنی وہ دل جو کہ ماہتابوں کا مطلع ہے اور عارف کے واسطے فتحت ابوابہا کا مصداق ہے مطلب یہ کہ وہ دل سفید وہ دل ہے کہ مہتابوں اور تجلیات الٰہیہ کا مطلع ہے اور عارف کے لئے تو یہ ابواب جنت کے کھلنے کا سبب ہے اس لئے کہ جو عارف ہوگا وہ اعمال صالحہ کریگا لہٰذا اس کے لئے جنت کے دروازہ کھل جائیں گے اس طرح جب وہ اس قلب کے ذریعہ سے باری تعالیٰ کی طرف متوجہ اور ملتفت ہوگا تو اس کے لئے جنت معارف کے دروازہ کھل جائیں گے اب آگے اس قلب کا باعتبار استعداد کے متفاوت ہونا فرماتے ہیں کہ

با تو دیوارست و با ایشاں درست	با تو سنگ و با عزیزاں گوہرست
(وہ دل) تیرے لئے دیوار اور ان کے لئے دروازہ ہے	تیرے لئے پتھر اور پیاروں کے لئے موتی ہے

با تو الخ۔ یعنی تیرے پاس تو وہ ایک دیوار کی طرح ہے اور ان کے پاس ایک موتی کی طرح ہے اور تیرے پاس تو پتھر ہے اور ان عزیزوں اور عارفوں کے نزدیک گوہر ہے مطلب یہ کہ یہ قلب تیرے پاس تو ایسا ہے کہ جس طرح دیوار ہوتی ہے اس لئے کہ تو اس سے کام ہی نہیں لیتا اور عارفوں کے پاس ایسا ہے جیسا کہ موتی ہوتا ہے اپنی درخشانی میں یعنی قلب عارف منور ہوتا ہے بانوار الٰہیہ اس لئے وہ مثل دور کے ہے اور چونکہ قلب نامی بالکل بے نور اور بیکار ہوتا ہے اس لئے مثل دیوار کے ہے آگے پھر اسی تفاوت کو بیان فرماتے ہیں کہ

انچہ تو در آئینہ بینی عیاں	پیر اندر خشت بیند پیش ازاں
تو جو کچھ آئینہ میں مشاہدہ کرتا ہے	پیر لوہے کے ٹکڑے میں اس سے پہلے دیکھ لیتا ہے

آنچہ تو الخ۔ یعنی جو چیز کہ تم آئینہ میں بالکل عیاناً اور ظاہر طور پر دیکھ رہے ہو پیر اور عارف اسکو اینٹ اس سے پہلے سے دیکھ رہا تھا (آئینہ کو آئینہ بعد صیقل کہتے ہیں اور مراد عالم تکون اور قبل صیقل اس کو خشت کہتے ہیں اور

www.besturdubooks.wordpress.com

مراد عالم قبل تکون) مطلب یہ کہ تم جو کچھ اس وقت اس عالم میں مخلوقات وغیرہ دیکھ رہے ہو اور اپنے قلب سے بعد صیقل کے ان کو دیکھ کر حق تعالیٰ کی معرفت کر رہے ہو تو جو عارف ہوتے ہیں وہ ان اشیاء سے پہلے ہی قبل تکون سے معرفت حاصل کرتے تھے۔ بس جس طرح ارواح میں تفاوت ہوتا ہے اس طرح بعد ان کے ظہور کے ان کی استعداد میں بھی تفاوت ہوتا یہاں صرف یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ تکوینیات قبل از تکون ارواح کے سامنے حاضر تھیں اور اس کے ذریعہ سے ان کو معرفت ہوتی ہے اور یہاں یہ شبہ بھی نہیں ہوسکتا کہ اگر ان کے وہ اشیاء وہاں پیش نظر تھیں تو یہاں آ کر وہ یاد کیوں نہیں اور ان کا ذہول کیوں ہوا اس لئے کہ دیکھو جس طرح ازل میں تمام ارواح کو جمع کر کے اللہ تعالیٰ نے اقرار ربوبیت لیا تھا اور سب نے اقرار کر لیا تھا لیکن اس وقت کسی کو بھی یاد نہیں الا ماشاء اللہ سوا گر ایک آدھے کو کسی کو یاد بھی ہو جیسے کہ بعض بزرگوں کی حکایتوں سے معلوم ہوتا ہے تو اس سے کلیہ نہیں بن سکتا پس فرماتے ہیں کہ جو چیز کہ ان کونیات میں تم اب بعد قلب کی صفائی دیکھتے ہو اس کے ذریعہ سے معرفت حاصل کرتے ہو جو لوگ کہ عارف ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں حالت روح ہونے میں بھی مشاہدہ کرتے تھے اور اس کے ذریعہ سے معرفت ہوتی تھی آگے فرماتے ہیں کہ

پیر ایشاں نند کایں عالم نبود	جان ایشاں بود در دریائے جود
وہ اس وقت سے پیر ہیں جبکہ یہ جہان نہ تھا	ان کی روحیں دریائے حق میں تھیں

پیر ایشاں نند الخ۔ یعنی وہ بوڑھے (اور عارف ہیں) کہ جب یہ عالم بھی نہ تھا مگر ان کی جان دریائے جود (یعنی معرفت) میں تھی مطلب یہ کہ ان کو قبل تکون بھی ان کے ذریعہ سے معرفت ہوئی تھی اور اس عالم کی پیدائش سے پہلے بھی وہ دریائے معرفت میں تھے آگے بھی یہی مضمون ہے فرماتے ہیں کہ

پیش ازیں تن عمرہا بگذاشتند	پیشتر از کشت بر برداشتند
اس جسم سے پہلے انہوں نے عمریں گزاری ہیں	انہوں نے کھیتی سے پہلے ہی پھل چنے ہیں

پیش ازیں الخ۔ یعنی وہ اس بدن سے پہلے بہت سی عمریں گزار چکے ہیں اور اس کھیتی سے قبل ہی پھل اٹھا چکے ہیں مطلب یہ کہ اس بدن میں آنے سے پہلے ہی انہوں نے بہت بڑی مدت معرفت ہی میں گزار دی ہے اور عمل کرنے سے پہلے ہی وہ پھل پا چکے ہیں اس لئے کہ اعمال تو اس عالم میں آنے کے بعد ہوئے ہیں اور ان کی معرفت پہلے سے اس طرح تھی لہٰذا اس عمل کی کھیتی سے پہلے ہی وہ پھل اٹھا چکے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ

پیشتر از نقش جاں پذ رفتہ اند	پیشتر از بحر درہا سفتہ اند
وہ جسم سے پہلے جان حاصل کر چکے ہیں	دریا سے پہلے ہی وہ موتی پرو چکے ہیں

پیشتر الخ۔ یعنی (وہ ایسے لوگ ہیں کہ) نقش سے پہلے ہی جان کو قبول کر چکے ہیں اور بحر کے ہونے سے

www.besturdubooks.wordpress.com

پہلے ہی موتی پرو چکے ہیں (نقش سے مراد تعلق بالجسد بحر سے مراد عالم کہ دریائے معارف ہے) مطلب یہ کہ وہ تعلق بالجسد سے پہلے ہی جان کو قبول کر چکے ہیں یعنی معرفت حاصل کر چکے ہیں اور دریا کی پیدائش سے قبل ہی وہ موتی حاصل کر چکے ہیں اور موتی سے نفع ہوتا ہے اس کا لڑی میں پرونا اور ان کو نیات کا نفع یہ ہے کہ ان کے معرفت حاصل ہو بس وہ اس عالم میں آنے سے پہلے ہی معرفت حق حاصل کر چکے ہیں۔

مولانا کو اس مقام پر روح کے چند احکام خاصہ وعامہ بیان کرنا مقصود ہے۔ خاصہ تو وہ جو کہ خاص اہل اللہ اور کاملین کے ساتھ مختص ہیں اور عام وہ جو کہ ان کے علاوہ اور دوسروں میں بھی پائے جاتے ہیں۔ اوپر سے بھی یہی مضمون آ رہا ہے اور آگے بھی اسی مضمون کو بیان فرماتے ہیں اور یہاں تک جو بیان ہوا ہے وہ تو احوال واحکام خاصہ تھے اور آگے بھی احوال خاصہ ہی بیان فرماتے ہیں اس کے بعد بعض وہ احکام بھی بتلاویں گے جو کہ عام ہیں ارواح کاملین وغیرہ کاملین پر۔ ان پہلے اشعار کا ماحصل تو یہی تھا کہ ارواح کاملین کو قبل تعلق بالجسد بھی معرفت حاصل ہوتی ہے بلکہ کونیات کا علم اور ان کی معرفت قبل ان کے تکون کے ہوتی ہے اور یہ مسئلہ کشفی ہے جس کی کوئی دلیل بجز کشف کے نہیں ہے کہ ان حضرات کو یہ بات مکشوف ہوئی کہ قبل تعلق بالجسد بھی معرفت ہوتی ہے اور معرفت کا ہونا تو خود نصوص سے ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ دیکھئے اقرار ربوبیت ارواح ہی سے لیا گیا ہے اور ان کو اس وقت اس خاص امر کی معرفت تھی پھر حدیث میں ہے کہ الارواح جنود مجندۃ الخ یعنی ارواح ایک لشکر کے ہیں اب ان میں سے جن میں وہاں الفت اور مناسبت تھی ان میں یہاں آ کر بھی الفت اور مناسبت ہے اور جن میں وہاں تناکر تھا اور مناسبت نہ تھی ان میں یہاں بھی تناکر ہی رہتا ہے پس اس قدر تو معلوم ہوا کہ بعض علوم و معارف ارواح کو وہاں بھی حاصل تھی اور اس عالم میں آ کر انکا اثر بھی مرتب ہوا تو اگر یہ حضرات اپنے کشف اور مشاہدہ سے کسی دیگر معارف کے حصول کے بھی مقر ہیں تو کیا جرج ہے اور مان لینے میں کیا محذور ہے کہ خداوند کریم نے ان کو وہاں کونیات کے تکون سے پہلے ہی معرفت عطا فرمادی تھی لہذا ایک حکم تو یہ ہوا کہ روح کو قبل از تعلق بالجسدی معرفت اشیاء تھی اس کو پہلی سی بیان فرماتی آ رہی ہیں اور آگے بھی اسی کو فرماتے ہیں۔

مشورت کردن خدائے تعالیٰ با فرشتگان در ایجاد خلق

مخلوق کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کا فرشتوں سے مشورہ کرنا

مشورت می رفت در ایجاد خلق	جان شاں در بحر قدرت تا بحلق
مخلوق کے پیدا کرنے میں مشورہ ہو رہا تھا	ان کی روح گلے گلے تک قدرت کے سمندر میں ڈوبی ہوئی تھی

مشورت میرفت الخ۔ یعنی مشورہ جاری تھا مخلوق کے پیدا کرنے کے بارہ میں اور یہ حضرات قدرت کے دریا میں حلق تک غرق تھے۔ مطلب یہ کہ ابھی مخلوق کی پیدائش کا مشورہ ہی تھا (اور مشورہ کہہ دینا باعتبار ظاہر کے ہے ورنہ خداوند

www.besturdubooks.wordpress.com

کریم کو مشورہ کی کیا ضرورت تھی) اور ابھی تک انسان پیدا بھی نہ ہوا تھا مگر جو کاملین ہیں انہیں اس وقت بھی استعداد موجود تھی اور اس وقت بھی آثار قدرت کو مشاہدہ میں از سرتا پا غرق تھی اور اس وقت بھی ان کو مشاہدہ اور معرفت حاصل تھی تو جب ان کو اس وقت بھی معرفت حاصل تھی اور وہ مشاہدہ کر رہی تھی تو ضرور ہے کہ ان کو اس مشورہ کی بھی خبر ہوگی اور ان کو یہ بھی اطلاع ہوگی کہ ہمارے ایجاد کا مشورہ ہو رہا ہے اور فرشتے یہ جواب دے رہے ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ

چوں ملائک مانع آں می شدند	برملائک خفیہ خنبک می زدند
جب فرشتے اس کے لئے مانع بنے	انہوں نے فرشتوں پر چپکے سے تالی پیٹی

چون ملائک الخ۔ یعنی جب ملائک اس ایجاد کے مانع ہوئے تو ملائکہ پر تال بجاتے تھے (خنبک تالی بجانا) مطلب یہ کہ جب ان کو معرفت قبل تکون ہی تھی تو جو مشورہ ہو رہا تھا اس کو وہ سب دیکھ رہے تھے اور جب ملائکہ نے عرض کیا اتجعل فیھا من یفسد فیھا اور اس عرض سے یہی مطلب تھا کہ ان کو پیدا نہ کیا جائے تو چونکہ ان حضرات کو معرفت تھی یہ ان پر ہنستے تھے کہ یہ فضول دخل در معقولات دیتے ہیں اور ان کو اس سے کیا مطلب یہ تو ہونیوالی بات ہے یہاں یہ شبہ نہ ہو کہ یہاں فرشتوں کی شان میں ایک گستاخی معلوم ہوتی ہے کہ ان کو اس امر کی اطلاع نہ تھی اور ان پر یہ لوگ ہنس رہے تھے دوسرے اوپر کے شعر میں اللہ تعالیٰ کے لئے مشورہ کو ثابت کرتے ہیں بات یہ ہے کہ اول تو صفات انسانی صفات ملائکہ سے افضل واشرف ہیں دوسرے یہ کہ اس حالت میں چونکہ مولانا اولیاء اللہ کی معرفت اور حقیقت کو بیان فرمارہے ہیں اس لئے ان کو ایک جوش میں کہہ دیا اور اسی حالت میں یہ بھی کہہ دیا کہ ابھی مشورہ ہی تھا کہ ان کو خبر تھی جس کو ایک جگہ خود بھی فرماتے ہیں کہ ۔ گفتگوئے عاشقاں درامر رب + جوشش عشق ست نے ترک ادب + حاصل یہ ہوا کہ کاملین کی معرفت وجود اشیاء سے پہلے اور خود ان کے تعلق بالجسد سے بھی پہلے سے تھی آگے اس کو پھر صاف طور سے فرماتے ہیں کہ

مطلع برنقش ہر چہ ہست شد	پیش ازاں کیں نقش گل پابست شد
وہ ہر اس چیز سے باخبر تھے جو وجود میں آئی	اس سے پہلے کہ یہ صورت مٹی کی پابند ہو

مطلع برنقش الخ۔ یعنی ہر اس شخص کی حالت پر مطلع تھے جو کہ ہست ہوا اس سے پہلے یہ نقش مٹی میں پابند ہوا مطلب وہی کہ ہر شئے کے ہست ہونے کے قبل اور تعلق بالجسد سے پہلے ان کو اس کی معرفت تھی یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اس سے ان کے علم کا محیط ہونا لازم آتا ہے اس لئے کہ یہاں مولانا کو یہ مقصود نہیں ہے اور مقصود ہو بھی کیسے سکتا ہے جب کہ اور دلائل سے یہ امر منتفی ہے بلکہ مقصود صرف اس قدر ہے کہ ان کو علم بقدر ضرورت تھا آگے بھی اسی کو فرماتے ہیں کہ

پیشتر زافلاک کیواں دیدہ اند	پیشتر از دانہا ناں دیدہ اند
انہوں نے آسمانوں سے پہلے زحل کو دیکھا ہے	انہوں نے دانوں سے پہلے روٹی دیکھی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

پیشتر ز افلاک الخ۔ یعنی افلاک سے پہلے ہی وہ ان کو دیکھ چکے ہیں اور دانوں سے پہلے روٹی کو دیکھ لیا ہے یعنی ابھی متبوع موجود ہی نہیں ہوا اور اس کے توابع کو دیکھ لیا مثلاً آسمان ابھی پیدا بھی نہیں ہوا اور ستارے جو کہ اس کے تابع تھے ان کی معرفت ہوئی اور دانوں سے پہلے روٹی کو پہچان لیا اور یہاں یہ مراد نہیں کہ افلاک سے پہلے کواکب کو دیکھ لیا یعنی افلاک کو نہیں دیکھا۔ نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ افلاک کا علم تو ہوا مگر یہ کچھ ایسا بعید نہیں ہے بلکہ بعید یہ ہے کہ افلاک کے تکون سے قبل ہی کواکب کی معرفت ہو گئی پھر فرماتے ہیں کہ

بے دماغ و دل پر از فکرت بدند	بے سپاہ و جنگ بر نصرت زدند
وہ دماغ اور دل کے بغیر غور و فکر سے پر تھے	انہوں نے بغیر لشکر اور جنگ کے (شیطان پر) فتح حاصل کر لی تھی

بے دماغ و دل الخ۔ یعنی بے دل و دماغ کے فکر سے پر تھے اور بے سپاہ و جنگ کے مدد پر آمادہ تھے۔ (فکر سے مراد علم ہے) مطلب یہ کہ بغیر دل و دماغ کے جو کہ آلہ ہیں از قسام علوم کا ان کو علوم و فکر موجود تھے اور بغیر آلات اور اسباب کے ان کو علوم حاصل تھے۔ یہ تو ان کی قوت علمیہ کا بیان تھا آگے ان کی قوت علمیہ کا بیان ہے کہ وہ باوجود اس کے کہ ان کے پاس شیاطین کو دفع کرنے کے اسباب موجود نہ تھے مگر پھر بھی منصور علی الشیطان تھے اور وہ جانتے تھے کہ ہم پر اس کا قابو چل ہی نہیں سکتا جیسا کہ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے فرماتے ہیں لیس لک علیہم سلطان۔ پس ان کو اس سے قبل سے یقین تھا اور معرفت تھی آگے بھی اسی کو فرماتے ہیں کہ

آں عیاں نسبت بایشاں فکرت ست	ورنہ خود نسبت بدوراں رویت ست
وہ مشاہدہ ان کے اعتبار سے (بمنزلہ) فکر کے ہے	ورنہ دور والوں کے اعتبار سے (جو جوگ کے بعد مشاہدہ) وہ رویت ہے

آن عیان نسبت الخ۔ یعنی یہ معائنہ ان کی نسبت تو فکر ہے۔ مگر جو لوگ دور ہیں ان کی نسبت رویت ہے۔ مطلب یہ کہ اس معائنہ اشیاء کو ان اولیاء اللہ کی نسبت سے فکر کہہ دیا اس لئے کہ ان کو جو اور علوم حاصل ہوئے ہیں ان کے مقابلہ میں یہ کچھ بھی نہیں اور بالکل ہیچ ہیں۔ ہاں جو لوگ دور ہیں اور جن کو معرفت نہیں ہے ان کی نسبت سے یہ مثل رویت کے ہے کہ ان کو یہی حاصل ہو جانا بہت غنیمت ہے آگے بھی اسی کی تشریح فرماتے ہیں کہ

فکرت از ماضی و مستقبل بود	چوں ازیں دو رست مشکل حل شود
فکر (کا تعلق) ماضی اور مستقبل سے ہوتا ہے	جبکہ انکا فکر اس (ماضی و مستقبل) سے متعلق نہیں مسئلہ حل ہو گیا

فکرت از ماضی الخ۔ یعنی تیرا فکر تو ماضی اور مستقبل سے ہوتا ہے اور جب ان سے دور ہو گیا تو بس مشکل حل ہو گئی مطلب یہ کہ فکر تو اسی طرح ہوتا ہے کہ یا تو کسی زمانہ ماضی کے کام کو سوچا جائے یا مستقبل کے اور جہاں ماضی اور مستقبل ہی نہ ہو بلکہ سب اشیاء مشاہد اور معائن ہوں تو پھر ان کو فکر کیوں ہو گی اس لئے کہ جب اس قید ماضی و مستقبل سے نکل گئے بس مشکل حل ہو گئی یہاں فکر سے مراد فکر متعارف ہے یعنی ان کو سوچنے کی ضرورت نہیں اور اوپر فکر سے

www.besturdubooks.wordpress.com

مراد یہ تھا کہ چونکہ ان کے علوم ان سے بہت عالی ہیں اس لئے ان کو فکر کہہ دیا آگے بھی اسی کو فرماتے ہیں کہ

دیدہ چوں بے کیف ہر با کیف را	دیدہ پیش از کاں صحیح و زیف را
چونکہ انہوں نے ہر با کیف کو بے کیف دیکھ لیا ہے	انہوں نے کان (کے وجود) سے پہلے ہی کھرے۔ کھوٹے کو دیکھ لیا ہے

دیدہ چون الخ۔ یعنی وہ ہر بے کیف اور پھر با کیف کو دیکھے ہوئے ہیں اور کان سے پہلے ہی کھوٹے کھرے کو دیکھ چکے ہیں مطلب یہ کہ جس طرح وہ مادیات کو دیکھتے ہیں اور ان کا مشاہدہ کرتے ہیں اسی طرح مجردات کو بھی دیکھتے ہیں ان کے نزدیک دونوں برابر ہیں اور وہ معدن سے پہلے ہی پہچان لیتے ہیں کہ یہ کھرا اور یہ کھوٹا ہے بظاہر تو معدن سے نکلنے کے بعد ہی کھرا کھوٹا معلوم ہوتا ہے مگر اس سے بھی پہلے معلوم کر لیتے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ

پیشتر از خلقت انگورہا	خوردہ میہا و نمودہ شورہا
انگوروں کی پیداوار سے پہلے ہی	انہوں نے شرابیں پی لی ہیں اور مستیاں دکھائی ہیں

پیشتر از خلقت الخ۔ یعنی انگور کے پیدا ہونے سے پہلے ہی شراب کو پی رکھا ہے اور اس کی وجہ سے شور کر رہے ہیں یعنی شراب تو بعد شیرہ نکلنے کے بنتی ہے مگر وہ لوگ اس کو خود انگور ہی میں دیکھے ہوئے ہوتے ہیں اور یہاں تک معرفت ہوتی ہے کہ اسکا اثر بھی ہوتا ہے اور وہ اس کی وجہ سے شور کرتے ہیں یعنی اس معرفت کے وقت ان کو بے حد سرور ہوتا ہے اور ان پر احوال طاری ہوتے ہیں۔

در تموز گرم می بینند دے	در شعاع شمس می بینند فے
وہ ساون میں ماگھ کو دیکھتے ہیں	وہ سورج کی شعاع میں سایہ دیکھتے ہیں

در تموز گرم الخ۔ یعنی تموز کے مہینہ میں جو کہ گرم ہوتا ہے وہ ماہ دے کو دیکھتے ہیں (یعنی سردی کا بھی مشاہدہ کرتی ہیں) اور شعاع شمس میں بھی سایہ کو دیکھتے ہیں (حالانکہ سایہ بعد شعاع کے ہوتا ہے مگر وہ وقت شعاع اور روشنی میں دیکھتے ہیں اس لئے کہ ان کے سامنے تو موجودات اور معدودات سب بقدر ضرورت منکشف ہوتے ہیں۔ لہٰذا جس وقت گرمی کا وجود ہے اس وقت بھی وہ سردی کا معائنہ کر رہے ہیں تموز کہتے ہیں گرمیوں کے ایک مہینہ کو اور دے جاڑے کے مہینہ کو)

در دل انگور مے را دیدہ اند	در فنائے محض شئی را دیدہ اند
انہوں نے انگور کے دل میں شراب کو دیکھا ہے	انہوں نے عدم محض میں وجود کو دیکھا ہے

در دل انگور الخ۔ یعنی انگور کے اندر وہ ابھی سے مے کو دیکھ رہے ہیں (حالانکہ اس میں فی الحال شیرہ ہوتا ہے اور بعد ایک مدت کے وہ شراب بنتی ہے مگر وہ ابھی سے اس میں شراب ہی دیکھ رہے ہیں) اور عدم محض کی حالت میں وہ شے کو دیکھ رہے ہیں یعنی جس وقت کہ کسی شئے کو ابھی عدم ہے اس کی معرفت بھی ان کو حاصل ہے یہاں

www.besturdubooks.wordpress.com

عدم سے مراد عدم سابق ہے عدم لاحق مراد نہیں یعنی یہ مراد نہیں کہ وہ شے بعد وجود کے معدوم ہوئی بلکہ مطلب یہ کہ اس کو ابھی وجود حاصل ہی نہیں ہوا اور وہ اسکا مشاہدہ کر رہے ہیں حاصل ان مضامین کا یہ ہوا کہ اولیاء اللہ کو معرفت میں اسباب کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ ان کو اسباب کے وجود سے قبل ہی ہر شے کی معرفت ہو جاتی ہے۔ مولانا کو یہاں تک روح اولیاء کا حال معرفت اور علم بتلانا مقصود تھا اب آگے ان کا فیض اور ان کے وجود کا دوسری اشیاء کے لئے موجب برکت ہونا بتاتے ہیں جو کہ روح کے احکام میں سے دوسرا حکم ہے اور یہ حکم عام ہے کاملین اور غیر کاملین سب کی ارواح میں پایا جاتا ہے۔

روح از انگورے را دیدہ است	روح از معدوم شئی را دیدہ است
روح نے انگور کے اندر شراب کو دیکھا ہے	روح نے، معدوم سے موجود کو دیکھا ہے
آسماں در دور ایشاں جرعہ نوش	آفتاب از جودشاں زربفت پوش
آسمان ان کے دور (جام) میں شراب نوش ہے	سورج ان کی سخاوت سے زربفت پوش ہے

آسمان در دور الخ۔ یعنی آسمان بھی ان کے زمانہ میں جرعہ نوش ہے اور آفتاب کو بھی ان کی سخاوت سے یہ لباس زربفت ملا ہے مطلب یہ کہ آسمان کا وجود بھی صرف ان ہی کے لئے ہے اور اس کو قیام ان ہی کی برکت سے ہے اور آفتاب کو جو ایک لباس زربفت حاصل ہوا جس کی وجہ سے وہ اس قدر منور اور دل فریب ہے وہ ارواح ہی کی برکت اور فیض کا اثر ہے۔ اور یہ امر خود نص سے ثابت ہے فرماتے ہیں کہ هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً پس معلوم ہوا کہ اصل مقصود تو پیدائش انسان ہے اس کے قیام اور آرام کے لئے یہ سب اشیاء ہیں اب ان میں سے جو اولیاء اللہ ہیں ان کا فیض اور ان کی برکت کی وجہ سے خود ان کو قیام بھی ہے ورنہ اگر وہ نہ ہوں اور صرف کفار ہی کفار رہ جائیں تو یہ سب غارت ہو جائے جیسا کہ قیامت کو ہوگا اب آئندہ اشعار کے سمجھنے کے لئے ایک تمہید کی ضرورت ہے سو جاننا چاہیے کہ مولانا کو ارواح کے متعلق چار حکم بیان کرنا مقصود ہیں اول تو ان کا کمال علمی و عملی۔ دوم ان کا عالم کی ایجاد کا سبب ہونا سوم سب کا متحد الحقیقت ہونا چہارم متحد فی الصفت ہونا ان چاروں میں سے دوم و سوئم تو احکام عامہ ہیں اور اول و چہارم مخصوص ہیں ارواح اولیاء اللہ کے ساتھ ان چار میں سے دو کو تو اوپر بیان کر دیا ہے اور وہ دو ان کا کمال علمی و عملی اور ان کا سبب ایجاد عالم ہونا ہے آگے دو باقی کا بیان ہے ان کے سمجھنے کے لئے اس تمہید کی ضرورت ہے سو یوں سمجھو کہ لفظ حقیقت کے معنی اصطلاح صوفیہ ہیں اور ہیں اور اصطلاح اہل معقول میں دوسرے ہیں صوفیہ کے یہاں حقیقت ظاہر کو کہتے ہیں اور مظہر کو صورت کو مرآۃ سے تعبیر کرتے ہیں مثلاً کوئی آئینہ میں اپنی صورت دیکھتا ہے تو اس شخص کو تو ظاہر اور حقیقت کہیں گے اور آئینہ صورت و مظہر کہلائے گا۔ اب یوں سمجھو کہ عالم میں جس قدر اشیاء ہیں وہ سب انواع و اشخاص میں منقسم ہیں اور ہر نوع کے

www.besturdubooks.wordpress.com

لئے کچھ آثار مختصہ ہیں جو دوسروں میں نہیں ہیں اور ان آثار کا ایک مصدر ہوتا ہے جہاں سے کہ یہ سب پیدا ہوتے ہیں فلاسفہ تو اس کو صورت نوعیہ کہتے ہیں اور صوفیہ اس کو روح کہتے ہیں کہ ہر ہر نوع کی روح کے آثار اس کے افراد و اشخاص سے متعلق ہو کر ان کے تشخصیہ آثار کا مصدر ہوتے ہیں تو مثلاً جمادات کے لئے ایک نوع روح ہے جس کا اثر حفظ ترکیب ہے پس یہ اپنے افراد و تشخصات کے ساتھ مل کر ان کی ترکیب کی حفاظت کریں گے اس کے بعد ایک روح نباتات کے لئے ہے اس کا اثر تمیہ و تغذیہ ہے مع حفظ ترکیب کے اس کے بعد ایک نوع روح حیوانات کے لئے ہے اس کا اثر احساس و ادراک وغیرہ ہے مع حفظ ترکیب و تمیہ و تغذیہ کے پھر ایک نوع روح انسان میں ہے جس کا اثر ادرک حقائق کونیہ و اسرار الٰہیہ ہے۔ مع مذکورین کے اب یوں سمجھو کہ ان سب کے علاوہ ایک اور روح ہے جس کو روح اعظم کہتے ہیں اور اسی کو نفس کلی بھی کہتے ہیں اور وہی حق تعالیٰ سے صادر اول ہے اور دیگر ارواح کے لئے بھی مربی ہے اور ارواح جزیہ اسی کے فیض سے مستفیض ہیں اور اسی کے تابع ہیں لیکن یہ تربیت اضطراری ہے اختیاری نہیں جس سے کہ یہ لازم ہو کہ اس کو تربیت کے لئے علم احوال جزئیات بھی ضروری ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے کہ شمس سے تربیت ہوتی درختوں کی اور پھلوں کی یا پانی سے درختوں کی تربیت ہوتی ہے مگر اس کو اس کے متعلق بھی اطلاع نہیں ہوتی۔ اس طرح روح اعظم کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کو تربیت کے لئے علم کلی ہو لہٰذا چونکہ ارواح جزئیہ اور اس کے آثار کا مظہر ہیں اور ورح اعظم ان میں اپنے آثار کے لحاظ سے ظاہر ہے۔ روح اعظم کو ارواح جزئیہ کی حقیقت اور دیگر ارواح کو اسکا مظہر کہا جاتا ہے اور چونکہ ارواح جزئیہ انسانی کو ارواح زجاجی بھی کہتے ہیں اس لئے کہ یہ روح اعظم کی مظہر اتم ہیں اور چونکہ روح اعظم ان کے اندر بوجہ اتم ظہور کرتی ہے اس لئے اس کو روح سراجی کہتے ہیں جب معلوم ہو گیا کہ ان کی اصطلاح میں حقیقت ظاہر کو کہتے ہیں اور یہ بھی معلوم روح کہ وہ عظیم اپنے آثار کے اعتبار سے دیگر ارواح میں ظاہر ہے اور وہ سب اس کے مظاہر ہیں تو اب یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ تمام عالم کی حقیقت ایک ہے اور جب ان ہی میں ارواح اولیا بھی ہیں تو یہ بھی صحیح ہے کہ تمام اولیاء اللہ کی حقیقت ایک ہے اور وہ روح اعظم ہے اب یہ بھی سمجھ لو کہ وہ روح اعظم کیا ہے غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ روح اعظم حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی روح ہے اس لئے کہ صوفیہ روح اعظم کو صادر اول اور مظہر اتم مانتے ہیں اور یہ بات کسی اور شے میں پائی نہیں جاتی اس لئے کہ حدیث میں ہے اول ما خلق اللہ نوری اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر اتم و اکمل ہونا مسلمات سے ہے لہٰذا ان دونوں کا مصداق ایک ہونا ضروری ہوا اور یہی منشاء ہے ہمارے زمانہ کے صوفیہ کے ضلال و اضلال کا اس لئے کہ جب روح اعظم کو دیکھا کہ تمام عالم کو مربی یہی ہے اور وہ ہے روح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب العالمین کہنے لگے اور یہ نہ سمجھا کہ یہ تربیت کس قسم کی ہے اس لئے کہ اگر اسی قسم کی تربیت کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب العالمین کہنا صحیح ہے تو آفتاب کو رب الاشجار اور پانی کو رب الاشجار کہنا بھی صحیح ہوگا۔ والعیاذ باللہ پھر کیا ہے اگر اسی

www.besturdubooks.wordpress.com

تربیت کا اعتبار کرو تو پھر تو تمام عالم ارباب سے بھر جائیگا نعوذ باللہ من ذلک۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ پانی وغیرہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح سے تربیت پا کر پھر مربی ہیں۔ بالذات نہیں ہیں تو ہم کہیں گے کہ روح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اللہ تعالیٰ جل شانہ سے تربیت پا کر مربی ہوتی ہے بالذات یہ بھی مربی نہیں ہے۔ پھر یہ غلطی کی کہ تربیت کو اختیاری سمجھ کر آپ کے لئے علم محیط ثابت کرنے لگے حالانکہ خود تربیت ہی اختیاری نہیں بلکہ اضطراری ہے جیسا کہ پہلے بیان کر چکے ہیں ہاں یہ تربیت خود ایک بہت بڑا انعام اور عظیم الشان شرف ہے کہ سوائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اور دوسرا کوئی ممکن بھی اس سے مشرف نہ ہوا اور الحمد للہ علی ذلک اور یہاں ایک اور غلطی یہ کرتے ہیں کہ روح اعظم حقیقت محمدیہ کو سمجھتے ہیں حالانکہ دونوں بالکل علیحدہ ہیں اس لئے کہ روح اعظم وہ روح ہے جسکا تعلق بلاواسطہ جسد اطہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور وہ مخلوق اور ممکن ہے اور حقیقت محمدیہ مراتب وجوب میں سے دوسرا مرتبہ ہے یعنی صفات کے اجمال کا مرتبہ ہے جس کو علم بھی کہتے ہیں اور وہ واجب ہے نہ ممکن و مخلوق اور چونکہ یہ مرتبہ مربی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کا اس لئے اس کو حقیقت محمدیہ کہتے ہیں یہ ساری غلطیاں اصطلاحات صوفیہ کو نہ جاننے کی وجہ سے ہوتی ہیں پس معلوم ہوا کہ روح اولیاء اللہ متحد فی الحقیقۃ ہے اب متحد فی الصفۃ ہونیکا بیان سنو جو کہ ارواح کے احوال واحکام میں سے چوتھا حکم تھا یوں سمجھو کہ وہ صفت جس میں کہ سب متفق ہیں اہتداء رہے یعنی سب کا ہدایت پر ہونا اور اپنی مرضیات کو حق کے تابع کر دینا ہے اور چونکہ اختلاف تو تخالف اغراض سے پیدا ہوتا ہے کہ زید کی اور غرض ہے اور عمرو کی اور لہٰذا آپس میں اختلاف پیدا ہو گیا اور جب غرض سب کی ایک ہی ہوگی تو ہرگز ہرگز اختلاف پیدا نہ ہوگا لہٰذا یہ حضرت متحد فی الصفۃ بھی ہوئے اب اگلے اشعار میں ان دو احکام باقیہ کا بیان ہے اول اولیاء اللہ کی روح کا متحد فی الحقیقۃ ہونا بیان فرماتے ہیں کہ

چوں از ایشاں مجتمع بینی دو یار	ہم یکے باشند و ہم شش صد ہزار
جب تو ان میں سے دو یاروں کو اکٹھا دیکھے	وہ ایک ہوں گے اور چھ لاکھ (بھی)

چون از ایشان الخ۔ یعنی جب ان میں سے چند شخصوں کو مجتمع دیکھو تو یوں سمجھو کہ وہ ایک بھی ہیں اور متعدد بھی ہیں اس لئے کہ وہ باعتبار حقیقت کے تو متحد ہیں اور باعتبار تشخصات کے اور صور کے متعدد ہیں جیسا کہ اوپر معلوم ہوا آگے اس کو ایک مثال سے بتلاتے ہیں کہ

بر مثال موجہا اعداد شاں	در عدد آوردہ باشد بادشاں
ان کی شمار موجوں جیسی ہے	جن کو ہوا گنتی میں لے آئی ہے

بر مثال موجہا الخ۔ یعنی پانی کی موج کی طرح ان کے اعداد ہیں جن کو کہ ہوا نے متعدد کر دیا ہو (اور بظاہر وہ متعدد معلوم ہوتی ہیں مگر ان کی حقیقت ایک ہوتی ہے اور وہ پانی ہے اس طرح ارواح اولیاء اللہ بھی متحد فی الحقیقۃ ہوتے ہیں اور بظاہر باعتبار تشخصات متعدد اور مختلف ہوتے ہیں لیکن فرق صرف اس قدر ہے کہ پانی تو حقیقت امواج باصطلاح اہل

www.besturdubooks.wordpress.com

معقول ہے اور یہاں متحد باصطلاح صوفیہ ہیں نہ بلا اعتبار روح اہل معقول آگے ایک دوسری مثال سے سمجھاتے ہیں۔

مفترق شد آفتاب جانہا	در درون روزن ابدانہا
روحوں کا سورج جدا جدا ہو گیا ہے	جسموں کے سوراخوں میں

مفترق شد الخ۔ یعنی آفتاب جان ان ابدان کے روزنوں میں مفترق اور متعدد ہو گیا ہے ورنہ اگر اس قرص خورشید پر نظر کرو تو وہ ایک ہی ہے اور جو شخص کہ اس تعدد کو دیکھنے لگا اور اس میں پھنس گیا وہ شک میں پڑ گیا۔ مطلب یہ کہ روح اعظم جو فیض پہنچانے میں اور مربی ہونے میں مثل آفتاب کے ہے ابدان میں آ کر متعدد معلوم ہوتی ہے جس طرح کہ آفتاب مختلف سوراخوں سے ظاہر ہوتا ہے اور ان میں کسی کی شکل کیسی ہوتی ہے اور دوسری اس کے خلاف ہوتی ہے اور دوسری اس کے خلاف ہوتی ہے حالانکہ اگر اس آفتاب کی ٹکیا کو دیکھو تو وہ ایک ہی ہے اس طرح وہ روح اعظم تو ایک ہے مگر بظاہر یہ تعدد معلوم ہوتا ہے اور جو شخص کہ اس تعدد ابدان کی طرف چلا اور اس کو حقیقت بنی حاصل نہ ہوئی وہ شک میں پڑ گیا کہ بھلا جب ان تشخصات میں تعدد ہے تو یہ کیسے ایک ہو سکتے ہیں پس اس کو یہ بات حقیقت بنی سے روک دیتی ہے یہاں تک تو روح کا متحد فی الحقیقۃ ہونا بیان کیا ہے آگے اس کا متحد فی الصفۃ ہونا بیان فرماتے ہیں کہ

چوں نظر در قرص داری خود یکیست	آنکہ شد محجوب ابداں در شکیست
جب تو سورج کی ٹکیہ کو دیکھے تو وہ ایک ہے	جو بدنوں کے حجاب میں ہے وہ شک میں ہے

چونکہ حق الخ۔ یعنی چونکہ حق تعالیٰ نے ان پر اپنا نور چھڑک دیا ہے (اس لئے وہ مفترق ہیں ہیں کیونکہ) نور حق تو مفترق اور متعدد نہیں ہوا کرتا (یہ اشارہ ہے اس کی طرف جو کہ حدیث میں ہے کہ ان اللہ تعالیٰ خلق الخلق فی ظلمته فرش علیهم من نوره فمن اصاب من ذلک النور فقداهتدی ومن اخطا فقد ضل یعنی خداوند تعالیٰ نے اول مخلوق کو ایک ظلمت میں پیدا کیا اس کے بعد اپنا نور ان پر چھڑکا جس کو نور پہنچ گیا وہ تو مہتدی ہو گیا اور جس کو نہ پہنچا وہ ہی گمراہ ہو گیا) مطلب یہ ہوا کہ چونکہ اولیاء اللہ کی ارواح جس قدر ہیں سب کو وہ نور پہنچا ہے اور اسی وجہ سے یہ مہتدی ہیں پس ان میں افتراق نہیں ہے اس لئے کہ نور خداوندی بھی کہیں مفترق اور متعدد ہا کرتا ہے لہٰذا سب اولیاء اللہ ایک ہی صفت پر ہیں اور وہ صفت اہتداء ہے آگے اسکا فیصلہ فرماتے ہیں کہ

تفرقہ در روح حیوانی بود	نفس واحد روح انسانی بود
تعدد حیوانی روح میں ہوتا ہے	انسانی روح ایک جان ہوتی ہے

تفرقہ در روح الخ۔ یعنی تفرقہ اور تعدد تو روح حیوانی میں ہوتا ہے اور روح انسانی تو نفس واحد ہوتی ہے یہاں سے متحد فی الصفۃ ہونے کو بیان فرماتے ہیں کہ تعدد اور تفرقہ تو روح حیوانی میں ہوتا ہے اس لئے کہ ان میں بہیمیت اور سبعیت بڑھی ہوتی ہے اور ان کے اغراض ایک دوسرے سے بالکل مختلف اور مغائر ہوتے ہیں اس

www.besturdubooks.wordpress.com

لئے ان میں تعدد فی الصفات ہو جاتا ہے ورنہ روح انسانی کے (اور وہ اولیاء اللہ کی روح ہے) اغراض اور ان کے صفات تو ایک دوسرے کے مغائر ہوتی ہی نہیں جیسا کہ اوپر تمہید میں بیان کیا گیا ہے اور اس اتحاد کو اگر اتفاق کہا جائے تو انسب ہے آگے اس اتفاق کا راز بتاتے ہیں کہ

روح انسانی کنفس واحدست	روح حیوانی سفال جامدست
انسانی روح ایک نفس کی طرح ہے	حیوانی روح جامد ٹھیکرا ہے

روح انسانی الخ۔ یعنی روح انسانی تو مثل ایک نفس واحد کے ہے۔ وروح حیوانی مثل سفال جامد کے ہے (یہاں یہ نہیں کہا کہ روح انسانی نفس واحد ہے بلکہ یوں کہا کہ مثل نفس واحد کے ہے۔ جس سے معلوم ہو گیا کہ حقیقت واحد ہونا باصطلاح ارباب معقول مراد نہیں ہے بلکہ باصطلاح صوفیہ مراد ہے پس فرماتے ہیں کہ بوجہ اولیاء اللہ کی اغراض کے متحد ہونے کے ان کی ارواح مثل ایک نفس کی ہیں کہ جو نفس واحد ہوتا ہے اس کے اغراض بھی آپس میں جدا نہیں ہوتے اور روح حیوانی ایک بیکار شے ہے اس لئے کہ اس میں بہیمیت اور سبعیت کا غلبہ ہے جو مانع عن الحق ہے) یہاں تک احوال بیان کر کے آگے فرماتے ہیں کہ ان کو سمجھنے کے لئے یہ عقل جزوی کافی نہیں ہے بلکہ ان حضرت سے تعلق ہونا ضروری ہے فرماتے ہیں کہ

گفت حق رش علیہم نورہ	مفترق ہرگز نہ گردد نور او
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ان پر اپنا نور چھڑک دیا ہے	اس کا نور متعدد نہیں ہو سکتا ہے
عقل جزو از رمز ایں آگاہ نیست	واقف ایں سر بجز اللہ نیست
ناقص عقل اس راز سے آشنا نہیں ہے	اس راز سے اللہ کے علاوہ کوئی واقف نہیں ہے

عقل جزو الخ۔ یعنی عقل جزوی ان رموز سے آگاہ نہیں ہے اور ان اسرار سے سوائے اللہ کے کوئی واقف نہیں ہے پس جو شخص کہ علم الٰہی سے متجلی ہوگا اور اس میں یہ علوم متجلی ہوں گے وہی واقف ہو سکتا ہے اس کے علاوہ یہ عقل جزوی جس میں کہ سبعیت اور بہیمیت غالب ہے واقف نہیں ہو سکتی آگے اس کو ایک مثال سے ثابت کر کے بتاتے ہیں کہ

عقل را اندر چنیں سودا چہ کار	کر مادر زاد را سرنا چہ کار
اس معاملے میں عقل کا کیا کام؟	پیدائشی بہرے کو شہنائی سے کیا واسطہ؟

عقل را الخ۔ یعنی عقل کو اس خیال سے کیا کام اور جو مادر زاد بہرا ہو اس کو شہنائی سے کیا کام (سرنا کہتے ہیں شہنائی کو) مطلب یہ کہ عقل جزوی کو اس خیال سے کیا کام اور وہ یہاں تک اور اسکی حقیقت تک کہاں پہنچ سکتی ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی شخص مادر زاد بہرا ہو تو اس کو شہنائی کی آواز سے کیا کام اس کو کچھ بھی سنائی نہ دے گا اگرچہ وہ فی الحقیقۃ کیسی ہی دلفریب ہو۔ اسی طرح اگرچہ یہ علوم و معارف حقیقۃ تو کس قدر عالی ہیں مگر جسے احساس ہی نہ ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

اور جس کی ان تک رسائی ہی نہ ہو اس کو کیا خبر کہ ان میں کیا سر در اور کیا بات ہے۔ اگلے شعر میں مخاطب کو پھر متوجہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ابھی اکتا و مت۔ اس لئے کہ یوں قاعدہ ہے کہ گر مخاطب کسی مضمون کے سننے سے گھبرا جاتا ہے تو متکلم پھر اس مضمون کو بیان بھی نہیں کر سکتا بلکہ اس کی طبیعت بھی رک جاتی ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ

یک زماں بگذار اے ہمرہ ملال	تا بگویم وصف خالے زاں جمال
اے ساتھی تھوڑی دیر کے لئے ملال کو چھوڑ دے	تا کہ میں تجھ سے اس حسن کے ایک تل کی تعریف کروں

یک زبان بگذار الخ۔ یعنی اے مخاطب تھوڑی دیر کو ملال چھوڑ دے اور اکتایا مت جا (ابھی میں نے کہا ہی کیا ہے) اب میں اس کے جمال میں سے ایک خال کا وصف بیان کروں جو کہ اس کے جمال کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتا اور وہ خال روح اعظم ہے اس لئے کہ جمال حق کی مظہر ہے جیسا کہ خال سے حسن ظاہر ہوتا ہے آگے اس کے جمال کی حالت کے بیان سے عاجز ہونا ظاہر فرماتے ہیں کہ

در بیاں ناید جمال حال او	ہر دو عالم چیست عکس خال او
اس کی خوبی کا حسن بیان نہیں کیا جا سکتا	دونوں جہان کیا ہیں؟ اس کے تل کا عکس

در بیان الخ۔ یعنی اس کے جمال کی الت تو بیان میں آ ہی نہیں سکتی اس لئے کہ دونوں عالم کیا ہیں اس کے خال کا عکس ہیں جب دنوں عالم اس کے خال کے عکس ہوئے تو اس کے حسن کی حالت کس طرح بیان ہو سکتی ہے اور خال کا جمال ہونا اس طرح کہ خال سے مراد روح اعظم جیسا کہ بیان ہوا اور روح اعظم کا عکس دو جہاں ہونا ظاہر ہے کہ سب اسی کے مظاہر اور اسی سے تربیت پا رہے ہیں اور وہی سب کی مربی ہے۔ آگے یہ بیان کرتے کرتے جوان پر ایک حالت طاری ہوئی ہے اس کو بیان فرماتے ہیں کہ

چونکہ من از خال خوبش دم زنم	نطق می خواہد کہ بشگافد تنم
جب میں اس کے حسین تل کا بیان کرتا ہوں	گویائی چاہتی ہے کہ میرے جسم کو پھاڑ ڈالے
چوں کنم لب را کشادن نیست راہ	فکر تے کن تا نماید رہ الٰہ
میں کیا کروں لب کشائی کا موقع نہیں ہے	تدبیر کر تاکہ خدا رہنمائی کر دے

چونکہ من الخ۔ یعنی جب میں اس کے خال خوب کی کیفیت اور اس کے حالات بیان کرتا ہوں (تو بوجہ جوش کے اور مضامین کی آمد کے) میرا کلام یوں چاہتا ہے کہ میرے بدن کو پھاڑ دے اور وہ حقائق و معارف اس قلب میں سما نہیں سکتے۔ آگے حق تعالیٰ کے اوصاف کا غیر محدود ہونا اور ان کے بیان سے اپنا عجز بیان فرماتے ہیں کہ

ہمچو مورے اندریں خرمن خوشم	تا فزوں از خویش بارے میکشم
اس ڈھیر میں میں چیونٹی کی طرح خوش ہوں	اپنی طاقت سے زیادہ بوجھ اٹھا رہا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہچو مورے الخ۔ یعنی میں اس خرمن ایک چیونٹی کی طرح ہوں کہ اپنی ہمت سے زیادہ بوجھ کھینچ رہا ہوں مطلب یہ کہ اس خرمن حقائق و معارف میں میری مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک چیونٹی کہ اگرچہ وہ سارے خرمن کو اٹھا کر لے جا نہیں سکتی مگر خوش ہوتی ہے کہ خیر اس میں سے جس قدر مجھ سے اٹھ سکے گا بلکہ اس سے بھی زیادہ لے جا سکتی ہوں اس طرح وہ حقائق و معارف مجھ سے کہاں بیان ہو سکتے تھے مگر خیر ان میں سے جو بیان کرتا ہوں وہ بھی اپنی طاقت و ہمت سے باہر ہوتے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ اگرچہ میں ان میں سے کس قدر بیان کرنا چاہتا ہوں مگر حق تعالیٰ مجھے روکتے ہیں اور عرض کرنے کی مجال نہیں ہوتی پس فرماتے ہیں کہ

بستہ شدن تقریر معنی حکایت بسبب میل مستمع باستماع صورت ظاہر حکایت وغیر آں

حکایت کے معنی کی تقریر کا بند ہو جانا چونکہ سننے والے کا رجحان حکایت کے ظاہر کی طرف ہے وغیرہ

کے گزارد آنکہ رشک روشنی ست	تا بگویم آنچہ فرض و گفتنی ست
(امر ملکی) وضاحت پر رشک (کرنے والی ذات) کب موقع دیتی ہے؟	کہ میں فرض اور کہنے کی بات کہوں

کے گذارد الخ۔ یعنی وہ ذات جو کہ رشک روشنی ہے مجھے کہاں اجازت دیتی ہے کہ میں ان باتوں کو ظاہر کر سکوں اور بیان کر سکوں جو میرے دل میں ہیں مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ ہم کو حقائق کا علم دیتے ہیں مگر ساتھ ہی ممانعت بھی فرماتے ہیں کہ دیکھو یہ ظاہر نہ ہونے پائیں اور مجھے کہنے نہیں دیتے آگے اس کی تشریح فرماتے ہیں کہ

بحر کف پیش آرد و سدے کند	جر کند وز بعد جر مدے کند
سمندر سامنے جھاگ لے آتا ہے اور بندش کر دیتا ہے	کھینچ کرتا ہے اور کھینچ کے بعد ڈھیل دیدیتا ہے

بحر کف الخ۔ یعنی جس طرح سمندر موجوں کے سامنے جھاگ ڈال دیتا ہے اور اس کی وجہ سے موجوں کی روانی رک جاتی ہے اور ایک دیوار کی طرح ہو جاتی ہے اور کبھی وہ دریا موجوں کو بڑھاتا ہے اور کبھی گھٹاتا ہے اس طرح خداوند تعالیٰ اس اسرار و مضامین کی روانی کے وقت مجھے روک دیتے ہیں اور کہنے نہیں دیتے۔ دوسرے مصرع میں جر کند وز بعد جر مدے کند کے معنی یہ ہیں کہ کبھی اس طرح کرتا ہے کہ امواج کو گھٹا دیتا ہے اور کبھی بڑھا دیتا ہے اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کبھی اسکا عکس ہوتا ہے کہ کبھی موجیں اول بڑھتی ہیں پھر گھٹتی ہیں بس مقصود صرف یہ ہوا کہ گاہے چنیں گاہے چناں پس یہاں صورت ثانیہ مراد ہے کہ اول بڑھاتے ہیں اور پھر گھٹاتے ہیں یعنی اول تو اسرار و حقائق کا علم دیتے ہیں اور وہ اس قدر جوش زن ہوتا ہے کہ جسم کو پھاڑ کر نکلنا چاہتا ہے مگر پھر ان کے اظہار سے روک دیتے ہیں + جر کہتے ہیں کسی شے کا اپنی طرف کھینچنا اور مد کہتے ہیں اسی کو دوسری مرتبہ ڈھیل دے دینا اور آگے کی طرف بڑھا دینا بس مطلب

www.besturdubooks.wordpress.com

حل ہو گیا کہ ایک معنی تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے روک اور ممانعت ہے آگے فرماتے ہیں کہ کہیں یہ مت سمجھنا کہ موانع ادھر سے ہی ہیں نہیں بلکہ تمہاری طرف سے بھی کچھ موانع ہیں فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

دفتر صوفی: اور وہ دفتر اغلب احوال میں ان کے پیش نظر کیوں نہ ہو۔ اس لئے کہ صوفیوں کا دفتر سیاہی اور حرف تو ہوتا نہیں کہ یہ اسمیں مصروف رہیں انکا دفتر تو صرف قلب روشن ہے جو برف کی طرح سفید ہو اہل علم کا سرمایہ تو حروف ونقوش ہوتے ہیں جو آثار قلم ہیں اور صوفی کا سرمایہ ذات قدیمہ کے انوار اور اسکی تجلیات ہوتی ہیں (جاننا چاہیے کہ سواد اور سفید کے تقابل میں ایک لطیف اشارہ ہے۔ دفتر ثانی کی فوقیت پر بہ نسبت اول کے اور آثار علم اور انوار قدم میں تو گویا کہ تصریح ہے فوقیت کی۔ اور یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ سالک پر اولاً افعال حق سبحانہ کا ظہور ہوتا ہے اس کو تجلی افعال کہتے ہیں پھر صفات کا اس کو تجلی صفات کہتے ہیں اس کے بعد ذات بحت کا اس کو تجلی ذات کہتے ہیں انوار قدم سے مراد تجلیات افعال ہیں جیسا کہ اشعار آئندہ سے ظاہر ہوگا نیز یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ اور حضور یار کو دفتر کہا تھا اور یہاں قلب روشن کو اس کی وجہ یہ ہے کہ دفتر سے مراد ماینظر فیہ ویلتفت الیہ ہے چونکہ قلب بالتبع منظور فرما ہوتا ہے اور تجلیات بالذات لہٰذا دونوں کو دفتر سے تعبیر کرنا درست ہے)

ہمچو صیاد: اس صوفی سالک کی مثال بلکل ایسی ہے جیسے ایک شکاری شکار کو گیا راستے میں اس کے ہرن کے نقش قدم دیکھے اور وہ انہی پر پڑ گیا۔ پس اس شکاری کو کچھ دیر تو ہرن کی کھری کے نشانات کی ضرورت پڑتی ہے اس کے بعد جب ہرن قریب رہ جاتا ہے تو خود اس کی ناف کی خوشبو اس کے لئے رہبر ہو جاتی ہے اور وہ خوشبو کے ذریعہ سے ہرن تک پہنچ جاتا ہے۔ یوں ہی صوفی سالک کے لئے ابتداء تجلیات افعال کی ضرورت ہوتی ہے جب سالک تجلیات افعال کا مشاہدہ کرتا ہے تو فرط شوق قطع منازل الی المطلوب الحقیقی میں مصروف ہوتا ہے اور الا ماشاء اللہ قطع منازل طے کرتا رہتا ہے اس کے بعد ادھر سے جذب ہوتا ہے اور تجلی صفاتی ہوتی ہے اس کے بعد تجلی ذاتی ہوتی ہے۔ وھو المطلوب۔ پس جاننا چاہیے کہ وصول الی المطلوب کا مدار جذب حق پر ہے۔ اگر ادھر سے جذب نہ ہو تو محض سلوک موصل الی المطلوب نہیں اسی لئے کسی بزرگ نے فرمایا ہے جذبۃ ربانیۃ خیر من عبادۃ الثقلین۔ کیوں نہ ہو سلوک کا منشا محبیت ہے اور جذب کا محبوبیت۔ و بین المحبۃ والمحبوبیۃ مہامہ لاتطوی۔ سلوک اور جذب میں ایک فرق عظیم الشان یہ ہے کہ سالک کے لئے نفس الامر میں ہر وقت ضلال کا اندیشہ اور خطرہ ہے کیونکہ اسکا مدار اپنی سعی پر ہے اور تخلف سعی باقتضائے نفس یا باغواء شیطان کچھ مستبعد نہیں برخلاف مجذوب من الحق کے کہ اس کے لئے نفس الامر میں خطرہ نہیں من یھدہ اللہ فلا مضل لہ لیکن خود اسکو مطمئن نہ ہونا چاہیے۔ لان الایمان بین الخوف والرجاء۔ ولان الضلال بعد الجذب ممکن فی نفسہ مقدور

www.besturdubooks.wordpress.com

للہ عزوجل ابلیس کے بایں ہمہ ریاضات شاقہ ومجاہدات طویلہ گمراہ ہوجانیکا سبب یہ ہی بیان کیا جاتا ہے کہ سالک محض تھا جذبۂ ربانیہ اس سے متعلق نہ ہوا تھا (جذب اور سلوک کے فرق کو ایک بزرگ نے نہایت سلیس عنوان سے سمجھایا ہے افادۃً للناظرین لکھا جاتا ہے۔ کوئی بادشاہ قصر شاہی کے دریچہ سے سیر کررہا تھا اتفاقاً اس کی نظر ایک بزرگ پر پڑی تو ان کو آواز دی کہ شاہ صاحب ہم کمند ڈالے دیتے ہیں اس پر کو آپ تشریف لے آیئے ایک بات دریافت کرنی ہے کہ وہ کمند کے ذریعہ چڑھ گئے تو بادشاہ نے دریافت کیا کہ حضرت آپ خدا تک کیسے پہنچے۔ ان بزرگ نے جواب دیا کہ اس طرح جس طرح تمہارے پاس پہنچا۔ اگر میں چاہتا کہ تم تک پہنچوں تو سر پٹک مارتا۔ مگر نہیں پہنچ سکتا تھا۔ تم نے چاہا تو ایک لحہ میں تمہارے پاس بیٹھا ہوا ہوں پس اگر میں وصول الی الحق کی سعی کرتا اور ادھر ہی جذب نہ ہوتا تو وصول ناممکن تھا لیکن جب ادھر سے جذب ہوا تو نامحدود مسافت دم بھر میں قطع ہوگی آگے مضمون ماقبل کا تتمہ ہے۔

چونکہ شکر: یعنی چونکہ اس شکاری نے نقش سم آہو کا شکریہ کیا اور اسکی قدر کی۔ یعنی اسکی مقتضی پر کاربند ہوکر طلب آہو پر کمربستہ ہوا تو اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نقش کی بدولت مقصد اصلی تک پہنچ گیا اور آہو کا شکار کرلیا اگر ایسا نہ کرتا تو محرومی لابدی تھی یوں ہی سالک کا فرض ہے کہ ان انوار قدم اور تجلیات افعال کی نہایت قدر کرے اور ان کو نعمت عظمیٰ اور محبت کبریٰ سمجھے اور قطع منازل الی المطلوب میں جہد بلیغ کرے تاکہ اول وہ بوئے ناف اور تجلی صفات تک پہنچے اور وہاں سے بجذب مطلوب محبوب تک پہنچ جائے۔ یاد رکھ کہ نقش آہو اور تجلیات افعال فی نفسہ ایک محبت کبریٰ ہے۔ مگر ان کو بوئے ناف اور تجلیات صفات سے کوئی نسبت نہیں کیونکہ نقش آہو اور تجلیات افعال کے بعد اپنی سعی کی ضرورت ہے اور بوئے ناف وتجلیات صفات کے بعد ادھر سے جذب ہوتا ہے اور سعی اور جذب میں جو فرق ہے ظاہر ہے اس لئے بوئے ناف پر ایک منزل چلنا نقش پر سو منزل چلنے سے کہیں بہتر ہے کیونکہ اول تو نقش پر چلنے میں مانع سعی پیش آنے کا اندیشہ ہے برخلاف بوئے ناف پر جانے کے دوسرے جبکہ نقش پر چل رہا ہے تو طالب ہے اور جب کہ بوئے ناف پر جارہا ہے تو مطلوب۔ واین الطالب من المطلوب۔ سیر زاہد ہر گہے تا پیشگاہ + سیر عارف ہر دمے تا تخت شاہ

آن دے: سالک اور مجذوب میں یہ فرق ہے کہ سالک جب تک سالک رہتا ہے ہر مہینہ فنا قصر شاہی ہی میں رہتا ہے اور مجذوب من الحق ہر لحظہ اور ہر آن تخت شاہی تک پہنچتا ہے۔ پہلے فرمایا تھا کہ دفتر صوفی دل سفید ہم چو برف ہے اب اس کی طرف رجوع فرماتے ہیں اور کہتے ہیں جو دل انوار حق سبحانہ کی تجلیت کے باعث ہزاروں ماہتابوں کا مطلع بن چکا ہے۔ عارف کے لئے فتح ابواب جنان معارف کا سبب ہے اور اس میں نظر کرنے سے اس کو وہ معارف حاصل ہوتے ہیں جن کو نسبت کہنا مناسب ہے۔ لاعین رأت ولا اذن سمعت ولا خطرت علی قلب بشر۔

یا تو دیوار: اے حامی محبوب وہ دل تیرے لئے مثل دیوار کے ہے اور جس طرح دیوار مانع دخول اور رائی:

www.besturdubooks.wordpress.com

مرئی کے درمیان حائل ہوتی ہے یوں ہی اس کو حائل بین الرائی و المرئی و مانع من دخول معارف و انوارحق سمجھتا ہے اسی لئے تو ایسے لوگوں کی وقعت وقدر نہیں کرتا۔ بلکہ انکی تحقیر کرتا ہے اور ہمارے مہربان اہل اللہ کے لئے وہ مثل دروازہ کے ہے۔ جس طرح دروازہ محل دخول وذریعہ ابصار ہوتا ہے یوں ہی وہ قلب محل دخول معارف الٰہیہ اور ذریعہ رؤیت انوارحق ہے۔ ان کی تو یہ حالت ہے کہ جن اشیاء کا تو آئینہ عالم میں بعداس کے طیاری اور تحقق بالفعل کے معائنہ کرتا ہے وہ ان کو انہیں اس وقت بھی دیکھتے تھے جبکہ وہ صیقل ہو کر مکمل بھی نہ ہوا تھا اور مرتبہ استعداد ہی میں تھا یعنی جن حقائق کا تو بعد تکون عالم انہیں ادراک واحساس کرتا ہے وہ لوگ ان کا ادراک اس میں اس کے تکون سے پہلے کرتے (اور یہ امر کچھ مستبعد نہیں کیونکہ عالم ارواح میں ارواح کا نفس ادراک تو نفس سے ثابت ہے پس اگر یہی تفاوت جو بعد تعلق بدن ارواح میں مشاہدہ ومعائن ہے قبل از تعلق بالجسد بھی ہو تو کیا بعید ہے جب یہ مسلم ہو چکا تو جس طرح وہ اب ان حقائق کا ادراک کرتے ہیں جو تم کو فی الحال مدرک نہیں۔ بلکہ ممکن ہے کہ دوسرے وقت مدرک ہوں یوں ہی اگر اس وقت میں بھی اور ان اشیاء کا ادراک کرتی ہوں جو تم کو اس وقت مدرک نہ تھیں بلکہ ممکن الادراک تھیں اور جن کا ادراک تم کو بعد تعلق بدن ہوا ہے تو کچھ تعجب کی بات نہیں) اور یہ پیر تو وہ لوگ ہیں کہ جب یہ عالم موجود اور تحقق بالفعل نہ تھا اس وقت بھی ان کی روح حق سبحانہ کے دریائے جود میں غرق تھی۔ اور معارف الٰہیہ وکونیہ کے موتی رول رہی تھی انہوں نے تعلق بالاعباد سے پیشتر ایک زمانہ دراز گزارا ہے جس میں وہ معارف الٰہیہ وکونیہ کے موتی رول رہی تھی۔ انہوں نے تعلق بالاجباد سے پیشتر ایک زمانہ دراز گزارا ہے جس میں وہ معارف الٰہیہ وکونیہ سے متمتع رہے ہیں حالانکہ اس وقت تک انہوں نے کوئی عمل نہیں کیا تھا بلکہ جو کچھ انہوں نے حاصل کیا وہ محض عنایت وفضل ایزدی تھا اس بناء پر یہ کہنا ٹھیک ہے کہ انہوں نے کھیتی سے پہلے پھل حاصل کر لیا ان حضرات کو اجسام کے تعلق سے پہلے حیوۃ (روحانی) حاصل ہو چکی ہے حالانکہ عام طور پر حیات (جسمانی) جسم کے بعد حاصل ہوتی ہے اور یہ لوگ بحر عالم اجسام کے تحقق بالفعل سے ہی پیشتر اس کے موتی پرو چکے اور کام میں لا چکے ہیں یعنی اس کے حقائق واسرار سے آگاہی حاصل کر چکے ہیں اگلے اشعار میں بھی اسی مضمون کا تتمہ ہے۔

مشورت مے: یعنی جس وقت حق سبحانہ باقتضائے مصلحت باوجود علم کامل کے فرشتوں سے تخلیق آدم کے بارہ میں ان کی کررہے رائے دریافت کر رہے تھے یہ لوگ اس وقت بھی بحر قدرت الٰہی میں ڈوبے ہوئے عجائبات قدرت کا مشاہدہ تھے اور جب فرشتے بوجہ مصالح تخلیق پر مطلع نہ ہوتے اور مضار سے آگاہ ہونے کے اپنی رائے تخلیق آدم کے خلاف ظاہر کر رہے تھے تو اس وقت یہ لوگ علم مصالح کی بناء پر فرشتوں کے اس فعل پر دوستانہ اور بعنوان بے تکلفی تالیاں بجا رہے تھے اور ہنس رہے تھے (یعنی ان کی اس ناواقفیت اور غلط رائے پر تعجب کر رہے تھے اور خندک ی زدند عنوان تعبیر ہے۔ معنی حقیقی مقصود نہیں۔ اس تعبیر میں جو ایہام گستاخی اور اہانت کا

www.besturdubooks.wordpress.com

تھا اس کو ہم نے ترجمہ سے دفع کر دیا فتامل) جو چیز ہست ہوئی یعنی جس کے لئے ہستی اور وجود مقدر ہو چکا ہے اس کی ہستی اور تعلق بالجسد سے پہلے اس سے واقف تھے (یاد رکھنا چاہیے کہ ان عنوانات سے ان کا علم محیط مقصود نہیں ہوتا بلکہ تکثیر منظور ہوتی ہے ورنہ ادلہ شرعیہ کے معارض ہو جائیں گے) انہوں نے وجود افلاک سے پہلے کیوں ان زحل کو اور دانوں سے پہلے روٹی کو دیکھ لیا تھا حالانکہ تعلق بالجسد سے پیشتر نہ ان کے لئے دل تھا نہ دماغ جو کہ آلات ادراک ہیں لیکن وہ اس وقت بھی اشیاء کو سوچ رہے تھے اور حالانکہ ان کے پاس نہ شیطان سے لڑنے کے لئے فوج تھی اور نہ شیطان سے لڑائی تھی مگر وہ اس وقت بھی منصور و مظفر تھے اور شیطان کی کوئی ہستی نہ سمجھے تھے ان کے لئے ان عبادی لیس لک علیھم سلطان کا خلعت تیار ہو چکا تھا (اس میں بیان ہے ان کی کمال قوت عملیہ کا) جو کچھ حقائق و معارف ان پر اس وقت منکشف تھے ان کو ان کے لحاظ سے فکرت کہنا مناسب ہے لیکن محجوبین کے لحاظ سے اس کو رویت کہنا مناسب ہے اس لئے کہ فکرت امر ماضی و مستقبل کی بابت ہوتی ہے اور جب کوئی شے ماضی و مستقبل سے دور اور معائن و مشاہد ہو تو فکرت کیسی ۔ پس چونکہ وہ علم واقعات آئندہ کا تھا اس لئے ان کے لحاظ سے فکرت تھا ۔ رہے محجوبین ان کے لحاظ سے رؤیت تھا کیونکہ ان کو ویسا علم بعد وجود بھی حاصل نہیں ۔ وہ لوگ بے کیف اور مجردات کو بھی اس طرح دیکھتے تھے جس طرح بالکیف اور مادیات کو ۔ اور کان کا وجود بھی نہ تھا مگر وہ کھری کھوٹی معدنیات کو دیکھ رہے تھے ۔ انگوروں کی خلقت سے پہلے شرابیں پی چکے تھے اور شور مچا رہے تھے (یعنی تکلیف سے پیشتر شراب محبت الٰہی سے مست اور مخمور ہو چکے تھے) صرف یہ ہی نہیں ان کے وجود یا ان کے مادہ اور ظرف سے پہلے ہی ان کا مشاہدہ کر رہے تھے بلکہ ان کے ضد کے وجود کی حالت میں بھی ان کو دیکھتے تھے چنانچہ ماہ تموز میں جو گرمیوں کا مہینہ ہوتا ہے جاڑے کے مہینے کو دیکھتے تھے اور دھوپ میں سایہ کا معائنہ کر رہے تھے ۔ حالانکہ انگور میں بالفعل شیرہ ہوتا ہے مگر وہ اس میں شراب دیکھ رہے تھے اور عدم سابق میں وجود کا مشاہدہ کر رہے تھے یہاں تک ان کے کمال علمی و عملی کا بیان ختم ہو گیا ۔ آگے ان کا فیض بیان فرماتے ہیں آسمان کو انہی کے دور ساغر میں سے ایک گھونٹ ملا ہے کہ چکر میں ہے (یعنی اسکا وجود اور اسکا چکر انہیں کی بدولت ہے اور دور ایشان ۔ اور جرعہ نوش ۔ بمناسبت دور فلک استعمال کئے گئے ہیں) اور آفتاب کو یہ جگمگ کرتا ہوا خلعت زربفت یعنی چمک دمک انہیں کی سخاوت کا نتیجہ ہے (یعنی وہ ہی اس کے سبب ہیں لہٰذا گویا انہیں کا دیا ہوا ہے) شرح ابیات آئندہ کے لئے کچھ تمہید اولاً ضروری معلوم ہوتی ہے کیونکہ وہ مدار ہے حل ابیات کا سو جاننا چاہیے کہ مولانا کو ارواح اولیاء کے متعلق چار باتیں بیان کرنی ہیں اول کمال قوت علمیہ و عملیہ دوم ان کا باعث و سبب ایجاد عالم ہونا سوم ان کا متحد الحقیقت ہونا چہارم ان کا متحد فی الصفۃ ہونا ۔ ان میں سے اول و چہارم ان کے ساتھ مخصوص ہیں اور دوم و سوم غیر مخصوص دو کو اوپر بیان کر چکے اور دو کا بیان کرنا باقی ہے ۔ ان کا بیان ابیات آئندہ میں کرتے ہیں ۔ ان کے بیان سے قبل ایک تمہید کی ضرورت ہے سو جاننا چاہیے کہ لفظ حقیقت کے بارہ میں اہل

تصوف کی اصطلاح اہل معقول سے جداگانہ ہے ان کی اصطلاح میں حقیقت ظاہر کو کہتے ہیں اور صورت و مرآۃ وغیرہ۔ جب یہ تمہید معلوم ہو چکی تو اب سنو کہ عالم کے اندر جس قدر چیزیں ہیں وہ انواع و اشخاص میں منقسم ہیں اور ہر نوع کے لئے کچھ آثار مختصہ ہوتے ہیں جو دوسرے نوع میں نہیں ہوتے مثلاً پانی کی خاصیات جدا ہیں اور آگ کی الگ مٹی کی الگ۔ ہوا کی الگ علیٰ ہذا القیاس اور ان آثار مختصہ کا ایک مصدر اور منشا ہوتا ہے فلاسفہ اُس کو صورت نوعیہ کہتے ہیں اور صوفیہ اس کو روح کہتے ہیں تا کہ ہر ہر نوع کی روح کے اشخاص اس نوع کے افراد و اشخاص سے متعلق ہو کر ان کے آثار مختصیہ کا مصدر ہوتے ہیں مثلاً جمادات کے لئے ایک نوع روح ہے جس کا اثر حفظ ترکیب ہے تو اس نوع روح کے افراد اشخاص جمادات سے وابستہ ہو کر ان کی ترکیب خاصہ کی حفاظت کریں گے۔ علیٰ ہذا نباتات کے لئے ایک نوع روح ہے جسکا اثر تغذیہ و تنمیہ اس کے افراد۔ اشخاص نباتات سے متعلق ہو کر مفید تغذیہ و تنمیہ مخصوص ہونگے۔ یوں ہی حیوانات کے لئے ایک نوع روح ہے جسکا کام ہے۔ تولید مثل واحساس وادراک الی حد معین اس کے افراد افراد حیوانات سے متعلق ہو کر ان کاموں کو سرانجام دیں گے۔ علیٰ ہذا القیاس انسان کے لئے ایک نوع روح ہے جسکا اثر ہے ادراک حقائق کونیہ و معارف و اسرار الٰہیہ وغیرہ۔ اس کے اشخاص خاص اشخاص وافراد انسانی سے متعلق ہو کر اس کام کو انجام دیں گے۔ یہ بھی معلوم ہو چکا تو اب جاننا چاہیے کہ ان تمام ارواح کے علاوہ ایک روح اور ہے جس کو روح اعظم اور نفس کلی کہتے ہیں وہی روح صادر اول ہے حق سبحانہ سے اور مربی ہے ان تمام اروح جزئیہ کی۔ اور ارواح جزئیہ اسی کے فیض سے مستفیض اور اسی کے محکوم و تابع ہیں لیکن یہ تربیت اضطراری ہے نہ کہ اختیاری بلکہ ایسی ہے جیسے تربیت شمس الاشجار والاثمار۔ اور تربیت ماء الاشجار۔ اس لئے اس کے لئے علم باحوال المربیات وانحار و تفاصیل تربیت ضرور نہیں چونکہ ارواح جزئیہ اس کے آثار کا مظہر ہیں اور روح اعظم اپنے آفار کے لحاظ سے ان میں ظاہر۔ اس لئے روح اعظم کو ارواح جزئیہ کی حقیقت اور ارواح جزئیہ کو اسکے مظاہر اور مرایا کہا جاتا ہے اور ارواح جزئیہ انسانیہ کو بوجہ روح اعظم کے مظہر اتم ہونے کے ارواح جزئیہ کو اس کے مظاہر اور مرایا کہا جاتا ہے اور ارواح جزئیہ انسانیہ کو بوجہ روح اعظم کے مظہر اتم ہونے کے ارواح زجاجیہ۔ اور روح اعظم کو لظهوره في الارواح الانسانيه الى الوجه الاكمل روح سراجی کہتے ہیں چونکہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ ان کی اصطلاح میں ظاہر فی المظاہر کو ان کی حقیقت کہتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہو چکا کہ روح اعظم تمام ارواح میں اپنے آثار کے لحاظ سے ظاہر ہے اور ارواح جزئیہ عالم اس کے مظاہر مختلفہ۔ تو یہ کہنا صحیح ہے کہ تمام عالم کی حقیقت ایک ہے اور انہیں میں ارواح اہل اللہ بھی ہیں۔ لہٰذا ارواح اہل اللہ کا متحد فی الحقیقت ہونا ثابت ہو گیا۔ اہل اللہ کے متحد فی الحقیقۃ ہونے کی ایک دوسری توجیہ بھی ہے جو اس مقام کے مناسب نہیں کیونکہ ابیات آئندہ میں اس کو خال سے تعبیر کرنا اس سے آبی ہے۔ وہ توجیہ یہ ہے کہ حق سبحانہ کو حقیقت ارواح بمعنی ظاہر فیہا مانا جائے اور باقی تقریر وہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔ جب کہ یہ معلوم ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ حقیقت ارواح روح اعظم ہے تو اب یہ بتلا دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ روح اعظم کیا ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ روح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کیونکہ صوفیہ کرام روح اعظم کو صادر اول اور مظہر اکمل واتم حق سبحانہ کا مانتے ہیں اور یہ دونوں باتیں کسی اور شے میں پائی نہیں جاتیں کیونکہ حدیث میں آیا ہے۔ اول ما خلق اللہ نوری۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر اتم واکمل ہونا خود مسلمات میں سے ہے لہٰذا ضرور ہے کہ دونوں کا مصداق ایک ہو اور یہ ہی منشا ہے۔ ہمارے زمانہ کے مدعیان تصوف کی ضلال واضلال کا کیونکہ جب انہوں نے روح اعظم کو مربی ارواح عالم جانا تو اول غلطی یہ کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بالعالمین کہنا شروع کر دیا اور نحو تربیت سے واقف نہ ہوئے۔ اگر اسی نوع کی تربیت کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رب العالمین کہنا جائز ہو تو آفتاب کو رب الاثمار وغیرہ اور پانی کو رب النبات وغیرہ کہنا بھی جائز ہوگا۔ اس بنا پر تمام عالم ارباب سے پر ہو جاوے گا ارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار۔ اور یہ فرق کہ پانی وغیرہ تو بہ تربیت روح آں جناب سرور کائنات علیہ التحیات والصلوات مربی ہیں نہ بالذات اس لئے ان کو ارباب کہنا جائز نہیں تو ہم کہیں گے کہ روح آنحضرت بہ تربیت رب العالمین جل مجدہ مربی ہے نہ بالذات۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی رب العالمین کہنا درست نہیں۔ اور دوسری غلطی یہ کی کہ تربیت کو اختیاری سمجھ کر آپ کے لئے علم محیط ثابت کیا اور یہ بناء فاسد علی الفاسد ہے۔ کما اوضحنا فیما سلف۔ ہاں یہ تربیت فی نفسہ ایک نعمت عظمٰی ودولت کبریٰ اور منقبت علیا مخصہ بآں جناب ہے جس میں کوئی ممکن آپ کا شریک نہیں۔ والحمد للہ علی ذلک اس مقام پر ایک اور غلطی یہ کرتے ہیں کہ روح اعظم حقیقت محمدیہ ﷺ کو سمجھتے ہیں حالانکہ ہر دو جداگانہ ہیں روح اعظم وہ روح ہے جس کا تعلق بلا واسطہ جسد اطہر سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰت سے ہے اور مخلوق وممکن ہے اور حقیقت محمدیہ مرتبہ ثانیہ ہے مراتب وجوب میں سے یعنی صفات کا مرتبہ اجمالی جس کو مرتبہ علم بھی کہتے ہیں وہ واجب ہے نہ کہ ممکن و مخلوق چونکہ یہ مرتبہ مربی ہے روح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس لئے اس کو حقیقت محمدیہ کہا جاتا ہے۔ ان تمام غلطیوں کا منشاء علوم شرعیہ واصطلاحات صوفیہ سے ناواقفیت ہے۔ یہ تو اہل اللہ کے متحد الحقیقۃ ہونے کی تفصیل تھی۔ اب ان کے متحد فی الصفت ہونے کا بیان سنو وہ صفت جس میں سب متحد ہیں وہ صفت اجندا اور اپنے کو مرضیات حق سبحانہ کے تابع کر دینا مقتضیات نفس پر خاک ڈالنا۔ تقرب الی اللہ میں ساعی ہوتا ہے چونکہ تفارق وتصادم تخالف و تناقض پیدا ہوتا ہے۔ تزاحم اغراض سے جو کہ اہل اللہ میں مفقود ہے اس لئے وہ سب متحد و متفق ہیں اور جن لوگوں پر بہیمیت اور سبعیت کا غلبہ ہے ان کے اغراض میں تخالف ہے لہٰذا ان میں تشتت۔ وتفرق۔ تباغض۔ وتحاسد۔ تمزق۔ وتنازع موجود ہے اور اتحاد واتفاق مفقود چ یہ تمہید گوش گزار ہو چکی تو اب حل کتاب سنو۔

چون از ایشان: یعنی جب ان میں سے چند شخصوں کو باہم دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ سب ایک بھی ہیں اور متعدد بھی ایک تو حقیقت اور ظاہر کے لحاظ سے ہیں اور متعدد تشخصات اور صور کے ذریعہ سے ان کی مثال قریب قریب ایسی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے جیسے کہ ایک دریا ہو جس کو طوفان باد نے متلاطم کر رکھا ہو اور اس وجہ سے اس کے اندر سینکڑوں موجیں پیدا ہو گئی ہوں۔ بس جس طرح یہ موجیں اپنی حقیقت کے لحاظ سے ایک ہیں۔ کیونکہ یہ سب کی حقیقت پانی ہے۔ اور تشخصات وتشکلات کے ذریعہ سے جدا۔ یوں ہی ان اہل اللہ کو سمجھو (مگر ان میں اور موجوں میں اتنا فرق ہے کہ پانی موجوں کے لئے جس طرح حقیقت باصطلاح صوفیہ ہے یوں ہی باصطلاح اہل معقول ہے لیکن روح اعظم اہل اللہ کے لئے باصطلاح صوفیہ حقیقت ہے نہ باصطلاح ارباب معقول) ان کے اتحاد حقیقت کی تفصیل یہ ہے کہ ان کی ارواح میں آفتاب (روح اعظم) ان کے ابدان مختلفہ سے جو بمنزلہ سوراخون کے ہیں جلوہ گر ہو کر متعدد محسوس ہوتا ہے ورنہ حقیقت میں ایک ہے جیسے کہ آفتاب ظاہری مختلف سوارخون میں جلوہ گر ہو کر متعدد محسوس ہوتا ہے اور جب ذات شمس پر نظر کرو تو ایک ہی ہماری اس بات کو حقیقت میں تو باور کر سکتا ہے مگر جن لوگوں کو تعداد ابدان نے حقیقت بینی سے روک دیا ہو وہ تو شک ہی میں رہیں گے اور کہیں گے کہ بھلا یہ اشخاص جن کے تشخصات جدا تشکلات علیحدہ۔ افعال ومقتضیات ممتاز واحد کیونکر ہو سکتے ہیں۔

تفرقہ درروح: جس طرح یہ لوگ متحد الحقیقۃ ہیں یوں ہی مقصد اور مطمع نظر بھی ان کا ایک ہی ہے کیونکہ سب طالب حق اور اپنے کو مرضیات حق سبحانہ کے تابع کرنے والے اور مہتدین کامل ہیں اس لئے ان میں تدافع و تمانع بھی نہیں کیونکہ تدافع اور تمانع تفرق۔ اور تشعب خاصہ ہے سبعیت اور بہیمیت کا اور سبعیت اور بہیمیت خاصہ ہے روح حیوانی کا۔ روح انسانی ان صفات ذمیمہ سے مبرا ہے اب بناء پر تفرقہ کا مدار روح حیوانی ہوئی ہے۔ پس جن پر روح حیوانی کا غلبہ ہوگا انہیں میں تدافع اور تمانع حقیقی وبین ہو سکتا ہے اور جن پر روح انسانی غالب ہے وہ سب حقیقۃً متفق ہوں گے ان میں تشعب وتفرق حقیقی وتبین نہ ہوگا۔ اہل اللہ میں تفرق وتشتت کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ حق سبحانہ نے ان پر اپنا نور چھڑکا ہے اور ان کو اس کا کافی حصہ پہنچا ہے اور یہ لوگ اس کے اثر سے متاثر ہو چکے ہیں اور جب کہ حق سبحانہ کا نور تاثرات متضادہ اور متخالفہ نہیں رکھتا بلکہ صرف ایک صفت ہدایت رکھتا ہے (اسمیں اشارہ ہے ایک حدیث شریف کی طرف جس کا مضمون یہ ہے کہ حق سبحانہ نے ارواح کو جمع کر کے ان پر اپنا نور چھڑکا۔ من اصابہ فقد اهتدى و من اخطاه ضل ہماری تقریر بالا سے یہ شبہ بھی دفع ہو گیا کہ رش نور اگر مقتضی ہے عدم اختلاف کو تو چاہیے کہ اہل حق میں اختلاف نہ ہو۔ حالانکہ اختلاف مشاہد ہے کیونکہ اہل حق میں دو قسم کا اختلاف ہے۔ ایک للہ۔ دوسرز للنفس۔ اول تو اختلاف حقیقی ہی نہیں بلکہ محض صوری ہے اس کی نفی مقصود ہی نہیں دوسرا اختلاف اختلاف حقیقی ہے لیکن اس کا منشا روح حیوانی ہے اب اگر وہ بہ نسبت اتحاد کے بہت کم ہے تو نظر کرنے کے قابل ہے اور اگر زیادہ ہے تو اسکا منشاء غلبہ روح حیوانی اور روح انسانی کی کمزوری اور نور کا کم پہنچنا ہے۔ پس رش نور تو عدم اختلاف ہی کو مقتضی ہے لیکن جس قدر پہنچے گا اتنا ہی اتحاد پیدا کرے گا) پس ثابت ہوا کہ تمام ارواح انسانیہ گویا کہ ایک ہی ہیں اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ روح حیوانی بالکل بے قدر وبے حقیقت مثل سفال جامد ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

عقل جزو: عقل ناقص اس حقیقت کی واقفیت کے لئے کافی نہیں کیونکہ اس کو ایسی قوت عطا نہیں کی گئی ہے کہ وہ بطور خود اور اشیاء کی طرح اس کا بھی ادراک کر لے بلکہ اس کے علم کو حق تعالیٰ نے اپنے لئے رکھا ہے پس اپنے خاص خاص بندوں کو اس سے سرفراز فرماتے ہیں خود عقل کو اس متاع بے بہا سے کیا واسطہ کہ اس کو تو اس کے ادراک کی قوت تفویض ہی نہیں کی گئی۔ اس بنا پر وہ حقیقت کی نسبت سے ایسی ہے جیسے پیدائشی بہرا۔ شہنائی کے لحاظ سے۔ اور پیدائشی بہرے کو شہنائی سے کیا کام۔ تو اسی طرح عقل کو بھی اس حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

یک زمان: اوپر روح اعظم کا تذکرہ کیا جو کہ جمال حق سبحانہ کے لئے بوجہ مظہر اتم ہونے کے بمنزلہ خال کے تھی۔ اس کے ذکر سے مولانا کا ساغر لذت لبریز ہوتا ہے اور جوش مستی میں فرماتے ہیں شعر۔ زبان پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا + کہ میرے نطق نے بوسے میرے دہن کے لئے + اے رفیق تو ذرا اکتاتا نہیں۔ میں بمال محبوب حقیقی کے خال اور مظہر روح اعظم کی کچھ صفت بیان کرلوں۔ بیان کے لئے الفاظ نہیں ملتے تو پریشان ہو کر فرماتے ہیں اس کے اوصاف تو احاطہ بیان سے باہر ہیں میں بیان کیونکر کروں۔ مختصر اور ناکافی بیان یہ ہے کہ دونوں عالم اس خال کا عکس ہیں اور سب اس کے فیض سے مستفیض اور اسی کے باعث موجود ہیں جب کہ میں اپنی استطاعت کے موافق اس کے خال خوب کے اوصاف بیان کرنا چاہتا ہوں تو میری گویائی راہ زبان کو ناکافی سمجھ کر میرے جسم کو چھوڑ کر نکلنا چاہتی ہے گو مجھ میں اس خال کے پورے اوصاف کے بیان کرنے کی قدرت نہیں۔ مگر جس قدر ہے اتنی ہی سے خوش ہوں کہ اپنی بساط سے زیادہ بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں۔ ورنہ میں تو اس کے قابل بھی نہ تھا۔ پس میری مثال ایسی ہے جیسے ایک چیونٹی کہ خرمن میں سے ایک دانہ کھینچ لاتی ہے اور سمجھتی ہے کہ میں تمام خرمن کو نہ اُٹھا سکی مگر پھر بھی اپنی حیثیت سے زیادہ اٹھالائی اول تو مجھے اس خال کے پورے طور پر اوصاف بیان کرنے پر قدرت ہی نہیں مگر جس قدر بیان کرسکتا ہوں اور کرنا چاہیے اس کو بھی مفصل نہیں بیان کرسکتا کیونکہ رشک روشنی (یعنی حق سبحانہ کے خلاف مرضی ہونے کا خیال مانع ہے (حق سبحانہ کو رشک روشنی اور روح اعظم کو خال کہنے میں ایک لطیف نکتہ ہے وہ یہ کہ وجود مشابہ ہے نور سے۔ لکونھما مقتضین للظھور۔ اور عدم فنا مشابہ ہیں ظلمت اور تاریکی سے لاقتضائھما انخفاء۔ پس حق سبحانہ جو وجود بحت ہیں جن میں شائبہ عدم بھی نہیں ان کو استعارۃً روشنی بلکہ رشک روشنی کہا۔ کہ عام روشنیوں میں وہ ظہور اور ان کے لئے وہ وجود کہا۔ جو حق سبحانہ کے لئے ہے۔ اور روح اعظم کو فی حد ذاتہ ممکن اور ہالک الذات ہے اس کو فی ذاتہ تاریک اور سیاہ مانا۔ لیکن چونکہ صرف مظلم اور تاریک ہی نہ تھی بلکہ جمال رشک روشنی سے کافی طور پر بہرہ اندوز اور اسکا مظہر اتم تھی اس لئے اس کو خال کہا کہ خال فی نفسہ سیاہ اور تاریک ہوتا ہے مگر حسن محبوب اس کو زیور جمال سے متجلی اور نور حسن سے متجلی کردیتا ہے) اس لئے میری ایسی مثال ہے جیسے دریا بہتا ہوا اور خس و خاشاک کو کھینچ کر اپنے سامنے روک قائم کردے جو کہ اس کو بہنے سے روک دے۔ پس جیسے وہ اول خس و خاشاک کو کھینچ کر آتا ہے اور پھر ان کو اپنے سامنے پھیلاتا ہے اور وہ خس و خاشاک اس کو روانی

www.besturdubooks.wordpress.com

سے روک دیتے ہیں یوں ہی اولاً میری طبیعت کا دریا اظہار حقائق و اسرار کے لئے جوش مارتا ہے مگر پھر وہی ایک مانع کو پیدا کر دیتا ہے جو کہ اس کو روانی سے روک دیتا ہے یعنی حق سبحانہ کی ناخوشی (کما ھوالظاہر من کے گزارد آنکہ رشک روشنی ست اور سامع کی طبیعت کا قصہ کی طرف مائل ہونا) کما ھوالظاہر من قولہ این زمان بشنو چہ مانع شد مگر الخ) ان دو باتوں کا خیال پیدا ہوتا ہے) اس سے طبیعت رک جاتی ہے۔

شرح شبیری

حکایت معنی کی تقریر کا بستہ ہو جانا اس وجہ سے کہ سامعین کی توجہ ظاہری حکایت کی طرف ہے

ایں زماں بشنو چہ مانع شد مگر	مستمع را رفت دل جائے دگر
اب سن کہ مانع کیا پیش آیا شاید	سننے والے کا دل دوسری جگہ پہنچ گیا

ایں زمان الخ۔ یعنی اس وقت سنو کہ کیا مانع ہوا ہے (اور بیان اسرار سے ہم کیوں رک گئے) اس لئے کہ سننے والے کا دل دوسری طرف ہو گیا اور یہ قاعدہ ہے کہ اگر متکلم یہ سمجھے کہ مخاطب میرے کلام کی طرف متوجہ نہیں ہے تو اس کی تقریر بند ہو جاتی ہے اور زبان چلتی نہیں۔ اس طرح مولانا فرماتے ہیں اور اگر چہ اس وقت جبکہ مولانا مثنوی لکھ رہے ہیں کوئی سامع موجود نہیں ہے مگر مصنف کو یہ خیال آ جانا بھی کہ اب شاید سامعین اکتا گئے ہونگے تحریر سے روک دیتا ہے پس یہی سبب یہاں ہوا کہ مولانا کہ یہ خیال ہوا کہ شاید اب ان حقائق کے سننے سے لوگ گھبرا گئے ہوں لہٰذا دوسرا مضمون شروع کرنا چاہتے ہیں اب اس اکتانے کا سبب فرماتے ہیں کہ

خاطرش شد سوئے صوفی قنق	اندراں سودا فروشد تا عنق
اس کا دل مہمان صوفی کی طرف چلا گیا	اس معاملہ میں وہ گردن تک ڈوب گیا

خاطرش شد الخ۔ یعنی اسکا دل اس مہمان صوفی کی طرف مائل ہو گیا اور اسی خیال میں گردن تک غرق ہو گیا۔ مطلب یہ کہ چونکہ سامعین کو یہ خیال ہوا کہ اس صوفی مہمان کی حکایت تو چھوڑی اور یہ کیا بیان کرنے لگے اور اس کے یاد آنے سے اس طرف توجہ ہو گئی اور ان معانی کے بیان سے گھبرا گئے۔ لہٰذا اب اس طرف توجہ ضروری ہوئی اسی کو فرماتے ہیں کہ

لازم آمد باز رفتن زیں مقال	سوئے آں افسانہ بہر وصف حال
اس گفتگو سے پلٹنا ضروری ہو گیا	اس افسانہ کی طرف حال بیان کرنے کے لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

لازم آمد الخ۔ یعنی اب لازم ہوا کہ اس گفتگو سے باز رہیں اور اس افسانہ کے بیان کی طرف متوجہ ہوں آگے اس مضمون ارشادی کی طرف انتقال ہے کہ اس صوفی کے قصہ سے تم یہ صوفی ظاہر کومت سمجھ لینا اسی کو فرماتے ہیں

صوفی صورت مپندار اے عزیز	ہمچو طفلاں تا کے از جوز و مویز
اے عزیز! ظاہری صوفی نہ سمجھنا	بچوں کی طرح اخروٹ اور منقی سے کب تک دلچسپی؟

صوفی صورت الخ۔ یعنی تم صوفی صورت کومت سمجھنا اور بچوں کی طرح کب تک جوز و مویز سے کھیلو گے۔
مطلب یہ کہ اس حکایت کو صرف افسانہ ہی مت سمجھنا بلکہ اس کے معانی کی طرف خیال کرنا کہ جس طرح اس نے اپنے خادم پر اعتماد کیا اور وہ نا اہل اعتماد کے قابل نہ تھا تو اس نے نقصان اٹھایا اس طرح تم بھی کہیں ناقصین کے پھندے میں پھنس کر نقصان مت اٹھانا اور اس حکایت سے سمجھو کہ ناقص پر اعتماد کافی نہیں ہے آگے بھی یہی مضمون ہے کہ

جسم ما جوز و مویز ست اے پسر	گر تو مردی زیں دو چیز اندر گذر
اے بیٹا! ہمارا جسم اخروٹ اور منقی ہے	اگر تو مرد ہے تو ان چیزوں سے گزر جا

جسم ما جوز الخ۔ یعنی یہ ہمارا جسم جوز و مویز ہے اے لڑکے (یعنی طالب مبتدی) اگر تو مرد ہے تو ان دونوں چیزوں سے (یعنی جسم و صورت سے) گزر جا (علیحدہ ہو جا اور اس میں مت پھنس) چونکہ یہاں ان دونوں سے علیحدگی اختیار کرنے کو کہا ہے اس لئے آگے فرماتے ہیں کہ

ور تو اندر نگذری اکرام حق	بگذر اند مر ترا از نہ طبق
گر تو (خود) نہ گزر سکے گا تو اللہ (تعالیٰ) کا کرم	تجھے نو آسمانوں سے گزار دے گا

ور تو اندر الخ۔ یعنی اگر تو نہ گزر سکے گا تو اکرام حق تجھے نو آسمان سے گزار دے گا مطلب یہ کہ تم اپنی طرف سے کوشش کرو اور ان چیزوں سے علیحدگی اختیار کرو اور اس کوشش میں رہو پھر گر تم وہاں تک نہ پہنچ سکو گے تو اس کے بعد تو جذب من اللہ ہو جائے گا اور تم واصل الی الحق ہو جاؤ گے پس مقصود یہ ہے کہ کام کرتے رہو اس کے بعد وہاں تک پہنچا دینا حق تعالیٰ کا کام ہے آگے اسی قصہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

بستہ شدن تقریر معنی حکایت بہ سبب میل مستمعان باستماع ظاہر

اب سن کہ میری اس گفتگو کے قطع کرنے کا کیا سبب ہوا غالباً سننے والے کا دل دوسری طرف متوجہ ہو گیا ہو گا (یہ ضرور نہیں کہ اس وقت کوئی سننے والا موجود ہو بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہاں تک پہنچ کر مولانا کو خیال آ گیا کہ میں اس قصہ کو چھوڑ کر بہت دور نکل گیا جو شخص مثنوی دیکھے گا وہ اکتا جائے گا اور اس کا دل ضرور قصہ صوفی کی طرف مائل

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوگا یہ خیال کر کے اس قصہ کی طرف رجوع کیا اور اسکا سبب بیان کیا) میں کہوں کیا تیرا دل تو قصہ صوفی کی طرف ہے اور سراسر اسی خیال میں ڈوبا ہوا ہے اس بنا پر مجھے ضرور ہے کہ میں اس گفتگو سے اس قصہ کی طرف رجوع کروں تم صوفی سے ظاہری صوفی نہ سمجھنا بلکہ حقیقی صوفی سمجھنا یہاں سے مذمت میل الی الصورۃ بیان فرماتے ہیں۔ آخر تو کب تک پابند صورت رہے گا اور لڑکوں کی طرح جوز و مویز سے خوش ہوگا نہ ہمارا جسم تو جوز و مویز کی طرح نادانوں کے دل کو لبھانے والا ہے تجھے چاہیے کہ اس جوز و مویز کو چھوڑ اور حقیقت تک پہنچ اگر تو سعی کرے گا ورا اپنی سعی سے منزل مقصود تک نہ پہنچ سکے گا۔ تو حضرت سبحانہ تیری دستگیری فرمائیں گے اور اپنے فضل سے تجھے عالم ناسوت سے اوپر پہنچا دیں گے یعنی سلوک سے مطلوب تک نہ پہنچو گے (اور ہرگز نہ پہنچو گے) تو حق سبحانہ کی طرف سے جذب ہوگا اور وہ جذب منزل مقصود تک پہنچا دے گا۔ مذمت میل الی الصورۃ بیان فرما کر پھر قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں اور کہتے ہیں بشنو اکنون صورت افسانہ را۔

شرح شبیری

لیک ہیں از کہ جدا کن دانہ را	بشنو اکنوں صورت افسانہ را
لیکن خبردار! بھس سے غلہ کو جدا کر لینا	اب افسانہ کی صورت سن لے

بشنو اکنوں۔ الخ یعنی اب اس افسانہ کی صورت سن لو مگر دیکھو دانہ کو خس خاشاک سے علیحدہ کر کے مطلب یہ کہ لو اب اس حکایت کو سن لو مگر یہ سمجھ لو کہ اس میں جو معنی ہیں اور مثل دانہ کے ہیں ان کو خس و خاشاک صورت سے علیحدہ کر کے دیکھنا اور یہی مت سمجھنا کہ اس سے مقصود صرف یہاں افسانہ ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ جس طرح اس صوفی نے اعتماد نااہل پر کیا تم بھی کہیں ایسا ہی مت کرنا آگے اس صوفی کی حکایت کا تتمہ ہے فرماتے ہیں

التزام کردن خادم تعہد بہیمہ را و تخلف نمودن

خادم کا چوپائے کی نگرانی اپنے ذمہ لینا اور وعدہ خلافی کرنا

چونکہ در وجد و طرف آخر رسید	حلقۂ آں صوفیان مستفید
جب وجد اور طرب میں ختم ہوا	استفادہ کرنے والے صوفیوں کا حلقہ
از بہیمہ یاد آورد آں زماں	خواں بیا وردند بہر میہماں
تب اس نے چوپائے کو یاد کیا	وہ مہمان کے لئے خوان لائے

حلقۂ آں الخ۔ یعنی جب ان صوفیوں کا جو کہ مستفید من الحق تھے (خواہ وہ استفادہ سچا ہو یا جھوٹا حلقہ حالت وجد و طرب میں ختم اور تمام ہو گیا اور وہ لوگ اس صوفی مہمان کے لئے کھانا لائے اس وقت اس صوفی مہمان کو اپنا جانور بھی یاد آیا تو کہنے لگا کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت خادم را کہ در آخر بزو	راست کن بہر بہیمہ کاہ وجو
خادم سے کہا اصطبل میں جا	چوپائے کے لئے گھاس اور جو تیار کر

گفت خادم را الخ۔ یعنی خادم (خانقاہ) سے کہنے لگا کہ آخور میں جا کر ذرا اس جانور کے لئے گھاس دانہ درست کر دو۔

گفت لاحول ایں چہ افزوں گفتن ست	از قدیم ایں کار ہا کار من ست
اس نے کہا لاحول یہ کیا زیادہ کہنے کی بات ہے	یہ کام تو میرے ہمیشہ کے کام ہیں
گفت تر کن آں جوش را از نخست	کاں خرک پیرست و دندانہاش سست
اس نے کہا اس کے جو کو پہلے بھگو لینا	کیونکہ گدھا بوڑھا ہے اور اس کے دانت کمزور ہیں
گفت لاحول ایں چہ می گوئی مہا	از من آموزند ایں ترتیب ہا
اس نے کہا لاحول یہ جناب کیا فرماتے ہیں؟	یہ باتیں لوگ مجھ سے سیکھتے ہیں

گفت لاحول الخ۔ یعنی خادم نے کہا کہ لاحول ولا قوۃ یہ کیا فضول بات آپ نے کہی میرا تو یہ قدیمی کام ہے مطلب یہ کہ اس سے خوب واقف ہوں بتانے کی ضرورت نہیں۔

گفت تر کن الخ۔ یعنی اس صوفی نے کہا کہ اسکا دانہ پہلے سے بھگو دینا اس لئے کہ وہ گدھا بوڑھا ہے اور دانت کمزور ہیں۔

گفت لاحول الخ۔ یعنی خادم نے کہا کہ لاحول ولا قوۃ آپ یہ کیا فرمارہے ہیں اس کام کو تو لوگ مجھ سے سیکھتے ہیں یعنی فن خدمت سے خوب واقف ہوں۔

گفت پالانش فرونہ پیش پیش	دارو ئے منبل بنہ بر پشت ریش
اس نے کہا اس کا فوراً پالان اتار دے	زخمی کمر پر منبل دوا مل دینا

گفت پالانش الخ۔ یعنی اُس صوفی نے کہا کہ پہلے پہل اُسکا پالان اوتار لیجو اور زخم کی دوا اُسکی زخمی کمر پر لگا دیجو منبل اس گھاس کا نام ہے جو زخم پر لگایا جاتا ہے۔

گفت لاحول آخر ایں حکمت گزار	جنس تو مہمانم آمد صد ہزار
اس نے کہا لاحول اس حکمت کو رہنے دے	تجھ جیسے ہزاروں مہمان میرے یہاں آئے ہیں

گفت لاحول الخ۔ یعنی خادم نے کہا کہ لاحول ولا قوۃ آخر اس حکمت آموزی کو چھوڑ دیئے تم جیسے مہمان ہمارے یہاں لاکھوں آتے ہیں اور سب کے سب ہم سے راضی ہی جاتے ہیں اور مہمان تو ہماری جان ہے ہمارا عزیز ہے۔

جملہ راضی رفتہ انداز پیش ما	ہست مہماں جان ما و خویش ما
ہمارے پاس سے سب خوش گئے ہیں	مہمان تو ہمارا اپنا اور جان ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت آبش دہ وہ لیکن شیر گرم	گفت لاحول از توام بگرفت شرم
اس نے کہا اس کو پانی پلا دے لیکن نیم گرم	اس نے کہا لاحول میں تو تجھ سے شرمندہ ہو رہا ہوں

گفت آبش الخ۔ یعنی اس صوفی نے کہا کہ اس کو پانی بھی پلا دینا مگر ذرا نیم گرم ہو تو خادم نے کہا کہ لاحول ولاقوۃ اس بات کو چھوڑیے اور کرم کیجئے۔

گفت اندر جو تو کمتر کاہ کن	گفت لاحول ایں سخن کوتاہ کن
اس نے کہا جو میں گھاس کم ملانا	اس نے کہا لاحول بات مختصر کر
گفت جایش را بروب از سنگ و پشک	در بود تر ریز بروے خاک خشک
اس نے کہا اس کا تھان کنکر اور لید سے صاف کر دینا	اگر گیلا ہو خشک مٹی ڈال دینا

گفت جایش الخ۔ صوفی نے کہا کہ ذرا سی جگہ جھاڑ دے کر پتھر اور مینگن وغیرہ سے صاف کر دینا اور اگر جگہ تر ہو تو اس پر تھوڑی خشک سی مٹی ڈال دینا۔

گفت لاحول اے پدر لاحول کن	با رسول اہل کمتر کن سخن
اس نے کہا لاحول اے باوا! لاحول پڑھ	لائق قاصد سے بات کم کر

گفت لاحول الخ۔ خادم نے کہا کہ لاحول ولاقوۃ اے قبلہ لاحول پڑھیے اور سمجھدار قاصد سے کم بات کہیے اس لئے کہ وہ خود جانتا ہے۔ رسول اہل موصوف صفت۔

گفت بستاں شانہ پشت خر بخار	گفت لاحول اے پدر شرمے بدار
اس نے کہا کھریرا لے گدھے کی کمر پر پھیر دے	اس نے کہا لاحول اے باوا! شرم کر

گفت بستان الخ۔ صوفی نے کہا کہ کھرپرا لے کر گدھے کی کمر میں کھجلا دینا۔ خادم بولا کہ لاحول ولاقوۃ قبلہ ذرا تو شرم کیجئے کہ کیا کیا فضولیات بک رہے ہو۔

گفت دم افسار را کوتہ بہ بند	تاز غلطیدن نیفتد او بہ بند
اس نے کہا پچھاڑی چھوٹی کر کے باندھ	تاکہ لوٹنے میں اس میں نہ پھنس جائے

گفت دم الخ۔ صوفی نے کہا کہ اس کی پچھاڑی ذرا تنگ ہی باندھ دینا تاکہ لوٹنے کے وقت اس میں الجھ نہ جائے۔

گفت لاحول اے پدر چندیں منال	بہر خر چندیں مرو اندر جوال
اس نے کہا لاحول اے باوا! اس قدر نہ رو	گدھے کے لئے اس قدر پریشان نہ ہو

گفت لاحول الخ۔ خادم بولا کہ لاحول ولاقوۃ قبلہ اتنا نہ روئیے (یعنی اس قدر پریشان نہ ہو جائیے) اور

www.besturdubooks.wordpress.com

ایک گدھے کے واسطے اس قدر خفاست ہو جایئے۔ در جوال رفتن محاورہ ہے یعنی خفا شدن۔

گفت بر پشتش فگن جل زود تر	زانکہ شب سرماست اے کان ہنر
اس نے کہا اس کی کمر پر جلد جھول ڈال دے	اے ہنر مندا! چونکہ سردی کی رات ہے

گفت بر پشتش الخ۔ صوفی نے کہا کہ اس کے اوپر جھول بھی جلدی ڈال دینا اس لئے کہ سردی کی رات ہے اے ہنر مند۔

گفت لاحول اے پدر چندیں مگو	استخواں در شیر چوں نبود مجو
اس نے کہا لاحول' اے بادا! اس قدر باتیں نہ کر	دودھ میں ہڈی نہیں ہوتی ہے' تلاش نہ کر

گفت لاحول الخ۔ خادم نے کہا کہ لاحول ولا قوۃ اے قبلہ اس قدر نہ فرمایئے دیکھئے تو دودھ میں ہڈی کہاں ہوتی ہے لہٰذا تم مت ڈھونڈو مطلب یہ کہ فضول کام مت کرو۔

من زتو استاترم در فن خود	میہماں آید مرا از نیک و بد
میں اپنے فن میں تجھ سے زیادہ استاد ہوں	میرے پاس اچھے اور برے مہمان آتے رہتے ہیں

من زتو استاترم الخ۔ اور خادم ہی نے یہ کہا کہ میں اپنے فن میں تم سے زیادہ استاد ہوں اور یہاں تو مہمان اچھے برے سب طرح کے آتے ہیں میں ہر ایک مہمان کے لائق اور مناسب خدمت کرتا ہوں اور میں اس خدمت کی وجہ سے مثل گل اور سوسن کے محبوب ہو گیا ہوں یا یوں کہا جائے کہ میں خدمت سے اس طرح کھلتا اور خوش ہوتا ہوں کہ جس طرح پھول ہوتا ہے اور سوسن ہوتی ہے۔

لائق ہر میہماں خدمت کنم	من زخدمت چوں گل وچوں سوسنم
میں مہمان کے مناسب خدمت کرتا ہوں	میں خدمت ہی کی وجہ سے پھول اور سوسن کی طرح ہوں
خادم ایں گفت ومیاں رابست چست	گفت رفتم کاہ و جو آرم نخست
خادم نے یہ کہا اور کس کر کمر باندھی	بولا' جاتا ہوں پہلے گھاس اور جو لاؤں

خادم این گفت الخ۔ خادم نے یہ کہہ کر اپنی کمر چست کس لی اور کہنے لگا کہ اب میں پہلے گھاس دانہ لے آؤں۔

رفت وز آخر نکرد او ہیچ یاد	خواب خرگوشے بداں صوفی فتاد
وہ چلا گیا اور اصطبل کی کوئی بات یاد نہ رکھی	اس صوفی کو غفلت کی نیند آ گئی

رفت واز آخر الخ۔ یعنی وہ خادم صاحب وہاں سے تشریف لے گئے اور آخور کی طرف رخ بھی نہ کیا اور اسے مطلق یاد نہ کیا یہاں صوفی صاحب بے فکر ہو کر خوب آرام سے سو رہے مطلب یہ کہ اس صوفی سے تو سب

www.besturdubooks.wordpress.com

وعدہ کر لیا اور کیا کچھ بھی نہیں بلکہ

رفت خادم جانب اوباش چند	کرد بر اندر ز صوفی ریشخند
خادم چند آواروں کے پاس پہنچا	صوفی کی نصیحت کی مذاق اڑائی

رفت خادم الخ۔ یعنی وہ خادم وہاں سے چل کر چند اوباش لوگوں کے پاس گیا اور صوفی کی ان نصیحتوں پر مسخرہ پن کرنا شروع کیا۔

صوفی از رہ ماندہ بود و شد دراز	خوابہامی دید با چشم فراز
صوفی راستہ کا تھکا ہوا تھا لیٹ گیا	بند آنکھوں سے خوابیں دیکھ رہا تھا

صوفی از رہ ماندہ الخ۔ یعنی صوفی راستہ کا تھکا ہوا تھا اور رات بھی خوب لمبی تو اس نے خوابیں دیکھنا شروع کیں آنکھیں بند کئے ہوئے فراز کھلے ہوئے کے اور بند کے دونوں معنی میں آتا ہے مطلب یہ کہ جب وہ سو گیا تو اس کو خوابیں نظر آنے لگیں۔

کاں خرش در چنگ گرگے ماندہ بود	پارہا از پشت و رانش می ربود
کہ وہ گدھا ایک بھیڑیے کے پنجے میں ہے	وہ اس کی کمر اور ان کے ٹکڑے اڑا رہا ہے

کان خرش الخ۔ صوفی نے یہ خواب دیکھا کہ اسکا گدھا ایک بھیڑیے کے چنگل میں ہے اور وہ کبھی اسکی کمر سے ایک ٹکڑہ گوشت کا لے بھاگتا ہے اور کبھی ران سے مطلب یہ کہ خوب گت بن رہی ہے۔

گفت لاحول ایں چہ مالیخولیاست	اے عجب آں خادم مشفق کجاست
بولا لاحول! یہ کیا دیوانگی ہے؟	ہائے تعجب! وہ مہربان نوکر کہاں ہے؟

گفت لاحول الخ۔ یعنی وہ صوفی خواب میں کہنے لگا کہ لاحول ولا قوۃ یہ کیا مالی خولیا اور پراگندہ خیالات ہیں اور تعجب کی بات ہے کہ وہ خادم مشفق کہاں ہے یعنی اگر وہ ہوتا تو اس بیچارے کی یہ گت کیوں بنتی۔

باز میدید آں خرش در راہرو	گہ بچاہے می فتاد و گہ بہ گو
پھر اس نے دیکھا کہ اس کا وہ گدھا راستہ چلنے میں	کبھی کنویں میں گرتا تھا کبھی گڑھے میں

باز میدید الخ۔ پھر دیکھا کہ اس کا گدھا راستہ چلنے میں کبھی کنویں میں گرتا ہے اور کبھی گڑھے میں گرتا ہے مطلب یہ کہ بیچارے کی بری گت بن رہی ہے در راہرو ے سے مراد در راہروی ہے یعنی راہ چلنے میں اس کی یہ حالت تھی۔

گونا گوں می دید ناخوش واقعہ	فاتحہ می خواند بالقارعہ
قسم قسم کے ناخوشگوار واقعات دیکھتا تھا	سورۃ الحمد مع سورۃ القارعہ کے پڑھتا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

گونہ گون الخ۔ یعنی قسم قسم کے ناگوار واقعات دیکھ رہا تھا اس کی وجہ سے کبھی سورۂ فاتحہ پڑھتا تھا اور کبھی القارعہ عاملوں کے یہاں یہ دونوں سورتیں دفع بلا کے لئے ہیں لہٰذا مولانا نے بھی بنا بر مشہور لکھ دیا۔

گفت چارہ چیست یاراں خستہ اند	رفتہ اند و جملہا در بستہ اند
اس نے کہا تدبیر کیا ہو دوست تھکے ہوئے ہیں	سب چلے گئے ہیں اور دروازہ بند کر لیا ہے؟

گفت چارہ چیست الخ۔ (اب اول صوفی صاحب کی آنکھ کھلی) تو کہنے لگا کہ اب علاج ہی کیا ہو سکتا ہے اس لئے کہ سب یار تو تھکے ماندے ہیں اور سب (اپنے اپنے حجرہ میں) چلے گئے ہیں اور دروازہ بند کر لیا ہے۔ مطلب یہ کہ جب ان حضرت کی آنکھ کھلی تو اس خواب کا قلب پر کچھ اثر ہوا لیکن کہنے لگے کہ آخر علاج ہی کیا ہو سکتا ہے خانقاہ میں ایک ہو کا عالم ہے سب لوگ اپنے اپنے حجروں میں تھکے ماندے پڑے ہیں کس کو جگاؤں کہ اس کی خبر لے۔ پھر اس تو ہم کو دفع کرتا تھا اور کہتا تھا کہ

باز می گفت اے عجب آں خادمک	نے کہ با ما گشت ہم نان و نمک
پھر کہتا ہائے تعجب وہ نالائق نوکر	کیا ہمارا ہم پیالہ و ہم نوالہ نہیں بنا ہے

باز میگفت الخ۔ پھر کہنے لگا کہ تعجب کی بات ہے کہ وہ خادم کیا ہمارے ساتھ ہم نان و نمک نہ ہوا تھا۔ مطلب یہ کہ اس بدگمانی سے واپس ہو کر کہتا کہ اس خادم نے جب ہمارے ساتھ روٹی کھائی ہے تو وہ ایسی بے وفائی نہیں کر سکتا کہ اس جانور کی خبر نہ لیتا۔ نے کہ باما الخ استفہام تقریری۔

من نکردم باوے الا لطف ولیں	او چرا با من کند برعکس کیں
میں نے تو اس کے ساتھ نرمی اور خوش اخلاقی برتی	وہ کیوں برعکس کینہ کرتا ہے؟

من نکردم الخ۔ یعنی میں نے اس کے ساتھ مہربانی اور نرمی ہی کی ہے پھر وہ میرے ساتھ اس کے بالعکس کینہ کیوں کرتا اس لئے کہ

ہر عداوت را سبب باید سند	ورنہ جنسیت وفا تلقیں کند
دشمنی کی بنا کے لئے کوئی سبب ہونا چاہیے	ورنہ ہم جنس ہونا وفاداری سکھاتا ہے

ہر عداوت را الخ۔ یعنی ہر عداوت کا کوئی سبب ہوتا ہے ورنہ ہم جنس ہونا تو وفا کی تعلیم کرتا ہے اور یہ تو وفا کرنے کو مقتضی ہے مگر پھر وہم سوار ہوا اور کہنے لگا کہ

باز می گفت آدمؑ با لطف و جود	کے براں ابلیس جورے کردہ بود
پھر کہتا مہربانی اور کرم کرنے والے آدم نے	کب اس شیطان پر ظلم کیا تھا؟

باز می گفت الخ۔ پھر کہنے لگا کہ (جنسیت تو بیشک وفا کی تعلیم کرتی ہے مگر) دیکھو کہ آدم علیہ السلام نے باوجود اس

www.besturdubooks.wordpress.com

لطف وکرم کے ابلیس لعین پر کیا ظلم کیا تھا کہ وہ ان کا دشمن ہو گیا اسی کو دوسری مثال سے بیان کرتا ہے اور دل کو سمجھاتا ہے۔

آدمی مر مار و کژدم را چہ کرد	کو ہمیخواہند او را مرگ و درد
آدمی نے سانپ اور بچھو کے ساتھ کیا کیا ہے؟	کہ وہ اس کی تکلیف اور موت کے خواہاں ہیں

آدمی مر مار الخ۔ یعنی دیکھو سانپ بچھو کا آدمی نے کیا بگاڑا ہے کہ یہ اسکا مرنا اور اسکی تکلیف چاہتے ہیں پھر ایک اور مثال دیتا ہے کہ

گرگ را خود خاصیت بدریدنست	ایں حسد در خلق آخر روشن ست
بھیڑیے کی اپنی خاصیت پھاڑ ڈالنا ہے	مخلوق میں یہ حسد کرنا کھلا ہوا ہے

گرگ راخود الخ۔ یعنی بھیڑیے کی خاصیت پھاڑ ڈالنا ہے اور یہ حسد روشن ہے اور اس کو سب جانتے ہیں حالانکہ انسان نے اسکا کچھ بھی نقصان نہیں کیا بس معلوم ہوا کہ بعض مرتبہ بے سبب بھی دشمنی ہوا کرتی ہے اور یہ شبہ ہو گیا کہ اگرچہ میں نے اس خادم کے ساتھ کوئی بات ایسی نہیں کی کہ جس سے کہ وہ میرا دشمن ہوتا مگر ممکن ہے کہ بے سبب کے بھی دشمن ہو گیا ہو لیکن پھر اس وہم کو دفع کرتا ہے۔

باز میگفت ایں گمان بدخطاست	بر برادر ایں چنیں ظنم چراست
پھر کہتا یہ بدگمانی بری ہے	بھائی کے بارے میں یہ میرا گمان کیوں ہے؟

باز می گفت الخ۔ یعنی پھر یہ کہنے لگا کہ یہ بدگمانی کرنا بری بات ہے اور بھلا بھائی پر یہ گمان میرا کیوں ہے اور کس لئے ہے مطلب یہ کہ یہ بدگمانی بھائی پر نہ ہونی چاہیے پھر اس میں وہم پیدا ہوتا تھا اور کہتا تھا۔

باز گفتے حزم سوء الظن تست	ہر کہ بدظن نیست کے ماند درست
پھر کہتا بدگمانی تیری پختہ کاری ہے	جو بدظن نہیں ہے وہ کب بچتا ہے؟

باز گفتے الخ۔ یعنی پھر کہنے لگتا کہ یہ میرا سوء ظن نہیں ہے بلکہ یہ تو دور اندیشی ہے اس لئے کہ جو دور اندیش نہیں ہے وہ درست کب رہ سکتا ہے حزم سوء الظن سے اشارہ ہے ایک حدیث کی طرف وہ یہ ہے الحزم سوء الظن یعنی دور اندیشی کی بات یہ ہے کہ ہر شخص سے بدگمان رہے یہاں یہ سمجھ لو کہ حدیث میں دوسری جگہ مسلمان پر بلا قرینہ کے بدگمانی کرنے سے ممانعت آئی ہے اور یہاں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص پر بدگمانی کرنی چاہیے تو اس کو یوں سمجھو کہ ایک تو سوء الظن عملاً ہے یعنی عمل اس طرح ہو کہ جس سے سوء ظن معلوم ہو لیکن کسی پر بدگمانی نہ کرے دوسرے یہ کہ دل میں بدگمانی ہے اور بلا کسی قرینہ اور دلیل کے کسی کو متہم کرے۔ سو صورت اول تو جائز ہے اور حدیث میں یہی معنی ہیں کہ عملاً سب کی طرف سے بدگمان رہے تا کہ اپنی چیز کو اچھی طرح حفاظت کر سکے اور دوسری صورت ممنوع ہے کہ بلا کسی قرینہ قویہ کے کسی متہم کرے پس یہ صوفی کہنے لگا کہ اس طرح رہنا جس سے کہ بدگمانی مترشح

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتی ہے وہ دور اندیشی اور اپنی چیز کی حفاظت ہے لہٰذا اگر مجھے اس پر اس قسم کے گمان ہیں تو کوئی تعجب نہیں ہے آگے اس بے چارے گدھے کی حالت بیان کرتے ہیں کہ اس بے چارے پر کیا گزری فرماتے ہیں کہ

صوفی اندر وسوسہ و آں خر چناں	کہ چناں بادا اجزائے دشمناں
صوفی وسوسوں میں ، اور وہ گدھا اس حال میں	کہ دشمنوں کی یہ سزا ہو

صوفی اندر الخ۔ یعنی صوفی تو ان وساوس میں مبتلا تھا اور وہ گدھا اسی حالت میں تھا کہ بس دشمن کی بھی یہی حالت ہو یعنی اس کا برا حال تھا۔

آں خر مسکیں میان خاک و سنگ	کژ شدہ پالاں دریدہ پالہنگ
وہ بیچارہ گدھا پتھر اور مٹی میں	پالان ٹیڑھا اور باگ ڈور شکستہ

آن خر مسلین الخ۔ یعنی وہ بیچارہ گدھا خاک اور پتھروں میں پڑا ہوا تھا اور اس کا پالان بھی ٹیڑھا ہو گیا تھا اور زیر بند بھی پھٹ گیا تھا اور

خستہ از رہ جملۂ شب بے علف	گاہ در جاں کندن و گہ در تلف
راستہ کا تھکا ماندہ ' تمام رات بغیر گھاس کے	کبھی جاں کنی میں اور کبھی ہلاکت میں

کشتہ رہ الخ۔ یعنی راستہ کا تھکا ہوا ساری رات کا بے گھاس دانہ کبھی اس کو جان کنی ہوتی تھی اور کبھی مرنے کو ہوتا تھا۔

خر ہمہ شب ذکر می کرد اے الٰہ	جو رہا کردم کم از یکمشت کاہ
گدھا تمام رات کہتا تھا ' اے خدا!	میں نے جو چھوڑے ' ایک مٹھی گھاس (ہی مل جائے)

خر ہمہ شب الخ۔ یعنی وہ گدھا رات بھر یہ دعا کر رہا تھا کہ یا الٰہی میں نے جو (یعنی دانہ) چھوڑا مجھے ایک مٹھی گھاس ہی مل جائے۔

با زبان حال میگفت اے شیوخ	رحمتے کن سوختم زیں خام شوخ
زبان حال سے کہتا تھا ' اے بزرگو!	رحم کرو میں اس ناتجربہ کار بے شرم کے ہاتھوں جل گیا

بازبان حال الخ۔ یعنی بزبان حال وہ گدھا کہہ رہا تھا کہ اے شیوخ (خانقاہ) رحم فرمایئے کہ اس بدمعاش (صوفی) کی وجہ سے میں جل گیا اور مجھ پر یہ مصیبتیں پڑیں۔ آگے مولانا اس گدھے کے مصائب کی ایک مثال دیتے ہیں کہ

انچہ آں خر دید از رنج و عذاب	مرغ خاکی بیند اندر سیل آب
جو رنج اور عذاب اس گدھے نے دیکھا	خشکی کا پرند پانی کے بہاؤ میں دیکھتا ہے

انچہ این الخ۔ یعنی اس بیچارے گدھے پر جو رنج و عذاب گزر رہا تھا اس کی ایسی مثال تھی جس طرح کہ اگر خشکی کے جانور کو پانی میں ڈال دو اس کی حالت ہوتی ہے آگے پھر اسی کی حالت کو بیان فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

بس بہ پہلو گشت آں شب تا سحر	آں خر بیچارہ از جوع البقر
رات سے صبح تک بہت پہلو بدلتا رہا	وہ بیچارہ گدھا بھوک کی شدت سے

بس بہ پہلوالخ۔ یعنی وہ تمام رات صبح تک اس بیچارے گدھے کو جوع البقر کی وجہ سے کروٹیں بدلتے گزری جوع البقر اور جوع الکلب وغیرہ امراض ہوتے ہیں جس میں بھوک بہت لگتی ہے مطلب یہ کہ بھوک کے مارے کروٹیں بدلتے ہی گزری اور نیند نہ آئی۔

نالہ می کرد از فراق کاہ و جو	مستمند از اشتیاق کاہ و جو
گھاس اور جو کی جدائی میں روتا تھا	گھاس اور جو کے شوق میں غمزدہ تھا

نالہ میکرد الخ۔ یعنی وہ گدھا گھاس دانہ کے نہ ملنے کی وجہ سے روتا تھا اور گھاس دانہ کے اشتیاق میں غمگین تھا۔

ہمچنیں در محنت و در درد و سوز	نالہا می کرد آں شب تا بروز
درد و سوزش اور تکلیف میں اسی طرح	اس رات (میں) دن تک روتا رہا

ہمچنین در محنت الخ۔ یعنی اس طرح اس مصیبت اور درد اور جلن میں رات بھر نالہ و فریاد کیا صبح تک۔

روز شد خادم بیامد بامداد	زود پالاں چست بر پشتش نہاد
دن ہوا خادم صبح کو آیا	بہت جلد اس کی کمر پر پالان کس دیا

روز شد خادم الخ۔ یعنی دن ہوا تو صبح ہی وہ خادم صاحب تشریف لائے اور جلدی سے پالان ڈھونڈ کر اس کی پشت پر رکھ دیا یعنی صوفی صاحب کی سواری کے لئے تیار کر دیا۔

خر فروشانہ دو سہ زخمش بزد	کرد با خر آنچہ زاں سگ می سزد
گدھے بیچنے والوں کی طرح دو تین چوٹیں لگائیں	گدھے سے وہ کیا جو کتے کے لائق ہوتا ہے

خرفروشانہ الخ۔ یعنی خرفروشوں کی طرح اس کے دو تین زخم لگائے اور جو کتے کے ساتھ کرنا چاہیے اس (گدھے) نے اس گدھے کے ساتھ کیا مطلب یہ کہ جس طرح گدھے بیچنے والے جانور کی تیزی دکھانے کو اسے مار کر بھگاتے ہیں اس طرح اس نے بھی بہت ہی بے دردی سے اس کو مارنا شروع کیا تا کہ معلوم ہو کہ خوب کھا کر مضبوط ہو گیا ہے۔

خر جہندہ گشت از تیزی نیش	کو زباں تا خر بگوید حال خویش
چوٹ کی تیزی سے گدھا کودنے لگا	زبان کہاں تھی کہ گدھا اپنی حالت بتاتا؟

خر جہندہ الخ۔ یعنی وہ گدھا اس زخم کی وجہ سے کودنے پھاندنے لگا اور بیچارا زبان کہاں سے لائے کہ اپنا حال بیان کرے کہ مجھ پر یہ گزری غرضیکہ اس خادم نے اس بیچارے کو اچھی طرح بھوکا پیاسا مارا اور اب صوفی

www.besturdubooks.wordpress.com

صاحب سوار ہو کر تشریف لے چلتے ہیں ذرا دیکھئے کیا گت بنتی ہے۔

گمابردن کاروانیاں کہ بہیمہ صوفی رنجور ست

قافلہ والوں کا گمان کرنا کہ صوفی کا گدھا بیمار ہے

چونکہ صوفی برنشست وشد رواں	خر بر و افتادن آمد در زماں
جب صوفی بیٹھا اور روانہ ہوا	اسوقت گدھا منہ کے بل گرنے لگا

چونکہ صوفی الخ۔ یعنی جب کہ وہ صوفی صاحب (صبح کو) اس پر بیٹھ کر روانہ ہوئے تو وہ گدھا منہ کے بل گرنے لگا۔

ہر زمانش خلق می برداشتند	جملہ رنجورش ہمی پنداشتند
ہر موقع پر لوگ اس کو اٹھا دیتے ہیں	سب لوگوں نے اس کو بیمار سمجھا

ہر زمانش الخ۔ یعنی ہر وقت اس کو لوگ اٹھاتے تھے اور سب کے سب اس کو بیمار سمجھتے تھے۔

آن یکے گوشش ہمی پیچید سخت	واں دگر در زیر گامش جست لخت
کوئی اس کا کان سخت مروڑتا	کوئی دوسرا اس کے قدم کے نیچے کنکر تلاش کرتا

ان یکے الخ۔ یعنی کوئی اس کا کان خوب زور سے ملتا تھا (تاکہ تیز چلے) اور کوئی اس کے قدم میں زخم ڈھونڈتا تھا کہ شاید اس زخم کی وجہ سے نہ چل سکتا ہو۔

واں دگر در نعل او می جست سنگ	واں دگر در چشم او می دید رنگ
کوئی اس کے کھر میں پتھر ڈھونڈتا	کوئی اس کی آنکھ کی رنگت دیکھتا

وان دگر در الخ۔ یعنی کوئی اس کے نعل میں کنکر ڈھونڈتا تھا (کہ شاید اس کی تکلیف سے نہ چل سکتا ہو) اور کوئی اس کی آنکھ کی رنگت دیکھتا تھا (اس لئے کہ گھوڑوں گدھوں کی بیماری آنکھ سے ہی معلوم ہوتی ہے تو وہ بھی اس لئے آنکھ دیکھتا تھا کہ شاید کچھ بیمار ہو۔

باز می گفتند اے شیخ ایں زچیست	دی ہمی گفتی کہ شکر ایں خر قوی ست
پھر کہتے اے شیخ! اس کو کیا ہوا ہے؟	کل تو کہتا تھا کہ (خدا کا) شکر ہے یہ گدھا مضبوط ہے

بازمی گفتند الخ۔ یعنی (جب کہ ان باتوں میں کچھ نہ پایا تو) کہتے تھے اجی حضرت شیخ صاحب اس کا گرنا پڑنا کس سبب سے ہے اور حالانکہ آپ کل فرما رہے تھے کہ خدا کا شکر ہے کہ گدھا خوب قوی ہے اور خوب چلتا ہے مطلب یہ کہ کل تو یہ تعریفیں تھیں اور آج اس کی یہ حالت ہے یا یا ایں شوراشوری یا ایں بے نمکی آگے اس صوفی نے خوب جواب دیا کہنے لگا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت آں خر کو بشب لاحول خورد	جز بدیں شیوہ نداند راہ برد
اس نے کہا وہ گدھا جس نے رات کو لاحول کھائی ہے	اس طریقہ کے علاوہ راستہ طے نہیں کر سکتا ہے

گفت آن خر الخ۔ یعنی وہ صوفی کہنے لگا کہ جس گدھے نے رات بھر لاحول کھائی ہو وہ بجز اس طریقہ کے اور کس طرح چل ہی نہیں سکتا اس لئے کہ

چونکہ قوت خر بشب لاحول بود	شب مسبح بود و روز اندر سجود
چونکہ رات کو گدھے کی خوراک لاحول تھی	رات کو تسبیح خواں تھا اور دن میں سجدہ میں ہے

چونکہ قوت الخ۔ یعنی چونکہ گدھے کا کھاجا رات بھر لاحول ہی رہا ہے لہٰذا رات بھر تسبیح خوان رہا اور اب سجدہ کر رہا ہے یعنی رات بھر انتڑیوں نے قل ھو اللہ پڑھی اب سجدہ کر رہی ہیں کہ گر گر پڑتی ہیں اب آگے مولانا اس صوفی کی حکایت سے انتقال فرماتے ہیں کہ ایک مضمون ارشادی کی طرف کہ جس طرح اس صوفی نے نااہل پر اعتماد کر کے اور اس کی باتوں سے دھوکا کھایا کہیں تم بھی نہ پھنس جانا اسی کو فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

بشنوا کنون: اچھا اب صورت واقعہ سن لیکن دیکھ بھس میں سے غلہ جدا کر لینا اور صرف قصہ پر نظر نہ رکھنا بلکہ اس سے نصیحت حاصل کرنا جب ان صوفیوں کا حلقہ حال قال میں ختم ہوا تو مہمان کے لئے کھانا لایا گیا اب صوفی صاحب کو اپنا گدھا بھی یاد آیا اور خادم سے کہا بھائی آخور پر جاؤ اور گدھے کے لئے گھاس اور جو کا انتظام کر دو۔

گفت لاحول: اس نے کہا لاحول ولاقوۃ آپ کے فرمانے کی ضرورت کیا ہے۔ یہ تو میرے ہمیشہ کے کام ہیں (اُن میں مجھے کسی کے بتانے کی ضرورت نہیں۔ صوفی صاحب نے فرمایا میاں ذرا اس کے جو کو پیشتر سے بھگو دینا کیونکہ بیچارہ گدھا بڈھا ہے اور دانت کمزور ہیں خادم نے جواب دیا سرکار یہ آپ کیا فرماتے ہیں ان باتوں کو تو لوگوں کو مجھ سے سیکھنا چاہیے نہ کہ مجھے سکھایا جائے صوفی صاحب نے فرمایا میاں پہلے پہل اس کا پالان اتار دینا اور زخمی کمر پر مرہم مقل (اتام دوا) لگا دینا خادم نے جواب دیا لاحول ولاقوۃ اس حکمت کو جانے دیجئے کچھ آپ میرے یہاں نئے مہمان نہیں آئے آپ سے ہزاروں میرے یہاں مہمان ہوتے ہیں اور سب کے سب ہمارے یہاں سے خوش گئے کیونکہ مہمان کو تو ہم جان کے برابر اور اپنا عزیز سمجھتے ہیں۔

گفت آبش: صوفی صاحب نے کہا میاں اسے پانی بھی پلا دینا مگر نیم گرم تاکہ ٹھنڈا پانی اس کے دانتوں کو ضرر نہ پہنچائے اس نے جواب دیا لاحول ولاقوۃ مجھے تو آپ سے شرم آتی ہے کہ اس قدر سمجھا چکا ہوں اور آپ کی سمجھ میں نہیں آتا۔ صوفی صاحب نے کہا میاں جو میں تھوڑا سا بھس بھی ملا دینا۔ اس نے جواب دیا لاحول ولاقوۃ اس گفتگو کو مختصر کیجئے۔ صوفی نے کہا اس کی جگہ کو بھی ذرا ڈھیلوں اور لید وغیرہ سے صاف کر دینا اور اگر جگہ تر ہو تو اس پر سوکھی مٹی ڈال دینا

www.besturdubooks.wordpress.com

اس نے جواب دیا اے قبلہ لاحول پڑھیئے لاحول۔ لائق قاصد (مراد کارکن) کو ہرگز زیادہ ہدایات نہیں کرنی چاہئیں۔
گفت بستان: صوفی صاحب نے فرمایا بھائی ذرا گدھے کی کمر پر کھرپا بھی پھیر دینا اس نے کہا باحول ولا قوۃ قبلہ کعبہ تو شرم کیجئے کہ آپ مجھے کس وقت سے دق کر رہے ہیں صوفی صاحب نے فرمایا اس کی پچھاڑی بھی ذرا چھوٹی رکھنا تاکہ لوٹنے سے اس میں پھنس نہ جائے اس نے کہا لاحول ولا قوۃ آپ اتنا رونا نہ رویئے اور ایک گدھے کے لئے اتنے پریشان نہ ہو جائیے صوفی صاحب نے فرمایا کہ اس پر جھول ذرا جلدی سے ڈال دینا کیونکہ جاڑے کی رات ہے اس نے کہا لاحول ولا قوۃ اے قبلہ اس قدر فرمانے کی ضرورت نہیں آپ فضول حرکت کیوں کرتے ہیں میں آپ سے زیادہ اپنے فن میں ماہر ہوں میرے یہاں اچھے برے ہر قسم کے مہمان آتے ہیں اور میں ہر ایک کی خدمت اس کی حیثیت کے موافق کرتا ہوں اور میں محض خدمت ہی کے سبب سے گل وسوسن کی طرح سب کو محبوب ہوں۔
خادم این: خادم یہ کہہ کر تیار ہوا اور کہا اچھا میں جا کر بھس اور جو لے آؤں پھر یہ سب کام کرونگا۔ یہ کہہ کر چل دیا اور آخور کو بالکل بھول گیا۔ ادھر صوفی صاحب خادم کے بھروسہ پر مطمئن ہو کر سو گئے۔ ادھر تو صوفی صاحب کی یہ حالت تھی کہ وہ مطمئن ہو کر سو رہے تھے ادھر خادم کی یہ حالت کہ چند آوارہ لوگ جو اس کے یار دوست تھے ان کے جلسہ میں پہنچ گیا اور صوفی صاحب کی ہدایتوں کا مضحکہ اڑانے لگا۔ صوفی صاحب کا بدن رستے کی تھکان سے چور چور تھا ہی اور رات تھی لمبی اس لئے گہری نیند سو رہے تھے اور آنکھیں بند کیے خواب میں دیکھ رہے تھے کہ ان کا گدھا ایک بھیڑیے کے پنجے میں پھنس گیا ہے اور بھیڑیا اس کے ٹکڑے اڑا رہا ہے کبھی کمر کا ٹکڑا لے جاتا ہے کبھی ران کا۔ علیٰ ہذا القیاس صوفی صاحب خواب میں ہی فرماتے ہیں لاحول ولا قوۃ یہ کیا خلل دماغ ہے جب کہ خادم نگران ہے تو کہیں ایسا ہو سکتا ہے پھر دل میں اس واقعہ کی صحت کا وسوسہ پیدا ہوتا ہے تو فرماتے ہیں ارے غضب خادم شفیق کیا ہوا جو بھیڑیا گدھے کی یہ گت بنا رہا ہے۔
باز مید ید آن: پھر دیکھتے تھے کہ ان کا گدھا راستہ چلنے میں کبھی کنوئیں میں گرتا ہے کبھی کھائی میں غرض یوں ہی ناگوار واقعات دیکھتے تھے اور دفع مصیبت کے لئے کبھی الحمد پڑھتے' کبھی القارعۃ' کبھی فرماتے تھے کیا تدبیر کروں سب لوگ تھکے ماندے اپنے اپنے حجروں میں دروازے بند کیے سو رہے ہیں کسی کو اٹھا بھی نہیں سکتا پھر کہتے تھے تعجب ہے کہ خادم بھی نہیں جس نے ہمارے ساتھ کھانا کھایا تھا۔ میں نے تو اس کے ساتھ ملاطفت اور نرمی ہی برتی ہے وہ میرے ساتھ الٹی دشمنی کیوں کرتا ہے۔ ہر عداوت کو کسی سبب پر مبنی ہونا چاہیے ورنہ ہم جنس ہونا تو وفا ہی سکھلاتا ہے۔
باز گفت: پھر کہتے تھے کہ عداوت کے لئے سبب کیا ضرور ہے۔ کہ مہربان کریم آدم علیہ السلام نے شیطان پر کب کوئی زیادتی کی تھی کہ اس کے معاوضہ میں شیطان نے ان سے عداوت کی۔ آدمی نے سانپ بچھو کا کیا بگاڑا ہے کہ وہ اسکی موت اور تکلیف چاہتے ہیں بھیڑیے کے پھاڑنے کی عادت ہی ہے بلکہ اس قسم کا حسد تمام مخلوق میں مشاہد ہے پھر کہتے ہیں کہ یہ بدگمانی بیجا بات ہے بھائی کی نسبت اس قسم کا گمان کیوں ہو پھر کہتے تیری بدگمانی ہی حزم واحتیاط ہے۔ جو شخص بدظن نہ ہو کب محفوظ رہ سکتا ہے یعنی احتیاط اس میں ہے کہ ہر شخص سے اس طرح معاملہ کیا جاوے جس طرح بدگمانی کی حالت میں کیا جاتا ہے لیکن بلاوجہ اعتقاد برائی کسی کی نسبت نہ ہونا

www.besturdubooks.wordpress.com

چاہئے۔ فلا تعارض بین قوال الشیخ۔ نگہدارد آن شوخ در کیسہ در + کہ داند ہمہ خلق را کینہ بر + وبین قولہ
ہر کرا جامہ پارسا بینی + پارسا دان و نیک مرد انگار

صوفی اندر وسوسہ: صوفی صاحب تو اسی ادھیڑ بن میں غلطاں پیچاں رہے ادھر گدھے کی وہ بری حالت تھی کہ خدا ایسی حالت دشمنوں کو نصیب کرے۔ بیچارہ گدھا مٹی اور پتھروں میں لوٹتا تھا پالان لوٹنے سے ٹیڑھا ہو گیا تھا باگ ڈور ٹوٹ پھوٹ گئی تھی راستے کا مارا ہوا تھا رات بھر بے چارہ کے گزاری کبھی جان کنی کی حالت میں تھا کبھی یہ حالت ہوتی تھی کہ اب مرا۔ رات بھر یوں ہی دعائیں مانگتا رہا کہ الٰہی میں نے جو چھوڑے تھوڑا سا بھس مل جائے اور زبان حال سے کہہ رہا تھا کہ اے مشائخ تمہیں میرے حال پر رحم کرو اس بے شرم ناتجربہ کار مالک سے تو میری جان جل بھن کر کوئلہ ہو گئی کہ خود خبر نہیں لی۔ اور خبر گیری سپرد کی تو ایسے نالائق کے۔

آنچہ آن خر دید: جو تکالیف گدھے نے برداشت کیں ویسی تکلیفیں خشکی کے جانور کو پانی میں ہو سکتی ہیں گدھا بیچارہ تمام رات صبح تک شدت گرسنگی سے کروٹیں بدلتا رہا کبھی بھس و جو کے نہ ملنے سے چلاتا تھا کبھی بھس اور جو کے اشتیاق میں رنجیدہ ہوتا تھا غرض محنت و تکلیف اور جلن کے سبب شام سے صبح تک چلاتا رہا۔

روز شد خادم: صبح ہوئی تو خادم صاحب تشریف لائے پالان ڈھونڈ کر فوراً گدھے پر کس دیا خرفروشوں کی طرح دو تین ڈنڈے بھی رسید کئے اور گدھے کے ساتھ وہ برتاؤ کیا جو کتے کے ساتھ ہونا چاہئے۔ گدھا بیچارہ ڈنڈوں کے صدمہ سے کودنے لگا مگر زبان کہاں تھی جو اپنی حالت کہتا کہ رات بھر تو میری یہ گت بنائی اب مرے پر سو درے یہ کہ پالان کس کر سفر کی زحمت میں پھنسایا جاتا ہے اور اوپر سے ڈنڈے بھی لگائے جاتے ہیں۔

چونکہ قوت: غرض جبکہ صوفی صاحب اس پر سوار ہو کر چل دیئے تو راستہ میں وہ گدھا دم بدم گرنے لگا لوگ ہر مرتبہ اس کو اٹھاتے تھے اور سمجھتے تھے کہ بیچارہ بیمار ہے کوئی اٹھانے کے لئے اس کے زور سے کان مروڑتا۔ کوئی اس کے پاؤں کے نیچے کنکری وغیرہ تلاش کرتا کوئی اس کے نعل کے اندر کنکری وغیرہ دیکھتا کوئی آنکھ کا رنگ دیکھتا غرض یوں ہی ہر ایک اس کی وجہ دریافت کرنے میں مشغول تھا۔ جب کوئی وجہ نہ معلوم ہوئی تو طنز سے شیخ سے کہتا کہ حضور تو کل رات فرماتے تھے کہ خدا کا شکر ہے کہ یہ گدھا بہت مضبوط ہے۔ آج اسے کیا ہوا یہ گر گر کیوں پڑتا ہے۔ صوفی صاحب نے فرمایا کہ صاحبو جس گدھے نے رات بھر لاحول کے سوا کچھ نہ کھایا ہو وہ تو راستہ یوں ہی قطع کرے گا چونکہ اس بیچارے نے رات بھر لاحول کھائی ہے اس لئے رات بھر اس نے تسبیح پڑھی اور صبح کو سجدہ میں مشغول ہے۔

شرح شبیری

خویش کار خویش باید ساختن	چوں ندارد کس غم تو ممتحن
اپنا کام خود کر لینا چاہئے	اے مبتلا! جب کسی کو تیری فکر نہ ہو

چون دارد و آنح۔ یعنی اے مبتلا جب کوئی تیرا غم نہیں کھاتا تو تجھے اپنا کام خود کرنا چاہیے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آدمی خوارند اغلب مردماں	از سلام علیک شاں کم جو اماں
اکثر لوگ مردم خور ہیں	ان کی سلام علیک سے مطمئن نہ ہو

آدمی خوارند الخ۔ یعنی اکثر لوگ آدمی خوار ہوتے ہیں تم ان کو سلام علیک سے بہت کم امن ڈھونڈو مطلب یہ کہ بہت سے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ دوسروں کو نقصان پہنچاتے ہیں لہٰذا تم ان کے چرب زبانی اور عمدہ عمدہ باتوں کے دھوکے میں مت آنا اور ان سے ہمیشہ بچے رہنا ورنہ نااہلوں کے ہاتھ میں پڑ کر تم بھی اس طرح پچھتاؤ گے آگے بھی اسی مضمون کو فرماتے ہیں کہ

خانہ دیو ست دلہائے ہمہ	کم پذیر از دیو مردم دمدمہ
سب کے دل شیطان کا مسکن ہیں	انسانی شیطان سے فریب نہ کھا

خانہ دیوست الخ۔ یعنی سب کا دل دیو کے مانند ہوتا ہے تم ان شیاطین الانس سے دھوکا مت کھانا ہمہ کہ دینا باعتبار اغلب کے ہے یعنی ان آدمیوں سے جو دراصل دیو کی طرح ہیں دھوکے میں مت پڑنا اور نااہلوں کی صحبت سے ہمیشہ پرحذر رہنا مقصود یہی ہے کہ نااہلوں کی صحبت سے بچاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ

از دم دیو آنکہ او لاحول خورد	ہمچو آں خر در سر آید در نبرد
جو شیطان کے افسوں سے دھوکا کھا گیا	معرکہ میں وہ گدھے کی طرح سر کے بل گرے گا

از دم دیو الخ۔ یعنی اس دیو سے جس نے دھوکا کھایا وہ اس گدھے کی طرح مقابلہ کے وقت سر کے بل گرے گا۔ مطلب یہ کہ جن لوگوں نے نااہلوں سے دھوکا کھایا اور ان کی عمدہ عمدہ باتوں کے پھندے میں پھنس گئے وہ اس طرح قیامت کے روز گریں گے۔ لاحول خوردن کنایہ ہو گیا ہے دھوکہ کھانے سے اس لئے کہ اس خادم نے لاحول کہہ کہہ کر اس کو دھوکا دیا بس کنایہ ہو گیا دھوکا کھانے سے۔

ہر کہ در دنیا خورد تلبیس دیو	وز عدوے دوست رو تعظیم وریو
جو دنیا میں شیطان کا دھوکا کھاتا ہے	اور دوست نما دشمن سے تعظیم (پر پھولتا) اور فریب کھاتا ہے

ہر کہ در دنیا الخ۔ یعنی جو شخص دنیا میں شیطان سے دھوکا کھائے اور اس دشمن سے جو کہ دوست کی طرح ہو تعظیم اور تکریم سے دھوکا کھائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دنیا اور عقبیٰ دونوں میں سر کے بل اس گدھے کی طرح گرے گا مطلب یہ کہ جو شخص اپنے معتقدین کو دیکھ کر (کہ ہمارے معتقد بہت ہیں اس لئے ہم ضرور کچھ ہوں گے ورنہ یہ اتنے لوگ کیوں معتقد ہوتے) دھوکا کھائے اور اپنے آپ کو کچھ سمجھنے لگے نتیجہ یہ ہوگا کہ قیامت کے دن بھی اور دنیا میں بھی ہلاک ہوگا آگے پھر فرماتے ہیں کہ

در رہ اسلام بر پول صراط	در سر آید ہمچوں آں خر از خباط
اسلامی طریقہ کے مطابق پل صراط پر	حماقت کی وجہ سے اس گدھے کی طرح سر کے بل گرے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

عشوہائے یار بد منیوش ہین	دام بیں ایمن مروتو بر زمیں
خبردار! شریر دوست کے نخرے نہ سہہ	جال کو دیکھ زمین پر بے پروا ہو کر نہ چل

عشوہائے الخ۔ یعنی یار بد کی دھوکے کی باتیں مت سنو اور ذرا جال دیکھ کر چلو اور بالکل نڈر ہو کر راہ مت طے کرو اس لئے کہ

صد ہزار ابلیس لاحول آر بیں	آدما ابلیس را در مار بیں
لاحول پڑھنے والے لاکھوں شیطانوں کو مدنظر رکھ	اے آدم! شیطان کو سانپ میں دیکھ

صد ہزار الخ۔ یعنی لاکھوں شیطانوں کو تم دھوکا دینے والے سمجھو اور اے آدمی شیطان کو اور اس کی تلبیسات کو اس طرح سمجھو کہ جس طرح سانپ ہوتا ہے کہ بظاہر کس قدر خوشنما اور خوبصورت ہوتا ہے مگر اصل میں دیکھئے تو کس قدر زہریلا اور مہلک ہوتا ہے۔ بس اس طرح یہ ابلیس تم کو بہلاتا ہے مگر درحقیقت بہت ہی ضرر رساں اور ہلاک کرنیوالا ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

دم دہد گوید ترا اے جان دوست	تاچو قصابے کشد از گوشت پوست
دھوکا دیگا' تجھے "اے جان دوست" کہے گا	تاکہ قصاب کی طرح گوشت سے کھال کھینچ دے

دم دہد الخ۔ یعنی وہ شیطان دم دیتا ہے کہ اے میری جان اور میرے دوست (اور یہ اس لئے کہتا ہے کہ تاکہ قصاب کی طرح تجھے دوست بنا کر تیری کھال کھینچے اور اس لئے کہ

دم دہد تا پوستت بیروں کشد	وائے آں کز دشمناں افیوں چشد
وہ فریب دے گا تاکہ تیری کھال کھینچ لے	اس پر افسوس ہے جو دشمنوں سے افیون کھائے

دم دہد تا پوستت الخ۔ یعنی وہ اس لئے دم دیتا ہے تاکہ تیری کھال کھینچے اور اس شخص کی حالت پر بڑا افسوس ہے کہ دشمنوں کے ہاتھ سے افیون کھالے اس لئے کہ وہ دشمن تو اس لئے افیون کھلاتے ہیں کہ یہ نشہ میں ہو جائے گا اور ہم اس پر قابو پالیں گے بس مطلب یہ کہ شیطان تمہارے ساتھ اس لئے تلبیسات کرتا ہے تاکہ تم کو پھانس لے اور خوب قابو پالے بس اس سے بچنا چاہیے اور اس کی اس عاجزی اور چاپلوسی سے بچنا ضروری ہے اس لئے کہ

سرنہد برپائے تو قصاب دار	دم دہد تا ریزدت خوں زار زار
قصائی کی طرح تیرے پیر پر سر رکھتا ہے	فریب دیتا ہے تاکہ خوب ذلت سے تیرا خون بہادے

سرنہد الخ۔ یعنی یہ قصاب کی طرح تمہارے سامنے عاجزی کرتا ہے اور اس لئے دم دیتا ہے تاکہ تمہارا خون اچھی طرح گرادے مطلب یہ کہ جس طرح قصاب جانور کی خدمت کرتا ہے اور اس کو خوب فربہ کر کے پھر ذبح کر ڈالتا ہے اس طرح یہ بھی چاپلوسی کرتا ہے تاکہ ایک دن تم کو ہلاک کردے لہٰذا ان سے بچنا چاہیے اور نا اہلوں کی

www.besturdubooks.wordpress.com

صحبت میں نہ رہنا چاہیے فرماتے ہیں کہ

ہمچو شیراں صید خود را خویش کن	ترک عشوہ اجنبی و خویش کن
شیر کی طرح اپنے لئے خود شکار کر	اپنے اور غیر کے مکر سے بچ

ہمچو شیرے الخ۔ یعنی شیر کی طرح اپنا شکار خود کر اور اپنوں اور اجنبیوں کی چاپلوسی کو چھوڑ مطلب یہ کہ جو کام کرو اپنی ہمت سے کرو اور دوسروں کے اعتقاد کی وجہ سے اپنے مقبول ہونے پر کیوں استدلال کرتے ہو خود اپنی حالت کیوں نہیں دیکھتے کہ کس قدر خراب ہو رہی ہے پھر جب حالت تو اس قدر خراب ہے اور پھر بھی دوسروں کے کہنے پر اعتماد ہے تو یہ تو ایسی مثال ہے کہ گھر سے آیا ہے معتبر نائی لہٰذا ان نااہلوں کی تعریف سے اترا و مت اسی کو فرماتے ہیں کہ

ہمچو خادم داں مراعات خساں	بیکسی بہتر زعشوہ ناکساں
کمینوں کی رو رعایت خادم جیسی سمجھ	نالائقوں کی ناز برداری کرنے سے بے کسی بہتر ہے

ہمچو خادم الخ۔ یعنی ان نااہلوں کی خوشامد کی ایسی ہی مثال ہے جیسا کہ وہ خادم تھا کہ اس نے ان صوفی صاحب کی خوشامد کر کر کے خوب گت بنائی پس تنہا رہنا نااہلوں کی خوشامد میں پھنسنے سے بہتر ہے۔

در زمین مرد ماں خانہ مکن	کار خود کن کار بیگانہ مکن
دوسروں کی زمین میں گھر نہ بنا	اپنے کام میں لگ جا بیگانے کے کام کو چھوڑ

درز مین الخ۔ یعنی دوسروں کی زمین میں گھر مت بناؤ (مطلب یہ کہ دوسروں کے بھروسہ پر اپنے کام کو مت چھوڑو) اور اپنے کام کو خود کرو ورنہ پچھتاؤ گے یہاں تک تو ممانعت اس سے تھی کہ کسی سے تعلق استعانت کا مت رکھو اور اپنے کام کو دوسروں پر مت ڈالو اب آگے اعانت سے بھی منع فرماتے ہیں کہ نہ کسی کی اعانت کرو اور نہ کسی سے استعانت کرو لہٰذا اعانت کی ممانعت کو اس لفظ سے شروع فرماتے ہیں کہ کار بیگانہ مکن یعنی اپنا کام خود کرو جو کہ خلاصہ ہے عدم استعانت کا اور دوسروں کا کام بھی مت کرو جو کہ خلاصہ ہے اعانت کا حاصل یہ ہے کہ ان لوگوں سے تعلق ہی مت رکھو نہ اعانت کا نہ استعانت کا آگے بھی دور تک یہی مضمون ہے فرماتے ہیں کہ

کیست بیگانہ تن خاکی تو	کز برائے اوست غمنا کی تو
بیگانہ کون ہے! تیرا خاکی جسم ہے	جس کے لئے تو فکرمند ہے

کیست بیگانہ الخ۔ یعنی بیگانہ کوئی اور نہیں ہے بلکہ خود تیرا ہی تن خاکی ہے (اور اسی میں لگ کر تجھ کو خدا سے غفلت ہوتی ہے) اور اسی کی وجہ سے یہ تیری ساری غمناکی اور مصیبتیں ہیں آگے فرماتے ہیں کہ

تا تو تن را چرب و شیریں می دہی	جوہر جاں را نہ بینی فربہی
جب تک تو جسم کو تر اور میٹھے (لقمے) دیتا ہے	روح کے جوہر میں تو موٹاپا نہ پائے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

تا تو تن را الخ۔ یعنی جب تک تم اس تن خاکی کو چرب و شیرینی دیتے رہو گے (اور اسی کی پرورش اور تزئین میں لگے رہو گے اس وقت تک) تم جوہر جان کی فربہی نہیں دیکھ سکتے (یعنی تم کو ترقی الی الحق حاصل نہیں ہوسکتی بلکہ اسی میں لگے رہو گے آگے اس بدن کی حقیقت بتاتے ہیں اور اس سے مقصود اس کے تزئین وغیرہ کا لا حاصل ہونا ظاہر فرماتے ہیں کہ

گر میان مشک تن را جا شود	روز مردن گند او پیدا شود
اگر جسم کی جگہ مشک میں (بھی) ہو گی	موت کے دن اس میں بدبو پیدا ہو جائیگی

گر میان مشک الخ۔ یعنی اگر مشک کے اندر بھی اس بدن کو جگہ ملے (اور تم اس کو سر سے پاؤں تک مشک میں لپیٹ دو تو آخر کار یہ انجام ہوگا) کہ مرنے کے دن اس کی گندگی اور ناپاکی ساری ظاہر ہو جائے گی لہٰذا بدن کو مشک میں بسانا یعنی اس کی اس قدر خدمت کرنا بالکل فضول ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

مشک را بر تن مزن بر دل بمال	مشک چہ بود نام پاک ذوالجلال
منافق جسم پر مشک ملتا ہے	روح کو بھٹی میں جھونکتا ہے
آں منافق مشک بر تن می نہد	روح را در قعر گلخن می نہد
منافق جسم پر مشک ملتا ہے	روح کو بھٹی میں جھونکتا ہے

مشک را الخ۔ یعنی مشک کو بدن پر مت لگاؤ بلکہ دل پر ملو (لیکن چونکہ مشک ظاہری تو کس طرح دل پر ملی جاوے اس لئے بتاتے ہیں کہ) مشک کیا ہے اور ہم کس کو مشک کہتے ہیں وہ اس ذات پاک ذوالجلال والاکرام کا نام ہے یعنی اس کے نام کو صرف زبان ہی سے مت لو بلکہ اس کا اثر دل پر بھی ہو تب کام دے سکتا ہے اور جو شخص کہ صرف زبان ہی سے اس نام پاک کو لیتا ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے

آن منافق الخ۔ یعنی وہ منافق کہ اس مشک کو یعنی اس نام پاک کو صرف زبان ہی سے لیتا ہے اور صرف زبان ہی تک رکھتا ہے مگر دل میں اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا تو وہ اپنی روح کو بھاڑ کے گڑھے میں یعنی دوزخ میں ڈالتا ہے اور زبان سے نام لینے کے یہ معنی ہیں کہ منافقین جب مسلمانوں سے ملتے تھے تو کہا کرتے تھے کہ آمنا۔ لہٰذا یہ زبان سے خدا کا نام لیتا ہے اس لئے کہ زبان سے کہتے تھے اور دل میں ان کے اس کا کچھ بھی اثر نہ ہوتا تھا اور روح کے قعر گلخن میں ڈالنے سے یہ مراد ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار۔ پس معلوم ہوا کہ یہ جسم ظاہری کے بناؤ سنگھار میں لگ جانا بھی اس طرف سے بیگانگی ہے اور یہ تم کو نہ چاہیے اس لئے کہ جسم کی حقیقت ہی کیا ہے۔ جس کو کہ تم اس قدر پرورش کرتے ہو اور جو چیز کہ اصل ہے یعنی روح اس کو چھوڑ رکھا ہے ارے ظالم جس روز یہ روح نہ ہوگی اس دن یہ بدن بالکل بیکار ہوگا اور آج جو یہ بناؤ سنگھار اچھا معلوم ہوتا ہے اس کی وجہ بھی وہی وجود روح ہے پس اصل میں تو اس کی خبر لینا چاہیے آگے پھر اس منافق کی زبانی نام حق لینے کی مثال دیتے ہیں کہ

بر زباں نام حق و در جان او	گندہا از کفر بے ایمان او
زبان پر اللہ (تعالیٰ) کا نام اور اس کی روح میں	بے ایمان کفر کی گندگیاں ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

برزبان نام الخ۔یعنی اس کی زبان پر تو خداوند ذوالجلال کا نام پاک ہے اور اندر اس کے کفر کی وجہ سے گندگیاں بھر رہی ہیں اور یہاں کفر بے ایمان کہنے سے یہ مراد ہے کہ وہ کفر جو کہ بے ایمانی کے ساتھ ہوا اور ایمان کا مقابل ہے اور وہ مراد نہیں جو کہ خود کفر کے مقابل ہو اس لئے کہ کفر میں ہی تو مراتب ہوتے ہیں بعض کفروں کفر ہوتا ہے پس مراد یہ کہ خالص کفر کی وجہ سے اس کے اندر تو گندگیاں بھر رہی ہیں اور زبان سے نام حق لیتا ہے پس ہرگز کارآمد نہیں ہے اور اسکی ایسی مثال ہے۔

ذکر با او ہمچو سبزہ گلخن ست	بر سر مبرز گست و سوسن ست
اس کا ذکر (و فکر) کوڑی کے سبزہ کی طرح ہے	پاخانہ پر پھول اور سوسن ہے

ذکر با او الخ۔یعنی ان گندگیوں کے ساتھ ذکر زبانی ایسا ہے کہ جس طرح بھاڑ پر سبزہ ہوتا ہے اور جس طرح پاخانہ کی کوڑی پر گل وسوس وگ آویں تو یقیناً یہ نباتات ان مقامات پر عاریۃً ہیں ورنہ ان کی اصل جگہ تو مجالس ہیں اور محافل عشرت ہیں پس اس طرح یہ صرف زبانی ذکر اور خدا کی یاد ایسی ہے اور یہ بھی ناپائیدار ہے اور اسکا جب تک قلب پر اثر نہ ہو کارآمد نہیں ہوسکتی بس اس جسم کی تزئین اور تحسین کو چھوڑو اور روح کی تزئین میں لگو جو کہ اصل ہے آگے اسی پر تفریع فرماتے ہیں کہ

آں نبات آنجا یقین عاریت ست	جائے آں گل مجلس ست و عشرت ست
وہ سبزہ اس جگہ پر یقینا عارضی ہے	اس پھول کی جگہ مجلس اور (مقام) عشرت ہے
طیبات آمد برائے طیبین	للخبیثات الخبیثیں ست ہیں
اچھی چیزیں اچھوں کے لئے ہیں	ہاں برائیاں بروں کے لئے ہیں

طیبات آمد الخ۔یعنی طیبات تو طیبین کے لئے ہوتی ہیں اور خبیثات خبیثین کے لئے پس انوار اور رحمۃ الٰہیہ جو طیبہ ہے اگر تم طیب ہوگے تو تم کو ملے گی ورنہ وہ خبیثین کے پاس نہیں آیا کرتی خوب سمجھ لو اور ان بیگانوں کو چھوڑو اور اصل مقصود رضاء حق کو اختیار کرو۔

چونکہ اوپر کے شعر۔ کیست بیگانہ تن خاکی تو الخ سے یہاں تک اس امر کو بیان کیا تھا کہ بدن کی تزئین اور تحسین میں مت لگو کہ خواہشات نفسانی اسی میں انہماک سے پیدا ہوتی ہیں جو کہ مانع طریق اور مضر ہیں اب آگے بھی ان ہی کو بیان فرماتے ہیں کہ اس بدن کی پرورش سے خصائل ذمیمہ پیدا ہوتے ہیں بس فرماتے ہیں کہ

کیں مدار آنہا کہ از کیں گمرہند	گورشاں پہلوئے کیں داراں نہند
کینہ وری نہ کر وہ لوگ جو کینہ کی وجہ سے گمراہ ہیں	ان کی قبر کینہ وروں کے پہلو میں بنائیں گے

کیں مدار آنہا الخ۔یعنی کینہ مت رکھو کہ جو لوگ کینہ سے گمراہ ہوئے ہیں ان کی قبر کینہ وروں کے پاس

www.besturdubooks.wordpress.com

رکھیں گے نور سے مراد برزخ ہے مطلب یہ کہ کینہ ایک بہت بری شے ہے اس لئے اس سے بچنا کیونکہ اگر تم کینہ رکھو گے تو برزخ میں تم کو کینہ وروں کے پاس رکھا جائے گا اور جو عذاب وغیرہ ان کے لئے ہوگا وہی تمہارے لئے بھی ہوگا اور کینہ کی تخصیص بیان میں اس لئے کی کہ یہ بہت ہی مہتم بالشان ہے اور اس میں اکثر مبتلا ہوتے ہیں پس اسی کو بیان فرمادیا آگے اس کو ایک تشبیہ دے کر بتاتے ہیں فرماتے ہیں کہ

اصل کینہ دوزخست و کین تو	جزو آں کلست و خصم دین تو
کینہ کی اصل دوزخ ہے اور تیرا کینہ	اس کل کا جز ہے اور تیرے دین کا دشمن ہے

اصل کینہ الخ۔ یعنی کینہ کی اصل دوزخ ہے اور تمہارا کینہ بھی اسی کل کا ایک جزو ہے اور تمہارے دین کا دشمن ہے یہاں اصل کینہ دوزخ ست سے مراد یہ نہیں کہ کینہ دوزخ سے پیدا ہوتا ہے اور اس کی اصل دوزخ ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ جس طرح اصل متبوع ہوتی ہے اور اس کی فروع اس کے تابع ہوتے ہیں اور قاعدہ ہے کہ فرع اپنی اصل کی طرف جایا کرتی ہے پس یہ مثال دے کر فرماتے ہیں کہ جس طرح اصل کی طرف اس کی فرع رجوع کیا کرتی ہے اس طرح تمہارا کینہ بھی دوزخ کی طرف رجوع کرے گا اور دوزخ کی طرف کھینچ کر لے جائے گا۔ کین تو جزو آن کل ست سے اس کی دلیل بتاتے ہیں کہ دیکھو تو جب قاعدہ ہے کہ اصل کی طرف فرع رجوع کرتی ہے اور تمہارا کینہ اس کی فرع ہے لہٰذا یہ بھی تم کو دوزخ کی طرف لے جائے گا اس سے بچنا ضروری ہے اور دوسری وجہ اس سے بچنے کی یہ ہے کہ تمہارے دین کا دشمن ہے پھر تو اس سے بچنا بہت ہی ضروری ہے آگے اسی مضمون کو صاف کر کے بیان فرماتے ہیں اور ایک تفریع کے طور پر فرماتے ہیں کہ

چوں تو جزو دوزخی پس ہوش دار	جزو سوئے کل خود گیرد قرار
چونکہ تو دوزخ کا جز ہے لہٰذا سمجھ لے	جز اپنے کل کی جانب ہی قرار پکڑتا ہے

چون تو جزو الخ۔ یعنی جب تم جزو دوزخ ہو تو ذرا ہوش سے کام لو اس لئے کہ (قاعدہ ہے کہ) جزو اپنے کل کی طرف رجوع کرتا ہے اور اسکا قرار گاہ وہی ہوتا ہے مطلب یہ کہ اگر تم میں اخلاق ذمیمہ مثل کینہ وغیرہ کے ہیں اور یہ اشیاء ہیں جزو دوزخ یعنی سبب دوزخ میں جانے کا تو ذرا ہوش سنبھالو اس لئے کہ جزو تو کل کی طرف راجع ہوا کرتا ہے پس یہ اخلاق بھی تم کو دوزخ کی طرف لے جائیں گے اور اگر ایسا نہیں ہے کہ فرماتے ہیں کہ

ور تو جزو جنتی اے نامدار	عیش تو باشد زجنت پائدار
اے نامور! اگر تو جنت کا جز ہے	تیری زندگی جنت کی وجہ سے پائیدار ہوگی

ور تو جزو الخ۔ یعنی اگر تو جزو جنت ہے اے نامدار تو تیرا عیش جنت کی طرح پائیدار اور قائم ہوگا۔ جزو جنت ہونے سے یہ مراد ہے کہ گر تمہارے اعمال جنت کے قابل ہیں اور اعمال حسن ہیں تو تمہاری عیش دائمی ہوگی اور

www.besturdubooks.wordpress.com

ابدی ہوگی جس طرح جنت دائمی اور ابدی ہے اس لئے کہ ارواح ازلی تو نہیں ہیں مگر ابدی ہیں اگر چہ بعض لوگ ایک لمحہ کے لئے ان کو فنا کے قائل ہوئے ہیں تا کہ آیت کل شئی ہالک الا وجہہ کے معنی درست ہو جائیں لیکن پھر بھی وہ فنا معتدبہ نہ ہوگی اور اگر ان کو ابدی مان بھی لیا جائے تب بھی اس آیت سے معارضہ لازم نہیں آتا اس لئے کہ استحالہ تو ازلی ماننے میں ہے نہ کہ ابدی ماننے میں پس مقصود مولانا کا یہ ہوا کہ اعمال سیئہ کو ترک کرنا چاہیے اور اعمال حسنہ کا ارتکاب چاہیے اس لئے کہ اعمال سیئہ تو دوزخ کی طرف راجع ہوتے ہیں اور اعمال حسنہ جنت کی طرف۔ آگے یا تو اسی پر تفریع کہا جائے یا دلیل کہا جائے فرماتے ہیں کہ

تلخ با تلخاں یقیں ملحق شود	کے دم باطل قرین حق شود
یقیناً کڑوا کڑووں کے ساتھ مل جاتا ہے	باطل بات حق (بات) کے ساتھ کب مل سکتی ہے؟

تلخ با تلخان الخ۔ یعنی تلخ تلخوں کے ساتھ یقیناً ملحق ہوتا ہے اور دم باطل حق کے ساتھ کب ہوسکتا ہے مطلب یہ کہ اوپر جو ہم نے بیان کیا ہے کہ اعمال سیئہ دوزخ کی طرف راجع ہوتے ہیں اور اعمال حسنہ جنت کی طرف تو اس کی دلیل یہ ہے کہ دیکھو ہر چیز اپنے مجانس کی طرف جاتی ہے تلخ تلخوں کے ساتھ ملحق ہوتا ہے پس اعمال سیئہ دوزخ کی طرف راجع ہوں گے اور دیکھو تو حق بات باطل کے ساتھ کس طرح ہو سکتی ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ جیسے اعمال ہوں گے ویسا ہی اس پر اثر مرتب ہوگا اور اگر اس کو تفریع کہا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ اعمال سیئہ دوزخ کی طرف راجع ہوں گے اور حسنہ جنت کی طرف جس طرح کہ دیکھو تلخ تلخوں کے ساتھ ملتے ہیں اور بات بھی تو یہی ہے کہ باطل کے ساتھ حق کس طرح ہو سکتا ہے پس معلوم ہو گیا کہ ہر جنس اپنی دوسری جنس کی طرف رجوع ہوتی ہے اب یہاں جو کہا ہے کہ جیسے اعمال ہوں گے ویسی ہی اس پر جزا ہوگی آگے ان اعمال کے درست ہونے کی تدبیر بتاتے ہیں۔

اے برادر تو ہمیں اندیشۂ	مابقی تو استخوان و ریشۂ
اے بھائی! تو فقط غور (و فکر) ہے	باقی تو ہڈیاں اور رگیں ہیں

اے برادر الخ۔ یعنی اے بھائی تو تو اندیشہ اور فکر ہی ہے اور باقی تو ہڈیاں اور گوشت پوست ہیں یہاں یوں سمجھو کہ ہر فعل اختیاری سے قبل اسکا عزم اور ارادہ ہوتا ہے اور ارادہ سے پہلے اس کی فکر اور سوچ کہ اس کام کو کرنا چاہیے یا نہ کرنا چاہیے پس فرماتے ہیں کہ اے بھائی یعنی اے طالب تم تو صرف فکر ہو اور سوچ ہو اور تمہارے اندر اصل شے اور مقصد یہ چیز تو یہ فکر ہے اور سوچ ہے۔ ورنہ ویسے تو تم گوشت ہڈیاں رگیں وغیرہ ہو جو کہ دیگر حیوانات کے اندر بھی موجود ہیں پس تم کو جو شرف ہے وہ تو صرف اس فکر کی وجہ سے ہے کہ تم فکر کر سکتے ہو اور ہر کام سے پہلے سوچ سکتے ہو لہٰذا اگر تم اس فکر اور اس سوچ کو درست کر لو گے کہ جب تم سوچا کرو تو افعال حسنہ ہی کو سوچا کرو تو

www.besturdubooks.wordpress.com

تمہارے اعمال بھی درست ہو جائیں اور وہ اعمال جنت ہو جائیں اور یہاں خود ذات انسان کو اندیشہ کہنا مبالغہ ہے ورنہ اصل میں تو انسان اندیشہ اور فکر والا ہے اور فکر اس میں پائی جاتی ہے پس مقصود یہ ہوا کہ تم تو ایسے ہو جیسے کہ سراپا فکر ہی ہو اور اس ترکیب کی ایسی مثال ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے ان ہو الا ذکری للعالمین۔ تو دیکھو کہ قرآن شریف پر ذکری کا اطلاق کیا گیا ہے حالانکہ قرآن شریف کی ذات ذکری نہیں ہے بلکہ اس کے اندر ذکری ہے پس اس طرح یہاں بھی فرمادیا آگے اس اندیشہ کی تفصیل فرماتے ہیں کہ

گر گل ست اندیشۂ تو گلشنی	ور بود خارے تو ہیمہ گلخنی
اگر تیرا فکر پھول ہے تو تو گلزار ہے	اور اگر کانٹا ہے تو تو بھٹی کا ایندھن ہے

گر گل است الخ۔ یعنی اگر تیرا فکر اور اندیشہ گل ہے یعنی اعمال حسنہ ہیں تو گلشن ہے اور اگر وہ فکر اور اندیشہ خار ہو تو پھر تو گلخن کا ایندھن ہے مطلب یہ کہ اگر تمہاری قوت فکر یہ اعمال حسنہ میں ہے اور تم ان کو سوچتے ہو تو تم ایسے ہو جیسا کہ گل کے لئے گلشن محل ہوتا ہے اس طرح تم بھی ان کے محل ہو جاؤ گے اور وہ اعمال تم کو جنت کی طرف لے جائیں گے اور اگر وہ فکر خار ہے یعنی اعمال سیئہ ہیں تو پھر تم گلخن کا ایندھن ہو یعنی دوزخ کا ایندھن ہو جیسے کہ خود قرآن شریف میں ہے وقودہا الناس والحجارہ پس مقصود یہ ہوا کہ اگر اعمال سیئہ ہیں تو جزاء دوزخ ہے اور اگر حسنہ ہیں تو جزاء جنت ہے آگے بھی اسی کو مؤکد فرماتے ہیں کہ

گر گلابی بر سر و جیبت زنند	ور تو چوں بولی برونت افگنند
اگر تو گلاب ہے تو سر اور گریبان پر ملیں گے	اگر تو پیشاب ہے تو تجھے باہر پھینک دیں گے

گر گلابے الخ۔ یعنی اگر تم گلاب کی طرح ہو تو تم کو سر اور گریبان پر لگا دیں گے اور اگر پیشاب کی طرح ہو تو باہر پھینک دیں گے مطلب یہ کہ اگر تیرا اندیشہ اور فکر اعمال صالحہ حسنہ میں ہے تو اہل اللہ تیری قدر کریں گے اور تجھ کو اچھا جانیں گے اور اگر تمہارے اعمال خراب اور سیئہ ہیں تو تم کو دور پھینک دیں گے اور اپنے سے علیحدہ کر دیں گے لہذا تم ایسا فکر مت کرو جس سے اعمال سیئہ ناشی ہوں بلکہ فکر بھی اعمال حسنہ ہی کا ہونا چاہیے تاکہ اس سے جزاء بھی حسن ہی ملے آگے ایک مثال سے سمجھاتے ہیں کہ

طبلہا در پیش عطاراں بہ بیں	جنس را با جنس خود کردہ قریں
عطار کے سامنے ڈبوں کو دیکھ	جنس کو جنس کے ساتھ ملا رکھا ہے

طبلہا در پیش الخ۔ یعنی دیکھو قرابے عطاروں کے سامنے دیکھو کہ ہر جنس کو اس کی دوسری ہم جنس کے ساتھ رکھا ہے مطلب یہ کہ دیکھو جس طرح وہاں اپنے اپنے مجانس کے پاس ہر چیز ہے عرق عرق ایک جگہ ہیں اور شربت شربت ایک جگہ پس اگر تمہارے اعمال سیئہ ہیں تو وہ دوزخ کے اندر لے جائیں گے ورنہ جنت میں پس

www.besturdubooks.wordpress.com

جب ایسا ہے تو تم صحبت ناجنس سے بچو اسی کو فرماتے ہیں کہ

جنسہا باجنسہا آمیختہ	زیں تجانس زینتے انگیختہ
ہم جنسوں کو ہم جنسوں میں ملائے ہوئے ہے	اس جنسی مناسبت سے رونق بڑھائی ہے

جنسہا باجنسہا الخ۔ یعنی اس عطار نے جو ہر جنس کو اپنے دوسرے مجانس سے ملا رکھا ہے تو اس تجانس سے کیسی زینت کر رکھی ہے اور اس سے کیسی زینت حاصل ہوئی ہے پس اس طرح اگر ہم بھی اعمال صالحہ کی طرف اپنی فکر لے جائیں گے تو اس سے زینت اور فلاح حاصل ہوگی جو کہ جنت ہی آگے پھر اس کی تاکید کے طور پر لاتے ہیں کہ

تو رہائی جو ز ناجنساں بجد	صحبت ناجنس گورست و لحد
تو کوشش کر کے ناجنسوں سے رہائی حاصل کر لے	ناجنس کی صحبت قبر اور لحد ہے

تو رہائی جو۔ الخ یعنی تو ناجنسوں سے کوشش کر کے علیحدگی ڈھونڈو۔ اس لئے کہ ناجنس کی صحبت تو گور اور لحد ہے یعنی قلب کے لئے گور و لحد ہے اس لئے کہ اعمال سیئہ سے تو قلب مردہ ہو جاتا ہے اور یہ مضمون خود حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث میں ہے المرء مع من احب دوسری حدیث میں ہے المرء علی دین خلیلہ۔ پس معلوم ہوا کہ جیسے لوگوں اور جیسے اعمال سے مجانست اور میل ہوگا یہ شخص بھی ویسا ہی ہو جائے گا آگے پھر اس مثال عطار کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ

گر در آمیزند عود و شکرش	برگزیند یک بیک از دیگرش
اگر اس کی شکر اور عود گڑ بڑ ہو جائیں	ایک کو دوسرے سے چھانٹ لے گا

گر در آمیزند الخ۔ یعنی اگر اس کا عود اور شکر کوئی ملا دے تو وہ عطار ہر ہر چیز الگ الگ کریگا مطلب یہ کہ دیکھو اگر اس کی اشیاء آپس میں کوئی گڈمڈ کر دے اور بالکل دو غیر جنس کو آپس میں ملا دے تو وہ ان کو چن کر علیحدہ علیحدہ کریگا پس اس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو بھی ہر ایک مجانس کے ساتھ رکھا تھا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ ارواح آپ کی طرف کیں اور فرمایا کہ ہؤلاء للجنۃ ولا ابالی اور پھر دوسرے ارواح دوسری طرف رکھیں اور فرمایا ہؤلاء للنار ولا ابالی۔ بس معلوم ہوا کہ درجہ استعداد و تب علیحدہ علیحدہ تھے اور ہر جنس دوسری جنس سے ممتاز تھی اور اہل جنت ایک جگہ تھے اور اہل نار دوسری جگہ مگر دنیا میں آ کر سب مل جل گئے اور آپس میں وہ امتیاز جو اصل استعداد میں تھا باقی نہ رہا پس اسی کو فرماتے ہیں کہ

طبلہا بشکست و جانہا ریختند	نیک و بد در ہمدگر آمیختند
ڈبیں ٹوٹیں اور روحیں بہہ پڑیں	اچھی اور بری آپس میں مل گئیں

طبلہا بشکست الخ۔ یعنی قرابے ٹوٹ گئے اور جانیں گر گئیں اور اچھے برے سب ایک دوسرے میں مخلوط ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

گئے مطلب یہ کہ جس طرح قرابے ٹوٹ جانے سے سب اشیا مل جاتی ہیں اور آپس میں امتیاز باقی نہیں رہتا اس طرح ارواح جب عالم ارواح میں تھیں تو سب میں امتیاز تھا مگر عالم اجسام میں آ کر ایک دوسرے سے خلط ملط ہو گئیں اور سب نیک و بد مل گئے اور کچھ بھی امتیاز نہ رہا پس اب ضرورت ہوئی کہ کوئی ایسا ہو جو کہ اس خلط کو رفع کرے اور پھر اس امتیاز کو جو کہ عالم ارواح میں درجہ استعداد میں تھا ظاہر کر دے پس فرماتے ہیں کہ

حق فرستاد انبیاء را با ورق	تا گزید ایں دانہا را بر طبق
اللہ (تعالیٰ) نے انبیاء کو کتابیں دیکر بھیجا	یہاں تک کہ ان دانوں کو (مختلف) طبق پر چن دیا

حق فرستاد الخ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو اسی کے لئے بھیجا تا کہ کفر و دین سب الگ ہو جائیں اور سب میں امتیاز رہے مطلب یہ کہ ہر چیز کو اپنے ہم جنس کے ساتھ ملانا کچھ عطار وغیرہ کا کام ہی نہیں ہے بلکہ خداوند کریم نے بھی ارواح کو اپنی اپنی مجانس کے ساتھ ملایا تھا مگر چونکہ وہ استعداد جو کہ ہر مجانس اپنے دوسرے کے ساتھ رہنا چاہتا تھا دنیا میں آ کر اور اس عالم اجسام میں آ کر مفقود ہو گئی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے اظہار کے لئے انبیاء کو بھیجا تا کہ وہ آ کر ہر جنس کو علیحدہ علیحدہ فرمائیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ

حق فرستاد انبیاء را بہر دیں	تا جدا گردد ز ایشاں کفر و دیں
اللہ (تعالیٰ) نے انبیاء کو اس لئے بھیجا ہے	تا کہ ان کی وجہ سے کفر اور دین جدا ہو جائے

حق فرستاد انبیاء الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے انبیاء کو بھیجا اور ساتھ میں ان کے ساتھ مصاحف بھی اتارے یہاں تک کہ انہوں نے ان دانوں کو ایک طبق میں چن دیا یعنی سب کو ایک دوسرے سے متمیز کر دیا اس لئے کہ جس نے ان انبیاء اور ان مصاحف کو مانا وہ حق پر ہو گئے اور جنہوں نے ان کی تکذیب کی وہ گمراہ ہوئے پس مہتدی اور ضال سب الگ الگ جناس ہو گئیں اور ان انبیاء کی تشریف آوری سے پہلے سب گڈمڈ اور خلط ملط ہو تھے اسی کو فرماتے ہیں کہ

مومن و کافر مسلمان و جہود	پیش از ایشاں جملہ یکساں می نمود
مومن اور کافر مسلمان اور یہودی	ان سے پہلے سب یکساں نظر آتے تھے

مومن و کافر الخ۔ یعنی مومن اور کافر اور مسلمان اور یہودی انبیاء سے پہلے سب یکساں تھے اور آپس میں کوئی امتیاز اور فرق نہ تھا اور یہ مضمون قرآن شریف میں بھی ہے فرماتے ہیں کہ کان الناس امة واحدة فبعث الله النبين مبشرين ومنذرين یعنی پہلے تو آدمی سب امت واحدہ اور ایک ہی جنس کے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو ڈرانے والے اور بشارت دینے والے بھیجا (پس جنہوں نے اطاعت کی وہ مطیع اور منقاد اور مومن اور مسلمان ہو گئے اور جنہوں نے تکذیب کی وہ نافرمان اور سرکش اور کافر اور گمراہ ہو گئے۔ آگے بھی اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

پیش از ایشاں ما ہمہ یکساں بدیم	کس ندانستہ کہ ما نیک و بدیم
ان سے پہلے ہم سب یکساں تھے	کوئی نہیں جانتا تھا کہ ہم نیک ہیں یا برے

www.besturdubooks.wordpress.com

پیش از ایشان الخ۔ یعنی حضرت انبیاء علیہم السلام کی تشریف آوری سے پہلے ہم سب یکساں ہی معلوم ہوتے تھے اور کوئی شخص یہ نہ جانتا تھا کہ ہم نیک ہیں یا بد ہیں۔

قلب و نیکو در جہاں بودے رواں	چوں جہاں شب بود ما چوں شبرواں
کھوٹا اور کھرا دنیا میں چالو تھا	چونکہ دنیا رات تھی اور ہم رات کے مسافروں کی طرح تھے

بود نقد الخ۔ یعنی کھوٹا اور کھرا عالم میں سب چلتا تھا اور جہاں رات کی طرح تھا اور ہم رات کو چلنے والوں کی طرح تھے مطلب یہ کہ جس طرح رات کو اندھیرے میں کھوٹا اور کھرا اسکے سب چل جاتا ہے اور کسی کو امتیاز نہیں ہوتا کہ ان میں کون کھرا ہے اور کون کھوٹا اس طرح انبیاء کے آنے سے پہلے عالم میں ایک ظلمت طاری تھی کہ جس میں نیک و بد کا امتیاز نہ تھا اور سب آدمی یکساں ہی معلوم ہوتے تھے اور ایسی حالت تھی کہ جس طرح رات کو چلنے والے ہوتے ہیں کہ ان کو راستہ کا پتہ تو چلتا نہیں ہے پس انکل پچو جس طرف کو منہ اٹھا شتر بے مہار کی طرح چلے جاتے ہیں اس طرح اس ظلمت میں کسی کو راستہ حق تو معلوم نہ تھا کہ اس پر چلتا بلکہ اپنی سمجھ سے جس کو اچھا سمجھتے اس کو اچھا کہتے اور جس کو برا سمجھتے اس کو برا کہتے اس لئے کہ پہلے اگر عقل سے ادراک نیک و بد ہو بھی سکتا ہو تو صرف اس قدر کہ اخلاق کی حالت معلوم ہو جاویگی جو کہ اعمال کے سامنے معتد بہ نہیں ہیں اگر اعمال خراب اور اخلاق بہت اچھے ہیں تو وہ اخلاق کسی کام کے نہیں ہیں بلکہ اخلاق مع اعمال حسنہ ہوں تب ٹھیک ہو سکتا ہے اور اعمال قبل بعثت انبیاء معلوم نہ تھے اس لئے بالکل شب رو دن کی سی حالت تھی اور اسی ظلمت میں سب کام کر رہے تھے۔

تا برآمد آفتاب انبیاء	گفت اے غش دور شو صافی بیا
یہاں تک کہ نبیوں کا آفتاب طلوع ہوا	اس نے کہا اے کھوٹ تو دور ہو (اور اے) صاف تو آ

تا برآمد آفتاب الخ۔ یعنی یہاں تک کہ آفتاب انبیاء علیہم السلام نے طلوع کیا اور اس نے کہا کہ اے کھوٹ دور ہو جا اور اے صافی تو آ۔ مطلب یہ کہ جس طرح آفتاب کے نکلنے سے ہر نیک و بد اور ہر کھوٹے کھرے میں امتیاز ہو جاتا ہے اس طرح جب انبیاء علیہم السلام جو امتیاز دینے میں مثل آفتاب کے تھے تشریف لائے تو گمراہوں کو مہتدین سے علیحدہ کر دیا اور سب کو ممتاز کر دیا آگے فرماتے ہیں کہ

چشم داند فرق کردن رنگ را	چشم داند لعل را و سنگ را
آنکھ رنگ میں فرق کرنا جانتی ہے	آنکھ لعل اور پتھر کو جانتی ہے
چشم داند گوہر و خاشاک را	چشم رازاں می خلد خاشا کہا
آنکھ موتی اور تنکے کو جانتی ہے	اسی لئے آنکھ میں تنکا کھٹکتا ہے

چشم داند الخ۔ یعنی آنکھ ہی رنگ میں فرق کرنا جانتی ہے اور آنکھ ہی لال اور سنگ کو متمیز کر سکتی ہے اور آنکھ ہی گوہر خاشاک میں امتیاز کرتی ہے اسی لئے خاشاک آنکھ میں زیادہ چبھتے ہیں کیونکہ اس کو دونوں میں فرق معلوم ہوتا ہے پس خاشاک اس میں زیادہ کھٹکتے ہیں مطلب یہ کہ اس ظلمت میں سب لوگ مثل اندھوں کے تھے جب

انبیاء علیہم السلام تشریف لائے جب سب کی آنکھ کھلی اور اس وقت نیک و بد میں امتیاز ہو سکا اور چونکہ انبیاء علیہم السلام جو کہ مثل چشم کے تھے نیک و بد کو خوب جانتے تھے اس لئے ان کی نظر میں وہ بہت ہی برے معلوم ہوتے تھے اور بہت ہی کھٹکتے تھے بس جب کہ سب کھرا کھوٹا ظاہر ہونے لگا تو جو لوگ کھوٹ چلانے والے تھے یعنی جن میں استعداد اعمال سیئہ کی تھی ان کو بہت ہی رنج ہوا کہ افسوس اب ہمارا کھوٹ نہ چلے گا اور جو لوگ کھرے چلانے والے تھے یعنی استعداد حسنہ رکھتے تھے وہ خوب خوش ہوئے کہ اب ہماری قدر ہوگی اسی کو فرماتے ہیں کہ

دشمن روزند ایں قلابگاں	عاشق روزند آں زرہائے کاں
یہ کھوٹے سکے ڈھالنے والے دن کے دشمن ہیں	کان کے سونے دن کے عاشق ہیں

دشمن روزند الخ۔ یعنی جو لوگ کھوٹے ہیں یہ تو اس روز کے (یعنی انبیاء علیہم السلام کے) دشمن ہو گئے کہ اب ہماری وہ گمراہی نہ چل سکے گی اور جو خالص معدن کے سونا تھے یعنی ان کی استعداد اچھی تھی وہ اس پر سو جان سے عاشق ہو گئے کہ الحمد للہ اب امتیاز دینے والا آ گیا ہے اور اب ہماری قدر ہوگی آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

زانکہ روزست آئینہ تعریف را	تا بہ بیند اشرفے تشریف را
اس لئے کہ دن پہچاننے کا آئینہ ہے	تاکہ اشرف بلند رتبے کو دیکھ لے

زانکہ روزست الخ۔ یعنی نیک آدمیوں کو اس لئے خوشی ہوئی کہ یہ روز ان کی تعریف اور ان کے اظہار کے آئینہ تھے اور انہوں نے یہ سمجھا کہ اب کوئی اشرف اور کوئی بھلا آدمی ہماری قدر اور منزلت کو جانے گا۔ مولانا کے کلام میں کہیں علوم ہوتے ہیں اور کہیں کشفیات کو بیان فرماتے ہیں اس طرح کہیں کچھ نکات بھی بیان فرمایا کرتے ہیں پس اس مضمون پر کہ دن امتیاز دینے والا ہوتا ہے آگے ایک نکتہ بیان فرماتے ہیں کہ

حق قیامت را لقب زاں روز کرد	روز بنماید جمال سرخ و زرد
اللہ (تعالیٰ) نے قیامت کا لقب اسی وجہ سے دن بنایا ہے کہ	دن سرخ اور زرد کا حسن دکھا دیتا ہے

حق قیامت را الخ۔ یعنی اسی لئے کہ روز ممیز ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے قیامت کو بھی روز کہا (جیسا کہ جا بجا قرآن شریف میں یوم الساعۃ وغیرہ آیا ہے) اور یہ اس لئے کہ جس طرح دن ممیز ہوتا ہے اور سب چیزوں کو آپس میں تمیز دیدیتا ہے اس طرح قیامت میں ہر شے اپنے دوسرے سے ممتاز اور علیحدہ ہو جاوے گی اب آگے صاف طور پر اس روز کے تعیین کرتے ہیں کہ

پس حقیقت روز سر اولیاست	روز پیش مہر شاں چوں سایہاست
پس (اس) روز (قیامت) کی حقیقت اولیاء کا باطن ہے	ان کے چاند کے مقابلہ میں دن سایوں کی طرح ہے

پس حقیقت الخ۔ یعنی اس روز کی حقیقت اولیاء اللہ کا باطن ہے اور یہ ظاہری روز ان کے چاند کے سامنے

سایہ کی طرح ہے یہاں اولیاء سے مراد عام لیا جائے یعنی مقبولین خدا تا کہ انبیاء علیہم السلام بھی ان میں داخل ہو جائیں پس مطلب یہ ہوا کہ یہ تو معلوم ہے کہ حقیقت صوفیہ کی اصطلاح میں ظاہر کو کہتے ہیں اور صورت کہتے ہیں مظاہر کو اور یہ بھی معلوم ہے کہ جس قدر کونیات ہیں وہ سب علیحدہ علیحدہ اسماء کے مظاہر ہیں اور ظاہر اور حقیقت ان کی وہ اسماء ہیں اور ان سب کونیات میں جامع بلکہ اجمع انسان ہے کہ اس میں اکثر اسماء کا ظہور ہوتا ہے پھر ان میں سے جو مقبول اور مقرب الی اللہ ہیں وہ بدرجہ اتم واکمل جامع ہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ جس قدر کائنات ہیں وہ ساری انسان کے لئے ہیں اور خلقت انسان مقصود بالذات ہے پھر اس انسان میں سے بھی خلقت حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مقصود واعظم ہے۔ بس اب یوں سمجھو کہ مولانا فرماتے ہیں کہ اس روز کی حقیقت جو ممیز ہے نیک وبد میں وہ مقربین حق کا (جس میں کہ انبیاء بھی ہیں) باطن ہے کہ وہ اسم جو کہ ممیز ہے اور جس کی شان فرق بین الحق والباطل ہے ان حضرات کے باطن میں ظاہر ہے اور اس اسم الٰہی کی تجلی اور ظہور کی وجہ سے ان حضرات کے قلوب اس درجہ کو پہنچے ہیں کہ وہ ممیز ہو گئے ہیں اور یہ روز ظاہری ان کی اس تجلی اور اس ظہور کے سامنے سایہ کی طرح ہے اس لئے کہ ظاہر ہے کہ یہ تجلی جو ان حضرات کے قلوب سے متعلق ہے کامل اور اکمل ہے اور جو تجلی کہ اس نہار ظاہری پر ہے وہ تبعاً اور ناقص ہے آگے فرماتے ہیں کہ

عکس راز مرد حق دانید روز	عکس ستاریش شام چشم دوز
دن کو مرد حق کے باطن کا عکس سمجھو	آنکھ کا بند کر دینے والی شام اس کی ستاری کا عکس ہے

عکس راز مرد الخ۔ یعنی مردان حق کے باطن کی تجلی کے عکس کو روز سمجھو اور ان کی ستاری اور پوشیدگی کے عکس کو شام سمجھو مطلب یہ کہ جو اسم کہ اولیاء اللہ کے قلوب میں متجلی ہو کر حالت بسط پیدا کرتا ہے اور پھر ان کے قلوب کی تجلی کا یہ عکس ہے کہ روز ظاہری پیدا ہوتا ہے اور وہ اسم الٰہی کہ جو ان پر حالت قبض کو مسلط کر دیتا ہے اس کا عکس شب ظاہری اور شام ظاہری کو سمجھو اور حدیث میں آیا ہے وباسم الذی وضعتہ علی النھار فاستنار وباسم الذی وضعتہ علی اللیل فاظلم۔ پس معلوم ہوا کہ بعض اسماء ایسے ہیں کہ جن کی تجلی سے اور ان کے اثر سے روز وشب پیدا ہوتے ہیں اور چونکہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ کل کوینات تابع ہیں انسان کے اور انسان مقصود بالذات ہے اور اس میں ان اسماء کا ظہور ور ان کی تجلی بدرجہ اکمل واجمع ہوتی ہے پس اب ظاہر ہے کہ ان اسماء کے اثر نے ان حضرات کے قلوب پر حالت قبض و بسط پیدا کی اور پھر ان کا عکس پڑ کر یہ ظاہری کو رات دن پیدا ہو گئے اور چونکہ یہ بھی معلوم ہو چکا کہ انسان میں بھی پھر کامل تجلی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر ہوتی ہے اس لئے آگے فرماتے ہیں کہ

زاں سبب فرمود یزداں والضحیٰ	والضحیٰ نور ضمیر مصطفیٰ
اسی وجہ سے اللہ (تعالیٰ) نے (قسم ہے) ضحیٰ کی فرمایا ہے	اور ضحیٰ مصطفیٰ کے دل کا نور ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

زاں سبب فرمود الخ۔ یعنی اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے والضحیٰ فرمایا اور والضحیٰ نور ہے قلب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ کہ قرآن شریف میں جو اللہ تعالیٰ نے ضحےٰ کی قسم کھائی تو اس سے مراد وہی روز اور وہی تجلی ہے اور یہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک ہے آگے دوسری توجیہ اہل ظاہر کی بیان کر کے فرماتے ہیں کہ اس سے بھی ہمارا مقصد حاصل ہے اور یہ مولانا کی عادت کے خلاف ہے کہ توجیہات مختلفہ کو بیان فرمادیں مگر یہاں چونکہ اس سے بھی مقصود حاصل ہوتا تھا اس لئے اس کو بیان فرمایا کہ

قول دیگر کایں ضحیٰ راخواست دوست	ہم برائے آنکہ ایں ہم عکس اوست
دوسرا قول یہ ہے کہ یہ چاشت کا وقت دوست (خدا) نے چاہا ہے	وہ بھی اسلئے کہ یہ (چاشت کا وقت) اس کے (دل کے نور) کا عکس ہے

قول دیگر الخ۔ یعنی ایک دوسرے قول کے مطابق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی ظاہری نہار کا قصد کیا ہے اور اسی کی قسم کھائی ہے تو یہ بھی اس لئے کہ یہ نہار ظاہری بھی اسی نور قلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس ہے یعنی اہل ظاہر مفسرین تو یہی کہتے ہیں کہ قسم اس نہار ظاہری کی کھائی ہے پس فرماتے ہیں کہ اس کی قسم بھی اس لئے کھائی کہ یہ اس تجلی کا عکس ہے آگے اس کی دلیل لاتے ہیں کہ اس نہار ظاہری کی قسم کیوں نہیں ہو سکتی اور کہاں سے معلوم ہوا کہ اس سے مقصود نور ضمیر مصطفیٰ نبیؐ ہے پس فرماتے ہیں کہ

ورنہ برفانی قسم گفتن خطاست	خود فنا چہ لائق گفت خداست
ورنہ فانی چیز پر قسم کھانے کو کہنا غلطی ہے	کیا نا (کا ذکر) اللہ تعالیٰ کے قول کے مناسب ہے؟

ورنہ برفانی الخ۔ یعنی اگر یہ مراد نہ ہوتا تو فانی کی قسم کھانا خود خلاف اولیٰ ہے اور فانی شے اللہ تعالیٰ کے کلام کے لائق کہاں سے ہو سکتی ہے خطا کے معنی یہاں خلاف اولیٰ کے ہیں یعنی چونکہ یہ نہار ظاہری تو فانی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کا اس کی قسم کھانا خلاف اولیٰ ہے پس ضرور ہوا کہ اس قسم سے مراد وہی نور ضمیر مصطفیٰ لیا جائے دوسری یہ بات ہے کہ قرآن شریف میں جہاں کہیں قسم ہے وہ مقسم کے مناسب ہے اور اس کو حضرت حکیم الامت دام فیضہم نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ قرآن شریف میں قسم اپنے مقسم کے مناسب ہے پس اس کے اعتبار سے بھی اگر اس سے مراد نور ضمیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم لیا جائے تو بھی مناسب ہے اس لئے کہ اس قسم کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ذکر ہے پس یہ بھی اسی کے مناسب ہو تو بہتر ہے آگے اسی شعر کی تائید میں فرماتے ہیں کہ

از خلیلے لا احب الآفلین	پس فنا چوں خواست رب العالمین
خلیل (اللہ) نے فرمایا میں غروب کر جانے والوں کو پسند نہیں کرتا ہوں	تو فانی کو رب العالمین نے کیسے پسند فرما لیا؟

از خلیلے الخ۔ یعنی حضرت خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام تو لا احب الآفلین (میں پوشیدہ اور فنا ہونے والوں کو محبوب نہیں رکھتا) فرمادیں تو پھر رب العالمین کس طرح فانی شے کا قصد قسم میں کرتے اور دیکھو تو حضرت خلیل

www.besturdubooks.wordpress.com

اللہ علیہ السلام تو لا احب الافلین کہیں تو اللہ تعالیٰ فانی شے کو کس طرح چاہیں گے۔ پس مقصود مولانا کا یہ ہے کہ اس قسم سے مراد وہی نور ضمیر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور یہ نہار فانی نہیں ہے اور اس کو دلیل سے ثابت کر دیا اور تاکیدوں سے مؤکد کر دیا یہاں تک تو ع عکس راز مرد حق دانید روز + کو ثابت کیا ہے آگے دوسرا مصرع ع عکس ستاریش شام چشم دوز + کو ثابت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ

لا احب الآفلین گفت آں خلیل	کے فنا خواہد ازیں رب جلیل
میں غروب کر جانے والوں کو پسند نہیں کرتا خلیل نے فرمایا	رب جلیل نے فنا کو کب پسند کرے گا؟
باز واللیل ست ستاری او	واں تن خاکی زنگاری او
پھر "واللیل" آنحضور کی ستاری ہے	اور آپ زنگاری خاکی جسم ہے

باز واللیل است الخ۔ پھر واللیل سے مراد ان کی ستاری ہے اور وہ ان کا تن زنگاری ہے یعنی الضحٰے کے آگے واللیل ہے تو اس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اور ان کی پوشیدگی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک ہے جو قلب مبارک کو مثل زنگار پوشیدہ کئے ہوئے تھا پس معلوم ہوا کہ والضحٰے سے مراد وہ نور ضمیر صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک جو ساتر ہے قلب کا مراد ہے اور اس عکس کا یہ ظاہری لیل ہے اور بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ اسم باسط کا اثر اور اس کی تجلی تو قلب پر بسط کرتی ہے اور اسی سے یہ نہار ظاہری ہوتا ہے اور یا قابض کی تجلی قلب پر قبض پیدا کرتی ہے اور اسی سے لیل ظاہری پیدا ہوتی ہے چونکہ اوپر والضحٰے کی تفسیر مولانا نے نور ضمیر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہے اور واللیل کی تفسیر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تن خاکی سے کی ہے اور اس تن کو زنگاری کہا ہے جس سے کہ یہ شبہ ہوتا ہے کہ جسد مبارک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا منور نہیں بلکہ محجوب ہے اس لئے آگے اس شبہ کا جواب بطور دفع دخل مقدر کے دیتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک بھی محجوب نہیں ہے اس لئے کہ اس کو تعلق اور تلبس ہے اس ضمیر سے جو کہ منور ہے پس اب اس مضمون کو اس طرح تعبیر فرماتے ہیں کہ

آفتابش چوں برآمد زاں فلک	باشب تن گفت ہیں ما ودعک
جب (آنحضور) کا آفتاب (اللہ تعالیٰ) جب فلک (الوہیت) سے برآمد ہوا	جسم کی رات کو فرمایا خبردار! اس نے تمہیں چھوڑا نہیں ہے

آفتابش الخ۔ یعنی جب اس ضمیر کے آفتاب نے اس آسمان سے طلوع کیا تو شب تن سے کہا کہ ما ودعک (یعنی نہیں چھوڑا تجھ کو) یہاں یوں سمجھو کہ اول درجہ ہے الوہیت کا جس کے معنی ہیں جامع جمیع صفات آگے کل صفات اس کی تفصیل ہیں پس ان صفات میں سے ایک صفت ہے ربوبیت اب مطلب یہ ہوا کہ (جب اس ضمیر کے آفتاب نے) کہ وہ حق تعالیٰ شانہ ہیں اس لئے کہ وہ ضمیر تو ان ہی سے روشن ہے اور ان ہی سے انوار حاصل کر

www.besturdubooks.wordpress.com

رہی ہے (فلک سے) یعنی مرتبہ الوہیت سے کہ جامع جمیع صفات ہے (طلوع کیا) یعنی مرتبہ ربوبیت میں ظہور کیا اور حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت فرمانے کے لئے (تو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مبارک سے فرمایا ماودعک) مقصود مولانا کا یہ ہے کہ یہاں ماودعک کا خطاب جسد خاکی کو ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تو جب اس کو خطاب ماودعک ربک وماقلی کا ہوا تو وہ کس طرح محجوب ہو سکتا ہے اور چونکہ اس کی شان نزول میں ایک قول یہ بھی ہے کہ یہود نے روح کے متعلق کچھ سوال کیا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کل کو جواب دونگا اور اس کے ساتھ ان شاء اللہ نہیں کہا تو اس کی وجہ سے بہت روز تک وحی منقطع رہی تھی اور کفار کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو چھوڑ دیا ان سے ناراض ہو گئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی تو چونکہ ترک ان شاء اللہ ذہول کی وجہ سے ہوا اور ذہول ہوتا ہے اس جسد کے مقتضیات کے غلبہ سے اس لئے مولانا فرماتے ہیں کہ یہ خطاب جسد مبارک حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ہے پس مقصود یہ ہوا کہ جسد خاکی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی محجوب نہیں ہے بلکہ وہ بھی منور ہے جیسا کہ خطاب سے معلوم ہوتا ہے اور یہ نہ کہا جائے کہ اچھا اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ جسد مبارک محجوب نہیں ہے مگر پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ذہول تو تسلیم کرنا پڑے گا اور یہ تو کہا جائے گا کہ آپ کو ذہول ہوا تو بات یہ ہے کہ ذہول وہ مذموم ہے کہ جس میں کوئی مصلحت نہ ہو اور جس میں کوئی مصلحت ہو وہ مذموم نہیں ہے پس یہاں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اولیاء اللہ کو کہ جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نسبت نہیں اس سے بہت سے منافع ہوتے ہیں مثلاً عجب کا علاج ہے وغیرہ وغیرہ پس چونکہ یہاں مصلحت تھی اس لئے یہ ذہول مذموم نہیں ہے آگے اس کو خود مولانا بیان فرماتے ہیں کہ

وصل پیدا گشت از عین بلا	زاں حلاوت شد عبارت ماقلیٰ
خود ابتلاء سے وصل پیدا ہو گیا	"اس نے کینہ وری نہیں کی" کی تعبیر شیریں بنی ہوئی

وصل پیدا گشت الخ۔ یعنی اس عین بلا میں وصل حاصل ہو گیا اور اس حلاوت سے معبر ماقلی ہو گیا۔ مطلب یہ کہ یہ جو ایک ابتلا تھا کہ کچھ روز تک وحی بند رہی اس سے ایک وصل حاصل ہو گیا اور ایک حلاوت اور لطف حاصل ہوا جس کی تعبیر الفاظ ماودعک ربک وماقلی کر رہے ہیں ورنہ اگر وہ ذہول نہ ہوتا اور یہ ابتلا نہ ہوتا تو پھر ان الفاظ سے خطاب کہاں ہو سکتا تھا لہٰذا اس آزمائش اور ابتلاء میں یہ مزہ بھی حاصل ہوا اور اسکی ایسی مثال ہے کہ جس طرح بنوسلمہ اور بنو حارثہ نے غزوۂ احد میں کچھ تاخیر کی تھی اس پر آیت اذھمت طائفتان منکم ان تفشلا واللہ ولیھما نازل ہوئی تھی بلکہ ہم اس وقت خوش ہیں اس لئے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے یہ بھی فرمایا کہ واللہ ولیھما اگر ہم تاخیر نہ کرتے تو یہ کہاں فرماتے پس اس طرح اگرچہ ایک بظاہر ابتلا تھا مگر در اصل اس میں ایک لطف اور مزہ ہے اور اس لطف کو الفاظ ماودعک ربک وماقلی سے تعبیر کر رہے ہیں آگے اس مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں کہ ہر عبارت اپنے مدلول پر دال ہوتی ہے اور ہر عبارت سے اس کے مناسب شے پر دلالت ہوتی ہے فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر عبارت خود نشان حالتیست	حال چوں دست و عبارت آلتیست
ہر عبارت ایک حالت کی علامت ہے	حال بمنزلہ ہاتھ کے اور عبارت بمنزلہ آلہ کے ہے

ہر عبارت الخ۔ یعنی ہر عبارت ایک حالت پر دال ہے اور حال ہاتھ کے مانند ہے اور عبارت آلہ ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح ہاتھ میں کسی آلہ کا ہونا دلالت کرتا ہے اس ہاتھ پر اور اس ہاتھ کو بتلاتا ہے کہ کس کا ہے مثلاً اگر ایک ہاتھ میں لوہار کے آلات ہیں تو یہ آلات دلالت کرتے ہیں اس امر پر کہ یہ ہاتھ لوہار کا ہے علیٰ ہذا بس اس طرح سمجھو کہ حالت کی تو ایسی مثال ہے جیسے کہ ہاتھ ہوتا ہے اور عبارت کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ہوتا ہے کہ وہ آلہ اس ہاتھ پر دلالت کرتا ہے اس طرح ہر عبارت اپنے مدلول اور حالت پر دلالت کرتی ہے اور اس عبارت کی جو مناسب حالت ہوتی ہے اس پر دلالت کرتی ہے آگے اس کو بیان فرماتے ہیں کہ ہر شے اپنے اپنے محل میں اچھی معلوم ہوتی ہے فرماتے ہیں کہ

آلت زرگر بدست کفش گر	ہمچو دانہ کشت کردہ ریگ در
سنار کا اوزار موچی کے ہاتھ میں	ایسا ہی ہے جیسے ریتے میں بویا ہوا دانہ

آلت زرگر الخ۔ یعنی سونار کے آلات اگر کسی موچی کے پاس ہوں تو ان کی ایسی مثال ہے جیسے کہ دانہ ریگ میں بو دیا جاوے کہ وہ بالکل بے محل ہوگا اور اس پر کوئی اثر مرتب نہ ہوگا نہ وہ جے گا نہ کچھ پس اس طرح آلات زرگر کفش دوز کے سامنے بے محل اور فضول ہیں اور فضول بھی اپنے بے محل ہونے کی وجہ سے ہیں آگے دوسری مثال یہ ہے کہ

وآلت اسکاف پیش برزگر	پیش سگ کہ استخواں در پیش خر
اور موچی کا اوزار کاشتکار کے سامنے	کتے کے سامنے گھاس اور گدھے کے سامنے ہڈی ڈالنا ہے

وآلت اسکاف الخ۔ یعنی اور آلات موچی کے کسان کے سامنے بالکل ایسی مثال رکھتے ہیں کہ کتے کے سامنے گھاس ہو اور گدھے کے سامنے ہڈیاں ہوں یعنی یہ بھی بے جوڑ اور بے محل ہونے کی وجہ سے بالکل فضول اور بے سود ہیں آگے ایک اور مثال دیتے ہیں کہ

بود انا الحق در لب منصور نور	بود انا اللہ در لب فرعون زور
انا الحق منصور کے لب پر نور تھا	"میں خدا ہوں" فرعون کے لب پر جھوٹ تھا

بود انا الحق الخ۔ یعنی منصور نے انا الحق کہا تو وہ ان کے لئے نور ہو گیا اور فرعون نے انا اللہ کہا تو وہ اس کے لئے دروغ ہو گیا۔ مطلب یہ کہ چونکہ منصور کی ایک ایسی حالت تھی کہ جس پہ انا الحق اور انا اللہ کہنا پھبتا تھا اس لئے وہ برمحل ہونے کی وجہ سے نور ہو گیا اور چونکہ وہ حالت فرعون پر نہ تھی اس لئے اس کے لئے وہ الفاظ مہلک اور جھوٹ ہو گئے یہاں ایک حکایت مناسب مقام یاد آئی وہ یہ کہ ایک بزرگ نے اللہ تعالیٰ سے ایک حالت ناز میں یہ پوچھا کہ یا آلہ

www.besturdubooks.wordpress.com

العالمین وہی کلمہ منصور نے کہا تو وہ مقبول بارگاہ ہوئے اور وہی کلمہ فرعون نے کہا تو وہ مردود بارگاہ ہوا ارشاد ہوا کہ اسکی وجہ ہے کہ منصور نے جو انا الحق کہا تھا تو اس لئے کہ اپنی ہستی کو مٹا دے اور ہم کو ثابت کرے اور فرعون نے جو کہا تھا وہ اس لئے کہ ہم کو مٹا دے اور اپنی ہستی کو ثابت کرے پس اس لئے منصور و مقبول ہوئے اور فرعون مردود ہوا اور یہاں مولانا کو مقصود و منصور کی مدح نہیں ہے اس لئے کہ ان کی یہ حالت حالت کمال نہ تھی بلکہ صرف اس قدر مقصود ہے کہ چونکہ منصور کی وہ حالت اس قابل تھی کہ ان سے یہ کلمہ نکلے اور وہ حالت اس کی محل تھی اس لئے یہ تو برمحل ہونے کی وجہ سے مقبول ہو گیا اور وہ فرعون کے لئے بے محل تھا اس لئے وہ مردود ہو گیا آگے ایک اور مثال دیتے ہیں کہ

شد عصا اندر کف موسیٰؑ گوا	شد عصا اندر کف ساحر ہبا
لاٹھی موسیٰ کے ہاتھ میں گواہ بنی	جادو گر کے ہاتھ میں لاٹھی بیکار ہوئی

شد عصا الخ۔ یعنی عصا موسیٰ علیہ السلام ہاتھ میں تو ان کی رسالت پر گواہ بنا اور جادوگروں کے ہاتھ میں ایک فضول اور واہیات شئے ہو گئی کہ اگرچہ بظاہر وہ بھی ویسے ہی بن گئے مگر بے سود اس لئے عصائے موسیٰ نے سب کو نگل لیا اور ہباءً منثورا ہو گئے آگے اس پر متفرع کرتے ہیں

زیں سبب عیسیٰؑ بداں ہمراہ خود	در نیا موزید آں اسم احدؐ
اسی وجہ سے (حضرت) عیسیٰ نے اپنے ساتھی کو	اللہ کا نام (اسم اعظم) نہ سکھایا

زین سبب الخ۔ یعنی اسی سبب سے عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہمراہی کو وہ اسم اللہ تعالیٰ کا نہ سکھلایا کہ خود تو جانے گا نہیں اور آلہ پر نقص رکھے گا کہ اثر مرتب نہ ہوتا کہ آلہ کی خرابی سے ہے اور دیکھو اگر پتھر کو مٹی پر مارو تو آگ کہاں نکلتی ہے مطلب یہ کہ چونکہ اس ہمراہی عیسے علیہ السلام میں اس اسم کے سیکھنے کی قابلیت ہی نہ تھی اور وہ اسم اس کے مناسب نہ تھا اس لئے انہوں نے اس کو نہ سکھلایا۔ (جیسا کہ حکایت گزشتہ سے معلوم ہوتا ہے) اور اس لئے نہ سکھلایا کہ وہ جانتے تھے کہ یہ اسکا محل نہیں ہے اور بے محل ہونے کی وجہ سے جب اثر مرتب نہ ہوگا تو اپنی تو خبر نہ لے گا کہ اثر مرتب نہ ہوتا یہ اس لئے ہے کہ مجھ میں ہی قابلیت نہیں ہے بلکہ یوں کہنے لگا کہ اس اسم میں ہی خرابی ہے جو اس پر اثر مرتب نہیں ہوتا اور اس بے محل ہونے کی ایسی مثال ہے کہ اگر تم پتھر کو دوسرے پتھر سے مارو تو ان سے آگ پیدا ہوتی ہے لیکن اگر اس پتھر کو گارے پر مارو تو ہرگز آگ نہ نکلے گی بس اسی طرح ہر چیز بے محل ہونے کی وجہ سے بیکار اور فضول ہوتی ہے آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

کو نداند نقص بر آلت نہد	سنگ بر گل زن تو آتش کے جہد
کیونکہ وہ (اپنا) نقص نہ کیھے گا آلہ پر (الزام) دھرے گا	تو چقماق کو مٹی پر رگڑ شعلہ کب دے گا؟

ست و آلت الخ۔ یعنی ہاتھ اور آلہ کی ایسی مثال ہے جیسے کہ پتھر اور آہن ہوتا ہے اور جفت ہونا چاہیے اس

لئے کہ پیدا ہونے کے لئے جفت ہونا شرط ہے یعنی دست وآلات کی ایسی مثال ہے کہ جیسے پتھر اور لوہا کہ دونوں آپس میں مناسب ہیں اور دونوں کے اقتران سے اثر مرتب ہوتا ہے پس اس طرح آلات اگر ہاتھ کے مناسب ہوں گے تو اثر مرتب ہوگا اس لئے کہ اثر کے پیدا ہونے کے لئے مناسب قابل اور فاعل کی ضروری ہے اگر قابل اور فاعل مناسب نہ ہوں گے تو یہ اثر مرتب نہیں ہوسکتا پس معلوم ہوا کہ ہر چیز میں تناسب قابل وفاعل کی ضرورت ہے لیکن ایک وہ ذات ہے کہ جس کو ان آلات ظاہری کی ضرورت نہیں اب یہاں سے مولانا توحید کے مضمون کو بیان کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ

دست وآلت ہمچو سنگ وآہن ست	جفت باید جفت شرط زادن ست
ہاتھ اور آلہ چقماق اور لوہے کی طرح ہے	جوڑا چاہئے جننے کیلئے جوڑا شرط ہے

آنکہ بے جفت است الخ۔ یعنی وہ ذات کہ جس کو تناسب کی اور آلات کی ضرورت نہیں ہے وہ ایک ہی ہے اور اگر چہ عدد میں شک ہوا ہے مگر ایک ان سب میں بے شک ہے مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کے عدد میں اختلاف کیا ہے اور کسی نے دو کہا کسی نے تین کہا کسی نے زیادہ مگر یہ سارے ایک پر تو متفق ہیں اس لئے کہ جو لوگ دو کہتے ہیں وہ بھی ایک کے تو قائل ہیں کیونکہ دو کے ضمن میں ایک پایا جاتا ہے اور اس طرح اور زیادہ کے ضمن میں بھی ایک تو پایا جاتا ہے پس ایک تو سب کا متفق علیہ ہوا اب اور زائد جو کہتے ہیں اس کے لئے ان کو ضرورت ہوگی کہ دلیل لاویں اور ثابت کریں اور ہم کو ضرورت نہیں کہ دلیل لاویں اس لئے کہ جو ہم کہتے ہیں اس کے وہ خود ہی قائل ہیں اور اس کو وہ بھی مانتے ہیں آگے اسی مضمون کو صاف طور پر فرماتے ہیں کہ

آنکہ بے جفتست وبے آلت یکیست	در عدد شک ست وآں یک بے شکیست
جو (ذات خدا) بے جوڑے کے اور بے آلے کے ہے وہ ایک ہی ہے	(اس کے) چند ہونے میں شک ہے اور اس کا ایک ہونا بیشک ہے
آنکہ دو گفت وسہ گفت وبیش ازیں	متفق باشند در واحد یقیں
جنہوں نے (اسکو) دو کہا اور تین کہا اور اس سے زیادہ کہا	یقیناً وہ ایک (کے وجود) میں متفق ہیں

آنکہ دو گفت الخ۔ یعنی جو لوگ دو کے قائل ہیں اور جو تین کے اور اس سے بھی زیادہ کے وہ ایک پر تو یقیناً متفق ہیں آگے ان کے اس اختلاف کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ

احولی چوں دفع شد یکساں شوند	آں دو سہ گویاں یکے گویاں شوند
بھینگا پن جب جاتا رہا' یکساں ہو جائیں گے	دو تین کہنے والے ایک کہنے والے ہو جائیں گے

احولی چون الخ۔ یعنی یہ اختلاف صرف احولی کی وجہ سے ہے اور جب یہ احولی جاتی رہے گی تو سب یکساں ہو جاوینگی اور یہ دو تین کہنے والے سب ایک کے قائل ہو جائیں گے اور ساری حقیقت کھل جائے گی اور وہ احولی

www.besturdubooks.wordpress.com

قیامت کو دور ہو گی یہاں تک تو غیر موحدینَ سے خطاب تھا آگے موحدین کو خطاب ہے کہ جس طرح تم توحید کو مانتے ہو وہ توحید کامل نہیں موحد کامل تو وہ ہے جس کی یہ شان ہے کہ

گر یکے گوئی تو در میدان او	گرد بر میگرد از چوگان او
اگر تو (خدا کو) ایک کہتا ہے تو اس کے میدان میں	اس کے بلے پر چکر کاٹ

گر یکے الخ۔ یعنی اگر تم ایک کہتے ہو تو اس کے میدان میں اس کے بلے سے اس کے گرد گھومو۔ مطلب یہ کہ اگر تم موحد ہو تو اس کی تو یہ شان ہونی چاہیے کہ جس طرف کو مرضی حق لے جائے اسی طرف کو چلو جس طرح کہ گیند بلے کے تابع ہوتی ہے اس طرح تم بھی اسکی مرضی کے تابع ہو جاؤ اس وقت موحد کامل ہو گے اس لئے کہ

گوئی آنگہ راست و بے نقصاں شود	کوز زخم دست شہ رقصاں شود
گیند اس وقت صحیح اور بے عیب ہوتی ہے	جبکہ وہ بادشاہ کے ہاتھ کی ضرب سے ناچے

گوئی آنکہ الخ۔ یعنی وہ گیند درست اور ٹھیک ہو گی کہ جو بادشاہ کی ضرب سے ناچے گی اور جس طرف کو ضرب پڑے گی اس طرف کو چلے گی اس کو کہا جائے گا کہ یہ گیند درست چل رہی ہے پس اس طرح اگر تم مرضی حق کے تابع ہو جاؤ گے اور جس طرف کو اس کی مرضی ہو گی تم چلو گے اس وقت کہا جائے گا تم درست اور ٹھیک ہو۔ آگے اس پر تنبیہ فرماتے ہیں کہ

گوش دار اے احول اینہا را بہوش	داروے دیدہ بکش از راہ گوش
اے بھینگے! اس کو ہوش سے سن لے	کان کے راستہ سے آنکھ کی دوا لگا لے

گوشدار اے الخ۔ یعنی اے احول (جس کو کہ اس وقت اپنی بینائی خراب ہونے کی وجہ سے ایک کے دو دکھلائی دیتے ہیں) اس بات کو ذرا کان لگا کر ہوش سے سن لے اور کان کے ذریعہ سے آنکھ میں دوا لگا لے۔ مطلب یہ کہ اصل مقصود بصیرت کا درست ہونا ہے لیکن چونکہ اس بات کے سننے سے بصیرت حاصل ہوتی ہے اور بصیرت کا سبب ہے اسکا سننا لہٰذا ایسا ہو گیا کہ جس طرح آنکھ کی دوا کان کی طرف سے لگائی جائے پس تم اس کو سن لو اور اس پر عمل کرو اور احولی کا علاج کرو پھر تم کو بھی ایک ایک ہی نظر آوے گا آگے تفریع ہے اس مضمون پر جو کہ اوپر بیان کیا ہے کہ ہر شے اپنے مناسب محل میں اچھی طرح جمتی ہے ورنہ بیکار رہتی ہے لہٰذا فرماتے ہیں کہ

پس کلام پاک در دلہائے کور	می نپاید می رود تا اصل نور
بہت سے پاک کلام میں جو اندھے دلوں میں	نہیں ٹھہرتے ہیں اصل نور کی طرف چلے جاتے ہیں

پس کلام پاک الخ۔ یعنی (چونکہ ہر شے اپنے محل میں مناسب ہوتی ہے اس لئے) کلام پاک اندھی قلوب میں بھی نہیں آتے بلکہ وہ اصل نور کی طرف چلے جاتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف اس لئے کہ اگر چہ ان کو کوئی نہ

www.besturdubooks.wordpress.com

سے مگر وہ کلام پاک تو مقبول ہوگا الیہ یصعد الکلم الطیب کی دلیل سے معلوم ہوا کہ کلام پاک اس کی طرف لوٹ جاتے ہیں اور اندھے قلوب میں نہیں آتے اس لئے کہ یہ قلوب ان کا محل نہیں ہیں ہاں جن امور کے یہ محل ہیں وہ امور ان میں خوب جمتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ

واں فسون دیو در دلہائے کژ	می رود چوں کفش کژ در پائے کژ
شیطان کے منتر ٹیڑھے دلوں میں	اتر جاتے ہیں جیسے ٹیڑھی جوتی ٹیڑھے پاؤں میں

واں فسون الخ۔ یعنی اور وہ شیطان کا فسون اور شیطان کی کج باتیں اس کے قلب میں خوب جمتی ہیں جیسے کہ ٹیڑھے پاؤں میں ٹیڑھا جوتا خوب آتا ہے مطلب یہ کہ چونکہ یہ قلوب کلمات طیبہ کا محل تو ہوتے نہیں اس لئے وہ تو ان میں آتے نہیں ہاں فسوں گری شیاطین کی ان میں خوب جمتی ہے اس لئے کہ دیکھو اہل عرب جو کہ فصاحت اور بلاغت کے نقاذ اور اس کے جاننے والے تھے کہ یہ فصیح ہے اور یہ غیر فصیح ہے مگر چونکہ بعض کے قلوب میں کجی تھی اس لئے قرآن شریف پر جو کہ فصاحت میں حد کو پہنچا ہوا ہے ایمان نہ لائے اور اس کی تکذیب کی اور مسیلمہ کذاب جس نے عبارات واہیہ کو جمع کر کے پیش کیا اور اس کی تصدیق کی پس اس طرح جب کہ قلوب میں کجی ہوتی ہے وہ بھی حق کو قبول نہیں کرتے اور باطل کی طرف ان کا رجحان ہوتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ اگر علم کو اور حکمت کو تم بار بار بھی حاصل کر داور ہو نااہل تو حکمت اور علم بوجہ اس کے کہ تم اس کے لئے محل نہیں ہو تم سے علیحدہ ہو اور بری ہو جائیگی پس فرماتے ہیں کہ

گرچہ حکمت را بہ تکرار آوری	چوں تو نااہلی شود از تو بری
اگرچہ دانائی کی باتوں کو تو دہرائے	جبکہ تو نااہل ہے وہ تجھ سے علیحدہ رہے گی

گرچہ حکمت را الخ۔ یعنی اگرچہ علم و حکمت کو تم بتکرار حاصل کرو لیکن جب تم نااہل ہو تو وہ تم سے علیحدہ اور بری ہو جائے گا۔ بری ہونے سے یا یہ مراد ہے کہ وہ بالکل رہے گا ہی نہیں جیسا کہ بعض مرتبہ دیکھا گیا ہے کہ کسی نے استاد کی شان میں گستاخی کی یا اور کسی کی شان میں گستاخی کی تو اس سے علم بالکل جاتا رہا اور ذہول ہو گیا یا یہ معنی ہوں کہ علم کا کوئی اثر تمہارے اندر نہ ہوگا لہٰذا مولانا فرماتے ہیں کہ اگرچہ تم بار بار کوشش کر کے حاصل بھی کر لو لیکن وہ تمہارے پاس نہ ٹھہرے گا اگرچہ ایک مرتبہ آ جائے آگے فرماتے ہیں کہ

ورچہ بنویسی نشانش می کنی	ورچہ می لافی بیانش می کنی
اگرچہ تو لکھ لے اس کی پہچان بنا لے	اگرچہ تو ڈینگیں مارے اس کو بیان کرے

گرچہ بنویسی الخ۔ یعنی اگر تم اس کو لکھو اور نشان کرو (یعنی نوٹ کرو) اور اگرچہ تم اترا اترا کر اس کو بیان کرو (لیکن جب نااہل ہو گے) تو وہ تم سے اعراض کریگا اور بہت دور بھاگے گا۔ مطلب یہ کہ خواہ تم اس کے رکھنے کی کتنی ہی کوشش کرو اور کتنی ہی

www.besturdubooks.wordpress.com

تدبیریں کرو کہ اس کو یاداشت کے طور پر لکھ کر بھی رکھو نوٹ بھی کرو کہ یاد رہے لیکن بے محل ہونے کی وجہ سے وہ تم سے الگ اور دور بھاگے گا۔ یہ تو معلمین کے لئے تھا اور متعلمین کے لئے فرماتے ہیں کہ تم بھی ذرا اترانا مت کہ ہم اس طرح بیان کر رہے ہیں اور یوں جانتے ہیں کہ گر تم بھی نااہل ہو گے تو وہ تم سے بھی علیحدہ ہو جائے گا اور اگر تم اہل ہو تو اس کے لئے فرماتے ہیں کہ

اوز تو رو در کشد اے پر ستیز	بندہا را بگسلد بہر گریز
اے جھگڑالو! وہ (باتیں) تجھ سے منہ پھیر لیں گی	بھاگنے کے لئے پھندے توڑیں گی
ورنہ خوانی و ببیند سوز تو	علم باشد مرغ دست آموز تو
اگر تو (علم ظاہری) نہ پڑھے اور وہ (خدا) تیرے شوق کو دیکھتا ہے	علم تیرے ہاتھ کا پلا ہوا پرند ہو گا

ورنہ خوانی الخ۔ یعنی اور اگر تم علم کو بطریق متعارف حاصل بھی نہ کرو لیکن خداوند کریم تمہارے سوز قلبی کو دیکھیں (اور یہ جان لیں کہ تم حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو) تو پھر علم (ظاہری) تو تمہارا مرغ دست آموز ہو جائے کہ جس طرح جس جانور کو ہاتھ پر بٹھلا کر پال لیتے ہیں پس اگر وہ کہیں چلا بھی جاتا ہے لیکن جب اس کو ذرا آواز دی فوراً ہاتھ پر آ بیٹھتا ہے اس طرح علم ہو جائے گا کہ جب ذرا توجہ کرو گے فوراً علم حاصل ہو جائے گا جیسا کہ اولیاء اللہ کو ہوتا ہے کہ علوم وہبی ہوتے ہیں اور علوم اور معانی کا الہام ہوتا ہے اور وہ الہام بعض مرتبہ تو بغیر الفاظ کے ہوتا ہے اور کبھی مع الفاظ کے ہوتا ہے پس اگر مع الفاظ ہو تب اور اگر بغیر الفاظ ہو تب دونوں صورتوں میں مقصود حاصل ہے کہ علوم و معانی ان کو ملہم ہوتے ہیں اور بے حصول ظاہری بھی حاصل ہو جاتے ہیں آگے پھر اس مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ اگر نا اہل ہے تو علم اس کے پاس نہیں ٹھہرتا فرماتے ہیں کہ

او نپاید پیش ہر نا اوستا	ہمچو باز شہ بخانہ روستا
وہ بے استاد کے پاس نہیں ٹھہرتا ہے	جیسے کہ شاہی باز دیہاتی کے گھر میں

او نپاید الخ۔ یعنی وہ علم کسی نا اہل کے پاس نہیں ٹھہرتا جیسا کہ بادشاہ کا باز کسی دیہاتی کے یہاں نہیں ٹھہرتا اس لئے کہ جس باز نے کہ دست شاہ میں پرورش پائی ہو وہ بھلا کسی دیہاتی کے یہاں کیوں رہے گا آگے فرماتے ہیں کہ اگر کبھی نا اہلوں کے پاس آ جاتا ہے تو اس کی اچھی طرح گت بنتی ہے جیسا کہ بادشاہ ایک دیہاتن کے یہاں چلا گیا تھا اس کی گت بنی اس لئے کہ اس باز کے لئے وہ دیہاتن نا اہل تھی اور اس کے لئے وہاں جانا بے محل تھا۔

یافتن بادشاہ باز گم کردہ را بخانہ پیرزن

بادشاہ کا گم شدہ باز کو بوڑھی عورت کے گھر میں پالینا

علم آں باز یست کو از شہ گریخت	گندہ پیر از جہل پیشش کاہ ریخت
علم وہ باز ہے جو بادشاہ سے بھاگا	بوڑھی نے نادانی سے اس کے سامنے گھاس ڈالا

www.besturdubooks.wordpress.com

علم آن باز ست الخ۔ یعنی علم شاہ کی طرح ہے کہ جب وہ باز بھاگ کر ایک بڑھیا کے گھر میں چلا گیا تھا جب کہ وہ آٹا چھان رہی تھی اس طرح اگر علم نااہلوں کے پاس چلا جاتا ہے تو اسکی بھی خوب گت بنتی ہے جیسی اس باز کی حجامت ہوئی۔

علم بازے داں کہ او از شہ گریخت	سوئے آں کمپیر کومی آرد بیخت
علم کو وہ باز سمجھ جو بادشاہ سے بھاگا	اس بوڑھی کے پاس جو آٹا چھانتی تھی
تاکہ تتماجے پزد اولاد را	دید آں باز خوش خوش زاد را
تاکہ بچوں کے لئے حریرہ پکائے	اس نے اس خوبصورت اچھی نسل کے باز کو دیکھا

تاکہ تتماجے الخ۔ یعنی (وہ بڑھیا آٹا اس لئے چھان رہی تھی) تاکہ اولاد کے لئے حریرہ وغیرہ پکائے تو اس نے اس عمدہ اور خوش نسل باز کو دیکھا (تتماج وتر کی قسمے از آش)

پایکش بست و پرش کوتاہ کرد	ناخنش ببرید و قوتش کاہ کرد
اس کے نازک پیر باندھ اور اس کے پر کاٹے	اس کے ناخن چھانٹے اور اس کو گھاس کا چارہ دیا

پایکش بست الخ۔ یعنی اسکا چھوٹا سا پاؤں باندھ دیا اور اس کے پر کاٹ ڈالے اور اس کے ناخن تراشے اور کھانے کے لئے نرم نرم گھاس لائی (اچھی قدر کی) اور کہنے لگی کہ

گفت نااہلاں نکردندت بساز	فر فزود از حد ناخن شد دراز
بولی نااہلوں نے تجھے درست نہ کیا	پر حد سے بڑھ گئے اور ناخن لمبے ہو گئے

گفت نااہلان الخ۔ یعنی کہنے لگی کہ نااہلوں نے تجھے درست نہ کیا تیرے پر حد سے بڑھ گئے اور ناخن لمبے ہو گئے اور کہنے لگی کہ

دست ہر نااہل بیمارت کند	سوئے مادر آ کہ تیمارت کند
ہر نااہل کا ہاتھ تجھے بیمار کر دے گا	ماں کے پاس آ تاکہ تیری خبر گیری کرے

دست ہر نااہل الخ۔ یعنی ہر نااہل کا ہاتھ اور اس کے پاس رہنا تجھ کو بیمار کر دے گا۔ بیٹا اماں کے پاس آ ؤ کہ تمہاری اچھی طرح خبر لیں گی (اچھی طرح خبر لے ڈالی) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

مہر جاہل را چنیں داں اے رفیق	کژ رود جاہل ہمیشہ در طریق
اے دوست! جاہل کی محبت کو ایسا ہی سمجھ	جاہل راستہ میں ہمیشہ ٹیڑھا چلتا ہے

مہر جاہل را الخ۔ یعنی جاہل کی دوستی کو اسطرح سمجھو اور جان اس لئے کہ جاہل سیدھے راستہ میں بھی ہمیشہ کج ہی چلتا ہے (تو تجھ کو کجی ہی سکھلا دے گا) اور اگر جاہل کسی کے ساتھ ہمدردی کا اظہار بھی کرتا ہے (تو وہ بھی کچھ

www.besturdubooks.wordpress.com

قابل اعتبار نہیں) اس لئے کہ آخر کار وہ اپنی جہالت کی وجہ سے زخم لگاتا ہے (یعنی نقصان پہنچاتا ہے جیسا کہ اس باز کے ساتھ نااہل بڑھیا نے کیا)

جاہل ار با تو نماید ہمدلی	عاقبت زخمت زند از جاہلی
جاہل اگر تجھ سے ہمدردی ظاہر کرے	نادانی سے آخر کار تجھے زخمی کر دے گا
روز شہ در جستجو بیگاہ شد	سوئے آں کمپیر و آں خرگاہ شد
بادشاہ کا دن تلاش میں بیکار گیا	(بالآخر) اس بڑھیا اور اس کے خیمہ کی طرف روانہ ہوا

روز شہ در الخ۔ یعنی بیچارے بادشاہ کا سارا دن اس کی تلاش میں برباد ہوا (آخر کار ڈھونڈتے ڈھونڈتے) اس بڑھیا کے جھونپڑے کی طرف بھی آنکلا۔

دید ناگہ باز را در دو دو گرد	شہ برو بگریست زار و نوحہ کرد
اچانک باز کو دھویں اور غبار	میں دیکھا بادشاہ اس پر رو پڑا اور نوحہ کرنے لگا

دید ناگہ باز را الخ۔ یعنی (جب بادشاہ تلاش کرتے کرتے اس بڑھیا کے گھر پر پہنچا تو) دیکھا کہ باز دھوئیں اور گرد میں اٹا ہوا بیٹھا ہے اس کو دیکھ کر بادشاہ بہت ہی رویا اور آہ وزاری کرنے لگا مطلب یہ کہ بہت ہی رنجیدہ ہوا اور کہنے لگا کہ

گفت ہر چند ایں جزائے کار تست	کہ نباشی در وفائے ما درست
بولا۔ درحقیقت تیرے کام کی یہی سزا ہے	کیونکہ تو ہماری وفاداری پر قائم نہ رہا

گفت ہر چند الخ۔ یعنی بادشاہ کہنے لگا کہ اگر چہ تیرے اس کام کا تو یہی بدلا تھا کہ تو ہماری وفا میں درست نہ رہا یعنی اگر چہ تیری اس حرکت کا کہ تو نے ہم سے بے وفائی کی یہی بدلا تھا جو کہ تجھے ملا مگر ہم پھر بھی تجھ پر لطف و کرم کرتے ہیں اور تیری اس حالت پر افسوس کرتے ہیں اور ہر چند کے مدخول پر اس سے پہلے کا شعر دال ہے کہ ع شہ برو بگریست زار و نوحہ کرد + کہ تیری اس حرکت پر ہر گز لطف و کرم نہ چاہیے تھا مگر ہم کو پھر بھی تجھ پر افسوس ہوتا ہے اور مقصود مولانا کا یہاں بزبان بادشاہ کے اس بات کا بتلانا ہے کہ ہمارے حرکات اور ہمارے معاصی تو اس قابل نہ تھے کہ وہ بارگاہ الٰہی میں قبول و منظور ہوں مگر خداوند کریم پھر بھی لطف و کرم فرماتے ہیں اسی مضمون کو آگے خوب صاف کر کے خود فرماتے ہیں کہ

چوں کنی از خلد در دوزخ فرار	غافل از لا یستوی اصحاب نار
تو جنت سے دوزخ میں ٹھکانہ کیوں کرتا ہے؟	اے لا یستوی اصحاب النار سے غافل

چون کنی الخ۔ یعنی جنت سے اور آرام وراحت سے دوزخ میں کس طرح جائے گا کرتے ہو اس حال میں کہ تم لا یستوی اصحاب النار و اصحاب الجنۃ الخ سے غافل ہوتے ہو۔ چوں استفہامیہ ہے اور غافل حال ہے چون سے پس

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلب یہ کہ تم خلد طاعت سے نکل کر جہنم معاصی میں کس طرح جاتے ہو اور تم آیت لایستوی اصحاب النار واصحاب الجنۃ (اصحاب نار اور اصحاب جنت برابر نہیں ہوتے) سے غافل اور طاعت کو خلد اور معاصی کو جہنم اس لئے کہا کہ طاعت میں جو حلاوت اور جو لطف اور آرام اور راحت قلبی ہوتی ہے معاصی میں وہ سب زائل ہو جاتی ہے اور ان کی جگہ کدورت اور پریشانی اور کلفت اور بدمزگی نصیب ہوتی ہے اور جو عذاب کہ آخرت میں ہوگا وہ تو علیحدہ ہے اور طاعت میں تو وہ مزا ہے کہ بعض صاحب حال تو یہ کہتے ہیں کہ خیر جنت کی نعمتوں کا اور اسکا مزا جو بھی ہوگا اس کی تو خبر نہیں مگر خدا کی قسم نماز میں وہ لذت حاصل ہوتی ہے کہ جنت میں کیا ہوگی تو ان حضرات اصحاب حال کے قول کی تاویل کی جائے گی اور کہا جائے گا کہ چونکہ ابھی اس مزے کو چکھا نہیں اس لئے ایسا کہتے ہیں لیکن پھر بھی غور کرنے کی بات ہے کہ آخر کوئی تو لذت ہوگی کہ جو اس لذت کو وہ اس درجہ کہتے ہیں کہ جنت سے بھی زیادہ ہے اور مسلمان جب کہ اس کو اپنا ایمان اور عظمت وجلال خداوندی اور عقوبت مستحضر ہو تو ہرگز گناہ کر ہی نہیں سکتا۔ یہ جو کچھ ہوتا ہے ان امور کے مستحضر نہ ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اعتقاد تو ہر شخص کا ہوتا ہے مگر مستحضر نہیں ہوتا اسی کو حدیث میں بھی فرماتے ہیں کہ لایزنی الزانی وھو مومن یعنی مومن کبھی زنا نہیں کرتا مطلب یہ کہ جب اس کو یہ سب امور مستحضر ہوں گے تب وہ مومن کامل ہوگا تو وہ گناہ بھی نہیں کر سکتا۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں کہ ان طاعات سے جو معاصی کی طرف توجہ ہے تو وہ صرف اسی لئے ہے کہ اس وقت اس سے غافل ہے۔ ورنہ کبھی معاصی سرزد ہو نہیں سکتے آگے پھر اس باز کی حالت بیان فرماتے ہیں کہ

ایں سزائے آنکہ از شاہ خبیر	خیرہ بگریزد بخانہ گندہ پیر
یہی اس کی سزا ہے جو جانکار بادشاہ سے	شوخی سے بھاگ کر بوڑھی عورت کے گھر جائے

این سزائے آنکہ الخ۔ یعنی یہ اسکی سزا ہے کہ جو شاہ باخبر سے اعراض کر کے اس گندے بڑھیا کے گھر میں بھاگے مقصود مولانا کا یہ ہے کہ جو حق تعالیٰ کی طرف سے توجہ ہٹا کر دوسری جانب متوجہ ہو اس کی یہی سزا ہوتی ہے اور یہی گت بنتی ہے جو اس باز کی بنی۔ آگے مولانا گندہ پیر سے مراد متعین فرماتے ہیں کہ

گندہ پیر جاہل ایں دنیا دنی ست	ہر کہ مائل بد بدو خوار و غبی ست
جاہل بوڑھی یہ کمینی دنیا ہے	جو اس کی طرف جھکا ذلیل اور بیوقوف ہے

گندہ پیر جاہل الخ۔ یعنی وہ گندہ پیر اور جاہل یہ دنیا کمینی ہے جو شخص اس میں لگ گیا اور اس طرف متوجہ ہوا وہ ذلیل اور غبی ہے یعنی کج فہم ہے اور جب اس کی طرف متوجہ ہوگا تو پھر ذلیل و خوار ہونا تو ظاہر ہے جیسے کہ یہ باز ذلیل وخوار ہوا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

ہست دنیا جاہل و جاہل پرست	عاقل آں باشد کزیں جاہل پرست
دنیا جاہل اور جاہل پرست ہے	عقلمند وہ ہے جو اس جاہل سے نجات پالے

ہست دنیا جاہل الخ۔ یعنی دنیا جاہل ہے اور جاہل پرست اور جاہل کی قدردان ہے اور عاقل تو وہ ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اس جاہل سے علیحدہ ہوگیا اور دنیا کے جاہل ہونے سے مراد اہل دنیا کا جاہل ہونا ہے کہ اہل دنیا جاہل اور نادان اور نااہل ہیں پس عاقل تو وہی ہے جو ان سے علیحدہ ہو جائے آگے فرماتے ہیں کہ

ہر کہ با جاہل بود ہمراز باز	آں رسد با او کہ با آں شاہ باز
جو جاہل کا ہمراز ہو گا بالآخر	اس کو وہ ملے گا جو اس شہباز کو

ہر کہ با جاہل الخ۔ یعنی جو شخص کہ جاہل کے ساتھ ہمراز ہوا تو آخر کار اس کو وہی پہنچے گا اور اسکی وہی گت ہوگی جو کہ اس شہباز کی اس جاہل بڑھیا کے ہاتھوں پڑ کر بنی تھی مطلب یہ کہ جو شخص اہل دنیا کی طرف متوجہ ہوگا اور نااہلوں سے ربط و ضبط رکھے گا اس کی تو یہی گت بنے گی اور وہ تو ذلیل وخوار ہی ہوگا آگے مولانا پھر اس باز کی حالت کو بیان فرماتے ہیں کہ

باز می مالید پر بر دست شاہ	بے زباں می گفت من کردم گناہ
باز بادشاہ کے ہاتھ پر بازو مَلتا تھا	بغیر زبان کے کہتا تھا کہ میں نے خطا کی

بازمی مالید الخ۔ یعنی باز بادشاہ کے ہاتھ پر بازو مل رہا تھا اور بے زبانی سے (یعنی بزبان حال) کہہ رہا تھا کہ میں نے گناہ کیا۔ مقصود مولانا یہ ہے کہ جس طرح اس باز پر اس کی اس چاپلوسی سے اور منت سے بادشاہ کو اس پر رحم آیا اور اس پر نظر لطف وکرم کی اس طرح جب کوئی بعد گناہ کے تائب ہوکر آتا ہے اور اپنی خطاؤں کا اعتراف کرتا ہے اس پر بھی رحمت خداوندی نازل ہوتی ہے اور لطف وکرم متوجہ ہوتا ہے آگے بھی مولانا تائب کی حالت کو بزبان باز بیان فرماتے ہیں کہ

پس کجا زارد کجا نالد لئیم	گر تو نپذیری بجز نیک اے کریم
کمینہ کہاں زاری کرے کہاں روئے؟	اے کریم! اگر تو نیک کے علاوہ کسی کی (دعا) قبول نہیں کرتا ہے

پس کجا نالد الخ۔ یعنی (وہ باز کہہ رہا تھا) کہ پھر یہ نالائق اور پاجی کہاں جا کر روئے اور کہاں نالہ وزاری کرے اگر آپ سوائے نیکوں کے اور کسی کو قبول ہی نہ کریں۔ مقصود یہ ہے کہ اس تائب پر اب حالت غالب ہے اور کہتا ہے کہ بیشک مجھ سے خطا ہوگئی اور گناہ سرزد ہوگیا اس کا اعتراف کرتا ہوں مگر سوائے آپ کی بارگاہ کے اس نالائق کا اور کوئی ٹھکانا بھی تو نہیں ہے کہاں جائے اور کس کے پاس جا کر نالہ وزاری کرے اگر آپ سوائے اچھوں کے اور کسی کو قبول ہی نہ کریں چونکہ تائب پر حالت طاری ہے لہٰذا اس کو مولانا آگے پھر بزبان باز فرماتے ہیں کہ

سر کجا بنہد ظلوم شرمسار	جز بدرگاہ تو اے آمرزگار
ظالم شرمندہ سر کہاں جھکائے؟	تیری درگاہ کے سوا اے بخشنے والے!
لطف شاہ جاں را جنایت جو کند	زانکہ شہ ہر زشت را نیکو کند
شاہ کی مہربانی جان کو گناہ پر آمادہ کر دیتی ہے	کیونکہ شاہ ہر برائی کو بھلائی کر دیتا ہے

لطف شہ جانرا الخ۔ یعنی بادشاہ کے لطف وکرم جان کو اس امر پر جری کر دیتا ہے کہ وہ جنایت اور گناہ کرنے

www.besturdubooks.wordpress.com

لگتی ہے اس لئے کہ جانتی ہے کہ بادشاہ تو ہر برے کو اچھا کر ہی دیتے ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ ع کرمہائے تو مارا کرد گستاخ' چونکہ آپ کی وہ شان ہے کہ سیئات کو بھی مبدل بہ حسنات فرمادیتے ہیں اور حسنات کی وجہ سے سیئات کی طرف توجہ نہیں ہوتی جیسا کہ خود فرماتے ہیں کہ ان الحسنات یذہبن السیئات۔ پس اس لئے مجھے جرأت ہوتی ہے کہ اگر سیئات صادر ہو بھی جائیں گے تو کیا ہے وہ بارگاہ تو ایسی ہے کہ ان سیئات کو بھی حسنات کردیتی ہے پس اسی لئے معاصی اور خطائیں سرزد ہوتی ہیں اور یہی لطف وکرم سبب ہے اس جرأت کا اب چونکہ مولانا صاحب مقام ہیں اور یہ حالت بیان فرمائی ہے صاحب حال کی اس لئے اب اس کی غلطی پر متنبہ فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک صاحب مقام صاحب حال کی غلطی پر متنبہ کرتا ہے پس فرماتے ہیں کہ

رو مکن زشتی کہ نیکیہائے ما	زشت آید پیش آں زیبائے ما
گناہ کا رخ نہ کر کیونکہ ہماری نیکیاں (بھی)	اس ہمارے محبوب کے سامنے بری (نظر) آتی ہیں

رو مکن الخ۔ یعنی جاؤ اور برائی مت کرو اس لئے کہ ہماری نیکیاں ہی اس زیبا کے سامنے برائیاں ہیں مقصود یہ کہ اس خیال کو چھوڑ دو کہ اس کا لطف وکرم ہماری سیئات کو حسنات کے ساتھ مبدل کردے گا اور اس خیال سے ارتکاب معاصی کا مت کرو اس لئے کہ جن کو تم حسنات سمجھ رہے ہو وہ خود حسنات ہی نہیں ہیں بلکہ اس حسین کے سامنے تو یہ بھی سیئات ہی ہیں پس اب کل سیئات ہی سیئات ہو گئیں اور حسنات بالکل باقی نہ رہیں تو اب یہ خیال کہ وہ ایسا کریم ہے کہ سیئات کو حسنات کے ساتھ مبدل کردے گا اور سیئات کو حسنات کے تابع کردیگا صحیح ہے مگر پہلے حسنات بھی تو ہوں جن کو تم حسنات سمجھ رہے ہو وہ سیئات ہی ہیں اور سچ یہی ہے اس لئے کہ دیکھ لیا جائے کہ مثلاً نماز کہ جس کو دن بھر میں پانچ مرتبہ ادا کرتے ہیں کس طرح ہوتی ہے اور اس کے جو شرائط ہیں ان میں سے کس قدر ادا کرتے ہیں اور کتنے ترک کرتے ہیں ہماری نماز اور عبادتوں کی بالکل ایسی مثال ہے کہ جس طرح ایک گنوار ایک بہت ہی لطیف المزاج اور نازک کو پنکھا کر رہا ہو تو اول تو اس نازک کو اسکا طرز ہی تکلیف دہ ہوگا لیکن اس پر طرہ یہ کہ یہ گنوار اس پنکھے سے اس کی کبھی ٹوپی پھینک دیتا ہے اور کبھی ان کے منہ پر پنکھا مارتا ہے اور کبھی اور طریقہ سے تکلیف پہنچاتا ہے اور وہ تحمل کئے ہوئے بیٹھا ہے تو یہ شخص دو گھنٹہ تک پنکھا جھلنے کے بعد یہ سمجھے کہ میں نے دو گھنٹہ تک خدمت کی اور آرام پہنچایا مگر دیکھ لو کہ اسکا یہ خیال کہاں تک صحیح ہے اور آیا اس نے یہ راحت پہنچائی یا اور کلفت دی پس اس طرح ہماری عبادت ہے کہ ہم عبادت کر کے خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے اتنی دیر تک عبادت کی اور خداوند کریم کو راضی اور خوش کیا مگر در حقیقت ہماری یہ عبادت کر کے خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے اتنی دیر تک عبادت کی اور خداوند کریم کو راضی اور خوش کیا مگر در حقیقت ہماری یہ عبادت میں قابل ہی نہیں کہ اس کو عبادت کہا جاسکے جیسا کہ اس کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس نے پنکھا جھلا اور چونکہ خداوند کریم تو تاثر سے پاک ہیں اس لئے ان کو کوئی اثر نہیں ہوتا ورنہ اگر کوئی ایسا ہوتا کہ جو متاثر ہوتا تو ہماری اس عبادت کا خوش کن ہونا تو درکنار اور

www.besturdubooks.wordpress.com

تکلیف دہ ہوتی۔ بس ایسی عبادت پر ناز کرنا اور اترانا بالکل بے محل ہے اور اس کو عبادت کہنا اور حسنات میں داخل کرنا ہی غلط ہے پس یہ کہنا کہ سیئات حسنات کے تابع ہو جائیں گے غلط ہوا اس لئے کہ یہاں حسنات ہی نہیں ہیں جن کے تابع سیئات ہوں گے آگے بھی اسی مضمون کو فرماتے ہیں کہ

خدمت خود را سزا پنداشتی	تو لوائے جرم ازاں افراشتی
تو نے اپنی عبادت کو اچھا سمجھا	اس لئے تو نے خطاکاری کا جھنڈا بلند کر دیا

خدمت خودرا الخ۔ یعنی چونکہ تو نے اپنی خدمت کو سزاوار اور لائق پذیرائی سمجھا اس لئے تو نے جرم کا جھنڈا بلند کیا ہے اور یہ سمجھ کر اترانے لگا کہ ہمارے پاس طاعات بھی تو ہیں ان میں یہ سیئات بھی مل جائیں گے حالانکہ یہ خدمت اور طاعات ہی اس قابل نہیں کہ قبول کی جائیں اگر خداوند کریم قبول فرمالیں تو صرف ان کا فضل اور کرم ہے ورنہ ہماری طاعات بھی سیئات ہیں اور سیئات تو سیئات ہیں ہی۔ آگے پھر یہی مضمون ہے۔

چوں ترا ذکر و دعا دستور شد	زاں دعا کردن دلت مغرور شد
چونکہ تجھے ذکر اور دعا کی عادت ہو گئی ہے	اس دعا سے تیرا دل مغرور ہو گیا ہے

چون ترا ذکرو دعا الخ۔ یعنی چونکہ تیرا دستور ذکر کرنا اور دعا کرنا ہو گیا اس لئے تیرا دل مغرور ہو گیا مقصود یہ کہ جب تو نے یہ سمجھا کہ اگر معاصی بھی سرزد ہوں گے تو کچھ خوف نہیں ہے اس لئے کہ جب توبہ کر لیں گے تو فوراً سب معاف ہو جائیں گے اور ان کا کوئی اثر باقی نہ رہے گا بلکہ ایسے ہو جائیں گے جس طرح نومولود ہوتا ہے کہ بالکل معصوم ہوتا ہے اور التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ کے مصداق بن جائیں گے پس تو نے بے باکانہ گناہ شروع کر دیئے کہ توبہ کر لیں گے اور معاف کرا لیں گے حالانکہ اس پر مغرور ہونا سراسر تیری غلطی ہے کیونکہ توبہ قبول کرنا تو محض ان کے فضل وکرم سے ہے ورنہ ہماری توبہ بھی اس قابل نہیں کہ قبول کی جائے آگے اسی مضمون کو بیان فرماتے ہیں کہ

ہم سخن دیدی تو خودرا با خدا	اے بسا کوزیں گماں افتد جدا
تو نے اپنے آپ کو خدا سے ہمکلام سمجھا	بہت سے لوگ اسی گمان کی وجہ سے دور جا پڑے ہیں

ہم سخن دیدی الخ۔ یعنی تو نے اپنے کو خدا کے ساتھ ہمکلام دیکھا (اس لئے مغرور ہو گیا) حالانکہ بہت سے لوگ اسی گمان کی وجہ سے دور جا پڑے ہیں اور بعید عن الطریق ہو گئے ہیں مطلب یہ کہ تم نے جو استغفار اور توبہ شروع کی تو اس سے مغرور ہو گئے کہ اب تو ہم خدا کے ساتھ ہمکلام ہو گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے باتیں کر رہے ہیں تو اس گمان میں مت پڑنا اس لئے کہ بہت سے لوگ اس طرح گمراہ ہو چکے ہیں اور اس گمان میں پڑ کر حق تعالیٰ سے بعید ہو گئے ہیں پس اگر تم نے اپنے کو ہم کلام بھی پایا تو یہ ان کا فضل ہے مگر تم کو تو اپنے اوپر اور اپنے اعمال پر نظر رکھنی چاہیے کہ وہ کیسے ہیں اور کس قابل ہیں آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

گرچہ با تو شہ نشیند بر زمیں	خویشتن بشناس و نیکو ترنشیں
اگرچہ بادشاہ تیرے ساتھ زمین پر بیٹھ جائے	اپنے آپ کو پہچان اور سلیقے سے بیٹھ

گرچہ باتوشہ الخ۔ یعنی اگرچہ بادشاہ تمہارے ساتھ زمین پر بیٹھ جائے لیکن تم اپنے کو پہچانو اور اچھی طرح بیٹھو۔ مطلب یہ کہ اگر حق تعالیٰ تمہاری عبادتوں اور دعاؤں کو مقبول فرمالیں اور ان کو عبادت سمجھیں تو اس سے مغرور نہ ہو جاؤ کہ اب تو ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والوں میں سے اور مقربین اور ہم کلاموں میں سے ہو گئے ہیں بلکہ تم تو اپنا مرتبہ اور اپنی قدر پہچانو اور حق تعالیٰ کے سامنے مؤدب رہو کہ تمہارے اعمال تو اس قابل ہیں ہی نہیں کہ ان کو قبول کیا جائے اور کسی درجہ میں بھی ان کو حسنات کہا جائے ان کا اس کو قبول فرمالینا یہ محض فضل ہے۔ ہم کیا اور ہمارے اعمال کیا۔

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنی　　　منت شناس ازو کہ بخدمتے بد اشتت

اب یہاں تک تو مولانا نصائح فرما کر انتقال فرماتے ہیں قصہ باز کی طرف فرماتے ہیں کہ

باز گفت اے شہ پشیماں می شوم	توبہ کردم نو مسلماں می شوم
باز نے کہا ' اے شاہ! میں شرمندہ ہوں	میں نے توبہ کی از سر نو مسلمان ہوتا ہوں

باز گفت اے شہ الخ۔ یعنی باز کہتا تھا کہ اے بادشاہ میں (اپنی حرکت سے) بہت ہی پشیمان ہوتا ہوں اور اب توبہ کر کے نو مسلم ہوتا ہوں مقصود یہ کہ تائب بھی جب نادم ہوتا ہے اور پشیمان ہو کر اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے معافی چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی خطائیں معاف فرما دیتے ہیں اور بالکل ایسا ہو جاتا ہے کہ جیسے نو مسلم بالکل بے گناہ ہوتا ہے اس لئے کہ حدیث میں ہے التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ اور چونکہ تائب پر ایک حالت طاری ہوتی ہے اس لئے بزبان باز اس کو اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ

آنکہ تو مستش کنی و شیر گیر	گر ز مستی کژ رود عذرش پذیر
جس کو تو مست اور نیم مست کرے	اگر مستی کی وجہ سے ٹیڑھا چلے تو اس کا عذر قبول فرما

آنکہ تو مستش الخ۔ یعنی جس کو آپ مست کر دیں اگر وہ مستی کی وجہ سے کج چلے تو اسکا عذر مانو اور معذور سمجھنے سے مراد یہ ہے کہ اس کیساتھ معاملہ معذور کا فرمایئے کہ اسکی اس لغزش کو معاف فرما دیجئے۔ شیر گیر محاورہ ہے نیم مست کو کہتے ہیں اب آگے اس توبہ کے بعد خداوند کریم سے مدد کے طالب ہوتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ اگرچہ ہم گناہ کرتے کرتے اس درجہ اور اس حد کو پہنچ گئے ہیں مگر جب آپ ساتھ ہوں گے تو پھر کوئی خوف نہیں ہے اسی کو فرماتے ہیں بزبان باز کہ

گرچہ ناخن رفت چوں باشی مرا	برکنم من پرچم خورشید را
اگرچہ ناخن جاتے رہے (لیکن) جب تو میرا ہو گا	میں سورج کا جھنڈا اکھاڑ دوں گا

گرچہ ناخن رفت الخ۔ یعنی اگرچہ میرے ناخن نہیں رہے مگر جب آپ میرے ہیں (یعنی بادشاہ) تو میں خورشید کے پرچم اکھاڑ لاؤنگا مطلب یہ کہ اگرچہ معاصی کرنے سے میری وہ حالت نہیں رہی لیکن اگر آپ (یعنی اللہ تعالیٰ) میرے ہیں تو مجھے کچھ بھی غم نہیں اور میں بلند سے بلند مرتبہ تک پہنچ سکتا ہوں اور عالی سے عالی مقام تک میری رسائی ہوسکتی ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

ورچہ پرم رفت چوں بنوازیم	چرخ بازی کم کند در بازیم
گرچہ میرے پر جاتے رہے (لیکن) جب تو مجھے نوازدے	آسمان مجھ سے گردش میں بازی نہیں لے سکتا

ورچہ پرم الخ۔ اگرچہ میرے پر جاتے رہے مگر جب آپ مجھے نوازیں گے تو میری اڑان کے سامنے آسمان بھی بازی نہیں کرسکتا۔ یعنی اگرچہ میری حالت ہواؤ ہوس میں پھنس کر اور نااہلوں میں رہنے کی وجہ سے بہت ہی ردی ہوگئی ہے مگر جبکہ آپ میرے ہیں تو مجھے غم نہیں اس لئے کہ پھر تو میں اس قدر بلند پہنچ سکتا ہوں کہ آسمان بھی میری رسائی کے سامنے کم اور نیچا ہے اور میں بلند مراتب کو حاصل کرسکتا ہوں آگے فرماتے ہیں کہ

گر کمر بخشیم کہ را برکنم	گردہی کلکم علمہا بشکنم
اگر تو میرے پٹکا باندھ دے پہاڑ کو اکھاڑ دوں	اگر تو مجھے (قلم کا) پھرادیدے میں جھنڈے گرادوں

گر کمر بخشیم الخ۔ یعنی اگر آپ مجھے پٹکا عنایت فرمادیں تو میں کوہ کو اکھاڑ ڈالوں اور اگر ایک کلک عنایت ہو تو بڑے بڑے علموں کو توڑ ڈالوں۔ مطلب یہ کہ اگر اللہ کی طرف سے تھوڑی سی بھی مدد ہو تو نفس و شیطان کیا کر سکتے ہیں ان کے قلعوں کو اور ان کے علموں کو بالکل آسانی سے توڑ اور اکھاڑ سکتا ہوں آگے فرماتے ہیں کہ

آخر از پشہ نہ کم باشد تنم	ملک نمرودی بپر برہم زنم
آخر میرا جسم مچھر سے کم نہ ہوگا	نمرودی سلطنت کو پر سے زیر و زبر کر دوں

آخر از پشہ الخ۔ یعنی آخر مچھر سے تو میرا بدن کم نہیں ہے اور میں ملک نمرودی کو ایک پر سے درہم برہم کر دونگا مطلب یہ کہ آخر مچھر نے کہ جو اس قدر ضعیف ہے نمرود جیسے شوکت و جلال کے بادشاہ کے ملک کو تیری مدد سے تباہ کردیا تو میرا جثہ تو اس سے کچھ بڑا ہی ہے تو اگر مجھے آپ کی مدد ہوگی تو نفس و شیطان کے ملک کو تو درہم برہم کردونگا اور یہ مچھر ہرگز غالب نہیں آسکتے آگے اس مضمون سے منتقل ہوکر فرماتے ہیں کہ

در ضعیفی تو مرا بابیل گیر	ہر یکے خصم مرا چوں پیل گیر
کمزوری میں مجھے ابابیل سمجھ	میرے ہر مقابل کو ہاتھی جیسا سمجھ

در ضعیفے الخ۔ یعنی تم مجھے ضعف میں ابابیل کی طرح سمجھ لو اور میرے ہر دشمن کو ہاتھی کی طرح زبردست سمجھ لو لیکن

قدر فندق افگنم بندق خریق	بندقم در فعل صد چوں منجنیق
خندق کی بقدر پھاڑنے والا غلہ پھینکوں گا	میرا غلہ کام میں سو گوپھنو کی طرح ہوگا

www.besturdubooks.wordpress.com

قدر خندق الخ۔ یعنی میں ایک خندق کی برابر ایک غلہ جو چیرنے پھاڑنے والا ہوگا پھینکوں گا مگر وہ غلہ طاقت اور قوت میں سو منجنیق کے برابر ہوگا پس جس طرح کہ ابابیل کا ایک چھوٹا سا کنکر جس کے سر پر پڑتا تھا اس کو چیر پھاڑ کر نکل جاتا تھا اور یہ اسی لئے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے ہمراہ تھی پس جب میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہوگی تو میں بھی قوت میں اس طرح ہو جاؤنگا اور میں ایک بہت ہی تھوڑے سے کام سے نفس و شیطان کو زیر کر لونگا اس لئے کہ میرے اس ذرا سے کام میں تیری مدد کی وجہ سے بہت زیادہ قوت پیدا ہو جاویگی اور

گرچہ سنگم ہست مقدار نخود	لیک در ہیجانہ سر ماند نہ خود
اگرچہ جب میرا پتھر چنے کی بقدر ہے	لیکن جنگ میں نہ سر بچے گا نہ خود

گرچہ سنگم است الخ۔ یعنی اگرچہ میرا پتھر ایک چنے کے برابر ہے مگر لڑائی کے وقت نہ خود سر کو چھوڑے گا نہ خود بلکہ سب کو چیر پھاڑ ڈالے گا۔ مطلب یہ کہ اگرچہ میری قوت اور طاعت کچھ بھی نہیں مگر جب آپ کی مدد ساتھ ہوگی تو پھر تو میں نفس و شیطان کی لڑائی میں خوب اچھی طرح مغلوب کر سکتا ہوں آگے اسی مضمون کو ایک اور مثال سے ثابت اور مؤکد کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ

رفت موسیٰ در وغا با یک عصاش	زد بر اں فرعون و بر شمشیر ہاش
موسیٰ جنگ میں ایک لاٹھی لے کر گئے	اس کو فرعون اور اس کی تلواروں پر چلایا

موسےٰ آمد الخ۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام بھی تو لڑائی اور مقابلہ کے وقت صرف ایک عصا ہی لے کر تشریف لائے تھے مگر (چونکہ آپ کی مدد ان کے ساتھ تھی اس لئے) اسی عصا سے فرعون کو اور اس کی تلواروں وغیرہ سب کو مارا اور سب پر غالب ہوئے تو یہ برکت ساری آپ کی مدد کی ہے پس اگر میرے ساتھ بھی امداد ہوگی تو میں بھی نفس و شیطان سے مقابلہ میں غالب ہونگا آگے ایک اور نظیر پیش کرتے ہیں کہ

ہر رسولے یک تنہ کاں در زدست	بر ہمہ آفاق تنہا بر زدست
ہر پیغمبر تنہا جو اس جنگ میں داخل ہوا ہے	تمام جہان پر تنہا غالب آیا ہے

ہر رسولے الخ۔ یعنی ہر رسول اکیلے ہی آئے لیکن تمام عالم پر غالب ہوئے اس لئے کہ آپکی مدد ان کے ساتھ تھی آگے فرماتے ہیں کہ

نوحؑ چوں شمشیر درخواہید ازو	موج طوفاں کرد حق شمشیر او
نوحؑ نے جب اس (اللہ) سے تلوار چاہی	اللہ (تعالیٰ) نے طوفان کی موج کو ان کی تلوار بنا دیا

نوح چون شمشیر الخ۔ یعنی نوح علیہ السلام نے جب حق تعالیٰ سے شمشیر چاہی (کہ جس کے ذریعہ سے کفار پر غالب ہوں) تو اللہ تعالیٰ نے ان کی شمشیر طوفان کو بنا دیا۔ یعنی اس طرح ان کی مدد فرمائی اس طرح میری بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

مدد ہو تو میں بھی ان کفار سے یعنی نفس و شیطان سے لڑ کر غلبہ پاؤں اب آگے اس تائب کے قول سے انتقال فرما کر اللہ تعالیٰ کا قول بیان کرنے لگے اس لئے کہ ان پر ایک حالت طاری ہے۔ بس فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

چون دار و کس :اے مبتلائے آزمائش۔ اور اے مکلف جب کسی کو تیری فکر نہیں تو تجھے اپنا کام خود کرنا چاہیے۔ لوگوں کی تو یہ حالت ہے کہ ان میں اکثر آدم خوار و ضرر رساں ہیں پھر ان سے انتفاع کی کیا توقع ہو سکتی ہے تجھے تو ان کے سلام علیک سے بھی بچنا چاہیے نہیں معلوم اس میں بھی کیا راز ہے سب کے دلوں میں شیطان گھسا ہوا ہے اور اس نے ان کو اپنا گھر بنا لیا ہے ان شیطان آدمیوں کے فریب میں نہ آنا جس نے فریب شیطانی سے لاحول کھائی اور اس پر اطمینان کر لیا تو وہ اس گدھے کی طرح اپنے اور شیطان کے معرکہ اور مقابلہ میں سر کے ہی بل گرا اور شکست ہی کھائی کبھی کامیاب نہ ہوا اور جس شخص نے دنیا میں شیطان سے دھوکا کھایا اور اپنے اس دوست نما دشمن کی مکارانہ تعظیم اور دوسرے مکروں سے مغالطہ میں پڑا وہ راہ سلام اور پل صراط پر اس گدھے کی طرح اپنی بے ڈھنگی چال کی بدولت ضرور سر کے بل گرے گا پس اپنے اس برے دوست کی فریب آمیز باتیں نہ سننا اور زمین میں بے کھٹکے نہ چلنا۔ اے آدمی دیکھ تو سہی دنیا میں لاکھوں ابلیس ہیں جو اس خادم کی طرح لاحول پڑھ پڑھ کر فریب دیتے ہیں اور یاد رکھ کہ ایسی جگہ بھی تجھے شیطان ملے گا جہاں وہم و گمان بھی نہ ہو چنانچہ حضرت آدم کو بہکانے کے لئے سانپ کے اندر حلول کر کے جنت تک پہنچا تھا (مولانا نے اسی مضمون کی طرف آدما۔ ابلیس را در مار بین سے اشارہ کیا ہے) یہ تجھے جان دوست کہہ کر پکارتا اور میٹھی میٹھی باتیں کرتا ہے تجھے دھوکہ دیتا ہے تاکہ تجھے ہلاک کر دے جس طرح قصائی گائے کو فریب دے کر اور قدموں میں گرا کر گراتا ہے اور اس کی کھال نکال لیتا ہے یہ بھی اس طرح تجھے فریب دیتا ہے تاکہ تیری کھال نکالے اور تجھے موت روحانی میں مبتلا کرے۔ ہائے افسوس ان لوگوں کی حالت پر جو دشمنوں کے ہاتھ افیون کھا کر بے ہوش ہو جاتے ہیں اور ان کو اپنا کام کر گزرنے کا موقع دیتے ہیں یعنی وہ لوگ جو شیطان کے فریب میں آ کر عقل کھو بیٹھتے ہیں جس سے اس کو اپنی مقصد برآری کا پورا موقع ہاتھ آ جاتا ہے شیطان کی تو بالکل ایسی حالت ہے (جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں) جیسے قصائی کہ وہ فریب دے کر تیرا خون بہانا اور موت روحانی میں مبتلا کرنا چاہتا ہے جب تجھے معلوم ہو گیا کہ شیطان کی یہ حالت ہے اور اکثر آدمیوں میں شیطان حلول کئے ہوئے ہے تو بس تو کسی پر اعتماد نہ کر اور شیر کی طرح اپنا شکار خود کر اور اپنوں اور پرایوں کی ناز برداری چھوڑ ان نااہلوں اور کمینوں کی مراعات کو ایسا ہی سمجھ جیسے اس خادم کی مراعات اور سمجھ لے کہ نااہلوں کی ناز برداری سے عدم استعانت ہی بہتر ہے ہم پھر کہتے ہیں کہ دوسروں کی زمین میں گھر نہ بنا اور ان پر اعتماد نہ کر۔ بس اپنا کام کئے جا دوسروں کی فکر میں بھی مت پڑ اور جس

www.besturdubooks.wordpress.com

طرح دوسروں سے کام لینا چھوڑا ہے یوں ہی دوسروں کے کاموں میں مشغول بھی مت ہو (جس سے تیرے کاموں میں خلل پڑے اور جبکہ دوسروں کا کام اپنا ہی کام ہو تو وہ اس ممانعت میں داخل ہی نہیں جیسے ارشاد و ہدایت وغیرہ امور جو مامور من اللہ ہیں) عام بیگانوں کو تو تو جانتا ہے ایک خاص بیگانہ کو بھی ہم تجھے بتائے دیتے ہیں تو جانتا ہے وہ بیگانہ کون ہے وہ تیرا تن خاکی ہے جس کے لئے تو ہمیشہ مغموم رہتا ہے پس تو جب تک اس کے کام میں مصروف رہے گا اور اس کو چرب وشیریں لقمے کھلائے گا۔ تیری روح میں قوت اور موٹائی پیدا نہیں ہوسکتی یاد رکھ کہ جسم کی فکر تو بالکل ہی بے سود ہے اس لئے کہ اگر مشک کے انبار میں بھی اس کو رکھ دیا جائے تب بھی مرتے ہی اس میں بدبو آنے لگے گی لہٰذا بدن میں مشک بسانا بالکل بے سود ہے پس تو بدن میں مشک نہ لگا بلکہ دل پر مل دل پر لگانے کا مشک یہ متعارف مشک نہیں بلکہ وہ مشک حق سبحانہ کا نام پاک ہے۔ منافق حقیقی یا اعم من الحقیقی والشبیہ بہ بدن میں تو مشک لگاتا ہے مگر روح کو دوزخ میں جھونکتا ہے یعنی زبان پر تو خدا کا نام ہے لیکن اس کی روح میں اس کے کفر و بے ایمان حقیقی یا اعم منہ ومن الشبیہ بہ کی منوں نجاستیں اور گندگیاں بھری ہوئی ہیں اس کے اور اس کے ذکر کی ایسی مثال ہے جیسے گھوڑے پر سبزہ اور پیخانہ کی جگہ پر گل وسوسن وہاں وہ سبزہ یقیناً عاریت اور عارضی ہے ورنہ اصلی جگہ اس کی مجلس عیش وطرب ہے اس لئے کہ اچھی چیزیں اچھوں کے لئے ہیں اور بری بروں کے لئے۔ یہاں چونکہ نفس ردی اور بدباطنی کی مذمت کی تھی آگے بعض اخلاق ذمیمہ سے روکتے ہیں جن سے باطن میں برائی پیدا ہوتی ہے اور کینہ کی تخصیص مزید شناعت کی بناء پر ہے۔

کین مدار آنہا: کینہ نہ رکھنا کیونکہ جن کو کینہ نے راہ راست سے بھٹکا دیا ہے ان کی قبر کینہ داروں کے برابر بنائی جائے گی یعنی عالم برزخ میں ان کو مقارنت و مرافقت ایسے ہی لوگوں سے ہوگی اس لئے کہ وہی ان کے ہم مشرب ہیں۔ ایک وجہ تو اس کی برائی کی یہ تھی دوسری وجہ یہ ہے کہ نفس کینہ یعنی مرتبہ حقیقت کلیہ میں جو کہ اپنی افراد کے اعتبار سے مثل جڑ کے ہے مال کے لحاظ سے دوزخ ہے اور تیرا کینہ بھی اسی کل کی ایک شاخ اور اسی کلی کا ایک فرد ہے جس کو تشبیہاً کل وجزو کہہ دیا لہٰذا تیرا کینہ دوزخ کی شاخ اور جزو دوزخ ہوگا۔ تیسری وجہ خرابی کی یہ ہے کہ وہ تیرے دین کا دشمن ہے پس جبکہ یہ معلوم ہوگیا کہ تیرا کینہ نفس کینہ کا جزو اور اسکی ایک شاخ اور اس کلی کا ایک فرد ہے اور نفس کینہ دوزخ ہے تو اگر تو اس کینہ کا ملازم ہوگا تو تو بھی بمنزلہ جزو دوزخ کے ہوگا اور یہ سن رکھ کہ جزو اپنے کل ہی میں جا کے ٹھہرتا ہے تو اس سب کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگر تو کینہ کا ملازم ہوگا اور اس کو اپنے سے جدا نہ کریگا تو تیرا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور جبکہ کینہ اور اسی تقریر سے جزو دوزخ قرار پایا تو جو شخص کینہ ور نہیں لامحالہ جزو جنت ہوگا پس اگر تو جزو جنت ہے تو تیری مزیدار زندگی جنت کی طرح پائیدار ہوگی اور تو دنیا میں بھی راحت میں رہے گا۔ لعدم الموذی اور آخرت میں بھی چین سے رہے گا۔ یہ جو ہم نے کہا ہے کہ گورشان پہلوے کین داران نہند۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ الجنس یمیل الی الجنس عام قاعدہ ہے اور تلخ یقیناً تلخون ہی کے ساتھ ملحق ہوتا ہے اور

www.besturdubooks.wordpress.com

باطل بات باطل ہی کے ساتھ میل کھاتی ہے حق بات کے ساتھ اس کو لگاؤ نہیں ہوتا تو لازم ہے کہ کینہ دار بھی کینہ داروں ہی کے ساتھ ہوں (تنبیہ) اصل کینہ دوزخ ست کی دو توجیہیں ہوسکتی ہیں اول یہ کہ اصل سے مراد مرجع ہو اور دوسری یہ کہ اصل کینہ سے مراد نفس کینہ ہو اور اصل کی اضافت کینہ کی طرف بیانیہ من قبیل لجین الماء ہو اور دوزخ اس پر مبالغۃً محمول ہو لحاظ مال ہونے کی اور مولانا کا اصل کینہ کو دوزخ کہہ کر کہیں تو اس کا کل کا جزء کہنا اور پھر مخاطب کو اس کی صفت غیر منفکہ کی وجہ سے جزو دوزخ کہنا توجیہ ثانی کا مؤید ہے۔

اے برادر: چونکہ ہم نے اوپر اصلاح اعمال کی طرف تیری توجہ منعطف کی ہے اور افعال اختیاریہ کا صدور موقوف ہے عزم پر اور عزم کا تحقق موقوف ہے ادراک فعل پر جس کو ہم فکر کہتے ہیں اس لئے ہم کہتے ہیں کہ تو سراپا فکر ہے کیونکہ اصل الاصول فکر ہی ہے اور باقی سب اس کے توابع اور مدد معاون بمنزلہ ہڈی اور گوشت وغیرہ کے ہیں پس لازم ہے کہ تو اسکی اصلاح کرے اور تیرا فکر محمود ہو۔ اس لئے کہ اگر تیرا فکر گل کی طرح خوبی وحسن معنوی رکھتا ہوگا تو تو اس کو اپنے اندر رکھنے کے سبب گلشن کی طرح محبوب اور مرغوب ہوگا اور اگر وہ خار کی طرح نامرغوب ہے تو تو اس کے اشتمال کے سبب گلخن دوزخ کا ایندھن ہوگا اور اگر تو خوبی وحسن اندیشہ کے سبب گلاب ہے تو خوبان تجھے سر میں اور گریبان میں لگائیں گے یعنی نیک لوگ تیری قدر ومنزلت کریں گے اور اگر تو گندگی اندیشہ کے باعث پیشاب ہے تو وہ تجھے باہر پھینک دیں گے اور تیری کچھ عزت ووقعت نہ کریں گے چونکہ خیال کے حسن وقبح میں صحبت کو بھی بہت بڑا دخل ہے اس لئے صحبت نیک کی ترغیب دیتے ہیں اور صحبت بد سے تحذیر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں یاد رکھ کہ ہر چیز کے لئے ایک محل مناسب ہوتا ہے اور وہ پہلوے مجانس ہے عطار کے ڈبوں کو دیکھ کر متناسب اشیاء کے ڈبے پاس پاس ہوتے ہیں لہٰذا تو کوشش کر کے ناجنسوں کی صحبت سے نکل۔ اس لئے کہ صحبت ناجنس باعث ہلاکت ہے۔ جس ایک جنس اپنی ہم جنس کے ساتھ ملتی ہے تو اس تجانس سے ایک زینت پیدا ہوتی ہے اور وہ چیزیں ایک جگہ اچھی معلوم ہوتی ہیں اور جب ایک ناجنس دوسری ناجنس کے قرین ہوتی ہے تو اس سے ایک ناگوار صورت پیدا ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ جب کسی عطار کی دکان میں عود وشکر مل جاتے ہیں تو وہ ایک کو دوسرے سے الگ کرتا ہے اور ایک جا نہیں رہنے دیتا۔

طلبہا بشکست: ایک ناجنس کو دوسرے ناجنس سے جدا کرنا کچھ عطار وغیرہ ہی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ حق سبحانہ بھی یہی کرتے ہیں کیونکہ جب ارواح کے ڈبے ٹوٹے اور عالم ارواح سے جہان وہ اپنے اپنے مجانس کے ساتھ اقتران رکھتی تھیں جدا ہو کر عالم اجسام میں آئیں اور خلط ملط ہو گئیں تو حق سبحانہ نے انبیاء کو بھیجا کہ ان میں سے کفار اور مومنین کو باہم ایک دوسرے سے جدا کر دو اور انبیا کو کتابیں دیکر بھیجنے کا یہ مقصد تھا کہ یہ اشرف ذاتی یعنی مومنین جو اپنی ناجنس اور کفار میں خلط ملط ہو گئے ہیں ان کو چن کر طبق میں الگ رکھ دو اور ان کو شرف امتیاز بخشو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا کہ لوگوں کو حق کی دعوت دی کچھ لوگوں نے اس کو قبول کیا اور کچھ نے رد۔ اس طرح ہر دو

www.besturdubooks.wordpress.com

فریق جدا جدا ہو گئے ورنہ اس سے پیشتر مومن و کافر مسلمان اور یہودی سب یکساں دکھائی دیتے تھے اور ہم سب یکساں تھے کسی کو معلوم نہ تھا کہ ہم نیک ہیں یا بد۔ عالم میں کھرے کھوٹے کا یکساں چلن تھا اور عالم رات کی طرح تاریک تھا اور ہم رات میں چلنے والوں کی طرح اس میں اٹکل پچو چل رہے تھے حتیٰ کہ انبیاء کا آفتاب طلوع ہوا اور اس نے کھرے کو قبول کر لیا اور کھوٹے کو پھینک دیا یعنی مومنین کو شرف ملازمت بخشا اور کفار کو مردود و مطرود کیا۔

چشم واند فرق: انبیاء مومن و کافر میں کیونکر نہ تمیز کرتے اور نااہلوں کے ہاتھ سے اذیت کیوں نہ اٹھاتے حالانکہ وہ انسانوں میں بمنزلہ چشم ہیں اور چشم کا کام رنگوں میں امتیاز کرنا ہے چشم ہی پتھر اور لعل میں فرق کرتی ہے چشم ہی موتی اور خاشاک میں تمیز کرتی ہے یہ ہی وجہ ہے کہ آنکھ میں خس و خاشاک پڑ کر اس کو ایذا دیتے ہیں کیونکہ وہ ان کی قدر گھٹانے والی ہے اس طرح یہ عیار لوگ جو کھوٹے سکے چلانے کے عادی ہیں آفتاب انبیاء کے دشمن ہیں کیونکہ وہ ان کی قلعی کھولتا ہے اور یہ کان کے سونے (یعنی مومن لوگ) اس آفتاب کے عاشق ہیں اس لئے کہ وہ ان کی قدر بڑھاتا ہے اور انکی تعریف کا آئینہ ہے تا کہ اس سے اشرف و اعلیٰ کو اپنا علو مرتبت معلوم ہوتا ہے۔

حق قیامت: حق سبحانہ نے اس سبب سے قیامت کو یوم کہا ہے جس کے متعارف معنی روز اور دن ہیں کہ روز جس طرح سرخ و زرد کی حالت ظاہر کر دیتا ہے یوں ہی وہ سرخیوں اور زردیوں کو ایک دوسرے سے کامل طور پر جدا کر دیگا اور ظاہر کر دیگا کہ کون سرخ رو ہے اور کون زرد رو۔ جب یہ حالت روز متعارف کی ہے تو تو اندازہ کر سکتا ہے کہ اصل روز کی کیا حالت ہوگی اصل روز کیا ہے باطن اولیاء۔ اور روز متعارف اس روز کا مظہر ہے اور وہ روز اس کے لئے حقیقت اور ظاہر۔ اس روز کو ان کے روز سے کیا نسبت یہ تو ان کی چاندنی رات کے مقابلہ میں بھی ایسا ہے جیسا نور کے مقابلہ میں سایہ۔ ایک سایہ نہیں بلکہ بہت سے سایوں کا مجموعہ۔ تم کو یاد رکھنا چاہیے کہ روز متعارف کی روشنی اور شب تاریک کی تاریکی اپنی ذاتی نہیں بلکہ اولیاء اللہ کے اندر دو باتیں ہیں ایک نور باطن دوسری شان ستاری جسکا مقتضی ہے خفا جو مناسب ہے ظلمت کے اور جسکا مظہر ہے حجاب ظلماتی جسم پس دن ان کے نور باطن کا عکس اور اسکا مظہر ہے اور رات اس حجاب ظلمانی جسم کا عکس اور اسکا مظہر ہے یہ ہی وجہ ہے کہ حق سبحانہ نے ضحےٰ کی قسم کھائی ہے کیونکہ ضحیٰ سے مراد نور قلب مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا ہے اور مفسرین ضحیٰ اس ضحیٰ متعارف مراد حق سمجھتے ہیں ایک درجہ میں یہ بھی صحیح ہے اس صورت سے کہ اس کو مقسم بہ اس لحاظ سے کہا جائے کہ وہ عکس نور ضمیر مصطفےٰ ہے۔ ورنہ من حیث الذات وہ ذاتی ہے اور فانی من حیث الذات تو اس قابل بھی نہیں کہ حق سبحانہ کے کلام میں واقع ہو چہ جائیکہ مقسم بہ ہو کیونکہ مقسم بہ کو محبوب اور عزیز ہونا چاہیے حالانکہ خلیل فرماتے ہیں لا احب الآفلین تو رب جلیل احب الآفلین کیونکر فرما سکتے ہیں اور ضحیٰ سے ضحیٰ فانی من حیث الذات کیسے مراد لے سکتے ہیں جب کہ خلیل رب جلیل آفلین کو محبوب اور عزیز نہیں رکھتے تو رب جلیل آفلین کو ہرگز عزیز نہیں رکھ سکتے۔ اور ضحیٰ سے ذاتی من حیث الذات ہرگز مراد نہیں لے سکتے۔ چونکہ اوپر تم کو بتایا گیا ہے کہ رات میں تاریکی اولیاء اللہ کے حجاب ظلمانی سے آتی ہے یہی

www.besturdubooks.wordpress.com

وجہ ہے والیل میں لیل سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ستاری اوران کا تن خاکی زنگاری مراد ہے جو مظہر ہے ان کی شان ستاری کا جسکا مقتضی خفا ہے جو مناسب ہے ظلمت کے۔

آفتابش چون: آفتابش میں ضمیر شین راجع ہے ضمیر مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کی طرف۔ آفتاب سے مراد ذات حق سبحانہ ہے جو منور ضمیر ہے اور فلک سے مراد فلک الوہیت ہے برآمدن آفتاب ذات حق از فلک الوہیت کنایہ ہے تربیت ضمیر کی طرف متوجہ ہونے سے۔ باشب تن گفت میں تن کو ما ودعک کا مخاطب بنانے میں نکتہ یہ ہے کہ اصل باعث اس خطاب کا تن ہی ہے کیونکہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روح وغیرہ کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے وعدہ فرمالیا کہ میں کل جواب دوں گا اوران شاءاللہ سے ذہول ہو گیا۔ اس پر پندرہ روز تک وحی بند رہی کفار نے فقرے کسنے شروع کئے۔ رب محمد ودع محمدا۔ رب محمد قلی محمدا۔ آپ کو سخت ملال ہوا تسکین وتشفی کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔ والضحیٰ واللیل اذا سجیٰ ما ودعک ربک وما قلیٰ الخ پس منشاء اس آیت کا ذہول ہے جو کہ تعلق رکھتا ہے قوائے جسمانیہ سے۔ لہٰذا مورد عتاب ہونے کا توہم جسم ہی پر ہو سکتا ہے کہ وہی منشاء زلت ہے اس لئے اسی کو مخاطب بنا کر فرمایا گیا ما ودعک ربک وما قلی اور اصل مقصد ان اشعار کا دفع کرنا ہے اس شبہ کا جو ماسبق سے پیدا ہوا تھا یعنی یہ کہ جب جسم ظلمانی ہے تو اس کو حق سے بعد ہوگا اس کو یوں دفع فرماتے ہیں کہ جب اس ضمیر کا روشن کرنے والا آفتاب (یعنی ذات حق سبحانہ) سماء ربوبیت سے جلوہ گر ہوا اور تربیت کی جانب متوجہ ہوا تو جسم ظلمانی سے فرمایا کہ ضمیر روشن مصطفےٰ کی قسم اور اے جسیم کا للیل تیری قسم ہم نے تجھے چھوڑا نہیں اور تجھ سے ہمیں مخالفت نہیں کیونکہ تو گو تاریک ہے مگر ضمیر مصطفےٰ سے تعلق رکھتا ہے اور ان کی شان ستاری کا مظہر ہے لہٰذا خود بلائے ہجر ہی سے وصل پیدا ہو گیا اور اسی حلاوت وصل پر ماقلیٰ اور اسکا ماقبل ما ودعک دلالت کرتا ہے کیونکہ جب تودیع وقلیٰ کی نفی کی گئی تو اتصال وعلاقہ خود ثابت ہو گیا۔

ہر عبارت: ما ودعک ربک وما قلی وصل پر دال کیوں نہ ہوگا حالانکہ ہر عبارت اپنے مناسب ایک حالت اور ایک مقصد پر دلالت کرتی ہے (پھر یہ تو حق سبحانہ کی عبارت ہے) اور عبارت اور حال کی مثال ایسی ہے جیسے ہاتھ اور آلہ جس طرح آلہ ہاتھ کو بتلاتا ہے کہ ہاتھ کیسا ہے لکڑیاں چیرنے والا ہے یا زیور بنانے والا وغیرہ وغیرہ۔ یوں ہی عبارت بھی اپنے مناسب حال پر دلالت کرتی ہے جیسے ما ودعک وما قلیٰ وصل پر۔ لہٰذا آلہ کو ہاتھ کے مناسب اور عبارت کو حال کے مطابق ہونا چاہئے۔ ورنہ ہر دو بے جوڑ اور بے تکے ہونگے۔ چنانچہ سنار کا اوزار موتی کے ہاتھ میں یوں ہی بے جوڑ اور غیر مفید ہے جیسے ریت میں غلہ بونا اور موچی کے اوزار کسان کے ہاتھ میں یوں ہی نامناسب اور بے تکے ہیں جیسے کتے کے سامنے گھاس اور گدھے کے سامنے ہڈی۔ کچھ آلات درست یا عبارت ہی کی تخصیص نہیں بلکہ ہر چیز اپنے مناسب اور موافق کے ساتھ زیب دیتی ہے دیکھو منصور نے بھی انا الحق کہا اور فرعون نے بھی مگر منصور کے لئے باعث نور ہے۔ کیونکہ مقام فنا پر پہنچ کر اور اپنی ہستی کو مٹا کر کہا

تھا اور فرعون کے لئے جھوٹ ہو گیا کیونکہ اس نے اپنی ہستی کو قائم رکھ کر اور حق سبحانہ کی نفی کے لئے کہا تھا نیز دیکھو لاٹھی حضرت موسیٰ کے ہاتھ میں بھی تھی اور ساحر کے ہاتھ میں بھی مگر حضرت موسیٰ کے ہاتھ میں دلیل نبوت ہوئی اور ساحر کے ہاتھ میں بیکار اور لاشے محض۔ چونکہ ہر چیز اپنا مناسب اور موافق طلب کرتی ہے اسی لئے حضرت عیسیٰ نے اپنے ہمراہی کو اسم اعظم نہ بتلایا کہ اس کے مناسب نہ تھا اس لئے کہ اس کو بتلانے سے وہ اسم اس کو وہ کام تو دیتا نہیں جو حضرت عیسیٰ کو دیتا تھا لہٰذا وہ اس کو اسم کا نقص بتلاتا حالانکہ یہ اسم کا قصور نہیں بلکہ خود اسی میں شرط فاعلیت مفقود ہے مثلاً اگر کوئی پتھر کو گارے پر مارے تو آگ نہ نکلے گی کیونکہ محض اس لئے کہ منفعل قابل نہیں پس جب عدم قابلیت منفعل مانع ظہور اثر تاثیر ہے تو عدم قابلیت فاعلیت بالا دے مانع ہوگی۔ پس ہاتھ اور آلہ میں باہم ایسا ہی تناسب ہونا چاہیے جیسے پتھر اور لوہے میں اور جوڑ کی ضرورت ہے کیونکہ جب تک جوڑا (بیوی) نہ ہو بچہ پیدا نہیں ہو سکتا اس طرح اگر پتھر ہے اور اسکا جوڑ لوہا نہیں بلکہ گارا ہے تو آگ نہیں نکل سکتی یوں ہی اگر آلہ ہے مگر استعمال کرنے والا کامل نہیں تو آلہ کام نہ دیگا۔

آنکہ بے جفت: سب کے افعال کے نتائج کے حصول کے لئے ضرورت ہے جوڑہ اور آلہ کی لیکن جس کے لئے ضرورت نہیں وہ صرف ایک ذات ہے ایک ہم نے اس لئے کہا کہ ایک تو تیقن ہے اور تعدد میں شک ہے کیونکہ جو لوگ دو یا تین یا اس سے زیادہ آلہ کے قائل ہیں وہ سب ہمارے ساتھ ایک پر متفق ہیں اور اپنی احولی سے ایک کو دو یا تین سمجھتے ہیں اگر وہ احولی دفع ہو جائے تو سب یکساں ہو جائیں وہ دو یا تین ماننے والے بھی وحدانیت کے قائل ہو جائیں۔ اے مخاطب گو تو وحدانیت کا قائل ہے اور اس لئے حق پر بھی ہے مگر صرف وحدانیت کے دعوے پر اکتفا نہ کرنا کیونکہ حقیقت اعتقاد وحدانیت یہ ہے کہ تو اس کے میدان میں اس کے چوگان حکم سے گیند کی طرح گھومے اور ہمہ تن اس کا مطیع و منقاد ہو جب تک تجھ میں یہ کیفیت نہ پیدا ہوگی تو ناقص رہے گا کیونکہ تو واقع میں چوگان حکم خدا کے لئے مثل گیند کے ہے اور گیند اسی وقت ٹھیک اور نقصان سے پاک ہوتی ہے جبکہ بادشاہ کی ضرب کے سامنے جس طرح وہ چاہے اس طرح ناچے۔ اے احول ان باتوں کو خوب کان کھول کر سن لے اور دیدہ قلب کی دکان کی راہ سے جذب کر یعنی ہمارے نصائح تیرے دیدۂ قلب بیمار کے لئے کحل الجواہر ہیں ان کو غور سے سن اور دل میں جگہ دے کہ یہ تیرے دیدۂ بصیرت کو روشن کرینگی۔ اگر تو ایسا نہ کرے تو کچھ تعجب کی بات نہیں کیونکہ کلام پاک اندھے دلوں میں داخل نہیں ہوتا اور ان میں اثر نہیں کرتا بلکہ وہ ان دلوں میں داخل ہوتا ہے جن میں نور موجود ہے ہاں شیطانی باتیں ان ٹیڑھے دلوں میں گھر کرتی ہیں کیونکہ ان کو ان سے مناسبت ہے کہ یہ بھی ٹیڑھی ہیں وہ بھی ٹیڑھے پس ان کی اور ان کی ایسی مثال ہوئی جیسے ٹیڑھی جوتی اور ٹیڑھا پاؤں کہ باہمی تناسب کے باعث وہ جوتی اس پاؤں میں آجاتی ہے اور عدم تناسب کے باعث سیدھی جوتی نہیں آسکتی۔

گرچہ حکمت: چونکہ ہر چیز کا میلان اپنی مناسب کی طرف ہوتا ہے اس لئے اگر تو حکمت کو بار بار سیکھے یاد

www.besturdubooks.wordpress.com

کرے تو بھی وہ تیرے پاس نہ ٹھہرے گی اور تجھ سے دور بھاگے گی اگر تو اسکا اہل نہیں ہم پھر کہتے ہیں کہ اگر چہ تو حکمت کو لکھے نوٹ کرے اور مونچھوں پر تاؤ دے کر اس کو بیان کرے لیکن وہ تجھ سے اعراض ہی کرے گی اور بھاگنے کے لئے رسی تڑائے گی۔ (یا تو بھاگنے کا یہ مطلب ہے کہ اس کو آئے گی ہی نہیں اگر آ گئی تو جلد زائل ہو جائے گیا یا یہ کہ بوجہ اس کے غیر مؤثر ہونے کے تیرے لئے اسکا عدم وجود برابر ہوگا اور وہ بحالت حصول ایسی ہو گی گویا کہ نہیں ہے بلکہ بھاگ گئی) اور اگر تو پڑھے نہیں مگر تیرے اندر سوز اور اہلیت ہو تو علم تجھ سے مانوس اور تیرے ہاتھ پر پلا ہوا جانور ہے یعنی تیرے قابو میں ہے کیونکہ اس صورت میں تجھے علم لدنی حاصل ہوگا۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ علم نااہل کے پاس نہیں ٹھہرتا کیونکہ وہ محبوب حق سبحانہ اور بازشہ کی مثل ہے اور بازشہ دیہاتی کے گھر کیوں رہنے لگا اول تو جائے گا ہی نہیں اور اگر کسی وجہ سے چلا گیا تو رہے گا نہیں۔

علم آن بازست: پس اس علم کو جو نااہلوں کو حاصل ہوتا ہے تم اس باز کی مثل سمجھو جو بادشاہ سے بھاگ کر اس بڑھیا کے پاس آیا تھا جو اپنے بچوں کے لئے حریرہ پکانے کے واسطے آٹا چھان رہی تھی اس کا واقعہ یہ ہے کہ اس بڑھیا نے اس عمدہ اور پاکیزہ نسل باز کو دیکھا تو اس کو پکڑ لیا اور پکڑ کر اس کے پاؤں میں ڈور وغیرہ باندھ دیا اور پر کاٹ کر چھوٹے کر دیئے۔ ناخن سب تراش ڈالے کھانے کے لئے دوب سامنے ڈال دی اور کہا کہ نااہلوں نے تجھ سے موافقت نہ کی اور تیرے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا اس لئے تیرے پر بھی بڑھ گئے اور ناخن بھی بڑے بڑے ہو گئے اگر تو ایسے ہی نااہلوں کے پاس رہتا تو ان کے ہاتھ سے تو ضرور بیمار ہو جاتا تو نے بہت اچھا کیا کہ اپنی مادر مشفقہ کے پاس چلا آیا میں تیری غمخواری کروں گی اور تیری آسائش کا خیال رکھوں گی بس جس طرح بڑھیا کے پاس اس باز کی گت بنی یوں ہی نااہلوں کے پاس علم کی بنتی ہے۔ اس واقعہ سے جس طرح مضمون ماسبق کی تائید ہوتی ہے یوں ہی اس سے ایک اور نتیجہ بھی نکلتا ہے جس کو مولانا آگے بیان فرماتے ہیں۔

مہر جاہل را چنین: یعنی جو جاہل اور نادان کی محبت کو بھی بڑھیا ہی کی محبت کے مثل سمجھ کیونکہ جاہل ہمیشہ ٹیڑھا چلتا ہے پس اگر جاہل تیرے ساتھ ہمدردی کرے تو سمجھ لینا کہ انجام کار یہ تجھے اپنی نادانی سے کوئی صدمہ ضرور پہنچائے گا۔

روز شہ در جستجو: غرض کہ بادشاہ کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے ناوقت ہو گیا بالآخر اس بڑھیا اور اس کے ٹھکانے کی طرف چلا جب وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ باز دھوئیں اور گرد میں بیٹھا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر بادشاہ اس کی حالت پر گریہ وزاری کرنے لگا۔

گفت ہر چند: (تنبیہ) گفت ہر چند الخ میں جواب ہر چند بقرینۂ بیت سابق محذوف ہے فقط بادشاہ نے باز کو اس خستہ حالت میں دیکھ کر اس سے کہا کہ گو تیری اس حرکت کی کہ تو ہماری وفا میں ثابت قدم نہ رہا سزا تو یہ ہی تھی کہ تجھ پر رحم نہ کیا جاتا مگر ہماری شفقت و رحمت بیکراں کا تقاضا ہے کہ پھر تجھے اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں تجھے اتنی بھی سمجھ نہ ہوئی کہ جنت (ہمارے قصر معلی) کو چھوڑ کر دوزخ (اس بڑھیا کے گھر) کو اپنا ٹھکانا بنایا اور لایستوی اصحاب

النار و اصحاب الجنة کو بالکل بھول گیا جو اپنی ہر بات کی خبر رکھنے والے اور ہر قسم کی راحت پہنچانے والے بادشاہ کے پاس سے محض بلاوجہ اور باغیانہ بڑھیا کے گھر بھاگ جائے اس کی یہی سزا ہے جو تجھے ملی۔

گندہ پیر جاہل: اب نتیجہ حکایت کے طور پر نصیحت فرماتے ہیں کہ دنیاء دنی کو جاہل بڑھیا سمجھو پس جو شخص اپنے شہنشاہ حقیقی کو چھوڑ کر اس دنیاء دنی کی طرف مائل ہوگا وہ اس باز کی طرح ذلیل اور کودن ہوگا کہ اس نے جنت اطاعت کی قدر نہ کی اور دوزخ معاصی میں پھنس گیا اور لایستوی اصحاب النار و اصحاب الجنة کو یک لخت فراموش کر دیا۔ چونکہ دنیا خود بھی جاہل اور حق ناشناس ہے اور جاہلوں اور حق ناشناسوں ہی کی قدر بھی کرتی ہے اس لئے عاقل وہی ہے جس نے اس جاہل کے دام سے رہائی پائی کیونکہ جو شخص جاہل کا ہمراز و دمساز ہوگا اس کا آخر میں وہی حشر ہوگا جو اس شہباز کا ہوا تھا بس جبکہ اس نے اس کو پیشتر ہی سمجھ لیا تو یہ اس کی عقل کی دلیل ہے۔

بازے مالید: نصیحت سن چکے تو پھر اصل قصہ سنو وہ باز بادشاہ کے ہاتھ پر بیٹھا ہوا تملق والحاح کے طور پر اپنے پر بادشاہ کے ہاتھ پر مل رہا تھا اور گو زبان نہ تھی مگر بزبان حال کہہ رہا تھا کہ اے شاہ واقعی مجھ سے قصور ہوا اور میں نادم ہوں آپ مجھے قبول فرما لیجئے اور میرا قصور معاف کر دیجئے کیونکہ اگر آپ نیکوں ہی کو قبول کریں اور جن سے کوئی لغزش ہوگئی باوجود ندامت اور معذرت کے بھی آپ ان کو قبول نہ فرمائیں تو پھر ہم سے نالائقوں کا کہاں ٹھکانا ہے اور وہ کہاں جا کر روئیں اور کس جگہ زاری کریں ان کے لئے تو آپ کے در کے سوا کوئی ٹھکانا ہی نہیں۔ میری غلطی کی وجہ یہ تھی کہ بادشاہ سلامت کے الطاف خسروانہ نے ارتکاب جرائم پر دلیر کر دیا تھا کیونکہ حضور ہماری ہر برائی کو نظر انداز فرماتے ہیں جس سے وہ بوجہ عدم مواخذہ کے مثل نیکی کے ہو جاتی ہے پس اصل وجہ یہ تھی اس قصور کی۔

رو مکن زشتے: مجھے معلوم ہو گیا کہ باز کی اس غلطی کا باعث اس کی وہ جرأت تھی جو بادشاہ کے اس کی لغزشوں کو نظر انداز کرنے سے پیدا ہوئی تھی پس تجھ کو چاہیے کہ حق تعالیٰ کے عفو و درگزر سے مغرور ہو کر جرائم پر دلیر نہ ہو جائے برائی پر جرأت تو درکنار تجھ پر لازم ہے کہ اپنی طاعت پر بھی مغرور نہ ہو کیونکہ تو جس قدر بھی طاعت کرے گا لامحالہ وہ طاعت حق سبحانہ کی قدر عالی سے کم ہوگی لہٰذا وہ طاعت بوجہ کماینبغی نہ ہونے کے زشت ہوگی۔ تیری جرأت علی الجرائم کی وجہ عفو حق تو ہے ہی لیکن بڑی وجہ یہ ہے کہ تو نے اپنی خدمت کو مناسب سمجھا اور حب ذکر حق اور دعا تیرا معمول ہو گیا تو اس دعا کرنے سے تیرا دل مغرور ہو گیا اور غلطی میں پڑ گیا اور تو اپنے کو خدا سے ہم تخت سمجھ بیٹھا۔ ارے بہت سے لوگ اس گمان باطل سے حق سے جدا ہو گئے ہیں کیونکہ اول تو یہ خود بری بات ہے کہ عجب و خود بینی ہے دوسرے جب آدمی ایسا سمجھنے لگتا ہے تو وہ بدین خیال کسی معصیت میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ نیکیاں غالب ہیں تو ایک گناہ کیا ضرر پہنچائے گا اور وہ معصیت کسی دوسری معصیت کی طرف مفضی ہو جاتی ہے وہلم جرا اور بالآخر وہ مردود بارگاہ ہو جاتا ہے یا ایک ہی معصیت خذلان کا باعث ہو جاتی ہے (نعوذ باللہ منہ ونسالہ العصمۃ والتوفیق) دیکھ اپنی غلطیوں پر مواخذہ نہ ہونے پر اور اپنی ناقص طاعت پر جو ایک درجہ میں معصیت ہے کبھی مغرور

www.besturdubooks.wordpress.com

نہ ہونا کیونکہ اگر بادشاہ ذرہ نوازی کرے اور تیرے برابر زمین پر بیٹھ جائے تو تجھے اپنی حیثیت ملحوظ رہنی چاہیے اور خوب سنبھل کر بیٹھنا چاہیے اور اس کی اس ذرہ نوازی سے مغرور ہو کر گستاخ نہ ہونا چاہیے۔

باز گفت اے: باز کہتا تھا کہ اے بادشاہ میں قصور پر نادم ہوں اور اب توبہ کرتا ہوں کہ پھر ایسا نہ کرونگا اور از سر نو اطاعت کا عہد کرتا ہوں۔

آنکہ تو مستوش: اوپر باز کے بادشاہ سے معذرت کرنے کو بیان کیا تھا یہاں اپنے کو حق سبحانہ کا عاصی باز قرار دیکر اپنے شہنشاہ حقیقی سے معذرت اور مناجات فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے شہنشاہ حقیقی میں گو عاصی ہوں لیکن مجھے تیرے الطاف فراوان اور رحمت بیکراں اور بے انتہا چشم پوشی نے مغرور کر دیا اور اس بنا پر میں حقیقت معصیت کو پیش نظر نہ رکھ سکا۔ پس بوجہ عدم تمیز بین الشفع والضرر کے میں کبھی مثل مست اور کبھی مثل نیم مست کے ہو گیا چونکہ میں تیری شان رحیمی اور عفو پر بھولا ہوا تھا اس لئے مجھ سے خطائیں ہو گئیں۔ پس اے اللہ تو میرا عذر قبول فرما اور مجھ پر رحم کر۔ گو معصیت کے سبب میری استعداد ناقص ہو گئی اور اس نے میرے قوی محرکہ الی الطاعات کو مضمحل کر دیا لیکن میں بالکل ناکارہ نہیں ہوا گو میرے ناخن جاتے رہے اور قوی محرکہ الی الطاعات خراب ہو گئیں لیکن اگر تو میرا ہو جائے اور تیری توفیق اور امداد میری مساعد ہو تو میں اب بھی پرچم آفتاب کو اکھیڑ سکتا ہوں یعنی اس پر تصرف کر سکتا ہوں اور گو میرے پر جاتے رہے یعنی میری وہ قوتیں خراب ہو گئیں جن سے میں عروج روحانی کرتا لیکن اگر تیری نوازش ہو تو میری سرعت حرکت اور گردش کے مقابلہ میں فلک ابھی کیا گردش کر سکتا ہے اور اگر تو مجھے اپنی خدمت گاری کا پٹکا عنایت کرے تو اب بھی پہاڑ کو اکھیڑ سکتا ہوں اور مشکل سے مشکل طاعت کو انجام دے سکتا ہوں اور اگر تو مجھے قلم عنایت کرے تو صرف قلم سے فوجوں کے جھنڈوں کو توڑ سکتا ہوں (توضیح اس کی یہ ہے کہ ملازمین شاہی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک اہل قلم دوم اہل شمشیر و اہل شمشیر کو فوجوں کو شکست دینے کی سلطنت کی طرف سے پوری قوت حاصل ہوتی ہے اور اہل قلم کو پوری قوت نہیں ہوتی لیکن وہ بادشاہ کی ملازمت میں ہوتے ہیں اور ان کو بادشاہ کی حمایت حاصل ہوتی ہے جب یہ معلوم ہو چکا تو ان اب سمجھو کہ مولانا فرماتے ہیں کہ اے اللہ اگر تو مجھے اپنی ملازمت میں لے لے اور اپنی حمایت میں داخل کر لے تو میں صرف اسی حمایت اور تعلق کی بناء پر لشکر شیطانی کو شکست دے سکتا ہوں اور مجھے کسی آلہ کی ضرورت نہیں) اے اللہ میں کیسا ہی گیا گزرا سہی مگر پھر بھی مچھر سے تو کم نہیں میں تیری حمایت کے بھروسہ پر ایک پر اور معمولی قوت سے نمرود نفس و شیطان کی باجبروت سلطنت کو تلپٹ کر سکتا ہوں یہ بھی سہی کہ میں کمزوری میں ابابیل ہوں اور میرا دشمن نفس و شیطان قوت میں ہاتھی ہے لیکن میں خندق کے برابر توڑ کر نگل جانے والی گولیاں پھینکوں گا اور میری ہر گولی سو قلعہ شکن گولیوں کا کام کرے گی اگرچہ میری گولی چنے کے برابر ہے اور قوت مزاحمت بہت کمزور ہے لیکن جنگ با نفس و شیطان میں نہ حریف کے پاس سر رہے گا نہ خود۔ سب کا صفایا ہو جائے گا اور دشمن کو کامل شکست ہو گی۔ صاحبو میں نے جو کچھ کہا ہے یہ واقعی امر ہے لفاظی نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

واقعی حمایت خداوندی میں یہ ہی قوت ہے اور اسی امداد اور حمایت کی صورت میں مجھ سے ان باتوں کا صدور کچھ بھی مستبعد نہیں بلکہ اس کی نظریں موجود ہیں دیکھو موسیٰ علیہ السلام فرعون کے مقابلہ میں ایک لاٹھی ہی تو لے کر آئے تھے اور ان کے پاس کیا تھا لیکن چونکہ حمایت خداوندی شامل حال تھی اس لئے اسی سے اس کو تہس نہس کر دیا اور اس کی تلواروں کا بھی ستیاناس کر دیا نیز جس ایک رسول نے تمام عالم کا مقابلہ کیا ہے آخر اس نے تمام عالم پر اکیلے ہی تو حملہ کیا ہے۔ اور دیکھو نوح علیہ السلام نے جب حق سبحانہ سے دشمنوں کے مقابلہ کے لئے تلوار مانگی تھی تو حق سبحانہ نے موج طوفان ہی کو توان کے لئے تلوار بنا دیا تھا اور جو پانی کہ مادۂ حیات ہے اسی کو توآلۂ ممات بنا دیا تھا جب یہ واقعات موجود ہیں تو اگر اس کی حمایت سے مجھ سے بھی مذکورہ بالا کارنامے ظہور میں آئیں تو کیا بعید ہے۔

شرح شبّیری

احمد اخود کیست اسپاہ زمیں	ماہ بیں بر چرخ وبشگافش جبیں
اے احمد! یہ زمین کے سپاہی کیا ہیں؟	آسمان پر چاند کو دیکھ اور اس کی پیشانی چیر دے

احمد اخود کیست الخ۔ یعنی (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) اے احمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ سپاہ زمین کیا چیز ہیں ہم نے آپ کو ایسی قدرت دی ہے کہ آپ آسمان پر چاند کے دو ٹکڑے کر ڈالے۔

تابداند سعد ونحس بے خبر	دور دور تست نے دور قمر
تاکہ نیک بخت اور جاہل بدبخت جان لے	یہ تیرا دور دورہ ہے نہ کہ قمر کا

تابداند سعد الخ۔ یعنی تاکہ ہر بے خبر نیک و بد جان لے کہ یہ زمانہ آپ کا ہے اور دور قمر نہیں ہے مطلب یہ کہ اول تو دور قمر کوئی شے تھا ہی نہیں لیکن اگر اس کو کچھ مان بھی لیا جائے کہ کچھ تھا تو اب نجومی وغیرہ کو معلوم ہو جائے کہ اب آپ کا دور آ گیا اور ان چاند سورج کی قدرت وغیرہ سب باطل ہو گئی آگے اس مضمون سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کی تعریف کی طرف منتقل ہوتے ہیں بس فرماتے ہیں

دور تست ایرا کہ موسیٰ کلیم	آرزومی برد زیں دورت مقیم
یہ تیرا دور ہے اسی لئے موسیٰ کلیم (اللہ)	تیرے اس دور میں مقیم ہونے کی آرزو کرتے تھے

دور تست آنر الخ۔ یعنی آپ کا وہ دور ہے کہ موسیٰ کلیم علیہ السلام ہمیشہ آپ کے دور میں ہونے کی آرزو رکھتے تھے یہ اشارہ معلوم ہوتا ہے ایک حدیث کی طرف جو کہ ابو نعیم نے حلیہ میں روایت کی ہے وہ یہ ہے کہ حدیث عن انسؓ فی حدیث طویل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال تعالیٰ یا موسیٰ نبی بنی اسرائیل انہ من لقینی. ھو جاحدًا باحمد ادخلتہ النار ولو کان ابراھیم خلیلی و موسی کلیمی قال و من احمد. قال یا موسی و عزتی و جلالی ما خلقت خلقا اکرم علی منہ کتبت اسمہ مع اسمی فی العرش قبل

www.besturdubooks.wordpress.com

ان اخلق السموات و الارض و الشمس و القمر بالفی الف سنة و عزتی و جلالی ان الجنة لمحرمة علے جمیع خلقی حتی یدخلها محمد صلی اللہ علیہ وسلم و امتہ قال موسیٰ و من امتہ قال الحما دون یحمدون اللہ صعوداً و ھبوطا و علی کل حال یشدون اوساطهم و یطهرون اطرامهم صائمون بالنهار رهبان باللیل اقبل منهم الیسیر و ادخلهم الجنة بشهادة ان لا الہ الا اللہ قال موسی یارب اجعلنی بنی تلک الامة قال نبیها منها قال فاجعلنی من امة قال استقدمت و استاخر ساجمع بینک و بینه فی دار الجلال رواہ فی الحلیہ۔ یعنی انسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اے موسیٰ بنی اسرائیل سے کہہ دیجئے کہ جو شخص میرے پاس منکر باحمد صلی اللہ علیہ وسلم آویگا اس کو میں دوزخ میں جھونک دونگا۔ خواہ وہ ابراہیمؑ میرے خلیل اور موسیٰ میرے کلیم ہی کیوں نہ ہوں اس پر موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ احمد کون ہیں ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ قسم ہے میری عزت وجلال کی کہ میں نے کوئی مخلوق ان سے زیادہ مکرم پیدا نہیں کی اور ان کا نام اپنے نام کے ساتھ عرش میں آسمان وزمین شمس وقمر کی پیدائش سے کروڑوں برس پہلے لکھ چکا ہوں اور قسم ہے اپنی عزت وجلال کی جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت جنت میں داخل نہ ہولیں گے اس وقت تک جنت تمام میری مخلوق پر حرام ہے موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ ان کی امت کون ہے ارشاد ہوا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں ہر حالت میں چڑھتے ہوئے بھی اور اترتے ہوئے بھی اور اپنی کمر عبادت کے لئے کسے ہوئے ہیں اور اپنے ہاتھ منہ وغیرہ پاک رکھتے ہیں دن کو صائم ہوں گے اور رات کو رہبان ہوں گے میں ان سے تھوڑی سی عبادت بھی قبول کرلونگا اور ان کو لا الہ الا اللہ کہنے پر جنت میں داخل کردونگا۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ پھر اس امت کا نبی مجھے کردیجئے ارشاد ہوا کہ اس کا نبی تو ان میں سے ہی ہوگا۔ پھر عرض کیا کہ اچھا مجھے ان کی امت میں سے کر دیجئے ارشاد ہوا کہ تم پہلے ہوگئے ہو اور وہ بعد میں آئیں گے لیکن میں تم کو دارالجلال میں ان کے ہمراہ جمع کردونگا۔ انتہیٰ۔ پس یہاں اس شعر میں مولانا کو اس حدیث کا جزو اخیر مقصود ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے آپ کے دور میں ہونے کی تمنا کی یا اللہ مجھے ان کی امت میں سے کردیجئے۔ پس معلوم ہوا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا دور مبارک وہ ہے کہ جس کی تمنا انبیاء نے کی ہے آگے بھی اسی مضمون کو بیان فرماتے ہیں کہ

چونکہ موسیٰ رونق دور تو دید	کاندرو صبح تجلی می دمید
چونکہ موسیٰ نے تیرے دور کی رونق دیکھی	کہ اس میں تجلی کی صبح چمکتی ہے

چونکہ موسیٰ الخ۔ یعنی جب کہ موسیٰ علیہ السلام نے آپ کے دور مبارک کی رونق دیکھی اس میں انوار و تجلیات صبح کی طرح ظاہر وروشن تھے تو فرمانے لگے کہ

گفت یارب ایں چہ دور رحمت ست	آں گذشت از رحمت اینجا رویت ست
کہا اے خدا یہ کیسا رحمت کا دور ہے؟	وہ تو رحمت سے (بھی) بڑھ گیا اس جگہ تو دیدار ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت یارب الخ۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے الٰہی یہ کیسا رحمت کا زمانہ ہے اور کیسا مبارک ہے اور وہ رحمت سے گزر کر فرمانے لگے کہ یہاں تو رویت ہے کہ کھلم کھلا ظاہر طور پر رحمت کا نزول ہوتا ہے اس کے بعد پھر دعا فرماتے ہیں کہ

غوطۂ خور موسیاً اندر بحار	وزمیان دور احمدؐ سر بر آر
اے موسیٰ! سمندروں کے اندر غوطہ لگا	اور احمد کے دور کے درمیان سر ابھار دے

غوطہ دہ الخ۔ یعنی اے الہ العالمین آپ اپنے موسیٰ کو رحمت کے دریاؤں میں غوطہ دیجئے اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اپنے موسیٰ کو کر دیجئے اس پر ارشاد ہوا کہ

شرح حبیبی

اوپر حضرت موسیٰ وحضرت نوح کے کارنامے بیان کئے تھے جو ان سے بتائید الٰہی ظہور میں آئے تھے اب اس تائید الٰہی کا مذکور فرماتے ہیں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوئی چنانچہ فرماتے ہیں کہ احمد پیارے۔ دیگر انبیاء کے تصرفات تو زمین ہی تک محدود تھے اور آپ کے سامنے سیاہ زمین کیا چیز ہے آپ تو اس تائید الٰہی سے جو آپ کے لئے حاصل ہے آسمان پر چاند کی پیشانی کو اشارہ انگشت شہادت سے دو نیم کیجئے تاکہ ہر سعید۔ اور جاہل منحوس وشقی کو معلوم ہو جائے کہ آج کل آپ کا دور دورہ ہے نہ کہ چاند وغیرہ کا۔ جیسا کہ منجم سمجھتے ہیں۔ آپ کے دور کی کیا بات ہے یہ وہ دور ہے جس کی موسیٰ کلیم اللہ باینہمہ عظمت وجلال ہمیشہ آرزو کرتے تھے جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے آپ کے زمانہ کی رونق کا مشاہدہ کیا اور دیکھا کہ آپ کا دور نور الٰہی سے جگمگا رہا ہے اور صبح کے مانند پرنور بنا ہوا ہے تو فرمایا کہ اس کو صرف رحمت کا دور نہیں کہا جا سکتا بلکہ وفور انوار وتجلیات وکثرت قرب کے سبب اس کو تو دور رویت کہنا بجا ہے اے اللہ اپنے موسیٰ کو کسی سمندر میں غوطہ دے اور جناب احمدؐ کے دور میں نکال یعنی کوئی ایسی صورت کہ میں اس دور سے اس دور میں پہنچ جاؤں۔

شرح شبّیری

گفت یا موسیٰ بداں بنمودمت	راہ آں خلوت بداں بکشودمت
(اللہ نے) فرمایا اے موسیٰ اسی لئے میں نے تمہیں دکھایا ہے	اس خلوت کا راستہ تم پر اسی لئے کھولا ہے

گفت یا موسیٰ الخ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ میں نے تم کو اس لئے دکھلایا ہے اور اس خلوت کی طرف اسی لئے راہ کھول دی ہے تاکہ

گر توزاں دوری دریں دور اے کلیم	پا بکش زیرا دراز است ایں گلیم
اے کلیم اگرچہ تو اس دور سے دور ہے (لیکن) اسی میں ہے	پیر پھیلا دے اس لئے کہ یہ کملی دراز ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

13

کہ تو زان دوری الخ۔ یعنی تم اس زمانہ میں بھی اسی دور میں سے ہو اور خوب پاؤں پھیلاؤ اس لئے کہ یہ کمبل خوب دراز ہے یعنی تم کو اس زمانہ میں بھی اس زمانہ کی برکات حاصل ہونگی اور یہ دریائے رحمت تو خوب وسیع ہے اس میں تم کمی سے مت ڈرو بلکہ خوب اچھی طرح مانگو اور حاصل کرو وہ برکات تم کو خوب حاصل ہونگی اور میں نے تم کو اسی لئے دکھلایا ہے تا کہ تم مطمع کر کے اس کو مانگو اور پھر میں تم کو دوں اس لئے کہ میری یہی عادت ہے کہ

من کریم ناں نمایم بندہ را	تا بگریاند طمع آں زندہ را
میں کریم ہوں بندہ کو روٹی دکھا دیتا ہوں	تا کہ اس زندہ کو لالچ رلا دے

من کریم الخ۔ یعنی میں تو کریم ہوں اور بندہ کو روٹی اس لئے دکھلاتا ہوں تا کہ وہ اس کو دیکھ کر مانگے اور روے۔ مطلب یہ کہ میں تو کریم ہوں اور میں تو اپنے بندوں پر رحمت کرنا چاہتا ہوں مگر اول ذرا دکھلاؤ کہ طمع دلاتا ہوں اس کے بعد جب اس کو پوری طرح شوق ہو جاتا ہے اور وہ شوق اس قدر ترقی کرتا ہے کہ یہ بندہ رونے لگتا ہے تو میں اس وقت اس کو دیتا ہوں تا کہ اس کی قدر ہو اور شکر کرے اور دیکھو اس کی تو ایسی مثال ہے جیسے کہ ماں اور بچہ ہوتے ہیں کہ

بنی طفلے بمالد مادرے	تا شود بیدار و وا جوید خورے
ماں بچے کی ناک ملتی ہے	تا کہ جاگ جائے اور کھانا مانگے

بنی طفلے الخ۔ یعنی ماں بچے کی ناک ملتی ہے تا کہ بیدار ہو کر اپنی خوراک مانگے مطلب یہ کہ جس طرح ماں چاہتی ہے کہ بچے کو غذا دے مگر اول اس کو سونے سے جگاتی ہے جس کی وجہ سے وہ خلاف عادت ہونے سے روتا ہے بس جیسے ہی وہ رویا اور اس نے فوراً اس کو غذا دیدی اس طرح ہم ہیں کہ اول بندہ کو نعمتیں اور رحمتیں دکھلاتے ہیں جب وہ ان کو مانگتا ہے اور مچلتا ہے اور رونے لگتا ہے اس وقت اس کو عطا فرما دیتے ہیں اور وہ ماں اس لئے بچہ کو جگاتی ہے کہ

کو گرسنہ خفتہ باشد بے خبر	واں دو پستاں می چکد از مہر در
کہ وہ بھوکا بے خبر سویا ہوا ہوتا ہے	اور دونوں پستان محبت سے دودھ ٹپکاتے ہیں

کو گرسنہ الخ۔ یعنی اس لئے وہ جگاتی ہے کہ وہ بچہ بھوکا سو گیا ہے اور اس ماں کے دونوں پستان مہربانی کی وجہ سے ٹپک رہے ہیں پس اس کو جگا کر وہ پستان اس کے منہ میں دیدیتی ہے اس طرح چونکہ ہماری رحمت جوش کھاتی ہے اور چاہتی ہے کہ کہیں نازل ہو پس اس وقت ہم نعمتیں اپنے بندہ کو دکھلاتے ہیں اور جب وہ مانگتا ہے تو اس کو عطا فرما دیتے ہیں آگے بھی یہی مضمون ہے کہ

کنت کنزاً رحمۃً مخفیۃً	فابتعثت امۃً مھدیۃً
میں رحمت کا ایک چھپا ہوا خزانہ تھا	تو میں نے ایک ہدایت یافتہ امت پیدا کی

کنت کنزا الخ۔ یعنی میں ایک کنز تھا رحمت مخفی پس میں نے امت مہدیۃ بھیجی اشارہ ہے کنت کنزاً مخفیاً

www.besturdubooks.wordpress.com

محاجبت ان اعرف خلقت الخلق کی طرف مطلب یہ کہ چونکہ میں خزانہ رحمت مخفی تھا اور اس رحمت کا اقتضاء یہ تھا کہ کسی پر نازل ہو اور یہ کہ میں پہچانا جاؤں تو بس میں نے ایک امت مہدیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو بھیجا اس لئے کہ یہ امت معرفت میں کامل ہے لہٰذا خلقت میں بھی مقصود وزیادہ ہوگی آگے مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو تم کو نعمتیں دکھلاتے ہیں وہ اسی لئے تا کہ تم کو عطا فرمائیں فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

حق سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ میں نے ان کرامات وبرکات عہد مصطفوی کو تجھ پر اسی لئے ظاہر کیا ہے اور اس خلوت خانہ کا راستہ تیرے لئے اسی واسطے کھولا ہے کہ تو اس دور کی کرامات وبرکات سے متمتع ہو کر اسی دور میں اس دور سے ہو جائے پس تو مطمئن رہ کیونکہ یہ قلیم دور مصطفویٰ بہت وسیع ہے اس لئے اس کے فیوض وبرکات سے متمتع ہونا صرف ارباب آن عہد تک محدود نہیں بلکہ دوسرے لوگ بھی مستفید ہو سکتے ہیں ہم کریم ہیں اس لئے جب بندہ کو روٹی دکھلاتے ہیں تو ہم کو دینا مقصود ہوتا ہے اور دکھلانا اس لئے ہوتا ہے کہ دیکھ کر اس کو لالچ آئے اور وہ اس کی خواہش اور طلب میں روئے اور پھر ہم اس کو دے دیں اور طلب وخواہش کے بعد دینے کی وجہ یہ ہے کہ جو شے طلب وشوق کے بعد حاصل ہوتی ہے وہ زیادہ محبوب ومرغوب اور قابل قدر ہوتی ہے لیکن یہ عادت دائمی کلی نہیں بلکہ بلا طلب بھی بہت کچھ دیتے ہیں) ہمارے اس طرز کو منافی شفقت ورحمت نہ سمجھنا کیونکہ اسکی نظیر خود تمہارے درمیان میں بھی موجود ہے۔ ان کی شفقت ورحمت میں کسی کو کلام نہیں لیکن جب بچہ بھوکا سو جاتا ہے تو مادر مشفقہ کی پستان میں دودھ جوش مارتا ہے اور ٹپکنے لگتا ہے پس اس بچہ کی نیند سے بیدار ہونے اور رونے کی تکلیف کی کچھ پرواہ نہیں کرتی بلکہ باقتضائے شفقت وافرہ ورحمت متکاثرہ اس کی ناک مل کر اس کو جگاتی اور بیدار کرتی ہے تا کہ وہ اٹھے اور غذا ڈھونڈے۔ پس جس طرح ان کی رحمت جوش کرتی ہے اور وہ بچے کو خواب خوش سے کہ مشابہ عدم ہے ہٹاتی اور طلب پر آمادہ کرتی ہے یوں ہی میں بھی رحمت کا ایک پوشیدہ مخزن تھا اور وہ طالبین کی خواستگار تھی اور طالبین خواب عدم میں تھے لہٰذا میں نے اصالۃً تو ایک امت مہدیہ (امت مصطفویہ) کو اس خواب سے اٹھایا اور تبعاً اوروں کو بھی بیدار کیا اور وجود میں لایا تا کہ وہ آثار رحمت کے طالب ہو کر ان سے بہرہ ور ہوں۔

شرح شبیری

ہر کراماتے کہ میجوئی بجاں	او نمودت تا طمع کردی دراں
جن حلاؤں کو تو جان (و دل) سے چاہتا ہے	اس نے وہ تجھے دکھا دیں تا کہ تو ان کا لالچ کرے

ہر کراماتے الخ۔ یعنی کہ جو نعمت اور جو رحمت کہ تم جان ودل سے تلاش کرتے ہو اس کو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دکھلا دیئے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں تا کہ تم اس کے حصول کی تمنا کرو اور اس میں طمع کرو آگے پھر مولانا نعمت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں فرماتے ہیں کہ

چند بت بشکست احمدؐ در جہاں	تا کہ یارب گوی گشتند امتاں
احمدؐ نے دنیا میں چند بت توڑے	تو امتیں یارب کہنے والی بن گئیں

چند بت بشکست الخ۔ یعنی احمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے ہی بت توڑ ڈالے یہاں تک کہ یارب کہنے والے بہت ہو گئے امت میں سے اور اگر حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو یہ شرف کہاں حاصل ہوتا اسی کو فرماتے ہیں کہ

گر نبودے کوشش احمدؐ تو ہم	می پرستیدی چو اجدادت صنم
اگر احمدؐ کی کوشش نہ ہوتی تو بھی (اے مخاطب)	اپنے باوا دادا کی طرح بت پوجتا

گر نبودے الخ۔ یعنی اگر احمد صلی اللہ علیہ وسلم وسلم کی کوشش نہ ہوتی تو آج تم بھی اپنے باپ دادا کی طرح بت پرست ہوتے اب تم کو ان کا شکر گزار ہونا لازم ہے کہ انہوں نے تمہارے سر کو سجدہ بتان سے چھڑایا فرماتے ہیں کہ

ایں سرت وارست از سجدہ صنم	تا بدانی حق او را بر امم
تیرا یہ سر بت کو سجدہ کرنے سے بچ گیا	خبردار! امتوں پر ان کے حق کو سمجھ لے

ایں ست وارست الخ۔ یعنی تمہارا یہ سر بتوں کے سامنے سجدہ کرنے سے چھوٹ گیا تا کہ تم اس کا حق اور امتوں پر سمجھو اور اس کا شکریہ ادا کرو اور اس شکر کی برکت سے اس بت باطن سے بھی چھوٹ جاؤ فرماتے ہیں کہ

گر بگوئی شکر ایں رستن بگو	کز بت باطن ہمت برہاند او
اگر تو اس کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہے تو کر	تا کہ اندرونی بت سے بھی تجھے چھٹکارا دلا دے

گر بگوئی الخ۔ اگر تم اس چھوٹنے کا شکر کہو تو کہنا چاہیے کہ اسکی برکت سے بت باطن سے بھی وہی تم کو چھڑا دیں گے آگے فرماتے ہیں کہ

مر سرت را چوں رہانید از بتاں	ہم بداں قوت تو دل را وا رہاں
جس طرح اس نے تیرے سر کو بتوں سے آزاد کر دیا	اسی طاقت کے ذریعہ سے تو دل کو (بت پرستی سے) آزاد کر

مر سرت را الخ۔ یعنی جب اس نے تمہارے سر کو بتوں سے بچایا تو اسی قوت سے وہ تمہارے دل کو بھی چھڑا دیں گے آگے مولانا اس سے انتقال فرماتے ہیں اور ہماری غفلت کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ

سر ز شکر دیں ازاں برتافتی	کز پدر میراث ارزاں یافتی
دین کے شکریہ سے تو نے اس لئے منہ موڑا ہے	کہ تو نے باپ سے سستی میراث پا لی ہے

سر ز شکر الخ۔ یعنی دین کے شکریہ سے اس لئے سرتابی کرتے ہو کہ باپ دادا سے مفت میں پالیا ہے اس کی کچھ قدر نہیں ہے اگر کچھ محنت اور مشقت کر کے حاصل کیا ہوتا تو اس کی قدر ہوتی اور جس کو مفت کی چیز ملا کرتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

وہ یوں ہی بے قدری کیا کرتا ہے فرماتے ہیں کہ

مرد میراثی چہ داند قدر مال	رستمے جاں کند مجاں یافت زال
وراثت پانے والا انسان مال کی قدر کیا جانے؟	رستم نے جان کھپائی' بوڑھی نے مفت حاصل کر لیا

مرد میراثی الخ۔ یعنی جس کو مال میراث میں ملا ہو وہ اس کی قدر کیا جانے دیکھو رستم نے تو جان کندنی سے پیدا کیا اور زال کو مفت میں ملے گیا تو خوب گل چھرے اڑائے پس اس طرح ہم کو بھی دین اس طرح ملے گی ہے کہ باپ مسلمان دادا مسلمان تو ہم بھی مسلمان اگر خود حاصل کرتے تو اس کی قدر ہوتی اب اس سے انتقال فرماتے ہیں اور رجوع کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے قول کی طرف کہ اللہ تعالیٰ نے فرماتے ہیں کہ جب کوئی روتا ہے اور طلب کرتا ہے تو ہمارا دریائے رحمت جوش میں آتا ہے پس فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

اب مولانا حسب عادت نصیحت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جس قدر فیوض و برکات کا تو جان و دل سے طالب ہے وہ اسی کی دکھلائی ہوئی ہیں اور اسی کی توفیق مساعدت سے تیرا جی ان کے لئے للچاتا ہے حتیٰ کہ تیرا اسلام بھی اسی نمائش کا نتیجہ ہے چنانچہ اس نے رسول کو بھیجا۔ انہوں نے حق کی طرف دعوت دی اور بہت سے بتوں کو توڑا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امتی خدا کو پکارنے لگے تو یہ کس شے کا نتیجہ ہے صرف اسی نمائش اور مساعدت کا اگر حق سبحانہ کی طرف سے نمائش اور تحریک نہ ہوتی اور وہ رسول کو نہ بھیجتے اور رسول اس قدر کوشش نہ کرتے تو تو بھی اپنے آباؤ اجداد کی طرح بت پوجتا' کاہے کو اسلام سے واقف ہوتا اور کیونکہ اسے طلب کرتا۔ اصل احسان تو حق سبحانہ کا ہے مگر چونکہ اس کا ظہور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ہوا ہے کہ ان کی کوشش سے تیرا سر سجدۂ بت سے چھوٹا ہے اس لئے تجھ کو جاننا چاہیے کہ آپ کا حق امتیوں پر کیا ہے اور جہاں تک تجھ سے ہو سکے اس نعمت رہائی کا شکر زبان سے بھی ادا کر اور جوارح سے بھی اور قلب سے بھی اور طریقہ شکر یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو کمال اتباع مصطفوی میں ساعی ہو اس شکر کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کی برکت سے بت باطن کی پرستش اور اتباع نفس سے بھی نجات پا جائے گا کیونکہ شکر سے منعم نعمتوں میں اضافہ کرتا ہے چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں لئن شکرتم لازیدنکم۔ جس قوت کے ذریعہ سے تو نے اپنے سر کو سجدۂ بتان سے چھڑایا ہے اسی قوت کے طفیل اور اسی کے اتباع و موافقت سے تو دل کو بت باطن اور اتباع نفس سے چھڑا کیونکہ اس کے سوا اور کوئی ذریعہ ہی نہیں اب تک جو تو نے شکر دین سے اعراض کیا ہے اور اس کی قدر نہیں کی اس کی وجہ یہ ہے کہ باپ کی بدولت تجھ کو بلا مشقت اور بلا طلب مال مل گیا ہے یعنی تو مسلمان کے گھر پیدا ہوا اس لئے تو بھی مسلمان ہو گی اور نہ اگر تجھے طلب کے بعد ملتا اور تو اس کے حاصل کرنے میں مشقتیں برداشت کرتا تب تجھے قدر ہوتی جس

شخص کو ترکہ میں مال ملتا ہے اس کو اسکی قدر نہیں ہوتی۔ وہاں تو یہ ہوتا ہے کہ ایک حوصلہ منداور بہادر اس کی تحصیل میں مصائب اور مشقت برداشت کرتا ہے اور ایک کم حوصلہ اور نا قادر علی الاکتساب مفت میں قابض ہو جاتا ہے

ع گل چھرے اڑائے کوئی دولت ہو کسی کی

شرح شبّیری

چوں بگریانم بجوشد رحمتم	آں خروشندہ نیوشد نعمتم
جب میں رلاتا ہوں میری رحمت جوش مارتی ہے	وہ رونے والا سن لیتا ہے" میں نعمت ہوں"

چوں بگریانم الخ۔ یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب میں رلاتا ہوں تو یری رحمت جوش مارتی ہے اور وہ گریہ زاری کرنے والا (میری نعمتوں کو بزبان حال) یہ کہتے ہوئے سنتا ہے کہ میں نعمت ہوں (تو رومت میں آ گئی) اور اگر ہم کو عطا فرمانا مقصود نہ ہوتا تو ہم دکھلاتے ہی کیوں اسی کو فرماتے ہیں کہ

گر نخواہم داد خود نمایمش	چونش کردم بستہ دل بکشایمش
اگر میں دینا نہ چاہوں تو اسکو نہ دکھاؤں	جب میں اس کو تنگدل بناتا ہوں تو اس دل کو کشادہ کر دیتا ہوں

گر نخواہم داد الخ۔ یعنی اگر میں دینا نہ چاہتا تو میں دکھلاتا بھی نہیں اور جب (اس دکھلانے کی وجہ سے) اس کو بستہ دل کیا ہے تو اس کو ہم بھی کھولیں گے یعنی جب بندہ دیکھ کر طامع ہوا اس کے حصول کا اور پھر حاصل نہ ہونے سے رنجیدہ ہوا ہے تو اس رنجیدگی اور بستہ دلی کو ہم ہی کھولیں گے اور یہاں جو حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب ہم نے دکھلایا ہے تو اس کو عطا بھی فرما دیں گے تو یہاں موسیٰ علیہ السلام کو جو کمالات ملے ہیں وہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے کمالات سے مستفاد ہیں اس لئے کہ یہ مسلم ہے کہ جس قدر کمالات ہیں ان میں اصل تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات ہیں اور پھر ان سے مستفید دیگر انبیاء بھی ہیں لہٰذا موسیٰ علیہ السلام کو بھی ان ہی کمالات میں سے حصہ ملا ہے آگے پھر اسی مضمون کو کہ بعد طلب اور آہ وزاری کے رحمت جوش میں آتی ہے بیان فرماتے ہیں کہ

رحمتم موقوف آں خوش گریہ ہاست	بعد ازاں از بحر رحمت موج خاست
میری رحمت خوب رونے پر موقوف ہے	اس کے بعد رحمت کے دریا سے موج اٹھتی ہے

رحمتم موقوف آن الخ۔ یعنی میری رحمت ان گریوں کے اوپر موقوف ہے اور جب کوئی روتا ہے تو ابر رحمت سے موج اٹھتی ہے۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب تک منت وزاری اور طلب نہ ہوگی اس وقت تک ہماری رحمت کو جوش نہ ہوگا۔ پس طلب ہونی چاہیے پھر دیکھو کہ کس طرح رحمت نازل ہوتی ہے آگے مولانا اس مضمون کو ایک نظیر سے موکد فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تا نگرید ابر کے خندد چمن	تا نگرید طفل کے جوشد لبن
جب تک ابر نہ روئے چمن کب ہنستا ہے؟	جب تک بچہ نہ روئے دودھ کب جوش مارتا ہے؟

تا نگرید ابر کے الخ۔ یعنی جب تک ابر روتا نہیں اس وقت تک چمن ہنستا نہیں اور جب تک لڑکا نہیں روتا اس وقت تک دودھ کو جوش نہیں ہوتا مطلب یہ کہ دیکھو یہ امر تو حق تعالیٰ اور بندہ ہی میں مخصوص نہیں ہے بلکہ دوسری اشیاء میں پایا جاتا ہے کہ دیکھو جب تک بارش نہیں ہوتی (جو کہ مثل ابر کے رونے کے ہے) اس وقت تک چمن میں شادابی پیدا نہیں ہوتی اور جب تک بچہ نہیں روتا اس وقت تک پستان مادر میں دودھ جوش نہیں کھاتا پس اس طرح جب بندہ کی طرف سے طلب ہوتی ہے اسی وقت حق تعالیٰ کی طرف سے نزول رحمت ہوتا ہے آگے اسی کی تائید میں ایک حکایت بیان فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

پھر مضمون سابق کی طرف عود فرماتے ہیں یعنی حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ جب میں رلاتا ہوں تو میری رحمت جوش میں آتی ہے اور وہ گریہ زاری کرنیوالا (میری نعمت کو بزبان حال) یہ کہتے سنتا ہے کہ میں نعمت ہوں (تو رومت میں آ گئی) جب مجھے دینا مقصود ہوتا ہے تب ہی میں دکھلاتا ہوں۔ اور جب میں اس کو دل گرفتہ اور مغموم اور محزون کرتا ہوں تو اس کے دل کو کھول بھی دیتا ہوں اور مسرور و محظوظ بھی کر دیتا ہوں لیکن ہماری رحمت اس گریہ وزاری پر موقوف ہوتی ہے جو ہم کو بھلی معلوم ہوتی ہے اور جب وہ رونے لگتا ہے تو ہمارا بحر رحمت موجیں مارنے لگتا ہے پھر اس کو محروم نہیں کرتے (لیکن یہ طرز عمل وہیں ہوتا ہے جہاں اس کے خلاف میں کوئی مصلحت مانعہ نہ ہو ورنہ بلا طلب بھی دیتے ہیں) اب مولانا فرماتے ہیں کہ فی الحقیقت رونا ایک عجیب خاصیت اور عجیب تاثیر رکھتا ہے دیکھو جب تک ابر نہ روئے گا چمن کیونکر ہنس سکتا ہے (یعنی جب بارش نہ ہو باغ میں سرسبزی اور شادابی کیونکر پیدا ہو سکتی ہے اور اس میں پھول کیونکر کھل سکتے ہیں) اور جب تک بچہ نہ روئے دودھ کیسے جوش مار سکتا ہے پس معلوم ہوا کہ رونے میں عجیب تاثیر ہے۔

شرح شبّیری

حلوا خریدن شیخ احمد خضرویہ از جهت خریماں بالہام حق تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کے الہام سے شیخ خضرویہ کا قرض خواہوں کے لئے حلوا خریدنا

از جوانمردیکہ بود او نامدار	بود شیخ دائماً او وام دار
اس سخاوت کی وجہ سے جس میں وہ مشہور تھے	ایک شیخ ہمیشہ قرض دار رہتے تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

بود شیخے دائما الخ۔ یعنی ایک شیخ تھے اور وہ ہمیشہ اپنی جوانمردی کی وجہ سے قرضدار رہا کرتے تھے اس لئے کہ وہ نامدار تھے از جوانمردی علت ہے وامروار کی مطلب ظاہر ہے

وہ ہزاراں دام کردے از مہاں	خرج کردے بر فقیران جہاں
وہ مالداروں سے ہزاروں قرض لیتے تھے	دنیا بھر کے فقیروں پر خرچ کر دیتے تھے

وہ ہزاران الخ۔ یعنی دس دس ہزار بڑے لوگوں سے قرض لیا کرتے تھے (اور اس کو) فقیران جہاں پر خرچ کر دیا کرتے تھے۔ وہ ہزاروں سے مراد عدد نہیں ہے بلکہ مطلب یہ کہ امراء سے بہت زیادہ قرض لے لیا کرتے تھے اور پھر اس کو غرباء فقراء کی خدمت میں خرچ کر دیتے تھے۔

ہم بوام او خانقاہے ساختہ	جان و مال و خانقہ در باختہ
انہوں نے قرض ہی سے خانقاہ بنائی تھی	گھر بار اور خانقاہ (قرض میں) کو بیچے تھے

ہم بوام او الخ۔ یعنی قرض ہی سے ایک خانقاہ بھی بنوائی تھی اور خدا ندان اور خانقاہ سب ہارے ہوئے خان ومان۔ اہل وعیال مطلب یہ کہ انہوں نے قرض ہی سے ایک خانقاہ بھی بنوائی تھی اور اپنا اہل وعیال اور خانقاہ وغیرہ سب چیزیں خدا کے واسطے لٹادی تھیں اور جو ان کے پاس تھا سب خدا کی راہ میں وہ خرچ کرتے تھے۔

احمد خضرویہ بودے نام او	خدمت عشاق بودے کام او
ان کا احمد خضرویہ تھا	(خدا کے) عاشقوں کی خدمت ان کا کام تھا

احمد خضرویہ الخ۔ یعنی احمد خضرویہ ان کا نام تھا اور ان کا مقصد (اس قرض لینے سے) عاشقان الٰہی کی خدمت کرنا تھا۔ کام مقصد۔

دام او را حق زہر جائی گزارد	کرد حق بہر خلیلؑ از ریگ آرد
اللہ (تعالیٰ) ان کے قرض ہر جگہ سے اتار دیتا تھا	خدا (تعالیٰ) نے (حضرت) ابراہیم کیلئے ریت سے آٹا کر دیا

وام او را الخ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے قرض کو ہر جگہ سے ادا فرما دیتے تھے (اور دیکھو) حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ریت سے آٹا بنا دیا مطلب یہ کہ ان کے قرض کے ادا ہو جانے کو کچھ مستبعد مت سمجھنا اس لئے کہ خداوند تعالیٰ کی قدرت تو اس سے کہیں زیادہ ہے دیکھو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے لئے ریت سے آٹا بن گیا تھا سو اگر ان کا قرض ادا ہو جاتا تھا تو کیا بعید ہے آگے مولانا اس حکایت سے انتقال فرما کر انفاق فی سبیل اللہ کے فضائل بیان فرماتے ہیں

گفت پیغمبر کہ در بازار ہا	دو فرشتہ می کنند از دل دعا
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ بازاروں میں	دو فرشتے دل سے دعا کرتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت پیغمبر الخ۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بازاروں میں ہمیشہ دو فرشتے ندا کرے ہیں کہ

کاے خدا تو منفقاں را دہ خلف	وے خدا تو ممسکاں را دہ تلف
کہ اے خدا تو خرچ کرنے والوں کو عوض دے دے	اے خدا تو بخیلوں کو ہلاکت دے دے

کاۓ خدا الخ۔ یعنی اے خدا (تو اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے والوں کو تو عوض عنایت فرما اور اے خدا تو (اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے) بخل کرنے والوں کو تلف کر دیجئے مطلب یہ کہ اے اللہ جو تیری راہ میں خرچ کرنیوالے ہیں ان کو تو اسکا عوض اور مال دے کہ وہ اور خرچ کریں اور آخرت میں بھی ان کو اس کا عوض عطا فرما اور جو لوگ بخیل ہیں اور تیری راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کے مال کو تلف فرما کہ فضول اور بیکار ہے اور یہ مضمون حدیث کا ہے آگے فرماتے ہیں کہ

خاصہ آں منفق کہ جاں انفاق کرد	حلق خود قربانی خلاق کرد
خصوصا وہ خرچ کرنے والا جس نے جان خرچ کی	اپنے گلے کو اللہ (تعالی) کی قربانی بنایا

خاصہ آن الخ۔ یعنی خاص کر وہ خرچ کرنے والا کہ جان کو خرچ کرے اور اپنے حلق کو پیدا کرنیوالے کی قربانی کردے مطلب یہ کہ جو لوگ کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے والے ہیں ان کی تو یہ فضیلت ہے جیسا کہ مضمون حدیث سے معلوم ہوا مگر خاص کر وہ لوگ بہت زیادہ خرچ کرنیوالے اور افضل ہیں کہ جو اپنی جانیں خدا کی راہ میں قربان کر دیتے ہیں آگے پھر اسی کو فرماتے ہیں کہ

حلق پیش آورد اسمٰعیلؑ وار	کارد بر حلقش نیارد کردگار
(حضرت) اسماعیل کی طرح اس نے گلا پیش کر دیا	خدا اس کے گلے پر چھری نہ چلائے گا

حلق پیش الخ۔ یعنی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی طرح حلق سامنے لے آئے ہیں (پس اس اطاعت اور تسلیم کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ ان کے حق پر چھری نہیں چلنے دیتے۔ مطلب یہ کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کہنے سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اپنی جان دینا منظور کر لیا تھا اور خدا کی راہ میں قربان ہونے کے لئے تیار ہو گئے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے اس تسلیم و رضا کی وجہ سے ان پر چھری نہ چلنے دی اور ان کو زندہ و سلامت رکھا بلکہ ان کی جگہ دنبہ آ گیا جیسا کہ مشہور ہے اس طرح جو لوگ خدا کی راہ میں اپنی خواہشات نفسانی کو مٹا دیتے ہیں اور مجاہدات و ریاضات کرتے ہیں خداوند کریم ان کو بھی حیات ابدی عنایت فرماتے ہیں آگے اسی مضمون پر تفریع فرماتے ہیں کہ

پس شہیداں زندہ زیں رویند و خوش	تو بداں قالب بمنگر گبروش
پس شہید اسی لئے زندہ اور خوش ہیں	تو ان کے (خالی) قالب کو کافر کی طرح نہ دیکھ

www.besturdubooks.wordpress.com

پس شہیدان الخ۔ یعنی پس شہداء اسی وجہ سے زندہ اور خوش ہیں اور تو اس قالب کو گبر کی طرح مت دیکھ مطلب یہ کہ چونکہ جو لوگ اپنی خواہشات کو مٹا دیتے اور ترک کر دیتے ہیں اور اپنی جان کو جان نہیں سمجھتے ان کو حق تعالیٰ ایک حیات ابدی عنایت فرماتے ہیں اسی لئے جو لوگ شہید ہوتے ہیں اور اپنی جان راہ حق میں قربان کر دیتے ہیں وہ ہی خوش اور زندہ رہتے ہیں وہ ہی خوش اور زندہ رہتے ہیں چونکہ یہاں یہ شبہ ہوتا تھا کہ شہداء کو حیات کہاں نصیب ہوتی ہے بلکہ وہ تو مر جاتے ہیں اس کا دفعیہ فرماتے ہیں کہ گبر کی طرح اس قالب ظاہری کو مت دیکھو کہ اس کو موت آ گئی ہے بلکہ ان کو جو حیات حاصل ہوئی ہے وہ حیات حقیقی ہے اگرچہ موت ناسوتی اور بدنی ان پر طاری ہوئی ہو لیکن حقیقۃً وہ زندہ ہی ہوتے ہیں اور ان کی زندگی کا یہ اثر ہوتا ہے کہ ان کا بدن خراب نہیں ہوتا جس سے معلوم ہوا کہ ان کو بدن کے ساتھ ہی کچھ تعلق باقی رہتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ

چوں خلف دادستشاں جان بقا	جان ایمن از غم و رنج و شقا
چونکہ انکو (اللہ تعالیٰ نے) باقی رہنے والی جان عوض میں دیدی ہے	وہ جان جو غم اور رنج اور بدبختی سے محفوظ ہے

چون خلف داد ست الخ۔ یعنی جب کہ عوض میں ان کو جان بقا عنایت ہوگئی ہے ایسی جان جو کہ غم اور رنج اور شقاوت سے بے خوف ہے (بس وہ زندہ ہیں اور خوش ہیں) یہاں چوں خلف داد بست الخ کی جزا محذوف ہے اور دال علی الجزاء پس شہیدان الخ ہے لہٰذا مطلب یہ ہو گیا کہ چونکہ جن لوگوں نے مجاہدات و ریاضات کر کر کے اپنی خواہشات نفسانی کو بالکل کالعدم کر دیا ہے اس کے عوض ان کو ایسی باقی اور پائیدار زندگی حاصل ہوگئی ہے کہ جس میں نہ رنج ہے نہ غم ہے نہ شقاوت ہے اس لئے وہ بالکل خوش اور زندہ ہیں اور یہاں یہ شبہ نہ ہو کہ ارواح تو عامہ مسلمین کی بلکہ کفار تک کی باقی رہیں گی پھر ان کی تخصیص کیا ہے اس لئے کہ اگرچہ ارواح کفار بھی رہیں گی مگر ان کا رہنا کالعدم ہے کیونکہ ان کے لئے ارشاد ہے لایموت فیھا ولا یحیی کہ نہ ان کی زندگی ہی ہوگی اور نہ موت ہی آوے گی پس اس کا اعتبار نہیں کیا گیا اور عامہ مسلمین کی ارواح کی حیات چونکہ اس قدر قوی نہیں ہیں جیسے کہ ان شہداء کی ارواح کی ہے اس لئے ان کا بھی اعتبار نہیں کیا گیا آگے پھر قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

یہاں سے گریہ کی فضیلت بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گریہ کی برکت کے متعلق ایک حکایت سن۔ ایک بزرگ اس سبب سے کہ وہ فضیلت سخاوت سے معزز و ممتاز تھے۔ ہمیشہ قرضدار رہتے تھے ہزاروں روپیہ سیٹھوں سے قرض لیتے اور فقیروں پر صرف کر دیتے قرض ہی سے ایک خانقاہ بھی بنائی تھی قرض ہی میں اپنا سارا گھر بار اور خانقاہ سب کھو چکے تھے احمد خضرویہ ان کا نام تھا اور اہل اللہ ہی کی خدمت ان کا مطمع نظر تھا۔ حق سبحانہ ان کے قرض کو کہیں سے نہ کہیں سے ادا کرا دیتے تھے ان کے نزدیک یہ امر کچھ بھی دشوار نہیں کیونکہ ان کی تو وہ قدرت کاملہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ انہوں نے ریت کو آٹا کر دیا تھا یعنی ریت سے آٹا دلا دینا جب آسان ہے تو کسی شخص سے روپیہ دلا دینا کون سی بڑی بات ہے اور یہ خرچ کرنا ان کا کچھ مذموم نہ تھا بلکہ محمود تھا اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ دو فرشتے بحکم خداوندی بازاروں میں ہمیشہ یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ العالمین تو سخی کو اس کے خرچ کردہ مال کا بدلہ عنایت فرما اور بخیل کے مال کو تباہ و برباد کر اس دعا کی مقبولیت اور اس بنا پر عام طور پر اسخیا کو بدل ملنا ضرور ہے بالخصوص وہ سخی جس نے اپنی جان صرف کی ہے اور اپنے گلے کو خلاق عالم کے لئے قربان کر دیا ہے اور اس کے خنجر ناز کے لئے اسمٰعیل علیہ السلام کی طرح گلا سامنے کر دیا ہے یعنی اپنے کو مرضیات حق سبحانہ میں فنا کر دیا ہے اس کو تو بالا و لٰی بدل ملے گا کہ حق سبحانہ اس کے حلق پر چھری نہ چلائیں گے اور اس فنا کے معاوضہ میں اس کو بقا بخشیں گے پس یہ شہیداں خنجر ناز اس لئے زندہ اور خوش اور مصداق لاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عندربھم یرزقون فرحین بما انھم اللہ ہیں کہ حق سبحانہ نے اس کے بدلے میں ان کو جان اتقاء بخشی ہے۔ تو جانتا ہے۔ جان اتقاء کیا ہے۔ وہ وہ جان ہے جس کو نہ رنج کا کھٹکا ہے نہ محرومی کا پس خبردار تو ان سے جسم کی خستگی پر کافروں کی طرح ہرگز نظر نہ کرنا اور اس سے ان کی حقارت پر استدلال نہ کرنا ان کی تو یہ شان ہے۔ رب اشعث اغبر مدفوع بالباب لو اقسم علی اللہ لابرہ۔ او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم

شرح شبیری

شیخ وامی سالہا ایں کار کرد	می ستد می داد ہمچوں پائمرد
قرض لینے والے شیخ نے سالوں یہ کام کیا	مستقل مزاج کی طرح لیتے دیتے رہے

شیخ وامی الخ۔ یعنی قرض والے شیخ نے برسوں یہ کام کیا اور جوانمردی کی طرح داد و ستد کرتے تھے مطلب یہ کہ جس طرح جواں مرد بے فکر ہو کر کام کرتے ہیں اس طرح یہ قرضدار شیخ بھی قرض لیتے تھے اور پھر اس کو ادا کر دیتے تھے آگے فرماتے ہیں کہ

تخم ہامی کاشت تا روز اجل	تا بود روز اجل میر اجل
مرنے کے دن تک (نیکیوں کی) تخم ریزی کرتے رہے	تاکہ موت کے دن بڑے سردار بنیں

تخم ھاے کاشت الخ۔ یعنی موت کے دن تک تخم (عمل) بوتے تھے تاکہ موت کے دن بہت بڑے میر ہوں مطلب یہ کہ وہ اخیر عمر تک یہ داد و دہش کرتے رہے تاکہ خدا تعالیٰ کے یہاں ان کا مرتبہ بلند ہو اور ایک بہت بڑے بزرگ اور میر اپنے انفاق کی وجہ سے ہوں آگے فرماتے ہیں کہ

چونکہ عمر شیخ در آخر رسید	در وجود خود نشان مرگ دید
جب شیخ کی آخری عمر آ گئی	انہوں نے اپنے جسم میں موت کے آثار دیکھے

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ عمر شیخ الخ۔ یعنی جبکہ شیخ کی عمر آخر کو پہنچی اور انہوں نے اپنے اندر موت کی نشانیاں دیکھیں تو

وام داران الخ۔ یعنی ان کے گرد قرض خواہ جمع ہو کر بیٹھ گئے اور شیخ خود بخود خوش اور شمع کی طرح پگھلنے والے تھے مطلب یہ کہ جب تک ان کی عمر آخر ہوئی اور ان کو بھی معلوم ہو گیا کہ اب زندگی نہیں رہی تو اس وقت سب قرض خواہ اپنا قرض مانگنے آئے مگر شیخ خوش تھے اس لئے کہ جانتے تھے کہ خداوند کریم دینے والا ہے وہی دے گا اور جس طرح شمع پگھلا کرتی ہے مگر روشن ہوتی ہے اس طرح شیخ بعجہ اس کے کہ روح تحلیل ہو رہی تھی پگھل رہے اور گھل رہے تھے مگر شمع کی طرح روشن اور خوش بھی تھے پس جبکہ قرض خواہوں نے دیکھا کہ یہ تو مرے اور قرض کس سے ملے گا تو

وام خواہاں گرد او بنشستہ جمع	شیخ بر خود خوش گدازاں ہمچو شمع
قرض خواہ ان کے گرد جمع ہو کر بیٹھ گئے	شیخ شمع کی طرح اپنے آپ میں پگھل رہے تھے

وام داران الخ۔ یعنی قرض خواہ ناامید اور غصہ میں ہو گئے اور دل کا درد جگر کے درد کے ساتھ مل گیا مطلب یہ کہ جس طرح درد دل اور درد جگر دونوں مہلک ہیں اور جب دونوں جمع ہو جائیں تو اور بھی زیادہ مہلک ہیں اس طرح ان قرض خواہوں کی حالت تھی کہ بہت ہی مصیبت میں تھے اور کبھی غصہ آتا تھا کہ ایسے کو قرض دیا ہی کیوں تھا اور کبھی ناامید ہوتے تھے غرض کہ ایک عجیب مصیبت میں مبتلا تھے اور درد دل اور درد جگر سے مراد خود درد نہیں ہے بلکہ کئی مصیبتوں کا جمع ہونا ہے جیسا کہ ظاہر ہے جب ان کی یہ حالت ہوئی تو شیخ اپنے دل میں کہنے لگے کہ

وام خواہاں گشتہ نومید و ترش	درد دلہا یار شد با دردشش
قرض خواہ ناامید اور ناراض تھے	دلوں کا درد پھیپھڑے کے درد کا ساتھی ہو گیا تھا

شیخ گفت الخ۔ یعنی شیخ کہنے لگے کہ ان بدگمانوں کو تو دیکھو (کہ ابھی سے گھبرائے جاتے ہیں) کیا حق تعالیٰ کے پاس چار سو دینار بھی سونا نہیں ہے مطلب یہ کہ خدا پر بھروسہ ہونا چاہیے وہی دے گا مگر معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کا یہ گمان ہے کہ خدا کے پاس چار سو دینار بھی نہیں اس لئے کہ اگر یہ گمان نہ ہوتا تو اس قدر پریشان کیوں ہوتے یہی سمجھتے کہ خدا دے گا یہاں تو یہ ہو رہا تھا ادھر ایک لڑکا حلوہ بیچ رہا تھا اسی کو فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

قرض کے عادی بزرگ برسوں یہی کام کرتے ہیں اور نہایت استقلال کے ساتھ لین دین جاری رکھا کہ امرا سے لیتے اور فقرا کو دیتے فی الحقیقت وہ موت کے روز ثمرات حاصل کرنے کے لئے بیج بو رہے تھے تا کہ وہ ان ثمرات کی بدولت موت کے روز ایک بڑے سیٹھ ہوں آخر کار جب شیخ کا آخری وقت ہوا اور آثار مرگ اپنے اندر مشاہدہ کئے تو قرضداروں کی جماعت نے آ گھیرا اور ان کو گھیر کر بیٹھ گئے اور شیخ بے فکر محبت الٰہی میں شمع کی طرف خوب گھل

www.besturdubooks.wordpress.com

رہے تھے ادھر قرض خواہوں کی یہ حالت تھی کہ ناامید اور بدمزہ ہو رہے تھے پھیپھڑے کے درد کے ساتھ درد دل بھی شامل ہو گیا تھا یعنی بے حد مضطرب اور بے چین تھے شیخ ان کی حالت قرائن وغیرہ سے معلوم کر کے دل میں کہہ رہے تھے کہ ان بدگمانوں کو دیکھو کہ خواہ مخواہ پریشان ہیں کیا خدا کی قدرت میں چار سو دینار کا ادا کر دینا بھی نہیں۔

شرح شبیری

شیخ گفتن ایں بدگماناں را نگر	نیست حق را چار صد دینار زر
شیخ نے فرمایا ان بدگمانوں کو دیکھ	(کیا) اللہ کے پاس سونے کی چار سو اشرفیاں نہیں ہیں
کودکے حلوا ز بیروں بانگ زد	لاف حلوا بر امید دانگ زد
ایک لڑکے نے باہر سے حلوے کی آواز لگائی	پیسے کی امید پر حلوے کی تعریف کی

کودکے حلوا الخ۔ یعنی ایک لڑکے نے باہر سے حلوے کی آواز دی ور حلوے کی شیخی داموں کی امید پر ماری مطلب یہ کہ کسی لڑکے حلوا فروش نے باہر سے آواز لگائی اور دام ملنے کے واسطے اس حلوے کی تعریفیں کیں مثلاً یہ کہ گرما گرم حلوا وغیرہ وغیرہ جیسا کہ دستور ہے بس سنتے ہی شیخ نے بلا لیا۔

شیخ اشارت کرد خادم را بسر	کہ برو آں جملہ حلوا را بخر
شیخ نے خادم کو سر سے اشارہ کیا	کہ جا تمام حلوا خرید لے

شیخ اشارت کرد الخ۔ یعنی شیخ نے خادم کو سر سے اشارہ کیا کہ جا اور اس سارے حلوے کو خرید اس لئے کہ

تا غریماں چونکہ آں حلوا خورند	یک زمانے تلخ در من ننگرند
کیونکہ قرض خواہ جب وہ حلوا کھا لیں گے	تھوڑی دیر تیکھی نظر سے مجھے نہ دیکھیں گے

تا غریمان الخ۔ یعنی تا کہ جب تک کہ قرض خواہ حلوا کھائیں تھوڑی دیر مجھے کڑی نگاہوں سے نہ دیکھیں گے یہاں یہ شبہ نہ ہو کہ شیخ نے اس لئے حلوہ کھلایا تا کہ کچھ دیر کے لئے ان کا تقاضا کم ہو بلکہ چونکہ ان کی عادت کھلانے پلانے کی تھی اس لئے انہوں نے اس وقت بھی ان کو حلوا کھلا دیا جب شیخ نے سر سے اشارہ کیا تو

در زماں خادم بروں آمد زدر	تا خرد آں جملہ حلوا زاں پسر
فوراً خادم دروازے سے باہر آیا	تا کہ سارا حلوا لڑکے سے خرید لے

درزمان خادم الخ۔ یعنی وہ خادم اسی وقت دروازہ سے باہر آیا تا کہ اس سارے حلوے کو اس لڑکے سے خرید لے۔

گفت اورا جملۂ حلوا بچند	گفت کودک نیم دینار ست واند
(خادم نے) اس سے پوچھا سب حلوا کتنے کا ہے؟	لڑکے نے کہا کہ آدھے دینار سے کچھ زائد کا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت اوراکین الخ۔ یعنی اس خادم نے اس لڑکے سے کہا کہ یہ سارا حلوا کتنے کا ہے تو وہ لڑکا بولا کہ کچھ اوپر آدھے دینار کا ہے۔ اندکنایہ از عدد مبہم + از سہ تانہ بمعنی چند۔

گفت نے از صوفیاں افزوں مجو	نیم دینارت دہم افزوں مگو
اس نے کہا صوفیوں سے زیادہ نہ مانگ	تجھے آدھا دینار دوں گا زیادہ نہ بول

گفت نے از صوفیان الخ۔ یعنی اس خادم نے کہا کہ صوفیوں سے زیادہ مت لے تجھے آدھا دینار دونگا بس اور کچھ مت کہنا۔

شرح مبلیبی

اتنے میں ایک لڑکے نے آواز دی "حلواتر گرم" اور دانگ کی امید میں حلوے کی خوب تعریف کی شیخ نے اپنے خادم کو سر کے اشارے سے کہا کہ جاؤ سب حلوا خرید لوتا کہ جب یہ قرض خواہ حلوا کھالیں تو کچھ دیر تو یہ مجھے بدمزہ ہو کر نہ دیکھیں اور کچھ عرصہ تک تو ان بیچاروں کو اس کوفت سے نجات مل جائے یہ سن کر وہ فوراً دروازہ سے باہر آیا کہ وہ سارا حلوا لڑکے سے خرید لے اور اس سے کہا کہ یہ سارا حلوا کتنے میں دو گے لڑکے نے کہا کہ اس کی قیمت کچھ اوپر نصف دینار ہے خادم نے کہا میاں فقیروں سے زیادہ نہ لو ہم تمہیں نصف دینار دیں گے بس اب کچھ نہ کہنا۔

شرح شبّیری

او طبق بنہاد اندر پیش شیخ	تو ببیں اسرار سر اندیش شیخ
اس نے اندر جا کر طباق شیخ کے سامنے رکھ دیا	(اب) تو راز کو سوچنے والے شیخ کے اسرار کو دیکھ

او طبق بنہاد الخ۔ یعنی اس حلوہ فروش نے طبق حلوا شیخ کے سامنے رکھ دیا اب ذرا اس بھید کے سوچنے والے شیخ کے اسرار کو دیکھو (کہ کہاں تک انہوں نے سمجھا اور کیا کیا ظہور میں آیا)

کرد اشارت با غریماں کیں نوال	نک تبرک خوش خورید ایں را حلال
(شیخ نے) قرض خواہوں کو اشارہ کیا کہ یہ عطا (ہے)	یہ تبرک ہے اس کو حلال سمجھ کر خوب کھاؤ

کرد اشارت الخ۔ یعنی شیخ نے قرض خواہوں کو اشارہ کیا کہ یہ ما حضر کچھ تبرک ہے اس حلال کو خوب کھاؤ۔

نک مخفف ہے اینک۔

بہر فرماں جملگی حلقہ زدند	خوش ہمی خوردند حلوائے چو قند
حکم کے مطابق سب نے حلقہ باندھ لیا	قند جیسے حلوے کو خوب کھایا

بہر فرمان الخ۔ یعنی شیخ کے حکم کی وجہ سے سب نے حلقہ باندھ لیا اور اس قند جیسے حلوے کو خوب کھایا (اس حکم کو کیسا مانا)

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں طبق خالی شد آں کودک ستد	گفت دینارم بده اے پر خرد
جب طباق خالی ہوگیا اس لڑکے نے اٹھا لیا	بولا اے دانشمند میرا دینار دے

چوں طبق خالی شد الخ۔ یعنی جب طبق خالی ہوگیا تو اس لڑکے نے لے لیا اور کہا کہ اے عقلمند مجھے دینار دیجئے۔

شیخ گفتا از کجا آرم درم	دام دارم میروم سوئے عدم
شیخ نے فرمایا درہم کہاں سے لاؤں؟	میں مقروض ہوں (ملک) عدم کی طرف جا رہا ہوں

شیخ گفتا الخ۔ یعنی شیخ نے کہا کہ دام کہاں سے لاؤں میں تو (پہلے سے ہی) قرضدار ہوں اور عدم کی طرف جاتا ہوں اور یہ اس لئے کہا تا کہ اس کو معلوم ہو کہ ارے یہ تو ابھی مرا جاتا ہے اس لئے اس کو اور بھی گھبراہٹ ہو اور پھر جو مقصود ہے اس کو رلانا وہ بوجہ اتم حاصل ہو۔ جب لڑکے نے یہ سنا تو

کودک از غم زد طبق را بر زمیں	نالہ و گریہ بر آورد و حنین
لڑکے نے غم کے مارے طباق زمین پر پٹخ دیا	رونا اور چیخنا شروع کر دیا

کودک از غم الخ۔ یعنی اس کودک حلوا فروش نے غم کی وجہ سے طبق کو زمین پر دے پٹکا اور نالہ و گریہ کرنے لگا اور رونے کی آواز نکالی حنین کہتے ہیں رونے کی آواز کو۔ یعنی اس بچے نے جب دیکھا کہ یہ دام نہیں لیتے اور پھر اس پر طرہ یہ کہ ملک عدم کو جا رہے ہیں جہاں سے واپسی کی امید بھی نہیں تو وہ بہت ہی رونے چلانے لگا اور کہنے لگا کہ

بانگ می کرد فغاں وہائے ہائے	کاے مرا اشکستہ بودے ہر دو پائے
شور کرتا اور روتا اور ہائے ہائے کرتا تھا	کہ میرے دونوں پاؤں ٹوٹ گئے ہوتے

نالہ می کرد الخ۔ یعنی وہ لڑکا نالہ کرتا تھا اور فغاں اور ہائے ہائے کہ کاش میرے دونوں پاؤں ٹوٹ جاتے کہ میں یہاں نہ آتا اور مجھ پر یہ بلا نازل نہ ہوتی اور کہتا تھا کہ

کاشکے من گرد گلخن گشتمے	بر در ایں خانقاہ نگذشتمے
کاش میں بھٹی کے گرد ہی چکر لگاتا	اس خانقاہ کے دروازے سے نہ گزرتا

کاشکے من الخ۔ یعنی کاش میں بھاڑ کے گرد ہی گھوم لیتا اور اس خانقاہ کے دروازہ پر نہ آتا گلخن سے مراد وہ بھاڑ وغیرہ جہاں حلوا وغیرہ پکاتے ہیں یعنی میں اپنے گھر ہی کے پاس پھر لیتا مگر یہاں نہ آتا آگے اس حلوا فروش نے غصہ میں آکر صوفیوں کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا کہتا ہے کہ

صوفیان طبل خوار لقمہ جو	سگ دلان ہمچو گربہ روئے شو
پیٹو صوفی لقمہ ڈھونڈنے والے	کتوں کا دل رکھنے والے بلی کی طرح منہ دھونے والے

www.besturdubooks.wordpress.com

صوفیان طبل الخ۔ یعنی صوفی طبل کی طرح کھانے والے لقمہ کو ڈھونڈنے والے کتے جیسے دل والے اور بلی کی طرح منہ دھونے والے طبل خوار سے مراد زیادہ کھانے والا جیسا کہ ڈھول کا پیٹ بڑا ہوتا ہے جب یہ بہت ہی چلایا تھا۔

از غریو کودک آنجا خیر و شر	گرد آمد گشت بر کودک حشر
لڑکے کے شور و غل سے اس جگہ بھلے اور برے	جمع ہو گئے لڑکے پر بھیڑ لگ گئی

از غریو الخ۔ یعنی اس لڑکے کے چلانے سے اس جگہ اچھے برے اس لڑکے پر سب جمع ہو گئے۔

پیش شیخ آمد کہ اے شیخ درشت	تو یقیں داں کہ مرا استاد کشت
شیخ کے سامنے آیا کہ اے سنگدل شیخ!	تو یقین کر لے کہ استاد نے مجھے مار ہی ڈالا

پیش شیخ آمد الخ۔ یعنی وہ لڑکا شیخ کے سامنے آیا کہ اس سخت شیخ تو یقین جان کہ مجھ کو استاد نے مار ڈالا چونکہ اس کا مار ڈالنا یقینی تھا اس لئے کہ اس کو صیغۂ ماضی سے تعبیر کر دیا کہ گویا یوں سمجھ کہ اسے مار ہی ڈالا اور کہنے لگا کہ

گر روم من پیش او دست تہی	او مرا بکشد اجازت میدہی
اگر میں اس کے سامنے خالی ہاتھ جاؤں	وہ مجھے مار ڈالے گا تو روا رکھتا ہے؟

گر بر استاد روم الخ۔ یعنی اگر میں استاد کے پاس خالی ہاتھ جاؤں گا اور وہ مجھے مار ڈالے گا کیا تم اس کی اجازت دیتے ہو اور تم کو یہ گوارا ہے کہ میں مار ڈالا جاؤں استاد سے مراد وہ شخص ہے جو اس کو حلوا فروخت کرنے کو دیتا تھا جب اس نے بہت شور و غل مچایا تو وہ قرض خواہ بھی کہنے لگے کہ

واں غریماں ہم بانکار و جحود	رو بشیخ آوردہ کایں بازی چہ بود
قرض خواہ بھی تردید اور انکار کے ساتھ	شیخ کی طرف متوجہ ہوئے کہ یہ کیا تماشہ تھا؟

وان غریمان الخ۔ یعنی اور وہ قرض خواہ بھی انکار و نفرت سے شیخ کی طرف متوجہ ہو کر بولے کہ آخر یہ کیا تھا اور تم نے یہ کیا کیا کہ ایک تو ہمارا قرض تھا ہی اس بیچارے غریب بچے کا حلوا ہمیں کھلا دیا اور اس کے دام نہیں دیتے اور کہنے لگے کہ

مال ما خوردی مظالم می بری	از چہ بود ایں ظلم دیگر بر سری
ہمارا مال مارا حقوق لے جا رہا ہے	علاوہ ازیں یہ کیا ظلم تھا؟

مال خوردی الخ۔ یعنی ہمارا مال تو کھایا اور اب حقوق (اپنے ساتھ) لے جاتے ہو (مگر) ان کے علاوہ اور دوسرا یہ حق کیوں لے لیا اور یہ ظلم کیوں کیا اور اس لڑکے نے رونا شروع کیا۔

تا نماز دیگر الخ۔ یعنی عصر کی نماز تک وہ لڑکا روتا رہا اور شیخ نے آنکھ بند کر لی اور اس کی طرف دیکھا بھی نہیں۔

تا نماز دیگر آں کودک گریست	شیخ دیدہ بست و در وے ننگریست
عصر کی نماز تک وہ لڑکا روتا رہا	شیخ نے آنکھیں بند کر لیں اور اس کی طرف دیکھا (بھی) نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

شیخ فارغ از جفاؤ از خلاف	در کشیدہ روی چوں مہ در لحاف
شیخ ظلم اور جھگڑے سے فارغ (الہال) تھے	چاند جیسا چہرہ لحاف میں چھپائے ہوئے تھے

شیخ فارغ الخ۔ یعنی شیخ ان جفاؤں اور مخالفت سے فارغ اور علیحدہ چاند جیسا منہ لحاف میں لپیٹے ہوئے تھے مطلب یہ کہ اس جھگڑے کا اور ان باتوں کا شیخ پر کوئی اثر نہ تھا بلکہ وہ بالکل خوش تھے اس لئے کہ جانتے تھے کہ جس قدر قرض ہے سب خدا کے واسطے لیا ہے اللہ میاں خود ادا فرمائیں گے مجھے کیا فکر ہے اور ان کی یہ حالت تھی کہ

با ازل خوش با ابد خوش شاد کام	فارغ از تشنیع وطعن خاص وعام
ازل (مقدر) سے خوش ابد (آخرت) سے خوش اور سرور	خاص وعام کے لعن طعن سے بے نیاز تھے

با اجل خوش الخ۔ یعنی اپنی موت سے بھی خوش اور اپنے مقدر پر بھی خوش اور ویسے بھی خوش اور لوگوں کی تشنیع اور کہنے سننے سے بالکل فارغ اور ان کو کچھ پرواہ ہی نہ تھی کہ کوئی کیا کہہ رہا ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ ان کی یہ حالت اس لئے تھی کہ

شرح حبیبی

لڑکے نے خوانچہ شیخ کے سامنے رکھ دیا۔ اب تو واقف اسرار شیخ کے اسرار ملاحظہ کر کہ اس کا کیا انجام ہوتا ہے۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب اصل قصہ سن شیخ نے قرض خواہوں کو اشارہ کیا کہ یہ ہماری جانب سے عطیہ ہے اب تم اس مال طیب کو تبرکاً خوب کھاؤ قرض خواہوں نے تعمیل ارشاد شیخ کے لئے خوانچہ کے گرد حلقہ باندھ لیا اور قند کی طرح مزے لے لے کے خوب حلوا کھایا جب کھا چکے اور خوانچہ خالی ہو گیا تو لڑکا اٹھا اور کہا کہ میرا نصف دینار دلوایئے۔ شیخ نے کہا میاں میں روپیہ کہاں سے لاؤں مجھ پر تو اور ہی قرض بہت سا ہے اور کوئی دم میں راہی ملک عدم ہوتا ہوں اس لئے تحصیل زر پر بھی قدرت نہیں لڑکے نے مارے رنج کے خوانچہ کو زمین پر دے پٹکا اور گریہ وزاری شروع کر دی وہ دھاڑیں مار مار کر روتا اور ہائے ہائے کرتا تھا اور کہتا تھا کہ جب میں یہاں آتا تھا میرے پاؤں کیوں نہ ٹوٹ گئے کاش میں بھاڑ کے پاس جاتا اور وہ میرا جانا بے سود اور تکلیف دہ ہوتا مگر اس خانقاہ میں نہ آتا یہ کھاؤ اور چرب لقمہ تلاش کرنے والے صوفی اپنے سینوں میں کتوں کی طرح حریص اور موذی دل رکھتے ہیں اور بلی کی طرح منہ دھو کر پارسا اور مقدس بنے بیٹھے ہیں۔ لڑکے کا شور سن کر بھلے برے آدمی سب اکٹھے ہو گئے اور لڑکے کے گرد اژدہام ہو گیا لڑکا دوبارہ شیخ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا بے مہر بڑے میاں آپ یقین جانئے کہ میرا استاد مجھے مار ہی ڈالے گا کیا آپ جائز رکھتے ہیں کہ میں خالی ہاتھ جاؤں اور میرا استاد مجھے مار ڈالے اور دیگر قرض خواہوں نے بھی اعتراض کرنا شروع کیا کہ آخر یہ کیا حرکت تھی جو آپ نے کی جب آپ کے پاس کچھ دینے کو نہیں تھا تو حلوا خریدنے کو کس نے کہا تھا ہمارا تو مال کھا گئے اور حقوق العباد کی گٹھڑی اپنے سر پر لئے جاتے ہو ایک اور ظلم اپنے سر پر رکھا اس کا کیا سبب ہے۔ عصر کی نماز تک وہ لڑکا رویا کیا ادھر تو یہ حالت تھی ادھر شیخ نے اپنی

www.besturdubooks.wordpress.com

آنکھیں بند کر لی تھیں اور لڑکے کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتے تھے اور لوگوں کی زیادتی اور مخالفت کو بالکل نظر انداز کر کے اپنا چاند سامنہ کپڑے میں لپیٹ لیا تھا اور موت اور عالم باقی سے مسرور اور شاد کام تھے اور خاص و عام کی ملامت اور سخت گفتگو کا کچھ بھی لحاظ نہ تھا۔

شرح شبیری

آنکہ جاں درروئے او خندو چو قند	از ترشروئی خلقش چہ گزند
جس کی جان اس کے سامنے قند کی طرح (میٹھی)	مسکرا رہی ہو اس کو مخلوق کی بدمزاجی سے کیا نقصان؟

آنکہ جان الخ۔ یعنی جس کے سامنے جان کند کی طرح ہنس رہی ہو اس کو مخلوق کی ترشروئی سے کیا خوف مطلب یہ کہ جس شخص کے سامنے کہ حق تعالیٰ کی تجلی ہو جو کہ جان جان اور روح الروح ہیں پھر اس کو مخلوق کی برائی بھلائی کی طرف کیا التفات ہو سکتا ہے اس کے سامنے تو ساری چیزیں کالعدم ہونگی آگے فرماتے ہیں کہ

آنکہ جاں بوسہ دہد بر چشم او	کہ خورد غم از فلک و زخشم او
جس کی آنکھوں پر جان بوسہ دے	وہ آسمان اور اس کے غصہ کا غم کب کرتا ہے؟

آنکہ جان بوسہ دہد الخ۔ یعنی جس کے لب پر جان نے بوسہ دیا ہو وہ فلک سے اور اس کے غصہ سے کب غم کھائے مطلب یہ کہ جو حق تعالیٰ کے نزدیک محبوب و مقرب ہو اس کو حوادثات زمانہ سے کیا فکر ہے وہ اپنے کام میں مشغول ہوگا اور دیدار سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریگا یا ان کی طرف متوجہ ہوگا آگے اسی مضمون کو ایک مثال سے واضح فرماتے ہیں کہ

در شب مہتاب مہ را بر سماک	از سگاں دعوا ایشاں چہ باک
چاندنی رات میں چاند کو سماک پر	کتوں اور ان کے بھونکنے سے کیا خوف ہے؟

در شب مہتاب الخ۔ یعنی چاندنی رات میں برج سماک پر چاند کو کتوں کی بھوں بھوں سے کیا خوف ہے بلکہ

سگ وظیفہ خود بجا می آورد	مہ وظیفہ خود برخ می گسترد
کتا اپنا کام کر رہا ہے	چاند اپنا کام (روشنی) رخ پر ڈال رہا ہے

سگ وظیفہ الخ۔ یعنی کتا تو اپنا معمول پورا کر رہا ہے اور چاند اپنا معمول چہروں پر بچھا رہا ہے مطلب یہ کہ جو شخص تجلی الہی کے مشاہدہ میں ہو اور اس کو لوگ برا بھلا کہیں تو اس کو تو ایسی مثال ہے کہ جیسے چاندنی رات میں چاند تو اپنی روشنی سے لوگوں کے چہروں کو منور کر رہا ہے اور خود بھی منور ہے اور کتے بھی بھونک رہے ہیں مگر اس چاند کو ان کتوں کے بھونکنے سے کوئی اثر نہیں ہو سکتا کہ اس کی جلوہ گستری بن کر کوئی نقصان ہو بلکہ اس کی جلوہ گستری

www.besturdubooks.wordpress.com

اس طرح رہے گی وہ کتے بھونک بھونک کر خود ہی چپ ہو جائیں گے اس طرح ان شیخ کو بھی ان لوگوں کے طعن و تشنیع کی پرواہ نہ تھی بلکہ یہ اپنے کام یعنی مشاہدہ جمال حق میں مصروف تھے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ ہر شخص اپنا اپنا کام کرتا ہے پس فرماتے ہیں کہ

کارِ خود می گزارد ہر کسے	آب نگذارد صفا بہر خسے
ہر شخص اپنا کام کرتا ہے	تنکے کی وجہ سے پانی اپنی صفائی نہیں چھوڑتا ہے

کار خود الخ۔ یعنی اپنا کام ہر شخص ادا کرتا ہے دیکھو پانی اپنی صفائی کو ایک تنکے کی وجہ سے چھوڑ نہیں دیتا مطلب یہ کہ دنیا میں ہر شخص اپنا اپنا کام کر رہا ہے دیکھو خس و خاشاک پانی پر آتے ہیں اور اس پر غلبہ چاہتے ہیں مگر وہ اپنے اس کام میں لگے رہتے ہیں مگر پانی اپنی اس روانی اور صفائی کو نہیں چھوڑتا بلکہ یہ خس و خاشاک بھی اس پر گزر جاتے ہیں اور وہ اس طرح صفائی کے ساتھ گزرتا ہوا چلا جاتا ہے وہ اپنے کام میں ہے اور خس و خاشاک اپنے کام میں آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

خس خسانہ می رود بر روئے آب	آب صافی می رود بے اضطراب
تنکا کمینوں کی طرح پانی کے اوپر جا رہا ہے	صاف پانی بغیر پریشانی کے بہہ رہا ہے

خس خسانہ الخ۔ یعنی خس تو کمینوں کی طرح پانی پر چلا جاتا ہے اور پانی (اس طرح) صاف و شفاف بغیر کسی رکاوٹ کے چلتا رہتا ہے آگ اس مضمون کو ایک اور مثال سے واضح کرتے ہیں کہ

مصطفٰیؐ مہ می شگافد نیم شب	ژاژ می خاید زکینہ بولہب
(حضرت) مصطفٰیؐ آدھی رات چاند کو شق کر رہے ہیں	کینہ کی وجہ سے ابولہب بکواس کر رہا ہے

مصطفٰے مہ الخ۔ یعنی مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم آدھی رات کو چاند کے دو ٹکڑے کر رہے تھے اور ابولہب کینہ کی وجہ سے بے ہودہ بک رہا تھا پس وہ اپنے کام میں مشغول تھے اور ابولہب اپنے کام میں آگے دوسری مثال ہے کہ

آں مسیحا مردہ زندہ می کند	واں جہود از خشم سبلت می کند
(حضرت) عیسٰیؑ مردے کو زندہ کر رہے ہیں	یہودی غصہ میں اپنی مونچھیں نوچ رہے ہیں

آن مسیحا مردہ الخ۔ یعنی ادھر عیسٰی علیہ السلام تو مردہ کو زندہ فرما رہے تھے اور ادھر یہودی غصہ کی وجہ سے اپنی مونچھیں اکھاڑتا تھا کہ افسوس ان کا معجزہ ظاہر ہو رہا ہے اور ان کی سچائی ظاہر ہوتی ہے یہاں بھی اسی مضمون کی توضیح و تشریح ہے کہ ہر شخص اپنے اپنے کام میں ہے اس طرح یہاں شیخ مشاہدہ جمال میں تھے اور وہ لوگ ان کو برا بھلا کہہ رہے تھے لیکن ان کو اس کی پرواہ بھی نہ تھی آگے مولانا فرماتے ہیں کہ جب کتوں کی آواز چاند تک نہیں پہنچتی تو پھر خاصان الٰہی تک ان سگان دنیا کی آواز کہاں اثر کر سکتی ہے فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

بانگ سگ ہرگز رسد در گوش ماہ	خاصہ ماہے کو بود خاص اللہ
کتوں کی آواز بھی چاند کے کان میں پہنچی ہے؟	خصوصا وہ چاند جو اللہ (تعالیٰ) کا مخصوص ہو

بانگ سگ الخ۔ یعنی کتوں کی آواز کہیں چاند تک پہنچتی ہے خاص کر اس چاند تک جو کہ خاصان الٰہی میں سے ہو مطلب یہ کہ جو مقربان الٰہی ہوتے ہیں ان کے قلب تک ان مکدرات کا گزر ہی نہیں ہوتا تا کہ ان کو مشاہدہ سے باز رکھیں بلکہ ان کو اس طرف التفات بھی نہیں بس وہ تو اس طرف متوجہ ہیں اور خوش ہیں آگے اس کی مثال دیتے ہیں کہ

مے خورد شہ برلب جو تا سحر	در سماع از بانگ چغزاں بے خبر
بادشاہ نہر کے کنارے صبح تک مے نوشی کرتا ہے	گانے میں مینڈکوں کی آواز سے بے خبر

مے خورد شہ الخ۔ یعنی بادشاہ ندی کے کنارے پر صبح تک سماع میں اور مے خواری میں رہتا ہے اور مینڈکوں کی آواز سے بے خبر ہوتا ہے چونکہ اکثر عیش وطرب کے جلسے ایسے پرفضا مقامات پر ہوتے ہیں اس لئے یہاں لب جو کہہ دیا مطلب یہ کہ دیکھو بادشاہ رات بھر عیش وطرب میں مشغول رہتا ہے اور اس کے پاس ہی مینڈک بولتے ہیں مگر اس کو اس وجہ سے کہ محویت دوسری طرف ہوتی ہے مینڈکوں کی آواز کی خبر بھی نہیں ہوتی اس طرح جو لوگ مقربان خدا ہیں جب وہ مشاہدہ میں محو اور مستغرق ہوتے ہیں کہ تو ان کو بھی ان اہل دنیا کے طعن وتشنیع کی خبر نہیں ہوتی۔ آگے پھر رجوع اس حکایت کی طرف فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

شیخ موصوف ان کی باتوں کی طرف متوجہ کیوں نہ ہوئے بات یہ ہے کہ جن لوگوں کا محبوب حقیقی اپنی تبسم شیریں اور اپنی اظہار رضا سے ان کے دلوں کو لذت بخشا ہوتا ہے ان کو مخلوق کی ترشروئی اور ناراضی سے اصلا نقصان نہیں ہوتا اس لئے وہ اس کی پرواہ بھی نہیں کرتے اور جن کا محبوب حقیقی ان کی آنکھ پر بوسہ دیتا یعنی ان سے پیار ومحبت کرتا ہے ان کو زمانہ اور اس کی ناموافقت سے کبھی کوئی ملال نہیں ہوتا۔ ہو کیونکر دیکھو چاندنی رات میں چاند کو آسمان پر کتوں اور ان کی بھوں بھوں سے کچھ اندیشہ ہوتا ہے ہرگز نہیں۔ پس ان فلک رفعت کے ماہ ہائے کامل کو حضیض ذلت کے کتوں اور ان کو بھون بھون سے کیونکر اندیشہ ہو سکتا ہے بس کتا اپنا معمول ادا کرتا ہے اور چاند معمول پورا کرنے میں مشغول ہے اور چہروں پر نور افشانی کر رہا ہے۔ یوں ہی عوام اپنی بکواس میں لگے ہوتے ہیں اور اہل اللہ اپنے فرائض توجہ الی اللہ اور افاضہ علی المستفیدین میں مصروف ہوتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ ہر ایک اپنا کام کرتا ہے اور دوسرے کی پروا نہیں کرتا۔ ماء صافی تنکے کے سبب اپنی صفا نہیں چھوڑتا تنکا ذلت کے ساتھ پانی پر بہا چلا جاتا ہے اور پانی اس کی پرواہ بھی نہیں کرتا بلکہ اطمینان کے ساتھ بہتا رہتا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کام کر رہے ہیں اور چاند کے ٹکڑے کر رہے ہیں اور ابولہب اپنا کام کر رہا ہے اور عداوت

www.besturdubooks.wordpress.com

سے بیہودہ بکواس بک رہا ہے مسیحا علیہ السلام مردہ زندہ کر رہے ہیں اور ایک یہودی مارے غصہ کے اپنی موچھیں اکھیڑ ڈالتا ہے بھلا تو سمجھ تو سہی کہیں چاند بھی کتے کی آواز سنتا ہے اور اس سے متاثر ہوتا ہے بالخصوص وہ چاند جو خواص حق سبحانہ میں سے ہے ہرگز نہیں۔ دیکھو ایک بادشاہ ندی کے کنارے صبح تک شراب پیتا ہے اور گانے بجانے اور عیش و طرب میں مشغولی کے سبب مینڈکوں کی ٹرٹر سے بالکل بے خبر اور بے پروا ہوتا ہے بس جب شاہان صوری کی یہ حالت ہے تو شاہان معنوی جو عشق حق سبحانہ سے سرشار اور لذت وصال سے بہرہ یاب اور مسرور و شادکام ہیں وہ عوام کی ٹرٹر پر کیونکر کان دھریں گے۔

شرح شبّیری

ہم شدے توزیع کودک دانگ چند	ہمت شیخ آں سخارا کرد بند
لڑکے کے چند پیسے چندہ بھی ہو سکتے تھے	شیخ کی باطنی توجہ نے اس سخاوت کو روک دیا

ہم شدے الخ۔ یعنی اس لڑکے کے حصہ کے موافق تھوڑا چندہ بھی ہو سکتا تھا مگر شیخ کی ہمت نے اس سخاوت کو بند کر دیا شیخ نے سب کو چندہ کرنے سے روک کر فرمایا کہ

تا کسے ندہد بکودک ہیچ چیز	قوت پیراں ازیں بیش ست نیز
تا کہ کوئی شخص لڑکے کو کچھ نہ دے	بزرگوں کی قوت اس سے بھی بڑھ کر ہے

تا کسے ندہد الخ۔ یعنی کوئی شخص لڑکے کو ہرگز کچھ نہ دے (بلکہ اس کو میں خود دونگا اور یہ اس لئے تھا کہ شیخ کو معلوم تھا کہ اس کے اس رونے میں ہی مصلحت و اسرار ہیں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ) پیروں اور شیخوں کی قوت (توکل) تو اس سے بھی کہیں زیادہ ہوتی ہے (سو اگر یہاں ان کو خدا پر بھروسہ تھا تو کچھ تعجب کی بات نہیں) بس جبکہ خوب یہ چپقلش ہو رہی تھی اور سب کہہ رہے تھے کہ ایک تو ہمارا مال کھا گئے پھر اس غریب بچے کا بھی مال کھا گئے اور وہ بچہ رو رہا تھا اس کو روتے روتے عصر کا وقت ہو گیا تھا کہ اس سارے قصہ کا ظہور ہوا اور

شد نماز دیگر آمد خادمے	یک طبق برکف ز پیش حاتمے
عصر کی نماز ختم ہوئی تو ایک خادم آیا	ایک طباق ہاتھوں پر دھرے کسی سخی کے پاس سے

شد نماز الخ۔ یعنی نماز عصر ہو گی تو ایک خادم کسی سخی کے پاس سے ایک طبق سر پر رکھے ہوئے آیا۔

صاحب مالے و حالے پیش پیر	ہدیہ بفرستاد کز وے بد خبیر
ایک صاحب مال و حال نے پیر کی خدمت میں	ہدیہ بھیجا کیونکہ وہ اس کی حالت سے باخبر تھا

صاحب مالے و حالے الخ۔ یعنی ایک صاحب مال و حال نے پیر کے پاس ہدیہ بھیجا تھا اس لئے کہ وہ انکی

www.besturdubooks.wordpress.com

حالت سے خبردار تھا کہ یہ مقروض رہا کرتے ہیں لیکن تعجب یہ تھا کہ شیخ پر جس قدر قرض تھا اسی مقدار میں اس نے بھیجا حتیٰ کہ اس حلوافروش کے دام بھی الگ رکھ دیئے دیکھو اگر کسی کو کوئی دس روپیہ دے تو اس قدر تعجب نہیں لیکن اگر دس روپیہ اور ایک دونی دے تو یہ بہت ہی عجیب ہے کہ یہ دونی کیسی اسی طرح اس نے بھی چار سو دینار بھیجے اور وہ نصف دینار بھی بھیجا جیسا کہ آگے معلوم ہوگا فرماتے ہیں کہ

چار صد دینار برگوشہ طبق	نیم دینار دگر اندر ورق
طباق کے کنارے پر چار سو دینار	آدھا دینار اور کاغذ میں

چار صد دینار الخ۔ یعنی چار سو دینار تو طبق کے ایک گوشہ میں رکھے ہوئے اور آدھا دینار ایک کاغذ میں لپٹا ہوا یہاں یہ شبہ نہ ہو کہ اس سخی آدمی کو یہ معلوم ہوگا کہ شیخ پر چار سو دینار قرض ہیں اور اس حلوافروش کا قصہ بھی معلوم ہوگا لہٰذا اس نے اس طرح بھیجے اس لئے کہ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ اس کو اس کی کچھ خبر نہ تھی بلکہ حق تعالیٰ نے ہی اس کے دل میں یہ ڈال دیا کہ چار سو دینار اور نصف دینار بھیج دو اور کاغذ میں اس لئے لپیٹ کر بھیجا کہ ان دیناروں میں مل نہ جائے جیسا کہ اب بھی دستور ہے کہ دونی چونی وغیرہ کو کاغذ میں لپیٹ دیتے ہیں اس طرح وہ بھی کاغذ میں لپیٹ دیئے ہونگے بس وہ خادم آیا اور

خادم آمد شیخ را اکرام کرد	واں طبق بنہاد پیش شیخ فرد
خادم آیا شیخ کی تعظیم کی	اور اس طبق کو یگانہ (زمانہ) شیخ کے سامنے رکھ دیا

خادم آمد شیخ را الخ۔ یعنی وہ خادم آیا اور شیخ کا اکرام کیا (یعنی سلام و مصافحہ وغیرہ کیا) اور اس طبق کو اس شیخ فرد کے سامنے رکھ دیا۔

چوں طبق را از عطا بکشود زود	خلق دیدند آں کرامت بے جحود
جب فوراً عطیہ کے طباق کو کھولا	لوگوں نے وہ کرامت اقرار کے ساتھ دیکھی

چون طبق پوش الخ۔ یعنی جب سرپوش طبق سے اٹھایا تب لوگوں نے ان کی کرامت دیکھی کہ جس قدر قرض تھا اتنا ہی نپا تلا آیا ہے جب سمجھے کہ اللہ اکبر یہ تو بہت ہی بڑے بزرگ ہیں اور اس وقت ہر طرف سے شور وغل اٹھا اسی کو فرماتے ہیں کہ

آہ وافغاں از ہمہ برخاست زود	کاے سر شیخاں وشاہاں ایں چہ بود
فوراً سب کی آہ و فغاں بلند ہوئی	کہ اے بزرگوں اور بادشاہوں کے سردار یہ کیا تھا؟

آہ وافغان الخ۔ یعنی سب سے آہ و فغاں نکلی (اور کہنے لگے کہ) اے شیخوں اور شاہوں کے سردار یہ کیا تھا اور

ایں چہ سرست ایں چہ سلطانیست باز	اے خداوند خداوندان راز
یہ کیا راز ہے؟ اور یہ کیسی شہنشاہی ہے؟	اے رازداروں کے آقا!

www.besturdubooks.wordpress.com

این چہ سراست الخ۔ یعنی یہ کیا بھید ہے اور آخر یہ کیا سلطانی ہے اے رازدانوں کے آقا (کچھ تو فرمایئے) اور عرض کرنے لگے کہ

ماندا نستیم مارا عفو کن	بس پراگندہ کہ رفت از ما سخن
ہم نہ سمجھے ہمیں معاف کر دیجئے	وہ بہت بیہودہ باتیں۔ جو ہم سے ہوئیں

ماندانستیم الخ۔ یعنی ہم (آپ کی قدر) نہ جانتے تھے ہم کو معاف فرمایئے اور ہم سے بہت پریشان اور بے ہودہ باتیں صادر ہوئی ہیں اور عرض کرنے لگے کہ

ماکہ کورانہ عصا ہامی زنیم	لاجرم قندیلہا را بشکنیم
ہم جو اندھا دھند لاٹھی گھماتے ہیں	یقیناً قندیلوں کو توڑ دیتے ہیں

ماکہ کورانہ الخ۔ یعنی ہم کہ اندھوں کی طرح لاٹھی مارتے ہیں بیشک بہت سی قندیلوں کو توڑتے ہیں مطلب یہ کہ ہم جو سخت باتیں کہتے ہیں اور لٹھ سا مارتے ہیں اس سے بہت سے قلوب اولیا کو جو قندیل کی طرح روشن و منور ہیں توڑتے ہیں مگر کیا کریں اندھے ہیں اور کہنے لگے کہ۔

ماچو کراں ناشنیدہ یک خطاب	ہرزہ گویاں از قیاس خود جواب
ہم بہروں کی طرح ہیں ایک بات سنے بغیر	اپنے اندازے سے بیہودہ جواب دیتے ہیں

ماچوکران الخ۔ یعنی ہم بہروں کی طرح ہیں کہ (دوسرے کی) ایک بات بھی نہیں سنتے اور اپنے ہی قیاس سے بے ہودہ جوابات دیتے ہیں اور بے ہودہ بکتے ہیں آگے اپنے کو موسیٰ علیہ السلام سے اور شیخ کو خضرؑ سے تشبیہ دے کر فرماتے ہیں کہ جب موسیٰ جیسے جلیل القدر نبی بھی اپنے سے ایک ادنیٰ آدمی کے اسرار کو نہ سمجھ سکے تو اگر ہم آپ کے اسرار نہ سمجھے تو کیا عجب ہے پس کہتے ہیں کہ

ماز موسیٰ پند نگر فتیم کو	گشت از انکار خضرے زرد رو
ہم نے (حضرت) موسیٰ (کے واقعہ) سے نصیحت حاصل نہ کی جو	(حضرت) خضر پر اعتراض کر کے شرمندہ ہوئے

بازموسیٰ الخ۔ یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے نصیحت حاصل نہ کی کہ وہ خضر علیہ السلام کے انکار سے (کہ وہ ان سے درجہ میں کم تھے) شرمندہ ہوئے تو پھر آپ کے اسرار ہم کیسے سمجھ سکتے تھے حالانکہ آپ ہم سے درجہ میں بھی افضل و اعلیٰ تھے آگے اپنے کو تو موش آسیا سے تشبیہ دیتے ہیں اور ان کو موسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ دیتے ہیں کہ

باچناں چشمے کہ بالامی شتافت	نور چشمش آسماں رامی شگافت
ایسی آنکھوں کے ذریعہ جو عالم (بالا) کی طرف جاتی تھیں	ان کی آنکھوں کا نور آسمان کو چاک کرتا تھا

باچنان چشم الخ۔ یعنی باوجود ایک ایسی آنکھ کے کہ جو اوپر کو دوڑتی تھی اور اس آنکھ کا نور آسمانوں کو پھاڑ کر

www.besturdubooks.wordpress.com

گزر جاتا تھا اے موسیٰ آپ کی آنکھ کے ساتھ حماقت کی وجہ سے ایک چکی کے چوہے نے تعصب کیا یہاں باچشمت میں وضع مظہر موضع مضمر ہے اور کرد باچشمت میں کرد کی ضمیر ہے چشم موش آسیا کی طرف جو کہ لفظاً دوسرے مصرعہ میں مذکور ہے اور رتبۃً مقدم ہے اور عبارت یوں ہوگی کہ موسیا از حماقت چشم موش آسیا باچشمت تعصب کرد اب مطلب یہ ہوگیا کہ ہم لوگ جو کہ موش آسیا کی طرح اندھے ہیں اور حقیقت بین نہیں آپ سے (کہ موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہیں اور علوم اور انوار کی تجلی آپ پر ہوتی ہے اور جمال حق کا مشاہدہ کرتے ہیں) مقابلہ کیا اور اسرار کو نہ سمجھا کہ اس سارے قصہ میں کیا بھید ہے لہٰذا اب خدا کے لئے ہمیں اس بھید سے آگاہ فرما دیجئے آگے شیخ نے جواب دیا اور فرمایا کہ

کردہ باچشمت تعصب موسیا	از حماقت چشم موش آسیا
اے موسیٰ! (شیخ خضر) تیری آنکھوں کے ساتھ تعصب برتا	حماقت کی وجہ سے ہماری چکی کے چوہے (جیسی) آنکھ نے
شیخ فرمود آں ہمہ انکار و قال	من بحل کردم شمارا آں جدال
شیخ نے فرمایا وہ سب انکار اور گفتگو	وہ لڑائی جھگڑا میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے

شیخ فرمود الخ۔ یعنی شیخ نے فرمایا کہ وہ ساری باتیں اور لڑائی جھگڑا میں نے تم کو معاف کیا۔

سر آں این بود کز حق خواستم	لاجرم بنمود راہ راستم
اس کا راز یہ تھا کہ میں نے اللہ (تعالیٰ) سے درخواست کی	لامحالہ اس نے سیدھا راستہ مجھے دکھا دیا

راز آن الخ۔ یعنی اور اس کا راز یہ تھا کہ حق تعالیٰ سے میں نے دعا کی تھی آخرکار انہوں نے مجھے سیدھی راہ دکھلادی اور ارشاد ہوا کہ

گفت ایں دینار اگر چہ اندک است	لیک موقوف غریو کودک است
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا یہ دینار اگرچہ تھوڑے سے دینار ہیں	لیکن بچہ کے رونے پر موقوف ہیں

گفت ایں دینار الخ۔ یعنی ارشاد ہوا کہ یہ دینار اگرچہ تھوڑے ہی ہیں لیکن (ہمارے علم میں ان کا ملنا) ایک بچے کے رونے پر موقوف ہے۔

تانگرید کودک حلوا فروش	بحر بخشش در نمی آید بجوش
جب تک حلوہ فروش کا لڑکا نہ روئے	بخشش کا دریا جوش میں نہ آئے گا

تانگرید الخ۔ یعنی جب تک کہ حلوا فروش لڑکا نہ روئے گا اس وقت تک دریائے بخشائش جوش میں نہ آئے گا پس جب کہ یہ ارشاد ہوا تو اس کو اس ترکیب سے رلایا اور دیکھ لو اس کا ثمرہ بھی بہت جلد معلوم ہوگیا اور بحر بخشائش جوش میں آگیا اور عطا شروع ہوگئی آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

اس لڑکے کے لئے چند دانگ کا چندہ ہو سکتا تھا اور لوگوں نے ایسا کرنا بھی چاہا مگر شیخ کی ہمت عالی نے اس سخاوت کو روک دیا اور ممانعت کر دی کہ کوئی شخص اس لڑکے کو کچھ نہ دے۔ یہ تو ان لوگوں کے نزدیک ادنیٰ بات ہے ان حضرات کی ہمت عالی تو اس سے بھی کہیں ارفع واعلیٰ ہے۔ الغرض نماز عصر ہو چکی تو ایک خادم کسی سخی کے یہاں سے ایک طبق سر پر رکھے ہوئے آیا۔ بات یہ تھی کہ ایک شخص دولت مند بھی تھے اور صاحب حال بھی اور ان بزرگ سے واقف اور ان کے شناسا بھی تھے۔ انہوں نے پیر صاحب کے یہاں ہدیہ بھیجا تھا اور اس ہدیہ کی تفصیل یہ تھی کہ طباق کے اندر چار سو دینار تھے اور ایک طرف کو نصف دانگ ایک پڑیا میں بندھا رکھا تھا وہ خادم آیا اور شیخ کی خدمت میں آداب بجا لایا اور اس خوان کو شیخ یکتائے روزگار کے سامنے رکھ دیا جب شیخ موصوف نے اس پر سے خوان پوش اٹھایا تو لوگوں نے ان کی کرامت مشاہدہ کی اس پر سب نے اپنی حرکات ناشائستہ پر نادم ہو کر گریہ وزاری شروع کر دی جب ہوش آیا تو دریافت کیا کہ حضرت یہ کیا بات تھی اس پریشان کرنے میں کیا راز تھا اور اس کے بعد اس تصرف میں کیا حکمت تھی پہلے ہی آپ نے ایسا کیوں نہ کیا اس کے بعد معذرت کی کہ حضرت ہم واقف تھے ہمیں معاف فرمایئے ہم سے بہت کچھ خرافات سرزد ہوئی ہے۔ جس پر ہم کو بہت ندامت ہے اصل بات یہ ہے کہ ہم اندھوں کی طرح لاٹھی مارتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم قندیلوں کو جو نا قابل شکستن ہیں۔ توڑ ڈالتے ہیں یعنی ہم اپنی لکڑ توڑ اور نازیبا باتوں سے بھی اپنی نادانی سے اہل اللہ کے قلوب صافیہ کو بھی صدمہ پہنچا بیٹھتے ہیں۔ ہماری حالت یہ ہے کہ بہروں کی طرح بات تو سنتے نہیں اور اپنے اختراعی سوال کا جواب دینے لگتے ہیں پس وہ جواب سوال از آسمان اور جواب از ریسمان کا مصداق ہو جاتا ہے غرض کہ ہماری حرکات بالکل بے تکی اور بے محل ہیں افسوس ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے بھی سبق حاصل نہ کیا۔ کہ وہ باایں ہمہ عظمت وشان اپنے سے کم رتبہ حضرت خضر پر اعتراض کر کے خفیف ہوئے تھے۔ پس ایسی حالت میں ہم کو کب زیبا تھا کہ ہم اپنے سے کہیں ارفع واعلیٰ پر اعتراض کریں۔ اے شیخ مثیل موسیٰ آپ کی اس آنکھ کے ساتھ جو اوپر کو جاتی ہے اور جس کی نظر آسمان کے پار ہوتی ہے چکی کے چوہے (یعنی ہماری) کی آنکھ نے حماقت سے تعصب کیا اور اپنے کو اس سے بڑھ کر سمجھا جس کا ہمیں افسوس ہے شیخ نے فرمایا کہ اس سب گفتگو اور جھگڑے کو میں نے معاف کیا اسکا راز یہ تھا کہ میں نے حق سبحانہ سے درخواست کی تھی کہ اے اللہ تو کہیں سے ادائیگی قرضہ کا انتظام کر دے تو اس نے مجھے ایک راہ راست موصل الی المطلوب دکھلایا اور فرمایا کہ دینار کو کوئی حیثیت نہیں رکھتے مگر ان کا ملنا حلوا فروش لڑکے کے رونے پر موقوف ہے جب تک وہ لڑکا نہ روئے گا ہمارا بحر کرم جوش میں نہ آئے گا۔

شرح شبّیری

اے برادر طفل چشم تست	کام خود موصوف زاری داں نخست
اے بھائی! بچہ تیری آنکھ ہے	پہلے اپنے مقصد کو رونے پر موقوف سمجھ لے

www.besturdubooks.wordpress.com

اے برادر طفل الخ۔ یعنی اے بھائی (تمہارے پاس) طفل تمہاری آنکھ ہے پس حصول مقصد کو اس کی زاری کا موقوف سمجھو کہ جب یہ روویگی اس وقت مقصد حاصل ہوگا اور اگر آنکھ سے آنسو نہیں نکلتا تو اس کی تدبیر بتلاتے ہیں کہ

کام خود موقوف زاری دل ست	بے تضرع کامیابی مشکل ست
اپنا مقصد دل کے رونے پر موقوف ہے	گڑ گڑائے بغیر کامیابی مشکل ہے

کام تو موقوف الخ۔ یعنی (اصل مقصود تو زاری قلب ہے پس) اپنے مقصد کے حصول کو زاری قلب پر موقوف سمجھو اور بے تضرع اور زاری کئے ہوئے تو کامیابی مشکل ہے لہٰذا اگر آنکھ سے نہ رووے تو قلب سے تو رووے کہ یہ تو ممکن ہے آگے فرماتے ہیں اگر مقصد کا حاصل ہونا چاہتے ہو تو اس کی تو یہی تدبیر ہے فرماتے ہیں کہ

گر ہمی خواہی کہ مشکل حل شود	خار محرومی بگل مبدل شود
اگر تو چاہتا ہے کہ مشکل حل ہو جائے	محرومی کا کانٹا پھول میں بدل جائے
گر ہمی خواہی کہ آں خلعت رسید	پس بگریاں طفل دیدہ بر جسد
اگر تو چاہتا ہے کہ وہ پوشاک تجھے مل جائے	تو آنکھ کے بچے کو جسم (کی ضرورت) پر رلا

گر ہمی خواہی الخ۔ یعنی اگر تو چاہتا ہے کہ مشکل حل ہو جائے اور خار محرومی گل (حصول مقصد) سے مبدل ہو جائے اور اگر چاہتے ہو کہ وہ خلعت حصول تم کو حاصل ہو جائے تو اس طفل آنکھ کو اپنے جسم پر رلا۔ مطلب یہ کہ اگر تم چاہتے ہو کہ مقصود قرب الی الحق میسر ہو تو اپنی آنکھ کو اپنی خواہشات نفسانی پر رلاؤ اور ان سے بچو اور توبہ کرو پھر دیکھو کہ قرب حق میسر ہوتا ہے کہ نہیں جب تم روؤ گے تو ان شاء اللہ بحر بخشش ضرور جوش میں آئے گا

ف: درس کے وقت اس قصہ پر یہ اشکال ظاہر کیا گیا کہ شیخ نے اس طفل کو بلا ضرورت ایذا پہنچائی۔ جیسا اس کا رونا اس کی صاف دلیل ہے اور یہ غیر مشروع ہے اور الہام کی بناء پر غیر مشروع کا ارتکاب ناجائز ہے اور اس کے ساتھ ہی احادیث نہی اخذ عصا لاعبا یا جادا و نہی عن ایذاء یہ واقعات مزاح پر بھی بحث ہوئی اس کے جواب میں مختلف رائیں ظاہر کی گئیں چنانچہ مولوی حبیب احمد صاحب نے اپنی رائے ذیل کی عبارت میں ظاہر کی و ہو ہذا۔

(ا) حرمت اخذ مال غیر کی دو قسمیں ہیں (ا) بحق العبد۔ حرمت اولے رضاء عبد سے مرتفع نہیں ہو سکتی اور حرمت ثانیہ رضاء عبد سے مرتفع ہو جاتی ہے اور رضائے عبد کی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ وقت اخذ صراحۃً متحقق ہو دوم یہ کہ وقت اخذ دلالۃً موجود ہو سوم یہ کہ وقت اخذ نہ ہو تو صراحۃً موجود ہو اور نہ دلالۃً بلکہ بعد میں حاصل کی جائے۔ پہلی صورت میں آخذ ابتداء ہی سے عاصی نہ ہوگا۔ دوسری صورت کی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ آخذ کو کسی معقول وجہ کی بنا پر اعتماد ہو کہ اگر مالک کو اپنے مال کے ضائع ہونے کا علم ہو اور اس وقت تک یہ علم نہ ہو کہ فلاں شخص نے لیا ہے اور بعد کو اسکا علم بھی ہوا تو گو اس صورت کو واقعہ کے علم سے پہلے ناگواری اور ناراضامندی لاحق ہو مگر بعد علم کے نہ اس سے

www.besturdubooks.wordpress.com

ناراض ہوگا کہ تو نے بلا اجازت لیا کیوں اور نہ اس سے کہ لیا تھا تو اچھا کیا۔ مگر ہم کو اطلاع کیوں نہ دی بلکہ ہر دو امور کو بخوشی گوارا کریگا۔ دوسرے یہ کہ وہ جانتا ہے کہ بعد علم اخذ میرا لے لینا تو نا گوار نہ ہوگا مگر اطلاع نہ کرنا نا گوار ہوگا۔ پہلی صورت میں ہر دو امر کا وقت اخذ بھی دلالۃً اذن ہے اس لئے آخذ نہ تو اخذ ہی کے سبب گنہگار ہوگا اور نہ عدم اطلاع ہی کے باعث۔ اور جہل بحقیقۃ الحال سے جو اذیت لاحق ہوئی ہے وہ کالعدم سمجھی جائیگی کیونکہ گو آخذ اپنی عدم اطلاع کے سبب اس تکلیف کا باعث ہوا مگر چونکہ وہ اس فعل میں بالدلالۃ ماذون تھا لہٰذا وہ تکلیف بھی بالدلالۃ اذن مرضی ماذون ہوگی۔ اور تحمل تکلیف پر بھی اس کی رضامندی متحقق ہوگی۔ دوسری صورت میں اذن اخذ تو دلالۃً ثابت ہوگا مگر اذن عدم اطلاع نہ ہوگا۔ لہٰذا اخذ کے سبب تو ابتدا ہی سے گناہگار نہ ہوگا مگر عدم اطلاع کے سبب ضرور گنہگار ہوگا۔ تیسری صورت میں وقت آخذ نہ گنہگار ہوگا مگر بعد حصول رضا گناہ مرتفع ہوجائیگا۔

(۲) حرمت ایذاء کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) بحق اللہ (۲) بحق العبد۔ حرمت اولے رضاء عبد سے مرتفع نہیں ہوسکتی اور حرمت ثانیہ مرتفع ہوسکتی ہے اور رضائے عبد کی تین قسمیں ہیں اول یہ کہ وقت ایذاء صراحۃً رضا متحقق ہو۔ دوم یہ کہ وقت ایذاء رضاء دلالۃً متحقق ہو۔ تیسری یہ کہ وقت ایذاء تو رضاء نہ صراحۃً متحقق ہو نہ دلالۃً۔ مگر ایذا رضامندی حاصل کرلیجائے۔ پہلی صورت میں وقت ایذاء ہی گنہگار نہ ہوگا اور دوسری صورت میں بھی وقت ایذا ہی سے گنہگار نہ ہوگا۔ لتحقق الاذن اما صراحۃً او دلالۃً اور تیسری صورت میں اولاً گنہگار ہوگا مگر بعد حصول رضاء گناہ باقی نہ رہے گا مثلاً سوئے کو جگا دینا ضرور ایذاء ہے اور ممنوع بھی ہے لیکن جب سونے والے کی طرف سے صراحۃً اذن ہوا اور اس نے کہہ دیا ہو کہ تم کو اجازت ہے جس وقت تم چاہو مجھے جگا سکتے ہو تو اس کو اٹھا دینے میں کوئی گناہ نہیں خواہ اس کو اٹھنے میں طبعاً تکلیف ہو۔ یا اس وجہ سے کہ وہ نہیں جانتا کہ جگانیوالا ماذون لہ ہے کیونکہ اس تکلف کے تحمل پر وہ صراحۃً رضامند ہو چکا ہے اور اگر کسی نے اپنی کسی غرض سے اپنے باپ یا بھائی یا کسی اور ایسے شخص کو (جسکی نسبت اس کو اعتماد ہو کہ وہ میرے اس فعل سے اصلاً ناخوش نہ ہوگا گو اس کو طبعاً تکلیف ہو یا اس وجہ سے کہ وہ یہ نہیں جانتا کہ جگانیوالا میں ہوں یا میرے جگانے کی غرض سے واقف نہیں اس لئے ابتداءً ناخوش ہو مگر بعد علم وہ ناخوشی مبدل بہ رضا ہو جائیگی) جگایا تو یہ گناہ نہیں اس لئے کہ دلالۃً اس جگانے کا بھی اذن ہے اور اس کی وجہ سے جو تکلیف ہو اس پر بھی رضا ہے اور اگر کسی ایسے شخص کو سوتے سے جگائے جس کی بابت مذکورہ بالا اطمینان حاصل نہیں تو یہ جائز نہیں لعدم الاذن والرضاء اور ایسا کرنے والا عاصی ہوگا مگر معافی کے بعد گناہ مرتفع ہو جائے گا۔

(۳) حرمت مزاح کی بھی دو صورتیں ہیں (۱) بحق اللہ اما بالذات او بواسطۃ لافضائہ الی المحرم بحق اللہ (۲) بحق العبد۔ حرمت اولے تو رضائے عبد سے مرتفع نہیں ہوسکتی ہاں حرمت ثانیہ مرتفع ہوسکتی ہے اور رضائے عبد کی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ مزاح موذی کی صراحۃً اجازت حاصل ہو مثلاً کہہ دیا ہو کہ تم کو ہر وقت یا کسی خاص وقت میں ایسے مزاح کی بھی اجازت ہے جس سے یہ نہ جاننے کے سبب کہ مزاح کرنے والے تم ہو یا جو بات

www.besturdubooks.wordpress.com

مزاحا کہی گئی ہے اس کا اصل مقصد نہ سمجھنے کے باعث یا جو کام مزاحا کیا گیا ہے اس کو جد پر محمول کرنے کی وجہ سے کچھ دیر کے لئے ہم کو ملال اور تکلیف ہو دوسری صورت یہ کہ دلالۃً اذن ہو یعنی مزاح کرنیوالا کسی معقول وجہ کی بنا پر یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ اگر میں فلاں شخص سے مذاق کرونگا تو اس کو اس وجہ سے تو ضرور تکلیف اور ناگواری لاحق ہوگی کہ وہ کسی وجہ سے اس کو جد پر محمول کریگا۔ باوجودیہ کہ اس کو یہ علم ہی نہیں کہ میں نے مذاق کیا ہے اس لئے وہ اس کو دوسرے کا فعل سمجھے گا لیکن جب اس کو حقیقت حال پر اطلاع ہوگی اور جان لے گا کہ جد نہیں تھی بلکہ مزاح تھا یا یہ کہ مزاح کرنے والا فلاں شخص ہے تو فوراً وہ تکلیف اور ناگواری رفع ہو جائے گی اور اس کو یہ خیال بھی نہ ہوگا کہ اس نے مجھے خواہ مخواہ پریشان کیا۔ تیسری صورت یہ کہ یہ دونوں صورتیں نہ ہوں بلکہ اس کے فعل سے اس کو ایذاء بھی ہو اور بعد علم لحقیقۃ الحال وہ ناگواری باقی بھی رہی اور اس کے بعد اس کی درخواست پر یا بلا درخواست رضامندی تحقق ہو جائے پہلی صورت کا جواز تو ظاہر ہے۔ دوسری صورت بھی جائز ہے کیونکہ شخص مذکور کی جانب سے مازح کو اس قسم کی تکلیف دینے کا دلالۃً اذن تھا۔ اور وہ اس کے تحمل پر دلالۃً رضامند تھا یہی وجہ ہے کہ جب اس کو حقیقت حال پر اطلاع ہوتی ہے تو اس کو یہ بھی خیال نہیں ہوتا کہ مجھے بلاوجہ تکلیف دی گئی۔ فارتفع الحرم ان دونوں صورتوں میں مازح ابتداء ہی سے گناہ گار نہیں ہوتا اور تیسری صورت میں ابتداء تو گنہگار ہوتا ہے مگر بعد حصول رضا گناہ مرتفع ہو جاتا ہے لعدم الرضا ابتداء وتحققہ بعد ذلک۔

(۴) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑھیا سے مزاح دلالۃً اذن کی بناء پر تھا گو اس میں ایذا تھی مگر دلالۃً بڑھیا کی طرف سے اسکی تحمل کی رضاء بھی تھی اور یہ کہنا کہ ایذاء ہی نہیں تھی اور اس کے لئے اما تقرئین القرآن کو قرینہ بنانا ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ ایذاء کا مطلقاً انتفا تو بڑھیا کے رونے ہی سے صحیح نہیں رہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشتر سے یہ سمجھنا کہ یہ عورت اس کلام کے مضمون کو سمجھ جائے گی اور اس ابہام سے اس پر کچھ اثر نہ ہوگا سو یہ غرض الہام اور نفس مزاح ہی کو باطل کرتا ہے بلکہ اس سے مقصود اپنے کلام کے حق ہونے کا ثبوت اور اس کے رنج کا ازالہ ہے اور نصوص ممانعت مزاح یا تو قسم ثالث پر محمول ہیں یا محرم بحق اللہ پر۔ یا اس مزاح پر جو موذی ہو۔ اور اس کے لئے نہ وقت ایذاء رضا ہو اور نہ بعد ایذاء۔

(۵) جواز مزاح کے لئے مقدار ایذاء کی تعیین نہیں ہو سکتی بلکہ اختلاف مواقع اور تفاوت مراتب تعلقات سے اس کی مقدار گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔ انتہی تقریر المولوی حبیب احمد۔

تو اس تقریر کی بناء پر شیخ کے فعل کی توجیہ یہ ہوئی کہ یہ ایذاء کی دوسری قسم تھی کہ ان کو قرائن سے یہ معلوم تھا کہ یہ ناگواری دام ملنے سے مایوسی کے ساتھ مقید ہے۔ دام ملتے ہی اور یہ معلوم ہوتے ہی کہ یہ فعل اس مصلحت سے تھا ناگواری جاتی رہے گی۔ پس ارتکاب غیر مشروع کا شبہ جاتا رہا اور صاحب درس کا مع بعض دوسرے مخصوصین کے اس بحث میں ایک اور مسلک ہے کہ اگر ایذاء کے کسی درجہ کو بھی جائز نہ کہا جائے اور لا یاخذ احدکم عصا

www.besturdubooks.wordpress.com

اخیہ الخ کو اطلاق ہی پر محمول رکھا جائے تو حدیث مجوز میں یہ کہا جائے گا کہ یہ نہی عن الایذاء اس وقت ہے جب مزاح کا پہلے سے یا تو قصد ہو یا علم ہو اور یہاں اس کی کوئی دلیل نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا ہوگا کہ قرآن سے اس کو حقیقت پر اطلاع ہے اور اس لئے اس کو مزاح سمجھ کر خوش ہوگی پس آپ کا ایذاء کا قصد تھا اور نہ اس کا علم تھا۔ مگر خلاف آپ کے خیال کے وہ ناواقف نکلی جب حضور نے اس ناواقفیت کا اثر کہ بکاء ہے مشاہدہ فرمایا اس کو حقیقت پر مطلع فرمادیا تو اس بناء پر شیخ کے فعل کی وہ توجیہ نہ ہوگی بلکہ کہا جائیگا کہ گو انکا یہ فعل قواعد پر منطبق ہو لیکن چونکہ مسئلہ مجتہد فیہ ونظری ہے ان کی رائے موافق مسلک مذکور اولاً کے ہوگی پس تقریر ثانی کی بناء پر ان سے خطاء اجتہادی ہوئی جس میں بجائے گناہ کے ایک ثواب ملتا ہے وھذا اسلم وان کان الاول عند البعض احکم واللہ اعلم۔

اشرف علی ۱۵ صفر ۱۳۲۴ ہجری

چونکہ اوپر سے گریہ کی فضیلت بیان فرمائی ہے
اس کی مناسبت سے اس حکایت کو بیان فرماتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

یہاں سے بطور نتیجہ کے نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے بھائی تو اپنے کو بھی بمنزلہ کودک حلوا فروش کے سمجھ اور اپنے مقصد کو اس کی گریہ وزاری پر موقوف جان۔ علی ہٰذا تو اپنے دل کو بھی بمنزلہ کودک حلوا فروش کے سمجھ کیونکہ تیرا مقصد اس کی اشکباری پر ہی موقوف ہے اور جب تک تضرع نہ ہوگا اس وقت تک کامیابی دشوار ہے پس اگر تو چاہتا ہے کہ تیری مشکل حل ہو جاوے اور محرومی کا خار کامیابی کے گل سے بدل جاوے اور اگر تو یہ چاہتا ہے کہ خلعت خوشنودی حق سبحانہ تجھے عطا ہو تو اپنے طفل چشم کو اپنے جسم کی تباہی پر اور اس کے اصلاح کے لئے رلاتا کہ وہ شہوات نفسانیہ اور صفات بہیمیہ سے پاک ہو اچھا ایک قصہ سن جس سے تجھے معلوم ہو کہ رونا کس قدر ضروری چیز ہے۔

شرح شبیری

ترسانیدن شخصے زاہدے را کہ کم گری تا کور نہ شوی

ایک شخص کا ایک زاہد کو ڈرانا کہ کم رویا کر تا کہ تو اندھا نہ ہو جائے

زاہدے را گفت یارے در عمل	کم گری تا چشم را نا ید خلل
عمل (تصوف) کے ایک ساتھی نے ایک زاہد سے کہا	کم رویا کر تا کہ آنکھ کو نقصان نہ پہنچے

زاہدے الخ۔ یعنی ایک زاہد سے اس کے ایک ہم مشرب یار نے کہا کہ رویا کم کرو تا کہ کہیں آنکھ میں خرابی نہ آ جائے یہ سن کر اس زاہد نے جواب دیا اور خوب جواب دیا کہنے لگا کہ

گفت زاہد از دو بیروں نیست حال	چشم بیند یا نہ بیند آں جمال
زاہد نے کہا حال دو صورتوں سے خالی نہیں ہے	اس حسن کو آنکھیں دیکھیں گی یا نہ دیکھیں گی

گفت زاہد الخ۔ یعنی اس زاہد نے کہا کہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اس جمال کو (یعنی جمال حق کو) یہ آنکھ دیکھے گی یا نہ دیکھے گی پس اگر اس جمال کو دیکھا تو ان کے جاتے رہنے کا غم نہیں اسی کو کہتے ہیں کہ

گر بہ بیند نور حق خود چہ غم ست	در وصال حق دو دیدہ کے کم ست
اگر وہ اللہ (تعالیٰ) کے نور کو دیکھ لیں گی تو پھر کیا غم ہے؟	اللہ (تعالیٰ) کے وصال میں دو آنکھیں کیا کم ہیں

گر بہ بیند نور حق الخ۔ یعنی اگر نور حق کو دیکھا تب تو کچھ غم نہیں اور حق تعالیٰ کے وصال میں (اور اس کی آرزو اور حسرت میں اگر) دو آنکھیں۔ (جاتی بھی رہیں) تو کیا کم ہیں مطلب یہ کہ اس وصال کے سامنے تو ان کی تو کچھ بھی حقیقت نہیں دو آنکھیں ہیں ہی کیا اور اگر اس جمال کو نہ دیکھیں گے تو پھر ان کا عدم وجود برابر بلکہ عدم اولیٰ ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں چنیں چشم شقی گو کور شو	ورنہ خواہد دید از حق نور وضو
تو کہہ دو ایسی آنکھیں اندھی ہو جائیں	اور اگر وہ اللہ (تعالیٰ) کے نور اور روشنی کو نہ دیکھ سکیں گی

ورنہ خواہد دید الخ۔ یعنی اور اگر جمال حق کو نہ دیکھے گی تو پھر تو اس سے کہہ دو کہ جا ایسی بدبخت آنکھ سے تو کہہ دو وہ اندھی ہو جائے اور اس کا اندھا ہو جانا ہی بہتر ہے لہٰذا اگر میرے اس رونے سے دیدار حق ہو اور اس وجہ سے آنکھیں اندھی ہو جائیں تب تو کچھ بھی غم نہیں اس کے وصال کے سامنے یہ دو آنکھیں ہی کیا اگر لاکھوں آنکھیں بھی ضائع ہو جائیں اور وہ مل جائے تو بس کافی ہے اور اگر اس کے دیدار سے محروم ہیں تو پھر ان کو اندھا ہی ہو جانا چاہیے اور ایسی آنکھ اگر پھوٹ جائے یہی بہتر ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ اس آنکھ کے جاتے رہنے سے غمگین مت ہو اس لئے کہ

چپ مرو تا بخشدت او چشم راست	غم مخور از دیدہ کاں عیسیٰ تراست
ٹیڑھا نہ چل تاکہ وہ تجھے صحیح آنکھیں بخش دے	آنکھوں کی فکر نہ کر عیسیٰ (خدا) تیرا ہے

غم مخور الخ۔ یعنی ان آنکھوں کا غم مت کھاؤ اس لئے کہ وہ عیسیٰ تو تمہارے ہیں اور ٹیڑھے مت چلو تا کہ تم کو وہ دو آنکھیں درست عنایت فرمائے یہاں عیسیٰ سے مراد حق تعالیٰ ہیں اور تشبیہ صرف احیاء و شفاء بخشی میں ہے کہ جس طرح عیسیٰ علیہ السلام مردہ کو زندہ فرما دیتے تھے اندھے مادرزاد کو بھی اچھا کر دیتے تھے اس طرح حق تعالیٰ ہیں تو پھر اگر آنکھیں جاتی رہیں تو کیا غم ہے وہ پھر درست فرما دیں گے اور چونکہ یہ ضروری نہیں کہ مشبہ بہ مشبہ سے اکمل ہو اس لئے حق تعالیٰ کو عیسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ دینے میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی جیسا کہ خود قرآن شریف میں ہے مثل نورہ کمشکوٰۃ فیھا مصباح پس دیکھو کہ نور شمع ناقص ہے اور نور حق کامل و اکمل ہے لیکن پھر بھی مشکوٰۃ فیھا مصباح مشبہ بہ ہے اور حق تعالیٰ مشبہ ہیں اس طرح یہاں بھی ہے۔ فلا اشکال آگے فرماتے ہیں کہ

نصرت از وے خواہ کو خوش ناصرست	عیسیٰ روح تو باتو حاضرست
مدد اس سے مانگ وہ بہترین مددگار ہے	تیری روح کا عیسیٰ (خدا) تیرے پاس موجود ہے

عیسیٰ روح الخ۔ یعنی تمہاری روح کا عیسیٰ زندہ رکھنے والا تمہارے ساتھ حاضر ہے اور موجود ہے تو تم اس سے مدد چاہو اس لئے کہ وہ بہت اچھا مدد کرنیوالا ہے یہاں عیسیٰ روح میں عیسیٰ سے مطلق محیی مراد ہے جیسے کہ حاتم سے مطلق سخی مراد ہے پس مطلب یہ ہوا کہ حق تعالیٰ تو تیرے ساتھ ہیں جیسا کہ خود فرماتے ہیں کہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ پس باوجود اس قدر قرب کے پھر بھی تو اس سے غافل ہے تو سخت تعجب ہے تجھ کو تو چاہیے کہ اس سے امداد چاہے اور حیات روح کے لئے اس سے دعا کرے کہ یا الٰہی مجھ کو حیات روح میسر فرما کہ جس کے ذریعہ سے میں تیری معرفت حاصل کر سکوں اور تجھ تک پہنچ سکوں۔ مگر اس سے اس تن ظاہری ہی کی اصلاح کے لئے ہر وقت دعا مت مانگو بلکہ اس سے تو اصلاح قلب اور حیات روح ہی کی دعا کرو اسی کو فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

لیک بیگار تن پر استخواں	بر دل عیسیٰ منہ تو ہر زماں
لیکن ہڈیوں بھرے جسم کی بیگار	کسی وقت (بھی) عیسیٰ (خدا) کے دل پر نہ رکھ

لیک بیگار تن الخ۔ یعنی (اس سے مدد چاہو دعا کرو) لیکن اس تن پر استخوان ہی کی بیگار اس عیسیٰ کے قلب پر مت ڈالو مطلب یہ کہ حق تعالیٰ سے نصرت چاہو اور دعا کرو کہ حق تعالیٰ تمہارے قلوب کی اصلاح فرمائیں لیکن اس بدن کی تزئین و تحسین و تربیت ہی کی ہر وقت فکر میں مت لگے رہو اس لئے کہ یہ ایک بیکار اور فضول ہے اس کی فکر ہی کیا اور دل عیسیٰ سے مراد دل حق تعالیٰ ہے اور دل کہہ دینا ایسا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک۔ پس جس طرح وہاں نفس کا اطلاق حق تعالیٰ پر صحیح ہے اس طرح یہاں دل کا اطلاق بھی صحیح ہے آگے اس کے ایک مثال کی طرف اشارہ کر کے توضیح فرماتے ہیں کہ

ہمچو آں ابلہ کہ اندر داستاں	ذکر او کردیم بہر راستاں
اس بیوقوف کی طرح جس کا قصہ میں	اہل حق کے لئے ہم نے اس کا ذکر کیا ہے

ہمچو آن ابلہ الخ۔ یعنی (تمہارا اس تن خاکی کی اصلاح اور تزئین کی فکر کرنا) اس بیوقوف کی طرح ہے کہ جس کا ذکر ہم نے راست لوگوں کے واسطے ایک داستان میں کیا ہے) بس جس طرح اس نے حقیقت سے غافل ہو کر احیاء جسم چاہا تھا اور نقصان اٹھایا جیسا آگے معلوم ہوگا اس طرح تم بھی حق سے دور اور خاسر ہو گے آگے پھر اسی کی تاکید فرماتے ہیں کہ ظاہری آرائش کو ترک کرو اور باطن کی طرف متوجہ ہو فرماتے ہیں کہ

زندگی تن مجو از عیسیت	کام فرعونی مخواہ از موسیت
اپنے عیسیٰ (خدا) سے جسم کی زندگی کا طالب نہ بن	اپنے موسیٰ (خدا) سے فرعونی مقصد نہ چاہ

زندگی تن الخ۔ یعنی اپنے عیسیٰ (یعنی حق تعالیٰ) سے تن ظاہری ہی کی زندگی مت چاہو (بلکہ اس کو تابع رکھو اصل مقصود حیات روحانی کو سمجھو) اور اپنے موسیٰ سے فرعونی مقصد مت چاہو اس لئے کہ فرعون کا مقصود تو صرف ظاہر پرستی اور تن پروری تھا تو تم حق تعالیٰ سے اسی مقصد کی دعا مت کرو بلکہ اگر اس کی دعا کرو بھی تو تبعاً اصل مقصود حیات روح ہی ہے آگے خدا پر بھروسہ رکھنا اور اصل زندگی روح ہی کی زندگی کو سمجھنا بیان فرماتے ہیں کہ

بر دل خود کم نہ اندیشہ معاش	عیش کم ناید تو بر درگاہ باش
اپنے دل پر معاش کی فکر کم کر	معاش کم نہ رہے گی تو دربار میں حاضر رہ

بر دل خود الخ۔ یعنی اپنے دل پر معاش کا فکر کم رکھو (اس لئے کہ معاش سے تو صرف زندگی بدن ظاہری ہوتی ہے جو کہ اصل مقصود نہیں ہے اصل مقصود حیات روح ہے لہذا) تم درگاہ حق میں حاضر تو رہو (پھر دیکھو کہ اس عیش (ظاہری) میں بھی کمی نہ آئے گی آگے اس کی دلیل بتاتے ہیں کہ اگر تم درگاہ حق میں حاضر رہو گے تو عیش ظاہری میں ہی اس لئے خلل نہیں واقع ہو سکتا کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

یا مثال کشتیٔ مر نوحؑ را	ایں بدن خرگاہ آمد روح را
یا کشتی جیسا ہے نوحؑ کے لئے	یہ جسم روح کا خیمہ ہے

ایں بدن خرگاہ الخ۔ یعنی یہ بدن (ظاہری) روح کے لئے (مثل) ایک خیمہ کے ہے (تو جس نے خیمہ لگایا ہے وہی اس کو درست بھی رکھے گا اور وہی اس کی مرمت وغیرہ بھی کرے گا تاکہ خراب نہ ہو جائے کہ اس کے خراب ہونے سے اس شخص کو جس کے لئے خیمہ لگایا گیا ہے کلفت ہوگی پھر ہمیں کیا فکر ہے اور) یا نوح علیہ السلام کی کشتی کی مثال سمجھو کہ جس نے نوح علیہ السلام کو کشتی دی ہے وہی اس کی حفاظت بھی کریں گے اس طرح جب روح کی حفاظت کے لئے بدن انسان مقرر ہوا ہے اور مقرر کرنے والے حق تعالیٰ ہیں تو ضرور ہے کہ اس کی حفاظت اور اسکا تغذیہ وغیرہ بھی وہی فرمادیں گے ہم کو کیا فکر ہے اور یہ امر شاہد ہے کہ جس نے اللہ پر بھروسہ کیا اس کو وہاں سے ملا ہے کہ جہاں سے گمان بھی نہ تھا اور اس وقت اس کا مصداق معلوم ہوتا ہے کہ یرزقہ من حیث لایحتسب۔ پس چاہیے کہ خدا پر بھروسہ کرے اور اصلاح روح کی فکر میں لگے آگے اسی کی ایک اور مثال فرماتے ہیں کہ

خاصہ چوں باشد عزیز درگہے	ترک چوں باشد بیابد خرگہے
خصوصاً جبکہ وہ دربار میں باعزت ہو	سپاہی جب (لازم) ہوتا ہے اس کو خیمہ مل جاتا ہے

ترک چوں باشد الخ۔ یعنی جب سپاہی ہوتا ہے تو اس کو خیمہ وغیرہ ملتا ہے اور پھر خاص کر اس کو جو کہ مقرب بارگاہ بھی ہو پس جس طرح کہ سپاہی اپنا نان ونفقہ بادشاہ کے ذمہ سمجھتا ہے اور اسی پر مطمئن ہو کر خود کوئی فکر نہیں کرتا تو اس کو بادشاہ کی طرف سے کل سامان ملتا ہے اور وہ آرام سے رہتا ہے اور پھر اگر وہ سپاہی مقبول بارگاہ بھی ہو تب تو اس کو ضروری سارا سامان ملے گا تو اس طرح جو شخص حق تعالیٰ پر بھروسہ کرے اور یہ سمجھے کہ بس وہ خود روزی پہنچا دے گا اور اپنے آپ فکر چھوڑ کر توکل علی اللہ کرے اس کی حق تعالیٰ ضرور مدد فرمائیں گے اور وہ ان شاء اللہ کبھی پریشان نہ ہوگا۔ یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ ہم تو دیکھتے ہیں کہ جو لوگ متوکل ہوتے ہیں وہ بھی پریشان ہوتے ہیں تو اس کو یوں سمجھو کہ پریشانی اصل میں قلب سے ہوتی ہے اور پریشانی ظاہری جس کا اثر قلب پر نہ ہو اصل پریشانی نہیں ہوتی پس جو اولیاء اللہ اور متوکل ہیں ان کو حقیقی قلبی پریشانی کبھی نہیں ہوتی ہاں پریشانی ظاہری کہ مثلاً فاقہ ہو گیا بیٹا مر گیا وغیرہ وغیرہ پیش آتی ہیں سو وہ پریشان نہیں ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی ملازم کسی نواب کے یہاں ہے اور اس کو علاوہ تنخواہ کے روٹی بھی ملتی ہے مگر روزانہ کھانا دس بجے آجاتا تھا اور آج بارہ بج گئے ہیں مگر ابھی تک کھانے کا پتہ نہیں تو اس وقت اس سے دریافت کیا جائے گا کہ بھائی بارہ بج گئے اور روٹی نہیں آئی تو تم کچھ اور فکر کرو تو وہ یہی کہے گا کہ روٹی ضرور آوے گی لیکن آج کسی خاص مصلحت سے دیر ہو گئی ہے جس کا مجھے علم نہیں تو اگرچہ اس کو بظاہر بھوک لگ رہی ہے مگر اس کا قلب مطمئن ہے کہ ضرور کھانا ملے گا بس یہی حال ان حضرات متوکلین کے فاقہ اور پریشانی ظاہری کا ہے خوب سمجھ لو۔ اور یہاں یہ مت سمجھ جانا کہ بس پھر کیا ہے توکل کر کے اسباب کو ترک

www.besturdubooks.wordpress.com

کر کے بیٹھ رہیں خدا دے گا یہ سمجھنا بہت بڑی غلطی ہے اس لئے کہ دیکھو حدیث میں ایک بدوی کا قصہ ہے کہ اس نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اونٹ کو باندھ کر پھر خدا پر بھروسہ رکھوں کہ میرا اونٹ گم نہ ہوگا یا مطلق العنان چھوڑ کر پھر بھروسہ کروں ارشاد ہوتا ہے کہ اعقل وتوکل یعنی اس کو باندھ دے اور پھر توکل کر۔ اس لئے کہ اگر تم نے اس کو باندھ بھی دیا تو پھر بھی تو خدا ہی اس کی حفاظت کرتا ہے ورنہ چور کھول کر لے جائیں خود رسی توڑ کر بھاگ جائے وغیر ذلک پس اس طرح جو اسباب شریعت نے انسان کو بتا دیئے ہیں ان کا ارتکاب ضروری ہے بعد ارتکاب اسباب بھی تو اس فعل کا مرتب کر دینا حق تعالیٰ ہی کا کام ہے تمہارے باوا کا اجارہ ہے کہ جب تم اسباب کا ارتکاب کر لیا کرو تو اس پر ضرور اثر مرتب ہو ہی جایا کرے اثر کا مرتب فرما دینا تو فعل حق تعالیٰ کا ہے اسی پر بھروسہ رکھو اب معلوم ہوا کہ اسباب کا ارتکاب کرے اور پھر بھی حق سبحانہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھے اور بعض جگہ جو سنا گیا ہے کہ کسی بزرگ نے بالکل ترک اسباب کر دیا وران کے لئے غیب سے کھانے وغیرہ آتے تھے یہ ان کی خصوصیت ہے اور کرامت ہے۔ کار پاکان را قیاس از خود مگیر + گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر + خوب سمجھ لو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اوپر چونکہ زاہد کے قصہ کے ضمن تمثیلاً اشارہ کیا تھا اس رفیق عیسیٰ علیہ السلام کے قصہ کی طرف لہٰذا اب اس قصہ کو پورا فرماتے ہیں

شرح حبیبی

زاہدے را گفت: کسی زاہد نے اپنے ہم مشرب سے کہا کہ بھائی اتنا نہ رویا کرو تا کہ تمہاری آنکھوں میں نقصان نہ آجائے تو اس زاہد نے کیا خوب جواب دیا کہ جناب دو حال سے خالی نہیں یا تو میری آنکھیں آخرت میں جمال حق کا مشاہدہ کریں گی یا نہیں اگر کریں گی تو پھر کیا پرواہ ہے اگر یہ جاتی رہیں وصال حق کے وقت جو قیامت میں دو آنکھیں مجھے ملیں گی وہی کیا کم ہیں اور اگر دیدار حق سبحانہ ان کی قسمت میں نہیں تو جانے دو بلا سے جاتی رہیں ایسی بد قسمت اور محروم آنکھوں کا تو اندھا ہونا ہی بہتر ہے پس اگر اندھی ہو جائیں تو ہو جانے دو اس کے بعد مولانا حسب عادت نصیحت فرماتے ہیں۔

غم مخور از دیدہ: جب تجھے معلوم ہو چکا کہ طالب حق آنکھ کی کچھ پرواہ نہیں کرتے تو تو بھی آنکھ کی کچھ فکر نہ کر اور جس قدر رو سکے رو۔ کیونکہ آنکھیں دینے والا تیرا یار ہے۔ پس اگر جاتی بھی رہیں اور تجھے ضرورت بھی ہو اور خواہش بھی ہو تو وہ پھر دے سکتا ہے اور ٹیڑھا مت چل بلکہ صراط مستقیم پر قائم رہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تجھ کو راست اور حقیقت بین اور غلط بینی سے محفوظ دو آنکھیں عنایت کرے گا جن سے تو حقائق کو علیٰ ما ہی علیہ دیکھ سکے گا تیری روح کو حیات جاوید عطا کرنے والا تو تیرے ساتھ ہے بس تو اس کے ماسوا کو چھوڑ کر صرف اسی کو اپنا مددگار بنا اور اس سے مدد کی درخواست کر کہ وہ اچھا مددگار ہے اور ادھر ادھر مت بھٹک۔ مگر اپنی ہڈیوں سے بھرے ہوئے جسم کی بے نتیجہ حیات وبقا کی اپنی عیسیٰ اور روح کو حیات ابدی بخشنے والے اور چشم حقیقت بین عنایت کرنے والے حق سبحانہ سے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر وقت درخواست مت کرنا جیسے اس احمق نے حیات جسم مردہ کی حضرت عیسیٰ سے لغو درخواست کی تھی جسکا ہم اثناء قصہ میں ارباب طبع مستقیم کی عبرت کے لئے ذکر کر چکے ہیں بلکہ اصالتہ حیات روح کی درخواست کرنا اور اس کے لئے انہیں مانگنا اور اگر حیات روح کی غرض سے حیات واصلاح جسم کی بھی درخوست ہو تو کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ یہ بھی فی الحقیقتہ حیات روح ہی کی درخواست ہے۔ دیکھو ہم پھر کہتے ہیں کہ اپنے عیسیٰ (حق سبحانہ) سے جو تجھے حیات روح عطا کر سکتے ہیں حیات جسم کی درخواست ہرگز نہ کرنا اس لئے کہ جو جس کے شایان شان ہوتا ہے اس سے اسی کی درخواست کی جاتی ہے موسیٰ جن کا کام مقصد فرعونی کا ملیامیٹ کرنا ہے ان سے مقصد فرعونی کی درخواست سراسر نازیبا ہے پس حق سبحانہ جن کے شایان شان روح پروری ہے ان سے تن پروری کی ہرگز درخواست نہ کرنا اور معاش کی فکر کا بار بھی اپنے دل پر نہ ڈالنا بس تو فقط اس شہنشاہ کی ڈیوڑھی پر حاضر رہ یعنی اس کی اطاعت اختیار کر تیرے لئے روٹیوں کی کمی نہیں جب کہ اصل معیشت کی یہ حالت ہے جس پر مدار حیات ہے تو اور چیزیں یا غیر ضروری ہیں ان کی فکر تو محض لا طائل ہے یا ضروری ہیں مگر رزق سے کم تو جو رزق کا انتظام کرے گا وہ ان ضروریات کو بھی پورا کرے گا لہٰذا ان کی فکر بھی بے سود ہے تو یوں سمجھ کہ بدن روح کا خیمہ ہے جس کو حق سبحانہ نے روح کی مہمانی کے لئے قائم کیا ہے اور روح اس میں حق سبحانہ کی مہمان ہے تو جس جواد وغنی نے اس کو اپنا مہمان بنایا ہے اور رہنے کے لئے خیمہ دیا ہے کیا وہ کھانا نہ دیگا ضرور دیگا چنانچہ وہ اپنے کلام پاک میں اطلاع بھی دے چکا ہے چنانچہ فرمایا وما من دابۃ فی الارض الاعلی اللہ رزقھا یا بدن کو مثل کشتی کے سمجھ۔ اور روح کو مثل نوح کے۔ پس جس نے نوح علیہ السلام کو کشتی میں رزق پہنچایا تھا جہاں ان کو کسب پر بھی قدرت نہ تھی کیا وہ روح کو بدن کے اندر غذا نہ دیگا بات یہ ہے کہ ہر چیز کے لئے اس کی ضروریات حاصل ہوتی ہیں چنانچہ جب ترک ہوگا تو اس کو خیمہ بھی ملے گا پھر جب کہ وہ مقرب بارگاہ شاہی بھی ہو تو بلائے اس کو خیمہ ملے گا پس اگر تو معمولی شخص ہے اور درگاہ حق سبحانہ کا مقرب نہیں تب بھی تجھے ضروریات زندگی ملیں گی چہ جائیکہ مقرب بارگاہ حق سبحانہ ہو اس وقت تو بلا لے تیرے لئے ضروریات فراہم کی جائیں گی چونکہ اشعار مذکور میں ترغیب تھی حق سبحانہ سے حیات روح طلب کرنے کی اور حیات جسم کے متعلق درخواست نہ کرنے کی آگے حیات روح کے بجائے حیات جسم طلب کرنے کا ضرور بیان کرتے ہیں اور اس مناسبت سے قصہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرف رجوع فرماتے ہیں۔

شرح شبیری

تمامی قصہ زندہ شدن استخوانہا بدعائے عیسیٰ علیہ السلام

(حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ہڈیوں کے زندہ ہو جانے کے قصہ کی تکمیل

چونکہ عیسیٰ دید آں ابلہ رفیق	جز کہ استیزہ نمید انذ طریق
جب (حضرت) عیسیٰ نے اس بیوقوف ساتھی کو دیکھا	کہ جھگڑے کے سوا کوئی طریقہ نہیں جانتا ہے

چونکہ عیسیٰ الخ۔ یعنی جب کہ عیسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ بیوقوف رفیق سوائے مخالفت کے اور کچھ طریق جانتا ہی نہیں اور

می نگیرد پندرا از ابلہی	بخل می پندارد او از گمرہی
بیوقوفی کی وجہ سے نصیحت قبول نہیں کرتا ہے	نادانی کی وجہ سے (اسم اعظم نہ پڑھنے کو) بخل سمجھتا ہے

می نگیرد الخ۔ یعنی بیوقوفی کی وجہ سے نصیحت کو قبول نہیں کرتا اور گمراہی کی وجہ سے بخل خیال کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بتانے میں بخل کرتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتا کہ اس میں کیا خرابیاں ہیں پس جب عیسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ اب یہ مانے گا نہیں تو آخرکار انہوں نے اس اسم کو ہڈی پر پڑھ دیا اسی کو فرماتے ہیں کہ

خواند عیسیٰؑ نام حق بر استخواں	از برائے التماس آں جواں
(حضرت) عیسیٰ نے ہڈیوں پر اسم اعظم پڑھ دیا	اس جوان کے اصرار کی وجہ سے

خواند عیسیٰ الخ۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے ہڈی پر حق تعالیٰ کا نام پڑھ دیا اس جوان کے عرض کرنے کی وجہ سے پس جب اس نام حق کو پڑھا تو وہ ہڈی زندہ ہوگئی اس کو فرماتے ہیں کہ

حکم یزداں از پئے انجام مرد	صورت آں استخواں را زندہ کرد
اللہ (تعالیٰ) کے حکم نے (اس) انسان کے انجام کیلئے	ان ہڈیوں کے ڈھانچہ کو زندہ کر دیا

حکم یزدان الخ۔ یعنی حکم خداوندی نے اس خام مرد کے واسطے (یعنی اس کے کہنے کی وجہ سے) اس ہیں کی صورت کو زندہ کر دیا تو

از میاں برجست یک شیر سیاہ	پنجہ زد کرد نقشش را تباہ
درمیان سے ایک کالا شیر کودا	اس (شیر) نے پنجہ مارا اور اس کے نقش کو مٹا دیا

ازمیان برجست الخ۔ یعنی (فوراً) درمیان سے ایک شیر سیاہ کودا اور پنجہ مار کر اس رفیق کے نقش (ہستی) کو تباہ کر دیا اور

کلاش برکند و مغزش ریخت زود	ہمچو جوزے کاندرے مغزے نبود
اس کی کھوپڑی اکھاڑ دی اور جلد اس کا بھیجا بکھیر دیا	اس اخروٹ کی طرح جس میں گری نہ تھی

کلاش الخ۔ یعنی اسکا کلہ توڑ دیا اور جلدی سے مغز بکھیر دیا جیسے کہ اس میں مغز تھا ہی نہیں اس لئے کہ اگر مغز اور عقل ہوتی تو وہ ایسی بات ہی کیوں کہتا اور حقیقت کو سمجھ کر اس اصرار سے اعراض کرتا آگے مولانا جملہ معترضہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ

گر ورا مغزے بدے زا شکستنش	خود نبودے نقص الا بر تنش
اگر اس میں گودا ہوتا اس کے ٹوٹنے سے	محض اس کے جسم کو نقصان پہنچا

www.besturdubooks.wordpress.com

گردرا مغزے الخ۔ یعنی اگر اس کا مغز (عقل) ہوتا تو اس کے ٹوٹنے سے صرف اس کے بدن پر ہی نقصان آتا کہ وہ مغز پاش پاش ہو جاتا مگر روح کو تو فرحت ہوتی کہ یہ حجاب جسمانی اٹھ کر وصل حاصل ہو جاتا مگر چونکہ اس کی عقل تو تھی نہیں کہ جو حقیقت کو پہچانتا اس لئے جسم پر بھی آفت آئی اور روح کو بھی فرحت نہ ہوئی خسر الدنیا والآخرہ رجب اس شیر نے اس کو مار ڈالا تو اس سے عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ

گفت عیسیٰ چوں شتابش کوفتی	گفت زاں رو کہ تو زو آشوفتی
(حضرت عیسیٰ نے اس (شیر) سے فرمایا تو نے اس قدر جلد اس کی سرکوبی کیوں کی؟	اس نے کہا اس لئے کہ تم اس سے پریشان ہوئے

گفت عیسیٰ الخ۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تو نے اس کو اس قدر جلد کیوں ہلاک کر دیا تو اس شیر نے کہا اس لئے کہ آپ اس سے پریشان ہو چکے تھے اور اس نے آپ کو بہت پریشان کیا تھا لہٰذا اس کی یہ سزا اس کو دی گئی یہاں سے معلوم ہو گیا کہ مقبولان حق کے ساتھ گستاخی کرنا اور ان کے کہنے کو نہ ماننے کی کیا سزا ہوتی ہے اور کیا کیا آفات انسان پر آتے ہیں۔ دیکھو اس شخص نے نہیں مانا تو اس کو یہ سزا ملتی بس اگر آج کوئی شخص اہل اللہ کے ساتھ گستاخی کرتا ہے تو اگرچہ شیر سیاہ اس کے بدن ظاہری کو ہلاک نہیں کرتا لیکن کیا موت باطن قابل حسرت وافسوس نہیں ہے خدا کی قسم دل مر جاتا ہے اور قلب میں وہ شگفتگی و بحالی ہرگز ہرگز نہیں رہتی اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر وقت ایک پہاڑ سر پر رکھا ہے اور اس شخص کو عیش دنیاوی میں بھی لذت حاصل نہیں ہوتی پس چاہیے کہ اہل اللہ کی ایذا دہی اور ان کے ستانے سے بچے اور ہمیشہ ان کی اطاعت کرے آگے پھر عیسیٰ علیہ السلام نے اس شیر سے دریافت کیا کہ

گفت عیسیٰ چوں نخوردی خون مرد	گفت در قسمت نبودم رزق خود
حضرت عیسیٰ نے فرمایا تو نے اس کا خون کیوں نہ پیا؟	اس نے کہا میری قسمت میں اپنی روزی نہ تھی

گفت عیسیٰ چون الخ۔ یعنی (پھر) عیسیٰ علیہ السلام نے (اس شیر سے) پوچھا کہ (اگر تو نے اس کو مارا تھا تو) تو نے اسکا خون کیوں نہ پیا (جیسا کہ شیروں کا معمول ہے کہ شکار کا خون پی لیتے ہیں) تو شیر نے کہا کہ میری قسمت میں رزق کھانا نہ رہا تھا اس لئے کہ اگر میری قسمت میں اس کو کھانا ہوتا تو میں پہلے ہی حیات میں اس کو کھا لیتا اور کھانے سے پہلے مرتا ہی کیوں پس جب کہ میں مر گیا تھا تو معلوم ہوا کہ میری قسمت میں اب رزق نہ رہا تھا یہاں یہ شبہ نہ ہو کہ ممکن ہے کہ اس کی قسمت میں یہ ہو کہ اول حیات میں اس قدر رزق اس کو ملے گا اور حیات ثانیہ میں اس قدر تو پھر اس کا یہ کہنا کہ میری قسمت میں رزق رہا ہی نہیں کیسے صحیح ہوگا۔ جواب یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ جب تک ہر چیز اپنا رزق پورا نہیں پا لیتی اس وقت تک اس کو موت نہیں آتی۔ پس اس کا پہلے مر جانا دلیل اس کی ہے کہ اس کی قسمت میں رزق رہا ہی نہ تھا اگر یہ آدمی اسکا رزق ہوتا تو ضرور ہے کہ پہلے ہی مل جاتا اب آگے مولانا انتقال فرماتے ہیں کہ جس طرح اس شیر نے مارا تو کھایا نہیں اس طرح بہت سے لوگ جمع کر جاتے ہیں مگر اس سے منتفع نہیں ہوتے فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

جبکہ عیسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ احمق ساتھی لجاج وجدال کے سوا کوئی اور طریق جانتا ہی نہیں اور اپنی حماقت سے مفید اور سودمند بات کو مانتا ہی نہیں بلکہ میری اس پہلوتہی اور معذرت کو وہ احمق بخل سمجھتا ہے تو اس کی درخواست کے سبب ان ہڈیوں پر اسم حق سبحانہ پڑھا اس پر حق سبحانہ کے حکم سے اس نادان آدمی (کی سزا ہی) کے لئے وہ ہڈیاں زندہ ہو گئیں اور ان میں سے ایک کالا شیر نکلا جس نے نکلتے ہی اس شخص کے سر پر ایک پنجہ مارا اور اس کے نقش ہستی کو مٹا دیا۔ اس کی کھوپڑی اتار لی جس سے سارا بھیجا نکل پڑا اور اس کا سر ایسا ہو گیا جیسے اخروٹ جس میں گری نہ ہو اس سے اس کو سراسر نقصان ہوا کیونکہ اس میں حقیقی مغز اور عقل وفہم نہ تھی لیکن اگر اس میں حقیقی مغز ہوتا تو اول تو یہ نوبت ہی نہ آتی اور اگر بالفرض آتی بھی تو اس سے صرف اس کے جسم میں نقصان آتا روح پر کوئی کچھ اثر نہ ہوتا اور ضرر جسمانی لائے محض ہے تو فی الحقیقت اس کو کچھ بھی نقصان نہ ہوتا اب سراسر نقصان اس لئے ہوا کہ روح تو پیشتر ہی سے مردہ تھی اگر وہ زندہ تھا تو محض حیات جسمانی سے اب وہ بھی جاتی رہی تو زندگی کا کچھ حصہ بھی اس کے لئے باقی نہ رہا وھل ھذا الاخسران مبین حضرت عیسیٰ نے شیر سے دریافت کیا کہ تو نے اس کو اتنی جلدی کیوں کچل دیا اس نے جواب دیا کہ وجہ یہ تھی کہ آپ اس سے بلاوجہ پریشان ہوئے تھے حق سبحانہ کو گوارا نہ ہوا کہ بعد وجود سبب ہلاک کے اس کو ذرا سی بھی مہلت دی جائے اور اپنی خیالی کامیابی پر ذرا بھی خوش ہوئے۔ اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا کہ اچھا تو نے اس کا خون کیوں نہ پیا تو اس نے جواب دیا کہ رزق کھانا میرے مقدر نہ تھا آگے مولانا نصیحت کی طرف انتقال فرماتے ہیں

شرح شبّیری

اے بسا کش ہمچو آں شیر ژیاں	صید خود ناخوردہ رفتہ از جہاں
اے (مخاطب) بہت سے لوگ اس غضبناک شیر کی طرح	دنیا سے اپنا شکار بغیر کھائے چلے گئے

اے بسا کس الخ۔ یعنی اس شیر مست کی طرح بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ اپنے شکار کو بغیر کھائے ہوئے جہاں سے روانہ ہو جاتے ہیں اور ان کو اس سے عیش حاصل کرنا نصیب نہیں ہوتا بلکہ جمع کیا اور دوسروں کے واسطے چھوڑ گئے آگے فرماتے ہیں کہ

قسمتش کاہے نہ وحرصش چو کوہ	جستہ بے وجھے وجوہ از ہر گروہ
اسکی قسمت میں ایک تنکا بھی نہیں اور اس کی حرص پہاڑ جیسی ہے	ہر گروہ سے بے طریقہ آمدنیوں کا جویاں ہے

قسمتش کاہے الخ۔ یعنی اسکا حصہ گو ایک تنکا بھی نہیں اور حرص پہاڑ کی طرح اور نامشروع طریق سے آمدنیوں کو حاصل کیا نہ جائز دیکھا نہ ناجائز دیکھا جس طرح حاصل ہوا حاصل کیا اور

www.besturdubooks.wordpress.com

جمع کردہ مال و رفتہ سوئے گور	دشمناں در ماتم او کردہ سور
مال کو جمع کیا اور قبر میں چلا گیا	دشمنوں نے اس کے ماتم میں جشن منایا

جمع کردہ مال الخ۔ یعنی مال جمع کر کے گور کی طرف چلا گیا (اور خود اس سے متمتع نہ ہوا) تو دشمن اس کے ماتم (کے زمانہ) میں خوشی کرتے ہیں اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ جو اس نے جمع کیا تھا وہ اب ہم کو ملے گا پس بڑے حسرت اور افسوس کی بات ہے کہ جمع بھی کیا بے ہودہ طرق سے اور وبال اُخروی اپنے سر لیا اور پھر اس سے متمتع بھی نہ ہوا اب آگے مولانا مناجات فرماتے ہیں اور اس سے پناہ مانگتے ہیں فرماتے ہیں کہ

اے میسر کردہ برما در جہاں	سخرۂ و بیگار مارا وارہاں
اے (وہ ذات) تو نے دنیا کو ہمارے لئے آسان کر دیا ہے	فرمانبرداری اور بیگار سے ہمیں نجات دے

اے میر کردہ الخ۔ یعنی اے وہ ذات کہ جس نے ہم پر اس جہان میں ان بے ہودہ امور کو اور فضول کاموں کو آسان فرمادیا ہے ہم کو اس سے چھڑا دے اور اس میں مبتلا نہ فرما اور

طعمہ بنمودہ بما و آں بودہ شست	آنچناں بنما بما آں را کہ ہست
ہمیں چارہ نظر آیا اور وہ مچھلی کا کانٹا تھا	ہمیں اسی طرح دکھا دے جس طرح سے وہ ہے

طعمہ بنمودہ الخ۔ یعنی ہم کو لقمہ دکھلائی دیتا ہے حالانکہ وہ کانٹا ہے (جیسے کہ مچھلی کو بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ میرا کھانا رکھا ہوا ہے لیکن اصل میں وہ کانٹا ہوتا ہے آخر اسی میں پھنس جاتی ہے اس طرح ہم دھوکہ میں آ کر دام نفس میں پھنس جاتے ہیں) پس ہم کو ویسا ہی دکھلا دے جیسا کہ وہ ہے یعنی ہم کو حقیقت بین فرمادیجئے ہم صرف ظاہر بینی ہی پر نہ رہیں بلکہ ہم کو حقیقت بینی میسر ہو اور حطام دنیا میں پھنس کر کہیں ہلاک نہ ہو جائیں آگے پھر اس حکایت کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

ارے ایسے بہت سے لوگ ہیں کہ اس غضبناک شیر کی طرح دنیا سے چلے جاتے ہیں اور اپنا شکار نہیں کھاتے (مال و متاع مکسوب سے متمتع نہیں ہوتے) اور ان کی حرص حطام دنیا کی تحصیل میں پہاڑ جیسی ہوتی ہے لیکن ان کی قسمت میں ایک تنکا بھی نہیں ہوتا اور نامشروع طور پر آمدنیاں بڑھاتے ہیں اور مال جمع کرتے ہیں خود تو حسرت و یاس قبر میں چلے جاتے ہیں اور دشمن ان کے ایام ماتم میں خوشیاں مناتے ہیں۔ اے وہ ذات پاک جس نے بیگار اور شاق وغیرہ نافع کاموں کو ہمارے لئے آسان کر دیا ہے ہم کو اس بیگار سے چھڑا اور جو چیز فی الحقیقت مچھلی کے شکار کا کانٹا اور مضر ہے لیکن ہم کو غذا اور نافع محسوس ہوتی ہے تو ہم کو اس کی حقیقت دکھلا دے کہ ہم اس کو علی ما ہی علیہ فی النفس الامر دیکھ لیں اور دھوکہ نہ کھائیں اس کے بعد پھر اصل قصہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبیری

گفت آں شیر اے مسیحا ایں شکار	بود خالص از برائے اعتبار
اس شیر نے کہا اے مسیحا! یہ شکار	محض عبرت کے لئے تھا

گفت آں شیر الخ۔ یعنی اس شیر نے کہا کہ اے عیسیٰ (علیہ السلام) یہ شکار تو صرف عبرت کے واسطے تھا میرا رزق نہ تھا صرف اس لئے تھا کہ لوگ اس کو دیکھ کر عبرت حاصل کریں کہ ہم اہل اللہ کے ساتھ گستاخی کریں گے تو ہماری بھی یہی گت بنے گی آگے پھر وہ شیر کہتا ہے کہ

گر مرا روزی بدے اندر جہاں	خود چہ کارستے مرا با مردگاں
اگر دنیا میں میرا رزق ہوتا	میرا مردوں سے کیا واسطہ ہوتا؟

گر مرا روزی الخ۔ یعنی اگر میری روزی جہان میں باقی رہتی تو مجھے مردوں سے کیا کام تھا یعنی پھر میں مرتا ہی کیوں اس کو کھا کر ہی مرتا آگے پھر بتاتے کہ یہ سزا اس شخص کی ہے کہ جو ایسا مسیحا پائے اور اس سے ایسی بے ہودہ باتوں کا سوال کرے بسا تعجب ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

پھر اس نے کہا کہ اے عیسیٰ وہ شکار تو محض اس لئے تھا کہ لوگ عبرت پکڑیں کہ اہل اللہ کے ساتھ گستاخی کرنی اور ان کو لایعنی درخواستوں سے پریشان کرنیکا یہ نتیجہ ہوتا ہے باقی رہا میرا کھانا سو اگر میری قسمت میں اس سے زیادہ کھانا ہوتا جو مجھے حیات اولیٰ میں مل چکا ہے تو میں مردوں ہی میں کیوں شامل ہوتا کیونکہ میری قسمت میں جتنا رزق تھا حیات اولیٰ میں تھا پس اگر اس کا کھانا بھی میری قسمت میں ہوتا تو مجھے اس وقت تک زیادہ رہنا چاہیے تھا تاکہ میں اپنا رزق پورا کر کے مروں۔ مولانا آگے پھر نصیحت فرماتے ہیں۔

شرح شبیری

ایں سزائے آنکہ یابد آب صاف	ہمچو خر درجو بمیزد از گزاف
یہ اس کی سزا ہے جو صاف پانی پائے	بیہودگی سے گدھے کی طرح اس میں پیشاب کر دے

ایں سزائے آنکہ الخ۔ یعنی یہ سزا اس شخص کی ہے جو کہ صاف پانی پاوے اور پھر ندی میں گدھے کی طرح بے ہودگی سے پیشاب کر دے مطلب یہ کہ جو شخص ایسے نبی کو جو کہ مثل آب صاف کے ہیں پاوے اور پھر ان کے سامنے اپنے تن ظاہری کی زیبائش اور آرائش کی درخواست کرے اور ان سے یہ چاہے کہ تن ظاہری کو وہ زندہ کر دیں

www.besturdubooks.wordpress.com

تو اس شخص پر بسا تعجب ہے اور اس کی یہ سزا ہے کہ اسکا ظاہری بدن بھی خراب ہوا اور باطن تو خراب ہو ہی جاوے گا اور یہ ساری خرابی اس کی ہے کہ اس شخص کو اس نعمت کی قدر نہیں ہے اور یہ نہیں جانتا کہ اس سے کیا نفع حاصل کرنا چاہیے اس لئے ان بے ہودگیوں میں پھنس رہا ہے ورنہ اگر جانتا تو کبھی ایسی حرکت نہ کرتا اسی کو فرماتے ہیں کہ

گر بداند قیمت آں جوئے خر	او بجائے پانہد در جوئے سر
اگر گدھا اس نہر کی (قدر) قیمت جانتا	وہ نہر میں پیر کی جگہ سر رکھتا

گر بداند الخ۔ یعنی اگر وہ گدھا اس ندی کی قیمت اور قدر جانتا تو اسکے اندر پاؤں کی جگہ سر رکھتا۔ مطلب یہ کہ اگر یہ شخص ان کی قدر جانتا اور حقیقت کو دیکھ لیتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیا چیز ہیں اور کس کام کے ہیں تو پھر تو ان کا تابع اور مطیع ہو جاتا اور جو چیز ان سے حاصل کرنی چاہیے تھی یعنی حیات روحانی اس کو حاصل کرتا آگے پھر افسوس فرماتے ہیں کہ جس کسی کو ایسے نبی ملیں اور وہ ان کی یہ قدر کرے تو بڑی حسرت کی بات ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

او بیابد آنچناں پیغمبرے	میر آب زندگانی پرورے
وہ ایسا پیغمبر پائے جو زندگی کے پرورش کرنے والے	پانی (آب حیات) کا سردار ہے

او بیابد الخ۔ یعنی جو شخص کہ ان جیسے پیغمبر کو پاوے جو کہ امیر آب ہیں اور زندگانی بخشنے والے ہیں تو ان کے سامنے امر کن سے یہ کہتا ہوا کیوں نہ مر جائے کہ اے امیر آب ہم کو زندہ کر دے۔ امیر آب وہ کہلاتا ہے جو پانی تقسیم کرے اور چونکہ آب موجب حیات ہوتا ہے تو قاسم آب کو قاسم حیات کہنا صحیح ہے اور امر کن میں امر سے مراد تشریعات ہیں تکوینیات نہیں ورنہ تکوینیات کا تخلف تو امر کے بعد محال ہے اب سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ کسی کو ایسی حیات بخش زندگی پرور نبی ملیں اور وہ ان کا مطیع اور فرمانبردار نہ ہو اور ان کا مطیع ہو کر ان سے حیات روحانی کا سائل نہ ہو اور شریعت پر عمل نہ کرے جس کے لئے کہ ہر وقت کن کا خطاب متوجہ ہو رہا ہے اس کو تو چاہیے کہ بس جس طرح وہ حکم کریں اس پر عمل کرے اور اپنی رائے اور سمجھ کو مطلق دخل نہ دے۔ بلکہ اس کا تو یہ مذہب ہونا چاہیے کہ۔ زندہ کنی عطائے تو ور بکشی فدائے تو + دل شدہ مبتلائے تو ہر چہ کنی رضائے تو + اس کے سامنے تو کالمیت فی ید الغسال ہونا چاہیے اور ان کی خدمت میں یہ عرض کرے کہ اے حیات روحانی کے بخشنے والے مجھے حیات روحانی عطا فرما اور خبردار اپنے نفس کمینہ کی حیات کو اس معطی حیات سے مت طلب کر اسی کو فرماتے ہیں کہ

چوں نمیرد پیش او از امر کن	اے امیر آب مارا زندہ کن
(لفظ) کن کے حکم سے اس کے سامنے جان کیوں نہ دیدے؟	اے آب حیات کے سردار ہمیں زندہ کر دے
ہیں سگ ایں نفس را زندہ مخواہ	کو عدو جان تست از دیر گاہ
خبردار! اپنے نفس کتے کی زندگی نہ چاہ	کیونکہ وہ مدت سے تیری جان کا دشمن ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں سگ نفس الخ۔ یعنی ہاں اپنے اس نفس کتے کی زندگی مت چاہو اس لئے کہ یہ تیری جان کا دشمن ایک مدت سے ہے لہٰذا اگر تو اس کی حیات کو مانگے گا اور اسکی دعا کرے گا تو یہ سمجھ لینا کہ اپنے دشمن کو خود اپنے سر پر سوار کر لینا ہے۔ خدا کے لئے اس دشمن کو فنا اور ہلاک ہی کر دینا کہیں اس کی زندگی کی درخواست مت کرنے لگنا اور اسمیں لگ کر اس حیات حقیقی کو مت بھول جانا اسی کو فرماتے ہیں کہ

مانع ایں سگ بود از صید جاں	خاک بر سر استخوانے را کہ آں
اس کتے کو جان کا شکار کرنے سے روکیں	ان ہڈیوں پر خاک جو کہ

خاک بر سر الخ۔ یعنی اس ہڈی پر خاک پڑے کہ وہ اس کتے کو جان کے شکار کرنے سے مانع ہو جائے مطلب یہ کہ اس جسم پر (جو کہ ہڈیاں اور گوشت ہی ہے) خاک پڑے جب کہ یہ انسان کو معانی کے شکار سے مانع ہو اور اس کو معانی کے حاصل کرنے سے جو کہ جان کی طرح ہیں اور توجہ الی الحق سے روک کر ان ہڈیوں میں لگا لے خدا کرے یہ کہیں غارت ہو اور اس پر خاک پڑے آگے فرماتے ہیں کہ تم کو جو یہ گوشت پوست توجہ الی الحق سے مانع ہو جاتا ہے تو تم کہیں کتے تو نہیں ہو کہ کتے کی طرح ان چیزوں پر گرے جاتے ہو فرماتے ہیں کہ

دیو چہ وار از چہ برخوں عاشقی	سگ نہ بر استخواں چوں عاشقی
جونک کی طرح خون پر تو کس وجہ سے عاشق ہے؟	تو کتا نہیں ہے، ہڈیوں پر کیوں عاشق ہے؟

سگ نہ بر استخوان الخ۔ یعنی تو کتا تو نہیں ہے جو ہڈی پر عاشق ہے اور جونک کی طرح خون پر کس لئے فریفتہ ہے مطلب یہ کہ تم جو اپنے جسم کی اور تن ظاہر کی حیات پر جان دیتے ہو اور وہ بھی ہڈی وغیرہ ہے تو تم کتے تو نہیں ہو اس لئے کہ ہڈی پر تو کتا عاشق ہوتا ہے جو اس طرح جونک خون پر فریفتہ ہوتی ہے اس طرح تم بھی اپنے خون پر فریفتہ ہو رہے ہو کہ بس ہر وقت اسی کی فکر میں لگے ہوئے ہو اس کی فکر چھوڑ و اور حیات اصلی اور حقیقی کی فکر کرو آگے مولانا اس مضمون سے انتقال فرما کر اس پہلے مضمون کی طرف جو کہ آنکھ حقیقت بین میں نہ ہو وہ اندھی ہے اور اس کو بینا نہ کہنا چاہیے رجوع فرماتے ہیں کہ

زامتحانہا جز کہ رسوائیش نیست	آں چہ چشم ست آنکہ بینائیش نیست
امتحانوں میں رسوائی کے سوا اس کے لئے کچھ نہیں ہے	وہ بھی کیا آنکھ ہے جس میں بینائی نہیں ہے

آنچہ چشم ست الخ۔ یعنی وہ کیا آنکھ ہے جس کی بینائی نہیں اور امتحانوں سے اس کو رسوائی کے سوا کچھ حاصل نہیں مطلب یہ کہ جو آنکھ حقیقت بین نہ ہو اور جس کو معرفت حق نہ ہو وہ تو ایسی ہے جیسے کسی شخص کے حلقہ چشم تو ہیں پتلی میں روشنی نہیں ہے اور وہ دعویٰ کرے کہ میں بینا ہوں پس جب امتحان ہوگا اور کوئی شے سامنے پیش کر کے کہا جائے گا کہ بتاؤ کیا ہے تو اس وقت بجز اس کے کہ رسوائی ہو اور کچھ نتیجہ نہیں ہو سکتا بس اس طرح جو نگاہ حق شناس

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں گو بظاہر بینا معلوم ہوتی ہے مگر حقیقۃً وہ کور ہے کسی نے خوب کہا ہے کہ۔ یارب نہ ہو وہ دل کہ جو درد آشنا نہ ہو + پھوٹے وہ آنکھ جس سے کہ آنسو بہا نہ وہ + یا الٰہی ہمیں سب کو اپنی معرفت اور اپنی محبت عطا فرما آمین۔ اب یہاں کوئی یہ کہہ سکتا تھا کہ ہم سے جو غلطیاں ہوتی ہیں جس سے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم اندھے ہیں وہ بھول سے ہو جاتی ہیں ورنہ عمداً ہم بھی نہیں کرتے آگے مولانا اسکا جواب فرماتے ہیں کہ

سہو باشد ظنہارا گاہ گاہ	اینچہ ظن ست اینکہ کور آمد براہ
گمانوں میں کبھی کبھی بھول ہوتی ہے	یہ کیا گمان ہے جو راستہ سے اندھا ہوا

سہو باشد الخ۔ یعنی ظنیات میں بھول بھی کبھی ہو جاتی ہے (اسکا تو کچھ مضائقہ نہیں مگر) یہ کیسا ظن ہے کہ اندھے ہی ہو کر راہ چلتے ہو مطلب یہ کہ اگر بھول چوک کہا جائے تو بھول تو کبھی کبھی ہوتی ہے مگر یہ امور تو روزانہ پیش آتے ہیں جس سے کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سہو نہیں ہے بلکہ یہ ساری خرابی اسکی ہے کہ حقیقت کو جانتے نہیں بس اندھوں کی طرح جو دل میں آیا کر لیا کچھ خبر نہیں کہ انجام کیا ہوگا۔ اپنی خبر تو لیتے نہیں اور دوسروں پر افسوس کرتے ہو کہ تم ایسے ہو اور تم ایسے ہو حالانکہ تم کو تو اپنے ہی اوپر گریہ وزاری کرنے سے فرصت نہ ہوتی۔ یہ فرصت تو کہ دوسروں کے عیوب گنے جاویں علامت ہے غفلت کی لہٰذا ذرا سوچو اور اسکا تدارک کرو اسی کو آگے فرماتے ہیں کہ

کردۂ بر دیگراں نوحہ گری	مدتے بنشیں و برخود می گری
تو دوسروں پر رویا ہے	کچھ عرصہ بیٹھ اور اپنے اوپر رو

کردۂ بر دیگران الخ۔ یعنی تم دوسروں پر افسوس اور نوحہ گری کرتے ہو (کہ فلاں شخص ایسا ہو گیا حالانکہ تم کو چاہیے کہ) ایک مدت بیٹھ کر اپنے اوپر گریہ وزاری کرو اور خداوند کریم سے گریہ وزاری کر کے قصور معاف کراؤ آگے گریہ کی یہ حکمت بتاتے ہیں کہ رونے سے کیا ہوگا فرماتے ہیں کہ

زابر گریاں شاخ سبز و تر شود	زانکہ شمع از گریہ روشن تر شود
رونے والے ابر سے شاخ سبز و تازہ بنتی ہے	جیسا کہ شمع رونے سے اور زیادہ روشن ہو جاتی ہے

زابر گریان الخ۔ یعنی ابر کے رونے سے شاخ سرسبز اور تر ہو جاتی ہے اور اس لئے کہ شمع رونے سے زیادہ روشن ہو جاتی ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ جس قدر پگھلتی ہے اسی قدر زیادہ روشن ہوتی ہے پس اگر تم بھی روؤ گے اور اپنی حالت پر گریہ وزاری کرو گے تو تم بھی اس طرح روشن ہو گے اور تمہارا باطن منور ہو جائیگا اور شاخ سبز و تر کی طرح تم کو باطنی تر و تازگی حاصل ہوگی۔ پس تم کو چاہیے کہ درگاہ حق میں آہ وزاری کرو اور ایسے ہی لوگوں کی صحبت میں رہو جو کہ رونے والے ہیں اگرچہ ان کا رونا تصنع ہی سے ہو مگر پھر بھی تم ان سے ملو اور ان کے پاس بیٹھو اس لئے کہ ان کے پاس بیٹھنے سے تم کو بھی رونا آوے گا جیسا کہ قاعدہ ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کجا نوحہ کنند آنجا نشیں	زانکہ تو اولیٰ تری اندر حنیں
جہاں نوحہ کریں وہاں بیٹھ	کیونکہ رونا تیرے لئے زیادہ بہتر ہے

ہر کجا نوحہ کنند الخ۔ یعنی جہاں نوحہ کرنے والے ہوں وہاں تو بھی بیٹھ اس لئے کہ ان کی نسبت تجھ کو رونا اولیٰ ہے اس لئے کہ

زانکہ ایشاں در فراق فانی اند	غافل از لعل بقائے کانیاند
کیونکہ وہ فنا ہونے والے (مردے) کے فراق میں (مبتلا ہیں)	بقا کی کان کے لعل سے غافل ہیں

زانکہ ایشان الخ۔ یعنی تو اس لئے اولیٰ ہے کہ یہ لوگ تو ایک شے فانی کو فراق اور فنا کی وجہ سے رو رہے ہیں اور انس موتی سے جو کہ معدنی ہے اور باقی ہے غافل ہیں پس جبکہ یہ اپنی لاعلمی کی وجہ سے فانی شے کے فوت ہونے پر اس قدر نوحہ و بکا کر رہے ہیں تو بسا تعجب ہے کہ تو ایک اس شے کے فوت ہونے پر بھی آہ وزاری نہ کرے جو کہ ہمیشہ باقی رہنے والی ہے اور حقیقی لعل کی طرح ہے پس تیرا یہ نہ رونا اس لئے ہے کہ تو بروں کی تقلید کرتا ہے اور اس کا اثر تجھ پر ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

زانکہ بر دل نقش تقلید ست بند	رو بآب چشم بندش را برند
کیونکہ دل پر تقلید کا نقش رکاوٹ ہے	جا آنسوؤں سے اس رکاوٹ کو صاف کر دے

زانکہ بر دل الخ۔ یعنی (یہ حقیقت کو نہ دیکھنا اور اپنی حالت پر گریہ وزاری نہ کرنا) اس لئے ہے کہ دل پر (بردن) کی تقلید کی قید لگی ہے سو جاؤ اور آنکھ کے پانی سے اسکو اس قید سے چھوڑاؤ اور پھر اُس قید سے چھڑا کر اُسکو خدا کی طرف لگا دو۔ یہ بردن کی تقلید بہت بڑی مہلک شے ہے خدا کے لئے اس سے بچتے رہنا کہیں اسمیں پھنس نہ جانا اسی کو فرماتے ہیں کہ

زانکہ تقلید آفت ہر نیکو یست	کہ بود تقلید گر کوہ قوی ست
کیونکہ تقلید ہر نیکی کی تباہی ہے	تقلید اگر مضبوط پہاڑ (بھی) ہے تو وہ تنکا ہے

زانکہ تقلید آفت الخ۔ یعنی اس لئے کہ یہ تقلید (بداں) ہر نیکی کی آفت ہے (اور اس کو ہلاک کر دینے والی شے ہے) سو تقلید بدوں کو ایک تنکے کے برابر سمجھو اگرچہ (بظاہر) ایک قوی پہاڑ معلوم ہو آگے اس کی ایک مثال دے کر اس کی توضیح فرماتے ہیں کہ

گر ضریرے لمترست و تیز خشم	گوشت پارہ اش داں کہ اورا نیست چشم
اگر کوئی اندھا موٹا اور غصیل ہے	اسکو گوشت کا ٹکڑا سمجھ کیونکہ اس کے آنکھ نہیں ہے

گر ضریرے الخ۔ یعنی اگر کوئی اندھا بہت ہی فربہ اور تیز غصہ والا ہے (یعنی بہت ہی کچھ فربہ اور چالاک

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے) مگر تم اس کو ایک گوشت کا لوتھڑا سمجھو اس لئے کہ اس کی آنکھ نہیں ہے اس طرح جس شخص کی آنکھ حقیقت کو نہ دیکھے وہ تو بالکل فضول اور کالعدم ہے اس کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے لہٰذا یہ شخص خواہ کسی قدر تیز ہو سب کچھ ہو مگر کسی مصرف اور کسی کام کا نہیں اگرچہ زبان سے بہت ہی بک بک کرتا ہو اس کا کچھ اعتبار نہیں لدتر بلام مفتوح قوی ہیکل وفربہ اور چونکہ یہ شخص اندھا ہونے کیوجہ سے کسی شے کو دیکھ تو سکتا نہیں اس لئے جو کچھ بھی کہے گا سنی ہوئی کہے گا اور دوسروں کی تقلید سے کہے گا۔ پس ظاہر ہے۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ + اسی کو فرماتے ہیں کہ

گر سخن گوید زمو باریک تر	آں سرش را زاں سخن نبود خبر
اگر وہ بال سے زیادہ باریک بات کہے	اس کے دماغ کو اس بات کا پتہ نہیں ہے

گر سخن گوید الخ۔ یعنی اگرچہ یہ اندھا بال سے بھی باریک بات کہے لیکن اس کی خبر اس کے سر کو نہ ہوگی اس لئے جو کہے گا بے دیکھی ہوگی اور جب بے دیکھی ہے تو اس کو پوری طرح سمجھ کر نہ کہے گا بس اس کے سر کو کیا خبر کہ اس نے کیا کہا صرف زبان سے جو چاہا نکال دیا اور چاہے وہ باتیں کر کر کے بہت ہی مست ہو جاوے اور یہ معلوم ہو کہ اسکو بے حد لذت اور لطف حاصل ہو رہا ہے مگر سب کو غلط سمجھو کہ یہ جو کچھ کہہ رہا ہے بالکل بے سمجھ کہہ رہا ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

مستی دارد ز گفت خود و لیک	از بروئے تا بے راہست نیک
اپنی گفتگو سے مست ہے لیکن	اس سے شراب تک بڑا لمبا راستہ ہے

مستی دارد الخ۔ یعنی وہ اپنی گفتگو کی وجہ سے مستی رکھتا ہے (اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپنی باتوں کو اس قدر سمجھتا ہے کہ خود بھی مست ہوا جاتا ہے مگر) اس سے شراب (حقیقی) تک (جو کہ مست کر دینے والی ہے) ایک بہت بڑا راستہ ہے اور بہت بڑا تفاوت ہے کہاں وہ اور کہاں وہ مست کر دینے والی شراب کوسوں دور پڑا ہے اس کو اسکی ہوا بھی نہیں لگی آگے ایسے شخص کی جو کہ محقق نہ ہو بلکہ صرف مقلد بن کر زبانی باتیں کرے اور دل میں اس کے کچھ نہ ہو ایک مثال دیتے ہیں کہ

ہمچو جو یست او نہ آبے میخورد	آب ازو بر آب خواراں بگذرد
اس کی مثال نہر کی سی ہے جو پانی نہیں پیتی	اس کا پانی، پانی پینے والوں تک چلا جاتا ہے

ہمچو جو یست الخ۔ یعنی (یہ شخص) مانند ایک ندی کے ہے کہ وہ خود پانی نہیں پیتی بلکہ اس میں سے پینے والوں پر گزرتا ہے اور وہ اس سے منتفع ہوتے ہیں اس طرح یہ شخص جو کہ علوم و معارف کو یاد کر کے دوسروں کی دیکھا دیکھی بیان کرتا ہے تو اس کے قلب کو تو ان سے خاک بھی فائدہ نہیں ہاں جو لوگ سن رہے ہیں ان کو ضرور نفع ہوگا مگر یہ کورے کا کورا رہے گا۔ آگے اس کی وجہ بتاتے ہیں کہ ندی میں پانی کیوں نہیں ٹھہرتا فرماتے ہیں کہ

آب در جوز اں نمی گیرد قرار	زانکہ آں جو نیست تشنہ و آب خوار
پانی اس وجہ سے نہر میں نہیں ٹھہرتا	کہ وہ نہر پیاسی اور پانی پینے والی نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آب در جوزان الخ۔ یعنی ندی کا پانی ندی میں اس لئے نہیں ٹھہرتا کہ ندی کو پیاس نہیں ہے اور وہ پانی پینے والی نہیں ہے ورنہ اگر وہ پیاسی ہوتی تو سارا پانی اسی میں جذب اور ہضم ہو جایا کرتا دوسروں تک پہنچتا ہی کیوں اس طرح اگر اس شخص کو طلب ہوتی تو یہ علوم خود اسی کے قلب میں نہ رہتے دوسروں تک کیوں پہنچتے اور کیوں گاتا پھرتا معلوم ہوتا ہے کہ خود اس کو طلب نہیں ہے اس لئے وہ معانی وغیرہ بھی اس کے پاس نہیں ٹھہرتے بلکہ بس آئے اور گزرے رہ گرا اپنا کچھ اثر نہیں کرتے۔ آگے ایک اور مثال دیتے ہیں کہ

ہمچونائے نالہٗ و زاری کند	لیک بیگار خریدارے کند
جیسا کہ بانسری نالہ و زاری کرتی ہے	لیکن وہ خریدار کی بیگار کرتی ہے

ہمچونائے الخ۔ یعنی (جو حقیقت بین نہ ہو) وہ مثل نے کے ہے کہ آہ وزاری بہت کرتی ہے لیکن (خود اس میں اسکا کوئی اثر نہیں ہوتا بلکہ) خریداری کی بیگار کر رہی ہے کہ اس کو حظ آ رہا ہے اور وہ خوش ہو رہا ہے مگر ان حضرت کو پتہ بھی نہیں اس طرح جو شخص کہ محقق نہیں ہوتا بلکہ صرف مقلد ہوتا ہے وہ بھی باتیں تو سنی سنائی کہہ دیتا ہے اور اسکا نفع سامعین کو ہوتا ہے مگر اس کے قلب پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ آگے ایک اور مثال دیتے ہیں کہ

نوحہ گر باشد مقلد در حدیث	جز طمع نبود مراد آں خبیث
نوحہ گر بات میں مقلد ہوتا ہے	اس خبیث کا لالچ کے علاوہ کوئی مقصد نہیں ہے

نوحہ گر باشد الخ۔ یعنی (دیکھو) نوحہ گر باتوں میں مقلد ہوتا ہے (جو باتیں اور لوگ کہہ رہے ہیں ان ہی کو یہ بھی دہرا کر آہ و واویلا کر رہا ہے حالانکہ اس کے دل میں رنج وغم سے ایک ذرہ بھی نہیں) اور اس خبیث کی مراد سوائے طمع کے کچھ بھی نہیں ہوتی بلکہ اُسکو تو یہی مقصود ہوتا ہے کہ اس آہ وزاری کرنے سے مجھے کچھ ملے گا۔ کوئی بات دل سے نہیں کہتا اس لئے کہ اس کے دل میں رنج ہی نہیں ہوتا (نوحہ گر سے وہ مراد ہے جو لوگ اپنا پیشہ کر لیتے ہیں کہ جہاں مجلس غم ہوئی اور ان کو کچھ ملا انہوں نے رونا شروع کیا جیسے کہ اکثر مجالس مراثی وغیرہ میں ایسے لوگ ہوتے ہیں) آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ کہاں اس کی یہ واویلا اور کہاں رنج دلی فرماتے ہیں کہ

نوحہ گر گوید حدیث سوز ناک	لیک چوداو دست واٰں دیگر صداست
نوحہ گر دردناک بات کہتا ہے	لیکن دل کی جلن اور پھٹا ہوا دامن کہاں ہے؟
از مقلب تا محقق فرقہاست	کیں چوداؤدست واٰں دیگر صداست
مقلد اور محقق میں بہت فرق ہے	یہ داؤد کی طرح ہے اور وہ صدائے بازگشت ہے

نوحہ گر گوید الخ۔ یعنی نوحہ گر سوزناک باتیں کرتا ہے لیکن (اصلی) سوز دل اور دامان چاک کہاں ہے وہ صرف بناوٹ سے سارے کام کرتا ہے دل پر اس کے کوئی اثر نہیں ہوتا اس طرح وہ لوگ ہیں جو کہ صرف مقلد ہیں خود محقق نہیں ہیں کہ ان کو صرف الفاظ یاد ہوتے ہیں اور وہ ان کو دہرا دہرا کر مست ہوئے جاتے ہیں اور دل کورا کا کورا پڑا ہوا ہے آگے فرماتے ہیں کہ مقلد اور محقق میں بہت زیادہ فرق ہے کہ محقق جو کہتا ہے دل سے کہتا ہے اور

www.besturdubooks.wordpress.com

از دل خیر و بر دل ریزد کا مصداق ہوتا ہے اور مقلد کے پاس صرف زبانی جمع خرچ ہوتا ہے بس فرماتے ہیں کہ از مقلد تا محقق الخ۔ یعنی مقلد اور محقق میں بہت زیادہ فرق ہے اور یوں سمجھو کہ اس کی (یعنی تحقق کی) مثال تو ایسی ہے کہ جیسے داؤد علیہ السلام تھے کہ خود صاحب آواز تھے اور وہ دوسرا (یعنی مقلد) ایسا ہے کہ جیسے آواز ہوتی ہے کہ صرف الفاظ اور صوت ہوتی ہے اور کچھ نہیں ہوتا اور داؤدؑ کی ذات خود کامل تھی اسی طرح جو بات محقق کہے گا وہ تو بات کہے گا جو کہ سمجھی ہوئی اور دل سے ہوگی اور جو شخص کہ اس کی تقلید کر رہا ہے وہ صرف ایک آموختہ سا جو کہ اسکو پہلے سے یاد ہو پڑھتا چلا جائیگا اسی کو فرماتے ہیں کہ

منبع گفتار ایں سوزے بود	واں مقلد کہنہ آموزے بود
اس کی بات کا سرچشمہ سوز ہوتا ہے	اور وہ مقلد کہنہ آموز ہوتا ہے

منبع گفتار الخ۔ یعنی اس (محقق) کی بات تو سوز دل سے ہوگی اور مقلد تو ایک پرانا سیکھا ہوا ہوگا اس کو کچھ خبر بھی نہ ہوگی کہ میرے منہ سے کیا نکل رہا ہے بس ایک آموختہ سا یاد ہوگا اور ہر جگہ اسی کو پڑھ دے گا کسی نے خوب کہا ہے۔ کہاں سے لائے گا قاصد بیان میرا زبان میری + مزا جب تھا کہ خود سنتے زبانی داستان میری + اس لئے کہ جس درد سے خود متکلم اپنی حالت زار کو بیان کرے گا دوسرا وہ درد کہاں سے لائے گا کہ جو محبوب کے دل پر اور دوسروں کے دل پر بھی اثر کر جائے پس اگر یہ قاصد اترانے لگے کہ ہم بھی اس محبوب کے سامنے اس حالت کو بیان کر آئے تو یہ اس کی سراسر بیوقوفی ہے اسی کو ایک مثال دے کر واضح فرماتے ہیں کہ

ہیں مشو غرہ بداں گفت حزیں	بار بر گاؤ ست بر گردوں حنیں
اس غمناک بات سے دھوکے میں نہ پڑنا	بوجھ بیلوں پر ہے گاڑی میں چوں چوں ہے

ہیں مشو غرہ الخ۔ یعنی ہاں تم کہیں اس غمگین گفتگو سے مغرور مت ہو جانا (اس لئے کہ اس کی تو ایسی مثال ہے کہ جس طرح) بوجھ تو بیلوں پر ہوتا ہے اور گاڑی میں سے آواز نکلتی ہے حالانکہ اس گاڑی کو بوجہ جماد محض ہونے کے یہ بھی خبر نہیں کہ مجھ پر بوجھ ہے کہ نہیں مگر پھر بھی آپ چوں چوں کر رہی ہے۔ جو بیل بے چارے بوجھ کھینچ رہے ہیں اور اس کو محسوس بھی کرتے ہیں وہ چپ چاپ جا رہے ہیں کہ جیسے ان پر کچھ ہے ہی نہیں بس اس طرح جو کہ مقلد ہیں وہ تو بک بک لگاتے ہیں اور خاک بھی خبر نہیں ہوتی کہ اس قول سے مقصود کیا ہے، بہت واویلا کرتے ہیں لیکن مطلوب کی خبر نہیں اور جو لوگ محقق ہوتے ہیں وہ تو زبان بھی نہیں ہلاتے اور چپ چاپ اس بار محبت کو کھینچتے ہیں اور اف نہیں کرتے جو گزرتا ہے دل پر گزرتا ہے لیکن اگر کوئی محقق نہ ہو اور مقلد ہی ہو کر نقلیں اتارا کرے تو وہ بھی ان شاء اللہ ثواب سے محروم نہ رہے گا اسی کو فرماتے ہیں کہ

ہم مقلد نیست محروم از ثواب	نوحہ گر را مزد باشد در حساب
مقلد بھی ثواب سے محروم نہیں ہے	نوحہ گر کی مزدوری بھی حساب میں لگتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہم مقلد الخ۔ یعنی مقلد بھی ثواب سے محروم نہ رہے گا (جب کہ اس نقل سے بھی نیت درست ہو اور اگر نیت میں بھی خرابی ہے تو کچھ نہ ملے گا۔ اگلے مصرعہ میں ایک مثال سے سمجھاتے ہیں کہ دیکھو) نوحہ گر کو بھی حساب میں مزدوری ملتی ہے پس جس طرح اس کو اصلی رنج نہ تھا بلکہ صرف دوسروں کی نقل اتار کر سوزناک باتیں کر رہا تھا لیکن اس کو بھی مزدوری ملتی ہے اس طرح اگر تم دل سے یہ باتیں نہ بھی کہو گے بلکہ خلوص سے دوسروں کی نقلیں بھی اتارو گے تو ان شاء اللہ تم بھی محروم نہ ہو گے اس لئے کہ خود فرماتے ہیں کہ وان لم تبکوا فتباکوا یعنی اگر حقیقۃً رونا نہ آوے اور نہ رو سکو تو رونے والوں کی صورت ہی بنا لو تو اگر جو ان میں سے نہ ہو گے مگر ان کی نقل اتارنے والوں میں سے تو ہو گے کسی نے خوب کہا ہے۔ احب الصالحین ولست منہم + لعل اللہ یرزقنی صلاحا + آگے ایک اور مثال سے واضح کرتے ہیں کہ دیکھو ایک بات ہوتی ہے اور دو کہنے والے ہوتے ہیں اس لئے اس ایک ہی بات میں کس قدر فرق ہو جاتا ہے فرماتے ہیں کہ

کافر و مومن خدا گویند ولیک	درمیان ہر دو فرقے ہست نیک
کافر اور مومن (یا) خدا کہتے ہیں لیکن	دونوں میں بہت فرق ہے

کافر و مومن الخ۔ یعنی کافر اور مومن دونوں خدا کہتے ہیں اور اس کو مانتے ہیں (اس لئے کہ ایسے اندھے تو بہت ہی کم ہیں جو کہ وجود صانع کا بالکل انکار کرتے ہیں اکثر تو ایسے ہیں کہ صانع عالم کو مانتے ہیں مگر دیکھو کہ ان دونوں کے درمیان میں ایک عظیم الشان فرق ہے دونوں ایک بات کہنے والے اور پھر کس قدر فرق ہے سو یہ سارا فرق اسی کے باعث ہے کہ ایک سمجھ کر کہہ رہا ہے اور اسکو مانتا ہے مع اسکی معرفت کے اور دوسرا اس کو صرف دلائل کی وجہ سے مانتا ہے کہ جب وہ دیکھتا ہے کہ یہ دنیا کا کارخانہ چل رہا ہے اور بظاہر اس کا چلانے والا کوئی نظر نہیں آتا تو مضطر ہو کر صانع کے وجود کا قائل ہوتا ہے اور جو مومن ہے وہ اسکو مانتا ہے مع اس کی معرفت کے اگرچہ معرفت اس کو بھی ان اسباب سے ہی ہوتی ہے مگر بعد معرفت ان کی طرف التفات نہیں رہتا بلکہ بس وہ اس کا ہو گیا شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ ؎ آنکس کہ ترا شناخت جان راچہ کند + فرزند عیال وخان ومان راچہ کند + وہ تو بزبان حال ہر وقت یہ کہتا ہے کہ ؎ رہے وہ جان جہان یہ جہان رہے نہ رہے + مکین کی خیر ہو یا رب مکان رہے نہ رہے + اور وہ بیچارہ کافر کچھ بھی نہیں جانتا بس ان اسباب ہی میں پھنس جاتا ہے خوب سمجھ لو آگے ایک اور مثال دیتے ہیں فرماتے ہیں کہ

آں گدا گوید خدا از بہر ناں	متقی گوید خدا از عین جاں
بھکاری (یا) خدا روٹی کے لئے کہتا ہے	متقی (دل و) جان سے خدا کہتا ہے

آں گدا گوید الخ۔ یعنی دیکھو فقیر خدا کہتا ہے روٹی کے واسطے اور متقی خدا کا نام لیتا ہے تو عین جان سے پس دیکھ لو ایک ہی نام دو کے منہ سے نکلتا ہے اور کس قدر فرق ہے کہ ایک بے ادب ہے اور دوسرا مقرب اور پہلے شعر میں ایک مردود ہے اور دوسرا محبوب ہے۔ یہ ساری وجہ اسی سمجھ اور عقل اور تحقیق کی ہے ورنہ یہ فرق کیوں ہوتا پس ہم

www.besturdubooks.wordpress.com

بھی ان لذات دنیا کے واسطے خدا کا نام لیتے ہیں ذرا ان کو ترک کر دیں اور پھر خدا کا نام لیں دیکھو کیا اثر ہوتا ہے اور کیسی برکت ہوتی ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

اللہ اللہ می زنی از بہر ناں	بے طمع پیش آ و اللہ را بخواں
تو روٹی کے لئے اللہ اللہ کی ضربیں لگاتا ہے	لالچ کے بغیر آگے بڑھ اور اللہ کہہ

اللہ اللہ الخ۔ یعنی تم اللہ اللہ روٹی کے واسطے کہتے ہو (تاکہ نعماء دنیا حاصل ہوں) اے کمبخت اس طمع کو چھوڑ اور پھر آ کر خدا کا نام لے اور دیکھ کہ کس طرح برکات نازل ہوتی ہیں آگے فرماتے ہیں کہ

گر بدانستے گدا از گفت خویش	پیش چشم او نہ کم ماند نہ بیش
اگر بھکاری اپنی بات کی (قدر) جانتا	اس کی نظر میں (دنیا کا) کم و بیش نہ رہتا

گر بدانسے الخ۔ یعنی اگر وہ فقیر (جو کہ روٹی کے واسطے خدا کا نام لے رہا ہے) اپنے اس قول (کی حقیقت) کو جان لیتا تو پھر اسکی نگاہ میں نہ کم رہتا نہ زیادہ بس وہ تو اس کا ہو جاتا یہ ساری خرابی تو اسی کی ہے کہ حقیقت بینی حاصل نہیں ہے اور ہم اس سے بالکل خالی ہیں آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

سالہا گوید خدا آں نان خواہ	ہمچو خر مصحف کشد از بہر کاہ
روٹی مانگنے والا سالوں (یا) خدا کہتا ہے	گدھے کی طرح گھاس کے لئے قرآن اٹھاتا ہے

سالہا گوید الخ۔ یعنی یہ شخص برسوں تک خدا کا نام روٹی (اور معاش دنیوی) کے واسطے لیتا ہے۔ جسطرح کہ گدھا کہ قرآن کا بوجھ اٹھاتا ہے گھاس کے واسطے اسی طرح ہم جو حقیقت کو نہیں جانتے ان علوم ومعانی کا بوجھ اٹھا رہے اور ان نام پاک کو لے رہے ہیں تاکہ اس کو دیکھ کر لوگ پھندے میں پھنسیں اور سمجھیں کہ حضرت تو بڑے صوفی ہیں کس قدر علوم و معارف بیان فرماتے ہیں۔ بس اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے کہ کسی نے کہا ہے۔ حرف درویشان بدزد دو مردون + تا بہ پیش جاہلان خواند فسون + اگر ان کے یہ کلمات دل میں بھی جگہ کیے ہوئے ہوتے تو پھر ان کی یہ حالت تھوڑا ہی رہتی یہ تو کچھ اور ہی ہو جاتے اسی کو فرماتے ہیں کہ

گر بدل در تافتے گفت لبش	ذرہ ذرہ گشتہ بودے قالبش
اگر اس کے ہونٹ کی بات دل پر چمکتی	تو اس کا جسم ذرہ ذرہ ہو جاتا

گر بدل در تافتے الخ۔ یعنی اگر یہ اسکی زبانی گفتگو دل میں بھی چمک جاتی تو اسکا قالب ذرہ ذرہ ہو جاتا اور یہ جسم ظاہری بھی پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے اڑ جاتا آگے فرماتے ہیں کہ

نام دیوے رہ برد در ساحری	تو بنام حق پشیزے می بری
جادوگری میں شیطان کا نام کام کرتا ہے	تو اللہ کے نام کے ذریعہ دمڑی حاصل کرتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

15

نام دیوے الخ۔ یعنی ایک دیو کا نام تو ساحری میں اپنا اثر کر جائے (اور ساحر اس نام خبیث پر مٹا پھرے تو بڑے شرم اور غیرت کی بات ہے کہ) تم نام پاک حق تعالیٰ سے ایک پیسہ حاصل کرو یعنی اس کمینی دنیا کو حاصل کرو جو کہ کالعدم اور لاشے ہے اور اس نام کے ذریعہ سے اپنے حلوا مانڈے کو درست کیا جائے تم سے تو وہ ساحر اس صفت میں بہتر ہے کہ ایک کا ہو تو رہا آگے ایک حکایت بیان فرماتے ہیں کہ جس طرح یہ شخص حقیقت نہ جاننے کے باعث دھوکہ میں تھا اس طرح بوجہ حقیقت سے اندھا ہونے کے ہم بھی دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں پس فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

واقعی جس (تشنگی سے جان بلب) کو صاف پانی ملے اور وہ بجائے اس کے کہ اس سے اپنی پیاس بجھائے اور اپنی جان بچائے۔ گدھے کی طرح بے ہودگی سے اس میں پیشاب کر دے جیسا کہ اس رفیق عیسیٰ نے کیا کہ اس کو ایسا میر آب ملا جو اپنے آپ فیضان سے جانوں کو سیراب اور تر و تازہ کرتا ہے اور پیاسوں کی جان بچاتا ہے اور اس نے بجائے اس کے کہ اپنی جان بچاتا اور اس کو سرسبز و شاداب کرتا الٹا اُن کو مکدر کر دیا۔ اس کی یہی سزا ہے کہ جان سے جاتا رہے جس طرح رفیق عیسیٰ اپنی جان سے گیا۔ اگر اس گدھے کو اس نہر کی قدر و قیمت معلوم ہوتو بجائے اس کے کہ وہ اس میں پاؤں رکھے اور اپنی ناشائستہ حرکت سے اس کو مکدر کرے وہ بجائے پاؤں کے اس میں منہ ڈال کر پانی پیئے اور باقاعدہ اس سے مستفید ہو کر اپنی جان بچائے لیکن اپنی حماقت اور غفلت سے اس کی قدر نہیں جانتا اور ہلاک ہو جاتا ہے۔ ہائے افسوس اس احمق رفیق کو ایسا پیغمبر ملے جو پودہائے ارواح کا باغبان اور انہار فیوض کا مالک اور زندگانی پرور ہو اور وہ اس کے سامنے اس کے امر کن میتاً نتصرف فیک کیف نشاء کو سن کر مر نہ جائے اور اپنے کو مردہ بدست زندہ نہ کر دے اور یوں نہ کہے کہ اے میر آب تو ہمیں حیات روحی بخش۔ ہم پیاس سے جان بلب ہیں اور ہماری جانوں کے پودے سوکھ سوکھ کر عنقریب مرجانے والے ہیں۔ ہمیں تیری توجہ کی سخت ضرورت ہے۔ ہاں تو تو اپنی سگ نفس کی زندگی نہ چاہتا کیونکہ وہ تیری جان کا بہت دنوں سے دشمن ہے اور تیری گھات میں لگا ہوا ہے تو اسے پہلے ہی مار دینا۔ ایسا نہ ہو کہ تجھے قابو پا کر ہلاک کر ڈالے۔ اگر تو اس کی زندگی چاہے گا تو تو بھی اس طرح اپنی جان کا دشمن ہوگا جس طرح وہ احمق رفیق عیسیٰ علیہ السلام۔ اور دیکھ اس سگ نفس کو ہڈی نہ دینا اور اس کو لذات سے متمتع نہ ہونے دینا کیونکہ یہ ہڈی اس کے لئے جان کا شکار کرنے اور اُس کے منافع سے متمتع ہونے سے مانع ہوگی۔ خاک پڑے اس ہڈی پر جو اسکو صید جان سے محروم کر دے۔ تو جسم کی فکر میں کیوں پڑتا ہے اُس میں ہڈیاں اور گوشت اور خون ہی تو ہے تو کتا بھی نہیں پھر ہڈی و گوشت پر کیوں عاشق ہے اور جونک بھی نہیں پھر خون پر کس لئے فریفتہ ہے بلکہ تو اپنی چشم دل کی فکر کر کہ وہ اندھی ہے اور جو آنکھ اندھی ہو وہ بھی کوئی آنکھ ہے اس کا وجود عدم سے بدتر ہے اس لئے کہ بالکل نہ ہو تو کوئی

www.besturdubooks.wordpress.com

امتحان بھی نہ لے گا کیونکہ اس وقت دعویٰ ابصار ہی نہ ہو سکے گا اور اگر بظاہر ہوئیں اور دعویٰ بینائی کیا گیا تو امتحان میں بجز رسوائی کے اور کیا ہوگا اور تیرا یہ عذر ہرگز نہ چلے گا کہ رؤیت قلبی از قبیل ظنون ہے اور ظنون میں غلطی ہوتی ہے اس لئے کہ ظنون میں غلطی ہوتی ہے مگر گاہ گاہ یہ کیا کہ راہ مطابقت مظنون میں بالکل ہی چوپٹ ہو اور کبھی مظنون سے مطابق ہی نہ ہو اور اب تک تو دوسروں ہی پر روتا رہا ہے اب کچھ دنوں الگ بیٹھ کر اور گوشہ نشین ہو کر ذرا اپنے اوپر بھی تو رو۔ پھر دیکھنا کہ اس رونے کے ثمرات تجھے کیا ملتے ہیں رونے میں بڑی کرامت ہے تو اس کو لغو نہ سمجھنا دیکھ ابر وتا ہے تو شاخیں سرسبز و شاداب ہوتی ہیں اور شمع روتی ہے تو اور روشن ہوتی ہے پس معلوم ہوا کہ اگر یہ نفع لازم بھی رکھتا ہے اور متعدی بھی پس تو ہنسنے والوں کی محفل میں نہ بیٹھنا بلکہ جہاں لوگ روتے ہیں وہاں بیٹھنا تاکہ ان کو روتے دیکھ کر تجھے بھی آئے کیونکہ تو ان سے زیادہ رونے کا مستحق ہے کیونکہ ان کا تو کوئی فانی محبوب ایسے جاتا رہا گو اصلی لعل نعماء باقیہ بھی کھویا گیا لیکن اس کی ان کو پرواہ نہیں بخلاف تیرے کہ تیرا بیش قیمت اور بے بہا لعل کھویا گیا اور تجھے اس کا خیال بھی ہے اس لئے رونے کا زیادہ مستحق تو ہے چونکہ نقس تقلید بھی دل کے لئے ایک کڑا ہے جو کہ فیضان حق کو دل میں پہنچنے سے روکتا ہے اس لئے جا اور آنسوؤں سے اس کڑے کو صاف کر اور اس روک کو اٹھا کیونکہ تقلید محض اور نقل صرف ہر بھلائی اور خوبی کے لئے مانع ہے اس لئے تقلید اگر پہاڑ کے برابر بھی ہے تب بھی تنکے کے مانند بے حقیقت ہے کیونکہ ایک اندھا آدمی گو کتنا ہی قوی اور کتنا ہی غصہ ور ہو مگر چونکہ اس کے آنکھیں نہیں اس لئے محض گوشت کا لوتھڑا ہے اس طرح مقلد کو سمجھو کہ وہ بھی اندھا ہے پس اس کی تقلید گو کتنی ہی قوی ہو مگر کس کام کی۔ مقلد اگر بال سے بھی باریک بات کہے گا تو بھی فضول کیونکہ خود اس کے دماغ کو تو جز ہی نہیں صرف سنی سنائی ہانک رہا ہے خود نہیں سمجھتا کیونکہ صاحب حال نہیں اور جب تک حال نہ ہو اس وقت تک سمجھنا حقیقت میں سمجھنا نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ سمجھنے کی نقل ہے وہ ہستی بھی رکھتا ہے اور ہاو ہو بھی کرتا ہے لیکن شراب میں اور اس میں بہت بعد ہے اور یہ ہستی بلا شراب کے ہے لہٰذا نقلی ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک ندی کہ خود تو پانی نہیں پیتی مگر پیاسوں تک پانی پہنچاتی ہے کیونکہ اپنی باتوں سے وہ خود کچھ فائدہ نہیں اٹھاتا۔ ہاں سامعین میں جو اہل دل ہیں وہ ان سے مستفید ہوتے ہیں اور یہ علوم و معارف اس کو کیوں فائدہ نہیں پہنچاتی اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو طلب اور پیاس نہیں اور جب تک طلب اور پیاس نہ ہو اس وقت تک علوم و معارف کچھ مفید نہیں ہوتے سمجھو کہ ندی اپنے پانی سے مستفید کیوں نہیں ہوتی اس کی وجہ یہی ہے کہ اسے پیاس اور پانی کی طلب نہیں نیز اس مقلد و ناقل علوم و معارف بیان کرنے والے اور رونے پیٹنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے بانسری کہ نالہ وزاری کرتی ہے مگر اس سے اس کو کچھ فائدہ نہیں ہوتا صرف خریداری کے لئے بیگار بھگت رہی ہے کہ مشتری اس کو خرید لے اور مالک کو فائدہ ہو یوں ہی اس مقلد کا علوم و معارف بیان کرنا اور رونا پیٹنا اس کو کچھ نافع نہیں بلکہ طالبین اہل دل کی بیگار ہے کہ وہ اس سے منتفع ہوں گے۔ ناقل گفتار اور مقلد کو ایسا سمجھو جیسے

www.besturdubooks.wordpress.com

نوحہ گر کیونکہ نوحہ گر دل سے تو روتا نہیں بلکہ اس کا مقصد کچھ وصول کرنا ہوتا ہے یوں ہی اس مقلد کی یہ گفتار پر اسرار ومعارف دل سے تو ہے نہیں بلکہ صرف طلب مال وجاہ کے لئے ہے۔ نوحہ گر مؤثر اور سوز سے پر باتیں کرتا ہے مگر نہ اسے کے دل میں سوز ہے اور نہ اسکا دامن پھٹا ہوا ہے پس یوں ہی یہ مقلد بھی ہے۔ بات یہ ہے کہ مقلد ناقل اور محقق صاحب دل میں زمین آسمان کا فرق ہے اگر محقق کو داؤد علیہ السلام سے تشبیہ دیجئے اور اسکی تحقیق کو لحن داؤدی سے تو مقلد پہاڑ کے مشابہ اور اس کی نقل کو صدائے بازگشت کہنا چاہیے کہ آوازیں دونوں ایک ہیں مگر ایک اصل ہے اور دوسری نقل محقق کی گفتگو کا سرچشمہ سوز دل ہوتا ہے اور مقلد وناقل چونکہ کہنہ مشق ہے اس لئے کہتا ہے دیکھ مقلد کی المناک گفتگو سے دھوکہ نہ کھانا کیونکہ یہ درد جو اس گفتگو میں ہے وہ اس کے سوز دل کے سبب نہیں بلکہ یہ کلام کسی دل جلے کا ہے اس لئے اس میں یہ درد ہے لہٰذا اس کی مثال ایسی ہے جیسے بوجھ تو بیلوں پر ہے اور گاڑی چوں چوں کرتی ہے اس لئے کہ درد تو دوسرے کے دل میں ہے اور ظاہر اصل زبان سے ہو رہا ہے مگر مطلقاً مقلد بھی برا اور ثواب سے محروم نہیں کیونکہ محقق ہونے کے لئے اولاً مقلد بننے کی ضرورت ہے بس جو شخص محقق ہونے کے لئے مقلد بنے وہ ضرور ثواب کا مستحق ہے آخر نوحہ گر کو بھی تو اجرت ملتی ہی ہے۔ اس کو تو مقصد اس مقلد کی مذمت ہے جس کو محض نقل اور تحصیل حطام دین مقصود ہو اور اس تقلید کو تحقیق کا ذریعہ بنانا مدنظر نہ ہو (ف مولانا نے مقلد بحت۔ اور مقلد لاجل التحقیق دونوں کو نوحہ گریں استحقاق اجر بہ نقل خوب سمجھ لو دھوکہ نہ کھانا) محقق اور مقلد بحت میں فرق یوں بھی سمجھو کہ مومن ہو یا کافر۔ خدا دونوں کہتے ہیں مگر ان کے درمیان جو فرق ہے وہ ظاہر ہے اور دیکھو۔ کہ گداگر بھی خدا کہتا ہے اور متقی بھی۔ مگر اول روٹی کے لئے کہتا ہے اور دوسرا اخلوص دل اور اطاعت محضہ سے جسمیں شائبہ بھی غرض کا نہیں پس جو فرق ان دونوں میں ہے وہی فرق مقلد ومحقق میں ہے آگے نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بھلے مانس روٹی کے لئے اللہ اللہ کے نعرے لگاتا ہے نہایت نازیبا حرکت ہے اگر تجھے فائدہ مقصود ہے تو غرض چھوڑ اور بلا کسی طمع کے آ اور اللہ اللہ کہہ۔ افسوس گداگر کو خبر نہیں کہ میرے پاس کیسی دولت ہے اور میں اس کو کس بے دردی اور بے قدری سے ضائع کر رہا ہوں اگر اس اللہ اللہ کی حقیقت اسے معلوم ہوتی تو پھر نہ اس کی نظروں میں کم چیز سماتی نہ زیادہ اور وہ اسکو ہفت اقلیم کی سلطنت کی تحصیل کا بھی ذریعہ نہ بناتا۔ روٹی تو در کنار وہ نکر گدھا برسوں اللہ اللہ کہتا مگر اسی ناواقفیت کے سبب اس کے برکات وثمرات محمودہ سے محروم رہتا اور اسکی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے گدھا جو کہ چارہ کی لالچ میں کلام اللہ کو کمر پر لاد کر منزل مقصود تک پہنچاتا ہے اگر اس کے دل پر اس گفتگو سے زبانی کی کچھ بھی چمک پڑ جائے تو اس کا قالب ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ بھلے مانس ذرا سمجھ تو سہی کہ جادوگری میں شیاطین کا نام منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے کیا خدا کے نام میں اتنی تاثیر بھی نہیں ہے اور ضرور ہے مگر تو اس سے کام نہیں لیتا۔ بلکہ تو تو اس کو کوڑیوں کی تحصیل کا آلہ بناتا ہے۔ اس بیان پر یہ شبہ ہوتا تھا کہ جس شے میں کوئی تاثیر ہوتی ہے وہ اسکی حقیقت سے واقفیت پر موقوف نہیں ہوتی مثلاً سنکھیا قاتل ہے سو وہ اس وقت بھی قاتل ہے جب کہ کوئی

www.besturdubooks.wordpress.com

شخص یہ نہ جانتا ہو کہ یہ سنکھیا ہے یا کمیں یہ تاشیر ہے پس مولانا حکایت آئندہ سے اس استبعاد وشبہ کا ازالہ فرماتے ہیں۔

شرح شبّیری

خاریدن روستائی در تاریکی شیر را بہ ظن آنکہ گاؤ ست

ایک دیہاتی کا شیر کو سہلانا اس خیال سے کہ وہ گائے ہے

روستائی گاؤ در آخر بہ بست	شیر گاوش خورد و بر جایش نشست
ایک دیہاتی نے گائے کو سال میں باندھ دیا	شیر نے اس کی گائے کھائی اور اس کی جگہ بیٹھ گیا

روستائے گاؤ الخ۔ یعنی ایک دیہاتی نے گائے آخور میں باندھ دی شیر نے اسکی گائے تو کھالی اور اس کی جگہ پر بیٹھ گیا۔

روستائی شد در آخر سوئے گاؤ	گاؤ را می جست شب آں کنجکاؤ
دیہاتی سال میں گائے کے پاس گیا	وہ تلاش کنندہ رات میں گائے کو ڈھونڈتا تھا

روستائی شد الخ۔ یعنی وہ دیہاتی آخور میں گائے کی طرف گیا اور گائے کو رات کے وقت تجسس کی طرح ڈھونڈ رہا تھا۔

دست می مالید بر اعضائے شیر	پشت و پہلو گاہ بالا گاہ زیر
شیر کے اعضاء پر ہاتھ پھیرتا تھا	کمر اور کروٹ پر کبھی اوپر کبھی نیچے

دست می مالید الخ۔ یعنی وہ دیہاتی اس شیر کے اعضا پر ہاتھ ملتا تھا کبھی پشت پر کبھی پہلو پر کبھی نیچے غرض کہ خوب سہلا رہا تھا۔

گفت شیر ار روشنی افزوں بدے	بردریدے زہرہ اش دل خوں شدے
شیر نے کہا اگر روشنی تیز ہوتی	اس کا پتا پھاڑ دیتی اس کا دل خون بن جاتا

گفت شیر از الخ۔ یعنی اور شیر کہہ رہا تھا کہ اگر روشنی زیادہ ہوتی تو اس شخص کا پتہ پھٹ جاتا اور دل خون ہو جاتا۔

ایں چنیں گستاخ زاں می خاردم	کو دریں شب گاؤ می پنداردم
اس طرح نڈر ہو کر مجھے سہلا رہا ہے	کیونکہ وہ رات میں مجھے گائے سمجھ رہا ہے

ایں چنیں گستاخ الخ۔ یعنی یہ اس طرح گستاخی (اور آزادی) سے اس لئے مجھے کھجا رہا ہے کہ وہ رات کی وجہ سے مجھے گائے سمجھ رہا ہے اگر اس کی آنکھ اس وقت بینا ہوتی اور مجھے پہچانتا اور میری حقیقت کو سمجھتا تو ہرگز ایسی گستاخی نہ کرتا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آگے مولانا اس حکایت سے انتقال فرماتے ہیں کہ اس طرح ہم حقیقت نام حق سے ناواقف اور اندھے ہو رہے ہیں اگر ہم کو معلوم ہو جائے کہ یہ کیا چیز ہے تو پھر اس کے ساتھ اس قدر لاپروائی اور بے التفاتی کا برتاؤ نہ کریں بس فرماتے ہیں

شرح حبیبی

ایک دیہاتی نے اپنا بیل آخور پر باندھا۔ شیر نے اس کا بیل تو کھالیا اور خود اس کی جگہ بیٹھ گیا پیچھے سے دیہاتی آ گیا اور وہ متلاشی بیل کو رات میں ڈھونڈنے لگا جب بیل کی جگہ پہنچا تو شیر کو بیل سمجھ کر اس کے اعضا پر ہاتھ پھیرتا رہا کبھی پشت پر ہاتھ پھیرتا تھا کبھی پہلو پر۔ کبھی اوپر کبھی نیچے۔ شیر نے دل میں کہا کہ اگر روشنی زیادہ ہوتی تو اسکا پتہ پھٹ جاتا۔ اور دل خون ہو جاتا اس طرح بیبا کانہ مجھے اس لئے کھجلا رہا ہے کہ رات میں وہ مجھے بیل سمجھتا ہے یعنی مجھ میں بزدل آدمی کا پتہ پھاڑ دینے اور دل خون کر دینے کی خاصیت ہے لیکن اس پر جو اثر نہیں ہوتا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ میری حقیقت سے واقف نہیں آگے نتیجہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ

شرح شبیری

حق ہمی گوید کہ اے مغرور کور	نے ز نامم پارہ پارہ گشت طور
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے اے دھوکے میں مبتلا اندھے!	کیا میرے نام سے (کوہ) طور ریزہ ریزہ نہیں ہوا

حق ہمی گوید الخ۔ یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے اندھے مغرور کیا میرے نام ہی سے طور جیسے پہاڑ کے ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو گئے تھے مگر تو ایک وہ ہے کہ جس طرح تھا ویسا ہی ہے اور تیرے اندر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا اور نام سے پارہ پارہ ہونا اس لئے فرمایا کہ اس وقت بھی تو ایک اسم کی تجلی ہی تھی جس کے سبب سے طور بالکل خاک سیاہ ہو گیا یہ عظمت تو ہمارے نام کی ہے اور کتاب کی عظمت یہ ہے کہ

کہ لو انزلنا کتابا للجبل	لانصدع ثم انقطع ثم ارتحل
کہ اگر ہم (اپنی) کتاب پہاڑ پر اتارتے	تو وہ پھٹ جاتا پھر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا پھر جگہ سے

کہ لو انزلنا الخ۔ یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر ہم اپنی کتاب کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو وہ پھٹ جاتا اور پھر ٹوٹ جاتا اور پھر (اپنی جگہ سے) چل بھی دیتا۔ یعنی اس پر اس کتاب کی عظمت وجلال کا یہ اثر ہوتا تو حیف ہے انسان پر کہ اس پر بالکل بھی اثر نہ ہو۔ اور بت سا بنا رہے ف اس شعر پر اور اس طرح اس کے ماخذ یعنی آیت لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل الخ پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ الزام تو مقبولین مطیعین پر بھی عائد ہوتا ہے کہ وہ بھی اس درجہ تو قرآن سے متاثر نہیں ہوئے۔ جواب یہ ہے کہ مقصود اس سے اس درجہ کی تاثیر کی مطلوبیت نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں تو پھر اطاعت ہی کا تحقق نہ ہوگا اور یہ حکمت تکلیف کے خلاف ومنافی ہے بلکہ مطلب یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے کہ قرآن مجید سے جو کہ فی نفسہ ایسا مؤثر ہے گو اسکی اتنی تاثیر انسان میں بوجہ حکمت مطلوب نہیں مگر جس قدر مطلوب ہے اس قدر تو انسان کو مؤثر ہونا چاہیے جیسا مطیعین ہوتے بھی ہیں فافہم (حضرت والا دام ظلہم نے یہ فائدہ راقم کو لکھ کر عنایت کیا تھا کہ اس کو یہاں بڑھا دوں آگے پھر اسی کو فرماتے ہیں کہ

از من ار کوہ احد واقف بدے	پارہ گشتے و دلش پرخوں شدے
اگر احد پہاڑ مجھ سے واقف ہوتا	ٹکڑے ہو جاتا اور اس کا دل پرخون ہو جاتا

از من ار کوہ الخ۔ یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر احد پہاڑ مجھ سے واقف ہوتا تو اس کی میری معرفت ہو جاتی تو ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا اور اس کا دل خون ہو جاتا یعنی اس کی ہستی فنا ہو جاتی پس حیرت ہے کہ انسان کو اثر نہ ہو۔ اور یہ اثر اس لئے نہیں ہوتا کہ خود تو حاصل کیا نہیں بے محبت ملے گا فرماتی ہیں کہ

از پدر و زما داریں بشنیدۂ	لا جرم غافل ازیں پیچیدۂ
تونے ماں باپ سے یہ سنا ہے	لامحالہ تو غفلت سے اس میں لگا ہوا ہے

از پدر وز مادر الخ۔ یعنی ماں باپ سے اس (نام پاک) کو سن لیا ہے اسی لئے غافل کی طرح اسمیں کیا ہوا ہے مطلب یہ ہے کہ خدا کا نام ماں باپ سے سن لیا ہے اس لئے اسکی کوئی قدر نہیں ہے اور بالکل بے پرواہ اور غافل رہتا ہے اور بے التفاتی سے اس نام پاک کو لیتا ہے اگر محقق ہو کر اس نام پاک کو لیتا تو جانتا کہ کیا چیز ہے اب تو ماں باپ کی سنی سنائی باتیں خود بھی کہنے لگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

گر تو بے تقلید ازیں واقف شوی	بے نشاں از لطف چوں ہاتف شوی
اگر بغیر تقلید کے تو اس سے واقف ہو جائے	ہاتف کی طرح لطافت کی وجہ سے بے نشان ہو جائے

گر تو بے تقلید الخ۔ یعنی اگر تو اس سے بے تقلید کے واقف ہوتا تو بے نام اور بے محل ہاتف کی طرح ہو جاتا اگر چہ ہاتف بھی مادی ہے اور اس کا محل اور مقام سب کچھ ہے مگر جس طرح وہ بظاہر دکھلائی نہیں دیتا اس طرح تم بھی اس سے واقف ہو کر اپنی ہستی کو مٹا دیتے اور یہ حالت ہوتی کہ۔ چو سلطان عزت علم برکشد + جہان سربجیب عدم درکشد + پس اس طرح اس کو جان کر اپنے نشان کو بے نشان اور اپنی ہستی کو عدم سمجھنے لگتے آگے فرماتے ہیں کہ

بشنو ایں قصہ پئے تہدید را	تا بدانی آفت تقلید را
تنبیہ کے لئے یہ قصہ سن لے	تاکہ تو تقلید کی ہلاکت کو سمجھ لے

بشنو ایں قصہ الخ۔ یعنی اب تم اس قصہ (ذیل) کو تہدید کے واسطے سن لو تا کہ تم کو محقق نہ ہونیکی اور صرف تقلید کی آفات اور خرابیاں معلوم ہو جائیں۔

شرح حبیبی

حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ اے دھوکے میں مبتلا اندھے کیا میرے نام کی تجلی سے کوہ طور پارہ پارہ نہیں ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

اور فرماتے ہیں کہ اگر ہم کتاب کو پہاڑ پر نازل کرتے۔ تو وہ پھٹ جاتا پھر منقطع ہو جاتا۔ پھر چل دیتا اگر کوہ احد مجھ سے واقف ہوتا تو وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا اور اس کا دل بھی پرخون ہو جاتا۔ اچھا اب اس کی وجہ سن کر تجھ پر اثر کیوں نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تو نے ماں باپ سے سن لیا ہے اور اسی میں پھنسا ہوا ہے اور تحقیق کا درجہ حاصل نہیں کیا اگر تو تقلید سے جدا ہو کر اس سے واقف ہوتا تو تو بھی ہاتف کی طرح بے نشان محسوس و بے مکان محسوس ہو جاتا۔ اچھا اب تو ایک قصہ سن جس سے تجھے تقلید محض کی خرابی معلوم ہو۔

شرح شبّیری

فروختن صوفیاں بہیمۂ صوفی مسافر را جہت سماع

سماع کی خاطر صوفیوں کا ایک مسافر صوفی کی سواری کو بیچ ڈالنا

صوفی در خانقاہ از راہ رسید	مرکب خود برد و در آخر کشید
ایک صوفی (سفر کے) راستہ سے ایک خانقاہ میں پہنچا	اپنی سواری کو لے گیا اور اصطبل میں باندھ دیا

صوفی در خانقاہ الخ۔ یعنی ایک صوفی راستہ سے خانقاہ میں پہنچا اور اپنی سواری کو آخور کی طرف کھینچا۔ یعنی لیجا کر باندھ دیا اور

آبکش داد و علف از دست خویش	نے چو آں صوفی کہ ما گفتیم پیش
اپنے ہاتھ سے اس کو تھوڑا سا پانی اور چارا دیا	اس صوفی کی طرح نہیں جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے

آبکش داد الخ۔ یعنی اس جانور کو تھوڑا پانی اور گھاس اپنے ہاتھ سے دیا اور اس صوفی کی طرح نہیں جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے یعنی اس کی طرح غافل نہیں ہوا اور دوسروں پر بھروسہ نہ کیا بلکہ اس کی خدمت خود کی اور

احتیاطش کرد از سہو و خباط	چوں قضا آید چہ سود است احتیاط
اس (صوفی) نے اس (سواری) کی بھول اور بیوقوفی سے احتیاط کی	جب قضا آتی ہے تو احتیاط سے کیا فائدہ؟

احتیاطش کرد الخ۔ یعنی بھول سے اور خبط سے اسکی احتیاط کی مگر جب قضا آئے تو احتیاط سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔ وہ ہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔

صوفیاں درویش بودند و فقیر	کاد فقران یکن کفرا کبیر
صوفی درویش اور فقیر تھے	قریب ہے کہ فقر بڑا کفر بن جائے

صوفیاں درویش الخ۔ یعنی وہ سارے صوفی (جو کہ وہاں جمع ہو گئے تھے) مفلس اور فقیر تھے اور قریب ہے کہ (ایسا) فقر کفر کبیر ہو جائے یعنی سبب ہو جائے۔ کفر کبیر کا اور یہاں فقر سے مراد بعض فقر ہے ورنہ کل فقر تو ایسا نہیں ہوتا اس لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ ارشاد ہے الفقر فخری۔ پس بعض فقر ایسا ہوتا ہے کہ جو کفر تک نوبت پہنچا دیتا ہے۔ یہاں یہ مقصود ہے کہ ان لوگوں کا فقر ایسا ہی تھا اور وہ فقر جو کہ اس حدیث کا مصداق ہے یہاں نہ تھا اس لئے کہ سب مکار تھے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

اے تونگر تو کہ سیری ہیں مخند	برکژی آں فقیر درد مند
اے مالدار تو کہ پیٹ بھرا ہے نہ ہنس	اس دکھی فقیر کی کج روی پر

اے تونگر تو الخ۔ یعنی اے تونگر جو کہ پیٹ بھرا ہوا ہے ہرگز اس دردمند صوفی کی کجی پر مت ہنس اس لئے کہ جس مصیبت اور بلاء فقر میں یہ مبتلا ہے کیا خبر ہے کہ اگر تم مبتلا ہوتے تو تم کیا کچھ کر بیٹھتے۔ پس مقصود مولانا کا یہ ہے کہ جو شخص کہ گناہوں میں مبتلا ہے اور تم نیک ہو اس گنہگار پر مت ہنسو اس لئے کہ کیا خبر ہے کہ تم خود بھی اسی میں مبتلا ہو جاؤ۔ جیسا کہ حدیث میں بھی ہے من ضحک ضحک یعنی جو کسی پر ہنسے وہ خود بھی ہنسا جاتا ہے اس طرح سے کہ وہ بھی اسی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور دوسرے اس پر ہنستے ہیں جیسے کہ یہ ہنستا تھا۔ لہٰذا اس کو حقیر و ذلیل مت سمجھو۔ بلکہ اس پر تاسف کرو اور اس کی حالت سے دردمند ہو اور اس کی تدبیر نرمی سے یا سختی سے جیسا موقعہ ہو اور مناسب ہو کرو اور حق تعالیٰ سے ہر وقت پناہ مانگو۔ آگے فرماتے ہیں کہ از سر تقصیر الخ۔ یعنی ان صوفیوں کی جماعت نے بسبب (اس) کمی کے (جو ان میں تھی) سب نے خرفروشی اختیار کی۔ مطلب یہ کہ چونکہ یہ لوگ کامل تو تھے نہیں کہ جس کی وجہ سے صبر و استقلال کامل ہوتا اور اس مصیبت پر صبر کرتے اس لئے سب نے یہ حرکت کی کہ اس صوفی جدید کا گدھا فروخت کر دیا اور اس خرفروشی کے جواز کے لئے یہ بات گھڑی کہ

از سر تقصیر آں صوفی رمہ	خر فروشی درگرفتند آں ہمہ
اس صوفی گروہ نے غلط کاری سے	سب نے خر فروشی شروع کر دی

در ضرورت ہست الخ۔ یعنی (وہ صوفی کہنے لگے کہ) ضرورت میں تو مردار بھی مباح ہو جاتا ہے اور بہت سے فساد ضرورت کی وجہ سے اچھے اور درست اور جائز ہو جاتے ہیں ان حضرات نے ضرورت کو بھی خود ہی تراشا اور اس پر احکام بھی خود ہی جاری کر لئے اور سب حلال کرا کر اس غریب کا گدھا فروخت کر دیا۔ پس جب یہ سمجھ لیا اور اس کو ضرورت کی وجہ سے حلال سمجھا تو۔

کز ضرورت ہست مردارے مباح	بس فاسدے کز ضرورت شد صلاح
کیونکہ ضرورت کی وجہ سے مردار جائز ہے	بہت سی خرابیاں ہیں جو ضرورت میں جائز ہو جاتی ہیں
ہمدراں دم آں خرک بفروختند	لوت آوردند و شمع افروختند
فوراً ہی انہوں نے وہ گدھیا بیچ دی	مزیدار کھانا لائے اور شمع روشن کی

ہم دراں دم الخ۔ یعنی (بس یہ سوچ کر) اسی وقت اس گدھے کو فروخت کر دیا (اور پھر) عمدہ عمدہ کھانے

www.besturdubooks.wordpress.com

لائے۔ اور شمع روشن کی یعنی پھر کیا تھا خوب چہل پہل ہو گئی۔ لوت بوا دا لجھول غذائے عمدہ ونفیس ولذیذ۔

شرح حبیبی

ایک صوفی کسی خانقاہ میں کہیں سے آ پہنچا۔ وہاں پہنچ کر اس نے اپنی سواری کا جانور (گدھا) آخور پر باندھ دیا اور پانی بھی خود ہی پلایا اور چارہ بھی اپنے آپ ہی ڈالا۔ اس صوفی کی طرح جسکا ذکر ہم نے پیشتر کیا ہے دوسرے کے بھروسہ نہیں رہا۔ اس سے مقصود اسکی احتیاط تھی کہ کہیں بھول چوک اور کوئی بے عنوانی نہ ہو لیکن حکم خداوندی اور تقدیر الٰہی کے سامنے احتیاط بالکل بے سود ہے۔ وہ صوفی لوگ مفلس محتاج تھے اس لئے ان کی نیت بدل گئی اور کچھ عجب نہیں کیونکہ بعض فقہ تو کفر عظیم کا سبب ہو جاتا ہے۔ یعنی جبکہ غنی القلب نہ ہو۔ یہ تو بددیانتی اور اضاعت اور اتلاف حق عبد ہی ہے لیکن اے تونگر تو سیر ہے۔ تجھے ایسے لوگوں کی حالت معلوم نہیں پس تجھے اپنے المناک محتاجوں کی اس روش کج پر ہنسنا اور انکی تحقیر کرنا نہ چاہیے۔ بلکہ اس کا علاج اور تدارک کرنا چاہیئے۔ تجھے کیا معلوم کہ اگر تو اس مصیبت میں مبتلا ہو تو اس وقت تیرا کیا حال ہے ممکن ہے کہ تیری نوبت کفر تک پہنچ جائے خیر تو اس صوفیوں کی جماعت نے غلطی سے اور معصیت کے یا بہ سبب دولت دینوی واخروی سے کم بضاعتی کے اس گدھے کے بیچنے کی ٹھان لی اور حیلہ یہ تراشا کہ گو یہ فعل حرام ہے مگر الضرورات تبیح المحظورات یعنی ضرورت کے وقت بعض ناجائز امور بھی جائز ہو جاتے ہیں اور بہت سے نقصانات اور خرابیاں صلاح و درست ہو جاتی ہیں مگر احتیاج اور طمع نے ان کو یہ نہ سوچنے دیا کہ وہ کو کسی ضرورتیں ہیں جن سے مراد حلال ہو جاتا ہے یہ سوچ کر انہوں نے اس گدھے کو بیچ ڈالا اور انواع واقسام کے کھانے لائے اور شمع روشن کی غرض خوب ٹھاٹھ بنایا۔

شرح شبیری

ولولہ افتاد اندر خانقہ	کامشباں لوت وسماع ست دولہ
خانقاہ میں غل مچ گیا کہ	آج رات لذیذ کھانا ہے سماع ہے مستی ہے

ولولہ افتاد الخ۔ یعنی (جب کہ یہ لذیذ اور عمدہ کھانے وغیرہ آ گئے تو) خانقاہ میں ایک شور ہو گیا کہ آج کی رات تو عمدہ کھانے ہیں اور سماع ہے اور جوش ہے مطلب یہ کہ اب کیا ہے مزے ہیں خوب اڑاؤ اور سماع سنو اور جوش کرو اس لئے کہ اس قدر تو فاقے اٹھائے اور آخر ہماری بھی تو جان ہے پھر کیوں نہ کھائیں اسی کو فرماتے ہیں کہ

چند ازیں صبر وازیں سہ روزہ چند	چند ازیں زنبیل وزیں دریوزہ چند
کب تک یہ صبر اور کب تک یہ تین دن کا فاقہ	کہاں تک یہ کشکول اور کہاں تک بھیک!

چند ازیں صبر الخ۔ یعنی کہاں تک صبر ہو اور یہ تین دن کے روزے کہاں تک اور یہ جھولی کب تک اور یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

بھیک کہاں تک آخر ہم تو مخلوق ہیں اور جان رکھتے ہیں اور آج کی رات تو دولت ہمارے یہاں مہمان ہے۔ چونکہ یہ بیچارے بہت ہی بھوکے تھے اس لئے کہنے لگے کہ اب صبر کہاں تک کریں اب تو دولت ہمارے یہاں مہمان ہے خوب مزے اڑائیں گے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

ماہم از خلقیم جاں داریم ما	دولت امشب میہماں داریم ما
ہم بھی مخلوق ہیں، ہم بھی جان رکھتے ہیں	آج رات دولت ہماری مہمان ہے

تخم باطل الخ۔ یعنی (یہ لوگ) تخم باطل اس لئے بو رہے تھے (یعنی برے کام کہ اس بیچارے کا گدھا چرا کر فروخت کر دیا اس لئے کر رہے تھے) کہ جو چیز جان نہیں تھی (اور قابل پرورش نہیں تھی) اس کو جان سمجھے مطلب یہ کہ چونکہ یہ لوگ نفس ہی کی حیات کو حیات سمجھے اس لئے اسی کی پرورش میں اور اسی کی تغذیہ میں لگ گئے اور اس غذا کی تحصیل بھی ناجائز طریق سے کی حالانکہ پرورش کے قابل روح ہے اور اصل حیات روحانی ہے ورنہ اگر جسمانی حیات ہو اور روح مردہ کی طرح ہو تو پھر کس کام کا وہ تو بالکل فضول ہے۔ یہ لوگ تو لطف اور مزے میں تھے اور وہ مسافر غریب تھکا ماندہ تھا تو اس کی ان حضرات نے خوشامد میں خوب خدمت کی کہ کہیں اس کو رات میں خبر نہ ہو جائے اسی کو فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

اب کیا تھا خانقاہ میں ایک شور مچ گیا کہ آج کی رات کھانے بھی خوب اڑیں گے محفل سماع بھی ہوگی اور خوش شوریدگی اور اچھل کود ھوگی کیوں نہ ہو آخر صبر کب تک اور تین تین دن کے روزے کب تک۔ جھولی کب تک اور دریوزہ گری کب تک کبھی تو ہم کو بھی چین نصیب ہو آخر ہم بھی تو مخلوق خدا ہیں۔ ہمارے بھی تو جان ہے۔ خیر آج تو دولت ہمارے یہاں مہمان ہے۔ آج تو جی بھر کے مزے لوٹ لیں یہ لوگ باطل کا بیج اس لئے بو رہے تھے اور خیال باطل اس لئے جمارہے تھے کہ ان احمقوں نے نفس کو روح سمجھا اور جو جان نہیں تھی اس کو جان گمان کیا اور نفس کے تقاضے کو روح کا تقاضا خیال کیا۔

شرح شبیری

تخم باطل را ازاں می کاشتند	کانکہ آں جاں نیست جاں پنداشتند
باطل کا بیج انہوں نے اس لئے بویا	کہ جو جان نہیں ہے اس کو انہوں نے جان سمجھا

دان مسافر الخ۔ یعنی اور وہ مسافر دور کے سفر کی وجہ سے (تھکا ماندہ اور) خستہ ہو رہا تھا اس نے (ان لوگوں کی جو اس قدر) توجہ دیکھی اور ناز برداری تو خوب خوش ہوا اور خواہش سماع اور مجلس طرب کی کہ جیسے کہ آگے معلوم ہوتا ہے۔ آگے ان صوفیوں کی توجہ اور ناز برداری کو بیان فرماتے ہیں کہ انہوں نے کیا کیا۔ فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

واں مسافر نیز از راہ دراز	خستہ بود و دید آں اقبال و ناز
وہ (صوفی) مسافر طویل راستہ کی وجہ سے	تھکا ہوا تھا اور اس نے توجہ اور مہربانی دیکھی

صوفیانش الخ۔ یعنی وہ صوفی ایک ایک اسکو نوازتا تھا اور اس کی خدمت کی چوسر خوب خوش ہو کر کھیل رہے تھے۔ مطلب یہ کہ ہر شخص الگ الگ خدمت کے لئے کمر بستہ اور تیار تھا اور

صوفیانش یک بیک بنواختند	نرد خدمتہاش خوش می باختند
ایک ایک صوفی نے اس کو نوازا	اس کی خدمت گزاری کی اچھی چالیں چل رہے تھے

اں یکے الخ۔ یعنی کوئی اس کے ہاتھ پاؤں دباتا تھا اور کوئی اس کی قیام گاہ کو دریافت کرتا تھا کہ حضرت کا دولت خانہ کہاں ہے غرض کہ اس کا گدھا فروخت کیا اور خوب اس کو گدھا بنایا اچھی بیچارے کی کم بختی آئی۔

آں یکے پایش ہمی مالید و دست	واں یکے پرسیدش از جائے نشست
ایک اس کے ہاتھ پیر دبا رہا تھا	ایک اس کی نشست گاہ کو دریافت کرتا تھا

دان یکے الخ۔ یعنی اور کوئی اس کے اسباب میں سے گرد جھاڑ رہا تھا اور کوئی اس کے ہاتھ اور منہ چومتا تھا۔ غرض کہ جب وہ خوب گدھے بن لئے اور ذرہ مزہ میں آگئے تو اب آپ کو مستی سوجھی اور بولے کہ

واں یکے افشاند گرد از رخت او	واں یکے بوسید دستش راو رو
ایک اس کے سامان کی گرد کو جھاڑتا تھا	دوسرا اس کے ہاتھ اور منہ کو چومتا تھا

گفت چوں الخ۔ یعنی جب اس نے ان کا میلان اپنی طرف دیکھا تو بولا کہ اگر آج ہی کی رات طرب نہ کرونگا تو کب کرونگا۔ یعنی آج تو یاران مجلس موجود ہیں اور ہر طرح کا سامان موجود ہے پھر آج تو ضرور سماع ہونا چاہیے بہتر ہے آگے یہ ساری مستی نکلے گی ذرا ٹھہر جایئے۔

شرح حبیبی

ان صوفیوں کی تو یہ حالت تھی اور وہ مسافر بیچارہ بھی درازی سفر سے تھکا ماندہ تھا یہاں آ کر اس نے وہ توجہ اور الطاف دیکھے جن کا ہم آگے ذکر کرتے ہیں تو بیچارہ دھوکے میں پڑ کر نفع و نقصان سب کچھ بھول گیا۔ ایک ایک صوفی نے اس کی خوب آؤ بھگت کی اور اس کی خدمت کرنے میں نہایت ہوشیاری سے چالیں چلیں کہ اسے کسی قسم کا شبہ نہ ہو جائے۔ کوئی پاؤں دباتا تھا کوئی ہاتھ۔ کوئی کہتا حضرت یہاں تشریف رکھیے کوئی ان کے اسباب کی گرد جھاڑتا تھا۔ کوئی ہاتھ چومتا اور پیشانی پر بوسہ دیتا تھا۔ غرض وہ ان چاپلوسیوں سے اس قدر مغرور ہوا کہ دل میں کہتا تھا کہ آج بھی مزے نہ اڑائے تو پھر کب اڑائیں گے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

گفت چوں می دید میلان شاں بوے	گر طرب امشب نخواہم کرد کے
جب اس نے ان کا جھکاؤ اپنی طرف دیکھا تو کہا	اگر آج (عیش و) طرب نہ کروں گا تو کب کروں گا؟
لوت خوردند و سماع آغاز کرد	خانقاہ تا سقف شد پر دود و گرد
سب نے کھانا کھایا اور سماع شروع ہوا	خانقاہ چھت تک دھویں اور گرد سے بھر گئی

لوت خوردند الخ۔ یعنی سب نے کھانا کھایا اور سماع شروع ہوا تو خانقاہ چھت تک دھوئیں اور گرد سے بھر گئی۔

آگے بتاتے ہیں کہ یہ دھواں اور گرد کہاں سے آیا پس فرماتے ہیں کہ

دود مطبخ، گرد آں پا کوفتن	زاشتیاق و وجد جاں آشوفتن
دھواں مطبخ کا، گرد رقص کی	شوق اور وجد کی وجہ سے جان کا پریشان ہونا

دود مطبخ الخ۔ یعنی دھواں تو باورچی خانہ کا تھا۔ (اس لئے کہ آج خوب کھانے پکے تھے) اور گرد اس پاؤں پیٹنے کی تھی (جو کہ وجد کی حالت میں ہوا تھا) اور اشتیاق اور وجد کی اور جان کے آشفت ہونے کی وجہ سے خوب اچھل کود رہے تھے۔

گاہ دست افشاں قدم می کوفتند	گہ بسجدہ صفہ رامی روفتند
کبھی ہاتھ ہلاتے ہوئے رقص کرتے تھے	کبھی سجدوں سے چبوترہ پر جھاڑو دیتے تھے

گاہ دست الخ۔ یعنی کبھی تو تالیاں بجاتے ہوئے پیر پیٹتے تھے اور کبھی سجدہ سے اس صفہ کو (یعنی چبوترہ وغیرہ کو صاف کر رہے تھے) اس لئے کہ جب لوٹتے تھے تو وہاں کی جگہ تو صاف ہوتی ہی تھی مطلب یہ کہ خوب وجد کر رہے تھے آگے فرماتے ہیں کہ یہ صوفی اس وجہ سے مست ہو جاتے ہیں کہ ان کو کبھی کبھی کھانے کو ملتا ہے۔ تو جب ملتا ہے خوب مزہ کرتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

غرض جب خوب سیر ہو کر کھانا کھا چکے تو قوالی شروع ہوئی اور خانقاہ چھت تک گرد اور دھوئیں سے پر ہو گئی۔ دھواں تو باورچی خانہ کا تھا جس میں کھانے تیار کئے گئے تھے اور گرد وہ تھی جو پاؤں سے گت بجانے اور شوق و وجد سے جان کو پریشان کرنے اور اچھل کود سے اڑی تھی۔ ان صوفیوں کی قوالی میں یہ حالت تھی کہ کبھی تو ہاتھ نچا نچا کر پاؤں سے گت بجاتے تھے اور کبھی پیشانی زمین پر رگڑتے اور اس طرح صفہ میں جھاڑو دیتے تھے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

دیر یابد صوفی آز از روزگار	زاں سبب صوفی بود بسیار خوار
صوفی زمانہ سے مراد دیر میں پاتا ہے	اسی لئے صوفی پر خور ہوتا ہے

دیر یابد الخ۔ یعنی چونکہ اپنی تمنا کو زمانہ سے بہت دیر میں پاتا ہے اس لئے صوفی بہت کھاؤ ہوتا ہے کیونکہ جسے روز ملے اس کی تو نیت بھری رہتی ہے اور جسے بعد تمناؤں کے ملا ہو وہ تو ہوس کا مارا ایک دم سے بے حد کھا جائے گا لیکن یہ حالت ان صوفیوں کی ہے جو کہ مکار ہوتے ہیں اور حقیقۃً صوفی نہیں ہوتے اور جو صوفی حقیقی ہوتے ہیں وہ ایسے نہیں ہوتے بس اسی کو مولانا فرماتے ہیں کہ

جز مگر آں صوفی کز نور حق	سیر خورد و فارغ ست از ننگ ودق
مگر سوائے اس صوفی کے جو اللہ کے نور سے	پیٹ بھرا ہو اور ذلت اور (دروازہ) پیٹنے سے بے نیاز

جز مگر آن الخ۔ یعنی سوائے اس صوفی کے کہ جو نور حق کو سیر ہو کر کھا چکا ہے وہ اس ننگ ودق سے فارغ ہوتا ہے۔ دق سے مراد دروازوں پر جا کر آواز دینا۔ جیسا کہ شیخ سعدی کہتے ہیں و من دق باب الکریم انفتح۔ مطلب یہ کہ جو شخص کہ نور حق سے پر ہے اور اس کے اندر حق تعالیٰ کی معرفت اور اسکا نور بھرا ہوا ہے وہ ان بے ہودہ حرکتوں اور گداگری سے فارغ اور علیحدہ ہے اس کو اس کی غرض نہیں کہ وہ نعمائے دنیا پر گرتا پھرے مگر اس قسم کا صوفی کہیں ہزاروں میں سے ایک ہوتا ہے اور باقی جو مکار ہیں وہ سارے ان ہی کے طفیل میں کھانے والے ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ

از ہزاراں اند کے زیں صوفی اند	باقیاں در دولت آں می زیند
ہزاروں میں بہت تھوڑے ایسے صوفی ہیں	باقی ان کی بدولت جیتے ہیں

از ہزاراں الخ۔ یعنی ہزاروں میں سے تھوڑے سے اس قسم کے صوفی ہیں اور باقی ان کی بدولت اور ان کے طفیل میں زندگی بسر کرتے ہیں اس لئے کہ عوام الناس تو یہ نہیں جانتے کہ ان دو میں کون مکار ہے اور کون سچا ہے بلکہ وہ تو صرف یہ دیکھتے ہیں کہ جس شخص کی صورت درویشوں کی سی ہوگی بس وہ سچا ہی ہوگا لہٰذا مکار لوگ بھی ان ہی کی صورت بنا لیتے ہیں اور عوام دھوکے میں آجاتے ہیں بس یہ مکار ان ہی کے طفیل سے زندگی بسر کرنے والے ہوئے اب آگے مولانا پھر اس حکایت کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

چونکہ زمانہ صوفیوں کو بہت دیر میں انکا مطلوب دیتا ہے اس لئے یہ لوگ بہت حریص اور بہت کھانے والے ہوتے ہیں اور کھانے کے لئے جائز اور ناجائز کچھ نہیں دیکھتے الا وہ صوفی جس نے نور حق اور نور معرفت سے اچھی

www.besturdubooks.wordpress.com

طرح اپنا پیٹ بھرلیا ہے وہ بیشک اس قسم کی شرمناک اور قابل ملامت باتوں سے بالکل بے کھٹکے ہیں۔لیکن اس قسم کے صوفی ہزاروں میں معدودے چند ہیں اور یہ نقلی صوفی انہی کی بدولت جیتے ہیں کہ لوگ ان کو ان کے مشابہ دیکھ کر ان کے مثل سمجھ جاتے ہیں اور جس طرح ان کی خدمت کرتے ہیں یوں ہی ان کی بھی خاطر تواضع کرتے ہیں۔

شرح شبّیری

چوں سماع آمد ز اول تا کراں	مطرب آغاز ید یک ضرب گراں
جب سماع (کا سامان) اول تا آخر ہوگیا	گویئے نے ایک موثر گت شروع کی

چوں سماع آمد الخ۔یعنی جبکہ سماع اول سے آخر تک آیا یعنی خوب جوش میں ہونے لگا تو مطرب نے بربط پرایک چوٹ شروع کی۔کران بمعنی بربط

خر برفت خر برفت آغاز کرد	زیں حرارہ جملہ را انباز کرد
وہ گدھا چلا گیا گدھا چلا گیا (کی دھن) کو شروع کیا	اس گرمی نے سب کو (دھن میں) شریک کر دیا

خر برفت الخ۔یعنی (اس مطرب نے بربط پرایک چوٹ لگا کر) خر برفت وخر برفت شروع کر دیا اور اس ترانہ میں سب کو شریک کرلیا یعنی کچھ ایسے جوش کے ساتھ کہا کہ سب کے سب جوش میں آ کر یہی کہنے لگے اور

زیں حرارہ پائے کوباں تا سحر	کف زناں خر رفت وخر رفت اے پسر
اس گرم جوشی میں صبح تک رقص کرتے ہوئے	تالیاں بجاتے ہوئے اے لڑکے گدھا چلا گیا گدھا چلا گیا (گاتے رہے)

پائے کوبان الخ۔یعنی اس ترانہ کی وجہ سے پاؤں پیٹ رہے اور تالیاں بجا بجا کہہ رہے تھے خر برفت وخر برفت و اے پسر یعنی اس مصرعہ کو سب لوگ کہہ رہے تھے اور خوب کود ناچ رہے تھے غیر ان پر تو مستی سوار تھی مگر ان حضرت صوفی نووارد صاحب کو دیکھئے کہ وہ بھی تو ان ہی کے ساتھ ہو گئے اور خود بھی یہی کہنے لگے۔اسی کو مولانا فرماتے ہیں کہ

از رہ تقلید آں صوفی ہمیں	خر برفت آغاز کرد اندر حنیں
بطور تقلید کے (مسافر) صوفی نے (بھی) یہی	روتے ہوئے گدھا چلا گیا (گانا) شروع کر دیا

از راہ تقلید الخ۔یعنی تقلید کے طریقہ پر اس صوفی نے بھی یہی خر برفت غمگین آواز میں کہنا شروع کر دیا اس لئے کہ وہ لوگ تو شرارت سے کہہ رہے تھے اور شاید یہ حضرت یوں سمجھے ہوں گے کہ خر برفت سے یہ مراد ہے کہ قوت بہیمیہ جاتی رہی ہے جو کہ گدھے کے مانند تھی بس یہ بھی ان صوفیوں کے ساتھ بے حقیقت کو سمجھے ہوئے وہی الفاظ دہرانے لگے۔

شرح حلیمی

جب قوالی کی نوبت ابتداہی میں بربط تک پہنچی تو قوال نے ایک زبردست گت بجانی شروع کی اور گدھا

www.besturdubooks.wordpress.com

چلد دیا گدھا چل دیا گانا شروع کیا اور اس ترانہ میں سب کو شریک کر لیا۔ سب لوگ اسی ترانہ سے صبح تک پاؤں سے گت بجاتے رہے اور گدھا چل دیا گدھا چلد دیا کہتے ہوئے تالیاں بجاتے رہے۔ ان کی دیکھا دیکھی اس گدھے والے صوفی نے بھی رو رو کر گدھا چل دیا گدھا چل دیا کا راگ الاپنا شروع کر دیا۔

شرح شبّیری

چوں گذشت آں نوش و جوش و آں سماع	روز گشت و جملہ گفتند الوداع
جب وہ کھانا پینا اور جوش اور سماع ختم ہوا	دن نکل آیا اور سب رخصت ہو گئے

چون گزشت آن نوش الخ۔ یعنی جب کہ یہ کھانا پینا اور جوش اور سماع ختم ہو گیا اور دن ہو گیا اور سب نے الوداع کہی۔ یعنی سب رخصت ہو گئے تو

خانقہ خالی شد و صوفی بماند	گرد از رخت آں مسافر می فشاند
خانقاہ خالی ہو گئی اور مسافر صوفی رہ گیا	وہ (صوفی) مسافر سامان سے گرد جھاڑنے لگا

خانقہ خالی شد الخ۔ یعنی خانقاہ خالی ہو گئی اور وہ صوفی رہ گیا تو اسباب مسافرت سے گرد جھاڑتا تھا جو کہ رات کو کودنے پھاندنے میں لگ گئی تھی۔ مطلب یہ کہ اب سب چیزیں درست کر کے یہ بھی تشریف لے جانے کو تیار ہوئے اور

رخت از حجرہ بروں آوردہ او	تا بخر بندند آں ہمراہ جو
اس نے حجرے سے سامان باہر نکالا	تاکہ وہ ساتھیوں کو تلاش کرنے والے (صوفی) گدھے پر لادویں

رخت از حجرہ الخ۔ یعنی اس صوفی نے اسباب حجرہ سے باہر نکالا تا کہ یہ ہمراہی کو تلاش کرنیوالا اس اسباب کو گدھے پر باندھے ہمراہ جو مسافر کو کہہ دیا اس لئے کہ اس کو بھی ہمراہی کی تلاش ہوتی ہے یہ حضرت اسباب کو گدھے پر باندھنے چلے اب رات کے واقعات کی شرح معلوم ہو گی کہ وہ کھانا کیا تھا اور وہ سماع کیا تھا۔

تا رسد در ہمرہاں خوش می شتافت	رفت در آخر خر خود را نیافت
بہت جلدی کر رہا تھا تاکہ ساتھیوں سے جا ملے	اصطبل میں گیا (تو) اپنا گدھا نہ پایا

تا رسد در ہمرہان الخ۔ یعنی یہ صوفی جلدی کر رہا تھا تا کہ اپنے ہمراہیوں میں جلدی سے پہنچ جائے تو یہ آخور میں گیا وہاں گدھے کو نہ پایا تو اب بھی ان کو کچھ شبہ نہیں ہوا بلکہ حسن ظن کی وجہ سے کہنے لگا کہ

گفت آن خادم الخ۔ یعنی (حسن ظن کی وجہ سے) کہنے لگا کہ وہ خادم اس کو پانی پلانے کے واسطے لے گیا ہوگا۔ اس لئے کہ اس نے کل پانی کم پیا تھا بیچارہ بہت ہی بزرگ تھا کہ کسی کے ساتھ بدظنی ہوتی ہی نہ تھی۔ خیر اب کسر نکلتی ہے۔

شرح حبیبی

جب کھانا پینا اور جوش وخروش اور قوالی ختم ہوئی تو فوراً ہی دن ہو گیا اور سب لوگ رخصت ہو گئے۔ اب

www.besturdubooks.wordpress.com

ساری خانقاہ خالی ہوگئی اور اکیلا صوفی بیچارہ رہ گیا۔ اس نے بھی چلنے کی تیاری کی اور اپنے سامان کو جھاڑنے پونچھنے لگا۔ بالآخر صاف کر کرا کے حجرہ سے سب سامان نکالا تا کہ وہ جلدی سے گدھے پر لاد کر چل دے اور ساتھیوں سے جلدی مل جائے۔ اسی لئے اس قدر جلدی کر رہا تھا جب آخور پر گیا تو گدھا ندارد سوچا کہ خادم پانی پلانے لے گیا ہوگا کیونکہ رات گدھے نے پانی کم پیا تھا یہ سوچ کر خاموش ہو رہا۔

شرح شبیری

گفت آں خادم بآبش بردہ است	زانکہ خر دوش آب کمتر خوردہ است
دل میں کہا کہ خادم اس کو پانی پلانے لے گیا ہے	اس لئے کہ گدھے نے کل رات پانی کم پیا تھا
خادم آمد گفت صوفی خر کجاست	گفت خادم ریش بیں، جنگے نجاست
خادم آیا (تو) صوفی نے کہا گدھا کہاں ہے؟	خادم نے کہا اپنی داڑھی کا خیال کر (اس پر وضوں میں) جھگڑا شروع ہوگیا

خادم آمد الخ۔ یعنی (یہ حضرت انتظار ہی میں تھے کہ) خادم آ گیا تو صوفی نے کہا کہ گدھا کہاں ہے تو خادم بولا کہ ذرا داڑھی کو ملاحظہ کیجئے (کہ بایں ریش وفش اور یہ جھوٹ مجھ پر لگاتے ہیں شرم نہیں آتی۔ بس یہ کہتے ہی) لڑائی شروع ہوگئی اور خوب چھتی۔ صوفی بولا کہ

گفت من خر را بتو بسپردہ ام	من ترا بر خر مؤکل کردہ ام
صوفی نے کہا میں نے گدھا تیرے سپرد کیا ہے	میں نے تجھے گدھے کا محافظ بنایا ہے

گفت خر راالخ۔ یعنی صوفی بولا کہ گدھا میں نے تو تجھے سپرد کیا تھا اور میں نے تو تجھ کو گدھے کا محافظ بنایا تھا لہٰذا میں تو تجھ سے ہی یہ لونگا۔

بحث با توجیہ کن حجت میار	وآنچہ من بسپردمت واپس سپار
مدلل بات کر حجت بازی نہ کر	جو میں نے تیرے سپرد کیا ہے واپس دے

بحث باتوجیہ الخ۔ یعنی بات دلیل کے ساتھ کہو اور فضول لڑائی مت کرو اور جو کچھ میں نے تم کو سپرد کیا ہے واپس سپرد کرو باتیں مت بناؤ۔

از تو خواہم انچہ من دادم بہ تو	باز دہ انچہ کہ بسپردم بہ تو
جو میں نے تجھے دیا ہے تجھ سے (لینا) چاہتا ہوں	جو میں نے تیرے سپرد کیا ہے واپس کر

از تو خواہم الخ۔ یعنی میں تو تجھ سے وہ چیز مانگتا ہوں جو تجھ کو دی ہے اور جو چیزیں میں نے تجھے سپرد کی ہے وہ واپس دے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت پیغمبر کہ دستت ہر چہ برد	بایدش در عاقبت واپس سپرد
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ ہاتھ جو کچھ دے	اس کو آخر میں واپس کرنا چاہیے

گفت پیغمبر الخ۔ یعنی دیکھو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمہارا ہاتھ جو چیز لے جائے تو اس کو چاہیے کہ آخر کار اس کو پھر واپس دے۔ اس لئے کہ ہاتھ کو ہاتھ پہچانتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس ہاتھ لے اور اس ہاتھ دے۔ بس یہ صوفی صاحب اس خادم کے سر ہو گئے کہ میرا گدھا لاؤ۔

ورنہ از سرکشی راضی بدیں	نک من و تو خانۂ قاضی دیں
اور اگر سرکشی سے تو اس پر راضی نہیں ہے	ابھی میں ہوں اور تو ہے اور شریعت کے قاضی کا گھر ہے

ورنہ از سرکشی الخ۔ یعنی اور اگر تو سرکشی کی وجہ سے اس طرح راضی نہیں ہے (اور ڈھنگ سے گدھے کو واپس کرنا نہیں چاہتا) تو پھر میں ہوں اور تو ہے اور دین کے قاضی۔ یعنی پھر فیصلہ قاضی کے یہاں جائے گا اور وہاں فیصلہ ہوگا ورنہ میرا گدھا دیدو۔

گفت من مغلوب بودم صوفیاں	حملہ آوردند و بودم بیم جاں
(خادم نے) کہا میں مجبور تھا صوفیوں نے	حملہ کر دیا اور مجھے جان کا خوف تھا

گفت من مغلوب الخ۔ یعنی وہ خادم کہنے لگا کہ میں تو مغلوب تھا اس لئے کہ صوفیوں نے ایک دم سے مجھ پر حملہ کر دیا تو میں تو ادھ مرا ہو گیا مطلب یہ کہ میں کیا کروں سارے صوفی ہلہ کر کے مجھے مغلوب کر کے گدھا لے گئے۔

تو جگر بندے میان گر بگاں	اندر اندازی و جوئی زاں نشاں
تو کلیجہ کو بلیوں میں	پھینکتا ہے اور اس کا نشان ڈھونڈتا ہے

تو جگر بندی الخ۔ یعنی تو کلیجی تلی وغیرہ کو بلیوں کے سامنے ڈال کر پھر اس کو تلاش کرتا ہے کہ کہیں اس کا نشان ملے۔

درمیان صد گرسنہ گردۂ	پیش صد سگ گربۂ پژمردۂ
سو بھوکوں میں ایک روٹی	مری بلی سو کتوں کے سامنے

درمیان صد گرسنہ الخ۔ یعنی سو بھوکوں کے سامنے ایک ٹکیا ہو (تو اس کا کیا پتہ چل سکتا ہے) اور سو کتوں کے سامنے ایک پژمردہ بلی ہو (تو کیا وہ اس کو چھوڑیں گے) مطلب یہ کہ تم نے خود گدھا پن کیا کہ اس گدھے کو یہاں باندھ دیا حالانکہ یہ لوگ تو بھوکے تھے ہی بس اڑا گئے اور اب مجھے الزام دیتے ہو کہ تو نے گدھا کھو دیا ہے میں کیا کروں یہ تو جناب ہی کا وقوف ہے۔

گفت گیرم کز تو ظلماً بستدند	قاصد خون من مسکیں شدند
(صوفی نے) کہا مانتا ہوں تجھ سے وہ ظلماً چھین کر لے گئے	مجھ غریب کے خون کے درپے ہوئے

گفت گیرم الخ۔ یعنی وہ صوفی کہنے لگا کہ میں نے فرض کیا کہ تجھ سے ظلماً ہی چھین لیا اور وہ مجھ مسکین کے جان کے لیوا ہوئے مگر۔

تو نیائی و نگوئی مر مرا	کاں خرت را می برند اے بینوا
تو نہیں آتا اور مجھ سے نہیں کہتا ہے	کہ اے مفلس! وہ تیرا گدھا لے جا رہے ہیں

تونیائی الخ۔ یعنی تو کیوں نہ آیا او مجھ سے کیوں نہ کہا کہ اے فقیر بینوا تیرے گدھے کو لئے جاتے ہیں۔

تا خراز ہر کہ برد من واخرم	ورنہ تو زیعے کنند ایشاں زرم
تاکہ جس نے گدھا لیا میں اس سے واپس لے لیتا	ورنہ وہ چندہ کر کے میری قیمت دے دیتے

تاخراز ہر کہ الخ۔ یعنی (تونے مجھ سے کیوں نہ کہا) تاکہ جو میرے گدھے کو لے جاتا میں اس سے واپس لے لیتا اور اگر وہ بک ہی چکا تھا اور گدھا نہ مل سکتا تو وہ میرے روپیہ کا چندہ ہی کر دیتے خیر دام ہی ملتے وہی میرے کام آتے۔

صد تدارک بود چوں حاضر بدند	ایں زماں ہر یک باقلیمے شدند
جب وہ تھے تو سو بندوبست ہوسکتے تھے	اب تو ہر ایک ایک ملک کو روانہ ہو گیا

صد تدارک بود الخ۔ یعنی جب وہ سارے موجود تھے تو سو تدارک ہو سکتے تھے اور اب تو ہر ایک الگ الگ ملک میں چلا گیا ہے۔

من کرا گیرم کرا قاضی برم	ایں قضا خود از تو برآمد سرم
میں کس کو پکڑوں کس کو قاضی کے پاس لے جاؤں؟	یہ مصیبت تیری وجہ سے میرے سر پر آئی ہے

من کرا گیرم الخ۔ یعنی اب میں کس کو پکڑوں اور کسے قاضی کے پاس لے جاؤں یہ قضا میرے سر پر تیری ہی وجہ سے آئی ہے۔

چوں نیائی و نگوئی کاے غریب	پیش آمد ایں چنیں ظلم مہیب
تو کیوں نہ آیا اور نہیں کہا کہ اے بے وطن!	ایسا خوفناک ظلم پیش آیا ہے

چون نیائی الخ۔ یعنی تو کیوں نہ آیا اور تو نے کیوں نہ کہا کہ اے غریب ایسا ظلم خوفناک پیش آیا ہے۔

گفت واللہ آمدم من بارہا	تاترا واقف کنم زیں کارہا
(خادم نے) کہا خدا کی قسم میں کئی بار آیا	تاکہ تجھے ان کارناموں سے واقف کر دوں

گفت واللہ آمدم الخ۔ یعنی تو وہ خادم کہنے لگا کہ خدا کی قسم میں تو کئی بار آیا کہ جناب کو ان کاموں کی خبر کروں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

تو ہمی گفتی کہ خر رفت اے پسر	از ہمہ گویندگاں با ذوق تر
تو کہتا تھا اے بیٹا! گدھا چلا گیا	سب کہنے والوں سے زیادہ ذوق سے

تو ہمی گفتی الخ۔ یعنی (مگر جب میں آیا تو دیکھا کہ) آپ بہ نسبت دوسروں کے زیادہ جوش وخروش کے ساتھ خر رفت فرما رہے ہیں

باز می گشتم کہ او خود واقف ست	زیں قضا راضیست مرد عارفست
میں واپس ہو جاتا تھا کہ وہ تو واقف ہے	اس مصیبت پر راضی ہے' عارف انسان ہے

باز می گشتم الخ۔ یعنی (جب میں نے یہ دیکھا) تو میں واپس ہو جاتا تھا کہ حضرت تو خود واقف ہیں (کہ خر برفت وخر برفت کہہ رہے ہیں اور یوں سمجھتا تھا کہ) حضرت اس تقدیری امر پر راضی ہیں اس لئے کہ مرد عارف ہیں تو ایک گدھے کے جاتے رہنے سے کوئی غم نہیں ہے اور فرما رہے ہیں کہ جاتا رہا اچھا ہوا اب ساری عارفیت معلوم ہوگئی۔

گفت آنرا جملہ می گفتند خوش	مر مرا ہم ذوق آمد گفتنش
(صوفی نے) کہا وہ سب اس کو ذوق سے گا رہے تھے	ان کے کہنے سے میرے اندر بھی ذوق پیدا ہوگیا

گفت آنرا الخ۔ یعنی وہ سارے کے سارے اس کو خوش بخوش کہہ رہے تھے تو مجھ کو اس کے کہنے میں مزہ آیا اس لئے میں بھی کہنے لگا کہ کہیں میرا مقصود یہ تھوڑا ہی تھا کہ مجھے اس کا علم ہے۔

مر مرا تقلید شاں بر باد داد	کہ دو صد لعنت بر آں تقلید باد
مجھے ان کی تقلید نے برباد کیا	ایسی تقلید پر دو سو لعنتیں ہوں

مر مرا تقلید شاں الخ۔ یعنی (وہ صوفی کہنے لگا کہ) مجھے ان (کم بختوں) کی تقلید نے برباد کیا اور ایسی تقلید پر (جو کہ نااہلوں کی ہو) دو سو مرتبہ لعنت ہو۔ اگر میں خود سمجھ کر کہتا تو اب مجھے کیوں پچھتانا پڑتا۔

خاصہ تقلید چنیں بے حاصلاں	کابرو را ریختند از بہر ناں
خصوصا ایسے بیہودہ لوگوں کی تقلید	جنہوں نے روٹی کی خاطر آبرو لٹا دی

خاصہ تقلید الخ۔ یعنی خاص کر ان جیسے نااہلوں اور بے حاصلوں کی تقلید کہ جنہوں نے روٹی کے واسطے آبرو گرادی چونکہ تقلید تین قسم کی ہوتی ہے ایک وہ جو کہ غافلین عن الحق کی ہوتی ہے وہ تو مضر ہوتی ہے اور دوسری وہ جو کہ ضالین اور گمراہوں کی ہوتی ہے وہ اضر ہوتی ہے اور تیسری وہ جو کہ اہل اللہ کی ہوتی ہے وہ مفید اور منجی ہوتی ہے پس مولانا نے مر مرا تقلید شاں الخ میں تو تقلید مضر کو بیان فرمایا اس کے بعد اضر کو بیان فرماتے ہیں اس لئے خاصۃً لائے کہ وہ تقلید تو جیسی تھی وہ تھی مگر ان ضالین کی تقلید تو خاص کر بہت ہی اضر ہے آگے عکس چندان باید الخ سے تقلید اہل اللہ کو بیان فرمائیں گے جو کہ محمود اور مفید ہے اگلے شعر میں پھر وہ صوفی کہتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

عکس ذوق آں جماعت میزدے	دیں دلم از عکس ذوقیں می شدے
اس جماعت کے ذوق کا عکس پڑ رہا تھا	میرا دل عکس سے صاحب ذوق بن رہا تھا

عکس ذوق الخ۔ یعنی (میرے قلب پر) اس جماعت کے ذوق کا عکس پڑ رہا تھا اور اس عکس کی وجہ سے میرا دل پر ذوق ہوتا تھا۔ یعنی چونکہ ان کو تو مزہ آ ہی رہا تھا کہ خوب مفت کے کھانے ملے تھے مگر اس مزہ کا عکس مجھ پر بھی پڑا اور مجھے بھی مزہ آنے لگا۔ اس مہ میں حضرت کی کم بختی آ گئی۔ آگے مولانا انتقال فرماتے ہیں کہ

شرح مبیبی

جب خادم آ گیا تو صوفی نے کہا گدھا کہاں ہے۔ خادم نے جواب دیا جناب ذرا اپنی ریش مبارک تو ملاحظہ کیجئے۔ یہ ریش مقطع اس پر یہ باتیں اور ان میں جھگڑا شروع ہو گیا۔ صوفی نے کہا کہ گدھا میں نے تیرے سپرد کیا تھا اور تجھی کو اس کا نگران مقرر کیا تھا میں تجھ سے لونگا۔ تو معقول بات کہہ جھگڑے کی بات نہ کر اور جو میں نے تیرے سپرد کیا تھا تو اسے واپس دے میں نے جو تجھے دیا تھا وہی تو لیتا ہوں۔ تجھ سے کچھ مانگتا تو نہیں۔ پس جو کچھ میں نے تجھے دیا تھا اس کو واپس کر دے۔ دیکھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی الید ما اخذت۔ یعنی جو کچھ ہاتھ نے لیا ہے اس کا وہ ذمہ دار ہے اور اس کو واپس کرنا چاہیے اور اگر تین پانچ کریگا اور میرا گدھا مجھے نہ دیگا تو میں ہوں اور تو ہے۔ اور قاضی شرع کا گھر خادم نے کہا کہ میرا کیا قصور ہے۔ صوفیوں نے مجھ پر ہلہ کیا میں مغلوب اور نیم جان تھا۔ اس لئے میں ان کی مزاحمت و مدافعت نہ کر سکا۔ ذرا تو خیال کر کہ تو اوجھری، کلیجی بلیوں کے درمیان میں ڈالتا ہے پھر اسے ڈھونڈتا ہے نیز سو بھوکوں کے درمیان ایک روٹی رکھتا ہے اور سو کتوں کے آگے ایک کمزور بلی کو چھوڑتا ہے پھر ایسی صورت میں رو روٹی اور بلی بچ سکتی ہے۔ یعنی اتنے قزاقوں کی اندر گدھے کو مجھ بے چارہ کے سپرد کر کے پھر مجھ سے مطالبہ کرتا ہے۔ تیری عقل کہاں ہے اس پر صوفی نے کہا کہ اچھا میں نے مانا کہ انہوں نے تجھ سے جبراً چھین لیا اور تو ان کی مزاحمت نہ کر سکتا تھا اور ان کم بختوں نے مجھ غریب کی جان لینے کی ٹھان لی لیکن یہ کون سی بات تھی کہ تو مجھ تک نہ آئے اور آ کر یہ نہ کہے کہ یہ لوگ تیرا گدھا لئے جاتے ہیں تاکہ جو گدھا لے گیا ہے میں اس کو اس سے واپس لے لوں یہ بھی نہ ہو تو میں ان سے تھوڑا تھوڑا سا روپیہ وصول کر کے اپنے گدھے کی قیمت پوری کرلوں جب وہ موجود تھے تو سو تدبیریں ہو سکتی تھیں۔ اب کوئی کہیں چلا گیا کوئی کہیں۔ اب میں کسے پکڑوں اور کسے قاضی کے پاس لے جاؤں۔ یہ مصیبت مجھ پر محض تیری وجہ سے پڑی ہے۔ ارے کمبخت تیرے لئے کون سی وجہ تھی کہ تو نہ آوے اور آ کر نہ کہہ دے کہ اس قسم کا خوفناک ظلم پیش آیا ہے اگر کچھ تدارک ہو سکے تو کر لے۔ خادم نے کہا کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں چند مرتبہ آیا۔ کہ آپ کو ان کاموں سے مطلع کر دوں لیکن میں جب آیا تو یہی دیکھا کہ آپ سب لوگوں سے زیادہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ذوق وشوق کے ساتھ فرمارہے ہیں خرفت اے پسر۔خرفت اے پسر۔لہٰذا میں سمجھ کر لوٹ جاتا تھا کہ آپ کو خود اطلاع ہے اور چونکہ آپ عارف اور صاحب دل ہیں اس لئے قضاء الٰہی پر صابر وشاکر ہیں۔صوفی نے کہا کہ مجھے بالکل بھی اطلاع نہ تھی اور خر رفت خر رفت جو کہتا تھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ سب لوگ مزہ میں کہہ رہے تھے۔مجھے بھی اس کا کہنا پرلطف معلوم ہوا اس لئے میں بھی کہنے لگا۔اس بیجا تقلید پر خدا کی دو سو لعنتیں ہوں مجھے اس نے تباہ کیا۔پھر تقلید بھی کن کی ان نااہلوں کی جنہوں نے روٹی کے لئے آبرو کھودی۔بس بات یہ تھی کہ اس نااہل جماعت کے ذوق کا عکس مجھ پر پڑتا تھا اور میرا دل اس عکس سے مزے لے رہا تھا۔اس لئے میں بھی ان کا ہم نوا ہوں اور گدھا کھو بیٹھا (ف جاننا چاہیے کہ تقلید دو قسم کی ہے۔اول مفید یہ تو تقلید محققین بغرض تحقیق ہے۔دوم مضر وہ تقلید ناقصین۔وتحقیق ارباب کمال التحصیل حطام الدنیا ہے والاول اضر من الثانی وتفاوت مراتب الضرر فیہ بحسب تفاوت مراتب النقصان والاغراض التی یقلد لاجلہا) اس بیان سے چونکہ تقلید کی مذمت ظاہر ہوئی تھی جس سے غلط فہمی کا اندیشہ تھا کہ کوئی مطلق تقلید کو برا نہ سمجھ لے اس لئے آگے تقلید مفید کو بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں

شرح شبّیری

عکس چنداں باید از یاران خوش	کہ شوی از بحر بے عکس آب کش
اچھے دوستوں کا عکس اس قدر درکار ہے	کہ تو بے عکس سمندر سے سیراب ہو

عکس چنداں الخ۔یعنی یاران خوش (اہل طریقت) کا عکس اس قدر ضروری ہے کہ دریا سے بے عکس کے پانی لینے لگو۔مطلب یہ کہ مرید کو شیخ کی اس وقت تک ضرورت ہے جب تک واصل الی الحق نہ ہو جائے۔اور جب واصل ہو جاتا ہے اور اس کو تعلق مع اللہ پیدا ہو جاتا ہے پھر ان پیر صاحب کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔بلکہ وہ خود ہی فیوض وبرکات کو حاصل کرنے لگتا ہے۔اور شیخ کی ایک مثال حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ شیخ کی ایسی مثال ہے جیسے کہ مشاطہ ہوتی ہے کہ درمیان میں پیغام دینے والی اور سبب وصل دولہا دلہن تو یہی ہوئی ہے اور سارا اسی کا طفیل ہے۔مگر جس وقت وہ خاص وقت وصل آتا ہے تو پھر درمیان میں وہ مشاطہ صاحب بھی نہیں رہتیں اور ان کا گزر بھی وہاں تک نہیں ہوتا۔بلکہ بس وہاں تو ایک دولہا ہے اور دوسری دلہن ہے۔؎ شرکت غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری۔غیر کی ہو کے رہے یا شب فرقت میری+بس اس طرح شیخ کی حاجت بھی جب ہی تک ہے جب تک کہ مرید کو حضوری حاصل نہیں ہوتی اور یہ حاصل ہو گئی تو پھر تو مرید خود اقتناص معانی کرتا ہے اور بعض مرتبہ وہ فیوض وبرکات حاصل ہوتے ہیں اور اس مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے کہ وہاں شیخ کی بھی رسائی نہیں لیکن اس پر اتراوے نہیں کہ ہم شیخ سے بڑھ گئے ہیں اور اگرچہ اس حالت میں شیخ کی ضرورت فی الواقع تو نہیں ہوتی لیکن اس شخص کو چاہیے کہ اپنے کو شیخ سے ہرگز ہرگز مستغنی نہ سمجھے۔اس لئے کہ جو کچھ بھی یہ مزا اور لطف

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے سارا اسی کی بدولت اور اسی کے طفیل میں ہے۔ تو اس سے مستغنی ہو جانا اور علیحدہ ہو جانا بہت بڑی ناشکری ہے اور مصداق ہے من لکم یشکر الناس لم یشکر اللہ کا پس مرید تو اپنے کو ہرگز ہرگز مستغنی نہ سمجھے ہاں واقع میں وہ مستغنی ہو جاتا ہے اور اب اس کو شیخ کی ضرورت حصول مقصد کے درجہ میں نہیں رہتی۔ اور پھر شیخ محض واسطہ فی العروض رہ جاتا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ جس وقت تک خود محقق نہ ہو اس وقت تک تو شیخ کی تقلید ضروری ہے اور جب محقق ہو جائے تو پھر تقلید کی ضرورت نہیں اور اجتہاد فقہ میں تو منقطع ہو گیا اور اب کسی کو جائز نہیں کہ فقہ میں اجتہاد سے کام لے لیکن طریقت میں اب بھی اجتہاد کر سکتا ہے اور یہ وہ طریق ہے کہ جس میں ہر مقلد محقق اور ہر مبتدی منتہی اور غیر مجتہد مجتہد بن سکتا ہے۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں کہ

عکس کاول زدتو آں تقلید داں	چوں پیاپے شد بود تحقیق آں
شروع میں جو عکس پڑے تو اس کو تقلید سمجھ	جب پے در پے ہو تو وہ تحقیق ہو گی

عکس کاول الخ۔ یعنی اولاً جو عکس (تمہارے قلب پر اہل اللہ کا) پڑا ہے اس کو تو تقلید جانو۔ (کہ محض عکس ہی عکس ہے ذرا الگ ہو گے اور غائب ہو جائے گا) اور جب (یہ عکس) پے در پے پڑتا رہے تو یہی تحقیق ہو جاتی ہے پس جب تک تحقیق حاصل نہ ہو یاران طریقت سے قطع مت کرو (اور ان سے علیحدہ مت ہو) اور جس وقت تک قطرہ موتی نہ ہو جائے اس کو سیپی سے علیحدہ مت کرو۔ مطلب یہ کہ اولاً جو تمہارے قلب پر احوال و واردات طاری ہوئے ہیں ان کو تو بالکل بے حقیقت اور ناپائیدار سمجھو اس لئے کہ صرف عکس ہی عکس ہے ہاں اگر کام میں لگے رہو گے اور یہ عکس تمہارے قلب پر اس طرح سایہ افگن رہے گا تو ایک دن وہ ہو گا کہ تم خود محقق ہو جاؤ گے اور پھر تم کو اس تقلید کی ضرورت نہ رہے گی اور اپنی ایسی مثال سمجھو کہ جیسے قطرۂ آب صدف میں آ کر ٹھہرا تو جب تک وہ پوری طرح موتی نہ بن جائے اس سے پہلے اگر وہ اترائے گا اور یہ سمجھے گا کہ بس میں تو کامل موتی ہو گیا اور اس خیال سے جھٹک کر سیپی سے علیحدہ ہو جائے گا تو آخر یہ نتیجہ ہو گا کہ سمندر میں مل جاوے گا اور کسی کو خبر بھی نہ ہو گی کہ یہ قطرہ ہے جو کہ موتی ہونیوالا تھا اور اگر اس طرح صدف میں رہے گا تو ایک دن وہ ہو گا کہ غواص اس کو نکال کر لا دیگا اور لاکھوں خریدار عالم میں ان کے ہو جائیں گے۔ اور ہر شخص اس کے دیدار کا مشتاق ہو جائے گا لہٰذا جب تک تم خود محقق نہ ہو جاؤ اور اس قابل نہ ہو جاؤ کہ اپنے پاؤں پر خود کھڑے ہو تو ہرگز ہرگز شیخ سے قطع مت کرو ورنہ سمجھ لو کہ جیسے تھے ویسے ہی رہ جاؤ گے سو اگر چہ تم شیخ سے کمالات میں بڑھ بھی جاؤ مگر پھر بھی اسی کا طفیل سمجھو اور اس کے ہمیشہ مشکور رہو تا کہ اس کی برکت سے تم کو اور برکات حاصل ہوں اور مراتب ترقی پر ہوں اور اتباع شیخ میں ترک اخلاق ذمیمہ جزو اعظم ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

تم غلطی میں نہ پڑنا اور مطلق عکس اور مطلق تقلید کو مذموم نہ سمجھنا بلکہ کاملین کے عکس اور تقلید کی تو ضرورت

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے لیکن صرف اسی قدر کہ اس سے حق سبحانہ سے بدون عکس اور تقلید کے فیض حاصل کرنے کے قابل ہو جائے اور جب اس قابل ہو گیا پھر عکس اور تقلید کوئی چیز نہیں (ف حضرت اقدس مجدد الملت والدین نے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ فرماتے تھے کہ شیخ کو ایسا سمجھو جیسے مشاطہ کو طالب و مطلوب کے درمیان واسطہ اور ہر ممکن تدبیر سے طالب کو مطلوب تک پہنچانے والی وہی ہوتی ہے لیکن عین وصال اور خلوت راز میں صرف طالب و مطلوب ہی ہوتے ہیں اور مشاطہ کو کچھ تعلق خلوت سے نہیں ہوتا۔ یوں ہی شیخ طالب کو حق سبحانہ تک پہنچاتا ہے اور بعد وصول اس کے اور حق سبحانہ کے درمیان محض بلا واسطہ تعلق ہوتا ہے اور شیخ کو ان معاملات اور راز و نیاز میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ یہ قصہ بیان کر کے فرمایا کہ اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ حاجی صاحب قدس سرہ کی تعلیم و تربیت اغراض سے کس قدر دور تھی۔ اور ان کو اس وصف میں انبیاء سے کس قدر تشابہ تھا کیونکہ جو لوگ غرض رکھتے ہیں وہ کبھی ایسی بات نہیں کہتے۔ جس سے لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جس میں پیر صاحب کی حاجت نہیں ہوتی۔ اس سلسلہ میں حضرت ممدوح نے ایک اور واقعہ بیان فرمایا جس سے حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کی کمال بے غرضی اور شفقت بر طالبین ظاہر ہوتی ہے وہ یہ کہ حضرت اقدس سرہ اپنے مستفیدین سے فرماتے کہ میری بیعت کا اصل مقصود وصول الی الحق ہے۔ پس اگر تمہارا یہ مقصد کہیں اور یہاں سے زیادہ حاصل ہو تو میری طرف سے بخوشی اجازت ہے کہ شوق سے وہاں مستفید ہو۔ ایک صاحب نے اس واقعہ سے کمال بے غرضی اور شفقت کے علاوہ ایک اور لطیف بات نکالی ہے وہ یہ کہ حضرت حاجی صاحب کے یہاں جو کھرا مال مل سکتا ہے دوسری جگہ نہیں مل سکتا کیونکہ ایسی بات وہی کہہ سکتا ہے جسکو اعتماد ہو کہ اس سے اچھا مال اور کہیں نہیں مل سکتا) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ جب ابتداء ابتداء میں تجھ پر شیخ کے حال کا عکس پڑے تو تو اس کو تقلید سمجھ اور جب لگاتار ہوتا رہتا ہے تو آخر میں وہی تحقیق بن جاتا ہے۔ وہ عکس جب تک تحقیق نہ بن جائے اس وقت تک مشائخ سے مستغنی نہیں ہو سکتا اس لئے ان سے تعلق استفادہ قطع مت کر اور جب تک تیرا قطرہ یعنی عکس تقلیدی جو کہ تحقیق بننے کی صلاحیت رکھتا ہے موتی یعنی تحقیق نہ ہو جائے اس وقت تک اپنے شیخ سے جو کہ سیپ کی طرح مربی ہے علاقہ منقطع نہ کر ورنہ صفت نقصان سے نجات نہیں پا سکتا کیونکہ اگر قطرۂ ابر نیسان آغوش صدف سے چٹک کر الگ وہ جائے تو ہرگز موتی نہیں بن سکتا۔ ف حضرت قدس مدظلہ العالی نے اس مقام پر بھی ایک مزید افادہ فرمایا تھا اس کو بھی اس جگہ درج کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا کہ شیخ وصول الی المطلوب کے لئے بمنزلہ واسطہ فی العروض کے ہوتا ہے اور مرید اور شیخ کی ایسی مثال ہوتی ہے جیسے کشتی اور مسافر کہ چلتی کشتی ہے اور مسافر کی منزل بھی قطع ہوتی ہے لیکن وہ مسافر خود نہیں چلتا بلکہ کشتی اسے لئے جا رہی ہے۔ ایسی حالت میں اگر مسافر یہ سمجھ کر میں چلتا ہوں کشتی چھوڑ دے تو نتیجہ ہلاکت ہوگا۔ یوں ہی خود مرید نہیں چلتا۔ بلکہ شیخ اسے کھینچے لئے جا رہا ہے۔ پس اگر مرید یہ سمجھ کر میں خود قطع منازل کر رہا ہوں شیخ کو چھوڑ دے۔ فذلک ھو الخسران المبین (اللھم

www.besturdubooks.wordpress.com

احفظنا) یہ حالت تو اس وقت تک ہوتی ہے جب تک کہ طالب درجہ تحقیق تک نہیں پہنچتا اور جبکہ درجہ تحقیق کو پہنچ جاتا ہے تو پھر اس کی دو صورتیں ہیں۔ کبھی تو شیخ خود بھی محقق ہوتا ہے اور مرید سے اس کا مرتبہ تحقیق زیادہ ہوتا ہے اور کبھی مرید سے پیچھے رہ جاتا ہے۔ پہلی صورت میں شیخ واسطہ فی الثبوت کے مثل ہوتا ہے کیونکہ جو کچھ مرید کو ترقی ہوتی ہے وہ گو اپنی ہی رفتار سے ہوتی ہے مگر شیخ کی بدولت اور چونکہ شیخ خود بھی اس نوع ترقی کے ساتھ موصوف ہوتا ہے جس کے ساتھ مرید متصف ہے گو اس فرد خاص کے ساتھ متصف نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس کو واسطہ فی الثبوت سے مشابہ کہنا زیادہ مناسب ہے اور دوسری صورت میں چونکہ شیخ خود ترقی نہیں کرتا جو مرید کو ہو رہی ہے اور مرید ترقی کر رہا ہے جو کہ اسی شیخ کی بدولت ہے اس لئے اس صورت میں شیخ کو واسطہ فی الثبوت کی قسم ثانی سے تشبیہ دینا زیادہ مناسب ہے جس کو واسطہ فی الاثبات بھی کہا جاتا ہے جیسے صباغ وثوب کہ صباغ کپڑا کو رنگ دیتا ہے مگر خود نہیں رنگا جاتا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک مرغی کے تلے بطخ کے انڈے رکھ دیئے جائیں اور مرغی ان سے بچے نکالے۔ تو وہ بچے تو دریا میں تیریں گے اور مرغی کھڑی دیکھے گی حالانکہ ان کا تیرنا بلکہ انکا وجود خود اسی مرغی کی بدولت ہے۔ اب مرید کے اپنے شیخ سے بڑھ جانے کا استبعاد مندفع ہو گیا لیکن ایسی حالت میں مرید کو چاہیے کہ شیخ کی وہی عظمت و وقعت دل میں رکھے اور مغرور نہ ہو جائے کیونکہ یہ سب کچھ اسی کا طفیل اور اسی کی برکت ہے۔

شرح شبیری

تا نشد تحقیق از یاراں مبر	از صدف مکسل نگشتہ قطرہ در
جب تک تحقیق (کا درجہ حاصل) نہ ہو دوستوں سے نہ کٹ	جب تک قطرہ موتی نہ بنے سیپ سے جدا نہ ہو
صاف خواہی چشم عقل و سمع را	بردراں تو پردہائے طمع را
اگر تو عقل کی آنکھ اور کان کو صاف رکھنا چاہتا ہے	تو لالچ کے پردوں کو چاک کر دے

صاف خواہی چشم الخ۔ یعنی اگر چشم عقل اور سمع عقل کی صفائی چاہتے ہو تو طمع کے پردوں کو پھاڑ ڈالو اور طمع کو ترک کر دو اس لئے کہ یہ ایسی شے ہے کہ نہ حق کو سننے دیتی ہے اور نہ دیکھنے دیتی ہے اور جب یہ ایسی بلا ہے تو اس طریق میں تو مانع اشد اور حاجب ہوگی لہٰذا اس کو ترک کر دو اور پھر دیکھو کہ کس طرح انوار کی بارش ہوتی ہے۔

آگے پھر اس صوفی کے قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ

زانکہ آں تقلید صوفی از طمع	عقل او بر بست از نور و لمع
اس لئے کہ لالچ کی وجہ سے اس صوفی کی تقلید نے	اس کی عقل کو نور اور چمک سے روک دیا

زانکہ آں تقلید الخ۔ یعنی (دیکھو کہ) طمع نے اُس صوفی کی عقل کو اُس نور درخشاں سے بند کر دیا حقیقت کے علم سے مانع ہو گئی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

زانکہ صوفی را طمع بردش ز راہ	ماند در خسران و شد کارش تباہ
کیونکہ صوفی کو لالچ نے گمراہ کیا	ٹوٹے میں پڑا اور اس کا کام برباد ہو گیا

صوفی کو طمع راستہ سے علیحدہ لے گئی۔ (اور طریق حق سے اس کو منصرف کر دیا) تو خسران میں رہ گیا اور اس کا کام تباہ ہو گیا۔ آگے اس طمع کو بتاتے ہیں کہ وہ طمع صوفی کس شے کی تھی فرماتے ہیں کہ

طمع لوت و طمع آں ذوق سماع	مانع آمد عقل او را ز اطلاع
مزیدار کھانے کا لالچ اور سماع کے ذوق کا لالچ	اس کی عقل کے لئے خبر ہونے سے مانع بن گیا

طمع لوت الخ۔ یعنی ان لذیذ کھانوں کی طمع اور اس ذوق و سماع کی طمع اس کی عقل کو اطلاع (حقیقت) سے مانع ہو گئی اور بوجہ لاعلمی کے حقیقت سے نقصان اٹھایا۔ آگے ایک نظیر بتاتے ہیں کہ

گر طمع در آئینہ برخاستے	در نفاق آں آئینہ چوں ماستے
لالچ اگر آئینہ میں پیدا ہو جائے	نفاق میں وہ آئینہ بھی ہم جیسا ہو جائے

گر طمع در آئینہ الخ۔ یعنی اگر آئینہ میں بھی طمع ہوتی تو آئینہ بھی نفاق میں ہمارا ہی جیسا ہوتا۔ مطلب یہ کہ آئینہ جو بدصورت کو بدصورت اور خوبصورت کو خوبصورت ظاہر کر دیتا ہے اور کسی سے چاپلوسی کی وجہ سے غیر واقعی امر کو ظاہر نہیں کرتا کہ خوشامد کے مارے بدصورت کو خوبصورت ظاہر کرتا۔ یہ بوجہ بے طمع ہونے کے ہی ہے آگے ایک اور نظیر فرماتے ہیں کہ

گر ترازو را طمع بودے بمال	راست کے گفتے ترازو وصف حال
اگر ترازو کو مال کا لالچ ہوتا	(تو) ترازو سچی حالت کب بتاتی؟

گر ترازو را طمع الخ۔ یعنی اگر ترازو کو مال میں طمع ہوتی تو وہ ہر چیز کی حالت کو ٹھیک ٹھیک کب کہہ سکتی تھی بلکہ طمع کی وجہ سے کم کو درست اور زیادہ کو کم بتلایا کرتی تا کہ اس کو بھی کچھ ملے۔ تو یہ ساری راست گوئی اسی وجہ سے ہے کہ نہ آئینہ کو طمع ہے اور نہ ترازو کو آگے ایک تیسری نظیر فرماتے ہیں کہ

گفت گیرم از طمع قاروں شوی	آخر الامر اندریں ہاموں شوی
(ترازو نے) کہا میں مانتی ہوں لالچ سے تو قارون بن جائیگا	انجام کار اسی جنگل (قبرستان) میں پہنچے گا
ہر نبی می گفت با قوم از صفا	من نخواہم مزد پیغام از شما
ہر نبی اپنی قوم سے اخلاص سے کہتا تھا	میں تم سے پیغام (بری) کی مزدوری نہیں چاہتا ہوں

ہر نبی می گفت الخ۔ یعنی ہر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قوم سے فرماتے تھے کہ میں تم سے اپنے اس پیام رسانی کی مزدوری نہیں چاہتا جیسا کہ قرآن شریف میں بھی ہے کہ یا قوم لا اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العالمین کہ اے قوم میں تم سے کوئی اجرت اس کام پر نہیں طلب کرتا بلکہ میری اجرت تو

www.besturdubooks.wordpress.com

حق تعالیٰ کے پاس ہے۔ وہی عنایت فرمادیں گے تو دیکھ تو کہ چونکہ ان حضرات کو مزدوری وغیرہ کی طمع نہ تھی۔ حق کو حق اور باطل کو باطل دکھاتے تھے کسی کی خوشامد اور چاپلوسی نہ تھی۔

من دلیلم حق شمارا مشتری	داد حق. دلالیم ہر دو سری
میں راہ نما ہوں اور تمہارا خریدار اللہ (تعالیٰ) ہے	اللہ (تعالیٰ) نے مجھے دونوں طرف کی دلالی دیدی ہے

من دلیلم الخ۔ یعنی (ہر نبی فرماتے تھے کہ) میں دلال ہوں اور حق تعالیٰ تمہارے خریدار ہیں (جیسا کہ ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم سے معلوم ہوتا ہے اور دلال بائع و مشتری دونوں سے اپنی مزدوری لیتا ہے تاکہ دونوں جیسی کہے مگر) مجھے حق تعالیٰ ہی نے دونوں طرف کی مزدوری عنایت فرمادی ہے مجھے اب تم سے لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

ہست مزد کار مر دلال را	مزد باید داد تا گوید سزا
ہر دلال کی اجرت ہوتی ہے	اجرت دے دینی چاہئے تاکہ وہ ٹھیک بات کہے

ہست مزد کار الخ۔ یعنی دلال کے کام کی مزدوری ضرور ہوا کرتی ہے اور اس کو مزدوری دینی چاہیے تاکہ ٹھیک اور سزاوار بات ہے۔

چیست مزد کار من دیدار یار	گرچہ خود بوبکر بخشد چل ہزار
میرے کام کی اجرت کیا ہے؟ یار کا دیدار	اگرچہ ابوبکرؓ خود چالیس ہزار دے دیں

چیست مزد کار الخ۔ یعنی (وہ فرماتے ہیں کہ) ہمارے کام کی مزدوری تو دیدار حق سبحانہ تعالیٰ ہے اگرچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ (خود سعادت حاصل کرنے کو) چالیس ہزار (دینار) بخشیں مگر ہم کو ان کی ضرورت نہیں ہے یعنی بس حق کے دیدار کے سامنے ہم کو اور کچھ نہیں چاہیئے۔

چل ہزار او نباشد مزد من	کے بود شبہ شبہ در عدن
ان کے چالیس ہزار میری مزدوری نہیں ہو سکتے	پوتھ عدن کے موتی کی طرح کب ہوتا ہے؟

چل ہزار او الخ۔ یعنی (نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ) وہ ان کے چالیس ہزار میری مزدوری کہاں ہو سکتے ہیں اس لئے کہ درعدم کے مشابہ پوتھ کہاں ہو سکتی ہیں۔ شبہ بکسر الشین مشابہ و شبہ بفتحتین پوتھ مطلب یہ کہ چالیس ہزار دینار وغیرہ اس دیدار یار کے مثل لور اس کے مشابہ کب ہو سکتا ہے۔ تو جب ہم کو دیدار یار میسر ہے تو پھر ان چالیس ہزار یا پچاس لاکھ کی کیا پرواہ ہے۔ اور یہ اس دولت کے برابر کب ہو سکتے ہیں اور چالیس ہزار کہنا باعتبار بیان زیادت کے ہے۔ کہ خواہ کتنا ہی خرچ کریں عدد مراد نہیں ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

اچھا خوب خیال کر کے اور توجہ سے ایک حکایت سن تا کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ ایک جگہ طمع کان کے لئے ڈاٹ بن گئی اور اس سے تو نتیجہ نکال لے کہ طمع کان کی ڈاٹ ہو جاتی ہے اور کچھ یہی نہیں کہ طمع کان ہی کو بند کرتی ہے بلکہ زبان کو بھی بند کرتی ہے کہ صاحب طمع صاف اور سچی بات نہیں کہہ سکتا اس لئے مثل ہکلے کے ہو جاتا ہے اور اسکا اثر کان اور زبان ہی تک محدود نہیں رہتا بلکہ چشم دل پر بھی پڑتا ہے کہ طمع سے چشم بصیرت اندھی ہو جاتی ہے اور بالکل **لهم قلوب لايفقهون بهاولهم اعين لايبصرون بهاولهم آذان لايسمعون بهااولئك كالانعام بل هم اضل** کا مصداق ہو جاتا ہے اس کی آنکھ کے سامنے ہمیشہ جاہ وزر کی صورت خیالیہ رہ کر اس کو ہمیشہ یوں پریشان رکھتی ہے جس طرح آنکھ کے اندر بال اور یہ طمع سب لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ بجز اس مست کے جو شراب محبت حق سے لبالب ہو اسکی تو یہ مثال ہوتی ہے کہ اگر تم اس سے بہت سے خزانے بھی دیدو تب بھی آزاد رہے اور سب پر لات مار کر الگ کھڑا ہو جائے کیوں نہ ہو بات یہ ہے کہ جو قدر ارحق سبحانہ سے بہرہ یاب ہو اس کی نظر میں دنیا مردار کے مانند مکروہ ومبغوض ہو گئی مگر تم کو یہ شبہ نہ کرنا چاہیے کہ صوفیوں کی یہ حالت ہے تو پھر وہ صوفی کیونکر طمع میں گرفتار ہو گیا۔ کیونکہ وہ حقیقی صوفی نہ تھا بلکہ مستی سے دور تھا اور شراب محبت حق اسنے نہیں پی تھی اس لئے لامحالہ وہ حرص سے بے نور تھا جو حرص سے مدہوش ہوتا ہے وہ سو حکایتیں سنتا ہے مگر اس کے گوش حرص میں ایک نکتہ بھی نہیں پہنچتا۔ اچھا اب وہ حکایت سن جسکا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔

شرح شبّیری

یک حکایت گویمت بشنو بہوش	تا بدانی کیں طمع شد بند گوش
میں تجھے ایک قصہ سناتا ہوں ہوش سے سن لے	تاکہ تو سمجھ جائے کہ یہ لالچ کان کی ڈاٹ ہے

یک حکایت الخ۔ یعنی (مولانا فرماتے ہیں کہ) میں تم سے ایک حکایت کہتا ہوں ذرا ہوش سے سننا تا کہ تم جان لو کہ طمع بند گوش وہ جاتی ہے اور جہاں طمع ہوتی ہے وہاں حق کو انسان سن ہی نہیں سکتا۔

ہر کرا باشد طمع الکن شود	با طمع کے چشم دل روشن شود
جس میں لالچ ہوتا ہے وہ گونگا ہو جاتا ہے	لالچ کے ہوتے ہوئے دل کی آنکھ کب روشن ہوتی ہے

ہر کرا باشد الخ۔ یعنی جس کو طمع ہو وہ گنگ ہو جاتا ہے (اس لئے کہ جس سے طمع ہے اس کو کوئی حق بات نہیں کہہ سکتا) اور طمع کے ساتھ دل کی آنکھ کب روشن ہو سکتی ہے یعنی حقیقت بینی میسر نہیں ہو سکتی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پیش چشم او خیال جاہ و زر	ہمچناں باشد کہ موی اندر بصر
اس کی آنکھ کے سامنے رہے اور مال کا خیال	ایسا ہوتا ہے کہ جیسا کہ آنکھ میں بال

پیش چشم الخ۔ یعنی اس (طامع) کی آنکھ کے سامنے جاہ وزر کا خیال ایسا (حاجب) ہوتا ہے کہ جس طرح آنکھ میں بال کہ وہ بھی آنکھ کو دیکھنے سے مانع ہوتا ہے اس طرح یہ بھی آنکھ کو حقیقت بینی سے مانع اور حاجب ہوتا ہے۔

جز مگر مستے کہ از حق پر بود	گرچہ بدہی گنجہا او حر بود
ہاں سوائے اس مست کے کہ جو حق سے بھرا ہو	اگرچہ تو اس کو خزانے بخش دے وہ آزاد ہوتا ہے

جز مگر مستے الخ۔ یعنی سوائے اس مست کے کہ نور حق سے پر ہو (کہ اس کو طمع نہیں ہوتی اس لئے کہ وہاں اس کی جگہ ہی نہیں) اور اگرچہ تم اس کو خزانے کے خزانے دو مگر وہ ان سب سے آزاد ہوگا۔

ہر کہ از دیدار برخور دار شد	ایں جہاں در چشم او مردار شد
جو دیدار (خداوندی) سے بہرہ ور ہوگیا	یہ دنیا اس کی نظر میں مردار ہوگئی

ہر کہ از دیدار الخ۔ یعنی جو شخص کہ دیدار حق سے مشرف ہوگیا تو اسکی نگاہ میں تو یہ جہان (مثل) مردار کے ہو گیا۔ آگے پھر اس صوفی کی حالت کو بیان فرماتے ہیں کہ

لیک آں صوفی زمستی دور بود	لاجرم از حرص خود بے نور بود
لیکن وہ صوفی مستی سے دور تھا	لامحالہ اپنے لالچ کی وجہ سے بے نور تھا

لیک آں صوفی الخ۔ یعنی (جو شخص کہ اہل بصیرت ہوگا وہ تو اس دنیا کی طرف ہرگز توجہ نہ کرے گا) لیکن وہ صوفی مستی (حقیقی اور اصلی) سے دور تھا۔ لہٰذا وہ حرص کی وجہ سے بے نور تھا اور اس کو نور معرفت حاصل نہ تھی لہٰذا طمع نے اس کو خراب کیا۔

صد حکایت بشنود مدہوش حرص	در نیاید نکتۂ در گوش حرص
حرص سے مدہوش سو قصے سنتا ہے	(لیکن) حرص کے کان میں ایک نکتہ بھی نہیں آتا ہے

صد حکایت بشنود الخ۔ یعنی جو شخص کہ حرص میں مدہوش ہوتا ہے وہ سینکڑوں حکایتیں سنتا ہے مگر اس کے کان میں جو کہ حرص سے بھرا ہوا ہوتا ہے ایک بات بھی نہیں آتی۔ اور حرص کی وجہ سے بالکل کورد ہو جاتا ہے جیسا کہ حکایت ذیل سے معلوم ہوتا ہے۔

شرح شبّیری

تعریف کردن منادیان قاضی مفلس را گرد شہر

قاضی کے اعلانچیوں کی شہر کے چاروں طرف ایک مفلس کی تشہیر کرنا

بود شخصے مفلسے بے خان و ماں	ماند در زندان و بند بے اماں
ایک شخص مفلس اور خانہ خراب تھا	جو قید خانہ اور بے اماں قید میں تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

بود شخصے مفلسے الخ۔ یعنی ایک شخص مفلس بے اہل وعیال کے تھا اور وہ قید بے امان میں وہ گیا تھا یعنی کسی وجہ سے یہ مفلس صاحب قید ہو گئے تھے۔

لقمۂ زندانیاں خوردے گزاف	بر دل خلق از طمع چوں کوہ قاف
خوامخواہ قیدیوں کا کھانا کھا جاتا	لالچ کی وجہ سے وہ لوگوں کے دلوں پر کوہ قاف کی طرح (بھاری) تھا

لقمہ زندانیان الخ۔ یعنی قیدیوں کا کھانا بے ہودگی کی وجہ سے کھا جاتا تھا اور حرص کی وجہ سے تمام مخلوق پر کوہ قاف کی طرح گراں تھا۔

زہرہ نے کس را کہ او لقمہ خورد	زانکہ آں لقمہ ربا چابک برد
کسی کا پتہ نہ تھا کہ وہ لقمہ کھائے	کیونکہ وہ لقمہ اچک لینے والا فوراً (اڑا) لے جائے گا

زہرہ نے کس را الخ۔ یعنی کسی کو اتنی طاقت نہ تھی کہ ایک لقمہ روٹی کا کھا لے اس لئے کہ وہ لقمہ لینے والا جلدی سے لے جاتا ہے اور صیغۂ حال سے استحضار ماضی کے واسطے تعبیر کیا گویا کہ اب لے جا رہا ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

ہر کہ دور از رحمت رحماں بود	او گدا چشم ست گر سلطاں بود
جو رحمان کی رحمت سے دور ہو	اگرچہ وہ بادشاہ ہو اس کی آنکھ بھکاری کی ہے

ہر کہ دور از دعوت الخ۔ یعنی جو شخص کہ اللہ تعالیٰ کی دعوت سے دور ہو (کہ اس کو توکل نصیب نہ ہو) تو وہ فقیر جیسی آنکھ والا ہوتا ہے اگرچہ بادشاہ ہی ہو اس لئے کہ جس طرح فقیر حریص ہوتا ہے ویسا ہی وہ بھی حریص ہوتا ہے تو اس کا ظاہری جاہ و مال کسی کام نہ آیا۔ جب تک کہ غناء باطن حاصل نہ ہو۔ آگے پھر اسی مفلس کی حالت کو فرماتے ہیں کہ

مر مروت را نہادہ زیر پا	گشت زنداں دوزخے زاں ناں ربا
اس نے مروت کو پامال کر رکھا تھا	اس روٹی اچکنے سے قید خانہ دوزخ بن گیا تھا

مر مروت را نہادہ الخ۔ یعنی اس مفلس نے مروت کو تو پاؤں تلے رکھ لیا تھا (اور بے حیائی پر کمر باندھ رکھی تھی) تو اس روٹی اور اچکنے والے کی وجہ سے یہ زندان دوزخ ہو گیا تھا یعنی ایک تو فی نفسہٖ قید خانہ مصیبت کی جگہ ہے اور پھر اگر اس میں علاوہ اس مصیبت کے اور مصائب بھی ہوں تو پھر بہت ہی مصیبت کا مقام ہو جاتا ہے اور کسی حالت میں چین مل ہی نہیں سکتا بس یہی حالت دنیا کی ہے جس کو خود مولانا فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

یعنی ایک شخص مفلس اور خانماں برباد ایک جیل خانہ اور بے امان قید خانہ میں رہتا تھا اس کی حالت یہ تھی کہ بے محابا قیدیوں کی روٹیاں کھاتا اس لئے وہ اپنی طمع کے سبب مخلوق کے دل پر کوہ قاف کے مانند گراں تھا۔ کسی کو

www.besturdubooks.wordpress.com

اتنی طاقت نہ تھی کہ روٹی کا ایک ٹکڑہ کھائے کیونکہ وہ روٹی چھیننے والا فوراً اڑا لے جاتا تھا۔ بات یہ ہے کہ جو شخص دعوت خداوندی سے دور اور غذائے روحانی سے محروم ہے وہ دنیاوی حیثیت سے گو بادشاہ ہو مگر گدا چشم اور حریص و طماع ہے۔ غرض اس شخص نے انسانیت کو پامال کر دیا تھا اور جیل خانہ اس کی وجہ سے دوزخ ہو گیا تھا۔

شرح شبیری

زاں طرف ہم پیشت آید کوفتے	گر گریزی بر امید راحتے
اس طرف سے بھی تیرے سامنے کوئی مصیبت آئے گی	اگر تو راحت کی تمنا میں بھاگے گا

گر گریزی الخ۔ یعنی اگر تم کسی راحت کی امید پر کسی مصیبت سے بھاگو تو اس طرف سے بھی تمہارے آگے ایک نئی آفت اور مصیبت آئے گی۔ مقصود یہ کہ دنیا کی بھی یہی حالت ہے کہ اول تو خود زندان ہے ہی کہ الدنیا سجن المومن فرمایا گیا ہے لیکن پھر اس پر طرہ یہ کہ طرح طرح کی مصیبت اور کاہشوں کا سامنا رہتا ہے اور کسی حالت میں بھی چین اور قرار نہیں۔

جز بخلوت گاہ حق آرام نیست	ہیچ کنجے بے دد و بے دام نیست
حق کی خلوت گاہ کے سوا کہیں راحت نہیں ہے	کوئی گوشہ درندے اور چرندے کے بغیر نہیں ہے

ہیچ کنجے الخ۔ یعنی کوئی کونہ اس دنیا کا بے درندے اور چرندے کے نہیں ہے اور سوائے حق تعالیٰ کی خلوت گاہ کے کہیں بھی آرام نہیں ہے اس لئے کہ یہ امر مشاہد اور ظاہر ہے کہ دنیا میں پھنس کر انسان کبھی راحت سے نہیں گزار سکتا بلکہ ہمیشہ پریشانیوں میں مبتلا رہتا ہے۔ ہاں جو لوگ کہ متوجہ الی الحق ہیں اور واصل بحق ہیں وہ بیشک آرام سے ہوتے ہیں اور انکو ہرگز پریشانی نہیں ہوتی۔ ہاں رنج طبعی اور غم ضرور ہوتا ہے۔ مگر اضطراب اور پریشانی کہ مصیبت کے وقت یوں سوچیں کہ اب کیا ہوگا اور اس کا کیا تدارک ہوگا۔ یہ نہیں ہوتی مثلاً دو شخص ہیں ایک وہ جو کہ خدا کا نام لینے والا ہے اور دوسرا دنیادار ہے۔ اور دونوں کے بیٹے مثلاً مریض ہیں تو رنج تو دونوں کو ہوگا مگر دونوں کے رنج میں یہ فرق ہوگا کہ جو خدا کا نام لینے والا ہے اس کو یوں پریشانی نہ ہوگی کہ اگر یہ مر جائے تو کیا ہوگا اور میری زندگی کس طرح بسر ہوگی الی غیر ذالک بلکہ اس کو صرف رنج طبعی ہوگا جو کہ طبیعت انسانی کا مقتضا ہے جیسا کہ خود حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہوا کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے انتقال پر فرماتے ہیں کہ انا بفراقک یا ابراھیم لمحزونون کہ اے ابراہیم ہم تمہارے فراق کی وجہ سے غمگین ہیں۔ تو جب غم طبعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہوا تو آج کون ہے جو یہ دعویٰ کرے کہ ہمیں رنج ہی نہیں ہوتا۔ ہاں وہ شخص کہ جس کے قلب سے حق تعالیٰ نے رحم اور محبت کا مادہ ہی نکال دیا ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہے لیکن جو شخص کہ فطرت سلیمہ پر ہو اور خدا کا نام لینے والا ہو تو اس کو ان حوادثات زمانہ سے ہرگز ہرگز پریشانی نہ ہوگی بلکہ اس کی نظر ہر وقت حق تعالیٰ پر

www.besturdubooks.wordpress.com

رہے گی اور یہ سمجھے گا کہ جو ہوگا ادھر ہی سے ہوگا پھر کیا غم ہے لہٰذا اس کا قلب بشاش ہوگا۔ دوسرا شخص جو کہ دنیادار اور غافل عن الحق ہے اس کی نظر چونکہ سوائے اسباب کے دوسری ایسی شئے پر جو کہ اس کو اطمینان اور صبر دلانے والی ہو نہیں ہے اس لئے اس کو بھی اضطراب ہوگا کہ اگر اس دوا سے شفایاب نہ ہوا تو دوسری کرنی چاہیے اور اگر اس سے بھی نہ ہوا تو تیسری۔ غرض کہ کہیں چین نہیں اور اگر کہیں اسی میں وہ صاحبزادے صاحب بھی مر گئے تو پھر ان کی پریشانی کا پوچھنا ہی نہیں پھر تو یہ سوچا جاتا ہے کہ اگر فلاں حکیم کا علاج ہوتا تو ضرور اچھا ہو جاتا اگر فلاں دوا کی جاتی تو شفایاب ہو جاتا پس اسی حسرت میں اور پریشانی میں رہتا ہے۔ اب معلوم ہوگیا کہ غم اور شے ہے اور وہ ایک امر طبعی ہے جو کہ مذموم بھی نہیں اور پریشانی اور شے ہے جو کہ مذموم ہے اور خدا کا نام لینے سے یہ پریشانی نہیں ہوتی۔ آگے پھر اس دنیا کی مذمت فرماتے ہیں کہ

کنج زندان جہان ناگزیر	نیست بے پامزد وبے دق الحصیر
دنیا کے جبری قید خانہ کا گوشہ	محنت اور بھاگ دوڑ سے خالی نہیں ہے

کنج زندان الخ۔ یعنی اس جہان ناگزیر کے زندان کا کونہ بغیر مصیبت کے اور بے دق الحصیر کے نہیں ہے۔ دق الحصیر بوریا توڑنا تو چونکہ زیادہ کام کرے گا اسی کے بیٹھنے سے بوریا ٹوٹے گا اس لئے دق الحصیر محاورہ ہوگیا ہے مشکل کام کرنے سے مطلب یہ کہ دنیا میں اگر ایک کونہ بھی اختیار کرو اور بظاہر خلق سے علیحدگی بھی ہو مگر جب قلب میں دنیا ہے تو پھر بھی مصیبت ہی ہے۔

واللہ ار سوراخ موشے در روی	مبتلائے گربہ چنگالے شوی
خدا کی قسم اگر تو کسی چوہے کے سوراخ میں جائے گا	کسی بلی کے پنجے میں پھنسے گا

واللہ ار سوراخ الخ۔ یعنی خدا کی قسم اگر کسی چوہے کے سوراخ میں بھی تو چلا جائے تو بھی کسی بلی کے چنگل میں مبتلا ہو جائیگا۔ مطلب یہ کہ اگرچہ کتنا ہی جا کر کہیں چھپو مگر دنیا میں مصیبتیں اور بلائیں ہر جگہ موجود ہیں اگر کسی ایسی جگہ جا کر رہو کہ جہاں کوئی شے موذی نہ ہو لیکن انسان کے اندر خیال ایک ایسی شے ہے کہ ہر جگہ موجود ہے۔ جیسے کہ ایک ذاکر شاغل شخص تھے وہ کہتے تھے کہ میں تمام کاموں سے فارغ ہو کر ذکر میں مشغول ہوتا ہوں تا کہ کوئی وسوسہ وغیرہ نہ آئے مگر جب ذکر کرنے بیٹھتا ہوں تو یہ خیال ہوتا ہے کہ ندی پر ایک درخت اس قسم کا کھڑا ہے۔ سو اس کا کیا علاج تو اگرچہ یہ ان کو مضر نہ تھا مگر ایک پریشان کن بات تو تھی لہٰذا اگر انسان دنیا میں کہیں چھپ کر رہے بھی اور کوئی شے موذی وہاں نہ ہو تو ایک خیال ایسی شے ہے کہ ہر جگہ پریشان کرنے کو موجود ہے۔ پس مولانا آگے خیال ہی کو بتاتے ہیں کہ

آدمی را فربہی ہست از خیال	گر خیالاتش بود صاحب جمال
خیالات کی وجہ سے آدمی کی فربہی ہے	اگر اس کے تصورات حسین ہوں

آدمی را الخ۔ یعنی اگر انسان کے خیالات صاحب جمال اور اچھے ہوتے ہیں تو اس کو فربہی حاصل ہوتی ہے اور خوب موٹا ہو جاتا ہے

ور خیالاتش نماید نا خوشے	می گدازد ہمچو موم آتشے
اگر اس کے خیالات ناخوشگواری ظاہر کریں	آگ (پر) کے موم کی طرح پگھل جائے گا

در خیالاتش نماید الخ۔ یعنی اور اگر اس کے خیالات اس کو کوئی ناخوش بات دکھاتے ہیں تو موم کی طرح آگ سے پگھلتا ہے یعنی ان ہی خیالات میں گھلنے لگتا ہے تو دیکھو کہ خیال جو کہ ظاہر میں بالکل لاشئے ہے اور کہیں محسوس بھی نہیں مگر پھر بھی اگر اچھا ہے تو انسان کو موٹا تازہ کر دیتا ہے اور اگر خراب ہے تو اس کو گھلا دیتا ہے اور دبلا اور لاغر کر دیتا ہے اور خیالات خوش ایسی شے ہے کہ

درمیان ماروش کژدم گر ترا	با خیالات خوشاں دارد خدا
اگر تجھے سانپ اور بچھوؤں کے درمیان	عمدہ تصورات کے ساتھ خدا رکھے

درمیان مار و کژدم الخ۔ یعنی اگر خداوند تعالیٰ تم کو عمدہ خیالات کے ساتھ سانپ اور بچھوؤں میں بھی رکھے تو وہ سانپ بچھو بھی تمہارے مونس ہو جائیں اور تمہارے سے یہ خیالات تانبے کے لئے کیمیا ہو جائیں۔ مطلب یہ کہ اگر خدا تعالیٰ اپنے خیال میں رکھ کر ظاہر مصائب میں مبتلا کر دے تو وہ بھی مونس اور گوارا ہو جاتے ہیں اس لئے کہ یہ شخص تو اپنے خیال میں مست ہوتا ہے اس کو یہ مصائب ظاہری معلوم بھی نہیں ہوتے۔ جیسا کہ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ہر کجا دلبر بود خرم نشین + جنت است آن ار بود وقعر زمین + اور یہ امر مشاہد ہے کہ جب کوئی اچھا خیال غالب ہوتا ہے تو پھر انسان کو مصائب ظاہری اور یہ ظاہر کی کلفتیں معلوم نہیں ہوتیں۔ جیسا کہ پہلے بھی بیان ہوا ہے تو یہ سارا دھندا کہ ایک بات سے آدمی موٹا ہوتا ہے اور ایک سے گھلتا ہے اور ایک جگہ مصائب میں رہ کر بھی خوش ہے اور دوسری جگہ ظاہری نعماء میں بھی مصیبت میں ہے۔ سب خیال کیوجہ سے ہوتا ہے ورنہ یہ تو کوئی شئے بھی نہیں۔

مار و کژدم مر ترا مونس شود	کاں خیالت کیمیائے مس شود
سانپ بچھو تیرے غم خوار ہو جائیں گے	کیونکہ تیرے وہ خیالات تانبے کے لئے کیمیا ہو جائیں گے
صبر شیریں از خیال خوش شدست	کاں خیالات فرح پیش آمدست
اچھے خیال سے صبر شیریں بنا ہے	کیونکہ وہ خوشی کے خیالات پیش آئے ہیں

صبر شیریں الخ۔ یعنی صبر جیسی چیز بھی جو شیریں اور خوشگوار ہے تو وہ بھی خیالات خوش کی وجہ سے ہے کہ وہ فرح اور تازگی سامنے آئی ہے اس لئے کہ جب انسان یہ سمجھ لیتا ہے کہ صبر کرنے کا حکم خدا تعالیٰ کا ہے تو بس اس خیال کی وجہ سے وہ صبر خوشگوار ہو جاتا ہے ورنہ صبر تو بہت ہی مشکل شے ہے آگے مولانا خود اس فرح کو فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

17

آں فرح آید ز ایماں در ضمیر	ضعف ایماں نا امیدی و زحیر
دل میں خوشی ایمان سے آتی ہے	ایمان کی کمزوری ناامیدی اور ناخوشی ہے

آں فرح آید الخ۔ یعنی وہ فرح اور تازگی ایمان کی وجہ سے دل میں آتی ہے اور ضعف ایمان ہی ناامیدی اور مشقت ہے۔ یہاں سبب کا اطلاق مسبب پر مبالغہ کر دیا ہے اس لئے ناامیدی اور زحیر کا سبب ضعف ایمان ہے نہ کہ ضعف ایمان خود ناامیدی اور زحیر ہے۔ بس مطلب یہ ہوا کہ یہ جو فرح ہے یہ بھی ایمان کی وجہ سے دل میں آتی ہے اور یہ خود ایک خیال ہے اور جب ضعف ایمان ہوتا ہے اور اس خیال میں کمزوری پیدا ہوتی ہے تو پھر وہی حالت ناامیدی اور مشقت کا سبب بن جاتی ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

صبر از ایماں بیابد سر کلہ	حیث لاصبر فلا ایمان لہ
صبر نے ایمان کا تاج پہنا ہے	جس کو صبر (نصیب) نہیں اس کا ایمان نہیں ہے

صبر از ایمان الخ۔ یعنی صبر ایمان کی وجہ سے امتیاز پاتا ہے اور جہاں صبر نہیں ہے وہاں ایمان بھی نہیں ہے اس لئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ الصبر شطر الایمان (اوکما قال) یعنی صبر ایمان کا نصف حصہ ہے تو پھر اگر کسی شے کا نصف حصہ مفقود ہو تو وہ شے تو معدوم ہی کہلائے گی اس لئے کہ کل تو ایک جزو کے مفقود ہونے سے ہی کل نہیں رہتا چہ جائیکہ کل کا نصف مفقود ہو تو پھر بطریق اولیٰ وہ شے مفقود ہو گی اسی بنا پر یہ فرما دیا کہ جہاں صبر نہیں وہاں ایمان بھی نہیں۔

گفت پیغمبر خداش ایماں نداد	ہر کرا صبرے نباشد در نہاد
پیغمبر (ﷺ) نے فرمایا خدا نے اس کو ایمان عطا نہیں کیا ہے	جس کی فطرت میں صبر (کرنا) نہ ہو

گفت پیغمبر الخ۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا نے اس کو ایمان عطا نہیں فرمایا جس کی طبیعت میں کہ صبر نہیں ہے یہ روایت بالمعنی ہے اور توجیہ اس کی شعر بالا میں مذکور ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

رسمی جیل خانہ کا حال تو سن چکے۔ اب حقیقی جیل خانہ کا حال سناتے ہیں۔ پس سنو کہ گوشہ قید خانہ دنیا تکلیف و زحمت اور مشقت و رنج سے خالی نہیں۔ بخدا اگر تو چوہے کے سوراخ میں بھی چلا جائے تو وہاں بھی تو بلی کے پنجے میں گرفتار ہو گا یعنی اگر تو تنہائی میں بھی رہے گا تب بھی تکالیف سے نجات نہ پائے گا اگر کوئی اور موذی سے نہ ہو گی تو کم از کم خیال ہی ہو گا جو پریشان کرے گا۔ اب ذرا خیال کی تاثیرات بھی سن لے۔ اگر آدمی کے خیالات اچھے ہوں خواہ واقع میں یا خیالی طور پر تو آدمی کو ان سے فربہی حاصل ہوتی ہے اور اس کے خیالات اس کو ناگوار واقعہ دکھلاتے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں تو یوں گھلنے لگتا ہے جیسے آگ سے موم اگر خدا تجھے سانپ بچھو سی موذی چیزوں کے درمیان رکھے لیکن تیرے خیالات کو (اچھا رکھے تو وہ سانپ بچھو تیرے مونس ہو جائیں گے اور تجھے ان سے کوئی پریشانی نہ ہوگی کیونکہ وہ تیرا خیال تانبے کو کندن کر دینے والا اور موذی کو مونس بنا دینے والا ہے۔ عمدہ ہی خیال کی بدولت۔ صبر با ایں ہمہ تلخی و ناگواری شیریں اور گوارا ہو جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ واقعی فرح اور تازگی سامنے ہوتی ہے یعنی صبر سے حصول فرح و تازگی کی امید ہوتی ہے۔ اس فرح کے دل میں آنے کا اصل منشاء ایمان ہوتا ہے کیونکہ ایمان نام ہے تصدیق کا پس جب ان مواعید کی تصدیق ہوگی جو صبر کرنیوالوں کے لئے کئے گئے ہیں اور مانع مرتفع ہوگا تو امید ہو گی اور امید سے فرح خواہ مخواہ ہوگی اور جب تصدیق ہی نہ ہوگی یا ہوگی مگر عوارض کے سبب مذہول عنہ ہوگی تو فرح کہاں پس جبکہ ایمان منشاء ہے امید کا اور امید منشاء ہے فرح کا تو ناامیدی دلیل ہوگی ضعف ایمان کی اور موجب ہوگی رنج و تکلیف کے لئے اسی واسطے صبر کو ایمان کہہ کر شرف بخشا گیا ہے۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے **الصبر نصف الایمان**. پس جب صبر نہیں تو ایمان بھی نہیں۔ **لانعدام الکل بانعدان الجزء** پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جس کی سرشت میں صبر نہیں اس کو خدا نے کامل ایمان نہیں دیا۔

شرح شبیری

آں یکے در چشم تو باشد چو مار	ہم وے اندر چشم آں دیگر نگار
ایک شخص تیری نظر میں سانپ ہوتا ہے	وہی دوسرے کی نظر میں محبوب ہوتا ہے

آن یکے در چشم الخ۔ یعنی وہ ایک شخص ہوتا ہے کہ تمہاری آنکھ میں تو وہ سانپ معلوم ہوتا ہے اور وہی شخص دوسرے کی نگاہ میں نگار۔ اور اچھا معلوم ہوتا ہے تو یہ فرق صرف خیال ہی کا تو ہے۔ آگے اس اختلاف کی وجہ بتاتے ہیں کہ

زانکہ در چشمت خیال کفر اوست	واں خیال مومنی در چشم دوست
اس لئے کہ تیری نظر میں اس کے کفر کا خیال ہے	دوست کی نگاہ میں اس کے مومن ہونے کا خیال ہے

زانکہ در چشمت الخ۔ یعنی یہ اس لئے کہ تمہاری نگاہ میں تو اس کے کفر کا خیال ہے (یعنی اس ایک ہی شخص میں جو برائیاں ہیں تمہاری نگاہ تو ان پر پڑ رہی ہے) اور دوست کی نگاہ میں اس کی مسلمانی کا خیال ہے (یعنی وہ باتیں ہیں جو کہ اس میں بھلی ہیں) پس دیکھ لو کہ ایک ہی شخص کے لئے بوجہ اختلاف خیال دو شخصوں کے الگ الگ احکام جاری ہوتے ہیں۔

کاندریں یک شخص فعلے ہر دو ہست	گاہ ماہی باشد او گاہ شست
ایک شخص میں دونوں کے کارنامے ہیں	کبھی وہ مچھلی ہوتا ہے کبھی مچھلی پکڑنے کا کانٹا

www.besturdubooks.wordpress.com

کاندرین یک شخص الخ۔ یعنی کہ اس ایک ہی شخص کے اندر دونوں باتیں ہیں کبھی بھلی معلوم ہوتا ہے (جو کہ مقصود اور عمدہ ہوتی ہے) اور کبھی زشت معلوم ہوتا ہے جو کہ مقصود نہیں ہے مطلب یہ کہ کبھی اس کی صفات حمیدہ پر نظر ہوتی ہے تو اچھا معلوم ہوتا ہے اور کبھی اس کے افعال ذمیمہ پر نظر ہوتی ہے تو برا معلوم ہوتا ہے۔ یہ سارا تفاوت خیال ہی کا ہے۔

نیم او مومن بود نیمیش گبر	نیم او حرص آوری نیمیش صبر
اس کا نصف مومن ہوتا ہے نصف کافر	اس کا نصف حرص پسندی نصف صبر ہوتا ہے

نیم او مومن الخ۔ یعنی نصف اس کا مومن ہوتا ہے اور نصف گبر ہوتا ہے اور نصف حرص سے پر ہوتا ہے اور نصف صبر ہوتا ہے مطلب یہ کہ ایک ہی شخص میں دونوں باتیں ہوتی ہیں کبھی کسی کو مومن معلوم ہوتا ہے اور کسی کو کافر اور کسی کو صابر معلوم ہوتا ہے اور کسی کو حریص۔ یہ ساری باتیں خیالی ہی ہیں۔ آگے مولانا اس کی تائید میں آیت وھو الذی خلقکم فمنکم کافر و منکم مومن کی تفسیر فرماتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ

گفت یزدانت فمنکم مؤمن	باز منکم کافر گبر کہن
تیرے خدا نے فرمایا ہے بس تم میں سے مومن ہیں	پھر (فرمایا) تم میں سے کافر ہیں پرانے کافر

گفت یزدانت الخ۔ یعنی (دیکھو) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بعض تم میں سے مومن ہیں اور بعض کافر پرانے گبر ہیں۔ اصل معنی آیت تو یہ ہیں کہ تمہارے مجموعہ میں سے بعض افراد مومن ہیں اور بعض افراد کافر ہیں لیکن یہاں مقصود مولانا کا یہ ہے کہ یہ امر تو ثابت ہے کہ حالات اور خیالات کے اختلافات سے تفاوت ہوتا ہے اور اسی بنا پر اس آیت کے بھی ایک یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ ہر ہر فرد میں بعض مومن ہے اور بعض کافر ہے پس یہاں یہ نہ کہا جائے کہ مولانا تفسیر بالرائے کرتے ہیں اس لئے کہ مقصود مولانا کا یہ نہیں کہ اگر اس آیت کی یہ تفسیر ثابت نہ ہو تو پھر یہ مضمون بھی ثابت نہ ہو بلکہ مقصود یہ ہے کہ یہ بات تو ایک مستقل دلیل سے ثابت ہے اب اسکی بنا پر اس آیت کی یہ تفسیر بھی ہو سکتی ہے اور حدیث میں جو آیا ہے کہ قرآن شریف کی آیات کی تفسیر میں ایک تو معنی ظاہر ہیں اور ایک ان کا بطن ہے اس سے یہ مقصود نہیں کہ وہ بطن سے یہ صوفیہ کے نکات ہوتے ہیں اس لئے کہ صوفیہ جو نکات بیان کرتے ہیں وہ تو مدلول الفاظ ہی نہیں ہوئے بلکہ معنی حدیث کے یہ ہیں کہ ظہر او بطن دونوں مدلول لفظ ہوتے ہیں مگر اس سے ایک تو معنی ظاہری الفاظ سے سمجھ میں آتے ہیں اور دوسرے اس سے غور کرنے سے نکلتے ہیں جیسے کہ مثلاً قرآن شریف میں ان صحابہ کی نسبت جو کہ دراصل مالدار تھے مگر مسلمان ہونے کی وجہ سے ان کے مال پر قبضہ کفار کا ہو گیا تھا حق تعالیٰ نے للفقراء فرمایا تو اس سے ظاہر میں لوگ تو صرف یہ سمجھے کہ صدقات فقراء کے لئے ہیں۔ جن کے پاس مال نہ ہو۔ اس کے بعد فقہاء نے اس میں اور غور کیا اور اس سے یہ نکالا کہ جب یہ لوگ مالدار تھے اور پھر بھی انکو فقراء کہا گیا تو معلوم ہوا کہ اگر کسی مسلمان کے مال پر کافر کا قبضہ ہو جائے تو وہ کافر اسکا مالک ہو جاتا ہے ورنہ اگر

www.besturdubooks.wordpress.com

وہ مالک نہ ہوتے تو وہ چیزیں ان کے ملک میں داخل رہتیں اور یہ فقراء نہ ہوتے لہٰذا ایک معنی اسی آیت کے یہ بھی ہیں جس کو کہ فقہاء کہتے ہیں کہ اشارۃ النص سے نکلتے ہیں اور یہ دونوں مدلول آیت ہیں مگر بہ نسبت پہلے معنی کے اس کو بطن کہا جائے گا اوران کو ظہر کہا جائے گا۔اب اگر ان دونوں کے علاوہ کوئی اور تیسرے معنی کوئی نبی یا مثلاً اور کوئی نکالے اور وہ بھی مدلول الفاظ قرآن ہوں تو اس کے بہ نسبت یہ دونوں ظہر ہوں گے اور وہ بطن ہوں گے پس معلوم ہوا کہ حدیث میں جو ظہر اور بطن آیا ہے اس سے یہی مراد ہے کہ دونوں معنی مدلول لفظ ہوں خواہ تو بدلالتہ النص یا باشارۃ النص یا کسی طرح اور جو معنی مدلول لفظ نہ ہوں وہ نہ بطن میں داخل ہوں گے نہ ظہر میں۔بس صوفیہ کے جو نکات ہوتے ہیں وہ نہ بطن ہوتے ہیں اور نہ ظہر بلکہ وہ اس معنی کر ہوتے ہیں کہ مدلول لفظ تو وہ بھی ہے مگر یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں جیسے کہ صوفیہ کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں ہے اذھب الی فرعون انه طغی تو اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اے شخص تو اپنی روح کو نفس کی طرف متوجہ کر اور اسکی اصلاح کر اس لئے کہ اس نے سرکشی کی ہے حالانکہ اصل میں معنی یہ ہیں کہ اے موسیٰ فرعون کے پاس جایئے اس لئے کہ اس نے بہت سرکشی کی ہے تو اب صوفیہ یہ نہیں کہتے کہ جو معنی ہم نے بیان کیے وہی ہیں جس سے کہ تفسیر بالرائے کا الزام ان پر عائد ہو بلکہ وہ ان معنی اصل کو مان کر یوں کہتے ہیں کہ ایک معنی یہ بھی ممکن ہیں کہ موسیٰ سے مراد روح ہو جو کہ لطافت اور پاکیزگی میں موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے اور فرعون سے مراد نفس ہو جو کہ ناپاکی اور سرکشی میں فرعون کی طرح ہے اور اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے حق تعالیٰ نے بنی نضیر کا قصہ بیان فرما کر یوں فرمایا ہے کہ فاعتبروا یا اولی الابصار تو اس سے یہی مراد ہے کہ اول بنی نضیر کی حالت کو دیکھو اور اگر دونوں کو مطابق پاؤ تب تو تم بھی اپنے اوپر اس عذاب کو وارد سمجھو اور اس سے خوف کرو اور عبرت حاصل کرو۔پس اس طرح صوفیہ بھی کہتے ہیں کہ تم بھی اپنی حالت کو دیکھو اور فرعون کی حالت کو دیکھو پس اگر دونوں مطابق ہوں تو جو اس پر عذاب نازل ہوا ہے اس سے ڈر کر اصلاح کر لو۔بس معلوم ہو گیا ظہر معنی اور بطن معنی سے اور مراد ہے اور صوفیہ جو تفسیر کرتے ہیں وہ نہ ظہر ہوتے ہیں نہ بطن بلکہ نکات کے طور پر ایک امر زائد کو جو قرآن سے مفہوم ہوتا ہے بیان فرماتے ہیں جس میں کہ کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔فافہم فانہ غریب جداً (واللہ در القائل) آگے پھر اسکی ایک مثال دیتے ہیں کہ

ہمچو گاوے نیمۂ جلدش سیاہ	نیمۂ دیگر سپید و ہمچو ماہ
اس بیل کی طرح جس کی آدھی کھال کالی ہے	اور دوسری آدھی چاند کی طرح سفید ہے

ہمچو گاوے نیمۂ الخ۔یعنی (ایک ہی شخص میں دو حالتیں معلوم ہونے کی ایسی مثال ہے) جیسے ایک بیل ہے کہ آدھی کھال تو اس کی کالی ہے اور آدھی دوسری وہ چاند کی طرح سفید ہے۔

ہر کہ ایں نیمہ بہ بیند رد کند	ہر کہ آں نیمہ بہ بیند کد کند
جو اس آدھے کو دیکھتا ہے اس کو رد کر دیتا ہے	جو اس آدھے کو دیکھتا ہے خریداری کی کوشش کرتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کہ ایں نیمہ الخ۔ یعنی جو شخص اس آدھے (سیاہ) کو دیکھتا ہے تو رد کرتا ہے اور جو کوئی اس نصف (سفید) کو دیکھتا ہے تو (اس کے حاصل کرنے کی) کوشش کرتا ہے اس طرح ایک ہی شخص میں ایک شخص تو خوبی کو دیکھ رہا ہے وہ تو اس کو مقبول بارگاہ جانتا ہے اور دوسرا اکی برائی پر نظر کر رہا ہے تو وہ اس کو مردود جانتا ہے۔ یہ بھی سب خیال ہی کے کرشے ہیں۔

از جمال یوسفؑ اخواں بس نفور	لیک اندر دیدۂ یعقوبؑ نور
یوسف (علیہ السلام) کے حسن سے بھائی سخت متنفر	لیکن وہ یعقوب (علیہ السلام) کے نور چشم تھے

از جمال یوسف الخ۔ یعنی (دیکھو) یوسف علیہ السلام کے (کہ ایک ہی شخص ہیں) جمال سے (انکے) بھائی تو متنفر (اور ان کے دشمن) تھے لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھ کا نور تھا۔ اس کی وجہ آگے مولانا خود فرماتے ہیں کہ

از خیال بد مرا و راز زشت دید	چشم فرع و چشم اصلی ناپدید
(بھائیوں نے) برے خیال کی وجہ سے ان کو بدشکل دیکھا	(ان کی) فرعی آنکھ تھی اور اصل آنکھ ناپید تھی

از خیال بد نظر الخ۔ یعنی برے خیال کی وجہ سے چشم فرع ان کو برا بھلا دیکھ رہی تھی۔ اور چشم اصل ناپدید تھی۔
مطلب یہ کہ چونکہ اخوان یوسف علیہ السلام کے خیالات ان کی طرف سے خراب تھے۔ اس لئے اس چشم فرع سے ان کو زشت روہی دیکھ رہے تھے اور باوجود اس قدر حسن و جمال کے وہ انکے دشمن ہی تھی اور یہ اس لئے تھا کہ ان کی چشم اصلی ظاہر نہ تھی بلکہ وہ بند تھی آگے مولانا خود اس چشم ظاہر کو چشم فرع کہنے کی وجہ بتاتے ہیں کہ

چشم ظاہر سایۂ آں چشم داں	ہر کہ آں بیند بگردد ایں بداں
ظاہری آنکھ کو اس آنکھ کا پرتو سمجھ	جو وہ (دل کی آنکھ) دیکھے گی یہ اسی طرف گھوم جائے گی

چشم ظاہر الخ۔ یعنی چشم ظاہر کو اس چشم قلب کا سایہ سمجھو۔ تو جو کچھ وہ دیکھے گی یہ بھی ویسی ہی ہو جائے گی۔
مطلب یہ کہ اصل تو چشم قلب ہے۔ اگر وہ غلط بین ہے تب تو یہ چشم ظاہر بھی غلط بین ہی ہوگی۔ اوا گر وہ حقیقت بین ہوگی تو یہ بھی حقیقت بین ہی ہوگی۔ پس چونکہ جو اس کی حالت ہوتی ہے وہی اس کی ہوتی ہے اس لئے اس کو فرع اور اس کو اصل کہا اور چونکہ ان اخوان یوسف کی چشم قلب ہی کور تھی اس لئے ان کو وہ جمال یوسف بھی ان چشم ظاہری سے دکھائی نہ دیتا تھا۔

سایۂ اصل ست فرع اما کجا	سایہ با خورشید دارد پا بجا
فرع اصل کا سایہ ہے لیکن کہاں	ٹھہرتا ہے سایہ سورج کے سامنے؟

سایۂ اصل است الخ۔ یعنی فرع بھی یہ اصل کا سایہ ہے لیکن کہاں (یہ اور کہاں وہ) کیونکہ خورشید کے ساتھ سایہ کب اپنی جگہ پر رہ سکتا ہے۔ مطلب یہ کہ ایک تو چشم فرع ظاہر غلط بین ہوتی ہے اس کی اصل تو وہ چشم باطن

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتی ہے جو کہ غلط بین ہو۔ دوسرے یہ چشم باطن جو کہ غلط بین ہے فرع ہے اور اسکی اصل وہ چشم باطن ہے جو کہ حقیقت بین ہو پس فرماتے ہیں کہ اگر چہ چشم باطن غلط بین بھی چشم باطن حقیقت بین ہی کا سایہ ہے اور اسی کی فرع ہے مگر وہ کہاں اور وہ کہاں چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ پس اس چشم غلط بین کو بند کرو اور چشم حقیقت بین کو کھولو تو تم کو حقیقت معلوم ہو۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ

تو مکانی اصل تو در لامکاں	ایں دکاں بر بندو بکشا آں دکاں
تو مکانی ہے تیری اصل لا مکان میں ہے	یہ دکان بند کر دے وہ دکان کھول لے

تو مکانے الخ۔ یعنی تو تو مکانی ہے (اور مادی ہے) اور اصل تیری (یعنی روح) لامکان میں ہے (یعنی مجرد ہے) تو تو اس دکان کو (یعنی ان مادیات میں انہماک کو) بند کر اور وہ دکان کھول (یعنی عالم غیب کی طرف متوجہ ہو اور ان دنیا کے جھگڑوں میں پھنس کر حقیقت بینی سے محروم مت ہو۔ یہاں روح کو لامکانی فرمایا ہے جو کہ مجرد کے خواص سے ہے حالانکہ متکلمین روح کو مادی کہتے ہیں تو اصل یہ ہے کہ اس بارہ میں متکلمین کی رائے غلط ہے۔ اس لئے کہ وہ تجرد کو خواص باری تعالیٰ سے کہتے ہیں حالانکہ یہ محض دعوے ہے جس کی کوئی دلیل نہیں اور محض مصادرہ علی المطلوب ہے اس لئے کہ اول روح کا غیر مجرد مادی ہونا ثابت ہو اس وقت وہ خواص باری تعالیٰ سے ہوسکتا ہے اور جب یہ ہی نہیں تو پھر خواص میں سے کیسے ہو جائے گا۔ صوفیہ اور حکماء اسی کے قائل ہیں کہ روح مجرد ہے اور تجرد خواص باری تعالیٰ سے نہیں ہے۔ ہاں یہ حکماء کی گمراہی ہے کہ اس کو قدیم بالذات کہنے لگے۔ صوفیہ اس کو قدیم نہیں کہتے ہاں مجرد کہتے ہیں اور اس میں کوئی خرابی نہیں اور وہ روح جس کی بابت حدیث میں لفظ نسمہ کا آیا ہے اور جس کو کہ فرشتے حریر میں لپیٹ کر لے جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ اس سے روح طبی مراد ہے جس کو کہ جسم مثالی بھی کہتے ہیں جس کو اہل کشف نے لکھا ہے کہ روح بالکل انسان کی ہم شکل ہوتی ہے اور اسی کے مثل ہوتی ہے پس اس حدیث سے تجرد روح پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ اب مقصود مولانا کا یہ ہے کہ بس سب طرف سے توجہ ہٹا کر ایک طرف یعنی اللہ کی طرف توجہ کرلو اسی کو صاف طور پر پھر فرماتے ہیں کہ

شش جہت مگریز زیرا در جہات	ششدرست و ششدرہ مات ست مات
چاروں طرف نہ بھاگ اس لئے کہ تمام جانبوں میں	پھنساؤ کی جگہ ہے اور پھنساؤ والے کے لئے ہار ہی ہار ہے

شش جہت الخ۔ یعنی ان شش جہات میں بھاگے مت پھرو۔ اس لئے کہ ان جہات میں تو ششدرہ جانا ہے اور جب ششدررہ میں آ گئے تو پھر مات ہی ہے۔ مطلب یہ کہ حق کو چھوڑ کر چاروں طرف مارے مارے مت پھرو۔ اس لئے کہ اس طرح تم ششدر ہو جاؤ گے اور حیران رہو گے۔ حاصل خاک بھی نہ ہوگا اس لئے کہ دیکھو جب مہرہ شطرنج ششدررہ میں (جو کہ شطرنج کے بیچ کے چار خانوں کو کہتے ہیں) پھنس جاتا ہے تو پھر مات ہو جانا لازمی امر ہے پس اگر تم ان شش جہات میں پھنس گئے تو تم بھی مات کھاؤ گے اور کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ آگے فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

این سخن را نیست حد زندانیاں	مضطراند از دست آں خر قلتباں
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے قیدی	اس دیوث گدھے سے پریشان ہیں

این سخن رانیست الخ۔ یعنی ان باتوں کی تو کہیں حد نہیں ہے۔ (یہ علوم ومعانی تو کہیں بھی ختم نہیں ہوسکتی لہٰذا ان کو تو ابھی یہیں چھوڑ دو اس لئے کہ) وہ قیدی لوگ اس گدھے کی وجہ سے بہت بے چین اور مضطر ہیں پس ان کو جلدی اس کے ہاتھ سے رہائی دلانا چاہیے۔ پس فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

خیالات جس طرح اپنے اثر کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں یوں ہی اپنی ذات کے لحاظ سے بھی مختلف ہوتے ہیں کیونکہ ایک ہی شخص تیری نظر میں سانپ ہوتا ہے اور وہی دوسرے کی نظر میں معشوق اور تصویر کیونکہ تیری آنکھ کے سامنے تو اس کی کفر کی صورت ہے اور اس کے دوست کی نظر میں اس کی مومنی کی صورت کیونکہ اس کے اندر دونوں طرح کے فعل ہیں بعض ایسے جو کفار کے لئے مناسب ہیں اور بعض ایسے جو مومنین کو شایاں۔ پس تو پہلے قسم کے افعال پر نظر رکھتا ہے اور دوست دوسری قسم کے افعال پر۔ اس لئے کبھی وہ مچھلی کے مثل مرغوب ہوتا ہے اور کبھی کانٹے کی طرح مکروہ وناپسندیدہ۔ نیز اس لئے وہ آدھا مومن ہے اور آدھا کافر۔ اور آدھا حریص بوجہ کفر کے اور آدھا سراپا صبر بوجہ ایمان کے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں فمنکم مومن ومنکم کافر۔ یعنی بعض حصہ تمہارا مومن ہے اور بعض کافر (یعنی ایک اعتبار سے یہ معنی بھی صحیح ہیں گو مراد حق سبحانہ یہ معنی نہیں) اس لئے ہر شخص کی ایسی مثال ہے جیسے ایک بیل جس کا آدھا جسم سیاہ ہو اور آدھا سفید چاند کی طرح کیونکہ اس میں سواء کفر بھی ہے اور نور ایمان بھی۔ پس جو شخص کالے حصہ کو دیکھتا اور جہت کفر کا لحاظ کرتا ہے وہ تو ناپسند کرتا ہے اور جو سفید حصہ کو دیکھتا اور نور ایمان کو پیش نظر رکھتا ہے وہ اس کے قبول میں سعی کرتا ہے چنانچہ دیکھ لو۔ یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کے جمال سے نہایت متنفر تھے اور یعقوب علیہ السلام کی آنکھ میں اس کو دیکھنے سے روشنی بڑھتی تھی اس کی وجہ یہی تھی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی نسبت ان کا خیال برا تھا۔ اس لئے نظر بھی ان کو براہی دیکھتی تھی لہٰذا یوں کہا جاسکتا ہے کہ نہ ان کی ظاہری آنکھیں تھیں جو کہ ایک درجہ میں فرع اور تابع ہیں چشم باطن کے اور نہ چشم باطن تھی جو کہ ایک حیثیت سے اصلی اور متبرع ہے کیونکہ آنکھ کا کام یہ ہے کہ وہ مبصر کو علی ما ہو علیہ بحسب قوۃ الابصار دکھاوے۔ اور جو آنکھ ایسا نہیں کرسکتی بلکہ مبصر کا جہل بڑھا کر جہل بسیط کو مرکب کردیتی ہے اس کو معدوم کہنا زیبا ہے۔ چشم ظاہری کو ہم نے فرعی اور تابع اس لئے کہا کہ یہ آنکھ چشم باطن کے لئے بعض حیثیات سے بمنزلہ عکس کے ہے۔ پس چشم باطن جس چیز کو جیسا دیکھتی ہے چشم ظاہر بھی اسی کی طرف منقلب ہو جاتی ہے اور یہ بھی اس کو ویسا ہی دیکھتی ہے۔ گو فرع اصل کا عکس ہوتی ہے اس لئے اس کو اصل سے کونہ مشابہت

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتی ہے لیکن پھر بھی دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ کجا اصل کجا فرع۔ بھلا کہیں سایہ خورشید کے مقابلہ کی تاب لاسکتا ہے۔ ہرگز نہیں پھر اصل کے سامنے جو بمنزلہ خورشید کے ہے فرع جو مثل سایہ کے ہے۔ کیا حقیقت رکھتی ہے۔ جب تجھے اصل فرع کا تفاوت معلوم ہوگی تو سن کہ تو ذی مکان ہے اور فرع ہے لامکان اور روح مجرد کی اور وہ لامکانی روح مجرد تیری اصل ہے تو دو کان فرع کو بند کر اور جسم کی خدمت و آرائش وغیرہ چھوڑ کر اس میں خسارہ ہے اور روح کی دکان کھول اور اس کو سجا کہ اس نے تم کو نہایت نفع ہوگا اور تو دولت عقبےٰ سے مالا مال ہو جائے گا اور تو چھ جہتوں یعنی عالم ناسوت کی طرف مت بھاگ اس لئے کہ چھ جہتوں میں ششدر (چھ در) ہیں اور ششدر میں جب بادشاہ پھنس جاتا ہے تو بس مات ہو جاتی ہے اور بازی ہر جاتی ہے۔ (ششدرہ بساط شطرنج وسطی چار خانوں کو کہتے ہیں جب باشاہ ان گھروں میں آ جاتا ہے تو بات لازمی ہے۔ چنانچہ کوئی شاعر کہتا ہے۔ شاہ درچار خانہ می آید۔ لات از ہر بہانہ می آید) اس گفتگو کی تو کوئی انتہا ہی نہیں۔ قیدی لوگ اس بھڑوے گدھے کے ہاتھ سے پریشان ہیں اس سے ان کو نجات دلانا چاہیے۔

شرح شبّیری

شکایت کردن اہل زنداں پیش وکیل قاضی از دست آں مفلس

قیدیوں کا اس مفلس کی قاضی کے وکیل سے شکایت کرنا

باوکیل قاضی ادراک مند	اہل زنداں در شکایت آمدند
عقلمند قاضی کے وکیل سے	قیدی شکایت کرنے لگے

باوکیل قاضی الخ۔ یعنی قاضی عقلمند کے وکیل سے اہل زندان نے شکایت کی۔ وکیل قاضی سے مراد اسکا کوئی خادم وغیرہ جو اس کام پر مامور ہو مطلب یہ ہے کہ وکیل قاضی سے کل واقعہ کہا اور یہ کہا کہ

کہ سلام ما بقاضی بر کنوں	باز گو آزار مازیں مرد دوں
کہ اب ہمارا سلام قاضی کو پہنچا	پھر اس کمینہ انسان سے جو تکلیف ہمیں پہنچ رہی ہے وہ بیان کرنا

کہ سلام مابقاضی الخ۔ یعنی (وہ لوگ کہنے لگے) کہ قاضی صاحب کے پاس ابھی سلام لے جا اور پھر اس کمینہ آدمی کے آزار دہی کو بیان کر کہ

کاندریں زنداں بماند او مستمر	یاوہ تاز و طبل خوارست و مضر
وہ ہمیشہ اس قید خانہ میں رہتا ہے	فضول گشت کرنے والا پرخور اور تکلیف دہ ہے

کاندرین زندان الخ۔ یعنی کہ اس قید خانہ میں وہ ایک مدت دراز سے رہا ہے اور بے ہودہ اور بے انتہا

www.besturdubooks.wordpress.com

کھانے والا ہے اور (سب کے لئے) مضر ہے اس لئے کہ اس سے زیادہ اور کیا اضرار ہوگا کہ سب کی روٹیاں کھا جاتا تھا آگے کہتے ہیں کہ

مرد زندانی نیا بد لقمۂ	در بصد حیلت کشاید طعمۂ
قیدی کو (اول تو) روٹی ملتی نہیں ہے	اگر سو تدبیروں سے وہ کھانا کھولتا ہے

مرد زندانی الخ۔ یعنی (اول تو) قیدی لوگ کھانا پاتے ہی نہیں اور اگر سو حیلوں سے کوئی لقمہ حاصل بھی کیا تو

در زماں پیش آید آں دوزخ گلو	حجتش اینکہ خدا گفتہ کلو
وہ جہنم (جیسے حلق والا فوراً آ جاتا ہے	اس کی دلیل یہ ہوتی ہے کہ خدا نے فرمایا ہے کھاؤ

در زماں پیش آید الخ۔ یعنی فوراً وہ دوزخ جیسے گلو والا سامنے آتا ہے (اور سب کھا جاتا ہے اور اگر اس کو منع کیا جائے تو) اس کی دلیل یہ ہے کہ خدا نے کہا ہے کھاؤ۔ اور چونکہ کوئی قید نہیں لہٰذا جو سامنے آیا کھا لینا چاہئے۔

چوں مگس حاضر شود بر ہر طعام	از وقاحت بے صلاح و بے سلام
ہر کھانے پر مکھی کی طرح گرتا ہے	بے شرمی سے بغیر بلائے اور بغیر سلام کے

چوں مگس حاضر شود الخ۔ یعنی مکھی کی طرح ہر کھانے پر بے شرمی سے بغیر کسی صلاح کے اور بے سلام کے موجود ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ جہاں کھانا سامنے آیا تو پھر نہ کسی سے پوچھتا ہے نہ کچھ بس فوراً موجود ہوتا ہے اور اڑا جاتا ہے۔ پیش

پیش او ہیچ ست لوت شصت کس	کر کند خود را اگر گوئیش بس
اس کے لئے ساٹھ آدمیوں کا کھانا کچھ بھی نہیں ہے	اگر اس کو بس کہو تو اپنے آپ کو بہرا بنا دیتا ہے

او ہیچ ست الخ۔ یعنی اس کے آگے ساٹھ آدمیوں کا کھانا بھی کچھ نہیں ہے اور اگر اس سے کہو کہ بس (اور مت کھا) تو بہرا ہو جاتا ہے جیسے ایسے سنتے ہی نہیں۔

زیں چنیں قحط سہ سالہ داد داد	ظل مولانا ابد پائندہ باد
اس تین سالہ قحط سے فریاد ہے فریاد ہے	جناب کا سایہ ہمیشہ قائم رہے

زاں چنیں قحط سالہ الخ۔ یعنی ایسے سہ سالہ قحط سے تو انصاف ہے انصاف۔ حضور کا سایہ ہمیشہ ابد تک رہے۔ مطلب یہ کہ جو شخص قحط سہ سالہ ہو رہا ہے کہ سب چیزیں کھا جاتا ہے خدا کے لئے اس سے ہم کو بچائیے۔ اور ہم پر رحم فرمائیے حضور کی عمر دراز ہو اور ہم غریبوں پر حضور کا سایہ ہمیشہ رہے۔

گو ز نداں تا رود ایں گاؤمیش	یا وظیفہ کن ز وقفے لقمہ ایش
حکم دیجئے کہ یہ بھینسا قید خانہ سے چلا جائے	یا اس کے کھانے کا کسی وقف سے وظیفہ مقرر کر دیجئے

گو زنداں الخ۔ یعنی (وہ قیدی) اس وکیل سے کہنے لگے کہ یہ عرض کرنا کہ) اس کو حکم دیجئے تا کہ بھینسا قید

www.besturdubooks.wordpress.com

خانہ سے چلا جائے اور اگر یہ حکم نہیں دیتے تو کہیں بوقف وغیرہ سے اس کی روٹی مقرر کیجئے ورنہ ہم کو یہ کھا جائے گا۔

اے زتو خوش ہم ذکور وہم اناث	داد کن المستغاث المستغاث
اے وہ کہ تجھ سے سب مرد و زن راضی ہیں؟	انصاف کیجئے الدد الدد

اے زتو خوش الخ۔ یعنی (وہ قیدی کہتے ہیں کہ) اے قاضی جس سے کہ مرد وعورت سب خوش ہیں ذرا انصاف فرمایئے اور فریاد کو پہنچئے۔ کہ یہ تو کھائے جاتا ہے۔

شرح حبیبی

شکایت کردن اہل زندان نزد وکیل قاضی از دست آن مفلس

کسی روز قاضی کا ایک کارندہ جیل خانہ کے معائنہ کے لئے آیا۔ تو قیدیوں نے اس سے شکایت کی کہ اور کہا کہ قاضی صاحب سے ہمارا سلام عرض کر دیجئے اس کے بعد ہم کو جو اس کمینہ شخص سے تکلیف پہنچ رہی ہے وہ بیان کر دیجئے۔ کہ حضور والا یہ شخص عرصہ دراز سے جیل میں ہے اور نہایت بے ہودہ اور بے حد کھانے والا اور سخت ایذا دینے والا ہے۔ اگر کوئی قیدی سو تدبیروں اور نہایت مشقت سے بھی کھانا حاصل کرتا ہے تو اس کی بدولت اس کو ایک لقمہ بھی نصیب نہیں ہوتا فوراً یہ شخص جسکا حلق دوزخ کی طرح هل من مزید پکارتا ہے کھانے آ بیٹھتا ہے۔ اگر کوئی منع کرتا ہے تو کہتا ہے کہ کھانا مباح ہے چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کلوا واشربوا پس میں کیوں نہ کھاؤں۔ یہ شخص مکھی کی طرح کھانے پر آ موجود ہوتا ہے۔ نہ اسے سلام کی ضرورت ہے نہ اجازت کی اور کھانے کی یہ کیفیت ہے کہ ساٹھ آدمیوں کا کھانا بھی اس کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا اگر کوئی کہے کہ بھائی بس کر تو بہرا بن جاتا ہے اور سنتا ہی نہیں اس میں سال کے قحط کی طرح بھوکا مارنے والے شخص سے ہماری دادرسی فرمائی جائے۔ خدا حضور کا سایہ ہمارے سر پر ہمیشہ ہمیشہ رکھے اور یہ بھی فرما دیجئے کہ یا تو اس بھینسے کو قید خانہ سے نکالئے یا وقف سے اسکا کھانا مقرر کر دیجئے۔ حضور کے عدل وانصاف سے سب مرد وزن خوش ہیں۔ ہمارا انصاف فرما دیجئے۔ ہم اس کے ظلم سے نہایت پریشان ہیں اور حضور سے فریاد کرتے ہیں۔

شرح شبیری

سوئے قاضی شد وکیل با نمک	گفت با قاضی شکایت یک بیک
خوش مزاج وکیل قاضی کے پاس گیا	ایک ایک کر کے قاضی سے شکایتیں کر دیں

سوئے قاضی شد الخ۔ (یہ ساری باتیں سن کر) وہ وکیل ملیح قاضی کے پاس گیا اور ساری شکایت ایک ایک قاضی سے کہی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

خواند از زنداں ورا قاضی بہ پیش	پس تفحص کرد از اعیان خویش
قاضی نے اس کو قید خانہ سے (اپنے) سامنے بلایا	اور اپنے لوگوں سے تحقیق کی

خواند اورا قاضی۔ یعنی (جب یہ ساری شکایت قاضی نے سنی تو) اس کو قید خانہ میں سے اپنے سامنے بلایا پھر اپنے لوگوں سے تجسس کیا کہ آیا یہ حقیقۃً مفلس ہی ہے یا کہ اس کے پاس مال ہے اور چھپاتا ہے اس لئے کہ مسئلہ تو یہ ہے کہ اگر کوئی قرض دار ہو اور جب اس پر نالش ہو تو وہ یہ عذر کرے کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے جو ادا کر دوں اور جب تک حاکم کو اس کی پوری حالت معلوم نہ ہو جائے جب تک اگر اس کو قید کر دے تو جائز ہے۔ پس اگر اس کے پاس مال ہے اور چھپاتا ہے تو گھبرا کر دے دے گا اور اگر نہیں ہے تو اتنی مدت میں معلوم ہو جائے گا اور اس کے بعد اس کو چھوڑ دیا جائے گا پس اس طرح اس کو قاضی نے قید کر دیا تھا۔ اب پھر لوگوں سے اس کی حالت کو دریافت کرنے لگا کہ آیا حقیقۃً مفلس ہی ہے یا مکار ہے اس پر سب نے اس کے افلاس ہی کو ظاہر کیا اور اسے معلوم ہو گیا کہ بیشک مفلس ہی ہے۔

گشت ثابت پیش قاضی آں ہمہ	کہ نمودند از شکایت آں رمہ
وہ سب کچھ قاضی کے سامنے ثابت ہو گیا	جو شکایت میں اس جماعت نے ظاہر کیا تھا

گشت ثابت پیش الخ۔ یعنی وہ باتیں جنکی کہ اس جماعت نے شکایت کی تھی قاضی کے سامنے سب ثابت ہو گئیں اور معلوم ہو گیا کہ یہ حضرت بالکل مفلس ہیں اور سب کو انہوں نے تنگ کر رکھا ہے تو انہوں نے یہ حکم دیا کہ

گفت قاضی خیز زیں زنداں برو	سوئے خانہ مردہ ریگ خویش شو
قاضی نے کہا اٹھ اس قید خانہ سے چلا جا	اپنے موروثی گھر کی جانب (روانہ) ہو

گفت قاضی خیز الخ۔ یعنی قاضی نے (اس مفلس سے) کہا کہ اٹھ اور اس قید خانہ سے (نکل) جا اور اپنے میراثی گھر کی طرف جا مردہ ریگ کہتے ہیں شے حقیر کو اور میراثی شے کو۔ مطلب یہ کہ یہاں سے جاؤ اور جہاں کہیں تمہارا ٹھکانا ہو رہو۔

گفت خان و مان من احسان تست	ہمچو کافر جنتم زندان تست
اس نے کہا میرا گھر بار تو تیرا احسان ہے	کافر کی طرح میری جنت تیرا قید خانہ ہے

گفت خان و مان الخ۔ یعنی اس قیدی نے کہا کہ میرے اہل و عیال تو آپکا احسان ہے اور کافر کی طرح آپ کا قید خانہ میرے لئے جنت ہے مطلب یہ کہ وہ کہنے لگا کہ میں کہاں جاؤں کہیں گھر نہیں کچھ نہیں حضور کا کرم اور آپ کی مہربانی ہی میرا گھر اور اہل و عیال ہے اور مہربانی یہ ہے کہ مجھے یہیں رہنے دیجئے۔ اس لئے کہ جس طرح یہ زندان دنیا کافر کی جنت ہے اور جب تک یہاں ہے آرام اور عیش میں ہے اور یہاں سے نکلتے ہی اس کے لئے

مصیبت اور عذاب ہے اس طرح جب تک میں جناب کے قید خانہ میں ہوں کہ دو وقت کی چھین جھپٹ کے روٹی تو مل جاتی ہے اور یہاں سے جا کر تو اس کی بھی امید نہیں آگے کہتا ہے کہ

گرز زندانم برانی تو برد	خود بمیرم من ز درویشی و کد
اگر تو دھکے دے کر مجھے قید خانہ سے نکال دے گا	میں مفلسی اور مشقت سے مر جاؤں گا

گرز زندانم الخ۔ یعنی اگر آپ مجھے قید خانہ سے رد کر کے نکالتے ہیں تو میں تو فقر و مصیبت کی وجہ سے خود ہی مر جاؤں گا اس لئے کہ اور کہیں روٹی نہ ملے گی تو مرے گا نہیں تو اور کیا ہوگا۔ آگے مولانا اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ

شرح حبیبی

وہ پسندیدہ و مرغوب وکیل قاضی کے پاس گیا اور جا کر ایک ایک شکایت مفصل طور پر بیان کر دی قاضی نے اس کو اپنی حضور میں طلب کیا اور اپنے معتمدین سے اس واقعہ کی تحقیقات کی پس جس قدر شکایتیں اس قیدیوں کی جماعت نے کی تھیں سب ثابت ہو گئیں اس پر قاضی نے حکم دیا کہ جیل خانہ سے فوراً نکل جا اور اپنے گھر جا۔ اس نے جواب دیا کہ حضور میرا گھر بار تو حضور کا احسان ہی ہے اور جس طرح کافر کے لئے جیل خانہ دنیا جنت ہے یوں میرے لئے حضور کا جیل خانہ جنت ہے۔ اگر مجھے جیل خانہ سے نکال دیں گے تو میں فقر و فاقہ کی مشقت و تکلیف سے مر جاؤں گا۔

شرح شبّیری

ہمچو ابلیسے کہ می گفت اے سلام	رب انظرنی الیٰ یوم القیام
شیطان کی طرح کہ کہتا تھا اے خدا؟	مجھے قیامت تک مہلت دے دے

ہمچو ابلیسے الخ۔ یعنی (اس شخص کی حالت) مانند ابلیس کے ہے کہ وہ کہہ رہا تھا کہ اے سلام (حق تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے) اور اے اللہ مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے۔

کاندریں زندان دنیا من خوشم	تا کہ دشمن زادگاں را می کشم
کہ اس دنیا کے قید خانہ میں میں خوش ہوں	تا کہ دشمن کی اولاد کو ہلاک کروں

کاندریں زندان الخ۔ یعنی (مجھے مہلت) اس لئے (دے) کہ میں اس زندان دنیا ہی میں خوش ہوں تا کہ (یہاں رہ کر) دشمن زادوں کو ماروں یعنی ابن آدم کو گمراہ کروں۔ پس جس طرح شیطان جانتا تھا کہ جب تک کہ یہ حیات مستعار ہے اسی وقت تک گل چھرے اڑا سکتے ہیں ورنہ پھر اس کے بعد تو مصیبت ہے کہ دوزخ ہے اور وہی اس طرح اس مفلس کی حالت تھی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کہ او را قوت ایمانے بود	وز برائے زاد رہ نانے بود
جس کے پاس ایمان کی روزی ہو	اور توشہ کیلئے روٹی ہو

ہر کہ اور االخ۔ یعنی (وہ شیطان کہتا ہے کہ) جس کے پاس کچھ ایمان کی روزی ہوگی (یعنی تھوڑا سا بھی ایمان ہوگا) اور سفر (آخرت) کے توشہ کے لئے ایک روٹی بھی ہوگی (یعنی اعمال تھوڑے سے بھی ہوں تو ان کو بھی نہ چھوڑوں گا لعنہ اللہ تعالیٰ تو ان سے کبھی تو مکر وفریب دے کر (اس توشہ کو) لے لونگا تا کہ پشیمان (اور پریشان ہو کر) شور (واویلا) کریں اور کبھی ان کو فقر سے دھمکاؤں گا (جیسا کہ قرآن شریف میں ہے الشیطان یعدکم الفقر) اور کبھی زلف وخال میں (لگا کر) ان کی آنکھیں (حق کو دیکھنے سے بند کر دونگا) پس خلاصہ اس مردود کے قول کا یہ ہے کہ یاالٰہی مجھے تو قیامت تک زندہ رکھ پھر اگر کسی انسان کے پاس ذرا سا بھی عمل ہوگا تو اس کو بھی (یہ سمجھ) کہ اس کے پاس تو خود کم ہے اس سے نہ لینا چاہئے) نہ چھوڑ ونگا بلکہ غارت کروں گا اور حق سے غافل کر کے دوسری طرف متوجہ کروں گا۔ کہیں زلف وخال میں لگا دوں گا۔ کبھی انکو اس طرح دہکاؤں گا کہ اگر دین پر چلوگے اور شریعت پر عمل کروگے تو فقیر ہو جاؤ گے اور فقر سے ڈرانا اس کا آج کل بالکل ظاہر کالشمس فی نصف النہار ہے کہ دیکھئے کہ آجکل جو لوگ روشن خیال اور نئی روشنی کے ہیں وہ سب یہی کہتے ہیں کہ علم دین پڑھنے سے انسان کے خیالات پست ہو جاتے ہیں اور علم دین مانع ترقی ہے وغیرہ وغیرہ۔ ان امور کے جوابات تو اپنے مقام پر دے دیئے گئے ہیں یہاں تو صرف یہ دکھلانا ہے کہ آجکل اسکا داؤ بہت زیادہ چل رہا ہے جس سے کہ بچنا لازمی ہے۔ خدا سے پناہ مانگو اور ڈرو اس قسم کے خیالات قلوب سے نکال ڈالو کہ یہ سراسر شیطان کی گمراہی ہے اور کچھ نہیں ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

می ستانم گہ بمکر و گہ بریو	تا برآرند از پشیمانی غریو
(اس سے) کبھی مکر سے کبھی دھوکے سے چھین لوں گا	تا کہ شرمندگی سے چیخنے لگے
گہ بدرویشی کنم تہدیدشاں	گہ بزلف وخال بندم دیدشاں
کبھی ان کو افلاس سے ڈراؤں	کبھی ان کی نگاہ زلف اور تل میں پھنساؤں
قوت ایمانی دریں زنداں کم ست	وانکہ ہست از قصد ایں سگ درخم ست
اس قید خانہ میں ایمان کی روزی کم ہے	جو ہے وہ اس کتے کی وجہ سے (پیچ و) خم میں ہے

قوت ایمانے الخ۔ یعنی ایمان کی روزی (اول تو) اس زندان (دنیا) میں کم ہی ہے اور جو کچھ ہے اس کتے (کم بخت شیطان) کے قصد (اور اس کی گمراہیوں کی) وجہ سے کجی میں ہے جیسے کہ ان قیدیوں نے کہا تھا کہ اول تو کھانا ہم کو دیتا ہی کون ہے اور اگر کہیں سے مل جائے تو یہ کمبخت (وہی مفلس) کھا جاتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

از نماز و صوم و صد بیچارگی	قوت ذوق آید برد یکبارگی
نماز اور روزہ اور سو قسم کے عجز سے	ذوق میسر آتا ہے جس کو وہ ایک دم لے بھاگتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

از نماز وصوم الخ۔ یعنی نماز سے اور روزے اور سینکڑوں عاجزیوں سے (یعنی سینکڑوں اعمال کرنے سے تھوڑی سی) ذوق کی روزی حاصل ہوتی ہے (مگر یہ کمبخت) شیطان اس کو یکبارگی لے جاتا ہے بس ذرا سا دھوکا دیا اور سارے اعمال غارت کر دیتا ہے آگے پناہ مانگتے ہیں کہ

استعیذ اللہ من شیطانہ	قد ھلکنا آہ من طغیانہ
میں اللہ سے اس کے شیطان سے پناہ چاہتا ہوں	آہ ہم اس کی سرکشی سے ہلاک ہوگئے ہیں

استعیذ اللہ الخ۔ یعنی میں خدا سے پناہ کا طالب ہوں اس شیطان (کے مکروں) سے اور افسوس ہم تو اس کے بہکانے سے ہلاک ہوگئے ہیں اے اللہ ہم کو اور سب کو اس کمبخت کے دھوکے سے بچائے۔ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ آگے مولانا تعجب کے طور پر فرماتے ہیں کہ

یک سگ ست ودر ہزاراں می رود	ہر کہ در وے رفت او آں می شود
ایک کتا ہے اور ہزاروں میں گھس جاتا ہے	جس میں وہ گھستا ہے وہ وہی بن جاتا ہے

یک سگست الخ۔ یعنی (دیکھو تو کہ) ایک کتا ہے اور ہزاروں میں (گھستا چلا) جاتا ہے اور جسم میں یہ گیا تو بس (شیطان ہی) ہوگیا۔ جیسا کہ مشاہدہ ہے کہ جو حضرات اس کے پھندوں میں پھنستے ہیں انجام کو ایسے وہ ہی ہو جاتے ہیں اور ان کو ایسی سوجھتی ہے کہ اس شیطان کو بھی نہیں سوجھتی۔ خدا بچائے۔ آگے جس میں یہ اثر کر جاتا ہے اس کی پہچان بتاتے ہیں کہ

ہر کہ سردت کرد میداں کو دروست	دیو پنہاں گشت اندر زیر پوست
جو تجھے (اللہ کی عبادت میں) سست بنائے سمجھ لے وہ اس میں گھسا ہے	کھال کے اندر شیطان چھپا ہے

ہر کہ سردت الخ۔ یعنی جو کہ تم کو (گرمی عشق الٰہی سے) سرد کر دے (یعنی اس طرف سے غافل کر دے) تو جان لو کہ وہ (شیطان) اسی میں ہے۔ (اور وہ چیز خواہ کچھ ہی ہوحتیٰ کہ اگر انسان ہو تو یوں سمجھو) کہ پوست (انسانی) کے اندر دیوار شیطان پوشیدہ ہے بس اس سے بھی بچو۔ اور اس کی تائید حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک کبوتر کے پیچھے جا رہا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان یتبع شیطانۃ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کبوتر کو شیطان فرمانا صاف دلیل اس کی ہے کہ جو شئے حق سے غافل کرنیوالی ہو وہ شیطان ہے اور یوں سمجھو کہ اس میں شیطان ہے پس ثابت ہوگیا کہ جو چیز بھی تم کو محبت الٰہی سے اور اس طرف توجہ سے سرد اور غافل کر دے بس یہی پہچان ہے اس کی کہ وہ شیطان ہے اس سے بچو اور خدا سے پناہ مانگو۔ آگے فرماتے ہیں کہ اگر شیطان کسی صورت وشکل میں بھی نہ آئے (جیسا کہ ابھی معلوم ہوا تھا کہ کسی شئے کی صورت میں ہو اس سے بچو) تو وہ ایسی بلا ہے کہ خیال میں آتا ہے اور خیالات میں پراگندگی ڈال کر گمراہ کرتا ہے اس کو فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں نیاید صورت آید در خیال	تا کشاند آں خیالت. در وبال
جب (اپنی) صورت میں نہ آئے تو تصور میں آجائے گا	تا کہ وہ تصور تجھے وبال میں ڈال دے

چون نیاید الخ۔ یعنی کہ اگر صورت میں نہ آوے تو خیال میں آتا ہے (اور دل میں گمراہی کے خیالات ڈالتا ہے) تا کہ تمہارا خیال تم کو وبال میں کھینچے۔ غرض کہ جس طرح ہوسکتا ہے خوب بہکاتا ہے اور گمراہ کرتا ہے اور مختلف خیالات سے پریشان اور حق سے غافل کردیتا ہے۔

از خیالات تو می آید بلا	چوں خیالت فاسد آمد جا بجا
تیرے خیالات سے مصیبت آتی ہے	چونکہ تیرا خیال ہر جگہ فاسد ہوتا ہے

از خیالات الخ۔ یعنی تیرے خیالات کی وجہ سے بلا نازل ہوتی ہے۔ جیسا کہ تیرے جا بجا (مختلف طریقہ) سے فاسد ہوتے ہیں اور مختلف خیالات ہوتے ہیں تو اس طاعات کی پونجی پر بلائیں نازل ہوتی ہیں۔ یہ ساری خرابی تمہارے خیالات کی ہیں آگے ان اختلافات خیالات کو بیان فرماتے ہیں کہ

گہ خیال فرجہ و گاہے دکاں	گہ خیال علم و گاہے خان وماں
کبھی کشادگی کا خیال اور کبھی دکان (کا خیال)	کبھی علم کا خیال اور کبھی گھر در (کا خیال)

گہ خیال الخ۔ یعنی کبھی تو فراخی کا خیال ہوا اور کبھی دکان کا اور کبھی علم (غیر دین) کا خیال ہے اور کبھی اہل وعیال کا۔

گہ خیال مکسب و سوداگری	گہ خیال تاجری و داوری
کبھی پیشے اور سوداگری کا خیال	کبھی تاجر ہونے اور عہدہ کا خیال

گہ خیال مکسب الخ۔ یعنی کبھی کمائی کا خیال ہے اور کبھی سودا کرے گا اور کبھی تجارت کرنے کا اور کبھی عہدہ کا۔

گہ خیال نقرہ و فرزندان وزن	گہ خیال بوالفضول و بوالحزن
کبھی زر اور اولاد اور بیوی کا خیال	کبھی بکواسی اور غمزدہ کا خیال

گہ خیال نقرہ والخ۔ یعنی کبھی تو چاندی (یعنی روپیہ) کا خیال اور کبھی بچوں کا اور کبھی کسی فضول آدمی کا اور کبھی کسی غمگین کا۔

گہ خیال آسیا و باغ و راغ	گہ خیال میغ دماغ ولیغ ولاغ
کبھی چکی اور باغ اور جنگل کا خیال	کبھی ابر اور کہر اور بدلی اور شوخی کا خیال

گہ خیال آسیا الخ۔ یعنی کبھی تو چکی کا خیال اور کبھی باغ اور کبھی چمن کا اور کبھی ابر کا اور کبھی کول کا اور کبھی کسی بدول کا اور کبھی کسی شوخی کا۔ راغ بمعنی چمن میغ ابر۔ باغ وہ چیز جو سردی میں اکثر آفتاب نکلنے سے قبل گرا کرتا ہے جسکو بعض جگہ کول اور بعض جگہ کہرا کہتے ہیں لیغ بمعنی بدول اور لاغ شوخی وبازی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گہ خیال آشتی و جنگہا	گہ خیال نامہا و ننگہا
کبھی صلح اور لڑائیوں کا خیال	کبھی نام آوریوں اور ذلتوں کا خیال

گہ خیال آشتی الخ۔ یعنی کبھی تو صلح کا خیال کبھی لڑائیوں کا اور کبھی ناموں کا خیال (کہ اگر یہ ہوگا تو ہمارا نام ہوگا) اور کبھی ننگ کا خیال (کہ اگر فلاں بات ہوگئی تو بڑے شرم کی بات ہے) غرض کہ یہ مختلف خیالات ہیں جو کہ شیطان کے اغواء سے انسان کو پیش آتے ہیں اور گمراہ کرتے ہیں اور حق سے غافل کر دیتے ہیں۔ اس لئے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

گہ خیال کالہ و گاہے قماش	گہ خیال مفرش و گاہے فراش
کبھی سامان کا خیال کبھی عمدہ چیزوں کا	کبھی فرش بچھانے کی جگہ کا خیال اور کبھی فرش کا

گہ خیال کالہ الخ۔ یعنی کبھی اسباب کا خیال اور کبھی عمدہ چیزوں کا اور کبھی فرش کی جگہ کا (یعنی گھر وغیرہ کا) اور کبھی خود فرش کا۔

ہیں بروں کن از سرایں تخیلہا	ہیں بروب از دل چنیں بد حیلہا
خبردار! ان خیالات کو سر سے نکال دے	خبردار! ان بری تدبیروں کو دل سے نکال دے

ہیں بروں کن الخ۔ یعنی اپنے سر سے ان خیالات (فاسدہ) کو ضرور نکال دے اور دل میں سے اس قسم کی تبدیلی کو اور اختلاف کو صاف کر دے یعنی دل میں نہ رہنے دینا اور نہ گمراہ کریں گے۔

ہاں بگو لا حولہا در ہر زماں	از زباں تنہا نہ بل از عین جاں
خبردار! ہر وقت لاحول پڑھ	صرف زبان ہی سے نہیں بلکہ دل سے

ہاں بگو الخ۔ یعنی فوراً بہت سی لاحولیں پڑھ دو (اور ان خیالات کو دور کر کے حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو) اور لاحول صرف زبان ہی سے نہیں بلکہ عین جان سے پڑھو یعنی صرف زبان ہی سے قطع تعلق کافی نہیں ہے بلکہ ان چیزوں کا خیال اور ان سے تعلق جب دل میں ہے تو دل ہی سے نکالنا ضروری ہے (اے اللہ ہم کو اور سب کو اپنی محبت اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عنایت فرما اور شریعت پر چلنے کی توفیق دے اور احکام شرعی کو امور طبعی بنا دے اور شیطان کے اغوا سے بچا اور خاتمہ ایمان پر فرما آمین) آگے مولانا پھر ان قیدیوں کی حکایت کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ۔

مفلس قیدی کے قصہ کا قاضی کے ساتھ تتمہ

گفت قاضی مفلس الخ۔ یعنی قاضی نے کہا کہ اپنی مفلسی کو ثابت کر تو وہ (مفلس) کہنے لگا کہ یہ آپ کے اہل زندان گواہ ہیں پہلے جو آیا ہے کہ قاضی نے کہہ دیا کہ جا زندان سے چلا جا۔ وہ صرف ایک اجمال قصہ بیان کرتا تھا اب یہاں اس کی تفصیل ہے۔

گفت قاضی مفلسی را وانما	گفت اینک اہل زندانت گواہ
قاضی نے کہا مفلسی کو ثابت کر	اس نے کہا یہ قیدی آپ کے (سامنے) گواہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت ایشاں متہم باشند چوں	می گریزند از تو می گریند خوں
(قاضی نے) کہا وہ متہم ہوں گے کیونکہ	وہ تجھ سے گریزاں ہیں تیری وجہ سے خون کے آنسو بہارہے ہیں

گفت ایشان متہم الخ۔ یعنی قاضی نے کہا کہ وہ لوگ (یعنی اہل زندان) تو متہم ہیں اس لئے کہ وہ تجھ سے بھاگتے ہیں اور خون روتے ہیں۔ مطلب یہ کہ جب وہ تجھ سے تنگ ہیں تو وہ تیرے موافق گواہی کیوں دیں گے وہ تو تجھ سے علیحدگی ہی چاہیں گے اس لیے وہ متہم ہوگئے۔ پس ان کی گواہی ان ہی کے نفع کے لئے معتبر نہیں ہوسکتی۔

وز تو می خواہند تا ہم وارہند	زیں غرض باطل گواہی می دہند
وہ چاہتے ہی کہ تجھ سے چھٹکارا حاصل کرلیں	اس وجہ سے غلط گواہی دیں گے

وز تو می خواہند الخ۔ یعنی اور وہ تو چاہتے ہی ہیں کہ تجھ سے چھوٹ جائیں اسی باطل غرض کی وجہ سے گواہی دیتے ہیں۔

شرح حبیبی

ہچو ابلیسے الخ: قیدی کی جیل خانہ کے لئے درخواست ایسی ہی تھی جیسے ابلیس نے کہا تھا کہ اے حق سبحانہ مجھے قیامت تک مہلت دیدے کیونکہ میں اسی دنیا کے جیل خانہ میں خوش ہوں تاکہ اپنے دشمن آدم علیہ السلام کی اولاد کو روحانی موت سے مار ڈالوں۔ اور جس شخص کے پاس غذائے روحانی ہو اور راہ آخرت کے توشے یعنی اعمال صالحہ ہوں تو میں ان سے فریب وتدبیر سے لے لوں تاکہ وہ پشیمان ہوکر فریاد اور آہ وزاری کریں۔ کبھی میں ان کو فقر وفاقہ سے ڈراؤنگا کبھی ان کی نظر کو زلف وخال میں باندھ دونگا۔ اول تو اس جیل خانہ میں غذائے ایمانی ہے ہی کم۔ پھر جو کچھ ہے بھی وہ اس کتے کے قصد کے بیچ میں ہے کہ یہ ہر وقت اس کی تاک میں لگا ہوا ہے کہ جس طرح بن پڑے اسے اڑالوں۔ نمازوں روزوں اور سوز وں سے غذائے ذوق وشوق حاصل ہوتی ہے اور یہ کمبخت کسی معصیت میں مبتلا کرکے ایک دم میں اڑا لے جاتا اور کھو دیتا ہے۔ شیطان سے خدا کی پناہ۔ ہائے افسوس ہم تو اس ہی کی تعدی سے تباہ وبرباد ہوگئے (یا یوں کہو ہائے رے اس کی تعدی سے ہم تو اس کے ہاتھوں تباہ وبرباد ہوگئے دوسرا ترجمہ زیادہ اچھا ہے) غضب تو دیکھو ہے تو ایک کتا اور ہزاروں میں حلول کرتا ہے اور جس میں حلول کرتا ہے اس کو اپنا ہی سا بنالیتا ہے اور وہ شیطان مجسم بن جاتا ہے جو چیز تیری آتش عشق حق سبحانہ کو بجھائے اور تجھے خدا سے غافل کردے تو سمجھ لے کہ شیطان اس میں حلول کئے ہوئے ہے اور شیطان اس کی کھال کے اندر چھپا ہوا ہے۔ اگر وہ خود نہیں آتا ہے تو کوئی صورت دلکش تیرے خیال میں پیدا کرتا ہے تاکہ وہ خیال ہی تجھ کو کسی وبال میں کھینچ لے جائے جبکہ تیرے خیالات فاسد ہوتے ہیں تو انہی سے مصائب اور تکالیف روحانی و جسمانی پیدا ہوتی ہیں۔ ان خیالات فاسدہ کو ہم کسی قدر تفصیل سے بیان کرتے ہیں تاکہ اس کی مدد سے دیگر خیالات فاسدہ غیر مذکورہ آسانی سے معلوم ہوجائیں۔ مثلاً کبھی فراخی کا خیال ہوتا ہے کہ کس طرح فراخی ہو کبھی

www.besturdubooks.wordpress.com

دکان کا کہ کس طرح دکان چلے۔ کبھی علم دنیا کا کہ کس طرح علم میں ترقی ہو۔ کبھی گھربار کا، کبھی کمائی اور سوداگری کا، کبھی تجارت کا، کبھی حکومت کا، کبھی روپے پیسے اور بیوی بچوں کا، کبھی لغویات اور پریشان کن باتوں کا، کبھی ساز و سامان و مال و متاع کا، کبھی مکانات اور فرش و فروش کا، کبھی چکی اور باغ اور جنگل کا، کبھی ابر اور کرے اور دیگر واہیات خرافات کا کبھی لڑائی اور صلح کا کبھی نام اور ننگ کا۔ پس یہ اور اسی قسم کے خیالات جو مانع من الوصول الی الحق اور خدا سے جدا کرنیوالے ہوں خیالات فاسدہ ہیں۔ دیکھو تو ان کو اپنے سر سے نکال دینا اور اپنے دل کو ان متغیرات فانیہ سے پاک اور صاف کر دینا۔ اور جب ایسے خیالات آئیں تو فوراً سینکڑوں لاحول پڑھنا تا کہ یہ آثار شیطانیہ دور ہوں مگر زبان سے پڑھنا کافی نہ ہوگا بلکہ صمیم قلب اور خلوص نیت سے پڑھنا۔ خیر یہاں تک تو نصائح تھیں اب اصل قصہ سن جب قاضی نے دھمکی کے طور پر اس قیدی سے کہا کہ نکل جا جیل خانہ سے اور اس نے کہا کہ میں مفلس و قلاش ہوں مجھے اگر جیل خانہ سے نکال دیجئے گا تو میں بھوکا مر جاؤں گا اس پر قاضی نے کہا کہ اچھا اپنی مفلسی ثابت کر تو اس نے کہا کہ قیدی لوگ میرے گواہ ہیں۔ اس پر قاضی نے کہا کہ یہ لوگ تجھ سے علیحدگی چاہتے ہیں اور تو نے ان کو اس قدر دق اور پریشان کیا ہے کہ خون روتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ تجھ سے چھوٹیں۔ اس لئے اس غرض باطل سے گواہی دیتے ہیں لہٰذا یہ گواہ متہم ہیں۔

شرح شبیری

جملہ اہل محکمہ گفتند ما	ہم براد بار و بر افلاسش گوا
محکمہ کے سب لوگوں نے کہا کہ ہم	بھی اس کی نحوست اور مفلسی کے گواہ ہیں

جملہ اہل الخ۔ یعنی (جبکہ قاضی نے ان کو متہم کر دیا اور ان کی گواہی قبول نہ کی تو) سب اہل محکمہ (قضا) کے لوگ کہنے لگے کہ ہم بھی اس کے ادبار اور افلاس پر گواہ ہیں۔

ہر کرا پرسید قاضی حال او	گفت مولا دست زیں مفلس بشو
قاضی نے جس سے بھی اس کا حال پوچھا	اس نے کہا جناب! اس سے دستبردار ہو جائیں

ہر کرا سید الخ۔ یعنی قاضی نے جس سے اوس کا حال پوچھا اوس نے یہی کہا کہ جناب اس مفلس سے ہاتھ دھوئیے مطلب یہ کہ قاضی نے خوب تحقیق کی جیسا کہ نفر میں مسئلہ ہے تو جس سے پوچھا اس نے یہی کہا کہ حضرت بس اس کو تو چھوڑ یئے یہ تو بالکل مفلس قلاش ہے۔

گفت قاضی کش بگردانید فاش	گرد شہر ایں مفلس ست و ہم قلاش
قاضی نے کہا اس کو علی الاعلان گھماؤ	شہر کے چاروں طرف کہ یہ مفلس اور کنگال ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت قاضی الخ۔ یعنی (جبکہ قاضی کو اس کا افلاس ثابت ہو گیا تو) قاضی نے کہا کہ اس کو ظاہر طور پر شہر کے گرد پھراؤ کہ یہ مفلس ہو اور بالکل قلاش ہے۔

کو بکو او را منادیہا کنید	طبل افلاسش عیاں ہر جا زنید
کوچہ بکوچہ اس کے بارے میں اعلانات کر دو	علی الاعلان اس کے افلاس کا ہر جگہ ڈھول پیٹ دو

کو بکو او را الخ۔ یعنی گلی گلی اس (مضمون ذیل) کی منادی کر دو اور اس کے افلاس کا طبل ہر جگہ بجا دو۔

تا کسے نسیہ نبفروشد بدو	قرض ندہد ہیچ کس او را تسو
تاکہ کوئی اس کے ہاتھ ادھار نہ بیچے	کوئی اس کو آدھا حبہ (بھی) قرض نہ دے

ہیچ کس نسیہ الخ۔ یعنی (منادی یہ ہو کہ) کوئی اس کے ہاتھ (سودا) ادھار نہ بیچے اور نہ اس کو ایک تسو برابر (نقد) قرض دے۔

ہر کہ دعویٰ آردش اینجا بفن	پیش زندانش نخواہم کرد من
جو کوئی اس پر اس جگہ چالاکی سے دعویٰ کریگا	اس کو میں قید میں نہ ڈالوں گا

ہر کہ دعوے الخ۔ یعنی اگر کوئی (قرض وغیرہ دے گا اور پھر) اس پر دعویٰ یہاں چالاکی سے لاوے گا تو میں اس کو قید نہ کروں گا۔

پیش من افلاس او ثابت شدست	نقد و کالا نیستش چیزے بدست
میرے روبرو اس کا افلاس ثابت ہو گیا ہے	نقد اور جنس کچھ اس کے پاس نہیں ہے

پیش من الخ۔ یعنی میرے سامنے اسکا افلاس ثابت ہو گیا ہے کہ نقد یا اسباب اس کے پاس کچھ نہیں ہے اس لئے اب قید سے کیا فائدہ ہے اب اسے مہلت دی جائے۔ آگے مولانا انتقال کر کے فرماتے ہیں کہ

آدمی در حبس دنیا زاں بود	تا بود کافلاس او ثابت شود
انسان دنیا کے قیدخانہ میں اسی وجہ سے ہوتا ہے	تاکہ اس کا افلاس ثابت ہو جائے

آدمی در حبس الخ۔ یعنی آدمی دنیا کے قید خانہ میں اس لئے رہتا ہے تاکہ شاید اس کا افلاس ثابت ہو جاوے۔ مطلب یہ کہ انسان کو جو دنیا میں رکھا گیا ہے وہ اس لئے تاکہ (جن کے پاس دولت ایمان ہو ان کا مالدار ہونا ثابت ہو جائے اور) جو کافر بے ایمان ہیں ان کا مفلس ہونا معلوم ہو جائے۔ اور پھر یہ کہنے کا موقعہ نہ ملے کہ رب لولا ارسلت الینا رسولاً فنتبع آیاتک الخ بس یہیں دنیا میں سب کی حالت معلوم ہو جائے اور چونکہ سب سے زیادہ مفلس شیطان تھا جس کا مفلس عن الاعمال ہونا ظاہر ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے اس کی مفلسی کی منادی کی ہے اس کو فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

مفلسی دیورا یزدان ما	ہم منادی کرد در قرآن ما
ہمارے خدا نے شیطان کی مفلسی کا	بھی ہمارے قرآن میں اعلان کر دیا ہے

مفلسی دیوراالخ۔ یعنی دیو (شیطان) کی مفلسی کی ہمارے اللہ میاں نے ہمارے قرآن میں منادی کی ہے اور وہ منادی یہ ہے کہ

کو دغا و مفلس ست و بدسخن	ہیچ با او شرکت و سودا مکن
کہ وہ (مجسم) دغا اور مفلس اور بدکلام ہے	تو بھی اس کے ساتھ شرکت اور معاملہ نہ کر

کو دغا الخ۔ یعنی وہ (شیطان) دغا باز ہے اور مفلس ہے اور بدسخن ہے تو اس کے ساتھ کبھی شرکت اور سودا مت کرنا اور یہ مضمون قرآن شریف میں بھی ہے جیسے کہ ان الشیطان لکم عدو فاتخذوه عدوا وغیرہ جن سے کہ مولانا کے اس قول کی تائید ہوتی ہے۔ آگے پھر اسی منادی قرآن شریف کا تتمہ ہے کہ

ور کنی او را بہانہ آوری	مفلس ست او صرفہ از وے کم بری
اگر تو کرے گا تو اس کے لئے بہانہ مہیا کرے گا	(وہ) مفلس ہے اس سے ڈگری وصول نہ کر سکے گا

ور کنی اور الخ۔ یعنی (اس کے ساتھ شرکت وسودا) کرو گے تو تم (اس کے لئے) بہانہ آوری (کا سبب) ہو گے تو تو مفلس ہے اس سے صرفہ کس طرح لے سکتے ہو۔ مطلب یہ کہ اگر تم نے باوجود اس قدر منادی اور شہرت کے بھی معاملہ کیا اور اس کو دوست بنایا تو پھر تم اس پر کوئی دعویٰ نہیں کر سکتے اور تم کو اس سے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا اس لئے کہ جب اس سے کہا جائے گا کہ ان کے جو اعمال صالحہ تو نے ضائع کئے ہیں ان کا بدلا دے تو وہ یہ بہانہ دے گا کہ میں تو مفلس ہوں جیسا کہ معلوم ہے اور مشہور ہے پھر انہوں نے جان بوجھ کر مجھ سے معاملہ کیوں کیا تو اس کی بہانہ آوری کا سبب یہی شخص ہوگا اور جب وہ یہ کہہ کر الگ ہو جائے گا تو پھر تم اس سے کیا لے لوگے لہٰذا اپنے ہی مال کا نقصان ہے۔ پس اس منادی قرآنی کو سن لو اور اس مفلس سے ہرگز ہرگز اختلاط اور میل جول مت رکھو۔ آگے پھر اسی حکایت کی طرف رجوع فرماتے ہیں

شرح حبیبی

جملہا جلم: یہ سن کر تمام اہل عدالت نے کہا کہ ہم لوگ اس کی تباہ حالی اور مفلسی پر گواہی دیتے ہیں غرض قاضی نے جس سے اس کی حالت دریافت کی اس نے یہی کہا کہ حضور والا اس مفلس سے ہاتھ دھولیں اور اسے چھوڑ دیں۔ قاضی نے کہا کہ اچھا اس کا اعلان سارے شہر میں کردو کہ وہ مفلس اور قلاش ہے۔ کوچہ کوچہ اس کی منادی کر دو اور اس کے افلاس کا ڈھنڈورا ہر جگہ پیٹ دو اور منادی کردو کہ کوئی شخص اس کے ہاتھ ادھار کوئی چیز نہ بیچے اور چار

www.besturdubooks.wordpress.com

جو بھی اس کو کوئی قرض نہ دے گا جو شخص چالاکی اور ہوشیاری سے اس پر دعویٰ کر کے اس کو ہمارے اجلاس میں پیش کرے گا تو ہم اس کو کچھ دنوں کے لئے بھی قید نہ کریں گے۔ کیونکہ ہمارے روبرو اسکی مفلسی ثابت ہو چکی ہے اور یہ محقق ہو گیا ہے کہ نہ تو اس کے پاس نقدی ہے اور نہ سامان (تنبیہ) اشعار بالا میں مذکور ہوا ہے کہ قاضی نے اس قیدی سے کہا کہ خیز از زندان برو۔ اس کے بعد مذکور ہوا کہ قاضی نے اس کی مفلسی پر گواہ طلب کیئے۔ پس شبہ یہ ہے کہ حکم رہائی کے بعد مفلسی ثابت کرنے کے لئے گواہ طلب کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیونکہ اثبات افلاس کی تو رہائی کرنے کے لئے ضرورت ہوتی ہے اس کا جواب چند طرح ہو سکتا ہے اول یہ کہ وہ رہائی کا حکم نہ تھا بلکہ دھمکی تھی۔ پس جب اس دھمکی کے جواب میں اس نے اپنی مفلسی کا اظہار کیا تو اس دعوے پر گواہ طلب کیئے تاکہ مفلسی ثابت ہونے کے بعد اس کو مشتہر کر دیا جائے اور لوگوں کو ضرر سے بچایا جائے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ دین میں محبوس نہ تھا بلکہ یہ حبس تعزیری تھی اور بقدر تعزیر مدت پوری ہو چکی تھی یا پوری نہیں ہوئی تھی لیکن جبکہ اہل زندان نے شکایت کی تو قاضی نے اب انقضائے مدت تعزیر کے سبب یا ضرر اشد کو اخف پر ترجیح دے کر اس کو رہا کر دیا اس پر اس نے اپنی مفلسی کا اظہار کیا۔ قاضی نے دوسرے لوگوں کو ضرر سے بچانے کیلئے اس سے ثبوت طلب کیا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ کلام میں تقدیم و تاخیر ہوتی ہے) نتیجہ کو اولاً بیان کر کے بعد کو تفصیل واقعہ بیان کی ہے۔

آدمی در حبس: اب بطور نصیحت کے کچھ بیان کرتے ہیں کہ جس طرح مدیون کو جیل میں اس لئے رکھا جاتا ہے کہ یا تو قرض ادا کر دے اور اس طرح اس کا مالدار ہونا ظاہر ہو جائے۔ یا یہ ثابت ہو جائے کہ وہ مفلس ہے اور اس کے پاس کچھ نہیں اس طرح انسان کو دنیا کی جیل میں اس لئے رکھا ہے تاکہ دلیل سے ثابت ہو جائے کہ یہ دولت دینی سے مالا مال ہے اور حق سبحانہ کا حق ادا کر دے یا دلیل ہے اس کا اس دولت سے خالی ہاتھ ہونا محقق ہو جائے۔ اس کے بعد اس کے ساتھ اس کی حالت کے موافق معاملہ کیا جائے۔ اور اس کو کوئی عذر نہ رہے۔ اسی لئے حق سبحانہ نے اپنے علم پر اکتفا نہیں کیا۔ ورنہ وہ یہ عذر کرتے کہ ہمیں دنیا میں بھیج کر دیکھ تو لیا ہوتا کہ ہم کیا کرتے اور ان کے امتحان کے لئے شیطان کو ان کے پیچھے لگایا ہے۔ لیکن چونکہ شیطان کی مفلسی ثابت ہو چکی ہے اس لئے حق سبحانہ نے قرآن پاک میں اعلان بھی کر دیا ہے کہ یہ سراپا دغا اور قلاش اور بدکلام ہے کہ جو بات کرتا ہے دھوکے اور فریب کی لہٰذا تم اس کے ساتھ بالکل شرکت اور معاملہ نہ کرنا اور اگر کرو گے تو تم کو دام نہ ملیں گے کیونکہ وہ مفلس ہے تم اس سے خرچہ اور زر زرگری کیونکر لو گے۔

شرح شبیری

اشترے کردی کہ ہیزم می فروخت	حاضر آوردند چوں فتنہ فروخت
ایک کردی کا اونٹ جو ایندھن بیچتا تھا	جب فتنہ روشن ہو گیا (لوگ) لائے

www.besturdubooks.wordpress.com

حاضر آورد ندالخ۔ یعنی جبکہ فتنہ خوب بھڑکا (اور یہ شور وغل اس کی مفلسی کا بہت ہی پھیلا تو ملازمان محکمہ قضا) ایک کردی کا اونٹ جو لکڑیاں فروخت کر رہا تھا لائے۔ کرد بضم الکاف تو میت۔ مطلب یہ کہ ایک کرد ہیزم فروش کا اونٹ اس کے مشہور کرنے کو سپاہی پکڑ لائے۔

کرد بے چارہ بسے فریاد کرد	ہم موکل را بدانگے شاد کرد
بیچارے کردی نے بہت فریاد کی	سپاہی کو بھی ایک دانگ دے کر خوش کیا

کرد بیچارہ الخ۔ یعنی اس بیچارہ کردی نے بہت ہی فریاد (واویلا) کی اور سپاہی کو ایک دانق سے خوش بھی کیا۔ مطلب یہ کہ بہت ہی منت وفریاد کی کہ میرے اونٹ کو چھوڑ دو مجھے لکڑیاں فروخت کرنی ہیں اور جب اس نے دیکھا کہ یہ نہ چھوڑیں گے تو اس نے سپاہی کو رشوت کے طور پر کچھ دینا بھی چاہا مگر اس کی کچھ نہ چلی بلکہ اشترش بردند الخ۔ یعنی اسکا اونٹ چاشت کے وقت سے رات تک کے لئے لے گئے اور اس (کردی) کی چیخ وپکار نے کچھ اثر نہ کیا اور کچھ بھی کارگر نہ ہوئی۔

اشترش بردند از ہنگام چاشت	تاشب وافغان او سودے نداشت
چاشت کے وقت سے اس کا اونٹ لے گئے	رات تک کے لئے اور اس کا رونا دھونا مفید نہ ہوا
بر شتر بنشست آں قحط گراں	صاحب اشتر پئے اشتر دواں
وہ بھاری قحط اونٹ پر بیٹھ گیا	اونٹ والا اونٹ کے پیچھے دوڑ رہا تھا

بر شتر بنشست الخ۔ یعنی (جب سپاہی اونٹ لے آئے تو) وہ قحط گراں (یعنی مفلس) اونٹ پر بیٹھا اور اونٹ والا اونٹ کے پیچھے دوڑ رہا تھا اسی لئے کہ جب یہ بیگار ختم ہو تو میں اپنا اونٹ لے لوں۔

سو بسو و کو بکو می تاختند	تاہم شہرش عیاں بشناختند
ہر ہر جانب اور کوچہ بکوچہ دوڑتے تھے	یہاں تک کہ تمام شہر نے اس کو نمایاں طور پر پہچان لیا

بو بسو کہ بکوالخ۔ یعنی (اونٹ پر سوار کر کے) ہر ہر طرف اور گلی گلی میں پھرا رہے تھے یہاں تک کہ سارے شہر نے اچھی طرح پہچان لیا کہ یہ حضرت ہیں جو بالکل مفلس وقلاش ہیں۔

پیش ہر حمام و ہر بازار گہ	کردہ مردم جملہ در شکلش نگہ
ہر حمام اور ہر بازار کے سامنے	سب لوگوں نے اس صورت پر نگاہ ڈال لی

پیش ہر حمام الخ۔ یعنی ہر حمام اور ہر بازار کی جگہ میں تمام آدمیوں نے اس کی شکل میں نگاہ کی یعنی خوب اچھی طرح اس کو دیکھ لیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

دہ منادی گر بلند آوازیاں	ترک و کرد رومیان و تازیاں
دس بلند آواز منادی کرنے والے	ترک اور کرد اور رومی اور عرب

دہ منادی گرالخ۔ یعنی دس منادی کرنے والے بلند آواز والے (مختلف مقامات سے کوئی) ترک (کوئی) رومی (کوئی) تازی اور منادی کرنیوالے مختلف زبان والے اور مقدار میں اس لئے زیادہ تھے کہ شہر بڑا تھا اور وہاں مختلف ممالک کے لوگ ہوتے ہیں اس لئے اس قدر اہتمام کی ضرورت ہوئی۔

جملگاں آواز ہا برداشتہ	کایں ہمہ تخم جفاہا کاشتہ
سب چیخے تھے	کہ اس نے سب بدمعاشیوں کا بیج بویا ہے

جملہ گان آوازہاالخ۔ یعنی سب نے سب آوازیں بلند کئے ہوئے (یہ کہہ رہے تھے کہ) اس نے تمام تخم جفا بوئے ہیں۔ بڑے بڑے ظلم کئے ہیں کہ لوگوں کے حق مار لئے ہیں۔

مفلس ست وایں ندارد ہیچ چیز	تاکس اورا قرض ندہد یک پشیز
یہ مفلس ہے اس کے پاس کچھ نہیں ہے	ہرگز اس کو کوئی ایک دمڑی قرض نہ دے

مفلس است الخ۔ یعنی اور مفلس ہے اور کوئی چیز نہیں رکھتا (یعنی اس کے پاس کچھ نہیں ہے) ہرگز اس کو ایک پیسہ بھی قرض نہ دینا۔

ظاہر و باطن ندارد حبہ	مفلسے قلبے دغائے دبہ
کھلا ڈھپا اس کے پاس ایک حبہ نہیں ہے	مفلس ہے کھوٹا ہے دغا باز ہے مٹی کا ڈھیر ہے

ظاہر و باطن الخ۔ یعنی اندر باہر اس کے یہاں ایک دانہ بھی نہیں ہے۔ مفلس ہے کھوٹا ہے دغاباز ہے بے حیا ہے۔

بینوائے بد ادائے بے وفا	ناں ربائے نرگدائے بے حیا
مفلس ہے نادہند ہے بے وفا ہے	روٹی کا اچکا ہے پکا بھکاری ہے بے شرم ہے

بینوائے الخ۔ یعنی یہ بینوا ہے اور بدادا ہے اور بیوفا ہے اور روٹی لے بھاگنے والا ہے اور پورا پورا فقیر ہے (یعنی بالکل ہی قلاش ہے) اور بے حیا ہے۔

ہاں وہاں با او حریفی کم کنید	چونکہ گاز آرد گرہ محکم زنید
خبردار! خبردار! اس کے ساتھ معاملہ نہ کرنا	چونکہ قینچی رکھتا ہے اس لئے مضبوط گرہ لگا لو

ہاں وہاں الخ۔ یعنی ہاں ہاں اس کے ساتھ حریفی کم کرو اور جبکہ یہ مقراض لائے تو گرہ کو مضبوط کر لو۔ مطلب یہ کہ یہ حضرت گرہ کٹ بھی ہیں ذرا بچتے رہنا۔ بیچارے کی اچھی گت بنی خوب خوب صفات ظاہر ہو رہی ہیں اللھم احفظنا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ور بحکم آرید ایں پژمردہ را	من نخواہم کرد زنداں مردہ را
اس موئے کو اگر تم عدالت میں لاؤ گے	میں مردے کو قید نہ کروں گا

در بحکم آرید الخ۔ یعنی اگر اس او مرے کو کوئی عدالت میں لائے گا (کہ اس نے قرض لے کر واپس نہیں کیا تو) میں (یعنی قاضی) اس مردہ کو ہرگز قید خانہ میں قید نہ کروں گا اور یہاں جو من نخواہم کرد کہا گیا ہے التفات ہے غیبت سے تکلم کی طرف یعنی چونکہ قاضی ہی کی طرف سے ساری منادی تھی اس لئے یہ ایسا۔ ہے جیسا کہ کہا جائے کہ دیکھو سرکاری حکم ہے اگر اس سے کوئی معاملہ کرے اور پھر اس کو ہمارے پاس لادے تو ہم اس کو ہرگز سزا نہ کریں گے۔ آگے بھی وہی منادی کے الفاظ ہیں کہ

خوش دم ست واں گلویش بس فراخ	باشعار نو دثار شاخ شاخ
بت بنا (باتونی ہے) اس کا حلق بہت پھیلا ہوا ہے	اوپر کا لباس نیا ہے اندرونی تار تار ہے

خوش دم است الخ۔ یعنی کہ یہ خوشدم (یعنی چرب زبان) ہے اور اس کا گلا بہت ہی فراخ ہے۔ (یعنی بہت ہی کہانی والا ہے) اور اس کا شعار تو نیا ہے اور دثار ٹکڑے ٹکڑے ہے۔ شعار کہتے ہیں اس کپڑہ کو جو اوپر ہوتا ہے جس کو ابر بولتے ہیں اور دثار کہتے ہیں اس کپڑا کو جو نیچے ہوتا ہے جس کو استر بولتے ہیں پس مطلب یہ کہ اس کی یہ حالت ہے کہ بظاہر تو خوب چرب زبان ہے جس سے کہ معلوم ہوتا ہے کہ بہت ہی نیک او بزرگ ہیں اور اندر اس کے خصائل ذمیمہ بھرے ہوئے ہیں تو اس کی ایسی مثال ہے جیسے اوپر کا ابر تو نیا اور عمدہ ہو اور اندر سے استر بالکل پھٹا ہوا ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے پس اسی طرح ظاہر میں تو بڑا بزرگ معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس کے اندر جو خصائل ہیں وہ بہت ہی برے ہیں۔

گر بپوشد بہر مکر آں جامہ را	عاریہ است آں تا فریبد عامہ را
اگر مکاری کے لئے وہ کوئی کپڑا پہنے	وہ مانگا ہوا ہے تاکہ عوام کو فریب دے

گر بپوشد بہر الخ۔ یعنی اگر مکر (دینے کے) واسطے اس (استر پھٹے ہوئے) کپڑے کو پہنے تو وہ کپڑا (جو ظاہر میں نیا معلوم ہوتا ہے محض) عاریت ہے (جیسے کہ مانگے کی چیز بظاہر تو اس کی ہی معلوم ہوتی ہے جس کے پاس ہے مگر اصل میں دوسرے کی ہوتی ہے اور یہ عاریت اس لئے ہے) تاکہ تمام لوگوں کو فریب دے۔

شرح حبیبی

جب اس کے مشتہر کرنے کا فتنہ روشن ہوا اور قرار پایا کہ اس کو مشتہر کی جائے تو اس کام کے لئے ایک لکڑہارے کرد کا اونٹ لایا گیا۔ جب اس کرد کا اونٹ لانے لگے تو اس نے بہت فریاد کی اور جو شخص اس کام پر تعینات تھا اس کو ایک دانگ بھی دیا اس نے نہ مانا اور وہ اس کے معاونین اونٹ کو لے ہی گیا اور دوپہر سے رات

www.besturdubooks.wordpress.com

تک کام لیا۔ اس کرد بیچارہ کی چیخ پکار نے کچھ بھی فائدہ نہ دیا۔ غرض کہ وہ بھاری قحط کی طرح لوگوں کو بھوکا مارنے والا اس اونٹ پر سوار ہو کر پھرنے لگا۔ اونٹ والا اونٹ کے پیچھے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ سرکاری آدمی اس کو ہر طرف اور ہر گلی میں پھراتے رہے۔ یہاں تک کہ تمام شہر نے معائنہ اور مشاہدہ کر کے اس کو خوب پہچان لیا کیونکہ ہر حمام کے سامنے اور ہر بازار میں لوگوں نے اس کی شکل دیکھی اور دس بلند آواز منادی کرنے والے جن میں ترک بھی تھے کرد بھی رومی بھی عرب بھی سب کے سب یہ آوازیں لگا رہے تھے کہ اس نے بڑی زیادتیوں کا بیج بویا ہے۔ یہ شخص مفلس نادہند بدعہد ہے۔ لوگوں کی روٹیاں بہت اڑاتا ہے بھکاری ہے بے شرم ہے۔ پھر سن لو یہ مفلس ہے اس کے پاس کچھ نہیں دیکھو اس کو کوڑی قرض نہ دے خوب کان کھول کر سن لو کہ اسکے پاس ایک حبہ نہیں۔ نہ ظاہر نہ پوشیدہ مفلس ہے۔ کھوٹا آدمی ہے سراسر دغا ہے۔ ریچھ کی طرح شریر اور موذی ہے۔ دیکھنا خبردار اس کے ساتھ معاملہ نہ کرنا چونکہ یہ گرہ کٹ ہے اور قینچی لئے ہوئے ہے اس لئے گرہ مضبوط باندھنا یعنی بڑا چالاک ہے اس سے ہوشیار رہنا اور اگر اس غم سے مرجھائے ہوئے کو عدالت میں لاؤ گے تو ہم اس کو جیل خانہ نہ بھیجیں گے کیونکہ یہ مردہ کی طرح ناقابل تعزیر ہے دیکھو اس کی باتیں بہت چکنی چپڑی ہیں اور حلق بہت وسیع ہے کہ جو ملتا ہے ہڑپ کر جاتا ہے اس کی حالت یہ بھی ہے کہ اس خستہ حالت پر ٹھاٹھ سے رہتا ہے اور اس لئے اس کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے کوئی ایسا کپڑہ پہنے جس کا استر پھٹا ہوا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو مگر ابرہ نیا ہو۔ یعنی اسکا ظاہر اچھا ہے اور باطن خراب پس اگر تم سا کو ایسے کپڑے پہنے دیکھو تو سمجھنا کہ وہ مانگے ہوئے ہیں تاکہ لوگوں کو دھوکہ دکھائے۔

شرح شبیری

حرف حکمت بر زبان ناحکیم	حلہائے عاریت داں اے سلیم
نادان کی زبان پر دانائی کی بات	اے عزیز! مانگی ہوئی پوشاک سمجھ

حرف حکمت الخ۔ یعنی اے سلیم (الطبع) غیر حکیم کی زبان سے حکمت کی باتوں کو ایسی سمجھو جیسے کہ مانگے ہوئے جبہ وغیرہ کہ بظاہر تو ملک اس شخص کی معلوم ہوتی ہے مگر حقیقتہً وہ اس کی ملک نہیں ہے آگے اسکی ایک مثال دیتے ہیں کہ

گرچہ دزدے حلۂ پوشیدہ است	دست تو چوں گیرد آں ببریدہ دست
اگرچہ ایک چور نے پوشاک پہن لی ہے	(مصافحہ میں) وہ تیرا ہاتھ کیسے پکڑے کہ اس کا ہاتھ کٹا ہوا ہے

گرچہ دزدے الخ۔ یعنی (جو کہ بظاہر چرب زبان ہو اور دراصل حکیم اور عالم اور محقق نہ ہو اس کی ایسی مثال ہے کہ) اگرچہ کسی چور نے کپڑے پہن لئے ہیں (اور اپنے اس بریدہ ہاتھ کو چھپا لیا ہے مگر جب دستگیری کا وقت آئے گا) وہ کٹا ہوا ہاتھ تیرا ہاتھ کس طرح پکڑے گا اور تیری دستگیری کس طرح کرے گا۔ اس طرح اگر کسی شخص کے پاس صرف زبانی ہی جمع خرچ ہے اور دل میں کچھ نہیں ہے تو اب تو خوب باتیں بنا رہا ہے مگر جب کوئی مرحلہ آ

www.besturdubooks.wordpress.com

کر پڑے گا اس وقت اس کی ساری حقیقت کھل جائے گی آگے پھر اس حکایت کی طرف رجوع ہے۔

شرح حبیبی

اے بھولے بھالے مقالات حکمت غیر حکیم کی زبان پر عاریت سمجھنا وہ اس کے طبعزاد نہیں بلکہ اور حکماء سے ماخوذ ہیں۔اس لئے وہ بمنزلہ چور کے ہے اور چور کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ چوری میں کئے ہوئے ہاتھ کو کپڑے میں چھپا سکتا ہے مگر جب ہاتھ پکڑنے کا موقعہ آئے تو مجبور ہوتا ہے اور بوجہ ہاتھ نہ ہونے کے ہاتھ نہیں پکڑ سکتا۔یوں ہی تم اس غیر حکیم اور غیر محقق کو سمجھو جو اسرار معارف بیان کرتا ہے کہ اپنی عدم تحقیق کو مقامات حکمت کے ذریعہ سے چھپا تو لیتا ہے مگر دستگیری کے وقت طالب کو سنبھالنے سے عاجز ہوتا ہے۔

شرح شبّیری

چوں شبانگہ از شتر آمد بزیر	کرد گفتش منزلم دورست و دیر
رات کو جب وہ (مفلس) اونٹ سے نیچے اترا	کردی نے اس سے کہا میرا مکان دور ہے اور دیر ہو رہی ہے

چون شبانگہ الخ۔یعنی جب رات کو وہ (مفلس) اونٹ سے نیچے اترا تو کردی نے اس سے کہا کہ میرا گھر دور ہے اور دیر (میں راستہ پورا ہو سکتا) ہے پس۔

بر نشستی اشترم را از پگاہ	جو رہا کردم کم از اخراج کاہ
تو صبح سے میرے اونٹ پر بیٹھا ہے	جو میں نے چھوڑے کم از کم گھاس کا خرچہ (دے)

بر نشستی اشترم الخ۔یعنی تو میرے اونٹ پر صبح سے سوار ہوا (تو تجھ کو کچھ تو دینا چاہیے اور) میں نے دانہ چھوڑ دیا میں دانہ نہیں لیتا مگر کم سے کم گھاس کا تو خرچ وہ یعنی گھاس کا خرچ تو دیدے۔چونکہ اس کردی کو سپاہیوں سے تو کوئی توقع کچھ ملنے کی تھی نہیں اس لئے اس نے اس سے کہا کہ شاید اس سے کچھ مل جائے۔اس پر اس مفلس نے جواب دیا کہ

گفت تا اکنوں چہ میکردیم پس	ہوش تو کو نیست اندر خانہ کس
(مفلس نے) کہا ہم نے اب تک کیا کیا ہے؟	تیرے ہوش کہاں ہیں؟ بے وقوف!

گفت تا اکنوں الخ۔یعنی اس (مفلس) نے کہا کہ اب تک میرے پیچھے تو کس لئے پھر رہا تھا۔تیرے ہوش کہاں ہیں (معلوم ہوتا ہے کہ) گھر میں کوئی نہیں ہے۔نیست اندر خانہ کس ایک مثل ہے جس کا مطلب یہ کہ معلوم ہوتا ہے کہ عقل بالکل نہیں ہے اس لئے کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چرخ افلاسم شنید اے پر طمع	تو نہ بشنیدی بگوش بے لمع
اے لالچی! میرے افلاس (کی بات) آسمان نے سن لی	بھونے کان سے تونے نہ سنی

چرخ افلاسم الخ۔ یعنی میرے افلاس (کی منادی) کو آسمان تک نے تو سن لیا اور اے پر طمع تو اپنے بے لمع کانوں سے نہ سنا اور کہنے لگا کہ

طبل افلاسم بچرخ سابعہ	رفت و تو نشنیدۂ ایں واقعہ
میرے افلاس کا ڈھنڈورا ساتویں آسمان تک	پہنچ گیا اور تونے یہ واقعہ نہ سنا

طبل افلاسم الخ۔ یعنی میرے اخلاص کا طبل ساتویں آسمان تک تو گیا اور تونے اب تک یہ واقعہ نہیں سنا اس لئے کہ اگر سن لیتا اور مجھے مفلس سمجھ لیتا تو پھر مجھ سے کچھ مانگتا ہی کیوں اور کہنے لگا کہ

گوش تو پر بودہ است از طمع خام	پس طمع کرمی کند گوش اے غلام
تیرا کان بیہودہ لالچ سے پر ہے	اے لڑکے! لالچ کان کو بہرا بنا دیتا ہے

گوش پر بودہ است الخ۔ یعنی (چونکہ) تیرے کان طمع خام سے پر تھے پس اس لئے اس لڑکے طمع نے تجھے بہرا اور اندھا کر دیا اور کہنے لگا کہ

تا کلوخ و سنگ بشنید ایں بیاں	مفلس ست و مفلس ست ایں قلتباں
یہ بیان اینٹ اور پتھر تک نے سن لیا	(کہ) یہ دیوث مفلس ہے مفلس ہے

تا کلوخ الخ۔ یعنی ڈھیلوں اور پتھروں تک نے تو (جو کہ جمادات ہیں) اس بیان کو سن لیا کہ یہ قلتبان مفلس ہے مفلس ہے قلتبان کے معنی ایسے سمجھو جیسے کہ اردو میں بھڑوا کہہ دیتے ہیں۔ مطلب یہ کہ سب نے اس بات کو سن لیا کہ میں مفلس ہوں اور آپ اب بھی مجھ سے معاملہ کرتے ہیں جس سے کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے کچھ سنا ہی نہیں یہ ساری خرابی اس کی ہے کہ اس کو اپنے دامن کی حرص تھی اس لئے اس کو کچھ بھی نہ سنائی دیا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں

تا بشب گفتند و در صاحب شتر	بر نزد کو از طمع پر بود و پر
وہ (منادی کرنے والے) رات تک کہتے رہے اور اونٹ والے	پر اثر نہ کیا کیونکہ وہ لالچ سے بھرپور تھا

تا بشب گفتند الخ۔ یعنی رات تک لوگوں نے کہا (اور چیخ پکار کی کہ یہ مفلس ہے) مگر اونٹ والے میں کچھ بھی اثر نہ کیا۔ اس لئے کہ وہ حرص سے خوب اچھی طرح بھرا ہوا تھا۔ آگے اس کی وجہ بتاتے ہیں کہ حرص سے پر ہونے سے اس نے سنا کیوں نہیں پس فرماتے ہیں کہ

ہست بر سمع و بصر مہر خدا	در حجب بس صورت ست و بس صدا
کان اور آنکھ پر خدا کی مہر ہے	بہت سی صورتیں اور بہت سی آوازیں پردوں میں ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہست بر سمع الخ۔ یعنی کان اور آنکھ پر خداوند تعالیٰ کی مہر ہے (جیسا کہ خود فرماتے ہیں کہ ختم الله علی قلوبھم الخ) اور بہت سی صورتیں اور بہت سی آوازیں حجابوں میں ہیں۔

انچہ او خواہد رساند آں بہ چشم	از جمال و از کمال و از کرشم
جس کو وہ چاہتا ہے آنکھ تک پہنچا دیتا ہے	(یعنی) حسن اور کمال اور کرشمہ (کو)

انچہ او خواہد رساند الخ۔ یعنی (ان محجوب صورتوں اور آوازوں میں سے) جو جمال اور کمال اور کرشمے خدا چاہتا ہے آنکھ تک پہنچا دیتا ہے تو وہ حق بین ہو جاتی ہے۔

وانچہ او خواہد رساند آں بگوش	از سماع و از بشارت و ز خروش
جس کو وہ چاہتا ہے کان تک پہنچا دیتا ہے	(یعنی) قوالی اور خوشخبری اور شور (کو)

وانچہ او خواہد الخ۔ یعنی اور جو بشارت اور سننے کی چیز اور خروش وغیرہ حق تعالیٰ چاہتے ہیں کان تک پہنچا دیتے ہیں۔ غرض کہ معلوم ہوا کہ سمع و بصر نہ خود کچھ سن سکتے ہیں اور نہ خود دیکھ سکتے ہیں بلکہ جس کان کو چاہے خداوند کریم حق بات سنا دے اور جس کو چاہے محروم کر دے اور اگر اپنے اختیار میں ہوتا تو پھر کفار بھی انبیاء کو کیوں نہ مان لیتے بلکہ بعض لوگوں نے تو آیت تراھم ینظرون الیک وھم لایبصرون کی یہ تفسیر کی ہے کہ وہ ان آنکھوں سے ہی نہیں دیکھتے اگرچہ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ دیکھتے ہیں اور ان کو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارک بھی نظر نہ آتی تھی پس اگر اس آیت کی یہ تفسیر لے جائے تو پھر تو درجب بس صورت ست وبس صدا کے معنی بالکل صاف ہیں کہ ان کو حقیقۃً وہ صورتیں اور آوازیں دکھائی اور سنائی دیتی ہی نہیں ہیں پس معلوم ہوا کہ جب تک حق تعالیٰ بصیرت اور سمع قبول عطا نہ فرمائیں اس وقت تک کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا اور انسان کے اختیار میں کچھ نہیں ہے آگے فرماتے ہیں کہ

گرچہ تو ہستی کنوں غافل ازاں	وقت حاجت حق کند آں را عیاں
اگرچہ تو اب اس سے غافل ہے	ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ ان کو ظاہر کر دے گا

گرچہ ہستی الخ۔ یعنی اگرچہ تم ان (صورتوں اور آوازوں) سے (جو حق کی طرف سے آتی ہیں) اس وقت غافل ہو (اور ان کو نہ دیکھتے وہ اور نہ سنتے ہو) لیکن حق تعالیٰ ضرورت کے وقت ان کو ظاہر فرمائیں گے یعنی قیامت میں سب ظاہر ہو جاوے گا کہ کون حق تھا اور کون باطل تھا اور یہ مت سمجھنا کہ جب وہ صورتیں ہم کو دکھائی ہی نہیں دیتیں تو پھر ہمیں ان کے حق و باطل ہونے کی کیا خبر ہے اس لئے کہ

گفت پیغمبر کہ یزدان مجید	از پئے ہر درد درماں آفرید
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے	ہر درد کا علاج پیدا فرمایا ہے

گفت پیغمبر الخ۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے ہر درد کے لئے درمان اور علاج پیدا فرمایا ہے۔ پس تم پانے مرض کے لئے کوئی علاج جس کو حق نے اس لئے پیدا کیا ہو حاصل کرلو اور وہ اتباع انبیاء ہے مگر باوجود اتنی تلاش کے پھر بھی حق تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھو۔ اسی کو فرماتی ہیں کہ

گرچہ درماں جوئی و گوئی بجاں	کاے خدا درمان کارمن رساں
اگرچہ تو علاج تلاش کرے اور دل سے کہے	کہ اے خدا میرے کام کا علاج کر دے!

گرچہ درمان الخ۔ یعنی اگرچہ تم (اپنے مرض کے لئے) درمان اور علاج ڈھونڈو گے اور جان (ودل) سے کہوگے کہ اے خدا میرے کام کا علاج فرمادے لیکن تم اس درمان کی اپنے درد کے واسطے رنگ وبو بھی نہ دیکھ سکو گے (یعنی تم کو اسکی ہوا بھی نہ لگے گی) اس کے بے حکم کے۔ مطلب یہ کہ جب تک خداوند تعالیٰ کا حکم نہ ہوگا اس وقت تک تم کو اس مرض کا علاج حاصل نہیں ہوسکتا اور اس سے تم فائدہ نہیں اٹھاسکتے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

لیک زاں درماں نہ بینی رنگ وبو	بہر درد خویش بے فرمان او
لیکن تو اس علاج کا رنگ و بو نہیں دیکھے گا	اس کے حکم کے بغیر اپنے درد کے لئے
چشم راائے چارہ جو درلامکاں	ہیں بنہ چوں چشم کشتہ سوئے جاں
اے علاج کی جستجو کرنے والے آنکھ کو لامکان میں	لگائے رکھ جس طرح مقتول کی آنکھ جان کی طرف (لگی رہتی) ہے

چشم راائے چارہ جو الخ۔ یعنی اے علاج کے متلاشی آنکھ کو لامکان میں رکھ جس طرح کہ مقتول کی آنکھ جان کی طرف ہوتی ہے چونکہ مقتول کی آنکھ کھلی رہ جاتی ہے اس لئے اس کو اس طرح ظاہر کیا کہ جیسے کہ وہ اپنی جان کو دیکھ رہا ہے اور اس کی نظر ہٹتی ہی نہیں۔ بس اس طرح تم بھی اس طرف لگ جاؤ کہ پھر ادھر کی خبر ہی نہ رہے۔ مقصود یہ کہ اپنے کو فنا کردو اور فنا کے اس درجہ کو پہنچ جاؤ کہ تمہارا وجود بس کالعدم ہوجائے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

کون پر چارہ است وہیچت چارہ نے	تاکہ نگشاید خدایت روزنے
دنیا علاج سے پر ہے اور تیرا کوئی علاج نہیں ہے	جب تک خدا تیرے لئے راہ نہ کھول دے

کون پر چارہ است الخ۔ یعنی تمام دنیا علاجوں سے بھری ہوئی ہے اور تیرا کوئی علاج نہیں ہے جب تک کہ حق تعالیٰ ہی کوئی دروازہ (رسائی کا) تیرے لئے نہ کھول دیں تو جب سوائے حق کی توجہ کے حق بینی اور حق شنوی سے محروم ہے تو اسی طرف توجہ کرنا چاہیے اور اس دنیا کی طرف سے توجہ کو ہٹا لینا چاہیے اسی کو فرماتے ہیں کہ

ایں جہاں از بے جہت پیدا شدست	کہ زبے جائے جہاں راجا شدست
یہ جہان بے جہت (خدا) سے پیدا ہوا ہے	لامکاں (خدائی قدرت) سے دنیا کو (عالم وجود میں) جگہ ملی ہے

ایں جہان از بے جہت الخ۔ یعنی کہ یہ جہان (بھی تو) بے جہت (یعنی حق تعالیٰ ہی کی طرف) سے پیدا

ہوا ہے اور اس کو بھی تو ایک بے جگہ والی ذات سے جگہ ہوئی ہے۔

باز گرد از ہست سوئے نیستی	گر تو از جاں طالب مولیستی
ہستی سے نیستی کی طرف لوٹ	اگر تو (دل و) جان سے مولا کا طالب ہے

باز گرد از ہست الخ۔ یعنی (جبکہ یہ جہان عدم ہی سے وجود میں آیا ہے تو) تم بھی ہست سے فنا کی طرف لوٹ آؤ۔ اگر جان و (دل سے) مولا کے (یعنی حق تعالیٰ کے) طالب ہو اس لئے کہ جب تک اس وجود میں رہو گے اس وقت تک تو یہ وجود حاجب رہے گا توجہ الی الحق سے اور جب اس کو چھوڑ کر درجہ فنا کا حاصل کرلو گے تو پھر مقصود یعنی حضور حق تعالیٰ کی درگاہ کی حاصل ہو جائے گی اور اگر از روے عقل دیکھا جائے تب بھی تو فنا ہی ہونا چاہیے اور اسی طرف توجہ چاہیے اس لئے کہ

جائے دخل ست ایں عدم از وے مرم	جائے خرج ست ایں وجود بیش و کم
یہ نیستی آمدنی کی جگہ ہے اس سے گریز نہ کر	یہ گھٹنے بڑھنے والا وجود خرچ کی جگہ ہے

جائے دخل است الخ۔ یعنی عدم تو آمدنی کی جگہ ہے (اس لئے کہ جو یہاں سے گیا وہ وہیں جاتا ہے تو آمدنی کی جگہ ہوئی) تو اس سے بھاگو مت (یعنی علیحدہ مت ہو) اور یہ تھوڑا بہت وجود خرچ کی جگہ ہے (اس لئے کہ ہر وقت اس میں سے تو خرچ ہی ہو رہا ہے) پس وہ جگہ جہاں کی آمدنی ہو زیادہ قابل توجہ ہے اور جہاں آمدنی نہ ہو وہ قابل توجہ نہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ توجہ اصل میں عدم یعنی عالم ملکوت ہی کی طرف ہونی چاہیے اور اسی میں فنا حاصل کرنا چاہیے آگے فرماتے ہیں کہ

کارگاہ صنع حق چوں نیستی ست	جز معطل در جہان ہست کیست
اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری کا محل نیستی ہے	عالم ہستی میں بیکار کے علاوہ کچھ نہیں ہے

کارگاہ صنع الخ۔ یعنی کہ حق تعالیٰ کے افعال کے (صادر ہونے کی) جگہ (یعنی یہ عالم دنیا) مثل نیستی کے ہے (اس لئے اسکا وجود مثل عدم ہی کے ہے) اور جہان ہست (بظاہر) میں سوائے معطل کے اور کون ہے۔ مطلب یہ کہ جب یہ عالم جس کو عالم موجودات کہا جاتا ہے اور حق تعالیٰ کے افعال کا ظہور اور صدور نہیں ہوتا ہے اور یہ کالعدم ہے تو پھر تو انسان کو جو کہ سب میں ضعیف البیان ہے فنا اور عدم کو حاصل کرنا چاہیئے۔ چونکہ مولانا نے یہاں تک فنا کی اور توجہ الی الحق کی ترغیب دی ہے اس لئے اب آگے حق تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہم کو بھی یہ مرتبہ عطا فرما۔ بس فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا کی عادت ہے کہ ایسے مواقع پر رجوع الی الحق فرماتے ہیں لہٰذا اب بھی آپ مجیب الدعوات کی بارگاہ میں مناجات فرمانے لگے۔

شرح حبیبی

جب وہ قیدی رات کے وقت اونٹ سے اترا تو کردنے کہا کہ رات ہوگئی ہے میرا گھر دور ہے اور میں دیر

www.besturdubooks.wordpress.com

میں پہنچوں گا اس سے مجھے تکلیف ہوگی۔ پھر صبح سے تو میرے اونٹ پر بھی سوار ہے ان تمام چیزوں کے معاوضہ میں میں نے جو چھوڑے گھاس کا تو خرچ دیدے۔ اس نے کہا بھلے مانس اب تک ہم کیا کر رہے تھے تیری عقل کہاں ہے۔ کیا تو بالکل ہی بہرا ہے۔ ارے طمع آسمان نے تو میرے افلاس کا شہرہ سنا مگر تو نے اپنی روشنی سماعت بے بہرہ کان سے نہ سنا۔ میرے افلاس کے نقارہ کی آواز فلک ہفتم تک تو گئی لیکن یہ واقعہ تیرے کان تک نہیں پہنچا تو سنتا کیسے تیرے کان میں تو بے ہودہ طمع کا روڑہ ٹھنا ہوا تھا۔ صاحبزادہ جب تو یہ قصہ سن چکا تو سمجھ لے کہ طمع کان کو بہرہ کر دیتی ہے۔ ڈھیلے پتھروں تک نے یہ بیان سن لیا کہ یہ بھڑوا مفلس ہے اور رات تک لوگوں نے یہ اعلان کیا لیکن اس آواز نے اونٹ والے کے کان سے ٹکر نہ کھائی کیوں محض اس لئے کہ وہ طمع سے بالکل بہرا ہوا تھا اس لئے آواز پہنچنے کی اس میں گنجائش ہی نہ تھی۔ بات یہ ہے کہ کان اور آنکھ پر خدا کی مہر لگی ہوتی ہے اور یہ دونوں بالکل اس کے قبضہ میں ہیں۔ ان میں دیکھنے اور سننے کی قوت ذاتی نہیں بلکہ عطائی ہے اور غیب کے پردوں میں بہت سی صورتیں اور بہت سی آوازیں مستور ہیں۔ ان میں سے جس کو خدا چاہتا ہے خواہ جمال ہو یا کمال یا کرشمہ۔ وانداز وغیرہ وغیرہ پردہ اٹھا کر اسکو آنکھ تک پہنچا دیتا ہے اور آنکھ اس کا احساس کر لیتی ہے اور جس کو چاہتا ہے خواہ سماعت ہو خواہ بصارت خواہ غیر مدرک بالسمع ہو یا مدرک بالسمع اس کو کان تک پہنچا دیتا ہے۔ جو چیزیں تجھے مسموع یا مبصر نہیں اگرچہ تو ان سے اب تک غافل ہے مگر حق سبحانہ جس وقت تیرے لئے ضرورت سمجھیں گے اس کو تیرے لئے معاین ومشاہد کر دینگے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے ہر مرض کے لئے دوا پیدا کی ہے اگر تجھے اپنے امراض طمع وغیرہ کے علاج کی ضرورت اور طلب ہے تو صدق دل سے دعا کر کہ اے اللہ میرے کام کی تدبیر مجھ تک پہنچا دے اور مجھے معلوم کرا دے لیکن یہ سمجھ لینا کہ تجھے اس زہر کا نہ رنگ معلوم ہو سکتا ہے نہ بو۔ غرض کچھ بھی پتہ نہیں چل سکتا۔ جب تک خدا کا حکم نہ ہوگا عالم تدابیر اور معالجات سے پر ہے مگر تیرے لئے کوئی تدبیر اور کوئی چارہ نہیں۔ جب تک حق سبحانہ کی مدد شامل حال نہ ہو اور وہ تیرے لئے کوئی ذریعہ نہ پیدا کر دے اور اے علاج کے طالب خدا کی اعانت کا ذریعہ یہ ہے کہ تو لامکان کی طرف ٹکٹکی باندھ اور اپنی روح مجرد کی طرف متوجہ ہو کہ اس کی اصلاح کر اور اپنے کو فنا کر اور ٹکٹکی یوں باندھ جیسے مردہ اپنے جان کو آنکھیں کھولے دیکھتا ہے کہ پلک جھپکتے ہی نہیں۔ لامکان کی طرف متوجہ ہونے کی اس لئے ضرورت ہے کہ لامکان کے معنی ہیں عدم مکان اور عدم اور نیستی عجب چیز ہے کیونکہ یہ جہان معدوم الجہتہ ہی سے پیدا ہوتا ہے اور بے جان ہی سے اس کو جگہ ملی ہے یعنی عدم سے کیونکہ وہ نیست ہی سے ہست ہوا ہے۔ پس اگر تجھے طلب حق ہو تو وجود سے عدم کی طرف لوٹ اور اپنے کو فنا کر کیونکہ خدا سے ملنے کا یہی راستہ ہے اور وجود پر عدم کو اس لئے بھی شرف ہے کہ عدم آمدنی کی جگہ ہے اور عالم وجود موہوم خرچ کی اس لئے کہ اشیاء اولاً پیدا ہوتی ہے اور پھر عدم کو چلی جاتی ہے اس لئے عدم گویا کہ خزانہ موجودات کا ہے لہٰذا تو عدم سے بھاگ مت۔ نیز یہ صنعت خداوندی کا محل

ظہور۔ عالم وجود بھی مثل عدم کے ہے۔ اس لئے کہ یہاں ہر چیز بمنزلہ معطل کے ہے اور تعطل منافی وجود ہے۔ اس توجیہ پر کلمہ چون تشبیہ کے لئے ہے اور اگر شرطیہ ہو تو یہ تقریر ہوگی کہ چونکہ صنعت خداوندی کا محل عدم بھی ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ ایجاد کا تعلق موجود کے ساتھ تو ہوتا نہیں معدوم ہی کے ساتھ ہوتا ہے جس کے بعد وہ موجود ہو جاتا ہے اس لئے عالم وجود میں وہ کون ہے جو معطل نہ ہو۔ یعنی سب موجودات ممکنہ مثل معطل کے ہیں انکے ساتھ تعلق تصرف کا نہیں ہوتا۔ یعنی من حیث الوجود کیونکہ جو تصرف ہوگا وہ شئی حاصل بعد التصرف کے عدم ہی کی حیثیت سے ہوتا ہے یا یوں کہو کہ جب صنعت حق سبحانہ کا محل عدم ہوا اور اس سے مستفیض فانی اور معدوم ہی ہیں تو جو عالم ہستی میں ہوگا اور اپنے کو فنا نہ کرے گا وہ لامحالہ معطل اور فیضان حق سبحانہ سے محروم ہوگا۔

شرح شبّیری

مناجات

اے خدائے پاک بے انباز و یار	دست گیر و جرم مارا در گذار
اے خدائے پاک جولاشریک اور مددگار سے مستغنی ہے	دست گیری فرما اور ہماری خطا سے درگزر فرما

اے خدائے الخ۔ یعنی اے خدائے پاک جو بے شریک اور بے (کسی) مددگار کے ہے ہماری دستگیری کیجئے اور ہمارے جرم سے درگزر کیجئے۔

یاد دہ مارا سخنہائے رقیق	کہ ترا رحم آورد آں اے رفیق
ہمیں رقت آمیز باتیں سکھا دے	اے مہربان! جو تیرے رحم کا سبب بنیں

یاد دہ مارا الخ۔ یعنی اے رفیق ہم کو ایسی نرم باتیں یاد دلائیے (یعنی سکھلائیے) جو کہ آپ کے رحم کو لائیں۔ مطلب یہ کہ اے اللہ ہم کو ایسی نرم نرم باتیں سکھلا دیجئے کہ جن کی وجہ سے آپ کو ہمارے اوپر رحم آئے اس لئے کہ

ہم دعا از تو اجابت ہم زتو	ایمنی از تو مہابت ہم زتو
دعا (کی توفیق) بھی تیری جانب سے ہے اور قبولیت بھی	اطمینان تیری طرف سے ہے ڈر بھی تجھی سے ہے

ہم دعا از تو الخ۔ یعنی دعا بھی آپ ہی کی طرف سے ہے اور قبول کرنا بھی آپ ہی کی طرف سے اور بے خوفی بھی آپ ہی کی طرف سے ہے اور خوف بھی آپ ہی کی طرف سے۔ جب یہ بات ہے تو پھر دعا کرنا بھی آپ ہی سکھلا دیجئے۔ اور پھر اس کو آپ ہی قبول فرمالیجئے۔ جیسے کہ قرآن شریف میں آدم علیہ السلام کے قصہ میں ارشاد ہے۔ فتلقی آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ ترجمہ۔ پھر حاصل کر لئے آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند الفاظ تو اللہ تعالیٰ نے رحمت کے ساتھ توجہ فرمائی جس سے معلوم ہوا کہ معذرت کے الفاظ بھی حق

www.besturdubooks.wordpress.com

تعالیٰ ہی سے حاصل ہوئے تھے اور ایسے موقعہ پر جبکہ خطا وار اپنی خطا پر سخت نادم و بے چین ہو۔ کلمات معذرت تلقین کر دینا میں بھی رائج ہے جیسے کہ کوئی نوکر اپنی خطا پر نادم ہو کر منہ بنا کر ہاتھ جوڑ کر سامنے کھڑا ہے اور ہیبت اور انفعال کی وجہ سے اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ اس خطا کی معذرت کے واسطے کونسے الفاظ لاوے اور وہ ڈرتا ہے کہ اگر اس مرتبہ بولا تو نہ معلوم میرے منہ سے کیا نکلے اور وہ بدتمیزی ہو تو عتاب اور زیادہ ہو جائے۔ اس وقت آقا کو جوش کرم ہوتا ہے اور مہربان ہو کر کہتا ہے کہ کیا چاہتا ہے کچھ منہ سے کہہ وہ جب بھی خاموش رہتا ہے تو اس سے کہتے ہیں کہ اچھا کہہ کہ پھر ایسی حرکت نہ کرونگا لہٰذا وہ ان ہی الفاظ کو دہرا دیتا ہے اس وقت کہتے ہیں کہ جا معاف کیا پھر ایسا مت کرنا۔ تو دیکھو کلمہ معذرت بھی آقا ہی نے سکھائے۔ پس اسی لئے یہاں بھی مولانا فرماتے ہیں کہ دعا کے الفاظ اور معذرت کے آپ ہی سکھلایئے اور پھر آپ ہی ان دعاؤں اور عذروں کو قبول فرمایئے۔ جو دعا کہ آقا اور مالک کی سکھلائی ہوتی ہے اس میں قبولیت کی امید زیادہ ہوتی ہے اس لئے کہ جب وہ خود فرما رہے ہیں کہ ہم سے اس طرح مانگو تو یہ فرمانا اس لئے تو یقیناً نہیں ہے کہ جب یہ مانگے گا تو ہم رد کر دیں گے۔ بلکہ اسی لئے ہے کہ یہ مانگے گا تو ہم اس کو عنایت کریں گے پس جب وہ مانگے گا تو پھر اس کو ضرور عنایت ہو جائے گی اور یہ بھی ممکن تھا کہ حق تعالیٰ بے مانگے ہوئے اور بلا کسی دعا وغیرہ کے عنایت فرما دیا کرتے۔ مگر اس دعا میں ایک مصلحت تو یہ ہے کہ عبد کی عبدیت معلوم ہوتی ہے اور حق تعالیٰ کی عظمت کا احضار ہوتا ہے دوسرے یہ کہ بغیر مانگے عطا فرمانے میں وہ قدر نہ ہوتی جو کہ اب بعد اس طلب کے ہے۔ تیسرے یہ کہ حق تعالیٰ کو جو اپنے بندہ پر شفقت اور رحمت ہے وہ اس کو مقتضی ہے کہ بندہ خود کچھ مانگے جیسے کہ باپ بچہ کے واسطے آم لا دے تو اس کو آتے ہی نہیں دیدیتا بلکہ یوں کہتا ہے کہ آم ایسا شیریں ہوتا ہے کہ اسکی جیسی شیرینی اور کسی شے میں ہے ہی نہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس کے سامنے خوب اسکی تعریف کرتا ہے اب وہ بچہ اس سے ضد کرتا ہے اور مانگتا ہے اور مچلتا ہے کہ ہم تو ضرور آم کھائیں گے اور ہم کو لا کر دو وغیرہ وغیرہ یہاں تک کہ جب اسکی طلب بڑھتی ہے اور وہ خوب ضد کرتا ہے تو فوراً آم اس کے حوالہ کرتا ہے تو دیکھو وہ یہ بھی کر سکتا تھا کہ اول آتے ہی اس کو دیدیتا۔ مگر اس قدر ضد کراتے ہیں اور اس کی تعریف کر کے اس کو شوق دلانے میں جو لذت ہوئی ہے اور جو لطف ہے وہ کوئی صاحب اولاد کے دل سے پوچھے۔ سچ یہ ہے کہ یہ لذت اور کسی شے میں حاصل ہی نہیں ہوتی اس کے بیان کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں جس سے بیان کر دوں۔ بس اس کو راقم بھی ایک ذوق سے جانتا ہے اور جس کو ذوق والفت ہو وہ ہی سمجھ سکتا ہے پس اس طرح حق تعالیٰ اول انسان کو جنت کا اور اس کے نعماء کا اشتیاق دلاتے ہیں اور پھر اس کے مانگنے کے طریقے بتاتے ہیں جیسا کہ جابجا قرآن شریف میں موجود ہے اس کے بعد بندہ کی طلب پر دریائے رحمت جوش میں آتا ہے اور اس کو عنایت فرما دیتے ہیں اور اسی خوشی کو ایک حدیث قدسی میں اس طرح فرمایا ہے کہ بندہ کے سوال کرنے پر حق تعالیٰ کو اس شخص کی خوشی سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے جسکا کہ اونٹ کھو گیا ہو اور اس کا کھانا پینا

www.besturdubooks.wordpress.com

سب اسی کے اوپر تھا اس نے اس اونٹ کو بہت تلاش کیا مگر وہ نہ ملا۔ حتیٰ کہ یہ مایوس ہوکر بھوکا پیاسا کسی جگہ پڑ رہا اور سو رہا۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ اونٹ مع سب سامان کے جو اس پر تھا اسی طرح اس کے سراہنے کھڑا ہوا ہے۔ اس وقت فرط خوشی میں اس کے حواس بجا نہ رہے اور وہ (بجائے اس کے کہ یوں کہتا کہ اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں اور تو میرا خدا ہے) یوں کہہ اٹھا کہ میں تیرا خدا ہوں اور تو میرا بندہ ہے۔ (نعوذ باللہ) اور اس شخص پر کوئی اعتراض بھی نہیں۔ اس لئے کہ یہ فرط فرح سے اپنے قبضہ میں نہ رہا تھا۔ اب دیکھو کہ اس کو کس قدر خوشی ہوتی کہ ہوش وحواس بھی ٹھکانے نہ رہے اور حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بندہ کے سوال پر مجھے اس سے بھی زیادہ خوشی ہوئی ہے اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس ناپاک بندہ کی دعا سے کتنی خوشی ہوتی ہے فالحمد للہ رب العالمین۔ ہاں حق تعالیٰ انفعال سے منزہ ہے جیسا کہ ظاہر ہے اس خوشی کی وجہ سے اسکے افعال واقوال حکمت اور اعتدال سے خارج نہیں ہو جاتے۔ خوب سمجھ لو اور بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو دعا انسان کرتا ہے وہ پوری نہیں ہوتی۔ تو اس وقت اس کو بہت زیادہ پریشانی ہوتی ہے اور مختلف قسم کے خیالات اس کو آنے لگتے ہیں اس کو خوب سمجھ لو بات یہ ہے کہ دعا کی قبول ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ جو مانگا وہی مل جائے اور دوسری یہ کہ جو مانگا ہے وہ (بسبب کسی ایسی مصلحت کے جس کی خبر اس شخص کو نہیں ہے مگر حق تعالیٰ کو ہے) نہ ملے۔ اول صورت میں تو کوئی وجہ پریشانی وغیرہ کی ہے ہی نہیں۔ ہاں دوسری صورت میں کچھ پریشانی ظاہر بین کو ہو سکتی ہے۔ اس کو سمجھ لو کہ چونکہ انسان کو اپنے تمام منافع اور مضار پر اطلاع نہیں ہوتی اور بہت سے مضار کو منافع اور بالعکس سمجھ لیتا ہے اور حق تعالیٰ کو سب معلوم ہے پس یہ تو بلا سمجھے بوجھے جو چاہتا ہے مانگ لیتا ہے مگر حق تعالیٰ جانتے ہیں کہ اگر اس کو عطا کر دیا گیا تو اس کو ضرر دینی یا دنیوی ہوگا۔ پس اس کو وہ شے عطا نہیں فرماتے لیکن دعا کو رد بھی نہیں فرماتے بلکہ اس کی جگہ یا تو کوئی اور شے عنایت ہوتی ہے یا کوئی گناہ معاف ہو جاتا ہے یا اسکی برکت سے کوئی بلا جو آتی ہوتی ہے ٹل جاتی ہے پس دعا حق تعالیٰ سے ہر صورت اور ہر حالت میں ضروری ہے لیکن اس پر مصر ہونا کہ جس طرح ہم چاہتے ہیں اسی طرح ہو جائے بڑا ہے بلکہ دعا کرتا رہے اور اس پر جو کچھ بھی مرتب ہو اس پر راضی رہے اور خوش رہے اگر خود کوئی اثر مرتب نہ معلوم ہو تب بھی دعا کرنا ترک نہ کرے۔ بلکہ دعا کرتا رہے کہ اگر یہ امر حاصل نہ بھی ہوگا تب بھی اور منافع تو حاصل ہونگے خوب سمجھ لو (اسی لئے مولانا فرماتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں دعا خود سکھلا کر اس کو قبول فرمالیجئے آگے فرماتے ہیں کہ

گر خطا گفتیم اصلاحش تو کن	مصلحی تو اے تو سلطان سخن
اگر ہم غلط بات کہیں تو اس کی اصلاح کر دے	اے کہ تو کلام کا بادشاہ ہے تو ہی اصلاح کرنے والا ہے

گر خطا گفتیم الخ۔ یعنی اگر ہم نے کوئی (بات) غلط اور خطا کہہ دی ہے تو اس کی آپ اصلاح فرما دیجئے (اور اس کو معاف فرما دیجئے اس لئے کہ (اے سلطان سخن اصلاح کرنے والے بھی آپ ہی ہیں۔ سلطان سخن اس

لئے کہہ دیا کہ جس قدر کلام اور جتنی باتیں ہیں سب اسی طرف سے ہیں اور وہی ان کے خالق ہیں مطلب یہ کہ جو کچھ جناب نے سکھلایا ہے اگر اس میں ہم سے کوئی لغزش اور غلطی ہو جائے تو اس کو آپ معاف فرما دیجئے اور اسکی اصلاح اس پر تنبیہ سے یا کسی اور طریقہ سے فرما دیجئے اس لئے کہ

کیمیا داری کہ تبدیلش کنی	گرچہ جوئے خود بود نیلش کنی
تیرے پاس کیمیا ہے تو اس کو تبدیل کر سکتا ہے	اگر خون کی نہر ہو تو اس کو (دریائے) نیل بنا دیتا ہے

کیمیاداری کہ الخ۔ یعنی آپ تو کیمیا (قدرت) رکھتے ہیں (تو جس طرح کیمیا سے تبدیل ماہیت ہو جاتی ہے اسی طرح آپ ہماری خطاؤں اور گناہوں کو) تبدیل فرماتے ہیں اور اگر چہ خون کی ندی ہوتی ہے مگر آپ اس کو نیل (کی طرح صاف اور پاک) فرما دیتے ہیں مطلب یہ کہ جناب کو تو وہ قدرت ہے کہ جس سے سیئات کو حسنات فرما دیتے ہیں جیسا کہ خود ارشاد ہے۔ یبدل اللہ سیئاتھم حسنات یعنی اللہ ان کی سیئات کو حسنات سے بدل دیتے ہیں پس اسی طرح ہماری خطاؤں کو بھی اپنی رحمت اور قدرت سے بدل دیجئے اور ان کو بھی حسنات کر دیجئے اس لئے کہ

ایں چنیں میناگریہا کارتست	ایں چنیں اکسیرہا اسرارتست
ایسی مینا کاری تیرا کام ہے	ایسی کیمیائیں تیرے بھید ہیں

ایں چنیں مینا الخ۔ یعنی اس قسم کی نقاشی (جو کہ برے کو اچھا کر دے) آپ ہی کا کام ہے اور اس قسم کی اکسیر (جو کہ قلب ماہیت کر دے) آپ کے اسرار میں سے ہے۔ پس ہماری سیئات کو بھی حسنات سے بدل دیجئے اور آپ کی تو وہ قدرت ہے کہ

آب را و خاک را برہم زدی	ز آب و گل نقش تن آدم زدی
تو نے پانی اور مٹی کو ملایا	پانی اور مٹی سے آدم کے جسم کی صورت بنا دی

آب را و خاک را الخ۔ یعنی آپ نے پانی اور مٹی کو ملا کر اسی پانی اور مٹی سے آدمی کے بدن کا نقش بنایا جو کہ اس قدر جامع کمالات ہے اور مظہر اتم ہے حق سبحانہ تعالیٰ کا۔ تو جب آب و خاک کو بدل کر ایسی شے بنا دی اور بالکل ہی ماہیت کو بدل کر ایک ارذل شے سے اکرم مخلوقات بنایا تو پھر ہمارے سیئات کو بدل کر حسنات کر دینا تو اس کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے اور پھر صرف نقش تن انسان بنانے ہی پر کفایت نہیں کی بلکہ۔

نسبتش دادی بجفت و خال وعم	باہزار اندیشہ شادی و غم
(پھر) تو نے ایک ساتھ شوہر ماموں اور چچا (ہونے کی) نسبت قائم کر دی	مع ہزاروں شادی اور غمی کے خیالات کے

نسبتش دادی الخ۔ یعنی اسکی نسبت جوڑے زوج اور ماموں اور چچا وغیرہ کے ساتھ ہزاروں خوشیوں اور

www.besturdubooks.wordpress.com

غموں اور اندیشوں کے ساتھ فرمائی۔ مطلب یہ کہ اس آب وخاک کو جو کہ جماد محض اور اشیاء لا یعقل نہیں اس طرح ترکیب دی اور پھر ان میں یہ تعلقات پیدا کئے اور پھر ان تعلقات میں خوشیاں اور رنج اور اندیشے ہر قسم کے رکھے۔

باز بعضے را رہائی دادۂ	زیں غم و شادی جدائی دادۂ
پھر تو نے بعض کو چھٹکارا دے دیا	اس غم اور خوشی سے جدا کر دیا

باز بعضے را الخ۔ یعنی (باوجود ان سب تعلقات کے بھی) بعض کو (ان سے) رہائی دی ہے اور اس غم وشادی سے جدا اور الگ اور علیحدہ فرمایا۔

بردۂ از خویش و پیوند و سرشت	کردۂ در چشم او ہر خوب زشت
اس کو اپنے دوستوں عزیزوں اور سرشت سے نکال لیا	اس کی نظر میں ہر لبھانے والی چیز کو برا بنا دیا

بردۂ از خویش الخ۔ یعنی جس کو آپ نے ان تعلقات سے علیحدگی عطا فرمائی اس کو) آپ نے خویش و خویشاوند سے اور باپ بیٹے سے سب سے الگ کر دیا ہے اور اسکی نظر میں ہر (دنیا کے) اچھے کو برا کر دیا ہے اس لئے کہ اسکی نظر میں تو ایک حق کا تعلق بس کیا ہے اس کو دوسروں کی طرف ہرگز التفات نہیں رہتا۔ ہاں جو تعلقات شرع نے مقرر فرما دیئے ہیں وہ ضرور باقی رہتے ہیں مگر وہ اضطرار (جو کہ بغیر تعلق مع اللہ کے ان تعلقات سے ہوتا) نہیں ہوتا بلکہ اس کو ہر وقت تعلق اللہ ہی کے ساتھ رہتا ہے اور دنیا کی عمدہ سے عمدہ شے بھی اسکی نظر میں حقیر اور معلوم ہوتی ہے اور اسکی یہ شان ہو جاتی ہے کہ

ہر چہ محسوس ست او روی کند	وانچہ ناپیدا ست مسند می کند
وہ ہر محسوس چیز کو رد کر دیتا ہے	جو غیر محسوس ہے اس کو سہارا بناتا ہے

ہر چہ محسوس الخ۔ یعنی جو کچھ کہ محسوس ہے (یعنی یہ دنیاوی تعلقات) وہ اسکو رد کر دیتا ہے اور جو کچھ کہ ناپیدا ہے (یعنی حق تعالیٰ اور اس کے اسرار) ان کو مسند (اور محکم) کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ جس کو اپنے ان تعلقات دنیوی سے بچایا اسکی تو یہ حالت ہو جاتی ہے کہ سوائے آپکے تعلق کے اور سب تعلقات کو ترک کر دیتا ہے اور سب کو حجاب خیال کرتا ہے اور اسکی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ

عشق او پیدا و معشوقش نہاں	یار بیروں فتنہ او در جہاں
اس کا عشق ظاہر ہے اور اس کا معشوق پوشیدہ ہے	یار (کائنات سے) باہر ہے جہان میں اس کا فتنہ ہے

عشق او پیدا الخ۔ یعنی اس (شخص) کا عشق تو ظاہر ہوتا ہے (کہ سب جانتے ہیں کہ عاشق خدا ہے) اور اسکا معشوق (یعنی حق تعالیٰ) پوشیدہ ہیں تو یار تو (اس جہان سے) باہر ہے اور اس کا فتنہ (اور عشق) سارے جہان میں ہو رہا ہے (اور جس کو دیکھو اسی کا شیدا اور متوالا ہے بعض تو ہر وقت اور بعض گاہے گاہے اسکی طرف متوجہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتے ہیں لیکن ہوتے سب ہیں پس وہ توان جہات وغیرہ سے باہر ہے اور منزہ ہے مگر اس کا فتنہ عشق جہان میں موجود ہے چونکہ اوپر عشق حقیقی تعلق بحق اور فنا کا ذکر تھا اور ان چیزوں کی ترغیب اور ان کا مطلوب ہونا بیان کیا گیا تھا اس لئے آگے اسکی ضد یعنی عشق مجازی اور غیر اللہ سے تعلق اور حق سے غفلت کو منع فرماتے ہیں اور ان کا غیر مقصود اور غیر مطلوب ہونا بیان فرماتے ہیں کہ

شرح مبیبی

مناجات

اے خدائے پاک لاشریک بے مددگار تو ہماری دستگیری کر اور ہمارے قصوروں کو معاف کر اور ہم کو دل نرم کرنے والی باتیں یاد دلا جو تجھ کو ہم پر مہربان کریں۔ دعا کی توفیق بھی تو ہی دینے والا ہے اور قبول بھی تو ہی کرنے والا ہے۔ بے خوفی بھی تیری ہی طرف سے ہے اور خوف بھی تیری ہی جانب سے۔ پس اگر ہم نے کوئی خطا کی ہو اور کوئی بات غلط کہی ہو تو اس کی اصلاح کر اس لئے کہ اے بادشاہ تخن ومتصرف ومالک کلام تو ہی اصلاح کرنیوالا ہے تیرے پاس کیمیا ہے کہ تو اس کی قلب ماہیت کر سکتا ہے اور فاسد کو صالح بنا سکتا ہے۔ اگر خون کی ندی ہو تو اس کو رود نیل بنا سکتا ہے۔ اس قسم کی نقاشیاں کرنا تیرا ہی کام ہے اور اس قسم کی اکسیریں کہ فاسد کو صالح کر دے اور صالح کو فاسد وغیرہ تیرے ہی بھید ہیں تو نے پانی اور مٹی کو مخلوط کر کے اس پانی ومٹی سے ایک تصویر یعنی جسم انسان بنا دیا پھر اس کا تعلق خاوند اور بیوی ماموں اور چچا وغیرہ سے پیدا کیا اور اس کو خوشی اور رنج کے ہزار خرخشوں میں مبتلا کر دیا۔ پھر بعضوں کو ان خرخشوں سے نکالا اور رنج وشادی کے قصوں سے علیحدہ کیا اور اس کا تعلق عزیز و اقارب اور ملکات سیہ سے قطع کیا اور ہر بظاہر خوشنما چیز کو اسکی نظر میں برا کر دیا۔ چنانچہ اب اس کی حالت یہ ہے کہ جو کچھ محسوس ہوتا ہے اسے رد کرتا ہے اور غیر محسوس یعنی حق سبحانہ کو اپنا سہارا بناتا ہے اور اسکی حالت یہ ہوتی ہے کہ اسکا عشق تو ظاہر ہوتا ہے مگر معشوق نظروں سے مخفی اسکا محبوب تو بیرون عالم اور لامکانی ہے مگر اس کی شورش عالم میں پھیلی ہوئی ہے۔

شرح شبیری

ہیں رہا کن عشقہائے صورتی	نیست بر صورت نہ بر روئے ستی
خبردار! صورت کے عشقوں کو چھوڑ دو	وہ (عشق) بیوی کے چہرہ اور صورت پر نہیں ہے

ہیں رہا کن الخ۔ یعنی ہاں صورت کے عشق کو ترک کر دے (اس لئے کہ) جو عشق صورت پر ہے (وہ واقعہ میں) بیوی کے منہ پر نہیں ہے ستی۔ بی بی وکد بانو را گویند مطلب یہ کہ اے عاشق صورت تو جو اپنا معشوق صورت کو

www.besturdubooks.wordpress.com

سمجھے ہوئے ہے اور اس بنیاد پر چہرۂ زوجہ کو محبوب سمجھتا ہے تو سن رکھ کہ یہ عشق بھی جو کہ تجھے بیوی کے ساتھ ہے اس کے چہرہ پر یا کسی ظاہری عضو پر نہیں آگے بھی اس کو فرماتے ہیں کہ

آنچہ معشوقست صورت نیست آں	خواہ عشق اینجہاں خواہ آنجہاں
جس سے عشق ہے وہ صورت نہیں ہے	خواہ اس جہان (عالم ناسوت) کا عشق ہو یا اس جہان (عالم ملکوت) کا

انچہ معشوق ست الخ۔ یعنی جو کچھ معشوق ہے وہ صورت نہیں ہے۔ اب وہ عاشق خواہ اس جہان (یعنی ناسوت) کا ہو اور خواہ اس جہان (یعنی عالم ملکوت) کا ہو غرضیکہ جو عشق کہ ماسوی اللہ کے ساتھ ہوگا وہ بھی اس کی صورت پر نہیں ہے اور صورت پر عشق سمجھنا غلطی ہے بلکہ وہ عشق بھی اس کے کسی کمال پر ہوتا ہے مثلاً جمال پر وفا پر ناز و ادا پر وغیرہ وغیرہ مگر اس کالبد خاکی پر جو کہ گوشت پوست سے مل کر بنا ہے ہرگز ہرگز عشق نہیں ہوتا آگے اس دعویٰ کی دلیل خود بیان فرماتے ہیں اور اس شعر میں عشق اینجہان و آنجہان کہنے میں اشارہ اس طرف ہے کہ وہ عشق ماسوی اللہ کا ہوگا۔ اس لئے کہ جہان کے معنی ہیں عالم کے خواہ وہ یہ عالم ہوا اور خواہ عالم ملکوت ہو۔ یہاں تک تو عشق ظاہر ہے روز اسی کا رونا پڑا رہتا ہے کسی نے کیا ہے کہ۔ عشق سے کون ہے بشر خالی + کر دیئے جس نے گھر کے گھر خالی + اور عشق عالم ملکوت کا ایسا ہے جیسے کوئی شخص حور پر عاشق ہو اس کی طلب میں لگ جائے اور ہمہ تن اس کی مطلوبہ وہی ہو جائے تو ظاہر ہے کہ اس کو حق تعالیٰ سے علیحدگی اور غفلت لازم ہے اور یہ بھی مذموم ہے۔ آگے اپنے اس دعوے کی کہ عشق جو بظاہر صورت پر معلوم ہوتا ہے (وہ بھی اصل میں کسی کمال ہی پر ہے) اس کو صورت پر سمجھنا ہی غلطی ہے ایک دلیل لاتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ

آنچہ بر صورت تو عاشق گشتۂ	چوں بروں شد جاں چرایش ہشتۂ
جس کی صورت پر تو عاشق ہو رہا ہے	جب اس کی جان نکل گئی تو اس کو کیوں چھوڑا ہے

انچہ بر صورت الخ۔ یعنی جو کچھ کہ تم صورت پر عاشق ہو گئے ہو تو جب جان باہر ہوگئی تو اب اس کو کس لئے چھوڑتے ہو اور مطلب یہ کہ اے صورت پرست اور صورت کے عاشق اگر تیرا یہ کہنا صحیح ہے کہ تو اس خط و خال اور لون ظاہری ہی پر عاشق ہے تو اب ہم پوچھتے ہیں کہ جب اس جسم میں سے جان نکل جاتی ہے تو پھر اس جسم سے عشق کیوں نہیں ہوتا اور اس کو کیوں الگ کر دیتے ہو کہ اس کو لے جا کر اپنے ہاتھوں سے تہ خاک کر آتے ہو۔ اس وقت اگر عشق باقی ہے تو پھر اسکی لاش کو اٹھا کر رکھو اور اس کو اسی طرح چومو اسی طرح پیار کرو وغیرہ وغیرہ۔ مگر نہیں سب سے اول یہ عاشق خدا جب ہی فرمائیں گے کہ اس کو جلدی کہیں دفن کر دینا چاہیے اور سارا سامان خود کریں گے اور اس جسم کو دفن کر آئیں گے بس معلوم ہوا کہ اس کالبد سے اور اس صورت سے عشق نہ تھا اور نہ پھر ایسا کیوں ہوتا ہے اور اس لاش سے اس قدر نفرت کیوں ہو جاتی ہے اور اگر یہ کہو کہ ہم کو رنج و الم تو ہوتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم کو عشق صورت ہی سے تھا اور اس کے پیش نظر نہ رہنے سے یہ سارا قلق اور رنج ہے اور اس کو دفن بوجہ ضرورت

www.besturdubooks.wordpress.com

کے کردیتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت جب عشق ہوتا ہے تو ساری مصلحتیں اور ساری ضرورتیں ہیچ ہو جاتی ہیں اور سب سے بڑی ضرورت عشق ہی کی اور اس کے مقتضیات کی ہوتی ہے۔ آخر دیکھو کیا اپنی آبرو کی حفاظت کی اور بدنامی سے بچنے کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن پھر بھی اس عشق اور محبت کے سامنے کسی چیز پر بھی نظر نہیں ہوتی بلکہ صرف محبوب پیش نظر رہتا ہے اور اس کی یاد میں نہ اپنے بدنام ہونے کا خوف اور نہ کسی شے کا بس وہ ملنا چاہیے تو جب یہ بات ہے تو پھر تو اس کی لاش کو ضرور رکھتے اور ان ساری ضرورتوں پر خاک ڈالتے لیکن دیکھا جاتا ہے کہ اگر کہیں یہ عاشق صاحب رات کو مردہ معشوق کے پاس ہوں تو بھاگتے نظر آئیں گے۔ جب یہ بات ہے تو معلوم ہو گیا کہ عشق صورت پر ہرگز نہ تھا بلکہ کسی کمال پر تھا اور یہ قلق اور رنج والم بھی اس کمال ہی کے گم ہو جانے پر ہے۔
یہاں ایک صاحب نے حضرت دام ظلہم سے دریافت کیا کہ مثنوی گلزار ابراہیم میں جو قصہ لکھا ہے کہ حضرت ادہم اس شہزادی کی نعش کو نکال کرلے گئے تھے اور اس کو اپنے ویرانہ میں رکھ کر اس کو خطاب کر رہے تھے کہ عہد کر کے مجھکو دغا کرنا نہ تھا+ مجھکو زندہ چھوڑ کر مرنا نہ تھا+ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے تو لاش بھی نکال لی اور یہ ضرور عاشق صورت ہی تھے جواب یہ ارشاد ہوا کہ اول تو یہ شاذ و نادر ہے اور النادر کالمعدوم کے حکم میں ہے اور اگر شاذ نہ کہا جائے تو جواب یہ ہے کہ وہ مردہ بھی نہ تھی بلکہ وہ سکتہ میں مبتلا تھی اس لئے اس کے اندر ایک قسم کی کشش اس وقت بھی باقی تھی وہی کشش ان کی رہبر ہوئی اور ان کو اس امر پر مجبور کیا اور یہاں بحث ہے اس سے جو مردہ ہو کہ اس وقت اس صورت میں کشش باقی کیوں نہیں رہی حالانکہ صورت میں کوئی تغیر نہیں آیا اسی کو فرماتے ہیں کہ

صورتش برجاست ایں سیری زچیست	عاشقا واجو کہ معشوق تو کیست
اس کی صورت موجود ہے یہ دل بھرنا کیوں ہے؟	اے عاشق! ڈھونڈ کہ تیرا معشوق کون ہے؟

صورتش برجاست الخ۔ یعنی اس کی صورت تو اپنی جگہ پر (بلا کسی تغیر و تبدل کے قائم) ہے پھر یہ سیری (اور اکتانا) کس چیز کے سبب سے ہے تو اے عاشق تو دیکھ کہ تیرا معشوق (حقیقت میں) کون ہے اس لئے کہ اگر صورت ہوتی تو وہ تو موجود ہے۔ مگر اس سے اکتاتے کیوں ہو جب اس سے گھبراتے ہو تو معلوم ہو گیا کہ معشوق اور ہی کچھ ہے۔ پس اس کو دیکھنا اور اس کو طلب کرنا چاہیے اور اس کو ترک کر دینا چاہیے۔ آگے ایک اور دلیل اپنے دعوے پر بیان فرماتے ہیں کہ

آنچہ محسوس ست گر معشوقہ است	عاشق ستے ہر کہ او را حس ہست
اگر محسوس چیز ہی معشوق ہے	تو جس میں بھی حس ہے وہ عاشق ہوتا

آنچہ محسوس ست الخ۔ یعنی جو چیز کہ محسوس ہے اگر (وہی) معشوقہ ہوتو ہر وہ شخص جس کو حس ہوتی عاشق ہو جاتا مطلب یہ کہ اگر محسوس شے معشوقہ ہوا کرتی اور عشق صورت پر ہی ہوتا تو پھر تو جسکو حس ہوتا وہی اس پر عاشق ہوتے اور حس حیوانات کو بھی ہے اس لئے کہ اس شخص کے معشوق کو آخر آنکھ سے وہ بھی دیکھتے ہیں تو وہ بھی اس معشوق پر عاشق ہو جاتے۔ اور اس کے رقیب گائے بھینس بیل گھوڑے ہوا کرتے۔ (سبحان اللہ کیا نفیس

www.besturdubooks.wordpress.com

رقابت ہے) حالانکہ یہ چیزیں عاشق نہیں ہوتیں تو معلوم ہوا کہ انسان کے عاشق ہونے کی کوئی اور وجہ ہے اور کوئی اور شے ہے جو ان حواس ظاہری سے مدرک نہیں ہے بلکہ عقل سے مدرک ہے۔ اور عقل حیوانات میں ہی نہیں۔ بس عشق بھی نہیں۔ لہٰذا معلوم ہو گیا کہ صورت ہرگز معشوق نہیں ہے۔ آگے ایک اور دلیل اس کی فرماتے ہیں کہ

چوں وفا آں عشق افزوں می کند	کے وفا صورت دگرگوں می کند
جب وفاداری عشق کو بڑھاتی ہے	(تو) وفا صورت میں کب تغیر کرتی ہے؟

چوں وفا آں الخ۔ یعنی جبکہ وفا اس عشق میں زیادتی کرتی ہے تو وفا صورت کو دگرگوں کب کرتی ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو جب محبوب کی طرف سے وفا ہوتی ہے اور اس طرف سے بھی محبت ہو تو پھر کس قدر الفت اور محبت مابین بڑھتی ہے جیسے کسی نے کہا ہے کہ ۔ الفت کا جب مزہ ہے کہ وہ بھی ہوں بے قرار + دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی + تو اس وفاداری نے صورت کو تو ذرا بھی نہیں بدلا۔ پھر محبت کیوں بڑھتی ہے۔ معلوم ہو گیا کہ عشق کمالات پر ہے اور کیونکہ وفا بھی ایک کمال ہے اس لئے وفا ہونے سے محبت زیادہ ہوتی ہے اور اصل کمالات کی حق تعالیٰ ہیں اور جامع کمالات بھی وہی ہیں اور کل کمالات ان میں بطریق اتم واحسن موجود ہیں لہٰذا س کامل کے ساتھ عشق اور محبت چاہیے اور ان مجازی محبوبوں کو جو کہ اسی کا پرتو اور سایہ ہیں اور اس کے تابع ہیں علیحدہ اور الگ کرو اور غلطی اس وقت تک ہی جب تک کہ اصل کو دیکھا نہیں۔ ورنہ اگر اصل کو دیکھ لیتے تو پھر ان مجازی اور مستعار اشیاء کے در پے نہ ہوتے۔ اس کو ایک مثال سے واضح فرماتے ہیں کہ

پرتو خورشید بر دیوار تافت	تابش عاریتے دیوار یافت
آفتاب کا عکس دیوار پر پڑا	(تو) عارضی چمک دیوار نے حاصل کر لی

پرتو خورشید الخ۔ یعنی خورشید کا سایہ دیوار پر چمکا تو مستعار چمک دیوار نے بھی پالی۔ پس اگر کوئی اس دیوار کو منور دیکھ کر اس کو محبوب سمجھے اور اس پر عاشق ہو جائے اور اس چمک کو خاصہ اس کی ذات کا سمجھ کر اسی کا ہو رہے ہے تو ظاہر ہے کہ وہ غلطی پر ہے اور ہر شخص اس سے یہی کہے گا کہ جو چیز اصل ہے اور جس کا یہ عکس ہے یعنی آفتاب اس کو دیکھو اور اس سے لو لگاؤ۔ بس اس طرح ماسوی اللہ جس قدر عالم ہیں اور ان میں جس قدر کمالات ہیں وہ سب اسی کامل کا عکس اور سایہ ہے اور اصل کمال اس کے اندر ہی اس کو چھوڑ کر اس کے عکس کی طرف توجہ کرنا اور اس شے کو اصل اور اس کو اس کی ذاتیات سے سمجھنا صریح غلطی ہے بلکہ اصل تو یہ ہے کہ حسن خویش از روئے خوبان آشکارا کردہ + پس بچشم عاشقان خود را تماشا کردہ + اصل میں تو جمال حق ہے اور اس جمال کا عکس محبوبان مجازی پر پڑ رہا ہے اس وجہ سے یہ بھی محبوب و مطلوب بظاہر نظر معلوم ہوتے ہیں۔ آگے بھی اسی مضمون کو فرماتے ہیں کہ

بر کلوخے دل چہ بندی اے سلیم	واطلب اصلی کہ او تابد مقیم
اے سادہ لوح! ڈھیلے سے کیا دل لگاتا ہے	اصلی کو طلب کر جو ہمیشہ چمکتا ہے

بر کلوخے دل چرا بر بستۂ لخ۔ یعنی اے بھلے آدمی کلوخ پر کیا دل باندھتے ہو (اور اس سے کیا تعلق پیدا کرتے ہو) بلکہ اس اصل کو طلب کرو اور اسکی تلاش کرو جو کہ ہمیشہ اور ہر آن چمکتی ہے۔ مطلب یہ کہ ان محبوبان مجازی سے جو کہ مشابہ دیوار اور کلوخ کے ہیں دل مت لگاؤ۔ حق تعالیٰ سے جو کہ اصل ہونے میں مثل خورشید کے ہیں تعلق پیدا کرو۔ یہاں تک تو صورت پرستوں کی غلطی بتائی تھی آگے اہل سلوک اور صوفیوں کی غلطی بتاتے ہیں کہ اگر کسی کو شبہ ہو کہ یہ جو کہا ہے کہ اصل حق تعالیٰ ہے اور اس کا پرتو مخلوق پر پڑا ہے جس کی وجہ سے یہ حسین اور باجمال نظر آتی ہے تو ہم بھی اس شخص میں اس کامل کی تجلی اور اس کے جمال کو دیکھ رہے ہیں اور ہمارا مقصود اصلی جمال حق کو دیکھنا ہے اور یہ صورت محض آلۂ رویت ہے پس ان کی غلطی کو بیان کرتے ہیں اور ان کا جواب دیتے ہیں حاصل جواب کا یہ ہے کہ حقیقت میں تو بے شک یہی ہے اور اسی اصل کا پرتو ہر شئے پر پڑ رہا ہے مگر تمہارا یہ قول کہ ہمارا مطمع نظر بالقصد حق تعالیٰ ہیں غلط ہے اس لئے کہ اگر وہ خوبیاں اور کمالات جن پر یہ شخص عاشق ہے اور جن کو کہ حق تعالیٰ کے کمالات کا پرتو اور عکس خیال کرتا ہے کسی دوسرے شخص میں بھی موجود ہوں اس شخص پر بھی یہ کیوں عاشق نہیں ہوتا جیسے کہ مثلاً کسی کا محبوب بہت ہی وفادار ہے اور اسکی وجہ سے یہ شخص اس پر عاشق ہے اور کہتا ہے کہ اصل میں ایفاء عہد صفت ہے حق تعالیٰ کی لیکن چونکہ اسکا عکس اسمیں بھی اس صورت سے آیا ہے کہ یہ وفادار ہو گیا ہے اس لئے ہم اس پر عاشق ہیں پس اگر یہی کمال کسی دوسرے میں بھی ہو اس پر کیوں عاشق نہیں ہو جاتے اور اگر مان لیں کہ تمہاری نظر میں صرف اسی کے اندر یہ صفات پائی جاتی ہیں اور دوسروں میں نہیں ہیں تو پھر اس کی وجہ بتاؤ کہ جب تمہارا معشوق ذرا بڑا ہوا اور دو ایک بال نکلے اور صورت بگڑی بس اس سے نفرت شروع ہو گئی اس سے طبیعت سیر ہو گئی حالانکہ اب اس کے اندر وہ صفت بدرجہ اولیٰ اور بطریق اتم موجود ہے کیونکہ پہلے تو بہت خریدار تھے۔ اب کون ہے بس اب تو جو بھی ذرا اس سے محبت کرے گا وہ اس کے ساتھ ہونے کو تیار اور ہر طرح سے اس کی خوشامد کو موجود ہے جیسا کہ مشاہدہ ہے پھر اس سے وہ محبت عشق کیوں نہیں ہے حالانکہ وہ صفت پوری طرح پر موجود ہے۔ معلوم ہو گیا کہ حضرت بھی صورت ہی پر عاشق ہیں اور یہ صفات وغیرہ کا بہانہ ہی ہے اور یہ سارا نفس کا کید ہے۔ اب سمجھو کہ مولانا اس کو فرماتے ہیں کہ

اے کہ تو ہم عاشقی بر اصل خویش	خویش بر صورت پرستاں دیدہ بیش
اے وہ کہ تو بھی (اپنے زعم میں) اصل پر عاشق	اپنے آپ کو صورت پرستوں سے زیادہ (افضل) سمجھتا ہے

ایکہ تو ہم عاشقی الخ۔ یعنی اے وہ شخص کہ تو بھی اپنی عقل پر عاشق ہے اور اپنے کو صورت پرستوں سے زیادہ جانتا ہے۔ عقل کو مشابہت حق تعالیٰ سے اصل ہونے میں ہے اب سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ اے شخص تو جو یہ سمجھتا ہے کہ صورت پرست تو غافل عن الحق ہیں لیکن میں متوجہ بحق ہوں اور میری توجہ کا آلہ یہ صورت ہے کہ مجھے اس میں جمال الٰہی کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔ بس یہ تیری غلطی ہے اور نفس کا کید ہے اور اصل میں تو بھی عاشق صورت ہی ہے جیسا کہ معشوق کے بوڑھے یا بدصورت ہو جانے کے بعد اس کی صورت میں وہ جمال ظاہری نہیں رہتا اس لئے وہ عشق

www.besturdubooks.wordpress.com

بھی نہیں رہتا۔ حالانکہ اور ساری خوبیاں درجہ کمال پر ہوتی ہیں اور بعض مرتبہ وہی بات کسی دوسرے میں ہوتی ہے مگر اس طرف اس کو التفات بھی نہیں ہوتا حکایت۔ ایک مرتبہ بقراط نے راستہ میں ایک صوفی کو دیکھا کہ بے ہوش پڑا ہے پوچھا کہ اس کی کیا حالت ہے معلوم ہوا کہ کسی حسین صورت کو دیکھ لیا ہے اس لئے یہ حالت طاری ہے۔ بقراط نے کہا کہ مجھ بڈھے کو دیکھ۔ اس کو کبھی حق تعالیٰ کے کمالات کا استحضار نہ ہوا۔ بھلا خوبصورت ہی کو دیکھ کر احساس ہوا۔ پس اپنے اپنے نفس کو ٹٹول کر دیکھو لو کہ کیا کہتا ہے۔ یہ ساری خرابی مستی کی ہے اگر وہ وعیدیں جو نگاہ بد کے متعلق وارد ہیں متحضر ہوں اور حق تعالیٰ کا خوف دل میں ہو پھر دیکھیں کہ یہ مستیاں کہاں جاتی ہیں۔ اور اس کا مشاہدہ دنیا میں ہے کہ جب تک عیش و آرام ہے جب ہی تک سارے لطف سوجھتے ہیں اور اگر ابھی کوئی مقدمہ وغیرہ قائم ہو جائے اس وقت اس معشوق کی یہ بھی خبر نہیں ہے کہ کہاں ہے اور کہاں نہیں بس نفسی نفسی کی پڑ جاتی ہے۔ اسی کو ایک جگہ مولانا فرماتے ہیں کہ۔ عشق نبود آں کہ ہر مردم بود + این ہمہ از خوردن گندم بود + ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ عشق بازی کر پے رنگے بود + عشق نبود عاقبت ننگے بود + سچ ہے انجام کار ننگے ہی ہو جاتے ہیں پس معلوم ہوا کہ صورت قابل عشق و محبت کے نہیں ہے اور اس کے ساتھ ذرا سا تعلق بھی مانع عن الحق ہے سو اس کو نہ مرآۃ قرار دے نہ کچھ بس متوجہ الی الحق ہو اور ان سب کو غیر سمجھے اور ان کی طرف توجہ کو شرک فی الطریق خیال کرے۔

آگے پھر مضمون بالا کی طرف یعنی صورت پرستوں کی غلطی کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ

پر تو عقل ست آں بر حس تو	عاریت میداں ذہب بر مس تو
تیرے (اس) احساس پر عقل کا سایہ پڑ گیا ہے	اپنے تانبے پر سونے کو عارضی سمجھ

پر تو عقل ست الخ۔ یعنی (اے صورت پرست مجھ کو جو صورت اچھی اور حسین معلوم ہوتی ہے یہ بھی) تیری حس پر عقل ہی کا سایہ ہے اور اپنے تانبے پر سونے کو عاریت سمجھو۔ مطلب یہ کہ یہ جو حسن صورت اور خوبی ظاہری ہے یہ بھی اس کامل ہی کا سایہ ہے اور اس سایہ کی وجہ سے ہی تم کو یہ صورت بھی حسین معلوم ہوتی ہے بس تم اس خوبصورتی کو جو کہ ایک جھول کی طرح اوپر سے حسین معلوم ہوتی ہے مانگی ہوئی اور ناپائیدار شے سمجھو۔ آگے اس کی توضیح فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

ہیں رہا کن عشقہائے صورتی ----------- واطلب اصلی کہ تابد او مقیم

دیکھو ان عشقوں کو چھوڑ جنکا تعلق صورت سے ہے۔ اس لئے کہ جو عشق بظاہر صورت پر ہے وہ فی الحقیقت بیوی وغیرہ کے چہرہ پر نہیں اور جو فی الحقیقت معشوق ہے وہ صورت نہیں خواہ صورت ناسوتی کا عشق ہو خواہ ملکوتی کا وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر تو صورت ہی پر عاشق ہوا ہے تو کیا وجہ ہے کہ جب جان نکل گئی تو نے اس کو چھوڑ دیا۔ حالانکہ صورت تو اسی طرح موجود ہے پھر یہ استثناء کس سبب سے ہے۔ پس ثابت ہوا کہ صورت پر نہیں۔ تو اب

www.besturdubooks.wordpress.com

تجھے غور کرنا چاہیے کہ فی الحقیقت تیرا معشوق کون ہے۔ غور سے تجھے معلوم ہوگا کہ صورت نہیں بلکہ کوئی اور ہی ہے اس لئے کہ جو محسوس ہے وہی اگر معشوق ہوتا تو ہر حس رکھنے والا عاشق ہوتا۔ پس لازم تھا کہ گائے بیل بھی عاشق ہوتے۔ نیز یہ مشاہدہ ہے کہ معشوق کی وفا سے عشق میں ترقی ہوتی ہے تو کیا وفا صورت کو بدل دیتی ہے ہرگز نہیں بلکہ صورت وہی رہتی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ عشق میں تغیر ہوتا ہے اس سے بھی ثابت ہوا کہ معشوق صورت نہیں پھر کیا ہے تو ہم بتائے دیتے ہیں بات یہ ہے کہ آفتاب حقیقی حق سبحانہ کا پرتو دیوار یعنی ممکنات پر پڑا اس سے اس دیوار یعنی ممکنات کے اندر عارضی حسن پیدا ہو گیا بس وہ حسن تیرے دل کو کھینچتا ہے۔ پس جبکہ معشوق وہ حسن عارضی ہوا جو حق سبحانہ کے پرتو سے پیدا ہوا ہے تو یہ سراسر حماقت ہے کہ اس عارضی حسن رکھنے والے ڈھیلے اور ممکن سے دل لگایا جائے بلکہ اصل خورشید (حق سبحانہ) کو ڈھونڈنا چاہیے جو کہ ہمیشہ چمکتا اور ذاتی اور بے زوال حسن رکھتا ہے۔

ایک تو ہم عاشقی بر عقل خویش ---------- عاریت میداں ذہب بر مس تو

اوپر صورت پرستوں پر اعتراض اور ان کو تفہیم تھی۔ ان اشعار میں عقل پرستوں کی تردید ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ ارے تو جو اپنی عقل پر عاشق ہے اور صورت پرستوں سے اپنے کو اعلیٰ و افضل سمجھتا ہے تجھے معلوم بھی ہے کہ تیرا معشوق کون ہے۔ وہ تیری عقل ناقص نہیں بلکہ اس عقل ناقص پر جو خسیس ہونے میں مثل خس کے ہے اس لطیف و خبیر کا جو عقل کی طرح اشیاء کو علی ماہی علیہ ادراک کرتا ہے۔ پرتو پڑا ہے اس لئے اس میں یہ کیفیت پیدا ہو گئی ہے جو تجھے مرغوب و پسندیدہ ہے۔ اور یہ سونا اور پرتو کمال تیری عقل ناقص پر جو بمنزلہ تانبے کے ہے عارضی ہے اصل نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ معشوق خود عقل نہیں بلکہ وہ سونے کا مطمع ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ عقل پر عاشق ہونا بھی سراسر حماقت ہے۔ عقل انسانی کو ضعف و غلطی ادراک کے سبب حس سے تعبیر کیا اور حق سبحانہ کو اس کے ادراک اشیاء علی ماہی علیہ اور مناسبت لفظ حس کے سبب جو اس مصرع میں واقع ہے عقل سے اور یہ لوگ تعبیرات کی پرواہ نہیں کرتے چنانچہ اشعار آئندہ میں حق سبحانہ کو دل سے تعبیر کیا ہے۔ فاندفع البعد (تنبیہ) اس مقام پر بعض اور توجیہات بھی ہیں اول یہ کہ شعر اول میں عقل سے مراد معقول ہے اور مقصود ان لوگوں کا رد کرنا ہے جو دعوے کرتے ہیں کہ ہم صورت پر عاشق نہیں بلکہ ہم تو معنی پر عاشق ہیں۔ یعنی یہ صورت مظہر اور مرآۃ جمال ہے حق سبحانہ کا اس میں ہم ظاہر اور مرئی کا مشاہدہ کرتے ہیں اور اس پر عاشق ہیں۔ تفصیل یہ ہے کہ تو جو اپنی معقول یعنی حق سبحانہ پر بزعم خود عاشق ہے اور صورت پرستوں سے اپنے کو افضل سمجھتا ہے یہ تیری غلطی ہے اور منشاء غلطی یہ ہے کہ تیری حس میں عقل کی آمیزش ہوگئی ہے وہ آمیزش تجھے گمراہ کر رہی ہے کہ اس آمیزش سے تو اپنے کو معقول کا عاشق سمجھ گیا چونکہ اس وقت من وجہ معقول کا بھی ادراک ہو گیا وہ ادراک عشق کے درجہ تک نہیں پہنچا اور نہ واقع میں مدرک بالحس یعنی صورت ہی کا تو عاشق ہے۔ اس توجیہ پر ع عارنیت میداں ذہب بر مس تورا میں عارنیت کا لفظ اچھی طرح چسپاں نہیں ہوتا۔ اللھم الا ان یقال اس آمیزش کو بوجہ ناپائدار ہونے کے عاریت سے تشبیہ دی کیونکہ

غالب عشق صورت ہی کا ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ دوسرا شعر پہلے شعر سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ اشعار ماسبق سے مرتبط ہے اور معنی یہ ہیں کہ تیری محسوسات پر معقول (حق سبحانہ) کا پرتو ہے اس لئے مجھے اپنے تانبے (محسوس) پر سونے (پرتو حق سبحانہ) کو طمع اور عارضی سمجھنا چاہیے لہٰذا اس پر فریفتہ نہ ہونا چاہیے اس توجہ میں یہ خدشہ ہے کہ شعر اول لام تام نہیں بلکہ محتاج جواب ندا ہے اور اس تقدیر پر جواب ندا ندارد ہے۔ اللھم الا ان یقال بقرینہ مقام مقدر ہے بعض نسخوں میں شعر اول میں بجائے عقل کے لفظ اصل واقع ہے اور اصل سے مراد حق سبحانہ ہیں اور مطلب یہ ہے کہ تو جو اپنے اصل حق سبحانہ پر بزعم خود عاشق ہے اور اپنے کو صورت پرستوں سے اعلیٰ و افضل بتاتا ہے یہ تیرا نقص ہے اس لئے کہ تیرے حس پر مرد عارف کا پرتو پڑا یعنی تو نے ان کی نقل کی اور اصل اور نقل اور حال اور قال میں بہت فرق ہے اس لئے یہ قول اور یہ خیال تیرا فی الحقیقت حس اور نقص ہے۔ گو اس مشابہت عرفاء سے صورت کمال پیدا ہو گئی ولا یخفی سخافتہ وحزازتہ علی من لہ ذوق سلیم۔

شرح شبیری

چوں زراندودست خوبی در بشر	ورنہ چوں شد شاہد تو پیر خر
انسان کا حسن ملمع کی طرح کا ہے	ورنہ تیرا معشوق بوڑھے گدھے کی طرح کیوں ہوا؟

چون زراندودست الخ۔ یعنی انسان میں خوبصورتی سونے کی جھول کی طرح ہے (جو کہ اصل میں تو تانبا ہے اور اوپر سے سونا معلوم ہوتا ہے) اور اگر (ایسا) نہیں ہے (اور تم اس حسن کو صفت ذاتی انسان کی سمجھتے ہو تو یہ بتاؤ) کہ تمہارا معشوق (تھوڑے دن بعد) بوڑھا گدھا کیوں ہو جاتا ہے۔ بوڑھا گدھا کہنے میں بیکار ہونے سے تشبیہ ہے۔ یعنی بعد ایک مدت کے وہ اس کا سارا حسن و جمال کہاں جاتا رہتا ہے اور اس وقت خود یہ عاشق ہی صاحب کیوں اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ساری حسن و خوبی عاریت اور ناپائیدار تھی اس کو پھر فرماتے ہیں کہ

چوں فرشتہ بد ہمچو دیو شد	کاں ملاحت اندر و عاریہ بد
فرشتہ جیسا تھا بھوت جیسا بن گیا	کیونکہ اُس میں حسن عارضی تھا

چون فرشتہ بود الخ۔ یعنی (پہلے تو وہ معشوق) فرشتہ کی طرح تھا (اور اب) دیو کی طرح ہو گیا (بس معلوم ہوا) کہ وہ ملاحت (اور حسن) اسمیں عاریۃً تھا اور اس کی صفت ذاتی اور اصلی نہ تھی اور یہ ساری ملاحت حسن جاتے رہنے کی وجہ یہ ہے کہ

اندک اندک می ستاند آں جمال	اندک اندک خشک می گردد نہال
(اللہ تعالیٰ) اُس حسن کو تھوڑا تھوڑا واپس لیتا رہتا ہے	آہستہ آہستہ (ہرا بھرا) پودا خشک ہو جاتا ہے

اندک اندک الخ۔ یعنی حق تعالیٰ اس سے تھوڑا تھوڑا حسن و جمال (سلب فرما) لیتے ہیں (جیسے کہ) شاخ تھوڑی تھوڑی سوکھتی ہے مطلب یہ کہ جس طرح شاخ تھوڑی تھوڑی سوکھتی ہے آخر کار بالکل خشک ہو جاتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اسی طرح اس حسن و جمال عارضی کو اس معشوق سے لیتے رہتے ہیں۔ حتی کہ بالکل سلب فرما لیتے ہیں اور پھر اسی بوڑھے گدھے کی طرح اور دیو کی طرح ہو جاتا ہے اور اس کی دلیل (کہ حق تعالیٰ تھوڑا تھوڑا سلب فرما لیتے ہیں) قرآن شریف میں بھی موجود ہے اس کو مولانا فرماتے ہیں کہ

رو نعمرہ ننکسہ بخواں	دل طلب کن دل منہ بر استخواں
جا نعمرہ ننکسہ کو پڑھ	دل کو طلب کر ہڈی سے دل نہ لگا

رو نعمرہ ننکسہ الخ۔ یعنی جاؤ اور آیت من نعمرہ ننکسہ فی الخلق (جس کو ہم عمر دیتے ہیں اس کو لوٹا دیتے ہیں پیدائش کی طرف) کو پڑھو اور دل (یعنی حق تعالیٰ) کی طلب کرو (اور اس سے تعلق پیدا کرو) اور ہڈیوں پر مت رکھو (کہ فضول چیز ہے) مطلب یہ کہ ہم نے جو کہا ہے کہ حق تعالیٰ حسن و جمال میں سے تھوڑا تھوڑا لیتے رہتے ہیں اسکی دلیل یہ ہے کہ قرآن شریف میں موجود ہے کہ و من نعمرہ الخ یعنی جس کی عمر ہم دراز کرتے ہیں اس کو پیدائش کی طرف راجع فرما دیتے ہیں اور جس طرح بچپن میں مجبور اور محتاج تھا ویسا ہی کر دیتے ہیں۔ بس دیکھو جس طرح اس کے اور قوی مضمحل ہوتے ہیں اور ساری قوتیں زائل ہوتی ہیں اس طرح یہ حسن و جمال ظاہری بھی معدوم ہو جاتا ہے۔ پس جبکہ یہ حسن ظاہری اس قدر ناپائیدار شے ہے تو اس سے قطع تعلق کرو اور اس گوشت پوست سے محبت مت کرو بلکہ حق کی طرف متوجہ ہو اور یہاں حق تعالیٰ کو تشبیہ دل کے ساتھ عمدہ اور مطلوب اور مقصود ہونے میں ہے کہ جس طرح اور اعضاء کے سامنے دل محبوب ہوتا ہے اور جب کوئی خوف وغیرہ ہوتا ہے تو اول حفاظت قلب کی فکر پڑتی ہے اور تمام اعضاء اسی کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں (اور یہ مشاہد ہے کہ جب کوئی خوف وغیرہ ہو تو سارے اعضاء سمٹ کر قلب کی طرف ہو جاتے ہیں) اس طرح حق تعالیٰ کی طرف توجہ مطلوب اور وہی مقصود بالذات تمام عالمین سے ہے۔ آگے دل طلب کن کی وجہ بتاتے ہیں اور اس کی ضرورت کو بیان کرتے ہیں کہ

کاں جمال دل جمال باقی ست	دو لبش از آب حیواں ساقی ست
کیونکہ دل کا حسن باقی رہنے والا حسن ہے	اس کے دونوں ہونٹ آب حیات کے ساقی ہیں

کان جمال دل الخ۔ یعنی (حق تعالیٰ کی طلب اس لئے ضروری ہے) کہ اس دل (حق تعالیٰ) کا جمال جمال باقی ہے اور حق تعالیٰ کے دولب آب حیوان (یعنی زندگی) کے پلانے والے (یعنی عطا کرنے والے) ہیں۔ دولب کہنا مجاز ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ حق تعالیٰ کا جمال باقی ہے اور جس قدر جمال و کمال ہیں سب فانی ہیں اور اسی کے حکم سے (جو کہ عادۃً دنیا میں دولب سے دیا جاتا ہے) زندگی ملی ہے۔ اور وہی اس زندگی کا عطا کرنیوالا ہے بس اس کو طلب کرنا چاہئے۔ اور سب کو ترک کر دینا ضروری ہے بلکہ یہ تعلق بالغیر جب ہی تک ہے جب تک کہ تمہاری آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے اور تم حقیقت سے غافل اور جاہل ہو ورنہ یہ سب چیزیں بالکل

www.besturdubooks.wordpress.com

کالعدم ہیں اور اصل وجود اسی ذات کا ہے اس کو فرماتے ہیں کہ

خود ہم اُو آب ست وہم ساقی و مست	ہر سہ یک شد چوں طلسم تو شکست
خود وہی پانی ہے وہی پلانے والا ہے اور مست ہے	جب تیرا طلسم ٹوٹا تینوں ایک ہوئے

خود ہم او آب الخ۔ یعنی خود ہی (حق تعالیٰ) پانی بھی ہیں اور وہی ساقی ہیں اور وہی مست ہیں اور جبکہ تمہارا طلسم (جسم) ٹوٹ جاوے گا تو (معلوم ہوگا کہ) یہ تینوں ایک ہی ہیں۔ یہاں کوئی صاحب یہ نہ سمجھیں کہ ایک ہونے سے مراد اتحاد ذات ہے اور مطلب یہ ہے کہ (نعوذ باللہ) ذات آب اور ذات ساقی اور ذات مست سب ذات حق کے عین ہیں۔ نعوذ باللہ تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا۔ یہ مطلب ہرگز ہرگز نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جسکو حق تعالیٰ کی عظمت شان کا استحضار ہوگا اور اس کو وجود پیش نظر ہوگا تو دیگر اشیاء کا وجود کالعدم معلوم ہوگا اور ہر وقت اس شخص کو حق تعالیٰ ہی کی طرف توجہ ہوگی اور جس شے کو دیکھے گا اسی کی کاری گری اور صناعی اور قدرت کا مشاہدہ کریگا لیکن اس ذات وحدہ لاشریک کی معرفت ان بے ہودہ گوئیوں میں اور تعلق ماسوی اللہ سے رکھ کر حاصل نہیں ہوسکتی بلکہ اس کی تدبیر عبادت اور اطاعت حق ہے۔ آگے مولانا اسی کو فرماتے ہیں کہ

آں یکے را تو ندانی از قیاس	بندگی کن ژاژ کم خا نا شناس
تو اکیلے (خدا) کو عقل سے نہ سمجھے گا	اے جاہل! عبادت کر بکواس نہ کر

آن یکے را تو الخ۔ یعنی اس ایک کو تم قیاس سے (اور دلائل عقلیہ سے پوری طرح) نہیں جان سکتے۔ (بلکہ) عبادت کرو اور بے ہودہ (اور فضول) کام مت کرو اے ناشناس۔ مطلب یہ کہ اس ذات کو جس کے وجود کے سامنے تمام اشیاء بالکل ناپید اور معدوم کے مثل ہیں ان حواس ظاہری سے پہچاننا اور دیکھ لینا غیر ممکن ہے بلکہ اطاعت اور بندگی کرو اسی سے تم کو اس کی معرفت حاصل ہو جائے گی۔ آگے پھر رجوع ہے اس مضمون کی طرف جس میں کہ سالکوں کی غلطی بتائی تھی کہ تم جو کہتے ہو کہ ہم صورت کے عاشق نہیں ہیں غلط ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

معنی تو صورت ست و عاریہ	بر مناسب شادی و بر قافیہ
تیری اصل (بھی) صورت (ہی) ہے اور عارضی ہے	تناسب (اعضاء) اور موزونیت پر تو خوش ہے

معنی تو صورت الخ۔ یعنی تیری معنی صورت ہیں اور عارِیۃ ہیں (اس لئے کہ تجھ کو) تناسب (اعضاء معشوق) پر قافیہ پر خوشی ہو رہی ہے قافیہ سے مراد بھی تناسب یہ ہے۔ مطلب یہ کہ جس کو تم معنی سمجھ رہے ہو وہ بھی اصل میں صورت ہی ہے۔ اور حقیقۃً تم صورت ہی پر عاشق ہو اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب محبوب کے اعضاء میں تناسب ہوتا ہے اور وہ ایک دوسرے کے مناسب ہوتے ہیں تو تم کو خوشی ہوتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم صورت پر ہی عاشق ہو۔ اور جن کو تم معنی سمجھے ہو وہ معنی نہیں ہیں بلکہ معنی اور شے ہے اس لئے کہ

معنی آن باشد الخ۔ یعنی معنی تو وہ (چیز) ہیں کہ تجھ کو (تجھ سے) لے لیں (اور تجھے اپنی بھی خبر نہ رہے) اور

www.besturdubooks.wordpress.com

تجھے نقوش (ظاہری) سے بالکل بے نیاز اور بے پرواہ کر دے اور وہ معنی ایسی نہیں ہوتے کہ تجھے نقوش ہی میں لگائے رکھیں اور مقصود کی طرف متوجہ ہی نہ ہونے دیں اسی کو فرماتے ہیں کہ

آں بود معنی کہ بستاند ترا	بے نیاز از نقش گرداند ترا
اصل تو وہ ہوتی ہے جو تیری خودی کو ختم کر دے	تجھے صورت سے بے نیاز بنا دے

معنی آن بنود الخ۔ یعنی معنی (حقیقت) وہ نہیں ہوتے جو کہ تجھے (حق کے دیکھنے اور سننے سے) اندھا اور بہرا کر دیں اور تجھے نقش پر اور زیادہ عاشق کر دیں۔ بلکہ حقیقت اور اصل تو وہ شے ہے کہ سب سے علیحدہ کر کے اپنی ہی طرف متوجہ کر لیتی ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

نبود آں معنی کہ کورو کر کند	مر ترا بر نقش عاشق تر کند
اصل وہ نہیں ہے جو اندھا اور بہرا بنائے	تجھے صورت پر زیادہ عاشق کر دے
کور را قسمت خیال غم فزاست	بہرۂ چشم ایں خیالات فناست
اندھے کا حصہ غم بڑھانے والے خیالات ہیں	(ظاہری) آنکھ کا حصہ فانی خیالات ہیں

کور را قسمت خیال الخ۔ یعنی اندھے کی قسمت (اور حصہ) میں تو غم بڑھانے والے خیالات ہی ہیں اور چشم (ظاہری) کا حصہ فانی اشیاء کا دیکھنا اور اسی میں لگا رہنا) ہے بس تم اندھے کیوں بنتے ہو بینا بنو اور حقیقت کو دیکھ کر اس کی طرف متوجہ ہو ورنہ تمہاری ایسی مثال ہے کہ

حرف قرآں را ضریراں معدنند	خر نہ بینند و بپالاں بر زنند
اندھے قرآن کے حروف کی کان ہیں	گدھے کو نہیں دیکھتے ہیں اور پالان کو لوٹتے ہیں

حرف قرآن الخ (جیسے کہ) قرآن شریف کے حروف کے اندھے معدن ہوتے ہیں (اور ان کو حروف خوب از بر یاد ہوتے ہیں مگر معانی خاک بھی نہیں سمجھتے تو یہ اس کی برابر کب ہو سکتے ہیں جس کو الفاظ بھی یاد ہوں اور معانی کو بھی سمجھے اور جیسے کہ) گدھے کو تو نہ دیکھیں اور پالان پر حملہ کریں۔ مطلب یہ کہ اگر تم حقیقت سے کور اور اندھے ہو گئے تو تمہاری ایسی مثال ہے کہ جیسے اندھے کو قرآن کے حروف یاد ہوتے ہیں اور معانی کو وہ نہیں جانتا۔ یا جیسے کوئی شخص گدھے کو تو دیکھے نہیں اور پالان کو لینے لگے اس طرح تم اصل مقصود کو تو چھوڑ بیٹھے ہو اور ظاہری چیزوں پر جو مقصود نہیں ہیں جان دیئے دیتے ہو۔ بس تم ان فانی چیزوں کو ترک کرو اور مقصود اصلی یعنی حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ

چوں تو بینائی پے خر رو کہ جست	چند ازیں پالاں گری اے تن پرست
اگر تو بینا ہے گدھے کا پیچھا کر جو کہ کود گیا	اے تن پرست! یہ پالان گری کب تک؟

چون تو بینائی الخ۔ یعنی اگر تم بینا ہو اور حقیقت کو دیکھتے ہو) تو گدھے کے پیچھے جاؤ (اور اس کو پکڑو) کہ وہ نکل گیا ہے اور اے پالان پرست پالان کو کب تک سیتے رہو گے یعنی اگر تم حقیقت بین اور حق شناس ہو تو مقصود اصلی کی

www.besturdubooks.wordpress.com

طلب میں لگو اسلئے کہ صورت کے بناؤ سنگھار میں اور اسکی محبت وعشق میں کب تک لگے رہو گے۔ بس اس فانی عالم کو ترک کرو اور اس سے قطع تعلق کر کے حق تعالیٰ کی طرف توجہ کرو۔ اس لئے کہ جب تم حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ گے تو پھر یہ صورتیں تو سب تمہاری تابع ہو جائیں گے اور خود ہی تم کو سب حاصل ہو جائے گا۔ اس کو فرماتے ہیں کہ

خر چو ہست آید یقیں پالاں ترا	کم نگردد ناں چو باشد جاں ترا
جب گدھا ہے تو تجھے پالان یقیناً مل جائے گا	جب تک تیری جان ہے رزق نابید نہ ہوگا

خر چو ہست آید الخ۔ یعنی جب گدھا تمہارا ہو گیا تو یقیناً پالان بھی تمہارا ہو جائے گا۔ اور جب جان ہو گی تو روٹی بھی بہت ملے گی۔ مطلب یہ کہ جب تمہارے پاس مطلوب اور مقصود بالذات موجود ہو گا تو پھر توابع جو کہ اشیاء فانی ہیں سب تمہارے غلام اور لونڈی بن کر رہیں گی۔ آگے بھی اسی کو بیان فرماتے ہیں کہ

خرچہ باشد کم نیاید اے عمو	خود بہ پشتش رونہد پالان او
اے چچا! جب گدھا ہو گا (پالان کی) کمی نہ ہو گی	خود بخود اس کی کمر پر اس کا پالان آ جائے گا

خرچہ باشد کم الخ۔ یعنی اگر گدھا موجود ہو گا تو کم نہ آوے گا (یعنی زیادہ زمانہ نہیں گزرے گا) اے چچا۔ کہ پالان خود اس کی پشت پر رکھا جائے گا۔ یعنی اگر معنی اور حقیقت تمہارے ہاتھ لگ گئی تو یہ فانی چیزیں سب خود ہی آویں گی جیسے کہ مشاہد اور ظاہر ہے کہ جو اولیاء اللہ ان چیزوں کو ترک کر دیتے ہیں اور ان کو منہ نہیں لگاتے ان کے سامنے دنیا کس طرح آتی ہے۔ دنیا اور اہل دنیا سب ان کے سامنے سرنگوں اور ان کے تابع ہوتے ہیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ

پشت خر دکان مال و مکسب ست	جان تو سرمایۂ صد قالب ست
گدھے کی کمر مال اور کمائی کی جگہ ہے	تیری جان سو قالبوں کا سرمایہ ہے

پشت خر دکان الخ۔ یعنی گدھے کی پشت تو دکان اور مال کی کمائی ہے اور تیری جان سینکڑوں قالبوں کا سرمایہ ہے پس مقصود اصلی تو جان ہے اور مال وغیرہ نہ ہو گا تو کیا حرج ہے۔ اس سے اتنا حرج نہیں ہو سکتا جتنا کہ جان کے نہ ہونے سے ہوتا ہے اور اگر ہم نے مانا کہ گدھا تمہارا بے پالان ہی ہے اور ننگی پیٹھ ہی ہے تو کیا حرج ہے اس لئے کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو گدھے کی برہنہ پیٹھ پر سوار ہوئے ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ

خر برہنہ بر نشیں اے بوالفضول	خر برہنہ نے کہ راکب شد رسول
اے ہوسی! ننگی پشت والے گدھے پر چڑھ جا	کیا ننگی پشت والے گدھے پر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سوار نہیں ہوئے؟

خر برہنہ بر نشیں الخ۔ یعنی اے ابوالفضول ننگے (کمر) گدھے پر بیٹھ جاؤ (اس لئے کہ) کیا برہنہ پشت خر پر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سوار نہیں ہوئے۔ مطلب یہ کہ اگر مال وکسب موجود نہیں ہے بلکہ تم کو حقیقت اور معنی حاصل ہیں تو پھر ان کی پرواہ مت کرو اور سب کو چھوڑ دو اس لئے کہ کیا حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں کو

www.besturdubooks.wordpress.com

ترک نہیں فرمایا ضرور ترک فرمایا ہے پس سنت ہے کہ ان چیزوں کو سب کو ترک کر دو۔ آگے بھی یہی فرماتے ہیں کہ

النبی قد رکب معروریاً	والنبی قیل سافرما شیئاً
نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ننگے پشت (گدھے) پر سوار ہوئے	کہا گیا ہے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پیدل سفر کیا

النبی قد رکب الخ۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم برہنہ پشت پر بھی سوار ہوئے اور کہا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدل بھی چلے ہیں۔ مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان اسباب دنیا اور فانی اشیاء کے محتاج ہونے کو ترک فرما رکھا تھا۔ پس اگر تمہارے پاس بھی مال و متاع نہ ہو تو تم بھی ان کے پیچھے مت پڑو بلکہ تم اپنا دھیان ادھر ہی رکھو۔ کہ یہ صورتیں ہیں اور حقیقت اور کچھ ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ان فانی اشیاء کی طرف بالکل بھی احتیاج نہیں رکھی تھی اسی کو فرماتے ہیں کہ

بلکہ آں شہ ہم پیادہ رفتہ است	بار این وآں بسے پذ رفتہ است
بلکہ وہ شاہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پیدل بھی چلے ہیں	اس کا اور اس کا بوجھ بہت اٹھایا ہے

بلکہ آن شہ الخ۔ یعنی بلکہ وہ بادشاہ (دو جہاں) تو اکثر پیادہ ہی چلے ہیں اور اسکا (یعنی پیادہ چلنے کا) اس کا (یعنی ننگی پشت پر سوار ہونے کا) بار تو بہت قبول فرمایا ہے۔ مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ظاہر میں بھی ان اشیاء کی طرف بالکل توجہ نہیں کی تو قلب میں تو غیر اللہ کیا ہوتا۔ بس تم بھی ان صورتوں کو ترک کرو اور معانی کی طرف توجہ رکھو اور یہ نفس تمہارے ہاتھ سے نکل چکا ہے اس کی خبر لو ورنہ پھر جب یہ زیادہ از دست رفتہ ہو جائے گا تو قابو میں نہ آئے گا اسی کو فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

چون زراندودست: آدمی میں جو جمال ہے وہ ایسا ہے جیسے ملمع کی ہوئی شے کہ ظاہر کچھ اور ہے اور حقیقت کچھ اور۔ اس لئے کہ اگر وہ فی حد ذاتہ ایسا ہی ہوتا جیسا دکھلائی دیتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ تیرا معشوق بڈھا ہو کر بڈھا گدھا بن جاتا اور وہ صفت ذاتی کیونکر مسلوب ہو جاتی۔ دیکھو وہ معشوق پہلے فرشتہ کی طرح محبوب و مطلوب تھا اب شیطان کی طرح مبغوض و مردود ہو گیا کیوں؟ محض اس لئے کہ وہ نمک جو عشاق کے دلوں کو لذت بخشتا اور اپنی طرف کھینچتا تھا مستعار و عارضی تھا۔ اب واپس لے لیا گیا۔ لیکن وہ جمال عموماً دفعتہً سلب نہیں کر لیا جاتا بلکہ حق سبحانہ اس کو رفتہ رفتہ لیتے ہیں اور وہ نونہال رفتہ رفتہ سوکھتا ہے اور ہر حسین کے جب کہ وہ عمر طبعی کو پہنچے ایسا پیش آنا ضروری ہے باور نہ ہو تو جا کلام اللہ میں ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق پڑھ اور دیکھ کہ اس کی تصدیق ہوتی ہے یا نہیں۔ پس جب کہ یہ حسن ظاہری زائل اور فنا ہونے والا ہے تو ہڈی کو چھوڑ اس سے دل نہ لگا بلکہ دل کو طلب کرو کہ وہی مستحق مطلوبیت ہے (اس شعر میں حسینان جہان کو بلکہ ماسوی اللہ کو ہڈی سے تشبیہ دی بوجہ اس کے نقص اور احتیاج الی

www.besturdubooks.wordpress.com

القب کے اور حق سبحانہ کو دل سے مشابہت دی بوجہ اسکے محتاج الیہ اور مابہ البقاء اور اشرف واکمل ہونے کے) کیونکہ ماسوی اللہ کا جلال زائل اور فانی ہے۔ اور حق سبحانہ کا جمال باقی ہے اور اس کے دلب (یعنی اس کی عنایت) اپنے طالبین کو حیات جاودانی روحانی بخشنے والا پانی پلاتے ہیں اور عام معشوقوں کے لب اپنے عشاق کو حیات جسمانی وہ بھی ان کی خیالی اور فرضی عطا کرتے ہیں۔ تو کجا وہ لب۔ کجا یہ۔ جب تیرا طلسم خودی ٹوٹ جائے گا اور تو فانی فی مرضیات الحق ہو جائے گا تو پھر تجھے وہ مرتبہ حاصل ہو جائے گا کہ بی یسمیع وبی یبصر الخ اور اس وقت ساقی وشراب ومستقی تینوں ایک ہو جائیں گے مگر یہ اتحاد ذاتی نہ ہوگا بلکہ ایک خاص ارتبا ہوگا جس کو اتحاد سے تعبیر کر سکتے ہیں اور ایسی وقت میں اتحاد کا اطلاق متعارف بھی ہے چنانچہ جب دو شخصوں میں اس قسم کا تعلق ہو کہ ہر شخص دوسرے کی مرضی کا تابع ہو تو کہتے ہیں کہ ان دونوں میں اتحاد ہے اور یہ دونوں ایک ہیں۔ ہمارے اس بیان کی حقیقت تجھ پر عقل سے پورے طور پر منکشف نہیں ہو سکتی بلکہ اطاعت کر اور اپنے کو مرضیات حق سبحانہ میں فنا کر دے جب ذوقاً معلوم ہو سکتی ہے۔ پس فضول بکواس مت کر کیونکہ لفاظی سے کام نہیں چلتا اور تو جو مدعی ہے کہ ہم صورت پر عاشق نہیں بلکہ معنی پر عاشق ہیں اور مراۃ میں مرئی کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ یہ بھی تیری ژاژ خائی اور بکواس ہے۔ کیونکہ تیرا معنی صورت اور حسن مستعار ہی ہے اور تناسب اعضاء اور ان کی موزونیت ہی پر تجھے خوشی ہوتی ہے ورنہ مراتبت کے لئے تناسب اعضاء اور انکی موزونیت کیا ضرورت ہے۔ محقق ہمان بیند اندر ابل + کہ در خوبر ویان چین و چگل۔ معنی وہ ہیں جو جو کامل طور پر تجھے اپنی طرف کھینچ لیں اور صورت سے بالکل مستغنی کر دیں معنی کا یہ کام نہیں کہ حقیقت بینی اور استماع سخن حق سے تجھے روک کر اندھا کر دے اور تجھے صورت پر پہلے سے زیادہ عاشق کر دے۔

کور را قسمت: بات یہ ہے کہ اس قسم کے خیالات اور بزعم حقیقت بینی صورت پرستی کرنا جو کہ ایک وقت میں اس کے لئے غم و حسرت افزا ہونگے اندھوں ہی کا حصہ ہیں۔ کیا یہ خیالات فانیہ چشم حقیقت بین کا حصہ ہو سکتی ہیں ہرگز نہیں یا یوں کہو کہ چشم حقیقت بین کا حصہ تو ان کی فناء کا خیال ہے (پہلی صورت میں مصرع ثانیہ استفہام انکاری ہوگا) اور دوسری صورت میں جزیہ) بات یہ ہے کہ جو لوگ حقیقت پر نظر رکھتے ہیں وہ مقصود بالعرض کو مقصود بالذات نہیں سمجھتے جو لوگ مقصود بالعرض کو مقصود بالذات سمجھ لیں وہ اندھے اور احمق ہیں چنانچہ الفاظ قرآنی ہی پر اکتفاء کرنا اور انہیں کو مقصود بالذات سمجھنا اندھوں کا کام ہے اور حقیقت میں الفاظ کو مقصود بالعرض اور ان کے مدلول و مقصود کو مقصود بالذات بالنسبت الی الالفظ سمجھتے ہیں۔ اور قرب حق کے لحاظ سے معانی کو مقصود بالعرض اور قرب کو مقصود بالذات جانتے ہیں اور جو لوگ گدھے کو نہیں دیکھتے اور پالان پر حملہ کر کے اس کو لینا چاہتے ہیں وہ احمق ہیں کیونکہ پالان گدھے کے لئے مقصود ہے نہ کہ خود پس اگر تو چشم حقیقت بین رکھتا ہے تو گدھے کو پکڑ کر وہ بھاگا جاتا ہے اور مقصود بالذات کو طلب کر کہ فوت ہوا جا رہا ہے ارے تو پالان کب تک سیتا رہے گا اور مقصود بالعرض میں کب تک پھنسا رہے گا احمق گدھا سلامت ہے تو پالان یقیناً مل جائے گا۔ جان سلامت ہے تو روٹی

بہت۔ جب گدھا ہے تو پالانوں کی کمی نہیں۔ کہیں سے نہ کہیں سے آ کر اس کی پیٹھ پر رکھا ہی جائے گا۔ اب سمجھو کہ گدھا کو پالان کی نسبت سے مقصود ہے مگر خود مقصود نہیں کیونکہ اس کی کمر ذریعہ ہے مال اور کسب کا اس لئے مقصود بالغرض ہے اور اصل مقصود جان ہے کہ وہ سرمایہ ہے سو قالبوں کا۔ پس گدھے کی خبر گیری جان کی حفاظت کے لئے ہونی چاہیے اور اس طرح اس میں مشغول نہ ہونا چاہیے کہ جان ہی خطرہ میں پڑ جائے۔ بنا بریں معانی قرآن میں اشتغال قرب حق کے لئے ہونا چاہیے اور ان میں اس طرح مشغول نہ ہونا چاہیے کہ قرب حق ہی فوت ہو جائے۔

خر برہنہ بر نشین: اوپر بیان کیا تھا کہ مقصود بالعرض کے خاطر مقصود بالذات کو نہ چھوڑنا چاہیے کیونکہ جب مقصود بالذات حاصل ہوگا تو مقصود بالعرض خود حاصل ہو جائے گا۔ اور اس مضمون کو گدھے اور پالان کے عنوان سے بیان کیا تھا اب فرماتے ہیں کہ اگر مقصود بالعرض مقصود بالذات کے لئے موقوف علیہ نہ ہو اور حاصل بھی نہ ہو تب بھی کچھ حرج نہیں۔ مثلاً گدھا مقصود بالذات ہے اس لئے اس نہ چھوڑنا چاہیے۔ رہا پالان سو وہ یا تو خود ہی حاصل ہو جائے گا اور اگر نہ بھی حاصل ہوا تو بھی حرج نہیں۔ کیونکہ گدھے سے انتفاع نہ عقلاً پالان پر موقوف ہو ہو ظاہر اور نہ شرعاً۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گدھے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہوئے ہیں۔ آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شے دوسری شے کے لحاظ سے تو مقصود بالذات ہو مگر فی حد ذاتہ مقصود نہ ہو وہ بھی اگر مقصود اصلی کے لئے موقوف علیہ نہ ہو اور فوت ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔ مثلاً گدھا کو پالان کے لحاظ سے بمنزلہ مقصود بالذات کے ہے۔ مگر فی نفسہ مطلوب نہیں۔ بلکہ وصول الی المقصود کے لئے مقصود ہے۔ سو اگر گدھا بھی نہ رہے اور پیدل ہی چلنا پڑے تو بھی حرج نہیں۔ عقلاً تو ظاہر ہے۔ شرعاً اس لئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود پیادہ پا چلے ہیں۔ جیسا کہ منقول ہوا ہے۔ اور ایسا کوئی اتفاقی طور پر نہیں ہوا بلکہ اکثر ہوا ہے اور خود صرف پیدل ہی نہیں چلے بلکہ دوسروں کا بار بھی رحمۃً وشفقۃً اپنے اوپر لاد کر چلے ہیں۔

شرح شبّیری

شد خر نفس تو برمیخش بہ بند	چند بگریزد ز کاروبار چند
تیرا خر نفس (قبضہ سے) نکل گیا اس کو کھونٹے سے باندھ	تو کاروبار سے کب تک گریز کرے گا؟

شد خر نفس تو الخ۔ یعنی تیرا یہ نفس جو گدھے کی طرح جا چکا ہے (اور ہاتھ سے نکل چکا ہے) تو اس کو میخ پر باندھ دو (اور اوامر و نواہی حق میں اس کو مقید کرو) اور یہ کب تک اس کام سے بھاگے گا اور کب تک اس بوجھ (کے کھینچنے) سے بھاگے گا اسلئے کہ یہ کام تو اس کو کرنا ہوگا۔ اب کرے یا بعد میں کرے۔ بس اگر اب حالت جوانی میں کر لیا تو بہتر ہے ورنہ پھر بڑھاپے میں کچھ بھی نہ ہو سکے گا آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

بار صبر و شکر او را برد نیست	خواہ در صد سال خواہی سی و بیست
صبر اور شکر کا بوجھ اس کو اٹھانا ہے	خواہ سو سال میں خواہ تیس اور بیس سال میں

بار صبر و شکر الخ۔ یعنی صبر و شکر کا بوجھ تو اسی کو کھینچتا ہے (اسے) خواہ سو برس میں (ادا کرے اور) خواہ تیس برس میں اور خواہ بیس برس میں کرو۔ پس جب اسی کو کرنا ہے تو کیا فائدہ ہے ابھی سے کیوں نہ کر لے اور دوسروں کے بھروسہ پر بھی نہ رہنا چاہیے کہ کوئی صاحب یہ سمجھیں کہ ہم غوث کی اولاد ہیں یا قطب کی اس لئے کہ اپنا اپنا کام اور اپنے اعمال کو ہر شخص خود ہی بھگتے گا۔ اس کو فرماتے ہیں کہ

ہیچ وازر وزر غیرے برنداشت	ہیچکس ندرود تا چیزے نکاشت
کسی بوجھ اٹھانے والے نے دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھایا	کسی نے نہ کاٹا جب تک کہ کچھ نہ بویا

ہیچ وازر وزر الخ۔ یعنی کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور کوئی شخص جب تک کچھ بوئے گا نہیں اس وقت تک کچھ کاٹ بھی نہیں سکتا۔ پس اگر خود تمہارے اعمال ہونگے اور تم خود حقیقت شناس ہوگے اور صورتوں سے علیحدہ اور قطع تعلق کر کے رہو گے تو تم کو فلاح حاصل ہوگی اور خدا کے یہاں سے ثمرات میسر ہونگے پس طمع دنیا کو ترک کرو اور حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو۔ آگے اس کو فرماتے ہیں مگر طمع کے ترک کرنے کو کس خوبی سے ایک مثال دے کر سمجھایا ہے۔ سچ یہ ہے کہ ان مضامین کا نظم میں بیان فرمانا مولانا ہی کا کام ہے فرماتے ہیں کہ

طمع خام ست آں مخور خام اے پسر	خام خوردن علت آرد در بشر
خام لالچ ہے اے صاحبزادے! تو کچا نہ کھا	کچا کھانا انسان میں بیماری پیدا کر دیتا ہے

طمع خام است الخ۔ یعنی یہ (سمجھنا کہ ہمارا کام کوئی اور کرے گا) طمع خام ہے (جیسا کہ ظاہر ہے اور کچی چیز کے کھانے سے ضرر ہوتا ہے مثلاً کچی روٹی کھانے سے درد شکم وغیرہ ہوتا ہے اس لئے) اے صاحبزادہ کچی مت کھاؤ (اس لئے کہ) کچا (کھانا وغیرہ) کھانا انسان میں بیماری لاتا ہے یہاں مولانا نے طمع خام کو طعام خام سے تشبیہ دی ہے اور تشبیہ صرف خام ہونے میں ہے پس ارشاد ہے کہ جس طرح طعام خام سے خرابی ہوتی ہے اور ظاہر جسم میں نقصان ہوتا ہے اسی طرح اگر طمع خام کر دگے اور دوسروں پر اپنا بوجھ ڈالو گے اور خود کچھ نہ کرو گے تو نقصان روحانی تم کو پہنچے گا اور اگر کسی کو بلا محنت کے اور بے خود کام کئے ہوئے کچھ مل گیا ہو تو اس پر اپنے کو قیاس مت کرو اس لئے کہ یہ تو اتفاقی باتیں ہیں اسی کو مولانا خود فرماتے ہیں کہ

کاں فلانے یافت گنجے ناگہاں	من ہم آں خواہم چرا جویم دکاں
کہ فلانے نے اچانک خزانہ پا لیا	میں بھی ایسا ہی چاہتا ہوں دکان کی جستجو کیوں کروں؟

کان فلانے الخ۔ یعنی (طمع مت کرو) کہ اس فلاں شخص نے تو ناگہاں ایک خزانہ پا لیا تو میں بھی اس کو

www.besturdubooks.wordpress.com

چاہتا ہوں پس کس لئے دکان کو تلاش کروں۔ مطلب یہ کہ کسی ایک کو بظاہر یہ دیکھ کر کہ وہ بغیر اسباب ہی کے واصل ہو گیا ہے ہے تم بھی اس کی طمع مت کرو اور اس پر اپنے کو قیاس کر کے تم ترک اسباب مت کرو۔ اور یوں مت سمجھو کہ بس اس طرح مجھے بھی مل جاوے گا اور اسباب کے ارتکاب کی اور اعمال کی کیا ضرورت ہے۔ یہ تیری غلطی ہے۔ اس لئے کہ یہ تو نصیب کی بات ہے اور یہ ۔ ایں سعادت بزور بازو نیست + تا نہ بخشد خدائے بخشندہ اور پھر بھی نادر وجود ہے اور النادر کالمعدوم کے حکم میں ہے اس کو فرماتے ہیں کہ

کار بخت ست آن و آنہم نادرست	کسب باید کرد تا تن قادرست
یہ مقدر کی بات ہے اور وہ بھی بہت نادر ہے	جب تک بدن میں جان ہے کمائی کرنی چاہیے

کار بخت است آن الخ۔ یعنی (کسی کو ایک دم سے کچھ مل جانا اور واصل ہو جانا) وہ قسمت کا کام ہے اور (پھر) وہ بھی نادر ہی (تو جب نادر ہوا تو اس پر بھروسہ کرنا اور اس کے بھروسہ پر کام چھوڑ بیٹھنا سخت نادانی ہے پس) جب تک بدن میں قدرت اور طاقت ہو (اس وقت تک) کسب کرنا چاہیے۔ یعنی اعمال کرنا چاہئے دوسرے کے کئے کچھ نہیں ہوتا اور جس کسی کو ایک دم بھی مل گیا ہے وہ اس وجہ سے کہ ان میں پہلے سے استعداد تھی خواہ وہ پہلے مجاہدہ وغیرہ کر چکے ہوں یا حق تعالیٰ نے ان کو بغیر ان کے اختیار کے کسی ایسے امر میں مبتلا کیا ہو کہ جس سے ان کے اخلاق رذیلہ کا ازالہ ہو گیا پس ان کو اب مجاہدہ کی ضرورت نہیں رہی مگر بغیر صفائی قلب اور مجاہدہ اور اعمال کے کوئی نہیں پہنچا۔ خوب سمجھ لو۔ اور اگر ہم نے مانا کہ تم کو کہیں سے اچانک خزانہ معرفت حق مل بھی گیا اور تم ایک دم سے واصل بھی ہو گئے مگر پھر بھی تو یہ امر کسب کے منافی نہیں ہے۔ اس لئے کہ کسب بھی ہو اور خزانہ بھی مل جاوے تو یہ دو دو چیزیں حاصل ہوں۔ پس کچھ آتا ہی ہے جاتا تو ہے نہیں لہٰذا یہ سمجھ کر اعمال کو ترک کر دینا شدید غلطی ہے اسی کو بیان فرماتے ہیں کہ

کسب کردن گنج را مانع کے ست	پا مکش از کار آں خود در پے ست
کمائی خزانہ کے لئے کب رکاوٹ ہے؟	کام سے قدم نہ ہٹا وہ (تیرے) پیچھے ہے

کسب کردن الخ۔ یعنی کسب کرنا خزانہ کو (ملنے سے) مانع ہے اور کام سے پاؤں مت کھینچو کہ وہ (یعنی خزانہ) خود تمہارے پیچھے ہے مطلب یہ کہ اعمال کرنا تو اس خزانہ کو جو تمہیں ملنے والا ہے مانع نہیں ہے بلکہ اگر تمہاری قسمت میں اس کا ملنا ہے تو پھر تو دو دو اور چیزیں۔ یعنی اعمال کا الگ ثواب ملے گا اور ان مجاہدات وریاضات پر ثمرات الگ ملیں گے اور اس جذب سے جو وصول ہو گا وہ اس سے الگ ہو گا۔ لہٰذا مجاہدات کو ہرگز ترک مت کرو اور کام کے کئے گئے جاؤ کہیں کام نہ کرنے سے پھر پشیمان نہ ہو۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ اگر ایں کردمے یا آں دگر	تا نگردی تو گرفتار اگر
کہ اگر میں یہ کرتا یا وہ کرتا	تو "اگر مگر" میں ہرگز نہ پھنس

تا نگردی الخ۔ یعنی (کام کرو اور اس چند روزہ زندگی میں جو ہو سکے کرلو) تا کہ (مرنے کے بعد) تم اگر میں گرفتار نہ ہو جاؤ (اور اگر میں گرفتار ہونا یہ ہے کہ یوں کہو) کہ اگر یہ (عمل) کرتا (تو اس پر یہ ثمرہ ملتا) یا اگر وہ دوسرا کرتا (تو یہ ثمرہ ملتا) مطلب یہ کہ اگر اعمال نہ ہونگے تو قیامت میں بجز حسرت و افسوس کے اور کچھ بھی نہ حاصل ہوگا اور دیکھو اگر کہنے سے حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی منع فرمایا ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

منع کردو گفت ہست آں از نفاق	کز اگر گفتن رسول با وفاق
منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ وہ نفاق ہے	باتوفیق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے "اگر" کہنے سے

کز اگر گفتن الخ۔ یعنی کہ اگر کہنے سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کہ باوفاق ہیں منع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ (یعنی اگر کہنا) نفاق میں سے ہے اس لئے کہ جو شخص اگر مگر میں لگا ہوا ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پختہ نہیں ہے۔ جب اور کاموں میں پختہ نہ ہوگا تو دین کی باتوں میں بھی پختہ نہیں ہوسکتا لہٰذا منافق ہوگا اور یہ اشارہ ہے اس حدیث کی طرف کہ ایاک ولو کان لو من عمل الشیطان او کما قال یعنی لو (اگر کہنے) سے بچو اس لئے کہ لو (اگر) شیطان کے کاموں میں سے ہے پس جبکہ تم اعمال دنیا میں نہ کروگے اور دوسروں کے کندھے بندوق چلانا چاہو گے تو کس طرح کام چل سکتا ہے۔ آخر کار پشیمانی ہوگی اور اس میں اگر مگر کروگے جو کہ عمل شیطان ہے پس صورت کو چھوڑو اور اس دنیا میں منہمک نہ ہو بلکہ حقیقت میں لگو اور حق تعالیٰ کی طرف توجہ کرو اور دیکھو کہ منافق اگر ہی کہتا ہوا مرے گا اور بعد میں بجز حسرت کے اور کوئی نتیجہ نہیں ہوا اس کو مولانا فرماتے ہیں کہ

وز اگر گفتن بجز حسرت نبرد	کاں منافق در اگر گفتن بمرد
اور "اگر مگر" کہنے سے سوائے افسوس کے کچھ حاصل نہ کیا	کیونکہ منافق "اگر مگر" میں ہی مر گیا

کان منافق الخ۔ یعنی کہ (دیکھو) وہ منافق جو کہ ایمان و کفر میں مذبذب رہا) اگر (ہی) میں مر گیا اور اگر کہنے سے سوائے حسرت کے کچھ نہ لے گیا۔ مطلب یہ کہ تذبذب کی حالت تو منافقوں کی مشابہ ہے پس اس سے حذر ضروری ہے تو ایسا کام کرو جو قیامت میں منافقوں کے ساتھ مشابہت نہ ہو جائے اور صد افسوس و حسرت ہے ان لوگوں پر جو کہ ایسے لیت و لعل کی حالت میں مرجاتے ہیں اور کوئی کام پورا نہیں کرتے اور یہ حالت ہوتی ہے کہ، ہر شے گویم کہ فردا ترک این سودا کنم + باز چون فردا شود امروز را فردا کنم + پس اسی ٹال مٹول میں ایک دن داعی اجل سر پر آ پکارتا ہے اور اس وقت خواب غفلت سے جاگ کر افسوس اور حسرت کیا کرتے ہیں کہ رب لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق واکن من الصالحین. لیکن اس کا جواب اس طرف سے یہی ملتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے کہ ولن یؤخر اللہ نفساً اذا جاء اجلہا اس وقت جو حسرت ہوتی ہے اس کا پوچھنا ہی کیا ہے۔ اللہم احفظنا اللہم ارحمنا۔ آگے بھی یہی مضمون ہے کہ

اے بسا کس مردہ در بوک و مگر	از نہال عاقبت ناخوردہ بر
بہت سے انسان "شاید کہ ہو" اور "اگر" میں مر گئے	آخرت کے درخت کا پھل چکھے بغیر

اے بسا کس الخ۔ یعنی بہت سے آدمی ایسے ہیں جو کہ شاید اور مگر ہی میں مر گئے اور عافیت کے جمال میں سے بالکل پھل نہیں کھایا یعنی بالکل بھی عافیت اور آرام نصیب نہ ہوا اور اسی میں ایک روز خاتمہ ہو گیا۔ لوک مخفف ہے بود کا کہ بمعنی شاید۔ آگے فرماتے ہیں کہ

ور نمی یابی تو نقصان اگر	ایں مثل بشنو کہ در یابی مگر
اگر تو "اگر مگر" کے نقصان کو نہیں سمجھا	تو یہ قصہ سن لے شاید تو سمجھ جائے

ور نمی یابے الخ۔ یعنی اور اگر تم کو اب بھی اگر کا نقصان نہ معلوم ہو تو یہ بات (ذیل) سنو کہ شاید تم (اس کے کہنے سے) اس کو پا لو یعنی حکایت ذیل سنو تو شاید تم کو اس تذبذب اور اگر کہنے کی اور حقیقت کو نہ جاننے کی اور بیکار حسرت کی خرابی اور اسکا نقصان معلوم ہو جائے۔ اگر مگر کے متعلق کسی نے ایک شعر کیا ہی اور خوب کہا ہے کہ۔ اگر را با مگر ہم جفت کردند + از ایشان بچہ آمد کاشکے نام + یعنی اگر اور مگر کا نکاح کر دیا تو ان سے ایک بچہ ہوا کاش کے نام کا۔ خوب ہی کہا ہے۔ آگے وہ حکایت اور مثال بیان کرتے ہیں کہ

شرح حبیبی

شد خر نفس الخ: اوپر گدھے کے بھاگنے اور اس کو مقید کرنے کا ذکر تھا گو دوسرے مقصود کے لئے تھا۔ اس مناسبت سے فرماتے ہیں کہ پالان کے مقابلہ میں گدھے کے پکڑنے اور اس کو مقید کرنے کی ضرورت ہے لیکن خر نفس کے مقابلہ میں اس کی بھی ضرورت نہیں تو کیا گدھے کی فکر میں ہے۔ دیکھ یہ دوسرا گدھا نفس شرارت کر کے تیرے قابو سے نکلا جاتا ہے اسے کھونٹے سے باندھ اور اسے مقید کر۔ یہ کب تک شرارتیں اور شوخیاں کر کے کاروبار سے بھاگے گا اس کو تو صبر و شکر کا بوجھ اپنی پیٹھ پر لاد کر چلنا ہی پڑے گا۔ خواہ سو سال میں لے جائے خواہ بیس برسوں میں اور جس قدر جلدی کرے گا اتنا ہی جلدی مشقت سے نجات پائے گا اور کیونکہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا اور جب تک خود نہیں بوتا اس وقت تک نہیں کاٹتا۔ صاحبزادہ ایسا خیال کرنا کہ فلاں شخص کو اچانک خزانہ مل گیا یوں ہی مجھے بھی مل جائے گا۔ دکان کرنے یا کوئی کسب کا اور ذریعہ اختیار کرنے کی کیا ضرورت ہو۔ طمع خام ہے۔ تو کچا نہ کھا کیونکہ کچا کھانا آدمی کے اندر مرض پیدا کرتا ہے اس لئے طمع خام سے تجھ کو ضرر محرومی پہنچے گا۔ یوں اگر تو نفس کو آزاد چھوڑے رکھے گا اور امید رکھے گا کہ سب کچھ خود بخود ہو جائے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

تو نتیجہ اسکا محرومی ہوگا۔ اچانک خزانہ کا مل جانا یا دولت اخروی کا بلا محنت و مشقت مل جانا ایک اتفاقی کام ہے کہ سبب و مسبب میں علاق نہیں اور وہ بھی شاذ و نادر ہوتا ہے اس لئے اس بھروسہ پر رہنا اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہنا سخت حماقت ہے لہٰذا جب تک جسم میں قوت ہے کمانا چاہیے اور ہاتھ پاؤں توڑ کر نہ بیٹھنا چاہیے۔ اچھا ہم نے مانا تجھے غیب سے کوئی خزانہ ملنے والا ہے تو یہ کسب کے منافی تو نہیں تو کسب بھی کر جب خزانہ مقدر میں ہوگا وہ بھی مل جائے گا جب مل جائے اس وقت چھوڑ دینا۔ پس حاصل یہ ہے کہ کام کر اور اس خیا ے کہ وہ تو خود ہی حاصل ہو جائے گا پاؤں توڑ کر نہ بیٹھ تا کہ تو اگر کے پھیر میں نہ آ جائے کہ اگر یوں کرتا تو یوں نا اور اگر دوں کرتا تو بون ہوتا۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر مگر سے منع فرمایا۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔ ایاکم ولو کان لو تفتح عمل الشیطان یعنی تم اپنے کو اگر مگر سے بچاؤ کہ یہ کار شیطانی کا دروازہ کھولتا ہے اور شیطان کو فضول امیات میں پھنسانے اور احتمالات مضرت کو تقویت دینے کا موقع ملتا ہے۔ دیکھو کہ منافق (بے عمل) اگر ہی کہنے میں چل بستا ہے اور اس اگر کہنے سے بجز حسرت کے اور کچھ نہیں لے جاتا اور اسی حسرت میں چل دیتا ہے کہ اگر یہ کرتا تو اچھا ہوتا وہ کرتا تو اچھا ہوتا ارے بہت سے لوگ انہی خیالات میں مر گئے کہ کاش یوں ہو۔ شاید یوں ہو اور اپنی صحت کے جمال کا ان کو کچھ بھی پھل کھانا نصیب نہ ہوا۔ اچھا اگر اب بھی اگر کا نقصان اور اسکی لغویت تیری سمجھ میں نہیں آئی تو یہ قصہ سن شاید اس سے کچھ پتہ چل جائے۔

شرح شبّیری

حکایت در معنی ایں بیت "اگر را با مگر"

ہم جفت کردند از یشاں بچہ آمد کاشکے نام

اس شعر کے معنی سے متعلق قصہ انہوں نے "اگر اور مگر" کی شادی کردی ان سے "کاشکے" نامی بچہ پیدا ہوا

یک غریبے خانہ می جست از شتاب	دوستے بردش سوئے خانہ خراب
ایک مسافر جلدی میں گھر تلاش کر رہا تھا	ایک دوست اس کو گرے ہوئے گھر کے پاس لے گیا

یک غریبے الخ۔ یعنی کہ ایک پردیسی جلدی جلدی گھر تلاش کر رہا تھا تو اس کا ایک دوست اس کو ایک ویران گھر کی طرف لے گیا یعنی وہ پردیسی گھر کی تلاش میں تھا تو ایک دوست صاحب گھر دکھانے لے گئے اور اس کو ایک گھر میں لے جا کر کھڑا کر دیا اور کہنے لگا کہ

گفت ایں او را اگر سقفے بدے	پہلوئے من مر ترا مسکن شدے
اس (دوست) نے کہا کہ اگر (اس گھر پر) چھت ہوتی	میرے پڑوس میں تیرے رہنے کی جگہ ہوتی

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت اوایں را الخ۔ یعنی وہ دوست کہنے لگا کہ اگر اسکی چھت ہوتی تو میرے پہلو میں آپ کا مکان ہو جاتا۔ پہلو سے مراد پڑوس مطلب یہ کہ اگر اس مکان کی چھت ہوتی تو آپ رہتے اور میرے پڑوس میں آپ ہی ہوتے مگر کیا کیا جائے۔ اب چھت ہے ہی نہیں اور

ہم عیال تو بیا سودے اگر	در میانہ داشتے حجرہ دگر
تیرے بال بچوں کو بھی آرام ملتا اگر	دوسرا حجرہ درمیان میں ہوتا

ہم عیال تو الخ۔ اور تمہارے بال بچے بھی آرام پاتے۔ اگر درمیان میں کوئی دوسرا حجرہ بھی ہوتا مگر اب تو ہے نہیں پس مجبوری ہے۔

ور رسیدے میہماں روزے ترا	ہم بیا سودے اگر بودیت جا
اگر کسی روز تیرا مہمان آ جاتا	وہ بھی آرام پاتا اگر تجھے جگہ مل جاتی

ور رسیدے میہمان الخ۔ یعنی اور اگر کسی دن تیرے یہاں کوئی مہمان آجاتا تو وہ بھی آرام پاتا۔ اگر تجھے جگہ ہوتی۔ یعنی اگر تیرے رہنے کی جگہ ہوتی تو وہ بھی آرام سے رہتا مگر مجبوری یہ ہے کہ ہے ہی نہیں۔

کاشکے معمور بودے ایں سرا	خانۂ تو بودے ایں معمور ما
کاش یہ مکان آباد ہوتا	تو ہمارا یہ آباد گھر تیرا گھر ہوتا

کاشکے معمور بودے الخ۔ یعنی کاش کہ یہ گھر بنا ہوا ہوتا تو یہ ہمارا معمور تمہارا گھر بن جاتا معمور اس لئے کہہ دیا کہ یہ بھی تو پڑوس میں ہی رہتا تھا مطلب یہ کہ اگر اس کی عمارت بنی ہوتی تو تم ہمارے پڑوس میں رہا کرتے مگر اب تو محض لاچاری ہے کہ گھر ہی نہیں ہے جب وہ یہ سن چکا تو اس پردیسی نے بھی جواب دیا اور خوب جواب دیا کہ

گفت آرے پہلوئے یاراں خوش است	لیک اے جاں درا گر نتواں نشست
(مسافر نے) کہا بیشک (دوستوں کا پڑوس اچھا ہے	لیکن اے جان (من) "اگر" میں سکونت نہیں ہو سکتی ہے

گفت آرے الخ۔ یعنی اس پردیسی نے کہا کہ ہاں دوستوں کا قرب اچھی چیز اور عمدہ چیز تو ہے لیکن اے یار (مجبوری یہ ہے کہ) اگر میں بیٹھ نہیں سکتا۔ مطلب یہ کہ تمہارے مکان تو کوئی ہے نہیں بلکہ صرف اگر کا زبانی جمع خرچ ہے تو اس میں کس طرح رہ سکتا ہوں۔ آگے مولانا انتقال فرماتے ہیں کہ جس طرح یہ شخص اصل مقصود سے تو بہت دور تھا اور حقیقت کو جانتا نہ تھا صرف اگر ہی اگر کر کے قرب دست تو جو کہ محبوب اور عمدہ شے ہے چاہتا تھا اس طرح خوش اور عمدہ کے تو سب طالب ہیں مگر حقیقت سے جاہل ہونے کی وجہ سے خوب حقیقی اور خوب مجازی میں فرق نہیں کرتے۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ

ایں ہمہ عالم طلبگار خوش اند	وز خوش تزویر اندر آتش اند
یہ تمام جہان اچھائی کا طلبگار ہے	لیکن بناوٹی اچھائی سے آگ میں ہیں

ایں ہمہ عالم الخ۔ یعنی یہ سارا عالم خوش اور عمدہ چیز کا طلب گار ہے۔ (لیکن حقیقت سے لاعلمی کی بدولت) کھرے کے عمدہ سے سوزش میں ہیں اس لئے کہ جب وہ طلبگار ہیں عمدہ کے اور پھر اس عمدہ کو انتخاب کرتے ہیں اپنی عقل سے تو اب خوب حقیقی نہ ہونے کی وجہ سے سوزش اور جلن میں اور حسرت میں رہتے ہیں اور کھوٹے کو اور کھرے کو پہچانتے نہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ

طالب زرگشتہ جملہ پیرو خام	لیک قلب از زرنداند چشم عام
تمام بوڑھے اور نوجوان سونے کے طلبگار ہیں	لیکن عام آنکھ (کھرے) سونے کو کھوٹے سے نہیں پہچانتی ہے

طالب زرگشتہ الخ۔ یعنی سارے بوڑھے اور جوان زر (خالص) کے طالب تو ہوئے مگر عام لوگوں کی آنکھ کھوٹے کو کھرے سے پہچانتی نہیں اور اس لاعلمی اور جہل کی وجہ سے بے حد مصائب میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور صورت ہی میں لگے رہتے ہیں اور اسی کو حقیقی اور مقصود سمجھ لیتے ہیں اور اس کے اندرونی نقص کو نہیں دیکھتے کہ سارا کھوٹ ہی کھوٹ بھرا پڑا ہے اور یہ جو کھوٹا تم کو کھرا معلوم ہو رہا ہے یہ بھی اس کھرے ہی کا عکس ہے لہٰذا اس اصل ہی کو حاصل کرنا چاہیے اور فروع کو ترک کر دینا ضروری ہے۔ فرماتے ہیں کہ

پرتوے برقلب زد خالص ببیں	بے محک زر را مکن از ظن گزیں
دیکھ خالص نے کھوٹے کو چمکا دیا ہے	بغیر کسوٹی کے (محض) اندازے سے سونا نہ لے

پرتوے برقلب الخ۔ یعنی کھوٹے پر زر خالص نے عکس ڈالا ہے (اس وجہ سے یہ کھوٹا بھی تم کو کھرا معلوم ہونے لگا ہے) دیکھو بے کسوٹی کے سونے کو (صرف) گمان ہی سے قبول مت کرنا۔ مطلب یہ کہ ان فانی چیزوں پر بھی اسی حقیقت کا عکس ہے اس وجہ سے تم کو ان کی طرف کشش ہوتی ہے اور محبوب معلوم ہوتی ہیں پس تم ان سب کو چشم بصیرت سے اور تحقیق سے جانچو کہ کون شے ان میں سے حقیقی ہے اور مقصود ہے اور کونسی شے مجازی اور غیر مقصود ہے بغیر بصیرت اور تحقیق کے ہرگز ہرگز کسی چیز کی طرف التفات اور توجہ مت کرنا اگر خود تم اہل بصیرت و تحقیق سے ہو تو خود اس کو جانچ لو اور اگر تم صاحب بصیرت نہیں ہو تو کسی بصیرت والے کو تلاش کرو اور جس کو وہ مقصود اور حقیقی بتائے اس کو حقیقی سمجھو اور جس کو غیر مقصود بتائے اس کو ویسا سمجھو اسی کو فرماتے ہیں کہ

گر محک داری گزیں کن ورنہ رو	نزد دانا خویشتن را کن گرو
اگر تو کسوٹی رکھتا ہے لے ورنہ جا	اپنے آپ کو کسی دانا کے سپرد کر دے

گر محک داری الخ۔ یعنی اگر تم (خود) کسوٹی رکھتے ہو (تب) تو (خود ہی پہچان کر کھرے کو) قبول کر لو ورنہ (یعنی اگر تمہارے پاس کسوٹی نہیں ہے تو) جاؤ (اور کسی) دانائے (طریقت) کے پاس اپنے کو گروی کر دو مطلب یہ کہ اگر خود تم کو بصیرت حاصل ہے تب تو خود ہی پہچان لو اور حقیقت کو حاصل کرو ورنہ پھر کسی کامل اور

www.besturdubooks.wordpress.com

بصیرت والے کا اتباع کرو اور اپنے کو اس کے سپرد کر دو اور بالکل سونپ دو اور اپنی رائے کو بالکل دخل مت دو جو کچھ وہ کہے اس پر عمل کرو اور اس سے بزبان حال یا قال یہ کہہ دو کہ ۔ سپردم بتو مایۂ خویش را تو دانی حساب کم وبیش را۔ بس اس محقق اور مبصر کے پاس کالمیت فی ید الغسال ہو جاؤ اور اس کے بعد اس کی صحبت میں رہ کر خود بصیرت اور تحقیق حاصل کرو اسی کو فرماتے ہیں کہ

پس محک باید میان جان خویش	ورنداری رہ مرو تنہا بہ پیش
کسوٹی اپنے اندر ہونی چاہئے	اگر تیرے پاس نہیں ہے تو تنہا آگے نہ بڑھ

این محک باید الخ۔ یعنی یہ کسوٹی (بصرت و تحقیق) خود تمہاری جان میں ہونی چاہیے اور اگر خود نہیں رکھتے ہو (تو پھر کس کا اتباع کرو) اور تنہا راستہ میں آگے مت جاؤ۔ مطلب یہ کہ اول تو خود ہی بصیرت حاصل کرنی ضروری ہے اور اگر تم کو حاصل نہ ہو تو یہ یاد رکھو کہ اس راستہ میں ہرگز ہرگز بے رہبر کے قدم مت رکھنا ورنہ تباہ و برباد ہو گے اور مہلکات تم کو ہلاک و برباد کر دینگے اسی کو ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ ۔ یار باید راہ را تنہا مرو + بے قلاؤز اندزین صحرا مرو۔ اور اگر رہبر نہ ہوگا تو تم شیاطین کے پھندے میں پھنس جاؤ اور وہ تم کو تلبیس میں پھنسا کر تحقیق سے کوسوں دور لے جاؤ لیں گے اور اس قدر تلبیس ملمع کرینگے کہ تم کو ان کی آوازیں دوستوں اور اپنے لوگوں کی آوازیں معلوم ہونے لگیں گی اس کو فرماتے ہیں کہ

بانگ غولاں ہست بانگ آشنا	آشنائے کو کشد سوئے فنا
چھلاووں کی آواز دوست کی آواز ہے	(لیکن) ایسا دوست جو ہلاکت کی طرف کھینچتا ہے

بانگ غولان ہست الخ۔ یعنی شیاطین کی آواز آشنا کی آواز (معلوم ہوتی) ہے اور آشنا بھی وہ جو کہ فنا (ہلاک کی طرف کھینچے یہاں شیاطین سے مراد شیاطین الانس لئے جائیں جو کہ معاصی کی طرف بلاتے ہیں اور خدا سے غافل کرتے ہیں تو اب مطلب یہ ہوگا کہ شیاطین الانس جبکہ تجھے معاصی کی طرف بلاتے ہیں اور اسکی ترغیب دیتے ہیں تو اس طرح تلبیس دیتے ہیں کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہمارے بہت ہی خیر خواہ ہیں اس لئے کہ دوست ہیں مگر وہ اصل میں دشمن ہوتے ہیں جیسے کہ قیامت میں معلوم ہوگا اور اگر شیاطین سے مراد شیاطین الجن ہی ہوں تو یہ معنی ہیں کہ چونکہ جن صورت وغیرہ بدلنے پر قادر ہیں اس لئے وہ بعض مرتبہ صورتیں بدل کر اور آوازیں بدل کر تمہارے دوستوں کی سی آوازیں اور صورتیں بنا لیتے ہیں اور پھر تم کو شہوات اور مہلکات کی طرف بلاتے ہیں تو اس آواز اور صورت کو تم آشنا سمجھتے ہو۔ اس کے اسی کہنے کو خیر خواہ کا قول سمجھ کر عمل کر لیتے ہو اور پھر غارت ہوتے ہو۔ بس اس پہچان کے لئے تم کو خود بصیرت کی ضرورت ہے اور اگر خود بصیرت نہ ہو تو کسی مبصر کا پلہ پکڑنے کی ضرورت ہے خوب سمجھ لو آگے ان آوازوں کو بتاتے ہیں کہ وہ آوازیں اس طرح دیا کرتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بانگ می دارد کہ ہاں اے کارواں	سوئے من آئید نک راہ و نشاں
وہ (چھلاوا) پکارتا ہے کہ خبردار اے قافلے!	میری جانب آؤ یہ راستہ اور نشان (منزل) ہے

بانگ می دارد کہ الخ۔ یعنی وہی شیطان آواز دیتا ہے کہ اے قافلہ (والو) میری طرف آؤ اس لئے کہ یہ نام ونشان (تمہارے مطلوب کا) ہے اور صرف اس دعوت عام ہی پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ ہر ایک ایک کا نام لے کر بھی پکارتا ہے اسی کو آگے فرماتے ہیں اور شیاطین کا پکارنا کچھ عجیب نہیں اکثر قصص وغیرہ سے ایسے واقعات کا صحیح ہونا معلوم ہوتا ہے اور اگر شیاطین الانس مراد ہو تو پھر یہ معنی ہیں کہ بعض مرتبہ بہت سے آدمیوں کو ایک دم سے بہکاتے ہیں اور بعض مرتبہ الگ الگ ہر ایک کو گمراہ کرتے ہیں جیسا کہ مشاہد ہے۔ پس فرماتے ہیں کہ

نام ہر یک می برد غول اے فلاں	تا کند آں خواجہ را از آفلاں
چھلاوا ہر ایک کا نام پکارتا ہے اے فلانے!	تا کہ ان صاحب کو ہلاک شدگان میں (شامل) کردے

نام ہر یک می برد الخ۔ یعنی وہ جن ہر ایک کا (علیحدہ علیحدہ) نام لیتا ہے کہ اے فلاں شخص تا کہ اس خواجہ کو (جسے پکار رہا ہے) ہلاک ہونے والوں میں سے کردے یعنی چونکہ جن کو تو ہمارے نام وغیرہ معلوم ہی ہیں اس لئے وہ نام لے لے کر پکارتے ہیں تا کہ غایت لطف و آشنا ہی معلوم ہو اور اچھی طرح ہلاک کردیئے یا یہ کہا جائے کہ انسان ہی دوست بن کر پکارتے ہیں اور شہوات میں مبتلا کردیتے ہیں پس جبکہ ان کے دواعی پر عمل کیا جاتا ہو تو پھر تباہ ہوتے ہیں اور دین وایمان سب کو تباہ کر بیٹھتے ہیں اس کو فرماتے ہیں کہ

چوں رسد آنجا بہ بیند گرگ و شیر	عمر ضائع راہ دور و روز دیر
وہ جب اس جگہ پہنچتا ہے بھیڑیا اور شیر دیکھتا ہے	عمر برباد (ہوئی) راستہ دور (رہ گیا) اور دن بے وقت (ہوگیا)

چون رسد انجابہ الخ۔ یعنی کہ جب اس جگہ پہنچتا ہے (جہاں کہ ان شیاطین نے بلایا تھا) تو وہاں شیر اور بھیڑیئے دیکھتا ہے۔ (یعنی مہلکات نظر آتے ہیں تو اس کی وہ عمر (جو کہ اس مسافت کے قطع کرنے میں صرف ہوتی ہے) ضائع ہے اور راستہ دور ہے اور دن بھی ضائع ہے۔ مطلب یہ کہ جب تک ان شیاطین کے قول پر عمل کرے گا اور جب تک دواعی شہوات پر عمل کرتا رہے گا اس وقت تک کی عمر بھی برباد ہوئی اور راستہ سے کوسوں دور ہوگیا اور یہ سارے دن برباد ہوئے۔ پس ہرگز ہرگز ان کے دواعی پر عمل نہ کرنا چاہیے آگے خود ان مہلکات کی تفصیل بتاتے ہیں کہ

چہ بود آں بانگ غول اے نیک خو	مال خواہم جاہ خواہم آبرو
اے نیک مزاج! چھلاوے کی آواز کیا ہوتی ہے؟	مال چاہتا ہوں، رتبہ چاہتا ہوں، آبرو (چاہتا ہوں)

چہ بود آن بانگ الخ۔ یعنی شیاطین کی آوازیں آخر کیا ہوتی ہیں (کچھ تو) کہو۔ (اب خود بتاتے ہیں کہ وہ آوازیں یہی ہوتی ہیں کہ) مال چاہتا ہوں اور جاہ چاہتا ہوں اور آبرو۔ یعنی وہ مہلکات جو کہ دین کو تباہ و برباد کر

www.besturdubooks.wordpress.com

دیتے ہیں یہی جب مال وحب جاہ وغیرہ ہیں کہ سب معاصی کی جڑ ہیں جیسے کہ حدیث میں بھی ہے کہ حب الدنیا راس کل خطیئة بس جبکہ یہ چیزیں برباد کر دینے والی ہیں تو ان کو اپنے اندر سے نکالو اور ان سے تعلق قطع کرو اور علیحدہ ہو جاؤ پھر دیکھو کیسے کیسے علوم ومعارف تم پر منکشف ہوتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ

از درون خویش ایں آوازہا	منع کن تا کشف گردد رازہا
اپنے اندر سے ان آوازوں کو	روک دیتا کہ راز کھلیں

از درون الخ۔ یعنی اپنے اندر (باطن) میں سے ان آوازوں (کے مقتضیات) کو روکو (اور ان پر عمل مت کرو) تا کہ اسرار (الٰہیہ تم پر) منکشف ہوں۔ مطلب یہ کہ اپنے اندر سے شہوات کو اور دیگر دواعی الی الشر کو نکال ڈالو اور اپنے باطن کو صاف کر لو پھر دیکھو کہ کیسے کیسے اسرار منکشف ہوتے ہیں اور کس کس طرح سے انوار وتجلیات کا ظہور ہوتا ہے اور چونکہ اخلاق رذیلہ غلبۂ ذکر سے کم اور زائل ہو جاتے ہیں اس لئے ذکر کی ترغیب دیتے ہیں کہ

ذکر حق کن بانگ غولاں رابسوز	چشم چوں نرگس ازیں کرگس بدوز
اللہ کا ذکر کر چھلاووں کی آواز کو پھونک دے	نرگس جیسی آنکھ اس گدھ سے بند کر لے

ذکر حق کن پاک الخ۔ یعنی حق تعالیٰ کا ذکر کرو اور شاخوں کو بالکل جلا ڈالو اور اپنی) آنکھ کو جو مثل نرگس کے ہے اس کرگس (دنیا کی طرف) سے سی لو اور بند کر لو۔ مطلب یہ کہ غلبہ ذکر اپنے اوپر کر لو اور دنیا سے قطع تعلق کر دو اور شیاطین کو بالکل آگ دیدو اور حقیقت کو پہچانو اور گمراہی اور مجاز سے بچو اس کے آگے فرماتے ہیں (پاک غولان رابسوز میں پاک کے معنی بالکل کے ہیں اور یہ محاورہ ہے معنی یہ ہیں کہ شیاطین کو خوب اچھی طرح بالکل آگ دیدو)

صبح کاذب راز صادق وا شناس	رنگ مے را باز داں از رنگ کاس
صبح صادق کو صبح کاذب سے پہچان	شراب کے رنگ کو پیالہ کے رنگ سے علیحدہ کر

صبح صادق راز الخ۔ یعنی صبح صادق (حقیقت) کو صبح کاذب (مجاز اور غیر مقصود) سے (علیحدہ کر کے) خوب پہچان لے۔ اور شراب کے رنگ کو پیالہ کے رنگ سے ممتاز کر کے) جان لے۔ مطلب یہ کہ حقیقت اور مجاز اور مقصود اور غیر مقصود میں امتیاز کرو اور دونوں میں جو فرق ہے اس کو سمجھو۔ اور بہر حقیقت اور مقصود کو حاصل کرنے کی کوشش میں لگو اور غیر مقصود کو ترک کر دو۔ پھر دیکھنا کہ ان آنکھوں کے علاوہ تمہیں دیدۂ بصارت جس سے کہ حق شناسی اور حقیقت شناسی میسر ہوگی مل جائے گا۔ لہٰذا خوب خوب مجاہدے اور ریاضت کر کے اس مقصود کو اصل کر لو اس کو فرماتے ہیں کہ

تابود کز دیدگان ہفت رنگ	دیدۂ پیدا کند صبر و درنگ
ہو سکتا ہے کہ سات پردوں والی آنکھوں کی بجائے	صبر اور استقلال ایک آنکھ پیدا کر دے

تابود کز دیدگان الخ۔ یعنی (مجاہدات وریاضات کرو اور ان کے ذریعہ سے حقیقت شناسی تک پہنچو) تا کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ان سات رنگ کی آنکھوں کے بدلہ میں صبر اور دید ایک اور آنکھ (حقیقت شناس) پیدا فرماوے اور جب مجاہدات سے بصیرت اور تحقیق حاصل ہو جائے گی تو ان ظاہری الوان کے علاوہ دوسرے الوان اور حالات تم کو میسر ہونگے اس کو فرماتے ہیں کہ

رنگہا بینی بجز ایں رنگہا	گوہراں بینی بجائے سنگہا
ان رنگوں کے علاوہ تو اور رنگ دیکھے	سنگریزوں کی بجائے تو موتی دیکھے

رنگہا بینی بجز الخ۔ یعنی ان الوان کے علاوہ اور دوسرے رنگ دیکھو گے اور پتھروں کی جگہ موتیوں کو دیکھو گے مطلب یہ کہ جب حقیقت ہی پر وقت تمہاری نظر رہے گی تو پھر ان دنیاوی اشیاء سے الگ اور علیحدہ ہو کر تم کو اشیاء حقیقی اور مقصود اصلی نظر آئے گا اور اس کے سوا دوسری چیزوں کی ہستی کالعدم ہو جائے گی اور جب یہ حالت بڑھے گی اور فنا کے مرتبہ میں ترقی ہوگی تو پھر اپنی ہستی کو بھی معدوم سمجھو گے اور اس ایک وجود کے سامنے سارے وجودات ہیچ اور معدوم ہی معلوم ہونگے آگے فرماتے ہیں کہ

گوہرے چہ بلکہ دریائے شوی	آفتاب چرخ پیمائی شوی
موتی کیا بلکہ تو دریا بن جائے	آسمان کو طے کرنے والا سورج بن جائے

گوہرے چہ بلکہ الخ۔ یعنی گوہر کیا ہے بلکہ خود دریا ہی ہو جاؤ گے اور ایک آفتاب آسمان کی پیمائش کرنے والے ہو جاؤ گے مطلب یہ کہ جب مجاہدات و ریاضات سے درجہ فنا کا حاصل کر چکو گے اور اپنی ہستی کو معدوم کر چکو گے اس وقت بس اسی ایک ذات کا وجود پیش نظر رہے گا اور دیگر وجودات اور ہستیاں کالعدم ہو جائیں گی اور یہ حالت ہوگی کہ۔ جو سلطان عزت علم بر کشد + جہان سر بجیب عدم در کشد اور اس کے وجود باجود کے سامنے یہ حالت ہوگی جیسے کہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ۔ یکے قطرہ از ابر نیسان چکید + خجل شد جو پہنائے دریا بدید + کہ جائے کہ دریاست من کیستم + گر او ہست حقا کہ من نیستم + اور جب یہ اپنی ہستی کو اس طرح معدوم سمجھے گا اس وقت حق تعالیٰ کی طرف سے رحمت نازل ہوگی اور اس کو اپنے جوار میں لے لے گی۔ اسی کو شیخ آگے فرماتے ہیں کہ۔ چو خود را بہ چشم حقارت بدید + صدف در کنارش بجان پرورید + سپہرش بجائے رسانید کار + کہ شد نامور لونوے شاہوار + بلندی بدان یافت کو پشت شد + در نیستی کوفت تا ہست شد۔ پس اپنے اور دیگر موجودات کی ہستی کو کالعدم کر کے صرف اس ذات وحدہ لاشریک کی طرف توجہ کر و اور چونکہ طلب کے لئے اس کے ملنے کی جگہ کا معلوم ہونا ضروری ہے پس آگے فرماتے ہیں کہ

کارکن در کارگاہ باشد نہاں	تو برو در کارگہ بینش عیاں
کاریگر کارخانہ میں چھپا ہوتا ہے	تو جا کارخانہ میں اس کا مشاہدہ کرلے

www.besturdubooks.wordpress.com

کارکن درکار الخ۔ یعنی کام کرنے والا (حق تعالیٰ) کارخانہ (صنائع وموجودات) ہی میں پوشیدہ ہے (لہٰذا) تو کارخانہ میں (مصنوعات عالم میں) جا (غور کر اور) اس کو ظاہر طور پر دیکھ لے مطلب یہ کہ ہم نے جو کہا ہے کہ اگر مجاہدہ کروگے تو تم کو حق تعالیٰ کی معرفت میسر ہو جائے گی اور وہ تم کو مل جائے گا اس کو کچھ بعید مت سمجھو۔ اس لئے کہ اب بھی وہ تم سے دور نہیں ہے۔ بلکہ اس کی معرفت انہیں مصنوعات دنیا میں غور کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے بلکہ خود اپنے ہی اندر غور کرنے سے اس صانع حقیقی کی معرفت اور اسکا قرب حاصل ہو جائے گا لیکن جب تک چشم بصیرت نہیں ہے اس وقت تک تو یہ ظاہری چیزیں اس کے جمال کے مشاہدہ سے حاجب اور مانع ہیں۔ ان سے قطع نظر کرلو پھر دیکھو کہ اس کی معرفت کے لئے ان سے کہیں خارج جانے کی ضرورت نہیں ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

کار چوں برکار کن پردہ تنید	کارکن برکار گہ باشد پدید
کام نے جبکہ کارکن پر پردہ ڈال رکھا ہے	کاریگر کارخانہ میں رونما ہو گا

کارچوں برکارکن الخ۔ یعنی کام (مصنوعات عالم) نے کام کرنے والے پر (حق تعالیٰ کے سامنے) پردہ تن رکھا ہے (اسکی معرفت سے اور مشاہدہ سے حاجب اور مانع ہو رہی ہیں لیکن اس کی معرفت انہیں میں ہے پس) اس کام سے خارج تم اس کو نہیں دیکھ سکتے مطلب یہ کہ اور کوئی ذریعہ سوائے ان ہی مصنوعات عالم کے اندر غور وفکر کے اور اس غور فکر کے بعد ان کی ہستی کو معدوم سمجھنے کے معرفت حق کا نہیں ہے۔ اس لئے جو عاقل ہوتے ہیں وہ اسی کو طلب کرتے ہیں خود فرماتے ہیں کہ

خارج ایں کار نتوانیش دید	منتظر درکار گہ آید پدید
کام سے علیحدہ تو اس کو نہ دیکھ سکے گا	جس کا انتظار ہے وہ کارخانہ میں ظاہر ہو گا

کارگہ الخ۔ یعنی کارخانہ (عالم) مثل عاقل کے جائے قیام کے ہے (اس لئے کہ وہ تو معرفت کے لئے اسی میں غور وفکر کرے گا) اور جو کہ اس سے باہر گیا وہ غافل ہے یعنی کہ جو ان مصنوعات عالم میں غور کرے گا وہ ان کی وجود کی حقیقت کو سمجھے گا اور پھر اس وجود کی حقیقت سمجھ کر ان کے اضمحلال کو بھی اچھی طرح معلوم کرے گا اور حق تعالیٰ کے وجود کو اصل اور اسی کو مقصود سمجھے گا تو وہی عاقل ہو گا۔ مقصود یہ ہے کہ فناء اور عدم حاصل کرنا چاہیے کہ اسی سے معرفت حق ہوتی ہے اور مقصود اصلی حاصل ہوتا ہے اسی مقصود کو مولانا صاف طور سے فرماتے ہیں کہ

کارگہ چوں جائے باش عاقل ست	آں کہ بیروں ست ازوے غافل ست
جبکہ کارخانہ کاریگر کا ٹھکانا ہے	جو اس (کارخانہ) سے باہر ہے وہ اس سے غافل ہے

پس درآ درکارگہ الخ۔ یعنی (جب کہ حق تعالیٰ ہستی کو فنا کرنے سے ہی ملتے ہیں) پس کارخانہ (عالم) میں یعنی عدم میں آ۔ تاکہ مصنوع اور صانع کو ایک جگہ دیکھو۔ مطلب یہ کہ اپنی ہستی کو اور دیگر اشیاء کی ہستی کو فنا کرکے

www.besturdubooks.wordpress.com

اور مضمحل سمجھ کر پھر اس کے وجود پر نظر کرو تو بس اسی کا وجود کامل اور قابل وجود کہنے کے نظر آئے گا اور باقی سارے وجودات اس قدر مضمحل ہونگے کہ ان کو وجود کہتے ہوئے شرم آئے گی تو چونکہ مصنوعات ہی اس کی معرفت کے لئے ظاہر اور بین آلہ اور ذریعہ ہیں اس لئے ان ہی کے وجودات میں اول غور کرو اس کو فرماتے ہیں کہ

پس در آدر کارگہ یعنی عدم	تا بہ بینی صنع و صانع را بہم
لہذا کارخانہ یعنی عدم میں آ	تاکہ تو کام اور کاریگر کو اکٹھا دیکھے

کارگہ چون الخ۔ یعنی کارخانہ (عالم) جبکہ روشن دیکھنے کی جگہ ہے تو اس کارخانہ (عالم) سے باہر پوشیدگی (اور تاریکی) ہے لہذا ان سب کے اور اپنے وجود کو کالعدم سمجھو اور ہستی کو نیستی سے بدل دو۔ تب تمہیں معرفت حاصل ہوسکتی ہے اور اگر اپنی ہستی پر نظر رکھی تو کبھی بھی معرفت حاصل نہیں ہوسکتی۔ مولانا اس مضمون کو فرعون اور اسکے تکبر کی مثال دے کر بیان فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

یک غریبے: ایک شخص بیچارہ کوئی مکان تلاش کرتا تھا۔ ایک مہربان اس کو ایک ویران مکان کی طرف لے گئے اور کہا کہ اگر اس کی چھت ہوتی تو تم یہیں رہتے۔ اس طرح میرا اور تمہارا مکان ہر دو پاس پاس ہوجاتے اور اسمیں ایک اور حجرہ بھی ہوتا۔ تو تمہارے گھر کے آدمی بھی رہ سکتے تھے۔ اور اگر آپ کے یہاں مہمان کے لئے جگہ ہوتی تو اگر کوئی مہمان آتا تو اس کو بھی آرام مل سکتا تھا۔ کاش کہ یہ مکان ویران نہ ہوتا۔ بلکہ قابل سکونت ہوتا۔ اس صورت میں یہ قابل رہائش مکان آپ کا گھر ہوتا اور آپ اس میں رہتے۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں دوستوں کا قرب اچھی چیز ہے۔ پھر کیا کیجئے کہ یہاں تو اگر کے سوا کچھ ہے ہی نہیں اور اگر قابل سکونت نہیں۔ لہذا مجبوری ہے۔

این ہمہ عالم: جب تجھے معلوم ہوچکا کہ ہوسات فضول وخواہشات لایعنی کا نتیجہ بجز محرومی کے کچھ نہیں تو خبردار تو ان خواہشات بے ہودہ کے جال میں نہ پھنسنا۔ بلکہ تجھے کام کرنا چاہیے جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں۔ دنیا کی عام حالت یہ ہے کہ اپنی خیالی اچھی چیز کو طلب کرتے ہیں اور اس اچھی چیز کے لئے جس کی خوبی ان کی من گھڑت ہے اور اس لئے وہ سراپا تنزدیر ہے۔ بے قرار ہیں اور دل و جان سے متمنی ہیں کہ ہم کو حاصل ہوتی یا حاصل ہوجائے۔ لیکن یہ لوگ خوبی حقیقی اور خیالی وغیرہ میں تمیز نہیں کرتے۔ مثلاً لوگ سونے کے طالب ہیں لیکن کھرے کھوٹے کی تمیز نہیں رکھتے اس لئے اصلی سونے (حق سبحانہ) کو چھوڑ کر کھوٹے سونے (زر دنیاوی) کو طلب کرتے ہیں اسی کے متمنی ہیں اسی کے لئے مصیبتیں اٹھاتے ہیں اس کے لئے بے قرار رہتے ہیں دیکھ تو عام لوگوں کی طرح دھوکہ نہ کھانا اور کھرے کھوٹے میں تمیز کرنا۔ خوبی واقعی اور غیر واقعی میں امتیاز کرنا۔ دیکھ زرخالص (حق سبحانہ نے) تو اس متعارف سونے پر اپنا پرتو ڈالا ہے اس لئے یہ خوشنما اور مرغوب ہوگیا لہذا یہ اصلی سونا نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

بلکہ ملمع ہے۔ خبردار بے کسوٹی لگائے اور بدون حقیقت پر غور کئے محض ظن سے سونے کو نہ لینا۔ اگر تیرے پاس کسوٹی ہے تو اس سے جانچ کر کھرے سونے کو لے لے ورنہ جا اور اپنے کو کسی نقاد کی خدمت میں محبوس کر دے اور کسی شیخ کامل کا مقلد ہو جا۔ غرض کہ اس کسوٹی اور معرفت نقد و قلب کی ضرورت ہے کہ اپنے اندر ہو اور اگر تیرے پاس نہیں تو خبردار راہ طلب میں تنہا قدم نہ بڑھانا بلکہ کسی واقف کار شیخ کو ساتھ لے لینا۔ کیونکہ اس راہ میں بہت سے شیاطین ہیں اور وہ راہ سے بھٹکانے کے لئے راہ رووں کو پکارتے ہیں اور اس انداز سے پکارتے ہیں جیسے کوئی مخلص اور خیر خواہ دوست پکارتا ہو لیکن وہ ایسا آشنا ہوتا ہے جو لوگوں کو تباہی کی طرف کھینچتا ہے وہ آواز دیتا ہے کہ اے قافلہ والو یہاں آؤ تمہاری منزل مقصود کا پتہ و نشان میں بتاؤں گا اور اسی پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ ہر ایک کا نام لے کر پکارتا ہے تا کہ ان کو پورا اعتماد ہو جائے اور کہتا ہے کہ اے فلاں ادھر آ اے فلاں ادھر آ اور مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس مانوس کرنے والی آوازہ "اے فلاں ادھر آ" سے اس کو ہلاک کر دے۔ (یعنی شیاطین ہر ممکن تدبیر سے طالب حق کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں ورنہ یہ مطلب نہیں کہ وہاں حقیقی آوازیں ہوتی ہیں) اور جب یہ شخص ان آوازوں پر وہاں پہنچتا ہے اور شیطان کا اتباع کرتا ہے تو وہاں دیکھتا ہے کہ شیر اور بھیڑیئے ہیں اور مہلکات کا سامنا ہے۔ عمر ضائع ہو چکی راہ راست سے بہت دور نکل گئے دن بھی بہت کم باقی رہ گیا ہے غرضیکہ منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے بہت سے موانع موجود ہو گئے ہیں جن سے رہائی دشوار ہو گئی ہے تو شیاطین کی آوازوں سے متعارف آوازیں نہ سمجھنا کہ تجھے شبہ ہو کہ ہم نے اب تک ایک آواز بھی نہیں سنی بلکہ خواہشات نفسانیہ کی ترغیب کہ مجھے مال چاہیے مجھے جاہ چاہیے مجھے آبرو چاہیے۔ یہی ان کی آوازیں ہیں۔ بس تو اپنے اندر سے ان آوازوں کو بند کر اور ان خواہشوں کو فنا کر۔ تب تجھے اسرار حق سبحانہ معلوم ہوں گے اور معارف الٰہیہ کا دروازہ تجھ پر کھلے گا۔ بس خدا کی یاد کر اور ان شیاطین کو آگ لگا اور اپنی آنکھ نرگس کی طرح اس کرگس کی طرف سے سی لے اور ان کی طرف دیکھ بھی مت۔ صبح صادق اور صبح کاذب میں امتیاز کر۔ رنگ مے اور رنگ پیالہ میں تمیز کر غرض کہ مطلوب حقیقی اور شبیہ مطلوب میں فرق کر۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ یہ مجاہدہ اور صبر و تانی تیرے لئے بجائے ان سات طبقہ والی آنکھوں کے ایک اور آنکھ پیدا کریں گے اور ان سے تو ان رنگوں کے سوا جو تجھے محسوس ہوتے ہیں اور عجیب عجیب رنگ دیکھے گا اور کنکریوں کے عوض تجھے موتی نظر آئیں گے۔ موتی دیکھنا کیا معنی بلکہ دریا کی طرح تو خود ان موتیوں اور معارف الٰہیہ کا مخزن ہو جائے گا اور ان جواہر کی روشنی سے منور ہو کر تو آفتاب چرخ پیما کی مثل روشن ہو جائے گا۔ گو آفتاب کی روشنی کو اس روشنی سے کوئی نسبت نہیں مگر چونکہ عالم محسوسات میں اس سے بڑھ کر کوئی روشن شے نہیں اس لئے اس سے تشبیہ دی گئی۔

کار کن در کار گہ: ہم نے تجھے اوپر فنا کی ترغیب دی تھی اور کہا تھا کہ تو غول بیابانی اور موانع طلب حق کو آگ لگا اور صرف حضرت حق کو مطمح نظر بنا اس کی وجہ یہ ہے کہ حق سبحانہ صانع عالم اپنی محل صنع یعنی عدم میں مستور ہیں تو جا

www.besturdubooks.wordpress.com

اس محل صنع میں ان کو کھلم کھلا دیکھ لے۔ چونکہ کام نے صانع عالم پر پردہ تن دیا ہے یعنی رویت صانع سے مانع ہوگیا ہے اس لئے جب تک اس کو نہ اٹھاؤ گے اور ہستی کو فنا نہ کرو گے اس کو دیکھ نہ سکو گے اگر چاہو کہ اس پردہ سے باہر اور ہستی کو باقی رکھ کر دیکھ لو تو ناممکن ہے کیونکہ جب عدم اس صانع عالم کی جائے باش ہے تو باہر کیونکر چل سکتا ہے جو باہر دیکھے وہ اسکی جائے باش سے بےخبر ہے پس اگر تجھے حق بینی کی طلب ہے تو عدم میں آ اور اپنے کو فنا کرتا کہ تجھے صانع اور اس کا فعل دونوں دکھلائی دیں کیونکہ صرف عدم ہی اس کے صاف صاف دیکھنے کی جگہ ہے اور فناء ہی سے اسکا مشاہدہ ہو سکتا ہے اور اس سے باہر یعنی ہستی میں خفا ہے وہاں دکھلائی نہیں دے سکتا۔ (ف۔ جاننا چاہیے کہ یہ محض عنوان تعبیری ہے جو تفہیم کے لئے اختیار کیا گیا ورنہ فی الحقیقۃ عدم کوئی مکان نہیں جس میں حق سبحانہ بیٹھے ہوئے ہوں بلکہ اس کو تشبیہاً مکان کہا گیا ہے اور چونکہ جو چیز احاطہ مکان کے اندر مستور ہوتی ہے وہ مکان کے اندر داخل ہونے سے دکھلائی دیتی ہے اور حق سبحانہ احاطہ فناء میں داخل ہونے سے بصیرت کے ذریعہ سے دکھلائی دیتے ہیں اس لئے ان کو یوں ظاہر کی کہ جیسے کہ وہ مکان عدم میں موجود ہوں۔ فافہم ولا تنزل)

شرح شبّیری

کارگہ چوں جائے روشن دید گیست	پس برون کارگہ پوشید گیست
کارخانہ چونکہ کھلے طور پر دیکھنے کی جگہ ہے	پس کارخانہ کے باہر پوشیدگی ہے
رو بہ ہستی داشت فرعون عنود	لاجرم از کارگاہش کور بود
سرکش فرعون (اپنے) وجود کی طرف متوجہ ہوا	لامحالہ اس کے کارخانہ سے اندھا تھا

رو بہ ہستی داشت الخ۔ یعنی (کہ دیکھو) فرعون سرکش ہستی کی طرف توجہ رکھتا تھا (اور اس کو اپنی ہستی پر نظر تھی اس لئے) اس کے کارخانہ سے غافل تھا (جو کہ اس کی معرفت کا آلہ ہے) اور اس کو حق تعالیٰ کی معرفت نصیب نہ ہو سکی۔

لاجرم میخواست تبدیل قدر	تاقضا را باز گرداند ز در
یقیناً وہ تقدیر کو بدلنا چاہتا تھا	تاکہ اللہ (تعالیٰ) کے فیصلہ کو دروازہ سے واپس لوٹا دے

لاجرم میخواست الخ۔ یعنی بالضرور وہ تبدیل قدر چاہتا تھا تاکہ قضا کو دروازہ سے لوٹا دے۔ یعنی اسی ہلاکت اور بردباری سے جو موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے مقدور ہو چکی تھی اس کو معرفت حق نہ ہونے کی وجہ سے چاہتا تھا کہ رد کر دے اور یہ خبر نہ تھی کہ وہاں یہ شان ہے کہ ما یبدل القول لدی وما انا بظلام للعبید اور اس کے لئے طرح طرح کی تدبیریں کرتا تھا مگر قضا اس پر ہنس رہی تھی کہ کس قدر بے وقوف ہے کہیں میں ٹل سکتی ہوں فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

خود قضا بر سبلت آں حیلہ مند	زیر لب می کرد ہر دم ریشخند
فیصلہ (خداوندی) اس حیلہ گر کی مونچھوں پر	ہر وقت زیر لب مسکرا رہا تھا

خود قضا بر سبلت الخ۔ یعنی خود قضا اس حیلہ مند کی مونچھ پر زیر لب ہر وقت مسخرہ پن کر رہی تھی اور یہ کہہ رہی تھی کہ تو جو چاہے کر لے میں تیرے دشمن کو تیرے ہی ہاتھوں پلواؤں گی اور پھر وہ تجھی کو ہلاک کرے گا۔ آگے پھر اس کی تدبیروں کو قضا کے بدلنے کے لئے بیان فرماتے ہیں کہ

صد ہزاراں طفل کشت او بے گناہ	تا بگردد حکم و تقدیر الٰہ
اس نے لاکھوں معصوم بچے قتل کر ڈالے	تاکہ (اللہ تعالیٰ کا) فیصلہ اور تقدیر ٹل جائے

صد ہزاراں طفل کشت الخ۔ یعنی لاکھوں بے گناہ بچے اس نے مار ڈالے تاکہ اللہ تعالیٰ کا حکم اور تقدیر پھر جائے

تا کہ موسیٰ نبی ناید بروں	کرد در گردن ہزاراں ظلم و خوں
تاکہ موسیٰ نبی ظاہر نہ ہوں	اس نے (اپنی) گردن پر ہزاروں ظلم اور خون لے لئے

تا کہ موسیٰ الخ۔ یعنی اور تاکہ موسیٰ علیہ السلام نبی باہر نہ آئیں (پیدا نہ ہوں) اس نے اپنی گردن پر ہزاروں خون کر لئے۔

آں ہمہ خوں کرد و موسیٰ زادہ شد	وز برائے قہر او آمادہ شد
اس نے بہت (کشت و) خون کیا اور موسیٰ پیدا ہو گئے	اور اس کی سرکوبی کے لئے آمادہ ہو گئے

ایں ہمہ میکرد و موسے الخ۔ یعنی یہ سب خون کئے (اور طرح طرح کی تدبیریں کیں مگر) موسیٰ علیہ السلام پیدا ہو ہی گئے اور اس کی ہلاکت کے واسطے آمادہ ہو گئے تو یہ ساری فضول تدبیریں حقیقت سے لاعلمی کی وجہ سے تھیں اگر وہ حقیقت شناس ہوتا تو پھر اس قسم کے حیلے ہرگز نہ کرتا اسی کو آگے فرماتے ہیں کہ

گر بدیدے کارگاہ لایزال	دست و پایش خشک گشتے ز احتیال
اگر وہ (خدائے) لایزال کا کارخانہ دیکھ لیتا	حیلہ گری سے اس کے ہاتھ پیر خشک ہو جاتے

گر بدیدے کارگاہ الخ۔ یعنی اگر حق تعالیٰ کے کارخانہ کو دیکھ لیتا (اور اس میں غور کر لیتا تو اس کے صانع کے وجود کی عظمت اور جلال منکشف ہو جاتی تب) اس کے ہاتھ پاؤں حیلہ کرنے سے خشک ہو جاتے اور وہ کوئی حیلہ نہ کر سکتا اور اب بھی اس کا کوئی حیلہ کام نہ آیا اس لئے کہ

اندرون خانہ اش موسیٰ معاف	وز بروں می کشت طفلاں را گزاف
اس کے گھر میں موسیٰ آرام سے تھے	وہ باہر خواہ مخواہ بچوں کو قتل کر رہا تھا

اندرون خانہ اش الخ۔ یعنی کہ گھر کے اندر تو موسیٰ علیہ السلام جو کہ عافیت دیئے گئے تھے (پرورش پا رہے)

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں اور باہر لڑکوں کو بے وقوفی کی وجہ سے مار رہا ہے۔ گھر کی خبر نہیں کہ خود ہی اپنے دشمن کی پرورش کر رہا ہے پس اس کی حالت کو ایک مثال سے واضح فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

رو بہ ہستی داشت: او پر فناء کی ترغیب دی تھی یہاں سے خودی کا نقصان بیان فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ چونکہ فرعون ہستی کی طرف متوجہ اور خودی میں منہمک تھا اس لئے فنا و عدم سے بالکل اندھا تھا اور چونکہ فناء و عدم ہی حق سبحانہ کی معرفت کا ذریعہ ہے لہٰذا نہ وہ حق سبحانہ سے واقف تھا نہ اس کی تدبیر اور افعال سے۔ پس لامحالہ وہ قضاء الٰہی کو بدلنا چاہتا تھا۔ یہ معنی نہیں کہ قضاء الٰہی کو قضا جان کر بدلنا چاہتا تھا کیونکہ وہ تو قضاء الٰہی کو جانتا ہی نہ تھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو امر نفس الامر میں مقدر ہو چکا تھا اس کو وہ چاہتا تھا کہ نہ ہو لیکن قضاء الٰہی اس تدبر پر ہنس رہی تھی کہ دیکھو یہ کیا بے ہودہ منصوبے گانٹھ رہا ہے اس نے لاکھوں بچے بے گناہ مار ڈالے تاکہ جو امر نفس الامر میں مقدر ہو چکا ہے وہ وجود میں نہ آئے اس نے ہزاروں ظلم اور خون اس لئے اپنی گردن پر لئے کہ موسیٰ علیہ السلام وجود میں نہ آئیں۔ گو اس نے یہ سب خون کئے مگر موسیٰ علیہ السلام پیدا ہو ہی گئے اور اس کی سرکوبی کے لئے آمادہ ہو گئے۔ پس اگر یہ احمق کارگاہ حق سبحانہ (فنا و عدم) سے واقف ہوتا اور خودی و ہستی میں منہمک نہ ہوتا تو تدبیر سے اس کے ہاتھ پاؤں خشک ہو جاتے اور کبھی جرأت نہ ہوتی کہ تقدیر الٰہی کے مقابلہ میں تدبیر کرے۔ تقدیر الٰہی اس درجہ قوی ہے کہ فرعون گھر سے باہر بے ہودگی سے ہزاروں بچے قتل کر رہا تھا لیکن موسیٰ جو خود اس کے گھر کے اندر موجود تھے ان کو کچھ نہ کہتا تھا۔

شرح حبیبی

ہمچو صاحب نفس کو تن پرورد	بر دگر کس ظن حقدے می برد
اس نفسانی (انسان) کی طرح جو تن پروری کرے	دوسرے پر دشمنی کا گمان کرے

ہمچو صاحب الخ۔ یعنی (فرعون کے موسیٰ علیہ السلام کو پالنے کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی صاحب نفس بدن کی پرورش میں لگا ہوا ہو (اور نفس کی پرورش سے غافل ہو) اور دوسروں پر حسد کا گمان کرتا ہے اور اصل دشمن و دوست کو تو دیکھتا نہیں کسی کو دشمن اور کسی کو دوست سمجھ لیتا ہے۔ یہی حالت فرعون کی تھی کہ اصل دشمن اور مہلک موسیٰ علیہ السلام کو تو خود پال رہا تھا اور دوسرے بچوں کو قتل کر رہا تھا اور اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ یوں کہتا ہے کہ

کایں عدو و آں حسود و دشمن ست	خود حسود و دشمن او آں تن ست
کہ یہ دشمن اور وہ حاسد اور مخالف ہے	(حالانکہ) اس کا حاسد اور دشمن خود وہ جسم ہے

کایں عدو دآن الخ۔ یعنی کہ یہ عدو ہے اور وہ حاسد اور دشمن ہے۔ (حالانکہ) خود حاسد اور دشمن اپنا یہ خود ہی ہے مگر حقیقت نہ جاننے کی وجہ سے دوست کو دشمن اور دشمن کو دوست سمجھتا ہے یہاں تو فرعون کو صاحب نفس سے اور موسیٰ علیہ السلام کو تن سے تشبیہ دی تھی کہ تن کو پالنا اپنے دشمن کو پالنا ہے مگر چونکہ عداوت دونوں طرف سے تھی اور جس طرح فرعون موسیٰ علیہ السلام کا دشمن تھا اس طرح وہ اس کے دشمن تھے۔ پس ان کی دشمنی کو آگے اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ وہ صاحب نفس یا تو موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے اور اس کا بدن فرعون کی طرح ہے اس لئے کہ جس طرح روح بدن کی دشمن اور اسکی مخالفت ہوتی ہے اس طرح وہ بھی فرعون کے مخالف تھے اور جس طرح کے روح باوجود دشمن ہونے کے جسم ہی میں رہتی ہے اسی طرح موسیٰ علیہ السلام بھی فرعون ہی کے یہاں رہتے تھے اس کو فرماتے ہیں کہ

او چو موسیٰ وتنش فرعون او	او بہ بروں می دود کہ کو عدو؟
وہ موسیٰ کی طرح ہے اور اس کا جسم اس کا فرعون ہے	وہ باہر بھاگا پھرتا ہے کہ دشمن کہاں ہے؟

او چو موسیٰ الخ۔ یعنی وہ صاحب نفس تو مثل موسیٰ علیہ السلام کے ہے اور اس کا بدل مثل ان کے فرعون کے ہے اور وہ باہر تلاش کرتے ہیں کہ کون دشمن ہے حالانکہ دشمن پاس ہی موجود ہے۔

نفس اندر خانہ تن نازنیں	بردگرکس دست می خاید بکیں
نفس جسم کے گھر میں نازوں میں پل رہا ہے	وہ دوسروں پر کینہ سے ہاتھ چبا رہا ہے

نفس اندر خانہ الخ۔ یعنی کہ نفس (جیسا دشمن) اس نازنین بدن کے خانہ میں (موجود) ہے اور یہ شخص دوسروں پر کینہ کی وجہ سے ہاتھ چباتا ہے اور دوسروں کو دشمن خیال کرتا ہے۔ پس چاہیے کہ اول اس دشمن کو قتل کرو کہ ضرر حقیقی کی وجہ اس سے پہنچتا ہے اور اگر دوسرے لوگ دشمن بھی ہوتے ہیں تو وہ ضرر حقیقی نہیں پہنچا سکتے مثلاً انتہا سے انتہا کوئی اس کو جان سے مار ڈالے گا تو اسکا کوئی حقیقی نقصان نہیں ہوا اس لئے کہ حق تعالیٰ کے یہاں مراتب زیادہ ہوئے اور درجہ شہادت کا حاصل ہوا جو کہ مرغوب ومطلوب ہے اور جو ضرر کہ نفس پہنچاتا ہے اسکا خمیازہ قیامت میں معلوم ہوگا اور وہ ایسا ضرر ہوگا کہ اسکا کوئی تدارک ہی ہیں اور بلکہ دوسرے لوگ جو دشمن ہوتے ہیں وہ بھی ان حضرت نفس کی بدولت ہوتے ہیں کسی سے دوستی ہے کسی سے دشمنی ہے سارے حرکات انہیں حضرت کے ہیں لہٰذا اس جڑ ہی کو قطع کردو۔ کہ اگر یہ مارا گیا تو سارے دشمن مارے جائیں گے اور پھر کوئی بھی دشمن حقیقی نہ رہے گا آگے اس پر (جو کہ بناء فساد ہو اور خرابیوں کی جڑ ہو اس کو قطع کرنا چاہیے) ایک حکایت تمثیلاً بیان کرتے ہیں کہ

شرح حبیبی

ہمچو صاحب نفس: فرعون کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گھر میں (کینے اور باہر بچوں کو قتل کرنے میں بالکل وہی حالت تھی جو ایک صاحب نفس کی ہوتی ہے جو ہمہ تن تن پروری اور ہوا وہوس میں مصروف ہے۔ یہ شخص دوسروں کو

www.besturdubooks.wordpress.com

دشمن سمجھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ یہ میرا دشمن ہے۔ وہ میرا حاسد ہے حالانکہ اصل دشمن کو اس کو خبر بھی نہیں کہ وہ اس کا نفس ہے جس کو یہ نہایت رغبت اور شوق کے ساتھ پال رہا ہے۔ وہ یعنی اس کی روح مثل موسیٰ علیہ السلام کے فطرۃ منقاد حق سبحانہ ہے اور اسکا نفس مثل فرعون کے ہے جو اسکا دشمن اور گمراہ کرنے والا ہے۔ پس اس کو اپنے اصلی دشمن کی تو خبر نہیں جو گھر میں موجود ہے۔ باہر ڈھونڈتا پھرتا ہے کہ دشمن کہاں ہے مل جائے تو میں اسے مار ڈالوں۔ پس اس کا دشمن حقیقی نفس ہے جو خانہ تن میں محبوب ہوا بیٹھا ہے اور دوسروں پر مارے غصہ کے اپنے پشت دست کاٹتا ہے۔ یہ روش اسکی بالکل غلط ہے۔ اس کو وہی کرنا چاہیے جو ایک شخص نے اپنی بدکار ماں کے ساتھ کیا تھا جس کی تفصیل ذیل ہے۔

شرح حبیبی

ملامت کردن مردم شخصے را کہ مادر را کشت بہ تہمت

لوگوں کا ایک شخص کو ملامت کرنا جس نے ماں کو تہمت کی وجہ سے قتل کر ڈالا

آں یکے از خشم مادر را بکشت	ہم بزخم خنجر وہم زخم مشت
ایک شخص نے غصہ میں ماں کو مار ڈالا	خنجر کے زخم اور مکوں کی مار سے

آن یکے از خشم الخ۔ یعنی ایک شخص نے اپنی ماں کو مار ڈالا۔ خنجر کے زخم سے بھی اور گھونسے کے زخم سے بھی۔

آں یکے گفتش کہ از بد گوہری	یاد ناوردی تو حق مادری
ایک شخص نے اس سے کہا کہ بد ذاتی کی وجہ سے	تو نے ماں کا حق یاد نہ کیا

آن یکے گفتش الخ۔ یعنی (اس پر) ایک شخص نے اس سے کہا کہ نالائقی کی وجہ سے تجھے ماں ہونے کا حق بھی یاد نہ آیا اور اس کو قتل کر دیا۔

ہے چرا کشتی ورا اے زشت رو	می نگوئی او چہ کرد آخر بتو
افسوس! اے بد رو تو نے اس کو کیوں مار ڈالا؟	کیوں نہیں بولتا؟ آخر اس نے تیرے ساتھ کیا کیا تھا؟

ہر تو مادر را چرا الخ۔ یعنی ارے تو نے ماں کو کس لئے مار ڈالا (کچھ تو) کہہ آخر اس نے تیرے ساتھ کیا کیا تھا اے بری خصلت والے۔

ہیچ کس کشت ست مادر اے عنود	می نگوئی کو چہ کرد آخر چہ بود
اے سرکش! کسی نے ماں کو (بھی) قتل کیا ہے؟	کیوں نہیں بولتا کہ اس نے کیا کیا؟ آخر کیا بات تھی؟

ہیچکس کشتست الخ۔ یعنی ارے کمبخت کسی نے ماں کو بھی مارا ہے اور کہتا کیوں نہیں کہ آخر اس نے کیا کیا اور کیا بات تھی جس پر کہ تو نے اس کو قتل کر دیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت کارے کرد کاں عار ویست	کشتمش کاں خاک ستار ویست
اس نے کہا اس نے وہ کام کیا جو اس کے لئے عار تھا	میں نے اس کو قتل کر دیا کیونکہ مٹی (ہی) اس کی پردہ پوشی کرنے والی ہے

گفت کارے الخ۔ یعنی اس لڑکے نے کہا کہ اس (ماں) نے ایک کام کیا تھا کہ وہ (موجب) اسکی عار کا تھا اس لئے میں نے اس کو مار ڈالا خاک اسکی پردہ پوش ہے۔ کار عار سے مراد زنا ہے یعنی وہ زانیہ تھی اس لئے میں نے یہ سمجھ کر ایسے آدمی کا مرنا ہی بہتر ہے اس کو مار ڈالا۔

متہم شد با یکے زاں کشتمش	غرق خوں در خاک گور آغشتمش
وہ ایک کے ساتھ متہم ہوئی اس لئے میں نے اس کو قتل کر دیا	خون میں نہلا کر میں نے قبر کی مٹی میں اس کو ملا دیا

متہم شد با یکے الخ۔ یعنی چونکہ وہ ایک شخص سے متہم تھی اس لئے میں نے اس کو مار ڈالا اور خون میں ڈوبی ہوئی کو ہی میں نے قبر کی خاک میں ملا دیا۔ یعنی اسی طرح خون آلود ہی دفن کر دی۔

گفت آں کس را بکش اے محتشم	گفت پس ہر روز مردے را کشم
اس نے کہا اے بھلے اس شخص کو قتل کر	اس نے کہا تو پھر ہر روز ایک مرد کو قتل کروں

گفت آنکس را الخ۔ یعنی اس (ناصح) نے کہا کہ اے عزیز اس شخص کو (جس سے متہم تھی) مار ڈال (امر بمعنی ماضی یعنی مار ڈالا ہوتا کہ ان کے قتل سے تو ہاتھ نہ رنگے جاتے) تو اس لڑکے نے جواب دیا کہ پھر تو ہر روز ایک مخلوق کو قتل کیا کرتا اس لئے کہ اسکا روز یہی کام تھا تو میں کس کس کو مارتا۔ اس لئے میں نے جڑ ہی کاٹ دی کہ نہ وہ ہوگی اور نہ کوئی اس سے منہ کالا کر سکے گا۔ نعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔

کشتم او را رستم از خونہائے خلق	نائے او برم بہ است از نائے خلق
میں نے اس کو قتل کر دیا لوگوں کے خون سے چھٹکارا پا لیا	اس کا گلا کاٹوں یہ اس سے بہتر ہے کہ لوگوں کا گلا

کشتم او را رستم الخ۔ یعنی میں نے اس ہی کو مار ڈالا اور مخلوق کے خون کرنے سے چھوٹ گیا اور میں نے اس ہی کا گلا کاٹ ڈالا (اس لئے کہ) مخلوق کے گلا کاٹنے سے بھی بہتر ہے۔ آگے مولانا انتقال فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

آن یکے از: ایک شخص نے غصہ ہو کر اپنی ماں کو مکوں اور خنجر سے مار ڈالا۔ ایک شخص نے کہا کہ ارے تو بڑا بدذات ہے تجھے حق مادری بھی یاد نہ رہا۔ ارے بتا تو سہی تو نے پانی ماں کو کیوں مار ڈالا اس نے تیرا کیا بگاڑا تھا کمبخت کسی نے اپنی ماں کو بھی مارا ہے۔ ارے بتا تا کیوں نہیں۔ آخر کچھ بات بھی تھی اس نے کیا کیا تھا اس نے جواب دیا کہ کہ اس نے ایک ایسا کام کیا تھا جو اس کے لئے شرم کا باعث تھا لہٰذا میں نے اسے مار ڈالا کہ خاک اسکی پردہ پوشی

www.besturdubooks.wordpress.com

کرے وہ ایک شخص سے زنا کے ساتھ متہم ہوگئی تھی اس لئے میں نے اسے مار ڈالا اور یوں خون میں ڈوبی ہوئی مٹی ملا آیا۔ غسل بھی نہیں دیا۔ اس شخص نے کہا کہ اس شخص کو مارنا چاہیے تھا نہ کہ ماں کو۔ لڑکے نے جواب دیا کہ تم یہ چاہتے ہو کہ ہر روز لوگوں کو مارتا پھروں یہ کیسے ہوسکتا ہے لہٰذا میں نے اسی کو ماردیا اور تمام مخلوق کے خون سے بچ گیا۔ اور میں نے سمجھا کہ لوگوں کے گلے کاٹنے سے یہی بہتر ہے کہ اسکا گلا کاٹ دوں۔

شرح حبیبی

نفس تست آں مادر بد خاصیت	کہ فساد اوست دہر ناحیت
وہ بدعادت ماں تیرا نفس ہے	کہ ہر جانب اسی کا فساد ہے

نفس تست آن الخ۔ یعنی وہ بد خاصیت ماں یہ تیرا نفس ہے کہ اسکا فساد ہر طرف پھیل رہا ہے۔

ہیں بکش او را کہ بہر آں دنی	ہر دمے قصد عزیزے می کنی
آگاہ! اس ہی کو قتل کر اس کمینے کی وجہ سے	تو ہر وقت کسی عزیز (کی جان لینے) کا قصد کرتا ہے

پس بکش او را الخ۔ یعنی پس اس (نفس) کو مار ڈال کہ اس کمینہ کی وجہ سے تو ہر دم ایک عزیز (ولی اللہ کی ایذا رسانی) کا قصد رکھتا ہے۔ مطلب یہ کہ ایک یہی نفس ہے کہ جس کی بدولت اولیاء اللہ کو تم تکالیف پہنچاتے ہو جس کا ضرر کہ ضرر حقیقی ہے لہٰذا اسی کمبخت کو نیست اور قتل کرنا چاہیے۔

از وے ایں دنیائے خوش برتست تنگ	از پئے او باحق و باخلق جنگ
اس ہی کی وجہ سے یہ بھلی دنیا تجھ پر تنگ ہے	اس ہی کے لئے اللہ (تعالیٰ) اور مخلوق سے جنگ ہے

از وے این دنیائے الخ۔ یعنی اور اس (نفس ہی) کی بدولت یہ عمدہ دنیا تجھ پر تنگ ہے اور اسکی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے اور مخلوق سے لڑائی ہے مطلب یہ کہ باوجود اس دنیاوی عیش اور آرام کے بھی تم تنگ دل اور پریشان رہتے ہو۔ یہ اس ہی کی حرص کا نتیجہ ہے کہ جس قدر دنیا تمہارے پاس ہے یا اس سے زیادہ کو چاہتا ہے اسی لئے عیش مکدر کر رکھا ہے اور اس کے دواعی اور خواہشات پر عمل کرنے سے حق تعالیٰ سے اور مخلوق سے سب سے لڑائی ہے۔ لہٰذا اس ہی کو کھو دو کہ سب کچھ مل جائے۔

نفس کشتی باز رستی اعتذار	کس ترا دشمن نہ ماند در دیار
(اگر) تو نے نفس کو مار ڈالا عذر خواہی سے چھوٹ جائے گا	دنیا میں تیرا کوئی دشمن نہ رہے گا

نفس کشتی باز الخ۔ یعنی اگر تم نفس کو مار ڈالو تو عذر کرنے سے چھوٹ جاؤ (اس لئے کہ جب کسی سے لڑائی وغیرہ ہے اس وقت عذر کرے ہو کہ ہم سے غلطی ہوگئی معاف کر دو۔ اگر نفس نہ ہوگا تو عذر کرنے کی بھی ضرورت نہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوگی اس لئے کہ کسی قسم کی لڑائی وغیرہ ہی نہ ہوگی) اور دنیا میں تمہارا کوئی دشمن نہ رہے گا۔ آگے مولانا ایک اشکال کی تقریر کر کے اس کا جواب دیتے ہیں۔ حاصل اعتراض کا یہ ہے کہ جب آپ کہتے ہیں کہ نفس کشی کے بعد کوئی دشمن دنیا میں نہ رہے گا تو انبیاء علیہ السلام اور اولیاء اللہ کے نفس کا کشتہ ہونا تو معلوم اور ظاہر ہے پھر کفار ان کے دشمن اور حاسد کیوں ہوئے۔ پس حاصل جواب کا یہ ہے کہ دشمن ایک تو وہ ہوتا ہے جو کہ ضرر حقیقی اور واقعی پہنچا سکے اور وہ ضرر ضرر عقبیٰ ہے اور جو دشمن انبیاؑ کے تھے چونکہ وہ ان کو کوئی ضرر آخرت کا نہ پہنچا سکتے تھے اس لئے وہ ان کے دشمن بھی تھے بلکہ وہ تو خود اپنے ہی دشمن تھے کیونکہ اپنا ہی ضرر آخرت کر رہے تھے اور ان کے انوار اور برکات سے محروم تھے اور اگر انبیاء علیہم السلام کو کوئی جسمانی تکلیف وغیرہ پہنچا بھی دی تو وہ قابل اعتبار نہیں اس لئے کہ وہ باقی رہنے والا اور کوئی معتدبہ ضرر نہیں ہے اور یا دشمن وہ ہوتا ہے کہ جو کسی منفعت کے حصول سے مانع ہو اور یہاں یہ بھی نہیں تھا اس لئے کہ کفار انبیاء علیہم السلام کو کسی نور یا کسی برکت کے حصول سے مانع نہ ہو سکے۔ اب معلوم ہو گیا کہ چونکہ ان کا نفس کشتہ ہو چکا تھا اس لئے انکا کوئی دشمن بھی دنیا میں موجود نہیں تھا اور دشمن حقیقۃً خود نفس انسان ہی ہے اب اشعار کو سمجھ لو کہ خوب سمجھ میں آئے گا۔ فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

نفس تست آن: ب تم سمجھو کہ وہ بد خصلت مان تمہارا نفس ہے جس کا فساد ہر گوشہ میں پھیلا ہوا تم کو چاہیے کہ تم اس کو مار ڈالو جس کے سبب تم ہر ایک شخص کے خون کا ارادہ رکھتے ہو اسی کے سبب یہ دنیا جو بجہت مزرع آخرت یا آلہ معرفت حق سبحانہ ہونے کے بظاہر پسندیدہ اور موجب راحت ہو باوجود اپنی وسعت کے تم پر تنگ ہو گئی ہو اور تمہارا دم ناک میں آ رہا ہے اور اسی کے لئے تم نے خدا اور مخلوق سے لڑائی مول لے رکھی ہے پس جب نفس کو مار ڈالو گے تو تم سے کوئی حرکت ایسی صادر نہ ہوگی جس کی وجہ سے تم کو معذرت کرنی پڑے یا تمہارا کوئی دشمن ہو۔ لہٰذا معذرت کرنے سے بھی بچ جاؤ گے اور علم میں کوئی تمہارا دشمن بھی نہ رہے گا۔

شرح حبیبی

گر شکال آرد کسے بر گفت ما	از برائے انبیا و اولیا
اگر ہماری بات پر کوئی اشکال (اعتراض) کرے	انبیاء اور اولیاء کی وجہ سے

گر شکال آرد الخ۔ یعنی اگر کوئی شخص ہمارے قول پر اشکال کرے۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کے واسطے۔

کانبیا را نے کہ نفس کشتہ بود	پس چرا شاں دشمناں بود و حسود
کہ نبیوں کا نفس کیا مرا ہوا نہ تھا	تو ان کے حاسد اور دشمن کیوں تھے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

کانبیاء انے کہ الخ۔ یعنی کہ کیا انبیاء علیہم السلام کا (اور اس طرح اولیاء اللہ کا) نفس مراد ہوا نہیں ہوا تھا۔ (استفہام تقریری یعنی ضرور کشتہ تھا) پھر ان کے دشمن اور حاسد کس لئے تھے حالانکہ تم کہتے ہو کہ جس کا نفس کشتہ ہو جائے اسکا جہاں میں بھی کوئی دشمن یا حاسد نہیں رہتا یہاں تک تو شبہ کی تقریر تھی آگے جواب فرماتے ہیں کہ

گوش نہ تو اے طلبگار صواب	بشنو ایں اشکال و شبہت را خواب
اے بھلی بات کے طالب! کان دھر	اس اشکال اور شبہ کا جواب سن لے

گوش نہ اے الخ۔ یعنی کہ اے درست بات کے طالب ذرا کان رکھ کر اور اس اشکال اور شبہ کا جواب نہ سن کہ

دشمن خود بودہ اند آں منکراں	زخم بر خودمی زدند ایشاں چناں
وہ منکر خود اپنے دشمن تھے	اس طرح وہ اپنے ہی کو زخمی کر رہے تھے

دشمن خود بودہ الخ۔ یعنی وہ منکر (کافر) تو اپنے ہی دشمن تھے اور اپنے ہی او پر وہ اس طرح کے زخم مارتے تھے اس لئے

دشمن آں باشد کہ قصد جاں کند	دشمن آں نبود کہ خود جاں می کند
دشمن تو وہ ہوتا ہے جو جان (لینے) کا ارادہ کرے	دشمن وہ نہیں ہوتا جو خود دم توڑ دے

دشمن آن باشد الخ۔ یعنی دشمن تو وہ ہوتا ہے کہ جان (کے لینے) کا قصد کرے اور وہ دشمن نہیں ہوتا جو کہ خود ہی جان کنی کرتا ہے یہاں مصرعہ اول میں جان سے مراد علوم و معارف ہیں اب مطلب یہ ہوگیا کہ دشمن تو حقیقۃً وہ ہوتا ہے جو کوئی ضرر آخرت اور حقیقی ضرر پہنچا سکے اور تقرب حق اور علوم نہ معارف میں سے کچھ لے لے اور ان چیزوں کو برباد کر دے اور جو شخص کہ خود ہی جلے اور مرے وہ کیا دشمن ہوگا اس لئے کہ اس خسود کا کیا ضرر کیا اگر کچھ کھویا تو اپنا ہی کھویا۔ آگے کفار کی دشمنی کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

نیست خفاشک عدوو آفتاب	او عدوو خویش آمد در حجاب
چمگادڑ سورج کی دشمن نہیں ہے	وہ در پردہ اپنی ہی دشمن ہے

نیست خفاشک الخ۔ یعنی (دیکھو) چمگادڑ آفتاب کی دشمن نہیں ہے۔ (اور اس کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتی بلکہ خود ہی اپنا نقصان کر رہی ہے) اور اپنی ہی دشمن ہے کہ پردہ میں آگئی ہے (اور انوار شمس سے محروم ہے)

تابش خورشید او را می کشد	رنج او خورشید ہرگز کے کشد
سورج کا نور اس کو مارے ڈالتا ہے	اس کی تکلیف سورج کب برداشت کرتا ہے؟

تابش خورشید الخ۔ یعنی آفتاب کی چمک اس کو (حسد کی وجہ سے) مارے ڈالتی ہے لیکن اس کا رنج خورشید کو تو ہرگز ذرا بھی نہیں کھینچتا۔ یعنی اس چمگادڑ کے پوشیدہ ہونے سے خورشید کو مطلق بھی رنج نہیں ہے۔ ہاں اس کا خود ہی نقصان ہے۔ اس طرح یہ کفار بھی خود انوار تجلیات و برکات نبوت سے محروم ہیں مگر انبیاء کو کیا ضرر پہنچاتے ہیں یہاں تک تو دشمن

www.besturdubooks.wordpress.com

کے اول قسم کا بیان تھا جو کہ کوئی ضرر حقیقی پہنچا سکے آگے اس کو بتاتے ہیں کہ جو کسی جلب نفع سے مانع ہو فرماتے ہیں کہ

دشمن آں باشد کزو آید عذاب	مانع آید لعل را از آفتاب
دشمن وہ ہوتا ہے جس سے تکلیف پہنچے	لعل کے لئے آفتاب سے مانع بنے

دشمن آن باشد الخ۔ یعنی دشمن تو وہ ہوتا ہے کہ اس سے عذاب (ضرر حقیقی) پہنچے (اور وہ ضرر یہ کہ) لعل (انبیاء و اولیاء) کو آفتاب (حق سبحانہ تعالیٰ) سے (فیض حاصل ہونے سے) مانع ہو اور انبیاء و اولیاء میں یہ بات نہیں ہے بلکہ خواہ کفار اور معاندین اور منکرین اور حاسدین کا بغض اور کینہ کتنا ہی بڑھ جائے مگر ان کے ترقی مراتب میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں ہوتی لہٰذا معلوم ہو گیا کہ کفار اور معاندین انبیاؑ و اولیاء کے دشمن ہی نہیں ہیں بلکہ اپنے ہی دشمن ہیں۔

مانع خویشند جملہ کافراں	از شعاع جوہر پیغمبراں
تمام کافر اپنے لئے روک ہیں	پیغمبروں کے گوہر کی شعاع سے

مانع خورشید جملہ الخ۔ یعنی سارے کافر اپنے کو انبیاؑ کی ذات کی شعاع سے (اور ان کے انوار سے) روک رہے ہیں تو اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں۔

کے حجاب چشم آں فردند خلق	چشم خود را کور و کژ کردند خلق
لوگ اس یکتا کی آنکھ کا حجاب کب ہیں؟	لوگوں نے اپنی آنکھ کو اندھا اور (اپنے آپ کو بہرا بنالیا ہے

کے حجاب چشم الخ۔ یعنی اس یکتا (یعنی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم) کی آنکھ حجاب یہ مخلوق کب ہو سکتی ہے۔ (اور ان کو فیوض کے حاصل ہونے سے کب روک سکتے ہیں بلکہ) مخلوق نے اپنی آنکھ کو اندھا اور کج کر رکھا ہے کہ اس کوری اور کجی کی وجہ سے ان پر حق ظاہر نہیں ہوتا۔ آگے مولانا ان حاسدین کے حسد کی ایک اور مثال دیتے ہیں کہ

چوں غلام ہندوی کو کیں کشد	از ستیز خواجہ خود را می کشد
ہندوستانی غلام کی طرح کہ وہ کینہ رکھتا ہے	آقا کی دشمنی میں اپنے آپ کو مار ڈالتا ہے

چون غلام ہندوی الخ۔ یعنی مثل ہندی غلام کے کہ وہ کینہ کرتا ہے اور آقا کی لڑائی کی وجہ سے اپنے کو مار ڈالتا ہے چوں کہ ہندوستان سے محمو غزنوی وغیرہ کے زمانہ میں بہت سے غلام اور باندی قید ہو کر گئے اس لئے مطلق غلام کو فارس میں ہندی کہنے لگے۔ مطلب یہ کہ ان معاندین کی اہل حق سے عداوت کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی ہندی غلام اپنے آقا سے لڑے اور اسکا نقصان کرنے کو خود مر جائے کہ جب میں مر جاؤنگا تو جو میری قیمت ہے اس قدر اسکا نقصان کرتا ہے تو اس آقا کا تو صرف مال ہی کا نقصان کیا مگر اپنا تو جان کا نقصان کیا اسی طرح یہ کفار ہیں کہ انبیاء کو بظاہر تھوڑی سی کلفت جسمانی پہنچا کر اپنی آخرت کو خراب کرتے ہیں۔ ان پر یہ مثل صادق ہے کہ پرائے شگون کو اپنی ناک کٹائی۔ آگے فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

سرنگوں می افتد از بام سرا	تازیانے کردہ باشد خواجہ را
کوٹھے پر سے اوندھا گر جاتا ہے	تاکہ آقا کو نقصان پہنچائے

سرنگوں می الخ۔ یعنی وہ غلام گھر کے کوٹھے سے اوندھا گر جاتا ہے تاکہ آقا کا کچھ نقصان کرے لے۔ مگر آقا کا تو کوئی ایسا ضرر کہ جسکا تدارک نہ ہوسکے نہ ہوا مگر اس کا ایسا ضرر ہوا کہ اسکا تدارک ہو ہی نہیں سکتا کہ جان ہی گئی جو کہ اصل ہے آگے مولانا ان کی عداوت کی ایک مثال دیتے ہیں سچ یہ ہے کہ مولانا ہی ان علوم کو خوب سمجھتے ہیں اور انکا فہم حق تعالیٰ نے مولانا علیہ الرحمۃ ہی کو عنایت فرمایا ہے کہ بس ایک بات کو سمجھ کر اس کو مختلف عنوانوں سے اور مثالوں سے سمجھاتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ

گر شود بیمار دشمن با طبیب	ور کند کودک عداوت با ادیب
اگر بیمار طبیب کا دشمن ہو جائے	اگر بچہ استاد سے عداوت کرے

گو شود بیمار الخ۔ یعنی اگر بیمار طبیب کا دشمن ہو جائے اور اگر لڑکا استاد اور معلم سے عداوت کرے تو درحقیقت یہ لوگ اپنی جان کے خود ہی دشمن ہیں اور اپنی عقل اور جان کی خود رہزنی کر رہے ہیں اور اس طبیب یا استاد کا کچھ بھی حرج نہیں۔ یہ خود ہی طبیب اور استاد کے فیض سے محروم رہیں گے یا یوں سمجھو کہ

درحقیقت دشمن جان خودند	راہ عقل و جان خود را خود زدند
درحقیقت وہ خود اپنی جان کے دشمن ہیں	اپنی عقل اور جان کا راستہ خود کاٹتے ہیں

گازرے گر خشم الخ۔ یعنی اگر دھوبی بھی آفتاب سے خفا ہو جائے (اور کہنے لگے کہ ہم آفتاب میں کپڑے نہیں سکھاتے یا کوئی مچھلی پانی سے خفا ہو جائے (اور کہے کہ میں پانی میں نہیں رہتی اور اس سے نکل آئے) تو تم خوب اچھی طرح دیکھو کہ نقصان کس کو ہوگا اور آخر کار سیاہ اختر (اور بدنصیب) کون ہوگا۔ ظاہر ہے کہ یہ دھوبی اور یہ مچھلی ہی ہونگے ان کے خفاء ہو جانے سے آفتاب اور پانی پر کیا اثر پڑا وہ تو اسی طرح درخشاں اور وہ اسی طرح صاف پاک رہا یہی خود مریں گے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کے حاسدین خود ہی حسرت و افسوس کریں گے مگر ان کو کوئی کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچا سکتے لہٰذا ثابت ہوگیا کہ چونکہ اولیاء اللہ اور انبیاء علیہم السلام کا نفس کشتہ تھا اس لئے کوئی حقیقی ضرر رساں ان کے لئے نہ تھا آگے مولانا اس مضمون سے انتقال فرما کر اس کو بیان فرماتے ہیں کہ جس قدر عیوب اور بری باتیں تمہارے اندر اب موجود ہیں خیر ان ہی تک رکھو۔ ان اخلاق رذیلہ کو ترقی تو نہ دو جس حد پر ہیں اسی حد تک رکھو گے تو ایک دن ان کا بھی قلع قمع بالکلیہ ہو جائے گا بس فرماتے ہیں کہ

گازرے گر خشم گیرد ز آفتاب	ماہیے گر خشم می گیرد ز آب
دھوبی اگر سورج پر غصہ کرے	مچھلی اگر پانی سے دشمنی کرتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گر تراحق آفریدہ الخ۔ یعنی اگر حق تعالیٰ نے تم کو بری صورت پیدا کیا ہے (چونکہ دنیا میں خوبصورت کم اور بدصورت زیادہ ہیں اس لئے یہاں زشت رو کہہ دیا ہے) تو تم بدصورت اور بدسیرت دونوں مت ہو جاؤ۔ مطلب یہ کہ تم اس کمی کو اور ترقی مت دو چاہیے تو یہ تھا کہ جس قدر کمی اور نقص ہے اس کو بھی زائل کرتے یہ تو نہ کیا بلکہ اور اس میں ترقی کرنا شروع کر دی۔ ایسا ہرگز مت کرو۔ آگے ایک مثال دے کر واضح فرماتے ہیں کہ

تو نکو بنگر کرا دارد زیاں	عاقبت کہ بود سیاہ اختر ازاں
تو غور کر نقصان کس کا ہے	آخر کار اس سے زیادہ بدنصیب کون ہو گا؟

ور بود کشفت مرواخ۔ یعنی اور اگر تمہارے (پاس سواری پاؤں کی حفاظت کی نہ ہو بلکہ صرف) جوتیاں ہوں تو تم سخت زمین میں مت چلو (کہاں جوتے سے بھی ہاتھ دھو بیٹھو گے اور جو کچھ حفاظت پیر کی اب یہ کر رہا ہے پھر اتنی بھی نہ رہے گی) اور اگر اس وقت تمہارے (عذاب دینے کے) لئے دو شاخ مقرر ہوئی ہیں تو تم چار شاخ میں مت ہو۔ دو شاخ اور چار شاخ سے آلہ تعذیب مراد ہیں دو شاخ سے تکلیف کم ہوتی ہے اور چار شاخ سے زیادہ مطلب یہ کہ اگر تمہارے پاس اخلاق حمیدہ اور بصیرت نہ ہو تو تم ان ذمیمہ ہی کو اپنی حد پر رکھو اور ان کو ترقی مت دو ورنہ پھر بالکل ہی برباد اور غارت ہو جاؤ گے۔

گر تراحق افریند زشت رو	ہاں مشو ہم زشت رو ہم زشت خو
اگر تجھے اللہ (تعالیٰ) نے بدصورت پیدا کیا ہے	خبردار بدصورت اور بدعادت نہ بن

تو حسودی کز الخ۔ یعنی کہ تم تو حسد کرتے ہو کہ میں فلاں سے کم ہوں (اور وہ مجھ سے بڑا کیوں ہے اور یہ سمجھتے ہو کہ اس کے مراتب کا بڑھنا تمہاری کمی کا بڑھنا ہے لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ) خود حسد ہی ایک علیحدہ کمی ہے بلکہ تمام کمیوں سے یہ بدتر ہے اس لئے کہ رذائل میں سے سب سے زیادہ ردی یہی ہے۔ آگے حسد کے نقصان دہ ہونے کو مثالیں دے کر بیان فرماتے ہیں کہ

ور بود کفشت مرو در سنگلاخ	ور دو شاخستت مشو تو چارہ شاخ
اگر تیرے پاس جوتا ہے تو پتھریلی زمین میں نہ چل	اگر تیرے دو شاخیں ہیں چار شاخوں والا نہ بن
تو حسودی کز فلاں من کمترم	می فزاید کمتری در اخترم
تو اس پر حاسد ہے کہ میں فلاں سے کم ہوں	وہ میرے نصیب میں کمتری بڑھا رہا ہے
خود حسد نقصان و عیب دیگر ست	بلکہ از جملہ بدیہاں بدتر ست
خود حسد ایک دوسرا عیب اور نقصان ہے	بلکہ تمام برائیوں سے بڑا ہے
آں بلیس از ننگ و عار کمتری	خویشتن افگند در صد ابتری
شیطان نے کمتری کی ذلت اور عار سے	اپنے آپ کو سینکڑوں تباہیوں میں پھنسا دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

آن بلیس الخ۔ یعنی کہ ابلیس نے اس کمتری ہی کی شرم اور عار کی وجہ سے اپنے آپ کو سینکڑوں ابتریوں میں ڈال لیا۔ یوں کہنے لگا کہ (انا خیر منه خلقتنی من نار و خلقته من طین) اور وہ شیطان حسد کی وجہ سے چاہتا تھا کہ بلند اور بالا (مرتبہ والا) ہو جائے مگر بالا تو کیا ہوتا خود آلودہ ہو گیا۔ یعنی ناپاک اور مردود ہو گیا اور بالا و بلند خاک بھی نہ ہوا۔ آگے ایک اور مثال اس کی دیتے ہیں کہ

از حسدی خواست تا بالا بود	خود چہ بالا بلکہ خوں پالا بود
اس نے حسد کی وجہ سے چاہا کہ اونچا بنے	اونچا تو کیا بنتا بلکہ خون آلود ہو گیا
آں ابوجہل از محمدؐ ننگ داشت	وز حسد خود را ببالا می فراشت
ابو جہل کو محمدؐ سے ذلت محسوس ہوئی	اور حسد کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو اونچا کرتا

آن ابوجہل الخ۔ یعنی کہ ابوجہل محمد صلی اللہ علیہ وسلم (کے اتباع) سے شرم رکھتا تھا اور حسد کی وجہ سے اپنے کو بلندی کی طرف ابھارتا تھا (لیکن اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ) ابوالحکم (بڑا فیصلہ کرنے والا) اس کا نام تھا اور (حسد کے بعد) ابوجہل (بڑا اکثر جاہل) نام ہو گیا اور بہت (سے ایسے) ہیں (کہ) جو اہل تھے مگر حسد کی وجہ سے نااہل ہو گئے اور اچھی طرح غارت اور برباد ہوئے جیسا کہ شیطان اور ابوجہل حسد ہی کی بدولت مردود اور مطرود ہیں آگے فرماتے ہیں کہ

بوالحکم نامش بدو بوجہل شد	اے بسا اہل از حسد نااہل شد
اس کا نام بوالحکم تھا بوجہل ہو گیا	بہت سے لوگ حسد کی وجہ سے نااہل بنے
من ندیدم در جہان جستجو	ہیچ اہلیت بہ از خوئے نکو
میں نے تگ و دو کی دنیا میں نہیں دیکھی	کوئی اہلیت نیک عادت سے بہتر

من ندیدم الخ۔ یعنی میں نے تو جہاد طلب میں سوائے اچھی خصلت کے کوئی اہلیت نہیں دیکھی اور اس سے بہتر کوئی شے نہیں اور یہ حاصل ہوتی ہے نفس کشتن سے اور اخلاق ذمیمہ کے ازالہ سے پس ان سب کو چھوڑ دو اور اخلاق حمیدہ کو حاصل کرو۔ آگے مولانا ایک بالکل نیا مضمون مگر بہت ہی لطیف بیان فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک اشکال یہ ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ جبکہ بندوں کو بلا کسی واسطہ کے فیض پہنچا سکتے تھے تو پھر انبیاء علیہم السلام کو درمیان میں واسطہ لانے کی کیا ضرورت تھی مولانا اسکا جواب فرماتے ہیں کہ جسکا یہ خلاصہ ہے کہ حق تعالیٰ کو مقصود حسد کا امتحان لینا تھا کہ کون ایسا ہے جو کہ حسد جیسے اردء الاخلاق میں مبتلا ہے اور کون مبتلا نہیں ہے۔ پس اگر حق تعالیٰ خود ہی بلا واسطہ فیض پہنچاتے تو ان سے کسی کو حسد نہ ہوتا۔ اس لئے کہ حسد تک اپنے ہم جنس سے ہی ہوتا ہے۔ کہ یہ اس قدر بڑھے گا اور ہم رہ گئے اور دنیا میں جو بھی خدا کے قائل ہیں وہ کسی حالت میں اپنے کو اللہ تعالیٰ سے بڑھا نہیں سکتے اور اسکے ہرگز قائل نہیں ہو سکتے کہ ہم خدا کے برابر ہیں۔ نعوذ باللہ منہ۔ لہٰذا جو مقصود تھا یعنی

www.besturdubooks.wordpress.com

اظہار حسد وہ حاصل نہ ہوتا۔ اس لئے انبیاء علیہم السلام کو درمیان میں واسطہ ڈالا مگر چونکہ ان کے بعد پھر کسی کو حسد نہ رہتا اس لئے کہ عادۃً حسد ہمعصر سے ہی ہوتا ہے اور بعد والوں کو حسد نہیں ہوتا خواہ کسی اور وجہ سے ایمان نہ لائیں مگر حسد ہرگز نہیں ہوتا۔ پس آزمائش ایک زمانہ کے لئے مخصوص ہوتی اور بعد کے لوگوں کی آزمائش نہ ہوتی اس لئے حق تعالیٰ نے نبوت کے بعد ولایت کا درجہ کہا کہ نبیوں کے بعد ولی ہوں گے اور لوگ دنیا میں ان سے حسد اور عناد رکھیں گے۔ اس طور پر ہمیشہ ہمیشہ یہ آزمائش باقی رہے گی اس لئے کہ ہر زمانہ میں اولیاء اللہ اس زمانہ کے موجود ہیں اب اشعار کو سمجھو کہ انشاء اللہ خوب اچھی طرح حل ہو جائیں گے۔

انبیا را واسطہ زاں کرد حق	تا پدید آید حسد ہا در فلق
اللہ (تعالیٰ) نے انبیاء کا واسطہ اسی سے بنایا ہے	تاکہ حسد روشنی میں نمایاں ہو جائے

انبیاء را واسطہ الخ۔ یعنی انبیاء کو حق تعالیٰ نے اس لئے واسطہ ڈالا ہے تاکہ حسد خوب اچھی طرح ظاہر اور واضح ہو جائیں اور کوئی یہ نہ سمجھے کہ رسالت کی حکمت صرف یہی ہے کہ حسد کو ظاہر کیا جائے۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ منجملہ اور حکمتوں کے ایک یہ بھی حکمت ہے خوب سمجھ لو۔

در گذر از فضل و زچستی و فن	کار خدمت دارد و خلق حسن
بڑائی اور چالاکی اور ہنر سے درگزر کر	خدمت اور اچھے اخلاق کام کے ہیں

در گذر از فضل الخ۔ یعنی چستی اور فنو میں بڑائی کو چھوڑ دو اور خدمت کرنا اور اچھے اخلاق ہی کام کی چیز ہیں اس لئے کہ اگر ان چیزوں میں بڑھنا چاہو گے تو پھر وہی حسد پیدا ہوگا۔ پس اس سے بچو یہ جملہ معترضہ کے طور پر اس کی برائی پھر بیان فرما کر مضمون واسطہ کو بیان فرماتے ہیں کہ

زانکہ کس را از خدا عارے نبوذ	حاسد حق ہیچ دیارے نبود
اس لئے کہ خدا سے تو کسی کو عار نہ تھی	کوئی باشندہ اللہ (تعالیٰ) کا حاسد نہ تھا

زانکہ کس را الخ۔ یعنی (انبیاء علیہم السلام کو حق تعالیٰ) اس لئے (واسطہ ڈالا) کہ حق تعالیٰ (کے اتباع) سے تو کسی کو عار نہ تھی اور حق تعالیٰ کا حاسد کوئی شخص نہ ہوتا لہٰذا وہ حسد کا ظہور نہ ہوتا۔

آں کسے کش مثل خود پنداشتے	زاں سبب با او حسد برداشتے
جس شخص کو تو اپنا جیسا سمجھتا ہے	اس سے اسی وجہ سے تو حسد کرتا ہے

آن کسے کش مثل الخ۔ یعنی جس شخص کو کہ اس کو تو نے اپنے مثل جانا (کہ جیسے ہم انسان ہیں ویسے ہی یہ بھی ہے اور خود ہمارے میں سے پیدا ہوا ہے تو پھر اس کو یہ درجہ کیوں ملا) اس سبب سے اس کے ساتھ تو نے حسد اٹھایا لہٰذا انبیاء سے حسد کیا جیسا کہ ظاہر ہے اور وہ مقصود پورا ہو گیا۔ مگر چونکہ نبوت حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو

گئی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی مسلم ہو چکی ہے اس کسی کو حسد نہ رہتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس آزمائش کے جاری رکھنے کو اولیاء کو پیدا فرمایا۔ اسی کو آگے فرماتے ہیں کہ

چوں مقرر شد بزرگی رسولؐ	پس حسد ناید کسے را از قبول
جب رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بڑائی طے ہو گئی	تو کسی (مومن) کو ماننے میں حسد نہیں آتا

چون مقرر شد الخ۔ یعنی جبکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی مسلم ہو چکی ہے پس اس کسی کو قبول (حکم) سے حسد (مانع) نہ ہوتا خواہ اور کوئی امر اس کے علاوہ مانع ہو جاتا مگر حسد نہ ہوتا اس لئے کہ حسد تو معاصرین ہی کو ہوتا ہے۔

شرح حبیبی

گر شکال آرد کسے الخ: اگر کوئی شخص ہمارے مذکورہ بالا بیان پر انبیاءؑ و اولیاء کے سبب اشکال وارد کرے اور کہے کہ انبیاء کا نفس کشتہ نہیں تھا پھر لوگ ان کے کیوں دشمن تھے تو ہم کہیں گے کہ اے طالب حق متوجہ ہو اور اپنے اشکال وشبہ کا جواب سن۔ یہ لوگ فی الحقیقت انبیاءؑ کے دشمن نہ تھے بلکہ وہ خود اپنے دشمن تھے اور انبیاء کی دشمنی کے پردہ میں خود زخم کھا رہے تھے کیونکہ دشمن وہ ہوتا ہے جو دوسرے کی جان لینا چاہتا ہو نہ کہ وہ جو خود دم توڑ رہا ہو دیکھو خفاش فی الحقیقت آفتاب کا دشمن نہیں بلکہ وہ اس پردہ میں اپنا دشمن ہے۔ آفتاب کی چمک خود اس کو مارتی ہے اور آفتاب کو اس سے کچھ صدمہ نہیں پہنچتا۔ دشمن وہ ہے جس سے تکلیف پہنچے۔ اور لعل کو آفتاب سے مستفیض ہونے سے مانع ہو جائے۔ اس اصول کو مدنظر رکھنے کے بعد تم کو معلوم ہو جائے گا کہ کفار خود اپنے دشمن ہیں کہ وہ اپنی ارواح کو جو بمنزلہ لعل کے ہیں جو ہر انبیاءؑ کی شعاعوں سے مانع ہیں لیکن یہ لوگ اس یکتا (نبی) کے آنکھ کے حجاب نہیں کہ اس کو مشاہدہ حق سے باز رکھیں اور اخذ فیض سے مانع ہوں بلکہ اپنی ہی تو آنکھوں کو اندھی اور بھینگی کر رہے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے کہ وہ ہندوستانی غلام جو اپنے آقا سے عداوت رکھتا تھا اور اپنے آقا کی مخالفت سے اپنے کو ہلاک کر دیا تھا۔ وہ کوٹھے سے اوندھے منہ اس لئے گر پڑا تھا تاکہ اس طرح آقا کا مالی نقصان کرے لیکن سمجھو کیا یہ آقا کی مخالفت تھی ہرگز نہیں بلکہ خود اپنے ساتھ عداوت تھی۔ یوں ہی اگر مریض طبیب کا مخالف ہو یا لڑکا اپنے ادیب کا مخالف ہو تو یہ لوگ خود اپنے دشمن ہیں اور اپنی عقل و جان کی راہ مارتے ہیں۔ علی ہذا گرو ہوئی آفتاب پر غصہ ہو یا مچھلی پانی سے ناراض ہو۔ تو غور کرو کہ اس میں کس کا نقصان ہے اور انجام کار اس سے کس کی قسمت پھوٹے گی۔ خود انہیں کی نہ کہ آفتاب اور پانی کی۔ یہاں تک اس اشکال کا جواب ہو گیا آگے عداوت با اہل اللہ کا منشا متعین فرماتے ہیں اور اسکی اصلاح فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر تجھ کو حق سبحانہ نے زشت رو یعنی ناقص بنایا ہے تو تو اس نقصان غیر اختیاری کے ساتھ ایک اور نقص زشت خوئی کا اضافہ نہ کر اور خوبرویوں یعنی کاملین پر حسد نہ کر اور اگر تیرے پاس جوتا ہو تو سنگلاخ میں ننگے پاؤں مت جا۔ یعنی جبکہ تو اس زحمت سے بچ سکتا ہے تو ضرور بچ اور بلا ضرورت رنج و زحمت

www.besturdubooks.wordpress.com

مت خرید اور اگر تو دو شاخ (الہ عذاب) میں گرفتار ہے اور تکلیف نقص تجھ کو لاحق ہے تو چار شاخ (الہ عذاب) میں گرفتار نہ ہو۔ یعنی مخالفت اہل کمال سے اس نقص کو دونا نہ کر لے۔ بیوقوف تو اس پر حسد کرتا ہے کہ میں فلاں سے کم ہوں اور اسکے ہوتے ہوئے میری کمتری اور بے قدری میں اضافہ ہوتا ہے مگر اتنا نہیں سمجھتا کہ اول تو کم تھا ہی پھر یہ حسد اور عیب اور نقصان ہے بلکہ تمام برائیوں سے بڑی برائی ہے اس سے تیرا نقصان اور بڑھتا ہے اور تو پہلے سے بھی زیادہ برا ہوتا ہے دیکھ تو سہی اس حسد نے ابلیس کا کیا حشر کیا کہ کمتری کی غاروں تک سے سواتری میں گر گیا اور پہلے سے لاکھوں درجہ کمتر ہو گیا۔ وہ احمق حسد سے تفوق چاہتا تھا مگر برتر نہ ہوا بلکہ خونریز اور خونخوار ہو گیا اور ابوجہل کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے عار آئی اور ان سے اپنے کو بڑا سمجھتا رہا۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے بوالحکم کہلاتا تھا اب بوجہل مشہور ہو گیا۔ ارے نادان یہ حسد وہ بری بلا ہے کہ اس سے بہت سے اہل نااہل ہو گئے اور قابل ناقابل بن گئے۔ خبردار تو اس کے پاس نہ بھٹکنا تو خوشخوئی کو اختیار کر کہ یہ بہت بڑی دولت ہے میں نے بہت کچھ کنج وکاوی کر مجھے تو خوشخوئی سے بڑھ کر کوئی اہلیت نہیں معلوم ہوئی۔ انبیا کو حق نے واسطہ اسی لئے بنایا ہے اور براہ راست بندوں کو احکام اسی لئے نہیں سنائے گئے کہ لوگوں کی استعدادات مکنونہ کا ظہور ہو۔ جو صالح الاستعداد ہیں اور ان کی صلاحیت ظاہر ہو جائے۔ اور جو فاسد الاستعداد ہیں ان کا فساد ظاہر ہو جائے۔ اور جوش میں آ کر ان کا حسد کھل جائے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ انبیا چونکہ صورۃً دوسرے لوگوں کے مماثل ہیں اور آدمی جن کو اپنا مماثل سمجھتا ہے اسی کے تفوق سے حسد کرتا ہے اور اسکی اطاعت کو شرم کی بات سمجھتا ہے پس لازم کہ انبیا پر فاسد المزاج لوگ اپنی مثل سمجھ کر حسد کریں اور چونکہ خدا کو کوئی اپنا مماثل نہیں سمجھتا اس لئے اسکی اطاعت سے کسی کو استنکاف بھی نہیں اور اسکا کوئی حاسد بھی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی ثابت ہوگئی ان کو اطاعت میں کوئی عذر نہیں اور نہ ان کو اس سے عار ہے کہ ان کی اطاعت ہم کیوں کریں پس جو لوگ فاسد المزاج فاسد الاستعداد تھے انہوں نے حسد کیا اور خسران ابدی میں مبتلا ہو گئے۔ اور جو لوگ معتدل المزاج صالح الاستعداد تھے انہوں نے اطاعت کی اور مفلح وکامیاب ہو گئے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ حسد منبع شرور ہے۔ اور خلق حسن واطاعت اہل کمال منبع خیرات پس تو لیاقت وقابلیت سب سے اعلیٰ مرتبہ حاصل کرنے کے خیال کو چھوڑ کہ یہی منشاء حسد ہے اور خدمت وخلق حسن اختیار کر کہ یہی کارآمد ہے (تنبیہ) ان ابیات میں ترتیب بدلی ہوئی ہے لہذا تم ہماری شرح سے مقدم ومؤخر کو متعین کر لو)

شرح حبیبی

پس بہر دورے ولی قائم ست	تا قیامت آزمائش دائم ست
ہر زمانے میں ایک ولی قائم ہے	قیامت تک دائمی آزمائش ہے

پس بہر دورے الخ۔ یعنی پس ہر زمانہ میں ایک ولی قائم موجود رہتا ہے اور قیامت تک آزمائش (حسد) باقی رہے گی۔

ہر کرا خوئے نکو باشد برست	ہر کسے کو شیشۂ دل باشد شکست
جس کی اچھی عادت ہوگی وہ نجات پا گیا	جس کا دل شیشے کا ہوگا وہ ٹوٹ گیا

ہر کرا خوئے نکوالخ۔ یعنی کہ جو اچھی خصلت والا ہوگا وہ تو (عذاب سے) چھوٹ جائے گا (اور آزمائش میں کامیاب ہوگا) اور جو شخص شیشہ دل (اور تنگ مزاج) ہوگا وہ ٹوٹ جائے گا۔ (یعنی اسکی خوب گت بنے گی) آگے فرماتے ہیں کہ

پس امام حی وقائم آں ولی ست	خواہ از نسل عمرؓ خواہ از علیؓ ست
زندہ اور قائم امام وہ ولی ہے	خواہ (حضرت) عمرؓ کی نسل سے ہو یا (حضرت) علیؓ کی

پس امام حی قائم الخ۔ یعنی پس زندہ امام قائم وہ ولی ہی ہے خواہ عمر رضی اللہ عنہ کی نسل سے (یعنی فاروقی) ہو اور خواہ علی رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہو (یعنی علوی) غرضیکہ ہر زمانہ میں ایک شخص ایسا رہے گا کہ جو اس زمانہ میں امام قائم اور سب کا سردار ہوگا۔ اور سب کو اس کے ذریعہ سے فیض پہنچے گا جس کو کہ اصطلاح میں قطب کہتے ہیں اس شعر میں ایک لطیف اشارہ شیعوں کے رد کی طرف بھی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ امام صرف حضرت مہدی علیہ السلام ہیں جو کہ پوشیدہ ہیں اور علوی ہیں اور ان کے ظہور کا ایک وقت معین ہے۔ یہاں مولانا فرماتے ہیں کہ وہی خاص امام نہیں ہیں بلکہ ہر زمانہ میں اس زمانہ کا ولی ہوتا ہے اور وہ ظاہر بھی ہوتا ہے اس کے لئے جس کو بصیرت ہو اور جس کو بصیرت نہ ہو اس کے لئے پوشیدہ ہے آگے مہدی کہنا بھی اس اشارہ کی تائید کرتا ہے فرماتے ہیں کہ

مہدی و ہادی ویست اے نیک خو	ہم نہاں وہم نشستہ پیش رو
اے نیک بخت! مہدی اور ہادی وہی ہے	چھپا ہوا بھی ہے اور سامنے بیٹھا ہوا بھی ہے

مہدی وہادی الخ۔ یعنی ہدایت دینے والا خود ہدایت پانے والا یہی ہے اے طالب حق اور وہ پوشیدہ بھی ہے اور منہ کے سامنے بھی بیٹھا ہے۔ مطلب یہ کہ جس کو حق تعالیٰ نے حقیقت شناس آنکھ دی ہو وہ تو اس کے کمالات کو دیکھے گا اور اسکا اتباع کرے گا اور جو اندھا ہو اور اسکو بصیرت حاصل نہ ہو اس سے اس کے کمالات پوشیدہ ہونگے اور وہ اتباع سے بھی محروم رہے گا۔ اب آگے اسی کے متعلق ایک اور مضمون بیان فرماتے ہیں جسکا حاصل یہ ہے کہ ان اولیاء میں بھی مراتب مختلف ہیں ایک تو سب سے بڑا ہوگا اور دوسرے اس سے کم ہونگے اور پھر ان میں بھی علیٰ فرق مراتب کمی زیادتی ہوگی۔ اس لئے ہر طالب کہ یہ نہ چاہیے کہ وہ اس بیڑ اور قطب ہی سے فیض حاصل کرنا چاہے بلکہ اس کو یہ چاہیے کہ جو اس کے قابل ہو اور جس سے اس کو نفع ہو اس سے فیض حاصل کرے۔ ورنہ اگر اس قطب کے پاس گیا تو اپنی کم فہمی اور کم استعدادی کی وجہ سے اس کے کمالات کو نہ سمجھے گا اور پھر یا تو اس سے بد اعتقاد ہو کر اپنا ایمان کھو دے گا ویسے ہی کافر اور زندہ بن جائیگا اور بے سمجھے بوجھے اسکی نقلیں اتارے گا تو پھر

www.besturdubooks.wordpress.com

ایمان کہاں سلامت رہ سکتا ہے اس لئے حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ کے آخر زمانہ میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث رحمتہ اللہ علیہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ بہت سے لوگ مکہ جاتے ہیں اور ایمان وہیں چھوڑ آتے ہیں۔ اس لئے کہ آخر عمر میں حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہم کے کمالات اس درجہ کو پہنچ گئے تھے کہ ہر ایک کی سمجھ میں نہ آتے تھے۔ پھر یا تو غیر معتقد ہو جاتا تھا اور یا زندیق ہو جاتا تھا اور چونکہ اس ولی اعظم کے کمالات اس درجہ عالی ہو جاتے ہیں کہ کسی کی سمجھ میں نہیں آتے مگر ان پکے جوان سے مناسبت رکھتے ہیں اس لئے امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اس وقت تک صدیق نہیں ہو سکتا جب تک کہ ستر صدیق اس کو زندیق نہ کہیں۔ یعنی اس کے کمالات اس درجہ کو پہنچ جائیں کہ جب لوگوں کی سمجھ میں نہ آئیں تو لوگ اسکو زندیق اور کافر کہنے لگیں اور اس زمانہ میں یہ شان حضرت مولانا حکیم الامتہ شاہ اشرف علی صاحب ہیں بالکل کھلم کھلا دکھلائی دے رہی ہے۔ کہ مولانا دام ظلہم ہی قطب اس زمانے کہ اور ولی اعظم ہیں اسی لئے حضرت کو لوگوں نے کافر وغیرہ بھی کہا ہے خوشا نصیب ان لوگوں کے جن کو مولانا دام ظلہم سے تعلق ہے اے اللہ مولانا دام ظلہم کے برکات اور فیوض سے اس گنہگار کو بھی کچھ عطا فرما اور اتباع سنت اور محبت اپنی کوٹ کوٹ کر میرے دل میں بھر دے۔ اب اشعار کو سمجھو فرماتے ہیں کہ

او چو نورست و خرد جبرئیل او	آں ولی کم از و قندیل او
وہ نور کی طرح ہے اور عقل اس کا جبرئیل ہے	اس سے کم (درجہ کا) ولی اس کا قندیل ہے

وچو نورست الخ۔ یعنی کہ وہ (ولی اعظم) مثل نور کے ہے اور عقل اسکی جبریل (کی جگہ) ہے (یعنی کہ جس طرح جبریل علیہ السلام وحی کے پہنچانے کے واسطہ تھے اسی طرح یہاں اس کی عقل فیوض کے لئے واسطہ ہے) اور جو ولی کہ اس سے کم ہے وہ اسکی قندیل ہے۔

وانکہ زیں قندیل کم مشکوٰۃ ماست	نور را در مرتبہ ترتیبہاست
اور جو اس قندیل سے کم (درجہ کا) ہے وہ ہمارا طاقچہ ہے	مرتبہ میں نور کی ترتیبیں ہیں

وانکہ زیں الخ۔ یعنی اور وہ کہ اس قندیل سے کم ہے وہ ہمارا مشکوٰۃ (طاق) ہے اور مرتبہ میں نور کے بہت ترتیب ہیں یہ اخذ ہے۔ آیت اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح المصباح فی رجاجہ یعنی کہ اصل نور تو وہ ولی اعظم ہے اس تک تو رسائی بہت کم ہوتی ہے۔ اس کے بعد اس سے کم وہ ہیں جن پر کہ اس کے انوار کا عکس پڑ رہا ہے اس کے بعد وہ ہیں کہ جن پر اس عکس سے عکس پڑ رہا ہے تو اگر ہم کو تیسرا درجہ بلکہ اس سے بھی کہیں کم درہ والے کے کمالات معلوم ہو جائیں تو بہت بڑی بات ہے ورنہ کہاں ہم اور کہاں ان حضرات کے کمالات پس ہر طالب کو چاہیے کہ اسکو تلاش کرے اور اس سے فیض حاصل کرے جس سے کہ مناسبت ہو اور اگر کسی کو کسی بزرگ سے مناسبت نہیں ہوتی لہٰذا خود فرما دیتے ہیں کہ مائی مجھ سے تم کو نفع نہ ہوگا۔ کسی اور کو تلاش کر لو بس اگر قرائن سے معلوم ہو کہ آزمائش نہیں بلکہ حقیقت میں یہی ہوتا ہے تو فوراً کہنا مان لو اور اگر دیکھو کہ آزماتے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں تو یہ بھی یاد رکھو کہ ان کے ناز اور نخرے بھی معشوقوں سے کیا کم ہوتے ہیں۔ پس مر جاؤ مگر اس در کو نہ چھوڑو آخر کہاں تک رحم نہ آئے گا اور یہ ساری باتیں اس لئے ہیں کہ نور کے مراتب مختلف ہیں جیسے کہ بیان ہے آگے اس اختلاف مراتب کی وجہ کہ یہ مختلف کیوں ہیں بیان فرماتے ہیں۔

زانکہ ہفصد پردہ دارد نور حق	پردہائے نور داں چندیں طبق
اس لئے کہ اللہ (تعالیٰ) کا نور سات سو پردے رکھتا ہے	تو ان مراتب کو نور کے پردے سمجھ

زانکہ ہفصد پردہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ حق تعالیٰ کا نور سات سو پردہ رکھتا ہے (یعنی بے انتہا حجابات نور حق تک ہیں) پس تم ان مراتب کو بھی نور کے پردے ہی جانو۔ مطلب یہ کہ اولیاء اللہ کے مراتب مختلف ہونے کر یہی سمجھو کہ ایک تو وہ پردہ ہے کہ جو بالکل اس نور کے متصل ہے وہ تو پورا پورا روشن ہوگا اور اس سے پاس والا اس سے کم علی ہذا اسی لئے ہر ایک قوم کے لئے ایک ایک پردہ کو معین فرما دیا ہے کہ اس سے وہی فیض حاصل ہو سکتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ

از پس ہر پردہ قومے را مقام	صف صف اندایں پردہاشاں تا امام
ہر پردے کے پیچھے ایک جماعت کا مقام ہے	ان کے یہ پردے امام تک صف بہ صف ہیں

از پس ہر پردہ الخ۔ یعنی کہ ہر پردہ کے پیچھے ایک قوم کا مقام کر دیا ہے اور اسی طرح صف بصف یہ پردے امام تک ہیں۔ مطلب یہ کہ اس ولی اعظم تک سارے پردہ ختم ہو جاتے ہیں اور اس پر بلا واسطہ کسی حجاب کے نور پڑتا ہے۔

اہل صف آخریں از ضعف خویش	چشم شاں طاقت ندارد نور بیش
آخری صف والے اپنی کمزوری کی وجہ سے	ان کی آنکھ زیادہ چمک کی طاقت نہیں رکھتی ہے

اہل صف آخرین الخ۔ یعنی کہ سب سے پچھلی صف والے ضعف کی وجہ سے ان کی آنکھ زیادہ نور (کے دیکھنے) کی طاقت نہیں رکھتی لہٰذا اس کو چاہیے کہ بس یہیں تک رہے اور اس سے آگے نہ بڑھے۔

واں صف پیش از ضعیفی بصر	تاب نارد از شعاع بیش تر
اگلی صف نگاہ کی کمزوری کی وجہ سے	زیادہ چمک کی طاقت نہیں رکھتی ہے

وان صف پیش الخ۔ یعنی جو صف کہ اس سے آگے ہے وہ بھی بصیرت ضعف کی وجہ سے زیادہ روشنی کی تاب نہیں لا سکتی اور جس حد پر ہیں اس سے آگے تک نہیں دیکھ سکتے۔

روشنی کو حیات اول ست	رنج جان و فتنہ ایں احوال ست
وہ روشنی جو پہلی (صف) کی زندگی ہے	اس کمزور آنکھ والے کی جان کے لئے مصیبت و آفت ہے

روشنائے کو الخ۔ یعنی اور جو روشنی کہ حیات اول (جماعت) کی ہے وہ اس احول (ناقص الاستعداد) کے لئے رنج جان (مصیبت) اور فتنہ ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ اس کے کمالات کو اپنی کم استعدادی کی وجہ سے نہ سمجھے

www.besturdubooks.wordpress.com

گا اور پھر ایمان کھو بیٹھے گا۔ چونکہ یہاں سے معلوم ہوتا تھا کہ بس اگر یہی حالت ہے تو پھر اس نور تک رسائی ہم ناقصوں کی تو ہرگز نہیں ہو سکتی اور ہم ان پردوں ہی کے پیچھے پڑے رہیں گے لہٰذا اس ناقص کی تسلی فرماتے ہیں کہ

احولیہا اندک اندک کم شود	چوں زہفصد بگذرد او یم شود
اس کی کمزوری تھوڑی تھوڑی کم ہوتی ہے	جب سات سو (پردوں سے) گزر جاتا ہے "میں" وہ "یم" ہو جاتا ہے

احولیہا اندک الخ۔ یعنی یہ احولی تھوڑی تھوڑی کم ہوتی ہے۔ اور جب ان سات سو پردوں سے گزر جائے گا تو پھر دریا ہو جائے گا یعنی وہی اتحاد اصلاحی ہو جائے گا۔ آگے اس امر کو کہ ایک ہی چیز ایک کو نافع اور ایک کو مضر ہے۔ ایک مثال سے واضح فرماتے ہیں کہ

آتشے کا صلاح آہن یا زرست	کے صلاح آبی و سیب ترست
وہ آگ جو لوہے یا سونے کی (باعث) اصلاح ہے	تازہ سیب اور بہی کی (باعث) اصلاح کب ہے؟

آتشے کا صلاح الخ۔ یعنی آگ کہ لوہے اور سونے کی تو اصلاح (کرنے والی) ہے کہ ان سے اشیاء مختلف آگ ہی کے ذریعہ سے بنتی ہیں) مگر آبی اور سیب تر کی اصلاح (کرنے والی) کہاں ہے۔ آبی ایک پھل ہوتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو آگ ہی ہے اس میں اگر لوہے اور سونے کو ڈال دو تب تو ان کی اصلاح ہو جاتی ہے اور وہ کام کے قابل ہو جاتے ہیں اور اگر اسی آگ میں کسی پھل مثلاً آبی یا سیب کو ڈال دیں تو پھر دیکھو کہ ان کی کیا گت بنتی ہے کہ جتنے کچھ پہلے کام کے تھے اب اس سے بھی گئے گزرے ہوئے۔ پس اس طرح جو کہ اہل بصیرت ہوتے ہیں اور قوی الاستعداد ہوتے ہیں ان کی تو رسائی وہاں تک ہوتی ہے اور جو ابھی ضعیف الاستعداد ہیں ان کی رسائی بھی رفتہ رفتہ ہو جائے گی ایک دم سے پہنچنے کی کوشش فضول ہے اس لئے کہ ابھی اس میں خامی باقی ہے اس لئے اس نور کی تاب نہ لا سکیں گے اس کو فرماتے ہیں کہ

سیب و آبی خامی دارد خفیف	نے چو آہن تابشے خواہد لطیف
سیب اور بہی تھوڑا سا کچا پن رکھتے ہیں	لوہے جیسا نہیں (اس لئے) ہلکی نرمی چاہتے ہیں

سیب و آبی خامے الخ۔ یعنی سیب اور آبی چونکہ ابھی ایک خفیف خامی رکھتے ہیں (اس لئے ان کا ناس ہو جاتا ہے) اور یہ ابھی لوہے کی طرح نہیں ہے کہ وہ ایک لطیف روشنی اور چمک کو چاہتا ہے ابھی ان میں خامی ہے تو اس تک بے حجاب نہیں پہنچ سکتے اس لئے ان کو چاہیے کہ جہاں تک ان کی رسائی ہو وہیں تک رہیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ

لیکن آہن را لطیف آں شعلہاست	کو جذوب تابش آں اژدہاست
لیکن لوہے کے لئے وہ شعلے ہلکے ہیں	کیونکہ وہ گرمی کے ان اژدہوں کو خوب چوسنے والا ہے

لیک آہن را لطیف الخ۔ یعنی (اس آبی وغیرہ کو تو وہ آگ مضر ہے) لیکن لوہے کے لئے اس کے شعلے لطیف ہیں اور اس لوہے کو بنا دینے والے ہیں) اس لئے کہ وہ لوہا اس اژدہا (جیسی آگ) کی تابش کو جذب

www.besturdubooks.wordpress.com

کرنے والا ہے اور اس کے اندر اتنا ضبط اور اتنی ہمت ہے کہ یہ اس کی گرمی کو برداشت کر لیتا ہے۔ آگے مولانا اس لوہے کی مراد کی تعیین فرماتے ہیں کہ

ہست آں آہن فقیر سخت کش	زیر تپک وآتش ست او سرخ وخوش
سختی کو برداشت کرنے والا درویش وہ لوہا ہے	ہتھوڑے اور آگ کے نیچے وہ سرخ اور خوش ہے

ہست آن الخ۔ یعنی وہ لوہا فقیر سخت (مجاہدات) کھینچنے والا ہے کہ ہتھوڑے اور آگ کے نیچے ہی مگر سرخ (خنداں) ہے اور خوش ہے اور بلا کسی واسطہ کے آگ کا ہم نشین ہو جاتا ہے اور دل آتش میں بغیر رابطہ کے چلا جاتا ہے مطلب یہ کہ اس لوہے کی مثل وہ فقیر ہے کہ جو مجاہدہ کش ہو اور راہ حق کی سختیاں خوش وخرم رہ کر جھیلتا ہو اور خواہ کتنا ہی قوی وارد ہو یا کچھ ہو مگر اس کو پرواہ بھی نہیں ہوتی بلکہ وہ تو اس ایک وحدہ لاشریک کی یاد میں ہر وقت مستغرق رہتا ہے اور حق تعالیٰ سے بلا کسی واسطہ کے فیض حاصل کرتا ہے جیسا کہ ایک مرتبہ پہلے بیان کیا گیا کہ جب مستر شد واصل ہو جاتا ہے تو پھر شیخ کے درمیان میں واسطہ ہونے کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ وہی عروس ومشاطہ مثال ہوتی ہے۔ پس وہ انوار وتجلیات میں اور واردات میں گھستا چلا جاتا ہے اور اس کو اپنی جان کی یا کسی چیز کی مطلق پرواہ نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ اس کی استعداد کامل ہے اور اس قدر قوت موجود ہے کہ ان واردات کو برداشت کر سکے۔ آگے استعداد اور خام کو فرماتے ہیں کہ

حاجب آتش بود بے واسطہ	در دل آتش رود بے رابطہ
وہ بال واسطہ آگ کی روک بنا ہے	بغیر کسی ذریعہ کے آگ کے درمیان گھس جاتا ہے
بے حجابے آب وفرزندان آب	پختگی ز آتش نیابند وخطاب
پانی اور پانی کی پیداوار بغیر آڑ کے	آگ سے نہیں پکتی ہے اور نام نہیں پاتی ہے

بے حجابے آب والخ۔ یعنی پانی اور اسکے فرزندان (یعنی ثمار وغیرہ) آگ سے بغیر حجاب کے پختگی نہیں پاتے ہیں اور نہ خطاب۔ (پلاؤ زردہ قورمہ وغیرہ) پاتے ہیں (اور وہ) واسطہ یا تو کوئی دیگ (ہانڈی پتیلی وغیرہ وغیرہ ہوتی ہے تو ہوتا ہے (کہ آگ اور اس شئے کے درمیان میں حجاب ہوتا ہے اور خود اول حرارت کو جذب کر کے پھر اس کو پہنچاتا ہے اور اگر خود اس شئے کو آگ میں ڈال دو تو جل بھن کر خاک سیاہ ہو جائے یا ایسے جھوکہ) جیسے پاؤں کے لئے چلنے میں پاتابہ کی ضرورت ہے کہ اسکی مدد سے سنگلاخ زمین میں بلا تکلف چلا جاتا ہے اور اگر وہ نہ ہو تو پیر کے کٹ کر ٹکڑے اڑ جائیں) اور یا (اس آگ کے اور اس آبی وغیرہ کے) درمیان میں (واسطہ) کوئی مکان ہوتا ہے (جیسے کہ حرارت آفتاب کے اور ثمار کے درمیان ایک بہت بڑا امکان حائل ہے) یہاں تک کہ ہوا گرم ہو جاتی ہے اور پھر اس میں نشو ونما پیدا کرتی ہے اور اگر یہ ثمار وغیرہ کہیں آفتاب کی حرارت تک پہنچ جائیں اور اس کی ایک

www.besturdubooks.wordpress.com

ذرا لپٹ بھی ان کو لگ جائے تو تباہ ہو جائیں یہ جو رنگ و بو وذائقہ نکلا ہے یہ سارا اس کی بدولت ہے کہ درمیان میں ایک واسطہ موجود ہے اور اس واسطہ کے اندر حرارت ان کے مزاج کے مطابق ہے اس لئے خوب لطیف اور مزیدار ہو رہے ہیں آگے پھر اس ولی کامل کی تعریف فرماتے ہیں اور مثال کو مثل بہ پر منطبق کرتے ہیں کہ۔

واسطہ دیگے بود یا تابہ	ہمچو پارا در روش پاتابہ
دیگ کا واسطہ ہو یا توے کا	جس طرح چلنے میں پیر کے لئے جوتا
یا مکانے درمیاں تا آں ہوا	میشود سوزاں و می آرد نما
یا درمیان میں الگ جگہ ہو تاکہ وہ ہوا	گرم ہو اور بڑھائے
پس فقیر آنست کو بے واسطہ ست	شعلہا را باوجودش رابطہ ست
درویش وہ ہے جو بغیر واسطہ کے ہے	شعلوں کو اس کی وجود سے تعلق ہے

پس فقیر آنست الخ۔ یعنی (جبکہ یہ تقریر سمجھ میں آ گئی) پس (اب سمجھو کہ) فقیر وہ ہی ہے کہ جو بلا واسطہ کے (واصل اور مستفید) ہو اور (اس نور کے) شعلوں کو اس کے وجود سے ایک رابطہ ہو جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ جب مسترشد واصل ہو جاتا ہے تو شیخ کی ضرورت نہیں رہتی اس لئے مستفید بلا واسطہ حق سبحانہ تعالیٰ سے ہوتا ہے یہاں بعض محشیوں نے مقام کا ناس مارا ہے اور لکھا ہے کہ واسطہ میں حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں اور بلا واسطہ کہنے سے انکا واسطہ بھی اٹھ گیا آگے اس کے جوابات دیئے ہیں جو کہ بجز مہمل ہونے کے اور کچھ وقعت نہیں رکھتے ہیں میں کہتا ہوں کہ یہاں اس ہی کی کیا ضرورت ہے کہ اس واسطہ میں حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی داخل مانا جائے بلکہ واسطہ سے مراد شیخ اور دیگر مجاہدات وریاضات ہیں اور مطلب یہ ہے کہ جب اس میں استعداد کامل ہو جاتی ہے تو اسکو ان ظاہری وساطت کی ضرورت نہیں رہتی۔ باقی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے تو کسی وقت غیر محتاجی ممکن ہی نہیں ہے اور یہ سارا فیض وغیرہ ان ہی کی تو برکت ہے ورنہ اور کون تھا جسکے ذریعہ سے یہ چیزیں حاصل ہو سکتی ہیں لہٰذا یہ کہنا کہ اس واسطہ میں حضور مقبول داخل ہیں پھر جوابات دے کر اس بات کو دھونا بالکل ایسا ہے کہ جیسے کسی کابلی کا ایک ہندوستان نے علاج کیا تھا جب تندرست ہو کر وطن گیا تو اس معالج سے کہا کہ اگر تم یہاں آؤ گے تو ہم تمہارے اس خدمت کا تم کو بدلہ دیں گے شامت اعمال سے بعد چندے معالج صاحب ان کے یہاں پہنچ گئے اس نے ان کو مکان پر بٹھلا دیا اور خود کسی کام کو گیا اسکی بیوی نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو انہوں نے اپنے علاج کرنے کا قصہ بتایا اس بی بی نے کہا کہ اگر کچھ خبر ہے تو ابھی بھاگ جاؤ ورنہ وہ کہتا تھا کہ جب وہ ہندوستانی آئے گا ہم اس کو اول اسی قدر زخمی کریں گے جتنے کہ ہم تھے اور پھر اس کا علاج کریں گے پس اسی طرح اول یہ مہمل شبہ کرنا اور پھر مرہم پٹی کرنا ہے یہاں تو کسی کو جسے تھوڑی سی بھی عقل ہو یہ شبہ ہو ہی نہیں سکتا

www.besturdubooks.wordpress.com

خوب سمجھ لو۔ آگے بھی اس ولی اعظم ہی کی تعریف ہے اور اسی پہلے مضمون پر آگے بھی کئی تعریفیں کرتے ہیں کہ
پس فقیر آنست کو الخ۔ یعنی بس فقیر وہ ہوا جو کہ خود اپنے کو آپ حیات دے جو کہ ہمیشہ تک رہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ اقتباس علوم وتجلیات وانوار خود بلا واسطہ ظاہری کرنے لگے۔

پس دل عالم ویست ایرا کہ تن	می رسد از واسطہ ایں دل بفن
وہ درویش عالم کیلئے (بمنزلہ) دل ہے کیونکہ جسم	اسی دل کے واسطے سے فن (ہنر) تک پہنچتا ہے

پس دل عالم الخ۔ یعنی پس (جبکہ وہ ایسا ہو تو) تمام عالم کا وہی دل ہے اس لئے کہ بدن کو جو فن (اور علم وغیرہ) حاصل ہوتا ہے وہ دل ہی کے واسطہ سے ہوتا ہے اس طرح یہ شخص ہے کہ جس کو عالم میں فیض ہوگا وہ اس کی برکت سے ملے گا ہاں اس کو خبر ہونا کہ میری ذات سے فیض ہو رہا ہے ضروری نہیں بلکہ اکثر اس کو خبر نہیں ہوتی اور اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے آفتاب کا نور کہ تمام عالم میں پھیل رہا ہے اس میں عمدہ اور خراب اور پاک اور ناپاک سب چیزیں ہیں مگر آفتاب کو مطلق بھی خبر نہیں کہ مجھ سے کس کس کو فیض پہنچ رہا ہے اور کون کون میری ذات سے منور ہو رہے ہیں حالانکہ ظاہر ہے کہ سارا عالم اسی کی وجہ سے منور ہے پس اس طرح یہ ولی اعظم اپنے زمانہ میں سبب ہوتا ہے تمام عالم کے مستفید ہونے کا اور اس کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ آگے اس کی توضیح فرماتے ہیں کہ

دل نباشد تن چہ داند گفتگو	دل نہ جوید تن چہ داند جستجو
اگر دل نہ ہو جسم گفتگو کیا جانے؟	دل جستجو نہ کرے تو جسم جستجو کرنا کیا جانے؟

دل نباشد تن الخ۔ یعنی (دیکھو) اگر دل نہ ہو تو بدن گفتگو کرنا کیا جانے اور اگر دل طلب نہ کرے (اور راہ حق کو تلاش نہ کرے) تو بدن جستجو کرنا کیا جان سکتا ہے۔ یہ سارے اعمال ان دل صاحب ہی کی برکت سے ہیں اس طرح جس قدر علوم وفنون ومعارف وقرب کسی کو عالم میں میسر ہوتا ہے وہ اس ولی اعظم ہی کی بدولت ہوتا ہے آگے مولانا اس لوہے کی مثال پر تفریع فرماتے ہیں کہ

پس نظر گاہ شعاع آں آہن ست	پس نظر گاہ خدا دل نے تن ست
لہذا شعلے کا منظور نظر لوہا ہے	خدا کا منظور نظر دل ہے نہ کہ جسم

پس نظر گاہ الخ۔ یعنی (جب کہ اس لوہے میں استعداد اور قوت تھی پس (اس لئے) وہ لوہا شعاع (اور لپٹ) کا نظر گاہ ہو گیا (اور آگ نے اس پر اپنا اثر ڈال کر اس کو کامل بنا دیا) پس (اس طرح) حق تعالیٰ کا نظر گاہ (تجلیات کے ظہور کی جگہ) دل ہی ہے بدن نہیں ہے اور دل وہ ولی اعظم ہی ہے۔ پس معلوم ہو گیا کہ تجلی گاہ اور مستفید حق تعالیٰ سے وہی ہے اور جتنے ہیں وہ سب اس کے تابع اور اس شخص سے مستفید ہیں یہاں کسی کو ظاہر الفاظ سے شبہ ہوتا تھا کہ دل تو ہمارے بھی ہے اور دل ہی تجلی گاہ حق تو ہمارا دل بھی تجلی گاہ ہوا۔ آگے مولانا اس کا جواب دیتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بازایں دلہائے جزوی چوں تن ست	بادل صاحب دلے کو معدن ست
پھر یہ جزوی دل جسم کی طرح ہیں	صاحب دل کے دل کے مقابلے میں جو کان ہے

بازاین دلہائے الخ۔یعنی پھر یہ جزی دل مثل تن ہی کے ہیں اس صاحب کے سامنے جو کہ (انوار و تجلیات کا) معدن ہے۔مطلب یہ کہ تمہارا جو دل ہے وہ بھی غفلت اور بے استعدادی میں اس ولی اعظم کے سامنے بدن ہی کی طرح محجوب اور غافل ہے خوب سمجھ لو آگے فرماتے ہیں کہ

بس مثال وشرح خواہد ایں کلام	لیک ترسم تا نہ لغزد فہم عام
یہ کلام بہت سی مثالیں اور شرح چاہتا ہے	لیکن میں ڈرتا ہوں کہ عوام کی سمجھ لغزش نہ کھا جائے

پس مثال وشرح الخ۔یعنی یہ کلام تو بہت شرح کو چاہتا ہے اور بہت سی مثالوں کی ضرورت ہے (اور جب بہت سی مثالیں دیں گے تو پھر یہی ہوگا کہ اسی اتحاد اصطلاحی کے قائل ہو جائیں گے جو کہ حاصل ہے وحدۃ الوجود وغیرہ کا اور اس میں لاکھوں گمراہ برباد ہو گئے ہیں اسی لئے فرماتے ہیں کہ) لیکن ڈرتا ہوں کہ کہیں فہم عوام لغزش نہ بن جائے (کہ کہیں گے حق بات اور وہ گمراہی کا ذریعہ ہو جائے اور وہی مثل صادق آئے کہ نیکی برباد گناہ لازم دوسرے مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ) یہ بھی جو کچھ ہم نے بیان کر دیا ہے سوائے بیخودی کے اور کچھ نہ تھا (یعنی یہ بھی بیخودی میں کہہ گئے اگرچہ یہ بھی کہنے کی بات نہ تھی) پھر فرماتے ہیں کہ

تا نہ گردد نیکوی ما بدی	ایں کہ گفتم ہم نہ بد جز بیخودی
تاکہ ہماری نیکی بدی نہ بن جائے	یہ بھی جو کچھ میں نے کہہ دیا سوائے بیخودی کے کچھ نہ تھا
پائے کژ را کفش کژ بہتر بود	مر گدا را دستگہ بر در بود
ٹیڑھے پیر کے لئے ٹیڑھا جوتا بہتر ہوتا ہے	گداگر کی جگہ دروازے پر ہوتی ہے

پائے کژ را کفش الخ۔یعنی ٹیڑھے پاؤں میں ٹیڑھا ہی جوتہ ٹھیک ہوتا ہے (تو کم فہموں کے لئے کم ہی درجہ کے علوم اور معارف بیان کرنے چاہئیں تاکہ ان کی سمجھ میں ٹھیک سے آجائیں) اور فقیر کی قدرت دروازہ ہی پر ہوتی ہے (کہ وہیں کھڑے جو کچھ لینا ہے لے لے اگر اس کے آگے گیا اور کہیں گھر میں گھس گیا تو سوائے اس کے کہ پٹے گا اور کیا ہوگا لہٰذا جو کہ کم فہم ہوں ان کی رسائی علوم عالیہ تک تو ناممکن ہے لہٰذا ان کو ان کے مرتبہ کے موافق ہی باتیں بتانی چاہئیں آگے مولانا اس پر (کہ جس مرتبہ کا آدمی ہو اس کو اسی مرتبہ میں رکھنا چاہیے اور اس سے بڑھانا نہ چاہیے) ایک بادشاہ اور دو غلاموں کی حکایت بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو چونکہ ایک بدخو تھا اس کو اس کے مرتبہ کے موافق رکھا گیا اور جو نیک خصلت تھا اس کے مرتبہ کو عالی کیا گیا۔جیسا کہ مولانا نے سرخی باز پرسیدن شاہ حال از غلام دیگران ہر ایک کو اس کے مرتبہ کے موافق کہنے کو اشعار ذیل میں بیان کیا ہے جن کا حاصل یہ ہے کہ بادشاہ نے اس خوبصورت

www.besturdubooks.wordpress.com

بدسیرت سے کہا کہ مجھے معلوم ہے تو گندہ خصلت ہے اور وہ صرف گندہ ذہن ہی ہے لہٰذا تو دور ہو جا اور وہ تجھ پر حاکم ہو گا اور تو اس کا محکوم۔ وہ اشکار یہ ہیں ۔ گفت دانستم ترا از وے بدان از تو جان گندست داز زیارت وہان۔ بس نشین اے گندہ جان از دور تو + تا امیر او باشد و مامور تو۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ ہر ایک کو اس کی حالت کے مطابق رکھا اور اس سے ویسا ہی معاملہ کیا اس طرح کم فہموں کے سامنے بھی مضامین عالیہ بیان نہ کرنا چاہئیں یہاں بھی محشیوں نے ربط کی گت بنائی ہے۔ حالانکہ بالکل سیدھی بات تھی خوب سمجھ لو۔

شرح مبیبی

پس بہر دورے الخ: مضمون بالا سے تم کو یہ شبہ نہ ہونا چاہیے کہ انبیاؑ کا دور ختم ہو گیا۔ لہٰذا آزمائش بھی ختم ہو گئی اور اب حسد مضر نہیں کیونکہ ہر زمانہ میں ایک ولی ہوتا ہے جو قطب ارشاد کہلاتا ہے اب وہ حقیقی جانشین ہوتا ہے۔ نبی امت کا اور اسکی اطاعت بھی یوں ہی موجب خیرات و برکات اور اس پر حسد اور اسکا انکار بھی یوں ہی موجب حرمان و خسران ہوتا ہے جس طرح نبی کی اطاعت اور اسکا انکار بھی یوں ہی موجب حران و خسران ہوتا ہے جس طرح نبی کی اطاعت اور اسکا انکار۔ لہٰذا یہ آزمائش قیامت تک جاری رہے گی۔ پس جو شخص خوشخو صالح الاستعداد ہوگا رہائی پائے گا اور جو ضعیف القلب فاسد المزاج ہوگا نقصان اٹھائے گا اپنے زمانہ کا امام حی وقائم وہی ولی ہوتا ہے۔ خواہ حضرت عمرؓ کی نسل سے ہو یا حضرت علیؓ کی اپنے زمانہ کا وہی ولی ہوتا ہے اور وہی ہادی وہ محبوبین سے محبوب ہوتا ہے اور عارفین کے لئے ظاہر۔ (نہ یہ کہ مہدودیت شخص واحد میں منحصر ہے اور وہ غار سر من رآے میں چھپا ہوا ہے اور حسن عسکری کا بیٹا ہے جیسا کہ شیعوں کا خیال ہے اس کے ماتحت اور بہت سے اولیاء اللہ ہیں اور ان کی اطاعت ان کا انکار نہ کرنا بھی ضرور ہے۔ اس قطب ارشاد اور دیگر اہل اللہ کی ایسی مثال ہے جیسے کہ شعلہ چراغ اور قندیل و مشکوۃ وغیرہ سو قطب ارشاد تو بمنزلہ شعلہ چراغ ہے اور اس سے جو بلا واسطہ مستفید ہیں وہ بمنزلہ قندیل کے اور جو ان سے مستفید ہیں وہ بمنزلہ طارق کے جسمیں وہ قندیل رکھا ہوا ہے۔ غرض اسی طرح نور کے مراتب مختلف ہوتے چلے گئے ہیں اور اس اختلاف کی وجہ یہی ہے کہ نور حق سبحانہ کے لئے سات سو یعنی بکثرت پردہ ہیں اور وہ سب حجب نورانی ہیں اور ہر پردہ کے پیچھے ایک گروہ کی جگہ ہے پس جو لوگ تمام حجب کوٹ کر گئے ہیں وہ تو نور علی نور ہیں اور جو پردہ اول کے قریب ہیں ان پر تیز روشنی پڑتی ہے اور جو ان سے پیچھے ہیں ہیں ان پر سے کم اور جو ان سے پیچھے ہیں ان پر ان سے کم علی ہذا القیاس اور اس تفاوت کی اصل وجہ تفاوت استعدادات ہے جو سب سے پیچھے ہیں چونکہ ان کی استعداد بہت کم ہے اس لئے وہ ہنوز اس سے زائد نور کی تاب نہیں لا سکتے اور جو ان سے آگے ہیں وہ اسی قدر نور کی برداشت کر سکتے ہیں اور اس سے زیادہ کا تحمل نہیں کر سکتے اور جو روشنی اگلی صف والوں کے لئے مایۂ حیات ہے وہ پچھلی صف والے ضعیف البصر لوگوں کے لئے وبال جان۔ اور مضر ہے۔ پس

www.besturdubooks.wordpress.com

رفتہ رفتہ یہ استعداد بڑھتی جاتی ہے اور ضعف بصر گھٹتا جاتا ہے اور نظر قوی ہوتی جاتی ہے اور جبکہ سب حجب طے ہو جاتے ہیں تو حق سبحانہ سے اتصال معنوی حاصل ہو جاتا ہے اور آدمی عارف کامل واکمل ہو جاتا ہے۔ ہمارے اس بیان پر کہ جو روشنی اگلی صف والوں کے لئے مایۂ حیات ہے وہی روشنی پچھلی صف والوں کے لئے وبال جان ہے کچھ استبعاد نہ ہونا چاہیے کیونکہ اس کی نظیر محسوسات میں بھی موجود ہے۔ دیکھو جس قدر آگ سے لوہے یا سونے کی اصلاح ہوتی ہے اس قدر آگ سے بھی اور سب تر کی اصلاح نہیں ہو سکتی بلکہ وہ ان کے لئے مفسد اور جلا کر خاک کر دینے والی ہے وجہ کیا ہے وہی تفاوت استعداد چونکہ بھی وسب ہیں ہنوز خامی موجود ہے اس لئے نرم آنچ کی ضرورت ہے لیکن لوہے کے لئے شعل ہائے عالیشان ہی بمنزلہ نرم آنچ کے ہیں کیونکہ وہ اپنی پختگی کے سبب اس خطرناک اژدہے یعنی آگ کے شعلوں کا جاذب اور متحمل ہے۔ اسی طرح سمجھو کہ فقیر کامل جو مجاہدات و ریاضات کی مشقتیں جھیل چکا اور پختگی حاصل کر چکا ہے وہ لوہے کی طرح گھن اور آگ کے نیچے سرخ اور خوش ہے اور آتش جلال حق سبحانہ کا بلا واسطہ تحمل کرتا اور بدون واسطہ کے آگ میں داخل ہو جاتا ہے لیکن جو لوگ پانی یا پانی سے پیدا شدہ چیزوں کی طرح خام اور ضعیف الاستعداد ہیں وہ بدوں واسطہ کے پختہ نہیں ہو سکتے اور اس قابل نہیں کہ آگ بلا واسطہ ان سے مخاطب ہو اور ان کی طرف توجہ کرے۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ کوئی پختہ ہنڈی اور توے کی مانند واسطہ ہو تا کہ وہ آگ سے منتفع ہو سکیں یا یوں کہو کہ ان کی مثال ایسی ہے جیسے پاؤں اور کامل کی مثال ایسی ہے کہ جیسے پاتابہ وغیرہ پاؤں اگر بدوں پاتابہ کے سنگلاخ وغیرہ مقامات پر چلے تو اسے نقصان پہنچے گا اور اگر پاتابہ کی مدد سے چلے تو محفوظ رہے گا۔ وجہ وہی پاتابہ کی پختگی اور پاؤں کی خامی ہے۔ یا ان کو بمنزلہ میوہ کے سمجھو اور کامل کو بمنزلہ مکان پر ہوا کے۔ میوہ اسی وقت بڑھتا اور پکتا ہے جبکہ ہوا آفتاب سے گرمی حاصل کر کے اس تک پہنچا دے اور بدون ہوا کے واسطہ کے میوہ آفتاب سے متمتع نہیں ہو سکتا۔ مضمون سابق کے مناسب اب ہم ایک اور بات بتانا چاہتے ہیں غور سے سنو۔ وہ یہ کہ جنس ولی ہے وہ ہی جسکے اور فیوض حق سبحانہ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں اور ان فیوض کو اس سے براہ راست تعلق ہے اور وہ جنس ولی ہی ہے جو بلا واسطہ آب حیات پیتا ہے جس سے وہ دائم البقا ہو جاتا ہے پس وہ بمنزلہ قلب عالم کے ہے اور باقی عالم بمنزلہ جسم کے جس طرح جسم کے کمالات دل سے حاصل ہوتے ہیں یوں ہی عالم کو کمالات اس کے واسطہ سے حاصل ہوتے ہیں (گو جنس ولی کو اسکا تفصیلی علم نہ ہو کہ اس کے واسطہ سے کسی کو کیا مل رہا ہے) اگر وہ نہ ہو تو عالم کو کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر دل نہ ہو تو جسم بولنا کیا جانے اور طلب سے کیونکر واقف ہو۔ یہ سب کچھ دل ہی کی برکت ہے پس جس طرح شجاع آتش کا مطمح نظر لوہا ہوتا ہے یوں ہی حق سبحانہ کا منظور نظر وہ دل ہے نہ کہ جسم (یعنی باقی عالم) یہ تو دل اور محجوبین وغیرہ کا درمیانی فرق تھا اب اہل اللہ کا آپس کا فرق سمجھو اہل اللہ تابعین کو قطب ارشاد کے ساتھ تو یہ تعلق ہے جو تن کو دل سے۔ یہ لوگ قطب ارشاد کے مقابلہ میں بمنزلہ تن کے ہیں اور قطب ارشاد اصل اور دل۔ اس مضمون کی توضیح کے

www.besturdubooks.wordpress.com

لئے بہت سی مثالوں اور بہت تفصیل کی ضرورت ہے مگر مجھے اندیشہ ہے کہ ایسا نہ ہو عوام کو غلط فہمی ہو جائے اور بھلائی کے بدلے برائی حاصل ہو۔ اس قدر بھی کہنا مناسب نہ تھا مگر سکر میں کہہ ڈالا بات یہ ہے کہ ہر چیز اپنا مناسب چاہتی ہے چنانچہ ٹیڑھے پاؤں کے لئے ٹیڑھے ہی جوتے کی ضرورت ہے اور فقیر کی رسائی دروازہ ہی تک ہوتی ہے اوپوں ہی ان کج فہم اور دولت باطنی سے بے بہرہ لوگوں کے لئے موٹی سی باتیں مناسب ہیں جو ان کی سمجھ میں آسکیں۔ دقائق ان کے لئے ہرگز مناسب نہیں۔ اس بیان میں حسد کی مذمت اور کج فہمی کی برائی بیان کی تھی۔ اس مناسبت سے آگے دو غلاموں کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

امتحان بادشاہ بآں دو غلام کہ نو خریدہ بود

بادشاہ کا ان دو غلاموں کا امتحان کرنا جن کو نیا خریدا تھا

بادشاہے دو غلام ارزاں خرید	تا یکے زاں دو سخن گفت وشنید
ایک بادشاہ نے دو سستے غلام خریدے	ان دونوں میں سے ایک سے بات کہی اور سنی

بادشاہ الخ۔ یعنی ایک بادشاہ نے دو غلام ارزاں خرید لئے ان دونوں میں سے ایک سے بات کہی سنی۔ ارزاں واقعی ہے احترازی نہیں۔ یعنی کہیں سے ارزاں دو غلام لے لئے اور ایک سے بات چیت کی۔

یافتش زیرک دل و شیریں جواب	از لب شکر چہ زاید شکر آب
اس نے اس کو ذہین اور شیریں جواب پایا	حسین ہونٹوں سے کیا نکلتا ہے؟ شربت

یافتش زیرک الخ۔ یعنی (کہ جب اس سے بات چیت کی تو) اس کو سمجھدار اور شیریں جواب پایا (یعنی اس نے خوب عمدہ عمدہ باتیں کیں اور سمجھدار بھی تھا مگر اس کی سیرت اور اس کے خصائل بہت ہی ناپاک اور گندہ تھے جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔ ہاں سمجھدار اور چرب زبان بہت تھا اور یہ بدسیرتی کو منافی نہیں۔ اگلے مصرعہ میں مولانا اس شیریں زبانی کی ایک مثال دیتے ہیں کہ) لب شکر (جیس) سے (بجز) شکر (از شیرینی) کے کیا پیدا ہو۔ یعنی چونکہ وہ حسین اور خوبصورت تھا (جیسا کہ آگے معلوم ہوگا) تو پھر اس کے شیریں لبوں سے بجز شیریں باتوں کے اور کیا نکلتیں۔ پس اس نے خوب چکنی چپڑی باتیں کیں آگے مولانا انتقال فرماتے ہیں دوسرے مضمون کی طرف جسکا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کے عیوب اور ہنر سب کے سب زبان ہی سے معلوم ہوتے ہیں جب تک انسان چپ رہتا ہے اس کی حال اور اسکے عیوب اور ہنر سب پوشیدہ رہتے ہیں اور جہاں وہ بولا بس ساری قلعی کھل گئی۔ اس کو شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

؎ تا مرد سخن نگفتہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ باشد

www.besturdubooks.wordpress.com

اور اس کے قریب قریب مضمون حدیث میں بھی ہے کہ آیا ہے کہ ہر صبح کو تمام اعضا زبان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کے لئے درست رہنا اگر تو درست رہے گی تو ہم بھی درست رہیں گے اور اگر تو بگڑ جائے گی تو ہم بھی بگڑ جائیں گے جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ظہور عیوب وہنروں کا دارومدار زبان ہی پر ہے۔ اب اشعار کو سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ

آدمی مخفی ست در زیر زباں	ایں زباں پردہ است بر درگاہ جاں
انسان زبان میں پوشیدہ ہے	یہ زبان جان کے دربار کا پردہ ہے

آدمی مخفی است الخ۔ یعنی آدمی (کا عیب اور اس کی خوبی) زبان کے نیچے مخفی ہے اور یہ زبان درگاہ جان پر پردہ ہے۔

چونکہ ابدے پردہ را درہم کشید	سر صحن خانہ شد برما پدید
جب ہوا نے پردہ ہٹا دیا	گھر کے صحن کا راز ہم پر کھل گیا

چونکہ بادے پردہ را الخ۔ یعنی کہ جب کسی ہوا نے پردہ کو ہٹا دیا تو گھر کے صحن کے بھید ہم پر ظاہر ہو گئے۔

کاندراں خانہ گہر یا گندم ست	گنج زر یا جملہ مار و کژدم ست
کہ اس گھر میں موتی ہیں یا گیہوں	سونے کا خزانہ ہے یا سب سانپ اور بچھو ہیں

کاندران خانہ الخ۔ یعنی کیا اس گھر میں موتی ہیں یا غلہ ہے اور سونے کا خزانہ ہے یا سانپ اور بچھو (بھرے پڑے) ہیں۔

یا درو گنجست و مارے بر کراں	زانکہ نبود گنج زر بے پاسباں
یا اس میں خزانہ ہے اور کنارے پر سانپ ہے	اس لئے کہ سونے کا خزانہ محافظ کے بغیر نہیں ہوتا ہے

بادران گنج است الخ۔ یعنی یا اس میں خزانہ ہے اور اس کے کنارہ پر ایک سانپ ہے اس لئے کہ سونے کا خزانہ بے پاسبان کے نہیں ہوتا۔ پس اس طرح جبکہ زبان سے کوئی بات نکلتی ہے اس وقت وہ پردہ اٹھ جاتے ہیں اور سارے عیوب یا ہنر معلوم ہو جاتے ہیں اور معلوم ہو جاتا ہے کہ آیا یہ شخص عالم ہے یا جاہل ہے اور آیا اس کے یہ خصائل صرف دکھانے کے ہیں یا اصل میں بھی کچھ ہے لہٰذا معلوم ہو گیا کہ ہنر اور عیب کے ظہور کا آلہ زبان ہی ہے۔ آگے پھر اس قصہ کی طرف انتقال ہے کہ

بے تامل او سخن گفتے چناں	کز پس پانصد تامل دیگراں
وہ بے تامل ایسی باتیں کرتا	جو دوسرے پانچ سو بار غور کر کے (کرتے)

بے تامل او سخن الخ۔ یعنی کہ وہ غلام بلا سوچے ہوئے ایسی باتیں کر رہا تھا کہ دوسرے لوگ پانسو تاملوں اور فکروں کے بعد کہہ سکتے تھے گویا کہ اس کے باطن میں ایک دریا ہے اور (یہ باتیں) ساری موتی ہیں یا گوہر گویا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں۔ مطلب یہ کہ وہ جو بادشاہ سے گفتگو کر رہا تھا تو اس قدر برجستہ باتیں کر رہا تھا اور اس قدر حاضر جواب تھا کہ ان باتوں کو اگر اور لوگ کہیں تو ان کو بے انتہا سوچنے کی ضرورت پڑے مگر وہ اس قدر زیرک اور سمجھدار تھا کہ بلا سوچے فی البدیہہ اس قسم کی باتیں کر رہا تھا۔ یہاں یہ شبہ نہ ہو کہ جب وہ بدخو اور بدسیرت تھا تو پھر مولانا اسکی تعریف کیوں کر رہے ہیں تو سمجھو کہ اگرچہ وہ حقیقتۃً تو بدسیرت ہی تھا مگر بظاہر صورت تو حسین وجمیل اور خوبصورت اور شیریں زبان تھا اس لئے اس کی ظاہری اوصاف کی تعریف فرما رہے ہیں اور یہاں مولانا کا مقصود بھی اس کی تعریف نہیں ہے بلکہ اس کی مثال دے کر عارفین کے کلام کی اور ان کے حقائق ومعارف کو بیان کرنا چاہیے ہیں کہ جو حضرات عارف ہوتے ہیں چونکہ ان پر حقائق اشیاء منکشف ہو جاتی ہیں اس لئے وہ ان باتوں کو جو اور لوگ بہت ہی تامل وغور کے بعد بیان کر سکتے ہیں بالکل برجستہ اور فی الفور بیان فرماتے ہیں اور ان کو تامل و غور کی ضرورت نہیں رہتی اس لئے کہ ان کی تو یہ حالت ہو جاتی ہے کہ بی یسمع وبی یبصر وبی ینطق کہ اس کا سماع بھی ادھر ہی سے اور اسکی بات بھی ادھر ہی سے اور اسکا دیکھنا بھی ادھر ہی سے غرضیکہ اس کے تمام افعال حق تعالیٰ کے تابع ہو جاتے ہیں اور اس کو علم وہبی اور لدنی ہوتا ہے جس میں کہ کسب کی ضرورت نہیں ہوتی لہٰذا ان کو غور وفکر کی کیا حاجت ہے اور کیا ضرورت ہے اور اس مقصود کی تائید اگلے شعر سے ہوتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مولانا کلام عارفین کو بیان فرماتے ہیں کہ جس طرح یہ غلام برجستہ جوابات دے رہا تھا اور شیریں کلامی سے گفتگو کر رہا تھا اس طرح حضرات اولیاء اللہ جو کہ متخلق باخلاق اللہ اور مستفید عن الحق ہوتے ہیں بغیر کسی تامل وغیرہ کے علوم و معانی کو بیان فرماتے چلے جاتے ہیں اور دوسرے لوگ ان باتوں کو بغیر انتہاء غور وفکر اور تامل کے بیان نہیں کر سکتے (بلکہ بیان تو کیا کریں گے اگر ان کو غور وتامل سے سمجھ ہی لیں تو غنیمت ہے) اب شعر کو سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ

گفتے در باطنش دریا ستے	جملہ دریا گوہر گویا ستے
گویا اس کے اندر ایک دریا ہے	جو موتی ہی موتی ہے یا وہ (غلام) بولتا موتی ہے
نور ہر گوہر کزو تاباں شدے	حق وباطل را ازاں فرقاں شدے
ہر موتی (بات) کا نور جو اس سے چمکتا	حق اور باطل اس سے الگ الگ ہو جاتا

نور ہر گوہر کزو الخ۔ یعنی ہر اس گوہر کا نور جو کہ اس سے (یعنی حق تعالیٰ سے) تاباں (مستفید) ہو وہ حق اور باطل کو اس سے امتیاز اور علیحدگی ہو اس کی جزا بقرینہ مقام محذوف ہے یعنی وہ نور ممیز ہو اگر ہم کو چشم بصیرت حاصل ہو چونکہ یہاں بیان کلام عارفین کا تھا آگے خود کلام حق کا بیان فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

بادشاہ ہے دو غلام: ایک بادشاہ نے دو غلام سستے خرید لئے۔ اور ان دونوں میں ایک سے گفتگو شروع کی۔ اپنی

www.besturdubooks.wordpress.com

کہتا تھا اور اس کی سنتا تھا جب اس کی باتیں سنیں تو اس کو سمجھدار اور شیریں جواب پایا کیوں نہ ہو آخر شیریں لب تھا اس سے میٹھی میٹھی باتیں ہی ظاہر ہونی چاہئیں۔ آدمی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے اور یہ زبان درگاہ روح کا ایک پردہ ہے جب ہوا پردہ کو اٹھاتی ہے اور کسی عارضی سے زبان کھلتی ہے تو اس سے گھر اور روح کی حالت ظاہر ہوتی ہے کہ ان میں موتی اور اعلیٰ درجہ کے خصائل ہیں یا گیہوں اور ادنیٰ درجہ کے اوصاف یا اس میں سونے کا خزانہ اور اسط درجہ خصائل ہیں یا خصائل حمیدہ بالکل ہی نہیں۔ بلکہ سانپ بچھو اور خصائل ذمیمہ ہی بھرے پڑے ہیں یا اس میں زر کا خزانہ اور خصائل حمیدہ ہیں مگر ایک طرف کو سانپ بھی بیٹھا ہوا ہے یعنی اسکے ساتھ خصائل ذمیمہ بھی ہیں کیونکہ عادۃً خزانہ بدون پہرہ دار سانپ کے اور خصائل حمیدہ بدوں صفات ذمیمہ کے نہیں ہوتے لہٰذا جب اس نے کسی قدر زبان کھولی تب اس کی حالت فی الجملہ معلوم ہوئی کہ بڑا زیرک اور شیریں گفتار ہے وہ بدون سوچ ایسی باتیں کرتا تھا جو کہ اور لوگ بہت غور و خوض کے بعد کر سکتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کے اندر دریا ہے جو سراپا گوہر ہے یا یوں کہو کہ وہ ایک موتی ہے جس کو حق سبحانہ نے گویائی عطا کی ہے۔ اس کے اندر سے جو موتی نکلتا تھا وہ جو نفس بات وہ کہتا تھا اسکا نور حق و باطل کو بالکل جدا جدا کر دیتا تھا۔

شرح حبیبی

نور فرقاں فرق کردے بہر ما	ذرہ ذرہ حق و باطل را جدا
قرآن کا نور ہمارے لئے جدا کر دیتا	حق اور باطل کے ذرے ذرے کو علیحدہ

نور فرقان فرق الخ۔ یعنی قرآن شریف کا نور ہمارے لئے حق و باطل کو ذرہ ذرہ ممتاز اور جدا کر دیتا ہے اور نور گوہر ہمارا بھی آنکھ کا نور ہو جاتا ہے اور سوال و جواب سب ہمارے ہی اندر سے ہوتے۔ جزا لقرینۃ اگلے اشعار کے محذوف ہے یعنی یہ امور ہوتے اگر چشم بصیرت ہم کو حاصل ہوتی یہاں یوں سمجھو کہ مولانا کا مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ اگر ہمارے اندر کجی نہ ہوتی اور چشم بصیرت ہمیں حاصل ہوتی تو قرآن شریف بھی اور کلام عارفین بھی سب ہمارے ہادی اور ممیز بین الحق والباطل ہوتے اس لئے کہ منشاء اختلاف دو ہی ہوتے ہیں کبھی تو وہ منشاء کلام کے اندر ہوتا ہے کہ اس میں اختلاف ہوتا ہے اور کبھی وہ منشاء سامع کی طرف لیں ہوتا ہے کہ اس میں کوئی کجی وغیرہ ہوتی ہے۔ پس جبکہ سامع میں کجی ہوتی ہے تو اس وقت یہی کہا جاتا ہے کہ یہ کلام تو فی نفسہ درست اور صحیح ہے مگر اس عارضی کجی کی وجہ سے اس خاص شخص کو اس کی درستی اور اسکا صدق معلوم نہیں ہوتا جیسے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ذلک الکتاب لاریب فیہ۔ تو یہاں یہی معنی ہیں کہ اس کتاب میں فی نفسہ تو ریب نہیں ہے لیکن اسکا صدق اس لئے معلوم نہیں ہوتا کہ کجی طرف سامع میں ہے اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک سفید کپڑا رکھا ہے اور ایک شخص یرقان والا اس کو زرد دیکھ رہا ہے اس لئے کہتا ہے کہ یہ کپڑہ زرد ہے مگر دوسرا صحیح النظر کہتا ہے کہ لاصفرۃ فیہا کہ اس

www.besturdubooks.wordpress.com

میں زردی نہیں ہے تو دیکھ لو کہ یہ قول صحیح ہے یا نہیں فی نفسہ بالکل درست ہے ہاں اس شخص کے اعتبار سے غلط ہے تو اسکا اعتبار نہ کیا جائے اور اس کو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے لاریب فیہ فرمایا لاریب فیہم نہیں فرمایا۔ اس لئے منشاء ریب تو ان سامعین ہی میں تھا اور اس قرآن شریف میں تو منشاء ریب تھا ہی نہیں پس اس طرح چونکہ منشاء شبہ واختلاف ہمارے اندر ہے اور ہم کو چشم بصیرت حاصل نہیں ہے اس لئے کلام حق اور عارفین میں ہم کو شبہات ہوتے ہیں اگر کہیں چشم بصیرت ہوتی تو پھر ان سب شبہات کا جواب خود ہمارے ہی اندر موجود ہوتا۔ اگلا شعر وال علی الجزاء ہے کہ فرماتے ہیں کہ

نور گوہر نور چشمے ماشدے	ہم سوال و ہم جواب مادبے
موتی کا نور ہماری آنکھ کا نور ہو جاتا	ہمارا سوال بھی ہمارا جواب بھی ہو جاتا
چشم کژ کردی دو دیدی قرص ماہ	چوں سوال ست ایں نظر در اشتباہ
تو نے آنکھ کو ٹیڑھا کر لیا چاند کی ٹکیا کو دو دیکھا	اشتباہ (کے معاملہ) میں یہ ٹیڑھی نظر سوال (اعتراض جیسی)

چشم کژ کردی الخ۔ یعنی آنکھ کو تو کج کر رکھا ہے اور چاند کی ٹکیا کو دو دیکھ رہے ہو تو یہ نظر (کج) اشتباہ میں مثل سوال (اعتراض) کے ہے مطلب یہ کہ چونکہ تم نے اپنی چشم باطن کو کورو کج کر رکھا ہے اس لئے حقیقت سے دور ہو کر یہ نظر بھی اعتراض کی طرح ہوگئی کہ جس طرح معترض کے سامنے حقیقت شئے پوشیدہ ہو جاتی ہے اور تم حق تعالیٰ کے ساتھ دوسرے کو شریک کر رہے ہو۔ اس لئے کہ جب حق تعالیٰ ہی اس قابل نہیں کہ ان پر بھروسہ کیا جائے اور وہی ایسے ہیں کہ جن سے خوف کیا جائے اور امید کی جائے اور کوئی ایسا ہے نہیں جو اس قابل ہو اور یہ شخص غیر حق پر بھی اعتماد اور بھروسہ کرتا ہے اس لئے یہ اعتماد وغیرہ توحید حالی کے خلاف ہے توحید اعتقادی کے تو خلاف نہیں مگر توحید حالی کے خلاف ہے۔ تو توحید حالی کے اعتبار سے اس کو اس طرح تعبیر کر دیا کہ تم قرص ماہ یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کو دو دیکھ رہے ہو اور شبہات میں پڑ رہے ہو۔ آگے اس سے خلاصی کی تدبیر بتاتے ہیں کہ

راست گرداں چشم را در ماہتاب	تا یکے بینی تو مہ را نک جواب
چاند (کو دیکھنے) میں اپنی آنکھ سیدھی کر لے	تاکہ تو چاند کو ایک دیکھے یہ جواب ہے

راست گرداں الخ۔ یعنی اپنی نگاہ کو ماہتاب (کے دیکھنے) میں درست کر لو تاکہ چاند کو ایک ہی دیکھو۔ (اور یہ احولی دور ہو تو پھر تمہارے شبہات کا) یہی جواب ہو جائے گا اور اپنی فکر کو کج مت کرو اور اچھی طرح دیکھو کہ وہ (غیر حق جس پر کہ تم اعتماد اور بھروسہ کرتے ہو) بھی اسی گوہر کے نور کا عکس ہے اور اسکی شعاع ہے مطلب یہ کہ اس احولی کو جس کی وجہ سے تم کو حقیقت نظر نہیں آتی اور اس وجہ سے غیر حق کے ساتھ بھی معاملہ حق تعالیٰ جیسا کرنے لگتے ہو دور کرو اور پھر دیکھو تو معلوم ہو کہ یہ بھی جس پر کہ تمہاری نظر ہے اسی نور کی شعاع ہے اور اسی کا عکس ہے۔ پس اگر

www.besturdubooks.wordpress.com

اصل کو چھوڑ کر کوئی عکس کی طلب کرنے لگے تو اس سے زیادہ بیوقوف اور ناحقیقت شناس اور کون ہوگا لہٰذا جو کچھ گمراہیاں ہو رہی ہیں اور فیض سے محروم ہیں یہ ساری اپنی کجی کی بدولت ہے۔ ورنہ اگر ہمارے اندر کجی نہ ہوتی تو ساری فیوض و برکات ہم حاصل کرتے اور اگر چشم بصیرت ہوتی تو سارے انوار و تجلیات کو دیکھا کرتے اور پھر ان کو حاصل کرتے اور اگر کلام حق کو یا کلام اولیاء اللہ کو کان سے سن بھی لیا تو اس سے کوئی معتد بہ فائدہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ چشم بصیرت اور قلب صافی موجود نہ ہو اس کو فرماتے ہیں کہ

فکرتت را راست کن نیکو نگر	هست هم نور و شعاع آں گہر
اپنی فکر کو سیدھا کر نے اچھی طرح دیکھ	وہ بھی اسی موتی کا نور اور شعاع ہے
ہر جوابے کاں ز گوش آید بدل	چشم گفت از من شنو آں را بہل
جو جواب کان کے ذریعہ سے دل میں پہنچتا ہے	چشم (بصیرت) کہتی ہے مجھ سے سن اس کو چھوڑ

ہر جوابے کاں الخ۔ یعنی جو جواب کہ کان کے ذریعہ سے دل میں آتا ہے تو چشم (قلب) کہتی ہے کہ مجھ سے سن اس کو چھوڑ۔ یعنی صرف کان ہی تک مت رہو اور سنی سنائی باتوں پر ہی مت رہو بلکہ کچھ خود بھی تدبیر اور ہمت کرو اور بصیرت کو حاصل کرو۔ آگے کان کی اور چشم بصیرت کی ایک مثال دیتے ہیں کہ

گوش دلالست و چشم اہل وصال	چشم صاحب حال و گوش اصحاب قال
کان (تو) دلال ہے اور چشم (بصیرت خود) صاحب وصل ہے	چشم (بصیرت) اصحاب حال ہے اور کان زبانی بات کرنے والوں میں سے ہے

گوش دلال الخ۔ یعنی کان تو دلالہ ہے اور آنکھ وصل والی ہے (یا یوں کہو کہ) آنکھ تو صاحب حال (کی مثل) ہے اور کان صاحب قال (کی مثل) ہے مطلب یہ کہ دیکھو مشاطہ محبوب اور محب کے درمیان میں پیغام دینے والی اور تدابیر وصل کرنیوالی ہوتی ہے مگر جبکہ باہم وصل ہوتا ہے تو پھر ان مشاطہ صاحب کو بھی کوئی نہیں پوچھتا۔ اور وہاں اسکا بھی گزر نہیں ہوتا۔ حالانکہ اصل میں سبب وصال وہی ہے پس اس طرح حقائق و معارف کے حصول کا اول ذریعہ تو کان ہی ہے اور اسی کے ذریعہ سے قلب تک پہنچتے ہیں مگر جبکہ قلب میں انجلاء اور صفائی پیدا ہو جاتی ہے اس وقت پھر ان کان صاحب کی ضرورت نہیں رہتی مگر بلا واسطہ کان کے پھر علوم و معانی و حکم قلب پر فائض ہوتے ہیں اور کان کی مثال تو ایسی ہے کہ جیسے صاحب قال ہوتا ہے کہ جو کچھ بھی اسکے سامنے ہے اور ظاہر الفاظ سے جو مفہوم ہوتا ہے بس وہ اسی کو جانتا ہے اور آگے رسائی نہیں اور چشم قلب مثل صاحب حال کے ہے کہ اس کو سوائے الفاظ وغیرہ کے اور علوم و معانی بھی حاصل ہوتے ہیں پس قابل حصول چشم بصیرت ہی ہوئی۔ آگے پھر چشم گوش میں فرق بیان فرماتے ہیں کہ

در شنید گوش تبدیل صفات	در عیان دیدہا تبدیل ذات
کان سے سننے میں صفات کی تبدیلی ہے	مشاہدوں سے ذات کی تبدیلی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

در شنود الخ۔ یعنی کان کے سننے میں وتصرف تبدیل صفات ہی ہے (مثلاً کسی نے نصیحت کی کہ تکبر مت کرو یہ سن کر وہ متواضع بن گئے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب صفات ہی کی تبدیلی ہے لیکن) آنکھوں کے دیکھنے میں تبدیل ذات کی ہے یعنی اگر اسی قول کو جس کو تم نے سنا ہے خود دیکھ لو اور حقیقت کو معلوم کر لو تو تمہاری یہ ذات ہی نہ رہے بلکہ قریب تم بالکل ہی بدل جاؤ اور تم تو نرہو یہ ساری حجابات اسی وقت تک ہیں جب تک علم الیقین حاصل ہے اور اگر عین الیقین اور حق الیقین حاصل ہو جائے تو پھر علوم و معانی اس قدر منکشف ہوں کہ اٹھائے نہ اٹھیں چونکہ صوفیہ کے یہاں تین اصطلاحیں ہیں۔ علم الیقین عین الیقین اور حق الیقین۔ آگے مولانا ان تینوں کو بتاتے ہیں جسکا خلاصہ یہ ہے کہ علم الیقین تو کہتے ہیں کسی مخبر صادق سے کوئی خبر سن کر اس کو صحیح مان جیسے کہ کسی نے کہا کہ آگ جلا دیتی ہے پس چونکہ وہ مخبر صادق تھا اس لئے ہم نے یقین کر لیا اس کو تو علم الیقین کہتے ہیں اور اگر اس میں کسی کو جلتے ہوئے بھی لیں تو پھر عین الیقین کا درجہ حاصل ہوتا ہے اور اگر کسی سے سنا بھی اور دوسروں کو بھی جلتے ہوئے دیکھا مگر پھر خود بھی اسی میں کود پڑا تو اب اس کو آگ کا حق الیقین کا مرتبہ حاصل ہوا بس اسی طرح اول تو عشق و محبت حق کو صرف سن ہی کر مانتے ہیں یہ تو علم الیقین ہے اور اس سننے کے بعد پھر دوسروں کو دیکھتے ہیں کہ اس عشق و محبت میں غرق ہو رہے ہیں اس وقت عین الیقین حاصل ہوتا ہے اور اگر خود بھی اس میں جلتے اور عشق خداوندی میں خود بھی غرق ہو گئے تو اب درجہ حق الیقین کا حاصل ہوا لہٰذا قابل طلب درجہ حق الیقین کا ہے اس کو حاصل کرنا چاہیے اور کان سے سنئے پر یا چشم ظاہر سے دیکھنے پر ہی مت رہو بلکہ دل کی آنکھ سے دیکھو اور حق الیقین حاصل کرو۔ اب مطلب اشعار کو سمجھو کہ فرماتے ہیں

زآتش ار علمت یقیں شد بے سخن	پختگی جو در یقیں منزل مکن
بلاشبہ اگر آگ کا تجھے علم الیقین ہو گیا ہے	یقین میں پختگی طلب کر توقف نہ کر
تا نسوزی نیست آں عین الیقین	ایں یقیں خواہی در آتش نشیں
جب تک آگ تجھے جلا نہ دے عین نہیں ہے	تو یہ یقین چاہتا ہے تو آگ میں بیٹھ

زآتش ار الخ۔ یعنی اگر آگ سے تمہارا علم یقین ہو جائے (یعنی تم کو درجہ علم الیقین کا حاصل ہو جائے) تو بات سے یقین میں پختگی و تلاش کرو (یعنی عین الیقین حاصل کرو) اور ٹھہرو مت۔ اور جب تک کہ تم خود (اس آگ میں) جل نہ جاؤ (اس وقت تک) وہ عین یقین (یعنی اصل یقین اور حق الیقین نہیں ہے اور اگر اس یقین کو (یعنی حق الیقین کو) چاہتے ہو تو آگ میں بیٹھ جاؤ۔ مطلب یہ کہ آگ کی صفت احراق کو سن کر جو تم کو یقین ہوا ہے یہ تو علم الیقین ہے (جس کو مولانا نے زآتش اور علمت یقین الخ سے بتایا ہے) مگر یہاں منزل مت کئے ہو اور ٹھہرے مت جاؤ بلکہ اس امر کو سن کر خود اس کی تلاش میں لگو اور کسی جلے ہوئے کے پاس جا کر اس کو دیکھ لو اور درجہ عین الیقین کا حاصل کرو (جسکو مولانا نے پختگی جو در یقین سے بیان کیا ہے) لیکن جب تک کہ خود بھی اس مزہ کو نہ چکھو اور خود ہی آتش (محبت میں نہ جاؤ اس وقت تک اصل یقین اور حق یقین حاصل نہیں ہو سکتا۔ جس کو مولانا نے تا نسوزے نیست آں عین الیقین سے تعبیر فرمایا ہے یہاں عین سے مراد اصل ہے آنکھ نہیں ہے پس معنی

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ ہوئے کہ جب تک کہ اصل یقین یعنی حق الیقین حاصل نہ ہو اس وقت تک طلب سے باز مت رہو بلکہ اس درجہ کو حاصل کرلو۔ یہاں لفظ عین کو دیکھ کر محشیوں نے خوب خوب گت بنائی ہے اور کوئی تو مولانا کی اصطلاح کے جدا ہونے کا قائل ہو گیا اور کوئی کچھ ہونے لگا حالانکہ بالکل ظاہر مطلب یہ ہے کہ عین سے مراد اصل لے لیا جائے جس کا ترجمہ دوسرے الفاظ میں حق بھی ہو سکتے ہیں خوب سمجھ لو۔ آگے فرماتے ہیں کہ

گوش چوں ناقد بود دیدہ شود	ورنہ قل در گوش پیچیدہ شود
کان اگر پرکھنے والا ہو تو چشم (بصیرت) بن جاتا ہے	ورنہ بات کان میں لپٹ (کر رہ) جاتی ہے

گوش چوں الخ۔ یعنی کان بھی اگر پرکھنے والا ہو تو وہ بھی ایک دن آنکھ بن جاتا ہے اور اگر وہ ناقد نہیں ہے تو باتیں جو اس نے سنی ہیں کان ہی میں لپٹ کر رہ جاتی ہیں اور قلب پر اثر نہیں پہنچتا جبکہ قرآن شریف میں بھی ہے کہ اوالقی السمع وھو شہید یعنی حق بات کو سنے اس حال میں کہ اس کا کان شہید ہو تو دیکھو کہ حق کے سننے کے لئے کان کا شہید ہونا شرط فرمایا اگر وہ ناقد نہ ہوگا تو پھر تو یہ باتیں کان ہی کان تک محدود رہیں گی ان کا اثر قلب تک کچھ نہ ہوگا پس اس ساری تقریر کا ماحصل یہ ہوا کہ کلام حق اور کلام عارفین کے سمجھنے کے لئے بصیرت پیدا کرو اور اول تو ان باتوں کو سن کر علم الیقین پیدا کرو پھر عین الیقین ہو جائے گا۔ پھر حق الیقین ہو جائے گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد	تا کہ شہ باآں غلامانش چہ کرد
یہ بات انتہا نہیں رکھتی ہے واپس لوٹ	دیکھ بادشاہ نے اپنے غلاموں سے کیا کیا؟

این سخن پایان الخ۔ یعنی یہ (علوم ومعانی) کی باتیں تو انتہا نہیں رکھتیں۔ اس لئے لوٹو اور دیکھو کہ بادشاہ نے اپنے غلاموں کے ساتھ کیا کیا۔ آگے اس قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب بادشاہ اس غلام خوبرو سے باتیں کر چکا اور معلوم ہو گیا کہ یہ تو بڑا عقلمند اور حاضر جواب اور شیریں کلام ہے تب بادشاہ نے اس دوسرے بدصورت کو بلایا اور اس خوبصورت کو کہا کہ تم جا کر نہا دھو آؤ جب وہ چلا گیا تو اس کی غیبت میں اس سے اس کے حالات دریافت کئے اس طور سے کہ بھائی وہ تو تمہاری بہت برائیاں کرتا تھا مگر تو ایسے معلوم نہیں ہوتے ہو اور تم تو بہت اچھے آدمی ہو اور ایسے ہو اور ویسے ہو اب اگر تم کو اس کے کچھ عیوب وغیرہ معلوم ہوں تو بیان کر دو تاکہ مجھے بھی معلوم ہو کہ تم میرے خیر خواہ ہو کہ اس کی برائیاں ظاہر کر کے مجھے ان سے بچا لیا اس نے عرض کیا کہ حضرت وہ جو کہتا تھا اور میرے عیوب بیان کرتا تھا صحیح اور درست تھے۔ میں بے شک ایسا ہی ہوں مگر اس کے عیوب میں عرض کرتا ہوں وہ یہ کہ وفادار ہے اس میں انسانیت ہے وغیرہ وغیرہ یعنی اس میں یہ چیزیں ہیں۔ اگر یہ عیوب ہیں تو اس میں عیوب ہیں اور اگر یہ ہنر ہیں تو اس میں ہنر ہیں۔ اب اشعار پر اس تقریر کو منطبق کرلو۔

شرح حبیبی

نور فرقان فرق الخ: مولانا کے بیان پر ایک شبہ ہوتا تھا وہ یہ کہ آپ نے فرمایا ہے کہ غلام جو بات کہتا تھا وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ایسی تھی کہ حق و باطل میں اس سے امتیاز ہوتا تھا۔ یہ محض شاعری ہے کیونکہ یہ بات قرآن میں تو ہے ہی نہیں کیونکہ اگر قرآن میں ہوتی تو پھر یہ نزاع اور اختلاف کیوں ہوتا اور جب قرآن میں نہیں تو بیچارہ غلام کی بات میں یہ صفت کہاں ہوسکتی ہے۔ مولانا جواب دیتے ہیں کہ قرآن میں یہ صفت بالکل وجود موجود ہے مگر کجی ہم لوگوں کے فہم میں ہے اس لئے حق و باطل جدا نہیں ہوسکتے۔ ورنہ یہ نہیں کہ قرآن میں یہ صفت نہ ہو۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کسی پر صفراء کا غلبہ ہو اس لئے اس کو میٹھی چیز کڑوی معلوم ہوتی ہو تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ شیریں شے میں شیرینی نہیں اس میں شیرینی کامل ہے مگر تمہاری قوت ذائقہ کے اندر نقص ہے اس لئے وہ شیرینی تم کو محسوس نہیں ہوتی۔ یہ حاصل جواب ہے اب ہم اشعار کا مطلب خیز ترجمہ کرتے ہیں۔ نور فرقان فی نفسہ فارق بین الحق و الباطل ہے اور ہمارے لئے بھی فارق ہوتا اور ذرہ ذرہ حق و باطل کو جدا کر دیتا۔ اور اصلا شبہ نہ چھوڑتا اس کے مضامین عالیہ مثل گوہر کا نور ہماری چشم قلب کا نور ہو جاتا کہ اس سے ہم کو حق و باطل میں کامل امتیاز ہو جاتا اور خود وہ نور ہی ہمارا سوال اور جواب ہو جاتا۔ یعنی ہم کو اس کے مشاہدہ کے بعد سوال کی ضرورت ہی نہ رہتی کہ جواب کی حاجت ہوتی لیکن کیا کیجئے کہ تم نے معاصی وغیرہ سے اپنے چشم باطن کو مریض اور غلط بین کر لیا ہے اور چاند کی ٹکیا کو دو دیکھنے لگے یعنی واقع کو خلاف واقع سمجھنے لگے۔ پس جس طرح تمہارا فرقانیت قرآن سے متعلق سوال متلبس باشتباہ حقیقت ہے کیونکہ یہ ناشی ہے۔ اس اشتباہ سے۔ یوں ہی تمہاری نظر غلط متلبس باختفار حقیقت ہے کہ وہ موجب انحصار حقیقت ہے پس تمہارے سوال بابت فرقانیت قرآن کا جواب یہ ہے کہ تم اپنی نظر کو چاند کے دیکھنے میں سیدھا کر لو اور فہم راست سے قرآن کو سمجھو کیونکہ جب تم اپنی فہم کو درست کر لوگے تو فرقانیت قرآن تم کو مشاہد ہو جائے گی پس سوال بھی قائم نہ رہے گا ہم پھر کہتے ہیں کہ تم اپنی فہم درست کر لو اور غلط بینی چھوڑ کر راست بین بنو۔ تم کو خود معلوم ہو جائے گا کہ قرآن بھی اس غلام کے گوہر سخن کا ہم نور و ہم شعاع یعنی فارق بین الحق والباطل ہوتے ہیں۔ شارک اعلیٰ ہے کیونکہ درجہ فرقانیت میں ان میں وہی نسبت ہے جو خالق و مخلوق میں ہے۔ پس جب یہ معلوم ہو گیا کہ قرآن فارق میں الحق والباطل ہے تو اب وہ شبہ کہ جب قرآن ہی فارق نہیں تو سخن غلام کیونکر فارق ہوسکتا ہے بالکل مندفع ہو گیا ہم نے فرقانیت قرآن کے دلائل نہیں بیان کئے بلکہ یہ کہہ دیا کہ چشم باطن کو راست بین بنا کر مشاہدہ کرو اس کی وجہ یہ ہے کہ جو جواب کان سے دل تک پہنچتا ہے وہ شفاء تام نہیں بخشتا۔ بلکہ چشم بزبان حال متقاضی ہوتی ہے کہ یہ ناکافی ہے سے چھوڑ اور مجھے معائنہ کرمیں شفائے کلی بخشوں گی اس لئے ہم نے قال و چھوڑ کر چشم بصیرت پر محول کر دیا۔ واقعی بات یہ ہے کہ کان کو چشم بصیرت سے کیا نسبت کان کی مثال تو ایسی ہے جیسے دلالہ۔ اس کا کام یہ ہے کہ مقصود کو دل تک پہنچا دے اور بس۔ اور چشم باطن صاحب وصال ہے کہ وہ مطلوب سے بہرہ ور ہوتی ہے نیز کان بمنزلہ صاحب قال کے ہے کہ اسکا تعلق الفاظ سے ہے اور چشم بصیرت مثل صاحب حال کے کہ اس کا تعلق حقیقت سے ہے۔ پس جو نسبت دلالہ اور صاحب وصال اور صاحب قال و

صاحب حال میں ہے وہی نسبت کان اور چشم باطن میں ہے پس اس جواب میں جو کان سے مدرک ہو اور اس جواب میں جو چشم قلب پر مدرک ہو وہی نسبت ہوگی جو کان اور چشم باطن میں ہے اور فرق سنو جو تغیر جواب سننے کے بعد پیدا ہوتا ہے اور جو تغیر کہ مشاہدہ وجدانی کے بعد پیدا ہوتا ہے ہر دو میں ایسی ہی نسبت ہے جیسی کہ صفات کے بدلنے اور کایا پلٹ ہو جانے میں کہ ایک ادنےٰ ہے اور دوسرا کہیں اعلیٰ۔ وہو ظاہر۔ پس ہر دو جوابوں میں بھی وہی نسبت ہوگی ان وجوہ سے ہم نے دلائل کو ترک کیا اور کہا کہ وجدان کو صحیح کرو اور اس سے دیکھو اب ہم ترقی کر کے کہتے ہیں کہ چشم بصیرت کو راست کر کے اس سے دیکھنے پر بھی اکتفا نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس سے گو یقین حاصل ہو جائے گا مگر یہ یقین کافی نہیں بلکہ حال اور رسوخ فی العلم کی ضرورت ہے۔ اگرچہ درجہ علم میں تم کو یقین کامل ہے لیکن اس پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے اور اس علم الیقین میں ڈیرہ نہ ڈال لینا چاہیے بلکہ پختگی حاصل کرنی چاہیے۔ لو تم کو حرارت نار ہے مگر اصل یقین وحق الیقین (جس کو معنی لغوی کے اعتبار سے عین الیقین کہہ دیا نہ کہ بمعنے اصطلاحی) اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک اس میں جلوس نہ ہو۔ پس اگر تم کو اس درجہ یقین کی ضرورت ہے تو تم کو آگ میں بیٹھنا چاہیے۔ اس کے بدوں یہ یقین حاصل نہیں ہو سکتا یوں ہی اگر تم کو فرقانیت قرآن کے متعلق عین الیقین کی ضرورت ہے تو حال پیدا کرو۔ جوابات قالیہ ہر چند کہ مقید یقین ہوں مگر نا کافی ہیں خیر اگر کان بھی پرکھنے والا ہو یعنی استماع بغرض تحقیق حق ہو اس وقت وہ بھی آنکھ کا کام دے جاتا ہے گو آنکھ نہیں ہوتا اور اگر یہ بھی نہ ہو تب تو کہنا سننا بالکل ہی فضول ہے اس لئے کہ الفاظ کان سے دل تک پہنچتے ہی نہیں پھر فائدہ کیا ہو (یہ ایک استطرادی مضمون ہے جو مزید افادہ کے لئے بیان کر دیا گیا ورنہ اصل مقصد صرف اس قدر ہے کہ چشم بصیرت کو راست بین کرو تم کو فرقانیت قرآن معلوم ہو جائے گی ہم کو دلائل بیان کرنے کی ضرورت نہیں) خیر یہ بات تو کبھی ختم ہی نہ ہوگی اب لوٹنا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ بادشاہ نے اپنے ہر دو غلام کے ساتھ کیا کیا۔

شرح حبیبی

رواں کردن بادشاہ یکے را ازاں دو غلام وازیں دیگر حال پرسیدن

بادشاہ کا ان دو غلاموں میں سے ایک کو روانہ کر دینا اور دوسرے سے حالات دریافت کرنا

آں غلامک راچو دید اہل ذکا	آں دگر را کرد اشارت کہ بیا
جب اس (شاہ) نے اس پیارے غلام کو ذہین سمجھا	دوسرے کو اشارہ کیا کہ آجا

این غلامک را الخ۔ یعنی کہ جب اس غلامے کو بادشاہ نے دیکھا کہ ذکاوت والا ہے (یعنی اسکا امتحان لے لیا) تو اس دوسرے کو اشارہ کیا کہ یہاں آؤ آگے مولانا ایک جملہ معترضہ فرماتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کاف رحمت گفتمش تصغیر نیست	جد چو گوید طفلکم تحقیر نیست
میں نے (غلامک میں) کاف محبت کے لئے بولا ہے تحقیر کا نہیں ہے	دادا جب میرا بچڑا کہتا ہے تو تحقیر نہیں ہے

کاف رحم الخ۔ یعنی میں نے (غلام میں جس کا ترجمہ غلمطا چھوٹا سا غلام ہیں) کاف رحمت بولا ہے (کاف) تصغیر نہیں ہے (اس لئے کہ دیکھو) جب دادا کہتا ہے میرا طفلک تو اس میں بھی تحقیر نہیں ہے مطلب یہ کہ میں نے جو غلامک کہہ دیا ہے اس سے کوئی صاحب یہ نہ سمجھیں کہ فضول کسی مسلمان کی تحقیر کی میرا مقصود تحقیر اور تصغیر نہیں ہے بلکہ میں نے شفقت اور رحمت کی وجہ سے اس طرح کہہ دیا ہے (یہ مولانا کا ایک لطیفہ ہے) آگے پھر قصہ ہی کو بیان فرماتے ہیں کہ

چوں بیامد آں دوم در پیش شاہ	بود او گندہ دہاں دنداں سیاہ
جب وہ دوسرا بادشاہ کے سامنے آیا	وہ گندہ دہن اور کالے دانتوں والا تھا

چون بیامد الخ۔ یعنی جب کہ وہ دوسرا (غلام) بادشاہ کے سامنے آیا تو (معلوم ہوا کہ) وہ گندہ دہن اور سیاہ دندان تھا لیکن وہ بادشاہ کے بلانے سے حاضر ہو گیا۔

گرچہ شہ ناخوش شد از گفتار او	جستجوئے کرد ہم ز اسرار او
بادشاہ اگرچہ اس کی گفتگو سے (منہ کی بدبو سے) ناخوش ہوا	(تاہم) اس کے بھیدوں کی جستجو کی

گرچہ شہ ناخوش شد الخ۔ یعنی اگرچہ بادشاہ اس کی باتوں سے ناخوش ہوا (کہ اس کو اس کی گندہ دہنی سے تکلیف ہوئی لیکن) اس نے اس کے اسرار بھی معلوم کرنے چاہے تاکہ یہ دیکھے کہ اس کے اخلاق کیسے ہیں پس اس نے سختی کا برتاؤ شروع کر دیا اور تندی سے پیش آیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بادشاہ بھی کوئی عارف ہے اس لئے کہ اس نے جو امتحان لئے ہیں وہ بالکل ایسے ہیں جو کہ مشائخ مستفیدین سے لیا کرتے ہیں پس بادشاہ نے یہ امتحان لیا کہ

گفت بایں شکل و گندہ دہاں	دور بنشیں مرکب ایں سوتر مراں
اس (بادشاہ) نے کہا اس شکل اور منہ کی بدبو کے ہوتے ہوئے	پرے ہو کر بیٹھ سواری اس جانب زیادہ نہ بڑھا

گفت باایں شکل الخ۔ یعنی بادشاہ نے کہا کہ اس شکل اور گندہ دہنی کے ساتھ تو دور ہی بیٹھ لیکن اس طرف زیادہ مت جانا (اس لئے کہ مجھے کچھ باتیں کرنا ہیں بس قریب ہی بیٹھ جا)

کہ تو زاہل نامہ و رقعہ بدی	نے جلیس و یار ہم بقعہ بدی
کیونکہ تو نامے و پیام کے لائق ہے	نہ کہ ہم نشیں اور ہم مجلس دوست ہونے کے

تاعلاج این دہان الخ۔ یعنی تاکہ تیرے اس منہ (کی گندگی) کا علاج کریں تو مریض ہے اور ہم پرفن طبیب ہیں۔ مطلب یہ کہ پوچھ پاچھ کر تیری اس گندہ دہنی کا سبب معلوم کر کے اس کا علاج کر دیں گے۔

تا علاج آں دہان تو کنیم	تو حبیب و ما طبیب پُر فنیم
جب تک کہ ہم تیرے منہ کا علاج کریں	تو پیارا ہے اور ہم ہنرمند طبیب ہیں

کہ تو راہل الخ۔ یعنی تو تو (لائق) صاحب نامہ اور رقعہ ہونے کے تھا (کہ تجھ کو الگ بٹھا کر تجھ سے رقعوں وغیرہ سے گفتگو کی جایا کرے) نہ کہ جلیس اور یار اور ہمنشین (ہونے کے قابل) تھا مگر صرف اس عیب کی وجہ سے بالکل چھوڑ دینا بھی نہ چاہیے اس لیے کہ آخر خریدا ہے تو اس ذرا سی بات سے اتنا نقصان کیوں کیا جائے اسی کو مولانا ایک مثال دے کر فرماتے ہیں کہ

بہر کیکے تو گلیمے سوختن	نیست لائق از تو دیدہ دوختن
ایک پسو کی وجہ سے نئی گدڑی کو جلانا (مناسب نہیں)	(اس طرح) تجھ سے آنکھیں بند کر لینا مناسب نہیں ہے

بہر کیکے الخ۔ یعنی (اگر ہم اس عیب کی وجہ سے تجھ کو بالکل علیحدہ کر دیں جس طرح) پسو کی وجہ سے نیا گلیم جلا دینا (بیوقوفی ہے اس طرح) تجھ سے آنکھ سی لینا (علیحدگی اختیار کرنا) لائق نہیں ہے۔ اس لئے ہم سے دور مت ہو اور پاس ہی بیٹھ۔

لیک قابل تر بدی زاں یار خود	نزد ما آ کہ تو بہ زاں یار بد
لیکن تو اپنے دوست سے زیادہ قابل ہے	ہمارے پاس آ جا کیونکہ تو اس برے دوست سے بہتر ہے
باہمہ بنشیں دوسہ دستاں بگو	تا بہ بینم صورت عقلت نکو
سب کچھ ہوتے ہوئے بیٹھ جا دو تین قصے سنا	تاکہ میں تیری عقل کی حالت اچھی طرح دیکھ لوں

باہمہ بنشین الخ۔ یعنی باوجود ان سب (عیوب وغیرہ) کے بیٹھ جا اور دو ایک باتیں کرتا کہ میں تیری عقل کی صورت کو پوری طرح دیکھوں۔

آں ذکی را پس فرستاد او بکار	سوئے حمامے کہ رو خود را بخار
پھر اس ذہین کو اس نے کام کے لئے بھیج دیا	حمام کی جانب کہ جا اپنے آپ کو مل دل

آن یکے را الخ۔ یعنی (جب اس سے باتیں شروع کیں تو) تو اس سمجھدار کو کام کے واسطے روانہ کر دیا ایک حمام کی طرف کہ جا کر خوب مل مل کر نہا آؤ۔

ویں دگر را گفت تو چہ زیرکی	صد غلامی در حقیقت نے یکی
اس دوسرے سے کہا تو کتنا سمجھدار ہے	درحقیقت تو سو غلام (کی برابر) ہے نہ کہ ایک کے

ویں دگر را گفت الخ۔ یعنی (جب اس کو روانہ کر دیا) تو اس دوسرے سے کہا کہ تو تو کیسا زیرک ہے اور تو تو حقیقت میں سو غلاموں کے برابر ہے تو ایک نہیں ہے۔ یہی طریق مشائخ کا ہوتا ہے۔ کہ اول طالب سے تختی کرتے ہیں اور جب وہ اس میں پورا

www.besturdubooks.wordpress.com

اترتا ہے اور اس سختی کو جھیل جاتا ہے تو اب اس سے نرمی اور دلجوئی کی باتیں کرتے ہیں آگے بھی مقولہ بادشاہ ہی کا ہے۔

آں نہ کاں خواجہ تاش تو نمود	از تو مارا سرد کرد آں حسود
تو ایسا نہیں ہے جیسا کہ تیرے ساتھی نے ظاہر کیا ہے	اس حاسد نے ہمیں تجھ سے برگشتہ کیا ہے

باز قابل الخ۔ یعنی پھر تو تو اپنے ساتھی سے زیادہ قابل ہے لہٰذا ہمارے پاس آ کہ تو اس برے یار سے اچھا ہے۔

گفت کو دزد و کژ ست و کژنشیں	حیز و نامرد و چنانست و چنیں
اس نے کہا ہے کہ وہ (تو) چور اور بدچلن ہے اور بدصحبت (ہے)	کم ہمت (ہے) اور نامرد (ہے) اور ایسا ہے اور ویسا (ہے)

آن نہ کہ خواجہ تاس الخ۔ یعنی کہ تو ایسا نہیں ہے جیسا کہ تیرے خواجہ تاش نے کہا ہے کہ وہ حاسد مجھ سے ہم کو سرد کرتا تھا اور تیرے عیوب کو ہمارے سامنے بیان کرتا تھا تاکہ ہماری طبیعت تجھ سے پھر جائے لیکن تو تو بہت اچھا آدمی ہے۔

گفت پیوستہ بدست او راست گو	راست گوئے من ندیدستم چو او
اس نے کہا وہ ہمیشہ سے سچا ہے	اس جیسا سچا میں نے نہیں دیکھا

گفت اوورزدو کژ ست الخ۔ یعنی وہ دوسرا غلام یہ کہتا تھا کہ وہ چور ہے اور کج ہے اور بدصحبت ہے۔ حیز ہے نامرد ہے ایسا ہے ویسا ہے۔ مطلب یہ کہ وہ تیری خوب برائیاں کرتا تھا۔

راستی و نیک خوئی و حیا	حلم و دینداری و احسان و سخا
سیدھا پن اور نیک خصلتی اور شرم	بردباری اور دینداری اور احسان اور سخاوت

گفت پیوستہ الخ۔ یعنی اس بدصورت نے کہا کہ ہمیشہ وہ سچ بولنے والا ہی تھا اور اس سے زیادہ سچا میں نے کوئی دیکھا نہیں۔

راست گوئی در نہادش خلقتست	ہر چہ گوید من نگویم تہمت ست
(اور) سچائی اس کے مزاج سے پیدائشی ہے	وہ جو کچھ کہتا ہے میں نہیں کہتا ہوں کہ (وہ) تہمت ہے

راستی ونیکو ئی الخ۔ یعنی سیدھا پن اور نیک خصلتی اور حیا اور علم اور دینداری اور احسان اور سخا اور سچائی اس کے اندر خلقی ہیں لہٰذا وہ جو کچھ کہتا ہے میں یہ ہیں کہتا کہ مجھ پر تہمت ہے۔

کژ ندانم آں نکو اندیش را	متہم دارم وجود خویش را
میں اس نیک خیال کو ٹیڑھا نہیں سمجھتا ہوں	اپنے آپ کو ملزم ٹھہراتا ہوں

کژنہ گویم الخ۔ یعنی میں اس نیک اندیش کو کج نہیں کہتا۔ بلکہ اپنے ہی وجود کو متہم کرتا ہوں۔

باشد او در من بہ بیند عیبہا	من نہ بینم در وجود خود شہا
ہو سکتا ہے کہ وہ مجھ میں عیبوں کو دیکھتا ہو	اے بادشاہ! میں اپنے اندر نہیں دیکھتا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

باشد او در من الخ۔ یعنی شاید وہ مجھ میں عیوب کو دیکھتا ہو اور اے بادشاہ (ان عیوب کو) اپنے وجود میں میں نہ دیکھتا ہوں۔ یعنی شاید مجھے اپنے عیوب نہ نظر آتے ہوں اور اس کو نظر آتے ہوں۔ اس لئے میں اس کو جھوٹا نہیں کہہ سکتا وہ بیشک ٹھیک کہتا ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

ہر کسے گر عیب خود دیدے زپیش	کے بدے فارغ وے از اصلاح خویش
ہر شخص اگر پیشگی اپنا عیب دیکھ لیتا	اپنی اصلاح سے کب فارغ ہوتا؟

ہر کسے گر عیب خود الخ۔ یعنی اگر ہر شخص اپنے عیوب کو سامنے دیکھ لیا کرتا تو پھر وہ اپنی اصلاح سے کیا فارغ رہتا۔ یہ فراغت اور غفلت تو اپنے عیوب کے ظاہر نہ ہونے ہی کی وجہ سے ہے۔

غافل اند ایں خلق از خود اے پدر	لاجرم گویند عیب ہمدگر
اے بابا! یہ لوگ اپنے آپ سے غافل ہیں	لامحالہ ایک دوسرے کے عیب بیان کرتے ہیں

غافل اند این خلق الخ۔ یعنی چونکہ لوگ غافل اور اپنے (عیوب) سے بےخبر ہیں اس لئے ایک دوسرے کے عیوب بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

من نہ بینم روئے خود را اے شمن	من بہ بینم روئے تو تو در روئے من
اے صورت پرست میں اپنا چہرہ نہیں دیکھتا ہوں	میں تیرا چہرہ دیکھتا ہوں تو میرا چہرہ

من نہ بینم الخ۔ یعنی اے بت پرست میں اپنا منہ تو دیکھتا نہیں پس میں تیرا منہ دیکھوں اور تو میرا منہ دیکھ یعنی کہ میں تیرے عیوب نکالوں اور تو میرے عیوب نکال اس لئے کہ ہم کو خود تو اپنے عیوب دکھلائی دیتے نہیں دشمن بت پرست کہنا یا تو صرف بضرورت یافتہ ہو یا اس لئے کہ ہم جو ہر وقت اپنی تن پروری میں لگے ہوئے ہیں اور عیوب کی خبر نہیں ہے اس لئے دشمن کہہ دیا اور آپس میں کہنے سے مراد یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کے عیوب نکالتے ہیں اور اسی کو کہنے سے تعبیر کر دیا۔ پس یہ ساری غفلت اپنے عیوب پر نظر نہ ہونے کی وجہ سے ہی ہے اور جو لوگ اپنے عیوب پر نظر رکھتے ہیں ان نور جس سے وہ اپنے معیوب کو دیکھ رہے ہیں مخلوق کے اس ظاہر نور نظر سے علیحدہ ہوتا ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

آں کسے کہ او بہ بیند روئے خویش	نور او از نور خلقان ست بیش
جو شخص اپنا چہرہ دیکھتا ہے	اس کا نور لوگوں کے نور سے بڑھا ہوا ہے

آنکسے کہ او بہ بیند الخ۔ یعنی جو شخص کہ اپنا منہ (عیوب) خود دیکھ رہا ہے اس کا نور بصیرت اور مخلوق کے نور سے زائد ہوتا ہے۔ عیوب کو منہ سے تشبیہ اس لئے دی کہ جس طرح اپنا منہ دکھلائی نہیں دیتا اس طرح اپنے عیوب بھی دکھلائی نہیں دیتے۔ پس مطلب یہ کہ جس کی نظر کہ اپنے عیوب پر ہوتی ہے تو اس کی نظر اور مخلوق سے اعلیٰ ہوتی ہے اس لئے کہ اس کو بصیرت اور چشم حقیقت شناس میسر ہوتی ہے جو کہ اس چشم ظاہری کے نور سے کہیں زیادہ ہے وہو من المعلوم آگے فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

گر بمیرد نور او باقی بود	زاں کہ دیدش دید خلاقی بود
اگر وہ مر (بھی) جائے اس کا نور باقی رہتا ہے	کیونکہ اس کی نظر خدائی نظر ہوتی ہے

نور حس نبود الخ ۔ یعنی وہ نور جس سے کہ اپنے عیب سامنے دیکھ رہا ہو نور حسی نہیں ہوتا بلکہ وہ نور حقیقی اور نور بصیرت ہوتا ہے کہ جس کو کسی وقت میں زوال نہیں۔

نور حسی نبود آں نورے کہ او	روئے خود محسوس بیند پیش رو
وہ نور حسی نہیں ہوتا جو کہ وہ	اپنے چہرے کو آگے سامنے محسوس کرے

گر بمیرد نور او الخ ۔ یعنی اگر وہ مر بھی جائے تو نور اس کا باقی رہتا ہے اس لئے کہ اسکی آنکھ حق تعالیٰ کی آنکھ ہو جاتی ہے اور اس کی وہ حالت ہو جاتی ہے جس کو ارشاد ہے کہ بے یسمع و بے یبصر دبی ینطق پس جبکہ اس کو نظر بصیرت اور حقیقت شناس حاصل ہو جائے تو وہ تو باقی اور غیر فانی ہی ہوئی اگر اس شخص پر عادی طاری بھی ہوگی تب بھی وہ نور زائل نہ ہوگا۔ بلکہ اس میں تو اور ترقی ہوگی آگے پھر رجوع ہے حکایت کی طرف۔

گفت تو ہم عیب او گو مو بمو	آنچناں کہ گفت او از عیب تو
(اس نے کہا) تو بھی اس کے عیب ایک ایک کرکے کہدے	جس طرح اس نے تیرے عیب کہے ہیں

گفت تو ہم عیب الخ ۔ یعنی بادشاہ نے کہا کہ جس طرح اس نے تیرے عیوب بیان کئے ہیں تو بھی اس کے عیوب ایک ایک کرکے بیان کر۔

تا بدانم کہ تو غم خوار منی	کد خدائے مملکت یار منی
تاکہ میں سمجھ جاؤں کہ تو میرا غمخوار ہے	سلطنت کا منتظم (اور) میرا دوست ہے

تا بدانم الخ ۔ یعنی تاکہ مجھے معلوم ہو جاوے کہ تو میرا غمخوار ہے اور میرے ملک اور کام کا منتظم ہے کہ اس کے عیوب پر مطلع کرکے مجھے اس سے بچاتا ہے۔

گفت اے شہ من بگویم عیبہاش	گرچہ ہست او مرا خوش خواجہ تاش
اس (غلام) نے کہا اے شاہ! میں اس کے عیب بتاتا ہوں	اگرچہ وہ میرا اچھا ساتھی ہے

گفت اے شہ الخ ۔ یعنی (یہ سن کر) اس نے کہا کہ اے بادشاہ میں اس کے عیوب بیان کرتا ہوں۔ اگرچہ وہ میرا اچھا خواجہ تاش ہے خواجہ تاش آپس میں ان دو غلاموں کو کہتے ہیں جن کا آقا ایک ہو۔ مطلب یہ کہ اگرچہ وہ بہت ہی اچھا آدمی ہے لیکن میں آپ کے ارشاد کے مطابق اس کے عیوب عرض کرتا ہوں۔ وہ عیوب ذیل ہیں۔

عیب او مہر و وفا و مردمی	خوئے او صدق و ذکا و ہمدمی
اس کا عیب محبت اور وفاداری اور انسانیت ہے	اس کی خصلت سچائی اور ذہانت اور ہمدردی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

عیب اومہر ووفا الخ۔ یعنی اس کے عیب محبت اور وفا اور انسانیت ہیں اور اس کے عیب سچائی اور صفائی اور ہمدردی ہیں اور ایک چھوٹا سا عیب اس کا جوانمردی اور انصاف ہے اور جوانمردی بھی وہ کہ اپنی جان تک دیدے۔ مطلب یہ کہ ہمیں یہ خصائل ہیں پس اگر یہ عیب ہیں تو اس میں اس قدر عیوب ہیں اور اگر یہ باتیں ہنر ہیں تو اس میں اسی قدر ہنر ہیں اور اسی طرح بیان کرنا بلیغ ہے اس کہہ دینے سے کہ اس میں کوئی عیب نہیں ہے اور اسکی مثال ایسی ہے کہ جیسے عربی کا شعر ہے کہ ۔ ولا عیب فیہم غیر آن سیوفہم + بھن فلول من قراع الکتاب + (ترجمہ یعنی شاعر کہتا ہے کہ میرے ممدوحین میں اور کوئی عیب نہیں ہے۔ بجز اس کے کہ ان کی تلواروں میں دشمنوں کو مارنے سے دندانے پڑ گئے ہیں اور یہ معلوم ہے کہ یہ بات عیب نہیں ہے پس معلوم ہو گیا کہ ان میں کوئی عیب نہیں ہے اسی قبیل سے یہ بھی ہے آگے مولانا فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر حق تعالیٰ کی راہ میں یہ جان فنا بھی ہو جائے تو کوئی ہرج نہیں ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ نے اس کے علاوہ لاکھوں جانیں پیدا فرمائی ہیں جو محبت حق میں اپنی جان کو فنا کر دیتا ہے اس کو حیات ابدی حاصل ہوتی ہے جیسا کہ ظاہر ہے لیکن اس حیات کے دیکھنے کے لئے چشم بصیرت کی ضرورت ہے جو کہ ہر کسی کو حاصل نہیں اسی لئے لوگ ڈرتے ہیں بلکہ لفظ فنا ہی سے گھبراتے ہیں اور اگر اس حیات کو دیکھ لیتے اور اس کا مشاہدہ ہو جاتا تو پھر کبھی بھی جان دینے میں دریغ نہ کرتے اور ہرگز نہ ڈرتے۔ یہ سارا بخل حقیقت سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ہے۔ اب اشعار کا حل سمجھ لو اور منطبق کر لو کہ بہت ہی آسانی سے منطبق ہو جائیں گے فرماتے ہیں کہ

کمتریں عیبش جوانمردی و داد	آں جوانمردی کہ جاں راہم بداد
اس کا سب سے چھوٹا عیب سخاوت اور بخشش ہے	ایسی سخاوت جو جان بھی بخش دے

صد ہزاران جان الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے لاکھوں جانیں علاوہ اس جان کے پیدا فرمائی ہیں۔ لیکن جس شخص نے ان کو نہ دیکھا ہو وہ جوانمردی کیسے کر سکتا ہے اور اپنے کو کیسے فنا کر سکتا ہے۔

صد ہزاراں جاں خدا کردہ پدید	چہ جوانمردی بود کاں را ندید
خدا نے لاکھوں جانیں پیدا فرمائی ہیں	جس نے ان کو نہ دیکھا اس سے (جان کی) سخاوت کیا ہوگی؟
در بدیدے کے بجاں بخلش بدے	بہر یک جاں کے چنیں غمگیں شدے
اگر (ان جانوں کو) دیکھ لیتا (اپنی) جان پر کب بخل کرتا؟	(اپنی) ایک جان کی وجہ سے کب ایسا غمگین ہوتا؟

در بدیدے کے بجان الخ۔ یعنی اور اگر (ان جانوں کو جو اس ایک کے فنا کے بدلہ میں ملیں گی فنا سے ڈرنے والا شخص) دیکھ لیتا تو پھر اس کو جان (دینے) میں کب بخل ہوتا اور ایک جان کی وجہ سے اس قدر غمگین کب ہوتا اس لئے کہ اس کی تو وہ جانیں اور حیات ابدی پیش نظر ہے پھر اس عارضی جان کو اس کی کیا قدر اور کیا پرواہ ہے۔ اس کی تو یہ شان ہوگی کہ زندگی کی عطائے تو در بخشی فدائے تو + دل شدہ مبتلائے تو ہر چہ کنی رضائے تو + اور اس

www.besturdubooks.wordpress.com

کی تو یہ حالت ہو کہ ۔ سپردم بتو مایہ خویش + تو دانی حساب کم وبیش را + اس درگا ہمیں تو یہ حالت ہے کہ ۔ کہ نیم جان بستاند و صد جان دہد + انچہ در وہمت نیاید آن دہد + پس فنا کو حاصل کرو۔ اور اس کے ذریعہ سے وہ حیات ابدی اور وہ جانیں حاصل کرو کہ دیکھو کس قدر سستے مول پر یہ موتی فروخت ہو رہے ہیں خوب کہا ہے کہ ۔ کے بیابی این چنین بازار را + کہ بیک گل میخری گلزار را + خوشا نصیب اس کے جس کو یہ دولت نصیب ہوا ے اللہ اس گناہگار کو بھی اپنے اور اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عطا فرما اور اپنے مرضیات کو اس کی طبعیات فرمادے۔ حضرت مولانا دام ظلہم کی برکت ہے آنانکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند + آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند + مقصود سے دور چلا گیا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

برلب جو بخل آب آں را بوذ	کو زجوئے آب نابینا بود
نہر کے کنارے پر پانی کا بخل اس میں ہوگا	جو نہر کے پانی سے اندھا ہوگا

برلب جو بخل الخ۔ یعنی ندی کے کنارہ پر پانی (دینے) سے بخل اس شخص کو ہوتا ہے کہ وہ اس پانی کی ندی سے اندھا ہوتا ہے تو ایک ایک پیالہ پانی پر مرا جاتا ہے اور کہتا ہے کہ کہاں جان لئے جاتے ہو۔ میرا پانی ہے حالانکہ اس کو یہ خبر نہیں کہ اگر ایک دریا میں سے ایک پیالہ کم ہی ہو گیا تو کیا غضب آ گیا۔ اسی طرح اس حیات ابدی کے بدلہ یہ جان فانی فنا ہی ہو گئی تو کیا ہوا اگر چشم بصیرت ہے تو اس سے حقیقت کو دیکھو اور پھر سمجھو تو کبھی جان دینے سے دریغ نہ ہو اور تم کو فنا میں رغبت ہو۔

گفت پیغمبر کہ ہر کس از یقیں	داند او پاداش خود در یوم دیں
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ جو شخص یقینی طور پر	قیامت کے دن کے اپنے بدلے کو جان لے گا

گفت پیغمبر الخ۔ یعنی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص یقینی طور پر اپنے (اعمال) کے بدلے (جو) قیامت کے دن (ملیں گے) دیکھ لے کہ ایک (عمل) کے دس عوض ملتے ہیں تو ہر وقت اس کی سخاوت بڑھے۔ مطلب یہ کہ فنا سے خوف اس وقت تک ہے جب تک کہ اس حیات کو دیکھا نہیں اور جب دیکھ لے گا کہ ومن جاء بالحسنۃ ، فلہ عشرا مثالھا کہ ایک نیکی کے دس ثواب ملتے ہیں تو پھر اس کو اپنی جان محبت حق اور اس کی راہ میں فنا کر دینا کچھ نہ معلوم ہوگی۔

ہر یکے رادہ عوض می آیدش	ہر زماں جودے دگر گوں زایدش
کہ اس کو ایک کے بدلے میں دس ملیں گے	اس سے ہر وقت نئی قسم کی سخاوت صادر ہوگی

جود جملہ از عوضہا الخ۔ یعنی یہ سب کی سخاوت عوضوں کے دیکھ لینے کی وجہ سے ہے پس عوض کو دیکھ لینا ڈرنے کی ضد ہے یعنی چونکہ شیطان فقر و فاقہ سے ڈرتا ہے اس لئے انسان سخاوت سے باز رہتا ہے اور اس کے دل میں یہ خوف رہتا ہے کہ اگر اس مال کو راہ حق میں دیدیا تو پھر میں مفلس رہ جاؤں گا لیکن جبکہ کسی نے ان ثمرات پر جو کہ ان اعمال کے عوض میں میسر ہوں گے نظر کی تو پھر وہ ہرگز خوف نہ کرے گا بلکہ وہ تو یہی سمجھے گا کہ ایک خرمہرہ دے کر خزانہ ملتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے۔پس وہ فوراً اس خرمہرہ کو دیدینے کے لئے تیار ہو جائے گا لہٰذا ان اعواض کو دیکھ لینا اور فقر و فاقہ سے خوف کرنا یہ تو آپس میں ضد ہیں جب خوف ہوگا تو اعواض کے دیکھنے سے محروم ہے اور اس طرح بالعکس میں بھی۔

جود جملہ از عوضہا دیدن ست	پس عوض دیدن ضد ترسیدن ست
سب کی سخاوت بدلوں کو دیکھ لینے کی وجہ سے ہے	بدلے کو دیکھ لینا (فقر سے) ڈرنے کی ضد ہے

بخل نادیدن الخ۔یعنی بخل عوضوں کے نہ دیکھنے کی وجہ سے ہوا ہے (اور اگر ان کو دیکھ لیتا تو پھر بحر محبت الٰہی میں غوطہ زنی سے ہرگز خوف نہ کرتے اور اپنی ہستی کو مٹا کر فنا حاصل کرتے اس لئے کہ دیکھو) غوطہ زن کو موتی کا دیکھ لینا کس قدر خوش رکھتا ہے (اور وہ گوہر کے حاصل ہونے کی امید پر اس دریائے ذخار میں غوطہ زنی سے نہیں گھبراتا۔اسی لئے کہ اس نے گوہر کو دیکھ پایا ہے) آگے مولانا ایک لطیفہ فرماتے ہیں کہ

بخل نادیدن بود اعواض را	شاد دارد دید در غواص را
بدلوں کو نہ دیکھنا بخل (کا سبب) ہوتا ہے	موتی کی دید غوطہ خور کو خوش رکھتی ہے

پس بعالم ہیچکس الخ۔یعنی کہ پس عالم میں کوئی بخیل نہ ہوگا اس لئے کہ کوئی بے بدلے کے کچھ لاتا نہیں ہے۔ لہٰذا جب معلوم ہو گیا کہ ہر شخص کسی شے کی امید پر سخاوت کرتا ہے اور جن کو حصول کی امید نہیں ہوتی وہ سخاوت بھی نہیں کرتے۔پس معلوم ہو گیا کہ دنیا میں خائف تو ہیں مگر بخیل کوئی نہیں۔یہ ایک لطیفہ ہے۔آگے فرماتے ہیں کہ

پس بعالم ہیچکس نبود بخیل	زانکہ کس چیزے نیارد بے بدیل
(اگر بدلے کی دید ہر شخص کو حاصل ہو جائے) تو دنیا میں کوئی شخص بخیل نہ ہو	اس لئے کہ بدلے کے بغیر کوئی کچھ نہیں دیتا ہے

پس سخا از چشم الخ۔یعنی (کہ جب یہ تقریر سن لی) پس اب سمجھو کہ) سخا آنکھ سے ہوتی ہے۔ہاتھ سے نہیں ہوتی اور آنکھ ہی کچھ کام رکھتی ہے اور سوائے بینا کے کوئی نہیں چھوٹا۔مطلب یہ کہ جب معلوم ہو گیا کہ منشاء بخل اور سخاوت کا اعواض کا دیکھ لینا اور نہ دیکھنا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ اصل تخی آنکھ ہوئی کہ سخاوت کا سبب وہی ہے اور ہاتھ تو صرف آلہ ہے آگے مولانا پھر قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ

پس سخا از چشم آمد نے زدست	دید دارد کار جز بینا نرست
تو سخاوت کا تعلق آنکھ سے ہوا نہ کہ ہاتھ سے	حاصل یہ کہ چرخہ کو پکڑنے والے ہاتھی نے آنکھ سے اعانت حاصل نہ کی

عیب دیگر آنکہ الخ۔یعنی (اس بدصورت نے کہا کہ) ایک اور عیب (ابلیس) ہے کہ وہ خود بین نہیں ہے اور خود اپنے عیوب کو تلاش کرتا ہے تا کہ اس کا تدارک کرے۔

عیب دیگر آنکہ خود بیں نیست او	ہست در ہستی خود او عیب جو
(اس غلام میں) دوسرا عیب یہ ہے کہ وہ خود بیں نہیں ہے	وہ اپنے اندر عیوب کو تلاش کرنے والا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

عیب گوئی عیب جوئی الخ۔ یعنی کہ اپنے ہی عیوب کو ظاہر کرنے والا اور تلاش کرنے والا ہے اور سب کے ساتھ تو اچھا ہے لیکن اپنے لئے برا ہے کہ اپنے عیوب پر نظر رکھتا ہے جب اس نے اس کی تعریف میں زیادتی کی تو اس پر بادشاہ نے فرمایا کہ

گفت شہ جلدی مکن در مدح یار	مدح خود در ضمن مدح او میار
بادشاہ نے کہا دوست کی تعریف میں جلدی نہ کر	اس کی تعریف کے ضمن میں خود ستائی نہ کر

گفت شہ جلدی مکن الخ۔ یعنی اس بادشاہ نے کہا کہ اس کی تعریف کرنے میں جلدی مت کرنا اور اپنی تعریف اس کے مضمون میں مت لاؤ۔ مطلب یہ کہ تم جو اس کی اس قدر تعریف کر رہے ہو یہ صرف اس لئے ہے تا کہ ظاہر کرو کہ میں بہت ہی متواضع ہوں بس یاد رکھو کہ

زانکہ در امتحاں آرم ورا	شرمساری آیدت در ماجرا
اس لئے کہ میں اس کو آزماؤں گا	(اس) قصہ میں تجھے شرمندگی ہو گی

زانکہ من ذرا امتحان ال۔ یعنی اس لئے (جلدی مت کرو) کہ میں اس کو امتحان میں لاؤں گا (یعنی آزماؤں گا کہ تو جو کچھ کہہ رہا ہے آیا وہ صحیح ہے یا غلط ہے تو اس وقت) تجھے شرمندگی حاصل ہو داستان میں یعنی اس کہنے کی وجہ سے شرمندگی ہو کہ نہ کہتا اور نہ جھوٹا بنتا جب بادشاہ نے کس طرح یقین ہی نہ کیا تو اس نے قسمیں کھانا شروع کر دیں۔

شرح حبیبی

آن غلامک الخ جب بادشاہ نے اس غلام کو زیرک اور ذہین پایا تو اس کو چھوڑ کر دوسرے کو آنے کا اشارہ کیا۔ میں نے اپنی تقریر میں لفظ غلامک استعمال کیا ہے اس میں کاف تصغیر کے لئے استعمال نہیں کیا گیا بلکہ یہ کاف شفقت ہے اگر دادا اپنے پوتے کو طفلک کہے تو یہ اس کی شفقت ہے نہ کہ تحقیر۔ یوں غلامک کو سمجھو۔ خیر جب وہ دوسرا غلام بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ دانت کالے ہیں منہ سے بدبو آتی ہے اگر چہ ابتداءً بادشاہ نے باقتضاء طبع اس کی گفتگو کو ناپسند کیا لیکن پھر خیال کیا کہ صرف گفتگو ہی تک نہ رہنا چاہیے بلکہ اس کی باطنی حالت بھی معلوم کرنی چاہیے۔ اس نے مصلحتہً کہا کہ تو بڑا بدشکل اور گندہ دہن ہے ہم سے دور بیٹھ اور آگے مت بڑھ۔ تو تو اس قابل ہے کہ تجھ سے نامہ بری کا کام لیا جائے تو اس لائق نہیں کہ تجھ کو ندیم وجلیس بنایا جائے تا آنکہ ہم تیرے منہ کا علاج کریں کیونکہ تو دوست ہے اور ہم طبیب ماہر یسودن کے لئے نیا کمبل جلا دینا ہرگز مناسب نہیں اس لئے گندگی دہن کے باعث تیری طرف توجہ نہ کرنا بھی مناسب نہیں۔ خیر گو تو گندہ ذہن اور بدشکل ہے مگر اپنے یار سے اچھا معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ شکل وصورت کے لحاظ سے اچھا ہے مگر تیری سیرت اچھی معلوم ہوتی ہے پس تو مصاحبت کا زیادہ مستحق ہے نہ کہ وہ بدطینت غلام تیرا ساتھی۔ اس لئے تو ہمارے پاس آ جا (اس بیان میں اول سختی سے کام لیا اس کے بعد کچھ نرم ہوا پھر بالکل ہی نرم ہو گیا۔ کیونکہ اول کہا

www.besturdubooks.wordpress.com

دور بیٹھ تو مصاحبت کے قابل نہیں وغیرہ وغیرہ پھر کہا کہ گو تو گندہ دہن ہے لیکن مناسب نہیں کہ تجھ کو اپنے سے الگ رکھا جائے۔ بلکہ ہم تیرا علاج کریں گے اور تجھے صحبت کے قابل بنائیں گے۔اس کے بعد بالکل ہی نرم ہو گیا اور کہا کہ اچھا تو ہمارے پاس آجا۔ یا تارچ ھاؤ ہیں اس کی حالت باطنی معلوم کرنے کے لئے) گو تو مصاحبت کے لائق نہیں مگر ہم تجھ پر عنایت خسروانہ مبذول کرتے ہیں اور باہم اجازت دیتے ہیں کہ ہمارے پاس بیٹھ اور کچھ باتیں کرتا کہ تیری عقل جس کے بہتر ہونے کا میں ظن رکھتا ہوں مجھے معلوم ہو جائے۔ یہاں بطور جملہ معترضہ کے یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اس گفتگو کے وقت دوسرے غلام کو ایک کام کے لئے بھیج دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ تم حمام میں جاؤ اور خوب مل دل کر نہاؤ۔ جب یہ جملہ معترضہ معلوم ہو گیا تو ہم مطلب شروع ہوتے ہیں۔ بادشاہ نے مذکورہ بالا گفتگو کے بعد اس دوسرے غلام قبیح سے کہا کہ ارے میں تجھے ایسا نہ سمجھتا تھا تو تو نہایت عقلمند ہے اس لئے تو تو سو غلاموں کا ایک غلام ہے اور دیسا نہیں ہے جیسا کہ تیسرے ساتھی نے ظاہر کیا تھا اس کمبخت حاسد نے ہمارا دل ہی تیری طرف سے پھیر دیا تھا۔اس نے کہا تھا کہ یہ چور بھی ہے۔ کج فہم بھی۔ مصاحبت کے لحاظ سے بھی اچھا نہیں۔ بزدل اور نامرد بھی ہے اور ایسا ہے ویسا ہے۔ غرض اس نے بہت سی برائیاں کی تھیں میں کہاں تک بیان کروں۔ غلام نے جواب دیا کہ حضور والا اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا راست گفتاری اسکا ہمیشہ شیوہ رہا ہے۔ میں نے اپنی عمر بھر میں ایسا سچا آدمی کبھی نہیں دیکھا۔اس راست فہم کو میں کج فہم نہیں سمجھ سکتا۔ میں خود اپنی ذات کو متہم کروں گا اور کہونگا کہ ضرور مجھ میں عیب ہیں گو مجھے معلوم نہیں ہوتے۔ یہ ممکن ہے کہ اس نے یہ عیب مجھ میں دیکھے ہوں اور میں اپنے اندر نہ دیکھتا ہوں کیونکہ اگر ہر شخص اپنے عیب کو دیکھتا تو وہ اپنی اصلاح سے بھی فارغ نہ ہوتا چونکہ لوگ اپنے عیوب کو نہیں دیکھتے۔ اسی لئے وہ دوسروں کے عیب بیان کرتے ہیں اگر وہ اپنے عیب دیکھتے تو ان کو اس کی مہلت ہی نہ ملتی۔ میں اپنا منہ نہیں دیکھ سکتا بلکہ آپ کا منہ دیکھتا ہوں اور آپ اپنا منہ نہیں دیکھ سکتے بلکہ میرا منہ دیکھتے ہیں یہی حالت بالکل عیبوں کی ہے اور جو شخص کہ اپنا منہ دیکھ سکے اور اپنے عیب اس کو نظر آئیں تو سمجھنا چاہیے کہ اس کی نظر بہت تیز ہے اور اس کا نور سب لوگوں سے بڑھا ہوا ہے۔ یہ نور اس کا مرنے سے زائل نہیں ہوتا۔ کیونکہ اسکی بینش تو حق سبحانہ تعالیٰ ہے۔ لانہ ینظر بنور اللہ اور بینش حق سبحانہ غیر فانی ہے لہٰذا اسکی بینش بھی غیر فانی ہوگی اور یہ نور حسی کا کام نہیں کہ اس سے اپنا منہ دکھلائی دے۔ بادشاہ نے کہا تو نے خود کہا ہے کہ کوئی شخص اپنا عیب نہیں دیکھتا بلکہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے عیوب کو دیکھتے ہیں۔ پس جس طرح اس نے تیرے عیوب دیکھے اور بیان کئے یوں ہی تو اس کے عیوب دیکھتا ہوگا۔ تو بھی بیان کر۔اس میں کیا کیا عیب ہیں تا کہ مجھے معلوم ہو جائے کہ تو میرا غمخوار میری سلطنت کا ممد و معاون اور میرا دوست ہے کیونکہ جب تک مجھے اس کے عیوب نہ معلوم ہوں گے میں اس کی شر سے بچ نہیں سکتا پس تیرا ان کو بیان کرنا میری خیر خواہی ہے اور چھپانا میری بدخواہی۔ غلام نے عرض کیا کہ اچھا حضور جو عیب اس کے مجھے معلوم ہیں میں بیان کرتا ہوں اگرچہ وہ میرا دوست ہے اور مجھے مناسب نہیں کہ اس کے راز بیان کروں۔اس کے عیوب یہ ہیں کہ اس میں محبت ہے وفاء ہے جوانمردی ہے صدق و صفا ہے ہمدمی ہے بہت کم درجہ کا عیب اس میں جوانمردی اور سخاوت ہے اور جوانمردی بھی کیسی کہ جان بھی دیدی اور اپنے کو

www.besturdubooks.wordpress.com

رضائے حق میں فنا کر دیا۔ حق سبحانہ نے بہت سی جانیں دینے کا وعدہ فرمایا ہے یعنی بہت سے انعام اور احسانوں کا امیدوار بنایا ہے لیکن وہ کتنا بڑا جوانمرد ہے کہ ان پر نظر نہیں کرتا۔ بلکہ طاعت سے مقصود اس کو امتثال اور امر و نواہی ہے۔ اور اصل سخاوت و جوانمردی وداد یہی ہے کیونکہ۔ اگر وہ ان انعامات و احسانات پر نظر کرے تو پھر بخل کی کوئی وجہ ہی نہیں اور اتنی جانوں کے ملتے ہوئے اس کو ایک جان کے جانے کا کوئی غم نہیں ہو سکتا مثلاً نہر پر پانی سے وہی بخل کر سکتا ہے جو نہر کے پانی کو نہ دیکھتا ہو اور جو دیکھتا ہو اس کو بخل ہو ہی نہیں سکتا۔ پس چونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر شخص کو قیامت میں اس کے عمل کا بدلا یقیناً معلوم ہو جائے گا کیونکہ اس کو ایک کی عوض دس ملیں گے اس لئے آدمی ہر وقت نئی نئی سخاوتیں کرتا ہے اور یہ سخاوت اس کی ان عوضوں کے یقین کے سبب ہے پس عدم بخل لازم ہے کیونکہ معاوضہ پر نظر ہونا مخالف ہے اس خوف کے جو منشاء بخل ہے پس وہ خوف کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا۔ پس بالضرور بخل کے ساتھ جمع نہ ہو سکے گا وھو المدعی۔ بخل کا منشا تو معاوضہ کا پیش نظر نہ ہونا چاہیے اور جب معاوضہ پیش نظر ہوگا تو بخل ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غواص دریا میں گھستا ہے اور اپنی جان کو خطرہ میں ڈالتا ہے کیونکہ اس کے پیش نظر ہوتا ہے اگر صرف توقع نفع و عوض کا نام ہی سخاوت ہو تو دنیا میں کوئی شخص بخیل ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ کوئی شخص بلا معاوضہ کے کوئی کام کرتا ہی نہیں اور جو کام کرتا ہے بتوقع معاوضہ کرتا ہے اور جب کہ توقع نفع کا نام ہی سخاوت ٹھہرا تو ہر شخص سخی ہوا۔ پس جبکہ یہ معلوم ہو گیا کہ علی العموم تمام اسخیا کی سخاوت کا منشاء معاوضہ کا پیش نظر ہوا ہے اور یہ معلوم ہے کہ بہتر معاوضہ کے پیش نظر ہوتے ہوئے کوئی شخص اپنی کسی محبوب شے کو صرف کرنے میں دریغ نہیں کر سکتا تو معلوم ہوا کہ یہ اسخیاء فی الحقیقت سخی نہیں ہیں ورنہ عالم میں کوئی بخیل ہی نہ رہے گا۔ اس سے یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ اصل سخی وہی ہے جس کے پیش نظر معاوضہ نہ ہو اور یہ کہ سخاوت کا تعلق ہاتھ سے نہیں یعنی صرف کرنے کا نام سخاوت نہیں بلکہ اس کا تعلق آنکھ سے ہے اور سخاوت نام ہے سیر چشمی کا۔ پس اس سے نتیجہ نکلا کہ وہ غلام بھی اصل سخی ہے کہ معاوضہ پر نظر نہیں رکھتا اور اپنی چشم بصیرت سے اس کو پست ہمتی دیکھتا ہے۔ واقعی بات یہ ہے کہ چشم بصیرت ہی کی ضرورت ہے۔ اور وہی شخص مفلح اور کامیاب ہو سکتا ہے جو چشم بصیرت رکھتا ہو۔ یہ عیوب تو حضور والا سن چکے اب میں اس کا ایک اور عیب بیان کرتا ہوں وہ یہ کہ وہ خود بین نہیں بلکہ خود اپنے اندر عیب تلاش کرتا رہتا ہے پس اس کا کام یہ ہے کہ اپنے ہی عیوب بیان کرتا ہے اور اپنے ہی عیب تلاش کرتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ اور سب کے ساتھ اچھا ہے برا ہے تو صرف اپنے ساتھ بادشاہ نے کہا کہ اپنے دوست کی تعریف میں جلدی نہ کرو بلکہ یاد کرو اور خیال کرو کہ اس میں کیا کیا عیب ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ اس میں تمام اوصاف ہی اوصاف ہوں اور کوئی بھی برائی نہ ہو۔ تمہارا اسکی تعریف کرنا اور کوئی عیب نہ بیان کرنا یہ گویا کہ خود اپنے تقدس کا دعویٰ ہے اور اپنی تعریف اپنی زبان سے گو اشارۃً اور ضمناً ہی ہو مناسب نہیں میں اس لئے تاکید کرتا ہوں کہ میں اس کا امتحان کرونگا۔ مبادا تم کو شرمندگی ہو۔ قد تم الربع الاول من الدفتر الثانی من المثنوی المعنوی وللہ الحمد۔

تم الربع الاول من الدفتر الثانی من المثنوی المعنوی

تاریخ ۲۸ صفر ۱۳۳۴ھ

www.besturdubooks.wordpress.com

24

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الربع الثانی من الدفتر الثانی من المثنوی المعنوی

شرح مبیبی

قسم غلام در صدق ووفائے یار خود از طہارت ظن خود نزدیک شاہ

بادشاہ کے سامنے غلام کا اپنے دوست کی سچائی اور وفاداری کی اپنے گمان اور پاکیزگی کی وجہ سے قسم کھانا

گفت نے واللہ باللہ العظیم	مالک الملک و رحمٰن و رحیم
اس (غلام) نے کہا نہیں خدا کی قسم عظیم خدا کی قسم جو بزرگ ہے	سلطنت کا مالک ہے اور مہربان ہے اور رحم والا ہے

گفت نے واللہ الخ۔ یعنی کہنے لگا کہ نہیں واللہ العظیم باللہ العظیم جو کہ مالک الملک ہے اور رحمٰن ہے اور رحیم ہے۔ ان سب قسموں کے جواب آگے بعد پینتالیس شعر کے شعر کہ صفات خواجہ تاش دیار من میں ہے اور وہاں تک یہ ساری قسمیں ہیں)

آں خدائے کہ فرستاد انبیا	نے بحاجت بل بفضل و کبریا
وہ خدا جس نے نبی بھیجے	مجبوری سے نہیں بلکہ (اپنی) بڑائی اور فضل سے

آن خدائے الخ۔ یعنی اور اس خدا کی (قسم) کہ جس نے انبیا بھیجے (اور ان انبیا کو) کسی حاجت کی وجہ سے نہیں (بھیجا اس لئے کہ حق تعالیٰ تو بے واسطہ کے بھی ہدایت فرما سکتے تھے) بلکہ (انکا بھیجنا صرف) فضل کی وجہ سے (ہے) اس لئے کہ حق تعالیٰ تو احتیاج سے منزہ ہیں ان کو تو کسی چیز کی احتیاج نہیں ہے بلکہ حق تعالیٰ نے صرف بندوں پر رحمت و شفقت کی وجہ سے ان کی ہدایت کے لئے ان ہی کی جنس میں سے ارسال فرمایا ورنہ ان کو کوئی ضرورت نہ تھی اسی کو مولانا ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ

من نکردم خلق تا سودے کنم
بلکہ تا بر بندگان جودے کنم

آں خداوند یکہ از خاک ذلیل	آفرید او شہسواران جلیل
وہ خدا جس نے حقیر مٹی سے	بڑے بڑے (روحانی) شہسوار پیدا فرمائے

www.besturdubooks.wordpress.com

آن خداوندے الخ۔ یعنی اس خدا کی قسم کہ خاک ذلیل سے اس نے بڑے بڑے شہسواروں کو پیدا فرمایا۔

پاک شاں کرد از مزاج خاکیاں	بگذرانید از تگ افلاکیاں
ان کو خاکیوں کے مزاج سے پاک کر دیا	آسمان والوں کی دوڑ سے آگے کر دیا

پاک شان کرد الخ۔ یعنی اور ان کو (دیگر) خاکیوں کے مزاج سے پاک کیا اور ان کو آسمان والوں کی دوڑ سے بھی آگے گزار دیا۔ مطلب یہ کہ خاک سے پیدا فرما کر انہیں اس قدر مراتب عطا فرمائے کہ جہاں فرشتے بھی نہ جا سکیں وہاں تک ان ہی کی رسائی ہو جیسے کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج میں تشریف لے گئے تو سدرۃ المنتہیٰ تک جا کر حضرت جبریل علیہ السلام بھی رہ گئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے تشریف لے گئے تھے۔

برگرفت از نار و نور صاف ساخت	وانگہ او بر جملۂ انوار تاخت
آگ سے ان کو علیحدہ کر دیا اور صاف نور بنایا	تب وہ (نور) تمام نوروں سے بازی لے گیا

برگرفت الخ۔ یعنی (ان لوگوں کو خاک سے پیدا فرما کر) آگ سے الگ کیا (یعنی دوزخ سے بچایا) اور نور صاف بنا دیا اور نور بھی وہ جو تمام انوار سے بڑھ گیا۔

آں سنا برقے کہ بر ارواح تافت	تا کہ آدمؑ معرفت زاں نور یافت
وہ روشن برق جو روحوں پر چمکی	یہاں تک کہ (حضرت) آدم نے اس نور سے معرفت حاصل کر لی

ان سنا الخ۔ یعنی وہ چمک اس برق کی کہ ارواح پر چمکی (جیسا کہ حدیث میں آیا ہے ازل میں حق تعالیٰ نے سب ارواح کو جمع کر کے ان پر بارش نور کیا۔ فمن اصاب من ذالک النور اھتدی ومن اخطا پس وہ نور جس کو ملا اسی نے ہدایت پائی ہے اور جس کو جس قدر مراتب عالیہ حاصل ہوئے ہیں وہ سب اسی نور کی برکت ہے) یہاں تک کہ آدم نے معرفت (حق) اسی نور سے پائی۔

آں کز آدمؑ رست و دست شیثؑ چید	پس خلیفہ اش کرد آدمؑ کاں بدید
وہ (نور) کہ (حضرت) آدم سے چھوٹا اس کو (حضرت) شیث کے ہاتھ نے چنا	جب اس (نور) کو (حضرت) آدم نے دیکھا تو (حضرت) شیث کو خلیفہ بنایا

آن کز آدم الخ۔ یعنی وہ نور کہ جب آدم علیہ السلام کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور حضرت شیث علیہ السلام کے ہاتھ نے چن لیا (انہوں نے اس کو حاصل کر لیا) پس آدم علیہ السلام نے ان کو خلیفہ کر دیا۔ جبکہ (اس نور کو) دیکھا (اور معلوم ہو گیا کہ ان میں بھی قابلیت ہے تو ان کو اپنا خلیفہ کر دیا تو یہ قابلیت بھی اس نور ہی کی برکت ہے۔

نوحؑ ازاں گوہر چو برخوردار شد	در ہوائے بحر جاں دربار شد
جب (حضرت) نوح اس موتی (نور) سے نفع اندوز ہوئے	جان کے سمندر کے تموج سے موتی برسانے لگے

نوح ازان الخ۔ یعنی نوح علیہ السلام جبکہ اس موتی سے برخوردار ہوئے تو بحر جان کی خواہش میں موتی برسانے والے ہوئے اس لئے کہ ان سے جو فیض پہنچا وہ سب اس نور ہی کی برکت تھی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بے حذر در شعلہائے نار رفت	جان ابراہیمؑ ازاں انوار زفت
بلا جھجک آگ کے شعلوں میں گھس گئی	انہی عالی قدر نوروں کی وجہ سے (حضرت) ابراہیم کی جان

جان ابراہیم الخ۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جان ان ہی عظیم انوار (کی وجہ سے) بے خوب آگ کے شعلوں میں چلی گئی یہ بھی اس نور کی برکت تھی جیسا کہ مشہور و معروف و معلوم ہے۔

پیش دشنہ آبدارش سر نہاد	چونکہ اسمٰعیلؑ در جویش فتاد
اور اس کے تیز خنجر کے سامنے سر رکھ دیا	چونکہ (حضرت) اسماعیل اس (نور) کی نہر میں گھسے

چونکہ اسمٰعیل الخ۔ یعنی جبکہ حضرت اسمٰعیلؑ اس کی ندی میں گر پڑے (یعنی اس نور معرفت میں غرق ہو گئے) تو ان کے خنجر آبدار کے سامنے سر رکھ دیا یہ بھی اس نور ہی کی برکت کی جیسا کہ معلوم ہے۔

آہن اندر دست بافش نرم شد	جان داؤدؑ از شعاعش گرم شد
لوہا ان کے بننے والے ہاتھ میں نرم ہو گیا	(حضرت) داؤد کی جان اس (نور) کی شعاع سے گرم ہوئی

جان داؤد الخ۔ یعنی داؤد علیہ السلام کی جانب جب اس کی شعاع سے گرم ہوئی (یعنی ان کو گرمی عشق کی حرارت پہنچی) تو لوہا ان کے بننے کے (لئے) ہاتھ میں نرم ہو گیا جیسا کہ قرآن شریف میں ہے والنالہ الحدید ان اعمل سابغات وقدر فی السرد اور مشہور ہے کہ جب وہ زرہ بناتے تھے تو لوہا ان کے ہاتھ میں موم کی طرح نرم ہو جاتا تھا۔

دیو گشتش بندہ فرمان و مطیع	چوں سلیمانؑ بد وصالش رار ضیع
دیو (اور پری) ان کے حکم کے غلام اور فرمانبردار ہو گئے	چونکہ (حضرت) سلیمان اس (نور) کے وصال سے شیر خوار تھے

چون سلیمان الخ۔ یعنی جبکہ سلیمان علیہ السلام اس کی وصال کے دودھ پینے والے (حاصل کرنے والے) ہو گئے (یعنی جبکہ ان کو وصل حاصل ہو گیا) تو دیو ان کے حکم کے غلام اور مطیع ہو گئے۔ یہ بھی اس نور ہی کی شرکت ہے۔

چشم روشن کرد از بوئے پسر	در قضا یعقوبؑ چوں بنہاد سر
تو بیٹے کی خوشبو سے آنکھوں کو روشن کیا	(حضرت) یعقوب نے جب (نور کے اثر سے) خدائی حکم کے آگے سر رکھ دیا

در قضا یعقوب الخ۔ یعنی جبکہ یعقوب علیہ السلام نے قضا میں سر رکھا (یعنی اس پر صبر کیا اور کہا کہ انما اشکو بثی و حزنی الی اللہ تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ) صاحبزادہ (کے پیراہن کی) بو سے آنکھیں روشن کر لیں یہ بھی اسی نور کی برکت ہے۔ بعض محشیوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے نابینا ہونے اور حضرت شعیب علیہ السلام کے نابینا ہونے کا انکار کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ نابینا تو نہ ہوئے تھے بلکہ ضعیف البصر ہو گئے تھے اور وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر ان کو نابینا مان لیا جائے تو نبی کے اندر عیب ہونا لازم آتا ہے حالانکہ انبیاء علیہم السلام سب بے عیب پیدا فرمائے گئے ہیں تا کہ کوئی اعتراض کی نگاہ سے نہ دیکھے۔ اجی بھلا کون ان بھلے مانسوں سے پوچھے کہ نابینا ہونے

www.besturdubooks.wordpress.com

کو تم نے عیب کہاں سے گھڑ لیا ہم کہتے ہیں کہ نابینا ہونا عیب ہی نہیں ہے۔ اس لئے کہ عیب وہ ہے جس پر کہ لوگ طعن کریں اور اس کو برا جانیں۔ بلکہ نابینا ہونے کے بعد تو لوگ اس کا اور زیادہ خیال کرتے ہیں اور اس پر ترس کرتے ہیں نہ کہ برا جانتے ہیں پس معلوم ہوا کہ یہ عیب ہی نہیں بلکہ ایک مرض ہے اور انبیا کا مریض ہونا مسلم ہے پس وہ بے شک عیوب سے پاک تھے لیکن امراض بدنی میں تو مبتلا ہوتے بھی تھے اور اگر حضرت یعقوب علیہ السلام کے نابینا ہونے کا انکار کرتے ہیں تو قرآن شریف میں جو آیا ہے وابیضت عیناہ یعنی روتے روتے ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں اور انکی سیاہی جاتی رہی تو جب مواد چشم نہیں رہتی اس وقت تو بینائی ہرگز بھی نہیں رہتی دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ فارتد بصیرا یعنی وہ بصارت کی طرف واپس ہو گئے۔ پس سمجھ لو کہ درمیان میں بصر نہ رہی تھی جب پیراہن ڈالا گیا تو بصارت واپس آ گئی۔ ان کا کیا جواب دیئے خوب سمجھ لو کہ ان کے نابینا ماننے میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔ بلا دلیل یہ کہنا کہ ان کی بینائی گئی نہ تھی بلکہ صرف ضعیف ہو گئی تھی اور آیات قرآنی کے خلاف کہنے کی کوئی ضرورت نہیں سیدھی بات یہ ہے کہ کہا جائے کہ نابینا ہونا عیب ہی نہیں ہے۔

یوسفؑ مہ رو چو دید آں آفتاب	شد چناں بیدار در تعبیر خواب
چاند سے مکھڑے والے (حضرت) یوسف نے جب (اس نور کا) آفتاب دیکھا	تو خواب کی تعبیر (دینے میں بہت بیدار مغز) ہو گئے

یوسفؑ مہرو الخ۔ یعنی یوسف ماہرو علیہ السلام نے جب وہ آفتاب (نور) دیکھا تو تعبیر خواب میں ایسے بیدار (مغز) ہو گئے کہ جو تعبیر دی وہی درست ہوتی تھی اور اسی کے مطابق ہوتا تھا۔ یہ بھی اس نور کی برکت تھی۔

چوں عصا از دست موسیٰ آب خورد	ملکت فرعون را یک لقمہ کرد
جب لاٹھی (حضرت) موسیٰ کے ہاتھ سے سیراب ہوئی	فرعون کی سلطنت کو ایک لقمہ بنا لیا

چون عصا الخ۔ یعنی جبکہ عصا نے موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے پانی پیا (یعنی برکت حاصل کی) تو فرعون کے ملک و ایک لقمہ کر لیا یعنی ان کو مغلوب کر دیا اس لئے کہ جب ساحروں سے مقابلہ ہوا ہے تو اس عصا نے ان کے بنائے ہوئے سانپوں وغیرہ کو کھا لیا اس کے بعد برعون مغلوب ہو گیا اور اس کا ملک جاتا رہا اور از دست موسےٰ آب خورد میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہاں عصا صرف آلہ تھا اور اس میں نور کا اثر نہ تھا بلکہ اصل اثر تو موسیٰ علیہ السلام کے دست مبارک میں تھا اس عصا میں اس واسطے سے آ جاتا تھا اور یہ سب اس نور کی برکت ہے۔

جان جرجیسؑ از فرش چوں راز یافت	ہفت نوبت جاں فناند و باز یافت
(حضرت) جرجیس کی جان نے جب اس (نور) کی عظمت کا راز پا لیا	سات مرتبہ جان نثار کی اور پھر پا لی
چونکہ زکریا عشقش دم زدے	کرد در جوف درخش جاں فدے
(حضرت) زکریا نے (اس نور کی وجہ سے) اس کے عشق کا دم بھرا	اس کے درخت کے بیچ میں جان قربان کر دی

جان جرجیسؑ الخ۔ یعنی جرجیس علیہ السلام نے ان کے دبدبہ کا راز پا لیا تھا تو سات مرتبہ جان بکھیری اور پھر پائی۔ قصہ اہل سیر نے لکھا ہے کہ یہ ایک پیغمبرؑ ہیں ان کی قوم نے ان کو ستر مرتبہ ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور یہ اسی قدر مرتبہ زندہ ہو گئے تو

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ بھی اسی نور ہی کی برکت تھی اور مولانا کا سات مرتبہ کہنے سے مراد عدد نہیں ہے بلکہ صرف تکثیر مراد ہے کہ بہت مرتبہ ایسا ہوا۔

چونکہ زکریا الخ۔ یعنی جبکہ زکریا علیہ السلام اس کے عشق سے دم بھرتے تھے تو اس کے درخت کے جوف میں جان فدا کر دی جیسا کہ معلوم ہوا کہ ان کی قوم ان کے قتل کے واسطے تعاقب میں تھی تو انہوں نے ایک درخت سے پناہ لینی چاہی تو وہ پھٹ گیا اور حضرت اس میں تشریف لے گئے تو شیطان نے آ کر ان کی قوم کو بتایا کہ وہ اس درخت میں ہیں تم اس کو چیر دو لہٰذا انہوں نے اس کو چیرا تو آرہ ان کے سر پر چلا یا مگر اف بھی نہ کی یہ بھی اس نور کی برکت ہے۔

چونکہ یونسؑ جرعۂ زاں جام یافت	در درون ماہی او آرام یافت
چونکہ (حضرت) یونسؑ نے اس (نور کے) جام سے ایک گھونٹ پیا	مچھلی کے (پیٹ کے) اندر انہوں نے آرام کیا

چونکہ یونس الخ۔ یعنی جبکہ یونس علیہ السلام نے اس جام میں سے ایک گھونٹ پی لیا تو مچھلی کے اندر انہوں نے آرام پایا یہ بھی اس کی برکت ہے۔

چونکہ یحییٰؑ مست گشت از ذوق او	سر بطشت زر نہاد از شوق او
چونکہ (حضرت) یحییٰؑ اس (نور) کے ذوق سے مست ہوئے	اس کے عشق میں سونے کے طشت میں سر دے دیا

چونکہ یحییٰ الخ۔ یعنی جبکہ یحییٰ علیہ السلام اس (نور) کے شوق سے مست ہو گئے تو طشت زر میں ذوق (اور خوشی) سے سر رکھ دیا ان کا قصہ اہل سیر نے لکھا ہے کہ ایک شاہ اپنے کسی محرم سے زنا کرنا چاہتا تھا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام منع فرماتے تھے اور وہ عورت ان کی دشمن تھی تو اس نے بادشاہ سے یہ کہا کہ میں تمہارا کہنا جب قبول کرونگی جب ان کا سر میرے پاس لاؤ گے۔ تو اس بادشاہ ان کو قتل کر کے اور طشت زر میں ان کے سر کو رکھ کر اس کے پاس پیش کیا تو لکھا ہے کہ اس وقت بھی صرف سر یہ کہہ رہا تھا کہ دیکھو خبردار ایسا مت کرنا اور ان کو برابر زنا سے روک رہا تھا۔ اللہ اکبر۔

چوں شعیبؑ آگاہ شد زیں ارتقا	چشم را در باخت از بہر لقا
جب (حضرت) شعیبؑ اس (نور کی وجہ سے) عروج سے واقف ہوئے	ملاقات کے لئے آنکھیں ہار دیں

چون شعیب الخ۔ یعنی جبکہ شعیب علیہ السلام نے اس بلندی (مراتب) کی خبر پائی تو وصل کے واسطے آنکھوں کو ہار دیا۔ اس سیر نے لکھا ہے کہ حق تعالیٰ کی محبت میں روتے روتے ان کی آنکھیں جاتی رہی تھیں اور محشیوں کی غلطی اوپر شعر در قضا یعقوب الخ میں بیان کر دی گئی ہے۔

شکر کرد ایوبؑ صابر ہفت سال	در بلا چوں دید آثار وصال
(حضرت) ایوب صابر نے (اس نور کی بدولت) سات سال شکر ادا کیا	مصیبت میں جبکہ وصال کے آثار دیکھے

شکر کرد الخ۔ یعنی حضرت ایوب صابر علیہ السلام نے سات برس تک صبر کیا جبکہ بلا ہی میں وصال کے آثار دیکھے ان کو جو یہ صبر کی ہمت ہوئی یہ بھی اسی نور کی وجہ سے ہوئی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

خضر و الیاس از میش چوں دم زدند	آب حیواں یافتند و کم زدند
(حضرت) خضر اور الیاس نے جب اس (نور) کی شراب کا گھونٹ پیا	انہوں نے آب حیات پا لیا اور پروا نہ کی

خضر و الیاس الخ۔ یعنی حضرت خضر و حضرت الیاس علیہما السلام نے جب اس شراب سے دم مارا (یعنی اس کو پیا) تو آب حیات کو پایا اور کم التفات کیا بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ یہ حضرات زندہ ہیں اور اکثر لوگوں کو ملتے بھی ہیں اور ہر سال دونوں حج کرتے ہیں اور وہاں جمع ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کا سر مونڈتے ہیں اور یہ جو مشہور ہے کہ خضر علیہ السلام اور سکندر رومی دونوں چشمہ حیات پر گئے تھے بالکل غلط ہے اس لئے کہ کہاں حضرت خضر علیہ السلام اور سکندر رومی اس لئے کہ اول تو زمانہ دونوں کا بہت ہی مختلف اور پھر سکندر رومی کافر اور حضرت خضر علیہ السلام نبی پھر ان دونوں کا ساتھ کہاں ہوتا۔ یہ ویسے ہی مشہور ہو گیا ہے بلکہ وہ جو زندہ ہیں وہ بغیر آب حیات کے پینے کے زندہ ہیں اسی کو مولانا فرماتے ہیں کہ باوجود یہ کہ انہوں نے چشمہ حیات کو پایا مگر اس کو کچھ بھی نہ سمجھا۔

نرد بانش عیسیٰ مریمؑ چو یافت	بر فراز گنبد چارم شتافت
(حضرت) عیسیٰ ابن مریم نے جب اس (نور) کی سیڑھی پائی	چرخ چہارم کی بلندی پر چڑھ گئے

نرد بانش الخ۔ یعنی اس (نور) کا زینہ جب مریم علیہا السلام کے عیسیٰ علیہ السلام نے پالیا تو چوتھے آسمان کی بلندی پر دوڑ گئے جیسا کہ مشہور ہے کہ وہ چوتھے آسمان پر ہیں اور معراج میں ان کا دوسرے آسمان پر ملنا ثابت ہوتا ہے اس لئے یوں کہیں گے کہ گنبد سے مراد آسمان نہیں ہے بلکہ مطلق کرہ مراد ہے تو اب یہ ہو گیا کہ چونکہ خاک سے اوپر کو ہوا ہے اس کے بعد کرہ نار ہے پھر آسمان اول اور پھر آسمان دوم تو ان دونوں کرۂ نار اور ہوا کو بھی ملا کر گنبد چہارم کہہ دیا اور وہاں پہنچنا بھی اس نور ہی کی وجہ سے ہے۔

چوں محمدؐ یافت آں ملک و نعیم	قرص مہ را کرد اندر دم دو نیم
جب (حضرت) محمد (ﷺ) نے (نور کی) وہ دولت اور نعمت پائی	فوراً چاند کی ٹکیا کے دو ٹکڑے کر دیئے

چون محمد الخ۔ یعنی جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ (نور کا) ملک و نعمت پایا تو ایک دم میں چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے یہ جو کچھ تھا سب اسی نور کی برکت تھی یہاں تک تو انبیاءؑ کا ذکر تھا اب خلفاء راشدین کا ذکر ہے۔

چوں ابوبکرؓ آیت توفیق شد	با چناں شہ صاحب و صدیق شد
جب (حضرت) ابوبکر (نور کی بدولت) توفیق (خداوندی) کے نشان بنے	ایسے بادشاہ کے ساتھی اور تصدیق کرنے والے ہوئے

چون ابوبکر الخ۔ یعنی جبکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ توفیق (حق) کی نشانی ہو گئے تو ایسے بادشاہ (یعنی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھی اور صدیق ہو گئے۔ یہ بھی اس نور ہی کی برکت ہے کہ ان کو اس قدر عظیم الشان درجہ حاصل ہوا۔

چوں عمرؓ شیدائے آں معشوق شد	حق و باطل را ز دل فاروق شد
جب (حضرت) عمرؓ اس معشوق (نور) کے شیدا بنے	دل سے حق اور باطل میں امتیاز کرنے والے ہو گئے

www.besturdubooks.wordpress.com

چون عمر الخ۔ یعنی جبکہ عمر رضی اللہ عنہ اس معشوق (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شیدا ہو تو حق اور باطل کے (درمیان میں) دل کی طرح فرق کرنیوالے ہوگئے یہ بھی اس نور ہی کی وجہ سے تھا۔

چونکہ عثمانؓ آں عیاں رائین گشت	نور فائض بودہ ذوالنورین گشت
چونکہ (حضرت) عثمانؓ اس (نور) مشاہدہ کی آنکھ بنے	نور فیضان رساں تھا وہ ذوالنورین بن گئے

چونکہ عثمانؓ الخ۔ اور جبکہ عثمان رضی اللہ عنہ اس ظاہر کے لئے چشمہ ہوگئے تو نور فائض ہوا اور ذوالنورین ہو گئے مطلب یہ ہے کہ پہلے نور پر زیادتی ہوئی تو ذوالنورین کہنے کی تو یہ وجہ ہے کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیوں سے ان کا نکاح ہوا مگر اس لقب کے لئے یہ بھی ایک لطیفہ ہے کہ ان کے نور پر زیادتی ہوئی اس لئے وہ ذوالنورین ہوگئے یہ بھی وہی تھا۔

چوں ز نورش مرتضیٰؓ شد درفشاں	گشت او شیر خدا در مرج جاں
جب اسکے نور سے (حضرت علی) مرتضیٰ موتی برسانیوالے بنے	تو وہ جان کے جنگل میں شیر خدا ہوگئے

چون زرویش الخ۔ یعنی جبکہ اس (نور) کے منہ سے (حضرت علی) مرتضی کرم اللہ وجہہ موتی جھاڑنے والے ہوئے تو وسط جان میں شیر خدا ہوگئے یعنی ان کا یہ لقب بھی اس نور کی برکت سے تھا یہاں تک خلفاء راشدین کا ذکر تھا۔ آگے اہلبیت کا ذکر ہے۔

روشن از نورش چو سبطینؓ آمدند	عرش را دریں و قرطین آمدند
چونکہ حسنینؓ اس کے نور سے روشن (پیدا) ہوئے	عرش کے لئے دو موتی اور دو بالے بن گئے

روشن الخ۔ یعنی جبکہ اس کے نور سے حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما روشن ہوئے تو عرش کے لئے دو موتی اور دو بالیاں ہوگئے (یعنی زینت وہ عرش ہوگئے اور) ایک نے تو زہر سے جان نثار کردی اور دوسرے نے اس کی راہ میں سر ڈال دیا کہ کربلا میں شہید ہوئے یہ بھی سب اس ہی نور کی برکت سے آگے اولیاء اللہ کا ذکر ہے۔

آں یکے از زہر جاں کردہ نثار	واں سر افگندہ براہش مست وار
اس ایک نے زہر سے جان نثار کر دی	اور اس (دوسرے) نے مستانہ وار اس کی راہ میں سر دیدیا
چونکہ سبطینؓ از سرش واقف بدند	گوشوار عرش ربانی شدند
چونکہ حسنینؓ اس (نور) کے راز سے واقف تھے	خدا کے عرش کے گوشوارے بن گئے
سبط پاکش ہم حسینؓ و ہم حسنؓ	گوشوار عرش حی ذوالمنن
ان کی پاک اولاد حسینؓ اور حسنؓ بھی	حی ذوالمنن کے عرش کے گوشوارے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں جنیدؒ از جند او دید آں مدد	خود مقاماتش فزوں شد از عدد
جب (حضرت) جنیدؒ نے اس (نور) کے لشکر کی مدد دیکھی	ان کے مرتبے شمار سے (آگے) بڑھ گئے

چون جنید الخ۔ یعنی جبکہ حضرت جنید قدس سرہ نے اس کے (حق تعالیٰ کے) لشکر سے مدد دیکھی (یعنی فضل ہوا) تو ان کے مقامات عدد سے کہیں زیادہ ہو گئے یہ بھی اس نور ہی کی برکت ہے۔

بایزیدؒ اندر مزیدش راہ دید	نام قطب العارفیں از حق شنید
(حضرت) بایزیدؒ نے اس (نور) کی زیادتی میں راستہ پایا	خدا سے قطب العارفین کا لقب سنا

بایزید الخ۔ یعنی حضرت بایزید قدس سرہ نے جب اس (نور) کی زیادتی میں راہ دیکھی تو حق تعالیٰ کی طرف سے قطب العارفین کا لقب پایا کہتے ہیں کہ لقب الہامی ہے تو دیکھو ان کا یہ مرتبہ بھی اس نور ہی کی وجہ سے ہوا کہ ان کو یہ خطاب ملا۔

چونکہ کرخیؒ کرخ او را شد حرس	شد خلیفہ حق و ربانی نفس
چونکہ (حضرت) کرخیؒ اس کے کرخ کے محافظ بنے	خدا کے خلیفہ اور خدائی سانس والے بن گئے

چونکہ کرخی الخ۔ یعنی جبکہ حضرت کرخی قدس سرہ کرخ کے محافظ ہو گئے (یعنی وہیں رہ کر عبادت میں مشغول رہے اور کہیں نہیں گئے) تو خلیفہ ہو گئے اور ربانی نفس ہو گئے جیسا کہ ظاہر ہے کہ کس قدر جلیل القدر بزرگ تھے یہ بھی اس نور ہی کی بدولت ہوا۔

پور ادہمؒ مرکب آں سو راند شاد	گشت او سلطان سلطانان راد
ادہمؒ کے بیٹے نے خوشی سے اس طرف سواری ہانکی	تو انصاف کے بادشاہوں کے بادشاہ بن گئے

پور ادہم الخ۔ یعنی ادہم قدس سرہ کے بیٹے نے جب اس (نور) کی طرف مرکب خوش خوش چلایا تو وہ بادشاہان انصاف کے بادشاہ ہو گئے۔ یہ بھی اس ہی کی وجہ سے ہوا۔

واں شقیقؒ از شق آں راہ شگرف	گشت او خورشید رائی و تیز طرف
(حضرت) شقیقؒ اس عجب راستہ کو طے کرنے کی وجہ سے	آفتاب جیسی رائے والے اور تیز نگاہ بن گئے

واں شقیق الخ۔ یعنی شقیق قدس سرہ اس راہ شگرف کے شگاف سے وہ خورشید جیسے رائے والے اور تیز نگاہ والے ہو گئے یعنی ان کا فہم وذکر بڑھ گیا جیسا کہ بارہا بیان ہوا ہے کہ اولیاء اللہ کے علوم وہبی ہوتے ہیں یہ بھی اس نور کے سبب سے ہوا۔

شد فضیلؒ از رہزنی رہ پیر راہ	چوں ملحظ لطف شد ملحوظ شاہ
(حضرت) فضیلؒ راستہ کی رہزنی سے راہ (طریقت) کے شیخ ہو گئے	جب شاہ کی مہربانی سے منظور نظر بنے

شد فضیل الخ۔ یعنی حضرت فضیل قدس سرہ ڈاکہ ڈالنے سے راہ حق کے پیر (اور رہبر ہو گئے) جبکہ بادشاہ

www.besturdubooks.wordpress.com

(حقیقی یعنی خدائے تعالیٰ) کی نگاہ لطف کے منظور ہو لئے یہ پہلے رہزنی کرتے تھے اور بہت قوی آدمی تھے پھر خدا نے ہدایت دی تو پھر شیخ وقت ہوئے اور جس طرح ڈکیتی میں مشہور تھے اس سے زیادہ اس راہ میں مشہور و معروف و کامل ہوئے یہ بھی اس ہی کی برکت تھی۔

بشر حافیؒ را مبشر شد ادب	سر نہاد اندر بیابان طلب
بشر حافی کے لئے ادب بشارت دینے والا بنا	تو وہ طلب کے بیابان میں چل پڑے

بشر حافی الخ۔ یعنی کہ بشر حافی قدس سرہ کو ادب بشارت دینے والا ہوا کہ طلب کے جنگل میں سر کہاان کا قصہ یہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ کسی قاری کو الم نجعل الارض مہادا پڑھتے سن لیا تھا فوراً کہنے لگے کیا خدا کے فرش پر جوتے لے کر چلیں گے اور اس روز سے ننگے پیر پھرا کرتے تھے اس لئے ان کا لقب حافی (یعنی ننگے پاؤں) ہو گیا تو ان کا یہ ادب ان کے مراتب کی ترقی کا بشارت دینے والا ہوا اور جب انہوں نے یہ ادب کیا تو اس طرف سے یہ قدر ہوئی کہ تمام جانوروں وغیرہ کو حکم ہو گیا کہ کوئی راستہ میں بیٹ یا گوبر وغیرہ نہ کرتے تو چونکہ یہ بزرگ بغداد میں تھے لہٰذا بغداد کی سڑکیں بالکل صاف پڑی رہتی تھیں اور کوئی غلاظت وغیرہ وہاں نہ ہوتی تھی ایک روز ایک بزرگ نے دیکھا کہ ایک جانور نے بیٹ کی فوراً کہا انا للہ وانا الیہ راجعون معلوم ہوتا ہے کہ بشر حافی نے انتقال کیا۔ پس معلوم ہوا کہ عین اسی وقت انتقال ہوا تھا پس وہ ادب کرنے والے تشریف لے گئے اور وہ قرنطینہ اٹھ گیا۔ یہ ساری باتیں اسی نور کا فیض تھا۔

چونکہ ذوالنونؒ از غمش دیوانہ شد	مصر جاں را ہمچو شکر خانہ شد
چونکہ (حضرت) ذوالنونؒ اس کے غم میں دیوانہ بنے	روح کی بستی کے لئے شکر خانہ جیسا بن گئے

چونکہ ذوالنون الخ۔ اور جبکہ حضرت ذوالنون مصری قدس سرہ اس کے غم میں دیوانہ ہو گئے (یعنی اس ہی میں مست ہو گئے اور دیوانہ سے مراد پاگل نہیں ہے) تو جان کی مصری کے لئے مثل شکر خانہ کے ہو گئے یعنی جان کو شیرینی اور فرحت بخشنے والے ہو گئے یہ بھی اسی نور کی برکت تھی۔

چوں سریؒ بے سر شد اندر راہ او	بر سریر سروراں شد جاہ او
جب سریؒ اس کے راستہ میں فنا ہو گئے	شاہوں کے تخت پر ان کی جگہ ہو گئی

چون سری الخ۔ یعنی جب حضرت سری سقطی قدس سرہ اس کی راہ میں بے سر ہوئے تو (اسی کا یہ اثر ہوا کہ) سرداروں کے تحت پر ان کا مرتبہ ہو گیا یعنی بہت ہی بلند مرتبہ ہو گئے۔ یہ بھی اسی کی بدولت ہوا۔ یہاں تک اولیاء اللہ مشاہیر کے اکثر کے نام بتا کر آگے فرماتے ہیں کہ

رحمت و رضوان حق در ہر زماں	باد بر جان و روان پاک شاں
ہر زمانہ میں اللہ (تعالیٰ) کی رضامندی اور رحمت	ان کی پاک جان اور روح پر رہے

www.besturdubooks.wordpress.com

سرفراز اند زاں سوئے جہاں	صد ہزاراں بادشاہان مہاں
جو اس عالم کی جانب سے سرفراز ہیں	لاکھوں بڑے بڑے شاہ (طریقت)

صد ہزاران الخ۔ یعنی لاکھوں بڑے بڑے بادشاہان (حق کے راستے کے) سرفراز ہیں اس جہان سے یعنی یہ جو ہم نے گنوالئے ہیں یہ تو بہت کم ہیں ورنہ حق تعالیٰ کی مخلوق میں لاکھوں اور کروڑوں ایسے ملیں گے کہ جو اس طرف کے فیوض سے سرفراز ہونگے مگر ان کو کوئی نہ جانتا ہوگا مثلاً ایک مرتبہ حضرت محبوب الاولیا سلطان نظام الدین دہلوی قدس سرہ العزیز کہیں تشریف لے جارہے تھے راستہ میں مغرب کا وقت ہو گیا اور سامنے ایک مسجد آ گئی مگر ویران تھی تو حضرت نے انتظار کیا کہ کوئی آئے تو جماعت کی جائے حتیٰ کہ ایک لکڑہارا آیا اور اس نے جلدی سے لکڑیاں ڈال کر حضرت کو سلام کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ بھائی جلد وضو کر لو اس نے کہا کہ نظام الدین وہ مسلمان ہی کیا جو ہر وقت باوضو نہ رہے اس کہنے پر جو حضرت نے اس کے باطن کی طرف غور کیا تو معلوم ہوا کہ بہت ہی بڑے درجہ کا آدمی ہے اور بظاہر لکڑہارا تھا تو اس طرح مولانا فرماتے ہیں کہ لاکھوں ایسے ہونگے جن کو کسی کی خبر بھی نہیں اور ان کے مراتب ان سب سے عالی ہوں اس لئے کہ اشہر ہونے کے لئے اقرب ہونا لازم نہیں ہے بلکہ یہ خدا کا شکر ہے جس سے چاہیں کام لیں اور جس کو چاہیں آرام میں رکھیں بعض مرتبہ بوجہ زیادتی رحمت اور تعلق کے حق تعالیٰ بعضوں کے لئے یوں ہی چاہتے ہیں کہ بس یہ آرام سے رہیں اور ان سے کوئی کام نہیں لیتے۔ بس مزہ سے اللہ اللہ کئے جاؤ اور بعضوں سے خوب کام لیتے ہیں تو مشہور ہونا مقرب ہونے کے لئے ضروری نہیں اور نہ بالعکس۔ خوب سمجھ لو اور اس کی نظیریں لاکھوں موجود ہیں جو اولیاء اللہ کے قصص میں موجود ہیں۔

ہر گدائے نام شاں را بر نخواند	نام شاں از رشک حق پنہاں بماند
کسی درویش نے بھی ان کا نام ظاہر نہ کیا	ان کا نام اللہ (تعالیٰ) کے رشک کی وجہ سے پوشیدہ رہا

نام شان الخ۔ یعنی ان کا نام حق تعالیٰ کے رشک کی وجہ سے پوشیدہ رہا اور ہر فقیر نے ان کے نام کو برملا نہ پڑھا یعنی بعض کے ساتھ حق تعالیٰ کو ایسا تعلق ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کو رشک ہوتا ہے کہ ہمارے محبوب اور محب کا نام دوسرا بھی جانے ہرگز نہیں بس اس لئے ان کو کم نام فرما دیتے ہیں جیسا کہ فرماتے ہیں کہ اولیائی تحت قبائی لا یعلمھم سوائی۔ یعنی میرے دوست میری قبا کے نیچے ہیں ان کو میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔ تو بوجہ رشک حق کے وہ پوشیدہ ہیں اور اس لئے مشہور نہیں ہیں کہ۔ غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم + گوش را تیز حدیث تو شنیدن ندہم۔ اس کی الیلی مثال ہے کہ جیسے اہل سیر نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا الٰہی اپنے کسی ایسے بندے کو دکھلا کہ جو تیرا انتہا درجہ محبت ہو۔ حکم ہوا کہ فلاں جگہ جاؤ۔ وہاں تم کو ایک شخص ایسے ہی ملیں گے غرضیکہ یہ تشریف لے گئے اور کہا کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ بس یہ کہنا تھا کہ ایک چیخ مار کر انتقال فرما گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درگاہ باری میں عرض کیا کہ اے بار الٰہی یہ کیا ماجرا تھا ارشاد ہوا کہ یہ شخص اس وقت اس

www.besturdubooks.wordpress.com

خیال میں مگن تھا تھا کہ بس خداوند کریم میرے محبوب ہیں اور میرے سوا ان کے نام کو کوئی نہیں جانتا۔ صرف اس خیال نے اس کو مست کرر کھا تھا آج تمہارے منہ سے جو ہمارا نام سن لیا تو اس کو غیرت آئی کہ میرے محبوب کا نام کوئی دوسرا بھی جانتا ہے اور دنیا میں میرا کوئی رقیب بھی ہے۔ بس اس غیرت اور شرم کے مارے مر گیا اور اس کی تو یہ حالت تھی کہ۔ با سایہ ترا نمی پسندم + عشق است ہزار بدگمانی + پس اسی طرح حق تعالیٰ کو اپنے محبین کا نام ظاہر فرماتے ہوئے رشک ہوتا ہے اس لئے لاکھوں اولیاء اللہ مخفی اور غیر معلوم ہیں۔

رحمت الخ۔ یعنی حق تعالیٰ کی رحمت اور رضا مندی ہر زمانہ میں ان کی جان اور روان پاک پر ہو۔

حق آں نور و حق نورانیاں	کاندراں بحر اند ہمچو ماہیاں
قسم ہے اس نور کی اور قسم ہے ان نور والوں کی	جو اس (نور کے) سمندر میں مچھلیوں کی طرح ہیں

حق آن الخ۔ یعنی قسم اس نور کی اور ان نورانیوں کی کہ وہ اس دریا (محبت) میں مثل مچھلیوں کے ہیں کہ نہ اس سے نکلنا چاہتے ہیں اور نہ کسی وقت اس کے پانی کا کم ہونا گوارا ہے بلکہ ہر وقت اللھم زدفزد کی صدا ہے اور یہ نہ کہا جائے کہ نورانیوں کی قسم کھانا جس سے کہ مراد غیر اللہ ہیں کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ بات یہ ہے کہ چونکہ اس نور سے جو کہ نور حق ہے ان حضرات کو غایت تلبس ہے اس لئے ان کی بھی قسم کھالی اور یا یہ کہو کہ چونکہ مولانا پر اس وقت توحید کا غلبہ ہے اور اس کو بیان فرما رہے ہیں لہٰذا ان نورانیوں کو بھی عین اصطلاحی سمجھ کر ان کی بھی قسم کھالی۔ فلا اشکال آگے فرماتے ہیں۔

بحر جان و جان بحر ار گویمش	نیست لائق نام نومی جویمش
اگر میں اس (نور کے سمندر) کو جان کا سمندر اور سمندر کی جان کہوں	مناسب نہیں ہے اس کے لئے نیا نام تلاش کروں گا

بحر جان الخ۔ یعنی میں اس کو بحر جان اگر کہوں یا جان بحر تو کوئی نام بھی اس کے لائق نہیں ہے اس لئے کوئی نیا نام تلاش کرتا ہوں مطلب یہ کہ کوئی نام جو کہ اس کی کل صفات کا جامع ہو نہیں ملتا۔ حیران ہوں کیا کہوں کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ آگے فرماتے ہیں کہ

حق آں آنے کہ ایں وآں از وست	مغزہا نسبت بدو باشند پوست
اس ملکیت کی قسم کہ یہ اور وہ اسی سے ہے	اس کے اعتبار سے مغز (بمنزلہ) چھلکے کے ہیں

حق ان الخ۔ یعنی قسم ہے اس وقت کی کہ یہ اور وہ سب اس کی طرف سے ہے اور مغز اور اس کی نسبت سے دیکھو تو پوست ہیں۔ مطلب یہ کہ چیزیں اوروں کی نسبت مغز اور لب معلوم ہوتی ہے وہ اصل موجودات معلوم ہوتے ہیں وہ اس کے سامنے کالعدم اور مثل قشر کے تابع محض معلوم ہوتے ہیں اور جو کچھ ہے وہی ہے۔ گلستان میں جا کر ہر اک گل کو دیکھا + تیری ہی سی رنگت تیری ہی سی بو ہے + اور۔ بسکہ در جان نگار و چشم بیدارم توئی + ہر کہ پیدا می شود از دور پندارم توئی + ان قسموں کا جواب اس اگلے شعر میں ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ صفات خواجہ تاش و یار من	ہست صد چنداں کہ ایں گفتار من
کہ ساتھی اور میرے یار کی خوبیاں	میرے اس بیان سے سو گنا ہیں

صفات الخ۔ یعنی کہ (ان سب کی قسم) میرے یار اور خواجہ تاش کی صفات اس میرے کہنے سے سو گنا زیادہ ہیں۔

آنچہ می دانم ز وصف آں ندیم	باورت ناید چہ گویم اے کریم
اس دوست کی خوبی جو میں جانتا ہوں	اے صاحب کرم! میں کیا بتاؤں آپ یقین نہیں کرتے ہیں

انچہ میدانم الخ۔ یعنی اے ندیم اور جو اس کے اوصاف مجھ کو معلوم ہیں آپ کو معلوم ہیں آپ کو یقین نہ آئے گا اس لئے کیا عرض کروں ورنہ وہ تو بڑا باوصف شخص ہے کہ جس کے اوصاف بیان میں آ ہی نہیں سکتے۔ اور بادشاہ کو ندیم اس لئے کہہ دیا کہ وہ پاس تو بیٹھا ہی تھا غرضیکہ اس غلام نے اس کی خوب ہی قسمیں کھا کھا کر تعریفیں کیں اور اپنی ساری برائیاں تسلیم کرلیں جس سے کہ اس کی حد درجہ کی تواضع ثابت ہوگئی اور اس بادشاہ کی گفتگو گزشتہ و آئندہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ خود کوئی کامل اور عارف ہے اور اس غلام کی حالت کا امتحان مقصود ہے کہ اس کے اخلاق کس قسم کے ہیں یہاں تک کی باتوں سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس غلام کو اپنے سامنے اور سب کے ساتھ حسن ظن تھا اور اپنے عیوب پر نظر تھی اسی لئے باوجود اس کے کہ وہ دوسرا اس قدر شریر وغیرہ تھا مگر اس کی تعریف ہی کرتا رہا آگے بادشاہ پھر سوال کرتا ہے کہ

شرح حبیبی

قسم غلام در صدق وفائے یار خود از طہارت ظن خود

گفت نے واللہ الخ: غلام نے کہا کہ ہرگز ایسا نہیں ہے جیسا حضور والا نے ارشاد فرمایا۔ میں اس خدائے عظیم کی قسم کھا کر عرض کرتا ہوں جو مالک الملک اور الرحمٰن و رحیم ہے اور جس خدا نے بنا بر احتیاج نہیں بلکہ محض اپنے فضل اور اپنی عظمت و اقتدار غیر مزاحم کی بنا پر انبیاءً کو بھیجا اور جس نے کہ ذلیل خاک سے راہ خدا کے بڑے بڑے شہسوار پیدا کئے اور ان کو دیگر خاکیوں کے مماثل مزاج سے پاک کیا اور ان کے عروج روحانی کو فرشتوں کی دوڑ سے بھی بڑھا دیا۔ ان کو آتش شہوات و ملکات رذیلہ سے پاک کر کے صاف شفاف نور بنا دیا اور پھر وہ نور تمام انوار سے سبقت لے گیا اور اس نور کی قسم کھاتا ہوں جو ارواح پر چمکتا تھا۔ تا آنکہ آدم علیہ السلام کو اس سے معرفت حاصل ہوئی اور جو کہ حضرت آدم علیہ السلام سے جلوہ گر ہوا اور جس نے حضرت شیث علیہ السلام کے ہاتھ کو اپنے مکانیت کے لئے منتخب کیا جس کو دیکھ کر حضرت آدم علیہ السلام نے ان کو اپنا خلیفہ بنایا اور جس گوہر سے حضرت نوح علیہ السلام نے متمتع ہو کر قضائے بحر جان امت میں گہرباری کی اور ان کو باطنی موتیوں سے مالا مال

www.besturdubooks.wordpress.com

کیا اور جس عظیم الشان نور کی بدولت حضرت ابراہیم علیہ السلام بے خطر آگ میں گھس گئے اور جس کی نہر میں غرق ہو کر اسمٰعیل علیہ السلام نے خنجر آبدار کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور جس کی شعاع سے جان داؤد علیہ السلام گرم ہوئی تو ان کے زرہ بننے کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو گیا اور جس کے وصال سے حضرت سلیمانؑ متمتع ہوئے تو دیوان کے مطیع و تابع فرمان ہو گئے اور جس کے سبب حضرت یعقوب علیہ السلام قضا الٰہی کے منقاد ہوئے تو بوئے یوسف سے ان کی آنکھیں روشن ہو گئیں اور جس آفتاب کو دیکھ کر یوسف علیہ السلام کے اندر تیقظ و بیداری پیدا ہوئی تو وہ خوابوں کے معبر کامل بن گئے اور جس کے سبب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے مستفیض ہو کر لاٹھی اژدہا بن گئی۔ اور سلطنت فرعون کو نگل گئی اور جس کی شوکت و عظمت کا راز معلوم کر کے برجیسؑ نے سات بار جان دی اور ہر مرتبہ زندہ ہو گئے اور جس کے عشق کا دم بھر کر زکریا علیہ السلام نے درخت کے اندر اپنی جان فدا کر دی اور جس کے جام کا ایک گھونٹ پی کر حضرت یونس علیہ السلام مست ہو گئے تو شکم ماہی میں ان کو آرام ملنے لگا اور جس کی لذت سے مست ہو کر حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اس کے شوق میں طشت زر میں اپنا سر رکھ دیا یعنی شہید ہو گئے اور جس کے ارتقاء اور علو مرتبت سے واقف ہو کر اسے دیکھنے کے اشتیاق میں روتے روتے شعیب علیہ السلام آنکھیں کھو بیٹھے اور جس کے آثار وصال کو دیکھ کر حضرت ایوب علیہ السلام نے مصیبت میں سات سال شکر و شکر کیا اور جس کی شراب نوشی کا دعویٰ کر کے خضر و الیاس علیہما السلام نے آب حیوان کو باوجود پالینے کے محقر سمجھا اور چھوڑ دیا اور اس کی طرف التفات بھی نہ کیا اور جس کی سیڑھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ملی تو وہ اس کے ذریعہ سے آسمان چہارم پر چڑھ گئے اور جس سلطنت و نعمت عظمیٰ کو پا کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لمحہ میں چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے اور جس کے سبب ابوبکر صدیقؓ خود مہتدی و موفق کامل اور دوسروں کے لئے نشان ہدایت و توفیق ہوئے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے بادشاہ عظیم القدر کے مصاحب خاص اور درجۂ صدیقیت پر فائز ہو گئے اور جس معشوق کا شیدا بن کر امیر المومنین عمر بن الخطابؓ تہ دل سے فارق بین الحق والباطل ہو گئے اور جس نور معائن و مشاہد کو دیکھنے کے لئے حضرت عثمانؓ ہمہ تن چشم بن گئے تو ان پر مزید نور فائض ہوا اور ذوالنورین بن گئے اور جس کے نور سے درفشاں ہو کر جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ چراگاہ ارواح میں شیر خدا بن گئے اور متصرف فی الارواح بالاصلاح ہو گئے اور جس کے نور سے روشن ہو کر سبطین حق سبحانہ کے عرش بریں کے گوشوارہ ہو گئے جن میں سے ایک زہر سے شہید ہوئے (کما ھو المشہور) اور دوسروں نے راہ خدا میں سر دیدیا اور کربلا میں شہید ہو گئے اور جس کے راز سے واقف ہو کر سبطین عرش کے گوشوارہ ہو گئے (اعادہ مضمون سابق ہے) سبطین سے مراد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نور سے امام حسنؓ اور امام حسینؓ ہیں جو عرش حق سبحانہ کے گوشوارہ ہیں) اور جس کے لشکر سے مدد پا کر حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے بے انتہا مقامات رفیعہ پر قبضہ پالیا اور جس کی وفود اور زیادتی سے مہتدی ہو کر حضت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے بذریعہ الہام حق سبحانہ سے قطب العارفین کا لقب حاصل کیا (خواہ اپنے الہام سے یا دوسروں کے) اور جس کے سبب حضرت کرخیؒ اپنے مقام کرخ کے محافظ ہو کر یعنی اس

www.besturdubooks.wordpress.com

میں عبادت میں مصروف رہ کر خلیفۂ حق اور گفتۂ او گفتۂ اللہ بود کا مصداق ہو گئے اور جس کے جویاں ہو کر حضرت ابراہیمؒ بن ادھم شاہان حکماء اور اہل اللہ کے بادشاہ ہو گئے اور جس کے سبب حق سبحانہ کے عجیب و غریب رستہ کو طے کرنے میں مصائب برداشت کرے سے حضرت شفیق بلخی خورشد رائے اور تیز نظر ہو گئے اور جس کے سبب حضرت فضیلؒ پر حق سبحانہ کی نظر عنایت ہوئی تو وہ رہزن سے پیر راہ اور مقتدائے راہ حق ہو گئے اور جس کے سبب بشر حافی علیہ الرحمۃ کو ادب میسر ہوا اور وہ بیابان طلب حق میں دوڑنے میں سرگرم ہوئے اور جس کے غم میں حضرت ذوالنون مصریؒ دیوانہ ہوئے اور مصر جان کے شکر خانہ بن گئے کہ ارواح عالم ان سے فیوض مرغوبہ حاصل کرنے لگیں اور جس کی راہ میں حضرت سری سقطی علیہ الرحمۃ نے سر دیا تو بڑے بڑے شہنشاہوں کے تحت سے ان کا رتبہ عالی ہو گیا۔ رحمۃ اللہ علی ارواحہم ولقوسہم المقدسہ ابدا ورضی اللہ عنہم اجمعین۔ اور جس کے سبب لاکھوں بڑے بڑے بادشاہ (اہل اللہ) اس عالم سے مستفیض ہو کر اس عالم میں جلوہ گر ہوئے جن کے ناموں کو غیرت خداوندی نے مخفی رکھا اور کسی ولی یا ہر ولی کو بھی ان کا پتہ نہ چلا لہٰذا وہ ان کا نام زبان پر نہ لا سکے یا پتہ تو چلا مگر اظہار کی اجازت نہ ہوئی اس لئے ظاہر نہ کر سکے نیز میں اس نور کی اور ان نورانی حضرات کی قسم کھا کر عرض کرتا ہوں جو اس بحر نور میں مچھلیوں کی طرح غرق ہیں جس کو اگر میں اس لئے بحر جان کہوں کہ روح اس میں غرق ہے اور اس سے حیات حاصل کرتی ہے یا اس لئے ان بحر کہوں کہ اس سے سمندر کو وہی نسبت ہے جو جان سے جسم کو۔ تو مناسب نہیں کہ یہ ہر دو اوصاف اس کے کم ترین اوصاف میں سے ہیں بلکہ اس کی تعبیر کے لئے مجھے نئے نام کی ضرورت ہے۔ نیز اس وقت اور اس ساعت کی قسم کھا کر عرض کرتا ہوں جس سے تمام عالم کا ظہور ہا ہے۔ اور تمام مغز جس کے مقابلہ میں بمنزلہ پوست کے ہیں کہ میرے ساتھی کے اوصاف اس سے سو گنا ہیں جس قدر کہ میں نے بیان کئے مجھے تو اس کے اوصاف یہ ہی معلوم ہیں لیکن جو مجھے معلوم ہیں ان کا آپ کو اعتبار نہیں آتا۔ پس میں کیا کر سکتا ہوں اور کیا کہہ سکتا ہوں۔

شرح حبیبی

شاہ گفتا کنوں از آن خود بگو	چند گوئی آن این و آن او
شاہ نے کہا اب اپنی بات کہہ	اس کی اور اس کی کب تک کہے گا؟

شاہ گفت الخ۔ یعنی بادشاہ نے کہا کہ اب کچھ ان پر حالات بھی تو بیان کر اور اس کے اور اسکے حالات کب تک بیان کرے گا۔ مطلب یہ کہ دوسروں کے حالات کو کب تک بیان کرتے گے اپنے حالات اور کمالات بھی تو بیان کر۔

تو چہ داری و چہ حاصل کردۂ	از تگ دریا چہ در آوردۂ
تیرے پاس کیا ہے؟ اور تو نے کیا حاصل کیا ہے؟	دریا کی تہہ سے کیا موتی لایا ہے؟

تو چہ داری الخ۔ یعنی تو (کمالات میں سے) کیا رکھتا ہے اور تو نے کیا حاصل کیا ہے اور دریائے (کمالات) سے کتنے موتی لائے ہو یعنی تم نے خود بھی کچھ حاصل کیا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

نور جاں داری کہ یار دل شود	روز مرگ ایں حس تو باطل شود
تیرے پاس روح کا نور (بھی) ہے جو دل کا رفیق ہے	مرتے وقت تیری یہ حس تو بیکار ہو جائے گی

روز مرگ الخ۔ یعنی موت کے دن تیری یہ حس تو باطل ہو جائے گی تو کیا تو نور جان رکھتا ہے جو یار دل ہو جائے مطلب یہ کہ کچھ کمالات باطنی بھی ہیں جو کہ وہاں کام آئیں اس لئے کہ وہاں تو یہ حواس باطل ہو جائیں گے تو وہاں اس طرح باتیں بنا کر کام نہیں چل سکتا بلکہ وہاں تو نور باطنی کی ضرورت ہے۔

ہست آنچہ گور را روشن کند	در لحد کیں چشم را خاک آگند
وہ کچھ بھی ہے جو قبر کو روشن کرے	قبر میں اس آنکھ کو مٹی بھر دے گی

در لحد الخ۔ یعنی لحد میں اس آنکھ کو خاک بھر دے گی تو کیا کوئی چیز (تیرے) پاس ایسی ہے جو کہ قبر کو روشن کرے مطلب یہ کہ یہ حس ظاہری جس سے کہ تو تمام عالم کو دیکھ رہا ہے اور جس کی وجہ سے تو تمام عالم کو روشن کہتا ہے یہ تو وہاں بیکار ہو جائے گی لہٰذا ان حواس کے علاوہ کوئی اور چیز ایسی ہونی چاہیے کہ جو وہاں روشنی پھیلا دے

مستعار آں را مداں اے مست عار	نور دل از جاں بود اے یار غار
اے مغرور! اس کو مانگی ہوئی چیز نہ سمجھ	اے جگری دوست! دل کا نور روح سے ہوتا ہے

نور دل الخ۔ یعنی نور دل (نور) جان سے ہوتا ہے اس یار غار کو مستعار مت جان اے عار (اور تکبر) میں مست۔

پر و بالت ہست تا جاں بر پرد	آں زماں کیں دست و پایت بر درد
بال و پر ہیں کہ روح پرواز کرے	جس وقت تیرے یہ ہاتھ پیر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے

آں زماں الخ۔ یعنی جس وقت کہ تیرے ہاتھ پاؤں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے تو کیا تیرے پر و بال ہیں کہ جن سے روح اڑ کر مراتب بلند کو حاصل کر) سکے۔

جان باقی بایدت بر جا نشاند	آں زماں کیں جان حیوانی نماند
اس کی جگہ باقی رہنے والی جان بٹھانی چاہیے	جس وقت یہ حیوانی روح نہ رہے گی

آں زماں الخ۔ یعنی جس وقت کہ جان حیوانی نہ رہے گی (ماضی بمعنے مستقبل) تو (اس وقت) جان باقی کو (اس کی) جگہ بٹھانا چاہیے۔ مطلب یہ کہ حصول ثمرات کے لئے حیات تو ضروری ہے اور یہ حیات دنیا چند روز میں فنا ہونے والی ہے لہٰذا کوئی ایسی چیز ہونی چاہیے جو کہ اس کے قائم مقام ہو سکے ورنہ اگر یہ روح حیوانی بھی نکل گئی اور اس کی جگہ اس کا کوئی بدل نہ آیا تو پھر تو مصداق لا یموت فیہا ولا یحییٰ کا ہو جائے گا لہٰذا اس حیات کا طلب کرنا ضروری ہوا یہاں تک تو بادشاہ نے ضرورت تکمیل روح کی بیان کی آگے آیت میں جاء بالحسنۃ سے بطور خطابہ استدلال فرماتے ہیں کہ دیکھو قرآن شریف سے بھی تکمیل روح کا ضروری ہونا ثابت ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرط من جاء بالحسن نے کردن ست	بل حسن راسوئے حضرت بردن ست
"جو شخص نیکی لایا" کی شرط نیکی کرنا نہیں ہے	بلکہ نیکی کو دریا میں لے جانا ہے

شرط من الخ۔ یعنی شرط من جاء بالحسنۃ (جو شخص کہ لائے حسنہ کو) ہے نہ کہ کرنا بلکہ (عمل) حسن کو حضرت حق کی طرف لے جانا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے جو قرآن شریف میں حسنات پر ثمرہ دینے کی شرط فرمائی ہے تو وہ یہ ہے کہ جو حسنات کو لائے اور یہ شرط نہیں ہے کہ جو حسنات کرے اور اعمال حسنہ جس قدر ہیں وہ سب کے سب عرض ہیں جو کہ منتقل نہیں ہو سکتے پس ظاہر آیت سے معلوم ہوا کہ یہ اعمال تو وہاں منتقل نہ ہونگے بلکہ وہاں لے جانے کے لئے کوئی شے جوہر ہونی چاہیے اور وہ جوہر روح عامل ہے لہٰذا آیت سے معلوم ہوا کہ ان ثمرات کے ملنے کیلئے تکمیل روح کی ضرورت ہے اور من جاء بالحسنۃ سے بظاہر مراد من جاء بالنفس الحسنۃ ہے۔ گویا کہ ضرورت نفس کاملہ کی ثابت ہوگئی اس لئے کہ معروض اور موزوں وغیرہ تو سب جواہر ہی ہیں اعراض تو معروض ہو ہی نہیں سکتے۔ آگے اسی تقریر کو مولانا خود فرماتے ہیں کہ

جوہرے داری ز انساں یا خری	ایں عرضہا کہ فنا شد چوں بری
تو انسانیت کا جوہر رکھتا ہے یا خرا (گدھا) ہے	یہ اعراض جبکہ فنا ہو گئے (انکو) کیسے لے جائے گا؟

جوہرے الخ۔ یعنی کوئی جوہر انسانی یا خری رکھتے (بھی) ہو (اس لئے کہ) یہ اعراض (اعمال) جب فنا ہو گئے تو ان کو کس طرح لے جاسکو گے مطلب یہ کہ جب وہاں حصول ثمرات کی شرط آوردن سے ہے اور اعراض منقول ہوتے نہیں بلکہ فنا ہو جاتے ہیں تو پھر تمہارے پاس کوئی جوہر نفس انسانی یعنی کامل یا خری یعنی ناقص کچھ ہے بھی تاکہ وہاں جا کر وہ موزوں و معروض ہو سکے ورنہ یہ اعمال جو کہ اعراض ہیں فنا ہو جائیں گے اور وہاں کچھ بھی کام نہ آئے گا۔

ایں عرضہائے نماز و روزہ را	چونکہ لا یبقیٰ زمانین انتفا
یہ نماز روزہ عرض	جبکہ دو زمانوں میں باقی نہیں رہتے ہیں' ناپید ہوگئے

این عرضہائے الخ۔ یعنی اعراض نماز و روزہ جبکہ دو زمانوں نہیں باقی رہتے تو منتفی ہو جاتے ہیں مطلب یہ کہ اعراض دو زمانوں میں باقی نہیں رہتے جیسا کہ متکلمین کا مذہب ہے پس یہ اعمال نماز روزہ وغیرہ جو کہ اعراض ہیں سب بیکار ہیں اور یہ وہاں پیش ہو ہی نہیں سکتے۔

نقل نتواں کرد مر اعراض را	لیک از جوہر برند امراض را
اعراض کو منتقل نہیں کیا جا سکتا ہے	ہاں (یہ اعراض) جوہر سے امراض خارج کر دیتے ہیں

نقل نتوان الخ۔ یعنی اعراض کو تو نقل کر نہیں سکتے لیکن امراض کو جوہر سے لے جاتے ہیں مطلب یہ کہ اعراض ہمیشہ کسی موضوع میں موجود ہو کر منتقل ہوتے ہیں اور اصل انتقال اس موضوع کو ہوتا ہے جو کہ جوہر ہے اور

www.besturdubooks.wordpress.com

ان کو صرف طبعاً انتقال کہا جاتا ہے پس اعراض فی موضوع تو پائے جاتے ہیں لیکن فی لاموضوع خارج میں کہیں پائے نہیں جاتے لہٰذا معلوم ہو گیا کہ منتقل جوہر ہی ہوگا۔ غرض صرف جوہر کی تکمیل کرتا ہے لہٰذا یہ اعمال جو کہ اعراض ہیں جوہر نفس انسانی کی تکمیل کرتے ہیں اور یہ اعمال صرف آلات ہیں اس کی تکمیل کے ورنہ اصل معروض و موزوں وغیرہ جوہر ہی ہے لہٰذا اس کو حاصل کرنا چاہیے آگے اس کے نظائر اپنی عادت کے موافق پیش فرماتے ہیں کہ

تامبدل گشت جوہر زیں عرض	چوں ز پرہیزے کہ زائل شد مرض
ان اعراض سے جوہر میں تبدیلی ہو جاتی ہے	جیسا کہ پرہیز سے مرض جاتا رہتا ہے

تامبدل الخ۔ یعنی یہاں تک کہ وہ جوہر اس عرض سے مبدل ہو جاتا ہے جیسے کہ پرہیز سے (کہ عرض ہے) مرض (جو کہ جوہر ہے) زائل ہو گیا دیکھو کہ یہاں ایک عرض نے جوہر کی تکمیل کر دی اور اس کو تندرست اور صحیح اس طرح اگر اعمال ہونگے تو روح تندرست اور قابل پیش کرنے کے بن جائے گی لیکن خود یہ اعمال پیش نہ ہونگے۔

گشت پرہیز عرض جوہر بجہد	شد دہاں تلخ از پرہیز شہد
کوشش سے پرہیز (عرض) جوہر (کو مکمل کرنے والا) بن گیا	کڑوا منہ پرہیز سے میٹھا بن گیا

گشت پرہیز الخ۔ یعنی پرہیز جو کہ عرض تھا کوشش کی وجہ سے جوہر بن گیا (جوہر کہہ دینا مبالغہ ہے مقصود یہ ہے کہ مکمل جوہر بن گیا) اور کڑوا منہ پرہیز کی وجہ سے شہد (کی طرح شیریں) بن گیا۔ مطلب یہ کہ دیکھو پرہیز سے جو کہ عرض ہے منہ شیریں ہو گیا جو کہ جوہر ہے اور انسان تندرست ہو گیا تو معلوم ہوا کہ اعراض جوہر کے لئے مکمل ہیں اور خود اعراض فنا ہونیوالے ہیں۔

از زراعت خاکہا شد سنبلہ	داروئے مو کرد مو را سلسلہ
کھیتی کرنے سے مٹی بال بن گئی	بالوں کی دوا نے بالوں کو بڑھا دیا

از زراعت الخ۔ یعنی زراعت کی وجہ سے خاک (بصورت سنبلہ ہو گئی اور بالوں کی دوا نے بالوں کو دراز کر دیا۔ مطلب یہ کہ دیکھو زراعت جو کہ ایک فعل ہے اور عرض ہے اس نے ایک جوہر یعنی خاک کی تکمیل کر کے اس کو بصورت سنبلہ کر دیا اور بال بڑھانے والے تیل کے اثر نے جو کہ عرض ہے بال کو جو کہ جوہر ہیں دراز کر دیا تو معلوم ہوا کہ اعراض مکمل جوہر ہوتے ہیں لیکن خود وہ کسی مصرف کے نہیں ہوتے۔

آں نکاح زن عرض بد شد فنا	جوہر فرزند حاصل شد زما
عورت سے نکاح کرنا عرض تھا جو فنا ہو گیا	فرزند جوہر ہم سے برآمد ہو گیا

آں نکاح الخ۔ یعنی نکاح عورت کا بھی ایک عرض تھا جو کہ فنا ہو گیا اور ایک جوہر یعنی فرزند ہم کو حاصل ہو گیا نکاح یہاں بمعنی لغوی یعنی وطی ہے مطلب یہ کہ وطی زوجین ایک فعل تھا جو کہ عرض تھا اور اس عرض نے ایک جوہر

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی نطفہ کی تکمیل کی پس اس سے ایک اور چیز یعنی صاحبزادہ بلند اقبال تشریف لے آئے۔

جفت کردن اسپ واشتر را عرض	جوہر کرہ بزائیدن غرض
گھوڑے اور اونٹ کی جفتی کرانا عرض ہے	مقصود بچہ جوہر جننا ہے

جفت کردن الخ۔ یعنی کہ گھوڑے اور خچر کو جفت کرنا ایک عرض ہے اور مقصود بچھڑے کا پیدا ہونا ہے جو کہ جوہر ہے پس معلوم ہو گیا کہ انکا وہ فعل عرض کامل ہو کر جوہر بن گیا ہے۔

ہست آن بستاں نشاندن ہم عرض	گشت جوہر میوہ اش اینک عرض
باغ لگانا عرض ہے	اس کا پھل جوہر بن گیا یہ مقصود ہے

ہشت آن الخ۔ یعنی کہ درخت لگانا ایک عرض ہے اور اس کا میوہ جو کہ جوہر ہے مقصود ہے اور اس فعل کے بعد یہ اثر اور مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔

ہم عرض داں کیمیا بردن بکار	جوہرے زاں کیمیا گر شد بیار
کیمیا گری کو بھی عرض سمجھ	کیمیا گر کے پاس سے جوہر دوست کے پاس آ گیا

ہم عرض الخ۔ یعنی کیمیا کو کام میں لانا بھی ایک عرض ہے اور اس کیمیا گر سے یار کو ایک جوہر حاصل ہو گیا جو کہ مقصود ہے لہٰذا جب اس کا فعل کہ اشیاء کیمیا دی کو جمع کر دینا ہے۔ کامل ہو گیا تو کیمیا حاصل ہو گئی۔

صیقلی کردن عرض باشد شہا	زیں عرض جوہر ہمی زاید صفا
اے شاہ! صیقل کرنا عرض ہوتا ہے	یہ عرض جوہر میں صفائی پیدا کر دیتا ہے

صیقلے کردن الخ۔ یعنی شاہ صاحب صیقل کرنا ایک عرض ہے اور اس عرض کی وجہ سے جوہر (کی تکمیل ہو کر اسکو) صفائی حاصل ہو جاتی ہے۔

پس مگو کہ من عملہا کردہ ام	دخل آں اعراض را بنما مرم
تو یہ نہ کہہ میں نے عمل کئے ہیں	ان اعراض کی پیداوار دکھا بھاگ نہیں

پس مگو الخ۔ یعنی پس یوں مت کہو کہ ہم نے اعمال کئے ہیں (بلکہ) ان اعراض کے ثمرہ کو دکھلاؤ اور بھاگو مت مطلب یہ کہ جب معلوم ہو گیا کہ اعراض بعد تکمیل جوہر ہو جاتے ہیں اور وہی کام کی چیز ہے اور وہی مقصود ہوا کرتا ہے جیسا کہ مثال ونظائر سے معلوم ہو گیا تو پھر یہ کہنا فضول ہے کہ ہم نے اعمال کئے ہیں نماز پڑھی ہے روزہ رکھا ہے وغیرہ وغیرہ بلکہ ان ثمرات کو جو کہ امر ہیں اور ان اعمال سے کامل ہو گئے ہیں دکھلاؤ۔

ایں صفت کردن عرض باشد خمش	سایۂ بز را پئے قرباں مکش
اسی طرح "کرنا" عرض ہو گا چپ رہ	قربانی کیلئے بکری کے سایہ کو ذبح نہ کر

www.besturdubooks.wordpress.com

این صفت الخ۔ یعنی کہ یہ صفت کرنا بھی (کہ ہم ان ایسے اعمال کئے ہیں) عرض ہے (اور غیر مقصود ہے) پس چپ رہو اور بکری سایہ قربانی کے واسطے مت مارو مطلب یہ کہ تم جو اعراض کو ظاہر کر رہے ہو اور ان ہی پر نازاں ہو تو اس کی تو ایسی مثال ہے کہ جیسے بکری کے سایہ کے گلے پر چھری پھیر دو تو ہرگز قربانی میں ہو سکتی اس لئے کہ جو اصل اور مقصود ہے اس کو چھوڑ کر عرض اور غیر مقصود کی طرف متوجہ ہو لہٰذا بادشاہ کی ساری تقریر کا خلاصہ یہ ہوا کہ اعمال چونکہ اعراض ہیں لہٰذا وہ نہ قیامت میں معروض ہو سکتے ہیں اور نہ موزوں کہ موزوں و معروض کوئی شے جوہری ہے اور وہ روح ہے لہٰذا ان اعمال کو آلات بنا کر اس جوہر کی تکمیل کرنی چاہیے جو کہ مقصود اور مفید ہے اور صرف ان اعمال ہی پر اعتماد نہ کرنا چاہیے جب تک صفائی قلب میسر نہ ہو لہٰذا یہ سن کر اس غلام نے جواب دیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کا قائل ہونا کہ اعمال بالکل ہی پیش نہ ہونگے ٹھیک نہیں ہے اس لئے کہ عوام ناامید ہو جائیں گے اور سمجھیں گے کہ جب اعمال بیکار ہیں تو پھر ان سے کیا فائدہ ہے اور صفائی باطن ہر ایک کو حاصل نہیں ہے لہٰذا اعمال کو بھی ترک کر دینگے جس کا مضر ہونا ظاہر ہے جب اسکا قائل ہونا مضر ہوا تو کوئی ایسی شے ہونی چاہیے جو کہ امور شرعیہ کے بھی موافق ہو اور یہ خرابی بھی لازم نہ آوے لہٰذا یہ کہیں گے کہ یہ اعراض نقل تو ضرور ہوں گے مگر اعراض رہ کر نقل نہ ہونگے بلکہ جواہر ہو جائیں گے جیسا کہ احادیث سے سورۂ بقرہ و آل عمران کا وہ لکڑیوں میں آنا ثابت ہے وغیر ذلک اب اشعار کو سمجھو۔

شرح حبیبی

شاہ گفت اکنون الخ: جب وہ غلام اپنے ندیم کی بہت کچھ تعریف کر چکا تو بادشاہ نے کہا کہ اس کے اور اس کے حالات کب تک بیان کرتا رہے گا اب کچھ اپنی حالت بیان کر کہ تیرے پاس کیا ذخیرہ ہے اور تو نے کیا کمال حاصل کیا ہے اور اس بحر نور کے تہہ سے جس کا تو نے اوپر ذکر کیا ہے کیا موتی نکالا اور کونسا کمال حاصل کیا ہے۔ موت کے دن یہ تیری حسن ظاہری و جسمانی تو جاتی ہی رہے گی اب تو یہ بتا کہ نور روح تیرے پاس ہے جو تیرے دل کا ساتھی ہو اور قبر جو کہ تیری جسمانی آنکھ خاک سے بھر دے گی جس سے بصورت بینائی ہونے کے بھی دکھائی نہیں دے سکتا اس کے لئے کیا تیرے پاس کوئی ایسی چیز (نور روح) ہے جو اس تیرہ و تار مکان کو روشن کر کے تجھے راحت پہنچا سکے اور جس وقت کہ یہ تیرے ہاتھ پاؤں پاش پاش ہو جائیں گے اور تو مرکز خاک ہو جائے گا تو ایسے وقت کے لئے تیرے لئے پر و بازو (کمال) ہیں جن کے ذریعہ سے تیری روح بلند پروازی کر کے معراج قرب حق حاصل کر سکے اور چونکہ نور جان صرف صحت و سلامت قلب ہی سے حاصل ہو سکتا ہے خارج سے حاصل نہیں ہو سکتا تو کیا تیرا دل سلیم ہے یاد رکھ جبکہ یہ روح حیوانی کہ بخارات لطیفہ کا نام ہے فنا ہو جائے گی اور تجھ پر جسمانی موت طاری ہوگی اس روز تجھے جان باقی بقاء الحق اور روح کامل کو اس کی جگہ بٹھلانے اور بحیات روحانی زندہ ہونے کی ضرورت ہوگی تا کہ تو قیامت میں اس کو حق سبحانہ کے پاس لے جا سکے کیونکہ حق سبحانہ

فرماتے ہیں من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا اس آیت میں جئی بالحسن اور اتیان بالحسن کو دس گنی جزاء کے لئے شرط قرار دیا ہے نہ کہ عمل کو اور یہ نہیں فرمایا کہ من عمل حسنا فلہ عشر امثالہا پس اس سے ظاہر ہے کہ ماتی بہ جوہر حسن (روح کامل) ہونا چاہیے۔ اب تو یہ بتا کہ تجھ میں روح انسانی اور روح کامل بھی ہے جس کو تو حق سبحانہ کے حضور میں لے جا سکے یا بالکل گدھا ہی ہے اور اب تک مقتضیات روح حیوانی شہوت و غضب وغیرہ ہی میں پھسلا رہا ہے اور روح انسانی جو تجھے عطا کی گئی تھی اس کی اصلاح کرنے اور اس کو حضور حق سبحانہ میں لے جانے کے قابل بنانے کی فکر ہی نہیں ہوئی۔ رہے یہ اعراض فانیہ نماز و روزہ سو تو ان کو حق سبحانہ کی حضور میں لے جا بھی نہیں سکتا۔ اس لئے کہ یہ اعراض ہیں اور اعراض چونکہ زمان وجود اور زمان بعد الوجود میں باقی نہیں رہ سکتیں اس لئے موجود ہوتے ہی معدوم ہو جاتی ہیں لہٰذا وہ لے جانے کے قابل نہیں کیونکہ لے جانے کے لئے بقا ضروری ہے وہو منتف ہہنا۔ ہاں ان اعراض خاصہ کے ذریعہ سے جوہر (روح) کے امراض کو زائل کیا جا سکتا ہے حتیٰ کہ ان اعراض کی ذریعہ سے وہ جوہر روحانی فساد سے مبدل بفلاح اور مرض سے منقلب الی الصحۃ ہو جاتا ہے جیسے کہ پرہیز کہ وہ ایک عرض ہے مگر اس کے ذریعہ سے جسم مرض سے مبدل بہ صحت ہو جاتا ہے اور یہ عرض یعنی پرہیز ایک جوہر یعنی جسم کے لئے مکمل ہو جاتی ہے کہ منہ جو کہ جوہر ہے صفرا کے سبب پہلے کڑوا ہوتا ہے پھر پرہیز کے باعث شہد کی طرح شیریں ہو جاتا ہے نیز دیکھو یوں ایک عرض ہے مگر خاک کو مکمل کر کے بالی بنا دیتا ہے اور بالوں کے بڑھانے کی دوا کا استعمال اور اس کی تاثیر ایک عرض ہے مگر وہ ایک جوہر کا مکمل ہو جاتی ہے اور بالوں کو بڑھا کر زنجیر کی مانند لمبے کر دیتی ہے۔ نیز عورت سے جماع ایک عرض ہے جو فنا ہو جاتی ہے مگر اس سے نطفہ کی تکمیل ہو کر بچہ بن جاتا ہے جو کہ ایک جوہر ہے۔ علیٰ ہذا گھوڑے کو گھوڑی پر ڈالنا اور اونٹ کو اونٹنی پر ایک عرض ہے مگر مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس سے ایک بچہ پیدا ہو جو کہ جوہر ہے اور یہ مقصود حاصل بھی ہو جاتا ہے۔ یوں ہی باغ لگانا ایک عرض ہے مگر اس سے میوہ حاصل ہوتا ہے جو کہ جوہر ہے اور وہی مقصود ہے اسی طرح قلب ماہیت کرنے والی ادویہ کا استعمال ایک عرض ہے مگر کیمیا گر کے اس فعل سے ایک جوہر یعنی سونا وغیرہ بن کر کسی یار کے پاس چلا جاتا ہے۔ اور یہ فعل اس کا ایک ناقص دھات کا مکمل ہو جاتا ہے یوں ہی صیقل کرنا تلوار وغیرہ کا ایک عرض ہے مگر اس سے ایک جوہر (تلوار وغیرہ) مکمل ہو جاتا ہے اور اپنے اندر صفائی پیدا کر لیتا ہے پس جب تجھے معلوم ہو گیا کہ افعال خود لے جانے کے قابل نہیں ہاں روح کو مکمل اور لے جانے کے قابل بنا سکتے ہیں تو یہ نہ کہنا کہ میں نے بہت سے اچھے اچھے کام کر لئے ہیں میں وہ لے جاؤں گا بلکہ اعراض کی تاثیر دکھا کر انہوں نے تیری روح کو کامل بنایا یا نہیں اور اس سے گریز مت کر جب تک تو ایسا نہ کرے گا اور اپنے اندر کمال نہ پیدا کرے گا اس وقت تک تیرا اپنے متعلق یہ کہنا کہ میں نے اعمال صالحہ کئے ہیں یا اپنے ندیم کے متعلق یہ کہنا کہ وہ ایسا ہے ایسا ہے بالکل فضول اور عرض فانی ہے پس تو لایعنی باتوں میں مصروف نہ ہو اور بجائے بکرے کے اس کے سایہ کی قربانی نہ کر۔ کہ بے نتیجہ ہے۔ بلکہ کمال روحانی حاصل کر اور کر چکا ہے تو دکھا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

گفت شاہا بے قنوط عقل نیست	گر تو فرمائی عرض را نقل نیست
اس (غلام) نے کہا اے شاہ عقل کے لئے مایوسی کے سوا کچھ نہیں ہے	اگر آپ یہ کہیں کہ عرض منتقل نہیں ہوتا ہے

گفت شاہا الخ۔ یعنی کہ غلام نے کہا کہ اے بادشاہ سوے (عام لوگوں کی) عقل کے ناامید ہونے کے (اور کوئی نتیجہ) نہیں ہے اگر آپ یہ فرماتے ہیں کہ اعراض کو نقل نہیں ہے مطلب یہ کہ اگر آپ اس کے قائل ہونگے تو پھر عام لوگ تو بالکل ناامید ہی ہو جاوینگے۔

بادشاہا جز کہ یاس بندہ نیست	ہر عرض کاں رفت و باز آئندہ نیست
اے شاہ! (یہ بات) بندہ کی مایوسی کے سوا کچھ نہیں ہے	(کہ) جو عرض چلا گیا واپس آنے والا نہیں ہے

بادشاہا الخ۔ یعنی کہ اے بادشاہ (اسکا قائل ہونا کہ) جو عرض کیا گیا پھر واپس ہونیوالا نہیں ہے بجز اس کے کہ بندوں کو ناامید کرنیوالا ہے اور کوئی نتیجہ نہیں ہے۔

گر نبودے مر عرض را نقل و حشر	فعل بودے باطل و اقوال قشر
اگر عرض کے لئے نقل ہونا اور جمع ہونا نہیں ہے	"کرنا" باطل ہو گا اور "کہنا" چھلکا ہو گا

گر نبودے الخ۔ یعنی اگر اعراض کے لئے نقل نہ ہوتی تو تمام اقوال باطل اور افعال فضول ہو جاتے اس لئے کہ جب وہ صادر ہونے کے بعد فوراً فنا ہو گئے تو ثمرہ کس پر ملے گا لہٰذا اس کے تو قائل نہیں ہو سکتے کہ اعراض اعمال منتقل نہ ہونگے اور انکا منتقل ہونا تو ممکن ہو گیا اب رہا یہ کہ ان کے معروض و موزوں و منقول ہونے کی کیفیت کیا ہوگی لہٰذا آگے اس کو بیان فرماتے ہیں کہ

ایں عرضہا نقل شد لون دگر	حشر ہر فانی بود کون دگر
یہ اعراض دوسری طرح منتقل ہوں گے	ہر فانی کا حشر دوسری ہستی میں ہو گا

این عرضہا الخ۔ یعنی تمام اعراض کی نقل دوسرے طریقہ سے ہوگی اور ہر فانی کا حشر ایک دوسرے کون سے ہوگا کہ جو اس کے پہلے عرضیت یا جوہریت کے مناسب بھی ہوگا۔

نقل ہر چیزے بود ہم لائقش	لائق گلہ بود ہم سائقش
ہر چیز کا منتقل ہونا اس کے مناسب ہوگا	گلہ بانٗ گلہ کے مناسب ہوتا ہے

نقل ہر چیزے الخ۔ یعنی نقل ہر چیز کا اس کے لائق ہی ہوگا جیسے کہ گلہ کے لائق اس کا سائق ہوتا ہے۔ بس اس طرح ان کا حشر بھی ان کے مناسب اور لائق ہی ہوگا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

وقت محشر ہر عرض را صورتیست	صورت ہر یک عرض را نوبتیست
حشر کے وقت ہر عرض کی ایک صورت ہوگی	ہر عرض کی صورت کے لئے ایک نوبت (معین) ہے

وقت محشر الخ۔ یعنی حشر کے وقت ہر عرض کی ایک صورت ہوگی اور ہر ایک کے عرض کی صورت کے لئے ایک نوبت ہوا کرتی ہے۔ مطلب یہ کہ ہر اس شے کے لئے جو اس وقت عرض ہے مراتب اور نوبتیں مختلف ہوتی ہیں جو شے اس وقت جوہر ہے وہ کسی وقت میں عرض تھی اور جو اس وقت عرض ہے وہ کسی وقت جوہر تھا اس لئے کہ جس قدر جواہر موجود ہیں یہ سب مرتبہ علم الٰہی میں اعراض تھے اور جس قدر اعراض ہیں یہ سب حق تعالیٰ کے یہاں جواہر موجود ہیں۔ جیسے کہ حدیث میں ہے کہ لما خلق اللہ الرحم قامت فقالت ہذا مکان العائذ بک من القطیعۃ لہٰذا معلوم ہوگیا کہ صلۂ رحم جو ایک عرض ہے ایک وقت میں جوہر تھا جو کہ بولتا تھا اور کھڑا ہوتا تھا لہٰذا معلوم ہوگیا کہ یہ سلسلہ اس طرح جاری ہے کہ جواہر سے اعراض اور اعراض سے جواہر بنا کرتے ہیں لہٰذا اگر اس طرح اعراض اعمال کو بھی مان لیا جائے تو کیا خرابی ہے۔

بنگر اندر خود کہ تو بودی عرض	جنبش جفتے بہ جفتے با غرض
تو خود اپنے اندر غور کر تو عرض تھا	ایک جوڑے کی جوڑے کے ساتھ حرکت خواہش کے ساتھ تھی

بنگر اندر الخ۔ یعنی اپنے اندر دیکھو کہ اول تم خود عرض تھے ایک جفت کی دوسرے کے ساتھ جنبش کی غرض کی وجہ سے تھی۔ مطلب یہ کہ اول ماں باپ کا ایک خیال تھا اور اس کی وجہ سے ایک حرکت انہوں نے کی لہٰذا اس خیال سے تم پیدا ہوگئے تو تم خود ایک مرتبہ میں عرض تھے جو کہ اب جوہر بنے بیٹھے اور آخر حکماء بھی اس کے تو قائل ہیں کہ ہر شے جب کہ موجود فی الذہن ہوتی ہے تو اسکا وجود اور ہوتا ہے اور جب موجود فی الخارج ہوتی ہے تو اسکا وجود اور ہوتا ہے پہلے وہ موجود فی رموضوع تھی اور خارج میں آ کر وہ موجود فی الموضوع ہوگئی۔ پس جو نسبت کہ ذہن کو خارج دنیا سے بھی ہی نسبت خارج دنیا کو خارج آخرت سے ہے اور اعمال اس وقت موجود لا فی الموضوع ہیں اور قیامت میں موجود فی الموضوع ہو جائینگے تو کیا استحالہ ہے یہاں سے امثال و نظائر بیان فرما رہے ہیں اور آگے بھی امثال ہی میں فرماتے ہیں کہ

بنگر اندر خانہ و کاشانہا	در مہندس بود چوں افسانہا
محلوں اور گھر کو دیکھ	انجینئر (کے ذہن) میں خیالات کی طرح تھے

بنگر اندر الخ۔ یعنی کہ گھروں میں اور محلوں میں دیکھو کہ وہ انجینئر (کے ذہن) میں مانند افسانوں کے تھے کہ وہ فلاں گھر جو ہم نے اچھی طرح دیکھا ہے وہ موزوں دیوار اور چھت اور دروازہ تھا۔ مطلب یہ کہ اول انجینئر کے ذہن میں اس طرح آتا ہے کہ فلاں مکان جو دیکھا ہے اس کے مطابق بنانا چاہیے۔ پس وہ صورت ذہنیہ صورت

www.besturdubooks.wordpress.com

حاصل کر کے پھر جوہر بن جاتی ہے۔

کاں فلاں خانہ کہ ما دیدیم خوش	بود موزوں صفہ و سقف و درش
کہ فلاں گھر جو ہم نے دیکھا ہے بہت خوبصورت تھا	اس کا دالان اور چھت اور دروازہ بہت موزوں تھا
از مہندس آں عرض و اندیشہا	آلت آور دوستوں از بیشہا
انجینئر کا وہ عرض اور خیالات	آلے اور جنگلوں سے ستون لائے

از مہندس الخ۔ یعنی انجینئر کے نزدیک تو وہ صرف تخیلات اور سوچ ہی تھے پھر اس سے جنگلوں میں سے آلات کو جمع کیا اور ستونوں کو اور اس سے ایک عمارت کھڑی کر دی تو یہ سب مسبوق بالعرض ہیں۔

چیست اصل و مایۂ ہر پیشۂ	جز خیال و جز عرض و اندیشۂ
ہر پیشہ کی اصل اور سرمایہ کیا ہے؟	سوائے خیال اور عرض اور سوچ کے

چیست اصل الخ۔ یعنی کہ ہر انجی اور پیشہ کی اصل کیا تھی سوائے خیال اور عرض اور تفکرات کے مثلاً یہ کہ اس طرح کمائینگے اور اس طرح مال حاصل کریں گے یہ سب اعراض ہی ہیں۔

جملہ اجزائے جہاں را بے غرض	درنگر حاصل نشد جز از عرض
دنیا کے تمام اجزاء کو بے غرض (ہو کر)	دیکھ سوائے عرض کے اور کچھ حاصل نہیں ہے

جملہ اجزائے الخ۔ یعنی تمام اجزائے عالم کو بے غرض (نفسانی) کے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ سوائے عرض کے اور کچھ بھی حاصل نہیں یعنی سب چیزیں مسبوق بالعرض ہونگی۔

اول فکر آمد آخر در عمل	بنیت عالم چناں داں در ازل
پہلے فکر آیا پھر عمل	ایسے ہی عالم کی بناء ازل میں (سمجھ)

اول فکر الخ۔ یعنی (جو شے کہ) فکر (میں) اول (تھی وہ) عمل میں آخر میں آئی اسی طرح عالم کی نسبت میں سمجھو کہ وہ بھی اول قصد و ارادہ حق تعالیٰ میں آیا اس کے بعد وجود ہوا پس وہ ارادہ و قصد حق تعالیٰ کا بھی کالعرض یعنی عرض کے مثل ہے اس لئے کہ عوارضات و جواہر تو صفات ممکن سے ہیں باری تعالیٰ میں پائی نہیں جاتیں۔ اس لئے یہاں مثل عرض کے کہیں گے آگے اول فکر آخر آمد در عمل کے نظائر پیش کرتے ہیں کہ

میوہا در فکر دل اول بود	در عمل ظاہر بآخر می شود
پھل اول دل کے خیال میں ہوتے ہیں	آخر میں عملی طور پر ظاہر ہوتے ہیں

میوہا الخ۔ یعنی کہ دل کی فکر اور سوچ میں اول میوہ ہوتا ہے اور عمل میں سب سے آخر میں ظاہر ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب کوئی باغ وغیرہ لگاتے ہیں تو سب سے اول یہ خیال ہوتا ہے کہ اس کا پھل کھائیں گے اس کے

www.besturdubooks.wordpress.com

بعد تمام کام اس کا لگانا اس کی پرورش کرنا وغیرہ وغیرہ کرتے ہیں پھر جب وہ پرورش پا جاتا ہے تب وہ پھل لاتا ہے پس دیکھو فکر میں سب سے پہلے آیا تھا اور وجود میں سب سے بعد میں حاصل ہوا۔

چوں عمل کردی شجر بنشاندئی	اندر آخر حرف اول خواندئی
جب تو نے عمل کیا شجرکاری کی	(گویا) آخر میں پہلا حرف پڑھا

چون عمل الخ۔ یعنی جبکہ تم نے کام کیا اور درخت کو لگا دیا تو آخر میں اول حرف کو پڑھا۔ مطلب یہ کہ جب تجھے میوہ کا خیال آیا تو اس کے واسطے درخت لگا دیا تو آخر میں اول حرف کو پڑھا۔ مطلب یہ کہ جب تجھے میوہ کا خیال آیا تو اس کے واسطے درخت لگایا گیا اور اسکی پرورش وغیرہ ہوئی۔ اس کے بعد اس میوہ کے خیال کو سب سے آخر میں حاصل کیا اور اس کا ثمرہ بالکل آخر میں ملا حالانکہ خیال شروع میں پیدا ہوا تھا۔

گرچہ شاخ و برگ و بیخش اول ست	آں ہمہ از بہر میوہ مرسل ست
اگرچہ اس (درخت) کی شاخ اور پتے اور جڑ پہلے ہے	وہ سب میوے کے لئے بھیجے ہوئے ہیں

گرچہ شاخ الخ۔ یعنی اگر شاخ اور پتے اور جڑ سب اول میں ہیں مگر یہ سب میوہ کے واسطے بھیجے گئے ہیں اصل مقصود تو میوہ ہی ہے اور سب توابع ہیں۔

پس سرے کہ مغز ایں افلاک بود	اندر آخر خواجۂ لولاک بود
پس وہ سردار جو ان آسمانوں کا مغز تھا	آخر میں صاحب لولاک ہوا

پس سرے الخ۔ یعنی وہ سردار کہ ان الاک کے مغز (اور مقصود) تھے تو آخر میں آئے اور ایسے سردار (کہ جن کی شان میں) لولاک (کہا گیا ہے ہوئے۔ یہ مضمون اگرچہ اس قبیل سے نہیں لیکن چونکہ اس کی مثل تھا اس لئے یہاں بھی لے آئے کیونکہ بیان اس کا ہے کہ جو شے کہ مقصود ہوتی ہے وہ بعد میں حاصل ہوا کرتی ہے اور اسکے توابع پہلے ہوا کرتے ہیں پس اس طرح حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ باعث تکوین عالم ہیں سب کے بعد میں تشریف لائے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقصود بعد ہی کو حاصل ہوا کرتا ہے اور حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ عالم ارواح میں سب سے پہلے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اول ما خلق اللہ نوری یا یہ کہ آیا ہے کہ حق تعالیٰ نے میرا نور پیدا فرما دیا تھا اور آدم ابھی مٹی اور پانی ہی میں تھے پس معلوم ہوا کہ اولیت من وجہ اور آخریت من وجہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہے۔

نقل اعراض ست ایں بحث و مقال	نقل اعراض ست ایں شیر و شگال
یہ بحث اور گفتگو اعراض کی نقل ہے	یہ شیر اور گیدڑ اعراض کی نقل ہے

نقل اعراض است الخ۔ یعنی کہ یہ بحث و مقال (جو کہ اسوقت ہو رہی ہے) بھی اعراض کا نقل ہی ہے اور

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ شیر اور گیدڑ بھی سب نقل اعراض ہی ہے اس لئے کہ ہر شے کا وجود خارجی مسبوق بالعدم ہے اور اس عدم میں قصد حق تعالیٰ تخلیق کا تھا لہٰذا اول تمام عالم کالعرض تھا اور اب وہی چیزیں جواہر ہیں۔

جملہ عالم خود عرض بودند تا	اندریں معنیٰ بیامد ھل اتیٰ
تمام عالم خود عرض تھا یہاں تک	کہ اسی مقصد کے لئے ھل اتیٰ (قرآن میں) آیا ہے

جملہ عالم الخ۔ یعنی کہ تمام عالم عرض تھا یہاں تک کہ اس معنے میں آیت ہل اتی علی الانسان الخ آئی ہے۔ مطلب یہ کہ جس قدر عالم میں کونیات ہیں وہ سب کے سب مسبوق بالعدم ہیں اس لئے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہل اتے علی الانسان حین من الدہر لم یکن شیئا مذکورا یعنی کیا انسان پر ایک ایسا وقت نہیں آیا کہ وہ کچھ بھی نہ تھا تو دیکھو لوکہ انسان پر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ یہ بھی عدوم ہوتا ہے۔

ایں عرضہا از چہ زائید از صور	ویں عرض ہم از چہ زائید از فکر
یہ اعراض (دنیا) کس چیز سے پیدا ہوئے صور (مثالی سے)	اور یہ عرض (صور مثالی) کس چیز سے پیدا ہوا فکر (صور علمیہ) سے

این عرضہا الخ۔ یعنی یہ اعراض کہاں سے پیدا ہوئے۔ صورتوں سے پیدا ہوئے اور وہ صورتیں کس شے سے پیدا ہوئیں۔ ان ہی تفکرات سے لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ سلسلہ اس طرح جاری ہے کہ اعراض سے جواہر اور جواہر سے اعراض بنا کرتے ہیں تو دیکھو اصل میں جو عرض تھا وہی جوہر ہو جاتا ہے۔

ایں جہاں یک فکرتست از عقل کل	عقل چوں شاہ است و فکرتہا رسل
یہ دنیا ایک عقل کل (اللہ) کا ایک فکر ہے	عقل (اللہ) گویا بادشاہ ہے اور فکر (صور علمیہ) قاصد ہیں

این جہان الخ۔ یعنی سارا جہان عقل کل (یعنی حق تعالیٰ) کی ایک فکر (کا نتیجہ) ہے اور عقل تو مثل بادشاہ کے ہے اور تفکرات مثل رسولوں کے ہیں مطلب یہ کہ ساری دنیا صرف حق تعالیٰ کے ایک خیال اور قصد کا ظہور ہے جو کہ کالعرض ہے۔ اسی سے یہ جواہر بن گئے ہیں۔

عالم اول جہان امتحاں	عالم ثانی جزائے این و آں
پہلا عالم امتحان کی دنیا ہے	دوسرا عالم اس اور اس کا بدلہ ہے

عالم اول الخ۔ یعنی عالم اول تو یہ جہان امتحان (یعنی دنیا) ہے اور عالم ثانی وہ اس کی اور اسکی جزا اور بدلہ ہے مطلب یہ کہ یہ جہان تو جہان امتحان ہے اس میں جو اعمال اچھے یا برے ہونگے وہ سب کے سب بصورت جواہر باقی رہیں گی ورنہ پھر ثواب وعقاب ہی کس پر ہوگا۔

چاکرت شاہا خیانت می کند	آں عرض زنجیر و زنداں می شود
اے شاہ! آپ کا نوکر بددیانتی کرتا ہے	وہ عرض زنجیر اور قید خانہ بن جاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چاکرت شاہا الخ۔ یعنی کہ اے بادشاہ آپ کا خیانت کرتا ہے (پس اس وقت آپ کے دل میں یہ آتا ہے کہ اس کو زنجیر میں باندھ کر قید کرنا چاہیے۔ پس) یہ عرض (جو کہ آپ کے دل میں خیال زنجیر زندان تھا) خود زنجیر و زندان کی شکل میں ہو جاتا ہے لہٰذا دیکھ لو کہ اول عرض تھا اور وہی عرض اب جوہر ہو گیا۔

بندہ ات چوں خدمت شائستہ کرد	آں عرض نے خلعتے شد در نبرد
آپ کے غلام نے جب اچھی خدمت کی	وہ عرض کیا معرکہ میں خلعت نہیں بنی؟

بندہ ات الخ۔ یعنی جب تیرا غلام کوئی عمدہ خدمت کرتا ہے (اور اس وقت تمہارے قلب میں اس کو حرکت دینے کی آئی) تو کیا وہ عرض (جو دل میں ایک خیال تھا) مقابلہ میں خلعت نہیں ہو گیا یعنی دیکھ وہ خیال عرض تھا اور پھر اسی سے وہ خلعت جو کہ جوہر ہے ظاہر ہو گیا اور بن گیا اور اس کو مل گیا۔

ایں عرض با جوہر آں بیضہ است و طیر	ایں ازاں و آں ازیں زاید بہ سیر
اس عرض (کی نسبت) جوہر کے ساتھ انڈے اور پرندکی ہے	یہ اس سے اور وہ اس سے مسلسل پیدا ہوتا ہے

ایں عرض الخ۔ یعنی کہ یہ عرض جوہر کے ساتھ (ایسا ہے جیسا کہ) بیضہ اور پرندہ کہ یہ اس سے پیدا ہوتا ہے اور وہ اس سے پیدا ہوتا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے کہ یخرج الحی من المیت و یخرج المیت من الحی۔ اس کی تفسیر بیضہ اور طائر کے ساتھ کی گئی ہے۔ پس حاصل اس تقریر کا یہ ہوا کہ آپ جو کہتے ہیں کہ اعمال بالکل پیش ہی نہ ہونگے تو یہ غلط ہے وہاں معروض و موزوں اعمال ہی ہونگے ہاں ان کی صورت بدل جاوے گی اور یہ اعراض سے جواہر ہو جاوینگے۔

گفت شاہنشہ چنیں گیر المراد	ایں عرضہائے تو یک جوہر نزاد
شاہنشاہ نے فرمایا مطلب بھی سمجھو	تیرے ان اعراض نے ایک جوہر نہ بنایا

گفت شاہنشہ الخ یعنی کہ بادشاہ نے کہا کہ اچھا اس طرح فرض کر لو مگر تیرے ان اعراض نے تو ایک بھی جوہر پیدا نہ کیا مطلب یہ کہ خیر اس کو تو ہم مان گئے مگر یہ ماننا صرف تقلیدی اور عقلی ہے ہم چاہتے ہیں کہ حساً عرض کو متشکل بجوہر ہوتے ہوئے دیکھیں پس اگر تیرے اعراض اعمال جوہر ہوتے ہیں تو دکھلا کہ کہیں نماز پڑھی ہو اور وہ جوہر ہو گئی ہو۔

شرح حبیبی

گفت شاہا بے قنوط الخ: غلام نے عرض کیا کہ حضور والا نے دعویٰ کیا ہے کہ روح ہی حضور حق سبحانہ میں لے جانے کی چیز ہے نہ کہ اعمال اور دلیل یہ بیان کی ہے کہ اعمال اعراض ہیں والعرض لا یبقے زمانین فالاعمال لا یبقیٰ زمانین اور جو چیز دونوں زمانوں تک باقی نہیں رہ سکتی وہ موجود ہوتے ہی معدوم ہو جاتی ہے اور جو چیز موجود ہوتے ہی معدوم ہو جاتی ہے وہ قابل نقل نہیں لہٰذا اعمال قابل نقل و حشر نہیں اور جب اعمال قابل نقل و حشر نہیں تو وہ باقی بہ بھی نہیں ہو سکتے اور جبکہ اعمال باقی بہ نہیں ہو سکتے تو لامحالہ روح ہوگی کیونکہ پیش کرنے کے قابل دو ہی چیزیں ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

سکتی ہیں یا روح یا اعمال پس جبکہ اعمال نہیں تو ضرور روح ہے۔ اس دلیل کا یہ مقدمہ کہ اعمال اعراض ہیں اس خاکسار کو مطلقاً تو تسلیم نہیں ہاں فی النشاۃ الاولیٰ مسلم ہے اور حضور جو یہ فرماتے ہیں کہ اعمال قابل نقل نہیں تو اسکا سبب محض عقل متوسط کی اسکے ادراک وعلم سے نا امیدی اور عجز ہے کہ وہ اس کو نہ سمجھ سکے اور نہ سمجھ میں آنے کی توقع رہی لہٰذا اس نے حکم لگا دیا کہ اعمال قابل نقل نہیں۔ نیز یہ امر کہ جو عرض فنا ہو گئی لوٹ نہیں سکتی۔ بندوں کے لئے مایوس کن ہے اور اس کا نتیجہ سوائے عوام کی مایوسی کے اور کچھ نہیں ہے کیونکہ ان کے اعمال کا مدار صرف یہی خیال ہے کہ اعمال تولے جائیں گے ان کی پرسش ہوگی وغیرہ وغیرہ اب اگر یہ کہہ دیا جائے کہ اعمال نقل نہیں ہو سکتے تو عوام ان کو محض بیکار سمجھ کر چھوڑ بیٹھیں گے اس لئے نہ یہ حکم فی نفسہ ہے اور نہ مصلحت کے لحاظ سے اسکا اظہار مناسب (بادشاہا جزکہ یاس بندہ نیست شعر سابق کے مضمون کی تاکید بھی ہو سکتا ہے مگر اولویت تاسیس کی بنا پر معنے مذکور پر محمول کیا گیا) حضور والا نے تو نقل اعمال کے امتناع کا دعویٰ کیا تھا مگر میں کہتا ہوں کہ اعمال ضرور منقول ومحشور ہونگے کیونکہ اگر اعمال کے لئے نقل وحشر نہ ہوتا تو وہ گو بوجہ مفید تجلیہ روح ہونے کے بالکل بے سود اور لغو نہ ہوتے لیکن معیاریت سزا جزا کے لحاظ سے ضرور فضول اور لغو ہوتے الا انکہ نقوص متواترہ ومتکاثرہ و متواترہ سے ان کے اس اعتبار سے بھی لغو اور فضول ہونے کا بطلان ظاہر ہے (اس تقریر پر شعر گر بنودے مرعرض را الخ کا مقصد من جاء بالحسنۃ کا معاوضہ ہوگا اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ اگر عوام کے اعتقاد میں مصلحت نہیں اس تقریر پر یہ شعر مضمون شعر سابق کا تتمہ ہوگا) آپ کے اس خیال کا کہ اعمال منقول ومحشور نہیں ہو سکتے مبنی یہ امر ہے کہ یہ اعراض ہیں اس لئے فانی اور غیر باقی ہیں مگر یہ مبنی ہی غلط ہے کیونکہ اعمال ضرور اعراض ہیں اور تھوڑی دیر کے لئے ہم یہ بھی مان لیتے ہیں کہ اعراض غیر باقی ہیں لیکن یہ کون کہتا ہے کہ یہ اعراض بوصف عرضیت ہی منقول ہونگے۔ بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ یہ اعراض دوسرے رنگ میں یعنی رنگ جوہریت میں محشور ہونگے اور یہ کچھ ضرور نہیں کہ عرض کا حشر برنگ عرض ہی ہو گو محال بھی نہیں (جیسا کہ نقل اعراض است این بحث وجدال سے ظاہر ہے) کیونکہ ہر فانی چیز کا حشر اسکا ایک دوسرا وجود ہے جو پہلے کیلئے مغایر ہے پس جو حالت اس وجود کے مناسب ہوگی اسی حالت میں محشور ہوگی کیونکہ گلہ کا ہانکنے والا اس کے مناسب ہوتا ہے یعنی ہر چیز کے متعلقات اس کے مناسب ہوتے ہیں اور ان میں سے ایک نقل بھی ہے لہٰذا وہ بھی اس کے مناسب ہی ہوگی۔ پس قیامت میں ہر عرض کے لئے ایک صورت جوہری ہوگی اور یہ کوئی ناممکن امر نہیں کیونکہ ہر عرض کی صورت وہیئت کے لئے مختلف وجودوں کے لحاظ سے ایک جداگانہ نوعیت ہے کبھی وہ صورت عرضیہ میں ظاہر ہوتی ہے اور کبھی صورت جوہریہ میں۔ دور کیوں جایئے خود اپنے ہی کو دیکھ لیجئے کہ آپ ایک وقت میں عرض اور زوجین کی حرکات جماعی کی علت غائی تھے جو کہ قائم بالذین اور موجود فی الموضوع تھے۔ اب آپ بصورت جوہری موجود ہیں۔ نیز مکانات اور عمارات کو دیکھئے کہ انکا وجود انسانوں کی طرح صرف مہندس اور انجینئر کے ذہن ہی میں تھا یعنی کہ فلاں گھر جو ہم

www.besturdubooks.wordpress.com

نے دیکھا تھا بہت عمدہ تھا۔ اسکا صفہ، چھت، در سب موزوں اور مناسب تھے ہم کو بھی ایک ایسی ہی عمارت تیار کرنی چاہیے مہندس کی اس عرض اور اسکے ان خیالات کا اثر یہ ہوا کہ جنگل سے ستون اور دیگر سامان مہیا کیا گیا اور ایک روز مکان تیار ہو گیا اور وہ موجود ذہنی جو بصورت عرض تھا اب بصورت جوہری نمودار ہو گیا اور یہ کچھ فن تعمیر ہی پر منحصر نہیں بلکہ اگر غور کیجئے کہ ہر پیشہ کی اصل کیا ہے تو خیال اور عرض اور تصور و فکر کے سوا کچھ نہ نکلے گی۔ آپ بنظر انصاف اور اتباع ہوئی کو چھوڑ کر سارے عالم کے ایک ایک جز کو دیکھ جائیے تو آپ کو معلوم ہو جائیے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اسکے تمام اجزا ایسے ہی اشیاء سے حاصل ہوئے ہیں جس کو مشابہت عرض کے سبب عرض کہا جا سکتا ہے یعنی صور علمیہ حق سبحانہ جس طرح ہمارے یہاں ایک شے فکر اور ذہن میں اول ہوتی ہے مگر عمل اور وجود خارجی میں مؤخر۔ یوں ہی بناء عالم کو ازل میں سمجھو کہ اسوقت وہ مرتبہ علم الٰہی میں تھی اور بعد کو اس کا خارج میں وجود ہوا (یہ تو معنی تو اس وقت ہیں جبکہ اول فکر کے معنی اول در فکر یا دیہ فکر اول ہوں اور دوسرے مصرعہ میں و نبیت عالم بیائے موحدہ تحتانیہ ہو اور اگر نبیہ عالم بیم ہو تو معنے یہ ہونگے کہ جس طرح ہوں کہ جس طرح فکر اول کا وجود خارجی آخر میں ہوتا شیت ایجاد عالم کو بھی ازل میں ایسا ہی سمجھو۔ کہ اسکا وجود خارجی بھی بعد ہی کو ہوا ہے) اب تم ایجاد علم کو میوہ دار درخت لگانے کے مثل سمجھو اور دیکھو کہ اس کا وجود خارجی بھی بعد ہی کو ہوا ہے۔ اب تم ایجاد عالم کو میوہ دار درخت لگانے کے مثل سمجھو اور دیکھو کہ میوے تصور ذہنی میں اول ہوتے ہیں لیکن خارج میں آخر میں ظاہر ہوتے ہیں جب تم عمل کرتے ہو اور درخت لگاتے ہو تو آخر میں اسی پہلی بات کو دہراتے اور اسکی علت غائیہ پھلوں کو جو پہلے ذہن میں موجود تھے اب اس کو خارج میں موجود پاتے ہو۔ پس اگر چہ وجود خارجی میں شاخیں، پتے، جڑ مقدم ہوتے ہیں مگر وجود ذہنی میں مؤخر اور مقصود بالعرض ہیں۔ مقصود بالذات پھل ہیں یہ چونکہ اس کے حصول کا ذریعہ ہیں اس لئے ان کو مقدم کیا گیا ہے۔ یوں جملہ عالم بمنزلہ جڑ اور شاخوں و پتوں کے ہے جو کہ وجود خارجی میں مقصود بالطبع اور موصل الی المطلوب الاصلی ہونے کے سبب مقدم ہے اور مقصود اصلی اور مغز آفرینش افلاک وغیرہ کا جسکا وجود خارجی آخر میں ہوا اور وہ عالی جناب ہیں جن کے لئے لولاک لما خلقت الافلاک وارد ہوا ہے خیر یہ ذکر تو استطرادا آ گیا تھا اب پھر اصل مطلب سنو۔ یہ گفتگو اور بحث جو آپ کر رہے ہیں کہ اعراض منقول نہیں ہو سکتے جو کہ عرض ہے خود یہ بحث بھی نقل اعراض ہی ہے اور شیر و گیدڑ جو کہ جوہر ہیں یہ بھی نقل اعراض ہی ہیں کیونکہ یہ منجملہ اجزائے عالم ہیں اور ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں اور اب پھر یاد دلاتے ہیں کہ تمام اجزائے عالم ابتدا میں کالعرض ہی تھے حتیٰ کہ قرآن مجید سے بھی یہی ثابت ہے کیونکہ ارشاد ہوتا ہے ہل اتی علی الانسان حین من الدہر لم یکن شیئا مذکورا اس سے معلوم ہوتا ہے عالم اولاً وجود خارجی اصلا نہ رکھتا تھا۔ اب سوچو کہ یہ اعراض (وجواہر عالم) کس چیز سے پیدا ہوئیں۔ صور مثالیہ جوہر سے اور صور مثالیہ جوہر یہ کس سے پیدا ہوئیں صور علمیہ حق سبحانہ سے لہٰذا اس تمام جہان کی اصل علیم وخبیر کا ایک علم ہی ہے جو اس عالم سے متعلق ہے اور جو کہ شبیہ

www.besturdubooks.wordpress.com

بالعرض ہے اور حق سبحانہ بمنزلہ بادشاہ کے ہیں اور صورت علیہ بمنزلہ قاصدوں کے جولہ حصول مدعا کا ذریعہ ہوتی ہیں۔ پس ثابت ہوگیا کہ یہ بحث دجلال وشیر وشغال سب نقل اعراض ہیں اور یہ بھی ثابت ہوگی کہ کبھی نقل اعراض بصورت اعراض ہوتی ہے اور کبھی بشکل جواہر نیز اسی سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اعمال بصورجوہر یہ محشور و منقول ہو سکتی ہیں اور ان کے بصورت اعراض محشور ہونے سے محض ان کا عرض ہونا مانع نہیں کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ عرض بصورت عرضی منقول ہو سکتی ہے۔ ہاں اگر مانع ہے تو کوئی اور علت بلکہ میں کہتا ہوں کہ اعراض کا بصورت عرض محشور ہونا صرف ممکن ہی نہیں بلکہ فی الجملہ ثابت بھی ہے مثلاً صحف اعمال میں ان کا محشور ہونا یا بعد عرض اعمال کے مکلفین کے ان کو جان لینے کے بعد ان کا ان کے ذہنوں میں موجود ہونا وغیرہ وغیرہ خیر جب یہ ثابت ہوگیا کہ جملہ اجزائے عالم خواہ جواہر ہوں خواہ اعراض نقل اعراض اور عالم کے دو حصہ ہیں ایک اول جو کہ مقام امتحان و آزمائش ہے دوسرا آخر جو کہ مقام جزاوسزا ہے پس جبکہ اس عالم کے اشیاء خواہ جواہر ہوں یا اعراض۔ نقل اعراض ہیں تو اس عالم میں نقل اعراض بصورت اعراض وجواہر کیوں محال ہوگی اور یہ احتمال کہ وہ عالم جزاء سزا ہے اس لئے ایسا نہیں ہو سکتا سو یہ ایک بے سود احتمال ہے ہم تمہیں عالم جزاء وسزا میں بھی اس قسم کی نقل دکھائے دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ کا ایک خادم خیانت عرض ہے اور زنجیر وجیل خانہ جوہر۔ یوں ہی آپ کا ایک غلام عمدہ خدمت کرتا ہے جو کہ عرض ہے تو کیا وقت مجازاۃ اس کا ظہور خلعت کی صورت میں نہیں ہوتا جو کہ جوہر ہے ضرور ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ اس کا عالم جزاوسزا ہونا بھی اس نقل سے مانع نہیں ہے ان دو شعروں کی ایک تقریر تو یہ تھی۔ دوسری تقریر یہ ہے کہ آپ کا ایک خادم خیانت کرتا ہے اور اس کے سبب آپ اس کے لئے اول اپنے ذہن میں زنجیر و جیل خانہ تجویز کرتے ہیں جو کہ عرض ہے پھر اس سزا کا ظہور ہوتا ہے تو وہ سزا جو اول عرض تھی زنجیر وجیل خانہ ہو جاتی ہے جو کہ جوہر ہے۔ علی ہذا آپ کا ایک غلام عمدہ خدمت کرتا ہے اور آپ اس کی جزاء میں اس کے لئے خلعت تجویز کرتے ہیں جس وقت کہ اب تک عرض ہوتی ہے تو کیا وقت مجازاۃ وہ عرض خلعت اور جوہر نہیں بن جاتی الخ پس خلاصہ کلام یہ کہ جوہر سے عرض پیدا ہوتی رہتی ہے اور عرض سے جوہر اور یہی سلسلہ چلا جاتا ہے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے انڈا اور پرندہ کہ پرندہ سے انڈا پیدا ہوتا ہے اور انڈے سے پرندہ۔ تو نقل جواہر بصورت اعراض ناممکن اور نہ اعراض کا بصورت جواہر منقول ہونا پس یہ دعوے کہ نقل اعراض واعمال ناممکن ہے بالکل غلط ہے۔ ف عرض کے بصورت جوہر نمودار ہونے اور جوہر کے بشکل عرض ظاہر ہونے کے امتناع کا مدار ذاتیت جوہریت وعرضیت للجوہر والاعراض پر ہے لیکن اس اصل پر کوئی دلیل قائم نہیں محض دعوے بداہت ہے۔ پس خصم کو گنجائش ہے کہ وہ اس دعوے کو تسلیم نہ کرے بلکہ کہہ دے کہ یہ بداہت۔ بداہت وہم ہے نہ کہ بداہت عقل۔ صوفیہ تو اس بداہت کو بداہت وہم جانتے ہی ہیں۔ بعض اہل ظاہر جیسے محقق دوانی وغیرہ بھی اس کو بداہت وہم ہی مانتے ہیں اور اعمال کے قیامت میں بشکل جواہر نمودار ہونے کو تسلیم کرتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت شاہنشہ چنیں گیر الخ: بادشاہ نے کہا اچھا یونہی سہی کہ جواہر سے اعراض پیدا ہوئے ہیں اور اعراض سے جواہر اس لئے اعراض اعمال سے بھی جواہر اعمال پیدا ہوتے ہیں مگر ہمارا مقصد تو یہ ہے کہ تمہارے اعمال سے تو کوئی جوہر پیدا نہیں ہوا تم خدا کے سامنے کیا لے کر جاؤ گے اگر پیدا ہوا ہو تو دکھاؤ کہاں ہے۔

شرح مبیبی

تابود غیب ایں جہان نیک و بد	گفت مخفی داشت ہست آں را خرد
تاکہ یہ جہان نیک و بد پوشیدہ رہے	اس (غلام) نے کہا عقل (اللہ) نے اس کو پوشیدہ رکھا ہے

گفت مخفی الخ۔ یعنی اس غلام نے کہا کہ اس کو عقل (کل یعنی حق تعالی) نے مخفی رکھا ہے تاکہ اس جہان کا نیک و بد پوشیدہ اور مخفی رہے۔ مطلب یہ کہ جیسا ہم نے بتایا ہے یہ چونکہ عالم امتحان ہے اس لئے اس کے اندر سب نیک و بد مخفی رکھا گیا ہے۔

کافر و مومن نگفتے جز کہ ذکر	زانکہ گر پیدا شدے اشکال فکر
(تو) کافر اور مومن سوائے ذکر (خداوندی) کے زبان پر نہ لاتا	اس لئے کہ اگر خیالات کی شکلیں ظاہر ہو جاتیں

زانکہ گر پیدا الخ۔ یعنی اس لئے کہ اگر تفکرات کے اشکال ظاہر ہو جایا کرتے تو کافر و مومن سب کے سب سوائے ذکر اللہ کے اور کچھ بھی نہ کہتے۔ مطلب یہ کہ اگر ان اعراض اعمال کی شکلیں ظاہر ہو جایا کرتیں جس سے کہ معلوم ہو جاتا کہ یہ برا ہے اور یہ اچھا ہے تو پھر مومن و کافر سب کے سب اللہ ہی کی یاد میں رہتے اس لئے کہ سب کے سب دیکھ لیتے کہ اسکا یہ ثمرہ ہے اور اسکا یہ ثمرہ ہے پس سب کو معلوم ہو جاتا اور خوف کے مارے اللہ کی یاد میں لگے رہتے اور یہ عالم غیب نہ رہتا۔

نقش دین و کفر بودے بر جبیں	پس عیاں بودے نہ غیب اے شاہ دیں
پیشانی پر دین اور کفر کا نشان ہو جاتا	اے دین کے بادشاہ! مشاہدہ ہو جاتا نہ کہ غیب

پس عیان بودے الخ۔ یعنی یہ سب چیزیں ظاہر ہو جاتیں نہ کہ غیب رہتیں۔ اے شاہ دین اور نقش کفر کا اور ایمان کا ہر شخص کے ماتھے پر ہوتا۔ یعنی ظاہر ہو جاتا تو پھر یہ دنیا عالم غیب نہ رہتا۔ بلکہ عالم مشاہدہ ہو جاتا ظاہر نظر میں یہاں شبہ ہوتا ہے کہ جب سب کی حالت ظاہر ہو جاتی اور ہر شخص کو معلوم ہو جاتا کہ میں دوزخ میں جاؤں گا یا جنت میں تو پھر وہ سارے کے سارے ذکر اللہ میں کیوں مشغول ہوتے جیسا کہ مولانا فرماتے ہیں بلکہ دوزخی ہونگے وہ مایوس ہو کر سب ذکر وغیرہ چھوڑ دیں گے اور جو مومن ہونگے وہ بے فکر ہو کر سب چھوڑ بیٹھیں گے جواب اس کا یہ ہے کہ باوجود اس ظہور کے بھی ذکر اللہ ہی ہے اس طرح مشغول رہیں گے اور اس طرح اعمال حسن کریں گے جیسے کہ اب قیامت میں باوجود یہ کہ سب کو اپنی اپنی حالت معلوم ہو جائے گی مگر کفار پھر بھی الفاظ ایمان کہیں گے کہ شاید قبول ہو جائیں حالانکہ وہ کہنا بالکل فضول ہوگا پس اس طرح اگر دنیا میں معلوم ہو جاتا تو اس وقت بھی یہی حالت ہوتی اور

www.besturdubooks.wordpress.com

جو لوگ کہ مومن ہوتے وہ ترقی درجات کے لئے ذکر اللہ میں مشغول ہوتے۔ خوب سمجھ لو۔

کے دریں عالم بت و بتگر بدے	چوں کسے را زہرۂ تسخر بدے
اس عالم میں بت اور بتگر کب ہوتے؟	کس طرح کسی کو مذاق اڑانے کا حوصلہ ہوتا؟

کے دریں الخ۔ یعنی پھر اس عالم میں بت اور بت گر کب ہوتے اور کسی کو مسخرہ پن کی کب مجال ہوتی۔

پس قیامت بودے ایں دنیائے ما	در قیامت کے کند جرم و خطا
ہماری یہ دنیا حشر بن جاتی	(اور) حشر میں جرم و خطا (کوئی) کب کرسکتا ہے؟

پس قیامت الخ۔ یعنی پس ہماری یہ دنیا قیامت ہو جاتی (اور عالم امتحان نہ رہتا) اور قیامت میں کون جرم خطا کرتا ہے لہٰذا یہاں بھی سب نیکوکار ہی ہوتے۔ مگر چونکہ یہ عالم امتحان تھا اس لئے حق تعالیٰ نے ان چیزوں کو پوشیدہ رکھا اور ظاہر نہیں فرمایا۔

شرح حبیبی

گفت مخفی داشت الخ: غلام نے کہا کہ خدائے علیم نے ان کو ابھی پردۂ عدم میں چھپا رکھا ہے۔ ابھی پیدا ہی نہیں کیا۔ قیامت کو پیدا کرے گا یہ کہ پیدا کر دیئے گئے مگر نظروں سے پوشیدہ ہیں (والثانی ارجح) تا کہ یہ عالم اعمال نیک بد عالم غیب رہے اور امتحان متصور ہو کیونکہ اگر صور عقائد کا کہ منجملہ اعمال ہیں ظہور ہوتا تو جواب مومن یا کافر ہیں سب ذکر اللہ ہی کرتے اور مومن ہوتے نیز اس وقت یہ عالم عالم شہادت ہوتا نہ کہ عالم غیب اور دیندار کا دین اور کافر (اگر بالفرض موجود ہوتا تو اس) کا کفر یوں ظاہر و آشکار ہوتا جیسے پیشانی پر لکھا ہوا ہو اور اس عالم میں کب بت ہوتے اور کب بت گر اور کسی کو دین کے ساتھ استہزاء کی مجال کیسی ہوتی۔ اس بنا پر یہ ہماری دنیا ہی قیامت ہو جاتی اور کوئی جرم ہی نہ کرسکتا کیونکہ قیامت میں جرم کون کرتا ہے۔

شرح حبیبی

گفت شہ پوشید حق پاداش بد	لیک از عامہ نہ از خاصان خود
بادشاہ نے فرمایا اللہ (تعالیٰ) نے برائی کی سزا پوشیدہ رکھی ہے	لیکن عام انسانوں سے نہ کہ اپنے خواص سے

گفت شہ الخ۔ یعنی بادشاہ نے کہا کہ بے شک حق تعالیٰ نے جزائے بد کو پوشیدہ رکھا ہے لیکن عام ہی لوگوں سے پوشیدہ رکھا ہے اپنے خاص لوگوں سے پوشیدہ نہیں رکھا اس کہنے میں بطور تحدث بالنعمۃ کے بادشاہ نے یہ کہا کہ چونکہ خاص لوگوں سے مخفی نہیں اور میں بحمد اللہ خاص لوگوں میں سے ہوں پس تو مجھے اپنے اعمال کو جواہر بنتے ہوئے دکھا۔

گر بدامے افگنم من یک امیر	از امیراں خفیہ دارم نز وزیر
اگر میں (سزا کے) جال میں کسی ایک سردار کو ڈالوں	سرداروں سے مخفی رکھوں گا نہ کہ وزیر سے

www.besturdubooks.wordpress.com

گر بدامے الخ۔ یعنی میں اگر کسی امیر کو قید میں ڈالتا ہوں تو (دوسرے) امیروں سے تو خفیہ رکھتا ہوں نہ کہ وزیر سے بس اس طرح حق تعالیٰ بھی اپنے خاص لوگوں سے ظاہر فرمادیتے ہیں۔

حق بمن بنمود بس پاداش کار	وز صورہائے عملہا صد ہزار
اللہ (تعالیٰ) نے عملوں کا بدلہ میرے لئے نمودار کر دیا ہے	لاکھوں عملوں کی صورتوں کے ذریعہ

حق بمن بنمود الخ۔ یعنی کہ مجھے حق تعالیٰ نے اعمال کے بدلے دکھلا دیئے ہیں لاکھوں اعمال کی صورتوں میں لہٰذا تو بھی مجھے اپنے اعمال کو جواہر ہوتے دکھلا۔ یہاں سے بھی اس بادشاہ کا عارف کامل ہونا معلوم ہوتا ہے۔

تو نشانے دہ کہ من دانم تمام	ماہ را بر من نمی پوشد غمام
تو (اپنے اعمال کی) نشاندہی کر میں سب جان جاؤں گا	ابر چاند کو میرے سامنے نہیں چھپا سکتا

تو نشانے دہ الخ۔ یعنی کہ تو کوئی نشانی بتا کہ جس سے میں پوری طرح (تیری حالت) کو جان لوں اور بادل میرے اوپر چاند کو پوشیدہ نہیں کرتا۔ مطلب یہ کہ یہ عوارضات ظاہری مجھے حقیقت بینی سے روکتے نہیں ہیں لہٰذا تم کوئی نشانی ایسی بتاؤ کہ جس سے مجھے تمہاری پوری کیفیت معلوم ہو جائے۔

گفت پس از گفت من مقصود چیست	چوں تو میدانی کہ آں چہ بود چیست
اس (غلام) نے کہا پھر میرے کہنے کا کیا فائدہ ہے؟	جبکہ آپ جانتے ہیں کہ جو (عمل) تو وہ کیسا ہے

گفت پس الخ۔ یعنی کہ اس غلام نے کہا کہ پھر میرے ہی کہنے سے کیا مقصود ہے جبکہ آپ کو معلوم ہے جو کچھ کہ تھا یا ہے۔ مطلب یہ کہ جب آپ کو خبر ہے تو میرے کہنے ہی کی کیا ضرورت ہے۔

گفت شہ حکمت در اظہار جہاں	آنکہ دانستہ بروں آید عیاں
شاہ نے فرمایا دنیا کو پیدا کرنے کی حکمت	یہ ہے کہ (اللہ کا) جانا ہوا مشاہدہ میں آ جائے

گفت شہ الخ۔ یعنی بادشاہ نے کہا کہ جہان کے ظاہر کرنے میں یہ حکمت تھی کہ جو چیز کہ جانی ہوئی تھی (علم باری تعالیٰ میں) وہ ظاہر ہو جائے پس جب کہ سنت اللہ بھی اظہار ہی پر جاری ہے حالانکہ حق تعالیٰ کو سب معلوم تھا کہ وہ دوزخی ہے اور وہ جنتی ہے مگر جب تک کہ ظاہر طور پر دکھلا نہیں دیا اس وقت تک اس کو سزا یا جزا نہیں دی۔ پس اگرچہ مجھے بھی معلوم ہے مگر تو بیان کر۔

آنچہ می دانست تا پیدا نکرد	بر جہاں ننہاد رنج طلق و درد
جب تک (اللہ تعالیٰ نے) اس کو پیدا نہ کر دیا جس کو وہ جانتا تھا	دنیا پر درد زہ اور تکلیف کو مسلط نہیں کیا

انچہ میدانست الخ۔ یعنی جو کچھ کہ حق تعالیٰ جانتے تھے جب تک کہ اس کو پیدا نہ کر لیا اس وقت تک جہان پر کسی قسم کی تکلیف نہیں رکھی طلق دردزہ کو کہتے ہیں مطلب یہ کہ باوجود یہ کہ حق تعالیٰ جانتے تھے مگر پھر بھی سب کو

www.besturdubooks.wordpress.com

پیدا اور ظاہر فرما کر پھر ان پر کسی قسم کی رنج و تکلیف اور سزا و جزا رکھی۔

یک زماں بیکار نتوانی نشست	تا بدی یا نیکی از تو نجست
تو تھوڑی دیر (بھی) بیکار نہیں بیٹھ سکتا ہے	جب تک کہ کوئی بدی یا نیکی تجھ سے سرزد نہ ہو

یکو مان بیکار الخ۔ یعنی ایک گھڑی بھی تم بیکار نہیں بیٹھ سکتے کہ تم سے کوئی بدی یا نیکی ظاہر نہ ہو۔

ایں تقاضا ہائے کار از بہر آں	شد موکل تا شود سرت عیاں
کام کے یہ تقاضے اس لئے	مسلط ہوئے تاکہ تیرا بھید کھل جائے

این وتقاضہ ہائے الخ۔ یعنی یہ کام کا تقاضا اس لئے مسلط ہو گیا ہے تاکہ وہ کام ظاہر ہو جائے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اظہار ہی میں فوائد ہیں اسی وجہ سے سنت اللہ بھی اس طرح جاری ہے پس تو بھی ظاہر کر اور نشانی دکھا۔

ورنہ کے گیرد کلابہ تن قرار	چوں ضمیرت می کشد او رابکار
ورنہ (یہ کیوں ہے کہ) بدن کا چرخہ کب قرار پکڑتا ہے؟	چونکہ تیرا دل اس کو کام کی طرف کھینچتا ہے

پس کلابہ الخ۔ یعنی یہ بدن کا چرخہ کب ساکن ہو سکتا ہے جب اسکے تاگے کو دل کھینچ رہا ہو مطلب یہ کہ جب اندر سے افعال کا تقاضا ہو رہا ہے تو پھر بغیر ان افعال کے صادر ہوئے کیسے چین لے سکتا ہے کلابہ چرخہ۔

پس کلابہ تن کجا ساکن شود	چوں سر رشتہ ضمیرش می کشد
جسم کا چرخہ کہاں ٹھہرتا ہے؟	جبکہ دل کا دھاگہ اس کو چلاتا ہے
تاسۂ تو شد نشان آں کشش	برتو بیکاری بود چوں جاں کنش
اس کشش کی علامت تیری بے چینی ہے	بیکاری تیرے لئے جان کنی ہے

تاسۂ تو شد الخ۔ یعنی تمہارا اضطراب اس کشش کی نشانی ہے کہ تجھ پر بیکاری جان کندنی ہو جاتی ہے اور دل چاہتا ہے کہ کون کام کریں لہٰذا یہ دل کا گھبرانا اس کشش اندرونی کی دلیل ہے کہ جس سے افعال ظاہر ہوتے ہیں۔

تاسۂ تو آں کشش را شد نشاں	ہست بیکاری چوں جاں کندن عیاں
تیری بے قراری اس کشش کی علامت ہے	ظاہر ہے کہ بیکاری جان کنی کی طرح ہے
ایں جہان وآں جہاں زاید ابد	ہر سبب مادر اثر از وے ولد
یہ جہاں اور وہ جہاں ہمیشہ (نتائج) پیدا کرتا ہے	ہر سبب ماں ہے مسبب اس کا بچہ ہے

این جہان الخ۔ یعنی کہ یہ جہان اور وہ جہان ہمیشہ (اسباب کو) پیدا کرتا ہے اور ہر سبب (مثل) ان (کے) ہے اور اس کا اثر اس کے ولد کی طرح ہے۔ اس جہان عالم غیب کا ہمیشہ ہونا تو ظاہر ہے کہ لا تقف عند حد

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے لیکن اس جہان کو ہمیشہ کہہ دینا بوجہ طول زمانہ کے ہے۔ مطلب یہ کہ اسباب سے ہمیشہ اثر ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ غرضیکہ عالم کا یہی سلسلہ ہے۔

تا بزاید زو اثر ہائے عجب	چوں اثر زائید آں ہم شد سبب
یہاں تک کہ اس نے عجب مسببات پیدا کئے	جب مسبب پیدا ہوا وہ بھی سبب بن گیا

چون اثرالخ۔ یعنی جبکہ اثر پیدا ہوا تو وہ بھی (کسی اور کا) سبب ہو جاتا ہے یہاں تک وہ ایک دوسرا عجیب اثر پیدا کرتا ہے۔

دیدۂ باید منور نیک نیک	ایں سببہا نسل بر نسل ست لیک
بہت روشن آنکھ چاہیے	یہ اسباب نسل در نسل ہیں لیکن

این سببہا الخ۔ یعنی کہ یہ اسباب اس طرح نسلاً بعد نسلاً ہیں (کہ ایک دوسرے سے پیدا ہوتے ہیں لیکن ان کے دیکھنے کے لئے خوب اچھی طرح منور آنکھ کی ضرورت ہے کہ جس سے معلوم ہو سکے کہ اسباب آپس میں اس طرح متبدل ہوتے ہیں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

تا بدید از وے نشانے یا ندید	شاہ با او در سخن اینجا رسید
(یہ معلوم) اس (غلام کے قلب) کا کوئی نشان دیکھا یا نہیں دیکھا	بادشاہ اس کے ساتھ گفتگو میں یہاں تک پہنچا

شاہ با اوالخ۔ یعنی بادشاہ اس غلام کے ساتھ باتوں میں یہاں تک پہنچا اب اس نے کوئی نشانی اس غلام سے دیکھی یا نہیں دیکھی اس کی ہمیں خبر نہیں۔

لیک مارا ذکر آں دستور نیست	گر بدید آں شاہ جویا دور نیست
لیکن اس کا ذکر کرنا ہمارا شیوہ نہیں ہے	اگر اس جستجو کرنے والے بادشاہ نے دیکھ لیا ہو تو بعید نہیں

گر بدید آن الخ۔ یعنی اگر اس بادشاہ نے طالب نے دیکھ لیا ہو تو کچھ بعید بھی نہیں ہے لیکن ہم کو اس کے ذکر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ یہاں تک جو گفتگو بھی ہے یہ تو اس غلام بدصورت کے ساتھ تھی آگے اس غلام خوبصورت سے گفتگو کا ذکر ہے جس کو پہلے نہانے کو روانہ کر دیا تھا۔ اب وہ حضرت تشریف لائے ہیں فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

گفت شہ پوشید حق الخ: بادشاہ نے کہا کہ بے شک حق سبحانہ نے برے (اور اچھے) اعمال کی سزاؤں (اور جزاؤں) کو مخفی کیا ہے لیکن عوام سے نہ کہ خواص سے۔ دیکھو اگر میں کسی امیر کو پھانستا ہوں تو دیگر امراء سے مخفی کرتا ہوں مگر وزیر سے نہیں چھپاتا۔ لہٰذا حق سبحانہ نے بہت سے کاموں کی (جزائیں) و سزائیں مجھ پر لاکھوں عملوں کی صورتوں کے ضمن میں منکشف کی ہیں اب تو مجھے اپنے اعمال کی صورتیں دکھلا کیونکہ میں تیرے اس جل میں نہیں آسکتا کہ حق تعالیٰ نے چھپا رکھا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے اور ظاہر نہیں کرتا۔ ورنہ یہ ہوجائے اور وہ ہوجائے اور ماہتاب حقیقت کو ابر تلبیس مجھ سے نہیں چھپا سکتا۔

گفت پس از گفت الخ: غلام نے کہا پہلے تو یہ فرمایئے کہ جب آپ حقیقت حال پر مطلع ہیں اور صور اعمال سے واقف ہیں تو مجھ ہی سے بیان کرانے اور نقل اعراض کو ثابت کرانے سے کیا مقصود تھا اپنے اعمال کے صور میں دکھانے یا نہ دکھانے کا قصہ تو الگ رہا۔

گفت شہ حکمت الخ: بادشاہ نے کہا کہ بے شک مجھے حقیقت معلوم تھی مگر تیری زبان سے ادا کرنا مدنظر تھا۔ یہ فعل عبث نہیں بلکہ سنت اللہ ہے کیونکہ وہ بھی اپنے علم پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اپنی معلومات کا اظہار چاہتے ہیں چنانچہ عالم کے پیدا کرنے میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ جو کچھ معلوم ہے وہ ظاہر ہوجائے اس لئے مسببات کو اسباب سے وابستہ کردیا ہے چنانچہ جو کچھ وہ جانتا تھا اگر اس کو ظاہر نہ کرنا چاہتا تو عالم پر دروزہ کی تکلیف قائم نہ کرتا۔ اس کے قائم کرنے میں یہ مصلحت ہے کہ دو چار آدمی جمع ہوں اور خبر ہوجائے کہ فلاں کے فلاں بچہ پیدا ہوا ہے نیز تو تھوڑی دیر بھی بیکار نہیں بیٹھ سکتا بلکہ کچھ نہ کچھ خواہ نیکی ہو خواہ بدی کرتا ضرور رہتا ہے یہ کام کا تقاضا تیرے اندر کیوں پیدا کردیا اس لئے کہ وہ باتیں جو تیرے اندر مضمر ہیں اور جن کو حق سبحانہ خوب جانتا ہے ظاہر ہوجائیں۔ پس جبکہ تیرے دل کی ڈور حق سبحانہ نے اپنے قبضہ میں لے رکھی ہے اور اس کو وہ کھینچتا رہتا ہے تو پھر تیرے بدن کا خرچہ ساکن کیونکر رہ سکتا ہے وہ تو ہمیشہ چلتا ہی رہے گا اور اس کشش کی علامت یہ مقرر کی ہے کہ جب تو خالی بیٹھتا ہے تو تجھے الجھن ہوتی ہے اور خواہ مخواہ جی چاہتا ہے کہ کچھ کرے اور بیکاری تیرے لئے جانکنی کی طرح تکلیف دہ ہوتی ہے۔ غرض کہ اپنے معلومات کے اظہار کے لئے حق سبحانہ نے عالم پیدا کیا اسی لئے عالم میں خواہ یہ عالم ہو خواہ وہ مسببات اپنے اسباب سے پیدا ہوتے رہتے ہیں اور ہر سبب ماں ہوتا ہے اور مسبب اس کا بچہ جب اس اثر مسبب کے بچہ پیدا ہوتا ہے تو پھر وہ بھی سبب بن جاتا ہے۔ اور اس سے دیگر عجیب عجیب اسباب پیدا ہوتے ہیں یوں ہی یہ اسباب نسل در نسل چلے آتے ہیں مگر ان کے دیکھنے کے لئے بہت روشن آنکھ کی ضرورت ہے۔

شاہ با او در سخن الخ: خیر بادشاہ کی گفتگو کا سلسلہ اس غلام کے ساتھ یہاں تک پہنچا اور امتحان کی وجہ بتائی شان اعمال دکھایا یا نہیں دیکھا اس سے بحث نہیں اگر اس بادشاہ نے صور اعمال کو دیکھ لیا ہو تو کچھ عجب نہیں لیکن ہمارا قاعدہ نہیں کہ غیر ضروری باتوں کے پیچھے پڑیں اور ان کو ذکر کریں۔

شرح حبیبی

باز پرسیدن حال آں غلام

پھر اس غلام کی حالت پوچھنا

سوئے خویشش خواند آں شاہ ہمام	چوں زگرمابہ بیامد آں غلام
تو ملک معظم نے اس کو اپنی طرف بلایا	جب وہ غلام حمام سے آیا

www.besturdubooks.wordpress.com

چون ز گرما الخ۔ یعنی جب کہ وہ غلام (خوبصورت حمام سے واپس آیا تو اس بادشاہ بزرگ نے اس کو اپنے سامنے بلایا۔

گفت صحاً لک نعیم دائم	بس لطیفی و ظریف و خوبرو
اس (بادشاہ) نے کہا خدا کرے تو تندرست رہے (اور تیرے لئے) دائمی نعمت ہو	تو بہت پاکیزہ اور خوش طبع اور خوبصورت ہے

گفت صحا لک الخ۔ یعنی بادشاہ نے (اس غلام سے کہا) کہ تیرے لئے ہمیشہ تندرستی اور نعمت ہو تو تو بڑا ہی لطیف اور ظریف اور خوبصورت ہے چونکہ اس کا بھی امتحان لینا مقصود تھا اس لئے اس کو ذرا پہلے خوب چڑھا دیا۔

پس سوئے کارے فرستاد آں دگر	تا ازیں دیگر شود او باخبر
پھر اس دوسرے (غلام) کو ایک کام کے لئے بھیج دیا	تاکہ اس دوسرے سے وہ باخبر ہے

پس سوئے الخ۔ یعنی پھر (یہ کہہ کر) اس دوسرے کو کسی کام کو روانہ کر دیا تاکہ اس دوسرے (کے حالات) سے وہ باخبر ہو جائے۔

پیش بنشاندش بصد لطف و کرم	بعد ازاں گفت اے چوماہ اندر ظلم
بڑی مہربانی اور کرم سے اس کو سامنے بٹھایا	اس کے بعد کہا اے تاریکی کے چاند جیسے!

پیش بنشاندش الخ۔ یعنی اس کو خوب لطف و کرم کے ساتھ اپنے سامنے بٹھلایا۔ بعد اس کے کہا کہ اے مانند چاند کے اندھیرے میں

ماہ روئی جعد موئی مشکبو	نیک خوئی نیک خوئی نیک خو
تیرا چاند جیسا مکھڑا ہے تو گھنگریالے بال والا ہے مشک کی سی خوشبو والا ہے	تو نیک خو ہے تو نیک خو ہے نیک خو ہے

ماہرو ئے الخ۔ یعنی تو ماہرو ہے اور گھونگریالے بالوں والا ہے اور مشکبو ہے اور نیک خو ہے اور پھر نیک خو ہے اور نیک خو۔

اے دریغا گر نبود در تو آں	کہ ہمی گوید برائے تو فلاں
ہائے افسوس! اگر تجھ میں وہ باتیں نہ ہوتیں	جو فلاں نے تیرے بارے میں کہی ہیں

اے دریغا الخ۔ یعنی کاش اگر تجھے میں وہ باتیں نہ ہوتیں کہ فلاں شخص (یعنی وہ غلام بدصورت) تیرے لئے کہتا ہے۔

شاد گشتے ہر کہ رویت دیدیے	دیدنت ملک جہاں ارزیدیے
جو بھی تیرا چہرہ دیکھتا خوش ہوتا	تیرا دیکھنا دنیا کی سلطنت کی قیمت کا ہوتا

شاد گشتے الخ۔ یعنی پھر تو جو تیرا منہ دیکھتا وہ شاد ہوتا اور تیرا دیکھنا ایک ملک مل جانے کے برابر ہوتا۔ اس لئے کہ خوبصورت تو ہی ہے اگر خوب سیرت بھی ہوتا تو کیا ہی کہنا تھا کہ پھر اس کا مصداق ہوتا کہ۔ بہار عالم حسنش دل و جان تازہ میدارد + برنگ اصحاب صورت را بہ بوار باب معنے را۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت رمزے زاں بگوا ے بادشاہ	کز برائے من چہ گفت آں دیں تباہ
اس (غلام) نے کہا اے شاہ! اس میں سے کچھ بتایئے	اس بے ایمان نے میرے بارے میں کیا کہا ہے؟

گفت رمزے راالخ۔ یعنی اس غلام نے کہا کہ اے بادشاہ اس میں سے کچھ تو بیان فرمایئے جو کہ میرے لئے اس دین تباہ نے کہا ہے دین تباہ بددعا ہے۔

گفت اول وصف دورویئت کرد	کاشکارا تو دوائی خفیہ درد
اس (شاہ) نے کہا کہ پہلے تو اس نے تیرے دورخے ہونے کی بات کی	کہ بظاہر تو دوا ہے بباطن درد ہے

گفت اول الخ۔ یعنی بادشاہ نے کہا کہ اول تو اس (بدصورت) نے تیری دوروئی کو بیان کیا (کہ سامنے تو تو اچھا ہے اور بعد میں بہت ہی برا ہے) کہ ظاہر تو تیرا دوا ہے (کہ خیرخواہ معلوم ہوتا ہے) اور اندر درد ہے یعنی تکلیف دہ ہے اور یہ ساری باتیں اسکا امتحان لینے کے واسطے کیں اور کہیں۔

خبث یارش را چو از شہ گوش کرد	در زماں دریائے خشمش جوش کرد
جب اس نے بادشاہ سے اپنے دوست کی خباثت سنی	فوراً ہی اس کے غصہ کا دریا جوش میں آ گیا

خبث یارش الخ۔ یعنی اپنے ساتھی کی خباثت جبکہ بادشاہ سے سنی تو فوراً اس کے غصہ کے دریا نے جوش کیا اور بھڑک اٹھا۔

کف برآورد آں غلام و سرخ گشت	تا کہ موج ہجو او از حد گذشت
وہ غلام منہ میں جھاگ بھر لایا اور سرخ ہو گیا	یہاں تک کہ مذمت کرنے کا جذبہ حد سے گزر گیا

گفت برآورد آن الخ۔ یعنی وہ غلام کف بھر لایا اور سرخ ہو گیا یہاں تک کہ اس کے ہجو کی موج حد سے گزر گئی۔

کوز اول دم کہ با من یار بود	ہمچو سگ در قحط سرگیں خوار بود
کہ وہ شروع ہی سے جب سے کہ میرا دوست تھا	قحط میں کتے کی طرح گوبر کھانے والا تھا

کوزاولدم الخ۔ یعنی (کہنے لگا) کہ وہ (یعنی بدصورت غلام) اول ہی سے کہ میرے ساتھ تھا کتے کی طرح قحط میں گوبر کھانے والا تھا مطلب یہ کہ وہ ہمیشہ ہی سے براہے غرضیکہ اس بیچارے کی خوب برائیاں کیں۔

چوں دمادم کرد ہجوش چوں جرس	دست برلب زد شہنشاہش کہ بس
جب اس نے اس کی گھنٹے کی طرح دمادم مذمت کی	شہنشاہ نے اس کے ہونٹ پر ہاتھ رکھ دیا کہ بس

چون دمادم کردالخ۔ یعنی جب اس نے گھنٹے کی طرح دمادم اس کی ہجو کی تو اس کے منہ پر بادشاہ نے ہاتھ رکھ دیا کہ بس چپ رہو۔ مطلب یہ کہ جب وہ گھنٹے کی طرح ٹن ٹن بولنے لگا تو خوب اس کی برائیاں کیں تو بادشاہ نے منع کر دیا اور چپ رہنے کا حکم دیدیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت دانستم ترا از وے بداں	از تو جاں گندست از یارت دہاں
اس (بادشاہ) نے فرمایا میں تجھے اور اسے سمجھ گیا سمجھ لے	تیری روح گندی ہے اور اس کا منہ گندہ ہے

گفت دانستم الخ۔ یعنی بادشاہ نے کہا کہ میں نے تجھے اس سے ممتاز کرلیا ہے اچھی طرح سمجھ لے تیری جان گندی ہے اور اس کا منہ گندہ ہے جیسا کہ پہلے معلوم ہوا ہے کہ گندہ دہن تھا۔

پس نشیں اے گندہ جاں از دور تو	تا امیر او باشد و مامور تو
بس اے گندہ روح! تو دور بیٹھ	تاکہ وہ حاکم بنے اور تو محکوم (بنے)

پس نشین الخ۔ یعنی لہٰذا اے گندے دور بیٹھ تاکہ وہ حاکم ہو اور تو محکوم ہو۔ لہٰذا دیکھ لو کہ ہر شخص اپنے اپنے مرتبہ کے موافق رکھا گیا ہے اور یہی وجہ تھی اس حکایت کے لانے کی جیسا کہ اس حکایت کے شروع میں اپنے مرتبہ کے موافق رکھا گیا اور یہی وجہ تھی اس حکایت کے لانے کی جیسا کہ اس حکایت کے شروع میں وجہ ربط بیان بھی کیا گیا ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

بہر ایں گفتند اکابر در جہاں	راحۃ الانسان فی حفظ اللسان
اسی لئے دنیا بھر کے بزرگوں نے کہا ہے	انسان کی راحت زبان کی حفاظت میں ہے

بہر این گفتند الخ۔ یعنی اس لئے بڑے لوگوں نے جہان میں کہا ہے کہ انسان کی راحت زبان کی حفاظت کرنے میں ہے۔ اگر یہ غلام اپنی زبان کو روکتا تو اس کے عیوب ظاہر نہ ہوتے۔

در حدیث آمد کہ تسبیح از ریا	ہمچو سبزہ گولخن داں اے کیا
حدیث (شریف) میں آیا ہے کہ ریاکاری کے ساتھ تسبیح	اے عقلمند! کوڑی کا سبزہ سمجھ

در حدیث آمد الخ۔ یعنی حدیث میں ہے کہ تسبیح ریا کے واسطے ایسی ہے کہ جیسے پہاڑ پر سبزہ ہوتا ہے اے زیرک کہ اوپر سے تو سبزہ معلوم ہوتا ہے اور اندر اس کے آگ بھری ہے۔ اس طرح یہ غلام اوپر سے تو خوبصورت اور اچھا تھا مگر اندر سے سیرت اور باطن بہت ہی خراب تھا اور بہت ہی بدسیرت تھا۔

پس بداں کہ صورت خوب نکو	باخصال بد نیرزد یک تسو
پس سمجھ لے بھلی اچھی صورت	بری عادتوں کے ہوتے ہوئے چار جو کے لائق نہیں ہے

پس بدانکہ الخ۔ یعنی پس جان لو کہ خوبصورت اور اچھی صورت برے اخلاق کے ساتھ ایک تسو کے برابر بھی نہیں ہوتی۔ تسو چار جو کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ بالکل بے قدر اور فضول شے ہے۔

ور بود صورت حقیر و ناپذیر	چوں بود خلقش نکو در پاش میر
اگر صورت حقیر اور نہ بھانے والی ہو	جب اس کے اخلاق اچھے ہوں تو اس کے قدموں میں جان دے دے

www.besturdubooks.wordpress.com

در بود الخ۔ یعنی اور اگر صورت حقیر و نامقبول ہو لیکن اس کے اخلاق اچھے ہوں تو اس کے پاؤں میں مر جاؤ یعنی اس پر سے تو فدا ہو جاؤ۔

صورت ظاہر فنا گردد بداں	عالم معنی بماند جاوداں
سمجھ لے ظاہری صورت فنا ہو جائے گی	باطن کا عالم ہمیشہ (باقی) رہے گا
چند بازی عشق با نقش سبو	بگذر از نقش سبو و آب جو
ٹھلیا کے نقش سے عشق بازی کب تک؟	ٹھلیا کے نقش اور نگار کو چھوڑ اور پانی تلاش کر

چند بازی الخ۔ یعنی گھڑے کے نقوش کے ساتھ کب تک عشق بازی رہے گی نقش کو چھوڑ دو (جو کہ غیر مقصود ہے) اور پانی کو تلاش کرو (جو کہ مقصود ہے) بس اچھی صورت مت دیکھو بلکہ اچھی سیرت دیکھو۔

چند باش عاشق صورت بگو	طالب معنی شو معنی بجو
بتا صورت کا عاشق کب تک (بنا) رہے گا؟	سیرت کا طلب گار بن اور باطن کی تلاش کر

چند باشی الخ۔ یعنی کہ صورت کے عاشق کب تک رہو گے کچھ کہو تو سہی (اور چونکہ یہ مقصود نہیں ہے اس لئے اس کو چھوڑ دو اور) معنی کے طلب کرنے والے ہو جاؤ اور معنی ہی کو تلاش کرو جو کہ مقصود ہے اور وہ معنی کمالات باطنی ہیں ان کو حاصل کرو کہ وہی مقصود ہیں۔

صورت ظاہر الخ۔ یعنی سمجھ لو کہ ظاہری صورت تو فنا ہو جائے گی اور عالم معنی ہمیشہ رہیں گے اس لئے کہ کمالات باطنی تو باقی رہنے والے ہیں بلکہ اس جہان سے قطع تعلق کے بعد بڑھنے والے ہوتے ہیں۔

صورتش دیدی ز معنی غافلی	از صدف در را گزیں گر عاقلی
تو نے اس کی صورت دیکھی اس سیرت سے غافل ہے	سیپ میں سے موتی چن اگر تو عقلمند ہے

صورتش الخ۔ یعنی اس (معنی) کی صورت تم نے دیکھی ہے اور پھر غافل ہو (بس غفلت کو چھوڑ دو) اور صدف سے موتی کو لے لو اگر تم عاقل ہو۔ یعنی مقصود کو غیر مقصود سے الگ کر کے مقصود کو حاصل کرو۔

این صدفہائے قوالب در جہاں	گرچہ جملہ زندہ اند از بحر جاں
جسموں کے یہ سیپ دنیا میں	اگرچہ سب جان کے سمندر (اللہ تعالیٰ) سے زندہ ہیں

این صدفہائے الخ۔ یعنی یہ قوالب (جو کہ مثل) صدف کے ہیں جہاں میں اگرچہ اسی دریائے جان (حق تعالیٰ) کی وجہ سے زندہ ہیں۔ مطلب یہ کہ جس قدر کونیات ہیں ان سب کو حق تعالیٰ کے ساتھ مخلوق ہونے کا تعلق تو ہے ہی پس اس لئے سب کا وجود اس کی وجہ سے ہے اور اسی کی طرف سے ہے اور سب کے سب اسی سے پرورش پاتے ہیں مگر

www.besturdubooks.wordpress.com

لیک اندر ہر صدف نبود گہر	چشم بکشا در دل ہر یک نگر
لیکن ہر سیپ میں موتی نہیں ہوتا ہے	آنکھ کھول اور ہر ایک کے اندر دیکھ لے

لیک اندر الخ۔ لیک ہر صدف میں گوہر نہیں ہوتا لہٰذا آنکھ کھولو اور ہر ایک (صدف) کے دل میں دیکھو۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ تمام صدف دریا ہی سے فیض لینے والے اور اس ہی سے تعلق رکھنے والے ہوتے ہیں لیکن ہر صدف میں موتی نہیں ہوتا پس اسی طرح اگرچہ جملہ اکوان عالم حق تعالیٰ ہی کی طرف سے موجود ہیں اور ان ہی سے سب کا تعلق ہے لیکن ہر ایک تو کامل نہیں ہوتا لہٰذا چشم حقیقت میں سے دیکھ لو کہ کون جامع کمالات ہے اور کون خالی ہے جس میں کمالات ہوں اس سے کمالات حاصل کرلو اور جو خالی ہو اس سے قطع تعلق کرو۔ آگے چشم بکشا در دل ہر یک نگر کی تشریح ہے کہ

کانچہ دارد وین چہ دارد می گزیں	زانکہ کم یاب ست آں در ثمیں
اس میں کیا ہے اس میں کیا ہے چن	کیونکہ قیمتی موتی نایاب ہے

کان چہ دارد الخ۔ یعنی (چشم بین سے دیکھو) کہ یہ کیا رکھتا ہے اور وہ کیا رکھتا ہے (اسباب کو) قبول کرلو اس لئے کہ وہ در بے بہا ہی کمیاب ہے لہٰذا صورت صدف کی طرف مت جاؤ اور اس کو مقصود مت سمجھو بلکہ بس جس میں کہ موتی ہے اس سے وہ موتی لے لو۔ اور جس میں نہیں ہے اس کو پھینک دو کہ صورت صدف کسی مصرف کی نہیں ہے اسی طرح دنیا میں جو کامل اور متوجہ بحق ہیں ان سے کمالات حاصل کرلو اور جو اس سے خالی ہیں ان سے بالکل قطع تعلق کردو۔

گر بصورت می روی کوہے بشکل	در بزرگی ہست صد چنداں کہ لعل
اگر تو صورت پر جاتا ہے تو پہاڑ شکل میں	بڑائی میں لعل سے کئی سو گنا زیادہ ہے

گر بصورت الخ۔ یعنی اگر تم صورت کو دیکھتے ایک پہاڑ شکل میں لعل سے سو چند (بلکہ کہیں اس سے زیادہ ہے لہٰذا اس پہاڑ کی قیمت زیادہ ہونی چاہیے۔ حالانکہ اس پہاڑ کو کوئی بھی نہیں پوچھتا اور لعل کے خریدار لاکھوں ہیں پس معلوم ہوا کہ صورت مقصود نہیں ہے۔

ہم بصورت دست و پا و پشم تو	ہست صد چنداں کہ نقش چشم تو
نیز تیرے ہاتھ اور پیر اور بال	تیری آنکھوں کے وجود سے کئی سو گناہ بڑے ہیں

ہم بصورت الخ۔ (کہ ایک اور نظیر یہ بھی (ہے کہ) تمہارے ہاتھ پاؤں اور جسم صورت میں آنکھ کے نقش سے سینکڑوں حصے زیادہ ہیں (تو اگر صورت ہی مقبول و مقصود ہوتی تو آنکھ سب سے کم اور ارذل ہوتی) لیکن تم پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ تمام اعضاء سے دو آنکھیں مقبول (و مقصود) ہیں اور سب میں زیادہ بھی عزیز ہیں لہٰذا معلوم ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

گیا اصل مقصود صورت نہیں بلکہ باطن ہے پس اس کے حصول کی کوشش کرنی چاہیے۔ آگے بھی باطن کی فضیلت ظاہر پر بیان فرماتے ہیں کہ

لیک پوشیدہ نباشد بر تو ایں	کز ہمہ اعضا دو چشم آمد گزیں
لیکن یہ تجھ سے پوشیدہ نہ رہے	کہ تمام اعضاء میں دو آنکھیں فائق ہیں
از یک اندیشہ کہ آید در دروں	صد جہاں گردد بیک دم سرنگوں
ایک خیال جو دل میں آتا ہے اس سے	سو جہان فوراً اوندھے ہو جاتے ہیں

از یک اندیشہ الخ۔ یعنی ایک خیال کہ (کسی بادشاہ کے) دل میں آتا ہے تو سینکڑوں جہان ایک دم میں سرنگوں ہو جاتے ہیں پس دیکھ لو کہ ایک خیال کہ جس کو باطن سے تعلق تھا اس کے آنے کے ساتھ ہی ظاہری صورتیں سینکڑوں لاکھوں فنا ہو جاتی ہیں۔

جسم سلطاں گر بصورت یک بود	صد ہزاراں لشکرش در پے دود
بادشاہ کا جسم اگرچہ بظاہر ایک ہوتا ہے	(لیکن) اس کے پیچھے ہزاروں کا لشکر دوڑتا ہے

جسم سلطان الخ۔ یعنی (دیکھو کہ) جسم بادشاہ کا صورت میں گرچہ ایک ہی ہوتا ہے لیکن لاکھوں لشکر اس کے پیچھے ہوتا ہے تو یہ ساری وجہ اس کی ہے کہ اس کے اندر ایک ایسی شے ہے جو اوروں میں نہیں ہے لہٰذا معلوم ہو گیا کہ باطن کو ظاہر پر اور صورت پر فضیلت ہے۔

باز شکل و صورت شاہ صفی	ہست محکوم یکے فکر خفی
پھر (اسی) منتخب بادشاہ کی صورت	ایک مخفی خیال کے تابع ہے

باز شکل الخ۔ یعنی پھر اس برگزیدہ بادشاہ کی صورت بھی ایک فکر خفی کی محکوم ہے کہ جب کوئی خیال اس کے ذہن میں آتا ہے فوراً اس پر عمل کرتا ہے۔

خلق بے پایاں زیک اندیشہ بیں	گشتہ چوں سیلے روانہ برزمیں
دیکھ (اللہ تعالیٰ کے) ایک ارادہ سے لا انتہا مخلوق	زمین پر بہاؤ کی طرح روانہ ہو گئی ہے

خلق بے پایان الخ۔ یعنی بے انتہا مخلوق دیکھ لو کہ ایک خیال (حق) سے ایک رو کی طرح زمین پر روانہ ہو گئے ہیں لہٰذا دیکھ لو کہ ایک خیال باطن ہی سے اس قدر صورتیں ظاہر اور پیدا ہو گئیں۔

ہست آں اندیشہ پیش خلق خرد	لیک چوں سیلے جہاں را خورد و برد
(اگرچہ) وہ ارادہ لوگوں کی رائے میں چھوٹا ہے	لیکن بہاؤ کی طرح اس نے دنیا کو خورد برد کر دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہست آن الخ۔ یعنی کہ وہ خیال مخلوق کے سامنے ایک چھوٹی شے ہے لیکن وہی خیال جہان کو روئی کی طرح بہا لے جائے۔ اور خورد برد کردے جیسا کہ قرآن شریف ہے **فمن یملک من اللہ ان اراد ان یہلک المسیح ابن مریم وامہ ومن فی الارض جمیعاً** پس اگر حق تعالیٰ سب کے ہلاک کا قصد کریں تو وہ ایک قصد ہو لیکن وہی موجب سب کی تباہی کا ہو جائے۔

خلق عالم چوں رمہ ست وحق شبان	میدواند جملہ را روز و شباں
دنیا والے ریوڑ کی طرح ہیں اور اللہ (تعالیٰ) چرواہا	شب و روز سب کو دوڑا رہا ہے

خلق عالم الخ۔ یعنی مخلوقات عالم سب کی سب مثل ایک گلہ کے ہیں اور حق تعالیٰ مثل چرواہے کے ہیں تو جس طرف کو اور جس طرح چاہتے ہیں ان کو رات دن دوڑاتے ہیں پس معلوم ہو گیا کہ ظاہر اور صورت پر باطن کو ترجیح ہے لہٰذا اس کو طلب کرنا چاہیے اور صورتوں کو ترک کرنا چاہیے چونکہ اوپر سے بیان ہے ترجیح معنی کا صورت پر اس لئے آگے اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ

پس چومی بنی کہ از اندیشۂ	قائم ست اندر جہاں ہر پیشۂ
پس جب تو دیکھے کہ ایک ارادہ سے	ہر چیز دنیا میں قائم ہے

پس چو الخ۔ یعنی پس جبکہ تو دیکھتا ہے کہ ایک خیال ہی سے ہر پیشہ قائم ہے اور گھر اور محل اور شہر اور پہاڑ اور جنگل اور نہریں اور زمین اور دریا اور خورشید اور آسمان (غرضیکہ جملہ کائنات) اسی (خیال) سے زندہ ہیں جیسے کہ مچھلی دریا سے (زندہ رہتی ہے اور اگر دریا نہ ہو تو اس کا وجود بھی فنا ہو جاتا ہے) پس پس اے اندھے (حقیقت سے) تیرے سامنے بے وقوفی سے کس لئے بدن (ظاہری) مثل سلیمان علیہ السلام کے (مقصود وعزیز وعظیم) ہے اور اندیشہ اور خیال مانند چیونٹی کے (غیر مقصود اور حقیر) ہے مطلب یہ کہ تمام کائنات عالم کو دیکھ لو خواہ وہ صنعت حق سبحانہ سے ہو اور خواہ صنعت مخلوق کو اس میں دخل ہو غرضیکہ سب کی سب خیال اور قصد اور ارادہ ہی سے قائم اور موجود ہیں اور وہ ارادہ اور قصد ایک معنوی اور مستتر شے ہے تو وہ متبوع اور یہ کل کائنات عالم توابع ہوئے پس جو کہ اصل اور متبوع ہے اس کو حاصل کرنا چاہیے اور ان توابع سے قطع تعلق ضروری ہے۔

خانہا و قصر ہا و شہر ہا	کوہہا و دشتہا و نہرہا
مکانات محلات اور شہر	پہاڑ اور جنگل اور نہریں
ہم زمین و بحر ہم مہر و فلک	زندہ ازوے ہچو از دریا سمک
زمین اور دریا بھی سورج اور آسمان بھی	اسی کی وجہ سے زندہ ہیں جیسا کہ مچھلی دریا سے
پس چرا از ابلہی پیش کو کور	تن سلیماں ست واندیشہ چو مور
تو مجھ اندھے کے سامنے حماقت سے	جسم سلیمان جیسا ہے اور ارادہ چیونٹی جیسا

www.besturdubooks.wordpress.com

می نماید پیش چشمت کہ بزرگ	ہست اندیشہ چولیش وکوہ گرگ
تیری نگاہ کے سامنے پہاڑ بڑا ہے	ارادہ بھیڑ کی مانند ہے اور پہاڑ بھیڑیا

می نماید الخ۔ یعنی کہ تیری آنکھ (غلط بین) کے سامنے پہاڑ بڑا (معلوم ہوتا ہے) اور فکر اور خیال مانند چوہے کے اور بدن بزرگ (معلوم ہوتا ہے)

عالم اندر چشم تو ہول و عظیم	ز ابر و برق و رعد داری لرز و بیم
جہاں تیری نظر میں خوفناک اور بڑا ہے	ابر بجلی اور کڑک سے تو لرزتا اور ڈرتا ہے

عالم اندر الخ۔ یعنی عالم تیری نگاہ میں ایک ہول دلانیوالی اور بہت بڑی شے ہے اور ابر اور بجلی اور کڑک سے تم خوف اور لرزہ رکھتے ہو یعنی ان چیزوں سے ڈرتے ہو۔

وز جہان فکرتی اے کم زخر	ایمن و غافل چو سنگ بے خبر
اور اے گدھے سے کم (عقل) تو عالم فکر سے	بے علم پتھر کی طرح غافل اور مطمئن ہے

در جہان الخ۔ یعنی اے (وہ شخص جو کہ) گدھے سے کم ہے تو جہان فکر میں بے خوف اور غافل ہے مانند ایک بنجر پتھر کے یعنی تو اس کو کچھ سمجھتا ہی نہیں۔ یہ ساری باتیں اس لئے ہیں کہ تو اس حقیقت سے غافل اور بے بہرہ ہے۔

زانکہ نقشی و زخرد بے بہرۂ	آدمی خو نیستی خر کرۂ
کیونکہ تو ایک تصویر ہے اور عقل سے بیگانہ ہے	تو آدمی خصلت نہیں ہے گدھے کا بچہ ہے

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ تو صرف نقش ہی ہے اور عقل سے بالکل بے بہرہ ہے اور خود آدمی نہیں ہے بلکہ گدھے کا بچہ ہے۔ لطیفہ بعض لوگ کسی کو کہہ دیتے ہیں گدھے کا بچہ سورا بچہ تو اس سے یہ سمجھا جاتا ہے اس نے باپ کو بھی گالی دی کہ اس کو گدھا بنا کر اس کو اس کا بچہ بنایا لیکن اصل میں یہ بات نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہوتا ہے کہ تو مثل گدھے کے بچے کے ہے ابلہ۔ مطلب یہ کہ چونکہ تو صرف صورت اور نقش ہی ہے اور عقل سے بالکل ہی خالی ہے اس لئے تجھے حقیقت کی خبر نہیں ہے۔

جہل محضی و زخرد بیگانہ	بو نداری از خدا دیوانہ
تو خالص جہل ہے اور عقل سے بیگانہ ہے	خدا کی تجھ میں بو بھی نہیں ہے تو پاگل ہے

جہل محضی الخ۔ یعنی کہ تو جاہل ہے اور عقل سے بیگانہ ہے اور حق تعالیٰ کی (معرفت کی) بو بھی نہیں رکھتا لہذا دیوانہ ہے تو۔

سایہ را تو شخص می بینی زجہل	شخص ازاں شد نزد تو بازی و سہل
نادانی سے تو سایہ کو وجود سمجھتا ہے	اسی لئے وجود تیرے نزدیک کھیل اور بے وقعت ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

سایہ را الخ۔ یعنی کہ تو سایہ کو جہل کی وجہ سے شخص دیکھ رہا ہے (یعنی غیر مقصود کو مقصود سمجھ رہا ہے) اس لئے شخص (مقصود) تیرے نزدیک کھیل اور سہل ہے اور اسی لئے اس کو چھوڑے بیٹھا اور وجہ چشم حقیقتہً بین نہ ہونے کے تجھے اس مقصود کی خبر نہیں۔ لیکن ایک وقت وہ بھی آئے گا کہ تجھے کالشمس فی رابعۃ النہار یہ سب چیزیں معلوم ہونگی اس کی ایک مثال مولانا بیان فرماتے ہیں کہ

نک زغیبت یک نمودار آتش ست	کز لطافت چوں ہوائے دلکش ست
دیکھئے آگ عالم غیب کا ایک نمونہ ہے	جو لطافت میں دلکش ہوا کی طرح ہے

نک زغیبت الخ۔ یعنی کہ عالم غیب کا ایک نمونہ آگ ہے کہ لطافت کی وجہ سے (پوشیدگی میں) ہوائے دلکش کی طرح اور جب تک کسی جسم کثیف کے ساتھ ملتی نہیں ہے اس وقت تک اس لطیف کی نگاہ کو خبر بھی نہیں ہوتی پھر اثر کے وقت زیادہ ہے۔ ہزاروں تیشوں اور تلواروں اور کلہاڑوں سے مطلب یہ ہے کہ تم کو جو عالم غیب کی طرف التفات نہیں ہے اور چونکہ وہ تم کو دکھلائی نہیں دیتا اس لئے اس سے غفلت ہے سو اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے آگ ہوتی ہے کہ جو آگ کہ خالص ہوتی ہے اور اس میں امتزاج کثیف کا نہیں ہوتا تو وہ دکھلائی نہیں دیتی۔ اس لئے کہ آگ تو ہوا سے بھی لطیف شے ہے مگر جبکہ وہی آگ کہیں بدن کو لگ جائے تو لطف آ جائے تو دیکھو حالانکہ مبصر نہیں ہے اور ظاہر نظر سے غائب ہے مگر پھر بھی اثر کرتی ہے اس طرح تم اس وقت جو مقصود سے بیخبر اور غافل ہو یہ سب قیامت کے روز تمہارے سامنے آ جائے گا اور اس دن ساری حقیقت معلوم ہو جائے گی اس کو مولانا فرماتے ہیں۔

تا بجسمے در نمی پیچد کثیف	آگہی نبود بصر را زاں لطیف
جب تک کسی کثیف جسم میں نہ لگے	اس لطیف کا آنکھ کو پتہ نہیں چلتا ہے
باز افزون ست ہنگام اثر	از ہزاراں تیشہ و تیغ و تبر
پھر تاثیر کے وقت وہ بڑھی ہوئی ہے	ہزاروں تیشوں اور تلواروں اور تبر سے
باش تا روزیکہ آں فکر و خیال	بر کشاید بے حجابے پر و بال
اس دن تک ٹھہر جب کہ وہ فکر اور خیال	کھلم کھلا بال و پر نکالے

باش تا روزے الخ۔ یعنی اس دن تک ٹھہرو کہ یہ فکر و خیال بغیر کسی حجاب کے پیر و بال کھولے اور تم کو اس وقت اس کی حقیقت اور اس کا اثر معلوم ہوگا اس لئے کہ اعدام کا اثر بہ نسبت ایجاد کے زیادہ پڑتا ہے۔ مثلاً آگ کو کہ جو اس کے اندر آ گیا اور اس نے اس کو جلا دیا۔ بہت ہی مؤثر جانتے ہیں اور پانی اگر بہت سے مکانات گرا دے تو اس کو بھی مؤثر مانتے ہیں اور اس کی عظمت دل میں ہوتی ہے اور اگر ان سے کوئی شے پیدا ہو تو پھر ان کی اس قدر عظمت نہیں ہوتی پس اس طرح اگرچہ یہ دنیا بھی ان خیال اور قصد حق تعالیٰ ہی کا ظہور ہے مگر یہ مؤثر نہیں ہے ہاں جبکہ وہ قصد اور خیال

www.besturdubooks.wordpress.com

باری تعالیٰ ان کے عدم کی طرف متوجہ ہوگا اس وقت اس کو بہت ہی عظمت کی نظر سے دیکھا جائے گا اسی لئے مولانا نے فرمایا کہ اس دن تک ٹھہرو کہ جس دن میں اس قصد اور خیال وغیرہ کا پورا پورا اثر ہوگا اور وہ اثر یہ ہے کہ

کوہہا بینی شدہ چوں پشم نرم	نیست گشتہ ایں زمین سرد و گرم
تو پہاڑوں کو نرم اون کی طرح دیکھے گا	یہ سرد و گرم زمین نابود ہو جائے گی

کوہہا بینی الخ۔ یعنی پہاڑوں کو تم دیکھو گے مثل ان نرم کے۔ اور نیست شدہ (دیکھو گے) اس زمین سرد و گرم کو یعنی وہ زمین جو کبھی سرد اور کبھی گرم ہوتی ہے یا یہ کہ کہیں سرد ہے کہیں گرم غرضیکہ ان عظام مخلوق کو ہلاک شدہ دیکھو گے اس روز اس خیال کی وقعت دل میں ہوگی۔

نے سما بینی نے اختر نے وجود	جز خدائے واحد حی ودود
تو نہ آسمان دیکھے گا نہ ستارے نہ وجود	ایک خدا حی اور ودود کے علاوہ

نے سما بینی الخ۔ یعنی نہ تو آسمان دیکھے گا نہ ستاروں کا وجود (دیکھے گا بلکہ کل کائنات عالم فنا ہو جائیں گے) سوائے خدائے حی ودود کے کہ اس کی ذات باقی ہے اور باقی کل اشیاء فنا ہو جائیں گے پس اس روز اس خیال اور قصد کی جو کہ معنوی چیزیں ہیں عظمت تمہارے قلب میں جاگزیں ہوگی اور معلوم ہوگا کہ صورت قابل ترک اور معنے لائق حصل کرنے کے تھے آگے فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

چون زگرمابہ بیامد آن الخ: جب بادشاہ ایک غلام کا امتحان کر چکا تو اب دوسرے کا امتحان کرنا چاہتا ہے۔ اس کو مولانا بیان کرتے ہیں کہ جب وہ دوسرا غلام حمام سے فارغ ہو کر آیا تو شاہ عالی جانے اس کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ خدا تجھے ہمیشہ خوش رکھے تو نہایت ہی پاکیزہ' خوش مزاج اور خوبصورت ہے یہ کہہ کر اس دوسرے غلام کو کسی کام کے لئے بھیج دیا تا کہ اس دوسرے کی حالت سے واقف ہو اس غرض سے اس کو نہایت مہربانی اور عنایت سے اپنے سامنے بٹھایا اس کے بعد اس سے یوں خطاب کیا اے اندھیری رات کے چاند کے شبیہ تیرا چہرہ بھی چاند سا ہے۔ تیرے بال بھی گھونگریالے ہیں تیری خوشبو بھی مشک جیسی ہے لیکن افسوس ہے کہ تجھ میں ایک عیب ہے اگر تجھ میں وہ عیب نہ ہوتا جو تیری طرف فلاں شخص منسوب کرتا ہے تو جو شخص تجھے دیکھتا خوش ہوتا۔ اور تیرے دیدار کی سارا جہان قیمت ہوتا۔

گفت رمزے زان الخ: غلام نے عرض کیا کہ حضور والا اس عیب کی طرف کچھ اشارہ فرما دیں جو اس سے ایمان نے میری طرف منسوب کیا ہے۔

گفت اول وصف الخ: بادشاہ نے کہا سب سے پہلے اس نے بیان کیا کہ تیرا ظاہر و باطن یکساں نہیں تو ظاہر

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں دوا اور دوست ہے۔ در باطن میں مرض اور دشمن۔

خبث یارش اچواز شاالخ: جب اس غلام نے اپنے رفیق کا اختراعی خبث نفس سنا فوراً اس کے دریائے خشم میں طغیانی آ گئی۔ منہ سے جھاگ نکلنے لگے اور مارے غصہ سے لال پیلا ہو گیا حتیٰ کہ اس کے دریائے ہجو کی موج حد سے تجاوز کر گئی یعنی یہاں تک کہہ گزرا کہ جب سے میرا اس کا ساتھ ہوا ہے میں اسی وقت سے دیکھتا ہوں کہ یہ اسی حرص و رغبت کے ساتھ لوگوں کی غیبتیں اور جھوٹی برائیاں کیا کرتا ہے جس طرح زمان قحط میں کتا گوہ کھاتا ہے جبکہ وہ غلام لگاتار اس بیچارہ کی ہجو کرتا رہا اور گھنٹے کی طرح اس کا رونا روتا ہی رہا تو بادشاہ سے نہ رہا گیا اس نے فوراً اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا جس میں اشارہ تھا کہ بس خاموش۔

گفت دانستم ترا از دے الخ: اور کہا کہ جان لے مجھے تجھ میں اور اس میں خوب امتیاز ہو گیا ہے کہ تیری جان خبث باطن سے بدبودار ہے اور اس کا منہ مرض ظاہری ہے۔ او گندہ جان جا دور بیٹھ تو اس قابل نہیں کہ شرف قرب سے مشرف کیا جائے آج سے وہ تیرا افسر اور تو اس کا محکوم ہے (تا امیر او باشد و ما صورتو کی ایک توجیہ یہ ہے کہ وہ ہمارے نزدیک امراء کی طرح معظم و مکرم ہوگا اور غلامانہ حیثیت نہ رکھے گا اور تو اسی غلامانہ حیثیت سے رہے گا جو تیری ہے۔ توجیہ اول ظاہر ہے اور توجیہ ثانی انسب کیونکہ ایک غلام کی افسری کوئی ایسی قابل وقعت چیز نہیں ہے جس کو اس کے کمال کی قدر و منزلت سمجھا جاوے۔ اب مولانا نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔ بہر این گفتند اکابر در جہان الخ۔

بہر این گفتند اکابر الخ: دیکھو اس غلام کو جو ذلت ہوئی وہ محض زبان کی بدولت۔ اسی لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ آدمی کی راحت زبان کو محفوظ رکھنے ہی میں ہے۔

در حدیث آمد الخ: اوپر سے صورت کے بے حقیقت ہونے اور معنے کے قابل وقعت ہونے کا ذکر آ رہا ہے۔ اب اسی مضمون کو دوسرے انداز سے بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تسبیح ریائی ایسی ہے جیسے کوڑے کرکٹ پر سبزہ اور محض ناموزوں و نامقبول۔ اب سمجھو کہ یہ بات کیوں ہے کیا صورت نہیں۔ صورت تو ہے پھر کیا بات ہے محض اس لئے کہ معنی خلوص نہیں اس سے تم نتیجہ نکال سکتے ہو کہ صورت اگر اچھی ہو اور خصلتیں بری ہوں تو وہ صورت کوڑی کے کام کی نہیں اور اگر صورت محض مھر اور نامرغوب ہو اور خلق اچھا ہو تو وہ اس قابل ہے کہ آدمی اس کے قدموں میں جان دیدے۔ غور تو کر کہ تو گھڑے پر کب تک عاشق رہے گا۔ گھڑے کو چھوڑ پانی طلب کر کہ وہی جان بچانے والا ہے۔ محض گھڑا کس کام کا۔ اور یہ تو بتا کہ تو صورت پر کب تک عاشق رہے گا۔ ارے بھلے مانس اس کو چھوڑ اور معنی کو طلب کر اور اس کو ڈھونڈ۔ کیونکہ صورت ظاہری ایک دن فنا ہو جائے گی اور عالم معنی اپنے نتائج کے ذریعہ سے ہمیشہ باقی رہے گا تو نے صورت تو دیکھ لی۔ مگر معنی نہ دیکھے یہ کونسی عقل کی بات ہے۔ اے عقلمند صورت کو سیپ کے مثل سمجھ اور معنی کو موتی کے مانند۔ سیپ کس کام کی اس کو چھوڑ اور موتی لے۔ اگر تجھ میں عقل ہے۔ اور یہ ان لے کہ یہ اجسام جن کو ہم نے سیپ سے تشبیہ دی ہے سب حق سبحانہ ہی

www.besturdubooks.wordpress.com

کے فیض سے زندہ ہیں اور حق سبحانہ ان کے لئے ایسے ہیں جیسے سیپوں کے لئے دریا۔ اس لئے ہم نے ان کو بحر جان کہا ہے یعنی بحر بخشندہ و باقی دارندہ جان لیکن جس طرح تمام سیپوں میں موتی نہیں ہوتے یوں ہر صورت و جسم میں معنی و اخلاق حسنہ نہیں ہوتے ایسی حالت میں تیرا فرض ہے کہ صورت ظاہری سے دھوکہ نہ کھائے اور یہ نہ سمجھ لے کہ صورت ہے تو معنی بھی ہونگے۔ بلکہ باطن پر نظر کر لینی چاہیے۔ اور دیکھ لینا چاہیے کہ اس میں کیا ہے اور اس میں کیا۔ بس جس میں موتی اور خلق حسن ہو اس میں سے موتی لے لینا چاہیے کیونکہ وہ موتی نہایت بیش قیمت اور قابل قدر ہے۔ اب ہم تجھے دوسرے عنوان سے صورت و معنی کا فرق سمجھاتے ہیں۔ غور کر کہ اگر صورت کو دیکھا جائے تو پہاڑ صورت میں لعل سے سینکڑوں حصہ بڑا ہے مگر کیا لعل کے برابر قدر و منزلت رکھتا ہے۔ ہرگز نہیں کیوں کہ محض اس لئے کہ اسمیں وہ معنی نہیں جو لعل میں ہیں۔ نیز دیکھو کہ ہاتھ پاؤں اور باقی جسم صورت میں آنکھ سے سینکڑوں حصے بڑے ہیں لیکن یہ واضح رہے کہ تمام اعضا میں سے آنکھ ہی منتخب ہے۔ کیونکہ محض اس لئے کہ ان میں وہ معنی نہیں جو آنکھ میں ہیں۔ اور سن خیال و ارادہ معنی ہے اور تمام عالم جسم۔ لیکن ایک خیال اور ارادہ جو دل میں آتا ہے اتنی طاقت رکھتا ہے کہ ایسے ایسے سینکڑوں عالموں کو ایک دم میں تلپٹ کر دے (اذا اراد اللہ شیئا ان یقول لہ کن فیکون) اور دیکھو بادشاہ جسم کے لحاظ سے ایک ہی تو ہوتا ہے مگر لاکھوں فوجیں اس کے پیچھے دوڑتی ہیں کیوں کیا اس کا جسم ان کے اجسام سے مقدار میں بڑا ہیں پھر کیا بات ہے صرف یہ کہ اس میں وہ معنی ہیں جو ان میں نہیں۔ یہاں تک تم کو معلوم ہو گیا کہ ایک جسم کا دیگر اجسام کے مقابلہ میں معنی کی بدولت کی مرتبہ ہو گیا اب یہ سنو کہ اسی جسم کے معنی کے مقابلہ میں کیا حالت ہے سو وہ جسم شاہ جو لاکھوں اجسام کو اپنے پیچھے دوڑاتا تھا وہی جسم ایک (معنی) خیال کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کی طرح ناچتا ہے اور دیکھو۔ ایک اندیشہ اور ارادۂ خداوندی نے بے انتہا مخلوق کو روئی کی طرح زمین پر پھرا رکھا ہے۔ اندیشہ کو لوگوں کی نظر میں بہت چھوٹا اور غیر محسوس ہے مگر اس میں یہ طاقت ہے کہ روئی کی طرح دنیا بھر کو چٹ کر جائے۔ نیز دیکھو حق سبحانہ معنی کی طرح غیر محسوس ہیں اس لئے صورت کے مقابلہ میں ان کو معنی کہا جا سکتا ہے لیکن جملہ مخلوقات کے اندر اپنے حکم تکوینی سے یوں تصرف کرتے ہیں جس طرح چرواہا بکریوں کے گلے کو جس طرح چاہتا ہے دوڑاتا ہے۔

پس چوں بنی الخ: اوپر ترجیح معنے بر صورت کے ضمن میں خیال و ارادہ کی قوت کا ذکر کیا تھا۔ اب اس کے مناسب نصیحت کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تو دیکھتا ہے کہ ارادہ ایک عظیم الشان قوت رکھتا ہے اور اس کی بدولت ہر پیشہ کا وجود ہے اور مکانات محلات شہر پہاڑ جنگل نہریں زمین دریا آفتاب آسمان وغیرہ ان سب کے لئے ان کے مناسب حیات ارادہ ہی کے ذریعہ سے اس طرح حاصل ہے جس طرح مچھلی کے لئے پانی سے تو اے اندھے کونسی وجہ ہے جسکی بنا پر تیرے نزدیک جسم سلیمان کی طرح قابل وقعت اور ارادۂ الٰہی چیونٹی کی طرح بے وقعت اور نظر انداز کرنے کے قابل ہے اور اندیشہ جو کہ فی الحقیقت بڑا ہے وہ تجھے چوہے کی طرح چھوٹا معلوم ہوتا ہے اور تن جو فی

www.besturdubooks.wordpress.com

الحقیقت کچھ بھی نہیں وہ بڑا نظر آتا ہے (جاننا چاہیے کہ یہ ترجمہ اس وقت ہوگا جبکہ "بزرگ ہست" کو اندیشہ کی صفت مقدم مانا جائے اور اگر کہ کوہ کا مخفف کہا جائے تو معنی یہ ہونگے کہ تیری نظر میں پہاڑ بزرگ معلوم ہوتا ہے اور اندیشہ چوہے کی مثل اور جسم بڑا ہے دونوں ترجموں کو دیکھنے سے پہلا ترجمہ بے تکلف معلوم ہوتا ہے) اور عالم جسمانی تیری نظر میں ہولناک اور عظیم الشان ہے۔ اسی لئے تو ابر اور کڑک اور بجلی سے خوف کھاتا اور کانپ جاتا ہے اور اے گدھے سے بھی زیادہ بے عقل شخص عالم فکر سے تو بالکل بے خوف اور غافل اور پتھر کی طرح بنجر ہے۔ اسی بنا پر تو ارادۂ خداوندی سے کہ اس عالم فکر کا ایک جزو ہے بالکل نڈر ہے اور چونکہ تو اس عالم کے لحاظ سے بالکل بے حس اور مثل تصویر ہے اور عقل سے بے بہرہ ہے اس لئے تو بالکل آدمی نہیں بلکہ گدھے کا بچہ سراپا جہل عقل سے بیگانہ خدا سے بے تعلق اور پاگل ہے تیری حالت یہ ہے کہ تو اپنی نادانی سے سایہ کو شخص اور غیر مستقل کو مستقل اور تابع کو متبوع سمجھتا ہے اس لئے شخص واصل (حق سبحانہ) تیرے نزدیک یک کھیل اور معمولی چیز ہو گیا ہے اور تو اس کی پرواہ نہیں کرتا اس کی وجہ یہی ہے کہ غیر محسوس کو تو بمنزلہ معدوم کے سمجھتا ہے اس خیال کی غلطی ہم پیشتر بھی ظاہر کر چکے ہیں اور اب بھی کرتے ہیں دیکھ عالم غیر محسوس کا ایک ادنیٰ نمونہ آگ ہے کہ وہ بھی حالت صرافت میں غیر محسوس اور اپنی لطافت کے سبب مثل ہوا کے ہے اور اس درجہ لطیف ہے کہ جب تک کسی جسم کثیف سے اسکا تعلق نہ ہو نظر اس کا احساس نہیں کر سکتی مگر باینہمہ لطافت اپنی تاثیر میں ہزاروں بسولوں کلہاڑوں اور تلواروں سے بڑھی ہوئی ہے کہ یہ آلات وہ کام نہیں کر سکتے جو آگ کر سکتی ہے۔ اگر اب بھی غیر محسوس کی قوت تیرے ذہن میں نہیں آئی اور تیری غفلت اسی طرح قائم ہے تو اچھا اس دن تک ٹھہر جو ارادۂ خداوندی علی الاعلان اپنے پر و بازو کھول کر اس عالم کو جس کو تو مستقل سمجھتا ہے اور جس کی ہوا کو تو معدوم جانتا ہے تباہ و برباد کرنے کے لئے تیار ہوگا۔ اس روز تجھے اس کی حقیقت معلوم ہوگی کہ کیا ہے۔ اس روز یہ سر بفلک پہاڑ نرم اون کے مثل ریزہ ریزہ ہونگے اور تکون الجبال کالعہن المنفوش کا نظارہ آنکھوں کے سامنے ہوگا اور زمین نیست ہو کر واو الارض مدت کی زبان حال سے تصدیق کر رہی ہوگی۔ نہ اس دن تجھے آسمان کا وجود نظر آئے گا نہ ستاروں کا نہ کسی اور شے کا بلکہ اس روز صرف ایک خدائے حی و دود ہوگا۔ جو لمن الملک الیوم کہے گا جس کا جواب یہ ہوگا للہ الواحد القھار۔

شرح حبیبی

یک فسانہ راست آید یا دروغ	تا دہد مر راستیہا را فروغ
ایک قصہ خواہ سچا ہو یا جھوٹا (ذکر کیا جاتا ہے)	تاکہ وہ سچائیوں کو فروغ دے

یک فسانہ الخ۔ یعنی ایک افسانہ (ذکر کیا جاتا ہے۔ سچ ہو یا غلط ہوتا کہ سچائی کو فروغ دے۔ مطلب یہ کہ ہم ایک قصہ بیان کرتے ہیں خواہ وہ غلط ہو یا صحیح مگر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صورت ظاہری اور صاف باطنی کے سامنے بالکل ہیچ اور محض لاشے ہیں۔

28

حسد کردن حشم بر غلام خاص

غلاموں کا مخصوص غلام پر حسد کرنا

پادشاہے بندۂ را از کرم	برگزیدہ بود بر جملہ حشم
ایک بادشاہ نے کرم کر کے ایک غلام کو	تمام غلاموں میں سے پسند کر لیا تھا

بادشاہے بندۂ الخ۔ یعنی کہ ایک بادشاہ نے ایک غلام کو تمام غلاموں سے برگزیدہ کر لیا تھا۔

جامگی او وظیفہ چل امیر	دہ یکے قدرش ندیدہ صد وزیر
اس کی تنخواہ چالیس سرداروں کی تنخواہ (کی برابر) تھی	سو وزیروں نے بھی اس کے مرتبہ کا دسواں حصہ نہ دیکھا تھا

جامگی او الخ۔ یعنی وظیفہ اس کا چالیس امیروں کی تنخواہ کے برابر تھا اور سو وزیر بھی اس کی قدر کو نہیں پہنچ سکتے مطلب یہ کہ اس کی اتنی قدر و منزلت تھی کہ اگر سو وزیروں کی قدر کو جمع کیا جائے تب بھی اس کی قدر زیادہ رہے گی یعنی وہ بادشاہ کے نزدیک بہت ہی محبوب ہوتا اور اسکی بہت ہی قدر تھی۔

از کمال طالع و اقبال و بخت	او ایازے بود و شہ محمود وقت
بخت اور اقبال اور نصیبہ کے کمال کی وجہ سے	وہ ایاز تھا اور بادشاہ محمود دوراں (تھا)

از کمال طالع الخ۔ یعنی نصیب اور اقبال اور بخت کے کامل ہونے کی وجہ سے وہ ایک ایاز تھا اور بادشاہ محمود وقت تھا۔ مطلب یہ کہ ان دونوں میں اس قدر الفت تھی جیسے کہ محمود غزنوی کو ایاز کے ساتھ تھی۔ آگے اس شرط محبت کی وجہ سے بیان فرماتے ہیں کہ

روح او با روح شہ در اصل خویش	پیش ازیں تن بودہ ہم پیوند و خویش
اس کی روح شاہ کی روح کے ساتھ اپنی اصل میں	اس جسم سے پہلے جڑی ہوئی اور یگانہ تھی

روح او الخ۔ یعنی اس (غلام) کی روح بادشاہ کی روح کے ساتھ اپنے اصل میں (یعنی علم الٰہی میں) اس تن سے پہلے ہم پیوند اور خویش تھی مطلب یہ کہ ان دونوں میں جو محبت تھی یہ اس مناسبت کا اثر تھا جو کہ ان کو آپس میں اس بدن میں آنے سے پہلے تھی جیسا کہ حدیث میں ہے کہ الارواح جنود مجندۃ ما تعارف منہا ائتلف وما تناکر منہا اختلف یعنی ارواح ایک لشکر کا لشکر تھا پس ان میں سے جنہوں نے وہاں (عالم ارواح میں) آپس میں ایک دوسرے سے علیحدہ رہے ہیں وہ یہاں بھی علیحدہ رہتے ہیں اور ان میں آپس میں مناسبت نہیں ہوتی لیکن حدیث میں تو عالم ارواح کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ جن میں وہاں مناسبت ہوتی ہے۔ الخ مگر اس شعر میں وہ تناکر و تناسب جو کہ علم الٰہی میں تھا کہ فلاں فلاں میں تناکر ہوگا اور فلاں فلاں میں تناسب ہوگا بوجہ اشعار آئندہ کے لیا

www.besturdubooks.wordpress.com

جائے تو بہتر ہے تو یہ تنا کر و تناسب عالم ارواح سے بھی مقدم ہوگا۔ اب مطلب یہ ہو گیا کہ چونکہ حق تعالیٰ کے علم میں ان کو آپس ایک دوسرے سے محبت ہونا تھا اس لئے ان کو آپس میں محبت ہوئی۔ یہاں وجہ محبت بھی بیان کر دی اور انتقال بھی ہے اس حکایت سے اس مضمون کی طرف کہ اصل اعتبار اس دنیا کا نہیں ہے اور ان صورتوں کا اعتبار نہیں ہے بلکہ اعتبار اور کام کی شے عالم غیب ہے آگے اس کو بیان فرماتے ہیں کہ

کار آں دارد کہ پیش از تن بدست	بگذر از اینہا کہ نو حادث شدست
(اصل) معاملہ وہی ہے جو جسم سے پہلے ہوا ہے	ان (تعلقات) کو رہنے دے کہ یہ نئے پیدا ہوئے ہیں

کار آن دار دالخ۔ یعنی کام (اور اعتبار) تو وہ شے رکھتی ہے جو کہ اس بدن (کے وجود) سے پہلے تھی (یعنی عالم غیب لہٰذا) ان کو چھوڑ جو کہ نو حادث ہوئے ہیں۔

چشم عارف راست گونے احول ست	چشم او بر کشتہائے اول ست
عارف کی آنکھ ٹھیک دکھانے والی ہے نہ کہ بھینگی	اس کی نظر پہلی کھیتیوں پر ہے

چشم عارف الخ۔ یعنی کہ عارف کی نگاہ راست گو ہے۔ احول نہیں ہے اور اسکی نگاہ اول کھیتوں پر ہے۔ مطلب یہ کہ جو عارف ہوتے ہیں ان کی نگاہ چونکہ حقیقت بین ہوتی ہے اس لئے ان کی نگاہ اس پر پڑتی ہے کہ جو مقدر ہو چکا ہے وہ اس کو اول جانتے ہیں اور اسی کا اعتبار کرتے ہیں اول تو یہ حالت ہوتی ہے کہ جب کسی حادث پر نظر ہوئی اس کے بعد فوراً ہی حق تعالیٰ کی طرف توجہ ہوگئی اس کو تو کہتے ہیں مارایت شیئا الا ورایت اللہ بعدہ پھر یہ حالت ہو جاتی ہے کہ جب کسی حادث پر نظر پڑی معاً حق تعالیٰ کی طرف توجہ ہوگئی اس کو کہتے ہیں کہ ماریت شیئا الا ورایت اللہ معہ اس کے بعد جو کاملین عارفین ہوتے ہیں ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اول نظر حق تعالیٰ پر پڑتی ہے پھر حادث اور غیر اللہ پر پڑتی ہے اس کو کہتے ہیں کہ مارایت شیئا الا ورایت اللہ قبلہ اور یہ روایت قبل اسی وقت تک نہیں ہوتی۔ جب تک کہ حقیقت شے سے ناآشنائی رہتی ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے سورج اور اسکی روشنی کہ ہم جس قدر اشیاء کو دیکھ رہے ہیں اس کی وجہ سے اور اس کے واسطہ سے دیکھ رہے ہیں مگر اپنی نادانی کی وجہ سے اول نظر تو ضیاء پر پڑتی ہے پھر خورشید پر نظر پڑتی ہے۔ پھر جب تحقیق بڑھ جاتی ہے اس وقت جس وقت روشنی پر نگاہ پڑتی ہے معاً خورشید پر بھی نگاہ پڑی کہ یہ اسی کا فیض ہے جب تحقیق اس سے بھی زیادہ ہوتی ہے تو اس وقت اول نگاہ خورشید پر پڑتی ہے اور اس کی ضیاء پر اس لئے کہ وہی اصل روشن ہے تو اول نگاہ اس پر پڑنی چاہیے لہٰذا جو عارفین ہوتے ہیں وہ ان نو حادث پر نگاہ نہیں ڈالتے بلکہ وہ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور ان کی نظر اس کی طرف ہوتی ہے اس کے بعد وہ ان حوادثات کو دیکھتا ہے تو پھر جس طرح حق تعالیٰ نے مقدر کر دیا ہے ان کو اس طرح جانتا ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

انچہ گندم کاشتندش و انچہ جو	چشم او آنجاست روز و شب گرو
جنہوں نے گیہوں بویا ہے اور جو	اس کی نظر شب و روز اس طرف لگی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آنچہ گندم الخ۔ یعنی جس کو گندم بودیا ہے اور جس کو جو اس (عارف) کی نگاہ روز و شب وہیں گرو رہتی ہے یعنی وہ ہر وقت اسی طرف متوجہ رہتا ہے اور سب چیزوں کی تقریر الٰہی سے جانتا ہے۔

آنچہ آبست ست شب جز آں نزاد	حیلہا و مکرہا جملہ ست باد
رات جس سے عالم بنی ہے اس کے سوا اس نے نہیں جنا	حیلے اور تدبیریں سب بیکار ہیں

آنچہ آبستست الخ۔ یعنی جو کچھ رات (یعنی عالم) کا حمل ہے (یعنی مقدر ہے) سوائے اس کے (اور کچھ) پیدا نہیں ہوا اور حیلے اور مکر (جو تقدیر کے مقابلہ میں انسان کرتا ہے) ہوائیں ہوا یعنی بالکل بیکار ہیں۔ پس جو مقدر ہو چکا ہے وہی ہوگا جس کو سعید لکھا گیا ہے اور جس کو شقی لکھا گیا ہے وہ شقی ہے اور جو مالدار لکھا گیا ہے وہ ویسا ہے اور جو غریب مقدر ہو گیا ہے اس کو مال نہیں مل سکتا اس کے خلاف جس قدر تدابیر ہونگی وہ محض مہمل اور بے کار ہونگی جیسا کہ ظاہر ہے۔

کے شود دل خوش بحیلتہائے گش	آنکہ بیند حیلۂ حق برسرش
چالو حیلوں سے وہ شخص کب دل خوش ہوتا ہے	جو اللہ تعالیٰ کی تدبیر کو اپنے سر پر (مسلط) دیکھتا ہے

کے شود دل الخ۔ یعنی وہ شخص بڑے بڑے حیلوں سے کب خوش ہو سکتا ہے جو کہ حق تعالیٰ کے حیلہ اور تقدیر) کو اپنے سر پر دیکھ رہا ہے وہ ایک جال میں ہے (یعنی حق تعالیٰ کے) اور ایک جال خود رکھ رہا ہے اور اس کی جان نہ اس سے چھوٹتی ہے اور نہ اس سے چھوٹتی ہے۔ مطلب یہ کہ جس کی نظر کہ تقدیر الٰہی پر ہوتی ہے تو پھر وہ ان تدابیر ظاہری کو جو کہ اس تقدیر کے خلاف ہوں کب پسند کر سکتا ہے۔ ہاں وہ تدابیر جن سے طبعاً یا شرعاً چارہ نہیں ہے کہ ان کو کرنا ہی پڑتا ہے لہٰذا ایک تو تقدیر الٰہی تھی اور ایک تدبیر ضروری اور تدبیر شرعی اس نے کی تو اب یہ جالوں میں پھنس گیا مگر نہ تو اس سے نکل سکتا ہے اس لئے کہ شریعت یا طبیعت اجازت نہیں دیتی اور نہ اس سے نکل سکتا ہے اس لئے کہ ما یبدل لدی وہاں تو جو ہو گیا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ الا ان یشاء اللہ لہٰذا ارتکاب تدابیر شرعی اور طبعی کا ارتکاب تو مجبوری ہے مگر ان سے بھی کچھ ہوتا نہیں بلکہ وہی ہوتا ہے جو کہ حق تعالیٰ نے مقدر کر دیا ہے لہٰذا حاصل یہ ہے کہ تدابیر کا ارتکاب ضروری ہے مگر نظر اسی پر رکھنا چاہیے کہ یہ سب کچھ ہے۔ مگر وہی ہوگا جو کہ مقدر ہو چکا ہے۔ در بدر ناصیہ فرسائی سے کیا ہوتا ہے + وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے + لہٰذا تفویض کل تو حق تعالیٰ ہی کی طرف کر دو کہ۔ زندہ کنی عطائے تو ور بکشی فدائے تو + دل شدہ مبتلائے تو ہر چہ کنی رضائے تو + اور جو تدابیر تکوینی ہوں یا تشریعی خدائے تعالیٰ نے بتائی ہیں ان کا ارتکاب کرو یہی معنے ہیں اس حدیث کے جس میں ہے اعقل و توکل خوب سمجھ لو اب آگے بھی یہی مضمون ہے۔

او درون دام و دامے می نہد	جان تو نے آں جہد نے ایں جہد
وہ جال میں ہے اور ایک جال اور بچھاتا ہے	تیری جان کی قسم نہ اس سے نکلتا ہے نہ اس سے نکلتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گر بروید ور بریزد صد گیاہ	عاقبت بر روید آں کشتہ الٰہ
اگر سینکڑوں گھاسیں اگیں یا اگائے	انجام کار اللہ (تعالیٰ) کا بویا ہوا اگے گا

گر بروید الخ۔ یعنی اگر اگے اور اگر بکھر جائے (کہ نہ اگے) سینکڑوں گھاس (یعنی اگر یہ تدابیر ظاہری کارگر ہوں یا نہ ہوں) آخر کار وہی حق تعالیٰ کا بویا ہوا اگے گا) مطلب یہ کہ خواہ یہ تدابیر کام آئیں یا نہ آئیں مگر انجام ہر صورت میں یہی ہے کہ جو تقدیر الٰہی ہے وہی غالب آئے گی اور یہ ساری تدابیر محض بیکار ہو جائینگی مگر یہ سمجھ کر اس کو ترک نہ کر دے جیسا کہ اسکی پوری بحث اس کے مقام پر مذکور ہے۔

کشت نو کارید بر کشت نخست	ایں دوم فانیست وآں اول درست
پرانی کھیتی پر تو نے نئی کھیتی بو دی	دوسری فنا ہونے والی ہے پہلی ٹھیک ہے

کشت نو کارید الخ۔ یعنی (کسی نے) پہلی کھیتی پر نئی کھیتی بو دی تو یہ دوسری فنا ہونے والی ہے اور اول درست اور ٹھیک ہے۔ مطلب یہ کہ ان تدابیر کی ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک شخص نے خوب زمین کو درست کر کے اور عمدہ بیج لے کر بویا تھا اس کے بعد کسی صاحب نے بالکل گلا سڑا خراب خستہ بیج لا کر اوپر سے بکھیر دیا تو بتاؤ کہ کونسا اگے گا ظاہر ہے کہ وہ جو کہ اول بویا گیا ہے وہی پیدا ہوگا پس اس طرح وہ تقدیر الٰہی مثل اس عمدہ بیج کے ہے اور یہ تدابیر ظاہری مثل اس خراب وخستہ تخم کے ہے لہٰذا یہ بالکل بیکار ہونگے اور وہی کارگر ہوگی اس لئے کہ

تخم اول کامل وبگزیدہ است	تخم ثانی فاسد و بوسیدہ است
پہلا بیج مکمل اور منتخب ہے	دوسرا بیج خراب اور سڑا ہوا ہے

تخم اول الخ۔ یعنی تخم اول تو کامل اور چھانٹا ہوا ہے اور یہ دوسرا تخم فاسد اور گلا ہوا ہے پس اصل میں تو وہی اگے گا اور یہ سب بیکار ہو جائے گا۔

افگن ایں تدبیر خود را پیش دوست	گرچہ تدبیرت ہم از تدبیر اوست
اپنی اس تدبیر کو دوست کے سامنے ڈال دے	اگرچہ تیری تدبیر بھی اسی کی تدبیر کی وجہ سے ہے

افگن این الخ۔ یعنی اپنی تدابیر (ظاہری) کو دوست (حق تعالیٰ) کے سامنے ڈال دو اگرچہ تمہاری تدابیر بھی (اصل میں) اسکی تدبیر ہے۔ مطلب یہ کہ اگرچہ ان تدابیر کا بھی وہی خالق ہے اور یہ بھی اسی کے کرنے سے ہو رہی ہیں مگر پھر بھی سب چیزوں کو اس کے سپرد کر دو اور تفویض حاصل کر لو کہ وہ جو چاہے کرے تو دم نہ مارے + خواہ تمہارے خیال میں وہ بظاہر تم کو مضر ہو مگر حقیقۃً وہ نافع ہوگا عام اس سے کہ وہ نفع دنیوی ہو یا دینی غرضیکہ نافع ضرور ہوگا۔ عسی ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم۔ تمام چیزوں کو اس کی طرف سے سمجھو مگر کہیں یہ نہ سمجھ کر معطل نہ ہو جانا اور سارے اسباب کو ترک مت کر بیٹھنا کہ مذموم ہے بلکہ اس قدر سمجھو کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ اس کی طرف سے ضرور ہوتا ہے لیکن ہم

www.besturdubooks.wordpress.com

کو حکم یہ ہے کہ ہم اس طرح تدابیر کا ارتکاب کریں پس ان کا حکم سمجھ کر مرتکب ہو نہ کہ ان کو مؤثر سمجھ کر خوب سمجھ لو۔

کار آں دارد کہ حق افراشت ست	آخر آں روید کہ اول کاشت ست
اہم کام وہی ہے جو خدا نے قائم کیا ہے	آخر میں وہی اگے گا جو پہلے بویا ہے

کاران دارد الخ۔ یعنی کام تو وہ چیز رکھتی ہے کہ حق تعالیٰ نے پھیلا یا ہے اور آخر کار وہی اگے گا جو کہ اول بویا گیا ہے۔ مطلب یہ کہ انجام کار تو وہی ہوگا جو مقدر ہو چکا ہے لیکن اپنی طرف سے تدابیر جائز کو نہ چھوڑنا چاہیے۔

ہر چہ کاری از برائے او بکار	چوں اسیر دوستی اے دوستدار
جو بوئے اس کے لئے بو	اے دوست! جبکہ تو دوست کا پابند ہے

ہر چہ کارے الخ۔ یعنی جو کچھ کہ تو بوئے اس کے واسطے بو۔ جب تک تو ایک دوست کا (تابع) اور قیدی ہے اے دوستدار یعنی جب کہ تم ایک ذات کے تابع محض ہو تو پھر جو کام کرو اسی کے واسطے کرو اور خواہشات نفسانی کو مطلق ترک کر دو۔

گرد نفس دزد و کار او مپیچ	ہر چہ آں نے کار حق ہیچست و پیچ
چور نفس کے گرد اور اس کے کام میں نہ لگ	جو اللہ (تعالیٰ) کا کام نہیں ہے وہ ہیچ در پیچ ہے

گرد نفس الخ۔ یعنی نفس (جو کہ مثل) چور کے (ہے) پیچھے اور اس کے کام کے پیچھے مت پھر و اس لئے کہ جو کچھ کہ حق تعالیٰ کا کام نہیں ہے وہ بالکل ہیچ ہے اور پیچ ہے۔

پیش ازاں کہ روز دیں پیدا شود	نزد مالک دزد شب رسوا شود
اس سے قبل کہ قیامت کا دن ظاہر ہو	مالک کے سامنے رات کا چور رسوا ہو

پیش ازانکہ الخ۔ یعنی اس سے پہلے کہ جزا کا دن ظاہر ہووے اور مالک (الملک) کے پاس دین کا چور رسوا اور ذلیل ہو اور اسکا چرایا ہوا اسباب (جو کہ اس نے) تدابیر اور فن سے (چرایا ہے) انصاف کے دن اس کی گردن پر ہو یعنی جبکہ نفس و شیطان جو کہ دین کا تباہ کرنے والا اور چرانے والا ہے۔ رسوا اور ذلیل ہوگا اور اسکا وبال اسکی گردن پر ہوگا۔ بلکہ خود وہ چیزیں اسکی گردن پر ہونگی جیسے کہ حدیث میں ہے کہ قیامت میں جس نے جو چیز چرائی ہے اس کو گردن پر اٹھائے ہوئے ہوگا تو اس سے پہلے پہلے تم اس سے قطع تعلق کر دو اور اسکی خواہشات کو پورا مت کرو اور تم کتنا ہی چاہو گے کہ اپنی تدابیر سے تقدیر کو بدل دو مگر وہ ہرگز بدلنے والی نہیں ہے بلکہ جتنا تم اس سے نکلنا چاہو گے اسی قدر اور اچھی طرح پھنسو گے اسی کو فرماتے ہیں کہ

رخت دزد دیدہ بتدبیر و فنش	ماندہ روز داوری در گردنش
تدبیر اور اس کے ہنر سے چرایا ہوا مال	انصاف کے دن اس کی گردن پر ہوگا

www.besturdubooks.wordpress.com

صد ہزاراں عقل باہم بر جہند	تا بغیر دام او دامے نہند
لاکھوں عقلیں مل کر کوشش کرتی ہیں	تاکہ اسکے (تقدیر کے) جال کے سوا کوئی (تدبیر کا) جال بچھائیں

صد ہزاران الخ۔ یعنی لاکھوں عقلیں آپس میں کودتی ہیں اچھلتی ہیں تا کہ حق تعالیٰ کے دام (تقدیر) کے علاوہ دوسرا دام (تدبیر) بچھا دیں (مگر آخر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ) اپنے دام (تدبیر) کو اور زیادہ سخت پاتے ہیں اور اچھی طرح اس میں جکڑ جاتے ہیں) اور بس (اور کوئی فائدہ نہیں ہوتا اس لئے کہ ہوا کے سامنے ایک تنکا کیا قوت دکھا سکتا ہے۔ یعنی چونکہ تدابیر انسانی مثل ایک ذرا سے تنکے کے ہیں اور حق تعالیٰ کی تقدیر مثل ایک تیز ہوا کے ہے جیسے کہ حدیث میں بھی آیا کہ حق تعالیٰ کی تقدیر کے سامنے عالم کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک چٹیل میدان میں ایک ذرا سا تنکا پڑا ہوا ہو اور تند ہوائیں اس کو جس طرح چاہیں لوٹ پوٹ کرتی ہوں۔ بس اس طرح حق تعالیٰ کے سامنے مخلوق ہے کہ اس کو جس طرح وہ چاہتے ہیں رکھتے ہیں اور اس کا کوئی بس نہیں ہے۔ ایسی حالت میں بجز تفویض کے اور کچھ نہ کرے اور جس طرح وہ رکھے رہے جس کا وہ حکم کرے اس کا وہ ارتکاب کرے اور جس کو وہ منع کرے اس سے باز رہے۔ لہٰذا تدابیر کے ارتکاب کا بھی انہوں نے حکم فرمایا ہے پس جس طرح اس کے اور احکام کو تسلیم کرنا مقتضائے تفویض ہے اسی طرح تدابیر کا مرتکب ہونا بھی منجملہ تفویض کے ہے خوب سمجھ لو۔

دام خود را سخت تر یابند و بس	کے نماید قوتے با باد خس
اپنی (تقدیر کے) جال کو اور سخت پاتے ہیں اور بس	تنکا آندھی کے مقابلے میں کیا طاقت دکھائے؟
ور نداری باور از من رو ببیں	در نبے واللہ خیر الماکرین
اگر میری بات کا تجھے یقین نہیں ہے جا دیکھ	قرآن میں ہے "اور اللہ سب سے اچھا داؤ کرنے والا ہے"

ور نداری الخ۔ یعنی اور اگر تم کو میرے کہنے کا یقین نہیں ہے تو جاؤ اور دیکھو حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ واللہ خیر الماکرین۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ بھی مکر فرماتے ہیں مگر وہ مکر خیر ہے اور وہ جال جو حق تعالیٰ نے پھیلایا ہے وہ بھی خیر ہے بس اس سے ہرگز ہرگز علیحدہ نہیں ہو سکتے۔ ہرگز نکل نہیں سکتے۔ آگے مولانا ایک سوال کرتے ہیں اور پھر اسکا جواب بھی خود ہی عنایت فرمائیں گے خلاصہ سوال کا یہ ہے کہ جب یہ تدابیر ظاہری بالکل ہی بیکار ہیں اور ان سے کچھ فائدہ ہی نہیں ہے بلکہ اصل تقدیر ہی ہے تو پھر ان کے پیدا کرنے ہی سے کیا فائدہ ایسی بیکار شے کو پیدا ہی کیوں کیا گیا اور مولانا کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کے پیدا کرنے میں فائدے تو بہت ہیں لیکن ہم تو بتاتے نہیں اس لئے کہ اس کا بتانا ہمارے ذمہ نہیں ہے۔ اب اشعار سے سمجھ لو کہ

گر تو گوئی فائدہ ہستی چہ بود	در سوالت فائدہ ہست اے عنود
اگر تو کہے ہستی (عالم تدبیر) کا کیا فائدہ تھا	اے سرکش! کیا تیرے (اس) سوال میں فائدہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ورتو گوئی الخ۔ یعنی اگر تم کہو کہ پھر (انکی) ہستی ہی سے کیا فائدہ ہے (تو فرماتے ہیں کہ اچھا بتاؤ) کہ تمہارے اس سوال میں بھی کوئی فائدہ ہے (یا نہیں ہے) اے معاند۔

گر ندارد ایں سوالت فائدہ	چہ شنوم ایں را عبث بے عائدہ
اگر تیرے اس سوال میں فائدہ نہیں ہے	(تو) میں اس کو بیکار بے نتیجہ کیوں سنوں؟

گر ندارد الخ۔ یعنی اگر اس سوال میں تمہارے کوئی فائدہ نہیں ہے تو پھر میں اس کو فضول کیوں سنوں مطلب یہ کہ پھر تو سوال سننے کے بھی قابل نہیں ہے۔

ور سوالت فائدہ دارد یقیں	پس جہاں بے فائدہ نبود ببیں
اگر تیرے سوال میں یقیناً فائدہ ہے	تو غور کر عالم (تدبیر) میں بے فائدہ نہ ہوگا

ور سوالت الخ۔ یعنی اور اگر تمہارا سوال یقیناً کوئی فائدہ رکھتا ہے تو بس جان لو کہ جہاں بھی بے فائدہ نہیں ہے اس لئے کہ تمہارے افعال میں تو فوائد ہوں اور حق تعالیٰ کے افعال میں فوائد نہ ہوں یہ کیسے ہوسکتا ہے لہٰذا معلوم ہوگیا کہ اس ہستی میں کوئی نہ کوئی فائدہ ضرور ہے۔

از سوالت ار بود بس فائدہ	چوں نجوید در جہاں کس فائدہ
اگر تیرے سوال سے بہت سے فائدے ہیں	تو عالم (تدبیر) آخر بے فائدہ کیوں ہے؟
ور سوالت را بسے فائید ہاست	پس جہاں بے فائدہ آخر چراست
اگر تیرے سوال میں بہت سے فائدے ہیں	تو عالم (تدبیر) میں کوئی شخص فائدہ کیوں نہ تلاش کرے گا؟

گر سوالت الخ۔ یعنی اگر تیرے اس سوال کے بہت سے فوائد ہیں تو پھر آخر جہان بے فائدہ کیوں ہے اس میں بھی ضرور فوائد ہیں اگرچہ معلوم نہ ہوں اس لئے کہ عدم العلم سے عدم الشئے تو لازم نہیں آتا۔ اگر ان کے فوائد کا ہم کو علم نہ ہو تو اس سے یہ کہاں سے لازم آگیا کہ اس میں فائدہ بھی نہیں ہے ہاں معلوم ہونا کوئی ضروری بات نہیں ہے یہاں بعض محشیوں نے لکھا ہے کہ اس تقریر سے مولانا نے جواب بھی دیدیا۔ اس لئے کہ اس سے دریافت کرتے ہیں کہ تیرے سوال میں کوئی فائدہ بھی ہے تو اگر مخاطب ذرا بھی غور کرے تو سمجھ سکتا ہے کہ اس سوال میں یہ فائدہ ہے کہ اس مخفی شے کا اظہار ہو جائے گا لہٰذا یہی فائدہ ہے اس ایجاد عالم کا کہ حق تعالیٰ کے اسماء نے جو کہ پہلے سے مخفی تھے ظہور چاہا۔ اور اس اقتضاء کی وجہ سے یہ عالم پیدا ہوگیا اور ان مخفی امور کا ظہور ہوگیا انتہے محشی کا قول ایسا ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ خود مولانا کی بھی یہ مراد نہ ہوگی مگر ایک لطیفہ کے درجہ میں بہت ہی نفیس استدلال ہے یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اچھا اگر ایجاد عالم میں فوائد ہیں تو پھر یہ کیا بات ہے کہ بہت سی چیزوں کو ہم اپنے لئے مضر پاتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اشیاء مضر بھی ہیں اور وہ بھی عالم میں داخل ہیں پس معلوم ہوگیا کہ عالم میں فوائد ہی نہیں بلکہ ضرر بھی ہیں آگے مولانا اس کا جواب دیتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر چیز ہر شخص کو مفید نہیں ہوتی۔ بلکہ کسی کو مفید اور کسی کو مضر ہوتی ہے لیکن اگر ایک کو بھی مفید ہو تو

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کو عبث اور بے فائدہ نہ کہیں گے بلکہ اس کو بھی مفید ہی کہیں گے اور عالم میں کوئی شے ایسی نہیں ہے جو کہ کسی کو بھی مفید نہ ہو لہٰذا ثابت ہو گیا کہ ہستی مفید ہی ہے بے فائدہ نہیں ہے اب اشعار سے سمجھ لو۔ فرماتے ہیں کہ

در سوالت را بسے فائید ہاست	پس جہاں بے فائدہ آخر چراست
اگر تیرے سوال میں بہت سے فائدے ہیں	تو عالم (تدبیر) آخر بے فائدہ کیوں ہے؟
در جہاں از یک جہت بے فائدہ است	از جہت ہائے دگر پر عائدہ است
اگر عالم (تدبیر) ایک اعتبار سے بے فائدہ ہے	دوسری جہتوں سے فائدہ سے پُر ہے

در جہان الخ۔ یعنی کہ اگر چہ جہان ایک طرف سے بے فائدہ ہو مگر دوسری جہتوں سے فائدوں سے بھرا پڑا ہے تو اس جہت مفید کو دیکھیں گے اور مضر کی طرف التفات ہی کیوں کریں گے۔

فائدہ تو گر مرا فائیدہ نیست	مر ترا چوں فائدہ است از وے مایست
اگر تیرا فائدہ میرا فائدہ نہیں ہے	چونکہ وہ تیرا فائدہ ہے اس سے باز نہ رہ

فائدہ تو الخ۔ یعنی اگر تم کو فائدہ ہے اور مجھے فائدہ نہیں ہے تو جب تجھے فائدہ ہے تو اس سے الگ مت ہو اس لئے کہ مجھے اگر وہ شے مضر ہے تو اس میں تمہارا کیا حرج ہے تم اس سے فائدہ حاصل کرو اور اس طرح بالعکس کہ بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ تمہیں مفید ہیں اور مجھے مفید نہیں ہیں تو وہ اشیاء بے فائدہ نہ ہوئیں ہاں بعض ایک کو اور بعض دوسرے کو مفید ہیں یہ اور بات ہے۔

فائدہ تو گر مرا نبود مفید	چوں ترا شد فائدہ گیر اے مرید
اگر تیرا فائدہ میرے لئے مفید نہیں ہے	چونکہ وہ تیرا فائدہ ہے اے مرید! تو اسے اختیار کر

فائدہ تو گر الخ۔ یعنی اگر تمہاری مفید شے مجھ کو مفید نہ ہو تو جب تجھے فائدہ ہے تو اس کو حاصل کرائے (بھلائی کا) ارادہ کرنے والے اگر چہ ہیں اس فائدے سے آزاد ابن آزاد ہوں (کہ نہ مجھے فائدہ ہے اور نہ میرے باپ کو تھا لیکن جب تجھے فائدہ ہے تو اس سے قطع مت کرو یعنی پھر تم اس سے الگ مت ہو اور جب وہ تم کو مفید ہے تو پھر وہ شے فی نفسہ تو مفید ہی ہے اگر چہ کسی کو بوجہ کسی عارض کے مفید نہ ہو۔ آگے اس کے نظائر بتاتے ہیں کہ

ور منم زاں فائدہ حر ابن حر	مر ترا چوں فادہ است از وے مبر
اگر میں اس فائدہ سے آزاد ہوں	چونکہ وہ تیرا فائدہ ہے اس سے نہ کٹ
حسن یوسف عالمے را فائدہ	گرچہ بر اخواں عبث بد زائدہ
یوسف کے حسن میں عالم کا فائدہ تھا	اگرچہ وہ بھائیوں کے لئے بیکار عبث تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

حسن یوسف الخ۔ یعنی یوسف علیہ السلام کا حسن ایک عالم کو مفید ہے۔ اگرچہ بھائیوں کے سامنے فضول اور بے فائدہ تھا تو دیکھو کہ ایک کو مفید ہے اور دوسروں کو غیر مفید مگر پھر بھی اسے بالکل بے فائدہ کوئی بھی نہیں کہتا۔

لحن داؤدی چناں محبوب بود	لیک بر محروم نامطلوب بود
داؤدی نغمہ کس قدر محبوب تھا	لیکن محروم (منکر) کے لئے ناپسندیدہ تھا

لحن داؤدی الخ۔ یعنی داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی کس قدر محبوب تھی لیکن محروم کے سامنے ایک لکڑی کی آواز تھی یعنی جسے سنائی نہ دے اس کے نزدیک تو ایک جھوجرا بانس اور وہ برابر تھا۔

آب نیل از آب حیواں بدفزوں	لیک بر قبطی منکر بود خوں
نیل کا پانی آب حیات سے بھی بڑھا ہوا تھا	لیکن منکر قبطی (فرعون) پر خون تھا

اب یل از الخ۔ یعنی نیل کا پانی (فائدہ کے عام ہونے میں) آب حیات سے بھی زیادہ تھا (کہ اس کو تو بقول مشہور صرف حضرت خضر علیہ السلام ہی نے پیا اور اس سے بے انتہا لوگ اور جانور وغیرہ وغیرہ سیراب ہوئے) لیکن قبطی منکر کے لئے خون ہوگیا جیسا کہ قرآن شریف میں ہے کہ جب ان پر عذاب آیا ہے تو پانی خون ہوجاتا تھا قبطی قوم فرعون پس لاکھوں کو مفید اور سینکڑوں کو مضر۔

ہست برمومن شہیدی زندگی	بر منافق مردنست وژندگی
مومن کے لئے شہادت زندگی ہے	منافق کے لئے موت اور تباہی ہے

ہست برمومن الخ۔ یعنی مومن کے لئے تو شہید ہونا زندگی (کا باعث) ہے (کہ حیات ابدی میسر ہوتی ہے) اور منافق کے لئے موت ہے اور بہت ہی ہولناک شے ہے۔ یہاں بھی ایک کو مفید ہے اور دوسرے کو مضر۔ مگر فی نفسہ وہ شے مفید ہی رہی۔

چیست در عالم بگو یک نعمتے	کہ نہ محروم انداز وے امتے
بتا دنیا میں کوئی نعمت ہے؟	کہ اس سے کچھ لوگ محروم نہیں ہیں

چیست در عالم الخ۔ یعنی بتاؤ کہ عالم میں وہ کونسی نعمت ہے کہ جس سے ایک دوسرے لوگ محروم نہیں ہیں بلکہ سب چیزوں میں یہی ہے کہ ایک کو مفید ہیں اور دوسرے کو مضر ہیں مگر وہ فی نفسہ مفید ہی کہی جاتی ہے۔

گاؤ و خر را فائدہ چہ در شکر	ہست ہر جاں را یکے قوتے دگر
گدھے اور بیل کے لئے شکر میں کیا فائدہ ہے؟	ہر جاندار کی جداگانہ غذا ہے

گاؤ خر الخ۔ یعنی دیکھو کہ گدھے اور بیل کو شکر سے کیا فائدہ ہے (کچھ بھی نہیں ہے حالانکہ ایسی شیریں اور عمدہ شے ہے بلکہ بات یہ ہے کہ) ہر جان کے لئے غذا الگ ہے پس چونکہ گاؤ خر کی غذا شکر نہیں ہے اس لئے ان کو مفید بھی نہیں ہے پس معلوم ہوگیا کہ عالم میں غیر مفید تو کوئی شے نہیں ہے ہاں بعض کو مفید اور بعض کو غیر مفید ضرور ہیں تو

www.besturdubooks.wordpress.com

اس سے اس شے کا غیر مفید ہونا لازم نہیں آتا پس جس طرح ہر جان کے لئے ایک غذا مقرر کر دی گئی ہے اسی طرح حق تعالیٰ نے بھی ہر ایک انسان کہ ہر جاندار کے لئے اس کے مقررہ غذا ہوتی ہے اور اگر وہ حالت کسی عارض کی وجہ سے ہوتی ہے تو وہ زائل ہو جاتی ہے اور یہ حالت کا اصلی اور عارضی ہونا مرتے وقت تک معلوم نہیں ہوتا اور جب موت آ جاتی ہے اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ حالت کفر وغیرہ اس سے زائل ہو جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ بوجہ عدم علم بالحقیقۃ کے ایسا تھا اور جب علم ہو گیا تو وہ حالت زائل ہو گئی اور اگر جبلی ہوتی ہے تو ہرگز ہرگز زائل اور منفک نہیں ہوتی جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اگر تم سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے تو اس کی تصدیق کر لو اور اگر سنو کہ جبلت بدل گئی ہے تو ہرگز تصدیق مت کرنا۔ اسی کو کسی نے کہا ہے کہ جبل گردد جبلی نگردد پس اوپر تو ان کا بیان تھا کہ جو حالت مقدر من اللہ ہو چکتی ہے وہ ہرگز مٹ نہیں سکتی آگے حالت عارضی کو بیان فرماتے ہیں کہ

لیک گر آں قوت بروے عارضیست	پس نصیحت کردن او را انفی ست
لیکن اگر وہ اس کی عارضی غذا ہے	تو نصیحت کرنا اس کو سدھانا ہے

لیک گر آن الخ۔ یعنی لیکن اگر وہ غذا اس پر عارضی ہے تو پھر اس کو نصیحت کرنا صرف سدھانا ہے رائضی کہتے ہیں گھوڑے کے سدھانے کو مطلب یہ کہ اگر حالت اصلی ہے تب تو وہ بدل نہیں سکتی لیکن اگر عارضی حالت ہے تو پھر تو یہ نصیحت وغیرہ اس کے لئے درست کرنے والی اور سدھانے والی ہیں کہ گھوڑا چابک سوار کے سدھانے سے ان شرارتوں کو جو کسی عارض کی وجہ سے اس میں ہوتی ہیں چھوڑ دیتا ہے لیکن جو شرارت کہ اس کی اصلی حالت ہوتی ہے اس کو ہرگز نہیں چھوڑتا۔ پس اس طرح اگر نفس میں خباثت اصلی ہوتی ہے تب تو وہ ہرگز نہیں نکلتی اور اگر چہ خباثت کسی عارض سے ہے تو وعظ ونصائح سے دفع ہو جاتی ہے مگر وہ خواہ اصلی ہوں یا عارضی ان کے علاج سے بے فکر نہیں ہونا چاہیے۔ اس لئے کہ ممکن ہے کہ جس کو اس وقت اصل سمجھے ہوئے ہیں وہ اصل میں عارضی ہو اس لئے کہ اصلیت اور عارضیت تو مرتے وقت ہی معلوم ہوتی ہے اور اس کو اصل سمجھ کر اس کو چھوڑ بیٹھے اور بعد کو پشیمان ہو تو پھر اب کیا ہو پچھتانے سے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ

چوں کسے کو از مرض گل داشت دوست	گر چہ پندارد کہ آں گل قوت اوست
جب کوئی کسی مرض کی وجہ سے مٹی (کھانا) پسند کرے	اگر چہ وہ سمجھ رہا ہو کہ مٹی اس کی (اصل) غذا ہے

چون کسے الخ۔ یعنی جیسے کہ کوئی شخص مرض کی وجہ سے مٹی کو دوست رکھتا ہے (تو وہ) اگر چہ خیال کرتا ہے کہ اس کی غذا وہی ہے مگر یہ اسکی غلطی ہے اور یہ غلطی اس لئے ہے کہ

قوت اصلی را فرامش کردہ است	روئے در قوت مرض آوردہ است
(لیکن) اس نے اصلی غذا کو بھلا دیا ہے	بیماری کی غذا نے اس کو لکڑی جیسا بنا دیا ہے
نوش را بگذاشتہ سم خوردہ است	قوت علت ہمچو چوبش کردہ است
شہد کو چھوڑ کر زہر کھایا ہے	بیماری کی غذا نے اس کو لکڑی جیسا بنا دیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

قوت اصلی الخ۔ یعنی اصلی غذا کو تو بھول گیا ہے اور مرض کی غذا میں (جو کہ مٹی ہے) توجہ لایا ہے کہ اسی کو اصلی سمجھے ہو۔ بس یہ سمجھنا اس لئے ہے کہ اس غذائے اصلی سے اس کو غفلت اور فراموشی ہو رہی ہے۔

نوش راالخ۔ یعنی غذا کو چھوڑ کر زہر کھا رہا ہے تو مرض کی غذا نے اس کو لکڑی کی طرح کر دیا ہے یعنی اس کو جو مرض کی وجہ سے مٹی کھانے کی عادت ہوگئی ہے تو اس مٹی کھانے نے اس کو سکھا کر کانٹے کی طرح کر دیا ہے۔ اس طرح ان خواہشات نفسانی نے کمالات سے خالی کر رکھا ہے اور باطن مثل مردہ کے ہو گیا ہے۔ آگے اس اصلی راز کو بتاتے ہیں کہ وہ کیا ہے فرماتے ہیں کہ

قوت اصلی بشر نور خداست	قوت حیوانی مرا او را ناسزاست
انسان کی اصل غذا خدا کا نور ہے	حیوانی غذا اس کے لئے مناسب نہیں ہے

قوت اصلی الخ۔ یعنی انسان کی غذائے اصلی تو حق تعالیٰ کا نور ہے اور یہ حیوانی غذا اس کے لائق نہیں ہے جبکہ اصلی غذا نور حق ہوئی اور یہ غذا عارضی حیوانی غذا اور نفسانی خواہشات ہوئیں تو اب ان عارضی کی تقلیل اور اس اصلی کی تکثیر ضروری ہے اور اس وقت جو اس غذائے حیوانی ہی کو اصلی سمجھے ہوئے ہو یہ تمہاری غلطی ہے اور بوجہ غفلت اور مرض باطنی کے ہے ورنہ یہ اصلی غذا ہے ہی نہیں فرماتے ہیں کہ

لیک از علت دریں افتاد دل	کہ خورد او روز و شب از آب و گل
لیکن بیماری کی وجہ سے (اس کا) دل اس میں پڑا ہے	کہ شب و روز وہ پانی مٹی (کی پیداوار) کھائے

لیک از علت الخ۔ یعنی کہ مرض (باطنی) کی وجہ سے دل اس میں پڑا ہوا ہے کہ رات اور دن اس پانی اور مٹی کو کھاتا ہے یعنی بوجہ غفلت عن الحق کے یہ غذائے حیوانی کے درپے ہے اور اس غذائے اصلی سے بے خبر ہے ورنہ اس کی طلب کرتا۔

روئے زرد و پائے سست و دل سبک	کو غذائے والسما ذات الحبک
چہرہ زرد پیر سست اور دل کمزور	کہاں راستوں والے آسمان کی غذا؟

روئے زرد الخ۔ یعنی زرد منہ اور سست پاؤں اور ضعیف دل ہے اور کہاں ہے غذا آسمان ذات الحبک کی۔ مطلب یہ کہ اس غذائے حیوانی کی وجہ سے اس کی یہ حالت ہے کہ اس کے تمام اعضائے باطن بالکل مضمحل اور بیکار ہو رہے ہیں اور اگر اس کو غذائے عالم علوی کی حاصل ہو جاتی تو پھر تو یہ کامل اور سرخرو ہوتا۔ مگر اب تو ہر طرح ذلیل وخوار ہو رہا ہے آسمان والی غذا سے مراد غذائے عالم بالا کی ہے اور وہ غذا ہے کمالات اور معانی اور اسرار پس ظاہر ہے کہ روح کی غذائے اصلی وہی ہے اور باقی غذائیں عارضی ہیں۔

آں غذائے خاصگان دولت است	خوردن آں بے گلو و آلت است
وہ دربار کے مخصوص لوگوں کی غذا ہے	اس کا کھانا بغیر حلق کے برتنوں کے ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آن غذائے الخ۔ یعنی وہ غذا (عالم بالا کی) دولت کی خاص لوگوں کی ہے (ہر ایک کو میسر نہیں) اور ان کا کھانا بھی بے گلے کے اور بغیر کسی آلہ کے ہے۔ یعنی یہ آلات اور اسباب ظاہری اس سے تغذیہ حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ اس غذا کا تغذیہ بے ان آلات کے اور بے ان اعضا کے ہوتا ہے اس لئے کہ وہ تو معانی ہوتے ہیں جو کہ محسوس ہی نہیں ہوتے تو ان کو ان آلات جوارح سے کیسے حاصل کر سکتے ہیں بلکہ ان کے حصول کا تو ایک دوسرا ہی طریقہ ہے۔

شد غذائے آفتاب از نور عرش	مرحسود و دیو را از دود فرش
آفتاب کی غذا عرش کا نور ہے	حاسد اور شیطان کی (غذا) زمین کا دھواں ہے

شد غذائے الخ۔ یعنی آفتاب (عارف) کی غذا تو نور عرش (عالم بالا) سے ہوتی ہے اور حاسد دیو (کافر یا شیطان جو کہ عارفون کے قرب پر حسد کرتا ہے) کی غذا فرش (عالم سوت) کے دھوئیں (ظلمات) سے ہوتی ہے۔ عارف کو بوجہ اس کے کمالات سے منور ہونے کے آفتاب کہہ دیا گیا۔ مطلب یہ کہ انکی غذائے باطنی اور روحانی عالم غیب سے ملتی ہے اور جو لوگ اس طرف سے غافل ہیں ان کی غذا یہ غذائے ظاہری ہی ہوتی ہے۔

در شہیداں یرزقون فرمود حق	آں غذا را نے دہاں بد نے طبق
اللہ (تعالیٰ) نے شہیدوں کے بارے میں یرزقون فرمایا ہے	اس غذا کے لئے نہ منہ ہے نہ طباق

در شہیدان الخ۔ یعنی شہیدوں کے حق میں اللہ تعالیٰ نے یرزقون فرمایا ہے تو اس غذا کے لئے نہ منہ ہے اور نہ طبق۔ مطلب یہ کہ اس سے تعجب مت کرو کہ بے آلات کے تغذیہ کس طرح ہو سکتا ہے اس لئے کہ دیکھو کہ قرآن شریف میں شہیدوں کے بارے میں یرزقون فرحین بما آتہم اللہ من فضلہ آیا ہے کہ وہ بے دہان رزق دیئے جاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ وہ غذا مثل اس ظاہری غذا کے نہیں ہوتی بلکہ اس میں کہیں فرق ہوتا ہے اور اس کے کھانے کے لئے بھی یہ اعضا نہیں ہوتے جیسا کہ شریعت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں جو جسم عطا ہوگا وہ اگر چہ اس کے مثل ہوگا مگر یہ جسم خاص نہ ہوگا پس دیکھو کہ تغذیہ بغیر ان آلات کے حاصل ہو گیا۔

دل زہر یارے غذائے می خورد	دل زہر علمے صفائے می برد
دل ہر محبوب (چیز) سے غذا حاصل کرتا ہے	دل ہر علم سے صفائی حاصل کرتا ہے

دل زہر رائے الخ۔ یعنی کہ دل ہر رائے سے ایک غذا حاصل کرتا ہے اور دل ہر ایک علم سے ایک صفائی حاصل کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ بے آلات ظاہری کے تغذیہ کی ایک اور نظیر سنو کہ دیکھو جب قلب میں کوئی بہت ہی نفیس اور عمدہ رائے ہوتی ہے تو اس سے قلب کو فرحت ہوتی ہے اور اس کو ایک قسم کی غذا حاصل ہوتی ہے اس طرح علم سے بھی غذا حاصل ہوتی ہے حالانکہ یہ منہ اور آلات کہیں بھی نہیں ہیں لہٰذا معلوم ہو گیا کہ دنیا میں بھی بعض اشیاء ایسی ہیں کہ جن کو بے ان آلات وغیرہ کے کھا سکتے ہیں۔ پس اسی طرح وہ کمالات اور معانی ہیں کہ ان کے

www.besturdubooks.wordpress.com

کھانے کے لئے بھی اس دہان وآلات کی ضرورت نہیں ہے۔

صورت ہر آدمی چوں کاسہ ایست	چشم از معنی و حساسہ ایست
ہر آدمی کی صورت پیالے کی طرح ہے	آنکھ اس کے باطن کا ادراک کرنے والی ہے

صورت ہر آدمی الخ۔ یعنی ہر آدمی کی صورت تو مثل ایک پیالہ کے ہے (کہ جو غیر مقصود ہے) اور اصل وہ ہے جو کہ اس پیالہ میں ہے) اور آنکھ (حقیقت شناس) اس کے معنی (حقیقت) کی پہچاننے والی ہے (اور وہی مقصود بھی ہیں) پس معلوم ہوگیا کہ دنیا میں بھی جو چیز دوسرے سے ملے گی اس سے کچھ نہ کچھ فائدہ اور غذا ضرور حاصل ہوگا اس کو آگے مع نظائر کے بیان فرماتے ہیں کہ

از لقائے ہر کسے چیزے خوری	وز قران ہر قریں چیزے بری
تو ہر شخص کی ملاقات سے کچھ حاصل کرے گا	تو ہر ساتھی کے ملنے سے کچھ حاصل کرے گا

از لقائے الخ۔ یعنی ہر شخص کے ملنے سے کچھ نہ کچھ تم ضرور کھاؤ گے (یعنی کچھ نہ کچھ ضرور فرحت اور سرور یا غم وغیرہ ہوگا) اور ہر ساتھی کے ایک چیز لے جائے گا تو یہ تو انسان ہی کے ساتھ خاص تھا آگے عام فرماتے ہیں کہ انسان ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ کل موجودات میں یہی ہے کہ ایک دوسرے کے قرآن سے کچھ فوائد ہوتے ہیں آگے اسی کے نظائر ہیں کہ

چوں ستارہ با ستارہ شد قریں	لائق ہر دو اثر زاید یقیں
جب ایک ستارہ دوسرے ستارہ سے ملتا ہے	یقیناً دونوں کے مناسب اثر بڑھتا ہے

چون ستارہ الخ۔ یعنی جب ایک ستارہ دوسرے ستارہ سے ملتا ہے تو ان دونوں کے مناسب یقیناً کوئی اثر پیدا ہوتا ہے یہاں یا تو مولانا نے بھی بناء علی المشہور اثر سے مراد تاثیر ہی لی ہو جیسا کہ اہل نجوم کہتے ہیں اور یا یہ کہ یہ مقصود ہو کہ آخر جب وہ ملیں گے تو ان میں کوئی نہ کوئی اثر تو ضرور ہی ہوگا مثلاً یہی کہ ایک دوسرے کی قوت کا کاسر یا قوی کرنے والا ہو۔ وغیر ذالک غرضیکہ دو کے ملنے سے ایک اثر پیدا ہوگا۔

از قران مرد و زن زاید بشر	وز قران سنگ و آہن ہم شرر
مرد اور عورت کے ملنے سے انسان پیدا ہوتا ہے	اور پتھر اور لوہے کے ملنے سے چنگاریاں (نکلتی ہیں)

از قران الخ۔ یعنی کہ مرد وعورت کے ملنے سے لڑکا پیدا ہوتا ہے اور لوہے اور پتھر سے ملنے سے چنگاریاں پیدا ہوتی ہیں یہاں بھی دو کے ملنے سے ایک خاص اثر اور نتیجہ پیدا ہوا ہے۔

وز قران خاک با بارانہا	میوہا و سبزہا ریحانہا
مٹی اور بارشوں کے ملنے سے	میوے اور سبزے (اور) خوشبودار گھاسیں (پیدا ہوتی ہیں)

www.besturdubooks.wordpress.com

وز قرآن خاک الخ۔ یعنی اور خاک کے بارش کے ساتھ ملنے سے میوہ اور سبزے اور پھول (پیدا ہوتے ہیں)"۔

وز قران سبز ہا با آدمی	دل خوشی و بے غمی و خرمی
انسان کے ساتھ سبزوں کے جمع ہونے سے	دل خوشی اور بے غمی اور سرور (پیدا ہوتا ہے)

وز قران الخ۔ یعنی اور سبزوں کے آدمی کے ساتھ ملنے سے (یا تو ان کے دیکھنے سے یا کھانے سے) دلخوشی اور بے غمی اور خرمی پیدا ہوتی ہے اور جان کے ساتھ خرمی کے ملنے سے خوبی اور کمالات پیدا ہوتے ہیں اس لئے کہ اگر دل مکدر ہو اور خوشی اور دلجمعی حاصل نہ ہو تو ہرگز کوئی کمال حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی اسی وقت تک ہے جب تک کہ قلب ٹھکانے سے ہے ورنہ کچھ بھی نہیں۔

وز قرآن خرمی باجان ما	می بزاید خوبی و احسان ما
ہماری جان کے ساتھ خوشی کے ملنے سے	خوبی اور کمالات پیدا ہوتے ہیں
قابل خوردن شود اجسام ما	چوں برآید از تفرج کام ما
ہمارے جسم (کھانا) کھانے کے قابل ہو جاتے ہیں	جبکہ تفریح سے ہمارا مقصد پورا ہوتا ہے

قابل خوردم الخ۔ یعنی ہمارے اجسام (ان اشیاء کو) کھانے کے قابل ہو جاتے ہیں جبکہ تفریح سے ہمارا کام نکل آئے۔ مطلب یہ کہ ان سبزوں کے اقتران سے ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ہم ان سے فائدہ حاصل کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔

سرخروئی از قران خود بود	خوں ز خورشید خوشی گلگوں بود
خون کے ملنے سے سرخروئی حاصل ہوتی ہے	خوشی کے آفتاب سے خون سرخ ہوتا ہے

سرخروے الخ۔ یعنی کہ خون کے ملنے سے سرخروئی پیدا ہوتی ہے اور خون خوشی کے خورشید سے گلاب جیسی رنگت کا ہو جاتا ہے اور بہترین رنگ سرخی ہوتی ہے اور وہ خورشید سے ہوتی ہے اور اسی سے حاصل ہوتی ہے۔ اہل نجوم کہتے ہیں کہ جس شخص کو مناسبت سورج سے ہوتی ہے وہ دموی المزاج ہوتا ہے اور اس کے اندر خون زیادہ ہوتا ہے اور جس قدر مناسبت زیادہ ہوتی ہے اسی قدر خون میں بھی زیادتی ہوتی ہے تو دیکھ لو دو چیزوں کے اقتران سے سرخرو حاصل ہوئی اور یہ فرمانا بناز علی المشہور ہے ورنہ خدانخواستہ مولانا کا عقیدہ اس کے موافق ہرگز نہ تھا۔

بہترین رنگہا سرخی بود	واں ز خورشیدست از وے میرسد
رنگوں میں بہترین رنگ سرخی ہوتی ہے	وہ سورج کی وجہ سے ہے اور اس سے حاصل ہوتی ہے
ہر زمینے کو قریں شد باز حل	شورہ گشت و کشت را نبود محل
جو زمین زحل (ستارہ) کی متعلق ہوئی	وہ شورلی بنی اور کھیتی کی جگہ نہیں رہتی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر زمینے الخ۔ یعنی جو زمین کہ زحل کے ساتھ مقترن ہو تو وہ شور ہوتی ہے اور کھیتی کے قابل نہیں ہوتی تو دیکھو کہ دو کے اقتران سے ایک اثر پیدا ہوا ہے یہ بھی بنا علی المشہور ہے کہ اہل نجوم کہتے ہیں کہ زحل ایک منحوس ستارہ ہے جس طرف اس کا رخ ہوتا ہے اس طرف نحوست ہی پھیلتی ہے۔ آگے ان سب تمثیلات و نظائر کا حاصل فرماتے ہیں کہ

قوت اندر فعل آید ز اتفاق	چوں قران دیو با اہل نفاق
متفق ہو جانے سے کام میں قوت آ جاتی ہے	جیسا کہ شیطان کا منافقوں سے مل جانا

قوت اندر الخ۔ یعنی کہ (دو چیزوں کے ملنے سے) استعداد (درجہ) فعلیت میں آتی ہے جیسے کہ شیطان کا مل جانا اہل نفاق کے ساتھ کہ جو خباثت پہلے نہ کرتے اب کرنے لگے اور خباثت زیادہ ہو جاتی ہے اور جو خباثت کہ ابھی تک پوشیدہ تھی اب وہ ساری ظاہر ہوتی ہیں لہٰذا ثابت ہو گیا کہ ہر شے کے دوسرے کے ساتھ اقتران سے ایک اثر ظاہر ہوتا ہے پس اس طرح اگر صورت کے ساتھ معنیٰ کا اقتران ہو گا تو پھر وہ وہ کمالات پیدا ہوں گے کہ دیدہ باید اور کمالات اور معانی کو تو عالم بالا سے اور حق تعالیٰ سے تعلق ہے اور اگرچہ وہ محسوس ظاہری نہیں ہیں مگر پھر بھی ان کے اندر ایک شان ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

ایں معانی راست از چرخ نہم	بے ہمہ طاق و طرم طاق طرم
ان معانی کے لئے نویں آسمان	بغیر شان و شوکت والے سے شان و شوکت ہے

این معانی الخ۔ یعنی کہ ان معانی کو نویں آسمان (عالم بالا) سے بغیر کسی (ظاہری) شان و شوکت کے شان و شوکت ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ معانی غیر محسوس ہیں اس لئے ان کی شان و شوکت ظاہری تو معلوم ہوتی نہیں مگر پھر بھی ان کی بہت بڑی شان ہے۔ اور چونکہ صوفیہ دو عالم کے قائل ہوئے ہیں ایک تو مادیت کے دوسرے مجردات کے اور مادیات کو عالم خلق اور مجردات کو عالم امر کہتے ہیں جیسا کہ حکماء نے بھی مانا ہے مگر وہ اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ وہ اس کے قدم کے قائل ہو گئے اور متکلمین بالکل انکار ہی کر بیٹھے مگر صوفیہ بین بین ہیں نہ یہ قدم کے قائل ہیں اور نہ انکار کرتے ہیں بلکہ مادیات اور مجردات دونوں کو مانتے ہیں۔ اب بعض جاہل صوفی اس عالم خلق و امر کو قرآن سے ثابت کرنے لگے اور کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں جو الا لہ الخلق والامر ہے اس سے یہی عالم خلق اور امر اصطلاحی مراد ہیں۔ تو یہ کہنا بالکل لغو ہے اس لئے کہ قرآن شریف ان اصطلاحوں میں نازل نہیں ہوا پھر خواہ مخواہ اس میں ان چیزوں کو تلاش کرنا اور زور لگا کر نکالنے سے کیا فائدہ ہوتا ہے بلکہ اگر صرف ان صوفیوں کے دعوے قرآن کے خلاف نہ ہوں تو کافی ہے نہ یہ کہ ہر مسئلہ اس سے نکالا ہی ہو اس کی کیا ضرورت ہے پس صوفیہ بھی دو عالموں کے قائل ہوئے ہیں ایک کے مشاہدہ سے اور دوسرے کے کشف سے اور حکماء نے عقل سے پہچانا لیکن صوفیہ خیر الامور اوسطہا کے مصداق رہے۔ آگے اشعار میں ان ہی دونوں عالموں کا ذکر ہے فرماتے ہیں کہ

خلق را طاق و طرم عاریت است	امر را طاق و طرم ماہیت است
عالم کی شان و شوکت عارضی ہے	(عالم) امر کی شان و شوکت ذاتی ہے

خلق را الخ۔ یعنی عالم خلق (عالم مادیات) کی شان وشوکت تو عاریت ہے اور عالم امر (عالم مجردات) کی شان وشوکت ماہیت (داخل ذات یا لازم غیر منفک) ہے یعنی عالم مادیات میں جو شان وشوکت ہوتی ہے وہ عارضی اور عالم مجردات کی شان وشوکت اصلی ہے (لیکن پھر بھی لوگ غلطی کرتے ہیں اور عارضی ہی کو طلب کرتے ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ

از پے طاق و طرم خواری کشند	بر امید عز در خواری خوشند
شان و شوکت کیلئے ذلت برداشت کرتے ہیں	عزت کی امید پر ذلت میں خوش ہیں

از پے الخ۔ یعنی شان وشوکت (ظاہری) کے لئے ذلت جھیلتے ہیں اور (صرف) عزت کی امید (موہوم) پر خواری میں خوش ہیں جیسا کہ آجکل مشاہدہ ہو رہا ہے کوئی اس فکر میں کہ مجھے خطاب مل جائے کوئی کسی فکر میں لگا ہوا ہے اور ان ساری ذلتوں پر خوش ہیں تف ہے ایسی عزت پر جو کہ مستلزم ہو اس قدر ذلتوں کو۔

بر امید عز دہ روزہ خدوک	گردن خود کردہ اند از غم چو دوک
دس روزہ عزت کی امید پر پریشان ہیں	فکر میں اپنی گردن کو تکلا جیسا بنائے ہوئے ہیں

برامید الخ۔ یعنی دو روزہ عزت کی امید (موہوم) پر پراگندہ ہیں اور اپنی گردن غم کی وجہ سے مثل تکلے کے کر لی ہے۔ اسی فکر میں گھل گئے اور اصلی شے سے غافل رہے اور اس کو طلب نہ کیا آگے مولانا بطور تحدث بالنعمۃ کے فرماتے ہیں کہ

چوں نمی آیند ایں جا کہ منم	کاندریں عز آفتاب روشنم
اس جگہ کیوں نہیں آتے جہاں میں ہوں	کہ میں اس عزت میں روشن سورج ہوں

چون نمی آیند الخ۔ یعنی جس جگہ (اور مقام) پر میں ہوں وہاں کیوں نہیں آتے (کہ عزت اصلیہ حاصل ہو) کہ اس عزت (اصلیہ) میں میں ایک آفتاب روشن ہوں۔ یعنی خدا کا شکر ہے کہ مجھے وہ عزت اصلی میسر ہے اور پوری طرح میسر ہے پھر یہ لوگ اور کہاں کہاں پھر رہے ہیں اور جو اصل مطلوب ہے اس کو چھوڑے بیٹھے ہیں۔ اے قوم بحج رفتہ کجائید کجائید + معشوق درین جاست بیائید بیائید + آؤ اور اس نور حقیقی سے منور ہو جاؤ کہ وہ اس آفتاب ظاہری کی طرح نہیں ہے بلکہ وہ نور ہی نور ہے۔

مشرق خورشید برج قیرگون	آفتاب ما ز مشرقہا بروں
سورج کی مشرق سیاہ برج ہے	ہمارا سورج مشرقوں سے بالا ہے

مشرق خورشید الخ۔ یعنی (اس) خورشید (ظاہری) کا مشرق ایک برج سیاہ رنگ والا ہے (یعنی کہ مظلم

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے) اور ہمارا آفتاب (جس سے کہ ہم اقتباس نور کر رہے ہیں) مشرقوں سے باہر ہے۔ مطلب یہ کہ تم جو اس خورشید ظاہری پر دم دیئے ہو تو اس کے مشرق کی تو یہ حالت ہے کہ وہ ایک وقت میں مظلم تھا پھر جب سورج وہاں گردش کرتا ہوا پہنچا تب وہ منور ہوا اور چونکہ حق تعالیٰ تو جہات اور مکان وغیرہ سے منزہ اور پاک ہیں تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا اس لئے ان کا مشرق انوار ہر وقت منور ہی رہتا ہے لیکن اس مشرق کا نور بعض مرتبہ بوجہ عوارض کے دکھلائی نہیں دیتا مگر اس طرف سے ہر وقت نور افگنی اور جلوہ افگنی ہو رہی ہے اس لئے قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید یعنی ہم تو اس کے قریب ہیں اور وہ ہم سے دور ہے اور چونکہ حق تعالیٰ اور بندہ کے درمیان میں علم کا واسطہ اور تعلق ہے اس لئے یہ ممکن ہے کہ ایک وقت میں حق تعالیٰ تو قریب ہوں اور بندہ غافل اور دور ہو اس لئے کہ قرب من الجانبین تو ضروری ممکن میں ہوتا ہے کہ ایک ممکن دوسرے کے قریب ہوگا تو وہ بھی ضرور اس کے قریب ہوگا اسلئے کہ ان میں قرب مکانی ہے اور یہاں تو قرب علمی ہے تو حق تعالیٰ تو ہر وقت بندہ کی حالت اور کیفیت کے عالم ہیں مگر بندہ بہت اوقات میں غفلت کی وجہ سے عارف نہیں ہوتا اور اسکی مثال حکماء نے یہ دی ہے کہ جیسے ایک شخص ہماری داہنی طرف بیٹھا ہے تو اس وقت جیسا وہ ہماری داہنی طرف ہے ہم بھی اس کی بائیں طرف ہے اور ہم پر یہی بولا جاتا ہے کہ یہ اس کے بائیں پر ہے اور اگر یہ شخص اٹھ کر ہمارے بائیں طرف آ بیٹھے تو اب ہم ہی پر یہ صادق ہے کہ ہم اس کے داہنی طرف آ گئے مگر دیکھو ہم تو اپنی جگہ پر ہیں اس کو ہی حرکت ہوئی اور اس کی حرکت سے ہماری حیثیت اور حالت بھی بدل گئی اس طرح حق تعالیٰ تو مکان اور چیز سے پاک ہیں وہ تو ہر وقت اور جگہ موجود اور جلوہ افگن ہیں مگر چونکہ ہم غافل ہیں اس لئے ہماری غفلت کی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ سے اس وقت دور ہیں اور جب ہم کو تنبہ ہوتا ہے اور اس طرف توجہ ہوتی ہے تو اس وقت کہا جاتا ہے کہ اب ہم قریب ہیں تو یہ دونوں حالتیں ہماری ہیں حق تعالیٰ کی کیفیت میں تغیر نہیں ہوا مگر ان پر تبدیل حیثیت صادق ہے جیسا کہ مثال مذکور میں بیان کیا گیا لہٰذا مولانا فرماتے ہیں کہ ہمارا خورشید جو ہے وہ ہر وقت منور اور روشن ہے اور اس کو مشرق کی ضرورت ہی نہیں نہ مظلم کی نہ منور کی بلکہ وہ خود فی حد ذاتہ نور ہی نور ہے۔ اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح آگے مولانا فرماتے ہیں کہ بعض مرتبہ قلب عارف کو مطلع انوار حق کہا گیا ہے حالانکہ یہاں کہہ رہے ہو کہ وہ مطلع اور مشرق سے پاک ہو تو اس تعارض کو اٹھاتے ہیں کہ

مشرق او نسبت ذرات او	نے برآمد نے فروشد ذات او
اس کی مشرق ذروں کے ساتھ اس کی نسبت ہے	نہ اس کی ذات طلوع کرتی ہے نہ غروب کرتی ہے

مشرق او الخ۔ یعنی مشرق اس کا نسبت ہوتا ہے اس کے ذرات کا (ورنہ) نہ طلوع ہوئے اور نہ غروب ہوئے اس کی ذات مطلب یہ کہ بعض مرتبہ جو قلب عارف وغیرہ کا مطلع کہہ دیا گیا ہے جیسا کہ دیباچہ میں فرمایا ہے کہ مطلع شمس آ اگر اسکندری الخ۔ تو یہ مشرق اور مطلع اس کی نسبت ذرات کی طرف ہے کہ ان کو اس کے نور سے کوئی

www.besturdubooks.wordpress.com

نسبت ہی نہیں ہے اس لئے کہ وہ تو ایک غیر متناہی نور ہے اور انسان اور اس کے صفات سب متناہی ہیں لہٰذا انسان خواہ کتنا ہی اس نور کو حاصل کرے گا اور خواہ اس کو پچاس عمر نوح میسر ہو جائیں مگر پھر بھی متناہی ہی رہا اور متناہی کو غیر متناہی سے کیا نسبت لہٰذا جس قدر بھی حاصل ہو اس سے گزر کر آگے کی طلب ضروری ہے اس کو کہا ہے کہ اے برادر بے نہایت در گہے است + ہر چہ بروئے می رسی بروئے مایست + پس قلب عارف وغیرہ کو مشرق کہہ دینا مجاز ہے ورنہ آپس میں کوئی نسبت ہی نہیں ہے اس کو تو کسی وقت زوال ہی نہیں ہے کہ اس پر دو حالتیں طلوع اور غروب کی صادق آئیں بلکہ وہ تو ہر وقت طلوع ہے اس کو کسی وقت بھی غروب نہیں ہے لہٰذا اس نور علی نور سے اقتباس نور کرو اور اس سے عزت اصلی حاصل کرو اور اس عارضی شان وشوکت اور عزت وجلال کو چھوڑو کہ کسی کام کی نہیں ہے۔

ما کہ واپس ماندہ ذرات ویم	در دو عالم آفتاب بے فیم
ہم جو کہ اس کے ذرات میں سے پسماندہ ہیں	دونوں جہانوں میں بغیر سایہ کے سورج ہیں

ما کہ واپس الخ۔ یعنی کہ ہم (اور انبیاء اور اولیاء کے سامنے) بہت ہی پیچھے پڑے ہوئے اس کے ذرات میں سے ہیں (مگر پھر بھی) دو عالم میں آفتاب بے سایہ کے ہیں مطلب یہ کہ دیکھو ہم جو ان کے نور سے کچھ بھی نسبت نہیں ہے اور یہ نسبت ان لوگوں کے پس ماندگان میں ہیں مگر پھر بھی ذرا سا نور حاصل کرنے سے بالکل نور ہی نور ہو گئے ہیں اور اس قدر نور کامل حاصل ہوا ہے کہ دو جہان میں بس نور ہی نور ہیں تو پھر خود اس نور علی نور اور وراء الوراء ثم وراء الوراء کی کیا کیفیت ہوگی کہ اس کے بیان کے لئے یہ الفاظ حادث اور متناہی ہرگز ہرگز کافی نہیں۔ یہ تو سب کچھ ہے مگر اس گھمنڈ پر کہ ہم کو اس درجہ کمالات حاصل ہو لئے ہیں ہم اس سے مستغنی نہیں ہیں بلکہ اب بھی اس کی تگ ودو میں لگے ہوئے ہیں اور یہ حالت ہے کہ + دست از طلب نہ دارم تا کام من بر آید + یا تن رسید بجانان یا جان ز تن بر آید + پس جب ہم بھی مستغنی نہیں ہیں تو وہ شخص کہ جس کو کچھ بھی کمالات حاصل نہیں ہیں کس طرح مستغنی ہو سکتا ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

باز گرد شمس میگردم عجب	ہم ز فر شمس باشد ایں سبب
تعجب ہے میں پھر بھی سورج کے چاروں طرف گردش کرتا ہوں	یہ سبب بھی سورج کی شان وشوکت کی جانب سے ہے

باز گرد شمس الخ۔ یعنی پھر بھی شمس (حق تعالیٰ) کے چاروں طرف پھر رہا ہوں اور اس کی طلب میں لگا ہوا ہوں کس قدر تعجب کی بات ہے مگر یہ سبب بھی اس شمس کے دبدبہ اور شوکت کی وجہ سے ہے کہ جو ہم اس سے باوجود اس قدر کمالات حاصل ہونے کے بھی مستغنی نہیں ہیں۔

شمس باشد بر سببہا مطلع	ہم ازو حبل سببہا منقطع
اسباب سے سورج با خبر ہوتا ہے	اسباب کی رسی کا ٹوٹنا بھی اسی کی جانب سے ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

شمس باشد الخ۔ یعنی کہ ان اسباب پر بھی وہی شمس (حق تعالیٰ) مطلع ہیں اور ان ہی سے (بعض مرتبہ) کس قدر تعجب کی بات ہے مگر یہ سب بھی اس شمس کے دبدبہ اور شوکت کی وجہ سے ہے کہ جو ہم اس سے باوجود اس قدر کمالات حاصل ہونے کے بھی مستغنی نہیں ہیں۔

شمس باشد الخ۔ یعنی کہ ان اسباب پر بھی وہی شمس (حق تعالیٰ) مطلع ہیں اور ان ہی سے (بعض مرتبہ) ان اسباب کی رسی منقطع ہو جاتی ہے اس لئے کہ بعض مرتبہ وہ ناامید کر دیتے ہیں اگر چہ وہ ناامیدی طبعی ہوتی ہے عقلی نہیں ہوتی مگر پھر بھی یہ حالت ہوتی ہے کہ بہت سے لوگوں نے خودکشی کر لی ہے اس لئے کہ جب اس کا غلبہ ہوتا ہے تو پھر انسان اندھا ہو جاتا ہے اور عقل وغیرہ سب بالائے طاق رکھی رہ جاتی ہے اور یوں سمجھتا ہے کہ جب وہ نہیں ملتے تو پھر ہم ہی رہ کر کیا کریں گے اور اس حالت کے بیان کو الفاظ نہیں ہیں بلکہ جس پر گزرے وہ جانے۔

صد ہزاراں بار بریدم امید	از کہ از شمس ایں شما باور کنید
میں نے لاکھوں بار امید منقطع کی	کس سے؟ سورج سے اس کا تم یقین کرو

صدر ہزاران الخ۔ یعنی لاکھوں مرتبہ میں نے امید کو منقطع کر دیا کس سے شمس (حق تعالیٰ) سے اس کو مجھ سے یقین کرو۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جب ناامیدی ہو جاتی ہے تو پھر طلب سے بھی کیا فائدہ ہے پس چونکہ مولانا جس طرح صاحب حال ہیں اس طرح شیخ وقت اور سالک بھی تو ہیں اس لئے یہاں آ کر اس شخص کو سنبھالتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ

تو مرا باور مکن کز آفتاب	صبر دارم من ویا ماہی ز آب
تو میرا یقین نہ کر کہ سورج سے	میں صبر کر سکتا ہوں اور یا مچھلی پانی سے (صبر کر سکتی ہے)

تو مرا باور الخ۔ یعنی تم یہ ہرگز مت خیال کرنا کہ آفتاب (حقیقی) سے میں صبر رکھ سکتا ہوں اور یا مچھلی پانی سے نہیں یعنی اگر چہ اس طرف سے بعض مرتبہ ناامیدی معلوم ہو مگر پھر بھی اسکی طلب کو ترک نہ کر دینا چاہیے بلکہ اسی تگ ودو میں لگے رہو اس لئے کہ اسکی تو ایسی مثال ہے کہ جیسے مچھلی اور پانی تو جب مچھلی پانی کے بغیر صبر نہیں کر سکتی تو پھر انسان کو حق تعالیٰ سے علیحدہ ہو کر کس طرح صبر آ سکتا ہے پس اگر چہ طبعی ناامیدی ہو جائے مگر پھر لگا رہے آخر ایک دن وہ ہو گا کہ ارشاد ہو گا کہ قبولست گرچہ ہنر نیستت + کہ جز ناپاہے دگر نیستت + اور آخر ایک دن وصل حاصل ہو جائے گا۔ خوب سمجھ لو آگے فرماتے ہیں کہ

ور شوم نومید نومیدی من	عین صنع آفتاب ست اے حسن
اگر میں ناامید ہوں میری ناامیدی	بالکل سورج کا کام ہے اے پیارے!

ور شوم الخ۔ یعنی اور اگر میں ناامید بھی ہو جاؤں تو میری یہ ناامیدی بھی تو ان ہی کا فعل ہے۔ اے حسن۔ مطلب یہ ہے کہ اگر میں ناامید بھی ہو گیا ہوں تو ناامید کرنا کس کا فعل ہے یہ بھی تو حق تعالیٰ الٰہی کا فعل ہے تو ہم اس کو اس حیثیت

www.besturdubooks.wordpress.com

سے دیکھیں گے کہ یہ فعل ہے اس ذات کا کہ جو ایسی مستغنی ہے کہ اس کو کسی کی احتیاج اور کسی کی ضرورت نہیں ہے تو اس خیال سے اس کی معرفت حاصل ہوگی اور ناامیدی وغیرہ سب زائل ہو جائے گی اور یہ توجیہ اس شعر کی مستنبط ہے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ کے اس قول سے کہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی کو وسوسے بہت پریشان کریں تو وہ یہ مراقبہ کرے کہ اللہ اکبر اس کی کیسی شان ہے کہ ایسی ایسی چیزیں پیدا فرمائی ہیں اور ایسے ایسے خیالات انسان کو دیئے ہیں بس اس مراقبہ سے سارے وساوس منقطع ہو جائیں اور حق تعالیٰ کی طرف توجہ ہو جائے گی انتہی للہ در القائل سبحان اللہ کیا تحقیق ہے اور کیسا علاج ہے کہ جس سے مرض کی جڑ ہی کٹ گئی۔ سچ یہ ہے کہ حضرت اپنے وقت کے امام بلکہ مجدد صاحب تھے ان سے ہرگز کم نہ تھے۔ کیسے کیسے علاج اور کیسے کیسے معارف زبان فیض ترجمان سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اے اللہ حضرت کے فیوض و برکات اور علوم میں سے اس راقم گنہگار کو بھی ایک حصہ وافر عطا فرما۔ اے اللہ تیری قدرت کے سامنے کچھ بعید نہیں ہے اگرچہ میری نسبت کرتو محال کے قریب ہے امید کہ ناظرین بھی اس گنہگار کو اس جگہ پہنچ کر دعا سے محروم نہ فرمائیں گے کہ۔ شنیدم کہ در روز امید و بیم + بدان را بہ نیکان بہ بخشد کریم۔ پس جبکہ حق تعالیٰ ہی کا فعل ہے تو اس سے علیحدہ کرنے والا کس طرح ہو جائے گا بلکہ وہ تو عین وصل الی الحق ہوگا اس کو فرماتے ہیں کہ

عین صنع از نفس صانع چوں برد	عین ہست از غیر ہستی چوں چرد
بعینہ کام کام کرنے والے کی ذات سے کیسے جدا ہو سکتا ہے؟	خود موجود غیر موجود سے کیسے غذا (وجود) حاصل کر سکتا ہے؟

عین صنع الخ۔ یعنی عین صنعت صانع سے کس طرح قطع کرے گی (بلکہ صنعت سے تو صانع کی اور معرفت ہو گی) اور عین موجود وغیر موجود سے کس طرح چر سکتا ہے مطلب یہ کہ جس اس ناامیدی کو اس حیثیت سے دیکھا کہ یہ فعل حق ہے تو پھر تو اور بھی معرفت حاصل ہوگی نہ کہ علیحدگی ہوگی اور جو شے کہ موجود ہے وہ مابہ الموجودیت سے کس طرح الگ ہو سکتی ہے اس لئے کہ اگر اس سے علیحدہ ہو جائے تو پھر تو وجود ہی باقی نہیں رہ سکتا لہٰذا مقصود یہ ہوا کہ مولانا سالک کو تعلیم فرماتے ہیں کہ اگر کبھی طبعی ناامیدی ہو بھی تو اس سے طلب کومت چھوڑ و بلکہ طلب میں لگے رہو اور اس ناامیدی کو بھی اسی طرف سے سمجھو پھر کبھی پریشانی اور حیرانی نہیں ہو سکتی۔ آگے فرماتے ہیں کہ

جملہ ہستیہا ازیں روضہ چرند	گر براق و تازیاں ور خود خرند
تمام موجودات اسی باغ سے غذا (وجود) حاصل کرتے ہیں	خواہ براق اور عربی گھوڑے ہوں یا خود گدھے ہوں

جملہ ہستیہا الخ۔ یعنی ساری ہستیاں اس باغ ہی سے چرتی ہیں (اور فیض حاصل کرتی ہیں) خواہ وہ براق ہوں یا عربی گھوڑے ہوں یا گدھے ہوں مطلب یہ کہ کیا اچھے اور کیا برے سب اسی سے فیض یاب ہیں تو پھر اس سے علیحدگی کیسے کر سکتے ہیں اس لئے کہ اس سے علیحدہ ہو کر تو کسی کا وجود بھی نہیں رہ سکتا چہ جائیکہ حصول کمالات ہو اس لئے کہ اگرچہ وہ بھی اسی موجود سے وجود کو حاصل کر رہا ہے مگر اس کو اس تحصیل کا علم نہیں ہے اور جب علم نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے تو ضرور ہے کہ اس کے حقوق بھی ادا نہ کر سکے گا تو اس وجود ہی سے فائدہ نہیں ہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں کہ

لیک اسپ کور کورانہ چرد	می نہ بیند روضہ را زانست رد
لیکن اندھا گھوڑا اندھے پن سے چرتا ہے	وہ باغ کو نہیں دیکھتا ہے اس لئے مردود ہے

لیک اسپ الخ۔ یعنی لیکن اندھا گھوڑا اندھوں کی طرح چرتا ہے اور چونکہ باغ کو دیکھتا نہیں ہے اس لئے مردود ہے۔ مطلب یہ کہ مگر چہ کل وجود اسی سے ہیں اور یہ مستلزم تھا اس کو کہ سب عارف ہوا کرتے اس لئے جب اسی کے فیض سے ایک کامل اور عارف ہے تو کیا وجہ ہے کہ دوسرا نہ ہو تو فرماتے ہیں کہ بات یہ ہے کہ اگر چہ یہ محبوب بھی اسی فیض سے اور اسی کمال سے مستفیض ہے جس سے کہ عارفین و کاملین ہوتے ہیں مگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ ایک کو تو اس حصول کا اور مستفیض ہونے کا علم ہے اور اس علم کی وجہ سے وہ اس کے حقوق بقدر استطاعت ادا کر رہا ہے اور دوسرا جو کہ محبوب اور مردود ہے وہ اس لئے ہے کہ اس کو اس کا علم نہیں ہے اس لئے وہ اس کی قدر اور اس کے حقوق کو کچھ بھی ادا نہیں کر سکتا۔ اور ان کی ایسی مثال ہے کہ جیسے دو گھوڑے ایک باغ میں چرتے ہیں مگر ایک اندھا ہو اور دوسرا بینا ہو تو جو بینا ہے وہ تو اس سے چر بھی رہا ہے اور اس باغ کا مشاہدہ بھی کر رہا ہے اور ایک اندھا ہے وہ بھی اسی سے غذا حاصل کر رہا ہے مگر اس کو خبر بھی نہیں ہے کہ باغ کیا ہے اور یہ سبزہ اور گھاس کس کو کہتے ہیں بس اس کو کھانے سے مطلب ہے۔ اس طرح کفار اور منکرین کی حالت ہے کہ وجود تو اسی موجود سے حاصل کر رہے ہیں مگر معرفت ذرا بھی نہیں اس وجہ سے مردود اور مطرود ہوتے ہیں اور کوئی نصرانی ہو جاتا ہے اور کوئی برت پرست ہے۔ کوئی آتش پرست تو کوئی مادہ پرست۔ غرضیکہ چون ندیدند حقیقت رہ افسانہ زوند + یہ ساری خرابی معرفت نہ ہونے کی ہے ورنہ اس ذات کو پہچان کر اور اس کی معرفت کے بعد تو پھر اس سے علیحدگی اور کسی اور کی طرف توجہ ہو ہی نہیں سکتی آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

وانکہ گردشہا از ان دریا ندید	ہر دم آرد رو بمحراب جدید
اور جس نے گردشوں کو اس دریا سے نہ سمجھا	ہر آن منہ نئی محراب کی طرف کرتا ہے

وانکہ گردشہا الخ۔ یعنی جس نے اس دریائے (وجود) سے (اپنی) گردشوں کو نہ دیکھا (بلکہ ان انقلابات کو کسی اور کی طرف سے سمجھا) تو ہر دم وہ ایک نئی محراب (قبلہ توجہ) کی طرف متوجہ ہوگا مطلب یہ ہے کہ جو انقلاب کو حق تعالیٰ کی طرف سے نہ سمجھے گا اور جس نے کہ یہ سمجھ لیا کہ جو ہوتا ہے وہ اسی طرف سے ہوتا ہے اور کسی دوسرے کا مطلق اختیار نہیں ہے تو پھر وہ تو صرف اس ایک ہی ذات کی طرف متوجہ ہوگا اس کو دوسروں سے کیا کام اور اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی تنکا دریا میں بہہ رہا ہے اور دریا اس کو لوٹ پوٹ کر رہا ہے کبھی ادھر ڈال دیا اور کبھی دوسری طرف تو اگر وہ یہ جانتا ہے کہ یہ سارے کرشمے دریا ہی کے ہیں تب تو بس اس کے خیال میں

www.besturdubooks.wordpress.com

پراگندگی اور تشتت نہ ہوگا بلکہ وہ صرف ایک ہی طرف متوجہ ہوگا اور اگر وہ ان امواج کو مؤثر سمجھ رہا ہے جو اس دریا سے پیدا ہو رہی ہیں تو پھر اس کے قبلہ توجہ ہزاروں ہونگے اور ہر وقت ایک الگ شے کی طرف توجہ ہوگی اور جب انسان کی پراگندگی اور تشتت کی یہ حالت ہوگی تو پھر وہ وجود مصنوع سے وجود صانع پر کس طرح استدلال کرسکتا ہے اس لئے کہ اس کے نزدیک تو مؤثر اور صانع ایک ہی ہے نہیں یہ ساری خرابی اس معرفت سے نابینا ہونے کی ہے اور اس کا اس موجود سے وجود حاصل کرنا ہی سبب اس کی کوری کا ہوگیا ہے اور یہی تحصیل وجود دوسروں کے لئے سبب ہدایت اور سبب بینائی ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

اوز بحر عذب آب شور خورد	تا کہ آب شور او را کور کرد
اس نے شیریں دریا سے کھارا پانی پیا	یہاں تک کہ کھارے پانی نے اس کو اندھا کر دیا

اوز بحرالخ۔ یعنی اس (نابینائے حقیقت) نے شیریں دریا سے شور پانی پیا۔ یہاں تک کہ اس شور پانی نے اس کو اندھا کر دیا۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کے وجود سے جو کہ سراسر نور اور ہدایت ہی تھا اس نے وجود حاصل کیا اور وہ وجود شیریں اس کے حق میں مثل آب شور کے ہوگیا کہ اس کو لومضر ہی ہوا اسی کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یضل بہ کثیرا ویہدی بہ کثیرا کہ قرآن ایک ہی شے ہے۔ تو اس کا سبب ضلال ہونا بھی اس مفصل کی ناقابلیت اور بے استعدادی سے ہے ورنہ وہ تو فی نفسہ ہادی ہی ہے۔ پس اسی طرح وہ وجود حق تو شیریں اور بینا ہی کرنیوالا ہے مگر جو شخص کہ خود ہی اندھا ہو اس کے لئے تو وہ خراب اور گمراہ کرنے والا ہی ہوگا جیسے کہ شیرینی کہ کس قدر مرغوب و محبوب ہے مگر دیکھو جس کو صفرا کا حلیہ ہو اس کو مضر ہے تو اس شیرینی کو تو مرغوب ومحبوب ہی کہیں گے مگر یہ نقص قابل میں ہے کہ جس کی وجہ سے وہ مضر معلوم ہوتی ہے اور جبکہ یہ گمراہی زیادہ ہوتی ہے اور انتہا تک پہنچ جاتی ہے تو پھر یہی گمراہی کفر تک نوبت پہنچادیتی ہے العیاذ باللہ اس لئے کہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ غفلت عن الحق کے سات درجے ہیں اور مابین سات حجاب ہیں سب سے آخر کا حجاب کفر اور شرک ہے کہ جب غفلت اور انتہائی درجہ کو پہنچ جاتی ہے تو پھر نوبت کفر کی آجاتی ہے۔ خدا بچائے آگے فرماتے ہیں کہ

بحر می گوید بدست راست خور	ز آب من اے کور تا یابی بصر
دریا کہتا ہے کہ داہنے ہاتھ سے پی	میرا پانی اے اندھے! تاکہ تو بینائی حاصل کرے

بحر میگوید الخ۔ یعنی دریا تو کہہ رہا ہے کہ اے اندھے میرے پانی کو داہنے ہاتھ سے پی تاکہ تو بصیرت پائے۔ چونکہ اوپر کے اشعار میں حق تعالیٰ کو تشبیہ دی ہے دریا سے جیسا کہ صوفیہ کے یہاں اصطلاح ہے اس لئے یہاں فرماتے ہیں کہ وہ گمراہ ہو رہا ہے اور حق تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ دیکھ اس وجہ سے گمراہ مت ہوجانا ذرا سنبھل کر اس کا استعمال کرنا تاکہ تجھے اس سے میری معرفت حاصل ہو۔ آگے خود اس دست راست یعنی داہنے ہاتھ کو بتاتے ہیں کہ دست براست سے ہم کو مقصود کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہست دست راست اینجا ظن راست	کو بداند نیک و بد را کز کجاست
دہانے ہاتھ (سے مراد) یہاں صحیح عقیدہ ہے	تا کہ وہ جان لے کہ نیک و بد کہاں سے ہے

ہست دست الخ۔ یعنی کہ اس جگہ دست راست (سے مراد) راست ہے کہ وہ نیک و بد کو جان لے کہ کہاں سے ہیں۔ اب مطلب یہ ہو گیا کہ حق تعالیٰ اس کو حقیقت کو فرمارہے ہیں کہ ارے کمبخت دیکھ فہم سلیم اور سیدھا گمان پیدا کرتا کہ تجھے اس کی معرفت اور پہچان ہو کہ یہ نیک و بد کہاں سے اور کدھر سے ہیں۔ اگر معرفت اور بصیرت ہو گی تو معلوم ہو جائے گا کہ جو کچھ ہو رہا ہے سب اسی طرف سے ہے پس پھر تفویض کامل حاصل ہو جائے گی اور معرفت حق حاصل ہو گی جو کہ اصل مقصود ہے اور معلوم ہو جائے گا کہ یہ نیک و بد کا مالک اور احوال کو بدلنے والا آخر کوئی ہے ضرور کہ جس کی وجہ سے کہیں کچھ ہے اور کہیں کچھ ہے۔ کہیں گمراہی ہے اور کہیں ہدایت۔ کوئی مومن ہے اور کوئی کافر۔ آگے فرماتے ہیں کہ

نیزہ گردانیست اے نیزہ کہ تو	راست می گردی گہ و گاہے دوتو
اے نیزے! کوئی نیزے کو گھمانے والا ہے کہ تو	کبھی سیدھا ہو جاتا ہے اور کبھی دوہرا

نیزہ گردانیست الخ۔ یعنی کوئی نیزہ کا پھرانے والا ہے کہ یہ نیزہ کبھی تو سیدھا چل رہا ہے اور کبھی دوہرا چل رہا ہے یہ سب کسی بہت بڑے غالب زبردست کی دست قدرت میں ہے کہ وہ جس طرح چاہتا ہے بدل دیتا ہے اور اس کے سامنے کسی کی کچھ نہیں چلتی تو جب اس کی معرفت ہو گی وہی مقصود ہے اور اس کے مل جانے سے مقصود اصلی حاصل ہو جائے گا آگے فرماتے ہیں کہ

ما ز عشق شمس دیں بے ناخنیم	ورنہ ما آں کور را بینا کنیم
ہم دین کے شمس کے عشق کی وجہ سے معذور ہیں	ورنہ ہم اس اندھے کو بینا کر دیتے

ناز عشق الخ۔ یعنی کہ ہم حضرت شمس الدین کے عشق سے بے بس ہو رہے ہیں ورنہ ہم تو اس اندھے کو بینا کر دیتے۔ حضرت مولانا شمس الدین تبریزی قدس اللہ سرہ حضرت مولانا روم کے شیخ ہیں اور مولانا ان پر بالکل عاشق ہیں اس لئے فرماتے ہیں کہ چونکہ حضرت شیخ کی محبت اور عشق میں ہم تو فنا ہو گئے ہیں اور فنا کا مقتضی یہ ہے کہ پھر تصرفات نہیں ہو سکتے اس لئے ہم مجبور ہیں اور بے بس ہو رہے ہیں ورنہ ایسے اسباب کا ارتکاب کرتے کہ جس سے وہ ہدایت پر آ جائے اس لئے کہ ہدایت پر لانا کسی کے اختیار میں تو ہے نہیں جیسا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے انک لاتھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء۔ پس مراد اسباب ہدایت کا ارتکاب ہے مگر اس سے یہ مانع ہے کہ ہم ان کی محبت میں بالکل مٹ چکے ہیں لہٰذا اب ہم سے کوئی تصرف نہیں ہو سکتا اور یا یہ کہ چونکہ ہم کو ان کا عشق ہے اور معشوق کے سامنے اپنی حکومت چلانا اور تصرفات کو نافذ کرنا ایک بے ادبی ہے اس لئے ہم اپنے تصرفات کو روکے ہوئے ہیں غرضیکہ یا تو ادب مانع ہے اور یا انتہاء محبت مانع ہے ظاہر الفاظ کا تو یہ مطلب ہے لیکن یہاں مولانا نے ایک مسئلہ کی طرف بھی اشارہ فرما دیا ہے وہ یہ کہ کاملین تصرفات سے

www.besturdubooks.wordpress.com

طبعاً نفور ہوتے ہیں اور وہ ہدایت اور فیض تصرفات باطن سے نہیں کرے بلکہ مثل انبیاء علیہم السلام کے صرف دعوۃ الی الحق کرتے ہیں یضل بہ من یشاء و یھدی بہ من یشاء۔ وہ یہ نہیں کرتے کہ کسی کی طرف متوجہ ہو کر اس کو ہدایت فرمادیں جیسا کہ بعض متوسطین کا طریقہ ہوتا ہے اس لئے کہ تصرف کے لئے ضروری ہے کہ قلب کو ماسوی المقصود فی الحال سے بالکل خالی کرلیا جائے اس کے بعد توجہ کی جائے تو وہ تصرف مفید اور مؤثر ہوتا ہے پس اس توجہ سے بعض مرتبہ تو فنا کا غلبہ مانع ہوتا ہے کہ یہ شخص اپنے کو بالکل فانی کرچکا ہے اور اپنے وجود ظاہری کو وجود ہی نہیں گنتا اس لئے اس سے تصرفات بھی صادر نہیں کرسکتا اور اس سے طبعاً متنفر ہوتا ہے اگرچہ بوجہ کامل ہونے کے ان کو جائز تو سمجھتا ہے اور اس قدر مغلوب نہیں ہوتا کہ ان کو ناجائز یا حرام کہے مگر اس وجہ سے کہ اس میں ایک قسم کی ہستی کا اظہار ہے اس سے طبعاً نفرت ہوتی ہے اور یا یہ ہوتا ہے کہ ادب حق تعالیٰ کا مانع ہوتا ہے کہ ان کے سامنے کسی قسم کے تصرف کرنے کو اچھا نہیں سمجھتا گرچہ یہ بھی جو کچھ ہوگا وہ اس کے کرنے سے بھی اصل میں حق تعالیٰ ہی کریں گے مگر آخر صورۃ تو اس کا بھی تصرف ہے اس لئے وہ اس کو خلاف ادب جان کر اس سے علیحدہ اور متنفر ہوتا ہے اور کبھی یہ دونوں باتیں نہیں ہوتیں بلکہ غلبۂ توحید مانع ہوتا ہے اس لئے کہ تصرف اس وقت مؤثر ہوسکتا ہے جبکہ اس وقت قلب مقصود و معبود علاوہ سب اشیاء سے خالی ہو تو ظاہر ہے کہ جو تعلق اور نسبت اس کو اس کو حق تعالیٰ کے ساتھ اس طرف توجہ کرنے سے پہلے تھی وہ ہرگز اس وقت موجود نہیں ہے بلکہ اس میں ضرور کمی ہوگی۔ لہٰذا اس شخص کی غیرت تقاضا نہیں کرتی کہ اس کے خیال کے ساتھ کوئی اور بھی شریک ہو اس کی تو یہ حالت ہوتی ہے کہ شرکت غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری + غیر کی ہوکے رہے یا شب فرقت میری + یہ شخص اس تصرف اور توجہ کو شرک فی الطریق سمجھتا ہے اور اس توجہ کو کہتا ہے کہ حق تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنا ہے اس لئے کہ شرک کہتے ہیں اس کو کہ جو کام حق تعالیٰ سبحانہ کے ساتھ مخصوص تھا اسی کو غیر اللہ کے لئے لایا جائے گا تو ظاہر ہے کہ اس میں ایک شائبہ شرک کا ہوگا۔ اگرچہ اس کو توحید اعتقادی کے خلاف تو ہیں کہہ سکتے مگر ہاں توحید حالی کے ضرور خلاف ہے تو خلاصہ یہ ہوا کہ کامل محقق تصرف اور توجہ سے طبعاً متنفر ہوتا ہے اور یہ توجہ متعارف جو ہوتی ہو اس میں بھی یہی ہوتا ہے اور تصور شیخ میں بھی یہی ہوتا ہے اس لئے کاملین کے یہاں ان کی تعلیم ہی نہیں ہوتی بلکہ وہ تو بس حق تعالیٰ کا نام بتاتے ہیں کہ نام لئے جاؤ اور کہیں کی ضرورت نہیں ہے۔ ساری عمر طلب میں گزارہ اسلئے کہ عبدیت اور بندگی کا تو یہی مقتضا ہے ورنہ اگر کچھ اپنے تصرفات بھی چلتے ہوتو یہ تو سراسر بندگی اور عبدیت کے خلاف ہے اس لئے کہ دیکھ لو طریق کامل وہی ہوگا جو کہ اوفق بالسنتہ ہو تو تتبع احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو بھی ایک نظر میں کامل نہیں کی اور کسی کافر کو ایک نگاہ ڈال کر مومن نہیں کرلیا بلکہ وہی اسباب کا ارتکاب اور دعوۃ الی الحق کے سوا اور کچھ بھی نہیں کیا لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ توجہ اور تصرف سب خلاف سنت ہیں میں یہ نہیں کہتا کہ خدانخواستہ اس طریقے پر چلنے والے گمراہ ہیں یا غلطی پر ہیں ہرگز نہیں نعوذ باللہ بلکہ مقصود یہ کہ طریق کامل اور اوفق بالسنتہ کونسا طریقہ ہے تو صاف ظاہر ہے کہ وہی طریقہ اوفق ہے اور چشتیوں کے یہاں بھی ان سب

www.besturdubooks.wordpress.com

اشیاء کی نفی ہے بلکہ صرف اس ذات پاک کی طلب اور یاد ہوتی ہے نہ ان کے یہاں لطائف کی تعلیم ہے اور نہ تصور شیخ کی نہ وہ متوجہ ہو کر کسی کے قلب میں تصرف کریں اور نہ بہت ہوحق کریں اس لئے نقشبندی بزرگ ان کو کہتے ہیں کہ چشتیوں کے یہاں بجز جلنے اور مرنے کے لئے ہی کیا۔ بس مدت العمر اسی میں رہو کہ تلاش کرو نہ کوئی کرامت ہے اور نہ کوئی تصرف جو کہ کمال ظاہر دلیل ہو مگر چشتی کہتے ہیں کہ ہم کو ہمارا جینا اور مرنا مبارک اور تم کو وہ احوال اور مواجید مبارک ہوں اس لئے کہ دونوں طریقہ ہدایت اور من اللہ ہی ہیں ہاں کامل اور اکمل کا فرق ہے کہ جو طریقہ اوفق بالسنۃ ہوگا جیسا کہ چشتیوں کا ہے وہ اکمل ہوگا اور دوسرا کامل ہوگا کیونکہ جو تصرفات کہ شیخ مرید ہیں اس توجہ خاص سے یا اور کسی طرح کرتا ہے وہ جب ہی تک قائم رہتا ہے جب تک کہ شیخ کے پاس رہے اور جہاں شیخ سے دور ہوا اور ساری کیفیات اور انوار اور احوال غائب ہوئے۔ اس لئے کہ اس کی تو ایسی مثال ہے کہ جیسے بچہ جو کہ ابھی خود چل نہیں سکتا تو جب تک ماں کی گود میں ہے اس وقت تک وہ یہاں سے وہاں اور وہاں سے اور آگے پہنچ رہا ہے لیکن جہاں ماں نے گود سے رکھ دیا بس وہ تمام مٹی اور کیچڑ میں خراب ہوگیا اسی طرح جب تک کہ یہ مرید شیخ کے پاس رہتا ہے جب تک تو سارے حوال اور مواجید درست رہتے ہیں اور جہاں پس سے بعد ظاہری ہوا بس وہ ساری کیفیت وغیرہ جاتی رہتی ہے اور کورا کا کورا رہ جاتا ہے جیسا کہ نقشبندیوں کے یہاں ہے کہ ہر وقت عزلت اور خلوت ہی پسند کرتے ہیں اور بالکل چھوئی موئی کا درخت ہو جاتے ہیں کہ جہاں کسی نے ہاتھ لگا دیا اور بس ساری کیفیات سلب ہوگئیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نسبت میں ضعف ہے لیکن بالکل خالی بھی نہیں کہہ سکتے بلکہ ضعیف کہا جائے گا اور چشتیوں کے یہاں کوئی تصرف وغیرہ تو ہے نہیں بلکہ صرف صحبت سحر اثر ہوتا ہے اور وہ اثر بہت زیادہ قوی ہوتا ہے اور اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر مرید خراب ہو مگر وہ بسنت اور حالت باقی رہتی ہے اور اس کو فنا نہیں ہوتی اور چونکہ شیخ کو تو تعلق اور اس کی توجہ تو حق سبحانہ کی طرف ہوتی ہے اور جب مرید کو شیخ سے تعلق ہوا تو یہ مرید اس توجہ میں بھی شیخ کے ہمراہ ہی ہوگیا کیونکہ ایک خاص توجہ شیخ کو اس طرف بھی ہوتی ہے جو کہ توجہ الی الحق کو منافی نہیں ہوتی۔ بس اب چونکہ یہ مرید بھی شیخ کا شریک ہوگیا ہے لہٰذا یہ بھی متوجہ بحق ہے اور اس کو بھی تعلق مع اللہ اس وقت پیدا ہے گو بواسطہ ہی سہی۔ اور نقشبندیہ کے یہاں توجہ الی الخلق ہوتی ہے تو تم ہی بتاؤ کہ توجہ الی الحق محمود ہے یا توجہ الی الخلق محمود ہے اور ان دونوں میں سے سنت پر کونسی منطبق ہے اور جب معلوم ہوگیا کہ جو حالت کہ کسی تصرف کی وجہ سے ہوتی ہے تو جب تک اس متصرف سے قرب ہو جب تک تو وہ باقی رہتی ہے اور اس کے بعد وہ بہت جلد فنا ہو جاتی ہے اور جو نسبت کہ صحبت شیخ سے حاصل ہوتی ہے وہ باقی اور قوی ہوتی ہے اور یہ امر مشاہدہ سے معلوم ہے تو اب دونوں طریق میں کامل اور اکمل حدیث سے سمجھ لو کہ فرماتے ہیں کہ المومن القوی خیر من المومن الضعیف وفی کل خیر۔ یعنی مومن قوی و مومن ضعیف سے بہتر ہے اور ویسے سب اچھے ہی ہیں تو اب دیکھ لو۔ کہ فرمایا کہ جو قوی ہے وہ بہتر ہے بس ہم بھی کہتے ہیں کہ وہ طریق بھی گمراہ نہیں ہے بلکہ وہ بھی بہتر ہے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ کامل کون ہے اور اکمل کون ہے پس ظاہر ہوگیا کہ جو قوی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہو گیا اور دیرپا ہو گا وہی کامل ہو گا بعض بزرگ اس زمانہ میں بھی خاندان نقشبندیہ میں موجود ہیں اور ان کی یہی حالت ہے کہ وہ بالکل علیحدہ رہتے ہیں ذرا بھی کوئی ان کے پاس زیادہ ٹھہرا اس سے کہتے ہیں کہ جاؤ اب زیادہ مت بیٹھو۔ یہ ساری خرابی اسی کی ہے کہ ان کے اندر وہ نسبت پختہ اور کامل نہیں ہے اور ان کو ذرا سا بھی اختلاط خلق مضر اور ان کی کیفیات کو کھو دینے والا ہوتا ہے بخلاف چشتیوں کے کہ ان کے یہاں خواہ کتنا ہی اختلاط خلق ہو مگر ان کی توجہ میں ذرا بھی کمی نہیں آتی۔ یہ ساری بات قوت کی ہے اور اگر عزلت ہی محبوب اور کمال کی بات ہوتی تو ضرور تھا کہ انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہوتی حالانکہ وہ حضرات اس قدر مخلوق سے ملتے جلتے تھے کہ جو ظاہر و باہر ہے۔ ہاں یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ عزلت اور خلوت مفید ہے ہی نہیں بلکہ ہر شے کے مراتب ہوتے ہیں اور وہ شے اپنے مرتبے پر ہی خوب اور پسندیدہ معلوم ہوتی ہے پس اسی طرح خلوت اور عزلت کا انکار نہیں کیا جاتا کہ بالکل کسی درجہ میں مفید ہے ہی نہیں بلکہ خود حضرات انبیاء علیہم السلام کے لئے۔ ایک عرصہ تک خلوت ہی تجویز کی گئی اور چشتی بھی خلوت کی تعلیم کرتے ہیں مگر الضروری یتقدر بقدر الضرورۃ کے مرتبہ کو ملحوظ رکھتے ہیں اور خلوت کی اسی وقت تک ضرورت ہوتی ہے جب تک کہ صفائی قلب اور نسبت مع اللہ پختہ نہ ہو جائے اور جب یہ پختہ ہو جاتی ہے اور اس کی ضرورت نہیں رہتی تو اس کو جلوت ہی کی تعلیم کرتے ہیں جیسے کہ مثلاً حکیم جب مسہل پلاتا ہے تو کہہ دیتا ہے کہ دیکھو کسی سے بات مت کرنا ورنہ دست بند ہو جائیں گے اس کو یہ کہہ کر سب سے الگ ایک جگہ بٹھا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا مادہ فاسد نکل جاتا ہے اور یہ شخص تندرست ہو جاتا ہے تب وہ اس سے کہہ دیتا ہے کہ اب ملو جلو جو چاہو کرو اس لئے کہ جس کے لئے تم کو محبوس کیا گیا تھا اور خلوت کو تجویز کیا گیا تھا وہ غرض حاصل ہو گئی لہذا اب تم کو خلوت کی ضرورت نہیں ہے اسی طرح شیوخ کاملین بھی خلوت کو اسی وقت تجویز کرتے ہیں جبکہ خصائل رذیلہ کے نکالنے کی ضرورت ہو اور جب وہ نکل گئے پھر اس کی ضرورت نہیں رہتی اور ساری عمر کا قرنطینہ نہیں کر دیتے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس اللہ اسرارہم کے یہاں بھی یہی تعلیم تھی اور حضرت تو اکثر اوقات جلوت میں ہی رہتے تھے بلکہ تمام شیوخ کاملین چشتیہ جلوت ہی میں رہتے ہیں اور خلوت کو بقدر ضرورت اختیار کرتے ہیں اسی طرح تصور شیخ کہ ہمارے حضرت قدس اللہ اسرارہم فرمایا کرتے تھے کہ تصور شیخ کی اس شخص کے لئے ضرورت ہوتی ہے کہ جس کو وساوس اور خیالات فاسدہ نے پریشان کر رکھا ہو اور اس کو توجہ بحق سے مانع ہو تو اس وقت صرف اس قدر توجہ کہ اس کو جو کبھی دیکھا ہے تو اس کی کسی ہیئت اور حالت کا تصور کرے کہ ہمارا شیخ فلاں جگہ فلاں حال میں بیٹھا تھا (مثلاً) تو چونکہ شیخ محبوب تو ہوتا ہی ہے اس لئے اس مراقبہ سے اور دوسرے وساوس اور خیالات منقطع ہو جائیں گے اور جب وہ سب منقطع ہو جائیں تو اب اس کی طرف سے بھی توجہ کو ہٹائے اور پھر حضرت حق ہی کی طرف متوجہ ہو جائے اس لئے کہ جب تک ضرورت رہی رکھا گیا جب ضرورت ختم ہو گئی تو اب اصل مقصود اور مطلوب کی طرف توجہ ضروری ہے علیٰ ہذا حضرت قدس اللہ اسرارہم کے یہاں لطائف کی بھی تعلیم نہ تھی بلکہ چشتیوں کے یہاں ہوتی ہی نہیں اس لئے کہ لطائف میں یہ ہوتا ہے کہ اول ایک لطیفہ کی خوب مشق کی گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

اور اچھی طرح اس کو جما لیا گیا اس کے بعد دوسرے کی مشق کی گئی اب یہ پہلے صاحب مضمحل اور کمزور ہو گئے خیر دوسرے کی مشق کی جب شیخ نے احوال سن کر شہادت دیدی تو اس وقت اس پہلے کو ملا کہ دونوں کی طرف توجہ شروع کی اور یہ قاعدہ لازم عادی ہے کہ النفس لا تتوجہ الی شیئین فی آن واحد لہٰذا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک کو حاضر کیا دوسرا نکل گیا اسے گھیر کر لائے پہلا نکل گیا غرضیکہ ایک مصیبت اور آفت ہوتی ہے اس طرح وہ چھ کے چھ پورے کئے جاتے ہیں اور اصل مطلوب اور مقصود سے علیحدگی ہوتی ہے اسی لئے حضرت ان لطائف کو حجب نورانیہ فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ حجب نورانیا شد ہیں حجب ظلماتی سے اس لئے کہ حجب ظلماتی میں انسان اپنے کو محجوب تو سمجھتا ہے اور ان میں پھنس کر تو وہ واصل اور عارف خیال کرتا ہے حالانکہ مقصود سے کہیں دور پڑا ہوا ہے اور بعض لوگوں کی عمر اسی طرح ختم ہو گئی اور اصل مقصود سے محروم رہ گئے اس لئے حضرات چشتیوں کے یہاں یہ غیر مقصود وامور نہیں ہیں لیکن ان کا انکار بھی نہیں کرتے بلکہ ان میں منہمک نہیں ہوتے بلکہ بس بقدر ضرورت کس کی بھی تعلیم کرتے ہیں جیسا کہ اوپر تصور شیخ میں اور خلوت میں بیان کیا گیا ہے اب توجہ کو بھی سن لو کہ حضرات چشتیہ اس کے بھی قائل ہیں مگر وہی کہ اس کے مرتبہ پر رکھ کر بقدر ضرورت اس کے بھی قائل ہو گئے ہیں مثلاً یہ کہ اگر کوئی شخص کسی کو کوئی ذکر کی تعلیم کرے اور اس سے کوئی نفع ظاہری نہ ہو اور کوئی اثر مرتب نہ ہو تو وہ دوسرا ذکر تعلیم کرتا ہے اس طرح جب دیکھتا ہے کہ اس کو کسی ذکر وغیرہ سے اثر نہیں ہوتا تو اس وقت اس کو اگر معلوم ہوتا ہے کہ اس عدم تاثیر کی وجہ ضعف استعداد ہے تو اس وقت شیخ مرید کو پاس بٹھا کر اپنا قلب اس طرف متوجہ کرتا ہے اور اس میں القاء نسبت کرتا ہے تو عادت اللہ یوں جاری ہے کہ جب وہ متوجہ ہوتا ہے تو مرید میں استعداد پیدا ہو جاتی ہے بس جب اس میں استعداد پیدا ہو گئی اب پھر توجہ نہیں دیتے بلکہ پھر وہی ذکر و شغل میں لگا دیتے ہیں اور اس سے تاثر ظاہری بھی ہونے لگتا ہے اگر چہ وہ مقصود نہیں ہے مگر خیر اگر شیخ کسی کے لئے مناسب سمجھتا ہے تو ایسا ہی کرتا ہے یہ سب امور بالکل شیخ کی راہ پر ہیں وہ جیسے چاہے کرے یہ سب ادویات ہیں جس کو جو دوا مناسب ہو پلا دے مرید کو چاہیے کہ وہ کسی خاص امر کی خواہش نہ کرے اس لئے کہ اگر وہ مناسب سمجھے گا اور اس کو معلوم ہوگا کہ فلاں شخ اس کو نفاع ہے تو چونکہ یہ حضرات مخلوق پر شفیق ہوتے ہیں اس لئے ضرور ہے کہ خود ہی اس شے کو تجویز فرمائیں گے جو اس کے مناسب ہوگی ورنہ اگر کوئی اثر ظاہری مرتب نہ بھی ہوا تو کیا حق تعالیٰ کا نام لینا کوئی چھوٹی بات ہے اور اس کا ثواب کیا کم ہے۔ ایک نقشبندی بزرگ نے ایک چشتی سالک سے دریافت کیا کہ کیا کچھ کرتے ہو انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں کرتا ہوں پوچھا کہ کچھ معلوم بھی ہوتا ہے انہوں نے کہا کہ حضرت کچھ بھی نہیں۔ فرمانے لگے کہ خیر ثواب سے جاؤ اور مقصود تو بہت دور ہے افسوس ہے کہ ثواب جس کے لئے انبیاء مبعوث ہوئے اور قرآن اترا وہ اس قدر ہلکی شے ہو گئی کہ اس کو اس طرح تعبیر کیا گیا یہ اسی وجہ سے کہ ان حضرات کے یہاں تو جب تک تصرفات اور کرامات نہ ہوں وہ کامل ہی نہیں ہوتا حالانکہ یہ چیزیں مقصود سے بالکل الگ ہیں ہاں بعض حضرات ماذون من اللہ ہوتے ہیں کہ وہ تصرفات کرنے میں اس طرف ہی سے ماذون ہوتے ہیں جیسے کہ حضرت

www.besturdubooks.wordpress.com

غوث پاک اعظم رحمۃ اللہ کہ ان کے بہت سے تصرفات مشہور ہیں اور لکھا ہے کہ وہ ماذون ہوتے ہیں جیسے کہ حضرت غوث پاک اعظم رحمۃ اللہ کہ ان کے بہت سے تصرفات مشہور ہیں اور لکھا ہے کہ وہ ماذون تھے تو جو اس طرف سے ماذون ہوتے ہیں وہ بھی خود اپنی طرف سے تصرف نہیں کرتے بلکہ وہ بھی اسی طرف سے ہوتا ہے اور یہ بھی غلبۂ فنا ہی سے حاصل ہوتا ہے اس لئے کہ فنا اسی کا نام نہیں ہے کہ کچھ کرے ہی نہیں بلکہ فنا کہتے ہیں اپنے تصرفات اور ہستی کو دوسرے کے سامنے کالعدم سمجھنا اور اپنے کو دوسرے کے سپرد اور تفویض کر دینا تو اب ان حضرات نے اپنے کو حق سبحانہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا تو اس طرف سے جو بھی حکم ہوتا ہے اس پر عمل کرتے ہیں گر حکم ہے کہ تصرف کرو تو ان کے کئے تصرف کرنا ہی تفویض اور فنا ہے اور اگر روک لیا گیا تو الگ رہنا اور روکنا فنا اور تفویض ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ جو کاملین ہوتے ہیں وہ اس قسم کے تصرفات وغیرہ سے الگ اور متنفر ہوتے ہیں اگرچہ ان کو جائز کہتے ہیں ہاں اگر کسی درجہ میں توجہ کرتے ہیں تو صرف قلب کی طرف بطور اس کے آلہ ہونے کے ہوتی ہے اس لئے کہ حدیث میں ہے ان فی جسد ابن آدم مضغۃ ان صلحت صلح الجسد کلہ وان فسدت فسد الجسد کلہ الا وہی القلب۔ لہٰذا وہ قلب کی طرف تھوڑی سی توجہ کر کے اس کو متوجہ بحق کر دیتے ہیں اس کے بعد پھر جب وہ متوجہ ہو جاتا ہے تو اب پھر اس کو لے کر حضرت حق کی طرف توجہ کرتے ہیں اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کاتب کہ اولاً اس کو توجہ قلم کی طرف ہوتی ہے مگر جب وہ کتابت میں مشغول ہو جاتا ہے تو پھر اس طرف سے بھی توجہ ہٹ جاتی ہے اور ہمہ تن وہ شغل کتابت میں لگ جاتا ہے۔ اسی لئے مولانا فرماتے ہیں کہ چونکہ ہم ان کے عشق میں فنا ہو چکے ہیں لہٰذا ہم کوئی تصرف نہیں کر سکتے آگے فرماتے ہیں کہ

ہاں ضیاء الحق حسام الدین تو زود	دار ویش کن کوری چشم حسود
ہاں ضیاء الحق حسام الدین تو جلد	اس کا علاج کر دے حاسد کے اندھے پن کے باوجود

ہان ضیاء الحق الخ۔ یعنی ہان اے ضیاء الحق حسام الدین تم جلدی سے اس (نابینائے حقیقت) کی دوا کرو (اگرچہ) حاسد کی آنکھ اندھی ہو جائے چونکہ اوپر بتایا گیا ہے کہ کاملین تو تصرفات کرتے نہیں ہیں اور اس کے موانع مختلف ہوتے ہیں لیکن جو لوگ متوسط الحال ہوتے ہیں وہ تصرفات کرتے ہیں اور مولانا ضیاء الحق حسام الدین چونکہ مولانا کے خلیفہ ہیں اس لئے مولانا سے کم درجہ کے ہیں لہٰذا مولانا فرماتے ہیں کہ میں تو تصرفات کرتا نہیں ہوں اس لئے کہ میری حالت کے لائق نہیں ہے ہاں تم تصرف کرو اور ان اندھوں کو بینا کر دو اور یا یوں کہا جائے کہ چونکہ بعض مرتبہ بعض بزرگ کامل ہوتے ہیں مگر تصرفات میں حق کی جانب سے ماذون ہوتے ہیں اس لئے وہ تصرفات کرتے ہیں پس ممکن ہے کہ مولانا ضیاء الحق حسام الدین اصل میں مولانا کے برابر یا ان سے بھی زیادہ ہوں مگر یہ تصرفات میں ماذون ہوں اور مولانا روم ماذون نہ ہوں اس لئے فرماتے ہیں کہ ہم تو تصرف نہیں کر سکتے مگر چونکہ تم ماذون ہو لہٰذا تم تصرف کر دو اور ان اندھوں کو آنکھوں والے کر دو اگرچہ حاسد جلیں مریں مگر تم ان کی دوا کر ہی دو اور فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

جملہ کوراں را دوا کن اے قمر	اے نہال میوہ دار افشاں ثمر
اے چاند! سب اندھوں کا علاج کر دے	اے پھلدار درخت! پھل گرا
توتیائے کبریائی تیز فعل	داروئے ظلمت کش استیز فعل
زود اثر خدائی سرمہ	تاریکی کو دور کرنیوالی دوا اکھاڑ کرنے والی

توتیائے الخ۔ یعنی سرمہ عظمت (کو جلال حق تعالیٰ) کا (جو کہ) تیز فعل اثر والا ہو اور دوا (جو کہ) ظلمت کو دفع کرنے والی ہو اور زود اثر ہو وہ ان اندھوں کو عنایت کر دیجئے تاکہ ان کی آنکھیں جلدی ہی کھل جائیں مطلب یہ کہ ایسی توجہ کرو کہ بس ایک دم سے کام بن جائے۔

آنکہ گر بر چشم اعمیٰ برزند	ظلمت صد سالہ را زوبر کند
وہ کہ اگر اندھے کی آنکھ میں ڈال دیں	سو سالہ تاریکی کو اس سے دور کر دے

آنکہ گر بر چشم الخ۔ یعنی وہ (سرمہ عنایت کیجئے) کہ گر مادرزاد اندھے کی آنکھ میں بھی لگا دیا جائے تو سو برس کی نابینائی کو دور کر دے اور انسان کو بینا کر دے۔ یعنی ایسا تصرف کرو کہ ان کی بے بینائی جاتی رہے اور حقیقت منکشف ہو جائے۔

جملہ کوراں را دوا کن جز حسود	کز حسودی بر تو می آرد جحود
حاسد کے علاوہ سب اندھوں کا علاج کر	جو حسد کی وجہ سے تیرا انکار کرتا ہے

جملہ کوراں را الخ۔ یعنی اے چاند سب اندھوں کی دوا کر دو۔ اے میوہ والی شاخ پھل جھاڑ دو۔ مطلب یہ کہ فیوض و برکات فائض فرمایئے۔

جملہ کوران الخ۔ یعنی تمام اندھوں کی دوا کر دو سوا حاسد کے کہ حسد کی وجہ سے وہ تم پر انکار کو لاتا ہو مطلب یہ کہ چونکہ حاسد کی طرف توجہ کرنا اور فیض پہنچانا فضول ہے کہ اس کے حسد کی وجہ سے اس کو کوئی فائدہ نہ ہوگا تو پھر تم خود ہی فیض مت پہنچاؤ اولیاء اللہ سے بغض اور حسد رکھنا بہت بری بات ہے اللھم احفظنا

مرحسودت را اگرچہ آں منم	جاں مدہ تا ہمچنیں جاں میکنم
اپنے حاسد کو خواہ وہ میں ہی ہوں	جان عطا نہ کر تاکہ اسی طرح جان توڑتا رہوں

مرحسودت الخ۔ یعنی اپنے حاسد کو اگر چہ وہ (بالفرض) میں ہی ہوں فیض مت دے تاکہ اس طرح جان کندنی کرتا رہوں چونکہ اوپر بالفرض اپنے کو حاسد کہا ہے اس لئے اگلا مصرع بھی اسی پر متفرع فرما دیا۔

آنکہ او باشد حسود آفتاب	کور می گرد و زبود آفتاب
جو کہ سورج کا حاسد ہوتا ہے	سورج کے وجود سے اندھا ہو جاتا ہے

آنکہ او باشد الخ۔ یعنی جو کہ آفتاب کا حاسد ہوگا تو وہ وجود آفتاب ہی سے اندھا ہو جائے گا فیض حاصل

www.besturdubooks.wordpress.com

کرنا تو در کنار وہ اس کے وجود ہی کو نہ دیکھ سکے گا (خدا بچائے) آفتاب سے اولیاء اللہ کا مراد ہونا ظاہر ہے۔

اینت درد بے دوا کوراست آہ	اینت افتادہ ابد در قعر چاہ
عجب اس کا لاعلاج مرض ہے! افسوس	عجب یہ ہمیشہ کے لئے کنویں کی گہرائی میں گرا ہوا ہے

انیت درد الخ۔ یعنی افسوس عجیب درد بے دوا ہے جو اس (حاسد) کو ہے۔ تعجب ہے کہ وہ پڑا ہوا ہے ہمیشہ کنویں کے گڑھے میں۔

نفی خورشید ازل بایست او	کے برآید ایں مراد او بگو
اس نے ازلی سورج کا عدم چاہا	بتا اس کی یہ تمنا کیسے پوری ہو؟

نفی خورشید الخ۔ یعنی خورشید ازلی (اولیاء اللہ یا انبیاء علیہم السلام) کی نفی اس کی خواہش ہے تو اس کی یہ مراد بھلا بتاؤ تو کس طرح پوری ہو سکتی ہے مطلب یہ کہ اس اسد کمبخت کو تو یہ خواہش ہے کہ یہ حضرات دنیا میں ہی نہیں تو پھر بتایا کہ اس کی یہ خواہش پوری ہوتی ہے ہرگز نہیں اور حاسد سے مراد یہاں منکر محض ہے اس لئے کہ اگر کسی کو انکار نہ ہو بلکہ صرف بداعتقادی ہو تو یاد رکھو کہ اکی اصلاح بہت ممکن ہے۔ یہ تو کمبخت جو منکر ہوتا ہے اس کی اصلاح ممکن ہی نہیں ہوتی اور اس کو جو فیض پہنچانا چاہتے ہیں وہ رک جاتا ہے اور اس کا وہ انکار اور حسد سامنے دیوار کی طرح آکر مانع ہو جاتا ہے۔ خدا بچائے اللہ محفوظ رکھے آگے فرماتے ہیں کہ

باز آں باشد کہ باز آید بشاہ	باز کورست آنکہ شد گم کردہ را
باز وہی ہے جو شاہ کے پاس واپس آ جائے	جو راستہ سے بھٹک گیا وہ اندھا باز ہے

باز آن باشد الخ۔ یعنی باز تو وہ ہوتا ہے جو کہ پھر بادشاہ کے پاس واپس آ جائے اور وہ تو اندھا باز ہے کہ جس نے راہ کو بالکل ہی گم کر دیا۔ مطلب یہ کہ طالب تو وہ ہے کہ اگر کسی وجہ سے اس کو کوئی بداعتقادی بھی لاحق ہو گئی تو پھر بھی انکار نہ کرے بلکہ ہر وقت اسی طلب میں رہے کہ اب مجھ کو راستہ ملے اور میں واپس لوٹ جاؤں اگر وہ اس کی طلب میں رہے گا اور اس سے منکر نہ ہوگا تب تو وہ پھر فیض حاصل کر سکتا ہے اور واپس آ سکتا ہے اور اگر کہیں خدانہ کرے وہ منکر ہو گیا تو پھر واپس آنا محال ہے۔ آگے ایک حکایت بیان فرماتے ہیں کہ اس طرح ایک باز شاہی چندوں میں جا پھنسا تھا مگر وہ ہر وقت اسی خواہش میں رہا کہ پھر بادشاہ کے پاس لوٹ جاؤں تو آخر وہ واپس آ ہی گیا اور اگر وہ بھی انکار میں رہتا تو پھر بتاؤ کہ کس طرح واپس آ سکتا تھا فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

حسد کرد حشم بر غلام خاص

یک فسانہ راست: اچھا اب ایک قصہ سن خواہ سچا ہو یا جھوٹا تاکہ اس سے ہماری سچی باتوں کو رونق و تقویت ہو وہ

قصہ یہ ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنے خدام میں سے ایک غلام کو اپنی عنایت سے منتخب کر کے مقرب بنالیا۔ اس کی تنخواہ چالیس امیروں کی تنخواہ کے برابر مقرر کی تھی اور اس کا مرتبہ اس قدر بڑھایا تھا کہ چالیس وزیروں کو اس کا دسواں حصہ بھی میسر نہ تھا۔ غرض کہ وہ اپنی بلند طالعی وخوش اقبالی اور خوش نصیبی سے ثانی ایاز تھا اور بادشاہ اپنے وقت کا محمود اصل وجہ اس کی یہ تھی کہ مرتبہ اعیان ثابتہ میں اس کی روح کو اس کی روح کے ساتھ اتصال و یگانگت حاصل ہو چکی تھی۔

کار آن دارد: اوپر تقدیر الٰہی کا ذکر کیا تھا اب مولانا حسب عادت اس کے مناسب نصیحت کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں قابل اعتبار وہی بات ہے جو اس ہستی سے پہلے ازل میں ہو طے ہو چکی ہے۔ یعنی قضائے مبرم اس لئے ان باتوں کو نظر انداز کرنا چاہیے جو عالم میں ہوتی ہیں کیونکہ وہ سب طے شدہ امر کا نتیجہ اور ظہور ہیں چونکہ عارف کی نظر راست گو ہوتی ہے اور واقعی حالت کا اظہار کرتی ہے اور احول و غلط بین نہیں ہوتی لہٰذا اس کی نظر کشت اول اور تقدیر الٰہی پر ہوتی ہے پس اگر تو عارف بننا چاہتا ہے تو اپنے اندر یہ صفت پیدا کر کہ حق سبحانہ نے ازل میں جو کچھ خیر و شر مقدر کر دیا اس کی نظر اس کی مقید و محبوس ہوتی ہے۔ دوسری شے پر اس کی نظر نہیں پڑتی دوسری شے پر نظر پڑ کیونکر سکتی ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ شب کو جماع کرنے سے جو حمل لڑکا یا لڑکی کا رہ جاتا ہے جتنے وقت اسی کا ظہور ہوتا ہے اس کے خلاف تمام تدابیر و حیل فضول ہیں۔ یوں ہی جو کچھ حق سبحانہ نے ازل میں مقرر کر دیا ہے وہی ہوگا۔ کوئی تدبیر کی جائے اس کے خلاف ناممکن ہے پس جو شخص تدبیر حق کو اپنے سر پر مسلط دیکھتا ہے وہ اپنی بظاہر دل خوش کن تدابیر سے کیسے خوش ہو سکتا ہے اور ان پر کیونکر نظر کر سکتا ہے اور عارف تدبیر و تقدیر بھی کو دیکھتا ہے تو اس سب سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ عارف کی نظر صرف تقدیر الٰہی پر ہوتی ہے حق سبحانہ ایک جال کے اندر دوسرا جال بچھا رہے ہیں یعنی اول تو مقدر کر چکے اس کے بعد عالم میں تصرف بھی فرما رہے ہیں پس تیری جان نہ اس دام تقدیر سے نکل سکتی ہے اور نہ دام تصرف سے ورنہ تو تقدیر الٰہی کو بدل سکتا ہے اور نہ تصرف کو اگر بالفرض کوئی سو گھاس حق سبحانہ کھیتی کے خلاف بودے اور وہ نکل بھی آئیں یعنی اگر کوئی خلاف تقدیر الٰہی تدبیر سوچیں اور ان کو عمل میں بھی لائے تب بھی خدا ہی کی کھیتی اگے گی اور اسی کی تقدیر ظاہر ہوگی اور وہی بار آور ہو گی اور اس سب کو فنا کر دے گی اس کی دو وجہ ہیں اول یہ کہ اس نے پہلی بوئی کھیتی پر دوسری کھیتی بوئی ہے پس دوسری کھیتی فنا ہوگی اور اول تیار ہوگی۔ دوم یہ کہ پہلا تخم کامل اور قوی اور پسندیدہ ہے اور دوسرا خراب اور بوسیدہ تو ضرور ہے کہ تخم اول ہی بار آور ہو۔ پس جب معلوم ہو گیا کہ تقدیر الٰہی کے مقابلہ میں تدبیر عبد کوئی حیثیت نہیں رکھتی تو اب عبد کا فرض ہے کہ اپنی تدبیر کو حق سبحانہ کے سپرد کر دے گو جو بظاہر اس کی تدبیر ہے فی الحقیقت وہ بھی اسکی نہیں بلکہ وہ بھی حق سبحانہ کی ہے۔ پس ان تمام باتوں سے ثابت ہو گیا کہ قابل اعتبار وہی ہے جو حق سبحانہ قائم کر چکے ہیں اور آخر میں وہی اگتا ہے جو وہ پہلے بو چکے ہیں۔ یہاں تک امر تکوینی کا بیان تھا آگے امر تشریعی کا بیان فرماتے ہیں کہ چونکہ تو حق سبحانہ کی حسب ایمان یکے دام میں گرفتار ہے یعنی مومن ہے اس لئے تیرا فرض ہے کہ تو

www.besturdubooks.wordpress.com

جو کچھ بوئے اور جو عمل و تدبیر کرے اس میں اپنے محبوب حق سبحانہ کی موافقت رضا ضرور ملحوظ رکھے اور تیرا کام اس کے لئے ہو اور نفس خائن اور اس کے موافق کاموں سے تعلق نہ رکھنا کیونکہ جو کام مرضی خدا کے موافق نہیں وہ کچھ بھی نہیں اور یہ اطاعت حق و عصیان نفس اس سے پیشتر ہونا چاہیے کہ روز جزا کا ظہور ہو اور مالک حقیقی کے سامنے دین کا چور (عاصی) رسوا اور ذلیل ہو۔ اور جو مال اس نے اپنی تدبیر و چالاکی سے چرایا ہے وہ اس کی گردن پر سوار ہو کیونکہ اس روز ندامت کچھ سود مند نہ ہوگی خیر یہ تو جملہ معترضہ کے طور پر تھا اب پھر اصل مطلب سن اس جل عظمتہ کی تو یہ شان ہے کہ لاکھوں عقلیں اس بات پر مستعد ہوتی ہیں کہ اس کے دام تقدیر و تدبیر کے خلاف کوئی دام تزویر بچھا دیں اور تبدیل تقدیر کے لئے سینکڑوں کوششیں کرتی ہیں مگر وہ اپنے دام تقدیر کو جس میں وہ گرفتار ہیں پہلے سے زیادہ سخت پاتے ہیں کیونکہ پہلے تو وہ اس کو قابل شکست جانتے تھے اب ان کے معلوم ہوتا ہے کہ نا قابل شکست ہے کیوں نہ ہو تقدیر و تدبیر الٰہی بمنزلہ آندھی کے ہے اور ان کی تدبیریں بمنزلہ تنکے کے۔ بھلا تنکا کہیں آندھی کی مزاحمت کر سکتا ہے۔ اچھا اگر تجھے ہماری بات کا یقین نہیں آتا تو جا قرآن میں واللہ خیر الماکرین دیکھ لے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مدبرین سے اعلیٰ و افضل ہیں ان کے مقابلہ میں کسی کی نہیں چلتی۔ ف اس مقام پر حضرت مجدد الملتہ والدین نے ایک نہایت نفیس بات فرمائی اس کو یہاں اس لئے درج کیا جاتا ہے کہ لوگ عبرت حاصل کریں۔ فرمایا کہ دیکھو اس زمانہ میں اور اس زمانہ میں کس قدر تفاوت ہے۔ اس وقت اگر کوئی کسی کی عقلی بات کو نہ مانتا تھا تو اس کو منوانے کے لئے قرآن دکھاتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ محض عقلی ہی نہیں بلکہ نقلی بھی ہے اور اب لوگوں کو قرآن دکھایا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ جناب ہم کو عقلی دلیل سے سمجھایئے محض نقلی کو ہم نہیں مانتے۔ مواقعی دونوں روشوں کے ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی طبیعتیں سلیم تھیں اور اس وقت کے لوگوں کے مزاجوں کو امراض روحانیہ نے بالکل فاسد کر دیا ہے طبع سلیم کا مقتضا یہی ہے کہ نقل عقل پر مقدم ہو۔ اگر عقل بھی نقل کی موافقت کرلے فبہا اور اگر اس کے مزاحم ہو تو سمجھنا چاہیے کہ اس میں وہم کی آمیزش ہے۔ گو ہم کو مدرک نہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ منقولات کے تتبع میں غلطی کا احتمال نہیں اور ہمارے عقول میں غلطی مشاہد ہے۔ پس عقل خطا کار کی کیا مجال ہے کہ وہ منزہ عن الخطاء کے حکم کی مزاحمت کرے تجویز رد نقل بعقل خود عقل کی ایک غلطی ہے عقل سلیم کا مقتضا تو یہی ہے کہ جب ثابت ہو جائے کہ یہ خدا اور رسول کا ارشاد ہے فوراً بلا چوں و چرا مان لیا جائے اگر عقل اس میں کچھ چوں و چرا کرے تو سمجھ لیا جائے کہ اس میں وہم کی آمیزش ہے اور خود حکم خلاف عقل نہیں۔ یہ امر اس قدر بدیہہ ہے کہ اسکا منکر یا مجنون ہے یا معاند اور ہر دو صورت نا قابل خطاب ہے۔ اسی مضمون کو عارف شیراز شیخ سعدی علیہ الرحمتہ نے یوں بیان کیا ہے۔ آنکس کہ بقرآن و خبر زو نرہی + اینست جوابش کہ جوابش ندہی۔

ورتو کوئی فائدہ: یہاں سے اس سوال کا اجمالی جواب دیتے ہیں جو حاصل مضمون سابق ماشاء اللہ کان و مالم یشالم یکن پر وارد ہوتا ہے اور فرماتے ہیں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ جب عالم میں جو کچھ ہوتا ہے بتقدیر الٰہی ہوتا ہے تو

www.besturdubooks.wordpress.com

عالم کو اس درجہ معطل پیدا کرنے کا کیا فائدہ۔ تو ہم اس سے کہیں گے کہ ہٹ دھرم تو یہ تو بتا کہ تیرے اس سوال کا کیا فائدہ ہے۔ اگر کچھ بھی نہیں تو میں اس کو بے فائدہ کیوں سنوں اور جواب کی زحمت کیوں گوارا کروں اور اگر تیرے سوال کے لئے بہت سے فائدے ہیں تو یہ غضب کی بات نہیں کہ تو عابث اور لغو گفتار و کردار تو اپنے فعل میں کوئی نہ کوئی فائدہ مدنظر رکھے خواہ حقیقت میں وہ فائدہ ہو یا نہ ہو اور صانع علیم و حکیم اپنے فعل میں کوئی فائدہ مدنظر نہ رکھے۔ تیری غلطی کا منشاء یہ ہے کہ تجھے اس کا فائدہ معلوم نہیں اس لئے اس کو بے سود سمجھتا اور ناخلق جانتا ہے مگر یہ بنا ہی غلط ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جہان اگر ایک جہت سے بے فائدہ ہے (مثلاً یہی کہ اس کا فائدہ عوام کو معلوم نہیں) تو دوسری حیثیتوں سے مفید بھی ہے (گو ہم ان کی تفصیل و تعیین نہ کر سکیں) اور یہ کچھ ضرور نہیں کہ جو چیز ایک جہت سے بے فائدہ ہو تو اس کو کیا ہی نہ جائے۔ مثلاً جس کام میں تیرا فائدہ ہے اور میرا فائدہ نہیں تو گو وہ ایک حیثیت سے بے فاعدہ ہے مگر جب ایک فائدہ بھی ہے یعنی تیرا تو تجھ پر لازم نہیں کہ اس کام کو نہ کرے بلکہ حکم عقل یہی ہے کہ تجھ کو اس سے باز نہیں رہنا چاہیے اگر تیرے فائدہ میں میرا فائدہ نہیں نہ سہی تیرا ہی فائدہ سہی اور اگر میں اس فائدہ سے بالکل آزاد اور بے تعلق ہوں تو بلا سے جب تیرا فائدہ ہے تو تو اس سے قطع تعلق مت کر اور میری وجہ سے اپنا فائدہ نہ کھو یہاں تک تو ہم نے یہ بتایا ہے کہ جو فعل من وجہ غیر مفید ہو۔ قابل ترک نہیں ہوتا۔ اب ہم تجھے اسے نظائر دکھلاتے ہیں جو من وجہ مفید و من وجہ غیر مفید ہیں حالانکہ موجود ہیں پس انہیں میں کا ایک فرد عالم کو سمجھ لے مثلاً حسن یوسف تمام عالم کے لئے مفید اور لذت بخش تھا لیکن ان کے بھائیوں کے نزدیک بالکل عبث اور فضول تھا۔ لحن داودی باوجود یہ کہ اس درجہ مرغوب اور پسندیدہ خلق تھی مگر منکرین کے نزدیک لکڑی کی چوں چوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی تھی۔ آب نیل اپنے عموم نفع کے لحاظ سے آب حیات پر بھی فوقیت رکھتا تھا مگر قبطی منکر کے لئے خون تھا۔ شہادت مومن کے لئے زندگی ہے اور شہداء اس کے سب احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما اٰتٰھم اللہ کا مصداق ہیں مگر منافق کی نظر میں وہ موت اور بربادی ہے۔

چھا لکو چھوڑ۔ اور تو ہمیں تمام دنیا میں کوئی ایک ہی غذا ایسی بتا دے جس سے عالم کی ایک بڑی جماعت محروم نہ ہو اور اس کے لحاظ سے وہ بے فائدہ نہ ہو۔ مثلاً شکر ہی کو لے لو اور بتاؤ کہ گدھوں بیلوں کا اس میں عادۃً کیا نفع ہے۔ کچھ بھی نہیں کیونکہ ہر جان کے لئے ایک جداگانہ غذا ہے شکر ان کی غذا نہیں اس لئے اس میں عادۃً ان کا فائدہ بھی نہیں اور چونکہ انسانوں کی غذا ہے اس لئے اس میں انہیں کا فائدہ بھی ہے تو کیا یہ اشیاء مخلوق نہیں ضرور ہیں پھر کیا ان کی تخلیق عبث ہے اس کو تو تو بھی تسلیم نہیں کرتا پھر تخلیق عالم عبث کیوں ہو گئی۔

لیک گر آن: اوپر کہا تھا کہ ہر روح کے لئے ایک جداگانہ غذا ہوتی ہے اب فرماتے ہیں کہ کبھی ارواح اپنی اصلی غذا کے علاوہ دیگر اغذیہ سے بھی متغذی ہوتی ہے اور ان کو اپنی اصلی غذا خیال کرتی ہے۔ ایسی حالت میں نصیحت اور دیگر تدابیر سے اسکا چھڑانا ممکن ہے اور وہ نصیحت وغیرہ ان کے لئے چابک سواری کا کام دیں گی اور

www.besturdubooks.wordpress.com

اصلاح کرینگی۔ اس کی مثال ایسی سمجھو جیسے کوئی شخص مرض کے سبب مٹی کو خوب مزے سے کھاتا ہو ایسا شخص گو اس کو اپنی اصلی غذا سمجھتا ہے مگر فی الحقیقت ایسا نہیں بلکہ مرض قوت پکڑ گیا ہے اور اس کے سبب وہ اپنی اصلی غذا کو بھول گیا ہے اور اپنی غذائے موافق کو چھوڑ کر زہر اور غذائے مضر کھانے لگا ہے چونکہ وہ غذائے اصلی تو تھی نہیں جو تغذیہ و تنمیہ کر کے اس کو موٹا تازہ کرتی بلکہ مرض کے سبب تھی اس لئے اس غذائے مرض نے بجائے نفع کے نقصان کیا۔ اور سوکھا کر کانٹا کر دیا۔ اب تک تم کو چند باتیں معلوم ہوئیں اول یہ کہ ارواح کی غذائیں مختلف ہیں دوم یہ کہ کبھی ارواح اپنی غذا کو چھوڑ کر غیر غذا سے متغذی ہوتی ہیں سوم یہ کہ وہ اغذیہ غیر اصلیہ بجائے نفع کے نقصان دیتی ہیں چہارم یہ کہ تدابیر سے ان کا چھوڑنا ممکن ہے۔ پنجم یہ کہ کبھی ارواح غلبۂ مرض سے غذائے عارضی کو اصلی سمجھ جاتی ہیں یہ تمام امور اصل مقصود کے مقدمات تھے۔ اب اصلی مقصد سن روح انسان کی غذا اور اشیاء کی غذا اس مختلف ہے اس کی اصلی غذا نور معرفت حق سبحانہ ہے اور اغذیہ روح حیوانی یعنی لذات و شہوات حرص و طمع بغض و حسد وغیرہ اس کے لئے اغذیہ ناموافقہ و مضرہ و غیر اصلیہ ہیں لیکن غلبۂ مرض سے دل ان میں پھنس گیا ہے اور اس کی یہی خواہش ہے کہ ان ہی ناسوتی اغذیہ سے مستغذی و متمتع ہوتا رہے ان اغذیہ ناموافقہ کی بدولت اس کی روح کا چہرہ زرد اور پاؤں سست اور دل کمزور ہو گیا ہے یعنی اس کی روح میں اضمحلال و ضعف آ گیا ہے کیونکہ غذائے اصلی نور معرفت حق سبحانہ تو ملتی ہی نہیں جس سے قوت ہو۔ یہ غذائیں بے بہرہ اور محجوب کو کہاں نصیب یہ تو بندگان خاص و دولت خداوندی کے لئے ہے جس کو وہ بدون حلق اور رکابی پیالوں وغیرہ کے کھاتے ہیں اصل بات یہ ہے کہ غذا اور متغذی میں مناسبت ہونی چاہیے جیسا متغذی ہوگا ویسی ہی غذا ہوگی چنانچہ جو لوگ قلوب روشن مثل آفتاب رکھتے ہیں ان کی غذا نور معرفت حق سبحانہ ہے اور تیرہ رون ابلیس اور اس کے متبعین کی غذا ہیں کا دھوان اور ظلمات عالم ناسوت ہیں دیکھو شہداء جو مثل آفتاب کے ہیں ان کے بارہ میں حق سبحانہ یرزقون فرحین بما اتٰھم اللہ من فضلہ فرماتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو خدا کے یہاں سے رزق ملتا ہے جس کو وہ بدون منہ کے اور بلا رکابی پیالوں کے کھاتے ہیں وہ غذا اور رزق کیا ہے وہی نور معارف الٰہی (ف جاننا چاہیے کہ الفاظ آیہ فی نفسہا اس معنے سے آبی نہیں محتمل عموم ہیں لہٰذا یہ تفسیر ان تفاسیر کے بھی خلاف نہیں جن میں ان کی تفسیر اغذیہ جنت سے کی گئی ہے کیونکہ وہ تعیین یک نوع رزق ہے اور یہ تشریح نوع دیگر ہذا ما عندی فی توجیہ ہذا المقام واللہ اعلم بالصواب اور دہان سے دہان ناسوتی اور طبق سے طبق ناسوتی مراد لینا اس لئے مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ اس صورت میں وہ غذا اصالۃ غذائے روحانی نہ رہے گی بلکہ جسمانی ہوگی) نیز دل کی غذا بھی اور اشیاؤں کی غذا سے مختلف ہے کیونکہ اس کی غذا انظار و افکار ہیں جن سے اس کو تقویت ہوتی ہے اور علوم مفیدہ ہیں جن سے اس کو صفائی اور قوت ادراک حاصل ہوتی ہے۔ علی ہذا آنکھ کی غذا بھی اور اشیاء سے مختلف ہے۔ اس کا پیالہ صورت چشم ہے اس میں جو امور مدرک بالبصر ہیں وہ ان کا ادراک کرتی ہے اور ان سے غذا حاصل کرتی ہے (ہذا ھو المراد

www.besturdubooks.wordpress.com

ولا تلتفت الی ما قال المحشون فانہم وقصوانی الخلاط والخبط) جب تجھے معلوم ہو گیا کہ آدمی کے لئے بعض اغذیہ مفید ہیں اور بعض مضر اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آنکھ کی غذا کیا ہے اور دل کی غذا کیا اور روح انسانی کی غذا کیا ہے اور روح حیوانی کی غذا کیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اصل غذا انسانی غذائے روح ہے تو اب تجھے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ جب تو کسی سے ملتا ہے تو کوئی نہ کوئی غذا خواہ روحانی ہو یا حیوانی قلبی ہو یا عینی مفید ہو خواہ مضر اس سے تجھے ملتی ضرور ہے۔ بلکہ ہم تو یہاں تک کہتے ہیں کہ جب کسی شے سے بھی تجھے اقتران ہوتا ہے اس سے تجھے کچھ نہ کچھ حاصل ضرور ہوتا ہے کیونکہ قرآن میں حق سبحانہ نے تاثیر ہی یہ رکھی ہے کہ جب دو چیزوں کا قرآن ہوتا ہے تو ان کے اقتران سے کوئی نہ کوئی بات ضرور پیدا ہوتی ہے مثلاً جب دو ستاروں کا قرآن ہوتا ہے تو یقیناً ان کے مناسب کوئی اثر پیدا ہوتا ہے۔ عورت اور مرد کا قرآن ہوتا ہے تو بچہ پیدا ہوتا ہے لوہے اور پتھر کا قرآن ہوتا ہے تو چنگاریاں نکلتی ہیں مٹی کو مینہ سے قرآن ہوتا ہے تو سبزہ اور پھل پھول پیدا ہوتے ہیں آدمی کو سبزہ زار سے قرآن ہوتا ہے تو خوشی اور خرمی اور بے غمی پیدا ہوتی ہے خوشی کو ہماری ارواح سے قرآن ہوتا ہے تو اس سے ان میں طرح طرح کی خوبیاں پیدا ہوتی ہیں۔ طاعات میں جی لگتا ہے۔ اس سے ثمرات محمودہ پیدا ہوتے ہیں جب ہم سیر کرتے ہیں اور ہم کو حرکات اور مفرح ہواؤں وغیرہ سے قرآن ہوتا ہے تو اس سے کھانا ہضم ہو کر اور کھانے کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور ہمارے اجسام اور کھانا کھانے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ خون جب جلد چہرہ کے مقارن ہوتا ہے تو اس سے چہرہ میں سرخی اور چمک دمک پیدا ہوتی ہے۔ خون بہ آفتاب خوشی کے مقارن ہوتا ہے تو سرخی حاصل کرتا ہے (چونکہ سرخ رنگوں کا تعلق اور ان کا پیدا کرنے والا اہل تنجیم آفتاب کو کہتے ہیں اس لئے مولانا نے خوشی کو آفتاب سے تشبیہ دیکر مشبہ بہ کو مشبہ کی طرف مضاف کر دیا) سب سے عمدہ اور دلکش رنگ سرخی ہے وہ آفتاب سے تعلق رکھتی ہے اور اسی سے حاصل ہوتی ہے جو زمین زحل سے تعلق رکھتی ہے شور ہو جاتی ہے اور زراعت کے قابل نہیں رہتی جب دو شخص مل کر کسی کام کو کرتے ہیں تو اس سے اس کام میں قوت پیدا ہو جاتی ہے مثلاً اہل نفاق اور شیطان آپس میں مل گئے تو اس سے ان کے نفاق کو بے حد قوت ہو گی (و ہذا ہو او جہ مما قالہ المحشون) جب یہ مقدمہ بھی معلوم ہو گیا تو تجھے تغذی کے وقت نفع وضرر کا لحاظ رکھنا اور معارف الہیہ سے تغذی اور دیگر اغذیہ مضرت سے پرہیز چاہیے۔ گو یہ معانی و معارف الہیہ بوجہ ظاہری شان شوکت نہ ہونے کی وجہ سے تو مانوس ہے تیری نظر میں بے وقعت ہوں لیکن سمجھ لے کہ گو ان میں عارضی شان و شوکت نہیں لیکن خداداد شان و شوکت ہے اور ان کی شان و شوکت تیری مرغوب شان و شوکت سے ہزار گنا بڑھی ہوئی ہے اس لئے کہ عالم خلق یعنی عالم جسمانی کی شان و شوکت تو محض عارضی ہے جو کہ چند فانی چیزوں کے اجتماع سے پیدا ہو گئی ہے اور عالم امر اور مجردات و متعلقاتہا کی شوکت اصلی اور غیر زائل بمنزلہ حقیقت کے پھر اس کو اس سے کیا نسبت جب حالت یہ ہے کہ دونوں کی شان و شوکت میں اس درجہ فرق ہے تو لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ظاہری شوکت کے لئے ذلت اٹھاتے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں اور محض امید عزت پر ذلت میں خوش ہیں اور دس دن کی عزت کی امید پر کہ وہ بھی سراسر پریشانی اور زحمت ہے غم میں اپنی گردن کو گھلا کر تکلے کی مانند کر دیتے ہیں۔ احمق اتنا نہیں سمجھتے کہ طلب عزت وجاہ کا منشا ذلت سے نفرت ہے اور طلب خوشی کا باعث غم کا ناپسندیدہ ہونا ہے اور طلب عزت وخوشی میں ذلت ورنج جس سے نفرت ہے اور طلب خوشی کا باعث غم کا ناپسندیدہ ہونا ہے اور طلب عزت وخوشی میں ذلت ورنج جس سے نفرت ہے وہ تو متیقن اور عزت وخوشی جو مطلوب ہے وہ موہوم پس یہ کونسی عقل کی بات ہے کہ مطلوب موہوم کے لئے مھرو ب عنہ تلیقین کو قبول کیا جائے۔ اس مقام پر مرزا غالبؔ کا ایک لطیفہ یاد آ گیا چونکہ پڑھنے اور مناسب مقام ہے اس لئے نقل کیا جاتا ہے مرزا غالب نے معیشت کی تنگی کے سبب سررشتہ تعلیم میں ملازمت کی درخواست کی۔ اس کے متعلق سررشتہ تعلیم کے کسی افسر کی ملاقات کو جانا ہوا پالکی میں سوار ہو کر گئے وہاں پہنچ کر اس انتظار میں پالکی نہیں اترے گی کہ وہ افسر میرے استقبال کو آگے گا جب وہ نہ آیا تو مرزا صاحب نے وجہ دریافت کی کہ آپ میرے استقبال کیوں نہیں آئے حالانکہ گورنمنٹ میں میری اسقدر عزت ہے کہ دربار میں مجھے کرسی ملتی ہے۔ اس پر افسر نے جواب دیا کہ جب آپ کو کرسی ملتی ہے تو آپ کی دوسری حیثیت ہوتی ہے اور یہاں آپ طالب ملازمت ہو کر آئے ہیں اس لئے آپ کسی تعظیم کے مستحق نہیں۔ مرزا صاحب نے کہا کہ ہم نے تو گورنمنٹ کی ملازمت کی درخواست عزت کے لئے دی تھی جب اس میں ابھی سے عزت بھی جاتی ہے تو ایسی ملازمت سے باز آئے اور ملازمت نہیں کی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ مولانا آگے فرماتے ہیں کہ اگر ان کو عز وجاہ مطلوب ہے تو یہ طالب عزت احمق وہاں کیوں نہیں آتے جہاں میں ہوں کہ اس عزت وشان وشوکت اصلی میں مجھے مرتبہ حاصل ہے جو عارضی عزت وشوکت وشان میں آفتاب روشن کو نہیں۔ میں نے غلطی کی کہ اپنے کو آفتاب کا مماثل کہا اس کو مجھ سے کیا نسبت اس کی مشرق تو ایک برج سیاہی مائل ہے کیونکہ وہ آسمان کا ایک حصہ ہے اور آسمان کی رنگت سیاہی مائل ہے۔ اور ہمارا آفتاب جس نے ہم کو آفتاب بنایا ہے وہ مشارق سے باہر ہے اس کے لئے یہ ظاہری مشارق نہیں بلکہ اس کی مشرق تو یہ ہے کہ ذرات اور مستفیدین کو اس سے تعلق ہو جائے اور وہ ان کے قلوب صافیہ و ارواح طاہرہ پر نور پاشی کرے ورنہ خود اس کے لئے نہ طلوع ہے نہ غروب کیونکہ طلوع فرع ہے غروب کی اور غروب کے معنے ہیں ایک خاص طور پر چھپ جانا وھوا الظاہر فی حد ذاتہ ابدا ولا صاحب لانہ اصلا فلا طلوع لہ ولا غروب اور جو اگر نہیں دیکھتے وہ خود محجوب اور کور ہیں اگر کوئی مکان میں بیٹھ جائے یا اندھا ہو اس لئے آفتاب کو نہ دیکھ سکے تو آفتاب کو نہ کہا جائے گا کہ غروب ہو گیا اور وہ آفتاب حقیقی اس قدر تیز روشنی رکھتا ہے کہ باوجود یہ کہ ہم ایک دور افتادہ ذرہ ہیں اس لئے پاس والوں کی نسبت سے کسب ضیاء بہت کم کر سکتے ہیں اس پر بھی ہمارے روشنی کی یہ حالت ہے کہ ہم ہر دو عالم میں آفتاب بے زوال ہیں اور ہمارا نور رو بزوال نہیں جس طرح آفتاب ظاہر کا نور

لے حیات غالب میں اس کو کس قدر دوسرے عنوان سے نقل کیا ہے جو اس وقت مستحضر نہیں جس کو بالکل ٹھیک معلوم کرنا ہو اس میں دیکھ لے ۱۲ منہ

زوال سے گھٹنا شروع ہوتا ہے پس جب ہماری یہ حالت ہے تو آفتاب ظاہری کو ہم سے کیا نسبت اور باوجود یہ کہ میری موجودہ حالت یہ ہے کہ شان وشوکت عزوجاہ نور وضیاء میں اب بھی اس آفتاب سے بڑھا ہوا ہوں مگر پھر بھی میں آفتاب حقیقی ہی کو لپٹا ہوا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی بے حد ونہایت شان وشوکت اور بے غایت وبے پایاں نور وضیاء مجھے اس سے مستغنی نہیں ہونے دیتی بلکہ مزید کسب ضیاء کا شوق دلاتی ہے پھر یہ محرومی ایسی دولت بے زوال کی طرف متوجہ کیوں نہیں ہوتے۔ آگے مولانا پر توحید کا غلبہ ہوتا ہے اور فرماتے ہیں کہ یہ کوئی بالکل اختیاری امر نہیں کہ جو شخص چاہے حاصل کر لے بلکہ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ قدرت انسانی کو اگر کچھ دخل ہے تو اختیار اسباب ہی میں تو ہے۔ ثمرات پر تو اس کا کوئی قابو ہی نہیں مگر اسباب پر کس کا قبضہ ہے اس کا وہی اسباب پر مطلع ہے وہی اسباب کو مہیا کرتا ہے وہی اس کے اختیار کی توفیق دیتا ہے وہی سلسلہ اسباب کو منقطع کر دیتا ہے باوجود یہ کہ میری یہ حالت ہے جو تم کو معلوم ہو چکی لیکن کیا میں اس مرتبہ کی تحصیل میں مستقل تھا ہرگز نہیں بلکہ میں سینکڑوں مرتبہ امید منقطع کر چکا اور جان چکا کہ تجھے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ سعی لاحاصل ہے۔ یہ بالکل سچی بات ہے نہ اس میں کسر نفسی ہے نہ جھوٹ نہ مبالغہ لیکن تم سچ جانو کہ اس پر بھی میری یہ حالت تھی کہ طلب میں یوں بے تاب تھا جیسے مچھلی پانی کے لئے اگر میں دعوے بھی کروں کہ مجھے استغناء تھا یا ہے تو یہ دعوے ایسا ہی ہے جیسا کہ یوں کہا جاوے کہ مچھلی بے پانی کے رہ سکتی ہے تم ہرگز سچ نہ ماننا پس اگر میرا اختیاری امر ہوتا تو ناامیدی کے بعد طلب نہ وہی چاہیے تھی مگر رشتہ در گردنم افگندہ دوست + می برد ہر جا کہ خاطر خواہ است + اس کی تو یہ شان ہے کہ اسباب ہجر کو اسباب وصل بنا دیتا ہے۔ دیکھو ناامیدی ترک طلب کا سبب ہے جس کا نتیجہ ہجران وفراق ہے مگر میں ناامید ہوتا ہوں تو اپنی ناامیدی سے بھی حق سبحانہ کی معرفت ہوتی ہے جو کہ عین وصال ہے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی اسی محبوب کا فعل ہے اس لئے کہ یہ مخلوق ہے اور مخلوق بے خالق کے پائی نہیں جا سکتی۔ ولا خالق الا اللہ فہو مخلوق للہ۔ نیز یہ ایک موجود ہے اور موجودہ مستقل تو بداہتہ نہیں تو ضرور اس کے کسب ہستی وجود کسی موجود مستقل ہی سے کیا ہے کیونکہ غیر موجود سے کسب ہستی چہ معنی دارد اور موجود مستقل خدا کے سوا کوئی ہے نہیں تو لامحالہ اس کی ہستی حق سبحانہ ہی سے مستفاد ہے ایک ناامیدی ہی پر منحصر نہیں بلکہ وجودات غیر استقلالی کیا براق یا گھوڑے کیا گدھے کیا ان کے علاوہ کوئی اور سب اسی گلشن وجود سے مستفاد ہیں۔ میں جب اپنی ناامیدی کو اس نظر سے دیکھتا ہوں تو خیال ہوتا ہے (شعر) گو دشمنی سے دیکھتے تو ہیں + میں شاد ہوں کہ ہوں تو کسی کی نگاہ میں + اس خیال سے آتش شوق بھڑک اٹھتی ہے اور پھر طلب میں مصروف ہو جاتا ہوں اور وہی ناامیدی جو ترک طلب کا سبب ہے مجھے وادی طلب میں گرم جولان کر کے خود چمپت ہو جاتی ہیں۔

لیک اسپ: یہ تو صحیح ہے کہ تمام موجودات اسی گلشن ہستی سے مستفید ہیں مگر جو لوگ چشم بصیرت رکھتے ہیں وہی اس کو سمجھتے ہیں لہٰذا مقبول ہوتے ہیں اور جو لوگ چشم بصیرت نہیں رکھتے۔ اندھے گھوڑے کی طرح اس باغ

www.besturdubooks.wordpress.com

میں چرتے اور اس گلشن وجود سے ہر طرح مستفید ہوتے ہیں وہ اس کو نہیں دیکھ سکتے۔ لہٰذا مردود نا مقبول ہوتے ہیں چونکہ لوگ تقلبات عالم کو اس بحر حقیقی بے پایاں سے ناشی نہیں سمجھتے اور نہیں جانتے کہ متصرف فی العالم موجود حقیقی ہی ہے بلکہ آلات واسباب ہی کو متصرف حقیقی سمجھتے ہیں اسی لئے ان کا قبلہ مقصود ہر دم ایک جداگانہ ہوتا ہے بخلاف عارفین کے کہ ان کا قبلہ مقصود صرف ایک ذات واحد ہے یہ محجوبین ومحرومین دریائے شیریں سے کھارا پانی پیتے ہیں جو ان کو بجائے نفع کے نقصان دیتا ہے اور اندھا کر دیتا ہے۔ یہ لوگ مستفید تو اُ ازات سے ہیں جس سے استفادہ سراسر مفید اور نافع ہے اپنی بے قاعدگی سے اس کو مضر بنا لیتے ہیں۔ دریا کہتا ہے کہ اے اندھے مجھے سیدھے ہاتھ سے پانی پی اور باقاعدہ مستفیض ہو تب تجھے بینائی ملے گی اور بے قاعدگی سے تو اندھا پن ہی پیدا ہوگا دست راست سے مراد علم صحیح ہے یعنی یہ جاننا کہ خیر وشر کا اصلی وحقیقی منشاء ومنبع کون ہے پس جب کوئی اس بحر وجود سے اس طرح مستفیض ہوگا کہ اس کو متصرف حقیقی اور مالک خیر وشر سمجھے گا اس کو نور معرفت عطا ہوگا۔ پس اے محبوب یاد رکھ کہ تو اور تیرے مثل دیگر اپنے افعال واحوال میں استقلالی حیثیت نہیں رکھتے بلکہ تم کو جو کچھ حاصل ہے سب عطائی ہے اس لئے تمہاری مثال ایسی ہے جیسے ایک نیزہ کہ اس کے حرکات ذاتی نہیں ہوتیں بلکہ اس کی سیدھی اور ٹیڑھی حرکتیں سب نیزہ گھمانے والے کی عطا کی ہوئی ہوتی ہیں پس جس طرح حرکات نیزہ نیزہ گردان کی معرفت کا ذریعہ ہیں یوں ہی تقلبات عالم صانع اور متصرف حقیقی کا پتہ دیتی ہیں پس غور کر ان سے معرفت حق حاصل کر اور تیرہ کی حرکات کو اس کی ذاتی حرکات سمجھ کر احمق اور اندھا مت بن آگے مولانا فرماتے ہیں

ماز عشق شمس: یعنی کیا کہیں ہم کو تو شمس الدین کے عشق نے مجبور کر دیا۔ ورنہ ہم ان اندھوں کو بینائی عطا کرنے کی کوشش کرتے اور بشرط مشیت الٰہی ان کو بینا کر دیتے ف جاننا چاہیے کہ عرفا کی دو حالتیں ہوتی ہیں ایک فنا دوسری بقا۔ حالت فنا میں یہ لوگ تصرف نہیں کرتے ہیں کیونکہ اس حالت میں یہ لوگ اپنے کو مردہ بدست زندہ سمجھتے ہیں اور اپنی خواہش سے خواہ وہ حق سبحانہ کے منشاء کے خلاف نہ ہو کوئی کام نہیں کرتے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا دعویٰ ہستی ہے جو کہ فناء تام کے منافی ہے حالت بقا میں ان کی دو حالتیں ہوتی ہیں کبھی کسی مصلحت سے مجور عن التصرف ہوتے ہیں اور کبھی ماذون فیہ۔ حالت حجر میں بھی یہ لوگ تصرف نہیں کرتے۔ رہی حالت اذن اس کی دو صورتیں ہیں کبھی مامور بالتصرف ہوتے ہیں لمصلحۃ اور کبھی غیر مامور ہوتے ہیں حالت اولیٰ میں تو لامحالہ تصرف کرتے ہیں اور حالت ثانیہ والے عرفاء دو شانیں رکھتے ہیں بعض اشبہ بالانبیاء اور انبیاء کی طرح اسباب غیر عادیہ سے کام لینے سے طبعاً نفرت رکھتے ہیں جس کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ اسباب غیر عادیہ سے کام لینے میں اس کی ضرورت ہوتی ہے کہ تصرف کرتے وقت تمام چیزوں کی طرف سے توجہ ہٹا کر صرف اس مقصود کو مطمح نظر بنائیں جس کی تحصیل مقصود ہے اس میں اتنی دیر کے لئے حق سبحانہ کی طرف سے بھی توجہ ہٹانی پڑتی ہے۔ اور یہ ان لوگوں کو گوارا نہیں ہوتا۔ کہ حق سبحانہ سے تھوڑی دیر کے لئے بھی توجہ ہٹا دیں نیز ان کو غیرت آتی ہے کہ جو حالت

www.besturdubooks.wordpress.com

ان کی حق سبحانہ کے ساتھ ہونی چاہیے وہ دوسروں کے ساتھ ہو اور بعض انبیاء کے ساتھ اس درجہ مشابہت نہیں رکھتے۔ یہ لوگ تصرف کرتے ہیں والکل کاملون وان کان الاولون اکمل لان زیادۃ الاکمال بقدر زیادۃ التشبہ بالانبیاء اور یہ سب حالتیں شیخ کے ساتھ محبت اور تعلق سے پیدا ہوتی ہیں اس لئے ان سب کا سبب محبت شیخ ہوتا ہے۔ اب چونکہ مولانا فرماتے ہیں۔ ماز عشق شمس دین بے ناخنیم۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا اس وقت تصرف سے معذور تھے خواہ اس کا سبب حالت فنا ہو یا محبوبیت یا تشبہ بالانبیاء اور اس کا سبب عشق شمس الدین شیخ مولانا تھا۔ پس وجہ تسبب عشق شمس الدین لعدم التصرف معلوم ہو چکی اور یہ بھی ممکن ہے کہ یوں کہا جائے کہ غلبہ عشق میں آدمی بجز ان کاموں کے جن کا تعلق عشق سے ہے کوئی کام نہیں کر سکتی عشق نے غالب نکما کر دیا+ ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے+ اس توجیہ پر عشق بلا واسطہ عدم تصرف کا سبب بن جائے گا۔

ہاں ضیاء الحق: ضیاء الحق حسام الدین بھائی ہم تو معذور ہیں جیسا کہ ہم کہہ چکے اچھا اب تم اس کا علاج کرو اور اس کی ایسی دوا دو جس سے اس کو تو بینائی اور معرفت حق حاصل ہو مگر حاسد بالکل نپٹ ہو جائے کہ اس سے اس کا حسد بڑھے اور وہ حسد حق بینی سے مانع ہو الہذا وہ پہلے سے بھی زیادہ اندھا ہو جائے۔ وہ دوا عظمت الٰہی کا سرمہ ہے جو نہایت قوی التاثیر دوا اور تاریکی چشم کو فنا کرنے والی اور مرض کوری کی سخت مزاحمت کرنے والی ہے جس کو اگر اندھے کی آنکھ میں لگا دیا جائے تو سو برس کی تاریکی کو بھی جڑ سے اکھیڑ پھینکے۔ اے حق کے چاند سب اندھوں کا علاج کرے اور اپنے نور معرفت سے ان کی ظلمت چشم کو فنا کر کے ان کو عارف اور حق بین کر دے حق نے تجھے میوہ دار درخت کی طرح بنایا ہے۔ پس اے میوہ دار نونہال تو ان پر میوہ افشانی کر۔ اور اپنی برکات و فیوض سے ان کو غذائے روحانی پہنچا کر موت روحانی سے بچا لیکن دیکھ سب کا علاج کرنا مگر حاسد کا نہ کرنا جو حسد سے تیرا انکار کرتا ہے اور اپنے حاسد کو جان نہ دینا بلکہ مرنے دینا خواہ میں ہی کیوں نہ ہوں۔ مجھے بھی دم توڑتے رہنے دینا۔ علاج حاسد سے ممانعت بسبب عناد نہیں بلکہ وجہ یہ ہے کہ اس کا معالجہ بجائے نفع کے اس کو نقصان پہنچائے گا۔ نیز اس کا علاج ناممکن اور لا حال ہے۔ دیکھو آفتاب ایک قسم کی نابینائی کا علاج کرتا ہے اور جو چیز بوجہ تاریکی شب کے دکھلائی نہیں دیتی وہ اس کے طلوع ہونے سے دکھلائی دینے لگتی ہے۔ لیکن حاسد آفتاب کے لئے اس کا اثر الٹا ہے وہ اس کے وجود سے اندھا ہو جاتا ہے کیونکہ وہ مارے جلن کے آنکھ ہی نہیں کھولتا کہ آنکھ کھولنے کی صورت میں آفتاب نظر آئے گا اس لئے وہ پہلے سے بھی زیادہ اندھا ہو جاتا ہے اور جن چیزوں کو طلوع آفتاب سے پیشتر کسی قدر دیکھ بھی سکتا تھا اب ان کو بالکل بھی نہیں دیکھ سکتا پس اس حاسد آفتاب کا علاج تو یہ ہے اور اس کو شفا تو یوں ہو سکتی ہے کہ آفتاب نہ رہے چونکہ آفتاب ایک ممکن چیز ہے اس لئے اس کا بالکل فنا ہو جانا بھی ممکن ہے لہذا اس کے حاسد کا علاج بھی ممکن ہے مگر چاند تیرے حاسد کا کیا علاج یہ تو عجیب قسم کا اندھا ہے کہ اس کے مرض کا علاج ہی نہیں اور عجیب طرح سے ہمیشہ کے لئے کنوئی کی تہہ میں بیٹھا ہے کہ نکلنا ممکن ہی نہیں۔ کیونکہ اس کو تیری ذات

www.besturdubooks.wordpress.com

سے تو حسد ہی نہیں بلکہ تیرے نور سے عداوت ہے اور تیرا نور مستفاد ہے۔ آفتاب ازل سے تو وہ فی الحقیقت آفتاب ازل کا عدم چاہتا ہے بھلا واجب کیونکر معدوم ہو اور وجود بحت پر عدم کیونکر طاری ہو اور اسکا یہ مقصد کیونکر حاصل ہو اور جب تک یہ نہ ہو اس وقت تک علاج نا ممکن۔ پس ثابت ہوا کہ اس کا علاج ناممکن ہے پس سعی لاحاصل اس حاسد کو یہ حسد ہرگز زیبا نہیں کیونکہ وہ شہنشاہ حقیقی اور مالک حقیقی کا باز ار اور مربوب ہے اور باز کا فرض یہ ہے کہ اپنے بادشاہ کو نہ بھولے اور ہر حالت میں اپنے مالک کو یاد رکھے۔ جو باز اپنے مالک کو چھوڑ کر ادھر ادھر بھٹکتا پھرے اور جبکہ کوئی وفادار باز (یعنی عبد کامل) اس کو باشداہ (حق سبحانہ) کی طرف لوٹنے کی ترغیب تو اس سے جلے اور برسرپیکار ہو ایسا باز کافر نعمت اور ناقدرشناس ہے۔ وفادار باز اور عبد مقبول اور واصل کی مخالفت اور اس پر حسد کی ہرگز گنجائش نہیں کیونکہ گو وہ مصلحتہً ویرانہ دنیا میں بھیج دیئے گئے ہیں اور اہل دنیا الوؤں سے ان کو پالا پڑتا ہے مگر بادشاہ کا ان سے ہنوز رشتۂ ولا منقطع نہیں ہوا اور وہ اعلان کرتا ہے کہ من حادی لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب اور جنگ یا شہنشاہ کا نتیجہ ہلاکی اور تباہی ہے اچھا اب ایک قصہ سن کہ تجھے معلوم ہو کہ اہل اللہ کی حق سبحانہ کے نزدیک کیا وقعت ہوتی ہے اور ان کو ستانے اور جھوٹے الزام لگانیوالا کس قدر غضب الٰہی کا مستحق ہوتا ہے۔

شرح شبّیری

گرفتار شدن باز میان چغداں بویرانہ

ویرانہ میں باز کا چغدوں میں پھنس جانا

باز در ویراں بر چغداں فتاد	راہ را گم کرد و در ویراں فتاد
باز ویرانے میں الوؤں میں جا گرا	راستہ بھول گیا اور ویرانے میں جا اترا

باز در ویران الخ۔ یعنی ایک باز کسی ویرانہ میں چغدوں کے پاس کے پاس جا پڑا راستہ کو بھول کر ویرانہ میں چلا گیا اسی طرح اولیاء اللہ بعض مرتبہ نااہلوں اور ناجنسوں میں جا پڑتے ہیں۔

او ہمہ نورست از نور رضا	لیک کورش کرد سرہنگ قضا
وہ خوشنودی (حق) کے نور سے سراپا نور ہے	لیکن اس کو قضا (خداوندی) کے سپاہی نے اندھا کردیا

او ہمہ نورست الخ۔ یعنی وہ ہمہ تن نور تھا نور رضا سے لیکن اس کو قضا نے اندھا کردیا۔ مطلب یہ کہ اولیاء اللہ جو بعض مرتبہ نااہلوں اور ناجنسوں کی صحبت میں پہنچ جاتے ہیں تو وہ خود تو نوری ہوتے ہیں مگر ان پر قضا غالب آتی ہے اور بعض مرتبہ ان کو امتحاناً ان میں پھنسا دیتے ہیں کہ جس میں بہت سے فائدے ہوجاتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

خاک در چشمش زد و از راه برد	درمیان چغد و ویرانش سپرد
(قضا نے) اس کی آنکھوں میں دھول جھونک دی اور راستہ سے ہٹا دیا	اس کو الوؤں اور ویرانے میں ڈال دیا

خاک در چشمش الخ۔ یعنی اس قضا نے اس کی آنکھ میں خاک ڈال دی اور راہ حق سے الگ لے گئی اور الوؤں میں اور ویرانہ میں اس کو ڈال دیا یعنی قضا نے اس کو راہ حق سے الگ کر کے ان نااہلوں میں پھنسا دیا اور یہ اکثر سالکین کو پیش آتا ہے۔

بر سری چغدانش بر سری زنند	پر و بال نازنینش می کنند
علاوہ ازیں الو اس کے سر پر (ٹھونگیں) مارتے تھے	اس کے ناز پروردہ پر و بال اکھاڑتے تھے

بر سرے چغدانش الخ۔ یعنی (ایک تو وہ الوؤں میں پھنس گیا تھا یہی اس کے لئے موت تھا) اس پر طرہ یہ ہوا کہ الو اس کے سر پر (چونچیں) مارتے تھے اور اس کے نازنین پر و بال اکھاڑتے تھے اس طرح جب اہل اللہ نااہلوں میں پھنس جاتے ہیں تو ایک تو یہی ان کے لئے مصیبت ہوتی ہے اس پر پھر طعن و تشنیع کی بھرمار ہوتی ہے۔

ولولہ افتاد در چغداں کہ ہا	باز آمد تا بگیرد جائے ما
الوؤں میں شور مچا کہ خبردار!	باز آیا ہے تاکہ ہماری جگہ پر قبضہ کر لے

ولولہ افتاد الخ۔ یعنی الوؤں میں شور پڑ گیا کہ خبردار رہنا باز آیا ہے تاکہ ہماری جگہ لے لے۔ اہل اللہ کو بھی عوام یہی کہتی ہے کہ جناب یہ جو بزرگ بنے ہیں اور آئے ہیں یہ اس لئے ہیں کہ ہماری جائیدادوں اور املاک پر قبضہ کریں اور اولیاء ہی کو نہیں بلکہ انبیاء علیہم السلام کو بھی معاندین نے یہی کہا ہے۔ فرعون موسیٰ علیہ السلام کی نسبت کہتا ہے کہ یریدان یخرجکم من ارضکم فماذا تامرون کہ یہ جو نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں تو اس لئے تاکہ تم کو نکال کر خود قبضہ کریں یہ عوام اور اہل اللہ میں ایک عادت مستمرہ ہے کہ یوں ہی چلی آتی ہے۔

چوں سگان کوی پر خشم و مہیب	اندر افتادند در دلق غریب
گلی کے ہیبت ناک اور غضبناک کتوں کی طرح	مسافر کی گدڑی کو لپٹ گئے

چون سگان الخ۔ یعنی گلی کے کتوں کی طرح جو غصہ میں بھرے اور ہیبت ناک ہوئے ہیں اس غریب کی گدڑی میں پڑ گئے یعنی اس کو ستانا شروع کر دیا۔ یہی حالت اہل اللہ کے ساتھ عوام دنیاداروں کی اور انبیاء کے ساتھ کفار کی ہوتی ہے۔

باز گوید من چہ در خوردم بچغد	صد چنیں ویراں رہا کردم بچغد
باز کہتا ہے مجھے الوؤں سے کیا لگاؤ؟	ایسے سو ویرانے میں نے الوؤں کے لئے چھوڑ دیے ہیں

باز گوید الخ۔ یعنی (یہ سب تو کہہ رہے تھے) اور باز کہتا تھا کہ میں الو کے کیا لائق ہوں اور میں نے ایسے سینکڑوں ویرانے الوؤں کو بخش دیے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

سوئے شاہنشاہ راجع می شوم	من نخواہم بود اینجا می روم
شاہ کی طرف واپس جاتا ہوں	میں اس جگہ نہیں رہنا چاہتا میں جاتا ہوں

من نخواہم الخ۔ یعنی میں یہاں رہوں گا ہیں میں تو جاتا ہوں اور بادشاہ کی طرف رجوع کرتا ہوں اس طرح اہل اللہ اور انبیاء کفار اور عوام سے کہتے ہیں کہ بھائی ہم رہنے کے لئے تو نہیں آئے ہیں اور یہ دنیا ہمارا گھر تو نہیں ہے کہ جس سے تم گھبراتے ہو اور ہم کو ستاتے ہو۔ ہمارا گھر تو آخرت ہے اور ہم اسی طرف اس شہنشاہ حقیقی کی طرف واپس ہو جائیں گے تم چین سے یہاں رہنا اس لئے کہ زندگی مسافرگی کا وقفہ ہے یعنی آگے چلیں گے دم لے کر+ اس ویرانہ میں اتفاق سے آ پھنسے ہیں اور قضا وقدر نے لا کر یہاں ڈال دیا اس لئے سر تسلیم خم کئے ہوئے پڑے ہیں ورنہ جو تنگی کہ یہاں ہم کو ہے وہ بیان نہیں ہو سکتی۔ کہ خود حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ الدنیا سجن المومن وجنۃ الکافر تو قید خانہ میں کون خوش رہتا ہے بلکہ اگر کوئی امیر کسی مصلحت سے قید خانہ میں پھنس بھی جاتا ہے تو اس کو ہر قیمت یہی امید رہتی ہے کہ اب یہاں سے چھٹکارا ملے تو اس شاہ حقیقی کے پاس جاؤں اور وہ یہاں سے چھوٹنے کی اس طرح خوشیاں مناتا ہے جیسے کوئی بہت ہی بڑی قید گراں سے چھوٹ کر محل شاہی میں پہنچ گیا ہوا ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ خرم آن روز کزین منزل ویران بروم + راحت جان طلبم وز پے جانان بروم + نذر کردم کہ گر آید بسر این غم روزے تا در میکدہ شادان وغزلخوان بروم + لہذا وہ ان حقیقت کے اندھوں سے کہتے ہیں کہ ارے کم بختو تمہیں بادشاہ کی خبر نہیں ہے اور الو کی طرح اس آفتاب فیض کے شعاعوں سے محروم ہو مگر میں نے تو اس کو دیکھا ہے مجھے تو اس کی بقدر استطاعت معرفت ہے پھر میں کیوں نہ اس طرف جانے کی تمنا اور کوشش کروں۔

نے مقیم می روم سوئے وطن	خویشتن مکشید اے چغداں کہ من
میں مقیم نہیں ہوں وطن کی طرف جاتا ہوں	اے الوؤ! اپنے آپ کو نہ مارے ڈالو کیونکہ میں

خویشتن کشید الخ۔ یعنی (وہ کہتا ہے کہ) اے الوؤ تم مرے مت جاؤ میں یہاں رہتا ہی نہیں میں تو وطن (اصلی کی طرف جاتا ہوں اور اہل اللہ کے لئے وطن اصلی آخرت اور قرب حق ہونا ظاہر ہے وہ یہی فرماتے ہیں کہ دنیا چونکہ ہمارا گھر نہیں اس لئے ارے دنیا دارو یہ گھر تم ہی کو مبارک رہے ہم کو اس سے کیا غرض ہے۔

ورنہ مارا ساعدشہ باز جاست	ایں خراب آباد در چشم شماست
ورنہ ہمارے لئے تو شاہ کی کلائی واپسی کی جگہ ہے	یہ ویرانہ تمہاری نظر میں آباد ہے

این خراب الخ۔ یعنی یہ ویرانہ تمہاری نگاہ میں آباد معلوم ہوتا ہے ورنہ ہمارے لئے بادشاہ کا بازو جائے بازگشت ہے۔ مطلب یہ کہ وہ فرماتے ہیں کہ اے دنیا دارو اور اے کافرو یہ دنیا تمہاری نگاہ میں آباد اور پرفضا معلوم ہوتی ہے ورنہ ہم کو اس سے کیا غرض ہے ہم کو تو حق تعالیٰ کا قرب مقصود ہے اور انشاءاللہ وہیں واپس بھی جائیں گے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چغد گفتا باز حیلت می کند	تا زخان و ماں شمارا برکند
ایک الو بولا باز مکاری کرتا ہے	تاکہ تمہیں گھر بار سے اکھاڑ دے

چغد گفتا الخ۔ یعنی (باز کی یہ باتیں سن کر) ایک الو بولا کہ باز حیلہ کرتا ہے تاکہ تم کو گھر باہر سے اجاڑ دے وہ اس لئے حیلہ کرتا ہے کہ

خانہائے ما بگیرد او بہ مکر	برکند مارا زسالوسی زوکر
مکاری سے ہمارے گھروں پر قبضہ کر لے	چالاکی سے ہمارے گھونسلوں سے ہم کو اجاڑ دے

خانہائے ما الخ۔ یعنی ہمارے گھر مکر کر کے لے لے اور دھوکہ بازی سے ہمیں آشیانوں سے اجاڑ دے۔

مینماید سیری ایں حیلت پرست	واللہ از جملہ حریصاں بدتر ست
یہ مکار سیر چشمی دکھاتا ہے	خدا کی قسم تمام لالچیوں سے بدتر ہے

می نمید الخ۔ یعنی یہ حیلہ باز غنا ظاہر کرتا ہے۔ خدا کی قسم سب حیلہ گروں سے بدتر ہے اس طرح اہل اللہ اور انبیا کو عوام اور کفار ان کی باتیں اور دنیا سے استغناء کو سن کر کہتے ہیں کہ ارے بھائی یہ ساری مکر اور حیلہ کی باتیں ہیں اور یہ استغنا اس لئے اختیار کیا ہے کہ اس سے خوب آمدنی ہوتی ہے ورنہ یہ بھی کمائی کا ایک طریقہ ہے۔ ہائے افسوس ہے ان اندھوں پر کہ جو حقیقت سے کہیں دور ہوتے ہیں۔ کفار مکہ نے بھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ اگر آپ کو سلطنت کی ضرورت ہے تو ہم سلطنت دیدیں تو یہ بھی یہی سمجھتے تھے کہ ان کو دنیا کی طلب ہے اور اس ادعاء نبوت سے ان کو یہی مقصود ہے والعیاذ باللہ اور وہ الو کہتے تھے کہ

او خورد از حرص طیں را ہمچو دبس	دنبہ مسپارید اے یاراں بخرس
وہ لالچ میں مٹی انگور کے شیرے کی طرح چاٹتا ہے	اے دوستو! دنبہ ریچھ کے سپرد نہ کرو

او خورد از الخ۔ یعنی یہ اس قدر حریص ہے کہ مٹی کا شیرۂ انگور کی طرح کھاتا ہے اس لئے اے یارو ریچھ کو دنبہ مت سپرد کرو کہ ہلاک کر دے گا یعنی وہ کہتے ہیں کہ یہ تو اس قدر حریص ہیں کہ ان کو اگر ذراسی بھی کوئی شے ملے بس اس پر شیرہ کی مکھی کی طرح گرتے ہیں۔

لاف از شہ می زند و زدست شاہ	تا برد او ما سلیماں را ز راہ
بادشاہ اور بادشاہ کی کلائی کی ڈینگیں مارتا ہے	تاکہ ہم بھولوں کو گمراہ کر دے

لاف از شہ الخ۔ یعنی (وہ الو کہنے لگے کہ) بادشاہ سے شیخی بھگارتا ہے اور اس کے ہاتھ سے (کہ میں مقرب ہوں اور دست شاہ میری نشست گاہ ہے) تاکہ ہم بھولوں کو راستہ سے علیحدہ کر دے یعنی بہکا دے۔

خود چہ جنس شاہ باشد مرغکے	مشنوش گر عقل داری اندکے
ذلیل پرند بادشاہ کے کیا مناسب ہو گا؟	اگر تم تھوڑی سی بھی عقل رکھتے ہو تو اس کی نہ سنو

www.besturdubooks.wordpress.com

خود چہ الخ۔ یعنی (یہ ساری باتیں ہمارے بہکانے کو ہیں ورنہ) ایک ذراسا جانور کیا بادشاہ کے لائق ہوسکتا ہے تم اس کی بات مت سنو اگر کچھ عقل رکھتے ہو۔ مطلب یہ کہ اس ذراسے جانور کو بادشاہ سے کیا نسبت کہ یہ اس کا مقرب ہوتا ہے چہ نسبت خاک را با عالم پاک + کجا مہدی کجا دجال ناپاک۔

جنس شاہ است او و یا جنس وزیر	ہیچ باشد لائق لوزینہ سیر
وہ بادشاہ کے لائق ہے یا وزیر کے لائق ہے؟	کبھی لہسن بادام کے حلوے کے لائق ہوتا ہے؟

جنس شاہ است الخ۔ یعنی یہ بادشاہ کی جنس سے ہے یا وزیر کی ہے (استفہام انکاری یعنی کسی کی بھی جنس نہیں ہے) اور حلوائے بادام کی لائق لہسن کیا ہوسکتا ہے۔ مطلب یہ کہ آخر قرب کے لئے کچھ مناسبت بھی تو شرط ہے اسمیں اور بادشاہ میں کیا مناسبت جو یہ اسکا مقرب ہوتا ہے اہل اللہ اور انبیاء کو بھی عوام و کفار یہی کہتے تھے کہ یہ جو کہتے ہیں کہ ہم مقرب خدا ہیں اور یا خدا کے پاس سے آئے ہیں یہ ساری ان کی جھوٹی باتیں ہیں ورنہ کہاں یہ اور کہاں خدا ان کو اس سے کیا نسبت۔ لہٰذا یہ مقرب اور نبی بھی نہیں ہوسکتے ان کے سارے اقوال غلط ہیں نعوذ باللہ۔

آنچہ می گوید ز مکر و فعل و فن	ہست سلطاں با حشم جویائے من
وہ جو مکاری اور فریب کاری اور چالاکی سے یہ کہتا ہے	(کہ) بادشاہ مع فوج کے میری تلاش میں ہے

انچہ میگوید الخ۔ یعنی یہ جو مکر اور چالاکی سے کہتا ہے کہ بادشاہ لشکر سمیت میری تلاش میں ہے عجیب مالیخولیا نامقبول ہے اور یہ ایک شیخی خام اور بھولوں کے پکڑنے کا جال ہے۔ تاکہ ہم بہکانے میں آ کر ڈر جائیں اور جو یہ کہیں اس کے تابع ہو جائیں یہی حالت عوام و کفار کی اہل اللہ اور انبیا علیہم السلام کے ساتھ ظاہر ہے کہ کفار کہتے تھے کہ بھلا خدا کو یہی نبی بنانے کو بھی ملے تھے۔ اگر خدا کی طرف سے نبی آتا تو کوئی فرشتہ وغیرہ ہوتا۔ یہ کیا نبی ہیں وغیر ذلک

اینت مالیخولیائے نا پذیر	اینت لاف خام و دام گول گیر
عجب! ناقابل قبول پاگل پن ہے	عجب! بے بنیاد شیخی اور بھولوں کو پھانسنے کا جال ہے

ہر کہ ایں باور الخ۔ یعنی جو کوئی اسکی بات کو قبول کرے وہ بیوقوف ہے اس لئے کہ ذراسا جانور دبلا بادشاہ کے کیا لائق ہے۔

ہر کہ ایں باور کند او ابلہ است	مرغک لاغر چہ در خورد شہ است
جو یہ یقین کرے وہ احمق ہے	کمزور دبلا پرند بادشاہ کے کیا لائق ہے؟
کمترین چغد ار زند بر مغز او	مرو را یاری گری از شاہ کو
چھوٹے سے چھوٹا الو اگر اس کے بھیجے پر (ٹھونگ) مار دے	اس کی بادشاہ سے دوستی کہاں ہے؟

کمترین چغد الخ۔ یعنی اگر چھوٹا سا الو بھی اس کے مغز پر (ایک چونچ) مار دے تو اس کی بادشاہ کو خبر کرنے والا کہاں ہے یہی حالت کفار و عوام کی ہوتی ہے جیسا کہ ظاہر و باہر ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت باز ار یک پر من بشکنید	یا زغم برگ گلے بر من زنید
باز نے کہا' اگر میرا ایک پر (بھی) تم توڑ دو	یا غصہ سے ایک پھول کی پنکھڑی میرے مارد

گفت باز الخ۔ یعنی (ان کی یہ ساری گفتگو سن کر) باز نے کہا کہ اگر میرا ایک پر بھی (کوئی الو) اکھاڑ دے تو بادشاہ چغدستان کی جڑ کو اکھاڑ پھینکے اسی طرح اہل اللہ بزبان حال یا بزبان قال فرماتے ہیں کہ اے اندھوتم کو ہماری حقیقت کی خبر نہیں ہے یاد رکھنا کہ اگر تم ہم کو ستاتے رہو گے ایک دن غیرت حق جوش میں آئے گی اور تمہارا استیصال اور بیخ کنی کردے گی جیسا کہ اکثر بزرگوں کے قصص دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو ذرا سا کسی نے ستایا اور فوراً سزا مل گئی اور اگر یہاں سزا نہ بھی ملے تو کیا عذاب آخرت کچھ کم ہے۔ خدا بچائے

بیخ چغد ستاں شہنشہ برکند	خانہاتاں جملگی بر سر زند
بادشاہ بوستان کی بیخ کنی کر دے گا	تم سب کے گھونسلے اجاڑ دے گا
چغد خود چہ بود اگر بازے مرا	دل برنجاند کند بر من جفا
آ تو کیا ہوتا ہے؟ اگر کوئی باز (بھی) میرا	دل رنجیدہ کرے (اور) مجھ پر ظلم کرے

چغد چہ بود الخ۔ یعنی (اس باز نے کہا کہ) بھلا چغد تو کیا چیز ہے (جو وہ ستارے) اگر کوئی (دوسرا) باز بھی (جو اس طرح مقرب شاہ نہ ہو) میرا دل رنجیدہ کرے اور مجھ پر جفا کرے تو بادشاہ شیب فراز میں بازوں کے سروں کے لاکھوں ڈھیر اور تودے لگا دے۔ مطلب یہ کہ عوام اگر اہل اللہ یا انبیاء کو ستائیں تو ان کے خسران اور ہلاک کی تو کچھ انتہا ہی نہیں۔ وہ تو اس قدر ظاہر ہے کہ بیان کی بھی ضرورت نہیں مگر یہاں تو یہ حالت ہے کہ اگر کوئی کم درجہ کا ولی اعلیٰ درجہ کے کامل اور ولی کو خدانخواستہ ستائے یا کہ کوئی ولی خدا نہ کرے وہ کسی نبی کو ستانے لگے تو اس کی بھی یہی گت بنتی ہے اور اس کو بھی ایسی سزا ملتی ہے کہ جس کی انتہا نہیں ہے لہٰذا ایذا اہل اللہ سے بہت بچنا چاہیے اور اس سے انکار وحسد ہرگز نہ ہونا چاہیے ہاں چاہے معتقد نہ ہو یہ اور بات ہے مگر ان سے حسد اور کینہ نہ رکھے کہ یہ تو دو جہان سے برباد کرنے والا ہے۔ اللھم احفظنا۔ یہاں ایک حکایت یاد آ گئی کہ جس سے معلوم ہوگا کہ ایک ولی نے دوسرے ولی سے انکار اور حسد کا معاملہ کیا تو اس کا کیا نتیجہ ہوا اہل سیر نے لکھا ہے کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک اور بزرگ تھے وہ بھی غوث ہی کے نام سے مشہور تھے اور ان کی ایک یہ کرامت تھی کہ وہ کبھی تو سب کو دکھلائی دیتے تھے اور کبھی پوشیدہ ہو جاتے تھے اور نظروں سے غائب ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ بغداد سے تین بزرگ ان کی شہرت سن کر ان کی ملاقات کو چلے ایک تو ابن السقاء نامی اور دوسرے عبداللہ اور تیسرے حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہ راستہ میں آپس میں گفتگو ہوئی کہ بھائی کون کون کس کس ارادہ سے چلا ہے تو ابن السقاء چونکہ بہت بڑا عالم اور مقرر تھا وہ تو بولا کہ میں تو اس لئے جاتا ہوں کہ ان سے ایک ایسا سوال کروں گا کہ ان سے جواب نہ آسکے گا۔ عبداللہ بولے میں اس لئے جاتا ہوں کہ ان سے ایک سوال کروں اور دیکھوں کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں اور حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ استغفراللہ میں کیا اور میرا سوال کیا بھائی ہم تو صرف اس لئے جاتے ہیں کہ ان سے کچھ حاصل کریں اور اس کی زیارت ہو جائے کہ موجب برکت ہے اور حضرت کا یہ زمانہ

www.besturdubooks.wordpress.com

شباب اور عدم شہرت کا تھا غرضیکہ یہ تینوں وہاں پہنچے جہاں وہ بزرگ رہتے تھے تو اس زمانہ میں وہ نظروں سے غائب تھے ان کے پہنچتے ہی وہ ظاہر ہوئے اور ان تینوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ابن السقاء سے کہا کہ تو اس لئے آیا ہے کہ مجھ سے کوئی ایسا سوال کرے جس کا جواب مجھ سے نہ آ سکے تو سن تیرا تو یہ سوال ہے اور یہ تیرا جواب ہے اور اس عناد اور سرکشی کی یہ سزا ہے کہ میں تیرے چہرہ میں نقش نصرانیت دیکھتا ہوں اور عنقریب ہے وہ زمانہ کہ تو نصرانی ہوگا اور اسی پر تیرا خاتمہ ہوگا۔ نعوذ باللہ۔ اور عبداللہ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ تم اس لئے آئے ہو کہ میرا امتحان کرو میں تمہارے سوال کا کیا جواب دیتا ہوں تو سنو کہ یہ سوال ہے اور یہ جواب ہے اور چونکہ تم کو عناد نہ تھا بلکہ صرف ایک امتحان مقصود تھا اس لئے تم کو یہ سزا ہے کہ تم کو دیکھتا ہوں کہ حق تعالیٰ سے غافل اور دنیا میں سر سے پاؤں تک غرق ہو اور یہ زمانہ بھی عنقریب ہونے والا ہے پھر حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ تم صرف زیارت اور فیض حاصل کرنے آئے ہو تو اس کی یہ برکت ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ تم بغداد کے ممبر پر بیٹھ کر قدم اٹھا کر کہو گے کہ قدمی ہذا علی رقاب کل اولیاء اللہ اور اس وقت روئے زمین کے اولیاء سر تسلیم خم کریں گے اور کہیں گے بیشک قدمکم علی رقابنا یہ سن کر تینوں وہاں سے واپس ہوگئے اور بغداد میں پہنچ گئے اتفاق سے خلیفہ روم کے پاس روانہ کرنے کے لئے سفیر کی ضرورت ہوئی تو تلاش ہوئی کہ کون جائے۔ حتی کہ یہ ابن السقاء منتخب ہوا اس لئے کہ بہت بڑا مقرر اور عالم تھا غرضیکہ اس کو روانہ کر دیا گیا اور جب یہ روم میں پہنچا اور کار سفارت کے لئے گیا تو اس میں بھی کامیاب ہوا اور اس کے بعد علماء نصاریٰ سے مناصرہ کا اتفاق ہوگیا اس میں بھی سب پر غالب رہا اور بہت ہی سرخرو اور غالب ہوا خدا کی قدرت کہ کہیں جا رہا تھا کہ قیصر کی نظر لڑکی پر پڑ گئی وہ بے حد حسین و جمیل تھی فوراً قیصر کو پیغام دیا اس نے یہ شرط پیش کی کہ اگر نصرانی ہو جاؤ تو نکاح ہو سکتا ہے یہ سنتے ہی یہ ابن السقاء جو کہ اتنا بڑا عالم اور بزرگ تھا معاً نصرانی ہوگیا اور اسی حالت میں مر گیا۔ والعیاذ باللہ یہ تو اس کا ظہور ہوا۔ جو ان غوث نے اس کے لئے کہا تھا انہوں نے کیا کہا تھا۔ حق تعالیٰ ہی کی طرف سے کہا تھا۔ اب عبداللہ کی حالت سنیئے کہ ایک امیر بغداد کو ضرورت ہوئی کہ کسی کو اوقاف کا جو اس نے کئے تھے منتظم بنا دے لیکن کسی شخص متدین کی ضرورت تھی اس لئے یہ عبداللہ انتخاب کئے گئے اور پھر اسی میں ان کو اس قدر انہماک ہوا کہ نماز و روزہ سب بالائے طاق رکھا گیا اور کہا کرتے تھے کہ مجھے ان کی دعا لگ گئی اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی بابت سب کو معلوم ہے کہ انہوں نے بغداد کے ممبر پر تشریف رکھ کر فرمایا تھا کہ قدمی ہذا علی رقاب کل اولیاء اللہ تو اس آواز کو حق تعالیٰ نے تمام دنیا میں پہنچایا جس طرح کہ آواز ابراہیمی تمام عالم میں پہنچی تھی اور اس وقت کل اولیاء اللہ نے سر جھکا دیا اور کہا کہ بے شک آپ کا قدم ہمارے سر پر ہے پس دیکھ لو کہ اس عناد اور حسد کی کیا سزا ملی اور اس اعتقاد کی کیا جزا ملی کہ ایک کافر اور مردود ہوکر مرا اور دوسرے تمام دنیا کے نزدیک مسلم ولی اور مقرب بارگاہ ہوئے لہٰذا ہمیشہ اور ہر وقت بزرگوں کے عناد اور ان کے حسد سے بچنا ضرور ہے ورنہ نہ معلوم کیا عذاب حق تعالیٰ کی طرف آ جائے اور اگر بظاہر کوئی وبال بھی نہ آیا تو کیا وبال آخرت اور حرمان عن الفیض کچھ کم شے ہے ہاں اگر کسی بزرگ سے اعتقاد نہ ہو تو اس کا مضائقہ نہیں کہ اس سے کوئی وبال نہیں آتا۔ خوب سمجھ کہ آگے بھی بازگی زبانی انسانی کامل کا قول بیان فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

شہ کند تو دہ بہر شیب و فراز	صد ہزاراں خرمن از سرہائے باز
بادشاہ ہر نشیب و فراز میں ڈھیر لگا دے	بازوں کے سروں کے لاکھوں کھلیان
پاسبان من عنایات وے ست	ہر کجا کہ می روم شہ در پے ست
اس کی مہربانیاں میری نگہبان ہیں	میں جہاں جاتا ہوں بادشاہ پیچھے ہوتا ہے

پاسبان من الخ۔ یعنی کہ میری پاسبان (اور نگہبان) اس کی (حق تعالیٰ) کی عنایتیں ہیں اور میں جس جگہ جاتا ہوں بادشاہ میرے پیچھے ہے۔ مطلب یہ کہ انسان کامل اور اولیاء اللہ اور انبیاء علیہم السلام فرماتے ہیں کہ میرا نگہبان اور حفاظت کرنے والا تو حق تعالیٰ ہے جیسے کہ خود فرماتے ہیں کہ واللہ یعصمک من الناس اور میں جہاں کہیں رہتا ہوں خواہ ظاہراً و باطناً ہو اور خواہ صرف باطناً ہو اور ظاہراً دور ہوں مگر حق تعالیٰ میری حفاظت اور میرے ہمراہ ہیں۔ اللہ معکم اینما کنتم۔ آگے فرماتے ہیں کہ

در دل سلطاں خیال من مقیم	بے خیال من دل سلطاں سقیم
بادشاہ کے دل میں میرا خیال جما ہوا ہے	میرے خیال کے بغیر بادشاہ کا دل رنجیدہ ہے

در دل الخ۔ یعنی بادشاہ کے دل میں میرا خیال (ہر وقت) رہنے والا ہے اور میرے خیال بغیر بادشاہ کا دل رنجیدہ رہتا ہے۔ مطلب زیادتی تعلق کا بیان کرنا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کو ہر وقت بندوں کا اور بالخصوص اولیاء و انبیاء کا جو کہ انسان کامل اور عبد کامل ہیں ہر وقت خیال رہتا ہے اور ان کو ہر حالت کی اطلاع رہتی ہے اور اس قدر تعلق ہے کہ جس طرح عادۃً کسی وقت کسی محبوب کا خیال دل سے نکل جاتا ہے تو بے چینی ہوتی ہے جس سے کہ معلوم ہوتا ہے کہ غایت درجہ تعلق ہے اس سے بھی کہیں زیادہ حق تعالیٰ کو بندوں کے ساتھ تعلق ہے آگے فرماتے ہیں کہ

چوں پراند مرا شہ در روش	یا بم اندر اوج جاں خوش پرورش
جب بادشاہ مجھے کسی روش میں اڑاتا ہے	میں جان کی بلندی میں اچھی بالیدگی محسوس کرتا ہوں

چون پراند الخ۔ یعنی جب مجھے بادشاہ اڑاتا ہے تو میں اوج میں اس کی جان خوش پرور پاتا ہوں مطلب یہ کہ جب حق تعالیٰ مجھے ترقی بخشتے ہیں اور مجھے عروج نصیب ہوتا ہے اور مجھے سیر الی اللہ حاصل ہوتی ہے تو اس وقت میری روح بے حد ترقی پذیر ہو جاتی ہے اور مجھے اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب حاصل ہو جاتے ہیں اور میری یہ حالت ہو جاتی ہے کہ

ہمچو ماہ و آفتابے می پرم	پردہائے آسماں را بر درم
میں چاند اور سورج کی طرح اڑتا ہوں	آسمان کے پردے چاک کر دیتا ہوں

ہمچو ماہ الخ۔ یعنی آفتاب اور ماہتاب کے مانند اڑتا ہوں اور آسمانوں کے پردے پھاڑ دیتا ہوں مطلب یہ کہ فرماتے ہیں کہ جس طرح آفتاب اور ماہتاب کو عروج حسی ہے اسی طرح ہم کو عروج باطنی ہوتا ہے یہاں تک کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

آسمانوں کے پردے تک پھاڑ دیتا ہوں اور ان سے بھی آگے اور بلند نکل جاتا ہوں اس لئے کہ روح تو مجرد اور لامکانی شے ہے اور افلاک مکانی اور متغیر ہیں تو لامحالہ لامکانی شے تو مکانیات سے خالی اور بلند ضرور ہوگی آگے فرماتے ہیں کہ

روشنی عقلہا از فکرتم	انفطار آسماں از فطرتم
عقول کی روشنی میرے فکر (کے نور) سے ہے	آسمانوں کا شق ہونا میری پیدائش کی وجہ سے ہے

روشنی عقلہا الخ۔ یعنی عقول کی روشنی میری فکر کی وجہ سے ہے اور آسمانوں کا پھٹنا میری فطرت کی وجہ سے ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ پیدائش خلق کا سبب یہی فرمایا ہے کہ کنت کنزاً مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق تو معرفت کا محبوب ہونا باعث تخلیق خلق ہوا لہٰذا خلوق میں سے جس کو معرفت زیادہ ہوگی وہی زیادہ مقصود من التخلیق ہو گا اور یہ ظاہر ہے کہ انسان ہی زیادہ عارف ہے اور یہ اکرم مخلوقات اس معرفت ہی کی بدولت بنا ہے لہٰذا اس کا وجود اوز اشیاء کی نسبت اصل ہوا اور ان سب کا وجود فرع اور غیر مقصود بالذات ہوا حتی کہ ملائکہ جو اس قدر مقرب اور منزہ اور مبرا ہیں اہل حق انسان کو ان سے بھی افضل کہتے ہیں کہ خواص انسان خواص ملائکہ سے افضل ہیں اور عوام انسان عوام ملائکہ سے افضل ہیں اور یہاں عقول سے مراد ملائکہ ہی ہیں کہ جس طرح عقل پوشیدہ ہوتی ہے اسی طرح وہ پوشیدہ ہیں جب یہ بات معلوم ہوگئی اب سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ ملائکہ کا تقرب اور ملائکہ کی یہ افضلیت میری ہی وجہ سے ہے اس لئے کہ اگر انسان نہ ہوتا تو پھر یہ ساری مخلوقات بھی نہ ہوتی تو پھر یہ تقرب بھی نہ ہوتا جو کچھ بھی ہے سارا ظہور انسان کا ہے پھر ان میں سے بالخصوص انسان کامل کا اور ارواح وغیرہ لے جانے کے لئے یا بارش وغیرہ کے لئے جو آسمان کے دروازہ کھلتے ہیں اور ان میں شگاف پیدا ہوتے ہیں وہ سارے میری وجہ سے ہیں اس لئے اگر انسان ہی نہ ہوتا تو ان کا وجود بھی نہ ہوتا تو پھر نہ انفطار تھا نہ التیام خوب سمجھ لو۔ آگے فرماتے ہیں کہ

بازم و حیراں شود در من ہما	چغد کہ بود تا بداند سرما
میں باز ہوں اور میرے معاملہ میں ہما حیران ہوتا ہے	الو کیا ہوتا ہے کہ ہمارا راز سمجھے؟

بازم و حیران الخ۔ یعنی میں باز ہوں اور میرے اندر ہما بھی حیران ہے تو چغد تو کون ہے کہ میرے اسرار کو جانے۔ مطلب یہ کہ انسان کامل کے عروج و مراتب ہیں (جو کہ مثل باز کے ہے کہ صورت میں بھی زیادہ حسین نہیں ہے اور ویسے مل بھی اکثر جاتا ہے نایاب بھی نہیں ہے) فرشتے (جو کہ ہما کی مثل ہیں کہ مجرد عن المادہ ہیں اور پھر آسانی سے نظر بھی نہیں آتے اور ہر کس و ناکس کو ملتے بھی نہیں ہیں) بھی حیران اور دنگ ہیں اور بعض مقامات خواص بشر کے لئے ایسے ہیں کہ جہاں جا کر فرشتوں کو بھی ٹھہرنا پڑتا ہے اور ان کو بھی یہی کہتے بن پڑتی ہے کہ آگے ہم نہیں جاسکتے آگے آپ ہی تشریف لے جائیں جیسا کہ معراج میں جبرائیل علیہ السلام نے حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا تو جب یہ حالت ہے تو پھر عوام الناس اور محجوبین اور مردودین تو ان کے کمالات کو کس طرح معلوم کر سکتے ہیں۔ وہ تو صرف صورت کو دیکھتے تھے اور کہتے تھے کہ ان انت الا بشر مثلنا اور یہ نہ دیکھا

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ ان کے کمالات کیا ہیں اور حقیقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیا شے ہے بس حقیقت سے اندھے ہو کر انکار اور درپے ایذاء رسانی ہو گئے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

شہ برائے من ز زنداں یاد کرد	صد ہزاراں بستہ را آزاد کرد
شاہ نے میری وجہ سے قید خانہ کو یاد کیا	لاکھوں قیدیوں کو آزاد کر دیا

شہ برائے الخ۔ یعنی بادشاہ نے میری خاطر سے قید خانہ کو یاد کیا اور لاکھوں قیدیوں کو آزاد کیا۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے اس دنیا کو جو کہ قید خانہ کی مثل ہے صرف انسان ہی کی پیدائش کے لئے یاد فرمایا اور اسکا ظہور کیا جیسا کہ کسی کا قول ہے کہ لولاک لما خلقت الافلاک یہ ساری باتیں انسان ہی کی خاطر اور اسی کے ظہور کے لئے کیں اور انسان کامل ہی کی وجہ سے لاکھوں ان کفار کو جو حرص و ہوا میں قید رہے تھے ہدایت فرمائی اور ان کو اس قید گراں سے رہائی عنایت فرمائی پس معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کو کس قدر تعلق ہے کہ اس کی خاطر سے کیا کیا کیا۔ آگے فرماتے ہیں کہ

یک دم با چغد ہا دمساز کرد	از دم من چغدہا را باز کرد
(مجھے) تھوڑی دیر کے لئے الوؤں کا ساتھی بنایا	میرے دم بدم سے الوؤں کو باز بنا دیا

یکدم با چغدہا الخ۔ یعنی ایک دم مجھے چغدوں کے ساتھ دمساز کر دیا تو میری باتوں کی وجہ سے بہت چغدوں کو باز کر دیا۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے رسولوں کو بھیجا اور ان کو کفار کے ساتھ رکھا اور ان ہی میں پرورش کیا حتیٰ کہ ایک وہ دن ہوا کہ اس نبی اور رسول کی بدولت وہ فار جو کہ مثل چغد اور الو کے تھے جب کہ انہوں نے اتباع کیا اور اقوال کو مانا اور سنا تو مثل باز کے کامل کر دیا جیسا کہ ظاہر ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

اے خنک چغدے کہ در پرواز من	فہم کرد از نیک بختی راز من
وہ الو خوش قسمت ہے جو کہ میری پرواز میں	نیک بختی سے میرا راز سمجھ گیا

اے خنک الخ۔ یعنی خوش ہے وہ چند کہ جس نے کہ میری پرواز میں نیک بختی سے میرے راز کو سمجھا۔ مطلب کہ ان لوگوں میں سے وہ خوش ہے وہ چند کہ جس نے کہ میری پرواز میں نیک بختی سے میرے راز کو سمجھا۔ مطلب کہ ان لوگوں میں سے وہ خوش نصیب اور اچھے ہیں جنہوں نے کہا ان انبیا اور ارلسا کے مراتب علیا اپنی اس نیک بختی کی وجہ سے جو کہ ازلی تھی پہچانا اور پھر ان کا اتباع کیا اور خود بھی ان کے فیض سے مستفید ہوئے آگے پھر وہ باز یعنی انسان کامل کہتا ہے

در من آویزید تا بازاں شوید	گرچہ چغدانید شہبازاں شوید
مجھ سے متعلق ہو جاؤ تاکہ باز بن جاؤ	اگرچہ تم الو ہو باز بن جاؤ

در من آویزید الخ۔ یعنی مجھ میں لٹک جاؤ تا کہ باز ہو جاؤ اور اگرچہ چغد ہو شہباز ہو جاؤ۔ مطلب یہ کہ انبیاء

www.besturdubooks.wordpress.com

علیہم السلام فرماتے ہیں کہ اے کفار ہم سے تعلق پیدا کرو تاکہ تم بھی کامل اور عارف ہو جاؤ اور اب اگرچہ محجوب اور محروم ہو مگر پھر تو مقرب اور کامل ہو جاؤ گے اور کہتے ہیں کہ

آنکہ باشد با چنیں شاہے حبیب	ہر کجا افتد چرا باشد غریب
جو ایسے بادشاہ کا محبوب ہو	جہاں بھی جا پڑے اجنبی کیوں ہو؟

آنکہ باشد الخ۔ یعنی جو کہ ایسے (جلیل القدر) بادشاہ کا حبیب ہو تو وہ تو جہان کہیں بھی ہو کس طرح غریب ہوگا۔ مطلب یہ کہ جب حق تعالیٰ سے تعلق ہے تو پھر اگر اس دنیا میں بظاہر دور بھی نظر آتے ہیں مگر پھر بھی اس تعلق کے قائم ہونے کی وجہ سے مسافر نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ ان کو تو ہر وقت معیت مع اللہ اور تعلق حق تعالیٰ کے ساتھ موجود ہے پھر وہ غریب وہ بے کس کیوں ہونگے۔

ہر کہ باشد شاہ دردش را دوا	گر چو نے نالد نباشد بینوا
بادشاہ جس کے درد کی دوا ہو	اگرچہ وہ بانسری کی طرح نالہ کرے بے ساز وساماں نہیں ہوتا

ہر کہ باشد الخ۔ یعنی جس شخص کے درد کی دوا بادشاہ ہو تو اگر وہ (بظاہر) نے کی طرح رو دے تب بھی وہ بے نوا نہ ہوگا۔ مطلب یہ کہ جس شخص کا غمخوار حق تعالیٰ ہوں تو اگر وہ بظاہر کسی مصیبت میں مبتلا ہوگا تب بھی اس کو مصیبت زدہ نہ کہیں گے اس لئے کہ اس کو جو شے حاصل ہے اس کے سامنے دو جہان کی راحتیں اور نعمتیں گرد ہیں آنکس کہ ترا شناخت جاں را چہ کند + فرزند و عیال و خان و ماں را چہ کند + چونکہ اوپر ان چغدوں نے یعنی محجوبین نے یہ کہا تھا کہ می نماید سیری این حیلہ پرست الخ یعنی یہ جو استغناء ظاہر کر رہا ہے یہ بھی اس کا مکر ہے ورنہ بہت ہی حریص ہے۔ آگے وہ باز یعنی اولیاء اللہ اور انبیاء یوں کہو کہ انسان کامل جواب فرماتے ہیں کہ

مالک ملکم نیم من طبل خوار	طبل بازم می زند شہ از کنار
میں سلطنت کا مالک ہوں بھوکا نہیں ہوں	کنارے سے بادشاہ میری واپسی کا طبل بجاتا ہے

مالک الملکم الخ۔ یعنی میں تو مالک الملک ہوں میں حریص نہیں ہوں اور میری واپسی کا طبل بادشاہ ایک گوشہ سے بجا رہا ہے۔ طبل خوار بمعنے حریص طبل باز ایک طبل ہوتا ہے جس کو باز کے دور چلے جانے کے وقت بجاتے ہیں تو باز واپس آ جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ انسان کامل فرماتے ہیں کہ اے محجوبین یاد رکھو کہ ہم حریص نہیں ہیں اور ہم کو تمہارے اس ویرانہ دنیا کی حاجت اور ضرورت نہیں ہے بلکہ ہم تو خود مالک الملک اور شہنشاہ ہیں ہم حریص اور ٹکڑ گدے نہیں ہیں اور ہم کو حق تعالیٰ سے اس قدر تعلق ہے کہ حق تعالیٰ ہر وقت ہم کو بلا رہے ہیں اور ندا دے رہے ہیں کہ واپس چلے آؤ اس طبل باز کی تعیین کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی یہاں کیا مراد ہے فرماتے ہیں کہ

طبل باز من ندائے ارجعی	حق گواہ من برغم مدعی
میری واپسی کا طبل "واپس آ جا" کی آواز ہے	مخالف کی ذلت کے ساتھ اللہ (تعالیٰ) میرا گواہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

طبل باز الخ۔ یعنی میری واپسی کا طبل ندا ارجعی (لوٹ آ) کی ہے اور حق تعالیٰ (اس کے) گواہ ہیں بنا کوئی مدعی کے مطلب یہ کہ ہم جو کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ سے اس قدر تعلق ہے کہ وہ ہم کو بلاتے ہیں تو یہ بلا دلیل نہیں ہے بلکہ دیکھو قرآن شریف میں ہے کہ یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ یعنی اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف راضی اور مرضی لوٹ آ۔ پس جب کہ وہاں سے یہ ندا ہے تو معلوم ہو گیا کہ حق تعالیٰ کے ساتھ اس قدر خصوصیت ہے کہ حق تعالیٰ ان کا دنیا میں رکھنا پسند فرماتے نہیں ہیں اور جس قدر مدت یہاں رکھا گیا ہے وہ صرف کسی مصلحت کی وجہ سے ہے جس کا کلی علم حق تعالیٰ ہی کو ہے اور چونکہ ان چندوں نے کہا تھا کہ ع جنس شاہ است او دیا جنس وزیر + یعنی یہ بادشاہ کی جنس ہے یا وزیر کی الخ تو اس کا جواب دیتے ہیں کہ

من نیم جنس شہنشہ دور ازو	لیک دارم در تجلی نور ازو
میں بادشاہ کا ہم جنس نہیں ہوں اس سے جدا ہوں	لیکن تجلی میں اس کا نور رکھتا ہوں

من نیم الخ۔ یعنی میں بادشاہ کی جنس نہیں ہوں (بلکہ) اس سے (کہیں) دور ہوں لیکن تجلی میں اس سے نور رکھتا ہوں مطلب یہ کہ حق تعالیٰ سے مماثلت تو نہیں ہے جیسا کہ لیس کمثلہ شئی سے صاف معلوم ہوتا ہے نور ان کی ذات اور انسان کی ذات واحد ہے بلکہ حق تعالیٰ سے مناسبت ہے جو کہ منافی بھی نہیں ہے اور حق تعالیٰ ہی سے اقتباس انوار و تجلیات اور استفادہ فیوض ہوتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ بس حق تعالیٰ کیساتھ مماثلت اور اتحاد تو نہیں ہے لیکن مناسبت تو ضرور ہے آگے اس کی شرح فرماتے ہیں کہ

نیست جنسیت زروئے شکل وذات	آب جنس خاک آمد در نبات
ہم جنس ہونا صورت اور ذات (ہی) کی وجہ سے نہیں ہے	زمین کی پیداوار میں پانی مٹی کی جنس ہو گیا

نیست جنسیت الخ۔ یعنی جنسیت (اور اتحاد) از روئے شکل وذات کے نہیں ہے (کہ ذات حق اور ذات انسان کامل ایک ہو جائیں بلکہ آپس میں صرف مناسبت ہے (آگے اس مناسبت بین الشیئین کی مثالیں دیتے ہیں کہ دیکھو جس طرح) نباتات پانی مٹی کی جنس سے ہے جب یہ دونوں ملتے ہیں تو ان سے نباتات کو نشو و نما ہوتا ہے مگر پھر بھی دونوں کو متحد اور مماثل کوئی نہیں کہتا بلکہ یہی کہا جاتا ہے کہ ایک دوسرے کے مناسب ہیں بس اس طرح حق تعالیٰ سے انسان کی مناسبت تو ہے مگر مماثلت نہیں ہے آگے اور مثال ہے کہ

باد جنس آتش آمد در قوام	طبع را جنس آمدست آخر مدام
بناوٹ میں ہوا آگ کی جنس ہو گئی	شراب (آدمی کی) طبیعت کی جنس ہو گئی ہے

باد جنس الخ۔ یعنی ہوا آگ کے قائم رکھنے میں (اس کی) جنس آئی ہے (اور کہا جاتا ہے کہ دونوں مجانس ہیں) اور طبیعت کے لئے شراب مجانس آئی ہے کہ اس کو پی کر سرور ہوتا ہے مگر ان کو متحد فی الذات اور مماثل کوئی نہیں کہتا

www.besturdubooks.wordpress.com

بلکہ مناسب کہتے ہیں اور اگر کسی سے دریافت کیا جائے کہ اس مناسبت کی جو آگ اور ہوا میں ہے ماہیت تو بیان کردو تو اس کے لئے صرف الفاظ تو ہونگے مگر جو کہ اصل حقیقت ہے سچ یہ ہے کہ اس کو کوئی بھی بیان نہیں کر سکتا۔ پس حق تعالیٰ سے بھی بندہ کو مناسبت تو ہے مگر مماثلت اور اتحاد نہیں ہے اگر چہ وہ مناسبت کسی کی سمجھ میں نہ آئے اگر چہ وہ محسوس نہ ہو مگر محسوس نہ ہونے سے اس کا معدوم ہونا تو لازم نہیں آتا خوب سمجھ لو۔ آگے فرماتے ہیں کہ

جنس ما چوں نیست جنس شاہ ما	مائے ماشد بہر مائے او فنا
ہماری جنس چونکہ ہمارے بادشاہ کی جنس نہیں ہے	ہماری ہستی اس کی ہستی میں فنا ہوگئی ہے

جنس ما چون الخ۔ یعنی جبکہ ہماری جنس بادشاہ کی جنس نہیں ہے اور ہماری ہستی اس کی ہستی کے سامنے فنا ہوگئی مطلب یہ کہ جب معلوم ہو گیا کہ ہماری اور حق تعالیٰ کی جنس اور حقیقت ایک نہیں ہے بلکہ صرف مناسبت ہے تو اب یوں سمجھو کہ جنسیت سے یہ مراد ہے کہ ہماری ہستی اسکی ہستی کے سامنے جو کہ اصل ہے مثل فنا کے ہوگئی ہے اور گویا کہ ہماری ہستی موجود ہی نہیں ہے پس جو ہے وہی ہے۔ ہم بالکل کالعدم ہیں آگے فرماتے ہیں کہ

چوں فنا شد مائے ما او ماند فرد	پیش پائے اسپ او گردم چو گرد
جب ہماری ہستی فنا ہوگئی وہ اکیلا رہ گیا	اس کے گھوڑے کے پیر کے سامنے میں گرد کی طرح ہو گیا

چون فنا شد الخ۔ یعنی جب ہماری ہستی (اس کے وجود کے آگے) فنا ہوگئی تو وہ واحد اور یکتا رہ گیا اور میں اس کے گھوڑے کے پاؤں کے سامنے گرد کی طرح ہو گیا مطلب یہ کہ جب اس کے سامنے ہمارا وجود کالعدم ہوا اور ہماری ہستی فانی ہوئی تو پھر ہم پر تو کسی قسم کا حکم نہیں لگا سکتے تو یہ کہنا کہ ہم اس کے ساتھ متحد ہو گئے کیسے صحیح ہو سکتا ہے اس لئے کہ جس کہ ہم کہتے ہیں وہ ہے کہاں۔ اور یہ تو ایسا ہے کہ جیسے گھوڑے کے پاؤں کے سامنے گرد ہوتی ہے کہ اس گرد کی طرف التفات ہی نہیں ہوتا اور اصل مقصود پائے اسپ ہوتا ہے لہٰذا معلوم ہو گیا کہ اتحاد فی الذات ہرگز نہیں ہے تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا بلکہ صرف ایک مناسبت ہے جیسا کہ گرد پا کو بھی پاؤں سے ایک قسم کی مناسبت ہوتی ہے مگر جو اس کی حقیقت ہے اس کو ہرگز کوئی بیان نہیں کر سکتا کہ وہ نسبت کیا ہے بس یہ کہے گا کہ وہ تابع ہے اور وہ متبوع ہے ہم کہتے ہیں کہ آخر تابع کس طرح ہے اور متبوع کس طرح اگر مخاطب ذرا بھی غور کرے تو اپنے وجدان میں ایک ایسا امر پائے کہ جس میں حیرت رہتی ہے اور حق تعالیٰ کی قدرت کا معائنہ ہوتا ہے تو جب ہم ممکنات کی نسبت کو نہ سمجھ سکے تو جو نسبت کہ واجب سے ہوگی اگر اس کی کیفیت بھی سمجھ میں نہ آئے تو کیا عجب ہے۔ خوب سمجھ لو آگے فرماتے ہیں کہ

خاک شد جان و نشانہائے او	ہست بر خاکش نشان پائے او
ہماری جان خاک ہوگئی اور اس کی نشانیاں	اس (جان) کی خاک پر اس کے پاؤں کے نشان ہو گئے

www.besturdubooks.wordpress.com

خاک شد الخ۔ یعنی جان تو خاک ہوگئی اور اس کی نشانیاں اس جان کے خاک پاؤں کا نشان ہو گیا مطلب یہ کہ جس طرح کہ خاک پر قدم پڑنے سے نشان بن جاتا ہے تو اس نشان کو اس قدم سے ایک قسم کی مناسبت ہوتی ہے اسی طرح حق تعالیٰ کی تجلیات اور کمالات کا ظہور انسان میں ہوا ہے کہ جس سے یہ بھی کامل اور منور معلوم ہوتا ہے ورنہ اصل اسی طرف سے ہے اور چونکہ یہ اسی کا ظل ہے اس لئے اس کو بھی اس کا مناسب کہا جائے گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ

خاک پایش شو برائے ایں نشاں	تا شوی تاج سر گردن کشاں
اس نشان کے لئے اس کے پاؤں کی خاک بن جا	تاکہ تو عالیشان لوگوں کے سر کا تاج بن جائے

خاک پایش الخ۔ یعنی اس نشان کے واسطے اس کے خاک پا ہو جاؤ تاکہ گردن کشوں کے سر کے تاج بن جاؤ۔ مطلب یہ کہ جب یہ کمالات اور تجلیات اس کا ظل ہے اور گرد پا میں یہ نشانیاں بنا کرتی ہیں تو اب تم اس کے خاک پا ہو جاؤ اور اس سے مناسبت اور تعلق پیدا کرو۔ پھر دیکھو کہ کیا مراتب عالیہ میسر ہوتے ہیں اور سب کفار اور معاندین پر تم ہی عالی ہو گے جیسا کہ ظاہر ہے کہ ہر کہ ترسید از حق وتقوے گزید + ترسد از وے جن وانسان ہر کہ دید + پس اس صورت ظاہری کو مت دیکھو اور یہ جو اس نور سے متجلی ہو رہا ہے اس نور کو دیکھو اور اس سے خود بھی فیوض حاصل کرو آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

تا کہ نفریبد شمارا شکل من	نقل من نوشید پیش از نقل من
ہرگز میری (ظاہری) صورت تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے	میرے مرنے سے پہلے میرا نقل چکھ لو

تا کہ نفریبد الخ۔ یعنی تم کو میری صورت ہرگز فریب نہ دے۔ میرا بچا ہوا اور میری شراب پی لو۔ میرے منتقل ہونے سے قبل۔ مطلب یہ کہ انسان کامل جو کہ صورت میں تو مثل دیگر انسانوں کے ہوتا ہے کہتا ہے کہ اے محرومین میرے چلے جانے اور میرے انتقال سے پہلے پہلے مجھ سے فیوض حاصل کر لو ورنہ پھر پچھتاؤ گے۔

اے بسا کس را کہ صورت راہ زد	قصد صورت کرد بر اللہ زد
اے (مخاطب) بہت سے لوگوں کو صورت نے گمراہ کیا	اس نے صورت کو ستانے کا ارادہ کیا (اور) اللہ پر حملہ کیا

اے بسا الخ۔ یعنی ایسے بہت لوگ ہیں کہ جن کی راہ زنی صورت نے کی اور انہوں نے صورت کا قصد کیا اور حق تعالیٰ پر حملہ کیا مطلب یہ کہ بہت لوگ ایسے موجود ہیں جیسے کہ کفار انبیاء کے لئے اور معاندین اور حاسدین اہل اللہ کی نسبت کہ ان کی راہ زنی ان حضرات کی صورت ظاہری نے کی ہے اور کفار کہتے تھے ماہذا الا بشر مثلکم وغیرہ وغیرہ علی ہذا عوام بھی اہل اللہ کو اس طرح کہتے ہیں جیسا کہ ظاہر و مشہور ہے اور ان لوگوں نے چونکہ صورت ہی کو مقصود کو سمجھا اس لئے حق تعالیٰ پر حملہ شروع کر دیا مثلاً یہ کہ ہماری صورت اور ان کی صورت ایک سی ہے پھر حق تعالیٰ نے تقرب کے لئے ان کو مخصوص کیا ان نالائقوں سے کوئی پوچھے کہ کم بختو اس نور معنوی اور تجلی باطن کی خبر

www.besturdubooks.wordpress.com

ہی نہیں ہے پھر کس بوتہ پر تم کہتے ہو کہ ہم ہی جیسے ہیں پس تم اس صورت کو چھوڑ دو اور اصل معنے سے فیض حاصل کرو آگے پھر اسی مضمون مناسبت کی طرف رجوع ہی فرماتے ہیں کہ

آخر ایں جاں بابدن پیوستہ است	ہیچ ایں جاں بابدن مانستہ است
آخر یہ جان بدن کے ساتھ ملی ہوئی ہے	کہیں یہ جان بدن سے مشابہ ہے؟

آخر ایں الخ۔ یعنی آخر یہ بدن جان کے ساتھ ملا ہوا ہے تو یہ جان بدن کے ساتھ کچھ بھی مشابہ ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو بدن اور جان میں قرب رشتہ اور تعلق اور نسبت ظاہر ہے مگر پھر بھی دونوں میں کچھ نسبت نہیں چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ اس طرح انسان کو حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہوتا ہے پھر فرماتے ہیں کہ

تاب نور چشم با پیہ است جفت	نور دلدر قطرۂ خونے نہفت
آنکھ کے نور کی چمک آنکھ کی چربی سے ملی ہوئی ہے	دل کا نور خون کے ایک قطرے میں چھپا ہوا ہے

تاب نور چشم الخ۔ یعنی آنکھ کی روشنی چربی کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور نور دل ایک قطرۂ خون میں پوشیدہ ہے مطلب یہ کہ دیکھو نور چشم کو اس گوشت پوست چشم سے بھی تو تعلق ہے مگر پھر بھی کہاں یہ کہاں وہ۔ اگر حقیقت کی طرف نظر کرو تو کوئی نسبت ہی نہیں ہے اور دیکھو کہ نور قلب اس قلب صنوبری میں جو کہ مضغۂ لحم ہے موجود ہے لیکن کہاں اس کا مرتبۂ عالی اور کہاں یہ ادنیٰ شے یہی تعلق مع اللہ کی حالت ہے اور یہ جس قدر مثالیں ہیں اور جہاں کہیں ہوتی ہیں صرف تقریب فہم کے لئے ہوتی ہیں ورنہ ان امثال کو حق تعالیٰ سے کیا نسبت۔ لیس کمثلہ شئی اور واللہ المثل الاعلیٰ خوب سمجھ لو۔ آگے فرماتے ہیں کہ

شادی اندر گردہ و غم در جگر	عقل چوں شمعے درون مغز سر
خوشی گردے میں اور غم جگر میں (ہے)	عقل شمع کی طرح سر کے مغز میں (ہے)

شادی اندر الخ۔ یعنی کہ خوشی تو گردہ میں اور غم جگر میں اور عقل شمع کی طرح مغز سر میں روشن ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح اور اشیاء میں تعلق ہوتا ہے اسی طرح خوشی کو گردہ سے اور غم کو جگر کے ساتھ ایک تعلق ہے اس تعلق کے سمجھنے کے لئے اول دو مقدمے سمجھ لینا چاہئیں۔ اول یہ کہ اطباء نے لکھا ہے کہ جگر کا فعل تولید دم تغذیۃ الاعضاء ہے اور گردہ کا فعل خون کو قلب اور پھیپھڑے کی طرف بھیجنا ہے تو اس مقدمہ سے یہ مستفاد ہوا کہ جگر کا فعل تو طویل الزمان ہے اور گردہ کا فعل قصیر الزمان ہے۔ یہ مقدمہ تو طبی تھا دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ تجربہ اور مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خوشی کا اثر قلیل الزمان ہوتا ہے کہ وہ ایک فوری فرحت ہوتی ہے جو کہ جلدی ہی زائل ہو جاتی ہے اور غم کا اثر طویل الزمان ہوتا ہے کیونکہ غم ایک حد معین تک وقتاً فوقتاً بڑھتا اور زیادہ ہوتا رہتا ہے یہ دوسرا مقدمہ ہوا۔ اب سمجھو کہ ہر چند خوشی سے دونوں عضو کے مزاج میں ضعف اور ضعف مزاج سے دونوں کے فعل میں

www.besturdubooks.wordpress.com

ضعف ہوگا تو دونوں کا دونوں سے اس معنی کر تعلق ہے مگر دوسرے مقدمہ پر نظر کرنے سے کہا جائے گا کہ غم جو کہ طویل الزمان شے ہے جگر میں تو اثر کرے گا اور اس کا فعل جو تولید دم تھا اس کو ضعیف کرے گا اور گردہ میں اثر نہ کرے گا بخلاف خوشی کے کہ اس کا اثر چونکہ قلیل الزمان ہوتا ہے اس لئے وہ جگر میں جس کا فعل طویل الزمان ہے اثر نہ کرے گی اور گردہ میں جس کا فعل قلیل الزمان ہے اثر کریگی کہ اس میں اور اس کے فعل میں قوت پیدا ہو گی پس حاصل یہ ہوا کہ دونوں چیزیں گو دونوں میں اثر کریں گی مگر قوت ضعف اثر کیوجہ سے ایک کو دوسرے کے مناسب کہہ دیا گیا ہے فافہم اور عقل و دماغ سے تعلق ظاہر ہے۔

رائحہ در انف و منطق درلسان	لہو در نفس و شجاعت در جنان
خوشبو ناک میں اور گویائی زبان میں (ہے)	کھیل کود نفس میں اور بہادری قلب میں (ہے)

رائحہ در انف الخ۔ یعنی کہ بو (یا خوشبو) ناک میں اور گفتگو زبان می اور لہو (ولعب) نفس میں اور شجاعت قلب میں۔ مطلب یہ کہ دیکھو بو میں جو کہ پوشیدہ ہے اور اس گوشت پوست کی ناک میں ایک علاقہ ہے اور زبان میں اور گفتگو میں ایک علاقہ اور نسبت ہے۔ علی ہذا نفس میں اور شہوات میں اس طرح شجاعت اور قلب میں بھلا کوئی شخص ان کی ماہیات تو بیان کرے سچ یہ ہے کہ کوئی بھی قادر نہیں ہے۔ مثلاً زبان اور گفتگو کو کہیں گے کہ حرکت لسان علاقہ ہے ہم کہتے ہیں کہ اگر زبان کو ویسے پکڑ کر ہلا دیں تو الفاظ کیوں پیدا نہیں ہوتے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اور علاقہ ہے جو کہ مدرک نہیں ہے پس اسی پر اس علاقہ حق ملکھتیا س کرلو کہ آیا اسکی ماہیت اور کیفیت کسی کو معلوم ہوسکتی ہے یا کہ یہ بھی ایک بے کیف شے ہے اور اس کی کیفیت کے درپے ہونا کس قدر بے عقلی ہے اس کو خود مولانا ایک جگہ فرماتے ہیں کہ اتفاقے بے تکیف بے قیاس + ہست رب الناس را با جان ناس + پس اس تعلق کی وجہ سے مخلوق کی خالق کا متحد فی الذات کہنا اور اس کی کھوج کرنا کس قدر بے ادبی اور نالائقی ہے آگے بھی مولانا ایک دوسرے عنوان سے اسی مضمون کو بیان فرماتے ہیں کہ

ایں تعلقہا نہ بے کیف ست وچوں	عقلہا دردانش چونی زبوں
کیا یہ تعلقات ناقابل بیان اور ناقابل مثال نہیں ہیں؟	عقلیں (ان کی) کیفیت کے سمجھنے سے قاصر ہیں

این تعلقہائے الخ۔ یعنی یہ تعلقات (مذکورہ صدر) کیا بے کیف اور بے چوں نہیں ہیں (یعنی ہیں) اور عقلیں عقل چونی میں دنگ اور حیران ہیں تو جب یہ تعلقات اور مناسبین بے کیف ہیں اور ان کی کیفیت کسی کو معلوم نہیں ہو سکتی تو اگر حق تعالٰی کے تعلق کی کیفیت نہ معلوم ہو تو کیا غضب ہے۔ آگے اس تعلق مع اللہ کو بیان فرماتے ہیں کہ

جان کل با جان جزو آسیب کرد	جاں از و درے ستد در جیب کرد
جان کل نے جان جزو پر اثر ڈالا	جان (جزو) نے اس سے موتی لیا اور جیب میں ڈال لیا

عقل کل الخ۔ یعنی عقل کلی (حق تعالیٰ) نے عقل جزوی (انسان) پر اثر کیا تو عقل (جزوی) نے اس (عقل کلی) سے ایک موتی لے لیا اور گریبان میں کر لیا۔ مطلب یہ کہ وہ تعلق جو کہ مابین العبد والحق ہے وہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے جو کہ فاعل مختار ہیں انسان پر تجلی اور نور ڈالا اس سے وہ منور اور مستفید ہوا اور اس نور اور تجلی کو اپنے قلب میں جو کہ گریبان کے پاس ہے جگہ دی پس اس سے جو ایک نسبت حاصل ہو گئی کہ یہ متجلی بانوار اللہ اور متخلق باخلاق اللہ ہے یہی نسبت ہے اور یہی مجانست ہے اور یہی تعلق ہے آگے اس کی ایک مثال سے اور توضیح کرتے ہیں کہ

ہمچو مریم جاں ازاں آسیب جیب	حاملہ شد از مسیح دلفریب
(حضرت) مریم کی طرح جان اس دل کی تاثیر سے	حسین مسیح سے حاملہ ہو گئی

ہمچو مریم الخ۔ یعنی مانند مریم علیہا السلام کے کہ اس گریبان کے اثر سے (یعنی جو اثر کہ گریبان کے راستہ سے ہوا تھا اضافت بلونی ملابست ہے) حضرت مسیح علیہ السلام کی حاملہ ہو گئیں۔ مطلب یہ کہ جس طرح حضرت مریم علیہا السلام کے گریبان میں اس روح کے پھونکنے سے یہ اثر ہوا کہ ان کے پیٹ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے نبی (جو کہ حیات بخش) تھے رہ گئے اور وہ ان کی حاملہ ہو گئیں اس طرح حق تعالیٰ کی تجلی جب قلب پر ہوتی ہے تو اس سے وہ قلب منور ہو جاتا ہے اور مستفید ہوتا ہے آگے اس عیسیٰ سے مراد کی تعیین فرماتے ہیں کہ

آں مسیحے نے کہ بر خشک و ترست	آں مسیحے کز مساحت برترست
وہ مسیح نہیں جو بحر و بر پر ہے	وہ مسیح جو ناپ تول سے بالا ہے

ان مسیحے الخ۔ یعنی وہ مسیح نہیں کہ جو خشکی اور تری پر تھے بلکہ وہ مسیح کہ جو مسافت سے برتر ہیں مطلب یہ کہ حضرت مریم علیہا السلام جو حاملہ ہوئی تھیں وہ تو پھر بھی ممکن اور انسان تھے لیکن یہ شخص جو اپنے قلب میں ان کی مثل ایک شے کو پاتا ہے وہ وہ ذات ہے کہ وہ جہات سے منزہ ہے نہ مادی ہے بلکہ وہ تو مجرد المجرد ذات ہے اور وہ ذات خداوندی ہے کہ اس کی تجلیات اور انوار سے اس کا قلب منور ہو جاتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ

پس ز جان جاں چو حامل گشت جاں	از چنیں جانے شود حامل جہاں
تو جب جانِ جان جاں سے حاملہ ہو گئی	ایسی جان سے جہاں پر ہو جاتا ہے

پس ز جان الخ۔ یعنی جب اس جان جان کی حامل یہ جان ہو گئی تو اس جان سے ایک جہان حاصل ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ جب انسان کامل جو کہ مثل روح اور جان کے ہے جب حق تعالیٰ سے جو کہ مثل روح الروح اور جان جان کے ہیں مستفید ہو جاتا ہے تو پھر اس سے ایک عالم مستفید ہوتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

پس جہاں زاید جہان دیگرے	ایں حشر را وانماید محشرے
تو جہان دوسرا جہان جنم دیتا ہے	یہ گروہ (جہاں دیگر) اس گروہ کا حشر نمایاں کر دیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

پس جہان الخ۔ یعنی پھر جہان سے ایک دوسرا جہان پیدا ہوتا ہے اور اگر وہ اس کو ظاہر کر دیتا ہے مطلب یہ کہ جب اس انسان کامل سے اور لوگ مستفید ہوتے ہیں تو ان سے اور لوگ الی قیام الساعۃ اسی طرح ہوتا رہے گا اور یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہے گا اور ہر گروہ مستفیدین کا اپنے بزرگوں کو ظاہر اور مشہور کرنے والا ہوا کرے گا جیسا کہ ظاہر ہے اور واضح ہے آگے فرماتے ہیں کہ

تا قیامت گر بگویم بشمرم	من ز شرح ایں قیامت قاصرم
قیامت تک اگر میں بتاؤں (اور) گنوں	میں اس قیامت کی تشریح سے عاجز ہوں
تا قیامت ایں قیامت را اگر	شرح گویم قاصر آیم اے پسر
قیامت تک اس قیامت کی اگر	میں شرح کروں اے صاحبزادے! میں عاجز آجاؤں

تا قیامت الخ۔ یعنی اگر قیامت تک میں کہتا رہوں اور گنتا رہوں تو میں اس قیامت کی شرح سے قاصر رہوں جہان فانی میں قیامت سے مراد ظہور ہے اب مطلب یہ کہ اگر میں قیامت تک بھی اس کو گنواتا رہوں اور کہتا رہوں کہ اسی طرح ہر گروہ اپنے بزرگوں کے ظہور کا سبب ہو گا تو میں قیامت تک بھی اس کو کما حقہ بیان نہیں کر سکتا آگے فرماتے ہیں کہ

ایں سخنہا خود بمعنی یا رب ست	حرفہا دام دم شیریں لبے ست
خود یہ باتیں یارب کے معنی میں ہیں	(ان کے) حروف شیریں لب (محبوب) کی گفتگو کا جال ہیں

این سخنہا الخ۔ یعنی یہ باتیں خود معنے کے اعتبار سے یاربی (کی مثل) ہیں اور یہ حروف شیریں لب کی گفتگو کے جال ہیں مطلب یہ کہ اگرچہ ہم بظاہر خطاب بہ مخلوق کر رہے ہیں لیکن اگر حقیقت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ خطاب ایہا الناس وغیرہ بھی یارب یارب کہنے کے قائم مقام ہے اس لئے کہ جو ثواب یارب کہنے میں ملتا وہی ثواب ہم کو اس میں رہا ہے کیونکہ بزرگوں کی دو شاخیں ہوتی ہیں ایک تو وہ جن کے سپرد خدمت خلق نہیں ہوتی تو وہ تو ہر وقت ذکر و شغل میں مصروف رہتے ہیں اور بعض وہ ہوتے ہیں کہ جن کے سپرد خدمت خلق ہوتی ہے تو وہ متوجہ بخلق للحق ہوتے ہیں تو ان کا وہ خطاب اور توجہ بھی مثل ان دوسروں کے ذکر و شغل کے بلکہ اس سے زیادہ ہوتا ہے اور جب بندہ ذکر خدا کرتا ہے تو حق تعالیٰ بھی اس کا ذکر فرماتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب بندہ مجھے خلوت میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو خلوت میں یاد کرتا ہوں اور جب وہ مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو مجمع میں جو اس مجمع سے بہتر ہوتا ہے یاد کرتا ہوں اور جب اس دوسرے شخص کی توجہ الی الخلق اس پہلے ذکر و شغل سے بہتر ہے اور اس کے ذکر پر ثمرہ یہ ملتا ہے کہ حق تعالیٰ بھی اس کا ذکر فرماتے ہیں تو لامحالہ اس کے اس عمل پر بھی حق تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہونگے اور چونکہ اس کی توجہ الخلق للحق ہے تو گویا الی الحق ہی ہے پس جب یہ مخلوق کو پکارتا ہے گویا کہ حق تعالیٰ ہی کو پکارتا ہے تو حق تعالیٰ اس کو جواب مرحمت فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ لبیک اسی لئے مولانا فرماتے ہیں کہ یہ میرے حروف اور گفتگوئے شیریں لبی کے جال ہیں کہ جب میں ان حروف کو

www.besturdubooks.wordpress.com

ادا کرتا ہوں تو ادھر سے جواب لبیک عطا ہوتا ہے تو میرے یہ حروف سبب ہیں اس جواب کے پھر فرماتے ہیں کہ

چوں کند تقصیر پس چوں تن زند	چونکہ لبیکش زیارب می رسد
کوتاہی کیوں کرے اور خاموش کیوں رہے؟	جبکہ یارب کی وجہ سے اس کے پاس لبیک (کی آواز) پہنچ رہی ہے

چون کند الخ۔ یعنی کس طرح تقصیر کرے اور کس طرح بدن کو پالے جب اس کو یارب کی وجہ سے لبیک پہنچ رہا ہے مطلب یہ کہ جس شخص کی یہ حالت ہو کہ اس کو ذکر حق میں اور توجہ بحق میں ادھر سے جواب ملتا ہو تو پھر وہ توجہ میں اور عبادت میں کس طرح کمی کر سکتا ہے اور وہ اپنی تن پروری میں کب مشغول ہوگا بلکہ اس کو تو اسی طرف کی دھن لگ جائے گی اب یہاں ایک شبہ یہ ہوتا ہے کہ تم جو کہتے ہو کہ آواز لبیک ادھر سے آتی ہے تو ہم نے کبھی سنی نہیں وہ کیسی آواز ہے جو کہ سنائی ہی نہیں دیتی۔ اس کا آگے جواب دیتے ہیں کہ

ہست لبیکے کہ نتوانی شنید	لیک سر تا پائے بتوانی چشید
وہ ایسی لبیک ہے جو سنی نہیں جا سکتی	ہاں سر سے پیر تک تو چکھ سکتا ہے

ہست لبیکے الخ۔ یعنی وہ لبیک ایسا ہے کہ تم اس کو سن ہی نہیں سکتے لیکن سر سے پاؤں تک چکھ سکتے ہو۔ مطلب یہ کہ اس لبیک کی آواز کو ان ظاہری کانوں سے سن نہیں سکتے لیکن اگر تم کو ذوق صحیح حاصل ہو جائے اور حق تعالیٰ سے تعلق اور محبت پیدا ہو جائے تو تم اس مزہ کو چکھ سکتے ہو جیسا کہ کسی نے کہا ہے کہ پرسید یکے کہ عاشق چیست + گفتم کہ چہ ما شوی بدانی + اور کہتے ہیں کہ تجھے کی حقیقت میری جب معلوم ہو تم کو + کہ دیکھو جب کسی معشوق پر تم مبتلا ہو کر + پس سمجھ لو کہ یہ بات کانوں سے سننے کی یا آنکھوں سے دیکھنے کی نہیں ہے بلکہ جب اس کا ذوق ہو جائے تو بس صرف ایک ذوقی امر ہوگا کہ اگر تم بھی اس کو الفاظ سے تعبیر کرنا چاہو گے تو ہرگز قادر نہ ہو گے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

یک مثل آوردمت تا پے بری	وز چنیں لبیک پنہاں بر خوری
میں تیرے لئے ایک مثال بیان کرتا ہوں تاکہ تجھے پتہ چل جائے	اور اس طرح کی پوشیدہ لبیک سے پھل کھا لے

یک مثل الخ۔ یعنی میں ایک مثل لاتا ہوں تاکہ تم نتیجہ حاصل کرو اور اس پوشیدہ لبیک سے پھل کھاؤ مطلب یہ کہ ایک مثل بیان کرتے ہیں کہ جس سے تم کو معلوم ہوگا کہ آواز لبیک ایک ذوقی امر ہے اور اس میں جو لطف ہے وہ اسی کو معلوم ہوتا ہے کہ جو اسکا طالب ہو ورنہ اندھے کے آگے روئے اور اپنے نین کھوئے۔ آگے حکایت ہے

شرح حبیبی

گرفتار شدن باز میان چغدان بویرانہ

باز در ویران: ایک باز رستہ بھول گیا اور ایک ویرانہ میں پہنچ کر الوؤں میں پھنس گیا اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

بادشاہ سے ناخوش ہو اور غیر وفاداری سے اس نے ایسا کیا ہو بلکہ وہ نور رضائے الٰہی دنیا وزمین از سرتا پا منور اور ہمہ تن بادشاہ کا مطیع تھا لیکن تقدیر الٰہی نے اسے اندھا کر دیا اور اس کی آنکھوں میں خاک ڈال کر راستہ سے بھٹکا دیا اور اس طرح اس کو ویرانہ اور الوؤں کے حوالہ کر دیا یعنی عارف کامل بہ تقدیر الٰہی بوجہ مصلحت کے دنیا میں آ پڑا۔ اول تو یہی مصیبت کیا کم تھی کہ صورۃً اپنے مالک سے چھوٹا گھر سے بے گھر ہوا نااہلوں میں پھنسا یعنی عالم غیب سے دنیا میں آ کر دنیاداروں میں پھنسا۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ الو (دنیادار) اس کے سر پر چونچیں مارنے لگے یعنی اسے طرح طرح سے ستانے لگے اور اس کے نفیس پر و بازو اکھیڑنے لگے اور الوؤں میں غل مچ گیا کہ باز ہمارا گھر چھیننے آیا ہے یعنی اس کو ریاست وسلطنت مال وجاہ مقصود ہے۔ اس خیال کے باعث سب الو غضبناک اور خوفناک کتے کی طرح اس بیچارہ کو لپٹ گئے۔ یہ دیکھ کر باز نے کہا کہ مجھے الوؤں سے کیا مناسبت کہ ویرانہ پر قبضہ کرونگا یہ تو ایک ویرانہ ہے ایسے سو بھی ہوں تو بھی میں نے الوؤں ہی کو دیئے۔ میں یہاں رہنے والا نہیں ہوں۔ تقدیر سے آ پھنسا ہوں خدا نے چاہا تو میں بہت جلد پانے بادشاہ کے پاس لوٹ جاؤں گا تم اس فکر میں اپنے کو ہلاک نہ کرو۔ میں تم کو اطمینان دلاتا ہوں کہ میں یہاں رہنے نہیں آیا بلکہ انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد اپنے (گھر مقعد صدق میں) چلا جاؤنگا۔ یہ ویرانہ (دنیا) کچھ تمہاری ہی نظر میں آباد ہوگا ورنہ مجھے تو اس سے وحشت ہوتی ہے میں تو پھر بادشاہ کی کلائی پر جا بیٹھوں گا۔ اور فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر کا مصداق بنوں گا۔ کسی چالاک الو نے کہا کہ الوؤ اس گفتگو سے دھوکا مت کھانا یہ اس کی چال ہے تاکہ تم کو غافل کر کے تمہیں گھر سے باہر نکال پھینکے اور ہم کو فریب سے ہمارے گھونسلوں سے نکال کر دھوکے سے خود ہمارے مکانات پر قابض ہو جائے۔ یہ چالباز استغناء تو ظاہر کرتا ہے مگر واللہ تمام حریصوں سے بڑھ کر ہے اس کی حرص کی نوبت یہاں تک پہنچی ہوئی ہے کہ مٹی کو شیرۂ انگور کی طرح کھاتا ہے۔ اس پر کہتا ہے کہ مجھے ویرانہ کی ضرورت نہیں بھائیو دیکھو دنیا کو ریچھ کے سپرد نہ کر دینا اور اپنے مکانات سے اس کے اطمینان پر غافل نہ ہونا یہ بادشاہ کے پاس جانے اور اس کے بازو پر بیٹھنے کی شیخی اس لئے مارتا ہے کہ ہم بھولے بھالوں کو راہ راست سے بھٹکا دے ہم تو سمجھیں کہ جب یہ بادشاہ کا مقرب ہے تو اس کو ویرانہ کی کیا پرواہ اور اس لئے غافل ہو جائیں اور یہ قبضہ کر لے۔ سمجھو تو سہی کہ اس معمولی پرندے کو بادشاہ سے کیا نسبت ہے خیر بادشاہ تو بڑی چیز ہے وزیر سے بھی تو اس کو نسبت نہیں اور ہو کیسے سکتی ہے کیونکہ بادشاہ اور وزیر بمنزلہ حلوائے بادام کے ہیں اور یہ بمنزلہ لہسن کے بھلا حلوے بادام سے لہسن کو کیا نسبت یہ جو فریب اور ہوشیاری و چالاکی سے کہتا ہے کہ بادشاہ میرا طلب گار ہے مالیخولیائے نامقبول بے ہودہ شیخی اور احمقوں کے پھنسانے کا جال ہے جو اسے باور کرے احمق ہے بھلا ایک حقیر اور دبلے پتلے جانور میں تقرب سلطانی کی کیا قابلیت ہے اگر کوئی معمولی سے معمولی الراس کے سر پر کوئی چونچ مار دے تو بھلا کسی کی عقل میں آتا ہے کہ بادشاہ کی طرف سے کوئی مددگار اس کی حمایت کو آئے گا۔ توبہ توبہ باز نے کہا کہ تم تو سر پر مارنے کو کہتے ہو سر تو بڑی چیز

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے اگر تم میرا ایک پر بھی توڑ دو اور توڑ نا تو درکنار اگر تم غصہ سے پھول کی ایک پنکھڑی مارے مار و تو شہنشاہ ساری چغدستان کی جڑ اکھیڑ دے اور کم سلے گھر اجاڑ دے الو کی تو حقیقت کیا ہے اگر کوئی باز بھی مجھے دکھ دے یا مجھ پر زیادتی کرے تو شہنشاہ میری خطر بلندی و پستی میں بازوؤں کے سروں کے لاکھوں ڈھیر لگا دے کس کی مجال ہے کہ مجھے آنکھ بھر کے دیکھے کیونکہ اس کی عنایتیں میری محافظ ہیں اور جہاں میں جاؤں بادشاہ میرے پیچھے ہوتا ہے۔ بادشاہ کے دل میں یہ خیال جاگزیں ہے اور بدون میرے خیال کے بادشاہ کے دل ملول رہتا ہے ف یاد رکھو کہ حق سبحانہ ملال و دیگر صفات نقص سے پاک ہیں اور مقصود صرف اتنا ہے کہ حق سبحانہ کی مجھ پر بہت نوازش ہے اور ان کو مجھ سے بہت تعلق ہے اور یہ عنوان لفظ باز اور بادشاہ کی بنا پر اختیار کیا گیا ہے کہ ان سے باز اور بادشاہ متعارف متبادر ہیں اور یہ صفات بادشاہ متعارف کے مناسب ہیں خوب سمجھ لو

چون بہ پر اند مرا: ہم اوپر بتا چکے ہیں کہ باز سے مراد عارف ہے اور بادشاہ سے حق سبحانہ اور چغدان سے محجوبین لہٰذا ہم باز کی شرح میں عارف کہیں گے اور شاہ کی شرح میں حق سبحانہ اور چغدان کی شرح میں محجوبین اور زندان سے شہوت دنیویہ مراد ہیں جبکہ حق سبحانہ مجھ کو عروج روحانی عطا فرماتے ہیں تو مجھے روح کی ترقی و عروج میں عمدہ پرورش حاصل ہوتی ہے اور اس سے میری خوب تربیت ہوتی ہے میں اسی طرح عروج روحانی حاصل کرتا ہوں جس طرح آفتاب اور ماہتاب کو عروج حسی حاصل ہوتا ہے بلکہ آسمانوں سے بالاتر عروج کرتا ہوں بلکہ میرے عروج کے سامنے رفعت آسمانی کی کوئی حقیقت نہیں میں حق سبحانہ کے نزدیک اس قدر محبوب ہوں کہ عقل کی طرح مستور۔ فرشتوں کو نورانیت میرے ہی سبب سے حاصل ہوئی ہے اور ظہور آسمان یا اسکا قیامت میں پھٹنا یا اس کے دروازہ کھلنا یا اس سے بارش وغیرہ ہونا میری ہی خلقت کے سب ہے کیونکہ تخلیق عالم کا سبب انسان ہے اور انسانوں میں سے خاصان الٰہی مقصود ہیں اور میں خواص سے ہوں اسی لئے میں سبب ہوں میں انسان ہوں مگر فرشتے جو ہما کی طرح مستور اور کمیاب ہیں میری عظمت میں حیران ہیں پھر محجوب کی کیا حقیقت ہے کہ ہمارا بھید جان سکے ہماری ہی خاطر سے حق سبحانہ نے دنیا کی طرف نظر رحمت فرمائی اور بہت سے پابند ہوا و ہوس لوگوں کو نجات دے کر مقرب بنالیا کچھ دی کے لئے محجوبین کے ساتھ میرا ارتباط کیا یعنی حکم دیا کہ ان کو ہدایت کرو اور میں نے اس لئے ان سے تعلق رکھا۔ پس تعلیم و تلقین سے محجوبین کو مقرب بنالیا ارے وہ محجوب بڑا خوش قسمت ہے جو اپنی سعادت سے بڑا راز سمجھ گیا۔ پس اے محجوبین تم بھی سمجھو اور مجھ سے تعلق پیدا کرو تم بھی باز ہو جاؤ گے گو اس وقت محجوب ہو مگر عارف کامل ہو جاؤ گے۔ میں اس وقت گو حق سبحانہ سے دور ہوں بایں معنے کہ دنیا میں ہوں مگر حقیقت میں دور نہیں ہوں کیونکہ حق سبحانہ مجھ سے تعلق رکھتے ہیں پس میں کسی حالت میں بھی اس سے دور نہیں ہوں جس کے درد کی دوا حق سبحانہ ہوں وہ اگر چہ نے کی طرح نالہ و زاری کرے مگر وہ بے نوا اور بے ساز و سامان نہیں۔ پس اگر میں کسی سبب سے روؤں تو مجھے بے نوا نہ سمجھو تم جو مجھے حریص اور طالب دنیا کہتے ہو یہ تمہاری غلطی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے میں بادشاہ ہوں ہرگز حریص نہیں بادشاہ میری اسقدر قدر کرتے ہیں کہ جب کسی لغزش کے سبب حق سبحانہ سے دور ہوتا ہوں تو میری دستگیری فرماتے ہیں اور مجھے بلاتے ہیں جس طرح ظاہری بادشاہ باز متعارف کو اس باجہ کے ذریعہ سے بلایا کرتے ہیں جس کو طبل باز کہتے ہیں اور وہ بلانا یوں ہوتا ہے کہ فرماتے ہیں یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ۔ گرتم کو ناپسند ہو مگر میری ان باتوں کا خدا شاہد ہے میں ہرگز جھوٹ نہیں بولتا۔

من نیم جنس: اور یہ جو تم کہتے ہو کہ بادشاہ سے اس کو کیا مجانست سو اس کا جواب یہ ہے کہ فی الواقع میں اسکا ہم جنس نہیں۔ سبحانہ عن مجانسۃ المخلوقین مگر ان سے جو مجھ پر تجلی فرمائی اس میں اس کا نور مجھے مل گیا ہے اس سبب سے مناسبت پیدا ہوگئی ہے اور مجانلست کچھ شکل وذات میں ہی منحصر نہیں دیکھو نبات کے اندر پانی اور خاک میں مجانست ہے کہ ہر دو اس کا جز واور اس کی غذا ہیں حالانکہ مجانست ذاتی یا صوری نہیں ہوا اور آگ میں تقوم میں مجانست ہے کہ آگ کا تقوم ہوا سے ہے۔ ہوا نہ ہو تو آگ فوراً بجھ جائے حالانکہ ذات وشکل میں مجانست نہیں طبیعت اور شراب میں مجانست ہے کہ اس سے طبیعت کو قوت وسرور حاصل ہوتے ہیں حالانکہ ذاتاً وشکلاً مجانست نہیں جب یہ معلوم ہوگیا کہ مجانست شکل وصورت وحقیقت وماہیت میں منحصر نہیں تو پھر مجھ میں اور حق سبحانہ میں مجانست کی نفی کیونکر کی جاسکتی ہے نیز ہم نے اس کی ہستی کے آگے اپنی ہستی کو فنا کر دیا اور جب ہماری ہستی فنا ہوگئی تو وہ متفرد ہوگیا اور ہم اس کے سمند ناز کے سامنے گرد ہوگئے ہماری جان بھی خاک ہوگئی اس کے آثار بھی خاک ہوگئے اور اس خاک پر اس کا نقش پا بن گیا یعنی ہم متخلق باخلاق اللہ ہوگئے پس ایسا کرنے سے ہم کو اس کے ساتھ اتحاد اصطلاحی کامل طور پر حاصل ہوگیا اور تغائر ہی نہ رہا مجانست کیسی اب مولانا بطور جملہ معترضہ فرماتے ہیں کہ ارے یہ نفس پا یعنی تخلق باخلاق اللہ بڑی دولت ہے تو اس کے حاصل کرنے کے لئے اپنے کو فنا کر اگر ایسا کرے گا تو تجھے شرف عظیم حاصل ہوگا اور تو بڑے بڑے گردن کشوں کے سر کا تاج ہوگا یعنی تجھے ان پر تفوق ہوگا اور وہ تیرے سامنے گردن جھکائیں گے۔ یہ فرما کر مضمون سابق کی طرف عود فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ عارف کہتا ہے کہ اے محجوبین تم میری شکل وصورت کو دیکھ کر دھوکے میں نہ آؤ اور یہ نہ سمجھو کہ اس کو حق سبحانہ سے کیا مناسبت ان ہذا الا بشر مثلنا بلکہ قبل اس کے کہ میں تم سے جدا ہوں (خواہ بذریعہ موت یا اور کسی طریق سے) مجھ سے نقل وشراب محبت الٰہی پی لو نہیں تو پچھتاؤ گے۔

اے بسا کس را: یہاں سے مولانا کا بیان شروع ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ارے صورت نے بہت سے لوگوں کا راہ مارا ہے اور صورت سے دھوکے میں پڑ کر اہل کمال کے کمال کا انکار کر بیٹھے ہیں کمبخت یہ نہیں سمجھتے کہ آخر جان کو بدن سے جو تعلق ہے تو ان دونوں میں کونسی مجانست ہے۔ نور چشم کو چربی سے تعلق ہے۔ نور دل ایک قطرۂ خون میں پوشیدہ ہے خوشی گردہ میں ہے غم جگر میں ہے۔ عقل شمع کی طرح مغز سر میں روشن ہے۔ بو ناک میں ہے۔ گویائی زبان میں ہے لہو ولعب نفس میں ہے شجاعت دل میں ہے ان سب میں کونسی مناسبت ہے۔ کیا یہ تعلقات بے کیف

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں کیا ان کی کیفیت کے جاننے سے عاقل عاجز نہیں جبکہ ہے تو عبد اور معبود کے تعلق کا کیوں انکار کیا جاتا ہے اور وہاں کیوں مجانست کی تلاش ہوتی ہے خیر اجمالاً اتنا سمجھ لو کہ حق سبحانہ نے جان عید میں اثر کیا اور عقل نے اس سے دولت عظمیٰ حاصل کر کے اپنے اندر رکھ لی اور مریم کی طرح روح اس اثر سے متاثر ہوئی اور مسیح دلفریب سے حاملہ ہو گئی مگر وہ مسیح معروف مراد نہیں جو خشک و تر پر ہیں بلکہ وہ مسیح مراد ہیں جو مساحت سے برتر ہیں یعنی معرفت حق سبحانہ محبت حق جلشانہ و متعلقاتہما پس جب یہ جان جان یعنی نہایت ہی عزیز اور قابل قدر شے کے اندر حاصل ہوگئی تو اس جان سے یہ دولت دوسروں کو حاصل ہوگی اور ان سے اوروں اور اس گروہ سے ایک اور جماعت تیار ہوگئی جو ان پہلوں کا مظہر ہونے کے باعث قیامت سے مشابہ ہوگی اور یوں ہی سلسلہ جاری رہے گا اگر میں قیامت تک بھی ان گروہوں کی تفصیل بیان کرتا رہوں اور ان لوگوں کو گنتا رہوں تب بھی میں بیان نہیں کر سکتا۔

این سخنہا خود بمعنی: میں جو خاموش نہیں ہوتا تو اسکی وجہ یہ ہے کہ سب حقیقۃً ذکر حق سبحانہ ہے اور یہ باتیں حق سبحانہ کی طرف سے جواب لاتی ہیں پھر ایسا شخص جس کو حق سبحانہ کی طرف سے لبیک پہنچتی ہوگی کیونکر کر سکتا ہے اور کیسے خاموش ہو سکتا ہے مگر وہ لبیک کانوں سے سنائی نہیں دیتی بلکہ روح کو اس کی لذت حاصل ہوتی ہے اگر تیری سمجھ میں یہ بات نہ آئی ہو تو میں تجھے ایک مثال سے سمجھاتا ہوں تا کہ تجھے معلوم ہو جائے اور اس لبیک مخفی کے علم سے متمتع ہو سکے۔

شرح شبّیری

کلوخ انداختن تشنہ از سر دیوار در جوئے آب

پیاسے کا دیوار پر سے پانی کی نہر میں مٹی کے ڈلے پھینکنا

بر لب جوبود دیوارے بلند	بر سر دیوار تشنہ دردمند
ایک نہر کے کنارے پر ایک اونچی دیوار تھی	دیوار پر مصیبت زدہ پیاسا (بیٹھا تھا)

برلب جوالخ۔ یعنی ایک ندی کے کنارے پر ایک بلند دیوار تھی اور دیوار کے اوپر ایک دردمند پیاسا تھا

تشنۂ مستقی زار و نزار	عاشق مست غریب بے قرار
پیاسا، پانی کا طلبگار بدحال اور لاغر	عاشق، مست، پردیسی بے قرار (تھا)

تشنہ مستقی الخ۔ یعنی وہ ایک پیاسا تھا مستقی تھا زار و نزار تھا اور ایک عاشق (پانی) تھا اور مست تھا اور غریب بے قرار تھا۔ مانعش از آالخ۔ یعنی وہ دیوار اس کو پانی سے روک رہی تھی اور وہ پانی کے واسطے مچھلی کی طرح بے قرار تھا۔

مانعش از آب آں دیوار بود	از پئے آب او چو ماہی زار بود
وہ دیوار اس کے لئے پانی سے روک تھی	پانی کے لئے وہ مچھلی کی طرح بے تاب تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

شد حجاب آب آں دیوار او	بر فلک می شد فغاں زار او
اس کی وہ دیوار پانی کی آڑ بنی	اس کی درد ناک فریاد آسمان پر پہنچی تھی

شد حجاب الخ۔ یعنی اس کو پانی (تک پہنچنے) سے وہ دیوار حجاب ہوگئی اور اس کی مصیبت کی آہ و فغاں آسمان تک پہنچ رہی تھی۔

ناگہاں انداخت او خشتے در آب	بانگ آب آمد بگوشش چوں خطاب
اچانک اس نے ایک اینٹ پانی میں پھینکی	اس کے کان میں پانی کی آواز پکار کی طرح آئی

ناگہان انداخت الخ۔ یعنی اس نے ناگہان ایک اینٹ پانی میں ڈالی تو اس کے کان میں پانی کی آواز خطاب کی طرح آئی یعنی ایسا معلوم ہوا کہ پانی اس کو پکار رہا ہے۔

چوں خطاب یار شیرین ولذیذ	مست کرد آں بانگ آبش چوں نبیذ
دوست کی میٹھی اور لذیذ گفتگو جیسی	اس کو پانی کی اس آواز نے شراب کی طرح مست کر دیا

چون خطاب الخ۔ یعنی مثل یار کے شیریں اور لذیذ خطاب کے اس پانی کی آواز نے اس کو مست کر دیا یعنی جس طرح کہ محبوب کی آواز مست کر دیتی ہے اسی طرح اس آواز آب نے بھی اس کو مست کر دیا۔

از صفائے بانگ آب آں ممتحن	گشت خشت انداز وزانجا خشت کن
وہ مصیبت زدہ پانی کی آواز کی صفائی کی وجہ سے	اینٹ پھینکنے والا اور اس جگہ سے اینٹ اکھاڑنے والا ہوگیا

از سماع الخ۔ یعنی وہ مصیبت زدہ پانی کی آواز کو سننے سے اس جگہ سے اینٹیں پھینکنے لگا اور اکھاڑنے لگا۔ مطلب یہ کہ چونکہ اس کو وہ آواز محبوب تھی اس لئے وہاں سے اینٹیں اکھاڑ اکھاڑ کر پانی میں ڈالنے لگا کہ جب ڈالونگا تو یہ آواز ہوگی بس اس طرح جو طالب حق ہوتا ہے وہ بھی ذکر و شغل میں لگا رہتا ہے اور چونکہ اس کو ایک مخبر صادق نے کہہ دیا ہے کہ جب تم ذکر خدا کرو گے تو حق تعالیٰ تمہارا ذکر کریں گے تو اب ایسا ہے کہ جیسے وہ اس وقت خود حق تعالیٰ ہی سے ذکر سن رہا ہے اس لئے وہ اس عمل میں معروف ہے کہ جس کے ذریعہ سے وہ لبیک نکل رہا ہے خوب سمجھ لو۔

آب می زد بانگ یعنی ہے ترا	فائدہ چہ زیں زدن خشتے مرا
پانی پکارتا تھا یعنی ارے تجھے	میرے اینٹ مارنے سے کیا فائدہ ہے؟

آب می زد الخ۔ یعنی کہ پانی (بزبان حال) آواز دے رہا تھا۔ یعنی اے تجھے میرے اندر اینٹیں مارنے سے کیا فائدہ ہوگا۔

تشنہ گفت آبا مرا دو فائدہ است	من ازیں صنعت ندارم ہیچ دست
پیاسے نے کہا اے پانی میرے دو فائدے ہیں	میں اس کام سے کبھی دست بردار نہ ہوں گا

www.besturdubooks.wordpress.com

تشنہ گفت الخ۔ یعنی اس پیاسے نے کہا کہ کہ اے پانی مجھے دو فائدے ہیں اس لئے میں اس فعل سے دست بردار نہ ہونگا۔

فائدہ اول سماع بانگ آب	کو بود مر تشنگاں را چوں سحاب
پہلا فائدہ تو پانی کی آواز کا سننا ہے	جو پیاسوں کے لئے ابر کی طرح ہوتی ہے

فائدہ اول الخ۔ یعنی اول فائدہ تو پانی کی آواز سننا ہے کہ وہ پیاسوں کے لئے مثل جواب کے ہوتی ہے اور اس سے ایک قسم کی تسکین ہوتی ہے۔

بانگ او چوں بانگ اسرافیل شد	مردہ را زیں زندگی تحویل شد
اس کی آواز اسرافیل کی آواز کی طرح ہے	مردے (کو) اس سے زندگی حاصل ہو جاتی ہے

بانگ او الخ۔ یعنی اس کی آواز مثل حضرت اسرافیل علیہ السلام کی آواز کے (زندہ کرنے والی) ہے مردہ کو اس زندگی (مستعار) سے بدلنے والی ہے اور حیات ابدی نصیب کرنے والی ہے اس لئے کہ اس آواز آب سے جو فرحت اور سرور پیاسے کو ہوتا ہے وہ بھی ایسا ہی ہے کہ جیسے مردہ زندہ ہو گیا اور اس کو وہ جانے جس کو کبھی پیاس لگی ہو۔ ع گفتم کہ چو ماشوی بدانی۔

یا چو بانگ رعد ایام بہار	باغ می یابد ازو چندیں نگار
یا موسم بہار میں بادل کی گرج کی آواز کی طرح ہے	جس سے باغ بہت سے نقش و نگار حاصل کر لیتا ہے

یا چو بانگ الخ۔ یعنی یا (وہ آواز آب) مثل رعد کی آواز کے ہے موسم بہار میں کہ باغ اس سے اس قدر نقش و نگار پاتا ہے اس لئے کہ رعد ہی تو سبب ہے بارش کا اس لئے رعد کو سن کر باغ باغ ہو جاتا ہے۔

یا چو بر درویش آواز زکات	یا چو بر محبوس پیغام نجات
یا (ایسی ہے) جیسی فقیر کے لئے زکات (دینے والے) کی آواز	یا (ایسی ہے) جیسے قیدی کے لئے رہائی کا پیغام

یا چو بر الخ۔ یعنی یا جیسے درویش پر آواز زکات کی (کہ جب اس کو کہا جائے کہ زکوٰۃ لیتے جاؤ تو اس کو کس قدر خوشی ہوتی ہے) اور یا جیسے محبوس کے نزدیک رہائی کا پیغام کہ کس قدر فرحت بخش ہوتا ہے۔

یا دم رحمٰن بود کاں از یمن	میرسد سوئے محمدؐ بے دہن
یا اللہ (تعالیٰ) کی وہ گفتگو تھی جو یمن سے	محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بغیر منہ کے پہنچتی ہے

چون دم الخ۔ یعنی یا جیسے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بے دہن کے پہنچتی ہے۔ اشارہ ہے حدیث الایمان یمان الخ کی طرف تو اس سے حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو جو فرحت ہوئی تھی وہ ظاہر ہے اور بے دہن ہونا بھی اظہر ہے اس لئے کہ وہ آواز حق تعالیٰ کی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

یا چو بوئے احمدؐ مرسل بود	کاں بعاصی در شفاعت میرسد
یا رسول (اللہ) احمدؐ کی خوشبو تھی	جو ایک گنہگار کو شفاعت (کے وقت) میں پہنچے گی

یا چو بوئے الخ۔ یعنی مانند خوشبو احمد مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہووے کہ وہ کسی عاصی کی شفاعت کو پہنچیں اور اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے معلوم ہو جائے کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میری شفاعت کو آرہے ہیں تو وہ کس قدر خوش ہوگا۔ ظاہر ہی ہے

یا چو بوئے یوسفؑ خوب لطیف	میزند بر جان یعقوبؑ نحیف
یا حسین پاکیزہ یوسف کی خوشبو کی طرح	جو لاغر (حضرت) یعقوبؑ کی جان پر اثر کرتی ہے

یا چو بوئے الخ۔ یعنی یا مثل یوسف علیہ السلام کی بو کے جو کہ خوب اور لطیف تھی کہ یعقوب علیہ السلام کی جان پر مارتی تھی جو کہ نحیف تھی۔ مطلب یہ کہ دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو نے ان کی جان میں ایک روح تازہ ڈال دی جس سے کہ ان کو کس قدر فرحت حاصل ہوئی۔

یا نسیم روضۂ دارالسلام	سوئے عاصی می رسد بے انتقام
یا بہشت کے باغ کی خوشگوار ہوا ہے	جو بخشے ہوئے گنہگار کو پہنچتی ہے

یا نسیم الخ۔ یعنی یا (مثل) جنت کے باغ کی ٹھنڈی ہوا کے ہے جو کہ عاصی کی طرف بے بدلا لئے ہوئے پہنچے تو دیکھو اس کو کس قدر سرور ہوگا کہ وہ پہلے سے سمجھ رہا تھا کہ مجھے سزا ہوگی اور اب اس کو ایک دم سے جنت کی ہوا آ گئی تو کیسی خوشی کی بات ہے۔

یا سوئے مس سیہ از کیمیا	می رسد پیغام کاے ابلہ بیا
یا کالے تانبے کے پاس کیمیا کی جانب سے	پیغام پہنچتا ہے کہ اے بیوقوف آ (اس کی طرح ہے)

یا سوئے الخ۔ یعنی یا سیاہ تانبے کی طرف کیمیا کا پیغام جائے کہ اے بیوقوف ادھر آ میں تجھے سونا بنا دوں تو یہ اس کی کس قدر خوش قسمتی ہے اور اس کو کس قدر خوش ہونا ضروری ہے خوب سمجھ لو۔

یا ز لیلیٰ بشنود مجنوں کلام	یا فرستد ویس رامیں را پیام
یا (جس طرح کہ) لیلیٰ کی جانب سے مجنوں کلام سنتا ہے	یا ویس (معشوقہ) رامین (عاشق) کو پیغام بھیجتی ہے

یا ز لیلے الخ۔ یعنی یا جیسے لیلیٰ کی طرف سے مجنوں کوئی پیغام سنے یا ویس رامی کو کوئی پیغام بھیجے تو اس کو کس قدر فرحت اور خوشی ہوگی کہ اللہ اکبر محبوب نے یاد کیا ہے پس اسی طرح جب معلوم ہے کہ کام میں لگے رہنے سے حق تعالیٰ بھی جواب دیتے ہیں اور وہ بھی ذکر فرماتے ہیں تو اب اس شخص کو کس قدر خوشی ہوگی جبکہ اس طرف سے جواب اس طرف سے ذکر اپنا سنے گا۔ ع ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے جو اس محفل میں ہے بس وہ لبیک حق تعالیٰ کا چونکہ ہم کو

www.besturdubooks.wordpress.com

یقین ہے کہ ہمارے ذکر پر فرمایا جاتا ہے تو اب اس سے خوش اور متاثر ہوتے ہیں اور کام میں لگے رہتے ہیں ایک وجہ تو یہ ہوئی آگے دوسری وجہ کو بیان کرتے ہیں کہ (ولیس نام معشوقہ اور رامی نام عاشق لیلیٰ و مجنوں مشہور ہیں

فائدہ دیگر کہ ہر خشتے کزیں	بر کنم آیم سوئے ماء معیں
دوسرا فائدہ (یہ ہے) کہ ہر اینٹ جو اس میں سے	میں اکھاڑتا ہوں صاف پانی کی جانب آ جاتا ہوں

فائدہ دیگر الخ۔ یعنی کہ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جو اینٹ اس (دیوار) سے اکھاڑتا ہوں جاری پانی کی طرف آتا ہوں اور اس سے قریب ہوتا چلا جاتا ہوں جو میرا محبوب اور مطلوب ہے۔

کز کمی خشت دیوار بلند	پست تر گردد بہر دفعہ کہ کند
اس لئے کہ اونچی دیوار ایک اینٹ کی کمی سے	جتنی مرتبہ اکھڑتی ہے زیادہ نیچی ہو جاتی ہے

کز کمی الخ۔ یعنی بلند دیوار کی اینٹ کی کمی سے ہر دفعہ اکھاڑنے سے نیچی ہوتی ہے اور اس سے قرب پانی کا نصیب ہوتا ہے۔

پستی دیوار قربے می شود	فصل او درمان وصلے می شود
دیوار کی نیچائی ایک نزدیکی بن جاتی ہے	اس (اینٹ) کا جدا ہونا وصل کا سبب ہو جاتا ہے

پستی دیوار الخ۔ یعنی دیوار کی پستی (سبب) قرب ہوتی ہے اور اس (اینٹ) کا جدا ہونا وصل کا علاج ہو جاتا ہے کہ جب یہ اینٹیں ساری اس طرح ختم ہو جائیں گی تو پھر قرب حاصل ہو جائے گا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

شرح مبیبی

برلب جو بود دیوارے: ندی کے کنارے ایک اونچی دیوار تھی جس پر ایک پیاسا مصیبت کا مارا مرض استسقا میں گرفتار شدت پیاس سے نڈھال۔ پانی کا عاشق اسی خیال میں مست بے کس اور بے چین بیٹھا ہوا تھا وہ مچھلی کی طرح پانی کے لئے نڈھال تھا مگر بلندی دیوار کے سبب پانی تک نہ پہنچ سکتا تھا چونکہ دیوار اس کے پانی تک پہنچنے سے مانع تھی اس لئے اس کی آہ وزاری کا نعرہ آسمان تک جاتا تھا۔ دفعتہ اس کو کچھ سمجھ آئی اور اس نے ایک اینٹ اکھیڑ کر پانی میں پھینکی اس سے اس کے کان میں ایک آواز آئی اور وہ اس کو اس قدر مزہ دار اور شیریں معلوم ہوئی جیسے خطاب معشوق اور اس آواز نے اس کو یوں مست کر دیا جیسے اس نے شراب پی لی ہو اس آواز کے سننے سے وہ بیچارہ مصیبت زدہ اینٹیں اکھیڑ اکھیڑ کر پانی میں پھینکنے لگا۔ پانی بزبان حال کہتا تھا کہ ارے تیرا اس میں کیا فائدہ ہے تو میرے اینٹیں کیوں مارتا ہے۔ پیاسے نے جواب دیا کہ اے پانی میرے لئے اس میں دو فائدے ہیں اس لئے میں اس فعل سے باز نہیں رہ سکتا۔ اول یہ کہ میں پانی کی آواز سنتا ہوں جو کہ پیاسوں کے لئے یوں ہی لذت دہ ہے جس طرح عاشق کے لئے جواب معشوق یا یوں کہو کہ اس کی آواز اسرافیل علیہ السلام کی آواز ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

جس سے مُردوں کو موت حیات سے بدل جاتی ہے یا موسم بہار میں رعد کی آواز ہے جس سے باغ اس قدر آراستہ پیراستہ ہو جاتا ہے یا ایسی ہے جیسے زکوۃ دینے کے وقت فقیر کو آواز دینا یا قیدی کے لئے رہائی کا پیغام یا ایسی جیسے حق سبحانہ کا سانس جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یمن کی جانب سے بلا منہ کے پہنچتا ہے (یہ مضمون ہے ایک حدیث کا یعنی انی لاجد نفس الرحمٰن من قبل الیمن اور مراد نفس سے برکات و فیوض ہیں) یا یوں کہو کہ بوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو عاصی کو اس وقت آئے گی جب کہ آپ شفاعت کے لئے تشریف لائیں گے۔ یا یوسف علیہ السلام کی بو ہے جو یعقوب علیہ السلام تک پہنچتی ہے یا باغ جنت کی نسیم ہے جو گنہگار کی طرف بے سزا کے پہنچتی ہے یا ایسی ہے جیسے کیمیا کی طرف مس سیہ کو پیغام پہنچے کہ اے احمق آ میں تجھے سونا بنا دوں یا لیلےٰ کا کلام ہے جس کو مجنوں سنتا ہے۔ یا دلیس کا پیام ہے جو رامی کو پہنچتا ہے ایک فائدہ تو یہ تھا۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جو اینٹ اکھیڑتا ہوں مجھے تجھ سے مزید قرب ہوتا ہے کیونکہ جب کوئی اینٹ اکھڑتی ہے تو ہر اینٹ کے اکھڑنے سے یہ اونچی دیوار بہ نسبت پہلے کے نیچے ہو جاتی ہے اور اس کی پستی تجھ سے مزید قرب کا سبب بن جاتی ہے پس یہ میرا اینٹوں کا جدا کرنا ایک وقت ذریعہ وصل بن جائے گا اور اس طرح ایک وقت میں پانی تک پہنچ جاؤنگا۔

شرح شبّیری

پستی آمد کندن خشت لزب	موجب قربت کہ واسجد واقترب
جڑی ہوئی اینٹ کا اکھاڑنا پستی (کا سبب) بنا	(یہ) قرب کا سبب ہے (جیسا) کہ سجدہ کر اور قریب ہو جا

سجدہ آمد الخ۔ یعنی سجدہ آیا ہے اکھاڑنا سخت اینٹ کا (اور یہ سجدہ) سبب اس قرب نا ہے جو کہ واسجد واقترب (سے معلوم ہوتا ہے) مطلب یہ کہ جس طرح اس شخص کو دیوار کی اینٹیں اکھاڑنے سے دراس کو پست کرنے سے مقصود قرب تھا اس طرح عبد کو چاہئے کہ حق تعالیٰ کی درگاہ میں سجدہ کرے اور پستی اختیار کرے کہ اس سے قرب خداوندی نصیب ہوگا اور جس قدر موانع خصائل ذمیمہ وغیرہ ہوں ان سب کو ان اینٹوں کی طرح اکھاڑ کر پھینک دے۔

تا کہ ایں دیوار عالی گردن ست	مانع ایں سرفرود آوردن ست
جب تک یہ دیوار اونچی گردن والی ہے	یہ سر جھکانے سے مانع ہے

تا کہ ایں دیوار الخ۔ یعنی جب تک کہ یہ دیوار عالی گردن (اور بلند) ہے تو اس سرنگوئی کو مانع ہے۔ مطلب یہ کہ جب تک موانع تکبر وغیرہ بھرا ہوا ہے اس وقت تک یہ قرب اور عاجزی کو مانع ہیں لہٰذا ان خصائل کو نکال دو اور پھر قرب حق جو کہ مطلوب و محبوب ہے حاصل کرو۔

سجدہ نتواں کرد بر آب حیات	تا نیابم زیں تن خاکی نجات
آب حیات پر سجدہ نہیں کیا جا سکتا	جب تک کہ تو اس مٹی کے جسم سے نجات نہ پالے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

سدہ نتوان کرد الخ۔ یعنی آب حیات پر سجدہ نہیں کر سکتے جب تک کہ اس تن خاکی سے نجات نہ پائے مطلب یہ کہ جس وقت تک اس تن خاکی کی خواہشات کو دفع نہ کرے اس وقت تک اس فیض حق سے جو کہ زندگی بخش ہے مستفید نہیں ہو سکتے۔

برسر دیوار ہر کو تشنہ تر	زود تر اومیکند خشت و مدر
جو شخص دیوار پر زیادہ پیاسا (بیٹھا) ہو گا	وہ اینٹ اور ڈھیلا جلد اکھاڑے گا

برسر دیوار الخ۔ یعنی دیوار پر جس قدر زیادہ پیاسا ہو گا اتنی جلدی اینٹ اور ڈھیلے اکھاڑے گا (تا کہ پانی سے قریب ہو جائے) مطلب یہ کہ جتنا زیادہ طالب قرب حق کا ہو گا اسی قدر جلدی موانع قرب کو دفع کرے گا تا کہ جلدی سے محبوب اور مطلوب سے ملاقات ہو۔

ہر کہ عاشق تر بود بر بانگ آب	او کلوخ زفت بر کند از حجاب
جو پانی کی آواز پر زیادہ عاشق ہو گا	وہ آڑ کے بڑے بڑے ڈھیلے اکھاڑ دے گا

ہر کہ عاشق تر الخ۔ یعنی جو شخص کہ پانی کی آواز پر زیادہ عاشق ہوتا ہے وہ سخت ڈھیلے حجاب پر سے اکھاڑتا ہے تا کہ پانی میں ڈالے اور اس سے آواز ہو اور اس سے یہ سنے۔ مطلب یہ کہ جو شخص کہ طالب حق ہو گا تو جتنا زیادہ طالب ہو گا اسی قدر مجاہدہ و ریاضت زیادہ کرے گا تا کہ قرب جلدی میسر ہو۔

او ز بانگ آب پر مے تا عنق	نشنود بیگانہ جز بانگ بلق
وہ پانی کی آواز سے گلے تک شراب سے پر ہے	بیگانہ سوائے "گڑپ" کی آواز کے کچھ نہیں سنتا ہے

او ز بانگ الخ۔ یعنی وہ (عاشق) تو آواز پانی سے گلے تک شراب سے بھر رہا ہے اور جو بیگانہ ہے وہ سوائے ایک ابلق کی آواز کے (جو کہ اس اینٹ وغیرہ کے گرنے سے پیدا ہوئی ہے) کچھ نہیں سنتا اور اس کو کوئی حظ نہیں آ م۔ مطلب یہ کہ جو طالب حق ہوتا ہے اس کو تو مجاہدہ اور ریاضت میں ایک عجیب لطف حاصل ہوتا ہے اور جو طالب نہیں ہے وہ تو صرف یہی دیکھتا ہے کہ زبان سے اللہ اللہ کر لیا یا کھانا کم کر دیا وغیرہ وغیرہ مگر چونکہ اس کو ذوق نہیں ہوتا اس لئے اس کو کوئی لطف اور مزا نہیں آتا۔

اے خنک آں را کہ او ایام پیش	مغتنم دارد گزارد دام خویش
اے (مخاطب) خوش نصیبی ہے جو شروع کے زمانے کو	غنیمت سمجھے (اور) اپنا قرض ادا کر دے

اے خنک الخ۔ یعنی وہ شخص اچھا اور ٹھنڈا ہے کہ جو پہلے ایام کو غنیمت جانتا ہے اور اپنا قرض ادا کر رہا ہے مطلب یہ کہ خوش نصیب اس شخص کے کہ جو اس جوانی اور قوت کے دنوں کو غنیمت جان کر مجاہدات و ریاضات اور اعمال میں لگا ہوا ہے اور قرب حاصل کر رہا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اندراں ایام کش قدرت بود	صحت و زور دل و قوت بود
اس زمانے میں جبکہ اس کو قدرت ہوتی ہے	صحت اور دل کی طاقت اور قوت ہوتی ہے

اندران ایام الخ۔ یعنی ان ایام میں کہ اس کو قدرت ہو صحت اور زور اور دل اور قوت ہو۔ ان ایام میں وہ مجاہدات اور اعمال میں مشغول ہے۔

واں جوانی ہمچو باغ سبز و تر	می رساند بے دریغے بار و بر
اور وہ جوانی سرسبز و شاداب باغ کی طرح	بے دریغ پھل اور میوے دیتی ہے

وان جوانی الخ۔ یعنی وہ (ایام) جوانی میں (جو کہ) مانند سبز و تر باغ کے ہے بے دریغ پھول پھل لا رہی ہے مطلب یہ کہ جوانی کے زمانہ کو غنیمت سمجھنا چاہیئے کہ اس میں اعمال اور مجاہدات سب اچھی طرح ہو سکتے ہیں اور جس طرح ہوائی شر قوی ہوتے ہیں اس طرح ان کے دفع کی قوت بھی قوی ہوتی ہے اور ان کا دفع کرنا بوجہ اس وقت کے آسان ہوتا ہے۔

چشمہائے قوت و شہوت رواں	سبزمی گردد زمین تن بداں
قوت اور شہوت کے چشمے جاری ہیں	جسم کی زمین ان سے سرسبز ہوتی ہے

چشمہائے قوت الخ۔ اور قوت اور شہوت کے چشمے جاری ہوتے ہیں اور ان سے زمین تن سبز و تر رہتی ہے مطلب یہ کہ جوانی کے زمانہ میں قوت اور شہوت چونکہ زیادہ ہوتی ہے اس لئے طبیعت میں شوق و ذوق زیادہ ہوتا ہے اور انسان خوب کام کر سکتا ہے اب اگر اس شوق و ذوق کو حق تعالیٰ کی طرف لگا دیا تو ادھر لگ جاتا ہے اور اگر معاصی کی طرف رجوع کیا تو ادھر ہو جاتا ہے مگر مادہ ہونے سے امید ہوتی ہے کہ کام چل جائے گا ورنہ پھر بہت مشکل ہو جاتی ہے۔

خانۂ معمور سقفش بس بلند	معتدل ارکان بے تخلیط و بند
گھر آباد ہے اس کی چھت اونچی ہے	بغیر گڑ بڑ اور رکاوٹ کے ستون ٹھیک ہیں

خانہ معمور الخ۔ یعنی (جوانی کے زمانہ میں) خانہ (تن) بنا ہوا اور اس کی چھت بلند اور معتدل ارکان اور بغیر خلاء اور قید کے ہوتے ہیں یعنی تمام قویٰ وغیرہ درست ہوتے ہیں۔

نور چشم و قوت ابداں بجا	قصر محکم خانہ روشن پر صفا
آنکھوں کی روشنی اور جسموں کی طاقت بحال ہے	قلعہ مضبوط گھر روشن صاف ستھرا ہے

نور چشم الخ۔ یعنی آنکھ کا نور اور بدن کی قوت اپنی جگہ پر اور (بدن کا) محل مضبوط اور گھر روشن اور صاف ہے۔

ہیں غنیمت تاں جوانی اے پسر	سر فرود آور بکن خشت و مدر
اے صاحبزادے! خبردار جوانی کو غنیمت سمجھ	سر جھکا لے اینٹ اور ڈھیلا کھاڑ دے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہین غنیمت الخ۔ یعنی ہاں اے لڑکے جوانی کو غنیمت جانو اور عاجزی کرو اور اینٹیں ڈھیلے اکھاڑ ڈالو مطلب یہ کہ ان ایام جوانی کو غنیمت سمجھو اور ان خصائل ذمیمہ کو اور موانع قرب کو علیحدہ کر دو اور مجاہدات و ریاضات اور اعمال کر لو کہ پھر بڑھاپے میں کچھ نہ ہو سکے گا۔

پیش ازاں کایام پیری در رسد	گردنت بندد بحبل من مسد
اس سے پہلے کہ بڑھاپے کا زمانہ آئے	تیری گردن سونج کی رسی سے بندھ جائے

پیش ازان الخ۔ یعنی پہلے اس زمانہ کہ کہ بڑھاپا پہنچ جائے اور تمہاری گردن کھجور کی رسی سے باندھیں یعنی عذاب کی طرف کھینچے جاؤ اور اعمال کی سزا بھگتو۔

خاک شورہ گردد و ریزان و سست	ہرگز از شورہ نبات خوش نرست
مٹی شوریلی اور جھڑنے والی اور سست ہو جائے	شوریلی زمین میں بھی اچھی گھاس نہیں اگی ہے

خاک شورہ الخ۔ یعنی اس سے قبل کہ خاک شورہ ہو جائے اور ریزان اور سست ہو جائے کہ شورہ زمین سے عمدہ سبزہ نہیں اگا کرتا

آب زور و آب شہوت منقطع	او ز خویش و دیگران نا منتفع
طاقت کا پانی اور شہوت کا پانی منقطع ہو جائے	وہ اپنے آپ اور دوسروں سے نفع نہ اٹھا سکے

اب زور و الخ۔ یعنی زور اور شہوت سب منقطع (ہو جائیں گے) اور وہ نہ اپنے (ذات) سے منتفع ہے اور نہ دوسروں سے۔

ابرواں چوں پار دم زیر آمدہ	چشم را نم آمدہ تاری شدہ
ابروئیں موچی کی طرح لٹکی ہوئی	آنکھ میں موتیا اترا ہوا دھندلائی ہوئی

ابروان چون الخ۔ یعنی کہ ابرویں مانند دمچی کے نیچے کو آئی ہوئیں اور آنکھوں میں آنسو آئے ہوئے اور وہ ایک بار ہو گیا ہے کہ رکتے ہی نہیں۔

از تشنج رو چو پشت سوسمار	رفتہ نطق و طعم و دندانہا ز کار
جھریوں سے چہرہ گوہ کی کمر کی طرح	گویائی اور ذائقہ ختم اور دانت بیکار

از تشنج الخ۔ یعنی تشنج کی وجہ سے منہ گوہ کی پشت کی طرح ہے اور زبان اور مزہ اور دانت بیکار ہو گئے ہیں۔

پشت دوتا گشتہ دل سست و تپاں	تن ضعیف و دست و پا چوں ریسماں
کمر دوہری دل سست اور لرزاں	جسم کمزور ہاتھ پیر دھاگا جیسے

پشت دوتا گشتہ الخ۔ یعنی کمر دوہری ہو گئی اور دل سست اور سوزناک اور بدن ضعیف اور ہاتھ پاؤں تاگے کی مانند۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بر سر رہ زاد کم مرکوب سست	غم قوی و دل تنگ تن نادرست
راستہ پر توشہ تھوڑا سواری سست	غم بھاری دل کمزور جسم بگڑا ہوا

بر سرِ رہ الخ۔ یعنی راستہ کے سر پر اور زادراہ کم اور سواری سست اور غم زیادہ اور دل بودا اور بدن نادرست ہے۔

خانہ ویراں کار بے ساماں شدہ	دل ز افغاں ہمچو نائی انباں شدہ
گھر تباہ کام بے سہارا	دل فریاد سے مشک والی بین کی طرح

خانہ ویران الخ۔ یعنی گھر ویران اور کام بے سامان ہو گیا ہے اور دل نے انبان کی طرح پر افغان ہو رہا ہے نے انبان مشک کی بین کو کہتے ہیں جو کہ اکثر جوگیوں کے پاس ہوتی ہے اس میں منہ سے ہوا بھر کر بغل سے دباتے ہیں تو اس سے آواز سریلی نکلتی ہے۔

عمر ضائع سعی باطل راہ دور	نفس کاہل دل سیہ جاں ناصبور
عمر برباد، کوشش بیکار، راستہ دراز	نفس سست، دل کالا، جان بے صبر

عمر ضائع الخ۔ یعنی عمر ضائع اور کوشش بیکار اور راستہ دور اور نفس کاہل اور دل سیاہ اور جان بے صبری۔

موئے بر سر ہمچو برف از بیم مرگ	جملہ اعضا لرز لرزاں ہمچو برگ
موت کے ڈر سے سر پر بال برف جیسے	تمام اعضاء پتے کی طرح سخت لرزاں

موئے برسر الخ۔ یعنی سر کے بال موت کے خوف کی وجہ سے برف کی طرح سفید اور تمام اعضاء پتے کی طرح کانپتے ہوئے۔

روز بے گہ لاشہ لنگ و رہ دراز	کارگہ ویراں عمل رفتہ ز ساز
دن بے وقت گدھا لنگڑا اور راستہ دراز	کارخانہ ویران عمل ناکارہ

روز بیگہ الخ۔ یعنی دن بے وقت اور سواری لنگڑی اور راستہ دور کا اور کارخانہ (تن) ویران اور کام ہاتھ سے گیا ہوا۔ یعنی کام کے سنبھالنے کی قوت اور قدرت نہیں ہے۔

بیخہائے خوئے بد محکم شدہ	قوت برکندن آں گم شدہ
بری عادتوں کی جڑ مضبوط	اس کے اکھاڑنے کی طاقت کم

بیخہائے خوئے الخ۔ یعنی بری خصلتوں کی جڑیں محکم ہو گئی ہیں اور ان کے اکھاڑنے کی قوت کم ہو گئی ہے مطلب یہ کہ یہ ساری حالتیں بڑھاپے میں ہو جاتی ہیں کہ انسان بالکل بے کار محض ہو جاتا ہے اور اس میں جس طرح دواعی شر نہیں رہتے اسی طرح دواعی خیر بھی نہیں رہتے اور وہ خصائل بد پختہ ہوتے ہوتے خوب جڑ پکڑ جاتے ہیں اور یہ حضرت ضعیف اور کمزور ہو گئے ہیں ان میں مجاہدات و ریاضات کی قوت نہیں ہے بس وہ ساری

www.besturdubooks.wordpress.com

حالتیں خوب مضبوط ہو جاتی ہیں اور اس طرح ایک روز موت آ جاتی ہے اور پھر کچھ بنائے نہیں بنتا۔ اس لئے اس دو روزہ جوانی کو غنیمت جانو اور اس میں جو کرنا ہے کر لو۔ ورنہ پھر پچھتاؤ گے خوب سمجھ لو۔

فرمودن والی شخص را کہ خاربن کہ نشاندۂ از سر راہ مردماں بر کن و عذر آوردن او

حاکم کا ایک شخص سے کہنا کہ کانٹوں کا جھاڑ جو تو نے بویا ہے لوگوں کے راستہ سے اکھاڑ دے اور اس کا عذر کرنا

ہمچو آں شخص درشت خوش سخن	درمیان رہ نشاند او خار بن
اس باتونی سنگدل انسان کی طرح	جس نے راستہ میں کانٹوں کا جھاڑ بویا

حکایت ہمچو آن الخ۔ یعنی مثل اس سخت آدمی کے جو کہ شیریں سخن تھا کہ اس نے راستہ کے درمیان میں ایک کانٹے دار درخت کی جڑ لگائی تھی۔ مطلب یہ کہ جو شخص خصائل بد کا ازالہ نہیں کرتا اور وہ پختہ ہو جاتی ہیں تو پھر کچھ بنائے نہیں بنتا۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک شخص تھا جو چرب زبان تو خوب تھا اور اس نے ایک کانٹے دار دخت راستہ میں لگا دیا تھا اور اس کو اکھاڑتا نہ تھا آگ اس کی پوری حکایت کو بیان فرماتے ہیں

رہ گذریانش ملامت گر شدند	پس بگفتندش بکن آنرا نکند
راستہ چلنے والے اس کو ملامت کرتے	اس نے کہا اس کو اکھاڑ اس نے نہ اکھاڑا

رہذگر الخ۔ یعنی راستہ چلنے والے اس کو ملامت کر رہے تھے اور اس کو کہتے تھے کہ اس کو اکھاڑ دے اور وہ نہ اکھاڑتا تھا۔

ہر دمے آں خار بن افزوں شدے	پائے خلق از زخم آں پر خوں شدے
ہر وقت وہ جھاڑ بڑھتا رہا	لوگوں کے پیر اس کے زخم سے خون آلود ہوتے

ہر دمے الخ۔ یعنی وہ کانٹے کی جڑ ہر دم بڑھتی تھی اور مخلوق کے پاؤں اس کے زخم سے پر خون ہوتے تھے اس طرح انسان میں خصائل بد ترقی پذیر ہوتے رہتے ہیں اور ان سے مخلوق کو تکالیف ہوتی ہیں۔

جامہائے خلق بدریدے زخار	پائے درویشاں بخستے زار زار
کانٹوں سے لوگوں کے کپڑے پھٹتے	غریبوں کے پیر خوب زخمی ہوتے

جامہائے الخ۔ یعنی مخلوق کے کپڑوں کو کانٹوں سے پھاڑتا تھا اور درویشوں کے پاؤں خوب اچھی طرح زخمی ہوتے تھے۔

چونکہ حاکم را خبر شد زیں حدیث	یافت آگاہی ز فعل آں خبیث
جب حاکم کو اس بات کی خبر ہوئی	اس خبیث کے کام سے واقف ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ حاکم الخ۔ یعنی جبکہ حاکم کو اس بات کی خبر ہوئی اور اس خبیث کے کام کی خبر پائی۔

چوں بجد حاکم بدو گفت ایں بکن	گفت آرے بر کنم روزیش من
جب حاکم نے تاکید سے اس سے کہا اس کو اکھاڑ دے	بولا ہاں کسی دن میں اس کو اکھاڑ دوں گا

چون بجد الخ۔ یعنی جب حاکم نے اس کو تاکید سے کہا کہ اس کو اکھاڑ دے تو کہا کہ ہاں ایک دن اس کو اکھاڑ دونگا۔ اس طرح انسان بھی خصائل بد کے ازالہ میں تاخیر کرتا ہے تو پھر پچھتاتا ہے۔

مدتے فردا و فردا وعدہ داد	شد درختے خار او محکم نہاد
ایک زمانہ تک کل اور کل کا وعدہ کرتا رہا	وہ خار دار درخت مضبوط جڑ کا ہوگیا

تے فردا الخ۔ یعنی ایک زمانہ تک کل پرسوں کا وعدہ کرتا رہا اور اس کے درخت کا کانٹا خوب مضبوط جڑ کا ہوگیا۔

گفت روزے حاکمش اے وعدہ کژ	پیش آدر کار ما واپس مغو
ایک روز حاکم نے اس سے کہا اے وعدہ خلاف!	ہمارے (کہے ہوئے) کام میں پیش قدمی کر واپس نہ جا

گفت روزے الخ۔ یعنی ایک روز حاکم نے اس سے کہا کہ اے کج وعدہ ہمارے کام میں جلدی کر اور واپس مت جا یعنی دیر مت کرو جلدی سے اس کو اکھاڑ دو۔

گفت الایام یا عم بیننا	گفت عجل لا تماطل دیننا
بولا زمانہ نے ہم میں دوری پیدا کر دی	اس (حاکم) نے کہا جلدی کر ہمارے قرض میں ٹال مٹول نہ کر

گفت الایام الخ۔ یعنی اس شخص نے کہا کہ اے چچا ہمارے درمیان میں تو بہت دن ہیں (جلدی کیا ہے اکھاڑ دونگا) تو حاکم نے کہا کہ جلدی کر اور ہمارے فرض کو ٹال مت بلکہ جلدی سے حکم کی تعمیل کر۔

تو کہ می گوئی کہ فردا ایں بداں	کہ بہر روزے کہ می آید زماں
تو جو کہتا ہے کہ "کل" یہ سمجھ لے	کہ ہر دن جو وقت بھی آتا ہے

تو کہ میگوئی الخ۔ یعنی حاکم نے کہا کہ تو جو کہتا ہے کہ کل کو (اکھاڑ دونگا) تو یہ جان لے کہ جتنے دن تک کہ زمانہ گزرتا ہے وہ درخت بد خوب جوان ہو رہا ہے اور یہ اکھاڑنے والا بڈھا اور مضطر ہو رہا ہے یعنی تو تو ضعیف ہو رہا ہے اور وہ خوب قوی ہو رہا ہے اس طرح انسان کی بری خصلتیں تو خوب محکم اور مضبوط ہوتی ہیں اور وہ بوڑھا اور کمزور ہوتا ہے تو انکا ازالہ نہیں کر سکتا۔ لہذا بہ نسبت جوانی کے بڑھاپا زیادہ قابل خیال اور توجہ ہے کہ اس میں انسان قریب بیکار کے ہو جاتا ہے۔

آں درخت بد جواں تر می شود	ویں کنندہ پیر و مضطر می شود
وہ خراب درخت زیادہ جوان ہوتا جاتا ہے	اور یہ اکھاڑنے والا بوڑھا اور مجبور ہوتا جاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

خاربن الخ۔ یعنی کانٹے کا درخت تو قوت میں اور بڑھنے میں ہے اور اس کو اکھاڑنے والا سستی اور گھٹنے میں ہے۔

خار بن در قوت و برخاستن	خارکن در سستی و درکاستن
خار دار درخت قوت اور بلند ہونے میں ہے	کانٹے اکھاڑنے والا سستی اور گھٹاؤ میں ہے
خاربن ہر روز و ہر دم سبز و تر	خارکن ہر روز زار و خشک تر
خار دار درخت ہر دن اور ہر وقت سبز و تازہ ہے	کانٹے اکھاڑنے والا ہر دن کمزور اور زیادہ خشک ہوتا جاتا ہے

خاربن ہر روز الخ۔ یعنی کانٹے کا درخت تو ہر دم اور ہر دن زیادہ سرسبز ہوتا ہے اور اکھاڑنے والا ہر روز خشک ہوتا ہے اور ضعیف ہوتا ہے۔

او جواں تر می شود تو پیر تر	زود باش و روزگار خود مبر
وہ زیادہ جوان ہو رہا ہے اور تو زیادہ بوڑھا	جلدی کر اور اپنا وقت ضائع نہ کر

او جوان الخ۔ یعنی وہ زیادہ جوان ہو رہا ہے اور تو زیادہ بوڑھا ہو رہا ہے تو جلدی کر اور اپنے زمانہ کو ضائع مت کر۔

خاربن داں ہر یکے خوئے بدت	بارہا در پائے خار آخر زدت
اپنی ہر بری عادت کو خاردار درخت سمجھ	بارہا کانٹا تیرے پیر میں چبھا ہے

خاربن الخ۔ یعنی تم کانٹے کا درخت اپنی ہر بری خصلت کو جانو کہ آخر بہت مرتبہ کانٹا تمہارے پاؤں میں بھی لگا ہے یعنی ان خصائل بد سے تم بھی پشیمان ہوئے ہو۔

بارہا بر فعل خود نادم شدی	برسر راہ تحیر آمدی
تو بارہا اپنے فعل پر نادم ہوا ہے	تو حیرانی کے راستہ پر آیا ہے
بارہا از خوئے خود خستہ شدی	حس نداری سخت بے حس آمدی
تو بارہا اپنی عادت سے زخمی ہوا ہے	تجھے احساس نہیں ہے تو سخت بے حس ثابت ہوا ہے

بارہا از فعل الخ۔ یعنی تو بارہا اپنے فعل بد سے نادم ہوا ہے اور راہ ندامت پر آیا ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ اکثر غصہ وغیرہ کی وجہ سے انسان نادم ہوتا ہے۔

گر ز خستہ کردن دیگر کساں	کہ ز خلق زشت تو ہست آں رساں
اگر دوسروں کو زخمی کرنے سے	جو کہ تیرے برے اخلاق سے (وہ زخم) لگے ہیں

گر زخستہ الخ۔ یعنی کہ اگر تم دوسرے لوگوں کے زخم نے کہ جو تمہارے برے اخلاق کی نشانی ہے غافل ہو تو آخر اپنے زخم سے تو (غافل) نہیں ہوا اور تو اپنا بھی اور دوسرے کا بھی عذاب وہ ہے یعنی تجھ سے خود تجھے بھی کلفت ہوتی ہے اور دوسرے لوگوں کو بھی برے اخلاق کی وجہ سے ضرر ہوتا ہے لہٰذا ان اخلاق ذمیمہ کا ازالہ کرو

www.besturdubooks.wordpress.com

آگے اس ازالہ کے طریقہ بتاتے ہیں کہ

غافلی بارے ززخم خود نہ	تو عذاب خویش و بر بیگانہ
تو غافل ہے لیکن اپنے زخم سے تو (غافل) نہیں ہے	تو اپنے لئے اور دوسروں کے لئے عذاب ہے
یا تبرگیر و بہ بن مردانہ زن؟	تو علیؓ دار ایں در خیبر بکن
یا کلہاڑا لے اور بہادروں کی طرح (جڑ پر) مار	تو علیؓ کی طرح خیبر کے اس دروازہ کو اکھاڑ دے

یتبر برداراع۔ یعنی یا تو تبر اٹھا کر مردوں کی طرح مارو اور حضرت علی کی طرح در خیبر کو اکھاڑ دو ورنہ حضرت صدیق اور فاروق رضی اللہ عنہما بزرگ کی طرح دوسروں کا طریقہ اختیار کرو اور یا پھول کے درخت سے اس کانٹے کو ملا دو اور اس آگ کو نور سے ملا دو۔ مطلب یہ کہ جب ان اخلاق ذمیمہ کا ازالہ ضروری ہے تو اس کی توجہ میں اختلاف استعداد طالبین کے کئی طریقے ہیں اول تو طریق ولایت ہے وہ یہ کہ خوب مجاہدات وریاضات کرو اور مخلوق سے الگ رہو اور پس حق کی طرف متوجہ ہو جاؤ جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقام تھا اور اگر تمہاری استعداد اس کے مناسب نہ ہو بلکہ اس سے عالی ہو تو پھر دوسرا طریقہ اختیار کرو جو کہ طریقہ نبوت ہے کہ نہ تو زیادہ مجاہدات وریاضات کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ مخلوق سے الگ رہنے کی ضرورت ہے بلکہ وہ متوجہ بہ مخلوق للحق رہتے ہیں او یہ مقام حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا تھا اور اگر نہ اسکی استعداد ہے اور نہ اس کی تو پھر بھی کرو کہ اپنے کو کسی سے متعلق کرو۔ اور کسی کی خدمت کرو کہ اس سے ملنے اور تعلق پیدا ہونے سے تم بھی خالی نہ رہو گے۔ خوب سمجھ لو اب یہاں اس میں اختلاف ہوا کہ آیا طریق ولایت افضل ہے یا طریق نبوت۔ بعض لوگ تو طریق ولایت کو افضل کہتے ہیں اور بعض نبوت کو مگر محققین طریق نبوت ہی کو افضل کہتے ہیں اس لئے کہ طریق نبوت تو فیض رساں زیادہ ہے اور طریق ولایت صرف اس شخص کے لئے نجات دلانے والا ہے لہٰذا وہی افضل ہوگا مگر جو لوگ کہ ولایت کو افضل کہتے ہیں وہ یہ نہیں کہتے کہ جب ولایت افضل ہے تو ولی بھی نبی سے افضل ہوگا حاشا وکلا بلکہ وہ کہتے ہیں کہ نبی میں دونوں چیزیں موجود ہیں اس لئے ولی کس طرح افضل ہو سکتا ہے۔ ہاں یہ طریق اور درجہ افضل ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبی سے ولی افضل ہو۔ فافہم۔ چونکہ اوپر کہا ہے کہ اگر نہ طریق ولایت کی استعداد ہے اور نہ نبوت کی تو کسی سے تعلق پیدا کر لو۔ لہٰذا اب آگے اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ

ورنہ چوں صدیق وفاروق مہیں	ہیں طریق دیگراں را بر گزیں
ورنہ (حضرت) صدیقؓ اور بزرگ فاروقؓ کی طرح	خبردار! دوسروں کا طریقہ اختیار کر
یا بگلبن وصل کن ایں خار را	وصل کن با نار نور یار را
یا اس کانٹے کو بوٹے کے ساتھ ملا لے	آگ کو دوست کے نور کے ساتھ وابستہ کر دے

www.besturdubooks.wordpress.com

تا کہ نور او کشد نار ترا	وصل او گلشن کند خار ترا
تاکہ اس کا نور تیری آگ کو بجھا دے	اس کا ملنا تیرے کانٹے کو گلستاں بنا دے

تا کہ نور او الخ۔ یعنی تا کہ اس کا نور تیری نار کو بجھا دے اور اسکا وصل تیرے خار کو پھول کا درخت کر دے مطلب یہ کہ کسی کامل اور عارف سے تعلق پیدا کرے تو اس کا نور تیری آتش شہوت و غضب کو بجھا دے گا اور اخلاق ذمیمہ کو حمیدہ سے بدل دے گا۔

تو مثال دوزخی او مومن ست	کشتن آتش بمومن ممکن ست
تو دوزخ جیسا ہے وہ مومن ہے	مومن کے ذریعہ آگ بجھانا ممکن ہے

تو مثال الخ۔ یعنی تو دوزخ کی مثل ہے اور وہ (کامل اور عارف) مومن کی طرح ہے تو آگ کو مومن سے بجھا سکتے ہیں یہ اشارہ ہے ایک حدیث کی طرف جس میں ہے کہ جب مومن دوزخ کے اوپر کو گزر گیا تو دوزخ کہے گی کہ جز یا مومن فان نورک اطفاء ناری یعنی اے مومن جلدی سے گزر جا کہ تیرے نور نے میری آگ کو مدہم کر دیا ہے پس جب کہ مومن کی برکت سے نار جہنم سرد ہو جاتی ہے تو نار شہوت و غضب کیوں نہ سرد ہوگی آگے خود صاف طور پر حدیث ہی کو بیان فرماتے ہیں کہ

مصطفیٰ فرمود از گفت جحیم	کو بمومن لابہ گر گردد زبیم
مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دوزخ کی گفتگو نقل فرمائی ہے	کہ وہ خوف سے مومن کی خوشامد کرے گی

مصطفےٰ فرمود الخ۔ یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ کا قول (نقل) فرمایا ہے کہ وہ دوزخ مومن سے ڈر کے مارے خوشامد کرتی ہے اور اس سے کہے گی کہ اے شاہ صاحب ذرا جلدی سے گزر جایئے کہ آپ کے نور نے میری آگ کے سوزش کو اڑا دیا ہے۔ پس اس طرح وہ شیخ کامل اپنے متعلقین کے نار شہوت و غضب کو بجھا دیتا ہے اور اس کے نور اور فیض کے سامنے سب ہیچ اور کالعدم معلوم ہوتے ہیں۔ آگے خود اسی کو فرماتے ہیں کہ

گویدش بگذر زمن اے شاہ زود	ہیں کہ نورت سوز نارم را ربود
اس سے کہے گی اے شاہ! میرے پاس سے جلد چلا جا	دیکھ! تیرے نور نے میری آگ کی گرمی ختم کر دی
پس ہلاک نار نور مومن ست	زانکہ بے ضد دفع ضد لایمکن ست
تو مومن کا نور آگ کی تباہی ہے	کیونکہ مقابل کے بغیر مقابل کا دفاع کرنا ناممکن ہے

پس ہلاک الخ۔ یعنی بس ہلاکت نار کی مومن کا نور ہے اس لئے کہ بے ضد کے دوسرے ضد کو دفع کرنا غیر ممکن ہو تو چونکہ نار شہوت و غضب کی ضد نور مومن ہے لہٰذا اس سے تعلق پیدا کرلو تب یہ سارے اخلاق ذمیمہ اس کی برکت سے دور ہو جائیں گے پھر یہی فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

نار ضد نور باشد روز عدل	کاں ز قہر انگیختہ شد دیں زفضل
انصاف کے دن آگ نور کی ضد ہوگی	اس لئے کہ وہ غضب سے بھڑکی ہے اور یہ مہربانی سے

نار ضد نور الخ۔ یعنی قیامت کے دن آگ نور کی ضد ہوگی (جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نور کی وجہ سے نار بجھے گی) اس لئے کہ وہ قہر ناشی ہوئی ہے اور یہ فضل سے اور ان دونوں میں منافی ظاہر ہے بس ان دونوں کے مناشی میں بھی منافی ہوگی۔

گرہمی خواہی تو دفع شر نار	آب رحمت بردل آتش گمار
اگر تو آگ کے شر کو دفع کرنا چاہتا ہے	تو رحمت کا پانی آگ میں ڈال دے

گر تو میخواہی الخ۔ یعنی اگر تم اس نار کا دفع کرنا چاہتے ہو تو اس آگ کے اندر آب رحمت کو متوزر کردو۔ مطلب یہ کہ اخلاق ذمیمہ کا ازالہ چاہتے ہو تو اس کی یہ ترکیب ہے کہ کسی کامل سے تعلق پیدا کرو کہ اس کی وجہ سے وہ سب زائل ہو جائیں گے کہ اس سے تعلق پیدا کرنا ایسا ہے جیسا کہ آگ پر پانی ڈال دینا اس لئے کہ اس مومن کے اندر آب رحمت موجود ہے اور وہ اس کے برکات اور فیوض ہیں آگے فرماتے ہیں

چشمۂ آں آب رحمت مومن ست	آب حیواں روح پاک محسن ست
اس آب رحمت کا چشمہ مومن ہے	محسن کی پاک روح آب حیوان ہے

چشمۂ آن الخ۔ یعنی اس آب رحمت کا چشمہ مومن ہے اور آب حیات اس محسن کی روح پاک ہے لہٰذا اس سے تعلق پیدا کرلو کہ جس سے حیات ابدی حاصل ہو جائے گی کہ اس کی روح پاک مثل آب حیات کے حیات بخش ہے۔

بس گریزانست نفس تو ازو	زانکہ تو از آتشی اوز آب جو
تیرا نفس اس سے بہت بھاگتا ہے	اس لئے کہ تو آگ کا (بنا ہوا) ہے وہ نہر کے پانی سے

بس گریزانست الخ۔ یعنی تیرا نفس اس سے بہت بھاگتا ہے اس لئے کہ تو آگ سے ہے اور وہ ندی کے پانی سے ہے مطلب یہ کہ چونکہ تیرے نفس کے اندر آتش وغضب واخلاق ذمیمہ بھرے ہوئے ہیں اور وہ شیخ ان کو بجھاتا اور فنا کرتا ہے اس لئے تیرا نفس اس سے بھاگتا ہے۔

زآب آتش زاں گریزاں می شود	کاتشش از آب ویراں می شود
آگ پانی سے اس لئے بھاگتی ہے	کہ اس کی سوزش پانی سے برباد ہو جاتی ہے

زاب آتش الخ۔ یعنی پانی سے آگ اس لئے بھاگتی ہے اس لئے کہ اس کی سوزش پانی سے ویران ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ نفس اس شیخ سے اس لئے بھاگتا ہے کہ وہ اس لذات وخواہشات کو دفع اور منعدم کردے گا اس لئے بھاگتا ہے اور دوڑتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

حس وفکر تو ہمہ از آتش ست	حس شیخ وفکر او نور خوش ست
تیرا حس اور فکر سب آگ سے (بنا) ہے	شیخ کا حس اور اس کا فکر عمدہ نور سے (بنا) ہے

حس تو الخ۔ یعنی تیری حس اور فکر تو آگ (کی وجہ) سے ہے اور شیخ کا حس اور فکر عمدہ نور ہے۔ مطلب یہ کہ عوام الناس احساسات اور افکار تو اخلاق ذمیمہ سے ناشی ہوتی ہیں اور وہ برے اثر پیدا کرتے ہیں اور شیخ کے افکار اور احساس چونکہ اخلاق حمیدہ سے ناشی ہیں اس لئے اس سے نیک اثر اور ثمرات مرتب ہوتے ہیں۔

آب نور او چو بر آتش چکد	چلچک از آتش بر آید بر جهد
اس کے نور کا پانی جب آگ پر سے ٹپکتا ہے	آگ سے بھڑ بھڑی آواز آتی ہے (اور وہ) غائب ہو جاتی ہے

اب نور او الخ۔ یعنی جب اس کے نور کا پانی اس آگ پر گرتا ہے تو آگ سے چلچک پیدا ہوتی ہے اور جلدی سے الگ ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ جب اس شیخ کے برکات اور فیوض اس شخص کے اخلاق ذمیمہ پر اثر کرتے ہیں تو جس طرح پانی پڑنے سے لکڑی میں سے ایک آواز پیدا ہوتی ہے اور پھر فوراً گل ہو جاتی ہے اسی طرح اس فیوض و برکات سے سب اخلاق ذمیمہ دفع ہو جاتے ہیں چلچک اس آواز کو کہتے ہیں جو کہ جلی ہوئی لکڑی پر پانی ڈالنے سے ہوتی ہے۔

چوں کند چلچک تو گویش مرگ و درد	تا شود ایں دوزخ نفس تو سرد
جب وہ بھڑ بھڑ کرے تو اس سے کہہ (کہ تجھے) موت اور درد (نصیب ہو)	تاکہ تیرے نفس کی یہ دوزخ ٹھنڈی ہو جائے

چون کند الخ۔ یعنی جب وہ چلچک کرے تو اس سے کہو کہ دور ہو تا کہ یہ تیرے نفس کا دوزخ سرد ہو جائے مطلب یہ کہ جب شیخ کے برکات اور فیوض سے اخلاق ذمیمہ دفع ہونے لگیں تو تم بھی خیال کرکے اور کوشش کر کے ان کو ترک کر دو۔

تا نسوزد او گلستان ترا	پست نکند عدل و احسان ترا
تاکہ وہ تیرے چمن کو نہ جلا دے	تیرے عدل اور احسان کو نہ گھٹا دے

تا نسوزد الخ۔ یعنی تاکہ وہ تمہارے باغ کو نہ جلائے اور تمہارے عدل واحسان کو پست نہ کر دے۔ مطلب یہ کہ اخلاق ذمیمہ کو دفع کرو اور ان کا ازالہ کرو تا کہ کہیں وہ تمہارے اعمال کے باغ کو بالکل تباہ و برباد نہ کر دے اور تمہارے اندر جو اخلاق حمیدہ ہیں کہیں ان کو زائل نہ کر دے اس لئے تم کو ضروری ہے کہ ان کا ازالہ کرو اور ان کو چھوٹی چیز نہ سمجھو۔

یک شرار از وے ہزاراں گلستاں	از یکے نے نام بینی نے نشاں
اس کی ایک چنگاری سے ہزاروں چمن ایسے ہیں	کہ تو ایک کا (بھی) نام و نشان نہ دیکھے گا

یک شرار الخ۔ یعنی ایک چنگاری اس کی ہزاروں باغوں کو جلا دے اور ایک ہی سے نام ونشان بھی باقی نہ

www.besturdubooks.wordpress.com

رہے۔ مطلب یہ کہ اگر اخلاق ذمیمہ کی ابتداء ہے اور وہ ابھی پختہ نہیں ہوئے ہیں بلکہ زیادہ پڑھے نہیں ہیں تب بھی ان کو کم مت سمجھو اس لئے کہ ایک خلق مذموم بھی تمام اعمال کو برباد و تباہ کردے گا۔ بس اول تو تم اس اخلاق ذمیمہ کی آگ کو بجھاؤ اسکے بعد پھر جو عمل کرو کہ وہ پانی ہوگا اور اس کا ثمر تم کو ملے گا اسی کو فرماتے ہیں کہ

بعد ازاں چیزے کہ کاری بر دہد	لالہ و نسرین و سیسن بر دہد
اس کے بعد تو جو بوئے گا نفع دے گا	لالہ اور سیوتی اور سیسن اگائے گا

بعد ازاں الخ۔ یعنی بعد اس کے تو جو کچھ بوئے گا وہ پھل لائے گا اور لالہ و نسرین اور سیسنبر دے گا۔ مطلب یہ کہ جب اخلاق ذمیمہ کا ازالہ ہوگیا تو اب جو عمل بھی کروگے اس کے ثمرات تم کو حاصل ہونگے سیسنبر ایک گھاس ہے کہ جس کی خوشبو نعناع اور پودینہ کے درمیان ہوتی ہے۔ بالسین والیاء المعروف والسین ولنون الخفی والیاء المفتوح ثم الراء المہملۃ۔ اب یہاں تک تو اس مضمون کو بیان کیا ہے کہ اخلاق ذمیمہ کا ازالہ اور باطن کی اصلاح ضروری ہے آگے پھر اس مضمون کی طرف کہ جوانی کو غنیمت سمجھو ورنہ بڑھاپے میں یہ گت بنے گی رجوع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

حکایت

ہچو آں شخص درست الخ: اب مولانا حسب عادت نصیحت کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس طرح اس پیاسے کا اینٹیں اکھیڑنا وصل آب اور پانی تک پہنچنے کا سبب تھا یوں ہی طالب حق کے لئے سجدہ موجب قرب حق سبحانہ ہے چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ واسجد واقترب کہ سجدہ کر اور مقرب بن جا۔ یاد رکھ کہ تیرا تن خاکی ایک عالی شان دیوار ہے جب تک یہ قائم رہے گی اور تو اس کی درستی اور تن پروری کو نہ چھوڑے گا اس وقت تک تجھے سجدہ حقیقی اور انقیاد کامل ناممکن ہے اور جب تک تو اس کی فکر سے رہائی نہ پائے گا اس وقت تک آب حیات حقیقی اور اصلی جان بخش ذات کا قرب حاصل نہیں کرسکتا اس لئے لازم ہے کہ تو اس دیوار کو اکھیڑے اور اس کی فکر چھوڑے اور چونکہ یہ بات بدون طلب کے نہیں ہوسکتی لہٰذا اول طلب پیدا کر پس طلب جس قدر شدید ہوگی فنائی تن اسی قدر جلد ممکن ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ آدمی جس قدر زیادہ پیاسا ہوتا ہے اتنی ہی جلدی اینٹیں اور ڈھیلے اکھیڑتا ہے اور جو شخص پانی کی آواز پر جتنا عاشق ہوتا ہے اتنی ہی جلدی وہ دیوار مانع سے بڑے بڑے ڈھیلے اکھیڑتا ہے اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ پانی کی آواز سے نشہ میں سرشار ہوتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ اس نے گلے تک شراب بھر رکھی ہے اور سوائے گڑپ گڑپ کی آواز کے اور کوئی آواز ہی نہیں سنتا لہٰذا آدمی کی طلب جس قدر شدید ہوگی اسی قدر وہ ماسوی اللہ سے بے تعلق ہوگا اور اتنا ہی جلد موانع کو مرتفع کرے گا اور اتنا ہی جلد وہ تن

www.besturdubooks.wordpress.com

خاک کو مٹائے گا چونکہ شدت طلب اور رفع موانع اور ان کی مزاحمت موقوف ہے اعتدال مزاج اور قوت قویٰ پر اور یہ بات جوانی میں ہوتی ہے اس لئے جوانی کی قدر کرنی چاہئے۔ ارے مزے ہیں اس کے جو پہلے دنوں کو اور موسم شباب کو غنیمت جانے اور اپنا فرض اطاعت جو واجب الادا ہے پہلے ہی سے ادا کر دے جس زمانہ میں کہ اس کو قدرت اعمال بھی ہے۔ صحت واعتدال مزاج بھی ہے دل میں بھی زور وقوت ہے اور جوانی جو ایک سرسبز شاداب باغ کی طرح ہے اس کو بے تکلف اپنے منافع وثمرات سے ممتع کر رہی ہے یعنی قوت اور شہوت کے چشمہ رواں ہیں جس سے زمین جسم سرسبز ہے مکان آباد ہے اور چھت نہایت اونچی ہے ارکان وعناصر معتدل حالت میں ہیں کوئی گڑبڑ نہیں کسی قسم کی بندش نہیں ہر طرح انتفاع ممکن ہے آنکھ کی روشنی اور اعضا کی قوت قائم ہے محل مضبوط مکان روشن اور خس وخاشاک۔ پاک وصاف ہے غرض کہ جسم کی حالت ہر طرح قابل اطمینان اور راحت بخش اور مقصود اصلی کی معاون ہے۔ بیٹا دیکھ جوانی کو غنیمت جان سر جھکا اور حق سبحانہ کا مطیع ومنقاد بن اور بدن کی اینٹیں اور ڈھیلے اکھیڑ اور شہوات ولذات نفسانی کو چھوڑ قبل اس کے کہ بڑھاپے کا زمانہ آئے اور تیری گردن مونج کی رسی میں بندھ جائے اور اب تجھے وہ آزادی حاصل نہ رہے جو جوانی میں تھی۔ زمین تن کی مٹی شور ہو جائے عمارت تن سے مٹی جھڑنے لگے بینا وکمزور ہو جائے اور اس قابل نہ رہے کہ عمدہ گھاس پیدا ہو سکے اور اعمال صالحہ اس سے صادر ہو سکیں کیونکہ زمین شور میں ہر گز عمدہ گھاس نہیں جمتی۔ اور تن سست سے اعمال صالحہ نہیں ہو سکتے زور وشہوت کا پانی بھی بند ہو چکا ہے اس لئے وہ بھی مدد کو نہ پہنچا سکے گا اور وہ نہ اس قابل رہے گا کہ دوسروں کو نفع پہنچا سکے اور نہ اپنے سے خود ہی منتفع ہو سکے گا۔ بھوین وحمی کی طرح نیچے کو لٹک جائیں گی۔ آنکھ میں تراوٹ آ کر آنسوؤں کا ایک تار بندھ جائے گا جھریاں پڑ کر منہ گوہ کی پیٹھ کی طرح ہو جائے گا۔ نہ بولا جائے گا نہ کھایا جائے گا۔ دانت بیکار ہو جائیں گے۔ کمر ٹیڑھی ہو جائے گی۔ دل سست ہو جائے گا ضعف سے دھڑکن پیدا ہو جائے گی جسم کمزور ہو جائے گا۔ ہاتھ پاؤں سوکھ کر رسی کی طرح ہو جائیں گے اور حالت یہ ہوگی کہ چلنے کے لئے تیار۔ زاد راہ بہت قلیل سواری سست۔ غم اور فکر قوی۔ دل کمزور جسم خراب خانہ جسیم ویران۔ کام تتر بتر دل آہ وفغان سے نالے ابتاں (بالجہ) کی طرف لبریز کوشش بیکار عمر برباد سفر لمبا نفس کاہل دل سیاہ جان بے صبر بال سر پر برف کی طرح سفید۔ موت کے خوف سے تمام اعضاء تھر تھر پتے کی طرف کانپتے ہوئے۔ وقت بے وقت۔ سواری لنگڑی۔ سفر لمبا جائے عمل جسم ویران کام ناموافق اخلاق ذمیمہ کی جڑیں مضبوط۔ اکھیڑنے کی قوت کمزور۔ اس لئے اس کی مثال اس روکھے اور چکنی چپڑی باتیں کرنے والے کی سی ہوگی جس نے رستہ میں ایک درخت خاردار بو دیا تھا اور راہ گیر اس سے ملامت کرتے اور اکھیڑنے کو کہتے تھے تو اکھیڑتا نہ تھا وہ درخت خاردار ہر وقت بڑھتا تھا اور مخلوق کے پاؤں اس کے زخم سے لہولہان ہوتے تھے۔ فقیروں کے کپڑے کانٹوں میں الجھ کر پھٹتے تھے۔ بیچاروں کے ننگے پاؤں زخمی ہوتے تھے جبکہ حاکم کو اس واقعہ کی خبر ہوئی اور اس خبیث کے اس فعل ناشائستہ پر اطلاع ہوئی تو

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کو اکھیڑنے کی فرمائش کی پس جب حاکم نے بتاکید حکم دیا کہ اس کو اکھیڑ ڈال تو اس نے کہا اچھا کسی وقت اکھیڑ ڈالونگا۔ ایک عرصہ تک آجکل آجکل کرتا رہا اور اسکا خاردار درخت خوب مضبوط اور قوی ہوتا گیا۔ ایک روز حاکم نے اس سے کہا کہ اے وعدہ خلاف ہمارے حکم کی فوراً تعمیل کر اور کچھ حیل وحجت مت کر۔ تو اس نے جواب دیا کہ حضور ابھی تو زمانہ پڑا ہوا ہے۔ حاکم نے کہا کہ نہیں جلدی کر اور تعمیل حکم میں ٹال مٹول نہ کر کہ پس بیٹا تو جو کہتا ہے کہ اعمال صالحہ آج نہیں کل کرونگا تو یاد رکھ کہ جوں جوں دن گزرتے ہیں تیری برائی کا درخت جوان ہوتا جاتا ہے اور اکھیڑنے والا یعنی تو بڈھا اور لاچار ہوتا جاتا ہے۔ درخت خارداری تو قوی ہوتا جاتا ہے اور اٹھان پر ہے اور اسکا اکھیڑنے والا یعنی تو کمزور ہوتا جاتا ہے اور ہر وقت گھٹنے میں ہے۔ درخت خاردار ہر دن بلکہ ہر لحظہ سرسبز ہوتا ہے اور اکھیڑنے والا یعنی تو لاچار اور خشک ہوتا ہے جس قدر وہ جوان ہوتا ہے اتنا ہی تو بڈھا ہوتا ہے۔ پس جلدی کر اور اپنا وقت ضائع نہ کر۔ یاد رکھ کہ تیری ہر خوے بد ایک خاردار درخت ہے۔ وہ بارہا خود تیرے ہی پاؤں میں چبھتا ہے اور تجھے ہی تکلیف دی ہے چنانچہ تو بارہا اپنے فعل سے نادم ہوا اور سینکڑوں مرتبہ تو نے اپنی خصلت بد سے تکلیف اٹھائی ہے مگر اس پر بھی تجھے حس نہیں نہایت بے حس شخص ہے بھلے مانس اگر دوسروں کے زخمی ہونے سے جس کا سبب تیری خوے بد ہے تو غافل ہے اور تجھے ان کی پرواہ نہیں تو اپنے زخم سے تو غافل نہیں۔ ارے کمبخت تو اپنے لئے بھی وبال ہے اور دوسروں کے لئے بھی تجھے چاہیے کہ تین باتوں میں سے علی الترتیب ایک بات کو اختیار کرلے۔ وہ باتیں یہ ہیں یا تبر بردار و مردانہ بزن الخ۔

یا تبر بردار و مردانہ: یا تو یہ کر کہ تبر اٹھا اور بہادری سے اس درخت خاردار کی جڑ میں مار اور اسے اس طرح نیست و نابود کردے جس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے در خیبر کو نیست و نابود کردیا تھا۔ اور اگر تجھ سے یہ نہیں ہو سکتا تو صدیق اکبر اور فاروق اعظم کی طرح دوسری روش پر چل یعنی جس طرح صدیق اکبر اور فاروق اعظم باوجود یکہ شجاعت کاملہ و تدبیر تام اور ایمان کامل رکھتے تھے اور کوئی ظاہری سبب مانع فتح نہ تھا در خیبر کو اس لئے فتح نہ کرسکے کہ ان کے ہاتھوں اس کا فتح ہونا مقدر نہ تھا مگر انہوں نے اس کی فتح کی امکانی کوشش کی اس لئے جہاد میں شریک اور مستحق اجر ہوئے۔ یوں ہی تو اس کے اکھاڑنے کی کوشش کر پس اگر باوجود کوشش کے بھی وہ درخت خاردار جڑ سے نہ اکھڑ سکا تب بھی تو جہاد اکبر میں شامل سمجھا جائے گا اور مستحق اجر اور مقرب عنداللہ ہوگا۔ اس تقریر پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فضیلت شیخین پر لازم نہیں آتی اور نہ ان کے طریق مجاہدہ کا شیخین کے طریق مجاہدہ پر افضل ہونا لازم آتا ہے بلکہ بر تقدیر صحت واقعہ کے حضرت علی کا فضل جزئی شیخین پر لازم آتا ہے اور یہ شیخین کے فضل کلی کے منافی نہیں۔ وہو ظاہر۔ اس میں اشارہ ہے ان روایات کی طرف جن میں مذکور ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاً ابوبکر کو جھنڈا دے کر بھیجا اس کے بعد حضرت علی کو بھیجا انہوں نے فتح کیا اور خیبر کو اکھاڑ کر پھینک دیا چنانچہ خصائق نسائی میں ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اخبرنا احمد بن سلیمان الرهاوی حدثنا عبید الله اخبرنا ابن ابی لیلی عن الحکم عن المنهال عن عبدالرحمن ابن ابی الیلی عن ابیه قال یعلی وهو یسبر معلان الناس قد انکرو امنک شیئا انخرج فی البرد فی الملاء تین و تخرج فی الحرنی انحش والثوب الغلیظ فقال لم تکن معانا بخیبر قال لی. قال بعث رسول الله صلی الله علیه وسلم ابابکر و عقدله لواء فرجع و بعث عمر و عقدله لواء فرجع فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم لاعطین الراتیه رجالا لحب الله ورسوله ویحبه الله ورسوله لیس بفرار فارسل الی وانا ارمد فتفل فی عینی فقال اللهم الفهاذی احزو البرو قال ماوجدت حرا بعد ذلک ولابردا (اخبرنا) محمد بن علی بن هشیها الله الواقدی قال اخبر نا معاذ بن خالد قابل اخبر نا الحسین بن واقعد عن عبدالله بن بریدة قال سمعت ابی بریدة یقول حاضر تا خیبر فاخذا الراتیه ابوبکر وها یصفح له فاخله من الغذ عمر فانصرف ولم یفتح له واصاب الناس شدة وجهدا فقال رسول الله صلی اللّٰه علیه وسلم انی وافع لوائی غدا الی رجل لحیب الله ورسوله و لیبه الله ورسول لایرجع حتی یفتح له ویتنا طیته انفسنا ان الفتح غذا فلما اصبح رسول الله صلی الله علیه وسلم صلی الغداة ثم جاء قائما فدعا باللواء والناس علی مصافهم فمامنا انسان له منزله عند الرسول صلی الله علیه وسلم صلی انعداة ثم جاء قائما فدعا باللواء والناس علی مصافهم فمامنا انسان له منزله عند الرسول صلی الله علیه وسلم وهو یرجوان یکون صاب اللواء و فتح الله علیه. قالو اخبر نا من تطاول الیها (قال بریده وانا من تطاول الیها) (اخبرنا)محمد بن بشار ربندار البصری اخبرنا محمد بن جعفر قال حدثنا عوف عن میمون ابی عبدالله.

ان عبدالله ابن بریدة حدثه عن بریدة الاسلمی قال لما کان یوم خیبر نزل رسول الله صلی الله علیه وسلم تحصبن اهل خیبر اعطی رسول الله صلی الله علیه وسلم اللواء عمر فنهض فیه من نهض من الناس فلقوا اهل خیبر فانکشف عمرو اصحابه فرجعوا الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم لاعطین الراتیه رجلا یحب الله ورسوله ولیحه الله ورسوله فلما کان من الغداتضادر ابوبکر و عمر فدعا علیا وهوار مدفقل فی عینه و نهض معه من الناس من نهض فلقی اهل خیبر.

فاذا مرحب یرتجز ۔ قد علمت خیبر انی مرحب + شاکی السلاح بطل مجرب + اذاللیوث اقبلت تلهب + اطعن احیانا و حیناً اضرب + فاختلف هود علی ضربتین فضربه علی هامته حتی مفی السیف منها منتهیٰ راسه و سمع اهل العسکر صوت ضربته فماتتام اخر الناس مع علی حتی فتح لاولیهم. میزان الاعتدال میں ھے. ابنانا ابن علانی انا الکندی حدثنا الشیبانی انا الخطیب حدثنا محمد بن عمر ابن بکیرانا علی بن احمد بن محمد بن فروح الوراق حدثنا محمد بن صابر حدثنا اسمعیل بن موسی حدثنا المطلب ابن زیاد عن لیث عن ابی جعفر محمد بن علی عن جابر ان علیا حمل باب خیبر یوم اسفها وانهم جربوه

www.besturdubooks.wordpress.com

بعد ذلک فلم یحمله الاربعون رجلا هذا منکر رواه جماتهعن اسمعیلؔ انتهی۔ مسند احمد میں ہے حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا یعقوب ثنا ابی عن محمد بن اسحق قال حدثنی عبداللہ بن الحسن عن بعض اهله عن ابی رافع. مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرجنا مع علی حین بعثه رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم برایته فلما و نامن الخصین جرح الیه اهله فقاتلهم فضربه رجل من یهود ف ا رح ترسه من یدو فتنا ول علی بابا کان عند الحصن فترس به نفسه فلم یزل فی یده وهو یقاتل حتی فتح اللہ علیه ثم القاه من یده حین فرغ فلقدرایتنی فی نصر مبعی مبعته اناثا منهم نجهد علی ان تقلب ذلک الباب فمانقلبه گو کو یہ روایات تنقید کے بعد میرے نزدیک قابل اعتماد نہیں اور ابوبکر صدیق وعمر فاروق کو جھنڈا دے کر بھیجنا ثابت نہیں چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ منہاج السنۃ میں لکھتے ہیں ولم تکن الرایته قبل ذلک لابی بکرولا لعمر ولا قربها واحد منهما بل هذا من الاکاذیب ولهذا قال عمر فما اجنبت الامارة الایومئذو بات الناس کلیهم یرجون ان یعطاها.

اور خود الفاظ حدیث ہی بتا رہے ہیں کہ حدیثیں کسی کی تراشی ہوئی ہیں۔ گو اسنادیں میں کوئی متہم بالوضع نہیں مگر ایسے بھی نہیں کہ ان کی روایت قابل اطمینان ہو لولا غرابتہ القام لاشبعت الکلام۔ مگر مولانا استطرادی امور میں اس کی پرواہ نہیں کرتے کہ واقعہ کیا ہے۔ یہ توجیہ مجھے اقرب معلوم ہوتی ہے اس میں تفضیل علی کرم اللہ وجہ علی الشیخین سے کوئی تعرض ہی ہیں کہ تاول کی فکر ہو یا تقدیم امر اول کے لئے کسی توجیہ کی ضرورت ہو دوسری وجہ یہ ہے کہ یا تبر بردار و مردانہ بزن الخ میں اشارہ ہے اختیار مسلک ولایت کی طرف اور ورنہ چون صدیق الخ سے اختیار مسلک نبوت کی طرف یعنی اول تو چاہیے کہ یا تو طریق ولایت سے جو علی کرم اللہ وجہ غالب تھا اسکی بیخ کنی کرنے اور اگر شیخ کامل کی رائے میں اس سے مناسبت نہ ہو تو صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کی طرح مسلک نبوت کو اختیار کر جو دیگر سالکین کا مختار ہے غرض جیسی استعداد ہو مسلک ولایت وطریق نبوت میں یہ فرق ہے کہ مسلک ولایت میں خلق کی طرف عدم توجہی اور توجہ الی الحق غالب ہوتی ہے اور مسلک نبوت میں توجہ الی الخلق للحق غالب ہوتی ہے جو کہ فی الحقیقۃ توجہ الی الحق ہی ہے۔ مسلک اول میں ملذذات وتنعمات اختلاط مع الخلق سے کامل نفرت ہوتی ہے اور مسلک ثانی میں بقدر ضرورت تلذذات وتنعمات سے للحق تمتع ہوتا ہے اور خلق کے ارشاد ہدایت کے لئے ان کیساتھ اختلاط ہوتا ہے لیکن معاصی سے احتراز کلی ہوتا ہے۔ مسلک اول بظاہر سخت ہے اور مسلک ثانی درحقیقت سخت طبائع واستعدادات مختلف ہوتی ہیں لہٰذا بعض کے مناسب مسلک اول ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک مسلک ثانی مولانا پر ظاہراً مسلک اول غالب تھا اور ذوقاً ان کے مناسب تھا اس لئے اول کو مقدم کیا ورنہ افضل واعلیٰ مسلک ثانی ہی ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ الولایۃ افضل من النبوۃ اس کی چند توجیہیں ہیں اول یہ کہ ولایت نبی نبوت نبی سے افضل ہے۔ نہ کہ ولایت ولی۔ دوم کہ ولایت مطلقاً نبوت سے افضل ہے مگر ولی نبی سے افضل نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

کیونکہ اس میں ولایت و نبوت دونوں ہیں اور س میں صرف ولایت لیکن تحقیق یہی ہے کہ نبوت افضل ہے ولایت سے اس لئے کہ منشا تفضیل ولایت یہ تھا کہ ولایت میں توجہ الی الحق ہوتی ہے اور نبوت میں توجہ الی الخلق۔ توجہ الی الحق افضل ہے توجہ الی الخلق سے مگر یہ منشاء ہی غلط ہے کیونکہ نبوت میں صرف توجہ الی الخلق نہیں ہوتی بلکہ توجہ الی الخلق للحق ہوتی ہے اور یہ عین توجہ الی الحق ہے اور اس توجیہ پر تفصیل مسلک ولایت مفضول علی مسلک النبوت الفاضل کا شبہ نہ کیا جائے گو وہ ایک تاول صحیح رکھتی ہے لیکن یہاں محض تقدیم ذکری سے تقدیم رتبی لازم نہیں آتی اور حضرت علیؓ پر مسلک ولایت کا غلبہ بناء علی ماھو المسلم عند اہل الفن ہے گو بعض نے اس میں اس طرح کلام کیا ہے کہ سیرۃ علی کرم اللہ وجہہ سے ظاہر نہیں ہوتا کہ ان پر مسلک ولایت غالب تھا بلکہ تحقیق یہ ہے کہ شیخین پر زہد فی الدنیا بہ نسبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے غالب تھا۔ وان کانوا زاہدین رضی اللہ عنہم مگر خود زہد بھی دو قسم ہے ایک مشابہ زہد انبیاء کے مال میں ظاہراً دخیل ہو مگر باطناً اس سے کچھ تعلق نہ ہو دوسرا یہ کہ ظاہراً بھی اس سے تعلق کم ہو اور اس لئے اس کے بہت سے مصالح و منافع سار یہ الی الخلق کا افاضہ نہ کر سکے اور یہ زہد اولیاء ہے اور حضرات شیخین قسم اول میں بڑھے ہوئے تھے تیسری توجیہ یہ ہے کہ مجاہدہ دو قسم کا ہے ایک جلی دوسرا خفی اول مشابہ ہے طریق علی کے کہ قلعہ باب خیبر امر جلی ہے اور یہ مجاہدہ ہے ترک لذات و تنعمات کے ساتھ اور دوسرا مشابہ ہے طریق شیخین کے کہ اس میں سعی کی کوئی صورت ظاہر نہیں ہوتی مگر باطنی مقامات اس سے طے ہوتے ہیں اور یہ مجاہدہ ہے وفایق اعمال کی رعایت کے ساتھ جس کی کوئی ظاہر صورت نہیں مگر اول سے زیادہ دشوار ہے پس مولانا فرماتے ہیں کہ یا تو مجاہدہ جلی اختیار کرو جس طرح کہ قلعہ باب خیبر امر جلی تھا یا مجاہدہ خفی اختیار کرو کہ جس طرح شیخین کی کامیابی غزوہ خیبر میں خفی تھی کہ بظاہر کوشش بے نتیجہ تھی مگر حقیقت میں اپنے اندر ثمرات رکھتی تھی (تنبیہ) واضح ہو کہ یہ تشبیہ محض مجاہدہ کے جلی اور خفی ہونے میں ہے ورنہ کامیابی قلع خیبر اور ناکامی سے قطع نظر ہے۔ اب یہ شبہ نہیں ہوسکتا کہ ایک طریق کا حاصل کامیابی ہے اور دوسرے کا ناکامی۔ کیونکہ سعی باطنی کامیابی سے خالی نہیں ہوتی واللہ اعلم۔ والتوجیہ الذی اختارہ المحشون مطروح لایلتفت الیہ۔ یہ دونوں باتیں اگر تجھ سے نہ ہو سکیں اور نہ تو خصائل ذمیمہ کی بیخ کنی کر سکے اور نہ نفس کی مزاحمت پر قادر ہو تو یہی کہ اس خار کو درخت گل سے ملا دے اور اپنی آگ کی طرح مضر خصلتوں کے ساتھ نور باطنی شیخ کامل کو قرین کر۔ یعنی شیخ کامل کی خدمت میں پڑا رہ شاید یہ برکت صحبت شیخ ہی تو ان مضر خصائل سے نجات پا جائے۔ آگے مولانا اس کو بیان فرماتے ہیں۔

تا کہ نور او کشد: صحبت شیخ کی اس لئے ضرورت ہے تا کہ اس کا نور تیری آتش شہوت و غضب کو بجھا دے اور تجھے خصائل ذمیمہ سے نجات دے۔ یہ شبہ نہ کرنا کہ نور نار کو کیونکر بجھا دے گا اس لئے کہ تیری مثال دوزخ کی سی ہے کیونکہ تو آتش خصائل بد سے دوزخ کی طرح لبریز ہے اور وہ مومن ہے اور نور مومن کا آتش دوزخ کو بجھا دینا ممکن ہے نہ صرف ممکن بلکہ واقع ہے چنانچہ مخبر صادق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم دوزخ کی گفتگو نقل فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

دوزخ خوف سے مومن کی خوشامد کرے گی اور کہے گی کہ حضور والا جلدی سے پل صراط سے گزر جائیں آپ کا نور میری سوز آتش کو فنا کئے دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آگ کی تباہی و بربادی مومن کے نور ہی سے ہوتی ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ نور ضد نار ہے اور ایک ضد کی مدافعت دوسری ضد ہی کر سکتی ہے اس کے بغیر ناممکن ہے رہی یہ بات کہ نور نار کی ضد کیونکہ ہے یہ اگرچہ پورے طور پر اس وقت سمجھ میں نہ آئے مگر قیامت میں اس کا مشاہدہ ہو جائے گا اور معلوم ہو جائے گا کہ آگ مظہر ہے آتش قہر الٰہی اور اس کے جلال کا اور نور مظہر ہے اس کے فضل و جمال کا۔

قہر و فضل اور جلال و جمال میں تضاد ظاہر ہے یوں ہی ان کے مظاہرین میں بھی تضاد لابدی ہے جبکہ یہ امر ثابت ہے کہ نور آگ کی ضد ہے اور ایک ضد بدوں دوسری ضد کے مدفوع نہیں ہو سکتی تو اگر تو چاہتا ہے کہ میں آگ کی مضرت سے محفوظ رہوں تو آب نور جو مظہر رحمت ہے اور جس کو اس بنا پر آب رحمت کہا جا سکتا ہے تو آگ کے اندر ڈال اور اس پانی کا پتا بھی ہم تجھ کو بتائے دیتے ہیں یہ پانی تجھ کو مومن کامل سے حاصل ہوتا ہے کہ وہ اس کا سرچشمہ ہے اور اسکی روح پاک سراسر آب حیات ہے اس سے منتفع ہو چونکہ تو آب سے پر اور گویا آگ کا پتلا ہے اور مومن سراپا آب جوئے رحمت ہے اس لئے تیرا نفس اس سے بھاگتا ہے۔ یہی دلیل ہے اس کے سرچشمہ آب رحمت ہونے کی۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ آگ پانی سے بھاگتی ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اس کے اتصال میں آگ اپنی تباہی و بربادی محسوس کرتی ہے۔ یاد رکھ کہ تیری حس اور تیرا تفکر مصروف شہوات نفسانیہ ہونے کے باعث سراپا آتش ہے اور شیخ کی حس اور اسکا فکر مصروف حقائق الٰہیہ ہونے کے سبب سراپا نور ہے جب اس کے نور کا پانی تیری آگ پر پڑے گا اور ہمت شیخ اور برکت مرشد جب اس کے اطفاء کی طرف متوجہ ہوگی تو آگ آواز دے کر دم بھر میں رخصت ہو جائے گی جب اس میں سے آواز نکلے تو خوش ہو اور کہہ کہ تجھے درد مرگ نصیب اور مبارک ہو کیونکہ اسکا مرنا ہی بہتر ہے تاکہ آگ فنا ہو کر تیرا نفس سرد ہو جائے اور مطمئنہ بن جائے اور تاکہ وہ باقی رہ کر تیرے گلشن اعمال و ملکات فاضلہ کو بھسم نہ کر دے۔ اور تیرے عدل و احسان کو پست نہ کر دے کیونکہ اس کمبخت کی یہ خاصیت ہے کہ اعمال کی برکت کھو دیتی ہے اور ایسی بدبلا ہے کہ اس کی ایک چنگاری ہزاروں باغوں کو تہس نہس کر دیتی ہے پس جب یہ آگ فنا ہو جائے گی تو زمین صالح ہو جائے گی اور جوں تو بوئے گا پھلے پھولیں گی لالہ و نسرین و سبع سبز پیدا ہونگے اور تیرے اعمال صالحہ ثمرات محمودہ سے بار آور ہونگے۔

شرح شبیری

باز پہنا می رویم از راہ راست	باز گرد اے خواجہ راہ ما کجاست
پھر ہم کشادہ اور سیدھے راستہ پر چلتے ہیں	اے جناب! واپس لوٹئے ہمارا راستہ کدھر ہے؟

باز پہنا الخ۔ پھر ہم چوڑی سڑک پر جاتے ہیں راہ راست کی اے خواجہ بولو کہ ہماری راہ کہاں ہے۔ مطلب

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ کہ چونکہ یہ مضمون تو باطن سے متعلق تھا اس لئے دقیق تھا اور اہل باطن ہی کے کام کا تھا اور وہ پہلا مضمون عام فہم اور ہر شخص کے کام کا تھا اس لئے فرماتے ہیں کہ ہم اس مضمون کو چھوڑتے ہیں اور اس سیدھے سادھے مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں آگے خود فرماتے ہیں کہ

اندریں تقریر بودیم اے خسور	کہ خرت لنگ ست و منزل دور دور
ہم یہ کہہ رہے تھے اے ٹوٹے میں پڑے ہوئے!	کہ تیرا گدھا لنگڑا ہے اور منزل بہت دور ہے

اندران الخ۔ یعنی اس تقریر میں تھے اے خاسر کہ تیرا گدھا لنگڑا ہے اور منزل بے انتہا دور ہے۔ یہ اشارہ ہے اس شعر کی طرف ہے جو اوپر فرمایا ہے کہ۔ روز بیگہ لاشہ لنگ و رہ دراز + الخ یعنی ہم اس مضمون کو بیان کر رہے تھے آگے بھی اب وہی مضمون بیان کرتے ہیں

بار تو باشد گراں در راہ چاہ	کج مرو و راست اندر شاہ راہ
تیرا بوجھ بھاری ہو گا راستہ میں کنواں ہے	ٹیڑھا نہ چل چوڑی سڑک پر سیدھا چل

بار تو باشد الخ۔ یعنی تیرا بوجھ بھاری ہے اور راستہ میں کنواں ہے تو تو کج مت چل سڑک پر سیدھا چل مطلب یہ کہ تمہارے گناہوں کا بوجھ بھاری ہے اور جنت کے راستہ میں دوزخ ہے اس لئے کہ سب اسی پر کو گزریں گے لہٰذا سیدھے سڑک سڑک چلو ورنہ کہیں کنویں میں گر پڑو گے۔

سال شصت آمد کہ در شستت کشد	راہ دریا گیر تا یابی رشد
ساٹھ سال ہو گئے تا کہ تجھے کانٹے میں پھندہ لیں	دریا (میں) کا راستہ اختیار کرتا کہ تو ہدایت حاصل کرے

سال شصت الخ۔ یعنی ساٹھ کا سن آگیا ہے کہ تم کو قید میں کھینچے تو تم دریا کی راہ لو تا کہ ہدایت پاؤ۔ یہ اشارہ ہے ایک قصہ مشہور کی طرف کہ ایک صیاد نے جال ڈالا اور اس تالاب میں تین مچھلیاں تھیں ایک عاقل اور دوسری کم سمجھ اور تیسری بے وقوف تو جب جال آیا تو وہ عاقل تو قعر دریا میں چلی گئی کہ جہاں جال پہنچ ہی نہ سکے اور وہ کم سمجھ گئی تو کہیں نہیں بلکہ جال میں پھنس گئی لیکن جب صیاد نے جال نکالا تو وہ مردہ بن گئی اس نے مردہ جان کر پھینک دیا وہ اچھی خاصی چلی گئی اور تیسری جو بے وقوف تھی وہ پھنسی اور خوب اچھلی کودی تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خوب کباب کر کے کھائی گئی تو یہاں مولانا فرماتے ہیں کہ اب ساٹھ برس کے ہو گئے ہو اور وہ زمانہ قریب آگیا ہے کہ تمہارا امتحان کیا جائے۔ لہٰذا یا تو ہمت کر کے اس غافل مچھلی کی طرح عمل کرو اور مجاہدات و ریاضات کر لو اور اخلاق ذمیمہ کو دور کر دو تا کہ تم گمراہ نہ ہو۔ بلکہ ہادی ہو۔ ورنہ بری طرح پھنسو گے۔

آنکہ عاقل بود در دریا رسید	شد خلاص از دام و از آتش رہید
جو (مچھلی) سمجھدار تھی دریا (کی تہ) میں پہنچی	جال سے خلاصی ہوئی اور آگ سے چھوٹ گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

آنکہ عاقل الخ۔ یعنی جو کہ عاقل تھی وہ تو دریا میں پہنچی تو جال سے چھوٹ گئی اور آگ سے بھی چھوٹ گئی۔ پس اس طرح تم بھی کام کرو اور راہ حق میں چلو اور مجاہدہ کرو۔ تو تم بھی نار دوزخ سے خلاصی پاؤ گے حق تعالیٰ کی قید گر ان سے چھوٹ جاؤ گے اور اگر اب بوجہ ضعف وغیرہ کے اس قدر ہمت نہیں رہی تو پھر دوسرا طریقہ بتاتے ہیں کہ

چونکہ بیگہ گشت وآں فرصت گذشت	مردہ گرد و رو سوئے دریا ز دشت
چونکہ بے وقت ہوگیا اور وہ موقع نکل گیا	مردہ بنجا اور جنگل سے دریا کی جانب نکل جا

چونکہ بیگہ الخ۔ یعنی جبکہ بے وقت ہوگیا ہے اور وہ فرصت گزر گئی تو مردہ ہوجا اور خشکی سے دریا کی طرف چلا جا (اس لئے کہ صیاد نے مردہ جان کر پھر دریا ہی میں پھینک دیا تھا) مطلب یہ کہ اگر اعمال ومجاہدات اب نہیں ہو سکتے اور وقت بہت ہی کم رہ گیا ہے اور ضعف روبترقی ہے تو خیر اب یہ تو کرو کہ درجہ میں فنا حاصل کرلو اور حق تعالیٰ کے سامنے اپنی ہستی کو کالعدم کردو۔ کہ شاید اسی سے نظر رحم ہو جائے اور تمہاری پہلی سیئات کو بھی حسنات فرمائیں فرماتے ہیں کہ یبدل اللہ سیئاتھم حسنات۔ بس وہ فنا توبہ ہے خلاصہ یہ کہ اول درجہ تو یہ تھا کہ اعمال صالحہ کرتے اور مجاہدات کرتے اور اخلاق ذمیمہ اور اعمال سیئہ کو ترک کرتے لیکن اگر اس کی قوت اور ہمت نہیں ہے تو خیر دوسرا درجہ یہ ہے کہ سیئات کو ترک کردو نہ پڑھو تہجد نہ ہو بارہ تسبیح وغیرہ۔ مگر سیئات تو چھوٹ جائیں یہی بسا غنیمت ہے اور اگر یہ بھی نہ کیا تو پھر تو اس تیسری مچھلی کی طرح آگ میں خوب مرنڈا بنوگے۔ والعیاذ باللہ۔ آگے خود فرماتے ہیں کہ

ورنہ درتابہ شوی بریاں بسے	ایں چنیں برخود کند ہرگز کسے
ورنہ تو توے پر خوب بھنے گا	ایسا اپنے لئے کوئی نہیں کرتا ہے

ورنہ درتابہ شوی الخ۔ یعنی ورنہ توے میں خوب بھنوگے۔ بھلا کوئی اپنے اوپر ایسا بھی کیا کرتا ہے مطلب یہ کہ گر اس عمر میں آکر بھی سیئات سے باز نہ رہے تو پھر اس تیسری مچھلی کی طرح خوب اچھی طرح دوزخ میں کباب کئے جاؤ گے اور خوب جلو گے (اے اللہ بچا) اور بھلا کوئی اپنے واسطے ایسا کام بھی کیا کرتا ہے کہ جس سے نقصان ہو ہرگز نہیں۔ پھر بتاؤ تم کیوں ایسے کام کرتے ہو۔ آگے فرماتے ہیں کہ

حال آن الخ۔ یعنی ان تین مچھلیوں کا اور اس ندی کا قصہ اس جگہ عبرت کے لئے کہا گیا ہے تو اس سے عبرت حاصل کرو۔

حال آں سہ ماہی وآں جوئبار	گفتہ شد اینجا برائے اعتبار
ان تین مچھلیوں اور اس نہر کا قصہ	یہاں عبرت کے لئے کہا گیا ہے
فانتبہ ثم اعتبر ثم انتصب	واستعن باللہ ثم اجہد تصب
پس بیدار ہوجا پھر عبرت پکڑ پھر سیدھا ہو جا	اللہ سے مدد چاہو پھر کوشش کر پالے گا

فانتبہ الخ۔ یعنی پس ہوش میں آؤ پھر عبرت حاصل کرو تم مضبوط ہو جاؤ اور حق تعالیٰ سے مدد چاہو پھر کوشش کرو کہ پہنچ جاؤ گے مطلب یہ کہ اگرچہ وقت بہت ہی ناوقت ہوگیا ہے مگر اب بھی ہمارے ان اقوال کو سن کر ہوش

میں آ ؤ اور مضبوط ہو کر حق تعالیٰ سے مدد چاہو اور کام شروع کر دو۔ حق تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ مدد فرمائیں گے۔ پس تم منزل مقصود تک پہنچ جاؤ گے لہٰذا کوشش کرو۔ کوشش کے بغیر اس کے کام نہیں چلتا۔ جب یہ مثل تم کو معلوم ہو گئی اور اوپر بتایا گیا ہ کہ بڑھاپا آ گیا ہے اس لئے وقت عمل کم رہ گیا ہے آگے بھی اب اس کے متعلق بیان فرماتے ہیں کہ

سال بے گہ گشت و وقت کشت نے	جز سیہ روئی و فعل زشت نے
سال بے وقت ہو گیا بونے کا وقت نہیں ہے	سوائے کالا منہ ہونے کے اور برے کام کے کچھ نہیں ہے

سال بیگہ الخ۔ یعنی سال بے وقت ہو گیا ہے اور کاشت کا وقت نہیں ہے اب سوائے سیاہ روئی اور برے افعال کے کچھ نہیں ہے اس لئے کہ جوانی میں جب بجز سیئات کے اعمال صالحہ کئے ہی نہیں تو پھر اب بڑھاپے میں بھی سیئات کے اور کیا ہو سکتا ہے لہٰذا اب تو خیال کرو اور ان ہی دو دن کو غنیمت جانو اور جو ہو سکے کر لو۔ عمل نہ ہو سکے زبان سے توبہ ہی کر لو۔

کرم در بیخ درخت تن فتاد	بایدش برکند و بر آتش نہاد
جسم کے درخت کی جڑ میں دیمک لگ گئی ہے	اس کو دور کرنا اور آگ پر رکھ دینا چاہیے

کرم در بیخ الخ۔ یعنی درخت بدن کے اندر دیمک لگ گئی ہے تو اس کو نکال کر آگ پر رکھ دینا چاہیئے۔ مطلب یہ کہ اعمال سیئہ روح کو کھا گئے ہیں اور اب بدن ضعیف ہو گیا ہے مگر خیر جو کچھ بھی بچ گیا ہے اور دو روزہ زندگی باقی ہے اور گھن سے جس قدر بچ گیا ہے اسی قدر عمل کرے اور ان کم بخت اخلاق ذمیمہ کو آگ دیدے (اے اللہ ہر مسلمان کو اس کی توفیق دے آمین)

ہیں وہیں اے راہ رو بیگاہ شد	آفتاب عمر سوئے چاہ شد
خبردار اور خبردار! اے مسافر بے وقت ہو گیا ہے	زندگی کا سورج کنویں کی جانب (روانہ) ہو گیا ہے

ہین وہین الخ۔ یعنی ارے ای مساوفت بے وقت ہو گیا ہے اور عمر کا آفتاب کنویں کی طرف چلا گیا ہے۔ کنویں سے مراد گور ہے۔ مطلب یہ کہ اب مرنے کے دن قریب آ گئے ہیں اور جتنی عمر گزرتی ہے قبر سے قریب ہو تا جاتا ہے تو جو کچھ بھی وقت مل جائے غنیمت سمجھ اور بیکار مت بیٹھ کر منزل پر پہنچنا ہے۔

ایں دو روزک را کہ زورت ہست زود	پیر افشانی بکن از راہ جود
ان دو دنوں میں جبکہ طاقت ہے جلد	از راہ کرم بڑھاپے میں جوانی کا کام کر لے

این دو روزک الخ۔ یعنی ان دونوں میں کہ تیرا زور ہے پت جھڑ مت کر سخاوت کے طریقہ سے۔ مطلب یہ کہ سخاوت میں آ کر ان ایام دو روزہ کو بھی مت کھو بیٹھنا۔ اب بھی جس قدر قوت اور زور باقی رہ گیا ہے اس سے کام لو۔

ایں قدر تخمی کہ ماندستت بکار	تا در آخر بینی آں را برگ و بار
اتنا ہی بیج جو بچ گیا ہے بو دے	تا کہ آخرت میں تو اس کے پھل اور پتے دیکھ لے

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں قدر تخمی کہ الخ۔ یعنی جس قدر تخم کہ رہ گیا ہے اس کو بودے تا کہ آخر میں تو پھول پھل دیکھے۔ مطلب یہ کہ جس قدر عمل کہ اس عمر دو روزہ میں کر سکتے ہو وہی کرلو شاید حق تعالیٰ اس ہی کو قبول فرما لیں۔ ان ایام کو غنیمت سمجھو فضول برباد مت کرو۔

ایں قدر عمرے کہ ماندست ت بہار	تر بروید زیں دو دم عمر دراز
جس قدر تیری عمر باقی رہی ہے اس کو بازی پر لگا دے	تا کہ ان دو سانسوں سے بڑی عمر اگ آئے
تانہ مردست ایں چراغ با گہر	ہیں فتیلہ اش ساز و روغنز ودتر
جب تک یہ جواہر دار چراغ بجھا نہیں ہے	خبردار بہت جلد اس کے لئے بتی اور تیل مہیا کر لے

تا مردست الخ۔ یعنی جب تک کہ یہ چراغ یا گھر گل نہیں ہوا ہے تو اس کی بتی اور تیل جلدی سے درست کر دے۔ مطلب یہ کہ جب تک تھوڑی سی عمر بھی باقی ہے اور یہ چراغ ٹمٹما رہا ہے اس کو غنیمت جانو اور اعمال صالحہ کر لو شاید ان ہی اعمال سے روح میں روشنی اور تروتازگی پیدا ہو جائے اور اب ٹالو مت۔

آفت تاخیر خیرات بفردا

اچھے کاموں کو کل پر مؤخر کرنے کی آفت

ہیں مگو فردا کہ فرداہا گذشت	تا بکلی نگذرد ایام کشت
خبردار "کل" نہ کہہ کیونکہ بہت سے کل گزر گئے	کہیں کھیتی کا زمانہ بالکلیہ نہ گزر جائے

ہیں مگو فردا الخ۔ یعنی ہاں (یہ) مت کہو (کہ) کل (کرلونگا) اس لئے بہت سے فردا گزر گئے ہیں تو کہیں یہ کھیتی کے دن بالکل ہی نہ گزر جائیں۔ مطلب یہ کہ اعمال کو ٹالو مت اس لئے کہ اس طرح ٹالتے ہوئے ایک مدت گزر گئی ہے اور کبھی بھی نصیب نہ ہوا پس اس طرح ایک روز موت کا فرشتہ سر پر آ کھڑا ہوگا اور اس روز کچھ بنائے نہ بنے گی کسی نے خوب کہا ہے کہ ہر شبے گویم کہ فردا ترک ایں سودا کنم + باز چون فردا شود امروز را فردا کنم + یعنی ہر روز کہہ لیتا ہوں کہ کل کو اس کام کو ترک کر دونگا مگر جب کل ہوتی ہے تو کہتا ہوں کہ کل کو ترک کرونگا۔ ارے غافل اس طرح ساری عمر ختم ہو جائے گی اور کچھ بھی نہ ہو سکے گا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ کارے کن اے فلاں وغنیمت شمار عمر + زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند آگے اس ٹالنے کی خرابیاں بیان فرماتے ہیں۔

کام کے ٹالنے میں بہت آفتیں ہیں

پند من بشنوا الخ۔ یعنی میری نصیحت سن کہ تن ایک بہت بڑی قید ہے اگر تم کو نئے کی رغبت ہے تو پرانے کو دور کرو۔

پندمی بشنو کہ تن بند قویست	کہنہ بیروں کن گرت میل نویست
میری نصیحت سن لے کہ جسم مضبوط قید ہے	پرانے کو چھوڑ دے اگر نئے کی خواہش ہے
لب بہ بندو کف پر زر برکشاد	بخل تن بگذار پیش آور سخا
ہونٹ بند کر' سونے سے بھری مٹھی کھول دے	جسم کا بخل چھوڑ دے' سخاوت اختیار کر

لب بہ بند الخ۔ یعنی لب کو بند کرو اور ہاتھ سونے سے بھرا ہوا کھولو اور بدن کا بخل چھوڑ و اور سخا کو آگے لا۔ مطلب یہ کہ بدن کے واسطے بخل مت کرو کہ اس کے خرچ کرنے سے اور کام میں لانے میں بخل مت کرو بلکہ اعمال میں کوشش کرو۔ آگے خود سخا سے مراد بتاتے ہیں کہ

ترک لذتہا و شہوتہا سخاست	ہر کہ در شہوت فروشد برنخاست
لذتوں اور شہوتوں کا چھوڑنا سخاوت ہے	جو شخص شہوت میں ڈوبا' نہ ابھرا

ترک لذتہا الخ۔ یعنی لذتوں اور شہوتوں کو چھوڑنا سخاوت ہے اور جو شہوت میں چلا گیا وہ پھر نہیں اٹھا۔ مطلب یہ کہ ترک لذات اور شہوات ہی بدن کی سخاوت ہے۔

ایں سخا شاخست از سرو بہشت	وائے او کز کف چنیں شاخے بہشت
یہ سخاوت' جنت کے سرو کی شاخ ہے	اس پر افسوس ہے جو ایسی شاخ کو چھوڑ دے

این سخا الخ۔ یعنی سخا بہشت کے درخت کی ایک شاخ ہے اس پر افسوس ہے کہ جس نے ہاتھ سے ایسی شاخ چھوڑ دی۔ اشارہ ہے اس حدیث کی طرف جس میں ہے کہ السماء شجرۃ من اشجار الجنۃ اغصانہا متدلیات فی الدنیا الخ۔ کہ سخا ایک درخت ہے جنت کے درختوں میں سے اور اسکی ٹہنیاں دنیا میں لٹکی ہوئی ہیں۔ تو جب سخاء مال کی یہ فضیلت ہے تو بذل جان اور سخاء نفس کی فضیلت تو اس سے کہیں زیادہ ہوگی اور اس کا خرچ کرنا تو بہت افضل اعمال ہوگا لہٰذا خواہشات و شہوات نفس کو ترک کردنا کہ یہ فضیلت حاصل ہو آگے فرماتے ہیں کہ

عروۃ الوثقیٰ ست ایں ترک ہوا	برکشید ایں شاخ جاں را بر سما
خواہش نفسانی کو چھوڑنا' مضبوط رسی ہے	جان کی شاخ کو آسمان پر کھینچ لے جاتا ہے

عروۃ الوثقیٰ الخ۔ یعنی ترک خواہشات نفسانی ایک بہت مضبوط رسی ہے اور یہ شاخ جان آسمان پر کھینچے گی۔ مطلب یہ کہ چونکہ سخاوت درخت جنت کی ایک ٹہنی ہے تو اگر اس ٹہنی کو پکڑے رہو گے اور بذل نفس میں کوشش کرو گے تو آخر ایک دن یہی سخا تم کو مراتب عالی نصیب کرے گی۔

تا برد شاخ سخا اے خوب کیش	مر ترا بالا کشاں تا اصل خویش
اے خوش خصلت! تاکہ سخاوت کی شاخ	تجھے اوپر اوپر کھینچ کر اپنی اصل تک لے جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

نا برد شاخ الخ۔ یعنی اے خوب نہادتا کہ وہ شاخ سخا تم کو اوپر اپنی اصلی کی طرف کھینچ لے جائے۔ مطلب یہ کہ اگر اعمال کرو گے تو آخر ایک دن مراتب عالیہ پا سکے جیسا کہ ظاہر ہے۔

شرح حبیبی

پندمن بشنو کہ الخ: اس سیدھے راستہ کو چھوڑ کر جس پر ہم ہنوز چل رہے تھے پھر ایک طرف کو مڑتے ہیں اے جناب آپ بھی رکیے اور دیکھیے کہ ہمارا رستہ جس پر ہمیں چلنا ہے کہاں ہے ہاں تو ہم یہ کہہ رہے تھے کہ تیرا گدھا لنگڑا ہے اور منزل مقصود دور ہے۔ تیرا بوجھ بھاری ہے۔ راستہ میں کنواں اور خطرہ ہے یعنی قوائے جسمانیہ کمزور ہو گئے ہیں اور کام بہت باقی ہے پس تو تیز حامت چل بلکہ صراط مستقیم پر سیدھا چل کیونکہ ایسی حالت میں سیدھی راہ پر چل کر پہنچنا تب تو وصول الی الحق بالکل ہی ناممکن ہو جائے گا دیکھ تیری عمر کے ساٹھ سال ہو چکے ہیں اور یہ تجھے کانٹے میں پھنسانا چاہ رہے ہیں یعنی مزید ضعف پہنچا کر بالکل بے قابو اور ناقابل عمل بنانا چاہتے ہیں اس وقت تیرا فرض ہے کہ اس دانا مچھلی کی طرح جو شست کے اندیشہ سے قصر دریا میں پہنچ گئی تھی اور اس ذریعہ سے شست میں پھنسنے سے محفوظ ہو گئی تھی اور آگ میں جلنے سے بچ گئی تھی جسکا مفصل قصہ دفتر چہارم میں آئے گا۔ تو بھی دریائے حقیقی یعنی حق سبحانہ کا رستہ لے اور اعمال صالحہ و مجاہدات کر۔ اس سے تو مہتدی ہو گا اور مہلکہ سے نجات پائے گا اور اگر اتنی بھی تو نہیں رہی ہے کہ اعمال و مجاہدات کر سکے اور وقت بے وقت ہو گیا ہے اور موقع ہاتھ سے نکل چکا ہے اور تو ضعف کے دام میں پھنس چکا ہے تو اس مچھلی کی طرح ناعاقبت اندیشی سے جال میں پھنس گئی تھی مگر اس نے اپنے کو مردہ بنا لیا تھا اور شکاری نے اس کو مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا تھا بعد کو وہ خشکی سے دریا میں پہنچ گئی تھی اور اس طرح وہ توے پر کباب ہونے سے بچ گئی تھی۔ تو بھی اپنے کو مردہ کر لے اور سیئات سے باز رہ اور خشکی سے دریا میں پہنچ جا یعنی حالت مضرۃ سے حالت نافعہ کو اختیار کر لے اگر تو اپنے کو مردہ نہ کرے گا اور تیسری نادان مچھلی کی طرح زندہ ہی رہے گا اور اعمال سیئہ سے بھی باز نہ آئے گا تو یاد رکھ کہ خوب ہی آگ میں جلے گا اس موقعہ پر ہم نے اشارۃً تین مچھلیوں اور دریا کا تذکرہ کر دیا ہے کہ تجھ کو غیرت ہو پس تو اب تو جاگ جا۔ اور عبرت حاصل کر اور ہماری نصیحت پر عمل کرنے کے لئے کھڑا ہو جا۔ خدا سے مدد چاہ اور کوشش کر انشاء اللہ تعالیٰ منزل مقصود تک پہنچ جائے گا۔ دیکھ تو سی سال بے وقت ہو چکا ہے اور کھیتی یعنی اعمال صالحہ کا وقت نہیں رہا ہے اور روسیاہی اور بدکرداری کے سوا اور کوئی بات نہیں ہے درخت جسم کی جڑ میں کیڑا لگ چکا ہے یعنی دن بدن اضمحلال ہوتا جاتا ہے اور بہت جلد فنا ہونے کو ہے پس اس وقت تیرا فرض ہے کہ اس درخت کو اکھیڑ کر آگ میں جلا دے اور اس کی فکر کو چھوڑ دے اور روح کی فکر کر ہاں اے مسافر راہ عدم یا راہ حق دیکھ وقت ناوقت ہو گیا ہے عمر کا سورج ڈوبنے کو ہے اور موت آنے کو ہے ان تھوڑے دنوں میں جو تیری عمر کے باقی ہیں از راہ سخاوت بہت جلد پر پرزے جھاڑ کر تیار ہو جا اور جس قدر بیج باقی ہے اسے بو دے یعنی جس قدر اعمال صالحہ ہو سکیں کر لے تا کہ انجام

www.besturdubooks.wordpress.com

کارتوان کے ثمرات دیکھے اور جب چراغ روح کاگل نہیں ہوا ہے اور روح موت کے ذریعہ سے ناقابل تلافی اور اصلاح نہیں ہوئی ہے۔ بہت جلد تیل بتی درست کر کے اس کو روشن کر دے اور اس کی حکمت عارضیہ کو دور کر دے۔ ارے دیکھ کل کل مت کر کیونکہ بہت سی کلیں گزر چکی ہیں ایسا نہ ہو کہ بونے کا زمانہ اور عمل کرنے کا وقت پورا گزر جائے اور موت آ جائے تو میری نصیحت سن اور سمجھ کہ جسم وصول الی الحق کے لئے ایک نہایت سخت آڑ ہے پس اگر تجھے نئی زندگی یعنی حیات روحانی حاصل کرنے کی خواہش ہے تو اس روک کو اٹھا اور پرانی اور فرسودہ حیات جسمانی پر خاک ڈال اور ہونٹوں کو لایعنی باتوں سے بند رکھ کہ من سکت مسلم و من سلم نجا امر مقرر ہے اور اپنا حیات جسمانی سے غنی ہاتھ کھول اور جسم کے متعلق جو تجھ میں بخل ہے کہ تو اس کا نقصان گوارا نہیں کرتا۔ اس کو چھوڑ اور سخاوت اختیار کر۔ اس کو مرضیات حق سبحانہ میں فنا کر عشق الٰہی میں گھلا اور لذات و شہوات کو ترک کر۔ کہ یہ وہ سخاوت ہے جس کا ہم نے حکم کیا ہے اور اس سخاوت کی اس لئے ضرورت ہے کہ جو شہوت و لذت و تن پروری میں مشغول ہوا بس پھر نہیں اٹھا اور تباہی ہو گیا یاد رکھ کہ سخاوت عجیب چیز ہے۔ یہ سرو بہشت کی ایک شاخ ہے۔ افسوس ہے اس کے حال پر جس نے ایسی شاخ چھوڑ دی اور اتباع ہوائے نفسانی کو چھوڑ دینا ایک مضبوط دستاویز ہے اور یہ شاخ جان کو عالم ناسوت سے عالم ملکوت کو کھینچ لے جاتی ہے اور اس عالم سے اس کی توجہ ہٹا کر اس طرف متوجہ کر دیتی ہے یا یوں کہو کہ جنت میں لے جاتی ہے جو کہ آسمان پر ہے۔ وہذا ہو الظاہر۔ جب تجھے سخاوت کی خوبی معلوم ہو گئی تو تو اس کو مضبوط پکڑ تا کہ تجھے اوپر کو یعنی اپنی اصل (جنت) کی طرف کھینچ لے جائے۔

شرح شبیری

یوسف حسنی و ایں عالم چو چاہ	دیں رسن صبر ست بر امر الٰہ
تو حسن کا یوسف ہے اور یہ جہاں کنواں جیسا ہے	اور یہ رسی خدا کے حکم پر صبر کرنا ہے

یوسف حسنے الخ۔ یعنی تم ایک یوسف حسن ہو اور یہ عالم (دنیا) مثل کنویں کے ہے اور رسی احکام الٰہی پر صبر کرنا ہے۔

یوسفا آمد رسن درزن دو دست	از رسن غافل مشو بیگہ شدست
اے یوسف! رسی آ گئی ہے دونوں ہاتھ سے پکڑ لے	رسی سے غافل نہ ہو بے وقت ہو گیا ہے

یوسفا آمد الخ۔ یعنی اے یوسف رسی آئی ہے تو ہاتھ مارو اور رسی سے غافل مت ہو کہ بے وقت ہو گیا ہے۔ مطلب یہ کہ اے طالب تمہاری مثال تو ایسی ہے کہ جیسے یوسف علیہ السلام تھے اور یہ عالم کنواں ہے اور احکام الٰہیہ ہی ہیں تو جب تم احکام پر عمل کرو گے تو اس قید چاہ سے باہر ہو جاؤ گے لہٰذا اس سے غافل مت ہو اور جلدی سے رسی پکڑ لو آگے فرماتے ہیں کہ

حمد للہ کایں رسن آویختند	فضل و رحمت را بہم آمیختند
الحمد للہ کہ یہ رسی لٹکا دی ہے	فضل اور رحمت کو باہم ملا دیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

حمد للہ الخ۔ یعنی الحمد اللہ کہ اس رسی کو لٹکا دیا ہے اور فضل اور رحمت کو آپس میں ملا دیا ہے مطلب یہ کہ خدا کا شکر کے کہ ہم کو توبہ کی تعلیم کردی گئی ہے ورنہ اگر یہی حکم ہوتا کہ جب کوئی گناہ ہو جائے تو پھر اس کی معافی کی کوئی صورت ہی نہیں۔ تو پھر کیسی مشکل پڑ جاتی۔ مگر اب تو یہ حکم ہے کہ۔ باز آ باز آ انچہ ہستی باز آ + صد بار اگر توبہ شکستی باز آ + این درگہ ما درگہ نومیدی نیست + گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ + لہٰذا ان احکام پر عمل کرو اور اس عالم کے جھگڑوں سے نکل جاؤ۔

در رسن زن دست بیروں روز چاہ	تا بہ بینی بارگاہ بادشاہ
رسی پکڑ لے کنویں سے نکل آ	تاکہ بادشاہ کے دربار کو دیکھے

در رش الخ۔ یعنی رسی کو پکڑ لو اور کنویں سے نکل جاؤ تاکہ بادشاہ کی درگاہ کی زیارت نصیب ہو۔ مطلب یہ کہ اعمال کرو کہ اس عالم کی خواہشات و مقتضیات سے باہر ہو کر حق تعالیٰ کا قرب حاصل ہو۔

تا بہ بینی عالم جان جدید	عالمے بس آشکار و ناپدید
تاکہ تو جان کے نئے عالم کو دیکھ لے	وہ عالم جو بہت واضح اور پوشیدہ ہے

تا بہ بینی الخ۔ یعنی تاہ عالم روح کو جو کہ (تمہارے اعتبار سے) جدید ہے دیکھ لو اور اس عالم کو کہ ظاہر ہے اور پوشیدہ ہے مطلب یہ کہ وہ عالم اس اعتبار سے کہ اصل وجود اسی کا ہے ظاہر ہے اور ہمارے اعتبار سے پوشیدہ ہے یعنی عالم غیب کو دیکھنا نصیب ہو اور اس کے برکات اور فیوض تم پر فائض ہوں۔

شرح حبیبی

یوسف حسنے تو این الخ: اچھا اب ہم تجھ کو دوسرے عنوانوں سے سمجھاتے ہیں تو یوسف حسن اور مصداق لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ہے اور یہ عالم تیرے لئے بمنزلہ کنویں کے ہے اور جس طرح یوسف علیہ السلام کے لئے کنویں میں رسی لٹکائی گئی تھی تیرے لئے بھی امر حق سبحانہ پر صبر کرنے اور اس طرح تحمل کرنے کی ناگواری کو برداشت کرنے کی رسی لٹکائی گئی ہے۔ پس اے یوسف تو اسی رسی کو پکڑ لے اور اس سے غافل نہ ہو کہ بے وقت ہوگی ہے۔ خدا کا بہت بڑا شکر ہے کہ اس نے یہ رسی لٹکا دی اور وصول کا ایک طریق مقرر کر دیا اور اپنی فضل و رحمت دونوں کو جمع کر دیا (اس کا رحمت ہونا تو ظاہر ہے اور فضل اس لئے کہ بلا استحقاق اور بلا معاوضہ ہے) پس تو اس رسی کو پکڑ کے اس کنویں سے نکل جا باہر نکل کر تو بارگاہ حق سبحانہ کا نظارہ کرے گا اور تجھے وہ دنیا عالم نظر آئے گا جو انوار و تجلیات حق سبحانہ سے جگ مگ کر رہا ہے اور جہاں ظلمت کا نام نہیں جس کو اس عالم اجسام کے مقابلہ میں عالم جان کہنا چاہئے اور جسکی یہ شان ہے کہ جو اہل بصیرت کے لئے نہایت واضح اور غیر اہل بصیرت کے لئے نہایت بے نشان ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبیری

ایں جہاں نیست چوں غستاں شدہ	وآنجہاں ہست بس پنہاں شدہ
معدوم جہان موجودات کی طرح ہوگیا ہے	وہ موجودہ جہان بہت پوشیدہ ہوگیا ہے

این جہان الخ۔ یعنی یہ جہان نیست تو مانند باغ کے ہورہا ہے اور وہ جہاں جو کہ (اصل میں) ہست ہے پوشیدہ ہورہا ہے۔ مطلب یہ کہ دنیا میں بظاہر نقش ونگار معلوم ہوتے ہیں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہستی بس اسی کی ہے اور جو جہاں کہ فی الواقع ہست ہے وہ پوشیدہ ہورہا ہے اور اس کو کوئی بھی نہیں دیکھتا۔ آگے اس کی مثال دیتے ہیں کہ

خاک بر بادست و بازی می کند	کژ نمائی پردہ سازی می کند
ہوا پر گرد ہے اور وہ ناچ رہی ہے	غلط نمائش اور پردہ پوشی کر رہی ہے

خاک بر بادست الخ۔ یعنی خاک ہوا پر ہے اور کھیل کرتی ہے اور کج نمائی اور پردہ سازی کرتی ہے مطلب کہ دیکھو جس طرح خاک جب ہوا پر اڑتی ہے جس کو بگولا کہتے ہیں تو خوب کھیل کرتی ہے اور بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ حرکت خاک ہی کی ہے مگر اصل میں دیکھو تو وہ حرکت ہوا کی ہے اور خاک محض تابع ہے اور اس پوشیدہ کا پردہ ہے پس جو شخص کہ صرف ظاہر بین ہے وہ تو اس خاک کو ہی دیکھ رہا ہے مگر حقیقت بین آنکھ یہی جانتی ہے کہ یہ حرکت ہوا ہی کی ہے۔

خاک ہمچوں آلتے در دست باد	باد را داں عالی و عالی نژاد
ہوا کے ہاتھ میں گرد ایک آلہ کی طرح ہے	ہوا کو برتر اور برتر اصل والا سمجھ

خاک ہمچون الخ۔ یعنی خاک ہوا کے ہاتھ میں مانند ایک آلہ کے ہے اور ہوا کو عالی اور عالی اصل جانو پس اسی طرح یہ عالم ظاہر عالم غیب کے سامنے مثل ایک آلہ کے ہے جس طرح چاہے وہ اس میں تصرف کرے۔ اس لئے کہ وہ اصل ہے اور یہ فرع ہے۔

چشم خاکی را بخاک افتد نظر	باد بیں چشمے بود نوع دگر
مٹی کی آنکھ کی گرد پر نظر پڑتی ہے	ہوا دیکھنے والی آنکھ دوسری قسم کی ہوتی ہے

چشم خاکی الخ۔ یعنی چشم خاکی کی نظر تو خاک ہی پر پڑتی ہے اور ہوا کو دیکھنے والی آنکھ تو اور ہی قسم کی ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ اس چشم ظاہر کی نگاہ تو اس عالم ظاہر ہی پر پڑے گی اور اس عالم غیب کو دیکھنے والی تو ایک اور ہی نگاہ ہوتی ہے اور وہ چشم حقیقت بین ہوتی ہے۔

اینکہ برکارست بیکارست و پوست	وانکہ پنہاں ست مغز و اصل اوست
یہ جو (جہان) کام میں لگا ہے وہ بیکار اور چھلکا ہے	وہ جو پوشیدہ ہے مغز اور اصل ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اینکہ برکارست الخ۔ یعنی جو کہ (بظاہر) کام پر ہے وہ تو بیکار ہے اور پوست ہے اور جو کہ پوشیدہ ہے وہ مغز اور اصل ہے مطلب یہ کہ عالم ظاہر جو کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہی کام کی شے ہے حقیقت میں بالکل بیکار ہے اور ایک پوست ہے اور جو کہ پوشیدہ ہے اصل میں وہ مغز ہے اور اصل وہی ہے اور وہی عالم غیب ہے لہٰذا اس کو حاصل کرنا ضروری ہوا۔ آگے ایک مثال دیتے ہیں کہ

اسپ داند اسپ را کوہست یار	ہم سوارے داند احوال سوار
گھوڑے کو گھوڑا جانتا ہے کیونکہ وہ دوست ہے	سوار بھی سوار کے احوال کو جانتا ہے

اسپ داند الخ۔ یعنی گھوڑا گھوڑے کو جانتا ہے اس لئے کہ وہ اس کا ہم جنس ہے اور سوار سوار کے احوال کو جانتا ہے۔ مطلب یہ کہ ہر چیز اپنے مجانس کو جانتی اور پہچانتی ہے الجنس یمیل الی الجنس۔

چشم حس اسپ ست ونور حق سوار	بے سوار ایں اسپ خود ناید بکار
ظاہری آنکھ گھوڑا ہے اللہ کا نور سوار ہے	سوار کے بغیر یہ گھوڑا اچھا کام میں نہیں آتا ہے

چشم حس الخ۔ یعنی چشم حس تو گھوڑے کی طرح ہے اور حق تعالیٰ کا نور سوار کی طرح۔ تو بے سوار کے یہ گھوڑا بھی کام میں نہ آئے گا۔ بس بے نور حق کے یہ آنکھ ظاہری بھی بیکار اور فضول ہے۔

پس ادب کن اسپ را از خوئے بد	ورنہ پیش شاہ باشد اسپ رد
تو گھوڑے کو بری عادت سے (چھڑا کر) مؤدب بنا	ورنہ شاہ کے سامنے گھوڑا مردود ہو گا

پس ادب الخ۔ یعنی پس بری خصلتوں سے گھوڑے کو سدھاؤ ورنہ بادشاہ کے سامنے گھوڑا رد ہو جائے گا۔ مطلب یہ کہ اس جسم ظاہری کی بھی تربیت وتعلیم کی ضرورت ہے ورنہ حق تعالیٰ کے سامنے یہ بھی مقبول نہ ہو گا اس لئے کہ اگر جسم ظاہر کی تربیت نہ کی تو پھر تو باطن بھی کام نہیں دے سکتا اس لئے کہ باطن کے لئے ظاہر تو مثل آلہ کے ہے تو اگر آلہ ہی خراب ہو گا تو صناع کیا کام کر سکتا ہے آگے اس کو ایک اور مثال دیتے ہیں کہ

چشم اسپ از چشم شہ رہبر بود	چشم او بے چشم شہ مضطر بود
گھوڑے کی آنکھ شاہ کی آنکھ کی وجہ سے رہبر ہوتی ہے	اس کی آنکھ شاہ کی آنکھ کے بغیر معذور ہے

چشم اسپ الخ۔ یعنی گھوڑے کی آنکھ کی بادشاہ کی آنکھ رہبر ہوتی ہے اور اس کی آنکھ بے بادشاہ کی آنکھ کے بے قرار ہوتی ہے مطلب یہ کہ دیکھو جس طرح گھوڑے کی بھی آنکھیں ہوتی ہیں اور سوار کی بھی ہوتی ہیں مگر گھوڑے کی آنکھ بادشاہ کے آنکھ کے بالکل تابع ہوتی ہے اور اول سوار راستہ کو دیکھ لیتا ہے اس کے بعد گھوڑے کو ادھر ہی لے جاتا ہے مگر جو گھوڑا کہ اندھا ہو اس کو اگر چشم شاہ بھی رہبر ہو تب بھی وہ راستہ طے نہیں کر سکتا لہٰذا اس کی آنکھ کی بھی ضرورت ہے مگر جو اس کی ہی دیکھی شے پر چھوڑا جائے گا تو وہ تو راستہ ہرگز نہ چلے گا بلکہ وہ تو چرنا شروع کر دے گا اسی کو فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

چشم اسپاں جز گیاہ و جز چرا	ہر کجا خوانی بگوید نے چرا
گھوڑوں کی آنکھ کو گھاس اور چراگاہ کے سوا	جہاں تو بلائے گا وہ کہے گی نہیں' کس لئے؟

چشم اسپان الخ۔ یعنی گھوڑوں کی تو نگاہ سوائے گھاس اور چراگاہ کے کہیں نہیں ہے اور جہاں کہیں تم بلاؤ گے وہ کہے گا کہ نہیں اور کیوں۔ مطلب یہ کہ اگر گھوڑے کو چلنے کی عادت نہ ہو تو اگر تم اس کو سواری میں لے جانا چاہو گے تو وہ انکار کرے گا۔ پس اس طرح اگر راستہ کو قطع کرنے والے تو انسان میں حواس باطن ہی ہیں مگر چشم ظاہری کی درستی اور اصلاح کی بھی ضرورت ہے اور اس کو بھی مجاہدات و ریاضات کا عادی رکھنا چاہیے۔ ورنہ اگر بجنسہٖ اس کو اس کی خواہشات کے موافق چھوڑ دیا جائے اور اس سے کام نہ لیا تو پھر یہ ہرگز کام نہ دے گا اور پھر سخت مشکل ہوگی آگے فرماتے ہیں۔

نور حق بر نور حس راکب شود	وانگہے جاں سوئے حق راغب شود
حسی نور پر اللہ کا نور سوار ہوتا ہے	تب جان اللہ (تعالیٰ) کی جانب راغب ہوتی ہے

نور حق الخ۔ یعنی نور حق نور حسی پر سوار ہو جاتا ہے تو اس وقت جان حق تعالیٰ کی طرف راغب ہوتی ہے مطلب یہ کہ جب اخلاق حمیدہ ذمیمہ پر غالب ہو جاتے ہیں اس سے توجہ تام الی الحق ہوتی ہے۔

اسپ بے راکب چہ داند رسم وراہ	شاہ باید تا بداند شاہراہ
گھوڑا سوار کے بغیر رسم و راہ کو کیا جانے؟	شاہ چاہیے تاکہ وہ شاہراہ کو سمجھے

اسپ بے راکب الخ۔ یعنی گھوڑا بے سوار کے راستہ اور نشان کو کیا جان سکتا ہے۔ بادشاہ کی ضرورت ہے تاکہ گھوڑا سڑک کو جانے۔ مطلب یہ کہ جسم ظاہر توجہ بحق اور اعمال صالحہ کو کیا جان سکتا ہے جب تک کہ باطن کے اندر نور نہ ہو پس ان سب باتوں سے معلوم ہو گیا کہ نور حسی کی تلاش کی ضرورت ہے اور اس کو حاصل کرنا چاہیے لہٰذا آگے اس کے حصول کا طریقہ بتاتے ہیں کہ

سوئے حسے رو کہ نورش راکب ست	حس را آں نور نیکو صاحب ست
اس حس کی جانب جا جس پر نور سوار ہے	حس کے لئے وہ نور بہتر ساتھی ہے

سوئے حسن الخ۔ یعنی نور حسن کی طرف جا کہ جس کا نور راکب ہو اور جس کے لئے وہ نور اچھا ساتھی ہو۔ مطلب یہ کہ اس نور باطن کی تحصیل کے لئے اس شخص کے پاس جاؤ کہ جس کی شہوات پر نور حق غالب ہو چکا ہے اور وہ مرشد کامل ہے پس مولانا مرشد کے پاس جانے کی ترغیب دے رہے ہیں۔

نور حس را نور حق تزئیں بود	معنے نور علیٰ نور ایں بود
حسی نور کے لئے اللہ کا نور باعث زینت ہے	نور بالائے نور کے یہی معنی ہیں

نور حسن الخ۔ یعنی نور حسی کے لئے نور حق سبب تزئین ہوتا ہے اور نور علی نور کے یہی معنے ہوتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اس نور ظاہر کیساتھ جب نورِ باطن مل جاتا ہے تو پھر مصداق نور علی نور کا ہو جاتا ہے اور یہ نور ظاہر مزین ہو جاتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے اور اس میں بھی برکت وانوار کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔

نور حسی می کشد سوئے ثریٰ	نور حقش می برد سوئے علیٰ
حسی نور مٹی کی طرف کھینچتا ہے	اللہ (تعالیٰ) کا نور اس کو بلندی کی طرف لے جاتا ہے

نور حسی الخ۔ یعنی نور حسی تو اسفل کی طرف کھینچتا ہے اور نور حق اس (طالب) کو بلندی کی طرف لے جاتا ہے مطلب یہ کہ حواس ظاہری تو اسفل اور ادنیٰ کی طرف متوجہ کرتے ہیں اور اس عالم سفلی میں لگا دیتے ہیں اور نور حق عالم بالا اور مراقب بلند کی طرف لے جاتا ہے آگے اس کی وجہ بتاتے ہیں کہ

زانکہ محسوسات دوں تر عالمے ست	نور حق دریا و حس چوں شبنمے ست
کیونکہ (عالم) محسوسات نچلے درجہ کا عالم ہے	دریا اور حس شبنم کی طرح ہے
لیک پیدا نیست آں راکب برو	جز بہ آثار و بہ گفتار نکو
لیکن وہ سوار (نور حق) اس (نور چشم) پر نظر نہیں آتا ہے	سوائے اچھی نشانیوں اور اچھی گفتگو کے

زانکہ محسوسات الخ۔ یعنی اس لئے کہ محسوسات تو کمترین عالم ہیں اور نور حق دریا ہے اور حس مثل شبنم کے ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ محسوسات خود عالم سفلی میں ہیں اس لئے کہ ادنیٰ اور اسفل کی طرف متوجہ کرتے ہیں اور نور حق وحواس ظاہر کی ایسی مثال ہے کہ جیسے دریا اور شبنم ہوتا ہے کہ دریا کو شبنم سے کیا نسبت ہے۔ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا + اس طرح عالم غیب کو اور نور باطن کو حواس ظاہری اور عالم مادیات سے کچھ نسبت نہیں ہے کہاں یہ اور کہاں وہ۔ نور باطن عالی اور یہ اسفل تو بس عالی ہی کو حاصل کرنا ضروری ہے اب یہاں کسی ظاہر بین کو یہ شبہ ہوتا تھا کہ تم جو کہتے ہو کہ نور حق نور حس پر راکب ہوتا ہے تو ہم نے تو کسی پر نور حق کو کہیں راکب نہیں دیکھا اس لئے آگے بطور دفع دخل مقدر کے فرماتے ہیں کہ

لیک پیدا الخ۔ یعنی لیکن وہ راکب ظاہر نہیں ہے بجز آثار اور اچھی باتوں کے۔ مطلب یہ کہ وہ نور بے شک غالب اور راکب ہے مگر وہ ہم کو حسا نظر نہیں آسکتا ہاں آثار سے اور اس کی عمدہ عمدہ باتوں اور حقائق و معارف کے بیان کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص پر نور باطن غالب ہو گیا ہے اور اس نور کا نظر نہ آنا کچھ مستبعد بھی ہے بلکہ محسوسات میں بھی اس کی نظیر موجود ہے اسی کو آگے بیان فرماتے ہیں کہ

نور حسی کو غلیظ ست و گراں	ہست پنہاں در سواد دیدگاں
حسی نور جو کہ کثیف اور بھاری ہے	وہ (بھی) آنکھوں کی سیاہی میں چھپا ہوا ہے

نور حسی الخ۔ یعنی نور حسی جو کہ غلیظ اور بھاری ہے آنکھوں کی سیاہی میں پوشیدہ ہے یعنی اس چشم ظاہر میں جو نور ہے وہ بھی تو آخر اس مردمک چشم کے اندر پوشیدہ ہے اور وہ بھی تو نظر نہیں آتا بلکہ یہ مردمک اور سیاہی ہی نظر آتی ہے۔

چونکہ نور حس نمی بینی بہ چشم	چوں بہ بینی نور آں غیبی بچشم
جبکہ حسی نور کو بھی تو آنکھ سے نہیں دیکھتا ہے	تو اس غیبی نور کو آنکھ سے کیسے دیکھ لے گا؟

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ نور حسن الخ۔ یعنی جبکہ نور حس کو تم آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے تو اس دین والے کا نور اس آنکھ سے کس طرح دیکھ سکتے ہو۔ مطلب یہ کہ جب تم کو اس چشم ظاہری کا نور جو کہ ممکن اور حادث اور محسوس ہے نظر نہیں آتا پھر اس نور حقیقی لم یزل واجب کو کس طرح دیکھ سکتے ہو۔ بس وہ ایک نور پوشیدہ ہے جو کہ باطن پر متجلی ہوتا ہے اور اس کو بھی اپنا ہی جیسا بنا دیتا ہے۔

نور حس با آں غلیظی مختفی ست	چوں خفی نبود ضیائے کاں صفی ست
حسی نور باوجود کثافت کے پوشیدہ ہے	تو وہ روشنی جو شفاف ہے پوشیدہ کیسے نہ ہوگی؟

نور حس الخ۔ یعنی نور حسی باوجود اس قدر غلاظت کے مخفی ہے اور وہ نور جو کہ برگزیدہ ہے کس طرح مخفی نہ ہوگا۔ مطلب ظاہر ہے۔

شرح حبیبی

این جہان نیست: یہ جہان عالم شہادت جو بمنزلہ موجود کے ہو گیا ہے لانہ ظاہر محسوس مشاہد اور وہ جہان یعنی عالم غیب جو فی الحقیقت ہست ہے پوشیدہ ہو گیا ہے اس لئے بمنزلہ معدوم کے سمجھا جاتا ہے اور ایسی صورت پیدا ہو گئی ہے جیسے خاک ہوا سے اڑ جائے اور حرکت کرنے لگے اس لئے دیکھنے والوں کی نظروں کو مغالطہ میں ڈالے کہ وہ سمجھیں کہ وہ صرف خاک ہی ہے اور اس طرح ہوا کے لئے پردہ بن جائے حالانکہ اصل میں ہوا ہی ہے جو کچھ ہے وہی اسے نچا رہی ہے مگر دیکھنے والے اس کو تو دیکھتے نہیں صرف خاک کو دیکھتے ہیں اس طرح عالم شہادت میں عالم غیب ہی متصرف ہے مگر محسوس یہ ہوتا ہے کہ عالم شہادت ہی ہے اور عالم غیب کچھ نہیں اور جس طرح ہوا ایک نہایت شریف چیز ہے اور اک جو ایک حسین شے ہے اس کے ہاتھ میں بمنزلہ آلہ کے ہے کہ جس طرح چاہتی ہے اس کو گھماتی ہے۔ مگر با اینہمہ محسوس نہیں ہوتی اور محسوس وہ جسم خسیس ہی ہے یوں ہی عالم غیب نہایت عالی مرتبہ ہے جس کے قبضہ میں عالم شہادت جو ایک خسیس شے ہے بمنزلہ آلہ کے ہے اور ہوا اس کو جس طرح چاہتا ہے گھماتا ہے مگر با اینہمہ محسوس نہیں ہوتا اور محسوس یہ عالم خسیس ہی ہے با اینہمہ ہوا اور عالم غیب بالکل غیر محسوس نہیں مگر چشم حس خاکی اس کو نہیں دیکھ سکتی چشم خاکی تو خاک اور عالم شہادت ہی کو دیکھتی ہے باد اور عالم غیب دوسری قسم کی آنکھ چشم قلب سے دکھلائی دیتے ہیں لہٰذا ان کے لئے دوسری آنکھ کی ضرورت ہے۔ پس حاصل یہ ہے کہ جو چیزیں کام کرتی معلوم ہوتی ہیں وہ حقیقت میں خاک کی طرح بیکار اور محض پوست ہیں اور جو پوشیدہ ہے یعنی حق سبحانہ وہ ہوا کی طرح منفرد اور ان کی اصل ہے جس کے ذریعہ سے وہ کام کر رہی ہیں رہی یہ بات کہ جس طرح یہ اشیاء کام کرتی ہوئی دکھلائی دیتی ہیں وہ کیوں نہیں دکھلائی دیتا اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر شے اپنے مناسب کو جانتی ہے مثلاً گھوڑا گھوڑے کو جانتا ہے کہ وہ اس کی جنس ہے سوار سوار کو جانتا ہے کہ وہ اس کی جنس ہے پس اس طرح چشم حس بمنزلہ گھوڑے کے ہے اور نور حق بمنزلہ سوار کے لہٰذا چشم حس اپنے مجانس محسوسات کو دیکھتی ہے اور نور حق سبحانہ حق سبحانہ کو دیکھتا ہے اب ہم تجھے نصیحت کرتے ہیں کہ سوار کے بدوں گھوڑا کسی کام کا نہیں ہوتا اور جب تک وہ سواری کے قابل نہ ہو بادشاہ کے یہاں مقبول اور بادشاہ کی سواری کے قابل نہیں ہوتا۔ پس تو اس

www.besturdubooks.wordpress.com

گھوڑے کو سدھا اور اس کی عادت حرونی و سرکشی چھوڑ اور مجاہدات سے اس کو شائستہ کرتا کہ نور حق کی سواری کے قابل ہو اور وہ اس پر سوار ہو کر مقصود یعنی بحق سبحانہ کی طرف راہ نمائی کرے کیونکہ گھوڑے کی آنکھ رہبر نہیں بلکہ چشم شہ ہی اس کی رہنمائی کرتی ہے اور چشم شہ ہی کی برکت وہ شاہراہ مقصود پر چلتا ہے اگر بادشاہ کی آنکھ نہ ہو تو گھوڑے کی آنکھ مضطر اور پریشان ہوگی کبھی اس طرف کی جائے گی اور کبھی اس طرح اور وہ منزل مقصود سے بھٹک جائے گا۔ کیونہ گھوڑوں کی آنکھ کو سوائے گھاس اور چارہ کے جس طرف تو بلائے گا کبھی اطاعت نہ کرے گی اور حیل و حجت کرے گی بس جب نور حق نور حس پر سوار ہوتا ہے تب ہی جان حق سبحانہ کی طرف راغب ہوتی ہے ورنہ گھوڑا بدون سوار کے چلنے کی روش اور راہ منزل مقصود کیا جانے اس کے سیدھی سڑک کو جاننے کے لئے ضرورت ہے شاہ سوار کی پس تو اس حس کی طرف جا جس کا نور حق سوار ہے یعنی اس حس کو طلب کر کیونکہ نور حق حس کے لئے بہتر ساتھی ہے اور نور حس نور حق سے مزین ہو یہی معنے ہیں نور علیٰ نور کے پس تم نور حق سبحانہ ضرور حاصل کرو اور نور حس پر اکتفا نہ کرو نور حس تو آدمی کو پستی کی طرف کھینچتا ہے اور نور حق اس کو بلندی کی جانب لے جاتا ہے اور حق سبحانہ کے مشاہدہ سے بہرہ اندوز کرتا ہے اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ نور حس پستی کی طرف لے جاتا ہے اور نور حق بلندی کی جانب اس کی وجہ یہ ہے کہ نور حس محسوسات کی طرف لے جاتا ہے اور عالم محسوسات پست ترین و حقیر ترین عالم ہے اور نور حق عالم غیب کی طرف عالم غیب اشرف ترین و اعلیٰ ترین عالم ہے لہٰذا نور حق ایک دریا ہے اور نور حس اس کے مقابلہ میں شبنم کی طرح بے حقیقت یہ کچھ ہے کہ نور حس مرکب ہے اور نور حق راکب۔ مگر یہ سوار اس پر معلوم نہیں ہوتا اور دکھلائی نہیں دیتا بلکہ صرف آثار محمودہ اور گفتار حس سے پتہ چلتا ہے کہ نور حسن پر نور حق سوار ہے اور باوجود سوار ہونے کے دکھلائی نہ دینا کچھ تعجب خیز بات نہیں خود نور حس بن کر دیکھ لو باوجود یہ کہ یہ نو اس نور کے مقابلہ میں کثیف اور بھاری ہے لیکن آنکھوں کی سیاہی میں پوشیدہ ہے اور دکھلائی نہیں دیتا پس جب کہ نور حس بااینہمہ کثافت و گرانی آنکھ سے دکھلائی نہیں دیتا تو اس پوشیدہ حق سبحانہ کا نو کیونکر دکھلائی دے سکتا ہے اور جبکہ نور چشم بااینہمہ غلظت نظروں سے پوشیدہ ہے تو وہ برگزیدہ اور کثافت سے منزہ و مصفیٰ ضیاء کیونکر مخفی نہ ہوگی۔

شرح شبیری

ایں جہاں چوں خس بدست بادِ غیب	عاجزی پیشہ گرفت از دادِ غیب
یہ جہان غیبی ہوا کے ہاتھ میں تنکے کی طرح ہے	اس نے (عالم) غیب کی مہربانی سے عاجزی کا پیشہ اختیار کر لیا ہے

این جہان الخ۔ یعنی یہ جہان جو کہ خس کی طرح ہے غیب کے ہوا کے ہاتھ میں ہے اور اس کے غیب کی عطا سے عاجزی کا پیشہ اختیار کر لیا ہے مطلب یہ کہ یہ جہان ظاہری عالم غیب کے بالکل تابع اور وہ اصل ہے۔

گہ بلندش می کند گاہیش پست	گہ درستش می کند گاہے شکست
وہ (ہوا) اس کو کبھی اونچا کرتی ہے کبھی نیچا	کبھی اس کو درست کر دیتی ہے کبھی شکستہ

www.besturdubooks.wordpress.com

گہ بہ بحرش الخ۔ یعنی کبھی اس کو دریا میں لے جاتا ہے اور کبھی خشکی میں اور کبھی اس کو خشک کر دیتا ہے اور کبھی تر کر دیتا ہے مطلب یہ کہ وہ عالم غیب اور قضاء قدر اس عالم ظاہر وفانی کو جس طرح چاہتا ہے بدل دیتا ہے اور اس کے ہاتھ میں بالکل کالمیت فی ید الغسال ہے۔

گہ یمینش می برد گاہے یسار	گہ گلستانش کند گاہیش خار
کبھی اس کو دائیں جانب لے جاتی ہے کبھی بائیں جانب	کبھی اس کو چمن بنا دیتی ہے کبھی کانٹا

دست پنہاں الخ۔ یعنی ہاتھ تو پوشیدہ ہے اور قلم کو دیکھو خط کا ادا کرنیوالا ہے اور گھوڑا تو جولانی میں ہے اور سوار مخفی ہے مطلب یہ کہ آثار وافعال عالم غیب کے تو ظاہر ہیں مگر وہ ہاتھ کہ جس کے تصرف میں یہ سب افعال ہیں اور وہ جس طرح چاہتا ہے ردوبدل کرتا ہے پوشیدہ ہے یعنی حق تعالیٰ کہ تمام افعال وآثار مخلوق حق ہیں مگر حق تعالیٰ کو دنیا میں جہاں کہ یہ آثار مرتب ہورہے ہیں کوئی نہیں دیکھ سکتا جیسا کہ ظاہر ہے

گہ بہ بحرش می بردگاہیش بر	گاہ خشکش می کند گاہیش تر
کبھی اس کو سمندر میں لے جاتی ہے کبھی خشکی میں	کبھی اس کو خشک کر دیتی ہے کبھی تر

گہ بلندش الخ۔ یعنی کبھی اس کو بلند کر دیتا ہے اور کبھی پست اور کبھی اس کو جوڑ دیتا ہے اور کبھی توڑ دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ وہ ذات کہ جس کی قدرت سے یہ افعال وآثار پیدا ہوتے ہیں بالکل پوشیدہ ہے اور اس کے دست قدرت میں کل جہان اس طرح ہے کہ جو چاہتا ہے اس میں تصرف کرتا ہے۔

دست پنہان وقلم بیں خط گذار	اسپ در جولان و ناپیدا سوار
ہاتھ پوشیدہ ہے اور قلم کو خط کھینچنے والا دیکھ	گھوڑا دوڑ میں ہے اور سوار ظاہر نہیں ہے

گہ یمینش الخ۔ یعنی کبھی اس کو داہنی طرف لے جاتا ہے اور کبھی بائیں اور کبھی اس کو گلستان کر دیتا ہے اور کبھی خار۔ مطلب یہ کہ جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے آگے ایک اور مثال دیتے ہیں کہ

تیر پراں بین و ناپیدا کمان	جانہا پیدا و پنہاں جان جان
تیر کو اڑتا ہوا دیکھ اور کمان ظاہر نہیں ہے	جانیں ظاہر ہیں اور جانوں کی جان پوشیدہ ہے

تیر پراں الخ۔ یعنی تیر تو اڑ رہا ہے اور کمان پوشیدہ ہے اور جانیں ظاہر ہیں اور جان جان مخفی ہے۔ مطلب یہ کہ آثار وافعال تو صادر ہوتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں مگر وہ ذات حق تعالیٰ کہ جس سے کہ یہ صدور ہورہا ہے پوشیدہ ہے اور کسی کو دنیا میں ان حواس ظاہری سے اس کا ادراک نہیں ہو سکتا مگر جو کچھ بھی آثار وافعال ہیں وہ یقیناً اسی طرف سے ہیں لہٰذا جو حالت بھی ہو خواہ راحت یا تکلیف گا گوارا یا ناگوار سب پر راضی رہنا اور سر تسلیم خم کرنا ضروری ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

تیر را مشکن کہ ایں تیر شہی ست	نیست پرتابی ز شست آگہی ست
تیر کو نہ توڑ کیونکہ یہ شاہی تیر ہے	اٹکل پچو نہیں ہے واقفیت کے نشانہ سے ہے

تیر را الخ۔ یعنی تیر کومت توڑ کہ یہ تیر شاہی ہے اور یہ اناڑی پن سے نہیں ہے بلکہ خبرداری کے نشانہ سے ہے مطلب یہ کہ جو حالت بھی ہو اس پر راضی رہنا چاہیے اور یہ سمجھنا چاہیے کہ جو کچھ بھی ہے اس ذات وحدہ لاشریک کی طرف سے ہے اور وہ عالم الغیب اور رحیم باحوال العباد ہیں تو وہ جو کچھ بھی بندہ کے لئے کریں وہ مناسب اور مفید ہی ہوگا پس اس پر راضی رہنا ضروری ہے اگرچہ وہ بظاہر کسی اور ہی جانب سے معلوم ہوں مگر وہ دراصل ہی طرف سے ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

مارمیت اذ رمیت گفت حق	کار حق بر کارہا دارد سبق
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا	اللہ (تعالیٰ) کا فعل (بندوں کے) کاموں پر سبقت رکھتا ہے

مارمیت الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے مارمیت اذ رمیت فرمایا ہے اور حق تعالیٰ کے کام سب کاموں پر سبق رکھتے ہیں۔ مطلب یہ کہ دیکھو قرآن شریف میں ہے کہ مارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی (ترجمہ جب آپ نے رمی کی تو وہ اور اصل) آپ نے نہیں کی بلکہ اللہ نے رمی کی) تو دیکھو بظاہر تو معلوم ہوتا تھا کہ رمی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوئی ہے مگر اصل میں اس رمی کو بھی حق تعالیٰ اپنی ہی طرف منسوب فرماتے ہیں لہٰذا خوب سمجھ لو کہ جو کچھ ہے اسی طرف سے ہے اور جو کچھ اس طرف سے ہوگا وہ مفید ہی ہوگا اس لئے اس سے ناراض مت ہو بلکہ اپنی اس ناراضگی اور غصہ ہی کو ختم کر دو کہ اس کی وجہ سے تم کو وہ مفید مضر معلوم ہو رہا ہے اس کو فرماتے ہیں کہ

خشم خود بشکن تو مشکن تیر را	چشم خشمت خوں شمارد شیر را
اپنے غصہ کو ختم کر دے تو تیر کو نہ توڑ	تیرے غصہ کی آنکھ دودھ کو خون سمجھتی ہے

خشم الخ۔ یعنی اپنے غصہ ہی کو توڑ اور اس تیر کومت توڑ تیرے غصہ کی آنکھ دودھ کو خون دکھا رہی ہے۔ مطلب یہ کہ اپنی اس وقت غضب وشہوت کا خاتمہ کر اور اس کو زائل کر اور اس حالت سے جو کہ حق تعالیٰ کی طرف سے پہنچی ہے ناراض مت ہو کہ وہ اصل میں تو مفید اور مثل دودھ ہے مگر تم کو مضر اور مثل خون کے ناپاک نظر آتی ہے لہٰذا اس پر راضی رہو اور اس طرح حق تعالیٰ کے سامنے چلے جاؤ اور تفویض محض اپنا شعار کرو اسی کو فرماتے ہیں کہ

بوسہ دہ بر تیر و پیش شاہ بر	تر خوں آلودہ از خون تو تر
تیر کو چوم لے اور بادشاہ کے سامنے لے جا	خون آلود تیر جو تیرے خون سے تر ہو

بوسہ دہ الخ۔ یعنی تیر کو بوسہ دو اور بادشاہ کے پاس لے جاؤ کہ وہ تیر تمہارے خون سے تر اور بھرا ہوا۔ مطلب یہ کہ اس حالت پر جس پر حق تعالیٰ نے رکھا ہے راضی رہو اور اگرچہ وہ تم کو بظاہر مضر ہی ہو مگر اس کو اس طرح لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوئے حاضر ہو جاؤ۔ پھر حق تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کے الطاف تم پر نازل ہونگے آگے فرماتے ہیں کہ

انچہ پیدا عاجز و بستہ زبوں	وانچہ ناپیدا چنیں تند و حروں
جو ظاہر ہے وہ عاجز اور بندھا ہوا اور کمزور ہے	جو پوشیدہ ہے وہ ایسا تند اور زور آور ہے

آنچہ پیدا الخ۔ یعنی جو کچھ کہ ظاہر ہے وہ تو عاجز اور پست اور کمزور ہے اور جو کہ پوشیدہ ہے وہ ایسا تند اور زور آور ہے مطلب یہ کہ یہ عالم دنیا جو کہ ظاہر ہے اور ظہور کا مقتضا یہ تھا کہ زور آور ہوتا مگر ضعیف اور کمزور ہے اور جو مخفی ہے اس کے آثار وافعال بھی مخفی ہوتے ہیں او وہ ضعیف وکمزور ہوتا مگر وہی زور آور ہے پس اسی کو طلب کرنا اور اسی سے دل لگانا ضروری ہے پھر فرماتے ہیں کہ

ماشکاریم ایں چنیں دامے کراست	گوی چوگانیم وچوگانے کجاست
ہم شکار ہیں، ایسا جال کس کا ہے؟	ہم بلے کی گیند ہیں اور بلا کہاں ہے؟

ماشکاریم الخ۔ یعنی کہ ہم تو شکار ہیں ایسا جال کس کا ہے اور ہم ایک بلہ کے گیند ہیں تو وہ بلے والا کہاں ہے مطلب یہ کہ ہم تو کسی ایک قدرت والے کے اختیار میں ہیں تو اس باقدرت واختیار کو ڈھونڈنا ضروری ہے اور اسی سے علاقہ رکھنا ضروری ہے۔

می درد می دوزد ایں خیاط کو	می دمد می سوزد ایں نفاط کو
پھاڑتا ہے سیتا ہے، یہ درزی کون ہے؟	پھونکتا ہے جلاتا ہے یہ مشعلچی کون ہے؟

می درد الخ۔ یعنی جو کہ پھاڑتا ہے پھر سیتا ہے یہ درزی کون ہے اور جو کہ پھونکتا ہے اور جلاتا ہے وہ نفاط کون ہے نفاط وہ جو کہ مشعل پر تیل ڈالے تاکہ خوب جلے مطلب یہ کہ وہ ذات جو کہ ہمارے اندر جس طرح چاہتی ہے تصرف کرتی ہے وہ کہاں ہے اس کی تلاش اور طلب ضروری ہے اس کی تو یہ شان ہے کہ

ساعتے کافر کند صدیق را	ساعتے زاہد کند زندیق را
کبھی تصدیق کرنے والے کو کافر بناتا ہے	کبھی بے دین کو زاہد بناتا ہے

ساعتے الخ۔ یعنی ایک گھڑی میں صدیق کو کافر کردے اور ایک گھڑی میں زندیق کو زاہد کردے پس جب کہ ہم اس کے بالکل قبضۂ قدرت میں ہیں تو اس سے ہرگز بے خوف نہ رہنا چاہیے بلکہ ہر وقت اس سے پناہ مانگنا اور ڈرنا ضروری ہے اور اسی لئے جو مومن کامل ہوتا ہے وہ ہر وقت خطرہ میں رہتا ہے اور کسی وقت گرفت سے مامون نہیں ہوتا۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ

زانکہ مخلص در خطر باشد مدام	تاز خودخالص نگردد او تمام
(اپنے آپ کو) خالص بنانے والا ہمیشہ خطرے میں ہوتا ہے	جب تک کہ وہ خودی سے پورا خالص نہ ہو جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

زانکہ الخ۔ یعنی اسی لئے مخلص (بکسر اللام) ہمیشہ خطرہ میں رہتا ہے جب تک کہ اپنے سے پوری طرح خالص نہ ہو جائے۔ مطلب یہ کہ جو مخلص اور مومن ہوتا ہے چونکہ وہ اپنے کو بالکل قبضہ قدرت میں سمجھتا ہے اس لئے ہمیشہ خوف میں رہتا ہے جب تک کہ اپنی خودی سے بالکل خالص نہ ہو جائے اور یہ بات بعد موت کے حاصل ہوتی ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ جو مومن کامل ہوتے ہیں وہ ہمیشہ خوف ورجا کی حالت میں رہتے ہیں یہاں تک کہ ان کو موت آ جاتی ہے اور اس وقت پوری حالت معلوم کر کے جب ان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ ہم ناجی ہیں تب ان کو اطمینان ہوتا ہے آگے اس خائف ہونے کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ

زانکہ در راہست و رہزن بیحدست	او رہد کو در امان ایزد ست
چونکہ وہ راستہ میں ہے اور ڈاکو بہت ہیں	نجات وہی پائے گا جو خدا کی امان میں ہے

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ وہ راہ میں ہے اور رہزن بے حد و بے شمار ہیں۔ ہاں جو کہ حق تعالیٰ کے امن میں ہوتا ہے وہ ان خوفوں سے چھوٹا ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ جس کو قرب حق نصیب ہو گیا ہے اور امان حق میں آ گیا ہے وہ فی الواقع تو چھوڑا ہوا ہے اور اس کو اب کوئی گزند نہ پہنچے گا مگر بھی چونکہ راہ میں رہزن ہیں اس لئے وہ خود ہر وقت خائف ہی ہے ہاں امان شاہی کی وجہ سے وہ فی الواقع ضرور بچا ہوا ہے اور بے خوف ہے آگے اس کی مثال ہے کہ

آئینہ خالص نگشت او مخلص ست	مرغ را نگرفتہ است او مقتنص ست
آئینہ صاف نہیں ہوا ہے' وہ صاف کر رہا ہے	پرند کا شکار نہیں کیا ہے وہ پھنسا رہا ہے

آئینہ الخ۔ یعنی آئینہ خالص نہیں ہوتا تو وہ مخلص ہوتا ہے اور جس نے مرغ کو نہیں پکڑا ہے وہ شکاری مطلب یہ کہ دیکھو جس وقت تک کہ آئینہ خالص اور صاف نہیں ہوتا اس وقت تک اس کو خالص کیا جاتا ہے اور اس میں صفائی کی کوشش کی جاتی ہے لیکن جب صاف ہو جاتا ہے اس وقت پھر اس کو ضرورت اس کی نہیں رہتی۔ بلکہ اب وہ صاف وشفاف ہو جائے اسی کو فرماتے ہیں کہ

چونکہ مخلص گشت مخلص باز رست	در مقام امن رفت و برد دست
جب صاف کرنے والا مصفّٰی ہو گیا' نجات پا گیا	امن کے مقام میں پہنچ گیا اور بازی جیت گیا

چونکہ الخ۔ یعنی جو کہ مخلص کہ مخلص ہو گیا چھوٹ گیا اور مقام اس میں چلا گیا اور ہاتھ لے گیا۔ مطلب یہ کہ جو شخص دل مجاہدہ اور ریاضت کر رہا تھا اور قلب کو ماسوا سے خالص کر رہا تھا حتیٰ کہ خالص ہو گیا تو وہ تمام تکالیف اور عذاب سے چھوٹ گیا اور وہ مقام مامون میں پہنچ گیا جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ (لاخوف علیہم ولاھم یحزنون) پس ایسے شخص کو خوف فی الواقع تو کچھ نہیں ہوتا لیکن وہ خود ہر وقت خائف و ترساں ہی رہتا ہے اسی لئے حق تعالیٰ نے لاخوف علیہم فرمایا لایخافون نہیں فرمایا۔ لہٰذا جو شخص کہ مخلص (بفتح اللام) ہو گیا اور اس پر اب خوف بازگشت نہیں رہا اور اس میں اشارہ ہو چکا ہے صوفیہ کے اس قول کی طرف کہ الفانی لا یرد کہ جو اپنے کو فنا کر

www.besturdubooks.wordpress.com

چکا ہے وہ کبھی مردود نہیں ہوتا اور جو ایک مرتبہ مقبول ہو چکا ہے وہ کبھی مطرود نہیں ہوتا اور اسی لئے شیطان چونکہ مقبول و مجذوب من الحق نہ ہوا تھا بلکہ صرف سالک تھا اس لئے وہ مردود ہو گیا اگر اس طرف سے بھی جذب ہوتا تو ہرگز نہ ہو سکتا تھا اس لئے کہ عارف اللہ یہی جاری ہے کہ الفانی لا یرد آگے اس کی مثالیں بیان فرماتے ہیں کہ

ہیچ الخ۔ یعنی کوئی آئینہ پھر لوہا نہیں ہوا اور کوئی روئی پھر گیہوں کا ڈھیر نہیں ہو گیا۔

ہیچ نان گندمی خرمن نہ شد	ہیچ آئینہ دگر آہن نہ شد
کوئی گیہوں کی روٹی کھلیان نہیں بنی ہے	کوئی (پکا) انگور پھر کچا نہیں ہوا ہے

ہیچ الخ۔ یعنی کوئی انگور پختہ خام نہیں ہوا اور کوئی پختہ میوہ پھر کچا نہیں ہوا پس معلوم ہو گیا کہ جو شے کہ پختہ ہوتی ہے وہ پھر خامی کی طرف واپس نہیں ہوتی۔ اس طرح جو کہ فنا حق کامل ہو جاتا ہے وہ پھر مردود نہیں ہوتا لہٰذا فنا کو حاصل کرنا ضروری ہوا اسی کو فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

این جہان چون حس: اوپر ہم نے اس عالم و خاک سے اور عالم غیب کو باد سے تشبیہ دی تھی اس کے بعد اس کے مناسب باتیں بیان کی تھیں اب ہم اصل مقصود کی طرف انتقال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ عالم جو بمنزلہ خاک کے عالم غیب کے ہاتھ میں اس طرح ہے جس طرح ہوا کے قبضہ میں تنکا اور چونکہ عالم غیب نے اس کو عاجزی بخشی ہے اس لئے اسنے عاجزی پیشہ اختیار کیا ہے کہ تصرف تکوینی کے مقابلہ میں چون و چرا نہیں کرتا کبھی وہ باد غیب اس کو سمندر میں لے جاتی ہے کبھی خشکی میں کبھی بلند کرتی ہے کبھی پست کبھی بناتی ہے کبھی توڑتی پھوڑتی ہے کبھی دائیں لے جاتی ہے کبھی بائیں۔ کبھی اس کو باغ کرتی ہے کبھی خار پس یہ سب تصرفات اسی غیر محسوس کے ہیں اور ہاتھ و مؤثر حقیقی) محسوس نہیں ہوتا اور قلم لکھ رہا ہے یعنی مؤثرات مصنوعی کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ گھوڑا دوڑ رہا ہے اور عالم میں انقلابات ہو رہے ہیں مگر سوار (مؤثر حقیقی) محسوس نہیں ہوتا۔ اور قلم لکھ رہا ہے یعنی مؤثرات مصنوعی سے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ گھوڑا دوڑ رہا ہے اور عالم میں انقلابات ہو رہے ہیں مگر سوار (مؤثر حقیقی) معلوم نہیں ہوتا۔ تیر جا رہا ہے اور کمان محسوس نہیں جانیں ظاہر ہیں اور جس نے جانوں کو حیات بخشی ہے وہ پوشیدہ ہے جب تجھے معلوم ہو گی کہ عالم میں جو کچھ ہوتا ہے وہ بتصرف حق سبحانہ ہوتا ہے اور جو تیر حوادث آتا ہے اس کا پھینکنے والا وہی ہے تو خبردار اس تیر کو نہ توڑنا اور اس سے ناخوش نہ ہونا کہ یہ شاہی تیر ہے اور حق سبحانہ کی طرف سے ہے اور الکل پچو نہیں ہے بلکہ واقف کاملہ ہے ضرور کوئی مصلحت ہو گی تجے۔ معلوم نہ ہو۔ حوادث کے بقضاء و قدرت و تصرف خداوندی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حق سبحانہ فرماتے ہیں ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ اس آیت میں حق سبحانہ نے رمی کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کر کے ان سے اس کو سلب کیا ہے اور اپنے لئے ثابت کیا ہے اور حاصل اس کا یہ ہے کہ گویہ فعل آپ سے صادر ہے مگر آپ اس کے

صدور نہیں مستقل نہیں۔ اس میں ہماری مشیت وارادہ وقدرت وخلق کو بھی کچھ دخل ہے یہ تو رمی کا بیان تھا اور باقی افعال کو اس پر قیاس کرنا چاہئے اور سمجھنا چاہئے کہ جملہ کام جو بظاہر دوسروں سے صادر ہوں سب پر حق سبحانہ کا فعل مشیت وارادہ وخلوق وغیرہ مقدم ہے لہٰذا تو اپنی ناخوشی کو توڑ اور تیر کومت توڑ بات یہ ہے کہ وہ حقیقت دودھ اور مرغوب ہے مگر تیری آنکھ میں مارے غصہ کے خون آ اتر آیا ہے مگر اس لئے وہ تجھے خون ونامرغوب ومکروہ دکھائی دیتا ہے پس تیرا فرض ہے کہ تو اس تیر کو چومے اور یونہی اپنے خون سے آلودہ بادشاہ کے سامنے لے جا کر رکھ دے یعنی نہایت فراخ حوصلگی کے ساتھ تقدیر الٰہی پر راضی ہو گو بظاہر تیرے لئے مضر ہی ہو۔ خیر یہ نصیحت تو جملہ معترضہ کے طور پر تھی اب پھر مضمون سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مضمون بالا سے یہ نتیجہ نکلا کہ جو ظاہر ہے نہایت عاجز اور حقیر ہے اور جو پنہاں ہے نہایت قوی اور تیز ہے۔ اب مولانا جوش محبت میں فرماتے ہیں کہ ارے وہ کس کا جال ہے جس کے ہم شکار ہے اور وہ بلا کہاں ہے جس کے ہم گیند ہیں اور یہ درزی کون ہے جو کبھی پھاڑتا ہے کبھی سیتا ہے اور یہ لفظ چھڑکنے والا کون ہے جو پھونکتا اور جلاتا ہے۔ اب مولانا استفہام شوقی سے فارغ ہو کر حق سبحانہ کی قدرت کاملہ کو بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ کبھی تو مومن کو کافر کر دیتا ہے کبھی کافر کو زاہد کر دیتا ہے اس لئے جو لوگ ہنوز مصفا نہیں ہو چکے ان کو ڈرتے رہنا چاہئے کیونکہ ناقصین کو ہر وقت مردودیت کا خطرہ لگا ہوا ہے اور یہ خطرہ اسی وقت تک ہے جب تک کہ وہ فانی کامل نہیں ہوتا کیونکہ ہنوز وہ راستہ میں ہے اور راہزن بہت سے ہیں ان سے وہی بچ سکتا ہے جسے خدا محفوظ رکھے اور ابھی اس کا آئینہ قلب مصفا نہیں ہوا ہے بلکہ ہنوز صاف ہو رہا ہے اور ہنوز اس نے شکار پر قبضہ نہیں کیا ہے بلکہ ہنوز درپے صید ہے اس لئے عوائق وموانع کا احتمال موجود ہے ہاں جب یہ مخلوص خالص وفانی کامل ہو گیا تو اب مخلص ہو کر اس خطرہ سے چھوٹ گیا اور مقام امن تک پہنچ گیا اور اس مقام کو اس نے حاصل کر لیا جہاں کسی رہزن کا خطرہ ہیں کیونکہ پختگی کے بعد خامی ناممکن ہے اور کمال کے بعد نقص اصلی نہیں لوٹ سکتا مثلاً کوئی آئندہ دوبارہ لوہا نہیں ہو جاتا اور کوئی روٹی پھر سے گیہوں نہیں بنتی اور انگور غورہ (خام) نہیں ہوتا اس کے سوا اور کوئی میوہ بھی پختہ ہو کر اپنی ابتدائی حالت خامی کی طرف نہیں لوٹتا۔

شرح شبّیری

ہیچ انگورے دگر غورہ نہ شد	ہیچ میوہ پختہ باکورہ نہ شد
کوئی (پکا) انگور پھر کچا نہیں ہوا ہے	کوئی پختہ میوہ کچا نہیں ہوا ہے
پختہ گرد و از تغیر دور شو	رو چو برہان محقق نور شو
پختہ بن جا اور تغیر سے دور ہو جا	جا برہان (الدین) محقق کی طرح نور بن جا

پختہ گرد الخ۔ یعنی پختہ ہو جاؤ اور پھر تغیر سے دور ہو جاؤ۔ جا اور مثل برہان الدین محقق کے نور ہو جاؤ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

حضرت برہان الدین محقق مولانا کے پہلے شیخ ہیں اول مولانا نے ان ہی سے بیعت کی تھی مگر چونکہ مولانا کی استعداد قوی تھی اس لئے یہ تربیت پوری طرح نہ کر سکے اس لئے پھر مولانا نے حضرت شمس الدین تبریزی سے رجوع کیا تھا اس لئے مولانا ان شیخ اول کی بھی تعریف فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم فنا میں کامل اور پختہ ہو جاؤ تو پھر اس تلوین اور تغیر سے نکل جاؤ گے اور تمکین حاصل ہو جائے گی پس جس طرح کہ حضرت برہان الدین محقق نور ہی نور ہیں اسی طرح تم بھی ہو جاؤ یہ ایک مثال ہے تمکین کی حالت کو بیان فرمادیا آگے فرماتے ہیں کہ

چوں زخود رستی ہمہ برہاں شدی	چونکہ گفتی بندہ ام سلطاں شدی
جب تونے خودی سے نجات پائی تو مجسم برہان (الدین) ہوگیا	جب تو نے کہا کہ میں غلام ہوں بادشاہ بن گیا

چون الخ۔ یعنی جبکہ اپنی خودی سے تم چھوٹ جاؤ گے تو حضرت برہان الدین ہو جاؤ گے اور جب تم کہو گے کہ میں بندہ ہوں تو سلطان ہو جاؤ گے مطلب یہ کہ جب تم درجہ فنا حاصل کر لو گے تو اس وقت تم حضرت برہان الدین کی طرح سے ہو جاؤ گے اور جبکہ فنا میں اپنی ہستی کو مٹا کر عبد بن جاؤ گے اور ایاک نعبد کا مصداق ہو جاؤ گے تو اس وقت سلطان باطن ہو جاؤ گے۔

درعیاں خواہی صلاح الدین نمود	دیدہا را کرد بینا و کشود
تو اگر مشاہدہ چاہتا ہے صلاح الدین نے دکھا دیا ہے	آنکھوں کو بینا کر دیا ہے اور کھول دیا ہے

درعیان الخ۔ یعنی اور اگر ظاہر طور پر دیکھنا چاہتے ہو تو شیخ صلاح الدین نے دکھلا دیا ہے اور آنکھوں کو بینا کر دیا اور کھول دیا ہے شیخ صلاح الدین بھی حضرت برہان الدین کے خلیفہ ہیں اور مولانا کے پر بھائی ہیں پس فرماتے ہیں کہ اگر تم درجہ فنا کو ظاہر طور پر دیکھنا چاہتے ہو تو شیخ صلاح الدین نے دکھلا دیا ہے اور انہوں نے آنکھوں کو بصر کر دیا ہے اور کھول دیا ہے۔

فقر را از چشم واز سیمائے او	دید ہر چشمے کہ دارد نور ہو
فقر کو ان کی آنکھوں اور پیشانی سے	ہر اس آنکھ نے دیکھ لیا ہے جو خدا کا نور رکھتی ہے

فقر را الخ۔ یعنی فقر کو آنکھ سے اور اس کی نشانی سے ہر اس آنکھ نے دیکھ لیا ہے کہ جو حق کا نور رکھتی ہے مطلب یہ کہ جس آنکھ میں نور حق ہے اور جو کہ متخلق باخلاق اللہ ہے وہ اس نور اور ان باتوں کی نشانیوں سے اور چشم حقیقت بین سے دیکھ لیتا ہے اور شیخ صلاح الدین کو دیکھا نہیں کہ کسی کی آنکھ میں انہوں نے سلائی چلائی ہو اور سرمہ لگایا ہو اس سے وہ بینا ہو گیا ہو اس لئے مولانا بطور دفع دخل مقدر کے فرماتے ہیں کہ

شیخ فعالست بے آلت چو حق	با مریداں دادہ بے گفتے سبق
پیر اللہ (تعالیٰ) کی طرح بغیر کسی آلہ کے تصرف کرنے والا ہے	بغیر بولے مریدوں کو سبق پڑھاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

شیخ الخ۔ یعنی شیخ بے آلہ کے فاعل اور اثر کرنے والا ہے جس طرح کہ حق تعالیٰ اور مریدوں کو بے گفتگو کے سبق دیتا ہے مطلب یہ کہ جس طرح کہ حق تعالیٰ کو آلات و اسباب کے مہیا کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی اسی طرح جو کہ متخلق باخلاق اللہ ہو گیا ہے اس کو بھی آلات کی ضرورت نہیں رہتی اور وہ بے آلات کے فیض پہنچاتا ہے اور مریدوں کو بے گفتگو کے ہدایت کرتا ہے پس شیخ صلاح الدین بھی اگرچہ بظاہر کسی آنکھ میں سلائی نہیں لگاتے لیکن وہ بے ظاہری اسباب ہدایت کے ہدایت فرما دیتے ہیں اور فیض پہنچاتے ہیں۔

دل بدست او چو موم نرم رام	مہر او گہ ننگ بسازد گاہ نام
دل اس کے ہاتھ میں نرم موم کی طرح مسخر ہے	اس کی مہر کبھی ذلت کی مہر لگاتی ہے کبھی شہرت کی

دل الخ۔ یعنی اس شیخ کے ہاتھ میں دل موم نرم کی طرح مطیع ہوتا ہے اور اس کی مہر کبھی تو ننگ کا نقش بناتی ہے اور کبھی نام کا مطلب یہ کہ جس طرح موم نرم پر جس طرح چاہو مہر کر لو اسی طرح دل طالب بھی ہوتا ہے کہ اس پر شیخ جس طرح چاہتا ہے نقش کر دیتا ہے خواہ نقش ننگ کرے اور خواہ نام غرضیکہ ہر طرح سے اس کے قبضہ میں ہوتا ہے اس لئے کہ وہ تو متخلق باخلاق اللہ ہو گیا ہے پس اس کی یہ حالت ہونا بعید نہیں ہے۔

مہر مومش حاکی انگشتری ست	باز آں نقش نگیں حاکی کیست
اس کے موم کی مہر انگوٹھی کا نقش ہے	پھر وہ نگ کا نقش کس کا نقش ہے؟

مہر مومش الخ۔ یعنی اس کے موم کی مہر تو انگشتری کی حاکی ہے۔ پھر وہ نقش نگین کس کا حاکی ہے۔ مطلب یہ کہ مرید کی حالت دیکھ کر تو شیخ پر استدلال ہوتا ہے کہ یہ کسی ایسے کا اثر ہے کہ جو ایسا کامل و مکمل ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس میں جو یہ نقش اور اثر پیدا ہوا ہے کہ جس کی وجہ سے اس کا اثر دوسروں پر پڑتا ہے وہ کیا شے ہے تو یہ نقش اپنے صانع پر دال ہوگا اور وہ حق سبحانہ تعالیٰ ہیں پس اول تو مرید کی حالت دال ہے حالت شیخ پر اور اس کی حالت دال ہے حق تعالیٰ کی صنعت پر یہ سلسلہ اس طرح پہنچ گیا ہے آگے خود فرماتے ہیں کہ

حاکی اندیشۂ آں زرگرست	سلسلۂ ہر حلقہ اندر دیگرست
(وہ نقش) سنار کے خیال کا عکس ہے	ہر حلقہ کا سلسلہ دوسرے میں (جڑا ہوا) ہے

حاکی الخ۔ یعنی وہ اس زرگر کی فکر کی حاکی ہے زنجیر کا ہر حلقہ ایک دوسرے میں مطلب یہ کہ نقش نگین اس ذات پر دال ہے جس کہ یہ بنائی ہے اور یہ سلسلہ اس طرح ہے کہ ایک سے دوسرے کی معرفت ہوتی چلی جاتی ہے چونکہ اوپر فرمایا تھا کہ یہ جو کچھ کہ عالم ظاہر ہے ضعیف اور کمزور ہے اور وہ جو کہ اصل ہے وہ پوشیدہ ہے اور کہا تھا کہ می دردمی دردو این خیاط کو الخ۔ اب آگے بھی یہی فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

پختہ گردو از: پس اگر تمہیں تغیر و رجعت سے بچنے کی ضرورت ہے اور ہمارے شیخ اول برہان الدین محقق کی طرح سراپا نور بننا چاہتا ہے تو پختہ ہو جا اس سے تمہیں یہ سب باتیں حاصل ہو جائیں گی وہ پختگی فنائے تام ہے پس جب تو خودی کو فنا کر چکا تو بالکل برہان الدین ہو گیا اور جب تو نے عبودیت کا بلہ اختیار کر لی تو بادشاہ ہو گا اگر ہمارے بیان پر اطمینان نہ ہو اور مشاہدہ کرنا چاہے تو ہمارے پیر بھائی صلاح الدین نے اس کو معاین کر دیا ہے یوں بھی کہ خود ویسا بن گیا اور یوں بھی کہ سینکڑوں آنکھوں کو بینا کر دیا اور کھول دیا جو آنکھ نور حق سبحانہ رکھتی ہے وہ فقر و عبدیت کی صورت ان کی آنکھوں اور ان کی پیشانیوں میں دیکھتی ہے کیونکہ فقر و فنا ان کی صورت سے ظاہر ہے۔

شیخ فعالست بے: تم تعجب نہ کرنا کہ اس کی نظر عنایت اور ان کی صورت دیکھنے سے لوگوں کو فقر کی صورت کیونکر دکھائی دی گئی اور ان کی آنکھیں کیونکر کھل گئیں اور کیونکر بینا ہو گئیں کیونکہ شیخ حق سبحانہ کی طرح اپنے تصرفات میں آلہ کا محتاج نہیں وہ اپنے مریدوں کو بدون تقریر کے سبق پڑھاتا ہے اس کے لئے تو قصد و ارادہ کی بھی ضرورت نہیں بلکہ بدون اس کے قصد کے اس کے فیوض و برکات بقدرت الٰہیہ مخلصین تک پہنچتے ہیں اس کے قبضہ میں دل یوں رام ہے جس طرح موم نرم کہ جس طرح اور جس طرح چاہے موڑ دے اور اس کی مہر یعنی اس کا قلب اس میں کبھی اثر تنگ اور قبض پیدا کرتا ہے اور کبھی اثر نام اور بسط یہ نقش و اثر جو موم یعنی قلب طالب میں پیدا ہوتا ہے یہ تو نقل ہے شیخ کی انگشتری قلب کی نقش کے اب یہ دیکھنا چاہئے کہ شیخ کے قلب کے نگینہ میں جو نقش ہے وہ کس کی نقل اور کس کا عکس ہے پس وہ عکس ہے زرگر یعنی حق سبحانہ کا مشیت کا اور یہ عکس ایک زنجیر ہیں جس کی ایک کڑی دوسری کڑی میں لگی ہوئی ہے۔

شرح شبیری

گہ پرست از بانگ گہ گاہے تہی ست	ایں صدا در کوہ دلہا بانگ کیست
پہاڑ بھی آواز سے پر ہیں بھی خالی ہیں	دلوں کے پہاڑ میں یہ گونج کس کی آواز کی ہے؟

ایں صدا الخ۔ یعنی کوہ قلوب میں یہ آواز کس کی ہے کہ کبھی یہ پہاڑ اس آواز سے پر ہے اور کبھی خالی ہے۔ مطلب یہ کہ یہ فیوض و برکات کس کے ہیں کہ جس سے کبھی تو قلب معمور ہوتا ہے اور کسی وقت بالکل خالی ہوتا ہے پس اس مخفی ہی کی تلاش ضرور ہے تاکہ ان تغیرات کی قدر ہو اور معلوم ہو کہ یہ تغیرات کس کے ہیں آگے مجملہ دعائیہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ

بانگ اوزیں کوہ دل خالی مباد	ہر کجا ہست او حکیم ست اوستاد
خدا کرے اس کی آواز اس دل کے پہاڑ سے جدا نہ ہو	جہاں یہ آواز ہے وہ دانا ہے استاد ہے

ہر کجا الخ۔ یعنی وہ حکیم اور استاد جہاں کہیں بھی ہو اس کی آواز اس کو دل سے خالی نہ ہو مطلب یہ کہ مرشد اور

شیخ جہاں کہیں بھی ہو خدا کے ہمیشہ فیوض و برکات اس پر فائض ہوتے رہیں گے آگے فرماتے ہیں

ہست کہ کآواز صدتا می کند	ہست کہ کآوا ثنیٰ می کند
(بعض) پہاڑ ہیں جو آواز کو سوگنا کر دیتے ہیں	(بعض) پہاڑ ہیں جو آوز کو دوگنا کر دیتے ہیں

ہست الخ۔ یعنی بعض پہاڑ تو وہ ہیں کہ آواز کو دوہری کر دیتے ہیں اور بعض وہ ہیں کہ آواز کو سوگنا کر دیتے ہیں مطلب یہ کہ جن قلوب پر کہ وہ فیوض و برکات فائض ہو رہے ہیں ان میں سے بعض تو وہ ہیں کہ جن سے صرف ایک دو ہی کو فائدہ ہوتا ہے اور ان کا سلسلہ آگے کو نہیں چلتا اور بعض وہ ہیں کہ جو صاحب سلسلہ ہوتے ہیں اور لاکھوں کروروں کو ان سے فیض ہوتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ

صد ہزاراں چشمۂ آب زلال	می زہاند کوہ زاں آواز و قال
تیز پانی کے لاکھوں چشمے	پہاڑ اس آواز اور بات سے جوش میں لے آتا ہے

مئی رہاند الخ۔ یعنی اس آواز اور قال سے وہ کوہ لاکھوں آب زلال کے چشمے نکالتا ہے۔ مطلب یہ کہ اس فیض حق سے مستفید ہو کر یہ شیخ کامل دوسروں کو فیض پہنچاتا ہے اور اس سے بھی لاکھوں فیض یاب ہوتے ہیں اور یہ افادہ و استفادہ سب حق تعالیٰ کی عنایت ہو ورنہ اگر یہ نہ ہو تو پھر نہ فیض لے سکتا ہے اور نہ دے سکتا ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

آبہا در چشمہا خوں می شود	چوں زکہ آں لطف بیروں می شود
چشموں میں پانی خون بن جاتا ہے	جب پہاڑ سے وہ لطف نکل جاتا ہے

چون الخ۔ یعنی جبکہ پہاڑ سے وہ لطف باہر ہو جاتا ہے تو چشموں کا پانی خون ہو جاتی ہے مطلب یہ کہ اگر کسی وقت حالت قبض طاری ہوتی ہے تو پھر سارا افادہ و استفادہ رکھا رہ جاتا ہے۔

کہ سراسر طور سینا لعل بود	زاں شہنشاہ ہمایوں نعل بود
کہ طور سینا (پہاڑ) لعل ہو گیا تھا	یہ اس شہنشاہ مبارک قدم کی وجہ سے تھا

زان الخ۔ یعنی اس شاہ مبارک نعل ہی کی وجہ تھی کہ طور سینا لعل ہو گیا مطلب یہ کہ جس وقت موسیٰ علیہ السلام طور پر حق تعالیٰ اور تجلی سے پہاڑ تو مستفید اور منور ہو گیا اور اسمیں تو اثر ہو گیا جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وان من الحجارۃ لما یتفجر منہ الانہار وان منہا لما یشقق فیخرج منہ الماء وان منہا لما یہبط من خشیۃ اللہ مگر افسوس ہے کہ ہم میں اثر نہ ہوا اور ہم اس فیض سے مستفید نہ ہوں۔ تو کیا ہم پتھر سے بھی کم ہیں بڑے افسوس اور حسرت کی بات ہے۔

ماکم از سنگیم آخر اے گروہ	جاں پذیرفت و خرد اجزائے کوہ
اے لوگو! کیا ہم آخر پہاڑ سے بھی کم ہیں؟	پہاڑ کے اجزاء نے جان اور عقل قبول کر لی

www.besturdubooks.wordpress.com

نے زجاں یک چشمہ جوشاں میشود	نے بدن از سبز پوشاں می شود
نہ تو جان سے ایک چشمہ جوش زن ہوتا ہے	نہ بدن ہی سبزہ زاروں کی طرح بنتا ہے

نے الخ۔ یعنی نہ جان س کوئی چشمہ جوشان ہوتا ہے اور نہ بدن سبز پوشوں میں سے ہوتا ہے مطلب یہ کہ نہ تو ہم سے دوسروں کو فیض ہی ہوتا ہے جیسا کہ پہاڑوں سے چشمہ جاری ہو کہ دوسروں کو سیراب کرتا ہے اور نہ خود ہی ہم درست ہوتے ہیں کہ اس سے مستفید ہو کر اپنی ہی حالت درست کر لیں کہ اکثر پہاڑ ایسے ہوتے ہیں کہ خود تر و تازہ ہو جاتے ہیں تو ہم جمادات سے بھی گئے گزرے ہوئے۔

نے صدائے بانگ مشتاقی درو	نے صفائے جرعۂ ساقی درو
نہ تو اس میں عشق کی آواز کی صدا ہے	نہ اس میں ساقی کے گھونٹ کی صفائی ہے

بو نے الخ۔ یعنی وہ تو اس دل میں کسی مشتاق کی آواز ہے اور نہ جام ساقی کی سی صفائی ہے مطلب یہ کہ نہ تو خود ہی درست ہوئے اور نہ دوسروں کو فیض یاب کیا۔

کو حمیت تاز تیشہ وز کلند	ایں چنیں کہ را بکلی بر کنند
غیرت کہاں ہے تا کہ کلہاڑے اور پھاوڑے سے	ایسے پہاڑ کو بالکل کھود دیں

کو حمیت الخ۔ یعنی غیرت کہاں ہے کہ ایسے پہاڑ کو کدال اور پھاوڑں سے بالکل اکھاڑ دیں۔ مطب یہ کہ جب یہ حالت ہے تو اب مقتضائے غیرت تو یہ ہے کہ اس کو بالکل فنا کر دیا جائے کہ اس فنا کر دینے سے شاید اس کو کوئی فیض حاصل ہو جائے اسی کو فرماتے ہیں کہ

بو کہ بر اجزائے او تابد مہے	بو کہ دروے تاب خور یابد رہے
ہو سکتا ہے کہ اس کے اجزا پر چاند چمک جائے	ہو سکتا ہے کہ اس میں سورج کی شعاع راہ یاب ہو جائے

بو کہ الخ۔ یعنی شاید کہ اس کے اجزاء پر کوئی چاند چمک جائے اور شاید کہ اس میں خورشید کی کوئی چمک راہ پائے مطلب یہ کہ اس فنا کر دینے سے شاید کوئی ناقص یا کامل تجلی اس پر فائض ہو جائے اور اس سے وہ منور و مستفیض ہو جائے اور چونکہ قیامت میں بھی سب اشیاء فنا ہو جائیں گی اور یہاں بھی فنا کی تعلیم فرما رہے ہیں اس لئے آگے اس حالت فنا کو قیامت سے تشبیہ دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ

چوں قیامت کوہہا را بر کند	پس قیامت ایں کرم را کے کند
جب قیامت پہاڑوں کو اکھاڑ دے گی	پھر قیامت یہ کرم کہاں کرے گی؟

چون الخ۔ یعنی مانند قیامت کے پہاڑوں کو اکھاڑ دے پس قیامت یہ کرم کب کرتی ہے مطلب یہ کہ قیامت کی طرح یہ حالت فنا بھی ان قلوب کو فنا کرے گی اور اسی ذات میں محو کر دے گی اور عین اصطلاحی ہو جائے گا مگر

www.besturdubooks.wordpress.com

قیامت میں یہ کرم کہ اس فنا سے فیض بھی حاصل ہو کب ہونگے بلکہ اس میں تو محض فنا ہی فنا ہے اور اس فنا کے بعد بقا بھی ہے اور اگر چہ اس فنا کے بعد بھی بقا ہوگا وہ بقا روحانی ہوگا اس لئے یہ فنا اس فناء قیامت سے افضل ہے۔

ایں قیامت زاں قیامت کے کم ست	آں قیامت زخم وایں چوں مرہم ست
یہ قیامت اس قیامت سے کب کم ہے؟	وہ قیامت زخم اور یہ مرہم جیسی ہے

این الخ۔ یعنی یہ قیامت اس قیامت سے کب کم ہے وہ قیامت تو زخم ہے اور یہ مثل مرہم کے ہے مطلب یہ کہ اس دنیا میں فناء شہوات وغیرہ اس فناء قیامت سے کچھ کم نہیں ہیں بلکہ یوں سمجھو کہ وہ قیامت تو زخم ہے کہ اس میں سب کے اعمال کی جزاء اور سزا ہوگی تو سب کے سب خائف ہونگے اور یہ فنا مرہم کی طرح ہے کہ اگر یہ فنا حاصل کرلی ہے تو اس زخم یعنی خوف وغیرہ سے چھوٹ جائیں گے۔

ہر کہ دید آں مرہم از زخم ایمن ست	ہر بدے کایں حسن دید او محسن ست
جس نے وہ مرہم دیکھ لیا زخم سے مطمئن ہے	جس برے نے یہ خوبی دیکھ لی وہ خوبیوں والا ہے

ہر کہ الخ۔ یعنی جس نے کہ اس مرہم کو دیکھ لیا وہ زخم سے بے خوف ہو گیا اور جس بدلے کہ اس حسن کو دیکھ لیا وہ محسن ہو گیا۔ مطلب یہ کہ جو شخص کہ ذات باری کے سامنے فناء (اصطلاحی) ہو گیا بس وہ تمام احوال سے بے خوف ہو گیا اور لاخوف علیہم ولاہم یحزنون کا مصداق بن گیا اور جو کہ اول بدہو اس کے بعد فنا کا درجہ حاصل کرلے تو وہ محسن اور نیکوکار ہو جائے گا۔

اے خنک زشتے کہ خوبش شد حریف	وائے گل روئیکہ جفتش شد خریف
اے طالب او بدصورت قابل مبارک باد ہے حسین جس کا ساتھی ہو گیا	افسوس ہے اس خوبصورت پر جس کا ساتھی (موسم) خریف بنا

اے الخ۔ یعنی خوشا نصیب اس برے کے کہ جس کا ساتھی خوب ہو جائے اور افسوس ہے اس گلرو پر کہ اس کا ساتھی خزاں ہوا جئے۔ مطلب یہ کہ جو شخص کہ گنہگار ہو اور اس کے ساتھی حق تعالیٰ ہو جائیں وہ بہتر ہے اور راستہ کو پہنچا ہو سمجھو اور جو شخص کہ نیکوکار ہے مگر اس کے ساتھ آمیزش نفس کی ہے وہ برا ہے اور اس کی حالت قابل افسوس ہے اس لئے کہ جب برے شخص کے ساتھی حضرت حق نہ ہوئے تو یہ اب تو مردہ کی طرح ہے پھر چونکہ معیت مصطلحہ حاصل ہو جائے گی یہ بھی زندہ اور متخلق باخلاق اللہ ہو جائے گا۔ آگے اس کی مثال دیتے ہیں کہ

نان مردہ چوں حریف جاں شود	زندہ گردد نان عین آں شود
بے جان روٹی جب جان کی ساتھی بنتی ہے	روٹی زندہ ہو جاتی ہے بعینہ وہ وہی ہو جاتی ہے

نان الخ۔ یعنی مردہ روٹی جب جان کی ساتھی ہو جاتی ہے تو زندہ ہو جاتی ہے اور اس جان کی عین ہو جاتی ہے مطلب یہ کہ جب روٹی کھاتے ہیں تو وہ بھی جزو بدن بنتی ہے اور اس کے اندر بھی حیات پیدا ہو جاتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

حالانکہ وہ پہلے سے مردہ تھی جیسا کہ ظاہر ہے یہ حیات اس کو صرف مصاحبت ہی سے نصیب ہوئی ہے۔

ہیزم تیرہ حریف نار شد	تیرگی رفت و ہمہ انوار شد
تاریک ایندھن آگ کا ساتھی بنا	تاریکی ختم ہوگئی اور مجسم نور بن گیا

ہیزم الخ۔ یعنی لکڑی اندھیری آگ کی ساتھی ہوگئی تو تیرگی جاتی رہی اور سب کی سب انوار ہوگئی۔ مطلب یہ کہ لکڑی بے نور تھی اور آگ سے ملنے سے اس میں نور آ گیا۔

در نمکسار ار خر مردہ فتاد	آں خری و مردگی یکسو نہاد
نمک کی کان میں اگر مردہ گدھا گرا	اس نے گدھا پن اور مردار پن کو علیحدہ کر دیا

در نمکسار الخ۔ یعنی نمکسار میں اگر مردہ گدھا گر گیا تو وہ گدھا پن اور مردہ پن اس نے ایک طرف رکھا۔ تو یہ اس کا زندہ ہو جانا اور منور ہو جانا وغیرہ سب اس تعلق کی وجہ سے ہے کہ ان اشیاء نے اپنے وجود کو کالعدم کر دیا اور ہمہ تن اسی میں فنا ہو گئے لہٰذا منور اور زندہ ہو گئے پس ہم کو بھی ضرور ہے کہ درجہ فنا حاصل کریں تاکہ عین (اصطلاحی) ذات حق کے ہو جائیں اور متخلق باخلاق اللہ ہو جائیں۔ آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

صبغۃ اللہ ہست رنگ خم ہو	پیسہا یکرنگ گردد اندرو
اللہ کے مٹکے کا رنگ "صبغۃ اللہ" ہے	اس میں چتکبرے یک رنگ ہو جاتے ہیں

صبغۃ اللہ الخ۔ یعنی حق تعالیٰ کا رنگ ہو کا خم ہے اور سارے پیشے اس کے اندر کے رنگ ہو جاتے ہیں مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کا رنگ تو بس حق میں فنا ہو جاتا ہے کہ بس وہی ہو جائے اور جب عین (اصطلاحی) ہو جاتا ہے تو تمام پیشے وغیرہ سب ایک ہی رنگ ہو جاتے ہیں اور سب اشیاء میں حق تعالیٰ ہی کا جلوہ نظر آتا ہے۔ جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے۔ بسکہ در جان نگار و چشم بیدارم توئی + انچہ پیدا میشود از دور پندارم توئی۔

چوں دراں خم افتد و گوئیش قم	از طرب گوید منم خم لاتلم
جب وہ اس مٹکے میں گر جائے اور تو اس سے کہے کھڑا ہو جا	مستی سے وہ کہے گا میں مٹکا ہوں ملامت نہ کر

چون الخ۔ یعنی جب کوئی اس خم میں گر پڑے اور تم اس سے کہو کہ کھڑا ہو تو وہ طرب سے کہتا ہے کہ میں تو خم ہو گیا ہوں مجھے ملامت مت کرو۔ مطلب یہ کہ جب کسی کو درجۂ فنا حاصل ہو جاتا ہے تو اگر کوئی شخص اس سے کہے کہ اس کو چھوڑو اس میں کہاں کرڈوبے ہو جیسا کہ اہل ظاہر کہتے ہیں تو وہ جواب دیتا ہے کہ بھائی میں خود عین ذات (اصطلاحاً) ہو گیا ہوں مجھے مت چھیڑو در چونکہ میں از حد مسرور ہوں اس لئے مجھ پر اس عین کہہ دینے کی وجہ سے ملامت بھی نہ کرو آگے خود اس عینیت کو فرماتے ہیں کہ ہمیت سے مراد عینیت ذات اور لغوی عینیت نہیں ہے بلکہ صرف عینیت اصطلاحی مراد ہے پس فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

آں منم خم خود انا الحق گفتن ست	رنگ آتش دارد الا آہن ست
اس کا "میں خود مٹکا ہوں" انا الحق کہنا ہے	آگ کا رنگ رکھتا ہے لیکن لوہا ہے

آن الخ۔ یعنی یہ منم خم خود انا الحق کہنا ہے بلکہ صرف عینیت اصطلاحی مراد ہے پس فرماتے ہیں کہ

آن الخ۔ یعنی یہ منم خم خود انا الحق کہنا ہے کہ رنگ تو آگ کا ہے مگر ذاتا آہن ہے۔ مطلب یہ کہ اگر منصور نے انا الحق کہہ دیا تو کیا غضب کیا اس لئے کہ اس کا مطلب بھی تو یہی تھا جو کہ منم خم کا ہم نے ابھی بیان کیا کہ وہ متحد بالذات نہیں ہوگا بلکہ متحد فی الصفات ہوتا ہے اور اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کہ لوہا آگ میں رکھنے سے سرخ ہو جاتا ہے تو بظاہر تو آگ معلوم ہوتا ہے اور آثار بھی اس کے آگ کے ہیں کہ جس چیز کو لگا دو گے اس کو جلا دے گا مگر ذاتا لوہا ہی ہے پس اس طرح جس کو فنا حاصل ہوگی اسکے اندر آثار حق تعالیٰ کے فیوض و برکات کے ہوتے ہیں اور وہ متخلق باخلاق اللہ ہوتا ہے مگر اس کی ذات اور ہے اور اس کی اور ہے۔ تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا آگے اسی مثال کی اور توضیح فرماتے ہیں کہ

رنگ آہن محو رنگ آتش ست	ز آتشی می لافد و خامش وش ست
لوہے کا رنگ آگ کے رنگ میں محو ہو گیا	آتش ہو جانے کی شیخی مارتا ہے اور خاموش جیسا ہے

رنگ الخ۔ یعنی لوہے کا رنگ آگ کے رنگ میں محو اور فنا ہو گیا ہے تو وہ آگ ہونے کی شیخی مار رہا ہے اور خاموش ہے کہ زبان سے تو کچھ نہیں کہتا مگر بزبان حال کہہ رہا ہے کہ میں بھی آگ ہوں کہ میرے اندر بھی آثار آگ کے موجود ہیں آگے پھر فرماتے ہیں کہ

چوں بسرخی گشت ہمچوں زرکاں	پس انا النار ست لافش بے زباں
جب وہ لوہا سرخی کی وجہ سے کان کے سونے کی طرح ہو گیا	تو "میں آگ ہوں" اس کا بغیر زبان کے شیخی بگھارنا ہے

چون الخ۔ یعنی جبکہ سرخی میں وہ کان کے سونے کی طرح ہو گیا تو اس کی شیخی بے زبان کے یہ ہو گی کہ میں نار ہوں مطلب یہ کہ جب وہ آگ کی مصاحبت سے سونے کی طرح چمکنے دمکنے لگا اور اس پر آثار نار کے مرتب ہو گئے تو اب وہ بھی بے زبان قال کے کہنے لگا کہ میں بھی نار ہوں حالانکہ حقیقتاً لوہا ہی ہے۔ بوجہ ترتب آثار کے وہ اپنے آپ کو آگ کہتا ہے یہی حالت انا الحق اور منم خم کہنے والوں کی ہے۔

شد ز رنگ و طبع آتش محتشم	گوید او من آتشم من آتشم
وہ (لوہا) رنگ اور طبیعت سے شاندار آگ بن گیا	تو وہ کہتا ہے میں آگ ہوں، میں آگ ہوں

شد الخ۔ یعنی کہ وہ لوہا آگ کی رنگ اور طبیعت سے صاحب حشمت ہو گیا تو کہتا ہے کہ میں آگ ہوں میں آگ ہوں مطلب ظاہر ہے کہ آثار کے ترتب سے وہ اپنے اوپر اسم نار کا طلاق کرنے لگا مگر اس کی ذات اور ذات

www.besturdubooks.wordpress.com

آتش ایک نہیں ہوگئی اس طرح جو اولیا اللہ کہ اس قسم کے اطلاقات کرتے ہیں ان کا بھی یہی مطلب ہوتا ہے کہ ہمارے اندر ترتب آثار ہو رہا ہے اور متخلق باخلاق اللہ ہو رہے ہیں مگر ہماری اور حق تعالیٰ کی ذات ایک نہیں ہوگئی۔ خوب سمجھ لو۔

آتشم من گر ترا شک ست وظن	آزموں کن دست را بر من بزن
میں آگ ہوں اگر تجھے شک اور بدگمانی ہے	آزما لے میرے اوپر ہاتھ رکھ دے

آتشم الخ۔ یعنی (وہ کہتا ہے) کہ میں آگ ہوں اگر تجھے شک۔ ورشبہ ہو تو آزمالے میرے اوپر ہاتھ مار مطلب یہ کہ اہل اللہ بزبان حال فرماتے ہیں کہ ہم تو متخلق باخلاق اللہ ہو گئے ہیں مگر جو تم کو شک وشبہ ہے تو ذرا ہم سے مصافحہ کر کے دیکھو کیسے چرکے دیتے ہیں کہ وہیں بھن کر رہ جاؤ گے۔

آتشم من بر تو گر شد مشتبہ	روئے خود بر روئے من یکدم بنہ
میں آگ ہوں اگر تجھ پر مشتبہ ہے	تھوڑی دیر کے لئے اپنا چہرہ میرے اوپر رکھ دے

آتشم الخ۔ یعنی میں آگ ہوں اگر یہ بات تجھ پر مشتبہ ہوگئی ہے تو ذرا دیر کے لئے اپنا منہ میرے منہ پر رکھ دو پھر مزہ چکھنا۔

مطلب وہی جو اوپر بیان ہوا ہے پس جبکہ معلوم ہوا کہ مصاحبت سے نور حاصل ہو جاتا ہے تو اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ

آدمی چوں نور گیرد از خدا	ہست مسجود ملائک ز اجتبا
انسان جب خدا کا نور حاصل کر لیتا ہے	وہ برگزیدہ ہوجانے کی وجہ سے فرشتوں کا مسجود بن جاتا ہے

آدمی الخ۔ یعنی آدمی جب حق تعالیٰ سے لے لیتا ہے تو یہ برگزیدگی سے ملائکہ کا مسجود ہو گیا ہے۔ مسجود ملائکہ ہونے سے مراد آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا ہے کہ ان کو سجدہ کرنا گویا بالکل بنی آدم کو سجدہ کرنا ہے اور یا یہ مراد ہے کہ ملائکہ اس کے مطیع وفرمانبردار ہو جاتے ہیں غرضیکہ مطلب یہ ہے کہ جب کسی نے حق تعالیٰ سے اقتباس انوار کیا تو چونکہ اس کے اندر بھی ایک اثر آ گیا ہے اور یہ بھی ذات حق کا عین (اصطلاحی) ہو گیا ہے پس یہ بھی مسجود ملائکہ ہو گیا۔ یہ بھی اسی مناسبت کی وجہ سے ایسا ہوا آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ

نیز مسجود کسے کو چوں ملک	رستہ باشد جانش از طغیان وشک
نیز اس شخص کا مسجود بن جاتا ہے فرشتہ کی طرح	جس کی جان سرکشی اور شک سے نجات پا گئی ہو

نیز مسجود الخ۔ یعنی اس شخص کا بھی مسجود ہو جاتا ہے جس کی جان کہ سرکشی اور شک سے چھوٹی ہوئی ہو۔ مطلب یہ کہ جس شخص کے اندر خصائل ذمیمہ نہ ہوں وہ بھی اس شخص کے مطیع وفرمانبردار ہو جاتے ہیں جب کہ اس کو مصاحبت و مناسبت حق سبحانہ تعالیٰ سے ہو جاتی ہے۔ یہاں تک تو مثالوں وغیرہ سے سمجھا رہے تھے آگے فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

این صدا در کوہ: دلوں کے پہاڑوں میں یہ کس کی آواز کی صدائے بازگشت ہے اور کس مؤثر کا اثر ہے جس نے کبھی تو کوہ دل پر ہوتے ہیں اور کبھی خالی بات یہ ہے کہ جس کے دل میں وہ صدا ہے وہ حکیم استاد کامل ہے خدا کرے کوہ دل کبھی بھی اس آواز سے خالی نہ ہو پھر پہاڑوں کی حالت مختلف ہیں کسی سے آواز اک مرتبہ ہی لوٹتی ہے اور اس طرح اصل آواز دوہری ہو جاتی ہے اور بعض سے بہت ہی مرتبہ لوٹتی ہے یعنی بعض دلوں میں قابلیت تاثیر کم ہے اس لئے تھوڑا اثر ہوتا ہے اور بعض میں زیادہ لہٰذا ان میں زیادہ اثر ہوتا ہے پھر اس آواز و گفتار و تاثیر خداوندی سے ان دلوں کے پہاڑوں سے ہزاروں شیریں اور صاف پانیوں کے چشمے ابلتے ہیں اور طرح طرح کے انور حرفانیہ اور فیوض باطنی سے لبریز ہوتے ہیں اور جب ان پہاڑوں سے وہ لطیف علیحدہ ہو جاتا ہے اور تاثیر وافاضہ بند ہو جاتا ہے تو وہ ہی پانی چشمہ خون سے مبدل ہو جاتے ہیں اور معارف الٰہیہ خیالات کفریہ سے بدل جاتے ہیں اعاذ نا اللہ منہا۔ غور کرو کہ شہنشاہ حقیقی مبارک فعل یا حضرت موسیٰ علیہ السلام مبارک فعل کے باعث کوہ سینا محل و مہبط انوار وتجلیات الٰہیہ ہو کر سراسر لعل ہو گیا افسوس کہ پتھر اور پہاڑ کے اجزا تو جان اور عقل قبول کرلیں اور ہم نہ کریں کیا ہم پتھر سے بھی گئے گزرے ہیں جبکہ السابقین تو کیا بات ہے کہ نہ تو ہماری روح ہی سے کوئی معرفت الٰہی کا چشمہ نکلتا ہے اور نہ ہمارا جسم ہی سرسبز ہوتا ہے کہ ثمرات اعمال اس سے ظاہر ہوں نہ آواز شوق کی صدائے بازگشت ہے نہ ساقی کے پلائے ہوئے شراب محبت کے گھونٹ کی صفائی اور اثر ہے حمیت وغیرت کیا ہوئی کیوں نہ تیشہ دلکند مجاہدات سے اس پہاڑ کو اکھاڑ ڈالیں اور اس کو ریزہ ریزہ کر دیں اور دل وجسم وجان سب کو فنا کر دیں۔

بو کہ بر اجزائے: جب یہ پہاڑ ٹوٹ پھوٹ کا ریزہ ریزہ ہو جائے گا اور فنا حاصل ہو جائے گی تو امید ہے کہ نور عرفان قلیل و کثیر اسکے اجزاء پر فائض ہوگا۔ قیامت ضرور پہاڑوں کو اکھیڑتی ہے مگر اس قیامت کبریٰ یعنی فنا کی طرح کب کرم کرتی ہے کیونکہ اس کے ذریعہ سے نور عرفان تو فائض نہیں ہوتا جیسا کہ اس سے ہوتا ہے لہٰذا یہ قیامت فنا اس قیامت معہود سے کسی طرح کم نہیں بلکہ زائد ہی ہے اس لئے کہ وہ قیامت تو زخم ہے اس لئے بھی کہ زندوں کو ہلاک کرتی ہے اور اس لئے بھی کہ وہ ملکات سیئہ کو ظاہر کرتی ہے اور یہ قیامت مرہم ہے اس لئے بھی کہ اقریب ہلاک لوگوں کو زندہ کرتی ہے اور اس لئے بھی کہ ملکات سیئہ کا ازالہ کرتی ہے۔ جس نے یہ مرہم لگا لیا اور فنا حاصل کر لی اب وہ زخم اور مضرتوں سے محفوظ ہو گیا اور جلوہ حسن نصیب ہو گیا وہ حسن اور نکوکار بن گیا۔ وہ برا تو نہایت ہی مزہ میں ہے۔ جس کا حریف یہ خوبرو یعنی فنا ہو جائے اور اس کے گرو یعنی صاحب اعزاز حسن کی حالت نہایت ہی قابل افسوس ہے جس سے خزاں بن جائے اور فنا سے مشرف نہ ہو۔ اقتران زشت یا حسن کی برکت ہم تجھے دکھلاتے ہیں۔ روٹی ایک بے جان شے ہے لیکن جب جان کے ساتھ مصاحب ہوتی ہے اور جزو بدن بنتی ہے تو وہ روٹی زندہ ہو جاتی ہے اور سراپا جان بن جاتی ہے کیونکہ روح کا اس سے بھی تعلق ہو جاتا ہے۔ لکڑی یک تیرہ و

تاریک چیز ہے لیکن جب آگ کی مصاحب ہوتی ہے تو وہ ظلمت بالکل دور ہو جاتی ہے اور سراسر نور بن جاتی ہے نمک کی کان میں گدھا اگر جاتا ہے تو اس کا گدھا پن اور مرادر پن سب بالائے طاق ہو کر کھانے کے قابل ہو جاتا ہے پس جس پر خم کا ہو رنگ چڑھ گیا اور اس نے حق سبحانہ کے مقابلہ میں اپنے کو بالکل مٹا دیا وہ حق سبحانہ کے رنگ میں رنگ گیا اور متخلق باخلاق ہو کر حق سبحانہ کے ساتھ اس کو اتحاد اصطلاحی حاصل ہو گیا اور تمام افعال اس کے طاعت ہو کر ایک رنگ ہو گئے جب کوئی اس خم میں گر جاتا ہے اور فنا حاصل کر لیتا ہے تو جس وقت تو اس سے کہتا ہے کہ اٹھ تو وہ جوش میں آ کر کہتا ہے کہ میں تو خم ہوں تو کسے علامت کرتا ہے بس ملامت مت کر تم سمجھے کہ منم خم کیا شے ہے وہ انا الحق کہتا ہے یعنی انا الحق کہہ اٹھتا ہے مگر اس سے یہ نہ سمجھنا کہ وہ حقیقۃً وذاتاً عین حق سبحانہ ہو جاتا ہے توبہ توبہ مالتراب ورب الارباب بلکہ بات یہ ہے کہ ذاتاً تو وہ لوہے کی طرح کثیف وخسیس ہے مگر اس میں آگ کا رنگ پیدا ہو گیا اور متخلق باخلاق اللہ ہو گیا ہے اس بنا پر وہ انا الحق کہتا ہے جیسے کہ لوہے کا رنگ آگ کے رنگ میں محو ہو جاتا ہے اور گو وہ خاموش ہوتا ہے مگر زبان حال سے آگ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے جبکہ وہ سونے کی طرح سرخ ہو جاتا ہے تو بلا زبان کے دعوے انا النار کرتا ہے اور آگ کی طبیعت اور رنگ سے معزز ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ میں آگ ہوں آگ ہوں۔ اور یہ دعویٰ محض بلا دلیل نہیں ہوتا بلکہ وہ کہتا ہے کہ اگر تجھے میرے آگ ہونے میں شک ہے تو امتحان کر لے اور مجھے ہاتھ لگا میں دعوے سے کہتا ہوں کہ میں آگ ہوں۔ اگر تجھے کچھ بھی شبہ ہے تو میرے منہ پر اپنا منہ رکھ اور دیکھ کہ میں آگ ہوں یا نہیں پس لوہا ضرور آگ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور وہ دعویٰ سچا بھی ہوتا ہے مگر اس پر بھی وہ ذاتاً آگ نہیں ہوتا بلکہ رنگ وطبع کے لحاظ سے آگ ہوتا ہے یوں ہی مدعی انا الحق بھی غلط گو نہیں کیونکہ وہ متخلق باخلاق اللہ ہے اس لئے اس کے معنی یہ ہیں کہ میں متخلق باخلاق اللہ ہوں نہ کہ عین خدا (مگر تاہم سوء ادب بھی ہے اور عوام کو گمراہ کرنے والا بھی اس لئے جو لوگ مغلوب نہیں ان کو بتاویل بھی ایسے الفاظ استعمال کرنے کی اجازت نہیں اور مغلوب معذور ہے) آدمی جبکہ حق سبحانہ سے نور حاصل کرتا ہے اور مصبغ بصبغۃ اللہ ہو جاتا ہے تو اس وقت یہ نتیجہ مرتب ہوتا ہے کہ وہ برگزیدہ ہو کر مسجود ملائک ہو جاتا ہے یعنی فرشتوں کے نزدیک بھی معظم ومکرم ہو جاتا ہے نیز وہ ان لوگوں کا بھی مسجود اور مطاع ہو جاتا ہے۔ جو طغیان فسق اور شک سے چھوٹ کر صاحب نفس مطمئنہ اور محقق ہو گئے ہیں بشرطیکہ رتبہ میں اس سے کم ہوں۔ یہاں چونکہ مولانا ذات وصفات میں گفتگو کرنے لگے تھے اور حق سبحانہ کو آتش سے اور قلوب فانی کو لوہے سے تشبیہ دے چکے تھے لہٰذا متنبہ ہو کر بزبان ملامت گر ملامت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

شرح شبیری

ریش تشبیہ مشبہ بر مخند	آتشے چہ آہنے چہ لب بہ بند
جبہ کی تشبیہ کی ہنسی نہ اڑا	کیسی آگ کیسا لوہا خاموش رہ

www.besturdubooks.wordpress.com

آتشے الخ۔ یعنی آگ کیا اور لوہا کیا چپ رہو تشبیہ اور مشبہ کی داڑھی پر مت ہنسو۔ مطلب یہ کہ تم تو مشبہ پر ہنسا کرتے تھے کہ یہ حق تعالیٰ کے ساتھ غیر اللہ کو تشبیہ دیتا ہے اور اب خود تشبیہ دے رہے ہو لہٰذا چپ رہو اس لئے کہ تم جو آتش آہن سے تشبیہ دے رہے ہو یہ سب ناکافی اور ناتمام تشبیہات ہیں پس ان سے تو چپ ہی رہنا بہتر ہے بہت آگے مت ہو۔

پائے در دریا منہ کم گو ازاں	برلب دریا خمش کن لب گزاں
دریا میں قدم نہ رکھو اس کی بات نہ کر	ہونٹ کاٹتے ہوئے دریا کے کنارے خاموشی اختیار کر

پائے الخ۔ یعنی دریا کے اندر پاؤں مت رکھو اور اسکی حالت کم کہو لب دریا پر لب کاٹتے ہوئے چپ رہو مطلب یہ کہ مولانا اپنے قلب کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اس دریائے معانی وحقائق کے اندر مت جاؤ بس باہر ہی باہر ہو اور خاموش رہو بک بک مت کرو بلکہ رہو تو اس کے پاس مگر حالت سے کسی کو اطلاع مت دو بس چپ چاپ کھڑے رہو کہ اس میں سلامتی ہے اب یہ سن کر آگے قلب کی طرف سے جواب ہے کہ جو الفاظ میں تو کہیں ہے نہیں مگر قرینہ مقام سے معلوم ہوتا ہے کہ آگے جواب دل کا ہی ہے فرماتے ہیں کہ

گرچہ صد چوں من ندارد تاب بحر	لیک می نہ شکیم از غرقاب بحر
اگرچہ مجھ جیسے سینکڑوں بھی دریا کی تاب نہیں لا سکتے ہیں	لیکن میں دریا میں ڈوبے بغیر صبر نہیں کر سکتا ہوں

گرچہ الخ۔ یعنی اگرچہ مجھ جیسے سو بھی اس دریا کی تاب نہیں لا سکتے لیکن میں اس کے اندر غرق ہونے سے بھی صبر نہیں کر سکتا مطلب یہ کہ مجھ جیسے خواہ کتنے بھی ہوں مگر اس کے انوار وتجلیات کی تاب نہیں لا سکتے مگر باوجود اس کے ان فیوض وتجلیات سے صبر کر کے بھی نہیں بیٹھ سکتے۔ بلکہ جان دیں گے۔ مرجائیں گے کھپ جائیں گے مگر رہیں گے اسی کے اندر جیسے کسی نے کہا ہے کہ۔ من شمع جانگدازم تو صبح دلکشائی + سوزم گرت نہ بینم میرم چو رخ نمائی + نزدیک این چنینم دور انچنانکہ گفتم + نے تاب وصل دارم نے طاقتِ جدائی + تو نہ الگ ہونے سے چین ملتا ہے اور نہ وصل کی تاب ہے۔ غرضیکہ ہر طرح مرنا اور کھپنا ہے۔

جان و عقل من فدائے بحر باد	خونبہائے عقل و جاں ایں بحر داد
دریا پر میری جان اور عقل قربان ہو	عقل و جان کے خون کا معاوضہ اس سمندر نے ادا کر دیا

جان الخ۔ یعنی میری جان اور عقل اس دریا پر فدا ہو کہ اس نے میری عقل اور جان کا خون بہا دے دیا ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ تجلیات وانوار مجھ پر فائض ہوتے ہیں اس لئے میرا عوض تو مجھے مل گا اب اگر یہ جان و عقل سب اس میں فنا ہو جائے کچھ پرواہ نہیں ذوق کہتا ہے کہ۔ شہیدان محبت خوب آئین وفا سمجھے + بہا خون کو وے قاتل میں اس کو خون بہا سمجھے۔ جب جان دنیا ہی ٹھہر گئی تو پھر کہیں کی بھی پرواہ نہیں ہر چہ بادا باد جب تک طاقت

www.besturdubooks.wordpress.com

صبر ہوگی صبر کرنے کے ورنہ پھر اسی میں فنا ہو جائیں گے۔

تا کہ پایم می رود رانم درو	چوں نماند پا چو بطانم درو
جب تک میرے پیر چلتے ہیں ان کو اس میں چلاتا رہوں گا	جب پیر کام نہ دیں گے تو میں اس میں بطخ کی طرح ہوں

تا کہ پایم الخ۔ یعنی جب تک کہ پاؤں چلے گا تو اس میں چلاؤنگا اور جب چلنے کی طاقت نہ رہے گی تو اس میں بط کی طرح ہو جاؤنگا۔ مطلب یہ کہ جب تک تحمل اور صبر ہو سکے گا اس وقت تک تو تحمل اور صبر سے کام لونگا اور جبکہ حالت زردست رفتہ ہو جائے گی اور قدرت باقی نہ رہے گی تو پھر تفویض محض اختیار کرلونگا اور سارا کا سارا اس میں فنا ہو جاؤنگا جو اس کے دل میں اگر بخشے زہے قسمت نہ بخشے تو شکایت کیا + سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے۔ جب مولانا نے دریا سے تشبیہ دی اور اس کے اندر اپنی ذات کے فنا ہونے کو بیان کیا تو کسی ظاہر بین کو یہ شبہ ہوتا تھا کہ یہ تو صریح بے ادبی اور گستاخی ہے۔ کہ حق تعالیٰ کی ذات کو جو منزہ ہے اس طرح تعبیر کیا جائے اس لئے مولانا دفع دخل مقدر کے طور پر فرماتے ہیں کہ

بے ادب حاضر ز غائب خوشتر ست	حلقہ گرچہ کژ بود نے بر درست
حاضر اناڑی غائب سے بہتر ہے	حلقہ اگرچہ ٹیڑھا ہو (کیا) در پر نہیں ہے؟

بے ادب الخ۔ یعنی بے ادب جو کہ حاضر ہو غائب سے اچھا ہے اور حلقہ زنجیر اگرچہ کج ہے مگر دروازہ پر نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ اگرچہ ہم بے ادب ہیں گستاخ ہیں مگر ہیں تو در محبوب پر اور اسکی خدمت میں حاضر تو ہیں تو اے معترض تم سے لاکھ درجہ بہتر ہے کہ تم کو تو بے ادبی کے ساتھ بھی حضوری حاصل نہیں ہے اور دیکھو کہ جو زنجیر دروازہ پر لگ رہی ہے اگرچہ وہ کج ہے مگر پھر بھی کارآمد تو ہے اس زنجیر کو کیا کریں جو کہ ظاہر میں بہت ہی خوبصورت اور سیدھی ہو مگر لوہار کے یہاں رکھی ہوئی ہو۔ پس ہماری بے ادبی حضوری کے ساتھ مبارک ہو تمہاری غیبت سے آگے اس کو نصیحت فرماتے ہیں۔

اے تن آلودہ بگرد حوض گرد	پاک کے گردد برون حوض مرد
اے گندے جسم والے حوض کے گرد چکر لگا	انسان حوض سے باہر کب پاک ہوا ہے؟

اے الخ۔ یعنی اے تن آلود حوض کے گرد پھر اس لئے کہ حوض سے باہر رہ کر انسان کب پاک ہو سکتا ہے مطلب یہ کہ اے غافل اور دور قرب حق اختیار کر اس لئے کہ بے اس کے پاک نہیں ہو سکتے اور خصائل و اخلاق ذمیمہ قلب کے اندر سے ہرگز ہرگز نکل نہیں سکتے

پاک کو از حوض مہجور اوفتاد	او ز طہر خویش ہم دور اوفتاد
وہ پاک' جو حوض سے دور ہو گیا ہے	وہ اپنی پاکی سے بھی دور ہو گیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

پاک الخ۔ یعنی پاک کہاں ہے وہ جو کہ حوض سے علیحدہ پڑا ہے وہ اپنی پاکی سے بھی دور پڑا ہوا ہے مطلب یہ کہ جو شخص کہ قرب خداوندی سے علیحدہ ہے اس کے اندر سے تو اخلاق ذمیمہ نکل ہی نہیں سکتے نہ وہ خود پاک ہو سکتا اور نہ دوسرے کو کر سکتا ہے خوب سمجھ لو

پاکی ایں حوض بے پایاں بود	پاکی اجسام کم میزاں بود
اس حوض کی پاکی بے انتہا ہوتی ہے	(عام) جسموں کی پاکی کم وزن کی ہوتی ہے

پاکی الخ۔ یعنی اس حوض کی پاکی بے انتہا ہوتی ہے اور اجسام کی پاکی میزان سے کم ہوتی ہے مطلب یہ کہ قرب حق سے جو فیض و برکت حاصل ہوتا ہے وہ تو ایسا ہوتا ہے کہ لاتقف عند حد اس کی انتہا ہی نہیں ہے اس لئے کہ وہ تو روحی فیض ہے جو کہ ابدی ہے لہٰذا یہ تو طہارت اجسام سے بھی بہت زیادہ مطلوب و محبوب ہوا۔

زانکہ دل حوضیست لیکن در کمیں	سوئے دریا راہ پنہاں دارد ایں
اس لئے کہ دل ایک حوض ہے لیکن پوشیدہ طور پر	یہ دریا کی طرف چھپا ہوا راستہ رکھتی ہے

انکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ دل ایک حوض ہے لیکن پوشیدگی میں دریا کی طرف ایک راستہ رکھتا ہے۔ مطلب یہ کہ قلب کو چونکہ حضرت حق سے ایک تعلق ہے اس لئے اگر اس کی پاکی کی طرف توجہ کرو گے تو یہی توجہ موصل الی الحق ہو جائے گی۔

پاکی محدود تو خواہد مدد	ورنہ اندر خرچ کم گردد عدد
تیری محدود پاکی مدد چاہتی ہے	ورنہ خرچ ہونے میں عدد گھٹتا ہے

پاکی الخ۔ یعنی تیری محدود و متناہی پاکی کو مدد کی ضرورت ہے ورنہ خرچ کرنے سے تو عدد کم ہو جائے گا۔ مطلب یہ کہ جب قلب پاک ہو جائے تو پھر بھی مطمئن نہ ہو جانا چاہئے۔ اس لئے کہ اگر مطمئن ہو گئے تو اس کی طہارت و نظافت میں بوجہ اس کے کہ اخلاق ذمیمہ کا ہر وقت زور رہتا ہے کمی ہو جائے گی اس لئے ہر وقت اس کی طہارت کی طرف ضروری ہے اسی لئے کاملین کو کامل کہا جاتا ہے کہ وہ ہر وقت نفس کو ممنوعات سے باز رکھتے ہیں ان کے لئے ہر وقت سوہان جان ہو جاتا ہے اس لئے کہ بوجہ لطافت کے ان کے ادراکات قوی ہو جاتے ہیں اور وہ مثلاً حسن کا ادراک بہت ہی جلدی کرتے ہیں شہوت بھی ان کو اوروں سے زائد ہوتی ہے اس لئے ان کو بہت مصیبت ہو جاتی ہے لہٰذا اگر نفس و قلب پر قدرت ہو بھی تب بھی اس سے بے فکر نہ ہونا چاہئے خوب سمجھ لو۔ آگے اس مضمون پر ایک مثال لاتے ہیں کہ

شرح حبیبی

آتشے چہ آنے الخ: (ناصح کہتا ہے) خاموشی کیسی آگ کہاں کا لوہا جب تو خود حق سبحانہ کو یک جسم یعنی آتش سے تشبیہ دیتا ہے تو تیرا منہ ہے کہ تشبیہ و مشبہ پر تنے۔ ذات و صفات ایک دریائے ناپیدا کنار ہے اس میں مت گھس اور اس سے بحث نہ کر بلکہ ہونٹوں تک نیچے دبا کر اس دریا کے کنارہ پر باادب کھڑا رہ۔ آگے ناصح کو جواب دیتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گرچہ صد چون: اب مولانا جواب دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آپکا ارشاد بجا ہے مجھے کیا بلکہ مجھ سے سو کو بھی اس دریائے ناپیدا کنار کی تاب نہیں لیکن مجبوری یہ ہے کہ بدون اس دریا میں غرقاب ہوئے صبر نہیں آتا۔ اگر میری جان اور میری عقل بھی اس دریا میں فنا ہو جائے تو بھی کچھ پرواہ نہیں اس دریا سے خون بہا وصول ہو چکا ہے یعنی دولت باطنی مل چکی ہے لہذا جب تک مجھ میں طاقت ہے اس وقت تک تو طاقت سے اس میں گھسونگا اور جب طاقت نہ رہے گی اس وقت تفویض کرونگا لہذا یہ مسلم کے ذات وصفات کے سمندر میں گھسنے اور ان کے متعلق بحث کرنے میں کبھی کبھی گستاخی بھی ہو جاتی ہے لیکن جو اس دریا میں گھستا ہے وہ حاضر ہے اور جو الگ رہتا ہے وہ غائب سو حاضر اگر فی الجملہ بے ادب بھی ہو یعنی اتفاقاً غلبۂ حال میں اس سے کوئی گستاخی بھی ہو جائے تو بھی وہ غائب سے اچھا ہے کہ حضوری تو ہے دیکھو اگر حلقہ ٹیڑھا بھی ہو تو کیا وہ در پر نہیں ہوتا ضرور ہوتا ہے پس لامحالہ وہ ایسے سیدھے ہونے سے اچھا ہے جن کو در تک رسائی نہیں اب مولانا دریائے حق سبحانہ سے تعلق کا ذریعہ بتاتے اور شیخ سے تعلق پیدا کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور کہتے ہیں۔

اے تن آلودہ: اے نجاسات نفسانیہ میں مبتلا حوض یعنی شیخ کے پاس جا اور اس کی پاکی سے متمتع ہو کر نجاسات نفسانیہ سے پاک ہو کیونکہ جب تک آدمی حوض سے باہر رہتا ہے پاک نہیں ہوتا۔ بلکہ اگر پاک بھی حوض سے یوں دور ہو جائے کہ اس کے پاس کبھی پھٹکے ہی نہیں تو وہ اپنی پاکی سے دور ہو جاتا ہے کیونکہ پاک ہونے کے بعد اس کا ناپاک ہونا ممکن ہے پس اگر وہ حوض کے پاس نہائے تو ضرور ناپاک رہے گا پس معلوم ہوا کہ پاکوں کو بھی حوض کی ضرورت ہے۔ رہا یہ شبہ کہ جس طرح جسم یعنی عوام کی پاکی زائل ہو سکتی ہے۔ حوض یعنی شیخ کی پاکی کیوں نہیں زائل ہوتی اس کا جواب یہ ہے کہ جسم کی پاکی تو نہایت ہی کمزور اور بے وقعت ہے اس لئے بہت جلد زائل ہو جاتی ہے اور حوض کی پاکی ایک لحاظ سے بے پایاں ہے لہذا اس کا زوال آسان نہیں یہ ہم نے کیوں کہا کہ اسکی پاکی ایک لحاظ سے بے پایاں ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ فی حد ذاتہ تو حوض ایک حوض ہے جو ناپاک ہو سکتا ہے لیکن ایک خفیہ موری کے ذریعہ سے اس کو دریا یعنی حق سبحانہ سے اتصال ہے اس لئے ہر وقت اس کو مدد ملتی رہتی ہے اور نجاسات اس کو گندہ نہیں کر سکتی یہ وجہ ہے اس کی بے پایانی کی پس اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ حوض دل کی پاکی محدود ہے اور اس کو مدد کی ضرورت ہے لہذا حق سبحانہ کے ساتھ تعلق قائم رکھنا ضرور ہے تاکہ مدد پہنچتی رہے اور گندہ نہ ہو سکے ورنہ دیکھو عدد ایک محدود شے ہے پس جس اس میں سے خرچ ہوتا ہے تو گھٹتا ہے اور بالآخر فنا ہو جاتا ہے یوں حوض دل کی پاکی محدود کو سمجھ لو۔

شرح شبیری

مثل خواندن آب آلودگاں را بپاکی

پانی کی ناپاکوں کو پاکی کی طرح بلانے کی مثال

آب گفت آلودہ را در من شتاب	گفت آلودہ کہ دارم شرم ز آب
ایک گندے کو پانی نے کہا میرے اندر آ جا	گندے نے کہا مجھے پانی سے شرم آتی ہے

آب الخ۔ یعنی پانی نے ایک آلودہ (نجاست) سے کہا کہ جلدی سے میرے اندر آجا (تاکہ پاک ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

جائے) تو آلودہ بولا کہ میں پانی سے شرم رکھتا ہوں (کہ میں تو نجس ہوں اور وہ پاک ہے اس لئے مجھے اس کے اندر آتے ہوئے شرم آتی ہے تو پانی نے جواب دیا کہ

گفت آب ایں شرم بے من کے رود	بے من ایں آلودہ زایل کے شود
پانی نے کہا میرے بغیر یہ شرم کیسے رفع ہوگی؟	میرے بغیر یہ گندگی کب دور ہو سکتی ہے؟

گفت الخ۔ یعنی پانی نے کہا کہ یہ شرم بے میرے کب جا سکتی ہے اور بے میرے کب آلودگی زائل ہو سکتی ہے۔ مطلب یہ کہ میرے اندر نہ آؤ گے تو ہمیشہ ناپاک ہی رہو گے اور یہ شرم اسی طرح باقی رہے گی اس شرم کے زوال کی تو یہی صورت ہے کہ میرے اندر آؤ اور پاکی حاصل کر لو آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

ز آب ہر آلودہ گر پنہاں شود	الحیاء یمنع الایماں بود
اگر ہرناپاک پانی سے چھپے گا	تو شرم ایمان کے لئے مانع ہے ہو جائے گا

زاب الخ۔ یعنی پانی سے اگر ہر آلودہ پوشیدہ ہو تو حیا مانع ایمان ہو جائے۔ مطلب یہ کہ اگر فیوض و برکات سے ہر آلودہ عصیان الگ اور دور رہے اور اس کو حاصل نہ کرے تو ایسی حیاء تو ایمان کو مانع ہو جائے گی حالانکہ حدیث میں ہے کہ الحیاء من الایمان۔ تو وہ حیاء تو حیاء محمود ہے اور یہ حیاء مذموم ہے پس اس قسم کی شرم ہرگز نہ چاہئے اور قرب حق اور تحصیل فیوض و برکات میں کوشش کرنا ضروری ہے۔

دل ز پایہ حوض تن گلناک شد	تن ز آب حوض دلہا پاک شد
دل جسم کے حوض کے زینہ سے مٹی میں سن گیا ہے	جسم دلوں کے حوض کے پانی سے پاک ہو گیا ہے

دل الخ۔ یعنی دل تو حوض تن کے پایہ سے خاک آلودہ ہو گیا اور بدن حوض دل سے پاک ہو گیا مطلب یہ کہ ظاہر کا اثر باطن پر اور بالعکس پڑتا ہے تو اخلاق حمیدہ سے جو کہ مقتضا ہے قلب کا بدن پر بھی اثر خوب ہوتا ہے اور اس میں بھی صلاحیت آجاتی ہے اور اگر اخلاق ذمیمہ انسان کے اندر ہیں تو ان کا اثر قلب پر پڑتا ہے اور اس سے قلب بھی خراب ہو جاتا ہے لہٰذا اخلاق حمیدہ کو حاصل کرنا چاہیے تاکہ اس کا بدن پر اثر پر کر وہ بھی درست ہو جائے اسی کو فرماتے ہیں کہ

گرد پایہ حوض گردی اے پسر	ہاں ز پایہ حوض تن می کن حذر
اے بیٹا! حوض کے زینہ کے چاروں طرف چکر لگا	خبردار! جسم کی حوض کے زینہ سے بچ

گرد پایہ الخ۔ یعنی اے صاحبزادے حوض دل کے گرد پھرو اور حوض تن سے بچو اور حذر کرو۔ مطلب یہ کہ اخلاق حمیدہ حاصل کرو اور اخلاق ذمیمہ سے بچو پھر فرماتے ہیں کہ

بحر تن بر بحر دل برہم زناں	درمیاں شاں برزخ لایبغیان
جسم کا دریا دل کے دریا سے ملا جلا ہے	ان کے درمیان آڑ ہے ایک دوسرے پر نہیں چڑھتے ہیں

بحر تن الخ۔ یعنی بحر تن بحر دل پرل کر چل رہا ہے اور ان کے درمیان میں ایک آڑ ہے کہ یہ ملتے نہیں مطلب یہ کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اخلاق حمیدہ و ذمیمہ کے درمیان میں ایک بہت ہی لطیف تفاوت ہے کہ جس کا ادراک بہت ہی مشکل ہے اور یہ کام بہت ہی مبصر شخص کا ہے کہ اس وقت جو یہ تقتضاء ہے آیا اقتضاء نفس ہے یا اقتضاء قلب ہے مثلاً یہ کہ ایک صورت میں اچھی معلوم ہوتی تو اب اسمیں اس کا سمجھ لینا کہ آیا یہ اس لئے اچھی معلوم ہوئی کہ جمال حق کا مظہر ہے یا کید نفس ہے۔ بہت مشکل ہے اس میں بڑی بصیرت کی ضرورت ہے۔ سو اگر خود بصیرت نہ ہو تو پھر اپنے کسی مبصر کے سپرد کردو کہ وہ جو کچھ کہے کرو اور خود کوئی بات تجویز مت کردیں گے اس سب پر تفریع فرماتے ہیں اور اس کلام کا نتیجہ بتاتے ہیں کہ

گر تو باشی راست ور باشی تو کژ	پیشتر می غو و تو واپس مغو
خواہ تو سیدھا ہو خواہ تو ٹیڑھا ہو	آگے کو کھسک اور واپس نہ کھسک

گر تو الخ۔ یعنی اگر تم راست ہو اور اگر کج ہو لیکن آگے کو چلتے رہو اور واپس مت پھرو مطلب یہ کہ اگر تم نیک ہو یا بد جو حالت بھی ہو اس میں طلب حق میں لگے ہو۔ اس سے منحرف ہو کہ اگر طلب میں لگے رہو گے تو ایک روز گوہر مقصود حاصل کرلو گے اور قرب حق میسر ہوگا۔

پیش شاہاں گر خطر باشد بجاں	لیک نشکیبند عالی ہمتاں
بادشاہوں کے حضور میں اگرچہ جان کا خطرہ ہوتا ہے	لیکن بلند ہمت والے (اس سے) صبر نہیں کر سکتے

پیش الخ۔ یعنی بادشاہوں کے سامنے اگرچہ جان کا خوف ہوتا ہے مگر عالی ہمت لوگ صبر بھی نہیں کر سکتے۔ مطلب یہ کہ اگرچہ قرب حق میں بظاہر بہت سی تکالیف بھی ہیں کہ اس جسم ظاہر کو مجاہدات و ریاضات کرنا پڑتے ہیں مگر پھر ویسا ہی آرام بھی اور راحت ابدی بھی حاصل ہوتی ہے تو عالی ہمتی کا تو یہ مقتضا ہے کہ طلب کو نہ چھوڑے بلکہ طلب کرتا رہے اور جو کچھ بھی گزرے اس کو سہے آگے فرماتے ہیں کہ

شاہ چوں شیریں تر از شکر بود	جان بشرینی رود خوشتر بود
بادشاہ چونکہ شکر سے بھی زیادہ میٹھا ہوتا ہے	مٹھاس کے بدلے جان چلی جائے تو بہتر ہے

شاہ الخ۔ یعنی جب قرب بادشاہ کا شکر سے بھی شیریں ہوتا ہے تو اگر جان شیرینی میں جائے تو خوب ہے مطلب یہ کہ جب قرب حق لذیذ و شیریں ہے تو اگر اسی میں فنا ہو گئے اور جان جاتی رہے تو اس سے اور کیا بہتر ہو سکتا ہے لہٰذا قرب حاصل کرنا ضروری ہے پھر فرماتے ہیں کہ

اے ملامت گو سلامت مر ترا	اے سلامت جو توئی واہی العریٰ
اے ملامت گر! تجھے سلامتی مبارک ہو	اے سلامتی کی جستجو کرنے والے! تو کمزور دستہ والا ہے

اے الخ۔ یعنی اے ملامت گر سلامتی تجھی کو اور اے سلامتی کے ڈھونڈنے والے تو ایک ضعیف دستاویز والا ہے مطلب یہ کہ اے ملامت گر تو جو ہم کو ملامت کرتا ہے کہ اپنی جان دیئے دیتے ہیں اور اس وجہ سے تو اپنے لئے اس فنا سے سلامتی کی تلاش میں ہے تو ہم کو ہماری فنا مبارک اور تجھ کو تیری سلامتی۔ مگر یہ یاد رکھنا کہ یہ سلامتی بہت

www.besturdubooks.wordpress.com

ہی ضعیف البنیان ہے آگے ایک مثال سے واضح فرماتے ہیں کہ

جان من کورہ ست وبا آتش خوشست	کورہ را ایں بس کہ خانہ آتش ست
میری جان تو بھٹی ہے اور آگ سے خوش ہے	بھٹی کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ آگ کا گھر ہے

جان الخ۔ یعنی ہماری جان (مثل) بھٹی کے ہے اور آتش کیساتھ خوش ہے اس لئے کہ بھٹی کے لئے تو یہی کافی ہے کہ وہ آگ کا گھر ہے۔ مطلب یہ کہ اگرچہ ہمارے اوپر کچھ ہی گزر جائے اور اس آتش عشق سے جل کر ہم بالکل فنا ہی کیوں نہ ہو جائیں اگر ہم ایسی حالت میں خوش ہیں اس لئے کہ قرب تو حاصل ہے ایسے عیش وآرام کو لے کر کیا آگ دیں گے کہ جس میں قرب حاصل نہ ہو خوب سمجھ لو۔

ہمچو کورہ عشق را سوزید نے ست	ہر کہ او زیں کور باشد کودنے ست
بھٹی کی طرح عشق کا کام جلانا ہے	جو اس سے اندھا ہو وہ احمق ہے

ہمچو کورہ الخ۔ یعنی بھٹی کی طرح عشق کے لئے جلنا ہے اور جو شخص کہ اس سے اندھا ہو وہ کون ہے مطلب ظاہر ہے کہ جو شخص عشق ومحبت حق سے خالی ہے اور غافل ہے وہ بالکل کودن اور نا اہل ہے۔

برگ بے برگی ترا چوں برگ شد	جان باقی یافتی و مرگ شد
سامان بے سامانی جب تیرا سامان ہو گیا	تو نے باقی رہنے والی جان حاصل کرلی اور موت ختم ہو گئی

برگ الخ۔ یعنی بے حاصلی کا حاصل ہونا ہی حاصل ہو گیا اور تو نے جان باقی پالی۔ تو مرگ چلا گیا۔ مطلب یہ کہ اگر فنا حاصل ہو گیا اور بظاہر تمہارا وجود منہدم ہی ہو گیا تو تمہارے لئے یہی حصول مقاصد ہے اور اس راہ میں فناء وجود ہی حصول وجود ہے اور جب فنا ہو گیا تو اس کے بعد بقا ہو گا اور پھر مرگ اور موت سب زائل ہو جائے گی اور ہمیشہ کے لئے بقا حاصل ہو جائے گا۔

چوں زغم شادیت افزودن گرفت	روضۂ جانت گل وسوسن گرفت
جب غم سے تیری خوشی میں اضافہ ہوا	تو تیری جان کے باغ میں گل اور سوسن اُگے

چون الخ۔ یعنی غم سے تمہاری خوشی بڑھنا شروع ہو گئی تو تمہاری جان کے باغ نے گل وسوسن لے لئے۔ مطلب یہ کہ جب مجاہدہ وریاضت سے تم کو قرب حق حاصل ہو گیا تو اب تمہارے اندر فیوض وبرکات بے حد بے حساب پیدا ہو گئے ہیں۔

آنچہ خوف دیگراں آں امن تست	بط قوی از بحر و مرغ خانہ سست
جو دوسروں کا ڈر ہے وہ تیرا اطمینان ہو گیا	بطخ سمندر سے قوی ہوتی ہے اور پالتو پرند سست ہوتا ہے

آنچہ الخ۔ یعنی جو چیز کہ اوروں کے خوف کا باعث ہے وہ تمہارے لئے امن ہے۔ دیکھو بطخ تو دریا میں قوی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتی ہے اور مرغ بانگی ست اور کمزور ہوتا ہے مطلب یہ کہ مجاہدہ وریاضت تمہارے لئے تو باعث قرب حق ہے اور جو نااہل ہے اس کے لئے بجز جان کندن اور جان کاہی دن کے کچھ بھی نہیں ہے اس لئے کہ دیکھو اگر بطخ کو دریا میں ڈال دو تو وہ خوب تیرتی ہے اور خوش ہوتی ہے اور اگر مرغی کو ڈال دو تو بس وہیں مر مرا کر رہ جائے بس اس طرح طالب حق تو ان امور سے خوش ہوتا ہے اور دوسرے لوگ اس کو مصیبت سمجھتے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ

باز دیوانہ شدم من اے طبیب	باز سودائی شدم من اے حبیب
اے طبیب! میں پھر دیوانہ ہوگیا	اے دوست! میں پھر پاگل ہو گیا

باز الخ۔ یعنی اے طبیب میں پھر دیوانہ ہوگیا اور اے حبیب میں پھر سودائی ہوگیا ہوں مطلب یہ کہ مجھ پر پھر عشق کا غلبہ ہے اور تیری وہی حالت ہے اور جوش جنون ترقی پر ہے اور محبت الٰہی کی زیادتی ہے کہ حقائق و معارف بیان کرنے کو دل چاہتا ہے

حلقہائے سلسلہ تو ذوفنوں	ہر یکے حلقہ دہد دیگر جنوں
تیری زنجیر کے حلقے فنون سے بھرے ہوئے ہیں	ہر ایک حلقہ ایک نیا جنون پیدا کرتا ہے

حلقہ الخ۔ یعنی تیری زنجیر کے حلقے ذوفنون ہیں اور ہر ایک حلقہ ایک دوسرا جنون پیدا کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ آپ کے عشق کی راہیں بہت مختلف ہیں اور ہر ایک طریقہ سے ایک نیا جوش پیدا ہوتا ہے اس لئے مجھے بھی آج کل زیادتی کا جوش ہے۔

داد ہر حلقہ فنون دیگرست	پس مرا ہر دم جنون دیگرست
ہر حلقہ کی دین ایک دوسرا ہی جنون ہے	تو میرے لئے ہر وقت ایک نیا جنون ہے

داد الخ۔ یعنی ہر حلقہ کی عطا الگ فنون ہے اس لئے مجھے ہر دم ایک نیا جنون ہے مطلب ظاہر ہے

پس فنوں باشد جنوں ایں شد مثل	خاصہ در زنجیر ایں میر اجل
تو جنون کی بہت سی قسمیں ہیں یہ ضرب المثل بن گئی ہے	خاص طور پر اس بڑے آقا کی زنجیر میں

پس الخ۔ یعنی پس جنون کئی قسم کا ہوتا ہے یہ ایک مثل ہوگئی ہے خاص کر جو کہ اس امیر بزرگ کی زنجیر کا ہو مطلب یہ کہ مثل مشہور ہے کہ الجنون فنون اس لئے مجھ پر بھی حالات مختلف آتے ہیں اور پھر جبکہ وہ جنون اور عشق ایک بہت بڑی جلیل القدر امیر کی زنجیر میں ہو تو وہ تو اور بھی زیادہ ہوگا۔

آنچناں دیوانگی بگست بند	کہ ہمہ دیوانگاں پندم دہند
دیوانگی نے ایسی بیڑیاں توڑیں	کہ سب دیوانے مجھے نصیحت کرنے لگے

آنچناں الخ۔ یعنی دیوانگی نے اس قدر بند توڑے ہیں کہ دیوانی مجھے نصیحت کرتے ہیں مطلب یہ کہ اس

www.besturdubooks.wordpress.com

قدر جوش جنون عشق ہے کہ اور لوگ جو کہ واصل اور عشق میں مبتلا ہیں مجھے نصیحت کرتے ہیں اس لئے کہ یہ قاعدہ ہے کہ جب دلی انتہا درجۂ ولایت کو پہنچ جاتا ہے تو اس وقت اولیاء اللہ بھی جو کہ اس کے درجہ سے کم ہوتے ہیں اس کو نہیں پہچان سکتے۔ آگے حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو وہ بھی عشق میں مبتلا تھے اس لئے کہ ان کو بھی لوگوں نے بند کر رکھا تھا۔ پس فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

آب گفت: ان اشعار کے ماقبل کے ساتھ تعلق کی دو توجیہیں ہیں اول یہ کہ اس کا تعلق "اے تن آلودہ بگرد حوض کرد" سے ہو۔ اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ تجھ کو اپنی آلودگی کے باعث حوض کے اندر گھسنے سے شرم نہ چاہئے اس لئے کہ پانی آلودہ سے کہتا ہے الخ۔ دوسری توجیہ یہ کہ اس کا تعلق پاکی محدود تو خواہد مدد" سے ہو اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ دریا سے تعلق پیدا کرنے یا قائم رکھنے میں تجھے شرم نہ آنی چاہئے کیونکہ پانی کہتا ہے الخ والثانی اقرب الی المنتظر والاول الی المعنی فتأمل غرض آلودہ نجاست کو ازالۂ نجاست میں دریا یا حوض سے مدد لینے میں شرم نہ چاہئے کیونہ پانی نے ایک آلودہ نجاست سے کہا کہ میرے اندر دوڑ آ آلودۂ نجاست نے کہا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ پانی صاف وشفاف ہے اور میں نجس اور گندہ میں کیا منہ لے کر اس سے ملوں پانی نے جواب دیا کہ یہ شرم مجھ بدون نہیں جاسکتی اور بدون میرے یہ نجاست دور نہیں ہوسکتی پس تجھے مجھ سے احتراز نہ چاہئے۔ واقعی بات یہ ہے کہ اگر آلودۂ نجاست پانی سے چھپنے لگے تو یہ شرم بجائے الحیاء شعبۃ من الایمان کے الحیاء الایمان ہوائے گی پس ضرور ہے کہ بیجا شرم کو چھوڑا جائے اور اس سے کام نہ کیا جائے۔ یہاں ایک بات اور بھی قابل تنبیہ ہے وہ یہ کہ تیرے اندر دو حوض ہیں۔ ایک حوض تن۔ دوسرا حوض دل حوض تن تو بالکل مکدر ہے کہ اس سے حوض دل بھی مکدر ہو جاتا ہے اور حوض دل اتنا صاف وشفاف ہو کہ حوض تن کو بھی پاک وصاف کر دیتا ہے اور انسانی گندگیاں دور کر دیتا ہے پس حوض دل پر جانا اور اس سے منتفع ہونا اور حوض تن سے بچتے رہنا۔ اس تنبیہ کی اس لئے ضرورت ہے کہ بحر تن اور بحر دل دونوں ساتھ چلتے ہیں لیکن ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ یعنی اکثر مقتضیات نفسانیہ وقلبیہ بہت ملتے جلتے ہیں مگر فی الحقیقت جداگانہ ہیں اس لئے امتیاز کی ضرورت ہے ایسا نہ ہو کہ بحر تن کو بحر دل سمجھ کر اس سے منتفع ہونے لگو۔ اور جو بے حس ہے اس کو مطہر سمجھنے لگو خیر یہ مضمون تو استطرادا آ گیا تھا۔ اب ہم پھر اصل مقصد کی طرف لوٹتے ہیں۔

گر تو باشی راست: خیر بات یہ ہے کہ تو چاہے ٹیڑھا ہو چاہے سیدھا۔ خواہ عالی ظرف ہو کہ کسی حالت میں بھی ادب کو ہاتھ سے نہ دے خواہ مغلوب کہ ادب ملحوظ نہیں رکھ سکتا۔ گو با اختیار وبقصد ادب کو ترک بھی نہیں کرتا حق سبحانہ ہی کی طرف بڑھ۔ اس خیال سے کہ کہیں ادب ترک نہ ہو جائے۔ الثانہ لوٹ یہ مسلم ہے کہ بادشاہوں کے قرب میں جان کا خطرہ ہے اور قرب سلطان آتش سوزان بود مشہور ہے مگر عالی ہمتوں سے بدون بادشاہ کے صبر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ بادشاہ کا قرب شکر سے زیادہ شیریں اور مرغوب ہے۔ خواہ سلطان حقیقی ہو خواہ مجازی۔ سلطان حقیقی کے قرب کا شیریں ہونا تو ظاہر ہے رہا سلطان جازی سو اس کا قرب اس لئے شیریں ہے کہ یہ موجب جاہ ہے اور جاہ بالطبع مرغوب ہے پس اگر شیرینی کے لئے جان جاتی رہے تو بھی کچھ پرواہ نہیں غرض عالی ہمت بادشاہ کو خطرۂ جان کی بنا پر نہیں چھوڑتے اس لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

عالی ہمت حقیقی شہنشاہ حقیقی کو نہیں چھوڑتے اور عالی ہمت مجازی سلطان مجازی کو نہیں چھوڑتے۔ پس اے ملامت گر تو جو ہم کو خطرۂ جان سے ڈراتا ہے اور کہتا ہے قرب سلطان آتش سوزان بود۔ پس بادشاہ سے جدا رہ کر سلامتی تجھے ہی نصیب رہے۔ ہماری تو اگر جان بھی جاتی رہے تب بھی ہم بادشاہ حقیقی کو نہ چھوڑیں گے اور اے سلامتی کے تلاش کرنے والے تو ہی کمزور اور بزدل اور ضعیف الاعتماد ہے۔ ہم اتنے بودے نہیں ہم کو اس کی ذات پر پورا بھروسہ ہے کہ وہ ہماری لغزشوں کو نظر انداز کرے گا۔ بات یہ ہے کہ جو شل برف سرد ہوتا ہے اور آتش عشق سلطانی اپنے اندر نہیں رکھتا وہی آتش قرب سے ڈرتا ہے ہماری جان تو سوز عشق سے بھٹی بنی ہوئی ہے۔ ہمیں آگ کا کیا ڈر ہم کو تو وہ آگ ہی اچھی معلوم ہوتی ہے۔ بھٹی کے لئے یہی کافی ہے اور یہی اس کا عین مقصود ہے کہ وہ آگ کا گھر ہے عاشق تو بھٹی کی طرح جلتا ہے جو اس سے ناواقف ہے احمق ہے یاد رکھو کہ جب یہ آگ تن من کو پھونک کر بے سامان کر دیتی ہے تو موت رفو چکر ہو جاتی ہے اور اس فنا کے بعد بقائے تام حاصل ہوتی ہے اور جب تجھے غم میں مزہ آنے لگتا ہے اور اس سے خوشی بڑھنے لگتی ہے تو جان میں طرح طرح کے آثار محمودہ پیدا ہونے لگتے اور انواع واقسام کے علوم ومعارف حاصل ہونے لگتے ہیں پس جس سے کم حوصلوں کی جان ہوا ہوتی ہے وہ تیرے لئے موجب سکینہ ہے اور یہ کچھ بعید نہیں دیکھو بطخ میں دریا سے جان آتی ہے اور خانگی مرغ کی روح تحلیل ہوتی ہے۔ عشق ومعشوق کے تذکرہ سے مولانا پر حال طاری ہو گیا لہٰذا فرماتے ہیں۔

باز دیوانہ شدم: ارے بیٹھے بیٹھے مجھے کیا جانے کیا یاد آیا۔ اے طبیب میں تو پھر دیوانہ ہو گیا اور اے حبیب مجھ پر تو پھر سودا نے غلبہ کیا کیوں نہ ہو میں تیری جس زنجیر میں بستہ ہوں عجیب قسم کی ہے اس کا تو ہر حلقہ ایک نئی قسم کا جنون پیدا کرتا ہے یعنی تیرے الطاف وانعامات میں جب غور کرتا ہوں تو ہر ایک نیا اثر کرتا ہے چونکہ ہر حلقہ کا اثر جداگانہ ہے اس لئے میرے جنون کے بھی مختلف رنگ ہیں یوں تو للجنون فنون مثل مشہور ہی ہے پر اس شاہ عظیم کی زنجیر میں تو یہ بات کامل طور سے موجود ہے میرا جنون مجھے اس درجہ وارستہ کرتا ہے کہ دیگر دیوانے اہل دنیا یا عشاق حق سبحانہ بھی مجھے نصیحت کرتے ہیں کہ اس قدر خود رفتگی مناسب نہیں۔ بعض نسخوں میں بجائے "پندم دہند" کے بندم دہند ہے۔ یعنی اہل دنیا مجھے مقید کرے ہیں وہذا ہو المناسب للحکایۃ الآتیۃ۔

شرح شبّیری

آمدن دوستاں بہ بیمارستاں جہت پرسش ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ

دوستوں کا شفاخانہ میں ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی مزاج پرسی کے لئے آنا

ایں چنیں ذوالنون مصری را فتاد	کاندرو شور و جنون نو بزاد
اسی طرح ذوالنون مصری کے لئے ہوا	کہ ان میں ایک نیا جنون اور ولولہ پیدا ہوا

اینچنیں الخ۔ یعنی اس طرح حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ کو اتفاق پڑا کہ ان کے اندر ایک جدید جنون وشورش پیدا ہوئی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شور چنداں شد کہ تا فوق فلک	میر سد از وے جگر ہارا نمک
انہیں ایسی شورش ہوئی کہ آسمان کے اوپر تک	ان کی وجہ سے جگروں پر نمک پاشی ہوئی

شور چندان الخ۔ یعنی اس قدر شور ہوا کہ آسمان کے اوپر تک (پہنچ گیا) اور ان سے جگروں کو نمک پہنچتا تھا۔ مطلب کہ ان کا عشق اس قدر ظاہر ہوا کہ سب جگہ مشہور ہو گیا اور اس کا اثر بھی قلب پر پڑتا تھا اور لوگ ان کے اس عشق سے مؤثر ہوتے تھے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

ہیں منہ تو شور خود اے شورہ خاک	پہلوئے شور خداوندان پاک
خبردار! اے شوریلی مٹی کے تو اپنے عشق کو نہ رکھ	پاک صاحبوں کے عشق کے برابر

ہین الخ۔ اے زمین شور (کی مثل) تو اپنی شورش کو حضرات پاک کے برابر مت رکھ مطلب یہ کہ کہیں اس سے کسی نقاص کو یہ شبہ نہ ہو جائے کہ جس طرح حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ کے اندر شول غل عشق تھی اس طرح ہمارے اندر بھی ہے لہٰذا ہم بھی کامل ہیں تو یہ غلطی ہے اس لئے کہ کار پاکان را قیاس از خود مگیر' اگر چہ ماند در نوشتن شیر و شیر' وہ حالت صادقہ ہوتی ہے اور ناقص کی حالت کاذبہ ہوتی ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے صبح صادق اور صبح کاذب۔ کہ صبح کاذب بھی صادق کے مشابہ ہوتی ہے مگر اس کے بعد اس میں ظلمت ہوتی ہے پھر صبح صادق کا ظہور ہوتا ہے اس طرح کی حالت بھی مشابہ کامل کی حالت کے ہوتی ہے مگر دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ آگے پھر رجوع ہے قصہ کی طرف۔

خلق را تاب جنون او نبود	آتش او ریشہا شاں می ربود
لوگوں میں ان کے جنون (کے برداشت) کی طاقت نہ تھی	ان کی آگ ان کی داڑھیوں کا صفایا کر رہی تھی

خلق الخ۔ یعنی حضرت ذوالنونؒ کے جنون کی عامہ مخلوق کو تاب نہ تھی اور ان کی آتش عشق) لوگوں کی داڑھی کو لے بھاگتی تھی۔ مطلب یہ کہ ان کی اس حالت سے لوگ جلتے تھے اور ان کو اس کی تاب نہ تھی اس لئے کہ حضرت نے اپنے کو مجنون بنا کر حقائق و معارف بیان کئے اور دوسروں کی قلعی کھولی تو وہ لوگ ان سے جلنے لگے۔

چونکہ در ریش عوام آتش فتاد۔	بند کردندش بزنداں۔ المراد
چونکہ عوام کی داڑھیوں میں آگ لگی	ان کو قید خانہ میں بند کر دیا مقصد یہ ہے

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ عوام کی داڑھی میں آگ لگی تو القصہ ان کو قید خانہ میں بند کر دیا۔ مطلب یہ کہ جب ان کی آتش حسد بڑھی تو آخر کار حضرت کو قید کر دیا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

نیست امکاں واکشیدن ایں لجام	گرچہ زیں رہ تنگ می آیند عوام
اس لگام کو کھینچنا ممکن نہیں ہے	اگرچہ اس طریقہ سے عوام تنگ ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

نیست الخ۔ یعنی اس بات سے لگام روک لینا ممکن نہیں ہے اگرچہ اس راستہ سے عوام تنگ ہوں مطلب ظاہر ہے۔

کایں گرہ کورند وشاہاں بے نشاں	دیدہ ایں شاہاں زعامہ خوف جاں
کیونکہ یہ گروہ اندھا ہے اور شاہوں میں کوئی علامت نہیں ہے	ان شاہوں نے عوام سے جان کا خطرہ محسوس کیا ہے

دیدا ین الخ۔ یعنی ان بادشاہوں نے عوام سے خوف جان دیکھا اس لئے کہ یہ گروہ تو اندھے ہیں اور بادشاہ بے نشانی کے ہیں۔ مطلب یہ کہ ان حضرات اہل اللہ نے جب دیکھا کہ کوئی علامت اور نشانی تو ایسی ہے نہیں کہ جس سے ظاہر ہو کہ یہ بزرگ ہیں اور ولی ہیں اور مخالفت عوام ظاہر ہے تو ان کو اپنی جان کا خوف ہو گیا کہ ممکن ہے کہ یہ لوگ مار ڈالیں اس لئے ان حضرات نے پوشیدگی ہی پسند کی۔

لا جرم ذوالنون در زنداں بود	چونکہ حکم اندر کف رنداں بود
لامحالہ ذوالنون قید خانہ میں ہوں گے	جبکہ فیصلہ رندوں کے ہاتھ میں ہو گا

حکم چون الخ۔ یعنی جب حکم رندوں کے ہاتھ میں پڑ گیا تو بیشک ذوالنونؒ قید خانہ میں پڑ گئے مطلب یہ کہ جب نا اہل حاکم ہو گئے تو اب ان کو قید میں پڑنا ضروری تھا اس لئے کہ وہ ان کی قدر نہ جانتے تھے اس لئے ان کو قید کر دیا۔

در کف طفلاں چنیں در یتیم	یک سوارہ می رود شاہ عظیم
ایسا نایاب موتی بچوں کے ہاتھ میں پڑا ہے	عظیم بادشاہ تنہا جا رہا ہے

یک الخ۔ یعنی بادشاہ عظیم یکہ و تنہا جاتا ہے جیسے کہ لڑکوں کے ہاتھ میں در یتیم مطلب یہ کہ یہ حضرات اگرچہ واقع میں بادشاہ ہوتے ہیں مگر بظاہر کوئی علامت وغیرہ نہیں ہوتی بلکہ بالکل تنہا نا اہلوں میں پھرتے ہیں جیسے کہ لڑکوں کے ہاتھ میں در یتیم آ جائے تو وہ اس کی اچھی طرح گت بناتے ہیں اسی طرح جاہل خلق ان حضرات کی خوب دگت بناتے ہیں اور ان کو دق کرتے ہیں۔

آفتابے درج اندر ذرۂ	در چہ دریائے نہاں در قطرۂ
(یا) ایک سورج ذرے میں	موتی کیا ہوتا ہے ایک قطرہ میں پوشیدہ دریا

در چہ الخ۔ یعنی اگرچہ ایک دریا قطرہ میں پوشیدہ ہو اور ایک آفتاب ذرہ میں مخفی ہو (مگر عوام کو اس کی کیا خبر ہو سکتی ہے) مطلب یہ کہ یہ حضرات حقیقۃً تو مظہور ہوتے ہیں صفات حق کے مگر لوگوں کو ان کے اس کمال کی کیا خبر ہو سکتی ہے۔

واندک اندک روئے خود را بر کشود	آفتاب خویش را ذرہ نمود
اور تھوڑا تھوڑا اپنا منہ کھولا	اس نے اپنے سورج کو ذرہ دکھایا

آفتاب الخ۔ یعنی آفتاب نے اپنے کو ذرہ دکھلایا ہے اور تھوڑا تھوڑا اپنے منہ کو کھولا ہے۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے اپنے کمالات کو ان حضرات میں تھوڑے تھوڑے ظاہر کئے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

جملہ ذرات دروے محو شد	عالم ازوے مست گشت وصحو شد
تمام ذرے اس میں محو ہو گئے	دنیا اس سے مست ہو گئی اور ہوش جاتا رہا

جملہ الخ۔ یعنی ذرات اس میں محو ہو گئے اور عالم اس سے مست ہو گیا اور ہوشیاری جاتی رہی مطلب یہ کہ جب آفتاب حقیقی یعنی حق تعالیٰ نے تھوڑا اظہور کیا اور اپنی صفات کا مظہر کسی کو بنا دیا تو اب اور کل ذرات اس کے جمال میں فنا ہو گئے اور ہوشیاری وغیرہ سب غائب ہو گئی بس اب تو اسی کا نظارہ مدنظر رہ گیا۔

چوں قلم در دست غدارے بود	لاجرم منصور بردارے بود
جب قلم کسی غدار کے ہاتھ میں ہو گا	تو لامحالہ منصور سولی پر ہو گا

چون الخ۔ یعنی جب کہ قلم کسی غدار کے ہاتھ میں ہو۔ تو پھر منصور کیسے دار پر نہ ہوں۔ یہاں غدار سے مراد وہ وزیر ہے جو کہ حضرت حسین بن منصور کے قتل کے درپے تھا اور اصل قصہ یہ ہے کہ ایک وزیر تھا جو کہ بوجہ کسی خواہش نفسانی کے ان کے قتل کے درپے تھا اور یہ یقینی امر ہے کہ ان کی حالت مغلوبیت کی تھی غرضیکہ اس نے علماء سے استفتاء کیا تو علماء کے ساتھ حسن ظن ضرور اس کو بتاتا ہے کہ انہوں نے کل تفصیل لکھی ہوگی مگر اس نے یہ کہہ کر کہ ان کے قول میں کوئی تاویل نہیں ہوسکتی ان کے لئے حکم دار دیدیا اس لئے کہتے ہیں کہ جب ایسے غدار کے ہاتھ میں قلم ہو تو پھر وہ دار پر کیسے نہ چڑھائیں اور ان کا نام منصور نہیں ہے بلکہ ان کے والد کا نام ہے اور ان کا نام حسین ہے مگر یہ والد ہی کے نام سے مشہور ہو گئے ہیں۔ مطلب یہ کہ جب نااہل حاکم ہونگے تو ایسی ایسی باتیں ہوا کریں گی اور اولیاء اللہ کو اس طرح تکالیف اور گزند پہنچیں گے اور فرماتے ہیں کہ

چوں سفیہاں راست ایں کاروکیا	لازم آمد یقتلون الانبیا
جب اختیار اور اقتدار بے عقلوں کو حاصل ہو	ضروری ہوگا۔ کہ وہ نبیوں کو قتل کریں

چون الخ۔ یعنی جبکہ بیوقوفوں کے قبضہ میں کام اور حکومت ہو تو انبیاء کا قتل ہونا لازم ہے اس لئے کہ وہ ان کی حالت اور ان کے کمالات سے ناواقف ہونگے اور پھر ان کو قتل کر دینگے اور ایذا دینگے جیسا کہ پہلے ہو چکا ہے۔

انبیاء را گفتہ قوم بود گم	از سفہ انا تطیرنا بکم
گم گشتہ راہ قوم نے نبیوں سے کہا	حماقت سے کہ ہم تمہیں منحوس سمجھتے ہیں

انبیاء الخ۔ یعنی قوم گمراہ نے انبیاء کو بیوقوفی کی وجہ سے کہا ہے کہ ہم تم سے فال بد لیتے ہیں۔ مطلب یہ کہ آخر بیوقوفوں نے پہلے بھی انبیاء کی شان میں گستاخی کی ہے اور ہمیشہ مخالفت ہی کی ہے تو اگر اولیاء اللہ کے ساتھ دشمنی اور مخالفت کریں تو کیا عجب ہے آگے بیوقوفوں کی موافقت اور دوستی کو بتاتے ہیں کہ

جہل ترسا بیں اماں انگیختہ	زاں خداوندے کہ گشت آویختہ
نصرانیوں کی نادانی دیکھئے اس کے طالب ہیں	اس آقا سے جو (ان کے عقیدہ میں) سولی پر لٹکا دیا گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

جہل الخ۔ یعنی نصرانی کا جہل دیکھو کہ اس نے امن کو اس خدا کے ساتھ تعلق کیا ہے کہ جو خود لٹک گیے۔ مطلب یہ کہ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ السلام کے دوست بنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ ہمارے گناہوں کے کفارہ میں ایک مرتبہ سولی پر چڑھ چکے ہیں تو بھلا کس قدر بے وقوفی کی بات ہو کہ جو اپنے کو تو سولی پر چڑھنے سے نہ بچا سکے ان سب کو بچائیں گے اللہ بچائے اس جہالت سے۔

چوں بقول اوست مصلوب یہود	پس مرا ورا امن کے تاند نمود
جب ان کے بقول یہودیوں نے ان کو سولی پر چڑھا دیا ہے	تو وہ ان کو نجات کب دے سکتے ہیں؟

چون الخ۔ یعنی جبکہ بقول نصرانی ان کو یہود نے سولی دیدی تو پھر وہ اس کو کس طرح دے سکتے ہیں۔ پس معلوم ہو گیاہ جاہل کی نہ دوستی اچھی اور نہ عداوت ہر طرح دل کا ضرر جان کا نقصان دیکھا + نہ عداوت تری اچھی نہ محبت اچھی۔ ان دو شعروں میں بے وقوف کی دوستی کی حالت کو بیان کر کے پھر مضمون بالا کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ جب منکرین ان حضرات کو اس طرح ستائیں گے تو پھر آخر کہاں تک بچیں گے۔ فرماتے ہیں کہ

چوں دل آں شاہ انیساں خون بود	عصمت و انت فیہم چوں بود
جبکہ اس (ذوالنون) شاہ کا دل اسطرح خون ہو	تو "انت فیہم" کا بچاؤ کیسے (حاصل) ہو؟

چون الخ۔ یعنی جبکہ اس شاہ کا دل اس طرح خون ہوگا تو پھر وانت فیہم کی عصمت کس طرح ہوگی مطلب یہ کہ بزرگان دین اور اولیاء اللہ کی برکت سے ایسا ہوتا ہے کہ بلائیں ٹل جاتی ہیں جیسا کہ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ فرماتے ہیں ماکان اللہ لیعذبہم وانت فیہم مگر پھر آخر یہ بچاؤ کب تک رہے گا جب اہل اللہ کو نااہل اس طرح ستائیں گے تو حق تعالیٰ ان کو علیحدہ کر کر کے اوروں پر عذاب نازل فرمائیں گے لہٰذا ان حضرات کی دل آزاری سے ہمیشہ بچنا چاہیے کہ بہت ہی بڑی سخت بات ہے۔

زر خالص را و زرگر راخطر	باشداز قلاب خائن بیشتر
خالص سونے اور سنار کو خطرہ	زیادہ ہوتا ہے خائن جعلساز سے

زر خالص الخ۔ یعنی خالص سونے کو اور زرگر کو کھوٹ ملانے والے خائن کا بہت خوف ہوتا ہے مطلب یہ کہ حضرات اہل اللہ ان عوام سے بہت گھبراتے ہیں اور ہمیشہ مخالفت کا خوف ان کو لگا رہتا ہے اس لئے یہ حضرات اپنے کو ظاہر نہیں کرے بلکہ مخفی رکھتے ہیں۔

یوسفاں از رشک زشتاں مخفی اند	کز عدو خوباں درآتش می زیند
بہت سے یوسف بدصورتوں کے رشک کی وجہ سے پوشیدہ رہتے ہیں	کیونکہ حسین دشمن کی وجہ سے انگاروں پر لوٹتے ہیں

یوسفان الخ۔ یعنی یوسف (جیسے) لوگ بروں کے رشک کی وجہ سے مخفی ہیں اور دشمنی کی خصلت والوں سے

www.besturdubooks.wordpress.com

آگ میں زندہ ہیں مطلب یہ کہ جو حضرات اہل اللہ ہیں وہ حاسدین اور منکرین کی وجہ سے اپنے کمالات کو پوشیدہ رکھتے ہیں اور ان کی وجہ سے ایک کاہش اور تکلیف میں زندگی بسر کرتے ہیں۔

یوسفاں از مکر اخواں در چہ اند	کز حسد یوسف بگرگاں می دہند
بہت سے یوسف بھائیوں کی مکاری کی وجہ سے کنویں میں ہیں	کیونکہ وہ حسد کی وجہ سے یوسف کو بھیڑیوں کو دے دیتے ہیں

یوسفان الخ۔ یعنی یوسف (جیسے) حضرات بھائیوں کے مکر کی وجہ سے کنوئیں میں ہیں کہ حسد کی وجہ سے یوسف کو بھیڑیوں کو دے دیتے ہیں مطلب یہ کہ یہ حضرات اہل اللہ حاسدین کی وجہ سے اپنے کو مخفی رکھتے ہیں اس لئے کہ اگر ظاہر ہوں حاسدین ان کو تکلیف اور گزند پہنچاتے ہیں۔

از حسد بر یوسفؑ مصری چہ رفت	ایں حسد اندر کمیں گرگیست زفت
حسد کی وجہ سے مصری یوسف پر کیا گزری؟	یہ حسد چھپا ہوا موٹا بھیڑیا ہے

از حسد الخ۔ یعنی حسد کی وجہ سے حضرت یوسف مصری علیہ السلام پر کیا گزری اور یہ حسد ہی خود باطنا ایک بڑا بھیڑیا ہے۔ مطلب یہ کہ یہ ضرور نہیں کہ حاسد ظاہر میں کوئی گزند ہی پہنچائے بلکہ خود یہ حسد ہی ایک بڑا بھیڑیا ہے کہ خود اسی سے گزند اور تکلیف ہوتی ہے۔

لاجرم زیں گرگ یعقوبؑ حلیم	داشت بر یوسفؑ ہمیشہ خوف وبیم
لامحالہ اس بھیڑیئے کی وجہ سے بردبار یعقوب	یوسف کے معاملہ میں خوف و خطر محسوس کرتے تھے

لاجرم الخ۔ یعنی بے شک اسی گرگ کی وجہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام جو کہ حکیم تھے یوسف علیہ السلام پر خوف رکھتے تھے مطلب یہ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اس حسد ہی سے خائف تھے کہ ایک روز یہ حسد ہی گل کھلائے گا سو وہی ہوا۔

گرگ ظاہر گرد یوسف خود نگشت	ایں حسد در فعل از گرگاں گذشت
ظاہری بھیڑیا یوسف کے پاس بھی نہ آیا	یہ حسد کارنامہ میں بھیڑیوں سے بھی بڑھ گیا

گرگ الخ۔ یعنی گرگ ظاہر تو یوسف علیہ السلام کے پاس بھی نہ ہوا (مگر) یہ حسد ہی فعل میں گرگوں سے بڑھ گیا کہ وہ تو پاس بھی نہ آیا اور اس حسد نے ان کو کنویں میں ڈلوا دیا تو اس حسد کا اثر اس بھیڑیئے سے بھی زیادہ ہو گیا۔

زخم کرد ایں گرگ وز عذر لبق	آمدہ کانا ذھبنا نستبق
اس بھیڑیئے نے زخمی کیا اور چکنا چپڑا عذر لے کر	(حضرت یعقوب کے پاس) آیا کہ ہم دوڑ لگا رہے تھے

زخم کرد الخ۔ یعنی اس گرگ (حسد) نے تو زخم لگایا اور چرب زبانی کے عذر کی وجہ سے آگے کہ ہم تو بھاگنے کے لئے گئے تھے۔ مطلب یہ کہ وہ ایذا رسانی تو فعل اس حسد اخوان کا تھا مگر وہ چرب زبانی سے اپنے کو بری ہی

www.besturdubooks.wordpress.com

بتاتے رہے کہ ہم نے کیا کیا۔ ہم تو ذرا بھاگنے کو چلے گئے تھے۔

صد ہزاراں گرگ راایں مکر نیست	عاقبت رسوا شود ایں گرگ بایست
لاکھوں بھیڑیوں کو بھی یہ مکاری حاصل نہیں ہے	ٹھہر جا بالآخر یہ بھیڑیا رسوا ہو گا

صد ہزاران الخ۔ یعنی لاکھوں بھیڑیوں میں یہ مکر نہیں ہوتا اور آخر کار یہ مکر رسوا ہوتا ہے تم اس سے کھڑے ہو جاؤ یعنی الگ ہو جاؤ۔ ورنہ تم بھی اس کے ساتھ رسوا ہو گے آگے حسد کے گرگ ہونے کی دلیل لاتے ہیں کہ

زانکہ حشر حاسداں روز گزند	بیگماں برصورت گرگاں کنند
کیونکہ حشر کے دن حاسدوں کا حشر	یقینا بھیڑیوں کی صورت میں کریں گے

زانکہ الخ۔ یعنی اسی لئے قیامت کے دن حاسدوں کا حشر بھیڑیوں کی صورت پر کریں گے۔ حدیث میں اتنا تو آیا ہے کہ متکبرین چیونٹی کی صورت میں اٹھیں گے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حشر کچھ مناسب صورتوں میں ہوگا تو اگر مولانا کو کشف یا الہام سے معلوم ہو کہ حاسدین کا حشر بھیڑیوں کی شکل میں ہوگا تو کیا عجب ہے اسی لئے فرماتے ہیں کہ چونکہ حسد کے اندر سبعیت اور تکلیف دہی زیادہ ہے اسی لئے یہ گرگ کی طرح ہے اور حاسدین کا حشر بھی اسی مناسبت کی وجہ سے گرگوں کی بصورت میں ہوگا اور فرماتے ہیں کہ

حشر پر حرص سگ مردار خوار	صورتے خو کے بود روز شمار
مردار خوار حریص کتے کا حشر	قیامت کے دن سور کی صورت میں ہو گا

حشر الخ۔ یعنی حرص والے اور مردار خوار کا حشر قیامت کے دن سور کی صورت میں ہوگا اس لئے کہ مردار خواری اور حرص میں اس کو اس سے مناسبت ہے۔

زانیاں را گندہ اندام نہاں	خمر خواراں را بود گندہ دہاں
(قیامت کے دن) زناکاروں کی شرمگاہیں گندی ہوں گی	شراب نوشوں کے منہ بدبودار ہوں گے

زانیاں الخ۔ یعنی زانیوں کی اندام نہانی گندہ ہوگا اور شرابیوں کا منہ گندہ ہوگا اس لئے انہوں نے ان ہی اعضاء سے معصیت کا ارتکاب کیا ہے پس معلوم ہوا کہ سب کا حشر اس کے مناسب خصلت اور غالب عادت پر ہوگا اسی کو فرماتے ہیں کہ

گند مخفی کاں بدلہا می رسید	گشت اندر حشر محسوس و پدید
چھپی ہوئی گندگی جو دلوں میں پہنچتی ہے	وہ قیامت میں محسوس اور ظاہر ہو گی

گند الخ۔ یعنی وہ مخفی گندگی جو کہ قلوب میں پہنچتی تھی قیامت کے اندر وہ محسوس اور ظاہر ہوگئی اور اس کی یہ سب صورت ناشبہ ظاہر ہوئیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بیشۂ آمد وجود آدمی	بر حذر شو زیں وجود ار آدمی
انسان کا وجود ایک بن ہے	اگر تو انسان ہے تو اس وجود سے احتیاط برت

بیشہ الخ۔ یعنی وجود انسان ایک جنگل ہے تو اگر تم آدمی ہو تو اس سے بچو۔ مطلب یہ کہ وجود انسان مثل ایک جنگل کے ہے جس میں اخلاق ذمیمہ حرص و ہوا اور سبعیت و بہیمیت جو کہ کتے اور سور اور بھیڑیے وغیرہ کے مشابہ ہیں موجود ہیں تو اگر تم آدم ہو تو ان چیزوں سے بچو اور اخلاق ذمیمہ کو اپنے اندر سے باہر نکال ڈالو۔

ظاہر و باطن اگر باشد یکے	نیست کس را در نجات او شکے
اگر ظاہر و باطن یکساں ہو	اس کی نجات میں کسی کو شک نہیں ہے

ظاہر الخ۔ یعنی جسکا ظاہر و باطن یکساں ہو اس کی نجات میں کسی کو شک نہیں ہے مطلب یہ کہ اگر کسی کا ظاہر و باطن دونوں اچھے ہوں تو پھر وہ یقیناً ناجی ہے بخلاف اس کے کہ جس کا ظاہر تو اچھا ہو اور باطن میں یا اخلاق ذمیمہ اور سبعیہ بھرے ہوئے ہوں

در وجود ما ہزاراں گرگ و خوک	صالح و ناصالح و خوب و خسوک
ہمارے وجود میں ہزاروں بھیڑیے اور سور ہیں	نیک اور بد اور اچھے اور برے

در وجود الخ۔ یعنی ہمارے وجود کے اندر ہزاروں سور اور بھیڑیے اچھے اور برے اور عمدہ اور کینہ ور ہیں مطلب یہ کہ مارے اندر اخلاق ذمیمہ اور حمیدہ اور سبعیت اور سمیت وغیرہ وغیرہ بھرے پڑے ہیں برے بھی ہیں اور بھلے بھی ہیں مگر اعتبار انہیں کا ہوگا جو کہ غالب ہو گے اسی کو فرماتے ہیں کہ

حکم آں خو راست کو غالب ترست	چونکہ زر بیش از مس آمد آں زرست
حکم اس خصلت کے مطابق ہے جو غالب ہے	جب سونا تانبے سے زیادہ ہے تو وہ سونا ہے

حکم خو الخ۔ یعنی اعتبار اسی کا ہے جو کہ غالب ہے اس لئے کہ اگر سونا تانبے سے زیادہ ہو تو وہ سنا ہی ہے۔

سیرتے کاں در وجودت غالب ست	ہم براں تصویر حشرت واجب ست
وہ خصلت جو تیرے وجود میں غالب ہے	اسی صورت پر تیرا حشر ضروری ہے

صورتے الخ۔ یعنی جو صورت کہ تیرے وجود میں غالب ہوگی تمہارا حشر ضرور اسی صورت پر ہوگا مطلب یہ کہ جب اعتبار غالب کا ہے تو بس اگر اخلاق حمیدہ غالب ہیں تو ویسا اثر مرتب ہوگا اور اگر ذمیمہ غالب ہیں تو اس کے آثار مرتب ہوگے اور تم ویسے ہی کہلاؤ گے۔

ساعتے گرگی در آید در بشر	ساعتے یوسفؑ رخی ہمچوں قمر
ایک وقت میں انسان میں بھیڑیا پن آتا ہے	ایک وقت میں چاند جیسی یوسف رخی آتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ساعتے الخ۔ یعنی کبھی تو ایک بھیڑیا بشر کے اندر آ جاتا ہے اور کبھی ایک یوسف جیسے رخ والے چاند کی طرح مطلب یہ کہ کسی وقت غلبہ اخلاق حمیدہ کا ہوتا ہے اور کبھی خلاق ذمیمہ کا اور اخلاق خود اسی شخص تک نہیں رہتے بلکہ ان کا اثر دوسروں تک بھی متعدی ہوتا ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

می رود از سینہا در سینہا	از رہ پنہاں صلاح و کینہا
سینوں سے سینوں میں جاتے ہیں	پوشیدہ طور پر نیکی اور کینے

می رود الخ۔ یعنی سینوں سے سینوں کے اندر پوشیدہ راستہ سے صلاحیت اور کینہ جاتے ہیں مطلب یہ کہ ایک قلب سے دوسرے پر اثر پڑتا ہے اگر یہ قلب اچھا ہے تب تو اثر بھی اچھا ہوتا ہے اور اگر یہ برا ہے تو اثر بھی برا ہوگا بلکہ یہ اثر آدمیوں میں ہی منحصر نہیں ہے بلکہ آدمی سے جانوروں کے اندر بھی جاتا ہے اور ان میں بھی اثر کرتا ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

بلکہ خود از آدمی در گاؤ و خر	می رود دانائی و علم و ہنر
بلکہ انسان سے بیل اور گدھے میں	سمجھ اور علم اور ہنر پہنچتا ہے

بلکہ الخ۔ یعنی بلکہ آدمی سے بیل اور گدھے میں عقل اور ہنر جاتا ہے مطلب یہ کہ انسان کے اخلاق اور اس کے علم و ہنر سکھلانے سے جانوروں میں بھی اثر کرتے ہیں آگے اس کی نظائر لاتے ہیں کہ

اسپ سکسک می شود رہوار و رام	خرس بازی می کند بز ہم سلام
کم رفتار گھوڑا تیز رفتار اور فرمانبردار ہو جاتا ہے	ریچھ کھیلتا ہے بکری بھی سلام کرتی ہے

اسپ الخ۔ یعنی اناڑی گھوڑا راستہ چلنے والا اور مطیع ہو جاتا ہے اور ریچھ کھیل کرتا ہے اور بکرا بھی سلام کرتا ہے تو دیکھو کہ انسان کے خلاق حمیدہ نے ان چیزوں میں کیا اثر کیا اور یہ بھی درست ہو گئے۔

رفت در سگ ز آدمی حرص و ہوس	یا شباں شد یا شکاری یا حرس
انسان سے حرص و ہوس کتے میں پہنچی	چرواہا یا شکاری یا محافظ بنا

رفت الخ۔ یعنی کتے کے اندر آدمی سے یا تو حرص و ہوس جاتی یا وہ چرواہا ہو جاتا ہے یا شکاری یا نگہبان غرضیکہ اس کے اندر انسان کی جیسی خصلت اثر کرے گی وہ ویسا ہی ہو جائے گا۔

در سگ اصحاب خوئے زاں رقود	رفتہ تا جویائے اللہ گشتہ بود
اصحاب (کہف) کے کتے میں ان سوئے ہوؤں کی فضیلت	پہنچی یہاں تک کہ وہ اللہ کا طالب بن گیا

در سگ الخ۔ یعنی اصحاب کہف کے کتے ہیں ان سونے والوں کی ایک خصلت نے اثر کیا تھا یہاں تک کہ وہ کتا حق تعالیٰ کا طالب ہوگا اس لئے تو اہل اللہ کا پیچھا نہ چھوڑا شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ سگ اصحاب کہف روزے چند پے نیکان گرفت مردم شد + پسر نوح بابدان بہ نشست + خاندان نبوتش گم شد + پس معلوم ہوا کہ ان

www.besturdubooks.wordpress.com

حضرات انسان کے خصائل دوسرے انسانوں میں تو اثر کرتے ہی ہیں مگر حیوانات میں بھی اس کا اثر پہنچتا ہے اور وہ اگر کسی کو نیک کر دیتا ہے اور کسی کو بد کر دیتا ہے اس کو فرماتے ہیں کہ

ہر زماں در سینہ نوعے سر کند	گاہ دیوو گہ ملک گہ دام و دد
ہر زمانہ میں سینہ میں ایک خاص نوعیت ظاہر ہوتی ہے	کبھی شیطان اور کبھی فرشتہ (اور) کبھی چرندہ اور درندہ (بن جاتا ہے)

ہر زمان الخ۔ یعنی ہر گھڑی سینہ میں ایک قسم (اخلاق کی) اثر کرتی ہے اور کبھی تو دیوار اور کبھی فرشتہ اور کبھی چرندہ اور کبھی درندہ۔ مطلب یہ کہ قلوب میں دوسرے کا اثر پڑتا ہے بس اگر وہ اثر نیک ہو تو اس طرف بھی آثار نیک ہی مرتب ہونگے ورنہ آثار بد مرتب ہونگے آگے فرماتے ہیں کہ

زاں عجب بیشہ کہ ہر شیر آگہ است	تا بام سینہا پنہاں رہ است
اس عجیب جنگل سے جس کو ہر شیر جانتا ہے	سینوں کی بلندی تک مخفی راستہ ہے

زان الخ۔ یعنی اس عجیب جنگل سے جس کے کہ ہر شیر آگاہ ہے بام سینوں تک ایک پوشیدہ ہے مطلب یہ کہ دو جو دانسان سے قلوب تک اندر ہی اندر ایک پوشیدہ راہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے اس کا اثر دوسرے تک پہنچتا ہے اور دوسرا اس سے متاثر ہوتا ہے۔

دزدی کن از در و مرجان جاں	اے کم از سگ از درون عارفاں
جان کا موتی اور مونگا چرا لے	عارفوں کے دل میں سے اے کتے سے کمتر!

دزدے الخ۔ یعنی اے کتے سے بھی کم جان کے سونے اور مرجان کی چوری قلوب عارفین سے کہ مطلب یہ کہ جب معلوم ہوا کہ قلوب میں اندر ہی اندر راستہ ہے اور اس سے اثر آتا ہے تو یہ ایک قسم کی چوری ہوئی تو پھر چوری بھی کرو تو عمدہ چیز کی تو کرو یعنی حاصل کرو تو اخلاق حمیدہ اور فیوض و برکات عارفین کے قلوب سے حاصل کرو۔ ورنہ پھر تو گناہ بے لذت ہے یہ اشارہ بھی ہے ایک عربی کی مثل کی طرف کہا کرتے ہیں کہ ان تسری فاسرق الدرۃ وان ترن فازن الحرۃ یعنی اگر چراؤ تو موتی تو چراؤ (کہ کچھ حاصل بھی ہو) اور اگر زنا کرو تو کسی حرہ سے کرو (تا کہ لطف بھی آئے) پس اگر اثر ہی لو تو علوم و معارف ہی لو جو کہ نافع بھی ہوں ورنہ اخلاق ذمیمہ کا کیا لینا۔

چونکہ دزدی وزد آں در لطیف	چونکہ حامل می شوی بار شریف
جبکہ تو چور ہے تو پاکیزہ موتی چرا	جبکہ تو بوجھ اٹھاتا ہے تو بھلا بوجھ (اٹھا)

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ چوری کرو تو کسی عمدہ موتی کی کرو اور جبکہ بوجھ اٹھاؤ تو کوئی نفیس بوجھ اٹھاؤ۔ مطلب بالا ہے پس خوب سمجھ لو کہ ایک قلب کا اثر دوسرے پر پڑتا ہے لہٰذا قلوب عارفین سے علوم و معارف کو حاصل کرو پھر حضرت ذوالنون کی حکایت کی طرف رجوع ہے فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

آنچنین ذوالنون: ذوالنون مصری کو بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا کہ ان کے اندر ایک مرتبہ نیا شور اور نئی طرح کا جنون پیدا ہو گیا تھا اور شورش اتنی بڑھ گئی تھی کہ آسمان سے اوپر تک کی مخلوق کے جگروں کو اس سے نمک پہنچتا تھا اور وہ اس سے متاثر ہوتے تھے۔ یہاں چونکہ مولانا نے اپنے اور ان کے جنون کو یکساں بتایا تھا اور فرمایا تھا کہ آنچنین ذوالنون مصری۔ الخ اس لئے اب اپنے اوپر ملامت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ارے شورہ خاک اور گہائے جنون اصلی سے محروم کجا تو کجا حضرت ذوالنون تو اپنے جنون کو ان پاک حضرات کے جنون کے مشابہ مت بتا۔ یہ ایک قسم کا سوء ادب ہے ملامت کرنے کے بعد اصل قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مخلوق کو ان کے جنون کی تاب نہ تھی کیونکہ ان کی آگ ان کی داڑھیوں کو اڑائے دیتی تھی یعنی وہ اپنے جوش میں سب کی رسمی دینداری کی قلعی کھولتے تھے اس سے ان کے جاہ میں خلل پڑتا تھا جو کہ ان کو ناگوار تھا۔ پس جب کہ عوام کی داڑھیوں میں آگ لگی اور ان کی رسمی دینداری کی قلعی کھلنے لگی تو انہوں نے ان کو قید خانہ میں مقید کر دیا اب مولانا اس شبہ کو دفعہ کرتے ہیں جو اس مقام پر واقع ہوتا ہے وہ یہ کہ آخر ذوالنونؒ نے ایسا فعل کیا ہی تھا کیوں جس سے فتنہ پیدا ہوا اور کہتے ہیں کہ عوام اس سے تنگ ہوں مگر اس لگام کو کھینچنا اور ضبط کرنا قریب قریب ناممکن ہے لہٰذا بوجہ مغلوبی کے ان لوگوں سے ایسی باتیں صادر ہوتی ہیں جو عوام کو برافروختہ کرتی ہیں پس چونکہ عوام ان حضرات کے جوش سے برافروختہ ہوتے ہیں اس سے ان بادشاہوں کو اپنی جان کا خوف ہوتا ہے کیونکہ یہ لوگ تو اندھے ہیں اور ان حضرات میں کوئی ایسی علامت جو ان کی عظمت کو ظاہر کرے اور جس کو اندھے بھی معلوم کر سکیں نہیں ہوتی نیز چونکہ حکومت و اختیار آوارہ لوگوں کے ہاتھ میں تھا اس لئے حضرت ذوالنون کو جیل خانہ میں جانا ضروری تھا۔ ہائے افسوس ایسا عظیم الشان بادشاہ یکہٗ و تنہا جیل خانہ جا رہا ہے اور وائے حسرت کہ ایسا در یتیم اور لونڈوں کے ہاتھ میں ہے موتی کیا چیز ہے بلکہ یوں کہئے کہ ایک دریائے معرفت ہے جو قطرہ میں پوشیدہ او صورت ظاہری میں محجوب ہے اور ایک آفتاب معرفت ہے جو کہ ایک ذرہ میں پوشیدہ ہے اس آفتاب نے اپنے کو بصورت ذرہ ظاہر کیا اور بہت ہی کم اپنا منہ کھولا لیکن اس کا اثر یہ ہوا کہ تمام ذرات جنی عوام اس میں محو ہو گئے اور اس کی طرف متوجہ ہو گئے اور اس کو لپٹ گئے اور تمام عالم اس سے مست اور بے خود ہو گیا اور ہوشیاری رفو چکر ہو گئی (غالباً مولانا نے عوام کے ان کے قصید کرنے کو مستی اور ہوشیاری کے جاتے رہنے سے تعبیر کیا ہے کیونکہ یہ حرکت ان کی نامعقول تھی جو کہ ہوشیاری کے خلاف اور مستی کے مناسب ہے اور چونکہ یہ اثر تھا کہ ان کی دیوانگی کا اور وہ قدرے ظہور تھا اس آفتاب کا لہٰذا اس کو اس ظہور آفتاب کی طرف منسوب کیا واللہ اعلم) یک سوارہ میرود سے

www.besturdubooks.wordpress.com

یہاں تک جملہ معترضہ تھا اب مضمون سابق کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نیز جب قلم ایک غدار وزیر کے ہاتھ میں ہو جو حسین بن منصور کا مخالف تھا تو حسین موصوف کا سولی پانا ضروری تھا اور جب احمق مختار کار ہوں تو خواہ مخواہ یقتلون الانبیاء صادق ہوگا۔ ان گمراہ لوگوں نے تو انبیاء کو اپنی حماقت سے انا تطیرنا بکم کہا ہے تو اولیاء کے ساتھ تو جو کچھ کریں تھوڑا ہے ان احمقوں کی حماقت کچھ دشمنی ہی کے پردہ میں ظاہر نہیں ہوتی بلکہ جب دوستی کرتے ہیں تب بھی حماقت کرتے ہیں چنانچہ نصارے نے عیسیٰ علیہ السلام سے دوستی کی لیکن ان کی جہالت دیکھو کہ جس کی نسبت اعتقاد رکھتے ہیں کہ سولی دیدیا گیا اسی سے مان مانگتے ہیں اور الامان کا شور بلند کرتے ہیں ان احمقوں سے کوئی پوچھے کہ جب تم یہ کہتے ہو کہ یہود نے ان کو سولی دیدیا اور وہ اپنے کو بھی نہ بچا سکے تو تمہیں کیا خاک بچائیں گے غرض ہر طرح دل کا ضرر جاں کا نقصان دیکھا + نہ محبت تیری اچھی نہ عداوت اچھی۔

چون دل آن شاہ: اب مولانا بطور جملہ معترضہ کے فرماتے ہیں کہ بھلا جب ذوالنو علیہ السلام کو یوں ستایا جائے اور یوں تکلیف دی جائے تو قہر خدا کیوں نہ نازل ہو اور ان کا ان میں موجود ہونا ان کو کیونکر بچا سکتا ہے وہ ہرگز اس کے مستحق نہیں اگر اس پر بھی عذاب نازل نہ ہو تو یہ ان کے وجود کی انتہائی برکت ہے (اس میں اشارہ ہے آیہ سورۂ انفال ما کان اللہ لعذبہم وانت فیہم کی طرف جس میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے کہ جب تک آپ کا وجود باوجود ان میں ہے ہم اس کی برکت سے ان لوگوں سے درگزر کریں گے اور ان کو عذاب معتد بہ دیں گے تنبیہات دوسری چیز ہیں۔ مولانا نے اس سے اس امر کو ظاہر فرمایا کہ یہ حکم بوجہ اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل اللہ کے لئے بھی ثابت ہے) آگے مولانا پھر وجہ اختفاء اہل اللہ کی طرف انتقال فرماتے ہیں

زر خالص را وزرگر: یہ حضرات عامہ سے اس لئے ڈرتے ہیں کہ یہ زر خالص اور زرگر ہیں جو کھرے کھوٹے اور نقلی اور اصلی کو پہچانتے ہیں اور عوام جعلساز اور مروج اور کاسد ہیں اور جعلساز سے سنار اور زر خالص کو خطر لازم ہے کیونکہ یہ اس کی قلعی کھولتے ہیں اور اس کو رسوا کرتے ہیں نیز یہ حضرات یوسف معنوی ہیں اس لئے بڑوں کے حسد سے پوشیدہ ہیں کیونکہ ان دونوں خصلتوں کا ان سے ناک میں دم ہے نیز یہ یوسف اپنے ان بھائیوں کے مکر سے کنویں میں ہیں جو کہ حسد کی بنا پر یوسف سے بھائی کو بھیڑیوں کے حوالے کر دیتے ہیں غرض کہ یہ لوگ ان مکار حاسدوں کے باعث گوشۂ عزلت میں ہیں حسد بری بلا ہے دیکھو اس کی بدولت یوسف مصری علیہ السلام کو کیا کیا مصائب پیش آئے غرضیکہ یہ حسد ایک زبردست بھیڑیا ہے جب حالت یہ ہے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کے متعلق اس بھیڑیے سے خائف ہونا اور فرمانا یا بنی لاتقصص رؤیاک علی اخوتک فیکیدوا لک کیدا ہرگز بیجا نہ تھا اور ان کی ہر ایسی بات سے احتیاط جس سے بھائیوں کے آتش حسد کو اشتعال ہوا لازمی تھی۔ ظاہری بھیڑیا تو حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس بھی نہ پھٹکا مگر حسد اپنے کام میں بھیڑیوں سے بھی بڑھ گیا۔ زخمی تو کیا اس بھیڑیے نے اور تراش لیا گیا چکنا چپڑا یہ عذر کہ ہم دوڑنے لگے یوسف کو اپنے سامان

www.besturdubooks.wordpress.com

کی حفاظت کے لئے چھوڑ گئے چونکہ ہم آگے نکل گئے تھے اس لئے ہم اس کی حفاظت نہ کر سکے اور بھیڑیے نے کھالیا اس کر کی بھی کوئی حد ہے۔ لاکھوں بھیڑیے بھی جمع ہو کر ایسا مکر نہیں کر سکتے گو تم یہاں کامیاب ہو گئے لیکن ذرا ٹھہرو تو سہی دیکھنا کہ انجام کار یا آخرت میں یہ مکر کیسی رسوائی کا سبب ہوگا کیونکہ قیامت میں حاسدوں کا حشر بھیڑیوں کی صورت میں ہوگا۔ جس طرح اوروں کا ان کی مناسب صورتوں میں ہوگا مثلاً حریص نالائق اور حرام کھانے والے کا حشر قیامت میں سور کی صورت میں ہوگا۔ زانیوں کا اندام نہانی بدبودار ہوگا۔ شراب خوروں کا منہ گندہ ہوگا اور جو بد بو اور نجاست دلوں میں مخفی ہوگی قیامت میں اس کا ظہور ہوگا۔

پیشہ آمد وجود: وجود انسانی کو ایک بن سمجھو کہ اس میں سینکڑوں درندے ہیں لہٰذا اگر تم آدمی ہو تو اس وجود سے ڈرتے رہو ہاں اگر کسی کے اندر یہ درندے نہ ہوں اور اس کا ظاہر و باطن بالکل یکساں ہو اور جس طرح وہ صورۃ بے معنی بھی انسان ہو تو اس کے نجات میں کسی کو شک نہیں۔ ہمارے یعنی انسانی وجود میں ہزاروں سوار اور بھیڑیے ہیں اور نیک و بد خصلتیں بھلی بری باتیں سبھی طرح کی ہیں لیکن اکثر کا اعتبار ہے مثلاً جب سونا تانبے سے زیادہ ہوتا ہے تو کل سونا سمجھا جاتا ہے یہ دنیا میں ہو رہی قیامت سو وہاں بھی یہ ہی حکم ہے بس جو خصلت تمہارے اندر غالب ہوئی اسی کی صورت میں تمہارا حشر ہوگا۔ آدمی کی یہ حالت ہے کہ کبھی تو اس کے اندر بھیڑیا آتا ہے اور خصائل ذمیمہ پیدا ہوتے ہیں اور کبھی اس کے اندر نہایت حسین اور چاند سی صورت یعنی خصائل حمیدہ پیدا ہوتے ہیں اور صلاح و کینہ ایک سینہ سے دوسرے سینوں میں منتقل بھی ہوتی ہیں اور یہ بات کچھ انسان ہی تک محدود نہیں بلکہ علم و ہنر دانائی وغیرہ آدمی سے گائے بیل میں بھی پہنچتی ہے دیکھو شریر گھوڑا رہوار اور شائستہ ہو جاتا ہے۔ ریچھ تماشہ کرتا ہے بکرا اسلام کرتا ہے کیوں۔ آدمی کے سکھانے سے اور دیکھو آدمی سے کتے میں حرص پہنچتی ہے اس کے بعد وہ چرواہا ہو جاتا ہے یا شکاری یا چوکیدار اور ان سب کا منشاء مخصوص ہے۔ یہ تو برائی کی مثال تھی اب بھلائی کی سنو۔ سگ اصحاب کہف میں ان سونے والوں کی خصلت پیدا ہو گئی کہ وہ ان کے ساتھ ہولیا۔ اور طالب حق ہو گیا۔ غرضیکہ سینہ میں کوئی' کوئی نوع ہر وقت ظاہر ہوتی ہے کبھی دیو کی مثل بری خصلت کبھی فرشتہ کی مانند اچھی اور کبھی درندوں کی طرح خونخوار کیونکہ اس بن سے جس سے ہر شخص واقف ہے (یعنی عالم غیب یا وجود انسانی) سینہ کے جال تک خفیہ رستہ ہے پس اس رستہ سے آتے ہیں اور اس جال میں پھنس جاتے ہیں حاصل یہ کہ انسان کے اندر خصائل ذمیمہ یا حمیدہ پیدا ہوتے ہیں اور ایک انسان سے دوسرے انسان میں منتقل ہوتے ہیں جب یہ حالت ہے تو خصائل ذمیمہ کیوں حاصل کیجئے۔ خصائل حمیدہ اور علوم و معارف کہ یہ عارف سے کیوں نہ حاصل کیجئے اور جب چورانا ہی پڑا تو نفیس موتی چرا لئے اور حاملہ یہ ہوتا ہے تو حمل شریف سے کیوں نہ ہو جیسے غرضیکہ جب تاثر الابدی ہے تو آثار محمودہ سے ہونا چاہئے۔ آثار مذمومہ سے کیوں ہو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

فہم کردن مریداں کہ ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ دیوانہ نشدہ متعمداً ایں صورت کردہ

مریدوں کا سمجھنا کہ ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ پاگل نہیں ہوئے قصداً یہ صورت بنائی ہے

چونکہ ذوالنون سوئے زنداں رفت شاد	بند بر پا دست بر سر ز افتقاد
جب ذوالنون خوشی خوشی قید خانہ کی طرف چلے	پابہ زنجیر (ان کے) گم کرنے کی وجہ سے سر کو پکڑے ہوئے

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ حضرت ذوالنون مصریؒ قید خانہ کی طرف پاؤں میں بیڑی ڈال کر خوش خوش چلے تو افسوس کی وجہ سے دوست سر پر ہاتھ رکھے ہوئے ہر طرف سے ان کے پوچھنے کو قید خانہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کے پاس لئے یعنی سب کو اس کا افسوس تھا کہ ایسا کامل اجل دیوانہ ہو گیا۔

دوستاں از ہر طرف بنہادہ رو	سوئے زنداں بہر پرسش نزد او
دوستوں نے ہر جانب سے رخ کیا	قید خانہ کی جانب ان کے پاس حال دریافت کرنے کے لئے

دوستان الخ۔ یعنی دوست ذوالنونؒ کے قصہ میں قید خانہ کی طرف چلے اور اس میں رائے مارنے لگے۔ مطلب یہ کہ جب سب لوگ چلے تو آپس میں رائے زنی کرنے لگے کہ آخر اس جنون کی کیا وجہ ہے آخر ان میں سے ایک نے یہ بھی کہا کہ

دوستاں در قصۂ ذوالنوں شدند	سوئے زنداں و دراں رائے زدند
دوست ذوالنون کے معاملہ میں روانہ ہوئے	قید خانہ کی جانب اور اس میں رائے زنی کی
کایں مگر قاصد کند یا حکمتے ست	او دریں رہ قبلہ است و آیتے ست
کہ یہ (مجنونانہ حرکتیں) بالقصد کرتے ہیں یا کوئی راز ہے	کیونکہ وہ اس راستہ میں قبلہ ہیں اور نشانی ہیں

کاین الخ۔ یعنی (یوں کہنے لگے) کہ یہ شاید قصداً کرتے ہیں یا کوئی حکمت (خداوندی) ہے اس لئے کہ وہ تو اس راہ میں قبلہ ہیں اور ایک نشانی ہیں مطلب یہ کہ یا تو انہوں نے ایسا خود کیا ہے یا خدا تعالیٰ کی کوئی حکمت ہے کہ ان کو اس طرح کر دیا ہے اس لئے کہ وہ تو راہ حق میں آیۃ من آیات اللہ ہیں تو ان کو ایسا مرض نہ لاحق ہوتا ضرور اس میں کوئی بھید ہے۔

دور دور از عقل چوں دریائے او	تا جنوں باشد سفہ فرمائے او
ان کی دریا جیسی عقل سے بہت بعید ہے	کہ جنون ان سے بیوقوفی (کی باتیں) کرائے

www.besturdubooks.wordpress.com

دور باد الخ۔ ان کی عقل سے جو کہ مثل دریا کے ہے یہ بات دور ہو کہ ان پر جنون حاکم ہو جائے۔ مطلب یہ کہ یہ تو سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے حضرات اور مجنون ہو جائیں۔

حاش للہ از کمال جاه او	کابر بیماری بپوشد ماه او
خدا بچائے! ان کے مرتبہ کے کمال کی وجہ سے	کہ بیماری کا ابر ان کے چاند کو چھپائے

حاش الخ۔ یعنی حاش للہ ان کے کمال سے کہ بیماری کا ابر ان کے چاند کو چھپائے۔ مطلب یہ کہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ان کے کمالات کو مرض پوشیدہ کر دے یہ تو ممکن ہی نہیں۔ اور یہ سب امور بوجہ غایت عقیدت کے ہیں ورنہ مرض کا آ جانا مانع کمال ہرگز نہیں ہے۔

اوز شر عامہ اندر خانہ شد	اوز ننگ عاقلاں دیوانہ شدست
وہ عوام کے شر کی وجہ سے قیدخانہ میں گئے ہیں	وہ عقلمندوں کے عیب کی وجہ سے دیوانے بن گئے ہیں

اوز شر الخ۔ یعنی وہ عوام کی شر کی وجہ سے گھر میں چلے گئے اور عقلاء (ظاہری) کی شرم سے دیوانہ ہو گئے ہیں مطلب یہ کہ چونکہ عوام کا ہجوم ان پر زیادہ ہوتا تھا اس لئے وہ قیدخانہ میں چلے گئے ہیں اور چونکہ عقلا ظاہر پرست دنیا اور منہمک فی الدنیا ہوتے ہیں اس لئے ان کو ایسی عقل سے شرم آئی اور ہواس عقل کو چھوڑ کر دیوانہ ہو گئے ہیں۔

اوز عار عقل کند تن پرست	قاصداً رفت ست و دیوانہ شدست
وہ تن پرست کند عقل کی ذلت کی وجہ سے	جان کر (قید خانہ میں) گئے ہیں اور دیوانہ بنے ہیں

اوز عار الخ۔ یعنی وہ اس کند عقل اور تن پرست کی عار کی وجہ سے قصداً (قید خانہ میں) گئے ہیں اور دیوانہ ہو گئے ہیں اور وہ بزبان حال فرماتے ہیں

کہ بہ بندم اے فتیٰ وز ساز گاؤ	بر سر و پشتم بزن وایں را مکاؤ
کہ اے جوان (سپاہی) مجھے باندھ دے اور سانٹا	میرے سر اور کمر پر مار اور اس میں کنج وکاؤ نہ کر

کہ بہ بندیدم الخ۔ یعنی تم مجھے مضبوط باندھ دو اور کوڑے سے میرے سر اور پشت کو پیٹو اور اس کی کھوج مت کرو کہ میں یہ کس وجہ سے کہہ رہا ہوں۔ مطلب یہ کہ جس طرح ان لوگوں نے ذبح بقرہ میں کھوج کرید کی تھی تم ہرگز مت کرو بلکہ مجاہدہ وریاضت شروع کر دو پھر اس کے آثار خود مرتب ہو جائیں گے اس لئے کہ

تاز زخم لخت یابم من حیات	چوں قتیل از گاو موسیٰ اے ثقات
تاکہ (چمڑے کے) ٹکڑے کی چوٹ سے میں زندگی حاصل کروں	اے معتبر لوگو! جیسا کہ موسیٰ کی گائے سے مقتول (نے زندگی پائی)

تاز زخم الخ۔ یعنی تا کہ اس زخم سخت سے مجھے حیات نصیب ہو جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام کی گائے کے مقتول کو حیات میسر ہوئی تھی اے ثقات۔ مطلب یہ کہ جس طرح اس مقتول کو گائے کی بوٹی لگا دینے سے حیات حاصل ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

گئی تھی اسی طرح ان مجاہدات وریاضات سے روح کو حیات حاصل ہو جائے گی۔

تاز زخم لخت گاوے خوش شوم	ہمچو کشتہ گاو موسیٰ گش شوم
تا کہ گائے کے (چمڑے کے) ٹکڑے سے میں خوش ہو جاؤں	(حضرت) موسیٰ کی گائے کے مقتول کی طرح شاداں ہو جاؤں

تاز زخم الخ۔ یعنی تا کہ گائے کے زخم سخت سے میں خوش ہوں اور موسیٰ علیہ السلام کے گائے کے مقتول کی طرح خوش ہوں۔ اضافت بادنیٰ ملابستہ ہے یعنی وہ گائے جو کہ موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے لائی گئی تھی اور وہ مقتول جو کہ اس کی بوٹی لگانے سے زندہ ہوا تھا اس طرح میں بھی زندہ ہو جاؤں اور حیات روحی مجھے بھی حاصل ہو۔

زندہ شد کشتہ ز زخم دم گاوٗ	ہمچو مس از کیمیا شد ز رساوٗ
گائے کی دم کی چوٹ سے مقتول زندہ ہو گیا	جیسے تانبا کیمیا سے خالص سونا بن گیا

زندہ الخ۔ یعنی وہ مقتول گائے کی دم کے زخم سے زندہ ہو گیا جیسا کہ تانبا کیمیا سے خالص سونا ہو جاتا ہے۔

کشتہ برجست وبگفت اسرار را	وانمود آں زمرۂ خونخوار را
مقتول اٹھ بیٹھا اور راز بتائے	اور قاتل جماعت کو ظاہر کر دیا

کشتہ الخ۔ یعنی مقتول کود اور سارے اسرار کہہ دیئے اور اس گروہ خونخوار کو ظاہر کر دیا اور بتا دیا کہ ان لوگوں نے مجھے قتل کیا ہے۔

گفت روشن کایں جماعت کشتہ اند	تخم ایں آشوب ایشاں کشتہ اند
واضح طور پر کہا کہ اس جماعت نے قتل کیا ہے	اس فساد کے بیج انہوں نے بوئے ہیں

گفت الخ۔ یعنی ظاہر طور پر کہہ دیا کہ اس جماعت نے مارا ہے اور اس ظلم کا بیج انہوں نے بویا ہے بس اس طرح جب یہ ہستی فنا ہو جاتی ہے تو پھر سب علوم ظاہر ہو جاتے ہیں فرماتے ہیں کہ

چونکہ کشتہ گردد ایں جسم گراں	زندہ گردد ہستی اسرار داں
جب یہ بھاری جسم مردہ ہو جاتا ہے	راز داں وجود زندہ ہو جاتا ہے

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ یہ جسم گراں فنا ہو جائے گا تو اسرار کی ہستی زندہ ہو جائے گی مطلب یہ کہ اسی طرح جب ہستی ظاہری فنا ہو گی تو اس کے بعد بقاء ابدی حاصل ہو گا اور علوم وحقائق ومعارف سب کھل جائیں گے۔

جان او بیند بہشت و نار را	باز داند جملۂ اسرار را
اس کی جان دوزخ اور جنت کو دیکھتی ہے	(اور) تمام رازوں کو جان لیتی ہے

جان الخ۔ یعنی اس کی جان دوزخ اور جنت کو دیکھ لے گی اور پھر تمام اسرار کو جان لے گی۔ مطلب یہ کہ اس پر حقائق اشیاء بالکل منکشف ہو جاتے ہیں اور پھر وہ علوم ومعارف کو بالکل بے رکاوٹ بیان کرتا ہے۔ فرماتے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں کہ بینی اندر خود علوم انبیاء بے کتاب و بے معید داو ستا۔

وانماید خونیان دیو را	وانماید دام خدعہ و ریورا
قاتل شیطانوں کو ظاہر کر دیتی ہے	مکر اور دھوکے کے جال کو واضح کر دیتی ہے

وانماید الخ۔ یعنی وہ خونی دیو کو ظاہر کر کے دکھلا دیتا ہے اور دھوکہ اور جال اور خدعہ کو بالکل صاف دکھلا دیتا ہے مطلب یہ کہ شیاطین کے اور نفس کے دھوکوں کو اور کیدوں کو خوب جانتا ہے اور ان سے بچنے کے طریقوں سے خوب اچھی طرح واقف ہوتا ہے۔

گاؤ کشتن ہست از شرط طریق	تا شود از زخم دمش جہاں مفیق
گائے کو ذبح کرنا معرفت کی شرط ہے	تاکہ جان اس کی دم کی چوٹ سے ہوش میں آ جائے

گاؤ الخ۔ یعنی راہ (حق) میں گائے کا مار ڈالنا شرط ہے تاکہ اس کی بوٹی سے جان کو افاقہ حاصل ہو۔ مطلب یہ کہ راہ حق میں ہستی کو فنا کر دینا شرط ہے کہ اس سے فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں خود فرماتے ہیں کہ

گاؤ نفس خویش را زوتر بکش	تا شود روح خفی زندہ بہش
بہت جلد اپنے نفس کی گائے کو ذبح کر دے	تاکہ مخفی روح ہوش کے ساتھ زندہ ہو جائے

گاؤ الخ۔ یعنی اپنے نفس کی گائے کو بہت جلدی مار دتا کہ روح خفی ہوش کیساتھ زندہ ہو جائے۔ حاصل یہ کہ اس ہستی ظاہر د موہوم کو فنا کر دو تب تمہاری روح کے اندر تازگی اور حیات پیدا ہوگی اور قرب حق حاصل ہوگا۔ اب فرماتے ہیں کہ

ایں سخن را مقطع و پایاں مجو	حال ذوالنوں با مریداں باز گو
اس بات کی ابتدا اور انتہا نہ تلاش کر	ذوالنون کا مریدوں کے ساتھ معاملہ سنا

این الخ۔ یعنی اس بات کا تو مقطع اور انتہا مت ڈھونڈو (یہ تو کبھی بھی ختم نہ ہوگی پس اس کو یہیں تک رہنے دو) ذوالنون کا حال مریدوں کے ساتھ کہو۔ اب آگے پھر رجوع ہے قصہ کی طرف

شرح حبیبی

چونکہ ذوالنون سوئے الخ: جبکہ ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ مقید ہو کر خوش خوش جیل خانہ گئے تو دوستوں کو ان کے گم کرنے کا بے حد افسوس اور صدمہ ہوا۔ یہ لوگ حسرت و افسوس سے پر ہاتھ رکھے ہوئے ہر طرف سے تفتیش حال کے لئے جیل خانہ کی طرف چلے جبکہ ذوالنون کے معاملہ میں قید خانہ کو روانہ ہوئے تو راہ میں رائے زنی ہونے لگی کہ یا تو قصداً انہوں نے خود اپنے کو دیوانہ بنایا ہے یا حق سبحانہ کی کوئی حکمت ہے اور بالہام ربانی ایسا کیا ہے کیونکہ وہ ایک جلیل القدر عارف اور آیۃ من آیات اللہ ہیں اس لئے ہمارے خیال میں ان کی اس عقل سے جو دریا کی مانند

www.besturdubooks.wordpress.com

صافی عن الکدورات اور مخزن جواہر معارف ہے نہایت بعید ہے کہ اس پر جنون مسلط ہو کر حماقت کی باتیں صادر کرائے اور ان کے علومرتبت کے سبب قریب ناممکن ہے کہ ابر ہماری ان کی چاند اس طرح روشن عقل کو محجوب و مستور کر کے پس معلوم ہوتا ہے کہ وہ عوام کے ضرر کے خوف سے عزلت گزیں ہو گئے ہیں اور جب انہوں نے دیکھا کہ ظاہر ہوش و حواس کے ساتھ نا اہلان زمانہ متصف ہیں تو ان کو شرم آئی کہ میں بھی ان کی مثل ہوں اس لئے ظاہراً وہ دیوانہ بن گئے (جیسا کہ کسی شریف نے ایک مرتبہ کسی بھنگی کو گھڑی لگائے دیکھا تو گھڑی لگانا چھوڑ دیا اور کہا کہ جب بھنگی بھی گھڑی لگانے لگے تو ہمارے لئے اس کا استعمال زیبا نہیں رہا) اور وہ عقل کند اور تن پرست کی شرم سے قصداً دیوانہ ہو گئے ہیں اور جیل خانہ چلے گئے ہیں ایک اور مصلحت یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ بزبان حال یہ فرماتے ہیں کہ اے شخص مجھے باندہ اور کوڑے سے (جو فی الاغلب گائے کے چمڑے سے بنایا جاتا ہے) میرے سر اور کمر کو خوب مار۔ اور کچھ چون و چرا نہ کر۔ تا کہ گائے کے چمڑے کے ٹکڑے سے جو کہ گائے ہی کا ٹکڑا ہے (فاندفع ما قال ولی محمد) میں بحیات روحانی یوں زندہ ہو جاؤں جس طرح قتیل موسیٰ یعنی عامیل نام شخص جو زمانہ موسیٰ علیہ السلام میں مارا گیا تھا گائے کے ٹکڑے کے مارنے سے بحیات جسمانی زندہ ہو گیا تھا اور میں اس گائے کے چمڑے کے ٹکڑے یعنی کوڑے سے یوں ہی خوش ہوں جس طرح وہ قتیل جو اس گائے کے ٹکڑے کے مارنے سے زندہ ہوا تھا جو بامر موسیٰ علیہ السلام ذبح کی گئی تھی خوش ہوا تھا اور دم گاؤ کے صدمہ سے یوں زندہ ہو گیا تھا جس طرح تانبا کیمیا سے زر خالص بن جاتا ہے اور وہ باوجود مقتول ہونے کے اٹھ کھڑا ہوا تھا اسرار کھول ڈالے تھے اور خونی جماعت کو بتا دیا تھا اور صاف صاف کہہ دیا تھا کہ مجھے اس جماعت نے مارا ہے اور انہیں نے اس فتنہ کا بیج بویا ہے جب تم کو یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ جب یہ جسم ثقیل مقتول ہو جاتا ہے اور خواہشات نفسانیہ فنا ہو جاتی ہیں تو ایک اسرار دان ہستی یعنی روح زندہ ہوتی ہے اور جان زندہ ہو کر بہشت و نار کو دیکھتی ہے اور بہت سے اسرار الٰہیہ پر مطلع ہوتی ہے اور قاتلین انسان شیاطین کا پردہ فاش کرتی اور مکر و فریب کے جال کی حقیقت آشکار کر دیتی ہے پس معلوم ہوا کہ طریق معرفت الٰہی کے لئے گاؤ تن کا ذبح کرنا یعنی خواہشات نفسانیہ کا فنا کرنا شرط ہے تا کہ اس کے دم کے صدمہ سے جان ہوش میں آئے پس تم اس گاؤ نفس کو جلد ذبح کرو تا کہ روح مضمحل زندہ اور ہوشیار ہو خیر اسبات کی تو کوئی حد و نہایت ہی نہیں اچھا اب ذوالنورین علیہ الرحمۃ کا قصہ ان کے مریدوں کے ساتھ سن۔

شرح شبّیری

رجوع کردن بحکایت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ

ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت کی طرف رجوع کرنا

چوں رسیدند آں نفر نزدیک او	بانگ برزد ہے کہ ئند اتقو
جب وہ لوگ ان کے پاس پہنچے	وہ چیخے خبردار تم کون ہو بھاگو

چون الخ۔ یعنی جبکہ وہ جماعت (جو کہ عیادت کو چلے تھے) ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے آواز کہا کہ ارے تم کون ہو ہٹو۔

باادب گفتند ما از دوستاں	بہر پرسش آمدیم اینجا بجاں
انہوں نے ادب سے کہا ہم دوستوں میں سے ہیں	ہم (دل و) جاں سے (آپ کو) پوچھنے آئے ہیں

ادب الخ۔ یعنی انہوں نے دست بستہ عرض کیا کہ ہم خادموں میں سے ہیں اس جگہ آپ کو جان و دل سے پوچھنے کو آئے ہیں۔

چونی اے دریائے عقل ذوفنون	ایں چہ بہتان ست بر عقلت جنون
اے عجائب والی عقل کے دریا! آپ کیسے ہیں؟	آپ کی عقل پر جنون کا یہ کیسا الزام ہے؟

جونی الخ۔ یعنی اے عقل ذوفنون کے دریا آپ کی عقل پر یہ جنون کا بہتان کیسا ہے۔

دود گلخن کے رسد در آفتاب	چوں شود عنقا شکستہ از غراب
بھٹی کا دھواں آفتاب تک کب پہنچتا ہے؟	عنقا کوے سے کب شکست کھاتا ہے؟

دودالخ۔ یعنی بھاڑ کا دھواں آفتاب کب تک جاتا ہے اور عنقا کوے سے کس طرح مغلوب ہو سکتا ہے بس اس طرح آپ کی عقل مبارک جنون سے کب مغلوب ہو سکتی ہے اور اس کو وہاں تک کب رسائی ہو سکتی ہے۔

وامگیر از ما بیاں کن ایں سخن	ما محبانیم باما ایں مکن
ہم سے نہ چھپایئے یہ بات بتایئے	ہم دوست ہیں ہم سے یہ نہ کیجئے

وامگیر الخ۔ ہم سے پوشیدہ مت کرو اس بات کو کہ بیان کرو ہم تو محب ہیں ہم سے ایسا مت کرو کہ چھپاتے ہو

مر محباں را نشاید دور کرد	یا بروپوش و دغل مہجور کرد
دوستوں کو نہ بھگانا چاہیے	یا روپوشی اور دھوکے سے دور نہ کرنا چاہیے

ہر محبان الخ۔ یعنی دوستوں کو تو دور نہ کرنا چاہیے یا روپوشی اور دھوکہ سے الگ نہ کرنا چاہئے۔

راز را اندر میاں نہ با محب	اے کہ بحر علم و عقلی استجب
راز کو دوست کے سامنے رکھ دیجئے	اے وہ کہ آپ علم و عقل کے سمندر ہیں! مان جایئے

راز را الخ۔ یعنی دوست سے راز کو بیان کر دیجئے۔ اے وہ کہ آپ علم و عقل کے دریا ہیں (ہماری اس عرض کو) قبول فرمالیجئے اور اپنی حالت کو بیان کر دیجئے۔

راز را اندر میاں آور شہا	رو مکن در ابر پنہانی مہا
اے شاہ! راز بتا دیجئے	اے چاند! ابر میں منہ نہ چھپایئے

www.besturdubooks.wordpress.com

زاز را اندر الخ۔ یعنی راز کو درمیان میں لا کاے بادشاہ اور منہ کو ابر میں پوشیدہ مت کرواے چاند مطلب یہ کہ اے راز کو ہم سے پوشیدہ مت کرو بلکہ ظاہر کردو۔

ما محب صادق و دلخستہ ایم	در دو عالم دل بتو وابستہ ایم
ہم سچے دوست اور دل شکستہ ہیں	دونوں جہان میں ہمارا دل آپ سے وابستہ ہے

ماحب الخ۔ یعنی ہم تو (آپ کے) محب صادق اور دل خستہ ہیں اور دونوں عالم میں دل کو آپ سے متعلق کردیا ہے پھر بھی آپ اس راز کو ہم سے پوشیدہ کرتے ہیں۔

راز را از دوستاں پنہاں مکن	درمیاں نہ راز و قصد جاں مکن
راز کو دوستوں سے نہ چھپایئے	راز بتا دیجئے اور ہماری جان کے درپے نہ ہو جیے

راز الخ۔ یعنی راز کو دوستوں سے پوشیدہ نہ کیجئے اور راز کو بیان کردیجئے اور ہماری جان (لینے) کا قصد نہ کیجئے اس لئے کہ اگر آپ نہ بتائیں گے تو ہم اپنی جان دے دیں گے۔

چونکہ ذوالنون ایں سخن زایشاں شنید	جز طریق امتحاں مخلص ندید
جب ذوالنون نے ان کی یہ بات سنی	آزمائش کے راستے کے علاوہ چھٹکارا نہ دیکھا

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ حضرت ذوالنونؒ نے ان سے یہ باتیں سنیں تو بجز امتحان کے طریقہ کے کسی میں چھٹکارا نہ دیکھا یعنی انہوں نے سمجھ لیا کہ ان کا امتحان لوتو معلوم ہوگا کہ کون اپنے دعوے میں صادق ہے اور کون کاذب ہے اور وہ امتحان یہ لیا کہ

فحش آغازید و دشنام از گزاف	گفت او دیوانگانہ زی وقاف
خواہ مخواہ فحش اور گالی گلوچ شروع کر دی	دیوانوں کی طرح انہوں نے زق زق بق بق شروع کردی

فحش الخ۔ یعنی انہوں نے بےفضول طریقہ سے برا بھلا کہنا شروع کی اور دیوانوں کی طرح اب بے تبے کہنے لگے۔ زے وقاف سے مراد ہے فضول ولایعنی باتیں۔

برجہید و سنگ پراں کرد و چوب	جملگاں بگریختند از بیم کوب
کودے اور پتھر اور لکڑیاں پھینکنے لگے	چوٹ کے ڈر سے سب بھاگ گئے

برجہید الخ۔ یعنی یہ اٹھے اور پتھر اور لکڑیاں پھینکیں تو سب کے سب پٹنے کے خوف سے بھاگ گئے اور یہ لکڑی وغیرہ جو پھینکی تو اس طرح پھینکی ہوگی کہ کسی کو لگی ہو نہ مگر لوگوں کی نیت کی کیا خبر سب ڈر کے مارے بھاگ گئے۔

قہقہہ خندید و جنبانید سر	گفت باد ریش ایں یاراں نگر
قہقہہ مار کر ہنسے اور سر ہلایا	کہا ان دوستوں کی شیخی دیکھو

www.besturdubooks.wordpress.com

قہقہہ الخ۔ یعنی ہنس کر قہقہہ لگایا اور سر ہلایا اور کسی درویش سے کہا کہ ان دوستوں کو دیکھنا کہ ذرا سی بات میں بھاگے جاتے ہیں۔

دوستاں بیں کو نشان دوستاں	دوستاں را رنج کے باشد زجاں
دوستوں کو دیکھو! دوستوں کی علامت کہاں ہے؟	دوستوں کو جان کی فکر کب ہوتی ہے؟

دوستان الخ۔ یعنی ذرا دوستوں کو دیکھنا کہاں ہے دوستوں کی نشانی اس لئے کہ دوستوں کو کہیں جان سے رنج ہوا کرتا ہے۔

کے کراں گیرد ز رنج دوست دوست	رنج مغز و دوستی اورا چو پوست
دوست کے ستانے سے دوست کب کنارہ کشی کرتا ہے؟	تکلیف اٹھانا مغز ہے اور دوستی اس کا چھلکا

کے الخ۔ یعنی دوست دوست کی تکلیف سے کنارا کب کرتا ہے اس لئے کہ رنج تو مغز ہے اور دوستی پوست کی طرح ہے پس جس نے یہ سمجھ لیا کہ دوستی کی شرط اور اس کا مقتضا یہ ہے کہ دوست کی تکلیفوں پر نہ صبر کریں تو اس کو وہ تکلیف تکلیف ہی معلوم نہ ہوگی۔ آگے فرماتے ہیں کہ

رنج بر خود گیر گر تو دوستی	رو مگرداں گر تو نیکو خوستی
اگر تو دوست ہے، تکلیف برداشت کر	اگر تو اچھی عادت والا ہے، روگردانی نہ کر
نے نشان دوستی باشد خوشی	در بلا و محنت و آفت کشی
کیا خوشی دوستی کی نشانی نہیں ہے؟	مصیبت و مشقت اور آفتیں برداشت کرنے میں

نے الخ۔ یعنی کیا دوستی کی نشانی بلا میں اور محنت میں اور آفت کشی میں خوش رہنا نہیں ہے یعنی ضرور خوش رہنا چاہیے۔

دوست ہمچوں زر بلا چوں آتش ست	زر خالص در دل آتش خوش ست
دوست سونے کی طرح تکلیف آگ کی طرح ہے	خالص سونا آگ کے بیچ میں بھلا ہے

دوست الخ۔ یعنی دوست تو سونے کی طرح ہے اور بلا آگ کی طرف ہے تو زر خالص تو آتش ہی کے اندر خوش ہے اسی طرح دوست کو بھی مصائب میں راضی اور خوش رہنا ضروری ہے آگے اسی پر حضرت لقمان علیہ السلام کی حکایت بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو ان کو آقا کے ہاتھ سے کڑوا خربوزہ ملا۔ انہوں نے اس کو بھی رغبت سے کھایا اس طرح اگر حق تعالیٰ کی طرف سے بظاہر کوئی کلفت پہنچے تو اس میں بھی راضی برضا رہنا ضروری ہے۔

شرح حبیبی

رجوع بحکایت ذوالنون مصریؒ

چون رسیدند آن: جب وہ لوگ ان کے قریب پہنچے تو انہیں للکارا کہ ارے تم کون ہو علیحدہ رہو۔ سب نے بادب عرض کیا کہ ہم حضور کے مخلص ہیں اور بجان و دل پرسش حال کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ اے دریائے عقل

اور اے ذوفنون آپ کی کیا حالت ہے اور آپ کی عقل پر جنون کا بہتان کیسا ہے۔ بہتان ہم نے اس لئے کہا کہ آپ کی عقل آفتاب ہے اور جنون دود گلخن اور آپ کی عقل عنقا ہے جنون ایک کوا۔ پہلا دود گلخن بھی کہیں آفتاب بھی پہنچتا ہے اور عنقا بھی کہیں کوے سے مغلوب ہوا ہے۔ آپ ہم سے اصل بات بیان کر دیجئے چھپائیے نہیں ہم مخلص ہیں ہمارے ساتھ ایسا کرنا مناسب نہیں نہ محبوں کو دور کرنا مناسب ہے اور نہ پردہ داری سے ان کو مجبور کرنا زیبا ہے۔ راز کو محب سے ظاہر کر دیجئے۔ آپ تو خود بحر علم و عقل ہیں آپ کو سمجھانے کی کیا بات ہے۔ آپ ہماری بات مان لیجئے۔ حضور والا ہم بالحاح عرض کرتے ہیں کہ ہم سے راز کہہ دیجئے اور اے ماہ روشن ابر میں منہ نہ چھپائیے۔ اور اپنی حالت کو ہم سے مخفی نہ کیجئے ہم محب صادق ہیں ہمارا دل آپ کی اس تکلیف سے مجروح ہے۔ دونوں عالم میں آپ کے سوا کسی سے ہم کو تعلق نہیں کہ افشاء کا اندیشہ ہو ہم دوستوں سے راز نہ چھپائیے اور بتا دیجئے کہ ورنہ ہماری جان جاتی رہے گی آپ چھپا کر ہماری جان کے درپے نہ ہوں۔

چونکہ ذوالنونؒ الخ: جب ذوالنون علیہ الرحمۃ نے ان کی یہ باتیں سنیں اور سب کو معقول پایا تو بجز امتحان کے اور کوئی صورت رہائی کی نہ پائی کہذا امتحان شروع کیا اور برا بھلا کہنا اور دیوانوں کی طرح زق زق بق بق یعنی بے معنی الفاظ بکنے شروع کئے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اٹھے اور پتھر پھینکنے لگے اور ڈنڈا اچھالنا شروع کیا مار کے خوف سے سب بھاگ گئے اس پر ذوالنون نے ایک قہقہہ لگایا اور سر ہلا کر کہا کہ ان یاروں کی ڈینگ ملاحظہ کیجئے اور ان دوستوں کو دیکھئے۔ ارے دوستوں کا تو نام و نشان بھی کہیں نہیں (صادق الصدیق وکاف الکیمیاء معا + لا یوجدان فدع نفسک الطمعا) دوستوں کو تو تکلیف جان کی طرح مرغوب ہوتی ہے دوست کی طرف سے جو تکلیف پہنچے بھلا دوست کہیں اس کو گراں اور ناگوار سمجھتا ہے ہرگز نہیں بلکہ دوستی میں تو رنج ہی اصل شے ہے اور دوستی تو بمنزلہ ایک پوست کے ہے کیا دوستی کی علامت یہ نہیں کہ رنج اور تکلیف اور مصیبت و آفت کشی میں خوش رہے۔ یقیناً ایسا ہے۔ دوست کو سونا سمجھو اور مصیبت کو آگ سونا تو آگ ہی میں خوش ہوتا ہے اور آگ ہی سے اپنے جوہر تو ظاہر کرتا ہے۔

شرح شبیری

امتحان کردن خواجہ لقمانؑ زیرکی لقمانؑ را

حضرت لقمانؑ کے آقا کا لقمانؑ کی ذہانت کی آزمائش کرنا

نیکہ لقمانؑ را کہ بندہ پاک بود	روز و شب در بندگی چالاک بود
کیا ایسا نہیں ہوا کہ لقمانؑ جو ایک اچھے غلام تھے	دن رات خدمتگاری میں چست تھے
خواجہ اش میداشتے در کار پیش	بہترش دیدے ز فرزندان خویش
آقا ان کو ہر کام میں آگے رکھتا تھا	اپنی اولاد سے بھی ان کو زیادہ سمجھتا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

لیمنے الخ۔ یعنی کیا یہ بات نہیں ہے کہ لقمان علیہ السلام کو جو کہ بندۂ پاک تھے اور رات دن اطاعت میں چست وچالاک تھے ان کے آقا بہت زیادہ کام میں رکھتے تھے (یعنی بہت کام لیتے تھے) اور ان کو اپنے بیٹوں سے بھی اچھا جانتے تھے یعنی اگر چہ وہ ان سے محبت رکھتے تھے مگر حضرت لقمان ہی نے ان سے کہہ رکھا تھا کہ مجھ سے کام لیا کرو اس لئے وہ آقا مجبوراً کام لیتے تھے جیسا کہ آگے مولانا خود فرمائینگے۔

زانکہ لقماںؑ گرچہ بندہ زادہ بود	خواجہ بود و از ہوا آزادہ بود
اس لئے کہ حضرت لقمانؑ اگرچہ غلام زادہ تھے	(لیکن) آقا تھے اور خواہش نفسانی سے آزاد تھے

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ اگر چہ لقمان بندہ زادہ تھے (ظاہر میں مگر حقیقت میں) آقا تھے (اس لئے کہ) ہوا ونفس سے آزاد تھے مطلب یہ کہ وہ آقا ان سے اس لئے محبت کرتے تھے کہ اگر چہ بظاہر تو یہ غلام تھے مگر چونکہ بہت بڑے بزرگ تھے اس لئے حقیقۃً آقا ہی تھے چونکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید حضرت لقمان علیہ السلام نبی ہوئے ہیں تو یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ الانبیاء مبعث من اشراف قوم اور کمال قال یعنی انبیاء ہمیشہ شرفاء میں سے ہوتے ہیں اور یہ غلام ہیں تو کیسے نبی ہو سکتے ہیں تو اول تو ان کے نبی ہونے میں ہی شک ہے لیکن اگر تسلیم کیا جائے تو ممکن ہے کہ یہ اور ان کے آباء واجداد اصل تو غلام نہ ہوں مگر ان میں سے کسی کو کسی ظالم نے ظلماً کہیں فروخت کر دیا جو جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کے ان کے بھائیوں نے کیا مگر وہ اس سے کہیں غلام تو نہ ہو گئے تھے پس اس طرح ان کے ساتھ بھی ہوا اس لئے یہ بندہ زادہ مشہور ہو گئے اور اگر نبی نہ کہا جائے تب بھی ان کی ولایت میں شک نہیں ہے ایک شبہ اور یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر یہ نبی ہوں تو پھر یہ اس طرح اپنی حالت کو پوشیدہ کیوں کرتے تھے بلکہ نبی کو تو فرض ہے کہ وہ خود بھی اپنے نبی ہونے کا مقر ہو اور سب کہے کہ میں نبی ہوں مجھ پر ایمان لاؤ تو جواب یہ ہے کہ ان کا یہ قصہ قبل بعثت ونبوت کا ہے اور اس وقت ان پر شان ولایت غالب تھی اور ولایت میں مختلف شانیں ہوتی ہیں اس لئے ان کی حالت اس وقت اسی کو مقتضی تھی کہ یہ پوشیدہ رہیں اس لئے پوشیدہ رہتے تھے خوب سمجھ لو۔ اب کوئی اشکال انشاء اللہ باقی نہ رہے گا۔ آگے اس حکایت سے ایک دوسری حکایت کی طرف انتقال ہے کہ جس طرح حضرت لقمان علیہ السلام ہوا وہوس سے آزاد تھے اسی طرح اور اولیاء اللہ بھی ہوا وہوس سے آزاد ہوتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ

گفت شاہے شیخ را اندر سخن	کز من از بخشش تو چیزے خواست کن
ایک بادشاہ نے گفتگو میں ایک بزرگ سے کہا	مجھ سے بخشش میں کچھ مانگ

گفت الخ۔ یعنی ایک بادشاہ نے ایک بزرگ سے باتوں میں کہا کہ آپ میری بخشش میں سے کچھ لیجئے یعنی کچھ مجھ سے مانگیے۔

گفت اے شہ شرم ناید مر ترا	کہ چنیں گوئی مرا زیں برتر آ
اس (بزرگ) نے کہا اے بادشاہ! تجھے شرم نہیں آتی	کہ مجھ سے یہ کہتا ہے اس سے بالاتر بن

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت الخ۔ یعنی ان بزرگ صاحب نے کہا کہ اے بادشاہ تجھے شرم نہیں آتی کہ مجھے ایسی بات کہتا ہے اس بات سے درگزر اور نکل ایسا مت ہے۔

من الخ۔ یعنی میرے دو غلام ہیں اور وہ بھی حقیر اور وہ دونوں تجھ پر امیر ہیں اور حاکم ہیں پھر تجھے شرم نہیں آتی کہ میرا غلامان غلام ہو کر ایسی بات کہتا ہے۔

گفت شہ آں دو چہ اند ایں ذلت ست	گفت آں یک خشم و دیگر شہوت ست
بادشاہ نے کہا' وہ دونوں کیا ہیں؟ یہ (تو) ذلت ہے	اس (بزرگ) نے کہا ایک غصہ دوسرا شہوت ہے

گفت الخ۔ یعنی بادشاہ نے کہا کہ وہ دونوں کون ہیں یہ تو بڑی ذلت کی بات ہے (کہ میں غلامان غلام ہو گیا) تو ان بزرگ نے فرمایا کہ ایک تو غصہ اور دوسرا شہوت ہے مطلب یہ کہ تم بندۂ شہوت و غضب ہو جیسا کہ ظاہر ہے کہ اکثر بادشاہ اور دنیا داران کے غلام اور تابع ہوتے ہیں اور یہ دونوں میرے تابع ہیں اس حیثیت سے تم میرے غلامان غلام ہو گئے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

شاہ آں داں کوز شاہی فارغ ست	بر مہ و خورشید نورش بازغ ست
بادشاہ اس کو سمجھ جو بادشاہی سے بے نیاز ہے	چاند اور سورج پر اس کا نور غالب ہے

شاہ آن الخ۔ یعنی بادشاہ تو اس کو جانو کہ جو بادشاہی سے بھی فارغ ہو (اور اس کو بادشاہی کی بھی پرواہ نہ ہو) اور چاند اور سورج پر اسکا نور چمکتا ہو یعنی ان سے بھی اس کا نور بڑھ گیا ہو اصل بادشاہ تو وہ ہے اور جس کو طمع شاہی ہے اور اس کی احتیاج ہے وہ تو گدا کا گداہی رہا اور فرماتے ہیں کہ

مخزن آں دارد کہ مخزن عار اوست	ہستی آں دارد کہ باہستی عدوست
وہ ایسا خزانہ رکھتا ہے کہ (ظاہری) خزانہ اس کی ذلت ہے	وہ ایسا وجود رکھتا ہے جو وجود کا دشمن ہے

مخزن الخ۔ یعنی خزانہ (اصلی) تو وہ رکھتا ہے کہ یہ خزانہ (ظاہری رکھنا) اس کے لئے عار ہو اور ہستی (اصل) تو اس کے پاس ہے جو کہ اس ہستی (ظاہری) کا دشمن ہے یعنی جو کہ سب ماسوائے اللہ سے قطع نظر کر چکا ہو اور بس اپنی ہستی کو اور خزانہ کو سب کو اس ایک ذات کے سامنے فنا کر کے بقاء حاصل کر چکا ہو اصل بادشاہ اور اصل زندہ تو وہ ہے ورنہ یہ سب چیزیں بالکل عارضی ہیں جیسا کہ ظاہر ہے آگے فرماتے ہیں کہ

خواجۂ لقماں بظاہر خواجہ وش	در حقیقت بندہ لقماںؑ خواجہ اش
(حضرت) لقمان کا آقا ظاہری خواجگی کے ہوتے ہیں	حقیقتاً غلام ہے لقمان اس کے آقا ہیں

خواجۂ الخ۔ یعنی لقمان علیہ السلام کے آقا ظاہر میں تو آقا معلوم ہوتے تھے مگر حقیقت میں وہ غلام تھے اور حضرت لقمان ان کے آقا تھے پھر فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

در جہان باز گونہ زیں بسے ست	درنظر شاں گوہرے کم از خسے ست
الٹی دنیا میں ایسا بہت ہے	ان کی نظر میں جوہر تنکے سے کم ہے

در جہان الخ۔ یعنی اس قسم قسم کے جہان میں یہ بات بہت ہے (کہ نقلی کو اصلی اور اصلی کو نقلی سمجھتے ہیں) اور ان (اہل جہان) کی نظر میں گوہر ایک تنکے سے کم ہوتا ہے (تو یہ بھی الٹی ہی بات ہے)

مر بیاباں را مفازہ نام شد	نام و ننگے عقل شاں را دام شد
بیابان کا نام کامیابی کی جگہ ہوا	عزت و ذلت ان کی عقل کا جال بنا

مر بیابان الخ۔ یعنی جنگل کا نام مفازہ ہو گیا (جس کے معنی ہیں فوز کے اور مراد کی جگہ حالانکہ جنگل میں فوز و مراد کچھ بھی نہیں یہ بھی کئی بات ہے اور نام وننگ ہی ان (اہل جہان) کی عقل کا دام ہو گیا ہے یعنی یہ اسی میں پھنس کر غارت ہوئے کہ کسی طرح نام رہے شرم رہے۔ چاہے حق تعالیٰ کی نافرمانی ہو چاہے کچھ ہو۔

یک گرہ را خود معرف جامہ است	در قبا گویند کو از عامہ است
ایک گروہ کے لئے لباس پہچان کا ذریعہ ہے	قبا پہننے والے کو عوام میں سے کہتے ہیں

یک الخ۔ یعنی ایک گروہ کے نزدیک تو پہچان کپڑا ہے (کہ جس کو گدڑی پہنے دیکھا سمجھے کہ بزرگ اور صوفی ہے اگر چہ مکار ہو) اور اگر قبا پہنے دیکھا تو کہہ دیا کہ عوام میں سے ہے (اگر چہ وہ سچا ہو اور وہ در اصل بزرگ ہو) تو یہ بھی الٹی ہی بات ہے۔

یک گرہ را ظاہر سالوس و زرق	کرد ہزاہد نام و اندر زہد غرق
ایک گروہ کے ظاہری مکر اور فریب نے	زاہد اور زہد میں ڈوبے ہوئے نام رکھ لئے

یک الخ۔ یعنی ایک گروہ کے لئے (معرفت) ظاہری تقوی اور زہد ہے (حالانکہ ظاہری تقوی و زہد سے کیا ہوتا ہے دل میں ہونا چاہیے) اور نور کی ضرورت ہے جو کہ زہد کا جاسوس ہو۔ مطلب یہ کہ ظاہری تقوی و طہارت کمال کی علامت نہیں ہے بلکہ نور باطن ہو کہ جس سے اصل حقیقت معلوم ہو جائے۔

یک گرہ را ظاہر سالوس و زہد	نور باید تابود جاسوس زہد
ایک گروہ میں ظاہری مکر اور زہد ہے	نور چاہیے جو زہد کی مخبری کرے
نور باید پاک از تقلید و غول	تا شناسد مرد را بے فعل و قول
نور درکار ہے جو تقلید اور کجی سے خالی ہو	تا کہ انسان کو بغیر قول اور فعل کے پہچانے

نور الخ۔ یعنی نور چاہیے جو کہ تقلید اور جور سے پاک ہوتا کہ مرد (راہ حق) کو بے فعل وقول کے پہچانے یعنی ظاہری علامات پر اعتماد نہ ہو بلکہ خود باطن سے حقیقت انسان کو پہچاننا ضروری ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

در رود در قلب او از راہ عقل	نقد او بیند نباشد بند نقل
اس کے دل میں عقل کے راستہ سے گھس جائے	اس کا نقد دیکھ لے سنی سنائی کا پابند نہ ہو

در رود الخ۔ یعنی قلب میں وہ نور عقل کے راستہ سے جائے اور اس کے کھرے کو دیکھ لے اور نقلی امور کا مقید نہ ہو مطلب یہ کہ اس کے پہچان کے لئے اس نور کی ضرورت ہے کہ جو عقول سلیمہ کے ذریعہ سے قلب کی حالت معلوم کرلے اور اس ظاہری زہد وتقوی پر نہ رہیں۔

بندگان خاص علام الغیوب	در جہان جاں جواسیس القلوب
علام الغیوب کے خاص بندے	روحانی دنیا میں دلوں کے جاسوس ہیں

بندگان الخ۔ یعنی جو کہ حق تعالٰی کے بندگان خاص ہیں وہ جان کے جہان میں قلوب کے جاسوس ہیں کہ وہ جب ضرورت ہوتی ہے حسب ضرورت قلب کی حالت اور کیفیت کو معلوم کرلیتے ہیں لیکن یہ حضرات بے ضرورت قلوب کی حالت کو معلوم کرنا پسند نہیں فرماتے اور اس کو نہی لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم میں اور نہی لا تجسسوا میں داخل سمجھتے ہیں ہاں اگر استفادہ کے لئے کسی کی حالت معلوم کرنا ہو تو چندان مضائقہ بھی نہیں مگر امتحاناً مستنکر ہے۔

در درون دلدر آید چوں خیال	پیش شاں مکشوف باشد سر حال
جب دل میں کوئی خیال آتا ہے	پوشیدہ بھید ان کے سامنے کھل جاتا ہے

در درون الخ۔ یعنی قلوب میں جب خیال آتا ہے (اور ابھی مرتبہ خیال ہی میں ہوتا ہے مگر) ان کے سامنے کل حالات کے اسرار منکشف ہوتے ہیں اور ان کو ان کا علم ہو جاتا ہے یعنی اگر وہ توجہ کرتے ہیں اور حق تعالٰی کو منظور ہوتا ہے تو وہ امر ان پر بہت جلد منکشف ہوتے ہیں اور انکو انکا علم ہو جاتا ہے یعنی اگر وہ توجہ کرتے ہیں اور حق تعالٰی کو منظور ہوتا ہے تو وہ اوپر بہت جلد منکشف ہو جاتا ہے۔ ورنہ نعوذ باللہ یہ حضرات عالم الغیب نہیں ہوتے خوب سمجھ لو۔ آگے ہمارے خیالات کی اور ان کے علم کی ایک مثال دیتے ہیں کہ

درتن گنجشک چہ بود برگ وساز	کہ شود پوشیدہ آں بر عقل باز
چڑیا کے جسم میں کیا ساز و سامان ہوتا ہے؟	کہ وہ باز کی عقل پر چھپ سکے

درتن الخ۔ یعنی چڑیا کے بدن میں کیا ساز وسامان ہوتا ہے کہ جو باز کی عقل پر پوشیدہ رہے تو ہمارے خیالات اور علوم ہی کیا ہیں جو کہ ان حضرات پر مخفی رہیں گے اسلئے کہ جب انہوں نے صفات حق کا ادراک کرلیا تو اب تو ہمارے علوم وصفات کا ادراک کچھ بھی مشکل نہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ

آنکہ الخ۔ یعنی جو کہ حق تعالٰی کے اسرار پر واقف ہو گیا اس کے سامنے مخلوق کے اسرار کی حقیقت رکھتے ہیں۔

آنکہ واقف گشت بر اسرار ہو	سر مخلوقات چہ بود پیش او
جو اللہ (تعالٰی) کے بھیدوں سے واقف ہوگیا	مخلوق کے بھید اس کے سامنے کیا ہیں؟

www.besturdubooks.wordpress.com

آنکہ الخ۔ یعنی جس کی رفتار آسمان پر ہو (اور وہ آسمان پر چل سکتا ہو) تو اس کو زمین پر چلنا کیا دشوار ہو گا۔

آنکہ بر افلاک رفتارش بود	بر زمیں رفتن چہ دشوارش بود
جس کی گزر آسمانوں پر ہو	اس کو زمین پر چلنا کیا دشوار ہو گا؟
در کف داؤدؑ کاہن گشت موم	موم چہ بود در کف او اے ظلوم
(حضرت) داؤد کے ہاتھ میں جس کو لوہا موم ہو گیا	اے ظالم! ان کے ہاتھ میں موم کیا ہوگا؟

درکف الخ۔ یعنی جبکہ داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا موم ہو گیا تو ارے کمبخت ان کے ہاتھ میں موم کی تو کیا حقیقت ہے کہ سخت رہے گا۔ لہٰذا جب یہ حضرات علوم الٰہیہ و اسرار حق سے واقف ہو گئے تو اب بھلا مخلوق کے اسرار پر ان کے آگے کیا ہیں لہٰذا جس کو حق تعالیٰ ان کو معلوم کرانا چاہیں وہ ان حضرات کو معلوم ہو جاتا ہے ورنہ کچھ بھی معلوم نہیں ہو سکتا خوب یاد رکھو آگے پھر عود حضرت لقمان علیہ السلام کی حالت کے بیان کی طرف فرماتے ہیں

بود لقمانؑ بندہ شکلے خواجۂ	بندگی برظاہرش دیباجۂ
لقمان بظاہر غلام (حقیقتاً) آقا تھے	غلامی ان کے ظاہر کا عنوان تھی

بود الخ۔ یعنی لقمان علیہ السلام ایک غلام شکل خواجہ تھے اور ان کے ظاہر پر غلامی ایک زائد امر تھا مطلب یہ کہ حضرت لقمان اگرچہ صورتاً غلام تھے مگر حقیقتہً خواجہ تھے اور یہ غلامی کسی مصلحت سے تھی آگے اس کی ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ

چوں رود خواجہ بجائے ناشناس	در غلام خویش پوشاند لباس
آقا جب کسی اجنبی جگہ جاتا ہے	اپنے غلام کو (شاہی) لباس پہنا دیتا ہے

چون الخ۔ یعنی جبکہ آقا کسی اجنبی جگہ جاتا ہے تو غلام کو اپنا لباس پہنا دیتا ہے (تاکہ کوئی پہچان نہ سکے)۔

او بپوشد جامہائے آں غلام	مر غلام خویش را سازد امام
وہ اس غلام کے کپڑے خود پہن لیتا ہے	اپنے غلام کو پیشرو بنا لیتا ہے

او الخ۔ یعنی وہ آقا اس غلام کے کپڑے پہن لیتا ہے اور اپنے ہی غلام کو امام بنا دیتا ہے

در پیش چوں بندگاں در رہ شود	تانباید زو کسے آگاہ شود
راستہ میں غلاموں کی طرح اس کے پیچھے چلتا ہے	تاکہ اس کو کوئی نہ پہچان سکے

در الخ۔ یعنی اس غلام کے پیچھے راستہ میں غلاموں کی طرح چلتا ہے تاکہ کوئی اس سے آگاہ نہ ہو جائے۔

گویدا اے بندہ تو رو بر صدر شیں	من بگیرم کفش چوں بندہ کمیں
کہہ دیتا ہے کہ اے غلام! تو جا اور صدر جگہ پر بیٹھ	میں معمولی غلام کی طرح جوتیاں لے لوں گا

www.besturdubooks.wordpress.com

گویدائخ۔ یعنی وہ آقا غلام کو حکم کرتا ہے کہ اے غلام تو چل اور صدر پر بیٹھ اور میں کمینہ غلام کی طرح تیری جوتی لے لوں گا

تو درشتی کن مرا دشنام دہ	مر مرا تو ہیچ توقیرے منہ
تو سختی کر مجھے برا بھلا کہہ	تو میری کوئی عزت نہ کر

اوائخ۔ یعنی وہ حکم کرتا ہے کہ تو مجھے برا بھلا کہنا سختی کرنا اور میری بالکل توقیر و وقعت مت کرنا مبادا کوئی پہچان لے۔

ترک خدمت خدمت تو داشتم	تا بغربت تخم حیلت کاشتم
خدمت نہ کرنا میں نے تیرے ذمہ لگایا ہے	جب تک کہ مسافرت میں میں نے تدبیر کا بیج بویا ہے

ترک ائخ۔ یعنی وہ کہتا ہے کہ میں نے خدمت نہ کرنا ہی تیرے سپرد کیا ہے جب تک کہ سفر میں تخم حیلہ کا بویا ہے مطلب یہ کہ جب تک میں سفر میں ہوں تیرا یہی کام ہے کہ کام مت کر اور خدمت سے الگ رہ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

خواجگاں ایں بندگیہا کردہ اند	تا گماں آید کہ ایشاں بندہ اند
آقاؤں نے یہ غلامیاں کی ہیں	تاکہ یہ گمان ہو کہ وہ غلام ہیں

خواجگان ائخ۔ یعنی آقاؤں نے ایسی خدمت کی ہیں تاکہ گمان ہو کہ یہی غلام ہیں۔ مطلب یہ کہ جب آقا اپنے کو چھپانا چاہا کرتے ہیں تو اکثر ایسا کیا کرتے ہیں کہ غلاموں کی شکل بنا لیتے ہیں۔

چشم پر بودند و سیر از خواجگی	کارہا کردہ اند آمادگی
وہ آقائیت سے سیر چشم اور پیٹ بھرے تھے	انہوں نے استعداد (کے لئے) بہت سے کام کئے ہیں

چشم ائخ۔ یعنی وہ آقا بننے سے سیر اور چشم پر ہوتے ہیں اور وہ آمادگی کے لئے بہت سے ایسے کام کیا کرتے ہیں مطلب یہ کہ وہ تو آقا بننے سے بھی گھبراتے ہیں اس لئے ان کو تو پرواہ بھی نہیں ہوتی اور بضرورت اکثر ایسا کرتے ہیں۔

ویں غلامان ہوا برعکس آں	خویشتن بنمودہ میر عقل و جاں
اور یہ خواہش کے غلام اس کے برعکس ہیں	اپنے آپ کو عقل و جان کا آقا ظاہر کرتے ہیں

این ائخ۔ یعنی اور یہ ہوا و ہوس کے غلام اس کے برعکس اپنے کو آقا عقل و جان کے دکھاتے ہیں یعنی جو کہ غلام ہوتے ہیں ان کو اس خواجگی کی ہوس ہوتی ہے اس لئے وہ اپنے منہ میاں مٹھو بنتے ہیں۔

آید از خواجہ رہ افگندگی	ناید از بندہ بغیر از بندگی
آقا سے خاکساری کا طریقہ آتا ہے	(اللہ کے) بندے سے بندگی کے سوا کچھ نہیں آتا ہے

آیدائخ۔ یعنی آقا سے تو عاجزی ہی آتی ہے اور بندۂ (حق) سے سوائے بندگی اور کیا آئے لہذا مقصود یہ ہے کہ جو حضرات اولیاء اللہ ہوتے ہیں وہ ہمیشہ اپنے کو پوشیدہ رکھتے ہیں اور دوسروں کی خدمت اور ذلت و خواری ہی میں عمر گزار دیتے ہیں اس لئے کہ ان کو اس توقیر ظاہری کی پرواہ بھی نہیں ہوتی بخلاف ان دنیا داروں کے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ان کو ہر وقت یہی ہوس رہتی ہے کہ کسی طرح کوئی ہمیں آقا کہے اور کوئی ہماری توقیر اور عزت کرے اس لئے کہ وہ حضرات تو اصل میں سردار ہوتے ہیں اور سرداری سے ان کا دل سیر ہوتا ہے ان کو سرداری کی ضرورت ہی نہیں ہوتی اور چونکہ دنیادار لوگ اصل میں تو بندۂ ہوا و ہوس ہیں اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح عارضی طور پر آقا بن جائیں اور حضرات اولیاء اللہ ہمیشہ اپنی زندگی عجز و انکسار میں گزار دیتے ہیں اس لئے کہ وہ تو عبد حق ہوتے ہیں اور اپنے کو بندۂ حق سمجھتے ہیں اس لئے ان سے تو عاجزی اور انکساری کے سوا اور کچھ سرزد ہو ہی نہیں سکتا مگر اس عالم میں بالکل الٹا ہو رہا ہے کہ جو حضرات کہ بادشاہ اصلی اور سردار واقعی ہیں ان کو تو غلام سمجھا جاتا ہے اور جو کہ اصل میں غلام ہیں اور ظاہراً عارضی طور پر آقا بن رہے ہیں ان کو سردار اور بادشاہ وغیرہ سمجھا جاتا ہے سچ ہے کہ بنے کیونکر کہ ہے سب کار الٹا + ہم الٹے بات الٹی یار الٹا + آگے اسی کو مولانا فرماتے ہیں کہ

پس ازاں عالم بدیں عام	چناں تعبیتہا ہست بر عکس ایں بداں
پس اس عالم سے اس عالم تک	بہت سی بناوٹی باتیں ہیں ان کو الٹا سمجھ

پس الخ۔ یعنی پس اس عالم سے اس عالم میں اسی طرح برعکس بعیرین ہیں اس کو خوب جان لو مطلب یہ کہ اس جہان کے افعال کو اس جہان میں الٹا ہی سمجھتے ہیں اس لئے کہ ان کی عقلیں ہی اوندھی ہوتی ہیں اسی طرح چونکہ حضرت لقمان علیہ علیہ السلام نے اپنے ظاہری آقا کو اس کا حکم کر دیا تھا کہ مجھ سے کام لیا کرو اور اس کو اپنا لباس پہنا دیا تھا اور اس کا لباس خود پہن لیا تھا اور مصلحت کی وجہ سے اپنے کو پوشیدہ رکھتے تھے وہ بھی ان کو غلام اور اپنے کو آقا کہتا تھا ورنہ در اصل معاملہ بالعکس تھا اسی کو فرماتے ہیں کہ

خواجۂ لقمانؑ ازیں حال نہاں	بود واقف دیدہ بود از وے نشاں
(حضرت) لقمان کا آقا اس راز سے	واقف تھا اور اس کی نشانی دیکھ چکا تھا

خواجہ الخ۔ یعنی حضرت لقمان کے آقا بھی احوال پوشیدہ سے واقف تھے اور انہوں نے لقمان علیہ السلام میں نشان (بزرگی) دیکھ لیا تھا اور وہ جانتا تھا کہ یہ بزرگ اور ولی ہیں مگر بمقتضائے الامر فوق الادب ان کے حکم کی تعمیل میں وہ ان سے کام لیتا تھا۔

راز می دانست خوش می راند خر	از برائے مصلحت آں راہبر
راز جانتا تھا کام چلا رہا تھا	اس راہنما کی مصلحت کی وجہ سے

راز الخ۔ یعنی وہ آقا راز کو جانتا تھا اور خوب خدمت لیتا تھا اس راہبر کی مصلحت کی وجہ سے۔

مرد را آزاد کردے از نخست	لیک خوشنودی لقمانؑ را بجست
ان کو وہ پہلے ہی آزاد کر دیتا	لیکن اس نے (حضرت) لقمان کی خوشنودی چاہی

مرد الخ۔ یعنی وہ آقا ان کو اول ہی سے (کاموں سے) آزاد کر دیتا لیکن وہ تو حضرت لقمان کی رضا کا

www.besturdubooks.wordpress.com

طالب تھا (اور وہ اسی میں راضی تھے لہٰذا وہ بھی بے چارا مرتکب ہوتا تھا)

زانکہ لقمان را مراد ایں بود تا	کس نداند سر آں شیر فتا
کیونکہ (حضرت) لقمان کا مقصد یہی تھا تاکہ	اس نوجوان شیر کا کوئی بھید نہ سمجھ سکے

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ حضرت لقمان کی یہی مراد تھی (کہ ان سے خدمت لی جائے اور اس حالت میں رکھا جائے) تاکہ کوئی شخص اس جوان شیر کے بھید سے آگاہ نہ ہو۔ آگے مولانا فرماتے ہیں

چہ عجب گر سر زبد پنہاں کنی	ایں عجب کہ سر زخود پنہاں کنی
یہ کیا عجب بات ہے کہ تو راز کو بُرے سے چھپالے	عجب تو یہ ہے کہ تو راز کو اپنے آپ سے چھپائے

چہ الخ۔ یعنی یہ کیا تعجب کی بات ہے کہ تو برے لوگوں سے بھید پوشیدہ کرے بلکہ تعجب تو یہ ہے کہ خود اپنے سے ہی بھید کو پوشیدہ بھی رکھو۔ مطلب یہ کہ دوسروں سے پوشیدہ رہنا اور ان کے سامنے اپنے مرتبہ کو معدوم کر دینا تو تعجب کی بات نہیں ہے مگر تعجب تو یہ ہے کہ یہ حضرات خود بھی اپنے مرتبہ کو اپنی ہستی کو معدوم اور ہیچ سمجھتے ہیں اور ان کو خود بھی اس طرف التفات نہیں ہوتا۔

کار پنہاں کن تو از چشمان خود	تابود کارت سلیم از چشم بد
اپنی نظروں سے چھپا کر کام کر	تاکہ تیرا کام نظر بد سے بچا رہے

کار الخ۔ یعنی اپنے کاموں کو خود اپنے سے بھی پوشیدہ رکھو تاکہ تمہارے کام نگاہ بد سے محفوظ و مامون ہو جائیں اس لئے کہ جب اس قدر اخفاء ہے کہ خود بھی خبر نہیں تو دوسروں کو تو کیا خبر ہوسکتی ہے جو کوئی نگاہ بد لگائے گا مقصود یہ ہے کہ درجہ فنا حاصل کرو اور تفویض محض مذہب رکھو پھر دیکھو کہ کس قدر ثمرات و برکات تم کو میسر ہوتے ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ

خویش را تسلیم کن بردار مزد	وانگہ از خود بے زخود چیزے بدزد
اپنے آپ کو سپرد کر دے مزدوری کما لے	پھر بے خودی میں اپنے میں سے کچھ چرا لے

خویش الخ۔ یعنی اپنے کو تسلیم اور سپرد کر دو اور پھر مزدوری لو اور اس وقت اپنی ہستی سے بے خود ہو کر کچھ چراؤ مقصود یہ کہ اپنی ہستی کو فنا کر دو اور تفویض محض اختیار کر کے اس طرف متوجہ ہو جاؤ پھر دیکھو کیسے کیسے برکات اور فیوض فائض ہوتے ہیں آگے ایک مثال دیتے ہیں کہ

می دہند افیوں بمرد زخم مند	تا کہ پیکاں از تنش بیروں کنند
زخمی انسان کو افیون دے دیتے ہیں	تاکہ اسکے جسم میں سے تیر کھینچ لیں

مید ہند الخ۔ یعنی زخمی آدمی کو افیون کھلاتے ہیں تاکہ اس کے بدن سے پیکان نکال لیں تو دیکھو وہ چونکہ

www.besturdubooks.wordpress.com

افیون کے لطف کی طرف متوجہ ہو گیا اس کے اندر سے ایک موذی اور تکلیف دہ شے نکل گئی۔

وقت مرگ از رنج او را مید رند	او بداں مشغول شد جاں می برند
مرتے وقت اس کی تکلیف سے ٹکڑے ٹکڑے کرتے ہیں	وہ اس میں لگا جان نکال لے جاتے ہیں

وقت الخ۔ یعنی موت کے وقت تکلیف سے اس کو پھاڑتے ہیں وہ تو اس میں مشغول ہوتا ہے اور جان کو لے جاتے ہیں یہاں بھی دوسری طرف توجہ سے ایک نفیس شئے نکل گئی پہلی مثال اس کی تھی کہ عمدہ کی طرف توجہ سے موذی شئے نکلی اور یہ مثال اس کی ہے کہ موذی کی طرف توجہ سے عمدہ شئے نکل گئی اب آگے فرماتے ہیں کہ

چوں بہر فکرے کہ خواہی دل سپرد	تو چیزے در نہاں خواہند برد
جب کسی فکر میں تو دل کو لگا دیگا	تو وہ تیری چیز چپکے سے چرا لیں گے

چون الخ۔ یعنی جبکہ (معلوم ہو گیا کہ) جس فکر میں کہ تم دل کو لگا دو گے تمہارے دل میں سے دوسری شے نکل جائے گی جیسا کہ حکما بھی کہتے ہیں النفس لاتتوجه الى شيئين في آن واحد۔

پس بداں مشغول شو کاں بہترست	تاز تو چیزے بر دکاں کہترست
تو اس میں لگ جو اچھی چیز ہو	تاکہ (چور) تیری وہ چیز لے جائے جو گھٹیا ہے

پس الخ۔ یعنی اس میں مشغول ہو جو کہ بہتر ہے تاکہ تمہارے اندر سے وہ شے نکل جائے جو کہ ذلیل ہے مطلب یہ کہ جب ایک طرف کی توجہ سے دوسری شئے نکل جاتی ہے تو تم کو چاہیے کہ حق تعالیٰ کی طرف توجہ کرو کہ اس سے غیر اللہ سب نکل جائیں گے اور فرماتے ہیں کہ

ہرچہ اندیشی و تحصیلے کنی	می درآید دزد زاں سو کایمنی
جو تو سوچتا ہے اور حاصل کرتا ہے	چور اس جانب سے آتا ہے جدھر سے تو مطمئن ہے

ہرچہ الخ۔ یعنی تو جو کچھ کہ سوچتا ہے اور جو کچھ کہ حاصل کرتا ہے تو چور اس طرف سے آتا ہے جدھر سے تو بے خوف ہوتا ہے لہٰذا تم حق تعالیٰ کی طرف مشغول ہو جاؤ تو شیطان ماسوی اللہ کو تمہارے قلب سے چرا لے جائے گا اور متوجہ ہونے کا طریقہ غلبہ ذکر اللہ ہے جب ذکر اللہ کا غلبہ ہوتا ہے تو غیر اللہ خود بخود نکل جاتے ہیں جیسا کہ مشاہد ہے آگے ایک مثال سے واضح فرماتے ہیں کہ

بار بازرگاں چو در آب اوفتد	دست اندر کالۂ بہتر زند
تاجر کا مال جب پانی میں گرتا ہے	تو وہ عمدہ سامان پر ہاتھ مارتا ہے

بار الخ۔ یعنی سوداگر کا مال اگر پانی میں گر جائے تو وہ عمدہ مال پر ہاتھ مارے گا یعنی اول عمدہ عمدہ مال کو چھانٹے گا اور اس کو ڈوبنے سے بچائے گا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کشتی مالش بغرقاب ارفتد	ہر چہ نازل تر بدریا افگند
اس کے مال کی کشتی اگر سمندر میں پھنسے	جو گھٹیا ہے اس کو دریا میں پھینک دیتا ہے

کشتی الخ۔ یعنی اگر اس سوداگر کے مال کی کشتی ڈوبنے لگے گی تو جو کچھ کہ کمتر اموال ہوگا اس کو دریا میں ڈال دے گا اور عمدہ کو بچالے گا آگے فرماتے ہیں کہ

چونکہ چیزے فوت خواہد شد در آب	ترک کمتر گوئی و بہتر را بیاب
چونکہ کوئی نہ کوئی چیز تو پانی میں ڈوبے گی	گھٹیا کو چھوڑ دے اور بڑھیا کو بچالے

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ ایک چیز پانی میں فوت ہوگئی تو کمتر کو چھوڑ دو اور بہتر کو پکڑ لو۔ مطلب یہ کہ یہ تو معلوم ہے کہ توجہ دوسری طرف نہیں ہوسکتی لامحالہ ایک چیز جانے والی ہے یا تو ماسوی اللہ نکلیں گے یا محبت حق نکلے گی تو اب اس شے کو جو کہ عمدہ اور نفیس ہے حاصل کرنا چاہیے یعنی جب حق اور تعلق مع اللہ کو حاصل کرو اور ماسوئے اللہ کو ترک کرو۔ آگے بھی فرماتے ہیں کہ

نقد ایماں را بطاعت گوش دار	تاز روئے حق نگردی شرم سار
بندگی کے ذریعہ ایمان کے نقد کی حفاظت کر	تاکہ تو اللہ (تعالیٰ) کے روبرو شرمندہ نہ ہو

نقد الخ۔ یعنی طاعت کے ذریعہ سے نقد ایمان کو بچاؤ تاکہ حق تعالیٰ کے سامنے شرمندگی حاصل نہ ہو۔

چونکہ نقدت را نگہداری کنی	حرص و غفلت را برد دیودنی
جب تو اپنے نقد کی دیکھ بھال رکھے گا	کمینہ شیطان حرص اور غفلت کو لے بھاگے گا

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ تم اپنے نقد (ایمان) کی حفاظت کروگے تو حرص اور غفلت (عن الحق) کو شیطان لے جائے گا مطلب یہ کہ توجہ بحق سے حرص و ہوس اخلاق ذمیمہ زائل ہوجائیں گے اور شیطان کے لے جانے سے یہ مراد ہے کہ وہ پھر القاء اخلاق ذمیمہ کا نہ کرسکے گا تو اس کا القاء نہ کرنا ہی ایسا ہے جیسا کہ وہ نکال کرلے جائے آگے پھر حضرت لقمان علیہ السلام کے قصہ کی طرف رجوع ہے۔

ظاہر شدن فضل وزیرکی لقمانؑ پیش امتحان کنندگان

امتحان کرنے والوں کے سامنے (حضرت) لقمانؑ کی بزرگی اور ذہانت کا ظاہر ہونا

خواجہ لقمانؑ چو لقمانؑ را شناخت	بندہ بود او را و با او عشق باخت
(حضرت) لقمانؑ کے آقا نے جب لقمانؑ کو پہچان لیا	ان کا غلام ہوگیا اور ان پر فریفتہ ہوگیا

خواجہ الخ۔ یعنی جبکہ حضرت لقمان علیہ السلام کے آقا نے ان کو پہچان لیا تو ان کا غلام ہوگیا اور ان کے

www.besturdubooks.wordpress.com

ساتھ عشق بازی کی۔ مطلب یہ کہ جب ان کا مرتبہ معلوم ہو گیا تو وہ ان پر فریفتہ تھا۔

ہر طعامے کا وریدندے بوے	کس سوئے لقمانؑ فرستادے زپے
وہ جو کھانا اس کے پاس لاتے	تو فوراً کسی کو (حضرت) لقمان کی جانب روانہ کرتا

ہر الخ۔ یعنی جو کھانا کہ لوگ اس آقا کے لئے لاتے تو کسی کو پیچھے سے لقمان کی طرف بھیجتا۔

تا کہ لقمانؑ دست سوئے آں برد	قاصداً تا خواجہ پس خوردش خورد
تا کہ (حضرت) لقمان اس میں ہاتھ ڈال دیں	اس ارادے سے کہ آقا ان کا جھوٹا کھائے

تا کہ الخ۔ یعنی تا کہ لقمان اس کھانے کی طرف ہاتھ بڑھائیں اس قصد کی وجہ سے کہ آقا ان کا پس خوردہ کھاوے مطلب یہ کہ ان کو اس لئے بلاتا تھا تا کہ وہ کھالیں تو پس خوردہ یہ بھی کھالے۔

سور او خوردے و شور انگیختے	ہر طعامے کو نخوردے ریختے
ان کا جھوٹا کھاتا اور مستی پیدا کرتا	جو کھانا وہ نہ کھاتے اس کو ضائع کر دیتا

سور الخ۔ یعنی ان کا جھوٹا کھاتا اور شور کو بھڑکاتا اور جو کھانا کہ وہ نہ کھاتے گرا دیتا۔ مطلب یہ کہ ان کا جھوٹا کھانے سے اس کے اندر شورش عشق برانگیختہ ہوتی تھی اس لئے وہ ان کا پس خوردہ کھایا کرتا تھا اور جس کھانے میں سے وہ نہ کھاتے اس کو خود بھی نہ کھاتا۔

ور بخوردے بیدلو بے اشتہا	ایں بود پیوستگی بے منتہا
اگر کھاتا بھی تو بے دلی اور بے رغبتی سے	لامحدود تعلق یہ ہوتا ہے

ور بخوردے الخ۔ یعنی اور اگر وہ کھا بھی لیتا تو بے دلی اور بے رغبتی سے کھاتا اور یہ بے انتہا محبت اور الفت ہوتی ہے کہ اس بغیر چین ہی نہ آئے۔

خربزہ آوردہ بودند ار مغاں	لیک غائب بود لقمانؑ آں زماں
تحفے میں خربوزہ لائے تھے	لیکن اس وقت (حضرت) لقمان موجود نہ تھے

خربزہ الخ۔ یعنی (ایک مرتبہ) تحفہ خربوزہ لائے تھے لیکن لقمان علیہ السلام اس وقت غائب تھے۔

گفت خواجہ با غلامے کے فلاں	زود رو فرزند لقمانؑ را بخواں
آقا نے ایک غلام سے کہا کہ فلانے!	جلد جا، عزیز لقمان کو بلا لا

گفت الخ۔ یعنی آقا نے ایک غلام سے کہا کہ اے فلاں جلدی سے بیٹا لقمان کو تو بلا لا۔

چونکہ لقمانؑ آمد و پیشش نشست	خواجہ پس بگرفت سکینے بدست
جب (حضرت) لقمان آئے اور اس کے سامنے بیٹھ گئے	اس کے بعد آقا نے چھری ہاتھ میں لی

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ لقمان علیہ السلام آئے اور اس کے سامنے بیٹھے تو آقا نے ایک چھری ہاتھ میں لی۔

چوں برید و داد او را یک بریں	ہمچو شکر خوردش و چوں انگبیں
جب تراشا اور ان کو ایک قاش دی	انہوں نے اس کو شکر و شہد کی طرح کھا لیا

چون الخ۔ یعنی جبکہ (اس نے تراشا اور ایک قاش ان کو دی تو انہوں نے اس کو شکر و شہد کی طرح کھایا مطلب یہ کہ اس کو بہت ہی لطف اور مزہ لے کر کھایا۔

از خوشی کہ خورد داد او را دوم	تا رسید آں گر چہا تا ہفدہم
چونکہ انہوں نے خوشی سے کھایا ان کو دوسری دی	یہاں تک کہ وہ قاشیں سترہ تک پہنچیں

از خوشی الخ۔ یعنی جبکہ خوشی سے کھایا تو ان کو دوسری دی یہاں تک کہ وہ قاشیں سترہ تک پہنچیں یعنی کل سترہ قاشیں ان کو دیں اور وہ مزہ لے لے کر کھاتے رہے۔

ماند گرچے گفت ایں را من خورم	تا چہ شیریں خربزست ایں بنگرم
ایک قاش بچی تو بولا اس کو میں کھاؤں گا	تا کہ دیکھوں کیسا میٹھا خربوزہ ہے؟

ماند الخ۔ یعنی ایک قاش باقی رہی تو اس آقا نے کہا کہ اس کو میں کھالوں تا کہ دیکھوں کہ کیسا شیریں خربوزہ ہے۔

او چنیں خوش میخورد کز ذوق او	طبعہا شد مشتہی و لقمہ جو
وہ اس قدر خوشی سے کھا رہے تھے کہ ان کے ذوق سے	طبیعتیں خواہشمند ہو گئیں اور کھانا چاہنے لگیں

او چنان الخ۔ یعنی وہ اسے اچھی طرح کھا رہے ہیں اور ایسے مزہ سے کھا رہے ہیں کہ ان کے مزہ سے طبائع راغب اور لقمہ جو ہو گئیں مطلب یہ کہ ان کے اس طرح کھانے سے میرا بھی دل چاہنے لگا۔

چوں بخورد از تلخیش آتش فروخت	ام زباں کرد آبلہ ہم حلق سوخت
جب اس نے کھایا اس کی کڑواہٹ سے آگ لگ گئی	زبان پر آبلہ پڑ گیا حلق بھی جل گیا

جون الخ۔ یعنی جبکہ اس نے کھایا تو اس کی تلخی نے آگ لگا دی۔ زبان میں آبلہ پڑ گیا۔ اور حلق بھی جل گیا۔

ساعتے بیخود شد از تلخی آں	بعد ازاں گفتش کہ اے جان جہاں
تھوڑی دیر اس کی کڑواہٹ سے بے چین رہا	اس کے بعد ان سے کہا اے جان عالم!

ساعتے الخ۔ یعنی تھوڑی دیر تو اسکی تلخی کی وجہ سے بے خود رہا۔ بعد اس کے ان سے کہا کہ اے جان جہاں۔

نوش چوں کردی تو چندیں زہر را	لطف چوں انگاشتی ایں قہر را
آپ نے اس قدر زہر کیسے پی لیا؟	اس قہر کو لطف کیوں سمجھا؟

نوش الخ۔ یعنی تم نے اس زہر کو کس طرح کھالیا اور اس قہر کو لطف کس طرح گمان کیا کہ مزہ لے لے کر کھا گئے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں چہ صبرست ایں صبوری از چہ دست	جان تو گوئی بہ پیش تو عدوست
یہ کیسا صبر ہے اور یہ کس طرح کا صبر کرنا ہے؟	گویا آپ کی جان آپ کے نزدیک آپ کی دشمن ہے

اینچہ صبرست الخ۔ یعنی یہ صبر کیسا اور یہ صبر کس لئے ہے یا شاید تمہارے نزدیک جان تمہاری دشمن ہے یعنی معلوم ہوتا ہے کہ اپنی جان کے دشمن ہو کہ ایسی چیز کھا گئے۔

چوں نیاوردی بحیلت حجتے	کہ مرا عذریست بس کن ساعتے
کیوں نہ تدبیر سے آپ نے کوئی عذر کر دیا	کہ میں معذور ہوں تھوڑی دیر ٹھہر

چون الخ۔ یعنی کوئی بہانہ اور حجت کیوں نہ کر دی کہ مجھے عذر ہے ایک گھڑی ٹھہر جایئے مطلب یہ کہ کہہ کیوں نہ دیا کہ یہ کڑوا ہے یا اگر یہ کہتے ہوئے شرم آتی تھی تو کوئی بہانہ لے دیا ہوتا۔

گفت من از دست نعمت بخش تو	خوردہ ام چنداں کہ از شرم دوتو
فرمایا کہ تیرے سخی ہاتھ سے	میں نے اس قدر کھایا ہے کہ شرمندگی سے جھکا جاتا ہوں

گفت الخ۔ یعنی حضرت لقمانؑ نے فرمایا کہ آپ کے نعمت بخشنے والے ہاتھ سے اس قدر نعمتیں میں نے کھائی ہیں کہ شرم سے دوہرا ہوا جاتا ہوں۔

شرم آمد گر یکے تلخ از کفت	می نوشم اے تو صاحب معرفت
مجھے شرم آئی اگر تیرے ہاتھ سے ایک کڑوی چیز	نہ کھاؤں اے (آقا) تو خود جانتا ہے

شرم آمد الخ۔ یعنی مجھے شرم آئی کہ ایک تلخ آپ کے ہاتھ سے میں نہ کھاؤں آپ تو خود ہی جانتے ہیں۔

چوں ہمہ اجزام از انعام تو	رستہ اند و غرق دانہ و دام تو
جبکہ میرے تمام اجزاء تیرے انعام سے	اگے ہیں اور تیرے دانہ دام میں غرق ہیں

چون الخ۔ یعنی میرے سارے اجزاء (بدن) آپ کے انعام سے بڑھے ہیں اور آپ ہی کے دانہ ودام میں غرق ہیں۔

گرز یک تلخے کنم فریاد و داد	خاک تیرہ برس اجزام باد
اگر میں ایک کڑوی چیز سے فریاد اور واویلا کروں	تو کالی خاک میرے اجزاء پر ہو

گرز یک الخ۔ یعنی اگر میں ایک تلخی کی وجہ سے فریاد وداد کرنے لگوں تو میرے اوپر خاک پڑے۔ مطلب یہ کہ اگر اس ایک تلخی سے میں واویلا کرنے لگوں اور شکوہ وشکایت شروع کر دوں تو بڑے شرم اور غیرت کی بات ہے۔ پس اسی طرح حق تعالیٰ کی طرف سے اگر کوئی ظاہر تکلیف اور ناگواری بھی پہنچے تو اس پر صبر کرنا اور اس میں راضی رہنا چاہیے۔ اس لئے کہ اس کے انعامات جب ہر وقت اور ہر گھڑی ہیں تو اگر یہ عارضی ناگواری پیش ہی آ گئی تو اس سے شکوہ وشکایت کرنا بڑی ناشکری ہے بلکہ جب یہ سمجھ لیا جائے کہ یہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے تو پھر

www.besturdubooks.wordpress.com

تو وہ ناگواری ظاہری اور عارضی بھی نہ ہونی چاہیے۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ

لذتے دست شکر بخشت کہ داشت	اندریں بطیخ تلخی کے گذاشت
تیرا شکر بخش ہاتھ جو لذت رکھتا تھا	اس نے اس خربوزے میں کڑواہٹ کہاں چھوڑی؟

لذتے الخ۔ یعنی جو لذت کہ آپ کا شکر بخشنے والا ہاتھ رکھتا تھا اس نے اس خربوزہ میں تلخی کب چھوڑی مطلب یہ کہ آپ کے ہاتھ سے ملنے کی وجہ سے اس میں وہ ناگواری وتلخی بھی باقی نہ رہی بلکہ اب تو وہ گوارا اور شیریں ہو گیا اس لئے کہ آپ محبوب ہیں اور محبت کی وجہ سے بہت سی وہ چیزیں جو کہ دوسروں کو ناگوار ہوتی ہیں محب کو گوارا ہو جاتی ہیں آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

از محبت تلخہا شیریں شود	از محبت مسہا زریں شود
محبت کی وجہ سے کڑوی چیزیں میٹھی ہو جاتی ہیں	محبت سے تانبے سونے بن جاتے ہیں

از محبت الخ۔ یعنی محبت کی وجہ سے تلخیاں شیریں ہو جاتی ہیں اور محبت کی وجہ سے تانبے سونا ہو جاتے ہیں مطلب یہ کہ ناگوار بھی گوارا ہو جاتے ہیں۔

از محبت دردہا صافی شود	وز محبت دردہا شافی شود
محبت سے تلچھٹیں صاف ہو جاتی ہیں	محبت سے درد شفا بخشنے والے بن جاتے ہیں
از محبت خارہا گل می شود	وز محبت سرکہا مُل می شود
محبت سے کانٹے پھول بن جاتے ہیں	محبت سے سرکے شراب بن جاتے ہیں

از محبت الخ۔ یعنی محبت کی وجہ سے تلچھن شراب صاف ہو جاتے ہیں اور محبت ہی کی وجہ سے امراض شافی ہو جاتے ہیں۔

از محبت الخ۔ یعنی محبت کی وجہ سے کانٹے پھول ہو جاتے ہیں اور محبت سے سرکہ شراب عمدہ ہو جاتے ہیں۔

از محبت دار تختے می شود	وز محبت بار بختے می شود
محبت سے سولی تخت بن جاتی ہے	محبت سے بوجھ نصیبہ بن جاتا ہے

از محبت الخ۔ یعنی محبت کی وجہ سے سولی بھی تخت (شاہی) ہو جاتی ہے اور محبت ہی سے بوجھ نصیب (یعنی ناگوار خوشگوار) ہو جاتے ہیں۔

از محبت سجن گلشن می شود	بے محبت روضہ گلخن می شود
محبت سے قید خانہ چمن بن جاتا ہے	بغیر محبت کے باغ بھٹی بن جاتا ہے

از محبت الخ۔ یعنی محبت کی وجہ سے جیل خانہ گلشن ہو جاتا ہے اور بے محبت کے باغ بھی گلخن ہو جاتا ہے۔

از محبت نار نورے می شود	وز محبت دیو حورے می شود
محبت سے آگ نور بن جاتی ہے	محبت سے دیو حور بن جاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

از محبت الخ۔ یعنی محبت کی وجہ سے آگ نور ہو جاتی ہے اور محبت ہی سے دیو حور (معلوم) ہوتا ہے۔

از محبت سنگ روغن می شود	بے محبت موم آہن می شود
محبت سے پتھر تیل بن جاتا ہے	بغیر محبت کے موم لوہا بن جاتا ہے

از محبت الخ۔ یعنی محبت کی وجہ سے پتھر (جیسے سخت بات) بھی روغن (کی طرح سہل) ہو جاتا ہے اور بے محبت کے موم بھی لوہا ہو جاتا ہے۔

از محبت حزن شادی می شود	وز محبت غول ہادی می شود
محبت سے غم خوشی بن جاتا ہے	محبت سے چھلاوا راہبر بن جاتا ہے

از محبت الخ۔ یعنی محبت کی وجہ سے غم بھی خوشی ہو جاتے ہیں اور محبت ہی کی وجہ سے بھوت پریت راہبر ہو جاتے ہیں۔

از محبت نیش نوشے می شود	وز محبت شیر موشے می شود
محبت سے ڈنگ شہد بن جاتا ہے	محبت سے شیر چوہا بن جاتا ہے
از محبت سقم صحت می شود	وز محبت قہر رحمت می شود
محبت سے بیماری تندرستی بن جاتی ہے	محبت سے قہر رحمت بن جاتا ہے

از محبت الخ۔ یعنی محبت کی وجہ سے نیش بھی گوارا ہو جاتا ہے اور محبت ہی کی وجہ سے شیر چوہے (کی طرح) ہو جاتے ہیں۔

از محبت خار سوسن می شود	وز محبت خانہ روشن می شود
محبت سے کانٹا سوسن بن جاتا ہے	محبت سے گھر روشن ہو جاتا ہے

از محبت الخ۔ یعنی محبت کی وجہ سے امراض صحت ہو جاتے ہیں اور محبت ہی کی وجہ سے قہر رحمت ہو جاتے ہیں۔
از محبت الخ۔ یعنی محبت کی وجہ سے کانٹے سوسن ہو جاتے ہیں اور محبت ہی کی وجہ سے گھر روشن ہو جاتے ہیں۔

از محبت مردہ زندہ می شود	وز محبت شاہ بندہ می شود
محبت سے مردہ زندہ ہو جاتا ہے	محبت سے شاہ غلام بن جاتا ہے

از محبت الخ۔ یعنی محبت کی وجہ سے مردہ زندہ ہو جاتا ہے اور محبت ہی کی وجہ سے بادشاہ غلام ہو جاتا ہے غرضیکہ جو چیزیں کہ محبت سے قبل ناگوار اور موذی اور تکلیف دہ ہوتی ہیں محبت وہ شے ہے کہ اس کی وجہ سے سب گوارا ہو جاتی ہیں اور جن سے یہ پہلے گھبراتا تھا اب ان ہی سے راضی اور خوش ہوتا ہے

عشق را نازم کہ یوسف را بازار آورد ہمچو صنعا زاہدے را از پے زنار آورد

پس اگر حق تعالیٰ سے محبت ہو اور تعلق ہو تو پھر اس طرف سے جو کچھ بھی ہو اس سے ہمیشہ راضی رہنا چاہیے۔ ناگواری کیسی اور اسی لئے حضرت ذوالنونؒ نے ان مریدوں کے پتھر وغیرہ مارنے شروع کر دیئے کہ اگرچہ یہ باتیں ناگوار تھیں مگر جس کو محبت ہوتی اس کے نزدیک یہ چیزیں گوارا ہوتیں اور وہ ان سے راضی اور خوش رہتے

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ یہاں محبت کی رغبت دلائی تھی کہ حق تعالیٰ سے محبت اور تعلق پیدا کرو تو اب اس محبت کی تدبیر اور طریقہ فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ محبت کا قاعدہ ہے کہ جس قدر محبوب کی معرفت اور اس کے کمالات پر نظر ہوتی ہے اسی قدر محبت بھی زائد ہوتی ہے اور معرفت ہوتی ہے عقل سے لہٰذا آلہ معرفت عقل سلیم ہوئی اور اس سے محبت میں زیادتی ہوگی لہٰذا عقل سلیم حاصل کرنا چاہیے اور یہ حاصل ہوتی ہے عقلاء کی صحبت سے لہٰذا صحبت شیخ کامل میں چندے رہنا ضروری ہے اسی کو فرماتے ہیں

ایں محبت ہم نتیجہ دانش ست	کے گزافہ بر چنیں تختے نشست
یہ محبت بھی سمجھ کا نتیجہ ہے	بکواس ایسے تخت پر کب بیٹھ سکتا ہے؟

این محبت الخ۔ یعنی یہ محبت بھی عقل کا نتیجہ ہے ورنہ بے ہودہ کب ایسے تخت پر بیٹھ سکتا ہے۔ مطلب یہ کہ محبت بھی جب ہی ہوتی ہے جبکہ عقل کامل ہو۔ ورنہ اس مرتبہ کو کوئی عقل ناقص کس طرح پہنچ سکتی ہے۔

دانش ناقص کجا ایں عشق زاد	عشق زاید ناقص اما بر جماد
ناقص عقل نے یہ عشق کب جنا ہے؟	ناقص (عقل) عشق پیدا کرتی ہے لیکن پتھر سے

دانش الخ۔ یعنی عقل ناقص نے کب یہ عشق پیدا کیا اور عقل ناقص عشق کو پیدا بھی کرتی ہے مگر جماد پر مطلب یہ کہ جب عقل ناقص ہوگی تو اصل حقیقت سے ناواقف ہو کر مخلوقات پر عشق و محبت ہوگی اور جس کا یہ عکس ہے اس پر نظر نہ کریں گے حالانکہ جو کچھ کمالات ہیں وہ حقیقۃً حق جل وعلا شانہ کے ہیں مگر اس نے کم عقلی سے خود اس مخلوق ہی کا کمال سمجھ لیا اسی کو فرماتے ہیں کہ

بر جمادے رنگ مطلوبے چو دید	از صفیرے بانگ محبوبے شنیدے
پتھر پر جب محبوب کا رنگ دیکھا	سیٹی سے محبوب کی آواز سن لی

بر جمادے الخ۔ یعنی جماد پر جب رنگ محبوبیت کا دیکھا (تو اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے) ایک سیٹی سے محبوبیت کی آواز کو سنا۔ مطلب یہ کہ جس طرح صیاد کی سیٹی کو جانور اپنے ہم جنس کی آواز سمجھ کر اس کی طرف بڑھتا ہے اور پھر اس میں پھنس جاتا ہے اسی طرح اس حسن و جمال مخلوق کو اصل اور حقیقی سمجھ کر یہ شخص بھی اس کے عشق و محبت میں پھنس جاتا ہے۔

دانش ناقص نداند فرق را	لاجرم خورشید داند برق را
ناقص عقل فرق نہیں سمجھتی	لامحالہ بجلی کو سورج سمجھ لیتی ہے

دانش الخ۔ یعنی عقل ناقص چونکہ (اصلی اور نقلی میں) فرق کو نہیں جانتی اس لئے وہ بجلی کو (جس کی روشنی آفل اور فانی ہے) خورشید سمجھ لیتی ہے (کہ اس کی روشنی اور اس کا نور کامل ہوتا ہے)۔ مطلب یہ کہ جب عقل ناقص ہوتی ہے تو غیر حقیقی کو حقیقی اور ناقص کو کامل سمجھنے لگتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ ملعوں خواند ناقص را رسول	بود در تاویل نقصان عقول
ناقص کو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ملعون کہا ہے	از روئے تاویل عقلوں کی کمی (مراد) تھی

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ ناقص کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ملعون کہا ہے تو اس کے معنی نقصان عقل کے ہیں مطلب یہ کہ حدیث میں جو ناقص کو ملعون کہا گیا ہے اس سے مراد ناقص العقل ہی ہے آگے اس تعیین کی وجہ بھی بتا دینگے مگر جیسا کہ بعض محشیوں نے لکھا ہے کہ حدیث میں یہ لفظ ہیں الناقص ملعون کہیں نظر سے نہیں گزرا اور نہ ذوقاً یہ حدیث معلوم ہوتی ہے ہاں یہ مضمون اس طرح مستنبط ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہل کی مذمت فرمائی ہے کہ یہ باعد من الحق ہے اور جھل بھی ایک نقصان ہے اور جو شئ کہ باعد من الحق ہو اس کے ملعون ہونے میں کیا شک ہے لہٰذا اس تاویل سے ناقص بھی ملعون ہو سکتا ہے مگر اس مضمون میں کوئی حدیث صریح اللفظ تو معلوم نہیں ہوتی واللہ اعلم آگے اس سے نقصان عقل ہی مراد ہونے کی دلیل فرماتے ہیں کہ

زانکہ ناقص تن بود مرحوم رحم	نیست بر مرحوم لائق لعن و زخم
اس لئے کہ ناقص جسم قابل رحم ہوتا ہے	قابل رحم لعنت و زحمت کے لائق نہیں ہے

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ ناقص البدن تو رحم کا مرحوم ہوتا ہے اور مرحوم پر لعنت اور زحمت مناسب نہیں ہے مطلب یہ کہ اگر کوئی نقاص العضو ہو تو اس پر تو اور بھی رحم آتا ہے نہ کہ اس پر لعنت کی جائے تو اس لعنت کرنے سے معلوم ہو گیا کہ ناقص العقل ہی مراد ہے۔

نقص عقلست آنکہ بد رنجوریست	موجب لعنت سزائے دوریست
بری بیماری عقل کی کمی ہے	جو لعنت کا سبب اور دور رہنے کے قابل ہے

نقص الخ۔ یعنی نقصان عقل ہی ایک بری بیماری ہے اور یہی لعنت کا سبب ہے اور لائق دوری کے ہے جس سے صاف معلوم ہو گیا کہ نقص عقل ہی مراد ہے آگے ایک اور دلیل فرماتے ہیں کہ

زانکہ تکمیل خرد ہا دور نیست	لیک تکمیل بدن مقدور نیست
کیونکہ عقلوں کی تکمیل بعید نہیں ہے	لیکن بدن کی تکمیل ممکن ہے

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ تکمیل عقل کی تو بعید نہیں ہے لیکن تکمیل بدن کی مقدور نہیں ہے تو جس چیز کی انسان کو قدرت ہی نہ ہو اس پر لعنت کرنے کے کیا معنی ہیں معلوم ہوا کہ لعنت کسی ایسی شے پر ہے کہ جو قدرت میں ہے اور وہ نقصان عقل ہے کہ اس کو انسان درست کر سکتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ

کفر فرعونے و ہر گبر عنید	جملہ از نقصان عقل آمد پدید
فرعون اور ہر سرکش کافر کا کفر	سب عقل کی کمی سے رونما ہوا ہے

کفر فرعونے الخ۔ یعنی ہر فرعون اور ہر گبر معاند کا کفر یہ سب نقصان عقل کی وجہ سے ظاہر ہوا ہے لہٰذا اس کی تکمیل کرنا چاہیے تاکہ اسی نسخے معرفت اور معرفت سے محبت حاصل ہو اور فرماتے ہیں کہ

بہر نقصان بدن آمد فرج	در نبے کہ ما علی الاعمیٰ حرج
بدن کی کمی کے لئے گنجائش آئی ہے	قرآن میں ہے "اندھے پر گناہ نہیں ہے"

بہر نقصان الخ۔ یعنی نقصان بدن کے واسطے تو وسعت اور کشادگی (منصوص) ہے کہ قرآن شریف میں ہے کہ اندھے پر کوئی تکلیف نہیں ہے اس لئے ناقص الجسم تو ملعون ہو ہی نہیں سکتا تو اس شخص کا غیر حقیقی کو حقیقی اور اصل سمجھنا بھی نقصان عقل ہی کی وجہ سے ہے اور اسی وجہ سے یہ اصلی اور غیر اصلی میں امتیاز نہیں کر سکتا اور چونکہ اوپر فرمایا تھا کہ برق کو خورشید سمجھنے لگتا ہے یعنی عارضی کو کامل خیال کرتا ہے اس لئے آگے فرماتے ہیں کہ

برق آفل باشد و بس بے وفا	آفل از باقی نداند بے صفا
برق چھپ جانے والی ہوتی ہے اور بہت بیوفا (ہوتی ہے)	بے نور غائب ہو جانے والے کو باقی رہنے والے کے ممتاز نہیں کرتا ہے

برق الخ۔ یعنی بجلی تو چھپ جانے والی ہوتی ہے اور بہت بے وفا ہوتی ہے تو جس کا (قلب) صاف نہیں ہے وہ چھپ جانے والے میں اور باقی رہنے والے (میں امتیاز) کو نہ جانے گا۔ مطلب یہ کہ بے صفائی قلب کامل اور ناقص میں امتیاز غیر ممکن اور محال ہے۔ آگے ایک لطیفہ شاعرانہ ہے کہ

برق خندد بر کہ می خندد بگو	بر کسے کہ دل نہد بر نور او
بجلی ہنستی ہے بتا کس پر ہنستی ہے؟	اس شخص پر جو اس کی چمک سے دل لگائے

برق الخ۔ یعنی بجلی جو ہنستی ہے تو ذرا بتاؤ تو کس پر ہنستی ہے اس شخص پر کہ جو اس کے نور پر دل رکھے یعنی جو چمکتی ہے جو کہ مثل ہنسنے کے ہے۔ تو وہ اس بات پر ہنستی ہے کہ یہ شخص ایسی عارضی اور ناپید چیز پر عاشق ہو رہا ہے آگے پھر وہی مضمون بالا ہے کہ

نورہائے برق ببریدہ پے ست	آں چو لا شرقی و لا غربی کے ست
بجلی کے نوروں کے پیر کٹے ہوئے ہیں	وہ لاشرقی و لا غربی کی طرح کب ہیں؟

نورہائے الخ۔ یعنی برق کا نور تو منقطع ہونے والا ہے تو وہ لاشرقی اور لاغربی کے مانند کب ہے مطلب یہ کہ مخلوق کا حسن و جمال تو ناپائیدار ہے اور عارضی ہے وہ حق تعالیٰ کے کمالات اور حسن و جمال کی طرح کب ہو سکتا ہے وہ تو بے جہات اور بے حد و بے نہایت ہے کہاں اس کے کمالات اور کہاں اس کے ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک

برق را چوں یخطف الابصار داں	نور باقی راہمہ ابصار داں
بجلی کو تو نگاہیں اچک لینے والی سمجھ	باقی رہنے والے نور کو مجسم نگاہیں سمجھ

www.besturdubooks.wordpress.com

برق الخ۔ یعنی برق کو آنکھ کی اچک لینے والی جانو اور نور باقی کو بالکل مددگار ہی سمجھو۔ مطلب یہ کہ عوارض و غیر اصل اشیاء کو نقصان دہ اور بـاعـد عـن الحق سمجھو۔ اور اس نور حقیقی اور اصلی یعنی حق تعالیٰ کو نافع اور ہادی جانو جیسا کہ ظاہر ہے آگے ان اشیاء عارضی کا اعتبار کرنے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

بر کف دریا فرس را راندن ست	نامہ رادر نور برقے خواندن ست
دریا کے جھاگ پر گھوڑا دوڑانا ہے	خط کو بجلی کی روشنی میں پڑھنا ہے

برکف دریا الخ۔ یعنی دریا کے جھاگ پر گھوڑے کو چلانا اور بجلی کی روشنی میں خط کو پڑھنا تو صریحاً حرص کی وجہ سے ناعاقبت بینی ہی ہے اور اپنے دل پر اور عقل پر ہنسنا ہے۔ مطلب یہ کہ ان ناپائیدار چیزوں میں دل لگانا تو اس قابل ہے کہ انسان خود اپنی عقل پر ہنسے۔ اس لئے کہ یہ چیزیں تو کسی طرح قابل دل لگانے اور اعتبار کرنے کے ہیں ہی نہیں۔

از حریصی عاقبت نادیدنست	بر دلو بر عقل خود خندیدنست
حرص کی وجہ سے ناعاقبت اندیشی ہے	اپنے دل اور اپنی عقل کی ہنسی اڑانا ہے
عاقبت بین ست عقل از خاصیت	نفس باشد کو نہ بیند عاقبت
عقل طبعاً عاقبت بیں ہے	جو انجام کو نہیں دیکھتا ہے وہ نفس ہے

عاقبت الخ۔ یعنی عقل تو اپنی خاصیت کے اعتبار سے عاقبت بین ہوتی ہے اور جو عقل کہ عاقبت کو نہ دیکھے وہ (اگرچہ ظاہر میں عقل معلوم ہوتی ہے مگر اصل میں) نفس ہے (اس لئے کہ جو فعل نفس کا ہے وہی اس سے سرزد ہو رہا ہے تو فعل میں یہ بھی نفس ہی ہوگئی آگے بھی فرماتے ہیں کہ

عقل کو مغلوب نفس او نفس شد	مشتری مات زحل شد نحس شد
جو عقل نفس سے مغلوب ہو وہ نفس بن جاتی ہے	جب مشتری زحل سے مات کھا جاتا ہے منحوس ہو جاتا ہے

عقل الخ۔ یعنی جو عقل کہ نفس سے مغلوب ہوگئی وہ نفس ہی ہوگئی (اس لئے کہ دیکھو) مشتری جب زحل سے مات ہو جائے وہ بھی نحس ہی ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ جو عقل کہ ہوا و ہوس میں اور شہوت غضب سے مغلوب ہے اس کو عقل کہنا ہی زیبا نہیں ہے بلکہ وہ سرتاپا نفس ہی ہوگئی ہے مگر اس حالت مغلوبیت میں بھی حق تعالیٰ سے قطع مت کرو بلکہ مغلوبیت اور نحوست کو یوں سمجھو کہ یہ بھی حق تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے اور اس طرح ادھر لو لگا لو اور ادھر متوجہ ہو جاؤ۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ

ہم دریں نحسے بگرداں ایں نظر	در کسے کو کرد نحست در نگر
اس نحوست میں بھی اپنی نگاہ کو گھما	اس ذات کو دیکھ جس نے تجھے منحوس بنایا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہم درین الخ۔ یعنی اسی نحس میں نظر کو پھراؤ اور اس ذات کو دیکھو کہ جس نے منحوس کر دیا ہے مطلب یہ کہ اگر کبھی وساوس وخطرات زیادہ ستائیں اور مغلوبیت ہونے لگے تو اس وقت ان کے دفع کی فکر مت کرو اس لئے کہ ان کی دفع کی فکر کرنا بھی تو ان ہی کی طرف توجہ کرنا ہے تو اس طرف سے توجہ کو بالکل ہٹا لو۔ اور حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اس کی تدبیر یہ ہے کہ اس کا مراقبہ کرو کہ اللہ اکبر حق تعالیٰ کی کیسی باقدرت ذات ہے کہ جس نے یہ خیالات اور وساس میرے قلب میں ڈالے ہیں اور یہ مراقبہ کر کے حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ اس سے وہ وساس وخطرات خود منقطع ہو جائیں گے (سبحان اللہ کیا خوب تعلیم ہے ہمارے حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کے یہاں یہی تعلیم تھی اور بحمد اللہ کہ حضرت مولانا حکیم الامتہ دام ظلہم کے یہاں بھی یہی تعلیم ہے۔ یہی طریقہ ہے مختصر سلوک کا۔ اے اللہ ان کے فیوض سے ہم کو محروم نہ فرمایئے آمین) اور یہ نظر کرنا ہی اس حالت وساوس وخطرات سے نکال کر متوجہ بحق کر دے گا اسی کو فرماتے ہیں کہ

آں نظر کو بنگرد ایں جزر و مد	او زنحسے سوئے سعدے نقب زد
جو نگاہ اس اتار چڑھاؤ کو دیکھے	اس نے نحوست سے سعادت کی طرف راستہ بنالیا ہے

آن الخ۔ یعنی جو نظر کہ اس اتار چڑھاؤ کو دیکھے اس نے نحوست سے ایک سعد کی طرف نقب لگایا۔ مطلب یہ کہ اس نظر کرنے سے اس نحوست وساوس سے توجہ حق کی نیک بختی کی طرف راستہ ہے اور اسی سے یہ سعادت بھی حاصل ہو جاتی ہے آگے اس تبدیل احوال کی مصلحت اور حکمت بیان فرماتے ہیں کہ

زاں ہمی گرداند از حالے بحال	ضد بضد پیدا کناں در انتقال
(خدا) اس لئے تجھے ایک حال سے دوسرے حال کی طرف لے جاتا ہے	تبدیلی میں ایک مخالف سے دوسرا مخالف پیدا کرتے ہوئے

زان الخ۔ یعنی ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف اور (اس) انتقال اور تبدیل میں اضداد کو حق تعالیٰ اس لئے پیدا فرماتے ہیں کہ جب تک تنگی سے خوف نہ دیکھو گے اس وقت تک فراخی کا لطف کب حاصل ہو سکتا ہے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ جو احوال سالک کو بدلتے رہتے ہیں کہ کبھی قبض ہے اور کبھی بسط ہے وغیرہ ذلک یہ اس لئے ہے کہ اگر قبض نہ ہوا کرتا تو بسط کی قدر نہ ہوتی اور اگر تنگدستی نہ ہو تو فراخی کی قدر نہ ہو۔ اس لئے حق تعالیٰ کبھی اس میں رکھتے ہیں اور کبھی اس میں تاکہ نعماء حق کی قدر دل میں جاگزیں ہو۔ حافظ شیرازی نے بھی اس مضمون کو خوب ادا فرمایا ہے کہ از دست ہجر یار شکایت نمی کنم + گر نیست غیبتے نہ دہد لذت حضور + تو اس قبض سے ایک یاس وناامیدی کی حالت پیدا ہو گی اور بسط کے بعد پھر امید ہو گی تو یاس کے بعد جو امید ہو گی وہ تو یقیناً زیادہ لذت بخش اور مفرح ہو گی اسی کو فرماتے ہیں کہ

تا کہ خوفت زاید از ذات الشمال	لذت ذات الیمیں یرجی الرجال
تاکہ تیرا خوف بائیں جانب والے (اعمالنامہ) سے پیدا کردے	ان دائیں جانب والے (اعمالنامہ) کی لذت جس کی لوگ تمنا کرتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

تا کہ خوفت الخ۔ یعنی تا کہ تیرا خوف ذات الشمال سے پیدا ہو اور ذات الیمین کی لذت لوگوں کو امید دلا دے۔ مطلب یہ کہ قبض سے جو ایک حالت یاس کی پیدا ہوگئی ہے اب بسط میں امید پیدا ہو جائے اور حالت ہیبت مبدل بہ انس ہو جائے جیسا کہ اکثر سالکین کو پیش آتا ہے کہ اول ان پر حالت ہیبت کی طاری ہوتی ہے پھر وہ مبدل بہ انس ہو جاتی ہے۔

تا کہ از عسرت نہ بینی خوفہا	کے زلیسرے بازیابی لطفہا
جب تک کہ تو تنگی کے خوفوں کو نہ دیکھ لے گا	تو تجھے سہولت سے لطف کب حاصل ہوں گے؟
تا نہ بینی خوف نحس مشأمہ	کے شناسی قدر لطف میمنہ
جب تک تو بائیں جانب (والوں) کی نحوست کا خوف نہ دیکھے گا	دائیں جانب (والوں) کے لطف کی قدر کب سمجھے گا؟

تا نہ بینی الخ۔ یعنی جب تک کہ اصحاب مشأمہ کی نحوست کے خوف سے آگاہ نہ ہو گے اس وقت تک اصحاب میمنہ کے لطف کی قدر نہ کرو گے۔ مطلب یہ کہ قرآن شریف میں جو اصحاب المیمنہ. ما اصحاب المیمنة و اصحاب المشئمة ما اصحاب المشئمة آیا ہو تو جب تک کہ اصحاب مشئمة کے عذاب وغیرہ کا خوف نہ ہوگا جب تک دوسروں کے لطف کی قدر ہرگز نہیں ہو سکتی اسی طرح اگر قبض وارد نہ ہو تو بسط کی قدر اور اسکا لطف حاصل نہیں ہو سکتا لہٰذا دونوں باتیں قابل حصول ہیں اور اسی لئے حق تعالیٰ بندہ پر دونوں حالتیں طاری فرماتے ہیں ایک دوسری مصلحت فرماتے ہیں کہ

تا دو پر باشی کہ مرغ یک پرہ	عاجز آید از پریدن یکسرہ
تا کہ تو دو پروں والا ہو جائے کیونکہ ایک بازو کا پرندہ	اڑنے سے بالکل عاجز رہتا ہے

تا دو پر باشی الخ۔ یعنی تا کہ تو دو بازو ہو جائے کہ ایک بازو کا جانور اڑنے سے بالکل عاجز ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ یہ سارے تغیرات اس لئے ہوتے ہیں تا کہ تمہارے اندر دونوں صفتیں رجا و خوف پیدا ہوں اس لئے کہ ایمان تو بین الخوف والرجاء ہی ہے سو اگر صرف خوف ہی خوف ہو تب بھی کام نہیں چل سکتا اور اگر صرف رجاء ہی رجاء ہو تب بھی کام نہیں چل سکتا تو جب دونوں کی ضرورت ہے اس لئے حق تعالیٰ دونوں حالتوں کو طاری فرماتے ہیں گاہے چنین گاہے چنان آگے فرماتے ہیں کہ اس درجہ سے بھی آگے بڑھو اور سابقین اولین کا درجہ اختیار کرو۔ فرماتے ہیں کہ

ہین گزر از میمنہ و ز میسرہ	در سرائے سابقاں آں یکسرہ
خبردار! دائیں جانب اور بائیں جانب والوں سے گزر جا	بالکلیہ سابقین کے گھر میں

ہین الخ۔ یعنی ہاں میمنہ اور میسرہ سے بھی گذر جاؤ اور بالکل ان سابقین کے گھر میں آ جاؤ مطلب یہ کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

قرآن شریف میں اصحاب میمنہ و مشائمہ کے ذکر کے بعد سابقین اولین کا ذکر ہے کہ فرماتے ہیں والسابقون السابقون اولئک المقربون ۔لہٰذا ان کے درجہ سے بھی نکل کر ان حضرات کا درجہ اختیار کرو کہ جو زیادہ اقرب الی الحق ہے۔آگے مولانا مخاطب کے بے توجہی دیکھ کر خفا ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ

یا رہا کن تا نیایم در کلام	یا بدہ دستور تا گویم تمام
یا تو چھوڑ دے تاکہ میں گفتگو نہ کروں	یا اجازت دے تاکہ پوری بات کہہ دوں

یارہا کن الخ۔یعنی (اے مخاطب) یا تو اس قصہ ہی کو چھوڑو کہ میں کلام ہی نہ کروں اور یا اجازت دو کہ پوری طرح سے کہوں مطلب یہ کہ بھائی اگر تم سننا نہیں چاہتے تو کیا فائدہ ہے مجھ سے کہہ دو کہ میں پھر کچھ کہوں ہی نہیں۔اور اگر ایسا نہیں ہے تو اچھی طرح سنو تاکہ میں بھی پوری بات کہوں۔

ورنہ ایں خواہی نہ آں فرماں تراست	کس چہ داند مر ترا مقصد کجاست
اگر تو نہ یہ چاہے نہ وہ چاہے تجھے اختیار ہے	کون سمجھے کہ تیرا مقصد کیا ہے؟

ورنہ این الخ۔یعنی اور اگر نہ یہ چاہتا ہے اور نہ وہ تو پھر تو جان بھلا کسی کو کیا خبر کہ تیرا مقصود کیا ہے مطلب یہ کہ کچھ کہہ تو سہی تو معلوم ہو کہ تو سننا چاہتا ہے یا اکتا رہا ہے اور بے کہے کیا خبر ہو سکتی ہے کہ تیرا مقصود کیا ہے اور چونکہ مثنوی شریف کا طرز تصنیف کا نہیں ہے بلکہ بالکل پند و نصیحت جیسا ہے کہ جس طرح مشفق استاد تقریر کرتے ہوئے بیچ میں کہا کرتا ہے کہ بھائی یا تو بات سنو ورنہ میرا مغز کیوں خالی کیا۔اس کے بعد پھر تقریر شروع کرتا ہے بعینہ یہاں بھی ہے کہ مولانا اثنائے تقریر میں فرماتے ہیں کہ بھائی یا تو سنو ورنہ تقریر سے کیا فائدہ ہے میں تقریر بند کرتا ہوں اب جبکہ مخاطب اس کو سن کر پھر متوجہ ہوتا ہے تو پھر آگے مضمون بیان کرنا شروع کرتے ہیں اور بلاشبہ یہی طرز قرآن شریف کا بھی ہے اور مکررات قرآنیہ بھی اس لئے ہیں کہ حق تعالیٰ عباد پر بے حد و بے انتہا رحیم و کریم ہیں اس لئے ایک ایک بات کو کئی کئی مرتبہ فرماتے ہیں تاکہ خوب ذہن نشین ہو جائے قرآن شریف کا طرز بھی تالیف کا نہیں ہے بلکہ بالکل باتوں کا طرز ہے اور جس نے اس کو سمجھ لیا اس کو مکررات قرآن سے ہرگز تعجب نہ ہوگا۔خوب سمجھ لو اب چونکہ مولانا نے اوپر فرمایا تھا کہ نقصان عقل بہت بری بلا ہے اور عقل کامل کو حاصل کرنا چاہیے کہ فرمایا تھا کہ نقص عقلست آنکہ بدر نجوریست الخ۔اسی کی طرف پھر رجوع فرماتے ہیں کہ

جان ابراہیم باید تا بنور	بیند اندر نار فردوس و قصور
(حضرت) ابراہیم کی جان چاہیے تاکہ نور کے ذریعہ	آگ میں جنت اور محلات دیکھ لے

جان الخ۔یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی جان چاہیے تاکہ نور (باطن) سے آگ میں باغ اور محل دیکھے مطلب یہ کہ یقین کامل ایسا چاہیے کہ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تھا باوجود ظاہر میں آگ کو دیکھنے کے

www.besturdubooks.wordpress.com

ان کو وہ باغ معلوم ہوا اور اس سے ڈر کر انہوں نے منصب نبوت کو نہیں چھوڑا بلکہ بے دھڑک اس میں چلے گئے تو جو اس کی برکت ہوئی وہ ظاہر ہے اس طرح اگر ہمت کر کے مجاہدوں کو مشکل نہ سمجھو گے اور ان کو بجائے مشقت کے راحت اور بجائے نقصان دہ ہونے کے نافع سمجھو گے تو اس کے ویسے ہی آثار مرتب ہونگے۔

پایہ پایہ بر رود بر ماہ و خور	تانماند ہمچو حلقہ بند در
درجہ بدرجہ چاند اور سورج سے اونچا جائے	تاکہ کنڈے کی طرح دروازہ کا پابند نہ رہے

پایہ الخ۔ یعنی (سالک) تھوڑا تھوڑا (بڑھ کر) سورج اور چاند سے بھی بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ زنجیر کی طرح دروازہ ہی کا مقید نہیں رہتا بلکہ اس کے درجات بلند ہوتے چلے جاتے ہیں اور قرب حق نصیب ہو جاتا ہے۔

چوں خلیل از آسمان ہفتمیں	بگذرد کہ لا احب الآفلیں
(حضرت ابراہیمؑ) خلیل (اللہ) کی طرح ساتویں آسمان سے	گزر جاتا ہے کیونکہ وہ "لا احب الآفلین" (کہتے ہیں)

چون الخ۔ یعنی حضرت خلیل اللہ کی طرح ساتویں آسمان سے بھی بڑھ جاتا ہے (یہ کہتا ہوا) کہ میں چھپنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ مطلب یہ کہ سالک بڑھتا جاتا ہے اور غیر حقیقی اور ناپائیدار اشیاء سے قطع تعلق کرتا ہے یہاں تک کہ حق تعالیٰ سے بالکل قرب ہو جاتا ہے۔

ایں جہان تن غلط انداز شد	جز مرآں را کوز شہوت باز شد
یہ جسم کی دنیا غلطی میں مبتلا کرنیوالی ہے	علاوہ اس کے جو خواہش نفسانی سے باز رہا

این الخ۔ یعنی یہ جہان تن غلط انداز ہے سوائے اس کے کہ جو شہوت سے چھوٹ گیا مطلب یہ کہ اس جہان فانی میں پھنس کر تو انسان ہمیشہ غلط انداز ہی رہتا ہے ہاں جو اس سے چھوٹ گیا وہ مقصود کو پہنچ گیا۔ اس مضمون کو مولانا ختم فرما کر آگے اس غلام کی حکایت کو پورا فرماتے ہیں کہ جس کو بادشاہ نے دو میں سے پسند کیا تھا اور وہ بدصورت تھا مگر اس کی سیرت عمدہ تھی۔

شرح حبیبی

خواجہ لقمان چو لقمان: کیا یہ واقعہ غلط ہے کہ حضرت لقمان کو جو محض غلام تھے اور دن رات اطاعت میں کمربستہ رہتے تھے ان کا آقا محبوب رکھتا تھا اور اپنی اولاد سے اچھا سمجھتا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت لقمان اگرچہ غلام زادے تھے اور اس لئے خود بھی غلام تھے لیکن ہوائے نفسانی سے آزاد تھے۔ اس لئے حقیقت میں آقا تھے گو بظاہر غلام تھے اس کے مناسب ایک حکایت بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ اس سے تصدیق ہو جائے کسی شادشاہ نے کسی بزرگ سے اثناء گفتگو میں کہا کہ آپ کچھ مجھ سے مانگیے۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ بادشاہ تجھے شرم نہیں آتی کہ مجھ سے ایسا کہتا ہے میرے دو غلام ہیں اور وہ بھی نہایت حقیر اور دونوں تجھ پر حکومت کرتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

بادشاہ نے کہا کہ آپ کی غلطی ہے یا آپ نے میری سخت توہین کی (ترجمۂ اول راجع بسوئے نسخہ ذلتہ بالزاء ہے اور ترجمۂ دوم راجع بسوئے نسخہ ذلت بالذال) وہ کون سے دوغلام ہیں جو مجھ پر حکومت کرتے ہیں ان بزرگ نے فرمایا کہ وہ دوغلام یہ ہیں ایک غصہ دوسری شہوت کہ تو ان کا محکوم ہے اور یہ میرے محکوم ہیں واقعی بات یہ ہے کہ بادشاہ اصل میں وہی ہے جسے بادشاہی کی پرواہ نہیں ایسے شخص کا نور آفتاب مہتاب پر چمکتا ہے یعنی وہ اس قدر عظیم الشان ہے کہ آفتاب ومہتاب اس کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتے یا یہ کہ یہ بھی اس کے نور سے منور یعنی اس کے فیض سے مستفیض ہیں اصل میں خزانہ اسی کے پاس ہے جو خزانہ سے عار وننگ رکھتا ہے اور ہستی وہ ہی ہے جو ہستی کا دشمن ہے اور اسکی نظر صرف ایک ہستی یعنی حق سبحانہ پر ہوتی ہے جب حالت یہ ہے تو معلوم ہوا کہ حضرت لقمان کے آقا گو بظاہر آقا تھے مگر حقیقت میں وہ غلام تھے اور حضرت لقمان ان کے آقا۔ اس الٹی نگری میں ایسا بہت ہے کہ آقا غلام ہے اور غلام آقا اور موتی خس سے بھی زیادہ بے حقیقت دیکھا جاتا ہے اور خس موتی سے زیادہ بیش بہا۔ اندھی عقل والوں نے چٹیل میدان کا نام مفازۃ (جائے کامیابی) رکھا ہے حالانکہ جائے ناکامی ہے اور نام وننگ ان کی عقلوں کا جال ہو گیا ہے حالانکہ عقل ان کو رد کرتی ہے اور ان میں گرفتار ہونے سے آبی ہے بعض انقلابات تو یہ تھے اور بعض یہ ہیں کہ کچھ لوگ آدمی کو لباس سے پہچانتے ہیں اور اگر کسی اچھے شخص کو قبا پہنے دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں معمولی آدمی ہے حالانکہ یہ روش بالکل غلط ہے اور کچھ لوگوں کو ظاہری مکر زہد معلوم ہوتا ہے پس وہ جس کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں رنگے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے جو تسبیح کھٹکھٹاتا ہے اس کو سمجھتے ہیں کہ بڑا بزرگ ہے (اس وقت وہ بھی تغیر آگیا اب رند اور پاگل کو بزرگ سمجھا جاتا ہے مولانا کے وقت تک تو حالت غنیمت تھی کہ صورت ظاہری کی عمدگی موجب دھوکہ تھی اب زشتی صورت ظاہری موجب دھوکا ہوگئی ہے) سو یہ طریق بھی غلط ہے بلکہ صحیح طریق اس کا نور قلب ہے اس سے زہد کا پتہ چلتا ہے نور بھی ایسا ہونا چاہیے کہ تقلید اور تجاوز عن الحد سے پاک صاف ہو ورنہ ان کی آفیرلش بھی دھوکا دے گی جب ایسا نور ہوگا تو پھر نہ افعال دیکھنے کی ضرورت ہوگی گو افعال واقع میں اچھے ہی ہونگے اور نہ کسی کے کہنے سننے کی ضرورت ہوگی بلکہ خود اصل حالت معلوم ہو جائے گی ایسا شخص اپنے نور فراست کے ذریعہ سے براہ عقل زاہدوں کے دل میں پہنچ جاتا ہے اور نقدی کو خود دیکھ لیتا ہے اس کو اس کی ضرورت نہیں ہوتی کہ کوئی بتائے کہ ہاں یہ اچھا شخص ہے۔ کیوں نہ ہو حق سبحانہ علام الغیوب کے بندگان خاص جو انیس القلوب ہیں اور حق سبحانہ نے اپنی غیب دانی کا کچھ حصہ ان کو بھی عطا کیا ہے کہ یہ باعلام حق سبحانہ ایسی چھپی ہوئی چیزوں کو معلوم کر لیتے ہیں جو دوسروں کو معلوم نہیں ہو سکتی اور یہ صفت نہ ان کی اختیاری ہے نہ دائمی نہ ہر شے کے لحاظ سے بلکہ جس چیز کو حق سبحانہ معلوم کرانا چاہتے ہیں اس کو معلوم کرا دیتے ہیں اس لئے یوں کہا جا سکتا ہے کہ یہ لوگ خیال کی طرح دل میں گھس جاتے ہیں اور ان پر چھپی ہوئی حالت مکشوف ہو جاتی ہے کیوں نہ ہو یہ شہباز ہیں اور دیگر لوگ بمنزلہ کنجشک کے چڑیا کے جسم میں کونسا ساز وسامان ہوتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے جو باز سے مخفی رہ سکے بلکہ وہ تو چیر پھاڑ کر سب کچھ دیکھ لیتا ہے یعنی حق سبحانہ ان کو مطلع کرنا چاہیں اس وقت یہ حالت ہوتی ہے نہ کہ ہر وقت' کیونکہ جب بادشاہ باز کو چڑیا کے شکار پر مسلط کرتا ہے تبھی وہ دیکھتا ہے بات یہ ہے کہ جو شخص حق سبحانہ کے اسرار پر باعلام الہٰی مطلع ہو چکا ہے ان کے سامنے مخلوقات کے اسرار کیا چیز ہیں پھر وہ کیوں باعلام حق معلوم نہیں ہو سکتے اور جو شخص آسمانوں پر چلتا یعنی اسکے اسرار کو معلوم کرتا ہے اس کے لئے زمین پر چلنا یعنی سفلیات کے اسرار معلوم کرنا کونسی بری بات ہے جب داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا موم ہو گیا تو پھر ان کے ہاتھ میں موم کی کیا حقیقت ہے جبکہ اس عالم کا اوندھا ہونا معلوم ہو گیا تو سمجھو کہ لقمان گو بصورت غلام تھے مگر فی الحقیقت خواجہ تھے غلامی ان کی ظاہر بر محض عنوان تھی تم اس کو مستعد نہ سمجھنا کہ ایک غلام خواجہ اور آقا کیونکر ہو سکتا ہے اس لئے کہ ہم اس کو ایک ایسی مثال سمجھاتے ہیں جس سے یہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے گی۔
دیکھو جب کوئی آقا کسی ادنیٰ جگہ جاتا ہے اور اپنے کو چھپانا مصلحت سمجھتا ہے تو اپنے غلام کو اپنا لباس پہنا دیتا ہے اور خود اس غلام کے کپڑے پہن لیتا ہے اور اس کو اپنے آگے کر لیتا ہے اور خود اس کے پیچھے غلاموں کی طرح چلتا ہے تا کہ کوئی پہچان نہ لے اور مصلحت فوت نہ ہو جائے جب کہیں بیٹھنے کی نوبت آتی ہے تو اس سے کہتا ہے کہ صدر نشین تو ہو میں ادنیٰ غلام کی طرح تیری جوتیاں لونگا جب ضرورت ہو تو مجھ پر سختی بھی کرنا برا بھلا بھی کہنا اور میری کچھ بھی عزت نہ کرنا۔ تیری یہی خدمت ہے کہ تو میری خدمت نہ کرے بلکہ مجھ سے خدمت لے تا کہ اس مسافرت کی حالت میں میری تدبیر کارگر ہو جبکہ یہ مشاہدہ ہے تو سمجھو کہ ان حضرات نے بھی یوں ہی غلامیاں کی ہیں تا کہ لوگ ان کی حالت پر مطلع نہ ہو سکیں اور سمجھیں کہ یہ تو غلام ہیں ان کو سرداری کی ضرورت نہیں اور اس سے تو یہ بالکل بے طمع اور سیر چشم ہیں بلکہ انکو تو کام کی ضرورت ہے اور کام اس سے نکلتا ہے لہٰذا یہ روش اختیار کی اب ان کے غلام ہو کر آقا ہونے میں کچھ بھی استبعاد نہ رہا ان کی حالت تو سن چکے کہ یہ خواجہ ہو کر غلام ہیں اب اہل ہوا کی حالت سنئے یہ حقیقت میں غلام ہوا ہیں اور اپنے کو اہل اللہ کا جو کہ سراپا عقل اور سراسر جان ہیں آقا سمجھتے ہیں حالانکہ جو فی الحقیقۃ آقا ہوتے ہیں ان کا کام عجز و مسکنت ہوتی ہے کیونکہ وہ حق سبحانہ کے سچے بندے ہوتے ہیں اور بندہ کا کام بندگی اور تذلل ہے نہ کہ فرعونیت پس ان کی فرعونیت ہی خود دلیل ہے کہ یہ آقا نہیں بلکہ غلام ہوا ہیں پس اس عالم سے لے کر اس عالم تک اسی قسم کی معکوس ترتیبیں ہیں لہٰذا تم کو الٹا سمجھنا چاہیے۔ الغرض لقمان فی الحقیقۃ آقا تھے۔ اور ان کے آقا غلام اور ان کے آقا بھی اس کو سمجھتے تھے کیونکہ وہ ان کی کوئی نشانی مقبولیت کے دیکھ چکے تھے اس لئے ان کو راز نہانی معلوم ہو گیا تھا چونکہ راز سے واقف تھے اور سمجھتے تھے کہ اس میں لقمان کی مصلحت ہے اس لئے بخوشی حکومت کر رہے تھے ورنہ وہ تو کبھی کے ان کو آزاد کر چکے ہوتے مگر چونکہ خوشنودی لقمان مد نظر تھی کیونکہ خود ان ہی کا مقصد یہ تھا کہ اس غلام کے پردہ میں میری حالت مخفی رہے اور کسی پر ظاہر نہ ہو اس لئے وہ ایسا نہیں کرتے تھے اور یہ کوئی زیادہ بڑی بات نہیں کہ تم بروں اور نااہلوں سے اپنی حالت چھپاؤ۔ بڑی بات یہ ہے کہ خود

www.besturdubooks.wordpress.com

اپنے سے بھی چھپاؤ اور یوں کام کرو کہ خود اپنی آنکھوں سے پوشیدہ رہے اور خود بینی نہ پیدا ہو تا کہ تمہیں اپنی نظر نہ ہو جائے اور خود بینی میں مبتلا ہو کر تباہ نہ ہو جاؤ۔ کیسی خود بینی تم اپنے کو حق سبحانہ کے حوالہ کر دو اور اپنے کو بالکل فنا کر دو اور پوری مزدوری لے لو اور خود اپنے ہی خودی کو چھوڑ کر کچھ اڑالو یعنی دولت ابدی حاصل کرلو فنا کی اس لئے ضرورت ہے کہ اس میں خودی سے غافل ہو کر حق سبحانہ کو مطمح نظر بنایا جاتا ہے اور خصائل مذمومہ کے ازالہ کے لئے اسکی شدید ضرورت ہے اس مضمون کو ہم تمہیں نظائر مشاہدہ سے سمجھانا چاہتے ہیں تا کہ اچھی طرح سمجھ میں آ جائے اور خوذ ہن نشین ہو جائے۔ دیکھو زخمی آدمی کو افیون دیتے ہیں تا کہ وہ بے ہوش ہو جائے اور خودی سے نکل جائے تب پیکان نکالتے ہیں۔ موت کے وقت جان کنی کی مصیبت میں مبتلا کرتے ہیں تا کہ وہ اس میں مشغول ہو اور جان نکال لیں جب تم کسی خیال میں دل کو لگاتے ہو تو چپکے چپکے تم سے اور خیالات نکل جاتے ہیں جب اصول معلوم ہو گیا تو اب تمہیں چاہیے کہ اچھی شے میں مشغول ہو تا کہ تمہاری بری چیزیں نکلیں یعنی حق سبحانہ سے لو لگاؤ اس سے تمہارے تمام رذائل دور ہو جائیں گے اگر مذکورہ بالا نظائر کافی نہ ہوں تو اور سن لو تم جس طرف دھیان لگاتے ہو اور جس چیز کو حاصل کرتے ہو چور ادھر سے نہیں آتا بلکہ اس طرف سے آتا ہے جس رف لیں تم غافل ہوتے ہو۔ نیز سوداگر کا مال جب سمندر میں گرتا ہے تو وہ اسی مال کو بچانا چاہتا ہے جو بہتر ہوتا ہے اور جب زیادہ بوجھ کے سبب کشتی ڈوبنے لگتی ہے تو اسکو ہلکا کرنے کے لئے گھٹیا چیزوں کو دریا میں پھینکتا ہے ہے جب یہ معلوم ہو چکا تو اب خیال کرو کہ سب چیزیں تو تمہاری محفوظ نہیں رہ سکتیں ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں + ایں خیال است ومحال است جنوں + اور ان الدنیا والآخرۃ نقیضان ان رضیت احدھما سخطت الاخری۔ تو ان میں سے بعض کو ڈوبنا ضرور ہے پس اس وقت تمہارا فرض ہے کہ گھٹیا کو چھوڑو اور بڑھیا کو لے لو اور نقد ایمان کو بچالو تا کہ تمہیں خدا کے سامنے شرمندگی نہ اٹھانی پڑے پس جب تم ایمان کی حفاظت میں لگ جاؤ گے تو شیطان کا قابو اس پر تو چلے گا نہیں پس لامحالہ حرص وغفلت کو لے جائے گا اور تم پاک صاف ہو جاؤ گے۔ خیر لقمان کے آقا نے لقمان کو پہچان لیا تو اس کا بندہ اور عاشق ہو گیا جو کھانا اس کے لئے لایا جاتا اس کو بدوں لقمان کے نہ کھاتا بلکہ اگر وہ موجود نہ ہوتے تو کسی کو بھیج کر بلواتا تا کہ لقمان اس میں ہاتھ ڈال لیں اور یہ ان کا جھوٹا کھالے ان کا جھوٹا کھاتا اور مست ہوتا اور جس کھانے کو لقمان نہ کھاتے اس کو پھینک دیتا (پھینکنے میں غالباً یہ مصلحت ہوگی کہ ان کے نہ کھانے سے اس کو مضر فی الدنیا یا فی الآخرۃ ہونے کا شبہ ہو جاتا ہو گا یا اس لئے کہ چونکہ مرغوب نہ تھا اس لئے ان کو بھی اچھا نہ معلوم ہوتا تھا۔ واللہ اعلم (اور اگر (بقرائن انتفاء مضرت بالضرورت) کبھی کھاتا بھی تو نہایت بیدلی کے ساتھ اور بدوں خواہش کے جبراً قہراً کھاتا۔ دیکھو دلوں کا ملنا اسے کہتے ہیں جس میں ہر روز ترقی ہوتی ہے انحطاط کبھی نہیں ہوتا ایک مرتبہ کا واقعہ کہ تحفہ میں کہیں سے خربوزہ آیا لیکن لقمان اس وقت موجود نہ تھے آقا نے کسی غلام سے اس کا نام لے کر کہا کہ دیکھ بہت جلد بیٹا لقمان کو بلا لا۔ جب لقمان آئے اور اس کے سامنے بیٹھے آقا نے چھری ہاتھ میں لی

www.besturdubooks.wordpress.com

جب خربوزہ کو تراشا تو ایک پھانک اس میں سے لقمان کو دی انہوں نے اس کو شکر و شہد کی طرح مزہ لے کر کھانا شروع کیا جب اس نے دیکھا کہ یہ خربوزہ ان کو اچھا معلوم ہوا اور انہوں نے نہایت مزے سے کھایا تو دوسری اور دی۔ پھر تیسری دی۔ پھر چوتھی دی حتیٰ کہ سترہ قاشیں کھلا دیں اور وہ یوں ہی مزے لے لے کر کھاتے رہے۔ جب ایک پھانک باقی رہ گئی تو آقا نے کہا یہ میں کھاتا ہوں دیکھوں تو سہی کیسا میٹھا ہے جو لقمان کو اس درجہ مرغوب ہے اور وہ اس طرح مزہ لے لے کر کھاتا ہے کہ دوسروں کا جی للچاتا ہے جونہی اس نے وہ قاش کھائی آگ ہی تو لگا دی۔ زبان میں بھی آبلہ پڑ گئے۔ حلق بھی جل گیا۔ تھوڑی دیر تو اس کی تلخی سے جو اس ہی ٹھیک نہ رہے جب ذرا حواس درست ہوئے تو کہا کہ تم نے ایسے زہر کو اس قدر کیسے کھا لیا ہمارے تو ایک ہی قاش نے حواس بگاڑ دیئے اور یہ قہر تمہیں لطف کیونکر معلوم ہوا اور یہ صبر کیوں تھا اور اس تحمل کا کیا باعث تھا لیکن تم اپنی ان کے دشمن تو نہیں بھائی اگر یہ کہتے شرم آتی تھی کہ مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا تو کوئی بہانہ ہی کر دیا ہوتا کہ بس کیجئے مجھے کچھ عذر ہے اس لئے زیادہ نہیں کھا سکتا۔ کچھ جھوٹ بھی نہ تھا انہوں نے جواب دیا کہ آپ کی نعمت بخش ہاتھ سے میں نے اتنا کھایا ہے کہ شرم سے دوہرا دن مجھے شرم آتی ہے کہ آپ کے ایسے ہاتھ سے ایک مرتبہ تلخ شے نہ کھاؤں اور عذر کروں جبکہ میرے تمام اجزاء آپ کے ہی انعام سے پیدا ہوئے ہیں اور آپ کے دانہ و دام عنایت میں غرق ہوں اس پر بھی اگر ایک تلخی سے شکایت کروں تو میرے تمام اجزاء پر سو رستوں کی خاک پڑے یہ تو اس وقت ہے جبکہ تلخی محسوس ہو لیکن مجھے تو تلخی محسوس ہی نہیں ہوئی اس لئے کہ آپ کے دست شکر بخش نے اس میں تلخی چھوڑی ہی کب تھی جو مجھے محسوس ہوتی۔ لقمان کو کیوں نہ میٹھی معلوم ہوتی حالانکہ محبت میں تو خاصیت ہی یہ ہے کہ وہ قلب ماہیت کر دیتی ہے محبت سے کڑوی چیزیں میٹھی ہو جاتی ہیں محبت سے تانبے سونا بن جاتے ہیں۔ محبت سے تلچھٹ صاف شراب بن جاتی ہے محبت سے بیماریاں جاتی رہتی ہیں محبت سے کانٹے پھول ہو جاتے ہیں۔ محبت سے سرکہ شراب بن جاتی ہے محبت سے سولی تخت شاہی ہو جاتی ہے محبت سے مصیبت خوش نصیبی ہو جاتی ہے محبت سے جیل خانہ باغ ہو جاتا ہے محبت کے بغیر باغ بھاڑ ہو جاتا ہے محبت سے آگ نور بن جاتی ہے محبت سے دیو حور ہو جاتا ہے محبت سے پتھر روغن ہو جاتا ہے محبت سے لوہا موم ہو جاتا ہے محبت سے غم خوشی بن جاتا ہے محبت سے رہزن رہبر ہو جاتا ہے محبت سے ڈنگ خوشگوار ہو جاتا ہے محبت سے شیر چوہے کی طرح لاغر موذی ہو جاتا ہے محبت سے بیماری صحت بن جاتی ہے محبت سے قہر رحمت ہو جاتا ہے محبت سے غار سوسن ہو جاتا ہے محبت سے گھر روشن ہو جاتا ہے محبت سے مردہ زندہ ہو جاتا ہے محبت سے بادشاہ غلام ہو جاتا ہے۔

این محبت ہم نتیجہ: یہ تو تجھے معلوم ہو گیا کہ محبت عجیب چیز ہے۔ یہ قلب ماہیت کر دیتی ہے اب ہم یہ بتاتے ہیں کہ محبت پیدا کیونکر ہوتی ہے محبت پیدا ہوتی ہے۔ عقل سے اور بدوں عقل کے اس تخت محبت پر نہیں بیٹھ سکتے ما عقل ناقص سے یہ محبت جو ہماری مدنظر اور مقصود بالبحث ہے پیدا نہیں ہو سکتی ہاں عقل ناقص سے جمادات کا

www.besturdubooks.wordpress.com

عشق ہو سکتا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ناقص جب کسی جماد پر رنگ مطلوب دیکھتا ہے تو وہ دھوکہ کھا جاتا ہے اور اس کو اس جماد ہی کا کمال سمجھ جاتا ہے اور اس کی حالت ایسی ہوتی ہے جیسے کوئی جانور شکاری کو آواز کو اپنے محبوب جانور کی آواز سمجھے اور دھوکہ میں جال میں پھنس جائے پس عقل ناقص حقیقی صاحب کمال اور ظاہری صاحب کمال میں فرق نہیں کر سکتی اس لئے وہ برق کو آفتاب سمجھ جاتی ہے اور ناقص کو کامل خیال کر لیتی ہے یاد رکھو کہ نقصان عقل بہت بری چیز ہے کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقص کو ملعون کہا ہے (یہ روایت متداول کتابوں میں نظر سے نہیں گزری اغلب ہے یہ کہ موضوع ہے) اور نقص سے نقص عقل ہی مقصود ہے کیونکہ ناقص الجسم اندھا لنگڑا وغیرہ بعض مرحوم و مستحق رحم ہیں اور جو مرحوم ہو وہ مستحق لعن و زحمت ہو نہیں سکتا تو نتیجہ یہ ہی نکلا کہ نقصان عقلی ہی بری بیماری ہے اور وہ موجب لعنت اور وہی بعد عن الرحمۃ کی مستحق ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ تکمیل عقل مجاہدات اور ریاضات و ملازمت صحبت شیخ مستبعد نہیں مگر تکمیل جسم تو اختیاری نہیں پس جو چیز اختیاری نہیں اس کا آدمی مکلف بھی نہیں ہو سکتا اور اس لئے اس کے ترک سے عاصی بھی نہیں ہو سکتا بلکہ جو مقدور اور اختیاری ہے اس کا مکلف ہے اور اسکے ترک سے عاصی ہے اور عاصی ہی مستحق لعنت ہے اس سے معلوم ہو گیا کہ ترک تکمیل عقلی ہی پر وعید لعن ہے نہ کہ ترک تکمیل جسم پر اس کی ایک دلیل ہے کہ فرعون اور دیگر تمام کفار جو ملعون ہیں تو کیوں محض اس لئے کہ وہ کافر ہیں اور منشاء کفر کیا ہے وہی نقص عقل تو معلوم ہوا کہ نقص عقل ہی موجب کفر ہے اور نقص جسم نہ عقلاً موجب لعن ہو سکتا ہے کما مر۔ اور نہ نقلاً۔ کیونکہ ناقص الجسم لوگوں کے لئے تو شارع نے سہولت پیدا کی ہے اور قرآن میں فرمایا ہے کہ اندھوں لنگڑوں اور مریضوں پر کوئی تنگی نہیں خیر یہ بحث تو جملہ معترضہ کے طور پر تھی اب ہم پھر اسی مضمون کی طرف عود کرتے ہیں جو بیان کر رہے تھے یعنی برق آفل اور فانی اور نہایت ہی بے وفا ہے کہ ذرا سی دیر بھی نہیں ٹھہرتی اور اپنے طالب کو تڑپتا چھوڑ جاتی ہے یہ ناقص العقل اس کو باقی سمجھتا ہے اور باقی اور فانی میں امتیاز نہیں کرتا دیکھو برق ہنستی ہے۔ بتاؤ کس پر ہنستی ہے اس پر ہنستی ہے جو اس پر دل لگاتا ہے اور ہنسنے کی بات بھی ہے اس لئے کہ اس کا نور ناقص ہے اس کو اس نور سے کیا نسبت جس کی نسبت لاشرقیہ ولاغربیہ واقعہ ہے اور جو جہات و کمنہ سے مبرا و منزہ ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ نور برق نظر کو اچک لیتا اور اندھا کر دیتا ہے اور نور باقی سراسر بینائی ہے۔ بس جو نور باقی اور لاشرقی ولاغربی کو چھوڑ کر اس نور بریدہ پے اور ناقص اور خاطف الابصار سے دل لگائے وہ لامحالہ اس قابل ہے کہ اس پر ہنسا جائے۔ غرضیکہ دریا گر گھوڑا چلانا برق کی روشنی میں خط پڑھنا یعنی ایسا کام کرنا جو بے سود او مضر ہے اور جس کا نتیجہ محرومی ہے ناعاقبت بینی کا نتیجہ ہے اور اپنے دل و عقل پر ہنستا ہے اور ناعاقبت بینی کا منشاء نفس ہے ورنہ عقل تو بالخاصہ عاقبت بین ہے لہٰذا عقل سے کام لینا چاہیے اور نفس کو چھوڑنا چاہیے۔ تم کو یہ شبہ نہ ہو کہ جو ناعاقبت بین ہیں عقل تو ان میں بھی ہے اگر عقل ناعاقبت بین ہوتی تو وہ ناعاقبت بین کیوں ہوتے کیونکہ ان میں عقل ہی نہیں اس لئے کہ ان کی عقل مغلوب نفس ہے اور عقل جب مغلوب نفس ہو جاتی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے تو وہ بھی نفس کی طرح نا عاقبت بین ہو جاتی ہے لعدم بقاء علی خلاصہ پس گویا کہ وہ بھی نفس ہی ہے اور تم اس کو مستبعد نہ سمجھو دیکھو مشتری سعد اکبر ہے لیکن جب مغلوب زحل ہو جاتی ہے تو وہ بھی نحس ہو جاتی ہے اور وہی خاصیت رکھتی ہے جو زحل کی ہے لہذا اگر اس کو زحل کہا جائے تو کچھ بعید نہیں۔

ہم درین بخشے: جب تیری عقل مغلوب نفس ہو جائے اور تو مشتری مغلوب زحل کی طرح منحوس ہو جائے تب بھی تجھے مایوس نہ ہونا چاہیے بلکہ اسی نحوست میں بھی تیرے لئے سعادت کی طرف راہ ہے وہ یہ کہ تو اس نحسی سے اس کی طرف نظر کو متوجہ کر جس نے تجھے نحس بنایا ہے اور اس آئینہ میں بھی تو حق سبحانہ کا جمال با کمال مشاہدہ کر اس سے تیری نحوست مبدل بہ سعادت ہو جائے گی جو نظر اس اتار چڑھاؤ اور ان انقلابات کو دیکھتی ہے وہ نحوست ہی میں سرنگ لگا کر سعادت تک پہنچ جاتی ہے۔ حق سبحانہ جو کبھی نفس کو مغلوب کر دیتے ہیں اور کبھی عقل کو کبھی نحس کر دیتے ہیں کبھی سعد اور ایک ضد سے دوسرے ضد کو پیدا کرتے ہیں۔ نحوست سے سعادت کو سعادت سے نحوست کو تو اس میں بھی ایک حکمت ہے وہ یہ کہ مثل مشہور ہے کہ قدر نعمت بداز زوال وقدر عافیت کسے داند کہ بہ مصیبت گرفتار آید و بضدہا تتبین الاشیاء پس جب تک تو غلبہ نفس کی تنگی میں مبتلا نہ ہوگا اور اس سے تو خائف نہ ہوگا اس وقت تک تجھے غلبہ عقل کی فراخی میں لطف نہیں آ سکتا پس اس میں مصلحت یہ ہے کہ غلبہ نفس سے خوف پیدا ہو۔ اور غلبہ عقل سے رجا۔ کیونکہ جب تک غلبہ نفس کی نحوست سے خوف پیدا نہ ہو گا عقل کی سعادت کا لطف نہیں آ سکتا پس اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تقلیب الاحوال میں یہ مصلحت ہے کہ تجھ میں خوف ورجا دونوں جمع ہو جائیں اور تو دو بازوؤں کا جانور ہو جائے کیونکہ جانور ایک بازو سے اڑ نہیں سکتا لیکن تم اس خوف میرہ ولذت میمنہ ہی میں پھنس کے رہ جانا اور انہیں کو مقصود بالذات نہ سمجھ لینا بلکہ ان کو آلات سمجھنا اور ان کے ذریعہ سے پورے طور پر سابقین کے مکان میں پہنچنا اور قرب کامل بقدر استعداد حاصل کرنا۔ اب مولانا سامع کی بے التفاتی سے تنگ آ کر فرماتے ہیں۔

یار رہا کن تا نیایم: اے مخاطب نہ تو کہتا ہے کہ بس کرو اب ہم کو سننے کی ضرورت نہیں اور نہ پورے طور پر متوجہ ہی ہوتا ہے یہ کیا بات ہے با انصاف کہہ دے کہ میں نہیں سننا چاہتا تا کہ مجھے زحمت تقریر سے نجات ملے یا پورے طور پر تقریر کرنے کی اجازت دے اور متوجہ ہو کر سن اور اگر یہ چاہتا ہے نہ وہ تو تو جان جب تک ایک شق متعین نہ ہو میں کیا۔ معلوم تیرا کیا مدعا ہے (ف) دیگر محشین نے اس کو خطاب بحق سبحانہ قرار دیا ہے۔

جان ابراہیم: خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا بات یہ ہے کہ عاقبت بینی کی ضرورت ہے اور جان ایسی ہونی چاہیے جیسے ابراہیم علیہ السلام کی جنہوں نے نور بصیرت سے آگ میں جنت دیکھ لی تھی اور ناری میں محسوس نہیں ہو گئے تھے تا کہ وہ جان جمادات میں پھنس کر نہ رہ جائے بلکہ اصل کل حق سبحانہ تک پہنچے اور ضرورت ہے کہ زینہ بزینہ ترقی کرتا ہوا آفتاب و ماہتاب سے بھی اوپر پہنچ جائے تا کہ حلقہ کی طرح دروازہ ہی میں پھنس کر نہ رہ جائے یعنی مخلوقات میں پھنس کر وصول الی الحق سے محروم نہ ہو جائے بلکہ خلیل اللہ کی طرح آسمان ہفت میں سے یہ کہتا ہوا گزر

www.besturdubooks.wordpress.com

جائے کہ لا احب الآفلین۔ یعنی سب فانی ہیں ان میں کوئی چیز بھی دل لگانے کے قابل نہیں۔ دل لگان کے قابل صرف وہ ذات ہے جو ماوراء عالم اور افول سے منزہ ہے یاد رکھ کہ یہ عالم اجسام غلطی میں ڈال دیتا ہے بجز ان لوگوں کے جنہوں نے خواہشات نفسانیہ کو فنا کر دیا ہے پس تم کو اس سے ڈرتے ہی رہنا چاہیے۔

شرح شبیری

حسد آں چشم بر آں غلام خاص سلطاں

بادشاہ کے خاص غلام پر غلاموں کا حسد کرنا

قصۂ شاہ و امیران و حسد	بر غلام خاص و سلطان خرد
شاہ اور امیروں اور حسد کا قصہ	خاص غلام اور شہنشاہ عقل پر

قصہ الخ۔ یعنی قصہ بادشاہ کا اور امیروں کا اور حسد کا اس بادشاہ عظیم کے غلام خاص پر۔

دور ماند از جر جرار کلام	باز باید گشت و کرد آں را تمام
دور رہ گیا کلام کو طول دینے والے کے طول دینے کی وجہ سے	واپس لوٹنا چاہئے اور اس کو مکمل کرنا چاہیے

دور الخ۔ یعنی دور رہ گیا ہے کلام کے کھینچنے والے (حق تعالیٰ) کے کھینچنے سے تو پھر لوٹنا چاہیے اور اس کو پورا کرنا چاہیے مطلب یہ کہ مشیت ایزدی سے کلام طول پکڑ گیا اور وہ قصہ رہ گیا لہٰذا اب ہم اس کو پورا کرتے ہیں۔

باغبان ملک با اقبال و بخت	چوں درختے واندانداز درخت
اقبال اور نصیبہ والا ملک کا باغبان	درخت اور درخت میں امتیاز کرنا کیوں نہ جانے گا؟

باغبان الخ۔ یعنی باغبان ملک جو کہ اقبال و بخت کے ساتھ ہے وہ ایک درخت کو دوسرے درخت سے کس طرح نہ جانے گا۔

آں درختے را کہ تلخ و رد بود	واں درختے کہ یکش ہفصد بود
وہ درخت جو کڑوا اور ناپسند ہو	اور وہ درخت جو ایک سات سو کے برابر ہو

آن الخ۔ یعنی وہ درخت کہ تلخ اور مردود ہو اور وہ جو کہ ایک برابر سات سو کے ہو مطلب یہ کہ بہت بار آور ہو کہ جتنا نفع سات سو سے ہو وہ اس ایک سے ہو۔

کے برابر دارد اندر مرتبت	چوں بہ بیندشاں بچشم عاقبت
(ان کو) رتبے میں برابر کب رکھے گا؟	جب ان کو دور اندیشی کی نگاہ سے دیکھے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

کے برابر الخ۔ یعنی وہ مرتبہ کب برابر رکھے گا کہ جبکہ ان کی عاقبت کو اور انجام کو دیکھے گا۔

کاں درختاں را نہایت چیست بر	گرچہ یکسانند ایں دم در نظر
کہ ان درختوں کا انجام کار پھل کیا ہے؟	اگرچہ اس وقت دیکھنے میں یکساں ہیں

کان الخ۔ یعنی کس درخت کا انجام کونسا پھل ہے۔ اگرچہ اس وقت وہ دیکھنے میں یکساں ہیں مطلب یہ کہ وہ تو یہ دیکھے گا کہ کس کا پھل میٹھا ہے اور کس کا تلخ ہے پس جس کا پھل شیریں ہو اس کو محبوب رکھے گا اور جس کا پھل تلخ ہو گا اس کو مردود کرے گا۔ اس طرح چونکہ وہ بادشاہ صاحب بصیرت و معرفت تھا اس نے بھی ان دونوں کے انجام کو دیکھا اور انجام کو دیکھ کر جو کہ اچھا تھا اس کو مقرب کیا اور جو کہ برا تھا اس کو مردود کیا۔ آگے فرماتے ہیں کہ یہ بات کوئی اس کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ تمام شیوخ کاملین کی یہی حالت ہوتی ہے فرماتے ہیں کہ

شیخ کو ینظر بنور اللہ شد	از نہایت وز نخست آگاہ شد
وہ شیخ جو اللہ کے نور سے دیکھنے والا ہو گا	ابتداء اور انتہاء سے واقف ہو گیا

شیخ الخ۔ یعنی جو شیخ کہ نور حق سے دیکھنے والا ہو گیا (اور اس کو نور حق نصیب ہو گیا) وہ تو ابتداء اور انجام سے آگاہ ہو گیا لہٰذا وہ ہمیشہ انجام ہی پر نظر کرے گا۔

چشم آخر بیں بہ بستاز بہر حق	چشم آخر بیں کشاد اندر سبق
اس نے اللہ (تعالیٰ) کے لئے چرکو دیکھنے والی آنکھ بند کر لی ہے	آخرت کو دیکھنے والی آنکھ پہلے سے کھول لی ہے

چشم الخ۔ یعنی اس نے آخور کے دیکھنے والی آنکھ تو حق تعالیٰ کے لئے بند کر لی اور چشم انجام بین کو سبقت میں کھول دیا مطلب یہ کہ اس نے دنیا کے تعلقات سے تو بالکل آنکھ کو بند کر لیا اور انجام بینی میں سب سے سبقت لے گیا۔

آں حسوداں بد درختاں بودہ اند	تلخ گوہر شور بختاں بودہ اند
وہ حاسد برے درخت تھے	کڑوی اصل والے بدبخت تھے

آن الخ۔ یعنی وہ حاسدین برے درخت تھے اور تلخ گوہر اور شور بخت تھے۔

از حسد جوشان و کف می ریختند	در نہانی مکر می انگیختند
حسد کی وجہ سے جوش میں تھے اور اور جھاگ گراتے تھے	خفیہ طور پر مکر کرتے تھے

از حسد الخ۔ یعنی وہ حسد کی وجہ سے جوش میں تھے اور جھاگ ڈال رہے تھے اور پوشیدگی مکر پھیلا رہے تھے۔

تا غلام خاص را گردن زنند	بیخ او را از زمانہ بر کنند
تاکہ خاص غلام کو قتل کر دیں	دنیا سے اس کی جڑ اکھاڑ دیں

تا غلام الخ۔ یعنی تاکہ اس غلام خاص کی گردن ماردیں اور اس کی جڑ کو زمانہ سے اکھاڑ دیں مطلب یہ کہ ان

www.besturdubooks.wordpress.com

حاسدین کا حسد تو اس لئے تھا تا کہ کہیں اس غلام کو غارت کردیں اور بادشاہ اس کو قتل کردے۔ وہ لوگ اس کے درپے تھے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

چوں شود فانی جو جانش شاہ بود	بیخ او در عصمت اللہ بود
وہ فانی کب ہو سکتا ہے جبکہ بادشاہ اس کی جان تھا	اس کی جڑ اللہ (تعالیٰ) کی حفاظت میں تھی

چون الخ۔ یعنی وہ کس طرح ہلاک ہو سکتا تھا جبکہ اس کی جان بادشاہ تھی کہ اس کی جان تو حق تعالیٰ کی نگہبانی میں تھی پھر جسے حق تعالیٰ بچائیں اس کو کون ہلاک کر سکتا ہے آگے پھر فرماتے ہیں کہ

شاہ ازاں اسرار واقف آمدہ	ہمچو بوبکرؓ ربابی تن زدہ
بادشاہ ان رازوں سے واقف ہو گیا	ابوبکر ربابی کی طرح خاموش تھا

شاہ الخ۔ یعنی بادشاہ ان کے اسرار سے واقف تھا اور حضرت ابوبکر ربابی کی طرح چپ تھا۔ حضرت ابوبکر ربابی ایک بزرگ تھے جو کہ سات برس تک خاموش رہے تھے یعنی بادشاہ دیکھتا اور جانتا تھا مگر کہتا نہ تھا بلکہ چپ تھا۔

در تماشائے دل بدگوہراں	میزند خنبک براں کوزہ گراں
بد اصلوں کے دل کو دیکھ کر	ان جعل سازوں پر تالیاں بجاتا تھا

در تماشائے الخ۔ یعنی بادشاہ ان بدگوہروں کے قلوب کے تماشے میں تھا اور ان کوزہ گروں پر تالی بجاتا تھا مطلب یہ کہ جس طرح کوزہ گر مٹی کی چیز کو روغن وغیرہ لگا کر دوسری طرح دکھاتے ہیں اسی طرح وہ لوگ بھی تلبیس کر رہے تھے اور غیر واقع کو واقع دکھاتے تھے یہاں مولانا کو شیخ اور مرید کی حالت کو بیان کرنا مقصود ہے کہ اس طرح جب کوئی اپنے اندر کیفیت تھوڑی بہت پاتا ہے تو اپنے کو شیخ سے مستغنی سمجھتا ہے اور اس وقت شیخ کی ضرورت نہیں سمجھتا مگر وضعداری کی وجہ سے تلبیس کرتا ہے اور اپنے کو معتقد ظاہر کرتا ہے حالانکہ شیخ اپنی اس بصیرت کی وجہ سے جو کہ اس کو ذکر اللہ سے حاصل ہوئی یہ سب کچھ جانتا ہے اور ان کی تلبیس اس کے سامنے بالکل بھی نہیں چلتی اور تعجب تو یہ ہے کہ اس تلبیس کو بھی اسی سے سیکھا ہے اور پھر اسی پر اس دام کو چلاتے ہیں اس لئے اعتقاد کا ظاہر کرنا تلبیس ہے اور اعتقاد ظاہر ہوتا ہے آداب شیخ کے ملحوظ رکھنے سے تو اس نے آداب شیخ وغیرہ سب اس شیخ ہی سے سیکھے اور اسی کو دھوکہ میں ڈالتا ہے بڑے افسوس اور حیرت کی بات ہے جس نے اس کو اس لائق کیا آج اسی کی ہمسری کا دعویٰ کرنا بالکل نمک حرامی اور احسان فراموشی ہے آگے یہی مضمون ہے اب اشعار سے سمجھ لو۔

مکری سازند قوم حیلہ مند	تا کہ شہ را در فقاعے درکنند
مکار قوم مکاری کر رہی تھی	تا کہ بادشاہ کو دھوکے میں مبتلا کر دیں

مکری سازند الخ۔ یعنی حیلہ مند لوگ مکر کرتے ہیں تا کہ بادشاہ (شیخ) کو دھوکہ میں ڈالیں یعنی تلبیس کرتے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں اور اعتقاد وغیر واقع کو واقع ظاہر کرتے ہیں۔

بادشاہے بس عظیم بیکراں	در فقاعے کے بگنجد اے خراں
لا انتہا عظیم بادشاہ	اے گدھو! دھوکے میں کب پڑ سکتا ہے؟

بادشاہے الخ۔ یعنی بادشاہ تو بہت بڑا ہے تو ارے گدھو وہ دھوکہ میں کب پڑ سکتا ہے یعنی وہ لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ شیخ کو حق تعالیٰ نے نور بصیرت عطا کیا ہے تو وہ کب اس تلبیس میں پڑ سکتا ہے وہ تو فوراً سمجھ جائے گا کہ یہ تلبیس ہے اور یہ حقیقت ہے۔

از برائے شاہ دامے دوختند	آخر ایں تدبیر ازو آموختند
بادشاہ کے لئے جال بن رہے تھے	آخر یہ تدبیر (بھی) اسی سے سیکھی تھی

از برائے الخ۔ یعنی بادشاہ (شیخ) کے واسطے ایک جال سی رہے تھے اور آخر یہ تدبیر بھی اسی سے سیکھی ہے مطلب یہ کہ شیخ ہی سے اظہار اعتقاد و آداب شیخ وغیرہ سیکھ کر بڑے افسوس کی بات ہے کہ ان سے اسی کو دھوکہ دیا جا رہا ہے۔ کس نیاموخت علم تیر از من+کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرد۔

نحس شاگردیکہ بااستاد خویش	ہمسری آغاز دو آید بہ پیش
وہ شاگرد بدبخت ہے جو اپنے استاد سے	مقابلہ کرے اور سامنا کرے

نحس الخ۔ یعنی وہ شاگرد بڑا منحوس ہے جو کہ اپنے استاد کے ساتھ برابری (کا دعویٰ) شروع کرے اور (مقابل ہو کر) سامنے آئے مطلب یہ کہ جو مستفید ہو کر اپنے مربی اور محسن کا مقابلہ کرے وہ تو بڑا ہی منحوس اور نمک حرام ہے۔

باکدام استاد استاد جہاں	پیش او یکساں ہوید اونہاں
کونسے استاد سے؟ دنیا کے استاد سے	جس کے سامنے ظاہر و باطن یکساں ہے

باکدام الخ۔ یعنی استاد بھی کونسا جو کہ ایک جہان کا استاد ہے اور اس کے سامنے ظاہر اور پوشیدہ سب یکساں ہے۔ چونکہ شیخ کامل تو ایک............ ہوتا ہے اس لئے استاد جہاں کہہ دیا مطلب یہ کہ ناشکری بھی اور ایسے جلیل القدر کی یعنی گوہ بھی کھایا اور وہ بھی کتے کا۔

چشم او ینظر بنور اللہ شدہ	پردہائے جہل را خارق بدہ
اس کی نظر اللہ (تعالیٰ) کے نور سے دیکھنے والی ہوگی ہے	جہل کے پردوں کو پھاڑنے والی ہو گئی ہے

چشم الخ۔ یعنی اس کی آنکھ نور حق سے دیکھنے والی ہے اور اس نے جہل کے پردہ کو پھاڑ دیا ہے پھر اس کے سامنے مکر و فریب کس طرح چل سکتا ہے اس کو بصیرت بنور اللہ نصیب ہے۔

از دل سوراخ چوں کہنہ گلیم	پردہ بندد بہ پیش آں حکیم
پرانی گدڑی جیسے دل کے سوراخ پر	اس دانا کے سامنے پردہ تانتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ازدل الخ۔ یعنی دل سوراخ دار پرانے کمبل جیسے سے اس حکیم کے سامنے پردہ باندھ دیتا ہے مطلب یہ کہ یہ شخص اس شیخ سے تلبیس کرتا ہے اور اس تلبیس کو چھپاتا ہے اور یوں سمجھتا ہے کہ میرے دل کی اس کو کیا خبر ہو سکتی ہے مگر یہ بے وقوف یہ نہیں سمجھتے کہ اس کا دل ہی بوجہ معاصی کے پارہ پارہ ہو رہا ہے اور جو کچھ کہ اس میں ہے شیخ کے قلب پر اسکا اثر پڑتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اتقوا فراسة المومن فانه ينظر بنور الله تو اسکے سامنے تمہارے رازوں کو تمہارا قلب ہرگز پوشیدہ نہیں رکھ سکتا ہے خوب سمجھ لو۔

پردہ می خندد برو با صد دہاں	ہر دہانے گشتہ اشگافے دراں
پردہ سو منہ سے اس پر ہنستا ہے	اس کا ہر سوراخ ایک منہ بن گیا ہے

پردہ الخ۔ یعنی وہ پردہ اس پر سینکڑوں منہ سے ہنس رہا ہے اور ہر منہ اس پر ایک شگاف ہے۔ مطلب یہ کہ قلب جس میں کہ لاکھوں سوراخ ہیں جیسے کہ پرانا کمبل ہوتا ہے اس میں یہ اپنے راز کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے حالانکہ وہ دل بھی خود ہنستا ہے کہ بھلا کہیں مجھ جیسے سے پردہ داری ممکن ہے۔ ہرگز نہیں اور جب بعض مرتبہ شیخ کو شفقت ہوتی ہے تو کہتا ہے کہ

گوید آں استاد مر شاگرد را	کاے کم از سگ عیستت با من وفا
وہ استاذ شاگرد سے کہتا ہے	اے کتے سے کمتر! تو میرا وفادار نہیں ہے

گویدآن الخ۔ یعنی وہ استاد شاگرد سے کہتا ہے کہ اے وہ جو کتے سے بھی کم ہے تجھ کو میرے ساتھ وفا نہیں ہے مطلب یہ کہ ارے کمبخت کیا تو مجھ ہی سے وفا نہیں کرتا جس نے تجھے آج اس لائق کیا ہے کہ تجھے دعویٰ ہمسری ہوا ہے اور کہتا ہے کہ

خود مرا استا مگیر آہن گسل	ہمچو خود شاگرد گیر و کور دل
مجھے لوہے کو توڑنے والا استاد نہ سمجھ	اپنی طرح شاگرد اور تاریک دل والا سمجھ

خودمرا الخ۔ یعنی اچھا مجھے استاد (کامل) لوہا توڑنے والا مت سمجھ اپنی ہی طرح شاگرد اور کوردل فرض کر لے مطلب یہ کہ اچھا میں کامل نہ سہی میں بھی تجھی جیسا سہی مگر یہ تو سمجھ کہ

نہ از منت یاریست در جان و رواں	بے منت آبے نمی گردد رواں
کیا تیری جان اور روح میں میری امداد نہیں ہے	میرے بغیر تیری کامیابی نہ تھی

نہ از منت الخ۔ یعنی کیا مجھی سے تیری جان اور روح کو یاری نہیں ہے اور کیا یہ بات نہیں ہے کہ بے تیرے پانی نہیں چلتا مطلب یہ کہ کمبخت میں کیسا ہی سہی مگر تجھے تو مجھ سے فائدہ ہوا ہے اس کا تو پاس کر اور یوں نمک حرامی تو مت کر اور میرا دل تو مت توڑ۔

پس دل من کارگاہ تخت تست	چہ شکنی ایں کارگہ اے نادرست
تیرے تخت کا کارخانہ میرا دل ہے	اے نالائق اس کارخانہ کو کیوں توڑتا ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

پس الخ۔ یعنی میرا دل تو تیرے نصیب کا کارخانہ ہے تو اے ٹیڑھے اس کو کیا توڑ رہا ہے مطلب یہ کہ میرا قلب تو تیرے انوار وفیوض کا منبع ہے اور تجھ کو جو کچھ حاصل ہوا ہے وہ تو میری ہی وجہ سے ہوا ہے پس جب تو میرا دل توڑے گا تو اس میں سے تیرے لئے انوار وغیرہ کہاں سے نکلیں گے یہ تو سمجھ کہ تو میری دل شکنی نہیں کرتا بلکہ یوں سمجھ کہ خود اپنا کارخانہ اجاڑ رہا ہے اور اس کو برباد کر رہا ہے جب شیخ یہ کہتا ہے اور مرید اس پر بھی اصرار ہی کرتا ہے اور یوں عرض کرتا ہے کہ

گوئیش پنہاں زنم آتش زنہ	نے بقلب از قلب باشد روز نہ
تو اس سے کہتا ہے میں پوشیدہ طور پر چقماق رگڑتا ہوں	کیا دل سے دل تک سوراخ نہیں ہوتا ہے

گوئیش الخ۔ یعنی تم اس سے کہتے ہو کہ میں چقماق اندر ہی اندر مار رہا ہوں تو کیا قلب سے قلب تک روزن نہیں ہوتا۔ مطلب یہ کہ اس پر اگر وہ مرید یہ کہے کہ حضرت میں آپ سے مستغنی کس طرح ہو سکتا ہوں مگر اتنا ہے کہ میں بظاہر الگ رہتا ہوں اور اندر ہی اندر آتش عشق میرے اندر لگ رہی ہے تو بھلا اسے یہ خبر نہیں کہ دل سے دل کو راہ ہوتی ہے۔ ایک دل کا اثر دوسرے پر ضرور پڑتا ہے اس لئے شیخ معلوم کر لیتا ہے کہ یہ جو کچھ ہے دل سے نہیں ہے۔

آخر از روزن بہ بیند فکر تو	دل گواہی می دہد زیں ذکر تو
وہ تیرا خیال روزن میں سے دیکھ لیتا ہے	تیرے اس ذکر کی دل گواہی دیتا ہے

آخر الخ۔ یعنی تمہارے اس راز کو روزن (قلب) سے دیکھ لیتا ہے اور تمہاری اس بات کی گواہی دل دے دیتا ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ غلط کہتا ہے مگر جبکہ وہ دیکھتا ہے کہ اس کی اصلاح غیر ممکن ہے اور یہ جب خود اپنی اصلاح نہیں چاہتا تو دوسرے کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے تو پھر اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ

لیک در رویت نمالد از کرم	ہرچہ گوئی خندد و گوید نعم
لیکن شرافت کی وجہ سے تیرے منہ پر نہیں کہتا ہے	تو جو کچھ کہتا ہے وہ مسکرا دیتا ہے اور ہاں کہہ دیتا ہے

لیک الخ۔ یعنی لیکن وہ کرم کی وجہ سے (اس ناراضگی کو) تمہارے منہ پر ظاہر نہیں کرتا اور جو کچھ کہ تم کہتے ہو وہ ہنستا ہے اور کہتا ہے کہ ہاں درست ہے مطلب یہ کہ جب اصلاح سے ناامیدی ہو جاتی ہے تو وہ ہاں میں ہاں ملانے لگتا ہے اور پھر وہ اس کو کچھ بھی نہیں کہتا اس لئے کہا تو اس سے کرتے ہیں کہ جو اپنا ہو اور یہ شیخ اس کو اپنا ہی نہیں سمجھتا بلکہ غیر جانتا ہے پھر کس سے کہے

او نمی خندد ز ذوق مالشت	او ہمی خندد بر اں اسگالشت
وہ تیری مالش کے ذوق سے نہیں ہنستا ہے	وہ تیرے خیال پر ہنستا ہے

او نمی خندد الخ۔ یعنی وہ تمہاری چاپلوسی کے لطف کی وجہ سے نہیں ہنستا بلکہ وہ تمہارے اس بے وقوفی پر ہنس رہا ہے۔ مطلب یہ کہ اس کو ناراض کر کے یہ مت سمجھو کہ وہ ہم سے خوش ہو کر ہنس رہا ہے بلکہ وہ ڈھیل دے رہا ہے اور

اہمال کررہا ہے کہ جب کسی سے تعلق ہی رکھنا منظور نہیں ہے تو اس سے ترش رو ہونے میں کیا فائدہ ہے ورنہ وہ تیرے سارے جھوٹے عقیدتوں کو جانتا ہے اور یہ اس لئے کرتا ہے کہ

پس خدائی را خدائی شد جزا	کاسہ زن کوزہ بخور اینک سزا
دھوکے بازی کا بدلہ دھوکہ بازی ہے	پیالی مار پیالہ کھا یہ سزا ہے

پس الخ۔ یعنی دھوکہ بازی کا بدلہ لے لو کہ دینا ہی ہے پیالہ مارو صراحی کھاؤ یہی سزا ہے۔ کاسۂ زن کوزہ بخور ایک مثل ہے ایسے موقع میں بولتے ہیں کہ بدی کا بدلہ بدی ہی ہے اس کے یعنی معنی ہیں کہ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے تم نے شیخ سے تلبیس وخداع کیا تو اس نے اظہار رضا میں تم سے صورتا مکر کیا آگے اس خندہ کے خندہ رضا نہ ہونے کی دلیل فرماتے ہیں کہ

گر بدے با تو ورا خندہ رضا	صد ہزاراں گل شگفتے مر ترا
اگر تیرے ساتھ اس کی رضامندی کی ہنسی ہوتی	تجھ میں لاکھوں پھول کھل جاتے

گر بدے الخ۔ یعنی اگر اس کی ہنسی رضامندی کی ہنسی ہوتی تو لاکھوں پھول تمہارے لئے کھل جاتے۔ مطلب یہ کہ اگر وہ راضی ہوتا تو تم پر فیوض وبرکات کا ڈھیر ہوتا اور فیوض وبرکات ہروقت تم پر فائض رہتے اب تم خود دیکھ لو کہ آیا کوئی نور پاتے ہو یا کہ ظلمت ہی ظلمت ہے۔ آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

چوں دل آو در رضا آرد عمل	آفتابے داں کہ شید در حمل
جب اس کا دل خوشی سے کوئی کام کرے	سمجھ لے کہ سورج (برج) حمل میں آ گیا

چون الخ۔ یعنی جبکہ اس کا دل رضامندی میں کام لائے (یعنی وہ تم سے راضی ہو) تو ایسا سمجھو کہ آفتاب برج حمل میں آ گیا ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح آفتاب کے برج حمل میں آنے سے موسم بہار آتی ہے اگر وہ تم سے راضی ہوتا تو تمہارے اندر بھی بہار ہوتی اور لاکھوں شگوفے کھلتے۔ آگے یہی فرماتے ہیں کہ

زو بخندد ہم نہار و ہم بہار	درہم آمیزد شگوفہ و سبزہ زار
اس سے کھل جاتا ہے دن بھی اور (موسم) بہار بھی	شگوفے اور سبزہ زار آپس میں مل جاتے ہیں

زو بخندد والخ۔ یعنی اس (آفتاب کے حمل میں آنے) سے بہار بھی ہنستی ہے اور دن بھی ہنستا ہے اور شگوفوں اور سبزہ زار کو آپس میں ملا دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ ہر شے پر تر وتازگی ہوتی ہے۔

صد ہزاراں بلبل وقمری نوا	افگند اندر جہان بے نوا
لاکھوں بلبلیں اور قمریاں چہچہانے	لگتی ہیں (اس) اجاڑ دنیا میں

چون الخ۔ یعنی جبکہ تو خزاں کو بہار سے ممتاز نہیں کرسکتا تو پھلوں میں خندہ کے رمز کو کیا سمجھے گا۔ مطلب یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ جب تجھے شیخ کی رضا و نارضا ہی کی خبر نہیں ہے پھر تجھے ثمرات کی تو کیا تمیز ہوگی اور تجھے یہ تو کیا ہی خبر ہوگی کہ تو یہ سمجھے کہ اب فلاں نور یا فیض حاصل ہوا ہے۔

چوں ندانی تو خزاں را از بہار	چوں بدانی رمز خندہ درشمار
جبکہ تو خزاں اور بہار کو نہیں سمجھتا ہے	تو پھلوں کے ہنسنے کے اشارے کیا سمجھے گا؟

صد ہزاران الخ۔ یعنی لاکھوں بلبل اور قمریان جہان بے نوا میں آواز کو ڈال رہی ہیں مطلب یہ کہ اس جسم فانی میں لاکھوں فیوض و برکات فائض ہو رہے ہیں۔

چونکہ برگ روح خود زرد و سیاہ	می نہ بینی چوں بدانی خشم شاہ
جبکہ تو اپنی روح کے پتوں کا زرد اور سیاہ ہونا	نہیں سمجھتا ہے تو شاہ کے غصہ کو کیا سمجھے گا؟

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ تم اپنی روح کے پتوں کو زرد و سیاہ ہوتے ہوئے ہی نہیں دیکھتے تو تم کو بادشاہ کے غصہ کی تو کیا خبر ہو سکتی ہے۔ مطلب یہ کہ جب تم کو اتنی بھی خبر نہیں کہ شیخ کی ناراضگی سے میرا کیا نقصان ہوگا تو تم اس کی ناراضگی کو کیا ہی پہچانو گے اور اس کی تو تم کو کیا ہی تمیز ہوگی۔

آفتاب شاہ در برج عتاب	میکند روہا سیہ ہمچوں کتاب
شاہ کا سورج غصہ کے برج میں آکر	اعمال نامہ کی طرح رو سیاہ کر دیتا ہے

آفتاب الخ۔ یعنی آفتاب شاہ برج ہتاب میں چہروں کو سیاہ کر دیتا ہے مثل کتاب کے اسی طرح جب عتاب شیخ ہوتا ہے تو قلب بالکل مسخ ہو جاتا ہے اور سب انوار وغیرہ سلب ہو جاتے ہیں۔

آں عطارد را ورقہا جان ماست	آں سپیدی و آں سیہ میزان ماست
ہماری جان اس عطارد کے لئے کاغذ ہے	وہ سفید اور سیاہ ہمارا معیار ہے

آن الخ۔ یعنی اس عطارد کے پتے ہماری جان ہے اور وہ سپیدی اور وہ سیاہی ہماری میزان ہے مطلب یہ کہ اہل اللہ کی رضا اور ناراضگی کا اثر ہماری جان پر پڑتا ہے اور معیار اس رضا اور ناراضگی کا ہمارے اندر فیوض کا ہونا اور نہ ہونا ہے جب برکات ہونگے معلوم ہوگا کہ رضا ہے ورنہ ناراضگی معلوم ہوگی۔

باز منشورے نویسد سرخ و سبز	تارہند ارواح از سودا و عجز
پھر وہ سرخ اور سبز فرمان لکھتا ہے	حتیٰ کہ ہماری روحیں پاگل پن اور عجز سے نجات پا جاتی ہیں

باز منشورے الخ۔ یعنی پھر ایک فرمان لکھتے ہیں سرخ و سبز تا کہ ارواح سودا اور عاجزی سے چھوٹ جائیں مطلب یہ کہ پھر حضرات فیوض و برکات سے فائض فرماتے ہیں یہاں تک کہ اخلاق بد سے ارواح کو دستگاری ہوتی ہے جبکہ وہ راضی ہوتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

سرخ و سبز افتاد نسخ نو بہار	چوں خط قوس قزح در اعتبار
نو بہار کی تحریر سرخ اور سبز واقع ہوئی ہے	جو قیاس کرنے میں دھنک کمان کے نقش کی طرح ہے

سرخ الخ۔ یعنی سرخ و سبز واقع ہوا ہے نو بہار کا نسخہ مثل قوس قزح کے خط کے اعتبار میں مطلب یہ کہ ان حضرات کے فیوض وانوار مختلف اقسام کے ہوتے ہیں جیسے کہ قوس قزح ہوتی ہے کہ اس میں مختلف الوان ہوتے ہیں تو ان الوان کو دیکھنا اور رضا اور نارضا کو پہچان لینا اور اصلی اور غیر اصلی میں امتیاز کر لینا تو عقل کامل ہی کا کام ہے عقل ناقص تو صرف ظاہر کو دیکھ کر اسی پر حکم لگا دے گی اور ان اختلاف الوان وفیوض کو کس طرح جان سکتی ہے آگے اسی مضمون میں ایک حکایت حضرت بلقیس کی لاتے ہیں جسکا حاصل یہ ہے کہ بلقیس نے حضرت سلیمان کے خط کی بہت زیادہ قدر و منزلت کی اور اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا مرتبہ پہچانا اور یہ نہیں دیکھا کہ یہ ذرا سا ہدہد خط لایا ہے جو کہ بہت ہی حقیر ہے اس نے اسی پر نظر کی کہ یہ ہدیہ مظہر ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کا اور ان کی شوکت و ہیبت کو اس میں دیکھ کر اس نے ان کی تعظیم کی اس طرح عقل کامل بھی شیوخ اور اہل اللہ کو مظہر جمال حق سمجھتی ہے اور ان کی قدر اور منزلت کرتی ہے اب قصہ سن لیجئے فرماتے ہیں کہ

اندریں معنیٰ شنو تو قصہٗ	تا بیابی از معانی حصہٗ
اس مقصد میں تو ایک قصہ سن لے	تاکہ تو بھی معانی سے حصہ پالے

اندرین الخ۔ یعنی اس معنی میں ایک قصہ سنو تاکہ تم معانی سے ایک حصہ پاؤ۔ مطلب یہ کہ اسی مضمون بالا کے مناسب ایک قصہ سنو تاکہ تم کو علوم ومعانی سے ایک حظ وافر حاصل ہو اور مناسبت تقریر بالا میں عرض کی گئی ہے۔

شرح حبیبی

قصہ شاہ وامیران: بادشاہ اور اس کے امرا اور اس بادشاہ کے غلام خاص پر حسد کرنے کا قصہ حق سبحانہ کے کلام کو دراز کر دینے سے دور رہ گیا اسے پورا کرنا چاہیے۔ بھلا سوچو تو سہی کہ جو ملک کا باغبان اور خوش اقبال اور خوش نصیب ہو وہ اپنے درختوں میں اچھے برے کو کیوں نہ جانے گا۔ اور جو درخت کہ تلخ اور قابل رد ہو اور وہ درخت جو تنہا سات سو کے برابر ہو دونوں کو برابر مرتبہ کیسے دے سکتا ہے اور وہ انکو انجام بین نظر سے کیسے نہ دیکھے گا کہ یہ درخت اگر چہ اس وقت نظر میں یکساں ہیں مگر ان درختوں کا انتہا میں پھل کیسا ہے۔

شیخ کو ہے نظر بنور اللہ: جس طرح بادشاہ اپنی رعایا کے حال سے واقف ہوتا ہے یوں ہی شیخ کامل بھی جو ناظر بنور اللہ ہے طالبین کی انتہائی حالت سے اجمالاً ابتداء ہی میں واقف ہو جاتا ہے اور وجہ یہ ہے کہ اس نے چشم حیوانی خدا کے لئے بند کر لی ہے اور چشم عاقبت بین یعنی چشم قلب ابتداء ہی سے کھول رکھی ہے (یہ مضمون بطور جملہ معترضہ کے ہے)

ان حسودان بد درختان: بات یہ ہے کہ وہ غلام عمدہ درخت تھا اس لئے باغبان کو محبوب تھا اور یہ حاسد برے

www.besturdubooks.wordpress.com

درخت تلخ گوہر اور شور بخت تھے اس لئے محبوب نہ تھے لہٰذا وہ حسد سے جوشاں و خروشاں تھے اور مارے غصہ کے منہ سے کف جاری تھا اور خفیہ خفیہ مکر کرتے تھے تاکہ اس غلام خاص کو مروا ڈالیں اور اس کی جڑ عالم سے اکھاڑ پھینکیں بھلا بادشاہ جس کی جان ہو اور جس کی جڑ کا خدا حافظ ہو وہ کیسے فانی ہو سکتا ہے۔ بادشاہ بھی ان کے راز سے واقف تھا مگر ابوبکر ربابی کی طرح خاموش تھا اور ان بدذاتوں کے دلوں کے نظارہ میں مصروف تھا اور ان کوزہ گروں مکاروں کی تدابیر پر تالیاں بجا رہا تھا کہ دیکھو تو سہی یہ مکار لوگ مکر کر رہے ہیں کہ بادشاہ کو شیشہ میں اتار لیں۔ ارے گدھو تم اتنا تو سوچو کہ اتنا عظیم الشان اور عالی مرتبت بادشاہ شیشہ میں کیسے اتر آئے گا اور حماقت دیکھو کہ بادشاہ کے لئے جال تیار کر رہے تھے حالانکہ یہ تدبیر بھی انہوں نے اسی سے سیکھی تھی کیونکہ ان کے مکر کا حاصل یہ تھا کہ وہ اس غلام کی نسبت ایسی باتیں بادشاہ کے ذہن میں جمانا چاہتے تھے جس کو بادشاہ ناپسند کرتا تھا اور اس ذریعہ سے اس کو غضبناک کر کے نقصان پہنچانا چاہتے تھے۔ اب دیکھنے کے قابل یہ بات ہے کہ یہ امر ان کو کس سے معلوم ہوا کہ فلاں فلاں باتیں بادشاہ کو ناگوار ہیں اور ایسے وہ غضبناک ہوتا ہے خود بادشاہ سے لہٰذا وہ اس امر میں ان کا استاد ہوا۔

نحس شاگردے: وہ شاگرد نہایت منحوس ہے جو اپنے استاد کی برابری اور اس کا سامنا کرلے بالخصوص اس استاد کا جو جگت استاد ہے یعنی شیخ کامل اور جس کے نزدیک ظاہر و پوشیدہ سب برابر ہے۔ یہ نہیں کہ وہ غیب دان اور عالم ما کان و مایکون ہے بلکہ بوقت ضرورت واقتضائے مصلحت حق تعالیٰ جن اسرار خفیہ کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں ان پر اس کو مطلع کر دیتے ہیں اور وہ ان کو اس طرح دیکھتا ہے جس طرح اشیاء ظاہرہ کو اور جس کی آنکھ ناظر بنور اللہ ہے اور جس نے جہل کے پردوں کو باعانت حق سبحانہ تعالیٰ پھاڑ دیا ہے یہ احمق و مکار مرید جو کہ اپنے کو ایسا ہی مخلص ظاہر کرتا ہے جیسا پہلے تھا اور دل میں سمجھتا ہے کہ اب میں مستغنی ہو گیا اور مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔ اس سے حقیقت حال کو اس دل میں چھپاتا ہے جس میں سینکڑوں سوراخ ہیں اور اس کو اس حکم کے سامنے پردہ بناتا ہے کم بخت اتنا نہیں سمجھتا کہ اس پردہ کا ہر چاک ایک منہ ہے اور وہ ہر منہ سے اس کی اس بے ہودہ حرکت پر ہنس رہا ہے شیخ اصل حقیقت کو جانتا ہے اور دل ہی دل میں کہتا ہے کہ اے کتے سے بھی گئے گزرے ہوئے تجھے میرے ساتھ وفا نہیں اور تو نہیں سمجھتا کہ میں نے تیرے ساتھ کیا کیا اور تو میرے ساتھ کیا کرتا ہے اچھا مان لے کہ میں استاد کامل نہیں اور فرض کر لے کہ میں بھی تیری ہی طرح ایک شاگرد اور کوردل ہوں لیکن کیا مجھ سے تیری جان کو کچھ بھی مدد نہیں پہنچی ضرور پہنچی اور یہ تیرا پانی جس نے تجھے کمال کے دھوکہ میں ڈالا ہے یا یہ تیری ادب دانی جس سے تو اپنے کو معتقد ظاہر کر رہا ہے میری ہی بدولت ہے پس سمجھ لے کہ میرا دل تیری قسمت کا کارخانہ ہے اسی سے یہ درست ہو سکتی ہے۔ اے نادرست اور غلط رو تو اس سے کیا توڑتا ہے اسے مت توڑ یہ توڑنے کے قابل نہیں دیکھ پچھتائے گا۔ یہاں تک شیخ کا بیان تھا اب مولانا نصیحت فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تو اپنے شیخ سے کہتا ہے کہ میں آپکی محبت کے چقماق سے دل میں آگ سلگاتا ہوں حالانکہ واقع میں ایسا نہیں تو کیا تو نہیں جانتا کہ دل کو

www.besturdubooks.wordpress.com

دل سے راہ ہے وہ اس سوراخ سے تیرے اصلی خیال کو دیکھتا ہے اور اس کا دل تیرے اس بیان کی غلطی کی گواہی دیتا ہے مگر وہ تجھ پر ظاہر نہیں کرتا یہ اس کی عنایت ہے جو کچھ تو کہتا ہے وہ ہنستا ہے اور کہتا ہے بجا ہے مگر اس سے تو دھوکا نہ کھانا کہ ہم نے دھوکا دے لیا وہ تیری اس چاپلوسی کی لذت سے نہیں ہنستا بلکہ وہ تیرے اس بے ہودہ خیال پر ہنستا ہے کہ دیکھو یہ ہمیں احمق بناتا ہے پس تو اسے دھوکا دیتا ہے۔ وہ بھی تجھے مغالطہ میں رکھتا ہے جزاء سیۂ سیۂ مثلہا پیالہ مار کوٹا کھا یہی تیری سزا ہے سوچ تو سہی کہ اگر یہ ہنسی خوشنودی سے ہوتی تو تیری جان میں اسرار و معارف کے لاکھوں پھول کھلتے اور تیری جان ایک چمن ہوتا مگر ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ وہ ہنسنا خوشی کا نہیں جب اس کا دل خوش ہو کر کوئی کام کرتا ہے تو سمجھ کہ آفتاب برج حمل میں آ گیا۔ اس سے بہار بھی ہنستی ہے اور دن بھی ہنستا ہے۔ سبزے اور شگوفے آپس میں ملتے ہیں غرضکہ ایک عجیب پر لطف سماں ہوتا ہے لیکن جب تجھے خزاں اور بہار ہی کی خبر نہیں تو تو کیا جانے کہ بہار کے خندہ کا شمار میں کیا اثر ہے حاصل یہ کہ رضائے شیخ مثل آفتاب کے ہے اور اس کا دل مثل برج حمل کے اس کا انبساط اور سرور مثل بہار کے اور اس کی ہنسی مثل خندۂ بہار کے اور ہنسی کے ثمرات مثل پھل پھولوں کے اب فرماتے ہیں کہ جب تو انبساط ہی کو نہیں جانتا کہ انبساط کیا چیز ہے تو تو کیا جانے کہ اس کے خندہ سے دل میں کس قسم کے آثار پیدا ہوتے ہیں تاکہ تو ان کے نہ ہونے سے استدلال کر سکے کہ یہ ہنسی انبساط سے نہیں یاد رکھ کہ بہار کے اثر سے سینکڑوں بلبلیں اور قمریاں اس جہان بے سامان میں ایک شعور پیدا کر دیتی ہیں۔ یوں ہی شیخ کا انبساط روح بے سامان کے اندر شورش محبت اور ولولۂ عشق پیدا کر دیتا ہے مگر تجھے تو اپنی روح کے پتے کی حالت ہی معلوم نہیں کہ وہ خزاں یعنی انقباض شیخ کے اثر سے زرد ہے یا بہار یعنی انبساط کے سبب سبز مائل بسیاہی تو تجھے اس بادشاہ کی ناراضی کا علم کیونکر ہو سکتا ہے اور یاد رکھ کہ یہ بادشاہ جو مثل آفتاب کے ہے برج عتاب میں آتا اور غضبناک ہوتا ہے تو کتاب کی طرح روحوں کے منہ کو سیاہ کر دیتا ہے اور ان کی چمک دمک رنگ و روغن سب کھو دیتا ہے اور سمجھ کہ اس عطارد (شیخ) کے لئے ہماری جانیں ورق ہیں اور اس ورق کی سادگی اور ارواح کے اندر اثر نہ ہونا اور ان کی سیاہی اور نقوش و آثار ہمارے لئے اس کی الطاف اور نامہربانی کا معیار ہیں اگر ہم اپنی جانوں میں آثار محمودہ نہ پائیں تو سمجھ لینا چاہئے چاہیے کہ عطارد نامہربان ہے اور اگر پائیں تو سمجھ لینا کہ مہربان ہے جب وہ خوش ہوتا ہے تو اول نقوش سیاہ اور معمولی آثار پیدا کرتا ہے پھر ایک عجیب دلکش سرخ و سبز فرمان لکھتا ہے یعنی اعلیٰ قسم کے آثار پیدا کرتا ہے جس سے رواح سودائے لذات نفسانیہ و عجز عن الوصول الی الحق کی قید سے رہائی پاتے ہیں کیونکہ اس کی کمال خوشنودی سے جو انبساط اور انشراح کامل پیدا ہوتا ہے وہ مثل نو بہار کے ہے اور نو بہار کی تحریر یہ سرخ و سبز ہوتی ہے قیاس کے لئے قوس قزح کو دیکھ لو کہ یہ سرخ و سبز کسی کی تحریر ہے۔ نو بہار کی یوں ہی بہار شیخ کی تحریر سمجھو انہیں امور کی تائید میں ایک قصہ سن تاکہ معانی کا کوئی حصہ تجھے مل جائے۔ دیکھ حضرت سلیمان علیہ السلام کے انشراح و انبساط و توجہ نے بلقیس پر کیا اثر کیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

عکس تعظیم پیغمبر سلیمانؑ در دل بلقیس از صورت حقیر ہدہد

(حضرت) پیغمبر سلیمان (علیہ السلام) کی تعظیم کا عکس، بلقیس کے دل پر حقیر ہدہد کی صورت کے ذریعہ

رحمت صد تو براں بلقیس باد	کہ خدایش عقل صد مرداں بداد
اس بلقیس پر سوگنی رحمت	جس کو خدا نے سینکڑوں مردوں کی عقل عطا فرمائی

رحمت الخ۔ یعنی سینکڑوں رحمتیں اس بلقیس پر ہوں کہ خدا نے اس کو عقل سو مردوں کے (برابر) دی تھی یعنی بہت عاقل تھی۔

ہدہدے نامہ بیاور دو نشاں	از سلیمانؑ چند حرفے بابیاں
ایک ہدہد تحریر اور نشانی لایا	(حضرت) سلیمانؑ کی جانب سے وضاحت کیساتھ چند حروف ملا

ہدہدے الخ۔ یعنی ایک ہدہد خط اور نشان سلیمان علیہ السلام کے پاس چند حروف کا جو بابیان تھے لایا۔

مطلب یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط ایک ہدہد لایا جیسا کہ قرآن شریف میں مذکور ہے۔

خواند او آں نکتہائے باشمول	وز حقارت ننگرید اندر رسول
اس نے ان جامع نکتوں کو پڑھا	اور نامہ بر کو حقارت سے نہ دیکھا

خواند الخ۔ یعنی ان نکات جامعہ کو پڑھا اور قاصد کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھا۔ مطلب یہ کہ اس کو نہیں دیکھا کہ یہ ذرا سا قاصد آیا ہے بلکہ اس نے اس خط والے کی عظمت و جبروت کا مشاہدہ اس جسم حقیر سے کیا اور اس خط کا بہت اعزاز و احترام کیا۔

چشم ہدہد دید و جان عنقاش دید	حس چو کفے دید و دل دریاش دید
آنکھ نے ہدہد دیکھا اور جان نے اس کو عنقا دیکھا	حس نے اس کو جھاگ دیکھا اور دل نے اس کو دریا دیکھا

جسم ہدہد الخ۔ یعنی جسم تو ہدہد کا دیکھا مگر جان اس کی عنقا دیکھی اور ظاہر کو مانند جھاگ کے دیکھا اور اس کے دل کو مثل دریا کے پایا۔ عنقاش اور دریاش میں شین مضاف الیہ جان و دل کا ہے عبارت یہ ہے کہ جانش عنقا دید او ر دلش دریا دید مطلب یہ کہ اس کے ظاہری جسم کے صغر پر نظر نہ کی بلکہ اُس کے باطن کو دیکھا اور اس کو مظہر حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت و جبروت کا سمجھا اسی طرح شیخ کے اور کاملین کے اس جسم ظاہری کو دیکھ کر دھوکہ میں مت پڑو اور یہ مت سمجھو کہ یہ تو ہماری مثل ہیں بلکہ ان کے کمالات باطنی کو دیکھو اور ان سے فیوض و برکات حاصل کرو آگے اس ظاہر و باطنی کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

عقل با حس زیں طلسمات دو رنگ	چوں محمدؐ با ابوجہلاں بجنگ
ان دو رنگی طلسمات کی وجہ سے عقل حس کے ساتھ	جنگ میں رہتی ہے جیسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ابوجہل کیساتھ

عقل الخ۔ یعنی عقل حس کے ساتھ اس طلسمات دو رنگ میں مثل حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ابوجہلوں کے ساتھ لڑائی میں ہے مطلب یہ کہ ظاہر اور باطن میں چونکہ اختلاف ہے تو اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کفار سے لڑتے تھے تو اگر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ اور کمالات کو جانتے تو کیا پھر وہ لڑ سکتے تھے ہرگز نہیں یہ صرف اس لئے تھا کہ وہ لوگ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد ظاہری کو دیکھ کر کہتے تھے ما ہٰذا الا بشر مثلنا اور بوجہ حقیقت سے اندھے ہونے کے وہ کمالات باطنیہ کو نہ دیکھتے تھے اسی کو فرماتے ہیں

کافراں دیدند احمدؐ را بشر	چوں ندیدند از وے انشق القمر
کافروں نے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو (صرف) انسان دیکھا	جبکہ ان سے شق القمر (کا معجزہ) نہ دیکھا

کافروں الخ۔ یعنی کافروں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف بشری دیکھا اور ان سے انشقاق قمر کو کیوں نہ دیکھا مطلب یہ کہ کفار نے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو صرف یہ دیکھا حضور بھی ہماری ہی طرح کھاتے ہیں پھرتے ہیں سوتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ان کم بختوں نے یہ نہ دیکھا کہ حضور کے اندر کمالات باطنی بھی ہیں مثلاً معجزہ شق القمر کہ یہ کام صرف اس جسم خاکی کا ہرگز نہیں ہے ضرور کوئی اور قوت ہے کہ جس سے کہ سماویات پر حکومت ہو سکتی ہے پس وہ لوگ اس قوت کے دیکھنے سے اندھے تھے لہٰذا چشم ظاہر بین کو بند کرو اور صرف اس سے ہی کام مت لو بلکہ چشم حقیقت بین کو کھولو اور اس سے کام لو اسی کو فرماتے ہیں کہ

خاک زن در دیدۂ حس بین خویش	دیدہ حس دشمن عقل ست و کیش
اپنی حسی آنکھ پر خاک ڈال	حسی آنکھ عقل اور مذہب کی دشمن ہے

خاک الخ۔ یعنی اپنی اس چشم ظاہر بین پر خاک ڈالو اس لئے کہ چشم ظاہر بین تو عقل و مذہب کی دشمن ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ کفار کو اسی نے گمراہ کیا کہ ما ھٰذا الا بشر مثلنا انہوں نے صرف صفات بشریت ہی کو دیکھا اور اسی میں حصر کمالات کر دیا۔ اندھوں کو یہ نہ سوجھا کہ یہ معجزات و کمالات جو کہ روزانہ ظاہر ہو رہے ہیں یہ کس قوت کا کام ہے

دیدۂ حس را خدا اعماش خواند	بت پرستش گفت وضد ماش خواند
حسی آنکھ کو خدا نے اندھا کہا ہے	اس کو بت پرست کہا ہے اور ہمارا دشمن کہا ہے

دیدہ الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے چشم ظاہری کو اندھا کیا ہے اور اس کو بت پرست کہا ہے اور اس کو ہماری ضد کہا ہے مطلب یہ کہ قرآن شریف میں ہے ولھم اعین لا یبصرون بھا کہ ان کی آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں ہیں تو دیکھو حق تعالیٰ نے آنکھیں بھی فرمائیں ہیں اور پھر فرماتے ہیں کہ اندھے ہیں معلوم ہو گیا اس چشم باطن کے اعتبار

www.besturdubooks.wordpress.com

سے اندھے ہیں کہ اگرچہ بظاہر دیدے کھلے ہوئے معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقت شناس نہیں ہیں آگے اس چشم ظاہری کے اندھا ہونے کی دو دلیلیں لاتے ہیں کہ

زانکہ او کف دید و دریا را ندید	زانکہ حالے دید و فردا را ندید
کیونکہ اس نے جھاگ دیکھے اور دریا کو نہ دیکھا	کیونکہ اس نے موجودہ حالت دیکھی اور انجام نہ دیکھا

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ اس نے جھاگ تو دیکھے مگر دریا کو نہ دیکھا اور اس لئے کہ اس نے اس وقت کی حالت کو تو دیکھا مگر آئندہ کی حالت کو نہ دیکھا۔ مطلب یہ کہ چونکہ انجام بین اور عاقبت اندیش نہیں ہے اس لئے اندھا ہی کہا جائے گا زانکہ مصرعہ ثانی میں بحذف عاطف معطوف ہے ماقبل پر

خواجۂ فردا و حالی پیش او	او نمی بیند ز گنج جز تسو
وہ آخرت کے آقا ہیں اور اس کے نزدیک وہ موجودہ وقت کے ہیں	وہ خزانے میں سے سوائے دمڑی کے کچھ نہیں دیکھتا ہے

خواجہ الخ۔ یعنی وہ تو آقا ہیں آئندہ کے اور اس (اندھے) کے سامنے خالی ہیں اور وہ خزانہ سے سوائے ایک تسو کے کچھ نہیں دیکھتا مطلب یہ کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر جو کمالات تھے وہ تو ہمیشہ وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہتے تھے ان کفار کی ان پر تو نظر نہ تھی اور وہ صرف اس جسم ظاہری کو دیکھتے تھے اور وہ اس خزانہ کمالات میں سے سوائے اس جسد ظاہری کے جو کہ ان کمالات کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے اور کچھ نہ دیکھتے تھے ان کی نظر صرف جسد ظاہر پر ہی تھی ورنہ وہ کفر ہی کیوں کرتے ایمان ہی نہ لے آتے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

ذرۂ زاں آفتاب آرد پیام	آفتاب آں ذرہ را گردد غلام
(اگر) ایک ذرہ اس سورج کا پیغام لائے	سورج اس ذرے کا غلام بن جائے

ذرہ الخ۔ یعنی ایک ذرہ اس آفتاب (حقیقی) سے پیام لاتا ہے تو آفتاب (ظاہری) اس کا غلام ہو جاتا ہے۔

قطرۂ کز بحر وحدت شد سفیر	ہفت بحر آں قطرہ را باشد اسیر
ایک قطرہ جو دریائے وحدت کا پیغامبر بنا	ساتوں سمندر اس قطرے کے پابند ہوئے

قطرہ الخ۔ یعنی ایک قطرہ جو کہ اس بحر وحدت کا قاصد ہو تو ساتوں دریا اس ایک قطرہ کے مقید ہو جائیں۔

گر کف خاکے شود چالاک او	پیش خاکش سر نہد افلاک او
اگر ایک مٹھی مٹی اس کے لئے (اطاعت میں) چست ہو جائے	تو اس کی مٹی کے آگے اس کے آسمان سر دھریں

گر کفے الخ۔ یعنی اگر ایک مشت خاک اس کی (حق تعالیٰ کی) چالاک ہو جائے تو حق تعالیٰ کے افلاک اس کے سامنے سر رکھتے ہیں یعنی اس کے مطیع ہو جاتے ہیں پس جبکہ ایک ذرہ اور ایک قطرہ میں یہ خاصیت ہے اور اس کے کمالات کے ادنےٰ مظہر کی یہ حالت ہے کہ پھر اس کے سامنے کل کائنات مطیع و فرمانبردار ہوتے ہیں تو پھر حضور

www.besturdubooks.wordpress.com

مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تو کس طرح مطیع و فرمانبردار نہ ہوں گے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو مظہر اتم و اکمل ہیں حق سبحانہ و تعالیٰ کے جیسا کہ ظاہر ہے مگر کیا کیا جائے جبکہ دیکھنے والا ہی اندھا ہو تو اس کو یہ کمالات کہاں سے نظر آئیں گے اور اس کو کیا خبر ہو سکتی ہے آگے اس فرمانبرداری اور اطاعت کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

خاک آدم چونکہ شد چالاک حق	پیش خاکش سر نہد املاک حق
(حضرت آدمؑ کی مٹی چونکہ اللہ کے لئے چست بنی	اس کی مٹی کے آگے اللہ کی مملوک چیزوں نے سر رکھ دیا

خاک الخ۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی خاک جبکہ حق تعالیٰ کی چالاک ہو گئی تو ان کی خاک کے سامنے حق تعالیٰ کے فرشتوں نے سر رکھا مطلب یہ کہ جب آدم علیہ السلام مظہر کمالات الٰہیہ کے ہوئے تو ان کا یہ مرتبہ ہوا کہ مسجود ملائکہ ہوئے تو معلوم ہو گیا کہ یہ کام صرف خاک کا نہیں ہے اور اس جسد ظاہری سے یہ کام نہیں ہو سکتے ورنہ دوسروں سے بھی جو کہ اس جسد ظاہری میں شریک ہیں یہ افعال صادر ہوتے حالانکہ صادر ہونا تو درکنار کہیں خواب میں بھی نہیں آتے معلوم ہو گیا کہ یہ کام کسی اور قوت کے ہیں جو کہ اس قوت ظاہری کے علاوہ اور اس سے برتر ہے آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

السماء انشقت آخر از چہ بود	از یکے چشمے کہ خاکے بر کشود
"آسمان پھٹ گیا" آخر کس وجہ سے تھا؟	اس آنکھ کے لئے جو مٹی نے کھولی

السماء انشقت الخ۔ یعنی انشقاق آسمان آخر کس وجہ سے ہوا تھا صرف ایک نگاہ سے کہ نا گہ کھول دی تھی۔ یہاں آسمان سے مطلق علویات مراد ہیں اور مقصود یہ ہے کہ آسمان پر جو انشقاق قمر ہوا تھا وہ آخر کس قوت سے تھا اور وہ کونسی طاقت ہے کہ جس کا اثر سماویات پر بھی چلتا ہے بس وہ وہی قوت باطنی ہے جو کہ ان ظاہری آنکھوں سے دکھائی بھی نہیں دیتی آگے اس قوت کے قوت ظاہری نہ ہونے کی دلیل فرماتے ہیں کہ

خاک از دردی نشیند زیر آب	خاک بیں کز عرش بگذشت از شتاب
مٹی تلچھٹ ہو جانے کی وجہ سے پانی کے نیچے بیٹھ جاتی ہے	مٹی کو دیکھ تیزی سے عرش سے بھی اونچی چلی گئی

خاک الخ۔ یعنی خاک تو کثافت کی وجہ سے پانی کے نیچے بیٹھ جاتی ہے تم اس خاک کو دیکھو جو عرش سے بھی گزر گئی اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہی ہوئی تھی۔ لوگ خواہ مخواہ صوفیہ کو بدنام کرتے ہیں کہ یہ معراج جسمانی کے قائل نہیں ہیں حالانکہ دیکھو یہاں مولانا خود فرما رہے ہیں کہ خاک بین کز عرش بگذشت از شتاب آگے فرماتے ہیں کہ

آں لطافت پس بداں کز آب نیست	جز عطائے مبدع وہاب نیست
تو سمجھ لے وہ لطافت آب (و گل) کی نہیں ہے	ایجاد کرنے والے عطا کرنے والے (خدا) کی دین کے سوا کچھ نہیں ہے

آن الخ۔ یعنی بس جان لو کہ یہ لطافت آب و گل کی وجہ سے نہیں ہے بجز اس مبدع وہاب کی عطا کے اور کچھ نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے یہاں اب سے مراد آب وگل ہے۔ مطلب یہ کہ جو معراج جسمانی ہوئی ہے اس کو صرف یہی مت سمجھو کہ بس اس جسد ظاہری میں کوئی بات تھی ہرگز نہیں ورنہ اوروں کو بھی ہوا کرتی معلوم ہوگیا کہ جسم میں بھی جو لطافت آگئی ہے اور وہ باوجود کثیف فی الاصل ہونے کے جس کا مقتضا اسفل کی طرف میلان ہے اعلیٰ کی طرف جانے لگا ہے۔ یہ اسی قوت باطنی اور لطافت باطنی کا اثر ہے پس اس قوت باطنی کو دیکھو اور اس کو حاصل کرو صرف اس جسد ہی جسد کے مقید مت رہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ان کے جانشین مشائخ اور نائب رسول کا اتباع اس قوت باطنی میں کرو ورنہ جسم تو سب کے یکساں ہیں بلکہ ممکن ہے کہ کوئی مرید شیخ سے جسماً خوبصورت اور قوی ہو لیکن وہ قوت اور حسن کہاں سے لائے گا

؎ این سعادت بزور بازو نیست . تانہ بخشد خدائے بخشندہ

خوب سمجھ لو۔ چونکہ مولانا نے یہاں یہ فرمایا ہے کہ باوجود جسم کے مادی و مائل الی الاسفل ہونے کے وہ مثل مجرد کے مائل الی العلو ہوگیا ہے تو آگے فرماتے ہیں کہ اس کی تو ایسی قدرت ہے کہ سفلی کو علوی اور گل کو خار اور درد کو دوا و مثل ذلک تغیرات کردے تو اس کے سامنے کس کو چون چرا کی مجال ہے وہ حاکم ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے لہٰذا اس تغیر کو بعید نہ سمجھنا چاہیے اب اشعار سے سمجھ لو۔ فرماتے ہیں کہ

گر کند سفلی ہواؤ نار را	ور زگل او بگزراند خار را
اگر وہ ہوا اور آگ کو سفلی بنا دے	اگر وہ کانٹے کو پھول سے بڑھا دے

گر کند الخ۔ یعنی وہ اگر ہوا اور آگ کو (جو کہ علویات میں سے ہیں) سفلی کردے اور کانٹے کو (مرتبہ میں) گل سے بڑھادے۔

حاکم ست و یفعل اللہ ما یشاء	او ز عین درد انگیزد دوا
وہ حاکم ہے اور اللہ (تعالیٰ) جو چاہے وہ کرتا ہے	وہ عین درد سے دوا پیدا کر دیتا ہے

حاکم است الخ۔ یعنی وہ تو حاکم ہے اللہ جو چاہے کرے وہ خود درد سے دوا کو پیدا کردے۔

ور زمین و آب را علوی کند	راہ گردوں را بپا مطوی کند
اگر مٹی اور پانی کو علوی کر دے	آسمان کے راستے کو پیروں سے طے کرا دے

ور زمین الخ۔ یعنی زمین اور پانی کو (جو کہ سفلیات میں سے ہیں) علوی کردے اور آسمان کے راستہ کو پاؤں سے طے کردے جیسا کہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں قدم مبارک سے تمام آسمانوں کو طے فرما آئے تھے غرضیکہ وہ جو کچھ بھی کردے۔

گر ہوا و نار را سفلی کند	تیرگی و دردی و ثقلی کند
اگر ہوا اور آگ کو سفلی بنا دے	تاریکی اور تلچھٹ اور کثافت والا کر دے

www.besturdubooks.wordpress.com

گرہواد الخ۔ یعنی اگر ہوا کو اور آگ کو سفلی کردے اور کثیف اور بے نور اور تلچھٹ کردے۔

نیست کس را زہرہ تا گوید کہ چوں	بس جگرہا کاندریں رہ گشت خوں
کسی کی مجال نہیں کہ کہے "کیوں"؟	بہت سے جگر ہیں جو اس راستہ میں خون بنے ہیں

نیست الخ۔ یعنی کسی کو کیوں کہنے کی طاقت نہیں ہے اور بہت سے جگر ہیں کہ اس راہ میں خون ہو گئے ہیں مطلب یہ کہ وہ جو چاہے کرے وہاں کسی کو چوں چرا کی طاقت نہیں۔ اسی کو حضرت شیخ فریدالدین عطار فرماتے ہیں کہ

؎ ہست سلطانی مسلم مرورا نیست کس را زہرہ کا چون و چرا آگے فرماتے ہیں کہ

پس یقین شد کہ تعز من تشاء	خاکی را گفت پرہا برکشا
لہذا یقین ہوگیا ہے کہ "تو جس کو چاہے عزت دے"	ایک خاکی کو کہا کہ پر کھول

پس الخ۔ یعنی پس یقین ہو گیا کہ جس کو چاہے عزت دے (اور جس کو چاہے ذلت دے اور وہ تو ایسی ذات ہے) کہ ایک خاکی کو تو کہہ دیا کہ پر کھول دے (اور اڑ جا جیسا کہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ سیر آسمان کیجئے) اور اس کی وہ شان ہے کہ

آتش را گفت رو ابلیس شو	زیر ہفتم خاک با تلبیس شو
آتشی کو کہا جا شیطان بن	ساتویں زمین کے نیچے مکار بن

آتشے الخ۔ یعنی آگ کو کہہ دیا کہ جا ابلیس ہو جا اور ساتویں زمین کے نیچے باتلبیس ہو جا۔

آدمٔ خاکی تو بر رو بر سما	اے ابلیس آتشی رو تا ثریٰ
اے خاکی آدم تو آسمان پر جا	اے آتشی شیطان! زمین کے نیچے جا

آدم خاکی الخ۔ یعنی اے آدم خاکی تم تو آسمان پر جاؤ اور اے ابلیس آتشی تو زمین کے اندر تک جا مطلب یہ کہ اس کی وہ شان ہے کہ خاک کو جو کہ سفلیات میں سے ہے علو کی طرف بھیجتا ہے اور وہ لطیف و مجرد کی طرح علوی کی طرف چلے جاتے ہیں اور آگ کو جس کا کہ میلان علو کی طرف ہے اس کو سفل کی طرف بھیجتا ہے اور وہ کثیف اور مادی کی طرح نیچے اور تراثری چلی جاتی ہے۔ جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو کہ خاکی تھے کہ مرتبہ علیا میں رکھا اور ابلیس کو جو کہ ناری تھا مرتبۂ اسفل میں رکھا تو اس کی قدرت اور طاقت کے مثل کوئی ہے ہی نہیں ہوا وراء الوراثم وراء الورا الی غیر النھایہ چونکہ فلاسفہ حق تعالیٰ کو ایجاد خلق کی علت اولیٰ مانتے ہیں کہ الواحد لایصدر عنہ الا الواحد اور اس اعتبار سے حق تعالیٰ سے عقل اول کی ایجاد کو تسلیم کر کے پھر حق تعالیٰ کو بے کار مانتے ہیں خذلھم اللہ اور بعض لوگ اربعہ عناصر کو مؤثر بالاضطرار مانتے ہیں کہ ان کے جو افعال ہیں وہ ان سے صادر ہوتے ہیں اور اگر وہ چاہیں کہ نہ صادر ہوں تو وہ اس پر قادر نہیں ہیں اس لئے مولانا آگے ان کی تردید فرماتے ہیں مگر چونکہ اس وقت مولانا پر توحید کا غلبہ ہے اس لئے بزبان حق ہی تعبیر کرنے لگے کہ جیسے حق تعالیٰ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہی کا قول نقل کر رہے ہیں اب سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ

چار طبع و علت اولیٰ نیم	در تصرف دائماً من باقیم
میں چار عنصر اور پہلی علت نہیں ہوں	میں تصرف کرنے میں ہمیشہ باقی رہنے والا ہوں

چار طبع الخ۔ یعنی میں چار طبائع (کی طرف متصرف بالاضطرار) نہیں ہوں اور علت اولیٰ (شے کی طرح بے کار) نہیں ہوں میں تصرف میں ہمیشہ باقی ہوں یعنی میرا تصرف بالاختیار ہے اور وہ باقی بھی ہے اس کو کبھی زوال نہیں ہے جس طرح چاہتا ہوں کرتا ہوں اور فرماتے ہیں کہ

کار من بے علت ست و مستقیم	نیست تقدیرم بعلت اے سقیم
میرا کام بغیر علت کے ہے اور سیدھا ہے	اے بیمار! میری (خلق و) تقدیر علت کی وجہ سے نہیں ہے

کار من الخ۔ یعنی میرا کام بغیر خرابی کے ہے اور مستقیم ہے اور میری تقدیر علت کے ساتھ نہیں ہے۔ اے سقیم مطلب یہ کہ میرے کام بے کسی خرابی کے ہیں اور کسی علت کے معلول نہیں ہیں تاکہ صدور میں کسی دوسری شے کے محتاج ہوں بلکہ میں متصرف باختیار خود ہوں اور میرے افعال میرے اختیار سے صادر ہوتے ہیں۔

عادت خود را بگردانم بوقت	ایں غبار از پیش بنشانم بوقت
(مناسب) وقت پر اپنی عادت کو بدل دیتا ہوں	اس غبار کو سامنے سے ہٹا دیتا ہوں

عادت الخ۔ یعنی اپنی عادت کو عین وقت پر بدل دیتا ہوں اور اس غبار کو سامنے سے عین وقت پر ہٹا دیتا ہوں۔ مطلب یہ کہ مجھے کسی فعل کے لئے پہلے سے انتظام وغیرہ کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ عین وقت پر جیسا بھی چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون مشیت کی دیر ہے مشیت کے ساتھ ہی ترتب اثر ہو جاتا ہے جیسا کہ اہل حق کے نزدیک ظاہر و باہر ہے اور فرماتے ہیں

بحر را گویم کہ ہیں پرنار شو	گویم آتش را کہ رو گلزار شو
میں سمندر کو کہہ دوں کہ ہاں آگ سے بھر جا	میں آگ کو کہہ دوں کہ جا گلشن بن جا

بحر را الخ۔ یعنی میں دریا کو کہہ دوں کہ آگ سے بھر جا اور آگ کو کہہ دوں کہ گلزار ہو جا (تو ویسا ہی ہو جاتا ہے) جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کے لئے فرمایا۔ کہ یانار کونی بردا وسلاماً علی ابراھیم کہ اے آگ ابراہیم علیہ السلام کیلئے ٹھنڈی سلامتی کے ساتھ ہو جا یہ حکم ہوتا تھا کہ فوراً گلزار ہو گئی غرضیکہ جو چاہیں کریں فعال لما یرید اور فرماتے ہیں کہ

کوہ را گویم سبک شو ہمچو پشم	چرخ را گویم فرو شو پیش چشم
میں پہاڑ کو کہہ دوں کہ گالے کی طرح ہلکا ہو جا	میں آسمان کو کہہ دوں آنکھوں کے سامنے نیچے اتر آ

کوہ را الخ۔ یعنی پہاڑ کو حکم کروں کہ اون کی طرح ہلکا ہو جا اور آسمان سے کہوں کہ آنکھ کے سامنے نیچے ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

جاؤ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے کہ و تکون الجبال کالعھن المنفوش یعنی قیامت کے روز پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کی طرح ہونگے اور ایک جگہ فرماتے ہیں کہ او نسقط علیھم کسفا من السماء فظلت اعناقھم لھا خاضعین کہ اگر ہم کوئی ٹکڑا آسمان سے گرادیں تو ان کی گردنیں اس کی وجہ سے جھک جائیں تو دیکھو کہ جس طرح حکم ہو اس طرح ہو جائے اور یہ اس قدر ظاہر ہے کہ جس کے بیان کی بھی ضرورت نہیں اس لئے اس وقت الفاظ ہی نہیں ملتے کہ جن سے ان کی قدرت اور جبروت کو ظاہر کیا جائے۔ وراء الوراء ثم وراء الوراء ثم وراء الوراء الی غیر النهایة۔

گویم اے خورشید مقروں شو بماہ	ہر دو را سازم چو دو ابر سیاہ
میں سورج کو کہدوں چاند سے مل جا	دونوں کو دو کالے ابر کی طرح بنا دوں

گویم الخ۔ یعنی میں حکم کروں کہ اے خورشید چاند کے ساتھ مقرون ہو جاؤ اور دونوں کی شکل ابر سیاہ کے کر دوں (تو ویسا ہی ہو جائے) جیسا کہ قرآن شریف میں ہے کہ جمع الشمس والقمر اور دوسری جگہ فرماتے ہیں الشمس کورت اور حدیث میں بھی ہے کہ شمس وقمر آئیں گے اور بے نور ہونگے پس جو بھی مشیت ہو ویسا ہی ترتب آثار ہو جاتا ہے اور فرماتے ہیں کہ

چشمۂ خورشید را سازیم خشک	چشمۂ خوں را بفن سازیم مشک
میں چشمۂ آفتاب کو خشک کر دوں	خون کے چشمے کو ہنر سے مشک بنا دوں

چشمہ الخ۔ یعنی چشمۂ خورشید کہ ہم خشک کردیں اور چشمۂ خون کو فن سے ہم مشک بنادیں مطلب یہ کہ خورشید کے نور کو سلب کرلیں اس کی بھی ہم کو قدرت ہے اور خون سے مشک بناتے ہیں کہ خون آہو سے مشک بنتا ہے یہ سب ظاہر ہے اور فرماتے ہیں کہ

آفتاب و مہ چو دو گاو سیاہ	یوغ بر گردن بہ بندد شاں الٰہ
سورج اور چاند دو کالے بیلوں کی طرح	ان کے کندھے پر اللہ (تعالیٰ) جوا باندھ دے

آفتاب الخ۔ یعنی آفتاب اور ماہتاب کو دو سیاہ بیلوں کی طرح کر کے ان کی گردن پر حق تعالیٰ جوا باندھ دیں تو اس کی بھی قدرت ہے اس لئے کہ سب اشیاء ان کے تابع اور ان کی مشیت کے مقید اور پابند ہیں پس جس طرح چاہیں کردیں تو اگر حق تعالیٰ نے انسان میں سے کسی کو مقرب کر دیا ہو اور اس کو مراتب اعلیٰ پر پہنچا کر اس کی خواہشات نفسانی کو فنا کر کے فرشتوں سے بھی افضل کر دیا ہو تو اس میں استعجاب ہی کی کونسی بات ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ تو فاعل مختار ہیں جس طرح چاہتے ہیں تغیر اور ردوبدل کرتے ہیں لہٰذا انبیاء و اولیا کی ظاہری صورت کو دیکھ کر انکار کمالات مت کرو کہ اس سے بعض مرتبہ دنیا میں بھی عذاب شدید ہوتا ہے اور عذاب آخرت تو ظاہر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آگے اسی مضمون پر ایک حکایت فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی معاند کافر نے قاری کو آیت ارایتم ان اصبح ماء کم غور افمن یاتیکم بماء معین (یعنی اگر پانی نیچے زمین کی تہہ میں اتر جائے تو کون پانی کو وہاں سے لائے) پڑھتے ہوئے سنا تو بولا کہ فاینه بالمعول والمعین کہ ہم اس کو کدال وغیرہ سے نکال لیں گے یہ تو جو کچھ ہونا تھا ہولیا مگر اب رات کو جب سویا تو کسی نے ایک تھپڑ اس زور سے مارا کہ آنکھیں اندھی ہو گئیں (نعوذ باللہ) اور کہا کہ ذهبنا بماء عينك فاته بالمعول والمعين یعنی ہم تیری آنکھ کا پانی اور روشنی لے گئے اب اس کو کدالوں سے نکال لے تو دیکھ چونکہ اس معاند نے صرف ظاہر ہی کو دیکھا اور اس کی اصل اور حقیقت پر نظر نہ کی تو اس کی اس کو یہ سزا ملی اور عذاب آخرت وہ الگ رہا۔ لہٰذا اولیاء اللہ کے کمالات کا انکار ان کے ظاہر کو دیکھ کر ہرگز نہ چاہیے۔ اب حکایت سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ

شرح مبیبی

رحمت صد براں: خدا کی سینکڑوں رحمتیں اس بلقیس پر ہوں جس کو خدا نے باوجود عورت ہونے کے سو مردوں کی عقل دی تھی جس کا ثبوت یہ ہے کہ ہد ہد سلیمان علیہ السلام کی طرف سے خط اور کوئی نشان اور چند واضح کلمات لایا بلقیس نے ان جامع نکتوں کہ پڑھا اور قاصد کو اصلاً بنظر تحقیر نہیں دیکھا چشم ظاہری نے تو اس کو ہد ہد یعنی معمولی دیکھا مگر جان نے اس کو عنقا اور قابل قدر سمجھا اور حس نے گو اسے کف دریا کی طرح ناچیز دیکھا مگر دل نے دریا سمجھا۔

عقل با حس زین: اس دو رنگ طلسمات کے سبب عقل کی حس کے ساتھ یوں لڑائی رہتی ہے جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوجہل اور اس کے امثال کے ساتھ اس لئے کہ عقل ایک حکم صادق کوئی ہے اور حس اس کی تکذیب کرتی ہے اور اس کے خلاف حکم کرتی ہے کما مر اب حس کی غلطی کی ایک واضح مثال دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کفار نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف بشر دیکھا۔ یہ ان کی حس ظاہر کی غلط بینی تھی ورنہ واقع میں وہ صرف بشر نہ تھے بلکہ بشر بھی اور بشریت کے سوا نبی بھی تھے ان احمقوں نے لوازم بشریہ تو دیکھے اور بشریت کا حکم لگا دیا۔ یہ کیوں نہ دیکھا کہ آپ نے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔ جو خواص نبوت سے ہے یعنی اس انشقاق محسوس سے نبوت غیر محسوسہ پر عقل سے کیوں نہ استدلال کیا اسلئے کہ ان کی عقل بھی مغلوب نفس ہو کر نفس ہوگئی تھی اور مغلوب حس ہو کر حس بن گئی تھی اب تم سمجھ گئے ہو گے کہ حس کیسی غلط بین ہے بس اس پر خاک ڈالو کیونکہ یہ دشمن عقل و دین ہے جیسا کہ ظاہر ہو چکا اور خدا نے جسم کو اندھا کیا ہے اور فرمایا ہے لهم اعين لا يبصرون بها اور بت پرست (غلط بین) اور ہمارے عقول کے مخالف قرار دیا ہے اور ایسا ہونا بھی چاہیے کیونکہ اس نے جھاگ تو دیکھے مگر دریا نہ دیکھا یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری صورت تو دیکھی اور باطنی حالت نہ دیکھی اور موجودہ حالت تو دیکھی مگر یہ نہ دیکھا کہ مستقبل میں ان کی حقیقت کا ظہور کس رنگ میں ہوگا اور عند اللہ ان کا کس درجہ تقرب ظاہر ہوگا اس سے زیادہ اور اس کی کوری کیا ہوگی کہ حال و مستقبل دنیا و آخرت کا

www.besturdubooks.wordpress.com

سرداراس کے سامنے ہے لیکن وہ اس کے خزانہ کمالات میں سے صرف ایک حقیر شے یعنی لوازم بشریہ کو دیکھتی ہے اور جواہر ثمینہ کو نہیں دیکھتی وہ ضرور ایک ذرہ مستفیض از آفتاب حق تھے مگر ان کی رسالت نے ان کو وہ شرف بخشا تھا کہ آفتاب ظاہری بھی اسیر دام اور مطیع و منقاد تھا وہ ضرور بحر وحدت کے ایک قطرہ تھے مگر اس بحر کی سفارت نے ان کی وہ عزت افزائی کی تھی کہ سات سمندر بھی اس کے پابند حکم تھے یہ اور ہرگز مستبعد نہیں ان کو تم ہرگز مستبعد نہ سمجھنا کیونکہ یہ اطاعت حق سبحانہ اور عبدیت کا فیض تھا اور اطاعت و عبدیت میں عجیب خاصیت ہے حتیٰ کہ اگر ایک مشت خاک اس کی مطیع ہو جائے تو اس خاک کے سامنے افلاک سر جھکا دیں دیکھو آدم علیہ السلام ایک مشت خاک ہی تو تھے مگر چونکہ مطیع حق سبحانہ تھے اس لئے مسجود ملائک ہوئے آخر وہ کیا بات تھی جس کے باعث آنکھ کھولتے ہی چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے وہی اطاعت و عبدیت دیکھو خاک کی خاصیت ہے کہ بوجہ اپنی کثافت کے پانی کے اوپر نہیں آسکتی اور تہہ میں بیٹھ جاتی ہے لیکن وہی خاک ایک لمحہ میں عرش سے بھی تجاوز کر گئی۔ (اشارہ الی المعراج الجسمانی للنبی صلی اللہ علیہ وسلم) کیوں محض عبدیت کے سبب اس سے معلوم ہو گیا کہ پانی کی لطافت جس کی باعث وہ خاک سے اوپر رہنا چاہتا ہے ذاتی نہیں ورنہ مٹی کو اس سے تفوق نہ ہو سکتا بلکہ حق سبحانہ جو کہ خالق اور عطا کنندۂ کمالات ہیں ان کی عطا تھی تب ہی تو وہ اس کے مقتضیات کو بدل دیتے ہیں اور مٹی کو پانی سے بلکہ ہوا سے اور نار سے بلکہ افلاک سے بھی اوپر پہنچا دیتے ہیں بے شک وہ حاکم قدیر ہیں اگر وہ ہوا و نار کو باوجود علوی ہونے کے سفلی کر دیں اور گل سے خار کو بڑھا دیں تو یہ ان کو زیبا ہے کیونکہ وہ حاکم مختار ہیں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں ان کی قدرت کی تو یہ شان ہے کہ وہ درد کو دوا بنا سکتے ہیں پس اگر وہ آگ کو اور ہوا کو سفلی کر دیں اور بجائے شفافی اور صفائی اور لطافت کے تیرگی اور دردی اور سفلی کر دیں اور زمین و آب کو علوی کر دیں اور راہ آسمان کو پاؤں سے طے کر دیں تو کسی کو یہ تاب نہیں کہ کہہ سکے کہ یہ کیوں کیا بہت سے جگر اس راستہ میں خون ہو چکے ہیں اور اس کا راز دریافت کرنے کی کوشش میں خون جگر کھا چکے ہیں مگر کچھ نہ ہو سکا۔ ان تمام امور سے یقین ہو گیا کہ اے اللہ تو ہی جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور عزت کسی کی ذاتی نہیں چنانچہ دیکھ لو کہ آدم خاکی سے کہ کہا کہ بازو کھول اور جانب بالا پرواز کر اور جنت عالیہ میں یہ مقرب بن۔ حالانکہ خاک کی طبیعت تسفل کو مقتضی تھی اور آتشی سے کہا کہ جا ابلیس ہو جا اور ساتویں زمین کے نیچے رہ اور گمراہ کئے جا حالانکہ آتش کا مقتضا علو ہے اور فرمایا کہ آدم خاکی تو آسمان پر جا کر جنت میں مقرب ہو کر رہ اور ابلیس سے کہا تو تحت الثریٰ میں مردود ہو کر رہ اور فرماتے ہیں کہ ہم عناصر اربعہ اور علت اولیٰ نہیں کہ مؤثر بیک اثر بلا شعور ہوں یا فاعل ذی شعور باضطرار ہوں اور ایک معلول کو صادر کر کے وہ بھی باضطرار پھر خدائی سے ابدالآباد کے لئے دست بردار ہو جائیں بلکہ ہمارا تصرف اختیاری ہے جو ہمیشہ باقی ہے ہمارا کام بالکل بے نقص اور ٹھیک ہے اور ہماری تقدیر بعلت موجبہ یا بعلت غائیہ خاصہ نہیں بلکہ ہم اپنی عادت کو فوراً بدل سکتے ہیں اور سامنے سے اس غبار کو فوراً زمین میں بٹھلا سکتے ہیں۔ یعنی عادت جو ہمارے اختیار کا ایک پردہ ہو گئی ہے جس سے لوگوں کو شبہ ہو گیا ہے کہ ہم خلاف عادت کچھ کر ہی نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

سکتے ہم اس کو بالکل اڑا کر اپنے اختیار کامل کو ظاہر کر سکتے ہیں اور ہم سمندر کو پرنار بنا سکتے ہیں اور آگ کو گلزار کر سکتے ہیں پہاڑ کو اون کی طرح ہلکا کر سکتے ہیں آسمان کو بلندی سے نیچے آنکھ کے سامنے لا سکتے ہیں ہم خورشید و ماہ کو ملا سکتے ہیں اور قیامت میں ملا دیں گے اور ہم ان کا نور سلب کر کے ان کو دو ابر سیاہ کی مثل بنا سکتے ہیں اور بنائیں گے چشمہ خورشید کو آب سے ہم خشک کر سکتے ہیں چشمہ خون کو مشک بنا سکتے ہیں اور بناتے ہیں آفتاب و ماہتاب دو سیاہ بیلوں کی طرح ہیں اور حق سبحانہ ان کی گردن پر اطاعت کا جوا رکھ کر جس طرف چاہیں چلا سکتے ہیں اور جو چاہیں کام لے سکتے ہیں۔

شرح شبیری

انکار فلسفی بر قرآن ان اصبح ماء کم غوراً

قرآن کی آیت "اگر تمہارا پانی نیچے اتر جائے" پر فلسفی کا انکار

مقرئی میخواند از وے کتاب	ماء کم غوراً ز چشمہ بندم آب
ایک قاری قرآن میں سے پڑھ رہا تھا	ماء کم غورا (یعنی) میں چشمہ سے پانی بند کر دوں

مقرائے الخ۔ یعنی ایک قاری قرآن شریف میں سے آیت ماء کم غورا (جس کے معنی ہیں) بند کر دوں میں پانی کو پڑھ رہا تھا اور فرماتے ہیں کہ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ

آب را در غور اگر پنہاں کنم	چشمہا را خشک و خشکستاں کنم
اگر پانی کو گہرائی میں پوشیدہ کر دوں	چشموں کو خشک اور ریگستان بنا دوں

آب را الخ۔ یعنی پانی کو غاروں میں پوشیدہ کر دوں اور چشموں کو خشک اور خشکستان کر دوں۔

آب را در چشمہ کہ آرد دگر	جز من بیمثل با فضل و خطر
(تو) پانی کو چشمہ میں دوسرا کون لا سکتا ہے؟	مجھ بے مثال بزرگ اور عظیم کے علاوہ

آب را الخ۔ یعنی پھر پانی کو چشمہ سے کون دوبارہ باہر نکالے سوائے مجھ بے مثل اور با فضل و خطر کے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر ہم پانی کو خشک کر دیں تو پھر ہمارے سوا کون ایسا قادر ہے جو اسے جاری کر لے اور کہیں سے لے آئے وہ قاری صاحب تو یہ پڑھ رہے تھے اور ایک فلسفی صاحب وہاں کو جا رہے تھے اسکو فرماتے ہیں کہ

فلسفی منطقی مستہاں	میگذاشت از سوئے مکتب آں زماں
ایک ذلیل فلسفی منطقی	اس وقت مکتب کی جانب سے گذر رہا تھا

فلسفی الخ: یعنی ایک فلسفی منطقی ذلیل مکتب کی طرف سے اس وقت گزر رہا تھا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ بشنید آیت او از ناپسند	گفت آریم آب را ما باکلند
جب اس نے آیت سنی تو ناپسندیدگی سے	بولا کہ ہم پھاوڑے سے پانی نکال لائیں گے

چونکہ الخ۔یعنی جب اس فلسفی نے اس آیت کو اس قاری سے آواز بلند سے سنا تو بولا کہ ہم پانی کو کسی کدال سے نکال لائیں گے اور بولا کہ

ما بزخم بیل و تیزی تبر	آب را آریم از پستی زبر
ہم بیلچے کی ضرب اور تبر کی تیزی سے	پانی کو نیچے سے اوپر لے آئیں گے

مابزخم الخ۔یعنی ہم بیلچے کے زخم سے اور کلہاڑی کی تیزی سے پانی کو پستی سے اوپر لے آئیں گے۔(احمق الناس یہ سمجھا کہ ایک حد معین تک نیچے ہو جائے گا وہاں سے نکال لائیں گے) آخر یہ نتیجہ ہوا کہ

شب بخفت و دید او یک شیر مرد	زد طپانچہ ہر دو چشمش کور کرد
وہ رات کو سویا اور اس نے ایک بہادر مرد کو دیکھا	اس (مرد) نے اسکے منہ پر طمانچہ مارا دونوں آنکھوں کو اندھا کر دیا

شب الخ۔یعنی رات کو سویا تو ایک شیر مرد کو دیکھا اس نے ایک طمانچہ مارا اور اس کی آنکھیں اندھی کر دیں۔

گفت زیں دو چشمۂ چشم اے شقی	با تبر نورے برآر ار صادقی
اس نے کہا اے بدبخت! آنکھوں کے ان دو چشموں سے	اگر تو سچا ہے تو تبر کے ذریعہ روشنی نکال لے

گفت الخ۔یعنی اس شیر مرد نے کہا کہ اس آنکھ کے دونوں چشموں سے اے شقی کلہاڑی سے نور نکال لے اگر صادق ہے تو یہاں یہ شبہ نہ ہو کہ اس نے تو اس پانی ظاہری کو کہا تھا کہ ہم کدال وغیرہ سے نکال لیں گے آب چشم کو تھوڑا ہی کہا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں کدال وغیرہ سے بھی مراد یہ کدال متعارف نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ جو آلات کہ اس کے لئے متعارف ہیں ان کو کام میں لا اور ان سے اس آب کو جاری کر لے اللہ بچائے خدا پناہ میں رکھے۔ عناد عن الحق اور عناد اھل حق بہت بری اور نقصان دہ شے ہے کہ اس سے نقصان ظاہری و باطنی دونوں ہیں اے اللہ مجھے گناہوں سے بچا اور ہمت دے۔ اور اپنی اور اپنے اولیاء اور انبیاء کی محبت دے آمین یارب العالمین۔

روز گشت و چشم خود را کور دید	نور فائض از دو چشمش ناپدید
دن ہو گیا اور اس نے اپنی آنکھوں کو اندھا دیکھا	بہنے والا نور اس کی دونوں آنکھوں سے غائب ہو گیا

روز الخ۔یعنی صبح کو اٹھا تو دونوں آنکھیں اندھی دیکھیں اور نور فائض کو دونوں آنکھوں سے غائب پایا تو دیکھو لو کہ اس بے ادبی کی کس قدر سخت سزا ملی ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

گر بنالیدے و مستغفر شدے	نور رفتہ از کرم ظاہر شدے
اگر وہ روتا اور توبہ کرنے والا ہوتا	تو مہربانی کی وجہ سے گیا ہوا نور ظاہر ہو جاتا

www.besturdubooks.wordpress.com

گر بنالیدے الخ۔ یعنی اگر یہ روتا اور استغفار کرتا تو نور گیا ہوا حق تعالیٰ کے کرم سے ظاہر ہو جاتا مطلب یہ کہ اگر اس گستاخی سے توبہ کر لیتا تو گناہ معاف ہو جاتا اور عذاب زائل ہو جاتا آگے فرماتے ہیں کہ

لیک استغفار ہم در دست نیست	ذوق توبہ نقل ہر سرمست نیست
لیکن توبہ بھی اپنے بس میں نہیں ہے	توبہ کا ذوق ہر مست کا چبینا نہیں ہے

لیک الخ۔ یعنی لیکن استغفار بھی قدرت میں نہیں ہے اور توبہ کا ذوق ہر سرمست کا جھوٹا نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ وہ توبہ تو کر لیتا مگر توبہ بھی تو اختیار میں نہیں ہے توبہ بھی تو جب ہی نصیب ہوتی ہے جبکہ توفیق ہو اس لئے کہ توبہ کہتے ہیں کسی فعل پر قلب کے منفعل اور نادم ہونے کو تو اگر بالفرض والمحال مان لیا جائے کہ زبان سے کہنا اس کے اختیار میں ہو تو اس انفعال اور ندامت کو کہاں سے لائے گا جو توبہ کے لئے جزو اعظم ہے اس لئے کہ گناہ کرنے سے اول قلب پر سیاہی جمتی ہے یہاں تک کہ حق تعالیٰ سے غایت بعد ہو جاتا ہے اور پھر بھی اگر اس پر اصرار ہوتا ہے تو نعوذ باللہ حق تعالیٰ سے عناد اور بغض ہو جاتا ہے والعیاذ باللہ یہ بہت سخت بات ہے حق تعالیٰ ہی اس سے بچائیں تو بچ سکتا ہے لہٰذا گناہ کر کے یہ سمجھنا کہ توبہ کر لیں گے بڑی غلطی ہے اس لئے کہ بعض مرتبہ توبہ نصیب نہیں ہوتی اور اسی حالت پر خاتمہ ہو جاتا ہے اور کافر مرتا ہے والعیاذ باللہ گناہ ذرا سا بھی بہت بری شے ہے جیسا کہ آگ کی چنگاری کہ اگر بہت سی آگ ہے تب تو وہ کپڑے میں رکھتے ہی سب کو جلا کر بھون کر خاک کر دے گی اور اگر چھوٹی سی چنگاری ہے تو وہ اگرچہ تھوڑی دیر میں جلا دے گی مگر جلا دے گی تو ہاں اگر اس کا تدارک کر دیا گیا کہ مثلاً اس پر پانی ڈال دیا گیا تو بے شک وہ آگے نہ بڑھنے پائے گی۔ اس طرح گناہ کی حالت ہے کہ اول مرتبہ وہ بہت چھوٹا سا قلب پر داغ ہوتا ہے لیکن جب وہ بڑھ جاتا ہے اور اس کا تدارک توبہ سے نہیں کیا جاتا تو وہی مہلک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح چونکہ اس فلسفی کا عناد غایت درجہ کو پہنچ گیا تھا اس لئے اس کو بھی توفیق توبہ کی نہ ہوئی۔ نعوذ باللہ منہ آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

زشتی اعمال و شومی جحود	راہ توبہ بردل او بستہ بود
بداعمالی اور انکار کی بدبختی نے	توبہ کا راستہ اس کے دل پر بند کر دیا تھا

زشتی اعمال الخ۔ یعنی زشتی اعمال اور انکار (حق) کی نحوست کی وجہ سے توبہ کا راستہ اس کے دل پر بند ہو گیا تھا۔

دل بسختی ہمچو روئے سنگ گشت	چوں شگافد توبہ آں را بہر کشت
دل سختی کی وجہ سے پتھر کی سطح کی طرح بن گیا	توبہ کھیتی کیلئے اس کو کس طرح پھاڑے؟

دل بہ سختی الخ۔ یعنی دل تو سختی کی وجہ سے پتھر کی طرح ہو گیا تھا تو توبہ اس کو کھیتی کے لئے کس طرح پھاڑے۔ مطلب یہ کہ اگر قلب میں کچھ بھی صلاحیت و نرمی ہوتی تو ضرور توبہ سے کام چل جاتا مگر جب عناد اور قساوت قلب انتہا درجہ کو پہنچ گیا تھا تو اس میں وہ بے چاری توبہ ہی کیا اثر کرتی اور کس طرح انوار کو پیدا کرتی آگے فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں شعیبؑ کو کہ تا او از دعا	بہر کشتن خاک سازد کوہ را
(حضرت) شعیبؑ جیسا کوئی کہاں ہے کہ وہ دعا سے	پہاڑ کو بونے کے لئے مٹی بنا دے

چون شعیبی الخ۔ یعنی حضرت شعیب علیہ السلام کی طرح کون ہے کہ جو دعا سے پہاڑ کو کھیتی کے لئے نرم کر دے۔ کسی روایت کی طرف اشارہ ہے جو کہ نظر سے نہیں گزری کہ حضرت شعیبؑ کی دعا کی برکت سے پہاڑ قابل کھیتی کے ہو گیا تھا تو فرماتے ہیں کہ ویسے مبارک اور برگزیدہ نفوس کہاں ہیں کہ جو اس قساوت قلب کو دور کر کے نرم کر دیں اور انوار و معارف کو قلب میں بھر دیں جب کوئی ایسا نہیں ہے تو توبہ کس طرح نصیب ہوتی آگے ایک اور مثال اسی کے مثل فرماتے ہیں کہ

از نیاز و اعتقاد آں خلیل	گشت ممکن امر صعب مستحیل
اس پیارے کی عاجزی اور اعتقاد کی وجہ سے	سخت ناممکن کام ممکن بن گیا

از نیاز و اعتقاد الخ۔ یعنی حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے اعتقاد اور نیاز کی وجہ سے ایک امر سخت اور محال ممکن ہو گیا۔ مطلب یہ کہ دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چونکہ اعتقاد پختہ تھا اس لئے آگ گلزار ہو گئی جو ایک محال اور غیر ممکن بات تھی تو یہ صرف اس لئے تھا کہ ان کا قلب مبارک نرم اور حق تعالیٰ کے سامنے خاشع خاضع تھا اور فرماتے ہیں کہ

یا بدریوزہ مقوقس از رسول	سنگلاخے مزرعے شد باوصول
یا مقوقس کی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے درخواست کی وجہ سے	پتھریلی زمین پیداوار والا کھیت بن گئی

یا بدریوزہ الخ۔ یعنی یا کہ مقوقس بادشاہ کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے سے ایک سخت زمین قابل زراعت اور باوصول ہو گئی تھی (کہ اس سے محصول وغیرہ وصول ہونے لگا تھا) مطلب یہ کہ مقوقس بادشاہ نے جبکہ سوال کیا اور عاجزی کی تو اس کی یہ برکت ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ایک بنجر زمین قابل زراعت ہو گئی یہ روایت بھی کہیں نظر سے نہیں گزری۔ مقوقس ایک بادشاہ ہے جس نے کہ قاصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی عزت کی تھی مگر مسلمان نہ ہوا تھا تو یہ ساری برکتیں عاجزی اور انکساری اور نرم دلی کی ہیں آگے فرماتے ہیں کہ

ہمچنیں برعکس آں انکار مرد	مس کند زر را و صلحے را نبرد
اسی طرح انسان کا انکار الٹا	سونے کو تانبا اور صلح کو جنگ بنا دیتا ہے

ہمچنین برعکس الخ۔ یعنی اسی طرح برعکس اس کے اس کے انکار پر سونا تانبا ہو جائے اور صلح لڑائی ہو جائے۔ مطلب یہ اگر قلب قاسی اسی حد سے دعا بھی کرے تو اس کا بھی اثر الٹا ہی ہوتا ہے کہ جو دوسرے کو توبہ سے انوار ہوتے اس کے حق میں وہی دعا مہلک اور نقصان دہ ہوتی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کہربائے مسخ آمد ایں دعا	خاک قابل را کند سنگ وحصیٰ
یہ (بداعتقادی کی) پکار مسخ کی کہربا ہے	جو (کھیتی کے) قابل زمین کو پتھر و کنکر بنا دیتی ہے

کہربائے مسخ الخ۔ یعنی یہ دعا مسخ کو کھینچنے والی ہوتی ہے اور خاک قابل کو بھی پتھر اور کنکر ہی کر دیتی ہے مطلب یہ کہ اس کا اثر الٹا ہی ہوتا ہے کہ بجائے انوار کے ظلمت پیدا ہوتی ہے اور فرماتے ہیں کہ

ہر دلے را سجدہ ہم دستور نیست	مزد رحمت قسم ہر مزدور نیست
ہر دل کو سجدہ کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے	ہر مزدور کی مزدوری کا رحمت میں حصہ نہیں ہے

ہر دلے را سجدہ الخ۔ یعنی ہر دل کو سجدہ کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے اور مزدوری رحمت ہر مزدور کا حصہ نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ اصل یہ ہے کہ جیسا کہ اوپر کہا ہے کس "لیک استغفار ہم در دست نست" الخ عاجزی اور نرمی قلب بھی قدرت میں نہیں ہے بلکہ ہندی کی مثل مشہور ہے کہ جس کو پیا چاہے وہی سہاگن لہٰذا اس بھروسہ پر کہ توبہ کر لیں گے ہرگز گناہ مت کرو اس لئے کہ معلوم نہیں کہ حقیقت توبہ نصیب ہو یا نہ ہو اور وہ انفعال قلبی جو کہ توبہ میں اصل مقصود ہے حاصل ہو یا نہ ہو آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

ہیں بہ پشت آں مکن جرم وگناہ	کہ کنم توبہ در آیم در پناہ
خبردار! اس کے بھروسہ جرم اور گناہ نہ کر	کہ میں توبہ کر لوں گا پناہ میں آ جاؤں گا

ہین بہ پشت آن الخ یعنی اس بھروسہ پر جرم وگناہ ہرگز مت کرو کہ توبہ کر لونگا اور پناہ (حق) میں آ جاؤنگا اس لئے کہ

می باید تاب و آبے توبہ را	شرط شد برق وسحابے توبہ را
توبہ کے لئے سوزش اور آنسو درکار ہیں	توبہ کے لئے بجلی اور ابر شرط ہے

می باید تاب الخ۔ یعنی توبہ کے لئے ایک سوزش کی ضرورت اور ایک بارش کی اس لئے کہ توبہ کی شرط ہی برق اور سحاب آئی ہے۔ مطلب یہ کہ توبہ کے لئے ضروری ہے کہ احتراق وانفعال قلب مع تحرک لسان کے ہو اسباب ظاہری بھی ہوں اور اسباب باطنی کہ تحرق قلب اور ندامت اور (انفعال ہے) بھی ہوں اور یہ اختیار میں نہیں ہے پھر کس بوتہ پر اور کس بھروسہ پر گناہ کرتے ہو۔ آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ

آتش و آبے بباید میوہ را	واجب آمد ابر و برق ایں شیوہ را
میوے کے لئے گرمی اور پانی چاہیے	اس طریقہ کے لئے۔ ابر اور برق ضروری ہے

آتش و آبے الخ۔ یعنی پانی اور گرمی میوہ (کی پختگی) کے لئے ضروری ہیں اور اس طریقہ کے لئے ابر و برق ضروری ہے جب تک حرارت اور پانی دونوں درخت کو نہ پہنچیں اس وقت تک میوہ پختہ ہی نہیں ہو سکتا جیسا کہ ظاہر ہے پس اسی طرح قلب کے کرنے کے لئے اور اخلاق حمیدہ کو پختہ کرنے کو اور قلب کی قساوت کے دور کرنے کے

www.besturdubooks.wordpress.com

لئے بھی ایک گرمی اور دوسرے پانی کی ضرورت ہے اور وہ گرمی تو تحرق قلب ہے اور وہ پانی اس کے لئے گریہ اور آب چشم ہے۔ جب گناہ پر انفعال ظاہری اور باطنی دونوں ہونگے تو اثر یعنی ترقی ضرور حاصل ہوگی اسی کو فرماتے ہیں کہ

تانباشد برق دل و آب دو چشم	کے نشیند آتش تہدید و خشم
جب تک دل کی بجلی اور دونوں آنکھوں کا پانی نہ ہو	دھمکی اور غصہ کی آگ کب فرو ہو سکتی ہے؟

تانباشد برق الخ۔ یعنی جب تک کہ دل کی جلن اور دونوں آنکھوں کا پانی نہ ہو غصہ اور سختی کی آگ کیا بیٹھ سکتی ہے مطلب وہی کہ جب تک انفعال کلی نہ ہو اسوقت تک حق تعالیٰ کے غصہ اور ان کی سختی کی آگ کب بجھ سکتی ہے آگے ایک اور مثال دیتے ہیں کہ

تانباشد گریۂ ابراز مطر	تانباشد خندۂ برق اے پسر
جب تک ابر کا رونا بارش کے ذریعہ نہ ہو	اے صاحبزادے! جب تک بجلی کا قہقہ نہ ہو

تانباشد گریہ ابر الخ۔ یعنی اے صاحبزادے جب تک ابر کا گریہ مطر سے نہ ہو اور جب تک کہ برق کا خندہ نہ ہو یعنی خود برق ہی نہ ہو اس کے خندہ سے مراد اس کی چمک ہے مطلب یہ کہ جب تک ابر و برق نہ ہو

کے بروید سبزۂ ذوق وصال	کے بجوشد چشمہا ز آب زلال
وصال کے ذوق کا سبزہ کب اگتا ہے؟	نیز پانی کے چشمے کب جوش میں آتے ہیں؟

کے بروید سبزۂ الخ۔ یعنی ذوق وصال کے سبزے کب جم سکتے ہیں اور آب زلال کے چشمے کب جوش مار سکتے ہیں مطلب یہ کہ بہار کب آسکتی ہے جب تک کہ بارش نہ ہو۔ اسی طرح حق تعالیٰ کا وصل کب حاصل ہو سکتا ہے اور ان کی رحمت کے چشمے کب جوش مار سکتے ہیں جب تک کہ عصیان پر انفعال کلی نہ ہو۔ آگے فرماتے ہیں کہ

کے گلستاں راز گوید با چمن	کے بنفشہ عہد بندد با سمن
گلستان چمن سے راز کب کہتا ہے؟	بنفشہ سمن کے ساتھ دوستی کب کرتا ہے؟

کے گلستان راز الخ۔ یعنی گلستان چمن سے کب راز کہے اور بنفشہ سمن کے ساتھ کب عہد باندھے کے خیار کف کشاید الخ۔ یعنی کب چنار دعا کے لئے ہاتھ کھولے اور کب کوئی درخت میوہ کو جھاڑے۔

کے چنارے کف کشاید در دعا	کے درختے سر فشاند در ہوا
دعا کے لئے چنار ہاتھ کب پھیلاتا ہے؟	ہوا میں درخت کب جھومتا ہے؟
کے شگوفہ آستین پر نثار	برفشاندن گیرد ایام بہار
نچھاور سے بھری ہوئی آستین شگوفہ کب	بکھیرتا ہے موسم بہار میں؟

کے شگوفہ آستین الخ۔ یعنی کب شگوفہ آستین پر نثار کو ایام بہار پر جھاڑنا شروع کرے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کے فروزد لالہ را رخ ہمچو خوں	کے گل از کیسہ برآرد زر بروں
خون جیسے (رنگ) سے لالہ چہرے کو کب منکاتا ہے؟	پھول تھیلی سے سونا کب نکالتا ہے؟

کے فروزد لالہ را الخ۔ یعنی لالہ کا منہ خون کی طرح کب چمکے اور پھول تھیلی میں سے سونا کب نکالے مطلب یہ کہ غنچہ سے شگفتہ کب ہوسکتا ہے اگر بہار نہ ہو۔

کے بیاید بلبل و گل بوکند	کے چو طالب فاختہ کوکو کند
بلبل کب آئے اور پھول کو سونگھے؟	عاشق کی طرح فاختہ کہاں ہے کہاں کب کرے؟

کے بیاید بلبل وگل الخ۔ یعنی کب بلبل آوے اور پھول کو سونگھے اور کب فاختہ طالب کی طرح کوکو کرے۔ چونکہ کوکو کے معنی ہیں کہاں کہاں اس لئے اس کو طالب سے تشبیہ دیدی کہ گویا مطلوب کو تلاش کررہی ہے۔

کے بگوید لک لک آں لکلک بجان	لک چہ باشد ملک کک اے مستعان
لق لق لک لک (دل اور) جان سے کب کہے؟	لک کیا ہوتا ہے؟ اے مددگار ملک تیرا ہے

کے بگوید لک لک الخ۔ یعنی لقلق کب لک لک کہے جان سے (آگے لطیفہ فرماتے ہیں کہ) لک کیا ہوتا ہے الملک لک اے مستعان. مطلب یہ کہ وہ جو لک لک کہتا ہے اور اس کے معنی ہیں کہ الملک لک اے اللہ ملک تیرا ہی ہے۔

کے نماید خاک اسرار ضمیر	کے شود چوں آسماں بستاں منیر
زمین دل کے راز کب ظاہر کرے؟	باغ آسمان جیسا روشن کب ہے؟

کے نماید خاک الخ۔ یعنی خاک پوشیدہ اسرار کو کب ظاہر کرے اور باغ آسمان کی طرح چمکدار کب ہو تو یہ کل بہاریں اور ثمار جب تک کہ بارش نہ ہو اور بجلی نہ چمکے اس وقت تک ہرگز بھی ظاہر نہیں ہوسکتے اسی طرح جس وقت توبہ کے اندر تحرق قلب نہ ہو اور آنکھ سے آنسو جاری نہ ہوں اس وقت تک انوار وفیوض و برکات کب حاصل ہوسکتے ہیں توبہ کی برکت تو اسی کو نصیب ہوگی کہ جو کہ توبہ کی حقیقت کو بجالایا ہو اور عصیان پر بارش کی طرح آنسو بہائے ہوں اور بجلی کی طرح قلب تڑپا ہو اور جلا ہو اور بے کل ہوا ہو اور جب تک یہ نہیں ہے اس وقت تک ہرگز اس کی حقیقت اور اس کے برکات کو حاصل نہیں کرسکتے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

از کجا آوردہ اند ایں حلہا	من کریم من رحیم کلہا
یہ پوشاکیں کہاں سے لائے ہیں؟	سب کی سب کریم (اور) رحیم کی جانب سے ہیں

از کجا آوردہ اند الخ۔ یعنی یہ سارے حلے کہاں سے لائے ہیں یہ سارے ایک کریم رحیم کے پاس سے لائے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں۔ مطلب یہ کہ اوپر جو باغ و بہار کو بیان کیا گیا ہے اور مختلف الوان بیان کئے گئے ہیں کوئی کسی رنگ میں ہے اور کوئی کسی میں یہ سب کے سب حق تعالیٰ کی دین ہے۔ بس وہاں سے ملے ہیں اور یہ سب عطائے حق ہے اور فرماتے ہیں کہ

آں لطافتہا نشان شاہدیست	ایں نشانہا پائمرد عابدیست
وہ پاکیزگیاں محبوب کی نشانی ہیں	یہ نشانیاں عابد کی مددگار ہیں

ان لطافتہا الخ۔ یعنی یہ لطافتیں ایک ایسے محبوب کی نشانیاں ہیں کہ اس پر ہر دم سینکڑوں جانیں فدا ہیں کہ ان نشانیوں سے اس کی ذات پر استدلال ہوتا ہے اور مصنوعات کے دیکھنے سے کمال صانع اور وجود صانع پر استدلال ہوتا ہے مگر ان استدلال کرنے والوں میں بھی فرق ہے آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

آں شود شاد از نشاں کو دیدہ شاہ	چوں ندید او را نباشد انتباہ
نشانی سے وہ خوش ہوتا ہے جس نے شاہ کو دیکھا ہو	جب اس کو نہ دیکھا ہو آگاہی نہ ہو گی

آن شود شاد الخ۔ یعنی نشانی سے تو وہ خوش ہوتا ہے کہ جس نے بادشاہ کو دیکھا اور جب اس کو نہ دیکھا تو اس سے متنبہ نہ ہوگا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ مصنوعات صانع کے وجود اور کمال پر دال ہیں لیکن استدلال کرنے والوں میں فرق ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک تو وہ شخص ہے کہ جس نے بادشاہ کو دیکھا ہے اور اس کے بعد وہ اس کی تصویر کو دیکھے تو اس شخص کے سامنے بالکل وہی فوٹو کھنچ جائے گا کہ وہ جود و کرم کر رہا ہے اور اس نے مجھ پر لاکھوں احسانات کئے ہیں وغیرہ ذلک غرضیکہ اس پر تو ایک وجد کی حالت ہوگی اور بے حد خوش ہوگا اور دوسرا وہ شخص ہے کہ جس نے بادشاہ کو کبھی نہیں دیکھا بلکہ آج اول مرتبہ اس کی تصویر دیکھی ہے تو وہ صرف یہ دیکھے گا کہ اس کے اندر کس قدر نقش و نگار ہیں اور دیکھو اس کی اچکن کی بیل کس قدر اچھی ہے۔ وغیرہ ذلک مگر اس کو اس کے دیکھنے سے کوئی لطف خاص حاصل نہیں ہوا اور وہ اس پہلے شخص پر ہنستا ہے کہ بھلا دیکھو کہ اس میں کیا رکھا ہے کہ جس کو دیکھ کر اس کی یہ حالت ہوگئی مگر افسوس کہ اس کو ان انعامات اور احسانات کی خبر بھی نہیں ہے اور یہ صرف اس کی ظاہر تصویر ہی کو دیکھ رہا ہے اس کے اوصاف و کمالات پر مطلق نظر ہی نہیں ہے اسی طرح جو شخص کہ حق تعالیٰ کا قرب حاصل کر چکا ہو اور فنا ہو چکا ہو وہ تو ان مصنوعات کو دیکھ کر وجد میں آ جائے گا اور کہے گا کہ

ع حسن خویش از روئے خوبان آشکارا کردۂ

غرضیکہ فرماتے ہیں کہ جس نے چاشنی وصل چکھی ہو وہ ان چیزوں سے لطف حاصل کر سکتا ہے ورنہ دوسرے کو کیا خبر ہو سکتی ہے۔ کہ یہ چیزیں کس پر دال ہیں وہ تو صرف ان چیزوں کی خوبی کو دیکھے گا اور دوسرا اس کی خوبی سے اس کے بنانے والے کی خوبی کو دیکھے گا تو ان دونوں میں جو فرق ہوگا وہ ظاہر ہے آگے بھی یہی فرماتے ہیں کہ

روح آنکس کو بہنگام الست	دید رب خویش و شد بے ہوش و مست
اس شخص کی روح جس نے الست کے وقت	اپنے رب کو دیکھا اور مست و بے خود ہوا

روح آنکس کوالخ۔ یعنی اس شخص کی روح خوش ہوگی کہ جس نے الست کے وقت اپنے رب کو دیکھ لیا اور بے خود اور مست ہو گیا۔ مطلب یہ کہ ان مصنوعات کے دیکھنے سے اس کی روح خوش ہوگی اور وہ شخص شاداں وفرحان ہوگا کہ جو ازل ہی سے فنا ہو چکا ہو اور حق تعالیٰ کے قرب و دیدار سے مشرف ہو چکا ہو آگے ایک مثال دیتے ہیں کہ

او شناسد بوئے مے کو مے خورد	چوں نخوردا و مے چہ داند بوئے کرد
شراب کی بو وہ پہچانتا ہے جو شراب پئے	جب اس نے شراب پی نہیں وہ سونگھا کیا جانے؟

او شناسد بوئے کہ الخ۔ یعنی شراب کی بو کو وہ پہچان سکتا ہے کہ جس نے شراب پی ہو اور جب پی ہی نہ ہو تو وہ کیا تمیز کر سکتا ہے اسی طرح جس نے کبھی حق تعالیٰ کی تجلیات وانوار کو دیکھا ہو اور جس کو قرب حاصل ہوا ہو وہ تو نشانیوں سے پہچان لے گا کہ یہ اس کی نشانی ہے اور جس نے کبھی دیکھا ہی نہ ہو بلکہ کبھی پاس بھی نہ پھٹکا ہو اس کو کیا خبر کہ یہ کس کی نشانی ہے اور کس پر دال ہے۔ ہاں خود اس نشانی ہی میں کچھ تھوڑی بہت خوبی بیان کر سکتا ہے ایک اور مثال فرماتے ہیں کہ

زانکہ حکمت ناقۂ ضالہ است	ہمچو دلالہ شہاں را دالہ است
کیونکہ دانائی گم شدہ اونٹنی ہے	دلالہ کی طرح شاہوں کے لئے رہنما ہے

زانکہ حکمت الخ۔ یعنی اسلئے کہ حکمت مومن کے لئے گم شدہ چیز ہے مثل اس دلالہ کے کہ بادشاہ کو بتلانے والی ہے حدیث میں ہے کہ کلمة الحق ضالة المومن تو جس طرح مومن کے سامنے جب کوئی کلمہ حق کہا جاتا ہے تو اس کا قلب فوراً اس کو قبول کر لیتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ پہلے سے بھی دل ہی میں تھا لیکن ذہول تھا ورنہ اگر پہلے سے دل میں نہ ہوتا تو پھر اس کا تصدیق کرنا اور اس کو مان لینا اس کے کیا معنی ہیں تصدیق تو اسی شے کی ہوتی ہے جو کہ پہلے سے معلوم ہو۔ اسی طرح آیات حق کو دیکھ کر ذات حق پر دلالت ہوتی ہے اور وہ پہلے سے بھی قلب میں تھی مگر اس سے ذہول ہونے کی وجہ سے التفات نہ تھا اور جبکہ کوئی نشانی سامنے آ گئی تو اب فوراً اس ذات کی طرف توجہ ہوگئی اور معلوم ہو گیا کہ وہی ہے کہ جس کو روز الست دیکھا تھا۔ اور یہ بات ہر مسلمان کو حاصل ہے اس لئے کہ جن کو ذہول کم ہوتا ہے ان کو صرف آیت کے دیکھنے سے التفات ہو جاتا ہے اور جن کو ذہول زیادہ ہوتا ہے انکو زبان سے کہہ دینے سے متنبہ ہو جاتا ہے۔ اور فوراً اُس طرف التفات ہو جاتا ہے۔ تو اگر پہلے سے ذات کو جانتے نہیں تو یہ التفات آخر کس کی طرف ہے غرض کہ اختلاف استعداد سے اختلاف ہوتا ہے ورنہ یہ حالت تمام مسلمانوں کے اندر عام ہے خوب سمجھ لو۔ آگے ایک اور مثال دیتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مثلاً تم کو کسی کام کی ضرورت ہے اور اس کے لئے تم دعائیں کر رہے ہو اور اس کی طلب میں بہت ہی بے چین ہو حتیٰ کہ جب تم رات کو سوؤ تو ایک شخص آ کر تم کو بشارت دے کہ تمہارا کام کل ہو جائے گا اور میرے اس قول کے صحیح ہونے کی علامت ہے کہ میں تم سے ایک بات کہتا ہوں جو کہ کل ہی صادق ہوگی بس اگر وہ صادق ہو تو میرے اس قول کو بھی سچ ماننا ورنہ غلط سمجھنا اور وہ یہ ہے کہ کل صبح فلاں شخص جو کہ ایسی ایسی صورت کا ہوگا تمہارے سامنے آئے گا اور وہ سوار بھی ہوگا اور

www.besturdubooks.wordpress.com

جب تم کو دیکھے گا تو ہنسے گا بھی اور تم سے بغلگیر بھی ہوگا اور سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ تم کل کو اس خواب کو اگر کسی کے سامنے ظاہر بھی کرنا چاہو گے تو ظاہر نہ کر سکو گے اور تمام باتیں کرو گے مگر جب اس کو زبان پر لاؤ گے فوراً زبان بند ہو جائے گی وغیرہ غرضکہ اس نے خوب نشانیاں بتائیں اب جو صبح ہوئی تو تم اس علامت کی تلاش میں چلے یہاں تک کہ تلاش کرتے کرتے وہ مل بھی گیا اور ساری نشانیاں پوری ہو گئیں تو اب تمہاری یہ حالت ہے کہ لوٹتے ہو اور مارے خوشی کے پھولے نہیں سماتے۔ تم کو اس پر وجد ہے کہ بس نشانی تو پوری ہو گئی ہے اب مقصود بھی حاصل ہو جائے گا لیکن دوسرا شخص جس نے یہ نشانی نہیں دیکھی وہ تمہاری اس حالت پر متعجب ہے کہ یہ تو مثل دوسروں کے ایک سوار ہے پھر اس کو دیکھ کر اس کی یہ حالت کیوں ہے تو اگر تم کو اس کا تعجب معلوم ہو تو تم اس سے یہ ہی کہو کہ من کہ بکچند زدم مہر خموشی برلب تو چہ دانی کہ درین پردہ چہ سودا کردم + اسی طرح جن کو قرب حق نصیب ہے وہ ان مصنوعات کو دیکھتے ہیں اور ان کے لئے یہ چیزیں آئینۂ جمال حق ہوتی ہیں اور دوسرے کے لئے حسن ظاہری ہی ہوتا ہے اس کو اس ذات کی کیا خبر کہ جس پر ان کی دلالت ہے اب اشعار سے سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ

تو بہ بینی خواب در یک خوش لقا	کو دہد وعدہ و نشانے مر ترا
تو خواب میں ایک حسین کو دیکھتا ہے	جو تجھے وعدہ اور نشانی عطا کرتا ہے

تو بہ بینی خواب الخ۔ یعنی تم خواب میں ایک خوش لقا کو دیکھو کہ وہ تم کو ایک وعدہ اور ایک نشانی دے۔

کہ مراد تو شود اینک نشاں	کہ بہ پیش آید ترا فردا فلاں
کہ تیرا مقصد پورا ہو جائے گا' یہ نشانی ہے	کہ فلاں شخص کل تیرے سامنے آئے گا

کہ مراد تو الخ۔ یعنی کہ مراد تیری (حاصل) ہوگی اور نشانی یہ ہے کہ کل کو تیرے سامنے فلاں آئے گا۔

یک نشانے آنکہ او باشد سوار	یک نشانے کہ ترا گیرد کنار
ایک نشانی یہ ہے کہ وہ سوار ہو گا	ایک نشانی یہ ہے کہ تجھ سے بغلگیر ہو گا

یک نشانے آنکہ الخ۔ یعنی اور ایک نشانی یہ کہ وہ سوار ہوگا اور ایک نشانی یہ کہ تجھ کو کنار میں لے گا۔

یک نشانی کہ بخندد پیش تو	یک نشاں کہ دست بندد پیش تو
ایک نشانی یہ ہے وہ تیرے سامنے ہنسے گا	ایک نشانی یہ ہے کہ وہ تیرے سامنے ہاتھ باندھے گا

یک نشانے کہ الخ۔ یعنی ایک نشانی یہ کہ وہ تمہارے سامنے ہنسے گا اور ایک نشانی یہ کہ وہ تمہارے سامنے ہاتھ باندھے گا۔

یک نشانے آنکہ ایں خواب از ہوس	چوں شود فردا نگوئی پیش کس
ایک نشانی یہ ہے کہ وہ خواب فاش سے	کل جب ہو گی تو کسی سے نہ کہہ سکے گا

یک نشانی آنکہ الخ۔ یعنی ایک نشانی یہ ہے کہ یہ خواب ہوس کی وجہ سے جب کل ہو گی تو کسی سے تم کہہ نہ سکو گے اس سے مراد یہ کہ جیسے عجیب خواب کے بیان کی ہوس ہوتی ہے اس طرح اس کو بیان ہی نہ کر سکو گے اور قرآن شریف

www.besturdubooks.wordpress.com

میں بھی جو آیا ہے کہ وآیتک الاتکلم الناس ثلثة ایام الارمزا اس کے معنی محققین یہی کہتے ہیں کہ بات کرنہ سکو گے بجز تسبیح وتہلیل کے اور کسی بات پر قادر ہی نہ ہو گے۔ آگے مولانا بھی اسی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ

زاں نشان با والد یحیٰؑ بگفت	کہ نیائی تا سہ روز اصلا بگفت
یہ نشانی (حضرت) یحیٰؑ کے والد سے کہی	کہ تو تین روز تک بات نہ کرے گا

زان نشان باوالدالخ۔ یعنی یہی نشان حضرت یحیٰؑ علیہ السلام کے والد سے بھی کہے تھے کہ تین روز تک تم نہ بول سکو گے مطلب یہ کہ یہ نشانی کوئی نئی نہیں ہے بلکہ حق تعالیٰ نے پہلے بھی حضرت زکریا علیہ السلام کے لیے بھی نشانی فرمائی تھی اور یہ فرمایا تھا کہ

دم مزن سہ روز ازیں اے نیک خو	کایں سکوت ست آیت مقصود تو
اے نیک عادت والے اس بارے میں تین دن تک دم نہ مارنا	یہ خاموشی تیرا مقصود (حاصل ہونے) کی علامت ہے

دم مزن سہ الخ۔ یعنی تین روز تک بالکل گفتگو مت کرنا کہ تمہارے مقصود (کے حصول) کی نشانی سکوت ہی ہے بس اسی طرح وہ شخص بھی تم سے کہے کہ دیکھو اس بات کو تم کسی کے سامنے کہہ نہ سکو گے آگے اسی کو فرماتے ہیں اور رجوع بہ قصہ کی طرف فرماتے ہیں کہ

ہیں میاور ایں نشانے را بگفت	ویں سخن را دار اندر دل نہفت
خبردار! یہ نشانی کسی کو نہ بتانا	اس بات کو دل میں چھپائے رکھنا

ہین میاور این الخ۔ یعنی اس نشانی کو ہرگز بیان مت کرنا اور اس بات کو دل میں پوشیدہ رکھنا۔

تا سہ شب خامش کن از نیک و بدت	ایں نشاں باشد کہ یحیٰؑ آیدت
تین رات تک اچھی بری بات سے چپ رہنا	یہ نشانی ہوگی کہ یحیٰؑ تیرے پاس پیدا ہو کر آئے گا

تا سہ شب خامش الخ۔ یعنی تین رات تک اس اپنے نیک و بد سے خاموش رہنا یہ نشانی ہے کہ یحیٰؑ علیہ السلام آپ کے پاس آئیں گے اور حکم ہوا تھا کہ

ایں نشانہا گویدت ہمچوں شکر	ایں چہ باشد صد نشانے ہمدگر
شکر کی طرح یہ نشانیاں تجھ سے کہے گا	یہ کیا! دوسری سو نشانیاں بھی (کہے گا)

این نشانہا الخ۔ یعنی وہ یہ نشانیاں تجھ سے شیرینی (اور محبت) کے ساتھ کہی اور یہ کیا ہیں ایسی اور سینکڑوں نشانیاں بتادے اور کہہ کہ

ایں نشان آں بود کاں ملک وجاہ	کہ ہمی جوئی بیابی از الٰہ
یہ اس کی نشانی ہوگی جو ملک و مرتبہ	تو چاہتا ہے وہ خدا کی جانب سے پالے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

این نشان آن الخ۔ یعنی یہ اس بات کی نشانی ہے کہ جو ملک وجاہ تم ڈھونڈرہے ہواس کو حق تعالیٰ کے یہاں سے پاؤ گے۔

آنکہ می گری بہ شبہائے دراز	وانکہ می سوزی سحر گہ در نیاز
جس کے لئے تو لمبی راتوں میں روتا رہا ہے	اور جس کے لئے صبح کے وقت عاجزی میں جلتا رہا ہے

آنکہ می گریی الخ۔ یعنی وہ (مقصود) کہ تو (اس کے لئے) دراز راتوں کو روتا ہے اور وہ کہ تو صبح کو عاجزی سے (اس کے لئے) جلتا ہے

وانکہ بے آں روزتو تاریک شد	ہمچو دو کے گردنت باریک شد
وہ جس کے بغیر تیرا دن تاریک ہو گیا ہے	تیری گردن تکلے کی طرح باریک ہو گئی ہے

وانکہ بے آن الخ۔ یعنی وہ کہ بے اس کے تیرا دن تاریک ہو گیا ہے اور تکلے کی طرح تیری گردن باریک ہو گئی ہے۔

وانکہ دادی ہر چہ داری درزکات	چوں زکات پاک بازاں رختہاست
وہ (جس کیلئے) تو نے اپنا سب کچھ لٹا دیا	جبکہ پاکبازوں کی خیرات' سامان ہوتا ہے
رختہا دادی و خواب و رنگ رو	سر فدا کردی و گشتی ہمچو مو
(جس کیلئے) تو نے سامان اور نیند اور چہرے کی آب وتاب لٹا دی	سر کو قربان کر دیا اور تو بال کی طرح بن گیا

وانکہ دادی الخ۔ یعنی وہ (مقصود) کہ (اس کے لئے) تو نے جو کچھ کر رکھا تھا زکوۃ میں دے دیا مثل پاک بازوں کی زکوۃ کے مطلب یہ کہ جس کی طلب میں تو نے اپنی جان اور اپنا مال سب خرچ کر دیا ہے۔

رختہا دادی الخ۔ یعنی اسباب دے دیئے اور نیند اور چہرہ کا رنگ اور سر کو فدا کر دیا اور بال کی طرح (دبلا) ہو گیا۔

چند در آتش نشستی ہمچو عود	چند پیش تیغ رفتی ہمچو خود
کتنی مرتبہ تو اگر کی طرح آگ میں بیٹھا؟	ڈھال کی طرح تو کتنی مرتبہ تلوار کے سامنے گیا؟

چند در آتش الخ۔ یعنی کتنی ہی بار تم (اس کے لئے) آگ میں عود کی طرح بیٹھے ہو اور کتنی ہی مرتبہ خود کی طرح تلوار کے سامنے گئے ہو مطلب یہ کہ اس کی طلب اور تلاش میں طرح طرح کی تکالیف اور کاوشیں برداشت کی ہیں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

زیں چنیں بیچار گیہا صد ہزار	خوئے عشاقست و ناید در شمار
اس طرح کی لاکھوں بے چارگیاں	عاشقوں کی عادت ہے اور وہ شمار نہیں ہو سکتیں

زیں چنیں بیچار گیہا الخ۔ یعنی ایسی ایسی لاکھوں مصیبتیں عشاق کی خصلت ہوتی ہیں جو کہ شمار میں بھی نہیں آ سکتیں مطلب یہ کہ وہ یہ کہے کہ تجھ کو تیرا وہ مقصود حاصل ہوگا کہ جس کی وجہ سے تو نے بڑی بڑی مصیبتیں اٹھائی ہیں بس وہ تو یہ کہہ چکا اور تمہاری آنکھ کھل گئی اب فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ اندر خواب دیدی حالہا	آنکہ بودے آرزویش سالہا
چونکہ تونے خواب میں وہ احوال دیکھے	جن کی برسوں سے آرزو تھی

چونکہ اندرالخ۔ یعنی جبکہ تونے خواب میں ان احوال کو دیکھ لیا جن کی آرزو میں کہ تو برسوں سے تھا۔

چونکہ شب ایں خواب دیدی روز شد	از امیدش روز تو پیروز شد
تونے جب رات کو یہ خواب دیکھا' دن ہوا	اس کی امید۔ تیرا دن کامیاب ہوا

چونکہ شب الخ۔ یعنی جب رات کو یہ خواب دیکھا اور دن ہوگیا تو اس کی (امید سے تیرا دل فیروزہ (کی طرح) ہوگیا۔

چشم گرداں کردہ بر چپ و راست	کاں نشان و آں علامتہا کجاست
تونے دائیں بائیں (جانب) آنکھیں دوڑائی ہیں	کہ وہ نشانی اور وہ علامتیں کہاں ہیں؟

چشم گردان الخ۔ یعنی تم نے دائیں بائیں نگاہ پھرانا شروع کی کہ وہ نشان اور وہ علامت کہاں ہیں۔ مطلب یہ کہ اب اسکی تلاش شروع کی۔

بر مثال برگ می لرزی کہ وائے	گر رود روز و نشاں ناید بجائے
تو پتے کی طرح لرزتا تھا کہ ہائے	اگر دن ختم ہو گیا اور نشانی نمودار نہ ہوئی

برمثال برگ الخ۔ یعنی تم پتے کی طرح کانپ رہے ہو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دن گزر جائے اور نشانی پوری نہ ہو۔

ع عشق است و ہزار بدگمانی

می دوی در کوی و بازار و سرا	چوں کسے کو گم کند گوسالہ را
تو کوچہ اور بازار اور سرائے میں دوڑتا تھا	اس شخص کی طرح جس نے بچھڑا گم کر دیا ہو

مے دوی درالخ۔ یعنی تم دوڑ رہے ہو گلی میں اور بازار میں اور سرائے میں اس شخص کی طرح کہ جس کا بچھڑا کھو گیا ہو۔ مثال اتفاقی ہے مطلب یہ کہ اس کی تلاش اور جستجو میں تم بہت ہی سرگرداں اور حیران پھرتے ہو اور اسوقت تم سے کوئی یہ کہے کہ

خواجہ خیرست ایں دوادو چیستت	گم شدہ اینجا کہ داری کیستت
جناب خیریت ہے یہ تیری بھاگ دوڑ کس لئے ہے؟	تیرا اس جگہ جو گم ہوا ہے وہ تیرا کیا لگتا ہے؟

خواجہ خیرست الخ۔ یعنی میاں خیر ہے یہ دوڑ دھوپ کیوں ہے اور یہاں کیا کھو گیا ہے اور کس کی تلاش ہے۔

گوئیش خیرست لیکن خیر من	کس نشاید کہ بداند غیر من
تو اس سے کہے گا خیریت ہے لیکن میری خیریت	مناسب نہیں ہے کہ میرے سوا کوئی جانے

www.besturdubooks.wordpress.com

گوئیش خبر الخ۔ یعنی تم اس سے کہو کہ خیر ہے لیکن میری یہ خبر کوئی شخص سوائے میرے نہیں جان سکتا اس لئے کہ

گر بگویم یک نشانم فوت شد	چوں نشاں شد فوت وقت موت شد
اگر میں ایک نشانی (بھی) بتادوں تو وہ جاتی رہی	جب نشانی جاتی رہی تو موت کا وقت آ گیا

گر بگویم الخ۔ یعنی اگر کہتا ہوں تو ایک نشانی فوت ہو جائے گی اور جب نشانی فوت ہوگی تو موت کا وقت ہو گیا۔ مطلب یہ کہ چونکہ ایک نشانی یہ تھی کہ کسی سے کہہ نہ سکو گے تو اگر میں نے کہہ دیا تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ نشانی غلط تھی اور جب یہ معلوم ہوا تو یہ بھی معلوم ہوگا کہ مقصود بھی حاصل نہ ہوگا۔ اس لئے پھر تو میری موت ہے اور پھر تو بڑی سخت مصیبت آجائے گی اور تیری یہ حالت ہے کہ

بنگری در روئے ہر مرد سوار	گویدت منگر مرا دیوانہ وار
تو ہر سوار انسان کے منہ کو تکتا ہے	وہ تجھ سے کہتا ہے مجھے دیوانوں کی طرح نہ دیکھ

بنگری در روئے الخ۔ یعنی تو ہر مرد سوار کے منہ کو دیکھے تو وہ تجھے کہے کہ مجھے دیوانے کی طرح کیوں دیکھتا ہے مطلب یہ کہ تیری یہ حالت ہو کہ جس کو سامنے سے آتا ہوا دیکھے یہ سمجھے کہ میرا مطلوب یہی ہے کہ ھر چہ پیدامی شود از دور پندارم توئی جب وہ سوار تجھ کو منع کرے تو اس سے بہ منت یوں کہے کہ

گوئیش من صاحبے گم کردہ ام	رو بجست وجوی او آوردہ ام
تو اس سے کہتا ہے میں نے ایک ساتھی گم کر دیا ہے	میں اس کی تلاش میں ہوں

گوئیش من الخ۔ یعنی تو اس سے کہے کہ میں نے ایک ساتھی کو گم کیا ہے تو اس کی جستجو میں متوجہ ہوا ہوں اور یوں کہے کہ

دولت پائندہ بادا اے سوار	رحم کن بر عاشقاں معذور دار
اے سوار! تیری دولت باقی رہے	عاشقوں پر رحم کر معذور سمجھ

دولت پائندہ الخ۔ یعنی اے سوار تیری دولت ہمیشہ رہی عاشقوں پر رحم کر اور ان کو معذور رکھ مطلب یہ کہ تم اس کی خوشامد کرنا شروع کردو۔

چوں طلب کردی بجد آمد نظر	جد خطا نکند چنیں آمد خبر
جب تو نے کوشش سے طلب کی وہ نظر آئی	حدیث میں آیا ہے کہ کوشش رائیگاں نہیں جاتی

چون طلب الخ۔ یعنی جب تم کوشش کرو تو وہ (مقصود) نظر آ ہی جائے۔ اس لئے کہ کوشش خطا نہیں کرتی اسی طرح حدیث میں آیا ہے۔ یہ اشارہ ہے ایک حدیث کی طرف کہ من طلب شیئا وجدو جد یہ حدیث صحاح میں تو نظر سے گزری نہیں ممکن ہے کہ کوئی حدیث ہو۔ مگر مضمون صحیح ہے اس لئے کہ حدیث میں ہے کہ جو

www.besturdubooks.wordpress.com

شخص طلب کرتا ہے اس میں لگا رہے تو حق تعالیٰ اس کی مدد فرماتے ہیں۔ خیر غرضیکہ تم اسی حالت میں ہو کہ

ناگہاں آمد سوارے نیک بخت	پس گرفت اندر کنارت سخت سخت
اچانک ایک نیک بخت سوار سامنے آیا	اس نے گرم جوشی سے معانقہ کیا

ناگہاں آمد الخ۔ یعنی اچانک ایک سوار نیک بخت آ گیا پھر اس نے تم کو کنار میں خوب سخت پکڑا۔

تو شدی بیہوش و افتادی بطاق	بے خبر گفت اینت سالوس و نفاق
تو بیہوش ہو گیا اور محراب میں گر پڑا	ناواقف نے کہا یہ مکر اور نفاق ہے

توشدی بے ہوش الخ۔ یعنی تو بے ہوش ہو گیا اور بالکل (چاروں خانہ چت) گر پڑا تو بے خبر بولا کہ یہ عجیب مکر اور نفاق ہے مطلب یہ کہ تم کو تورات کی باتیں اور اپنے مقصود کے حصول کی علامت معلوم ہوئی اور اس سے تم پر تو وجد کی حالت ہو گئی مگر بے خبر کہتا ہے کہ بھلا یہ تو ایک سوار تھا اس کو دیکھ کر بے ہوش ہونے کی کیا بات تھی آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

او چہ می بیند درواں شور چیست	او نداند کاں نشان وصل کیست
وہ کب دیکھتا ہے کہ اس میں یہ جذبہ کس چیز کا ہے	وہ نہیں جانتا کہ یہ کس کے ملنے کی نشانی ہے؟

او چہ می بیند الخ۔ یعنی وہ کیا دیکھتا ہے کہ اس میں کس چیز کا شور ہے اور وہ نہیں جانتا کہ یہ کس کے وصل کی علامت ہے مطلب یہ کہ اس بے خبر کو کیا خبر ہو سکتی ہے کہ یہ شور عشق اور وجد کس وجہ سے ہے وہ تو صرف اس سوار کے جسم ظاہری کو دیکھ رہا ہے اور یہ شخص اس کو اس حیثیت سے دیکھتا ہے کہ یہ میرے مقصود کو حصول کی علامت ہے اور فرماتے ہیں کہ

ایں نشاں در حق او باشد کہ دید	آں دگر را کے نشاں آید پدید
یہ نشانی اس کے لئے (ہے) جس نے مقصد سمجھا ہے	دوسرے کے لئے یہ نشانی کب واضح ہو سکتی ہے؟

این نشان در الخ۔ یعنی یہ نشانی تو اس کے حق میں ہو کہ جس نے (پہلے سے) دیکھ لیا ہو اور اس دوسرے کو کب نشان ظاہر ہو۔ مطلب یہ کہ نشانی تو اسی کے حق میں ہو گی کہ جس نے پہلے مقصود کو دیکھا ہو ورنہ دوسرے شخص کو کیا خبر کہ انہیں کیا جو ہر ہیں آگے فرماتے ہیں کہ

ہر زماں کز وے نشانے می رسد	شخص را جانے بجانے می رسد
جب بھی اس کی جانب سے کوئی نشانی ملتی ہے	(اس) شخص میں ایک نئی جان آتی ہے

ہر زمان الخ۔ یعنی ہر گھڑی کہ اس (سوار) سے کوئی نشانی ظاہر ہوتی ہے اس شخص کی جان میں ایک جان آتی ہے۔ مطلب یہ کہ جس نے پہلے اس کو خواب میں دیکھ لیا ہے وہ تو اس سے جس قدر نشانیاں دیکھتا ہے اسی قدر خوش ہوتا ہے کہ یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

سب میرے مقصود کے پورا ہونے کی علامات ہیں اور دوسرے کے لئے کچھ بھی نہیں آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ

ماہی بیچارہ را پیش آمد آب	ایں نشانہا تلک آیات الکتاب
بیچاری مچھلی کے سامنے پانی آ گیا	یہ نشانیاں تلک آیات الکتاب (بھی) ہیں

ماہی بیچارہ الخ۔ یعنی بیچاری مچھلی کے سامنے پانی آ گیا اور یہ نشانیاں (مثل) تلک آیات الکتاب کے ہیں۔ مطلب یہ کہ جس طرح مچھلی کے پانی میں جانے سے جان میں جان آ جاتی ہے اسی طرح ان نشانیوں کے دیکھنے سے تم کو فرحت ہوئی اور یہ نشانیاں ایسی صادق ہیں کہ جیسے کہ یہ قرآن شریف کی آیات ہوں کہ ان میں کسی قسم کا شبہ ہی نہیں ہوتا اسی طرح تم کو ان نشانیوں کے ظہور کے بعد حصول مقصود میں شک وشبہ ہی نہ رہا یہاں مضمون کو ختم کر کے اوپر جو کہا تھا۔ آن شود شاد از نشان کو دید شاہ +الخ اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ

پس نشانہا کہ اندر انبیاست	خاص آں جاں را بود کو آشناست
وہ نشانیاں جو انبیاء میں ہیں	وہ ان لوگوں کے لئے ہیں جو واقف کار ہیں

پس نشانہا الخ۔ یعنی پس جو نشانیاں کہ انبیاء کے اندر ہیں خاص اس جان کے لئے ہیں کہ جو آشنا ہے۔ مطلب یہ کہ جب مثالوں وغیرہ سے تم کو معلوم ہو گیا کہ جس نے پہلے سے کوئی نشانی دیکھی ہو گی اس کو علامت دیکھ کر ایک وجد کی حالت ہو گی اور اس کو بے حد خوشی ہو گی بس اس طرح جس نے کہ حق تعالیٰ کی معرفت بقدر استعداد کے معلوم کر لی ہے جب وہ انبیاء واولیاء کو دیکھے گا تو اس کو یہ آیات حق معلوم ہونگی اور وہ اس حیثیت سے دیکھے گا کہ میرے اللہ کے نبی ہیں ان کے بھیجے ہوئے ہیں اور پھر ان سے وہ نشانیاں صادر ہونگی ان کو بھی اسی نظر سے دیکھے گا تو اس کو جو فرحت اور خوشی ہو گی وہ کسی دوسرے کو ہرگز نہیں ہو سکتی جیسا کہ ظاہر ہے آگے فرماتے ہیں کہ

ایں سخن ناقص بماند و بے قرار	دل ندارم بیدلم معذور دار
یہ بات ناقص اور بکھری رہ گئی	میرا دل نہیں ہے' میں بیدل ہوں معذور سمجھ

این سخن الخ۔ یعنی بات تو ناقص رہ گئی اور بے قرار میں دل نہیں رکھتا بے دل ہوں مجھے معذور رکھو۔ مطلب یہ کہ حضرات انبیاء کے متعلق یہ تو کہہ دیا کہ ان کی نشانیوں سے وہی خوش ہو گا جس نے کہ پہلے سے نشانیاں دیکھی ہونگی لیکن ان کی نشانیاں کچھ بیان ہی نہ کیں اس لئے فرماتے ہیں کہ بھائی کیا کریں دل ہی نہیں رہا ہاتھ سے دل ہی جاتا رہا اس لئے معذور سمجھو کہ اب ہمارے اندر بیان کی تاب ہی نہیں رہی ہے۔ آج پہلو میں ہمارے دل ناشاد نہیں +کس کو دے آئے کہاں بھول اٹھے یاد نہیں۔ پس ایک عذر تو یہ ہوا دوسرا عذر ایک مثال دے کر فرماتے ہیں کہ

ذرہا را کے تواند کس شمرد	خاصہ آں کو عشق از وے عقل برد
ذروں کو کوئی کب گن سکتا ہے؟	خصوصا وہ جسکی عقل کو عشق نے ختم کر دیا ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

ذرہ ہا را الخ۔ یعنی ذروں کو کب کوئی گن سکتا ہے اور خاص کروہ شخص کہ جس کی عقل عشق کی وجہ سے زائل ہوگئی ہو مطلب یہ کہ ان کے کمالات اور ان کی نشانیاں تو بے حد ہیں ان کو گننے کی تو ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی ذرات زمین کو گننا شروع کردے تو ظاہر ہے کہ اگر قیامت تک بھی گنے جب بھی ختم نہیں ہوسکتے اس لئے اگر ان حضرات کے کمالات کو بھی گنا جائے تو ان کو بھی کوئی نہیں گن سکتا اس لئے بھی ہم معذور ہیں آگے ایک اور مثال دیتے ہیں کہ

می شمارم برگہائے باغ را	می شمارم بانگ کبک و زاغ را
میں باغ کے پتوں کو گنتا ہوں؟	میں چکور اور کوے کی آواز کو شمار کرتا ہوں؟

مے شمارم برگہائے الخ۔ یعنی میں باغ کے پتوں کو گنوں گا اور کبک وزاغ کی آواز کو گنوں گا۔ یہ شعر جزا ہے شرط محذوف کی عبادت اس طرح ہے کہ نشانیہا را شمارم پس ایں چنیں باشد۔ کہ من برگہائے باغ را می شمارم الخ۔ مطلب یہ کہ اگر میں ان کو گننا شروع کردوں تو اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے میں باغ کے پتوں کو گننا شروع کردوں اور جانوروں کی آوازوں کو گننے لگوں کہ کتنی مرتبہ تو کوا بولا اور کتنی مرتبہ کبک نے آواز کی تو ظاہر ہے کہ ان کو ہرگز احصاء نہیں کرسکتا اس لئے ان نشانیوں کا بھی احصاء نہیں کرسکتا آگے فرماتے ہیں کہ

در شمار اندر نیاید لیک من	می شمارم بہر رشد ممتحن
وہ گنتی میں نہیں آتے لیکن میں	بتلا کی رہنمائی کے لئے گنتا ہوں

در شمار اندر الخ۔ یعنی شمار میں تو نہیں آسکتے لیکن کچھ ہدایت کے واسطے شمار کرتا بھی ہوں اے ممتحن۔ مطلب یہ کہ اگر چہ احصاء تو کوئی نہیں کرسکتا مگر خیر جس قدر بھی ہوسکے گا شمار کرتا ہوں آگے اس کی مثال ہے کہ

نحس کیواں یا کہ سعد مشتری	ناید اندر حصر گرچہ بشمری
زحل کی نحوست یا مشتری کی سعادت	گنتی میں نہیں آتی ہے اگرچہ تو شمار کرے

نحس کیوں ان الخ۔ یعنی زحل کی یا مشتری کی سعادت کسی کے حصہ میں نہیں آسکتی۔ زحل اور مشتری کی نحوست سے مراد ان کے افراد یعنی ان کے جو افراد ہیں کہ زحلکی فلاں فلاں نحوستیں ہیں اور مشتری کی فلاں فلاں سعادتیں ہیں یہ کسی کے شمار میں نہیں آسکتیں۔

لیک ہم بعضے ازیں ہر دو اثر	شرح باید کرد بہر نفع و ضر
لیکن ان دونوں کے اثر کا کچھ حصہ	(لوگوں کے) نفع ونقصان کے لئے بیان کردینا چاہئے

لیک ہم بعضے الخ۔ یعنی لیکن ان دونوں کے اثروں میں سے بھی شرح کرنی چاہیے لوگوں کے نفع وضرر کے واسطے

تا شود معلوم آثار قضا	شمۂ مر اہل سعد و نحس را
تاکہ قضا (خداوندی) کے اثرات معلوم ہوجائیں	کچھ سعادت اور نحوست والوں کو

www.besturdubooks.wordpress.com

تاشود معلوم الخ۔ یعنی تاکہ معلوم ہو جائیں آثار قضا کے تھوڑے سے اہل سعد ونحس کو

طالع آں کس کہ باشد مشتری	شاد گردد از نشاط و سروری
جس کا طالع مشتری ہو	وہ نشاط اور عزت کی وجہ سے خوش رہے گا

طالع آنکس الخ۔ یعنی جس کا طالع کہ مشتری ہو وہ تو نشاط وسرداری سے خوش ہو۔

وانکہ را طالع زحل از ہر شرور	احتیاطش لازم آمد در امور
جس کا طالع زحل ہو گا ہر قسم کے شروں سے	معاملات میں اس کے لئے احتیاط ضروری ہے

وانکہ را طالع الخ۔ یعنی جس کا طالع زحل ہو اس کو تمام شرور سے تمام امور میں احتیاط لازم ہو۔

گرنگویم آں زحل استارہ را	زآتشش سوزد مرآں بیچارہ را
اگر میں اس زحل ستارے کے (متعلق) نہ کہوں	اس بیچارے کو وہ اپنی آگ سے پھونک دے

گرنگویم آن الخ۔ یعنی اگر میں اس زحل ستارہ (والے) نہ بتاؤں تو وہ اس بیچارہ کو اپنی آگ سے جلا دے۔ مطلب یہ کہ اگر ان ستاروں کے حالات معلوم ہونگے تو جس کا جیسا طالع ہوگا وہ ویسا ہی خوش یا محتاط رہے گا۔ اسی طرح حضرات انبیاءؑ کی بھی نشانیوں کو اگرچہ کوئی احصاء نہیں کرسکتا مگر پھر بھی جو کچھ بھی بیان ہوسکیں ان کو بیان کرنا ضروری ہے تاکہ ان کے مان لینے کے منافع اور انکار کے ضرر معلوم تو ہو جائیں اس کے بعد جو کوئی مانے وہ خوش وخرم ہے ورنہ اپنے ہاتھوں برباد ہو۔ آگے نفس کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ

بس کن اے بیہودہ تاز اں آفتاب	آتشے ناید بیک بارہ بتاب
اے بیہودہ! بس کر کہیں اس آفتاب	کی آگ یکبارگی چمک نہ اٹھے

بس کن الخ۔ یعنی اے بے ہودہ بس کر کہیں اس آفتاب سے کوئی آگ ایک بارگی تاب میں نہ آجائے۔ مطلب یہ کہ آیات حق کے بیان کرنے میں ذرا زیادہ زبان مت کھولو کہ کہیں کوئی تجلی آکر تم کو جلا کر خاک سیاہ کر دے اس لئے کہ اس کی تو یہ قدرت ہے کہ

از کواکب در سپہر بیکراں	در دمے نے نور ماند نے نشاں
لامحدود آسمان کے ستاروں میں	ایک دم نہ نور رہے نہ نشان

از کواکب درالخ۔ یعنی ستاروں میں سے سپہر بے حد میں نہ نور رہے گا اور نہ نشان تو جب اس کی یہ قدرت ہے پس اگر ہماری ہستی کو بھی فنا کر دے تو کیا تعجب ہے۔

انچہ بردارد در آں مشغول شو	وز دگر گفتارہا معزول شو
جس کا نتیجہ نکلے اس میں مشغول ہو	دوسری باتوں سے جدا رہ

www.besturdubooks.wordpress.com

انچہ برواروالخ۔ یعنی جو کچھ کہ پھل رکھتا ہے اس میں مشغول ہو اور دوسری باتوں سے معزول ہو جاؤ۔ مطلب یہ کہ جس بات میں کوئی فائدہ ہو اس میں لگو اور بے فائدہ باتوں کو چھوڑ دو چونکہ تشبیہ وتنزیہ کے بیان کرنے میں عوام کا کوئی فائدہ نہیں ہے اس لئے اس کو ترک کر دو اور کام کی باتیں شروع کرو۔

جنبش اختر نیاید جز سقیم	برندارد جز کہ لطف آں رحیم
ستارے کی چال مریض کے سوا کچھ نہیں ہے	سوائے اس رحیم کی مہربانی کے کوئی چیز نتیجہ خیز نہیں ہے

جنبش اخترالخ۔ یعنی ستارہ کی گردش سے سوا سقیم کے کچھ نہیں آتا اور سوائے اس رحیم کے لطف کے اور کوئی شے پھل نہیں رکھتی۔ مطلب یہ کہ اسباب ظاہری وغیرہ کے تصرفات سے کوئی معتدبہ فائدہ نہیں ہوتا بلکہ ایک فضول شے ہے ہاں حق تعالیٰ کا لطف وکرم کام کی چیز ہے اس کو حاصل کرنا چاہیے۔ آگے اس کے تحصیل کی ترکیب فرماتے ہیں کہ

ازکرواللہ شاہ ما دستور داد	دید اندر نار و مارا نور داد
ہمارے بادشاہ (اللہ تعالیٰ) نے ذکر کی اجازت دے دی ہے	ہمیں آگ میں دیکھا اور ہمیں نور بخش دیا

اذکرواللہ الخ۔ یعنی ہمارے بادشاہ نے ذکر اللہ کی اجازت دیدی ہے اور آتش کے اندر آنکھوں کو نور دیدیا ہے۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے اپنا نام لینے کی ہم کو اجازت دے دی ہے باوجودیکہ ہم ایسی چیزوں میں ملوث تھے کہ وہ ہم کو جہنم کی طرف لے جاتیں مگر پھر بھی ہم کو یہ نور لم یزلی عطا فرمایا ہے کہ جس سے سعادت دارین حاصل ہو سکتی ہے اور یہی ایک کام ہے جس کے ذریعہ سے قرب حق اور لطف حق حاصل ہو سکتا ہے۔ پس غلبۂ ذکر اللہ کا کرلو ساری مشکلیں آسان ہو جائیں گی اور ماسوی اللہ سے بالکل علیحدگی ہو جائے گی۔ چونکہ یہاں ذکر اللہ کی ترغیب دی تھی اور اسکا نور ہونا بتایا تھا۔ آگے فرماتے ہیں کہ اس ذکر کی جو حق تعالیٰ نے اجازت دی ہے اس سے حق تعالیٰ کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور ہماری تقدیس وتسبیح سے حق تعالیٰ ہرگز پاک نہیں ہوتے بلکہ ہم ہی پاک ہو جاتے ہیں آگے اس کو بزبان حق فرماتے ہیں کہ

گفت اگرچہ پاکم از ذکر شما	نیست لائق مر مرا تصویر ہا
فرمایا اگرچہ میں تمہارے ذکر سے پاک ہوں	مثالیں میرے مناسب نہیں ہیں

گفت اگرچہ الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اگرچہ میں تمہارے ذکر سے پاک ہوں اور یہ تمثیلات میرے لائق نہیں ہیں۔

لیک ہرگز مست تصویر وخیال	در نیابد ذات مارا بے مثال
لیکن مثال اور تخیل کا عادی	ہماری ذات کو بغیر مثال کے نہیں سمجھتا ہے

لیک ہرگز الخ۔ یعنی لیک تصویر وخیال کا مقید ہماری ذات کو ہرگز بے مثال کے سمجھ نہیں سکتا۔ مطلب یہ کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تشبیہات سے تو ہم بالکل منزہ ہیں مگر چونکہ عقول انسانی ناقص ہیں ان کو بغیر تمثیل کے معرفت ہو ہی نہ سکتی تھی اس لئے ہم نے اجازت دیدی ہے کہ خیر جس طرح بھی ہو سکے جس قدر بھی معرفت ہو جائے بہتر ہے ورنہ لیس کمثلہ شئے اور فرماتے ہیں کہ

ذکر جسمانہ خیال ناقص ست	وصف شاہانہ از آنہا خالص ست
جسمانی ذکر ناقص خیال ہے	شاہانہ صفات ان سے منزہ ہیں

ذکر جسمانیہ الخ۔ یعنی ذکر جسمانی تو ایک خیال ناقص ہے اور وصف شاہانہ تو اس سے خالص ہے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کے اوصاف تو کہیں برتر و بالا ہیں ان کو اس ذکر سے اور ان تمثیلات سے کیا نسبت ہو سکتی ہے لیکن پھر اجازت دے دینا رحمت ہے آگے اس ذکر کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

شاہ را گوید کسے جولاہ نیست	ایں چہ مدحست آں مگر آگاہ نیست
(اگر) بادشاہ کو کوئی کہے کہ وہ جولاہہ نہیں ہے	یہ کیا تعریف ہے؟ شاید وہ واقف نہیں ہے

شاہ را گوید الخ۔ یعنی بادشاہ کو کوئی یہ کہے کہ جولاہا نہیں ہے تو یہ مدح ہرگز نہیں ہے وہ شاید آگاہ نہیں ہے مطلب یہ کہ دیکھو کہ اگر کوئی بادشاہ کی مدح شروع کرے اور اول ہی یہ کہے کہ سب بڑا وصف یہ ہے کہ ہمارے بادشاہ صاحب جولاہا نہیں ہیں تو اگر حقیقت کو دیکھو تو یہ مدح تو کیا ہوئی بلکہ اور مذمت ہے اس لئے کہ بادشاہ کے اندر جولاہا ہونے کا تو نشان و گمان بھی نہ تھا تو پھر اس کی نفی کیسی معلوم ہوتا ہے کہ اس کو کچھ شبہ تھا کہ جس کو یہ دفع کر رہا ہے لیکن اگر بادشاہ اس تعریف کو سن کر خوش ہو اور حمقی اور مداحین کے اس کو بھی انعام واکرام دے تو یہ اس کی عنایت رحمت پر دال ہے پس ہماری تقدیس و تنزیہ بالکل ایسی ہی ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے ہاتھ نہیں ہیں پاؤں نہیں ہیں وغیرہ وغیرہ تو ان چیزوں کے وہاں ہونے کا شبہ ہی کب تھا جو ان کی نفی کی جائے یہ صریح گستاخی اور بے ادبی ہے مگر حق تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس کو بھی اصل مدح قرار دے کر اس پر انعام واکرام ثواب عنایت فرماتے ہیں اور ہم کو بوجہ ہماری بے عقلی کے اپنی کنہ کے ادراک نہ کر سکنے میں۔ معذور فرماتے ہیں ورنہ اگر معرفت تام کی تکلیف دی جاتی تو یقیناً اس عقل وفہم کے ساتھ تو کسی طرح ممکن نہ تھا تو کوئی بھی مومن نہ ہوتا اس لئے علیٰ حسب الاستعداد ہر شخص کے مناسب اس کو تکلیف دی گئی ہے خوب کہا ہے کہ نتوان وصف تو گفتن کہ تو در وصف نہ گنجی + نتوان شرح تو گفتن کہ تو در شرح نیائی + اور شکر نعمہائے تو چندانکہ نعمہائے تو + عذر تقصیرات ما چندانکہ تقصیرات ما + بس معلوم ہوگیا کہ حق تعالیٰ کی رحمت ہے کہ علیٰ قدر المراتب والاستعداد معرفت کی تکلیف دی ہے آگے اسی مضمون کی ایک حکایت لاتے ہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انسان میں جس قدر بھی فہم ہو اور اسی قدر اس کو معرفت کی تکلیف دی گئی ہے۔

شرح حبیبی

مقرئے میخواند از الخ: ایک قاری قرآن کی یہ آیت پڑھ رہا تھا ان اصبح ماء کم غورا فمن یاتیکم

بماء معین یعنی ہم چشموں کے پانیوں کو بند کر سکتے ہیں ہم پانی کو زمین کے اندر چھپا سکتے ہیں ہم چشموں کو خشک اور بالکل خشک کر سکتے ہیں پس اگر ہم ایسا کریں اور تمہارا پانی زمین میں اتر جائے تو پانی کو چشمہ میں پھر کون واپس لاسکتا ہے بجز مجھ بے مثل اور صاحب فضل و منزلت کے ایک منطقی فلسفی ذلیل اس وقت مکتب کی طرف سے گزر رہا تھا جب اس نے اس کو اس آیت کو زور سے پڑھتے سنا تو اس نے کہا کہ ہم کسی سے لا سکتے ہیں۔ ہم بیلچہ اور بتر کی دھار سے پانی کو نیچے سے اوپر لے آئیں گے جب دن ختم ہوا اور رات ہوئی تو سو گیا اور خواب میں ایک شیر مرد کو دیکھا کہ اس نے ایک طمانچہ مار کر اسے اندھا کر دیا اور کہا کہ اے شقی گستاخ اگر تو سچا ہے کہ ہم خدا کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور اس کے تصرفات میں اس کے مزاحم ہو سکتے ہیں تو ان دو چشموں میں ادویہ وغیرہ کے ذریعہ سے نور پیدا کر دن کو خواب سے بیدار ہوا تو آنکھوں کو اندھا پایا اور دیکھا کہ وہ نور جو اس کی آنکھوں میں جاری تھا۔ بالکل غائب ہے اس گستاخی پر بھی اگر یہ شخص نادم ہوتا اور حق سبحانہ کی درگاہ میں روتا اور گڑگڑاتا اور توبہ و استغفار کرتا تو حق سبحانہ اپنے فضل بیکراں سے اس کی اس گستاخی سے درگزر فرماتے اور اور نور زائل ظاہر ہو جاتا لیکن کیا کیجئے کہ استغفار بھی تو من کل الوجوہ قبضہ میں نہیں کیونکہ اس میں حق سبحانہ کی مساعدت توفیق کی بھی ضرورت ہے اور توبہ کی لذت ہر مست گناہ کے لئے تو نقل نہیں کہ ہر ایک کو مل جائے لہٰذا وہ توبہ نہ کر سکا کیونکہ بد کرداری اور انکار کی شامت نے اسے مخذول کر دیا تھا حتی کہ توبہ جو ایک اختیاری امر ہے وہ بھی نہ کر سکا اور توبہ کا راستہ اس کے دل پر بند ہو گیا اور سختی میں پتھر کی طرح ہو گیا۔ پھر بھلا توبہ اس کو پھاڑ کر کھیتی کے قابل کیسے کرتی۔ پتھر کو دعا سے کھیتی کے قابل کر دینا یہ تو شعیبؑ جیسے بزرگوں اور ان کا کام ہے۔ پھر شعیبؑ جیسے کہاں ہیں جو ایسا کریں یا خلیل علیہ السلام کے عجز و نیاز اور اعتقاد و خلوص کے باعث امر دشوار اور محال عادی۔ یعنی آگ کا باغ ہو جانا یا ریتے کا آٹا ہو جانا) ممکن ہو گیا تھا یا مقوقس کی درخواست پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے پتھریلی زمین میں پیداوار کا کھیت بن گیا تھا۔ سو اب ایسے کہاں ہیں جس طرح ان کے خلوص کی بدولت خرق عادت کے طور پر ناقص سے کامل اور مضر سے مفید ہونا واقع ہوا اور اگر اسی قسم کا خلوص اور دن میں ہو تو اوروں سے بھی ہو سکتا ہے یوں ہی اس کے برعکس دعا کرنے والے شخص کے انکار سے سونا تانبا ہو جاتا ہے اور صلح جنگ ہو جاتی ہے یعنی مفید مضر اور کامل ناقص ہو جاتا ہے اور اس قسم کی دعا جاذب مسخ ہے کہ قابل زراعت زمین کو پتھریلی اور کنکریلی زمین اور ناقابل کاشت کرتی ہے بس بات یہ ہے کہ دل کو سجدہ اور انقیاد کی اجازت نہیں ہے اور مزدوری رحمت ہر مزدور کو نہیں کنی بلکہ وہ مشروط بشرائط ہے پس اگر شرائط پائی جائیں گی ملے گی ورنہ نہیں۔

ہین بہ پشت آن الخ: جب تجھے معلوم ہو گیا کہ توبہ من کل الوجوہ امر اختیاری نہیں پس تم اس بھروسہ پر جرم و گناہ نہ کرنا کہ میں توبہ کر لونگا اور پناہ میں آجاؤنگا۔ کیونکہ توبہ کے لئے صرف الفاظ معذرت کافی نہیں بلکہ اس کے لئے ضرورت ہے کہ سوزش دل ہو اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوں۔ خوف کامل اور انفعال تام

حاصل ہو اور تو بہ کے لئے برق وسحاب مذکور اس لئے شرط ہے کہ وہ میوہ سے مشابہ ہے پس جس طرح میوہ کے لئے حرارت اور پانی کی ضرورت ہے یوں ہی اس کام کے لئے بھی اس ابر و برق خاص کی ضرورت ہے جب تک برق دل اور آب چشم نہ ہو یعنی دل میں سوزش اور آنکھوں میں آنسو نہ ہوں جو اثر ہے انفعال و خوف کا۔ اس وقت تک آتش تهدید و خشم کیونکر دب سکتی ہے۔ دیکھو تو سہی جب تک ابر بارش سے نہ روئے اور برق نہ ہنسے اس وقت تک ذوق وصال کی مانند فرحت بخش سبزہ کیسے اگ سکتا ہے اور چشمے آب شیریں سے کیسے جوش مار سکتے ہیں اگر یہ نہ ہو تو کب گل بوئے چمن سے راز و نیاز کی باتیں کریں اور کب بنفشہ سمن کے ساتھ عہد باندھے اور چنار کب دعا کے لئے ہاتھ کھولے اور کب درخت میوہ گرائے اور ایام بہار میں کب شگوفہ آستین پر نثار جھاڑنے پر تیار ہو اور لالہ کا رخ خون کی طرح کب چمکے اور گل تھیلی سے زر کیسے نکالے اور کب بلبل آئے اور گل بو کرے اور کب فاختہ عاشق کی طرح کوکو (یعنی کہاں ہے کہاں ہے) کی صدائیں لگائے اور لکلک کب جان و دل سے لک لک کہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ ملک تیرا ہی ہے اور خاک اپنے دل کے اسرار سبزہ وغیرہ سے کب ظاہر کرے اور آسمان کی طرح باغ کب روشن ہو آگے مولانا ان اشیاء کا آلہ معرفت حق سبحانہ ہونا بیان فرماتے ہیں

از کجا آوردہ اند این الخ: چلے کہاں سے آئے ہیں سب کے سب کریم و رحیم کے پاس سے اور یہ سب نزاکتیں نشان ہیں اس معشوق کا جس پر سو جانیں قربان۔ ان نشانات کو دیکھ کر وہی خوش ہوتا ہے جس نے اس بادشاہ کو دیکھا ہے اور اسی کی روح خوش ہو سکتی ہے۔ جس نے روز الست و روز میثاق میں اپنے رب کی معرفت حاصل کی اور فرط لذت سے بے خود و مست ہو گیا اور جس نے نہیں دیکھا اس کو تنبہ نہیں ہو سکتا کیونکہ بوئے مے سے مے کو وہی خوب پہچان سکتا ہے۔ جس نے شراب پی ہو اور جس نے پی نہیں وہ کیا جانے نیز یہ وجہ بھی ہے کہ حکمت گمشدہ اونٹنی کی مانند ہے پس جس طرح گمشدہ اونٹنی کو دیکھ کر وہی خوش ہوتا ہے جو اس سے واقف ہے اور جانتا ہے کہ میرا مطلوب ہے یوں ہی حکمت من حیث الحکمۃ سے بھی وہی خوش ہوتا ہے۔ جس کو اجمالی ادراک اس کے حکمت ہونے کا پیشتر سے ہو اور اس اجمالی ادراک کی بنا پر اس کا طالب ہو نیز وہ اس وجہ سے بھی خوش ہوتا ہے کہ یہ حکمت مانحن فیہ اہل اللہ کے لئے مطلوب کی طرف راہبر ہے۔ اس مضمون کو ہم مثال سے واضح کرنا چاہتے ہیں مثلاً تم خواب میں دیکھو کہ ایک مہ جبین تمہیں حصول مقصود کا وعدہ دیتا ہے اور اس کا یہ نشان بتاتا ہے کہ کل تم کو فلاں شخص ملے گا اور دوسری نشانی یہ ہے کہ وہ سوار ہو گا۔ تیسری نشانی یہ کہ تم سے بغل گیر ہو گا۔ چوتھی نشان یہ کہ تمہیں دیکھ کر ہنسے گا پانچویں نشانی یہ کہ تمہارے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گا۔ چھٹی نشانی یہ کہ تم اس خواب کو کل کسی سے کہہ نہ دینا۔

زان نشان الخ: اسی نشان کی بابت حضرت زکریا علیہ السلام سے کہا گیا تھا کہ تین روز تک بجز ذکر اللہ کے کوئی کلام نہ کرنا اور بجز ذکر اللہ کے اور تمام اچھی بری باتوں سے خاموش رہنا۔ یہ نشانی ہے اس کی کہ آپ کو یحییٰ علیہ السلام کی ضرورت ہے اور ملنا چاہتے ہیں لہٰذا آپ کو تین روز خاموش رہنا چاہیے کیونکہ یہ آپ کے حصول مدعا کی

www.besturdubooks.wordpress.com

علامت ہے جس وقت آپ ایسا کر لیں گے اس وقت آپ کو متوقع رہنا چاہیے کہ اب حضرت یحییٰ علیہ السلام ہم کو ملیں گے دیکھو خبردار اس نشانی کو کسی سے کہنا بھی نہیں اور اس بات کو دل میں ہی مخفی رکھنا۔ یہاں تک حضرت زکریا علیہ السلام کا قصہ بیان کرکے پھر مضمون سابق کی طرف عود فرماتے ہیں۔

این نشانہا کو بدیش الخ: غرض وہ آئندہ الاشخص یہ شکر کے مانند مرغوب نشانات تم سے بیان کرے جو کہ تم کو حصول مدعا کا امیدوار بناتے ہیں لیکن وصول مدعا کے صرف یہ ہی نشانات نہیں ہیں بلکہ اور بھی سینکڑوں نشانات ہیں چنانچہ جس چیز کو تم حق سبحانہ سے طلب کرتے ہو اس کے ملنے کے یہ بھی نشانیاں ہیں کہ تم شبہائے دراز میں اس کے لئے روتے ہو اور صبح کے وقت دل سوزی سے تضرع وزاری کرتے ہو اور حصول مدعا کے لئے حق سبحانہ سے التجائیں کرتے ہو اور یہ کہ تم بدوں اس کے اس قدر مغموم رہتے ہو کہ دن تمہاری آنکھوں میں تاریک ہو گیا ہے اور مارے غم کے تکلے کی طرح تمہاری گردن پتلی ہو گئی ہے اور یہ کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے تن من دھن مطلوب پر تم نے سب کو قربان کر دیا ہے جس طرح کہ اہل اللہ کیا کرتے ہیں اور تو نے اپنا سب سامان لٹا دیا ہے تمہاری نیند جاتی رہی ہے مارے غم کے چہرہ کا رنگ اڑ گیا ہے اور سر تک مطلوب پر قربان کر دیا ہے اور گھل گھل کر بال کی طرح پتلے دبلے ہو گئے ہو جس طرح عود آگ میں جلتا ہے یوں ہی تم بھی آتش فرقت میں جلتے ہو اور خود کی طرح تلوار کے سامنے سینہ سپر ہو گئے ہو یہ سب علامات ہیں وصال محبوب کے کسی کو شبہ نہ ہونا چاہیے کہ جب وصال مطلوب کے یہ نشانات ہیں تو وصال گویا ناممکن ہے کیونکہ یہ نہ ہوگا نہ وصال ہوگا اس لئے کہ یہ تو چند باتیں ہیں تم انہیں سے گھبرا گئے ایسی باتیں تو عشاق لاکھوں کرتے ہیں جن کا احاطہ نہیں ہو سکتا اس مضمون کو ختم کرکے آگے فرماتے ہیں۔

چونکہ اندر خواب الخ: جبکہ خواب میں تم نے یہ حالت دیکھی جس کی تم کو برسوں سے آرزو تھی تو یہ خواب دیکھ کر جب دن ہوا اور امید حصول مطلوب پر تمہارا دل کامیاب ہوا تو تم نے دائیں بائیں دیکھنا شروع کیا کہ وہ نشانیاں اور علامتیں جو مجھے خواب میں معلوم ہوئی تھیں کہاں ہیں تم دیکھتے جاتے ہو اور تمہارا دل دھڑکتا جاتا ہے کہ اگر دن ختم ہو جائے اور وہ نشانیاں نہ ملیں تو بڑی مصیبت ہے تم پہاڑوں اور جنگلوں اور سرایوں میں ان نشانیوں کی تلاش میں یوں دوڑ رہے ہو جیسے کسی کا بچھڑا کھو گیا ہو اور وہ اس کو ڈھونڈتا پھرتا ہو۔ لوگ تم کو پریشان اور حواس باختہ دیکھ کر پوچھتے ہیں کہ کیوں جناب خیر تو ہے یہاں تمہارا کون شخص گم ہو گیا ہے اور وہ تمہارا رشتہ میں کیا ہوتا ہے تو تم اس کے جواب میں کہتے ہو کہ جی ہاں خیر ہے مگر میں آپ سے اصل واقعہ بیان نہیں کر سکتا اس کو مجھی تک رہنا چاہیے اس لئے کہ اگر میں کہتا ہوں تو میری ایک نشانی جاتی رہے گی اور اس نشانی کا ضائع ہو جانا میرے لئے موت ہے تم ہر سوار کی صورت غور سے دیکھتے ہو بدین خیال کہ شاید یہ وہی سوار ہو جس کی مجھکو بشارت دی گئی تھی اور وہ سوار تم کو غور سے دیکھتے ہوئے دیکھ کر ڈانٹتا ہے اور کہتا ہے کہ تو مجھے دیوانوں کی طرح کیوں گھورتا ہے اس پر تم کہتے ہو کہ میرا ایک آدمی گم ہو گیا ہے میں اسے تلاش کرنے نکلا ہوں جناب کو خدا ہمیشہ بادولت رکھے آپ خفا

www.besturdubooks.wordpress.com

نہ ہوں عشاق پر رحم کریں اور ان کو معذور رکھیں غرض جب تم نے بہت ڈھونڈا تو وہ سوار نظر آیا اور آنا بھی چاہیے کیونکہ حدیث میں ہے کہ حق سبحانہ کسی کی کوشش کو ضائع نہیں کرتے اور وہ سعادت مند سوار دفعتہ تیرے پاس پہنچ گیا اور تم کو آغوش میں لے کر خوب دبایا یہ دیکھ کر مارے خوشی کے تم بے ہوش ہو گئے اور جسم سست ہو جانے کے سبب زمین پر گر پڑے جو شخص اس راز سے واقف نہ تھا اس نے آوازے کسنے شروع کیے کہ ابی مکار ہے اور دغا باز ہے آخر اس نے کیا دیکھا اور یہ شورش کس بنا پر ہے لیکن اس جاہل کو معلوم نہیں کہ یہ کس کے وصل کا نشان ہے اور وہ کون ہے جس کے سبب یہ خود رفتہ ہوا ہے۔ یہ نشانی اسی شخص کے حق میں نشانی ہو سکتی ہے جس نے اس کو پہلے دیکھا ہو اور جس نے نہیں دیکھا اس کے لئے یہ نشانی نہیں ہو سکتی غرض جوں جوں نشانیاں ظاہر ہوتی جاتی ہیں اس شخص کی جان میں جان آتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مچھلی کو پانی مل گیا اور یہ نشانیاں اس کے لئے یوں ہی حیات بخش ہوتی ہیں جس طرح عارفین کے لئے وہ آیات جن کی طرف تلک آیات الکتاب میں اشارہ کیا گیا ہے جب تم کو یہ مثال معلوم ہو گئی تو اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ نشانی ہائے عالم سے حق سبحانہ اسی کو یاد آتے ہیں جو روز الست میں حق سبحانہ کی معرفت حاصل کر چکا ہے اور وہی ان پر وجد کر سکتا ہے جو اس دولت سے بہرہ مند ہے لیکن جو لوگ اس سے بے بہرہ ہیں ان کو اس سے کچھ پتہ نہیں چلتا اور وہ ایسے لوگوں کو احمق بناتے ہیں۔

پس نشانیہا کہ الخ: اسی مثال سے تم یہ بھی سمجھ سکتے ہو کہ انبیاء میں جو نشانیاں ہوتی ہیں ان کو وہی پہچانتے ہیں جن کو ان سے مناسبت ہے اور روز الست میں ان کو ان کی واقفیت ہو چکی ہے یہاں تک پہنچ کر مولانا کو تاب نہیں رہی اس لئے آگے معذرت فرماتے ہیں

این سخن ناقص بماند الخ: یہ گفتگو ناتمام اور بے ٹھکانے رہ گئی وجہ یہ ہے کہ میں دل نہیں رکھتا یعنی میرا دل میرے بس میں نہیں اس لئے مجھے زیادہ گوئی سے معذور سمجھو دوسری وجہ یہ ہے کہ نشانات وغیرہ ذروں کے مانند بے حد و نہایت ہیں آدمی جس طرح ذروں کو نہیں گن سکتا یوں ہی میں بھی ان کا احاطہ نہیں کر سکتا اور وہ تو کسی طرح بھی نہیں گن سکتا جس کی عقل پر عشق الہی غالب آ گیا ہے کہ جب محبوب کا ذکر آتا ہے وہ اپنے حواس میں نہیں رہتا۔ بھلا سمجھو تو سہی میں کہیں باغ کے پتوں کو شمار کر سکتا ہوں اور میں کوؤں اور چکوروں وغیرہ کی آوازوں کو گن سکتا ہوں ہرگز نہیں اور وہ شمار میں نہیں آ سکتے لیکن میں نے فی الجملہ بصیرت کے لئے جس قدر مجھ سے ہو سکے بیان کر دیئے مثلاً زحل کی نحوستیں اور مشتری کی سعادتیں احاطہ شمار میں نہیں آ سکتیں لیکن ان دونوں کے بے انتہا آثار و خواص میں سے بعض کا بیان کر دینا ضروری ہوتا کہ ان کے منافع سے متمتع اور مضرتوں سے محفوظ رہ سکیں اور تا کہ جو لوگ ان سعید و منحوس ستاروں سے تعلق رکھتے ہیں ان کو فی الجملہ آثار قضا و قدر پر اطلاع ہو جائے مثلاً یہ کہ جس شخص کا طالع مشتری ہوتا ہے وہ خوش و خرم اور با عزت و جاہ ہوتا ہے اور جس کا طالع زحل ہو اس کو اپنے کاموں میں برائیوں سے احتیاط کرنے کی ضرورت ہے پس اگر یہ فرضاً ان آثار سے واقف بھی ہوں اور معتقد بھی ہوں تو

www.besturdubooks.wordpress.com

میرا فرض ہے کہ میں اس شخص کو مطلع کردوں جس کا طالع زحل ہے اگر میں اس کو نہ بتاؤں تو زحل اس کو اپنی آگ سے جلادے گا اور اس کو بے حد نقصان پہنچائے گا اس بیان سے چونکہ بظاہر اعتقاد تاثیر کواکب ظاہر ہوتا ہے اس لئے مولانا کو شبہ ہوتا ہے اور اس کی تردید فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں اے بے ہودہ بس اس فضول گوئی کو ختم کر کیسا زحل کیسی مشتری مبادا آتش قہر الٰہی کو اشتعال ہوا اور تجھے پھونک کر رکھ دے مؤثر تو حق سبحانہ ہیں جن کی یہ شان ہے کہ اگر وہ چاہیں تو ایک دم میں ستاروں کو بھی فنا کر سکتے ہیں اور نہ ان کا نور باقی رہ سکتا ہے اور نہ نشان مل سکتا ہے بلکہ خود آسمان کو بھی فنا کر سکتے ہیں جس میں یہ موجود ہیں پس اس لغو گفتگو کو چھوڑ اور اس میں مشغول ہو جس کا کوئی نتیجہ ہو باقی تمام بحثوں کو چھوڑ دینا چاہیے۔ حرکات کواکب محض بے نتیجہ ہیں اور مثمر اور با نتیجہ محض حق سبحانہ کی عنایت ہے اس کو حاصل کرنے کی کوشش کر اور اس کو حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ذکر الٰہی میں مشغول ہونا چاہیے جس کی اس نے اذکروا اللّٰہ فرما کر ہم کو اجازت دی ہے اور اس طریقہ سے اس نے آتش شہوت و غضب میں مبتلا ہونے کی حالت میں چشمہائے قلب کو نور بصیرت و معرفت عطا کیا ہے جو کہ اس کا بے حد انعام ہے اس نے فرمادیا ہے کہ اگرچہ میں تمہاری تسبیح و ذکر سے پاک ہوں کیونکہ تمہارا ذکر و تسبیح تشبیہ کی آمیزش سے پاک نہیں اور میں صورتوں سے منزہ اور مبرا ہوں لیکن میں بایں ہمہ تم کو اجازت دیتا ہوں کیونکہ ہمارا قانون جن کی بنا محض رحمت و شفقت ہی پر ہے یہ ہے کہ ہم کسی کو اس کی استطاعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور عام لوگ تصویر و خیال میں گرفتار ہیں اس لئے وہ ہم کو بے مثال اور تصور کے نہیں جان سکتے بلکہ وہ ہمارا تصور اپنی اپنی استعداد کے موافق صورتوں اور خیالوں کے ضمن میں کرتے ہیں اس لئے یہ تسبیح و تقدیس بالکل ایسی ہے جیسے کوئی بادشاہ کی تعریف میں کہے کہ وہ جولاہا نہیں بھلا یہ بھی کوئی تعریف ہے ہرگز نہیں لیکن وہ اس تعریف کی حقیقت نہیں جانتا اس لئے اتراتا ہے کہ میں نے بادشاہ کی تعریف کی اس کے بعد قصہ بیان فرماتے ہیں جس سے اس امر کا اظہار مقصود ہے کہ قبول ذکر کے لئے خلوص ضروری ہے۔ اگر الفاظ نامناسب ہوں اور ان کا استعمال بنا بر جہالت کیا گیا ہو تو کچھ مضر نہیں۔

شرح شبّیری

انکار کردن موسیٰ علیہ السلام بر مناجات شباں

ایک چرواہے کی دعا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انکار

دید موسیٰ یک شبانے را براہ	کو ہمی گفت اے کریم و اے الٰہ
(حضرت) موسیٰ نے ایک چرواہے کو راستہ میں دیکھا	کہ وہ کہہ رہا تھا اے کریم اور اے خدا!

دید موسیٰ الخ۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے ایک چرواہے کو راستہ میں دیکھا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ اے خدا اور اے اللہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

تو کجائی تا شوم من چاکرت	چارقت دوزم کنم شانہ سرت
تو کہاں ہے؟ تاکہ میں تیرا نوکر بنوں	تیرا جوتا سی دوں تیرے سر میں کنگھی کروں

تو کجائی الخ۔ یعنی آپ کہاں ہیں تاکہ میں آپ کا نوکر ہو جاؤں اور آپ کے موزے سیوں اور آپ کے سر میں کنگھی کروں۔

تو کجائی تا کہ خدمتہا کنم	جامہ ات را دوزم و بخیہ زنم
تو کہاں ہے؟ تاکہ تیری خدمتیں کروں	تیرا کپڑا سی دوں اور بخیہ کر دوں

تو کجائی الخ۔ یعنی تو کہاں ہے تاکہ میں تیری خدمتیں کروں تیرے کپڑوں کو سیوں اور بخیہ کروں۔

جامہ ات شویم سپشہایت کشم	شیر پیشت آورم اے محتشم
تیرے کپڑے دھو دوں، تیری جوئیں مار دوں	اے معزز! تیرے سامنے دودھ پیش کروں

جامہ ات الخ۔ یعنی تیرے کپڑوں دھوؤں اور تیری جوئیں ماروں اور اے محتشم تیرے آگے دودھ لاؤں۔

ور ترا بیماری آمد بہ پیش	من ترا غمخوار باشم ہمچو خویش
اگر تجھے بیماری لاحق ہو	اپنے کی طرح میں تیرا غمخوار بنوں

ور ترا الخ۔ یعنی اور اگر تیرے سامنے کوئی بیماری آئے تو میں تیرا اپنوں کی طرح غم خوار ہوں۔

دستکت بوسم بمالم پایکت	وقت خواب آید بروبم جائیکت
تیرے پیارے ہاتھ چوموں تیرے نازک پیر دباؤں	سونے کا وقت آئے تو تیرا بستر صاف کر دوں

دستکت بوسم الخ۔ یعنی تیرے منے منے ہاتھ چوموں اور تیرے منے منے پاؤں دباؤں اور جب سونے کا وقت آئے تو تیری جگہ کو صاف کر دوں۔

اے خدائے من فدایت جان من	جملہ فرزندان و خان و مان من
اے میرے خدا تجھ پر میری جان قربان	تمام اولاد اور میرا گھر بار
گر بدانم خانۂ تو من مدام	شیر و روغن آرمت ہر صبح و شام
اگر مجھے تیرے گھر کا پتہ چل جائے تو میں ہمیشہ	صبح و شام دودھ اور گھی تیرے لئے لاؤں

گر بدانم الخ۔ یعنی اگر میں تیرا گھر دیکھ لوں تو ہمیشہ گھی اور دودھ صبح شام لایا کروں۔

ہم پنیر و نانہائے روغنیں	خمرہائے جوغرات اے نازنیں
پنیر بھی اور روغنی روٹیاں بھی	دہی کی مٹکیاں اے نازنیں!

www.besturdubooks.wordpress.com

ہم پنیرالخ۔ یعنی پنیر اور روغنی روٹیاں اور عمدہ دہی کی مٹکیاں۔

سازم و آرم بہ پیشت صبح و شام	از من آوردن ز تو خوردن طعام
تیار کروں اور صبح و شام تیرے سامنے لاؤں	میرا لانا ہو تیرا کھانا ہو

سازم و آرم الخ۔ یعنی بناؤں اور صبح و شام لایا کروں اور میری طرف سے تو کھانا لانا ہو اور تیری طرف سے کھانا ہو۔

اے فدائے تو ہمہ بزہائے من	وے بیادت ہی ہی و ہیہائے من
اے (وہ ذات) جس پر میری ساری بکریاں قربان	اے (وہ ذات) کہ تیری یاد میں میری آہ و زاری ہے

اے فدائے الخ۔ یعنی اے وہ ذات کہ جس پر میری ساری بکریاں قربان اور تیری یاد میں میری ہائے ہائے اور شور و غل ہے۔

زیں نمط بیہودہ می گفت آں شباں	گفت موسیٰ با کیستت اے فلاں
وہ چرواہا اس طرح کی بیہودہ باتیں کہہ رہا تھا	(حضرت) موسیٰ نے کہا اے فلاں! تو کس سے مخاطب ہے؟

زین نمط الخ۔ یعنی اس طریقہ سے وہ چرواہا بے ہودہ کہہ رہا تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کس سے ہے تیرا خطاب اے فلاں۔

گفت با آں کس کہ ما را آفرید	ایں زمین و چرخ ازو آمد پدید
اس نے کہا اس ذات سے ہمکلام ہوں جس نے ہمیں پیدا کیا ہے	یہ زمین اور آسمان جس (کے پیدا کرنے) سے ظاہر ہوا ہے

گفت الخ۔ یعنی وہ چرواہا بولا کہ اس شخص سے کہ جس نے ہم کو پیدا کیا اور یہ زمین و آسمان اس سے ظاہر ہوئے ہیں۔

گفت موسیٰ ہائے خیرہ سر شدی	خود مسلماں ناشدہ کافر شدی
(حضرت) موسیٰ نے فرمایا افسوس تو پاگل ہو گیا ہے	مسلمان نہ ہوا (بلکہ) کافر ہو گیا ہے

گفت موسیٰ الخ۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام بولے کہ ہائے تو خیرہ سر ہو گیا ابھی مسلمان بھی نہ ہوا تھا کہ کافر ہو گیا یعنی ابھی معرفت اور علم بھی حاصل نہ ہوا تھا کہ تو اس سے پہلے ہی زبان سے ایسے الفاظ کفریہ نکالنے لگا ہے۔

ایں چہ ژاژ ست وایں چہ کفرست و فشار	پنبہٗ اندر دہان خود فشار
یہ تیری کیا بکواس ہے اور یہ تیرا کیا کفر اور بیہودگی ہے؟	اپنے منہ میں روئی ٹھونس لے

ایں چہ الخ۔ یعنی ارے یہ کیا بے ہودگی ہے اور یہ کیا پراگندہ کفر ہے اپنے منہ میں روئی ٹھونس لے یعنی ایسی باتیں مت کر۔

گند کفر تو جہاں را گندہ کرد	کفر تو دیبائے دیں را ژندہ کرد
تیرے کفر کی بدبو نے دنیا کو بدبودار کر دیا ہے	تیرے کفر نے دین کو دیبا کو گدڑی بنا دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

کند کفر تو الخ۔ یعنی تیرے کفر کی گندگی نے جہان کو گندہ کر دیا اور تیرے کفر نے دین کے لباس ریشمی کو پارہ پارہ کر دیا۔

چارق و پاتابہ لائق مر تراست	آفتابے را چنیںہا کے رواست
چپل اور جوتا تیرے لئے مناسب ہے	آفتاب کے لئے ایسی چیزیں کب مناسب ہیں؟

چارق و پاتابہ الخ۔ یعنی موزے اور پاتابہ تو تیرے لائق ہیں اور آفتاب (حقیقی) کو ایسی چیزیں کب جائز ہیں۔

گر نہ بندی زیں سخن تو حلق را	آتشے آمد بسوزد خلق را
اگر تو ان باتوں سے منہ بند نہ کرے گا	آگ آئے گی اور دنیا کو جلا دے گی

گر نہ بندی الخ۔ یعنی اگر تو اس بات سے حلق کو بند نہ کرے گا تو ایک آگ آئے گی اور مخلوق کو جلا دے گی۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

آتشے گر نامدست ایں دود چیست	جاں سیہ گشتہ رواں مردود چیست
اگر آگ نہیں آئی تو یہ دھواں کیا ہے؟	جان کالی ہو گئی روح مردود کیوں ہے؟

آتشے الخ۔ یعنی اگر کوئی (ظاہری) آگ نہ بھی آئی تو دھواں (اثر آگ) کیا ہے کہ جان سیاہ ہو گئی ہے اور جان مردود کس لئے ہو گئی ہے۔ مطلب یہ کہ اگرچہ بظاہر آگ نہیں آتی مگر ان خرافات سے قلوب تو سیاہ ہوتے ہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔

گر ہمی دانی کہ یزداں داور ست	ژاژ و گستاخی ترا چوں باور ست
اگر تو جانتا ہے کہ خدا حاکم ہے	بیہودہ گوئی اور گستاخی پر تجھے کیوں یقین ہے؟

گر ہمیدانی الخ۔ یعنی اگر تو جانتا کہ حق تعالیٰ حاکم ہیں تو یہ بے ہودہ گستاخی تجھ کو کب صحیح ہے۔

دوستی بے خرد چوں دشمنی ست	حق تعالیٰ زیں چنیں خدمت غنی ست
بے وقوف کی دوستی دشمنی جیسی ہے	اللہ تعالیٰ اس طرح کی خدمت سے بے نیاز ہے

دوستی بے خرد الخ۔ یعنی بے عقل کی دوستی بھی دشمنی ہے حق تعالیٰ تو ایسی خدمت سے غنی ہیں وہ تو منزہ و پاک ہیں۔

باکہ می گوئی تو ایں باعم و خال	جسم و حاجت در صفات ذوالجلال
تو یہ کس سے کہہ رہا ہے؟ چچا اور ماموں سے	جسم اور حاجت اللہ کی صفتوں میں؟

باکہ میگوئی الخ۔ یعنی تو کس سے کہہ رہا ہے کیا کسی ماموں چچا سے ارے جسم اور حاجت اور صفات ذوالجلال ہیں۔ نعوذ باللہ

شیر او نوشد کہ در نشو و نما ست	چارق او پوشد کہ او محتاج پاست
دودھ وہ پیتا ہے جو نشوونما میں ہے	چپل وہ پہنتا ہے جس کو پاؤں کی ضرورت ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

شیر او نو شد الخ۔ یعنی دودھ تو وہ پیے جو کہ نشوونما میں ہو اور موزہ وہ پہنے جو کہ محتاج پاؤں کا ہو اور حق تعالیٰ ان سے منزہ ہیں۔

ور برائے بندہ است ایں گفتگو	آنکہ حق گفت او من ست و من خود او
اگر یہ گفتگو (اس) بندہ کے لئے ہے	جس کے بارے میں اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا میں وہ ہوں اور وہ میں

در برائے الخ۔ یعنی اور اگر اس بندہ کے واسطے یہ گفتگو ہے کہ جس کو حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ میں ہوں اور میں خود وہ ہوں مراد وہی عینیت مصطلحہ ہے

آنکہ گفت انی مرضت لم تعد	من شدم رنجور او تنہا نہ شد
جس کے بارے میں فرمایا میں مریض ہوا تو نے عیادت کیوں نہ کی؟	میں بیمار تھا وہ تنہا بیمار نہ تھا

آنکہ گفت الخ۔ یعنی وہ کہ جس کے حق میں فرمایا ہے کہ میں مریض ہوا تھا اور تو نے عیادت نہیں کی اور میں بیمار ہوا تھا وہ تنہا ہی نہ ہوا تھا۔ حدیث میں آیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ قیامت کے روز فرمائینگے کہ اے ابن آدم میں مریض ہوا تھا اور تو نے میری عیادت نہیں کی تو بندہ عرض کریگا اے رب العالمین آپ کب مریض ہوئے تھے ارشاد ہوگا کہ ہمارا فلاں بندۂ خاص بیمار ہوا تھا تو گویا ہم ہی بیمار ہوئے تھے تو نے اس کی عیادت نہ کی تو گویا ہماری عیادت نہیں کی یہاں اسی حدیث کی طرف اشارہ ہے۔

آنکہ بی یسمع وبی یبصر شدہ است	در حق آں بندہ ایم ہم بیہدہ است
وہ کہ جو میرے ذریعہ سنتا ہے اور میرے ذریعہ دیکھتا ہے" ہو گیا ہے	اس بندے کے حق میں بھی یہ بیہودہ ہے

آنکہ بی یسمع الخ۔ یعنی وہ کہ بی یسمع اور بی یبصر ہو گیا ہے۔ اس بندہ کے حق میں بھی یہ بے ہودہ بات ہے مطلب یہ کہ اگر حق تعالیٰ کی شان میں نہ بھی لیا جائے تو جو بندگان خاص ہیں ان کے ان کے حق میں بھی تو یہ الفاظ بے ہودہ ہی ہیں یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ آخر وہ تو بندہ ہیں اور ان کو سب چیزوں کی احتیاج ہے تو ان کے حق میں کس طرح بے ہودہ ہونگے اس لئے کہ اس کا جواب یہ ہے کہ ان حضرات کے جو کمالات کہ بیان کرنے کے قابل ہیں ان کو چھوڑ کر جب اس قسم کی تعریف کریگا مثلاً یہ کہ حضرت خوب عمدہ کپڑے پہنتے ہیں اور کھاتے بہت ہیں وغیرذلک تو یہ بھی تو بے ہودہ ہی بات ہے جیسا کہ بادشاہ کی تعریف میں جولاہا ہونے کی نفی کی جائے کہ فی الواقع صحیح ہے مگر پھر بھی کوئی عاقل اس کو مدح نہیں کہتا بس معلوم ہوا کہ یہ باتیں نہ تو حق تعالیٰ کی شان میں زیبا ہیں اور نہ بندگان خاص حق کی شان میں تو سوائے بے ہودگی کے اور کیا کہا جائے آگے فرماتے ہیں کہ

بے ادب گفتن سخن با خاص حق	دل بمیراند سیہ دارد ورق
اللہ (تعالیٰ) کے خاص بندے سے بے ادبی سے بات کرنا	دل کو مردہ کر دیتا ہے اعمالنامہ سیاہ کر دیتا ہے

بے ادب الخ۔ یعنی بندگان خاص کی شان میں بے ادبی کی بات کہنا بھی دل کو مردہ کر دیتا ہے اور نامۂ

www.besturdubooks.wordpress.com

اعمال کو سیاہ کر دیتا ہے آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

گر تو مردے را بخوانی فاطمہ	گرچہ یک جنس اندر مرد و زن ہمہ
اگر تو مرد کو فاطمہ کہہ کر بلائے	اگرچہ سب مرد و عورت ایک جنس ہیں

گر تو مردے الخ۔ یعنی اگر تو کسی مرد کو فاطمہ کہے تو اگرچہ مرد و عورت سب ایک جنس (یعنی آدمی) ہیں لیکن

قصد خون تو کند تا ممکن ست	گرچہ خوشخوی و حلیم و ساکن ست
حتی الامکان تیری جان (لینے) کا ارادہ کرے	اگرچہ خوش مزاج اور بردبار اور صاحب سکون ہو

قصد خون الخ۔ یعنی تیری جان لینے کا قصد کرے گا جہاں تک بھی ممکن ہوگا اگرچہ خوشخو اور حلیم اور مومن ہو مطلب یہ کہ دیکھو چونکہ مرد کو فاطمہ کہہ دینا ایک بے محل امر ہے اس لئے وہ جان لینے کے درپے ہوگا پس اگر حق تعالیٰ کی شان میں کوئی ایسی بات ہو تو وہ تو کیسی سخت گرفت کے قابل ہے۔

فاطمہ مدحست در حق زناں	مرد را گوئی بود زخم سناں
عورتوں کے لئے فاطمہ تعریف ہے	(اگر) تو مرد کو کہے بھالے کا زخم ہو گا

فاطمہ الخ۔ یعنی فاطمہ عورتوں کے حق میں تو مدح ہے اور اگر تو مرد کو کہے تو بھالے کا زخم ہو جائے یعنی بہت سخت ناگوار ہو۔ اسی طرح حق تعالیٰ کی شان میں بے جا بات کہنا تو بہت ہی سخت بات ہے۔

دست و پا در حق ما استایش ست	در حق پاکی حق آلائش ست
ہاتھ اور پیر ہونا ہمارے لئے تعریف ہے	اللہ (تعالیٰ) کی پاکی کے لئے ناپاکی ہے

دست و پا الخ۔ یعنی ہاتھ پاؤں ہمارے حق میں تو سامان آسائش ہیں اور حق تعالیٰ کی پاکی کے سامنے یہ سب آلائش ہیں۔

لم یلد لم یولد اور الائق ست	والد و مولود را او خالق ست
نہ اس نے جنا نہ وہ جنا گیا اس کے لئے مناسب ہے	(کیونکہ) وہ باپ اور لڑکے کا خالق ہے

لم یلد لم یولد الخ۔ یعنی اس کے مناسب تو لم یلد ولم یولد ہے (نہ وہ کسی کو جنے نہ اس سے کوئی پیدا ہوا) اور والد اور مولود کا تو وہ خالق ہے تو پھر یہ صفات اس کے اندر کس طرح ممکن ہیں۔

ہر چہ جسم آمد ولادت وصف اوست	ہر چہ مولودست او زیں سوئے جوست
جو جسم ہے پیدا ہونا اس کی صفت ہے	جو جنا ہوا ہے وہ اس طرف (جسم) کا جوئندہ ہے

ہر چہ جسم آمد الخ۔ یعنی جو کہ جسم ہے ولادت تو اس کا وصف ہے اور جو کہ مولود ہے وہ اس دریائے (وحدت) کے اس طرف ہے مطلب یہ کہ ولادت وغیرہ تو صفات ممکن سے ہیں اور حق تعالیٰ ان سب سے بری اور منزہ ہے۔ تعالیٰ اللہ من ذالک علوا کبیرا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

زانکہ از کون وفساد است و مہیں	حادث ست ومحدثے خواہد یقیں
چونکہ وہ بنے بگڑنے (والے عالم) کا اور کمزور ہے	وہ تو پیدا ہے اور یقینا پیدا کرنے والے کا خواہاں ہے

آنکہ از کون الخ۔ یعنی وہ کہ کون وفساد سے ہے اور ذلیل۔ وہ حادث ہے اور یقینا حدوث کہ چاہتا ہے اور حق تعالیٰ واجب الوجود ہیں پھر ان کے اندر صفات ممکن کی کس طرح موجود ہوسکتی ہیں۔ غرضکہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اس کو یہاں تک کہا تو اس کو بھی کچھ ہوش آئے اور بولا کہ

گفت اے موسیٰ دہانم دوختی	وز پشیمانی تو جانم سوختی
اس نے کہا اے موسیٰ! تم نے میرا منہ سی دیا	اور شرمندگی سے میری جان جلا دی

گفت الخ۔ یعنی وہ چرواہا بولا کہ اے موسیٰ آپ نے تو میرا منہ سی دیا اور پشیمانی سے میری جان کو جلا دیا۔ مطلب یہ کہ پہلے سے تو مجھے کچھ بھی خبر نہ تھی محبت حق میں سب کچھ کہہ رہا تھا اب جو آپ نے یہ فرمایا تو اب تو کچھ بقدر استعداد معرفت حق ہوئی ہے تو یہ باتیں اب تو بے ادبی اور گستاخی معلوم ہوتی ہیں اس لئے نہ تو اب کچھ کہہ سکتا ہوں اور پہلے کئے ہوئے پر سخت پشیمان ہوں غرضکہ عجب کشمکش میں عجب دردیست اندر دل اگر گویم زبان سوزد + وگردم در کشم ترسم کہ مغز استخوان سوزد بس جب اس کو اپنا غبار دل زبان سے نکالنے سے تو یہ امر مانع ہوا تو اس کے عشق نے جوش کیا اور اس کی یہ حالت ہوئی کہ

جامہ را بدرید و آہے گرد تفت	سر نہاد اندر بیابان و برفت
کپڑے پھاڑے اور گرم آہ کی	بیاباں کا رخ کیا اور چل دیا

جامہ را الخ۔ یعنی کپڑوں کو پھاڑ ڈالا اور ایک گرم آہ کی اور سر بیابان میں رکھا اور چل دیا۔ مطلب یہ کہ حضرت موسےٰ کی ان نصائح سے اس کے دل میں اور بھی آگ لگ گئی اس لئے کہ پہلے سے تو صرف محبت ہی تھی اور اب کچھ معرفت بھی ہوئی اس لئے بس ایک آہ سرد بھر کر جنگل کو نکل گیا۔ اس کی تو یہ حالت ہوئی اور ادھر موسیٰ علیہ السلام پر عتاب حق ہوا کہ تم نے اس کو اس حالت میں کیوں چھیڑا آگے اسی کا بیان ہے مگر یہاں کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ ایک ادنیٰ درجے کے ولی کے بارے میں نبی پر عتاب ہوا اور پھر وہ چرواہا جو کہہ رہا تھا وہ تھا ہی خلاف ادب اور خلاف شرع تو یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر عتاب کے کیا معنی ہیں اور اس سے تو بظاہر یہ شبہ ہوتا ہے کہ وہ چرواہا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درجہ میں بڑھا ہوا تھا نعوذ باللہ من ذلک اس کا جواب یہ ہے کہ یوں سمجھو کہ قرب حق کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ جو کہ بلاواسطہ معرفت کے ہو یہ تو مغلوب الحال لوگوں کو حاصل ہوتا ہے کہ ان کو اس وقت معرفت صفات وغیرہ نہیں ہوتی بلکہ ان کی توجہ ذات بحت کی طرف ہوتی ہے اور ایک وہ قرب جو کہ بواسطہ معرفت صفات کے ہو یہ قرب کاملین کا ہوتا ہے ہاں اول اکمل ہوتا ہے اور ثانی انفع ہوتا ہے اس لئے کہ جس

www.besturdubooks.wordpress.com

قدر توجہ زیادہ ہوگی اسی قدر قرب بھی زیادہ ہوگا تو چونکہ یہ چرواہا مغلوب الحال تھا اور ذات بحت حق تعالیٰ کی طرف اس کی توجہ تھی تو اس کو قرب اکمل حاصل تھا اگرچہ دوسرا قرب جو کہ انفع تھا اس کو حاصل نہ ہوا ایک تو یہ بات یاد رکھو دوسرے یہ کہ قاعدہ ہے کہ مغلوب الحال مرفوع القلم ہوتا ہے اس پر اس وقت احکام شرعیہ کا خطاب نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ اپنے ہوش ہی میں نہیں ہے۔ اب سمجھو کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اس کو یہ باتیں کہتے ہوئے سنا تو ان کو یہ تو معلوم ہوگیا کہ یہ جاہل ہے مگر ان کو اس وقت غلبۂ حال کی اطلاع نہ ہوئی وہ یہ سمجھے کہ صرف جہل ہے اور اس کی وجہ سے یہ خرافات بک رہا ہے لہٰذا انہوں نے اس کو روکا کہ یہ کیا کر رہا ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے اور چونکہ یہ تو ولی ہی تھا اور وہ بھی کامل نہیں بلکہ مغلوب الحال اس لئے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو منع کیا تو نبی کے سامنے ولی کی حالت کیا ٹھہر سکتی تھی۔ اس کو فوراً اس طرف سے افاقہ ہوا اور اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات سنی اس طرف تو اس کا وہ حال ضعف تھا اور ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت قوی تھی اس لئے اس فضیلت قویہ کے سامنے وہ حال ضعیف نہ ٹھہر سکا اور یہ بھی سمجھو کہ اگر موسیٰ علیہ السلام ذرا بھی غور فرماتے تو وہ معلوم کر سکتے تھے کہ یہ مغلوب الحال ہے تو اس پر حق تعالیٰ نے شکایت فرمائی کہ اے موسیٰ جبکہ غور کرنے سے اس کی حالت تم کو معلوم ہو سکتی تھی تو تم نے اس کی حالت میں غور کیوں نہ کیا اور اس حالت سے اس کو افاقہ کیوں نہ ہونے دیا اس لئے کہ اس میں تو یہ مرفوع القلم ہی تھا اس تمہاری روک ٹوک سے اس کا وہ قرب جو کہ اکمل تھا اگرچہ انفع نہ تھا جاتا رہا اور اس کے لئے بوجہ اس کے کہ وہ عارف نہ تھا بلکہ جاہل تھا یہی مناسب تھا کہ وہ اس قرب میں رہے اور اگر اس حالت کے افاقہ کے بعد تلقین فرماتے تو یہ قرب جو کہ اس کو اس وقت حاصل تھا حاصل رہتا اور وہ دوسری حالت بھی جو کہ اب آپ کی تعلیم سے پیدا ہوئی ہے حاصل ہو جاتی لہٰذا اس وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شکایت کے طور پر فرمایا گیا بحمد اللہ اب کوئی اشکال نہیں رہا اس لئے کہ اس کی جو حالت تھی وہ اگرچہ اکمل تھی مگر انفع نہ تھی مگر نقصان حال تھا اور حق تعالیٰ نے جو شکایت فرمائی وہ صرف ان کی عدم توجہی پر فرمائی کہ اگر غور فرما لیتے تو ہرگز ایسا نہ ہوتا واللہ درہٗ مولانا دام بالفیض کہ ایسے مشکل مقام کو اس طرح آسان فرما دیا۔ للہ درہ ثم للہ درہ ثم واللہ للہ درہ اب اشکالات تو باقی نہیں رہے لہٰذا اب سمجھو کہ مولانا فرماتے ہیں کہ

عتاب کردن حق تعالیٰ با موسیٰ علیہ السلام بہر شباں

چرواہے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی (حضرت) موسیٰ علیہ السلام پر خفگی

وحی آمد سوئے موسیٰ از خدا	بندۂ ما را ز ما کردی جدا
اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے (حضرت) موسیٰ پر وحی آئی	تو نے ہمارے بندے کو ہم سے جدا کر دیا

وحی آمد الخ۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام کی طرف حق تعالیٰ سے وحی آئی کہ تم نے ہمارے بندہ کو ہم سے کیوں جدا

www.besturdubooks.wordpress.com

کر دیا جدا کرنے سے مراد یہی کہ اس کو جو قرب اکمل حاصل تھا اس سے جدا کر دیا۔

تو برائے وصل کردن آمدی	نے برائے فصل کردن آمدی
تو ملانے کے لئے آیا ہے	جدا کرنے کے لئے نہیں آیا ہے

تو برائے الخ۔ یعنی تم تو وصل کرنے کے لئے آئے ہو نہ کہ جدائی ڈالنے کے لئے آئے ہو۔ یعنی آپ تو حق اللہ تعالیٰ اور بندہ کے درمیان وصل کرانے کے لئے آئے ہیں آپ جدائی کیوں ڈالتے ہیں۔

تا توانی پامنہ اندر فراق	کابغض الاشیاء عندی الطلاق
جب تک ہو سکے جدائی میں قدم نہ رکھ	اس لئے کہ طلاق میرے نزدیک بری چیزوں میں سے سب سے بری ہے

تا توانی الخ۔ یعنی حتی الامکان فراق میں قدم مت رکھو اس لئے کہ میرے نزدیک طلاق ابغض الاشیاء ہے اس سے زیادہ مبغوض میرے نزدیک کوئی شے نہیں ہے۔

ہر کسے را سیرتے بنہادہ ایم	ہر کسے را اصطلاحے دادہ ایم
ہم نے ہر شخص کی ایک طبیعت بنائی ہے	ہم نے ہر شخص کو ایک اصطلاح دی ہے

ہر کسے را الخ۔ یعنی ہر شخص کی ایک سیرت رکھی ہے ہم نے اور ہر کسی کو ہم نے ایک ایک اصطلاح بخشی ہے۔
درحق او الخ۔ یعنی اس کے حق میں تو مدح ہے اور (وہی بات) تمہارے حق میں مذمت ہے اور اس کے حق میں شہد ہے اور تمہارے حق میں زہر ہے۔

درحق او مدح درحق تو ذم	درحق او شہد و درحق تو سم
اس کے حق میں تعریف ہے (اور) تیرے حق میں برائی ہے	اس کے حق میں وہ شہد ہے (اور) تیرے حق میں زہر ہے

درحق او الخ۔ یعنی اس کے حق میں نور ہے اور تیرے حق میں آگ ہے اور اس کے حق میں گلاب کا پھول ہے اور تیرے حق میں کانٹا ہے۔

درحق او نور درحق تو نار	درحق او ورد درحق تو خار
تیرے حق میں وہ نور ہے اس کے حق میں آگ ہے	اس کے حق میں وہ گلاب کا پھول ہے تیرے حق میں وہ کانٹا ہے

درحق او الخ۔ یعنی اس کے حق میں نیک اور تیرے حق میں بد اور اسکے حق میں خوب اور تیرے لئے مردود ہے۔ تو بس جس کی جو استعداد ہے اس کو اسی مرتبہ پر رکھنا ضروری ہے اس لئے کہ جو بہت بڑا عارف کامل ہے وہ بھی ہماری تقدیس تام نہیں کر سکتا اور جو ناقص ہے وہ تو کیا ہی کرے گا لہٰذا جس کی استعداد کے موافق جو حالت ہو اس کے لئے اس سے زیادہ کے حصول کی تمنا کرنا فضول ہے کہ بعض مرتبہ یہ ہوتا ہے کہ اعلیٰ کی تو استعداد نہیں ہے اس ناقص کو بھی چھوڑ بیٹھتا ہے تو کورا کا کورا ہی رہ جاتا ہے آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

در حق او نیک در حق تو بد	در حق او خوب در حق تو رد
اس کے حق میں وہ اچھی ہے تیرے حق میں بری ہے	اس کے حق میں وہ خوب ہے تیرے حق میں مردود ہے
ما بری از پاک و ناپاکی ہمہ	از گراں جانی و چالاکی ہمہ
ہم پاکی اور ناپاکی سب سے منزہ ہیں	سستی اور چستی سب سے (منزہ ہیں)

ما بری الخ۔ یعنی ہم تقدیس وغیرہ تقدیس سے بری ہیں گران جانی سے اور چالاکی سے سب سے مطلب یہ کہ جو کچھ بھی تقدیس وتنزیہ ہے ہماری ذات وراء الوراء ثم وراء الورا ثم وراء الوراء ہے اس لئے جس طرح بھی جو شخص کر سکے کام میں لگا رہنے دو۔

من نکردم امر تا سودے کنم	بلکہ تا بر بندگاں جودے کنم
میں نے حکم اس لئے نہیں دیا کہ کوئی فائدہ اٹھاؤں	بلکہ اس لئے کہ بندوں پر بخشش کروں

من نکردم الخ۔ یعنی میں نے مخلوق کو اس لئے پیدا نہیں کیا تاکہ اپنا کوئی نفع کروں بلکہ اس لئے تاکہ بندوں پر احسان کروں تو جب میرا کوئی نفع نہیں ہے تو اب جس کا جس طرح نفع ہو اس کو اس میں لگا رہنے دو۔

ہندیاں را اصطلاح ہند مدح	سندیاں را اصطلاح سند مدح
ہندوستان والوں کے لئے ہندوستان کی اصطلاح تعریف ہے	سندھیوں کے لئے سندھ کی اصطلاح تعریف ہے

ہندیاں را الخ۔ یعنی ہندوؤں کے لئے ہند کی اصطلاح مدح ہے اور سندھیوں کے لئے سندھ کی اصطلاح مدح ہے ہاں جو شخص کہ مکار ہوگا جیسے کہ آجکل ہوتے ہیں وہ تو تقدیس کرتے ہی نہیں ہیں یہاں ان کا ذکر ہے کہ جو تقدیس کرتے ہیں تو جو مغلوب الحال ہیں ان کو ان کے غلبۂ حال کی حالت پر چھوڑ اجائے اور جو ایسے نہیں ہیں ان کو ان کی حالت کے مطابق تعلیم وتلقین کی جائے اور فرماتے ہیں کہ

من نگردم پاک از تسبیح شاں	پاک ہم ایشاں شوند و درفشاں
میں ان کی تسبیح سے پاک نہیں بنتا ہوں	وہی پاک اور موتی برسانے والے بن جاتے ہیں

من نکردم الخ۔ یعنی میں تو ان کی تسبیح سے پاک ہوتا نہیں ہاں وہ خود ہی پاک اور درفشاں ہو جاتے ہیں۔

ما بروں را ننگریم و قال را	ما دروں را بنگریم و حال را
ہم ظاہر اور قول کو نہیں دیکھتے ہیں	ہم باطن کو اور حالت کو دیکھتے ہیں

ما بروں الخ۔ یعنی ہم ظاہر کو اور قال کو نہیں دیکھتے بلکہ ہم باطن کو اور حال کو دیکھتے ہیں تو اگر کوئی بہت ہی چرب زبان ہو اور ہماری تقدیس میں لمبے چوڑے الفاظ لائے اور دل میں کچھ نہ ہو تو ہم اس سے خوش نہیں ہوتے ہاں اگر دل میں کچھ ہے تو پھر چاہے زبان سے اچھی طرح الفاظ بھی نہ نکلتے ہوں وہ حق تعالیٰ کے یہاں مقبول ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ناظر قلبیم اگر خاشع بود	گرچہ گفت لفظ ناخاضع بود
ہم قلب کو دیکھنے والے ہیں اگر وہ عاجزی کرنے والا ہو	اگرچہ لفظی گفتگو عاجزی کی نہ ہو

ناظر قلبیم الخ۔ یعنی ہم تو قلب کو دیکھتے ہیں اگر وہ خاشع ہوتا ہے تو اگر چہ لفظ کیسے ہی نامناسب ہوں تب بھی قبول ہے آگے اس میں ایک لطیفہ فرماتے ہیں کہ

زاں کہ دل جوہر بود گفتن عرض	پس طفیل آمد عرض جوہر غرض
اس لئے کہ دل جوہر ہے اور کہنا عرض ہے	تو عرض ضمنی چیز ہے' جوہر مقصود ہے

زانکہ دل الخ۔ یعنی اس لئے کہ دل تو جوہر ہے اور کہنا عرض ہے تو عرض تو طفیلی ہے اور مقصود تو جوہی ہے لہٰذا اگر قلب کی حالت درست ہے تو پھر سب مقبول ہے۔

چند ازیں الفاظ و اضمار و مجاز	سوز خواہم سوز با آں سوز ساز
یہ منہ سے بولنا اور دل میں چھپانا اور مجاز کب تک؟	میں سوزی سوز چاہتا ہوں' سوز سے موافقت کر

چند ازین الخ۔ یعنی ان الفاظ اور پوشیدہ امور اور مجاز سے میں سوز کا طالب ہوں سوز کا اس سوز کے ساتھ موافقت کر یعنی حق تعالیٰ کی محبت کی آگ دل میں ہو تو سب کچھ مقبول ہے ورنہ سب الفاظ وغیرہ مردود و مطرود ہیں لہٰذا وہ حرارت عشق اور آتش محبت دل میں پیدا کرو آگے بھی یہی فرماتے ہیں کہ

آتشے از عشق در جاں برفروز	سربسر فکرو عبارت را بسوز
عشق کی آگ' جان میں روشن کر	(غور و) فکر اور عبارت کو بالکل جلا دے

آتشے الخ۔ یعنی جان میں ایک عشق کی آگ روشن کرو اور اپنے فکر اور عبارت (ظاہری) کو جلا دو مطلب یہ کہ اس لفاظی کی طرف التفات مت کرو کہ کیا کہہ رہا ہے بلکہ دل کو دیکھو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اگر تامل فرماتے تو اس کی حالت کو معلوم کر سکتے تھے اس لئے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اصل تو اس کا دل تھا کہ اس کے دل میں آگ لگی ہوئی تھی وہ دیکھنے کے قابل تھی اس لئے کہ وہ مغلوب الحال تھا اور مغلوب الحال احکام ظاہری سے مرفوع القلم ہوتا ہے اس لئے اس کے الفاظ ظاہری کی طرف التفات نہ کرنا چاہتا تھا مگر یہ غلبۂ حال کا حکم ہے لیکن جیسے آج کل کے صوفی ہیں مکار جھوٹے خدا ان کو غارت کرے ٹکڑ گدھے مانگتے پھرتے ہیں اور صوفی صاحب ہیں خاک ہیں گدھے کہیں کے نالائقوں نے تصوف کو بھی غارت کیا ہے تو ان کی یہ حالت حق تعالیٰ کے یہاں کبھی مسموع نہ ہوگی اس لئے کہ فرماتے ہیں کہ یادرونرا بنگریم وحال را + تو اگر ان صوفی صاحب کو غلبہ حال ہو جاتا تو کیا یہ اس طرح مانگتے ہوئے پھرتے استغفر اللہ اس کی صورت ہی اور ہوتی ہے فرماتے ہیں کہ مرد حقانی کی پیشانی کا نور + کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور + خوب سمجھ لو کہ ان مکاروں کے پھندے میں مت پھنس جانا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہاں اس کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ ان کو برا بھلا کہنا شروع کردو اس لئے کہ تم کو کسی کو ہدایت کرنا نہیں ہے کسی ایسی کی برائی بیان کرنا اس شخص کا منصب ہے کہ جو عالم ہو ورنہ عوام کو چاہیے کہ نہ تو ایسے شخص سے کام رکھیں اور نہ اس کو برا بھلا کہیں بلکہ بس اپنے کام میں لگے رہیں کار خود کن کار بیگانہ مکن + آگے فرماتے ہیں کہ

موسیا آداب داناں دیگراند	سوختہ جان ورواناں دیگراند
اے موسیٰ! آداب جاننے والے دوسرے ہیں	سوختہ جان اور سوختہ روح دوسرے ہیں

موسیا آداب الخ۔ یعنی اے موسیٰ آداب کے جاننے والے دوسرے ہیں (یعنی عارفین کامل) اور سوختہ جان وروان دوسرے ہیں (یعنی متوسطین ومغلوب الحال) اگرچہ اکمل وافضل وانفع وہی ہیں جو کہ عارف ہیں مگر وہ بھی اس لئے اکمل ہیں کہ ان میں باوجود صفت سوختہ جانی کے اور صفات بھی موجود ہیں لیکن جو سوختہ جان ہیں یہ بھی مقبول ہیں تو ان کے اور احوال ہیں اور ان کے اور احوال ہیں اور چونکہ مغلوب الحال احکام ظاہری سے اس حالت میں مرفوع القلم ہوتا ہے اس لئے اگر اس سے کوئی فعل خلاف ظاہر صادر بھی ہو جائے تو اس کو معذور رکھنا چاہیے مگر اس کو سمجھنا بہت بڑے کامل کا کام ہے اور اس کو بھی جب حق تعالیٰ نے بصیرت تام دی ہو تو بعد غور وخوض کے معلوم ہوتا ہے لہٰذا عوام کو ضروری ہے کہ مجاذیب وغیرہ سے علیحدہ رہیں کہ ایسے حضرات خود تو کامل ہوتے ہیں مگر مکمل نہیں ہوتے دوسرے کے کام کے نہیں ہوتے خوب سمجھ لو۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

عاشقاں راہر زماں سوزید نیست	بردہ ویراں خراج وعشر نیست
عاشقوں کو ہر وقت جلنا ہے	اجاڑ گاؤں پر خراج اور عشر نہیں ہے

عاشقاں را الخ۔ یعنی عاشق کو تو ہر وقت ایک جلنا ہے اور ویران گاؤں پر خراج اور عشر نہیں ہوتا مطلب یہ کہ جو مغلوب الحال ہیں ان پر ہر وقت ایک حالت طاری رہتی ہے اور وہ آتش عشق میں ہر گھڑی جلتے رہے ہیں اور چونکہ اس حالت میں وہ مرفوع القلم ہوتے ہیں اس لئے وہ احکام ظاہری کے مکلف نہیں ہوتے اور اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی اجڑا ہوا گاؤں ہو تو اس پر بھی محصول وغیرہ نہیں ہوتا اسی طرح ان پر بھی احکام ظاہری جاری نہیں ہوتے اور فرماتے ہیں کہ

ورزخطا گوید ورا خاطی مگو	گر بود پرخوں شہید آں رامشو
اگر وہ غلط بات کہتا ہے تو اس کو خطادار نہ کہہ	اگر شہید خون میں لتھڑا ہو اس کو نہ دھو

گر خطا گوید الخ۔ یعنی اگر یہ (مغلوب الحال) کوئی غلط بات کہے تو اس کو خطا وار ملامت کہو (آگے اسکی مثال ہے کہ) اگر شہید پر خون ہو جائے تو اس کو مت دھوؤ اس لئے کہ

خوں شہیداں راز آب اولیٰ ترست	ایں خطا از صد صواب اولیٰ ترست
شہیدوں کے لئے خون پانی سے بہتر ہے	یہ غلطی سو ٹھیک چیزوں سے زیادہ اچھی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

خون شہیدان الخ۔ یعنی خون شہیدوں کے لئے پانی سے بھی زیادہ بہتر ہے اور یہ (غلبۂ حال کی) غلطی سینکڑوں (ان) ٹھکانہ کی باتوں سے (جو کہ قلب سے نہ نکلی ہوں) اولیٰ زیادہ ہے مطلب یہ کہ اصل تو قلب ہے اگر قلب میں کچھ ہے تو زبان سے کچھ بھی نکلے وہ درست ہے ورنہ پھر تو زبان سے کہا ہوا بھی شغل بیکار ہی ہے ہاں زبان سے کہنا بھی ترک نہ کرے کہ اسی سے پھر دل میں بھی آگ پیدا ہو جائے گی اور محبت وعشق الٰہی قلب میں بھی جوش زن ہو جائے گا آگے ایک اور مثال فرماتے ہیں کہ

در درون کعبہ رسم قبلہ نیست	چہ غم ار غواص را پاچلہ نیست
کعبہ کے اندر (رو ہونے) کی رسم نہیں ہے	اگر غوطہ خور کے پاس چل نہیں ہیں تو کیا غم ہے؟

در درون الخ۔ یعنی کعبہ کے اندر قبلہ کی رسم نہیں ہے (بلکہ جس طرف چاہو نماز پڑھو) اور غوطہ خور کے پاس اگر پاتابہ نہیں ہے تو کیا غم ہے اس لئے کہ اس کو زمین پر چلنا نہیں پڑتا لیکن ظاہر ہے کہ جو نماز کعبہ کے اندر ہوگی وہ مفضول ہوگی اس سے جو کہ اس سے باہر ہوگی اس لئے کہ اس کے اندر تو نوافل ہی ہونگے اور باہر فرائض ہونگے اور نوافل پر فرائض کا افضل ہونا ظاہر تو اسی طرح جو حالت کہ ایسی ہوگی اس کا بھی یہی حکم ہے تو مغلوب الحال شخص خود تو کامل ہے لیکن دوسرے سے افضل وارفع ہرگز نہیں ہے اور نہ دوسرے کے لئے مکمل ہے خوب سمجھ لو آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

تو ز سرمستاں قلاوزی مجو	از رفو مر جامہ چاکاں را مگو
تو مستوں سے رہنمائی کی توقع نہ کر	جامہ چاک لوگوں سے راہ کی فرمائش نہ کر

توز سرمستان الخ۔ یعنی تو سرمستوں سے رہبری کو مت ڈھونڈو اور جامہ چاکوں سے رفو کرنے کو مت کہو اس لئے کہ رفو تو وہ کرے گا کہ جس کا تھوڑا سا کہیں سے پھٹ رہا ہو اور جس کا پیراہن پارہ پارہ ہو گیا ہو وہ رفو کس طرح کر سکتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

ملت عشق از ہمہ ملت جداست	عاشقاں را مذہب وملت خداست
عشق کا مذہب تمام مذہبوں سے جدا ہے	عاشقوں کا مذہب اور دین اللہ (تعالیٰ) ہے

ملت عشق الخ۔ یعنی عشق کی ملت تمام دینوں سے جدا ہے اور عاشقوں کا مذہب اور ملت سب خدا ہے مطلب یہ کہ جیسا اوپر بتایا گیا ہے کہ غلبۂ حال میں توجہ ذات بحت کی طرف ہوتی ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ بس ان عشاق اور مغلوب الحال لوگوں کے لئے تو مذہب بھی اور ملت بھی اور دین بھی اور ایمان سب خدا ہی ہے اس لئے ان کی توجہ اور کسی طرف ہوتی ہی نہیں صرف ذات حق کی طرف ہوتی ہے آگے اس کی مثال دیتے ہیں کہ

لعل را گر مہر نبود باک نیست	عاشق از دریائے غم غمناک نیست
لعل پر اگر ٹھپہ نہیں ہے پروا نہیں ہے	عاشق غم کے دریا سے غمگین نہیں (ہوتا) ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

لعل را الخ۔ یعنی لعل پر اگر مہر نہ ہو تو کچھ ڈر نہیں ہے اور صاحب عشق دریائے غم میں بھی غمناک نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ اگر مغلوب الحال حضرات کے لئے کوئی علامت ظاہری جس سے کہ وہ مقرب حق معلوم ہوں نہ ہو اور ان کے اقوال وافعال بھی ایسے ہوں جو کہ تقرب حق کے خلاف ہوں مگر پھر بھی کچھ خوف نہیں ہے اس لئے کہ وہ تو لعل کی طرح ہیں ان کی قیمت اور ان کی قدر تو ہر حالت میں ہے۔ ہاں اور حضرات کو جن کو کہ مرتبہ تمکین کا حاصل ہے اس کی بھی ضرورت ہے کہ ان کے اندر کچھ علامات ظاہری مثل اتباع شریعت وغیرہ کے ہوں اس لئے کہ یہ حضرات مسند ارشاد پر ہوتے ہیں اگر یہ بھی اسی طرح ہونگے تو ان سے عالم میں گمراہی اور ضلالت پھیلنے کا خوف ہے اور ان کی ایسی مثال ہے کہ جیسے سکہ ہوتا ہے کہ بادشاہ سے اس کو ہی قرب ہوتا ہے اور حاجات میں وہی کام آتا ہے اگرچہ بظاہر کم قیمت ہے مگر کارآمد اور نافع ہے اور وہ لعل خود تو بہت قیمتی ہے مگر ہر کس وناکس کو اس سے نفع نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے تو جو عاشق اور مغلوب الحال ہوتے ہیں وہ دریائے محبت میں غرق ہوتے ہیں اور ان کو اپنی جان کی پرواہ بھی نہیں ہوتی غرض کہ ہر ایک کی حالت بالکل علیحدہ ہوتی ہے اس کے امتیاز کے لئے بہت بڑی بصیرت کی ضرورت ہے۔ وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء آگے موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کی طرف پھر رجوع ہے۔

وحی آمدن بموسیٰ علیہ السلام در عذر خواستن آں شباں

(حضرت) موسیٰ علیہ السلام پر وحی آنا اس گڈریے سے معذرت کے سلسلہ میں

بعد ازاں در سر موسیٰ حق نہفت	رازہائے گفت کاں ناید بگفت
اسکے بعد اللہ (تعالیٰ) نے (حضرت) موسیٰ کے باطن میں مضمر کردیے	بات کے وہ راز جو بیان نہیں کیے جا سکتے

بعد ازاں الخ۔ یعنی اس کے بعد موسےٰ علیہ السلام کے باطن میں حق تعالیٰ نے پوشیدہ راز فرمائے جو بیان میں نہیں آسکتے یعنی کچھ راز پوشیدہ ارشاد ہوئے کہ جن کی کسی کو خبر نہیں۔

بر دل موسیٰ سخنہا ریختند	دیدن و گفتن بہم آمیختند
(حضرت) موسیٰ کے دل میں بہت سی باتیں ڈال دیں	مشاہدہ اور گفتگو کو آپس میں ملا دیا

بردل موسیٰ الخ۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام کے دل پر (کارکنان قضاء وقدر نے) بہت سی باتیں القاء کیں اور دیکھنا اور بولنا آپس میں ملا دیا۔ مطلب یہ کہ کلام بھی ہوا اور دیدار اور تجلی بھی ہوئی۔

چند بیخود گشت و چند آمد بخود	چند پرید از ازل سوئے ابد
چند بار بیہوش ہوئے چند (بار) ہوش میں آئے	چند (بار) ازل سے ابد تک پرواز کی

چند بیخود الخ۔ یعنی کتنی ہی مرتبہ بے خود ہوئے اور کتنی ہی مرتبہ ہوش میں آئے اور کتنی ہی مرتبہ ازل سے ابد تک اڑتے چلے گئے یعنی ازل سے ابد تک کے حالات منکشف ہوتے چلے گئے۔ مقصود یہ کہ اس حالت میں خوب

www.besturdubooks.wordpress.com

ہی عروج ہوا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

بعد ازیں گر شرح گویم ابلہی ست	زاں کہ شرح ایں ورائے آگہی ست
اس کے بعد اگر میں تشریح کردوں تو بیوقوفی ہے	اس لئے کہ اس کی تشریح عقل سے بالاتر ہے

بعد ازاں الخ۔ یعنی اس کے بعد اگر شرح کہوں میں تو بے وقوفی ہے اس لئے کہ اس کی شرح ادراک سے آگے ہے مطلب یہ کہ ان اسرار کی شرح کرنا کہ وہ کیا کیا باتیں تھیں بالکل بے وقوفی ہے اس لئے کہ ہماری عقول ناقصہ اور ادراکات ناقص کی اس تک رسائی ہو ہی نہیں سکتی خوب کہا ہے کہ اکنون کرا دماغ کہ پرسد زباغبان + بلبل چہ گفت وگل چہ شنید وصبا چہ کرد +

ور بگویم عقلہا را بر کند	ور نویسم بس قلمہا بشکند
اگر میں کہہ دوں تو عقلوں کو زائل کر دے	اگر میں لکھوں تو قلموں کو توڑ دے

ور بگویم الخ۔ یعنی اگر (بالفرض) کہوں بھی تو عقول کو اکھاڑ دے اور اگر لکھوں تو قلموں کو توڑ دے۔ عقول کے اکھاڑنے سے تو یہ مراد ہے کہ عقول کو زائل کرے اور پھر عقل میں اس قدر طاقت نہ رہے کہ وہ اتنا بھی ادراک کر سکے اور قلم کے ٹوٹنے سے یہ مراد ہے کہ لکھتے لکھتے سب قلم ختم ہو جائیں لیکن پھر بھی یہ تمام نہیں ہو سکتا جیسا کہ ادراک ہے کہ لو کان البحر مداد الکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی۔

ور بگویم شرحہائے معتبر	تا قیامت باشد ایں بس مختصر
اگر میں اس کی قابل بھروسہ شرحیں بیان کروں	قیامت تک (بھی) وہ بہت مختصر (بیان) ہوں گی

ور بگویم الخ۔ یعنی اور اگر میں اس کی معتبر شرحیں قیامت تک بیان کروں تب بھی مختصر ہی ہو اس لئے اس کے کلمات غیر متناہی اور زمانہ قیامت تک بھی متناہی تو غیر متناہی متناہی کے اندر کب سما سکتا ہے ظاہر ہے آگے فرماتے ہیں کہ

لاجرم کوتاہ کردم من زباں	گر تو خواہی از درون خود بخواں
مجبوراً میں نے زبان کوتاہ کر لی	اگر تو چاہتا ہے اپنے اندر (سے) پڑھ لے

لاجرم کوتاہ الخ۔ یعنی لاچار میں نے زبان کو کوتاہ کر لیا اور اگر تو چاہتا ہے تو اپنے باطن میں پڑھ کے مطلب یہ کہ جب اس کی شرح ممکن نہ تھی تو آخر کار ہم چپ ہی ہو گئے اور مجھ کو سننے اور دیکھنے کا شوق ہی ہے تو چونکہ یہ ایک ذوقی امر ہے اس لئے اپنے اندر بھی وہ کیفیت اور ذوق پیدا کر لو تو اگرچہ تم کو بعینہ وہ باتیں تو معلوم نہ ہوں گی مگر ان کی مثل کچھ کیفیات ذوقا تم کو بھی معلوم ہو جائیں گی تو اسی سے قیاس کر لینا باقی الفاظ سے اس حالت کو ہرگز بیان نہیں کر سکتے کچھ آگے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ فرماتے ہیں کہ

چونکہ موسیٰ ایں عتاب از حق شنید	در بیاباں از پئے چوپاں دوید
جب (حضرت) موسیٰ نے یہ ناراضی اللہ سے سنی	جنگل میں گڈریئے کے پیچھے بھاگے

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ موسیٰ الخ۔ یعنی جبکہ موسیٰ علیہ السلام نے یہ عتاب حق تعالیٰ کی طرف سے سنا تو اس چرواہے کے پیچھے جنگل میں (اس کی تلاش کے لئے) دوڑے۔

برنشان پائے آں سرگشتہ راند	گرد از پرہ بیاباں برفشاند
اس دیوانے کے نقش قدم پر روانہ ہو گئے	بیاباں کے دامنے سے گرد اڑائی

برنشان الخ۔ یعنی اس سرگشتہ کے نشان پا پر چلے اور گرد دامن بیابان سے جھاڑی۔ مطلب یہ کہ اس کی تلاش میں تمام جنگل چھان ڈالا اب یہاں چونکہ کسی کو شبہ ہو سکتا تھا کہ جنگل میں تو مختلف نشان قدم ہوتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ کیسے پہچان ہوئی کہ اس کے نشان قدم یہ ہیں اس لئے آگے فرماتے ہیں کہ

گام پائے مردم شوریدہ خود	ہم زگام دیگراں پیدا بود
دیوانوں کے پیروں کی رفتار	دوسروں کی رفتار سے جدا ہوتی ہے

گام پائے الخ۔ یعنی عاشق مزاج آدمی کا قدم دوسرے لوگوں کے قدم سے ظاہر و ممتاز ہوتا ہے۔

یک قدم چوں رخ زبالا تانشیب	یک قدم چوں پیل رفتہ براریب
ایک قدم رخسار کی طرف اوپر سے نیچے کو	ایک قدم ہاتھی کی طرح آڑا ترچھا

یک قدم الخ۔ یعنی ایک قدم تو رخ کی طرف اوپر سے نیچے کو پڑا ہوا اور ایک قدم پیل کی طرح ترچھا۔ مطلب یہ کہ جس طرح رخ مہرہ کو چال اوپر سے نیچے کو اور پیل مہرہ کی چال ترچھی ہوتی ہے اسی طرح عاشق مزاج کا قدم بھی کبھی ادہر کو کبھی ادھر کو گا ہے اوپر گا ہے نیچے ہوتا ہے اس لئے دوسروں کے قدم سے ممتاز ہوتا ہے۔

گاہ چوں موجے برافرازاں علم	گاہ چوں ماہی روانہ برشکم
کبھی موج کی طرح جھنڈا بلند کئے ہوئے	کبھی مچھلی کی طرح پیٹ کے بل رواں

گاہ چون الخ۔ یعنی کبھی تو موج کی طرح جھنڈا بلند کیے ہوئے اور کبھی مچھلی کی طرح پیٹ کے بل چل رہا تھا یعنی کبھی تو جست کر کے یہاں سے وہاں پہنچا بیچ میں بہت سے قدم خالی طفرہ ہو گیا اور کبھی پیٹ کے بل لیٹ کر لڑھکنا شروع کر دیا۔

گاہ برخاکے نوشتہ حال خود	ہمچو رمالے کہ رملے برزند
کبھی خاک پر اپنا حال لکھا	رمال کی طرح جو رمالی کرتا ہے

گاہ برخاکے الخ۔ یعنی کبھی خاک پر اپنا حال لکھا ہوا مثل رمال کے کہ وہ رمل لگاتا ہو۔

گاہ حیراں ایستادہ گہ دواں	گاہ غلطاں ہمچو گوی از صولجاں
کبھی حیران کھڑا ہوا کبھی دوڑتا ہوا	کبھی لڑھکتا ہوا جیسے بلے سے گیند

www.besturdubooks.wordpress.com

گاہ حیران الخ۔ یعنی کبھی حیران کھڑا ہوا اور کبھی دوڑتا ہوا اور کبھی لڑھکتا ہوا مانند گیند کے بلے سے غرضکہ اس کی چونکہ یہ حالت تھی اس لئے اس کے قدم اوروں سے ممتاز تھے۔

عاقبت دریافت او را و بدید	گفت مژدہ دہ کہ دستورے رسید
انجام کار اس کو پا لیا اور دیکھا	فرمایا مبارک ہو اجازت آ گئی ہے

عاقبت الخ۔ یعنی آخر کار اس کو پالیا اور اس کو دیکھا تو فرمایا کہ بھائی خوشخبری ہو کہ اجازت پہنچ گئی مطلب یہ کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو وہ مل گیا تو اس سے فرمایا کہ لے بھائی خوش ہو کہ تجھے تو اجازت مل گئی ہے۔

ہیچ آدابے و ترتیبے مجو	ہر چہ می خواہد دل تنگت بگو
کوئی ادب اور ترتیب نہ تلاش کر	جو تیرا تنگ دل چاہے کہتا رہ

ہیچ آدابے الخ۔ یعنی کوئی آداب اور ترتیب مت ڈھونڈ بلکہ جو کچھ تیرا دل تنگ کہے وہی کہہ۔ مطلب یہ کہ چونکہ مجھے پہلے سے تیری حالت معلوم نہ تھی اب معلوم ہوا کہ تو مغلوب الحال ہے تو اب جو کچھ بھی تیرا دل چاہے کہ تو مرفوع القلم ہے اور یہاں مولانا نے دل تنگ کہہ کر اس کے مغلوب الحال ہونے کی طرف اشارہ کر دیا۔ پس جو مغلوب الحال نہ ہو اس کے لئے یہ کلمات کہنا کفر اور شرک صریح ہے معاذ اللہ منہ۔

کفر تو دین ست و دینت نور جاں	ایمنی از تو جہانے در اماں
تیرا کفر دین ہے اور تیرا دین جان کا نور ہے	تو امن میں ہے (اور) تیری وجہ سے ایک جہان امن میں ہے

کفر تو الخ۔ یعنی تیرا کفر (ظاہری حقیقت میں) دین ہے اور دین تو عین جان ہے (اس لئے کہ وہ تو کمال ہوگا) اور تو ایمن ہے اور تیرے سبب سے ایک جہان امن میں ہے اس لئے کہا کہ اولیاء اللہ کے وجود سے تو جہان میں امن وامان ہوتا ہے تو اس کے وجود سے جہان میں امن ہونا کچھ مستبعد نہیں ہے اور فرمایا کہ

اے معاف یفعل اللہ مایشأ	بے محابا رو زباں را برکشا
اے "یفعل اللہ ما یشاء" کے معافی دار	جا بے تامل زبان کھول

اے معاف الخ۔ یعنی اے وہ شخص کہ جو یفعل اللہ مایشاء کی وجہ سے معاف کیا گیا ہے جا اور بے محابا زبان کھول مطلب یہ کہ چونکہ حق تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ جو چاہیں کریں اس لئے انہوں نے اوروں سے تجھ کو مستثنیٰ کر کے تجھے اجازت دیدی ہے اور معاف کر دیا ہے اب جو تیرے منہ میں آئے کہہ یہاں تک تو یہ توجیہ تھی کہ یہ مغلوب الحال تھا مطلق العنان نہ تھا اس شعر سے شبہ ہو سکتا ہے اس لئے اس کی توجیہ یہ ہے کہ شارع کو اختیار ہے کہ کسی ایک شخص کو کسی حکم میں خاص فرمائیں کس لئے یہ کل باتیں اس کی تخصیص تھی مگر اور کسی کو جائز نہیں ہے غرضکہ اس نے یہ سن کر یہ جواب دیا کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت اے موسیٰ ازاں بگذشتہ ام	من کنوں در خون دل آغشتہ ام
کہا اے موسیٰ اس سے میں گزر چکا ہوں	اب میں دل کے خون میں آلودہ ہوں

گفت الخ۔ یعنی وہ بولا کہ اے موسیٰ میں اس (حالت) سے گزر گیا ہوں اور اب تو میں خون دل میں ملا ہوا ہوں مطلب یہ کہ اب میں مغلوب الحال نہیں رہا۔ اس لئے کہ آپ کی اس روک ٹوک سے بوجہ اس کے کہ اس کی فاعلیت قوی تھی مجھ کو استعداد کے موافق کچھ معرفت حاصل ہو گئی ہے اس لئے اب تو میری اور حالت ہے اب میں خود ایسی باتیں نہیں کہہ سکتا اور بولا۔

من ز سدرہ منتہیٰ بگذشتہ ام	صد ہزاراں سالہ زاں سو گشتہ ام
میں سدرۃ المنتہیٰ سے گزر گیا ہوں	لاکھوں سال (کی مسافت) اس (سے آگے کی) جانب چلا گیا ہوں

من الخ۔ یعنی میں تو سدرۃ المنتہیٰ سے بھی گزر گیا ہوں اور میں تو لاکھوں برس اس طرف ہو گیا ہوں مطلب یہ کہ مجھے اس حالت سے اب بے انتہا عروج حاصل ہے۔

تازیانہ برزدی اسپم بگشت	گنبدی کرد وز گردوں برگذشت
تو نے کوڑا مارا میرا گھوڑا مڑ گیا	جست لگائی اور آسمان سے پار ہو گیا

تازیانہ الخ۔ یعنی آپ نے ایک تازیانہ ایسا مارا کہ میرا گھوڑا (اس طرف سے) لوٹ گیا اور ایک جست کی اور آسمان سے بھی آگے بڑھ گیا مطلب یہ کہ آپ کی اس توجہ کا یہ اثر ہوا کہ میرا مرتبہ کہیں کا کہیں پہنچ گیا۔ آگے اپنی اس حالت کے ابقاء کی دعا کرتا ہے کہ

محرم ناسوت مالا ہوت باد	آفریں بر دست و بر بازوت باد
(خدا کرے) ہمارے ناسوت کا لاہوت (محرم) بنے	تیرے دست و بازو کو شاباش ہے

محرم ناسوت الخ۔ یعنی ہمارے ناسوت کا محرم لاہوت رہے اور آپ کے دست و بازو پر آفرین ہو۔ مطلب یہ کہ میری جواب یہ حالت فنا کی ہوگئی ہے خدا کرے کہ یہ باقی رہے اور چونکہ آپ کی برکت سے ہوئی ہے اس لئے کہ خدا کرے آپ کی برکت اور فیوض ہمیشہ باقی رہیں۔

حال من اکنوں بروں از گفتن ست	انچہ می گویم نہ احوال من ست
اب میری حالت بیان سے باہر ہے	جو کچھ میں کہہ رہا ہوں یہ میرے احوال نہیں ہیں

حال من الخ۔ یعنی میرا حال اب کہنے سے باہر ہے اور جو کچھ کہ میں کہہ رہا ہوں یہ میرے احوال نہیں ہیں۔ مطلب یہ کہ اب تو میری وہ حالت ہے کہ جس کو بیان بھی نہیں کر سکتا۔ اور جو الفاظ کہ میں اپنی تعبیر حال میں کہہ رہا ہوں یہ میرا حال ہرگز نہیں ہے اس لئے کہ وہ تو ایک ذوق اور کیف ہے اس کو الفاظ میں تو لا ہی نہیں سکتا ہوں چونکہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اس حکایت میں بعض مقامات ذرا مشکل تھے اس لئے حضرت مولانا دام ظلہم نے بعد پڑھانے کے خود بھی ایک تحریر اس کے متعلق لکھ کر دی ہے تقریر سبق تو جو ضبط ہو سکی وہ پیش کر چکا ہوں اب ذیل میں وہ تحریر بعبارتہ نقل کرتا ہوں جو ان شاء اللہ موجب مزید لطف ہوگا۔

توجیہ بعض اجزاء مشکلہ حکایت راعی وموسیٰ علیہ السلام

از حضرت مولانا حکیم الامتہ دام ظلہم بعبارتہم

یہ شخص جاہل تھا مگر صاحب حال غلبۂ حالت میں بنا برا پنے جہل کے کچھ کچھ بک رہا تھا موسیٰ علیہ السلام کو اس کی باتوں سے اس کا جہل تو معلوم ہوا اور مغلوب الحال ہونا معلوم نہیں ہوا اور اس میں کچھ استبعاد نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ماعز کی نسبت یہ پوچھا تھا کہ اس کو جنون تو نہیں اس لئے اس پر نکیر فرمایا اس نکیر سے وہ حال جاتا رہا اور اپنے جہل کے اقوال پر ندامت ہوئی اور اس ندامت کے اشتغال سے وہ اشتغال سابق جو بلا واسطہ بحق تھا جاتا رہا جو اپنی ذات میں اشتغال بالندم کی نسبت اکمل فی القرب الالہی ہے کیونکہ قرب بھی اشتغال بحق ہے اور قرب بلا واسطہ اکمل ہوگا بواسطہ سے گو کسی عارض سے ہو وہ بواسطہ والا انفع ہو چنانچہ اس راعی کو اس سے نفع عظیم پہنچا جو کہ حکایت ہی میں مذکور ہے مگر چونکہ یہ ممکن تھا کہ موسیٰ علیہ السلام ذرا توقف فرماتے اور غور کے بعد قرائن تو یہ اور نور بصیرت سے اس کا صاحب حال ہونا معلوم کر کے اس وقت سکوت فرماتے کیونکہ اس وقت وہ مکلف نہ تھا اور بعد افاقہ کے اس کے جہل کو رفع فرما دیتے تو اس طریق سے اس کا جہل بھی رفع ہو جاتا اور وہ قرب خاص بھی زائل نہ ہوتا اس لئے حق تعالیٰ نے اس پر شکایت فرمائی اور دونوں مذکورہ اشتغالوں کے تفاوت سے اس کو جدا کردن سے تعبیر فرمایا پس اس میں جو یہ مضامین ہیں بردہ ویران حراج وعشر نیست الخ۔ مطلب یہ ہے کہ عین غلبۂ حال میں اس سے تعرض مناسب نہ تھا نہ یہ کہ مکلف ہونے کے وقت بھی اس کو مطلق العنان چھوڑ دیا جائے اور شاید یہ شعر اے معاف یفعل اللہ ما یشاء الخ سے مطلق العنانی کا شبہ پڑے تو اس کی توجیہ یہ ہے کہ شارع کو اختیار ہے اگر کسی شخص کو کسی حکم عام سے کسی قدر مخصوص کر دیا جائے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو بکرے کے بچہ کے قربانی کی اجازت دے کر فرمادیا۔ ولن تجزی احدا بعدک اور ایسی تخصیص باعتبار بعض شرائط وقیود کے مستلزم اطلاق عنان کو نہیں اور مبنی اس تخصیص کا یہ ہو سکتا ہے کہ حق تعالیٰ کو اس راعی کی حالت وقدرت سے معلوم تھا کہ جس مرتبہ تنزیہ پر اس کو موسیٰ علیہ السلام پہنچانا چاہیے ہیں بوجہ ضعف عقل کے وہاں نہ پہنچ سکے گا۔ خاص کر غلبۂ عشق عقل سے اتنا بھی کام نہ لینے دے گا پس جس طرح فقہا نے ایسے شخص کو جو بعد کوشش کے تصحیح حروف سے ناامید ہو گیا ہو ترک تجوید کی اجازت دیدی ہے اسی طرح اس کی حالت یاس عن

www.besturdubooks.wordpress.com

کمال المعرفۃ مقتضی ہوئی اس کے لئے کسی قدر توسیع اور گوایسے شخص کے لئے ایسی توسیع یہ بھی کلیہ عامہ شرعیہ ہے مگر اس کی تخصیص صرف اتنی ہوگی کہ دوسروں پر جو کہ مغلوب العشق نہیں زیادہ کوشش کرنا ضروری تھا اور اس پر وہ زیادہ کوشش ضروری نہ رہی اور گو یہ بھی ایک کلیہ ہے لیکن چونکہ اس کلیہ کے مصادیق شاذ و نادر ہیں النــــادر کالمعدوم اس لئے حکماً ایسا سمجھا جائے گا کہ گویا یہ حکم اس کے لئے ہے اور کسی کے لئے نہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ جو غلبۂ عشق بلا جمع اسباب ہے اس میں تو معذوری قاعدہ عامہ ہے لیکن جو غلبہ بجمع اسباب ہو جیسا بعض ذاکرین کے حالت سے مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ جب وہ خلوت یا مراقبہ میں ذکر وفکر میں مشغول ہوتے ہیں فوراً یا کسی قدر دیر کے بعد ان پر ایسے آثار غالب ہوتے ہیں سو جس شخص کی ایسی حالت ہو اور اس کو معرفت صفات حق کی بقدر ضرورت حاصل نہ ہوئی ہو اس کو حکم یہ ہے کہ اس معرفت کو تحصیل میں مقدم کرے اور اس کو ان اسباب کے جمع کرنے سے منع کیا جائے گا اور ممکن ہے کہ اس شان کی ایسی ہی حالت ہو مگر باوجود اس کے وہ اس معرفت کی تقدیر کا مامور اور اس جمع اسباب کا متحمل نہ ہو۔ اس کے لئے معرفت ناتمام ہی کو جائز رکھ کر اس کی اس حالت عشقیہ کو اس کے لئے پسند کیا گیا ہو تو اس تقریر پر تخصیص بے تکلف محفوظ رہے گی فقط انتہی بالفاظہم وللہ درہم اب بالکل صاف ہو گیا بحمد اللہ کوئی اشکال بھی باقی نہیں رہا چونکہ اس نے کہا تھا کہ جو کچھ میں بیان کر رہا ہوں یہ میری حالت نہیں ہے آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

نقش می بینی کہ در آئینہ ایست	نقش تست آں نقش آں آئینہ نیست
تو جو نقش آئینہ میں دیکھتا ہے	وہ تیرا نقش ہے وہ نقش اس آئینہ کا نہیں ہے

نقش می بینی الخ۔ یعنی تم جو آئینہ میں ایک نقش دیکھ رہے ہو وہ تمہارا ہی نقش ہے آئینہ میں (کوئی دوسرا) نقش نہیں ہے مطلب یہ کہ یہ چرواہا جو اپنی حالت کو بیان کر رہا تھا یہ بھی اس کی حالت نہ تھی اس لئے کہ وہ تو ایک کیف اور ذوق تھا بلکہ تمہاری حالت ناقص تھی جو کہ بوجہ آئینہ ہونے کے اس کے اندر نظر آرہی تھی اس لئے کہ اس سے معلوم ہوتا تھا کہ تمہارے اندر چونکہ استعداد اس سے زیادہ کی نہ تھی اس لئے تم کو صرف ان ہی الفاظ سے سمجھایا گیا ورنہ اگر تم کو بھی وہ ذوق حاصل ہوتا تو بیان ہی کی حاجت نہ ہوتی آگے اسی کی ایک اور مثال فرماتے ہیں کہ

دم کہ مرد نائی اندر نائے کرد	درخور نایست نے درخورد مرد
نے بجانے والے نے جو پھونک نے میں بھری	وہ نے کے مناسب ہے نہ کہ (نے بجانے والے) مرد کے مناسب

دم کہ مرد نائے الخ۔ یعنی نے بجانے والے نے جو نے کے اندر پھونک ماری تو یہ پھونکنے کے لائق ہے اس آدمی کے لائق نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر اس کی پھونک کو دیکھا جائے تو وہ تو ایک بہت بڑی آواز ہوگی مگر وہ جانتا ہے کہ اگر زور سے پھونک ماروں گا تو یا تو یہ نے پھٹ جائے گی اور پھٹے گی بھی نہیں تو اس کی آواز تو خراب ہو ہی جائے گی اسی طرح اگر اولیا اللہ اپنی پوری حالت کو بیان بھی کرنے لگیں تو وہ جانتے ہیں کہ یا تو تم کو آتش عشق بالکل

ہی جلادے گی اور فنا کردے گی ورنہ کہیں گمراہ ہو جاؤ گے اس لئے وہ ایک شمہ اپنی حالت میں سے بیان فرمادیے ہیں آگے اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ اسی طرح تم جو حمد حق تعالیٰ کی کرتے ہو وہ بھی اس شان ہی کی طرح سے ہے جس طرح کہ اس کے الفاظ بے ادبی کے معلوم ہوتے تھے واقع میں تمہاری یہ حمد بھی بے ادبی اور گستاخی ہے مگر حق تعالیٰ اس کو اپنے فضل سے قبول فرمالیتے ہیں (اسی مضمون پر یہ حکایت شبان کی لائی گئی تھی) اب فرماتے ہیں کہ

ہاں وہاں گر حمد گوئی و سپاس	ہچو نافرجام آں چوپاں شناس
خبردار خبردار تو جو شکر گزاری اور تعریف کرے	اس نالائق گڈریئے کی ہی سمجھ

ہاں وہاں الخ۔ یعنی ارے بھائی اگر تم شکریہ میں حق تعالیٰ کی حمد کرو تو اس کو (بھی) اس چرواہے نافرجام کی (حمد کی) شرح جانو کہ وہ بھی ایسی ہی گستاخی اور بے ادبی ہے جیسی کہ تم کو اس کی حمد گستاخی معلوم ہوتی تھی۔

حمد تو نسبت بتو گر بہتر ست	لیک آں نسبت بحق ہم ابتر ست
تیرا تعریف کرنا تیرے اعتبار سے اگرچہ بہتر ہے	لیکن وہ اللہ (تعالیٰ) کی نسبت سے ناقص ہے

حمد تو الخ۔ یعنی تیری حمد تیری نسبت سے تو بہتر ہے لیکن وہی حق تعالیٰ کی نسبت ابتر ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ ہماری نماز ہمارا روزہ ہماری تقدیس و تسبیح وغیرہ کوئی بھی اس قابل نہیں ہے کہ اس درگاہ میں پیش کی جاسکے۔ یہ جو کچھ بھی انعامات ہیں سب اس کا فضل و کرم ہے ورنہ خود تو جیسے ہیں معلوم ہے آگے فرماتے ہیں کہ

کاشکے بہتر نبودے مر ترا	درد او وسوز بودے مر ترا
کاشکہ تیری (وہ) بہتر (دعا) نہ ہوتی	اس کا درد اور سوز تیرے لئے (حاصل ہوتا)

کاشکے الخ کاش کہ تیرے نزدیک بھی بہتر نہ ہوتا اور اس کا درد تیرا اور دلسوز ہوتا۔ مطلب یہ کہ کاش کہ تو بھی اس ذکر و تسبیح و تقدیس کو بہتر نہ سمجھتا تو اس میں کوشش کرتا اور حق تعالیٰ کی محبت اور سوز عشق تیری دلسوز ہو جاتی اور فرماتے ہیں کہ

چند گوئی چوں غطا برداشتند	کایں نبودست آنچہ مے پنداشتند
جب پردہ اٹھا دیں گے تو کتنا کہے گا؟	جو انہوں نے (خدا کے بارے میں) تصور کیا تھا وہ یہ نہ تھا

چند گوئی الخ۔ یعنی جب پردہ اٹھائیں گے تو تو اس وقت کس قدر کہے گا کہ یہ نہیں تھا جو کچھ کر سمجھے ہوئے تھے مطلب یہ کہ جب قیامت کے روز کارکنان قضاء و قدر پردہ اٹھائیں گے اور حقیقت اس ذکر اور تسبیح اور تقدیس کی معلوم ہوگی تب آنکھیں کھلیں گی اور کہو گے کہ کیا سمجھے کیا تھا اور یہاں ہے کیا اس کی تو کچھ بھی حقیقت نہ تھی تو جب یہ حالت ذکر کی ہے اور تقدیس اس قدر ناقص ہے تو اس کو پیش کر دینا ہی گستاخی تھا اور اگر یہ قبول بھی ہو جائے تو یہ تو رحمت ہی رحمت ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

ایں قبول ذکر تو از رحمت ست	چوں نماز مستحاضہ رخصت ست
تیرے ذکر کو قبول کر لینا رحمت ہے	جیسے استحاضہ والی کی نماز جائز ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

این قبول الخ۔ یعنی تیرے اس ذکر کا قبول کر لینا تو صرف رحمت کی وجہ سے ہے جیسا کہ مستحاضہ کی نماز کہ رخصت ہے مطلب یہ کہ ہمارے ذکر کی ایسی مثال ہے کہ جیسے مستحاضہ کی نماز کہ باوجود خون کے جاری ہونے کے اس کو اجازت دے دی گئی ہے کہ خیر اس حالت میں بھی نماز پڑھ لیا کرو تو اگر وہ اس نماز کو کامل سمجھنے لگے تو کس قدر غلطی ہے اسی طرح اگر اس ذکر کو جو کہ لاکھوں ناپاکیوں سے بھرا ہوا ہے ہم کامل سمجھیں تو سراسر جہل اور لاعلمی ہے۔ سبحان اللہ کیا ہی خوب مثال ہے آگے فرماتے ہیں کہ

بانماز او بیالو دست خوں	ذکر تو آلودۂ تشبیہ وچوں
اس کی نماز سے خون وابستہ ہے	تیرا ذکر (اللہ) کرنا تشبیہ اور مثال سے آلودہ ہے

بانماز الخ۔ یعنی اس کی نماز تو خون ہی سے آلودہ ہو رہی ہے اور تیرا ذکر تو تشبیہ اور چون وچرا میں آلودہ ہو رہا ہے۔

خوں پلیدست و بآبے می رود	لیک باطن را نجاستہا بود
خون ناپاک ہے اور پانی سے دھل جاتا ہے	لیکن باطن میں وہ نجاستیں ہوتی ہیں

خون الخ۔ یعنی خون تو پلید ہے اور ایک پانی سے جاتا رہتا ہے اور یہ پلیدی جہل کی زیادہ قائم ہوتی ہے۔

کاں بغیر آب لطف کردگار	کم نہ گردد از درون مرد کار
جو خدا کی مہربانی کے پانی کے بغیر	کام کرنے والے کے باطن سے نہیں دھلتیں

کان بغیر آب الخ۔ یعنی کہ وہ (جہل) بغیر حق تعالیٰ کے آب لطف کے کام کے آدمی کے باطن سے کم نہیں ہوتا ہے مطلب یہ کہ ہمارا ذکر وغیرہ مستحاضہ کی نماز کی طرح ہے کہ جس طرح ہے اس کو باوجود ناپاک ہونے کے اجازت دیدی گئی ہے اور حکم ہے کہ ایسی حالت میں نماز پڑھو ہم اس کو دوسری صحت کی نمازوں کے ساتھ ثواب میں برابر کر دیں گے اسی طرح باوجود ہمارے ذکر وغیرہ کے ناقص ہونے کے حق تعالیٰ نے ہم کو اجازت دیدی ہے کہ خیر اس ذکر کو بھی ہم ذکر کامل کے ساتھ ملا کر ثواب ایسا ہی دیں گے بلکہ نماز مستحاضہ کی تو اس قدر ناپاکی میں آلودہ بھی نہیں ہے اس لئے کہ اس کی ناپاکی تو اس ظاہری پانی کے دھونے سے جاتی رہتی ہے تو وہ ناپاکی بھی ظاہری ہی ہے لیکن نقص ذکر اور جہل کی ناپاکی تو بے لطف حق تعالیٰ کے زائل ہی نہیں ہو سکتی اور سالک کا دل پاک ہو ہی نہیں سکتا تو یہ ناپاکی تو باطن میں گھسی ہوئی ہے اس لئے یہ اس سے بھی زیادہ ناپاک اور ناقص ہے پھر اس کو درگاہ حق میں پیش کرتے ہوئے تو بہت ہی شرم آنی چاہیے اور اگر اس کے پیش کرنے پر عذاب نہ ہو بھی بسا غنیمت ہے چہ جائیکہ انعام کی توقع کی جائے کہ یہ تو بس فضل ہی فضل ہے اور یہ ساری خرابی اس کی ہے کہ ہم کو اپنی عبادت کی حقیقت معلوم نہیں ہے ورنہ اگر معلوم ہوتی تو کبھی یہ غفلت نہ ہوتی آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

در سجودت کاش رو گردانئے	معنی سبحان ربی دانئے
کاش تو سجدے میں رخ پھیرتا	اے میرے رب تو پاک ہے" کے معنی جان لیتا

www.besturdubooks.wordpress.com

در سجودت الخ یعنی اپنے سجود میں کاش کہ تو (حقیقت کی طرف) توجہ کرتا اور سبحان ربی کے معنی جانتا۔ مطلب یہ کہ کاش اگر تو جو سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ کہہ رہا ہے اس کے معنی سمجھتا کہ اس سے کیا مقصود ہے (یہاں مولانا اس سے ایک لطیف مقصود بیان فرماتے ہیں)

کاے سجودم چوں وجودم ناسزا	مربدی را تو نکوئی دہ جزا
یعنی اے خدا! میرا سجدہ میرے وجود کی طرح (تیرے) لائق نہیں ہے	تو برائی کا بدلہ بھلائی سے عطا فرما

کائے سجودم الخ۔ یعنی کہ اے وہ ذات کہ میرا سجدہ میرے وجود کی طرح (تیری درگاہ کے) لائق نہیں ہے تو ہی بدی کا بدلا نیکی دے۔ مطلب یہ کہ سبحان ربی الاعلیٰ کہنے سے مقصود یہ ہے کہ یاالٰہی آپ پاک ہیں اس سے کہ آپ کی درگاہ میں میرا یہ سجدہ پیش کیا جائے اس لئے کہ یہ تو نیکی کیا بلکہ بدی ہے اور اس کا پیش کرنا تو آپ کی درگاہ میں گستاخی ہے اس لئے ہم آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ اس بدی کے بدلہ میں جو کہ صرف صورت نیکی ہے ہم کو حسنات دے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یبدل اللہ سیاتھم حسنات تو اس کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ ہماری عبادتیں جو کہ حقیقت کے اعتبار سے گستاخیاں ہیں حق تعالیٰ کے یہاں پہنچ کر حسنات اور عبادتیں ہی ہو جائیں گی تو اگر اس مقصود کو کوئی سمجھ لے اس کو تو ہرگز بھی اپنی عبادتوں پر ناز نہیں ہو سکتا اور جہاں تک ہو سکے گا اس کی کوشش کرے گا کہ خیر اگر اصل حقیقت نہیں ہے تو صورت ہی بن جائے کہ اسی پر حق تعالیٰ کے یہاں سے انعام مل جائے گا اب چونکہ کسی کو یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ بھلا سیئات کی طرح حسنات ہو جائیں گے یہ تو قلب ماہیت ہے اس لئے آگے فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک مثال دے کر سمجھاتے ہیں کہ یہ عادت تو حق تعالیٰ کی مستمرہ ہے کہ ناقص کو کامل فرما دیتے ہیں جیسے کہ زمین کہ ادنیٰ مظہر ہے حق تعالیٰ کے کمال کا اس کے اندر گندگی ڈالتے ہیں اور اس سے گل وسوسن پیدا ہوتے ہیں اسی طرح یہ سیئات بھی حسنات ہو جائیں گے اب مجھو کہ فرماتے ہیں کہ

ایں زمیں از حلم حق دارد اثر	تا نجاست برد و گلہا داد بر
اس زمین میں اللہ (تعالیٰ) کی بردباری کا اثر ہے	کہ گندگی کو ختم کر دیا اور پھول نتیجہ میں دیئے

این زمین الخ۔ یعنی یہ زمین حق تعالیٰ کے علم سے تھوڑا ہی اثر رکھتی ہے یہاں تک کہ نجاست کو لے جاتی ہے اور پھل پھول دیتی ہے۔ حلم حق سے اثر رکھنے کے یہ معنی ہیں کہ چونکہ سیئات کو حسنات کر دینا بھی تو حلم ہی کی وجہ سے ہے ورنہ اگر صفت غضب کا ظہور ہو تو کہاں سے سیئات حسنات ہو جائیں گے تو دیکھو زمین نے ناقص شے کو تو زائل کر دیا اور اس سے گل وسوسن جو کہ کامل شے ہے پیدا ہوئے آگے فرماتے ہیں کہ

تا بپوشد او پلیدیہائے ما	در عوض بر روید از وے غنچہا
یہاں تک کہ وہ ہماری پلیدیوں کو چھپا لیتی ہے	بدلے میں اس سے غنچے کھلتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ناپوشد الخ۔ یعنی یہاں تک کہ ہماری پلیدیوں کو چھپالیتی ہے اور عوض میں اس سے غنچے اگتے ہیں تو اسی طرح حق تعالیٰ بھی ان ناپاکوں کو زائل فرما کر سب صاف و پاک فرمادیں گے بس اس مضمون کو ختم کر کے آگے دوسرے مضمون کی طرف انتقال ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن شریف میں جو آیا ہے کہ قیامت کے روز کافر کہے گا یالیتنی کنت ترابا اس کی یہ وجہ ہے کہ وہ دیکھے گا کہ مجھ سے تو بہتر زمین ہی تھی کہ وہ ناقص کو کامل تو کر دیتی تھی اور میں نے تو اس استعداد کو بھی جو میرے اندر کامل موجود تھی ناقص کر دیا تو اگر میں خاک ہی ہو جاتا تو بہتر تھا مولانا کا مقصود اس تبدیل سے تفسیر نہیں ہے بلکہ صرف ایک وجہ کا بیان ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے ورنہ تفسیر مشہور ہے تو یہ ہے کہ جب کافر دیکھے گا کہ خاک کو کسی قسم کا عذاب نہیں ہے تو وہ یہ تمنا کرے گا کہ کاش میں خاک ہوتا تو ان عذابوں سے تو رہائی ہوتی لیکن خیر یہ بھی مولانا کی ایک توجیہ ہے جو کہ قواعد شرعیہ کے خلاف نہ ہونے کی وجہ سے قابل تسلیم ہے اب سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ

پس چو کافر دید کو در داد وجود	کمتر و بے مایہ تر از خاک بود
تو کافر جب دیکھے گا کہ وہ عطا اور بخشش میں	مٹی سے بھی کمتر اور تہی دست تھا

پس چو کافر الخ۔ یعنی پس جب کہ کافر دیکھے گا کہ وہ داد و جود میں خاک سے بھی کم اور بے مایہ تھا (دید او بود وغیرہ ماضی بمعنی مستقبل ہے استحضار واقعہ کے لئے ہے)

از وجود او گل و میوہ نرست	جز فساد جملہ پاکیہا نجست
اس کے وجود سے پھول اور میوہ نہ اگا	پاکیوں کو خراب کرنے کے علاوہ اس نے کچھ نہ کیا

از وجود الخ۔ یعنی اس کے وجود سے کوئی گل اور میوہ نہیں جما اور سوائے تمام پاکیوں کے فساد کے اور کچھ نہیں ڈھونڈا یعنی ناقص کو تو کیا کامل کرتا اور استعداد کامل کو بھی ناقص کر لیا تو اس وقت کہے گا کہ

گفت واپس رفتہ ام من در ذہاب	حسرتا یالیتنی کنت تراب
کہے گا میں نے الٹی چال چلی ہے	افسوس! کاش میں مٹی ہوتا

گفت الخ۔ یعنی کہے گا کہ میں چلنے میں واپس ہوا ہوں افسوس کاش کہ میں خاک ہی ہوتا مطلب یہ کہ میں الٹا چلا اور راہ مستقیم پر نہ چلا تو اگر خاک ہوتا تو ایسا کیوں ہوتا بلکہ پھر تو میرے اندر سے گل و سوسن لاکھوں پیدا ہوتے۔

کاش از خاکے سفر نگزیدمے	ہمچو خاکے دانہ می چیدمے
کاش میں مٹی (ہونے) سے ترقی نہ کرتا	مٹی کی طرح بیج کو چن لیتا

کاش الخ۔ یعنی کاش کہ خاک سے سفر قبول کرتا میں اور (مرغ) خاکی کی طرح دانہ چن لیا کرتا مطلب یہ کہ چونکہ اول تو انسان خاک ہی ہوتا ہے اس لئے کہتا ہے کہ کاش کہ میں ویسا ہی رہتا تو میرے نقائص کامل تو ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

جاتے اور یہ جو میں نے سفر کیا ہے کہ خاک سے حیوان بنا اور حیوان سے انسان بنا ہوں یہ نہ کرتا تو بہتر تھا اس لئے کہ اول انسان نطفہ بے شعور ہوتا ہے پھر اس میں روح ڈالی جاتی ہے تو اس کو شعور حاصل ہوتا ہے لیکن ادراک کلیات نہیں ہوتا پھر جب عقل عطاء ہوتی ہے اس وقت انسان ہوتا ہے چونکہ سفر میں بھی الانتقال من مکان الی المکان ہوتا ہے اور یہ انتقال ہے من حال الی حال اس لئے اس کو سفر سے تعبیر فرمایا اور مرغ خاکی کی طرح دانہ چننے کے یہ معنی ہیں کہ جس طرح وہ عجز وانکساری میں ہوتا ہے اسی طرح میں بھی رہتا اور یہ مرتبہ علیا انسانیت کا نہ حاصل کرتا اور کہے گا کہ

زیں سفر کردن رہ آوردم چہ بود	چوں سفر کردم مرا رہ آزمود
اس ترقی سے مجھے کیا تحفہ ملا؟	جب میں نے ترقی کی مجھے راہ نے آزما لیا

چون سفرالخ۔ یعنی جب میں نے سفر کیا تو مجھ کو راہ نے آزمایا اور اس سفر کرنے سے میرا تحفہ کیا تھا۔ بزرگوں کا قول ہے انسان کی سیرت سفر میں معلوم ہو جاتی ہے اور اس کی حالت کا اندازہ سفر میں پورا پورا ہو جاتا ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ وہ کہے گا کہ اس انتقال من حال الی حال سے تیری حقیقت معلوم ہوگئی اور اس میں کامیاب نہ ہو سکا اس لئے کاش اسی کی حالت میں رہتا اور اس سفر میں مجھے کوئی فائدہ بھی نہ ہوا اور تحفہ میں اس سفر میں نہ لایا بلکہ ناکام ہو کر آیا تو اس یالیتنی کنت ترابا کہنے کی یہ وجہ ہوگی کہ چونکہ خاک میں صفت ناقص کو کامل کر دینے کی ہے اس لئے وہ تمنا کرے گا کہ کاش میں خاکی ہی ہو جاتا اب اس توجیہ کو پورا فرما کر اسکی تمنا کرنے کی وجہ بتاتے ہیں کہ وہ اس لئے خاک ہونے کی تمنا کرے گا کہ اس تغیر حال میں اس کو کوئی فائدہ نہیں ہے لہٰذا وہ اس کی تمنا کرے گا فرماتے ہیں کہ

در سفر سودے نہ بیند پیش رو	زاں ہمہ میلش سوئے خاکست کو
ترقی میں کوئی فائدہ نہیں دیکھتا ہے	اسی وجہ سے اس کا میلان مٹی کی طرف ہے کیونکہ وہ

زان ہمہ الخ۔ یعنی اس کا میلان خاک کی طرف اس لئے ہے کہ وہ سفر میں سامنے کوئی فائدہ نہیں دیکھتا۔

در رہ او ہیچ نہ صدق و نیاز	روئے واپس کردنش از حرص وآز
اس کے راستہ میں کوئی سچائی اور عاجزی نہیں ہے	اس کا واپسی کی طرف رخ کرنا حرص اور لالچ کی وجہ سے ہے

روئے الخ۔ یعنی اس کا منہ واپس کرنا تو حرص وآز کی وجہ سے ہے اور راستہ میں کرنا اس کا صدق و نیاز کی وجہ سے ہے یعنی انسان ہونے کی تمنا جب کرے جب کہ اعمال صالحہ ہوں اور اس کو اس میں فائدہ ہو مگر جبکہ وہ دیکھتا ہے کہ بجائے فائدہ کے اس کو ضرر ہے اور خاک ہونے میں ہی فائدہ ہے اس لئے وہ اس کی تمنا کرے گا آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر گیا ہ راکش بود میل علا	در مزید ست و حیات ست و نما
جس گھاس کا میلان بلندی کی طرف ہوتا ہے	وہ بڑھوتری اور زندگی اور (نشوو) نما میں ہے

ہر گیاہ الخ۔ یعنی جس گھاس کا میلان کہ بلندی کی طرف ہو وہ تو بڑھنے (کی حالت) میں ہے اور حیات میں اور نمو میں ہے مطلب یہ کہ جو گھاس کہ کھڑا ہوا اس کو تو یوں سمجھو کہ وہ زندہ ہے اور ہر دم ترقی میں ہے۔

چونکہ گردانید سر سوئے زمیں	در کمی و خشکی و نقص و غبیں
چونکہ اس نے زمین کی طرف رخ کیا	وہ گھٹاؤ اور خشکی اور نقصان اور ٹوٹے میں ہے

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ وہ (گھاس) سر کو زمین کی طرف کر لے تو (سمجھو لو کہ) کمی میں اور خشکی میں اور نقص میں اور غبن میں ہے مطلب یہ کہ جب وہ نیچے کو جھک جائے تو سمجھ لو کہ اسکے اندر حیات نہیں ہے بلکہ خشک ہو گیا ہے اسی طرح چونکہ کفار میں حیات روحانی نہ ہوگی وہ بھی خاک کی طرف میلان کریں گے اور تمنا کریں گے کہ کاش ہم خاک ہو جاتے یہی فرماتے ہیں کہ

میل روحت چوں سوئے بالا بود	در تزاید مرجعت آں جا بود
تیری روح کا میلان جب (عالم) بالا کی طرف ہو	ترقی میں تیرا مرجع وہی ہو گا

میل روحت الخ۔ یعنی جب تیری روح کا میلان (عالم) بالا کی طرف ہو تو ترقی میں تیرا مرجع اس جگہ ہے یعنی تیری توجہ حق تعالیٰ کی طرف ہو اور عالم بالا سے تجھ کو تعلق و مناسبت ہو۔

ور نگونساری سرت سوئے زمیں	آفلی حق لا احب الآفلیں
اگر تو اوندھا ہے تیرا سر زمین کی طرف ہے	تو غروب کر جانیوالا ہے حق تعالیٰ غروب کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہوں

ور نگونساری الخ۔ یعنی اور اگر نگونساری ہو تو سر تیرا زمین کی طرف ہو تو تو (حقیقت سے چھپنے والوں میں سے ہو اور میں یقیناً (حقیقۃ ... سے) پوشیدہ رہنے والوں کو درست نہیں رکھتا حق لا احب الآفلین اصل میں حقاً لا احب الآفلین تھا جس کے معنی یقین اور اثبات ہیں بوجہ ضرورت شعر کے تنوین ساقط ہو گئی اور حق لا احب الآفلین ہو گیا مطلب ظاہر ہے کہ اگر اس کافر کا میلان عالم بالا اور حق تعالیٰ کی طرف ہوتا تو اس کو اس کی تمنا نہ ہوتی۔ کہ کاش میں خاک ہو جاؤں بلکہ وہ تو قرب حق کا طالب ہوتا یہ تمنا دلیل اس کی ہے کہ اسکا میلان اور رجعت عالم بالا کی طرف ہرگز نہیں ہے یہاں تک تو انتقالات ہوتے ہوئے یہ سب مضامین بیان ہو گئے تھے اب آگے مولانا پھر اس مکالمہ حضرت حق و موسیٰ علیہ السلام کی طرف رجوع فرماتے ہیں چونکہ اوپر کہا تھا کہ + بہر دل موسے نخہار یختند + الخ کہ موسیٰ علیہ السلام پر بہت سے اسرار کا القاء کیا اور بہت سے راز بیان کئے اس لئے کہ ان اسرار میں سے ایک بیان فرماتے ہیں کہ منجملہ اور باتوں کے ایک یہ سوال جواب بھی ہوئے۔ اس سوال

www.besturdubooks.wordpress.com

جواب کا اول خلاصہ سمجھ لیا جائے پھر سمجھنے میں آسانی ہو جائے گی سوال کا تو یہ خلاصہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا الٰہ العالمین آپ نے جو دنیا میں ظالموں کو غلبہ دیا ہے اور دوسروں کو مغلوب کیا ہے اس میں کیا بھید ہے اگرچہ یہ تو جانتا ہوں کہ کوئی مصلحت ضرور ہے لیکن یہ تو اجمال ہے اس کی تفصیل کا محتاج ہوں اور یہ بھی عرض کیا کہ یہ میرا سوال کوئی اعتراض کے طور پر نہیں بلکہ صرف استفادہ ہے جیسا کہ ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام کے خلق کے وقت مصلحت سے سوال کیا تھا کہ وہ بھی استفادہ محض تھا اسی طرح یہ میرا سوال بھی صرف استفادہ کے لئے ہے انتہیٰ۔ اب جواب کا خلاصہ سمجھو کہ حق تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اصل یہ ہے کہ ہر شے میں بعض مصالح ہوتے ہیں اور بعض ضرر ہوتے ہیں تو ہم جو اس شے کو پیدا کرتے ہیں ان مصالح کی بناء پر پیدا کرتے ہیں اور ضرر بھی اس کے تابع ہوتے ہیں مگر چونکہ یہ ضرر بھی سبب نفع کا ہو جاتا ہے اس لئے ہم اس شے کو پیدا کرتے ہیں اور اس بات کو مولانا مثالیں دے کر واضح کرتے ہیں کہ دیکھو مرنے میں چونکہ یہ مصلحت ہے کہ اس سے قیامت کو ثواب ملے گا اس لئے اس مرنے کی کلفت کو برداشت کیا جاتا ہے وغیر ذلک تو اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ چونکہ ظالموں کے غلبہ میں ایک حکمت تھی اور وہ یہ کہ جب یہ غالب ہونگے تو ظلم کریں گے اور جب ظلم کریں گے تو مظلوموں کے درجات میں ترقی ہوگی اس لئے ہم نے ان کو غالب کر دیا اب سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

بعد از اں در سر موسیٰ: موسےٰ علیہ السلام نے ایک چرواہے کو راستہ میں یہ کہتے ہوئے دیکھا کہ اے کریم اور اے اللہ تو کہاں ہے کہ میں تیرا خادم ہو جاؤں اور تیرے موزے سیا کروں۔ تیرے سر میں کنگھی کیا کروں۔ تو بتا دے کہ تو کہاں ہے تا کہ میں تیری خوب خدمت کروں۔ تیرے کپڑے سیا کروں اور ان میں بخیہ کیا کروں۔ تیرے کپڑے دھویا کروں تیرے بالوں کی اور کپڑوں کی جوئیں مارا کروں اور تیری خدمت میں دودھ حاضر کیا کروں اور اگر اتفاقاً آپ کو کوئی مرض لاحق ہو تو میں عزیزوں کی طرح آپ کی تیمارداری کروں آپ کے ہاتھ چوموں اور پاؤں دباؤں جب آپ کے سونے کا وقت ہو تو آپ کی خواب گاہ کو کوڑے کرکٹ سے صاف کیا کروں۔ اے خدا میری جان اور میرے بال بچے اور میرا گھر بار کنبہ قبیلہ تجھ پر قربان۔ اگر مجھے تیرا گھر معلوم ہو جائے تو صبح و شام دونوں وقت دودھ اور گھی تیرے لئے لایا کروں۔ نیز میں تیرے لئے پنیر اور روغنی روٹیاں اور دہی کی مٹکیاں تیار کروں اور صبح و شام دونوں وقت تیری خدمت میں حاضر کیا کروں بس میرا کام لانا ہو اور تیرا کام کھانا۔ اے اللہ میری بکریاں تجھ پر قربان اور اے وہ ذات جس کی یاد میں میرا یہ حسرت و افسوس اور آہ و زاری ہے اگر تو مجھے مل جائے تو میں مذکورۂ بالا کام سارے کروں۔ غرض وہ چرواہا اسی قسم کی بے ہودہ گفتگو کر رہا تھا۔ یہ گفتگو سن کر موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے چرواہے تو یہ خطاب کس کو کر رہا ہے اس نے کہا اس کو جس نے ہم سب

کو پیدا کیا اور جس سے آسمان و زمین کا ظہور ہوا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو احمق ہو گیا ہے کہ ایسی باتیں کرتا ہے ایسی باتوں سے تو مسلمان تو کیا ہوتا۔ الٹا کافر ہو گیا۔ یہ کیا بکواس ہے اور یہ کیسا کفر اور لغویات ہے خبردار ایسی باتیں ہرگز منہ سے مت نکال اگر یوں چپ نہیں رہ جاتا تو منہ میں روئی ٹھونس لے۔ تیرے کفر کی بدبو نے عالم کو گندہ کر دیا اور تیرے اس کفر نے دین کو دیبا کو گدڑی بنا دیا ہے یعنی تو اس گفتگو سے پیشتر تلبیس بدین تھا جو کہ تیرے لئے بیش بہا ہونے میں مثل دیبا کے تھا اب وہ دین جو مثل دیبا کے تھا نہ رہا بلکہ اس کے بجائے کفر آ گیا جو مثل گدڑی کے ذلیل و حقیر ہے اور کوڑی کے بھی کام کا نہیں موزہ اور پاتابہ تیرے لئے زیبا ہیں بھلا آفتاب حقیقی کے لئے کب جائز ہے کہ موزہ اور پاتابہ پہنے اگر تو ان باتوں سے اپنا منہ بند نہ کرے گا تو آسمان سے آگ آئے گی اور مخلوق کو بھسم کر دے گی اور آتش معنوی یعنی آتش قہر تو آ بھی چکی کیونکہ اگر وہ ہنوز نہیں آئی تو یہ دھواں کیسا ہے اور تیری جان و دل کیوں سیاہ ہو گئے ہیں اور تیری جان مردود کیوں ہے۔ یہ سب آثار اسی آتش قہر کے ہیں جن سے اس آتش پر استدلال ہو سکتا ہے اگر تو جانتا ہے کہ خدا حاکم ہے تو ان بے ہودہ اور گستاخی کی باتوں کا تجھے اس کی نسبت کیسے یقین ہو گیا سچ ہے کہ نادان کی دوستی بھی دشمنی ہے ارے یاد رکھ کہ حق سبحانہ کو اس قسم کی خدمات کی ضرورت نہیں ذرا بتا تو سہی کہ تو اس قسم کی باتیں اپنے چچا سے کرتا ہے یا ماموں سے کرتا ہے اور خدا تیرے ماموں اور چچا کی طرح ہے۔ بھلا صفات خداوندی میں جسمیت اور احتیاج کو کیا دخل دودھ تو وہ پیتا ہے جو ہنوز ناقص ہو اور نشو و نما اسے درکار ہو اور موزہ وہ پہنتا ہے جسے پالان کی حاجت ہو اور خدا کے لئے یہ امور محال ہیں تو ان سے یہ گفتگو کیسی اور اگر تیری مراد وہ بندہ ہے جس کی نسبت حق سبحانہ نے یہ فرمایا ہے کہ میں وہ ہوں اور وہ میں ہے یعنی مجھ میں اور اس میں اتحاد عرفی یعنی توافق ہے اور جس کی عیادت نہ کرنے پر حق سبحانہ شکایت فرمائیں گے کہ انی مرضت فلم تعدنی یعنی مجھ میں اور اس میں ایسا اتحاد اور توافق تھا جس کی بنا پر عرفاً یوں کہا جا سکتا ہے کہ صرف وہی بیمار نہ ہوا تھا بلکہ اس کے ساتھ میں بھی بیمار ہوا تھا اور جس کی نسبت ارشاد ہوا ہے کہ بی یسمع و بی یبصر تو ایسے بندہ کے حق میں بھی یہ گفتگو بے ہودہ ہے اور عاصیان الٰہی سے گستاخانہ خطاب کرنا دل کو مردہ کرتا ہے اور نامۂ اعمال کو سیہ کرتا ہے۔ یہاں سے مولانا مضمون سابق کی تائید فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہ صحیح ہے دیکھو اگر تم کسی مرد کی تعریف میں اسے فاطمہ کہو تو باوجودیکہ مرد و عورت ایک ہی جنس سے ہیں اور کچھ بہت بعد نہیں ہے مگر با ایں ہمہ بہت ممکن ہے کہ وہ تیرے خون کے درپے ہو جائے اگرچہ خوش خو اور حلیم اور بردبار ہو کیونکہ فاطمہ کہنا عورتوں کے حق میں تو تعریف ہے اگر مرد کو کہو تو اس کو ایسا ناگوار ہو گا۔ جیسا کسی نے نیزہ یا تیر مار دیا جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ ہاتھ پاؤں ہمارا کمال ہیں کیونکہ وہ ہمارے لئے آسائش کا ذریعہ ہیں اور پاکی حق سبحانہ کے مقابلہ میں وہ نجاست ہیں اس کے لئے تو لم یلد ولم یولد زیبا ہے کیونکہ ہر والد و مولود اس کا پیدا کردہ ہے پس وہ خود والد و مولود کیسے ہو سکتا ہے ولادت اجسام کی صفت ہے

نہ کہ اس کی جو جسمیت سے منزہ ہے اور جو مولود ہے وہ بھی طالب جسمیت ہے پس والد و مولود اجسام ہوئے اور جو جسمیت سے منزہ ہے نہ وہ والد ہوگا نہ مولود اور راز اس کا یہ ہے کہ ہر والد و مولود کے لئے کون و فساد کی ضرورت ہے اور اس لئے وہ ذلیل بھی ہے پس وہ حادث ہوگا اور اس کو ایک محدث کی ضرورت ہوگی (کون سے مراد ہے نئے کیفیت اور صورت کا پیدا ہونا اور فساد سے مراد ہے کیفیت و صورت سابقہ کا زائل ہونا والد کو کون و فساد کی اس لئے ضرورت ہے کہ اس کے ان اجزاء میں تغیر ہوتا ہے جن سے وہ بچہ بنتا ہے پہلے وہ ایک کیفیت و صورت پر ہوتے ہیں اور پھر دوسری کیفیت و صورت اختیار کرتے ہیں اور مولود کے لئے کون و فساد کی اس لئے ضرورت ہے کہ پہلے وہ ایک کیفیت و صورت پر ہوتا ہے اس کے بعد دوسری کیفیت و صورت اختیار کرتا ہے مثلاً زید والد اس وقت بنے گا جبکہ اس کے اجزاء دمویہ فاسد ہو کر صورت منویہ اختیار کرلیں اور مولود یوں ہوا کہ پہلے وہ منی تھا بعد کو صورت منویہ فاسد ہوئی اور صورت زیدیہ پیدا ہوگئی۔ اسی پر دیگر والد و مولود کو قیاس کرلو) یہاں سے مولانا مضمون سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس نے عرض کیا کہ یا حضرت آپ نے تو میرا منہ ہی بند کردیا اور ندامت سے میری جان جلادی یعنی اب میں پشیمان ہوں کہ میں نے اس قسم کے الفاظ گستاخانہ کیوں استعمال کئے اور اب میں ایک لفظ بے ہودہ زبان سے نہ نکالوں گا یہ کہہ کر کپڑے پھاڑ ڈالے اور ایک گرم آہ کی اور بیابان کا رخ کیا اور چل دیا۔ موسیٰ علیہ السلام کے پاس حضرت حق سبحانہ سے وحی آئی کہ آپ نے ہمارے بندہ کو ہم سے جدا کیوں کردیا آپ کا کام تو یہ ہے کہ آپ بندوں اور حق سبحانہ کے درمیان تعلق پیدا کریں نہ یہ کہ جو تعلق پیدا ہو چکا ہے اس کو منقطع کریں اب ہم آپ کو متنبہ کرتے ہیں کہ آئندہ کبھی ایسی بات نہ کرنا جس سے ہمارے اور بندوں کے درمیان جدائی ہو کیونکہ زن و شوہر کی جدائی کو بھی ہم نے بہ مصلحت گوارا کیا ہے ورنہ ہم کو پسند نہیں پس ہم بندوں کی جدائی کو کیونکر گوارا کریں گے جب آپ نے اس کو نصیحت فرمائی تھی آپ کو خیال کرنا چاہیے تھا کہ ہم نے ہر ایک کی سیرت جداگانہ قائم کی ہے اور ہر ایک کو ہم نے جداگانہ اصطلاح عطا کی ہے جو ایک کے لئے مفید اور دوسرے کے لئے مضر ہے اس بنا پر اس کی یہ گفتگو اس کے حق میں تو مدح تھی اور تمہارے حق میں ذم ہوگی اس کے حق میں شہد تھی تمہارے حق میں سم ہوگی اس کے حق میں نور تھی آپ کے حق میں نار ہوگی اس کے حق میں گل تھی آپ کے حق میں خار ہوگی اس کے حق میں نیک تھی آپ کے حق میں بد ہوگی اس کے حق میں عمدہ تھی آپ کے حق میں مردود ہوگی مقصود سب کا یہ ہے کہ اس کے حق میں نافع اور بہتر تھی اور آپ کے حق میں مضر اور بدتر اور یہ بھلائی تمہارے ہی اعتبار سے اور خود تمہاری ہی طرف راجع ہے رہے ہم سو ہماری تو یہ شان ہے کہ ہم تمہاری پاکی سے بھی منزہ ہیں اور ناپاکی سے بھی یعنی کاہلی اور اسی قسم کے افعال و اوصاف ذمیمہ سے بھی جو ہماری طرف منسوب کئے جائیں اور چستی و چالاکی اور اس قسم کے افعال و اوصاف حسنہ سے بھی جو ہماری طرف منسوب کئے جائیں او میں نے تسبیح و تقدیس کا حکم کیا ہے وہ اپنے کسی فائدہ کے لئے نہیں بلکہ محض اس لئے کہ مخلوق پر انعام

www.besturdubooks.wordpress.com

کروں اور اس کے ذریعہ وہ صفات حسنہ سے متصف ہوں پس ہندی لوگ ہندی زبان میں میری تعریف کرتے ہیں اور وہ ہی ان کے حق میں مدح ہوتی ہے اور سندھی لوگ سندھی زبان میں میری تعریف کرتے ہیں اور ان کے حق میں وہی تعریف ہوتی ہے میں نہ ہندیوں کی تسبیح وتقدیس سے پاک ہوتا ہوں اور نہ سندیوں کی بلکہ وہی اپنی اس تسبیح وتقدیس سے پاک ہوتے ہیں اور انہیں کے منہ سے موتی جھڑتے ہیں پس تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہم الفاظ کو نہیں دیکھتے بلکہ دل اور نیت کو دیکھتے ہیں کہ کس نیت سے یہ الفاظ استعمال کیے گئے ہیں ہم صرف باطن اور حال کو دیکھتے ہیں نہ کہ ظاہر اور قال کو اگر دل میں خشوع ہو تو ہم اسی کو دیکھیں گے اگر چہ گفتگو سے خشوع نہ ظاہر ہوتا ہو ہم اسپر ہرگز نظر نہ کریں گے اور راز اس میں یہ ہے کہ دل جوہر ہے اور گویائی عرض اور جوہر مقصود ہوتا ہے اور عرض اس کے تابع ہوتی ہے پس اگر مقصود درست ہو تو اتنا ہی کافی ہے غیر مقصود میں اگر کچھ نقص بھی ہو تو کچھ نقصان نہیں بشرطیکہ عمداً وہ نقصان پیدا نہ کیا گیا ہو۔ الفاظ واضمار و مجاز پر کب تک نظر کرو گے ہم کو تو یہ مطلوب ہی نہیں ہے ہم کو تو مطلوب صرف سوز ہے تم کو سوز سے موافقت کرنا چاہیے اور عشق کی آگ اپنے دل و جان میں مشتعل کرنا چاہیے اور محض فکر اعلیٰ اور عبارت حسنہ کو آگ لگا دینا چاہیے اور اگر عشق کے ساتھ یہ بھی ہوں تو نور علیٰ نور ہے۔ اے موسیٰ ادب دان اور لوگ ہیں اور دل جلے اور ہیں۔ جو ادب دان اور عارف و عاقل ہیں ان سے ادب مطلوب ہے اور جو عشاق ہیں وہ عموماً یا تو ناواقف ہوتے ہیں یا مغلوب الحال اس لئے وہ معذور ہیں اور ان سے ادب مطلوب نہیں۔ پس وہ ترک ادب پر ماخوذ بھی نہ ہونگے عاشق تو ہر وقت جلتے رہتے ہیں اور اپنی ہستی اور ہوش وحواس سب کو ہمارے لئے فنا کر چکے ہیں ان کے پاس وہ شے ہی نہیں جس کی بنا پر ان سے مطالبہ کریں یعنی ہوش وحواس پس ہم ان سے ادب کا کیونکر مطالبہ کر سکتے ہیں بھلا سمجھو تو سہی کہ کہیں ویران گاؤں پر خراج وعشر واجب ہوتا ہے ہرگز نہیں کیوں؟ اس لئے کہ وہاں وہ شے ہی نہیں جس کی بنا پر عشر وخراج لازم ہو علیٰ ہذا یہاں بھی یہی حالت ہے پس اگر ایسے لوگ گفتگو میں غلطی کریں تو ان کو خطا وار نہ کہنا چاہیے جس طرح کہ شہید خون آلودہ کو نہلانا نہیں چاہیے اس لئے کہ جس طرح شہیدوں کے لئے خون پانی سے بہتر ہے یوں ہی یہ غلطی اس صواب سے بہتر ہے جس کا تعلق صرف زبان ہی سے ہو ہم تم کو اسی مضمون کو دوسری عنوان سے سمجھاتے ہیں۔ دیکھو قبلہ کے اندر کسی خاص جہت کی ضرورت نہیں اور اگر غوطہ خور کے پاس پاتابہ نہ ہو تو کوئی فکر کی بات نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ شرط توجہ الی الجهة المخصوصه اور شرط استعمال پاتابہ مقصود ہے پس یہاں بھی بعینہ یہی حالت ہے آپ مستوں سے رہبری کی توقع نہ رکھئے اور عشاق کو کپڑوں کے رفو کرنے کی ہدایت نہ کیجئے کیونکہ یہ دونوں ان دونوں کاموں کے اہل نہیں علیٰ ہذا وہ بھی ادب کا اہل نہیں کیونکہ اس کا مدار علم وعقل پر ہے اور وہاں دونوں مفقود ہیں مذہب عشق تمام مذاہب سے جداگانہ ہے کہ ہر مذہب میں مکلفین کے لئے احکام مخصوصہ ہوتے ہیں۔ عشاق الٰہی کا کوئی مذہب نہیں کیونکہ وہ شرط تکلیف ہی اپنے اندر نہیں رکھتے یعنی عقل بلکہ ان کا مذہب تو ان کا

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلوب ہے یعنی حق سبحانہ پس وہ اس کی دھن میں لگے ہوئے ہیں اور اوامر و نواہی کی انہیں خبر بھی نہیں بس وہ بیچارے عمل کیا کر سکتے ہیں اور اس ترک ادب وغیرہ سے ان کے نقصان پر استدلال نہ کرنا چاہیے کیونکہ ان کی مثال ایسی ہے جیسے لعل اور لعل کو سکہ کی ضرورت نہیں یوں ہی ان کو بھی افعال ظاہری کی ضرورت نہیں جس کی وجہ وہی فقدان شرط تکلیف ہے ہاں چاندی سونے کے لئے سکہ کی ضرورت ہے کیونکہ ان میں شرط موجود ہے نیز یہ افعال گو فی نفسہ مضر ہیں مگر ان کے لحاظ سے مضر نہیں اور ان کو ان سے کچھ ضرر نہیں ہوتا اگر یہ بات سمجھ میں نہ آئے تو یوں سمجھو کہ عاشق ہزاروں رنج وغم میں مبتلا ہوتا ہے مگر مغموم نہیں ہوتا حالانکہ غم فی نفسہ مغموم کرنیوالا ہے مگر عشاق پر اس کا اثر نہیں بس یہی حالت عاشقان حق سبحانہ کی ہے کہ ان کو ترک ادب وغیرہ باوجود فی نفسہ مضر ہونے کے مضر نہیں اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں پوشیدہ طور پر ان اسرار کا القاء ہوا جو بیان میں نہیں آ سکتے اور گفتگو و مشاہدہ ہر دو کو جمع کر دیا یعنی جو کچھ کہا گیا تھا اس کا مشاہدہ بھی کرا دیا اس پر موسیٰ علیہ السلام پر کیسی کیسی بے خودیاں طاری ہوئی ہیں اور کیسے کیسے ہوش آئے ہیں اور کیسے کیسے وہ ابتدا سے انتہا کی طرف اڑے ہیں اور ترقی روحانی حاصل کی ہے کہ بیان میں نہیں آ سکتی اب اگر میں ان امور کی تشریح کروں تو میری حماقت ہے اس لئے کہ وہ تو عقول متوسط کے احاطہ سے باہر ہے اگر میں کہتا ہوں تو عقول عامہ درہم برہم ہو جائیں کیونکہ ان کی کنہ تک تو پہنچیں گے نہیں پس یا تو کچھ سے کچھ سمجھ لیں گے یا انکار کر بیٹھیں گے اور یہ دونوں صورتیں بربادی کی ہیں نیز اگر لکھتا ہوں تو اس میں طول اتنا ہے کہ بہت سے قلم ٹوٹ جائیں گے اور تمام نہ ہوگی۔ وہ اتنی طویل ہے کہ اگر میں اس کی واقعی تفصیل کروں اور قیامت تک کئے جاؤں تب بھی نہایت مختصر ہوگی ان وجوہ سے مجبوراً میں نے خاموشی اختیار کی اب اگر تم کو ضرورت ہو تو اپنے باطن کی اصلاح کرو تم کو خود معلوم ہو جائے گی۔ غرض جبکہ موسیٰ علیہ السلام نے حق سبحانہ کا یہ شفقت آمیز عتاب سنا تو چوپان کو تلاش کرنے کے لئے اس کے پیچھے دوڑے اور اس کے نقش قدم پر چل دیئے اور جستجو میں بیابان کی خوب خاک اڑائی یہاں کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ انہوں نے اس کے نقش قدم کو کیونکر پہچانا اس لئے کہ عشاق کے نقش قدم اور دوسروں کے نقش قدم میں فرق ہوتا ہے کوئی قدم تو ان کا اوپر سے نیچے کو ہوتا ہے جیسے رخ چلتا ہے اور کوئی قدم فیل کی طرح ٹیڑھا ہوتا ہے کبھی وہ موج کی طرح جھنڈا بلند کرتے ہیں یعنی کھڑے چلتے ہیں اور کبھی مچھلی کی طرح پیٹ کے بل چلتے ہیں کبھی مٹی پر اپنی حالت لکھتے ہیں جیسے کوئی رومال۔ مل نکال رہا ہو کبھی متحیر ہو کر کھڑے کے کھڑے رہ جاتے ہیں کبھی دوڑنے لگتے ہیں کبھی گیند کی طرح لڑھکتے چلتے ہیں خیر انجام کار انہوں نے اس کو پا لیا اور یہ خوشخبری سنائی کہ تم کو اجازت ہوگئی ہے کہ تم کو کسی ادب اور قرینہ کی ضرورت نہیں جو کچھ تمہارے جی میں آئے کہو تمہارا ظاہری کفر بھی تمہارے حق میں دین ہے اور یہ تمہارا دین تمہارے لئے نور جان ہے نہ کہ دود آتش قہر جیسا کہ میں نے کہا تھا اور تم خود بھی بے خطر ہو اور دنیا کو بھی تمہارے ذریعہ سے امان ہے اور آتش آسمان نہ تم کو جلا سکتی ہے نہ مخلوق کو جیسا کہ میں نے کہا تھا۔ تم کو حق سبحانہ

www.besturdubooks.wordpress.com

نے جو فاعل مختار ہیں معافی کا پروانہ عطا کیا ہے لہٰذا بے کھٹکے جو جی میں آئے کہو اس نے عرض کیا کہ جناب والا اب میری حالت وہ نہیں رہی بلکہ اب مجھے حق سبحانہ کی معرفت حاصل ہوگئی ہے مگر اب میرا دل خون خون ہوگیا ہے اور میں اس میں لتھڑا ہوا ہوں اس لئے کہ میں اسکی تعریف کے لئے الفاظ نہیں پاتا بلکہ اپنی ہر تعریف کو اس کے رتبہ سے کمتر پاتا ہوں اب میں عروج روحانی اس قدر حاصل کر چکا ہوں کہ اس کو مثال محسوس سے ظاہر کرنے کے لئے یوں کہتا ہوں کہ سدرۃ المنتہیٰ سے گزر گیا ہوں میری پہلی حالت اور موجودہ حالت کے درمیان سینکڑوں برس کی مسافت حائل ہوگئی ہے خدا حضور کا بھلا کرے کہ حضور نے چابک مار کر میرے توسن روح کا رخ اس طرف سے پھیرا اور اس نے ایک ایسی جست کی کہ آسمان سے اوپر پہنچ گیا اب خدا کرے کہ لاہوت ہم ناسوتیوں کا محرم رہے اور آپ کے دست و بازو کو آفریں ہے کہ آپ کی بدولت یہ مرتبہ حاصل ہوا۔ میری موجودہ حالت بیان سے باہر ہے میں جو کچھ بھی بیان کرونگا وہ میری حالت نہ ہوگی کیونکہ حال قال میں نہیں آسکتا اس لئے میں کچھ عرض بھی نہیں کرتا صرف اتنا عرض کرتا ہوں کہ اب مجھے ترقی ہوگئی ہے۔

یہاں چند امور پر متنبہ کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے تاکہ عوام کو لغزش نہ ہو۔ اول یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو اپنا فرض منصبی ادا کیا تھا پھر ان پر عتاب کیوں ہوا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا فرض منصبی مکلفین کو تبلیغ کرنا تھا اور شبان مغلوب الحال ہونے کے سبب غیر مکلف تھا۔ اگر موسیٰ علیہ السلام عجلت کو کام نہ فرماتے اور ذرا غور فرماتے تو ان پر اس کی حالت منکشف ہو جاتی لیکن انہوں نے عجلت فرمائی اس لئے شفقت آمیز تنبیہ فرمائی گئی۔ دوم یہ کہ "ملت عشق از ہمہ دینہا جدا است" سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ عشاق حق سبحانہ کو مسلمان ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ بدوں مسلمان ہوئے عشق الٰہی بھی ناممکن ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ عاشق مغلوب الحال کا مطمح نظر صرف ذات حق سبحانہ ہوتی ہے اس کے علاوہ اور تمام چیزوں سے مغلوب الحال ہونے کے وقت وہ بے خبر ہوتا ہے اس وقت خاص تک اس کے حواس اس قابل نہیں ہوتے کہ وہ مکلف ہو سکے اس لئے وہ اس وقت تک قوانین شریعت سے مستثنیٰ ہو جاتا ہے جب تک کہ اسے ہوش نہ آ جائے سوم یہ کہ "ما برون را ننگریم و قال را" الخ کا مطلب نہیں کہ اصلاح ظاہر کی ضرورت ہی نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر بعارض مغلوبیت حال کسی خاص وقت میں کسی کا ظاہر درست نہ رہے تو کچھ مضائقہ نہیں اور جس وقت مغلوب نہ ہو اس وقت اصلاح ظاہر لازم ہے کیونکہ اس کے بغیر اصلاح باطن بھی نہیں ہو سکتی۔

نقش می بینی کہ در آئینہ: ان اشعار کا تعلق "شاہ را گوید کسے جولاہا نیست" الخ اور اس سے اوپر کے اشعار کے ساتھ ہے اور قصہ شبان جو بمناسبت مضمون بالا بیان کیا گیا تھا اس کو ختم کر کے مولانا اسی مضمون سابق کی طرف عود فرماتے ہیں ان اشعار کو "حال من اکنون برون از گفتن ہست" الخ سے متعلق کہنا محشین کی واضح غفلت ہے' کما یظہر لک بالمراجعۃ الی وجدانک التسلیم فتدبر ہو اس تنبیہ کے بعد ہم حل اشعار کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ بوقت حمد حق سبحانہ کا جس عنوان سے تم تصور کرتے ہو وہ صورت تمہاری من گھڑت ہے حق سبحانہ کی

www.besturdubooks.wordpress.com

صورت نہیں کہ وہ اس سے متعالی ہے اس کی شان تو یہ ہے کہ اے برتر از خیال وقیاس وگمان ووہم وز ہر چہ گفتہ ایم و شنیدیم وخاندہ ایم+ مثلاً آئینہ میں جو صورت تم کو نظر آتی ہے وہ خود تمہاری ہوتی ہے نہ کہ آئینہ کی اس پر اگر یہ شبہ ہو کہ حق سبحانہ خود تو اپنی تعریف کر سکتے ہیں اور ہم جو تعریفیں کرتے ہیں وہ وہی ہیں جو اس نے اپنے لئے تجویز کی ہیں اور ہمکو تعلیم فرمائی ہیں۔ پس ہماری تعریفیں خلاف واقعہ کیونکر ہو سکتی ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک وہ تعریفیں حق سبحانہ کی تعلیم کی ہوئی ہیں اور وہ اپنی تعریف کما حقہ کر سکتے ہیں لیکن اس تعلیم میں تمہاری استعداد کا لحاظ رکھا گیا ہے نہ کہ اپنی شان کا اس لئے کہ اس کی شان کے موافق اس کی تعریف احاطہ استعداد ممکنات سے باہر ہے اس کی تعریف کما ھو خود اس کے اوصاف مختصہ میں سے ہے جس کا ممکنات کے لئے حصول ناممکن ہے اس کو ہم ایک مثال سے سمجھاتے ہیں تا کہ تقریب فہم کا کام دے جو آواز کہ بانسری بجانے والا بانسری کے اندر بھرتا ہے وہ بانسری کی لیاقت کے لحاظ سے ہوتی ہے نہ کہ بانسری بجانے والے کی لیاقت کے اعتبار سے چنانچہ جو آواز بانسری میں سے نکلتی ہے اور آواز کہ خود بانسری بجانے والے کے منہ سے نکلتی ہے دونوں میں کیوں بعد ہوتا ہے حالانکہ دونوں آوازیں ایک ہی شخص کی ہیں پس اسی قسم کا فرق حمد حق اور حمد عبد میں سمجھ لو۔ پس دیکھنا خبردار جو حمد حق سبحانہ تم شکر نعمائے الٰہیہ میں بجالاؤ اس پر مغرور نہ ہونا کہ ہم نے کما ینبغی تعریف کر دی بلکہ اس کو اس چرواہے کے نامناسب الفاظ کے مانند سمجھنا۔ مانا کہ تمہاری ذاتی حمد کے لحاظ سے وہ تعلیمی حمد بہتر ہے مگر حق سبحانہ کی شان کے اعتبار سے وہ بھی گھٹیا ہے نیز جبکہ وہ بہتر اضافی وتعلیمی تعریف محض زبان ہی سے ہو تمہاری اس ذاتی تعریف سے بھی گھٹیا اور کمتر ہے جو درد اور سوز سے ناشی ہو۔ اس بناء پر ہم تو یہ کہتے ہیں کہ کاش یہ زبانی بہتر اضافی تعریف تمہیں حاصل نہ ہوتی بلکہ درد وسوز تم کو حاصل ہوتا اس سے جو تعریف بھی ناشی ہوتی وہ اچھی تھی۔ ارے تو اس زبانی تعریف میں کب تک مصروف رہے گا اس کو چھوڑ اور درد وسوز حاصل کر یاد رکھ کہ جب حقیقت حال منکشف ہو جائے گی اور حجاب اٹھ جائے گا خواہ دنیا میں یا آخرت میں اس وقت تجھے معلوم ہوگا کہ لوگ جن میں سے تو بھی ہے حق سبحانہ کے جو اوصاف بیان کرتے تھے وہ اصل حقیقت سے بہت بعید تھی اور ان میں بہت بڑی رنگ آمیزی ہماری استعدادوں اور قابلیتوں کی تھی تم کو یہ بھی شبہ نہ ہونا چاہیے کہ جب انہیں تعریفوں کی قبولیت کا ہم سے وعدہ کیا گیا ہے اور اس قبولیت کا ہم آثار سے مشاہدہ بھی کرتے ہیں پھر ہم کیسے سمجھیں کہ وہ خلاف واقعہ ہیں کیونکہ تیرے اس ذکر کا مقبول ہونا اس کی لیاقت قبول کی بناء پر نہیں بلکہ اس کا مبنٰی محض رحمت ہے کہ اس نے محض اپنی رحمت سے یہ قانون مقرر کر دیا ہے کہ لایکلف اللّٰہ نفسا الا وسعھا۔ اس کی مثال ایسی سمجھو جیسے کہ مستحاضہ کی نماز کہ قانون عام کی بناء پر تو یہ نماز ہی نہیں کیونکہ نجاست جو سبیلین سے خارج ہو ناقض وضو ہے اور بدوں وضو کے نماز کہاں پس اس کو نماز نہ ہونا چاہیے مگر تعذر کا لحاظ فرما کر حق سبحانہ نے اپنی رحمت سے اسی کو نماز قرار دیدیا ہے اور اسی پر وہ تمام ثمرات براءت ذمہ وغیرہ مرتب فرما دیتے ہیں جو طاہرین کی نماز پر مرتب ہوتے ہیں جس طرح اس کی نماز کے

www.besturdubooks.wordpress.com

ساتھ خون کی آلائش ہے اور اس بنا پر وہ حقیقی نماز کہلانے کی مستحق نہیں یوں ہی تیرے ذکر میں تشبیہ اور کیف کی آمیزش ہے لہٰذا وہ بھی حقیقۃً ذکر کہلانے کا مستحق نہ ہوگا بلکہ اس کا ذکر نہ کہلانا اس کے نماز نہ کہلانے سے اولیٰ تر ہے کیونکہ نجاست خون تو اس حیثیت سے ادنیٰ ہے کہ وہ پانی سے زائل ہو سکتی ہے مگر نجاسات باطنیہ جن کے ساتھ تیرے ذکر کو تلبس ہے اس قدر قوی ہیں کہ وہ آب متعارف سے زائل نہیں ہو سکتیں ان کو صرف آب رحمت حق سبحانہ دھو سکتا ہے اور بدوں اس کے وہ کم بھی نہیں ہو سکتیں زوال تو در کنار اے کاش تو ان حقائق کو سمجھے اور سجدہ کے اندر اپنے عجب سے روگردان اور اپنے سبحان ربی الاعلیٰ کا مطلب سمجھے اور یوں خیال کرے کہ اے اللہ جسطرح میں نالائق ہوں میرا سجدہ بھی نا قابل پذیرائی ہے یہ بجائے تعظیم کے آپ کی تحقیر ہے لیکن مجھ سے یہ ہی ہو سکتا ہے آپ اپنے فضل ورحمت سے میری اس برائی کا بدلا بھلائی سے فرمائیں میرے عجز کے یہ ہی شایان ہے اور آپ کی قدرت ورحمت کو وہی زیبا ہے ہم نے اوپر کہا ہے کہ حق سبحانہ اپنے فضل سے تمہارے برائی کی مکافات بھلائی سے فرماتے ہیں یہ اگر تمہاری سمجھ میں نہ آئے تو ہم تم کو ایک دلیل سے سمجھاتے ہیں دیکھو زمین من وجہ مظہر ہے صفت حلم حق سبحانہ کا اس پر یہ اثر ہے کہ تم اس پر نجاستیں ڈالتے ہو اور وہ تم کو اس کے معاوضہ میں پھل پھول دیتی ہے۔ ہماری ناپاکیوں کی پردہ پوشی کرتی ہے اور اس کے عوض میں اس سے کلیاں پیدا ہوتی ہیں پس جب زمین کی یہ حالت ہو تو حق سبحانہ کی نسبت ہماری برائیوں کی پردہ پوشی اور اس کی بھلائیوں سے مکافات کرنے میں کیا شک ہو سکتا ہے یہاں سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں جب زمین کی یہ حالت ہے کہ اس سے پھل پھول پیدا ہوتے ہیں پس قیامت میں کافر کو متنبہ ہوگا اور زمین کی حالت اس کو یاد آئے گی اور وہ اپنی حالت کو دیکھے گا کہ وہ سخاوت میں زمین سے بھی کم رہا اور اس کی روح سے معرفت حق سبحانہ کے پھل پھول نہ پیدا ہوئے اور بجز سراسر فساد کے پاکیاں اس میں پیدا نہ ہوئیں تو وہ رجعت قہقری کی آرزو کریگا اور بحسرت وافسوس کہے گا کہ کاش میں مٹی ہی ہوتا اور کاش میں ترابیت سے انسانیت کی طرف ترقی نہ کرتا بلکہ دوسری مٹی کی طرح میں دانہ چنتا اور پھل پھول اگاتا جب میں نے ترابیت سے انسانیت تک ترقی کی تو میں محض مبتلائے امتحان ہوا اور اس کا نتیجہ مجھے کچھ بھی نہ ملا۔ اس واقعہ سے تم سمجھو کہ وہ پستی کی طرف لوٹنے کی آرزو کیوں کر رہا ہے فائدہ کی خاطر کیونکہ اس ترقی کا ثمرہ اس کو کچھ نہ ملا۔ پس رجعت قہقری کا منشاء حرص اور طمع ہوئی نہ کہ صدق واخلاص لہٰذا تم کو اس سے نتیجہ نکالنا چاہیے کہ حرص وطمع پستی کی طرف لے جاتے ہیں اس لئے وہ قابل ترک ہیں اور عروج روحانی حاصل کرنے کی ضرورت ہے جس کا منشاء صدق واخلاص ہے اب ہم تم کو پستی کی طرف جھکنے اور بلندی کی طرف مائل ہونے ہر دو کے نتائج سے آگاہ کرتے ہیں تا کہ تم سمجھو کہ ان میں سے کون امر قابل تحصیل ہے اور کون قابل ترک دیکھو جو نباتات بلندی کی طرف مائل ہوتے ہیں وہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کرتے ہیں زندہ رہتے ہیں پھولتے پھلتے ہیں لیکن جس وقت سے کہ وہ پستی کی طرف جھکتے ہیں اسی وقت سے گھٹنے اور خشک ہونے لگتے ہیں اور نقصان و

www.besturdubooks.wordpress.com

خسارہ میں پڑ جاتے ہیں اس پر تم اپنی روح کی حالت کو بھی قیاس کرلو کہ اگر اس کا میلان بلندی کی طرف ہے اور وہ حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہے تو اس کو ترقی ہوتی رہے گی جس کا انجام حق سبحانہ کا قرب کامل ہوگا اور جبکہ اس کا میلان پستی کی طرف ہوگا اور تم کو عالم ناسوت میں انہماک ہوگا اس وقت تم آفل (فانی) ہوگے اور لا احب الآفلین یقینی بات ہے پس تم ہرگز محبوب حق نہیں ہوسکتے اوپر کافر کی ناگفتہ بہ حالت کا ذکر کیا تھا اس پر سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ ایسے لوگوں کو پیدا ہی کیوں کیا گیا لہٰذا مولانا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ نقل فرماتے ہیں جس میں سوال و جواب دونوں موجود ہیں۔

شرح شبیری

پرسیدن موسیٰ علیہ السلام از سر غلبۂ ظالماں

ظالموں کے غالب ہونے کے بھید کی بابت حق تعالیٰ سے موسیٰ علیہ السلام کا سوال

گفت موسیٰ اے کریم کارساز	اے کہ یک دم ذکر تو عمر دراز
(حضرت) موسیٰ نے عرض کیا اے کارساز' کریم!	اے (وہ ذات) جس کا ایک لمحہ ذکر کرنا عمر دراز ہے

گفت موسی الخ۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے کریم وائے کارساز اور اے وہ ذات کہ ایک گھڑی اس کی یاد عمر دراز (سے کہیں بہتر) ہے۔

نقش کژ مژ دیدم اندر آب وگل	چوں ملائک اعتراضے کرد دل
میں نے (عالم) آب وگل میں بہت سی آڑی ترچھی چیزیں دیکھی ہیں	ملائک کی طرح دل نے اعتراض کیا ہے

نقش کژ مژ الخ۔ یعنی میں نے آب وگل (انسان) میں ٹیڑھے میڑھے نقش دیکھے ہیں۔ تو ملائک کی طرح دل نے ایک اعتراض کیا۔ مطلب یہ کہ بعض ایسے لوگ جو کہ راہ مستقیم سے کجی پر تھے میں نے دیکھے تو دل میں ایک سوال ایسا پیدا ہوا ہے جیسا کہ ملائک کو ایجاد آدم کے وقت ہوا تھا اور اس کو اعتراض کہہ دینا مجاز ہے ورنہ حقیقت میں صرف استفادہ ہے۔ صورت اعتراض جیسی ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ

کہ چہ مقصودست نقشے ساختن	واندر و تخم فساد انداختن
کہ اس میں کیا مقصود ہے؟ کہ ایک نقش بنانا	اور اس میں فساد کا بیج بو دینا

کہ چہ مقصودست الخ۔ یعنی کہ کیا مقصود ہے کہ ایک نقش بنانا اور پھر اس میں فساد کا بیج ڈالنا یعنی اس کو مفسد بنانا اس میں کیا مصلحت ہے۔

آتش ظلم و فساد افروختن	مسجد و سجدہ کناں را سوختن
ظلم اور فساد کی آگ بھڑکانا	مسجد اور سجدہ کرنے والوں کو پھونکنا

www.besturdubooks.wordpress.com

آتش ظلم وفساد الخ۔ یعنی ظلم وفساد کی آگ بھڑکانا اور مسجد کو اور سجدہ کرنے والوں کو جلانا۔ اس لئے کہ جب ظالموں کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ اہل حق کو ستاتے ہی ہیں اس لئے عرض کی کہ ظلم کیا آگ کو روشن کرنا اور اس سے اہل حق کو نقصان پہنچانے سے کیا فائدہ ہے۔

مایۂ خونابہ و زردابہ را	جوش دادن از برائے لابہ را
خون اور پیپ کے ذخیرے کو	دل لگی کے لئے جوش دینا

مایہ خون نابہ الخ۔ یعنی خون اور پیپ کے ذخیرہ کو ایک کھیل کے واسطے جوش دینے سے کیا فائدہ ہے خون اور پیپ کے ذخیرہ سے مراد انسان ہے اس لئے کہ یہ حضرت تو اول نطفہ اور علقہ وغیرہ ہونے کی حالت میں ایسے ہی تھے آگے فرماتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتراض مقصود نہ تھا بلکہ صرف استفادہ ہی تھا فرماتے ہیں کہ

من یقیں دانم کہ عین حکمت ست	لیک مقصودم عیان رویت ست
میں بالیقین جانتا ہوں کہ (یہ) عین حکمت ہے	لیکن میرا مقصد مشاہدہ ہے

من یقین دانم الخ۔ یعنی یہ تو میں یقیناً جانتا ہوں کہ کوئی حکمت ہے لیکن میرا مقصود عیاناً دیکھنا ہے۔ یعنی اجمالاً تو معلوم ہے کہ کوئی حکمت ہے لیکن دل یوں چاہتا ہے کہ اس کا مشاہدہ ہی ہو جائے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا تھا کہ کیف تحی الموتی تو سوال ہوا تھا کہ اولم تؤ من تو انہوں نے بھی عرض کیا تھا کہ بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی اس طرح موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اجمالاً تو حکمت کا وجود معلوم ہے لیکن یہ چاہتا ہوں کہ اسکو تعیناً بھی معلوم کروں آگے فرماتے ہیں کہ

آں یقیں می گویدم خاموش کن	حرص رویت گویدم نے جوش کن
وہ یقین مجھ سے کہتا ہے چپ رہ	دیکھنے کی حرص مجھ سے کہتی ہے نہیں (سوال میں) جوش دکھا

آن یقین الخ۔ یعنی وہ یقین تو مجھے کہتا ہے کہ چپ رہ اور دیکھنے کی حرص کہتی ہے کہ نہیں جوش کرو (اور سوال کرو) تو عجب کشمکش میں مبتلا ہوں آگے ایک نظیر لاتے ہیں کہ

مر ملائک را نمودی سر خویش	کاینچنیں نوشے ہمی ارزد بہ نیش
تو نے فرشتوں پر اپنا راز ظاہر کر دیا	کہ اس طرح کا شہد ڈنک کے لائق ہے

مر ملائک را الخ۔ یعنی آپ نے فرشتوں کو اپنا بھید دکھلا دیا تھا کہ اس قسم کی راحت تکلیف کے برابر ہوا کرتی ہے مطلب یہ کہ آپ نے فرشتوں کے سوال پر بھی ان کو یہ جواب دیا تھا کہ ہر شے میں بعض مصالح ہوتے ہیں اور بعض مضار تو اس میں بھی اسی طرح ہے لیکن ہم ان مصالح کی بنا پر خلق آدم کرتے ہیں تو چونکہ فرشتوں کو پہلے سے صرف ضرر ہی کا علم تھا ان کو یہ خبر ہی نہ تھی کہ اس میں کوئی مصلحت بھی ہے اس لئے اتنا ہی کہہ دینے سے ان کا

www.besturdubooks.wordpress.com

اطمینان ہوگیا تو جیسا ان کا سوال تھا ویسا ہی میرا سوال ہے اس لئے جس طرح ان کو جواب مرحمت ہوا تھا اگر میری بھی تسلی فرمادی جائے تو بعید از لطف و کرم نہ ہو۔ اور فرماتے ہیں کہ

عرضہ کردی نور آدمؑ را عیاں	بر ملائک گشت مشکلہا بیاں
تو نے آدمؑ پر علم کھلم کھلا پیش کر دیا	فرشتوں کے اشکالات حل کر دیئے

عرضہ کردی الخ۔ یعنی آپ نے آدم علیہ السلام کے نور کو فرشتوں پر عیاناً پیش کر دیا تو تمام مشکلیں ان کی حل ہوگئیں۔ نورِ آدم سے مراد علم آدم ہے۔ مطلب یہ کہ آپ نے ان کو بھی یہ جواب دے کر جیسا کہ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اجمالاً ارشاد ہوا تھا واعلم مالاتعلمون اس کے بعد پھر حضرت آدم کو علم پیش کیا تھا جیسا کہ فرماتے ہیں کہ ثم عرضھم علی الملئکۃ الخ تو اسی طرح میری بھی تسلی فرمادیجئے۔ آگے جواب ہے جس میں کہ ظاہر الفاظ میں لفظ گویدیا گفت وغیرہ کچھ نہیں ہے مگر قرینہ مقام سے معلوم ہوتا ہے کہ جواب یہی ہے اس کو مولانا مثالوں سے بیان فرماتے ہیں جن سے کہ جواب بھی مستنبط ہوتا ہے اور ان سب کا خلاصہ یہی ہے کہ چونکہ سب چیزوں میں ضرر و نفع دونوں ہوتے ہیں اور نفع سبب ضرر کا اور ضرر سبب نفع کا ہوجایا کرتا ہے اس لئے ہم نفع کا لحاظ کر کے ضرر کو نظر انداز کر کے اس شے کو پیدا فرماتے ہیں اور چونکہ معاند نہ ہو بلکہ طالب حق ہو اس کو صرف اس قدر کہہ دینا بھی کافی ہے اور اس کی تسلی اس سے بھی ہو جاتی ہے جیسا کہ مشاہد ہے اب سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ

حشر تو گوید کہ سر مرگ چیست	میوہا گویند سر برگ چیست
تیرا حشر بتا دے گا کہ موت کیا راز ہے؟	میوے بتاتے ہیں کہ پتوں (کے ہونے) کا کیا راز ہے؟

حشر تو گوید الخ۔ یعنی تمہارا حشر بتاتا ہے کہ موت میں کیا مصلحت ہے اور میوے کہتے ہیں پتوں (کی پیدائش) میں کیا بھید ہے مطلب یہ کہ موت جو کہ ایک تکلیف دہ شے تھی اس میں یہ مصلحت ہے کہ قیامت کو اعمال کے ثواب ملیں گے اور پتوں میں جب خوشہ نکلا تو معلوم ہوگیا کہ ان سے یہ مقصود تھا تو دیکھو ایک نقص کا وجود ایک کامل کے وجود کا سبب ہے۔

سر خون و نطفہ حسن آدمی ست	سابق ہر بیشی آخر کمی ست
خون اور نطفہ کا راز آدمی کا حسن ہے	ہر بیشی سے پہلے کمی ہوتی ہے

سر خون الخ۔ یعنی خون اور نطفہ (کی پیدائش) میں بھید حسن انسانی ہے اور ہر آخری زیادتی سے پہلے کمی ہوتی ہے مطلب یہ کہ دیکھو نطفہ ایک ناپاک شے ہے مگر انجام کے اعتبار سے حسن انسانی کا یہی سبب ہے تو معلوم ہوگیا کہ جس شے کا انجام بہتر ہوتا ہے اس کے شروع میں ضرور کوئی نہ کوئی نقص ہوتا ہے اور ہر بیشی مسبوق کمی کے ساتھ ہوتی ہے۔

لوح را اول بشوید بے وقوف	آنگہے بروے نویسد او حروف
ناواقف (بچہ) پہلے تختی دھو دیتا ہے	پھر اس پر حروف لکھتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

لوح راالخ۔ یعنی تختی کو اول (کاتب) بلا توقف دھوڈالتا ہے اور اس وقت اس پر حروف لکھتا ہے تو دیکھو اول تو اس نے ان حروف کو مٹایا مگر یہی سبب ہو گیا دوسرے حروف کے لکھنے کا اسی لکھی ہوئی تختی پر دوسرے حروف ہرگز نہ لکھے جاسکتے تھے آگے اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ

خوں کند دل راز اشک مستہاں	برنویسد بروے اسرار نہاں
(سالک) بے وقعت آنسوؤں سے دل کو خون کرتا ہے	(پھر) اس پر پوشیدہ راز لکھتا ہے

خون کندالخ۔ یعنی (سالک اول) دل کو خون کر لیتا ہے ذلیل آنسوؤں سے اور اس پر اسرار پوشیدہ (حق تعالیٰ) کے لکھتا ہے مطلب یہ کہ اسی طرح جب سالک اسرار حق کو لوح دل پر لکھنا چاہتا ہے تو وہ بھی اول آنسوؤں سے اس کو دھوتا ہے جب پہلے نقوش جو شہوات سے پیدا ہو گئے تھے مٹ جاتے ہیں اب اس پر اسرار حق کے نقوش بناتا ہے اور معرفت حق حاصل کرتا ہے۔

وقت شستن لوح را باید شناخت	کہ مرآں را دفترے خواہند ساخت
دھونے وقت تختی کو پہچان لینا چاہئے	کہ اس کو ایک دفتر بنائیں گے

وقت شستن الخ۔ یعنی دھونے کے وقت تختی کو پہچان لینا چاہیے اس لئے اس کو ایک دفتر بنادیں گے۔ مطلب یہ کہ صفائے قلب کے وقت خوب اچھی طرح صاف کر لینا ضروری ہے اس لئے کہ کارکنان قضا وقدر اس سے ایک دفتر بنادینگے اور تمام نامہ اعمال کی شرح تو ان حضرات کے قلب صاف ہی ہیں اس لئے اول اس کی خوب صفائی کر لے پھر اسرار نہائی حق تعالیٰ کے اس پر نقوش بنادے۔ تفریع ختم ہوگئی۔ آگے پھر وہی مثالیں ہیں فرماتے ہیں کہ

چوں اساس خانۂ می افگنند	اولیں بنیاد را برمی کنند
جب کسی گھر کی بنیاد رکھتے ہیں	پہلے نیو کھودتے ہیں

چون الخ۔ یعنی جب نئے گھر کی بنیاد ڈالتے ہیں تو پہلی بنیاد کو اکھاڑ پھینکتے ہیں تو اس کا اکھاڑنا ہی تو دوسری عمارت کے بنا کے لئے سبب ہوا۔

گل برآرند اول از قعر زمیں	تا بآخر بر کشی ماء معیں
پہلے زمین کی گہرائی سے مٹی کھودتے ہیں	تاکہ تو آخر میں پانی کھینچے

گل برآرندالخ۔ یعنی قعر زمین سے اول مٹی نکالتے ہیں تاکہ انجام میں اس سے شیریں پانی کھینچو تو دیکھو مٹی نکالنا جو کہ زمین کو خراب کرتا ہے سبب ہو گیا ہے پانی کے نکلنے کا۔

از حجامت کودکاں گریند زار	کہ نمی دانند ایشاں سرکار
پچھنوں سے بچے زار زار روتے ہیں	کیونکہ وہ کام کے راز سے واقف نہیں ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

از حجامت الخ۔ یعنی پچھنے لگوانے سے بچے بہت روتے ہیں اس لئے کہ وہ کام کے بھید سے واقف نہیں ہیں۔

مرد خود زرمی دہد حجام را	می نوازد نیش خوں آشام را
مرد (باپ) پچھنے لگانے والے کو روپیہ دیتا ہے	خون چوسنے والے نشتر کو نوازتا ہے

مرد خود الخ۔ یعنی مرد خود حجام کو روپیہ دیتا ہے اور اس خون پینے والے نشتر کو نوازتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو نشتر لگوانے سے بچہ تو زار و زار رو رہا ہے اور جو اس کا سرپرست ہے وہ خوش ہوتا ہے اور حجام کو انعام دیتا ہے تو یہ اس لئے کہ بچے کو تو خبر نہیں ہے کہ اس سے انجام کیا ہوگا اس کی نظر تو صرف اس موجودہ تکلیف پر ہے اور مربی جانتا ہے کہ یہ جو راتوں کو بے چین رہتا ہے رات رات بھر نیند نہیں آتی یہ ساری خرابی اس دنبل کی ہے اور اس میں جو پیپ وغیرہ بھر رہی ہے اس کی خرابی ہے اور ایک نشتر کے لگنے سے وہ ساری تکلیفیں جاتی رہیں گی اور رات کو آرام سے سوویگا تو دیکھو کہ ایک تکلیف کے بعد راحت پہنچی اور یہ تکلیف یہ راحت کا سبب ہوئی۔

می دود حمال دربار گراں	میر باید بار را از دیگراں
بھاری بوجھ لئے ہوئے قلی دوڑتا ہے	دوسرے (قلیوں) سے بوجھ چھینتا ہے

می دود الخ۔ یعنی حمال بھاری بوجھ میں دوڑتا ہے اور بوجھ کو دوسروں سے چھینتا ہے تو یہ اس لئے کہ اس کا انجام یہ ہے کہ پیسے ملیں گے۔ ورنہ ظاہر میں تو ایک مصیبت ہے کہ بوجھ اٹھانا پڑے گا لیکن یہ مشقت ہی اس انعام کا سبب ہے۔

جنگ حمالاں برائے باربیں	ایں چنیں ست اجتہاد مرد دیں
بوجھ کے لئے قلیوں کی جنگ پر غور کر	دیندار کی کوشش اس طرح کی ہے

جنگ الخ۔ یعنی حمالوں کی لڑائی بوجھ کے واسطے دیکھو تو اسی طرح دین کے کام میں بھی کوشش کرتا ہے اس لئے کہ کار دین میں بھی تو انجام کار فرحت اور نعمت ہے اسی طرح حمال کو بھی انجام کار انعام ملتا ہے تو ثابت ہو گیا کہ بہت سے نقص اور بہت سی تکالیف اور مصیبتیں سبب کمال اور عیش اور راحت کا ہوا کرتی ہیں آگے فرماتے ہیں کہ

چوں گرانیہا اساس رحمت ست	تلخہا ہم پیشوائے نعمت ست
جبکہ گرانیاں رحمت کی بنیاد ہیں	تلخیاں بھی رحمت کا پیش خیمہ ہیں

چون گرانیہا الخ۔ یعنی جبکہ گرانیاں راحت کی بنیاد ہیں تو بہت سی تلخیاں نعمت کی پیشوا ہیں مطلب یہ کہ جس طرح تکالیف سبب راحت کا ہوتی ہیں اسی طرح راحت بھی سبب تکلیف کا ہوا کرتی ہیں آگے اس کی اور مثال دیتے ہیں کہ

حفت الجنۃ بمکروھاتنا	حفت النیران من شھواتنا
جنت ہماری ناپسندیدہ چیزوں سے گھیر دی گئی ہے	(اور) جہنم ہماری مرغوب چیزوں سے گھیر دی گئی ہے

حفت الجنۃ الخ۔ یعنی جنت تو ہماری مکروہات سے گھری ہوئی ہے اور جہنم ہماری شہوات سے گھرا ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے۔ حدیث میں ہے کہ حفت الجنۃ بالمکارہ و حفت النار بالشہوات تو دیکھو کہ جس نے دنیا میں مکروہات نفس پر صبر کیا اور اس تکلیف کو جھیلا اس کا انجام تو جنت اور اس کی راحتیں ہیں اور جس نے یہاں شہوات اور لذات میں مزے اڑائے اس کو انجام کار جہنم ملے گا اور اس کی مشکلیں اور کاہشیں برداشت کرنا پڑیں گی۔

تخم مایہ آتشت شاخ ترست	سوختہ آتش قرین کوثر ست
تیری آگ کا سرمایہ تر شاخ ہے	آگ کا جلا ہوا کوثر کے پاس ہے

تخم مایہ الخ۔ یعنی تمہاری آگ کا سرمایہ ایک شاخ تر ہے اور آگ کا جلا ہوا کوثر کے قرین ہے۔ مطلب یہ کہ جو لکڑیاں اس وقت آگ میں جل رہی ہیں وہ ایک وقت میں شاخ تر تھیں اور خوب مزے اڑائے تھے اس لئے آج آگ میں جلنا پڑا اور جو لکڑی کہ جل چکی ہے اس کے گل کرنے کے لئے اس پر پانی ڈالتے ہیں جس سے کہ اس کی آگ بجھ جاتی ہے تو دیکھ لو کہ اس کو بعد راحت کے جلنا پڑا اور دوسرے کو بعد جلنے کے راحت نصیب ہوئی۔

ہر کہ در زنداں قرین محنتے ست	آں جزائے لذتے و شہوتے ست
جو قید خانہ میں محنت میں مبتلا ہے	وہ لذت اور شہوت کی سزا ہے

ہر کہ در زندان الخ۔ یعنی جو کہ قید خانہ میں محنت کا قرین ہے تو کسی شہوت کی یا لقموں (لذیذ) کی جزا ہے مطلب یہ کہ اگر کوئی قید خانہ میں ہے تو ضرور اس سے قبل کسی لذت اور راحت میں رہا ہے۔ یہ اسی کا بدلہ مل رہا ہے اور وہ عیش ولذت ہی اس مصیبت کا سبب ہو گئی ہے۔

ہر کہ در قصرے قرین دولتے ست	آں جزائے کارزار و محنتے ست
جو محل میں صاحب سلطنت ہے	وہ محنت اور جنگ کا بدلہ ہے

ہر کہ در قصرے الخ۔ یعنی جو شخص کہ محل میں دولت کا قرین ہے یہ کسی محنت اور مشقت کا بدلا ہے کہ اول اس دولت کے کسب میں مشقت کی ہے تو اب راحت سے اڑا رہے ہیں۔

ہر کرا بینی بزور سیم فرد	داں کہ اندر کسب کردن صبر کرد
جس کو تو چاندی اور سونے میں یکتا دیکھے	سمجھ لے اس نے کمائی میں صبر کیا ہے

ہر کرا دیدی الخ۔ یعنی جس کو دیکھو کہ روپے پیسے میں یکتا ہے تو جان لو کہ اس نے کمانے میں (بڑی بڑی مشقتوں پر) صبر کیا ہے تو ان کا بدلا یہ مل رہا ہے لہذا جبکہ بعض منافع سبب ضرر کے اور بعض ضرر سبب نفع کا ہوا کرتے ہیں اس لئے بالنظر الی کمنافع ہم اس شئے کو پیدا فرمادیتے ہیں یہ تو حق تعالیٰ کے اس جواب کا حاصل ہوا اب اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ چونکہ ظالموں کے غالب کرنے میں ترقی درجات مظلوموں کا نفع ہے اس لئے ہم نے ظالموں کو غالب کر رکھا ہے یہاں تک تو یہ مضمون تھا آگے مولانا اس سے انتقال فرماتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ یہاں ایک اعتراض یہ ہوتا تھا کہ یہ جس قدر اسباب ایک دوسرے کے ہم نے بیان کئے ہیں یہ تو توحید کے بالکل خلاف ہیں جس پر غلبہ توحید کا ہوگا اس کو ان اسباب سے کیا تعلق ہے اس کی نظر تو بس ذات بحت حق تعالیٰ کی طرف ہوگی آگے اسی لئے بطور دفع دخل مقدر کے فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ترک اسباب تمہارا منصب نہیں ہے بلکہ یہ اس شخص کا منصب ہے کہ جو فنا ہو چکا ہو اور مرضی حق کو اپنی مرضی پر مقدم سمجھتا ہے لہٰذا تم کو ارتکاب اسباب ہی لازم ہے اب سمجھو کہ فرماتے ہیں

بے سبب بیند چو دیدہ شد گزار	تو کہ در حسی سبب را گوش دار
جب آنکھ (عالم اسباب سے) گزر جانے والی بن جائے	تو بغیر سبب کے دیکھتی ہے تو حس کا پابند ہے سبب پر توجہ کر
آنکہ بیروں از طبائع جان اوست	منصب خرق سببہا آن اوست
جس کی جان (انسانی) طبائع سے باہر ہے	اسباب کو ترک کر دینے کا مقام اسے حاصل ہے

آنکہ بیرون الخ۔ یعنی جو شخص کہ اس کی جان طبائع سے باہر ہو تو ترک اسباب اس کا منصب ہے یعنی جو ان خواہشات و طبائع انسانی سے علیحدہ ہو اور ذات حق میں فنا ہو چکا ہو اس کو تو ترک اسباب جائز ہے مگر تم کو کہ ابھی خام ہو ہرگز جائز نہیں ہے فرماتے ہیں کہ

بے سبب بیند نہ از آب و گیا	چشمہ چشمہ معجزات انبیا
بغیر سبب کے پانی اور گھاس کے بغیر دیکھتا ہے	کثرت سے انبیاء کے معجزات (جیسے)

بے سبب بیند الخ۔ یعنی جبکہ آنکھ گزرنے والی ہوگی اس وقت بے سبب کے دیکھے گا اور تو کہ حس میں (مقید) ہے سبب کی حفاظت کر مطلب یہ کہ جس کی نظر کہ اس عالم اسباب سے گزر کر حق تعالیٰ تک پہنچ گئی ہو اس کو ترک اسباب جائز ہے لیکن تم جو کہ مقید اسباب ہو ہرگز ترک اسباب مت کرنا ورنہ گمراہ ہو گے۔ آگے فرماتے ہیں کہ بے سبب بیند الخ۔ یعنی وہ بے سبب کے دیکھتا ہے نہ آب و گھاس سے چشمے کے چشمے انبیاء علیہم السلام کے معجزات مطلب یہ کہ جس کی نگاہ اس عالم سے گزر گئی اس کو پھر اسباب ظاہری کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ وہ بے اسباب ظاہری کے لئے انبیا معجزات دیکھتا ہے اور انبیا کی تصدیق کرتا ہے اور اس کو ان معجزات ظاہری کے دیکھنے کی تصدیق میں ضرورت نہیں ہوتی آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ

ایں سبب ہمچوں طبیب ست و علیل	ایں سبب ہمچوں چراغ ست و فتیل
یہ سبب ایسا ہے جیسے طبیب اور بیمار	یہ سبب چراغ اور بتی کی طرح ہے

این سبب الخ۔ یعنی یہ اسباب (ظاہری) مثل طبیب کے ہیں اور (ان کا مرتکب مثل) علیل (کے) ہے (تو اگر ارتکاب نہ کرے گا تو آخر مرے گا اور کیا ہوگا آگے دوسری مثال ہے کہ) اور یہ اسباب مثل چراغ کے ہیں اور بتی کے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شب چراغت را فتیلے نوبتاب	پاک داں زینہا چراغ آفتاب
رات کو اپنے چراغ کے لئے نئی بتی بٹ لے	سورج کے چراغ کو ان سے پاک سمجھ

شب چراغت الخ۔ یعنی اپنے رات کے چراغ کے لئے نئی بتی بٹ لے اور آفتاب کے چراغ کو اس سے پاک جان مطلب یہ کہ چونکہ یہ اسباب چراغ کی طرح ہیں اس لئے ان کو جب تک تیل بتی پہنچتا رہتا ہے سب کام درست رہتے ہیں ورنہ گل ہو جاتے ہیں اور کام نہیں چلتا لیکن جو حضرات کاملین ہیں اور وہ مثل آفتاب کے ہیں ان کو اس تیل بتی کی ضرورت نہیں ہے ان کے اندر تو خود نور ہے ان کو ان اسباب ظاہری کے ارتکاب کی ہرگز ضرورت نہیں ہے +کار پاکاں را قیاس از خود مگیر +گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر+ ایک اور مثال فرماتے ہیں کہ

رو تو کہگل ساز بہر سقف خاں	سقف گردوں راز کہگل پاکداں
گھر کی چھت کے لئے تو گارا تیار کر لے	آسمان کی چھت کو گارے سے پاک سمجھ

رو تو الخ۔ یعنی جاؤ اور اپنی جان کی چھت کے لئے گارا بناؤ لیکن سقف آسمان کو کہگل سے پاک جانو۔ اس کو کہگل کی ضرورت نہیں ہے اسی طرح تم کو تو اسباب کی ضرورت ہے لیکن جو کاملین ہیں ان کو اس کی ضرورت نہیں ہے آگے بطور تحدث بالنعمۃ کے فرماتے ہیں کہ

وہ کہ چوں دلدار ما غم سوز شد	خلوت شب در گذشت و روز شد
واہ واہ جب ہمارا محبوب غم کو ختم کرنے والا بن گیا	رات کی تنہائی ختم ہوئی اور دن نکل آیا

وہ کہ چون الخ۔ یعنی خوب ہوا جبکہ ہمارا دلدار اور غم سوز ہوا تو خلوت شب گزر گئی اور دن ہو گیا۔ مطلب یہ ہے کہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا شکر ہے کہ جب ہمارا مطلوب اور محبوب ہمارا دلسوز ہوا تو وہ صفات بشریہ سب زائل ہو گئیں اور اسباب وغیرہ سب سے قطع نظر ہو گئی اور اس کی تجلی اور نور سے ہمارے اندر بھی نورانیت پیدا ہو گئی اور فرماتے ہیں کہ

جز بشب جلوہ نباشد ماہ را	جز بدرد دل مجو دلخواہ را
چاند کا جلوہ رات کے سوا نہیں ہوتا	درد دل کے بغیر محبوب کی جستجو نہ کر

جز بشب الخ۔ یعنی چاند کا جلوہ تو رات ہی کو ہوتا ہے تو دلخواہ کو بجز درد کے اور کسی طرح مت تلاش کرو۔ مطلب یہ ہے کہ جب ہمارے اندر پہلے سے رذائل بھرے ہوئے تھے جب ہی تو وہ نور اور تجلی بھی ہم پر آیا ورنہ کیسے حاصل ہوتا اس لئے کہ ہرکجا پستی است آب آنجا رود+ ہرکجا دردے شفا آنجا رود+ جب یہ معلوم ہو گیا تو اس تجلی کے حاصل کرنے کا طریق بتاتے ہیں کہ وہ مجاہدہ ہے اگر تم مجاہدہ کرو گے تو تم کو نور حق تعالیٰ کا میسر ہو جائے گا اسی کو مولانا نے جز بدرد دل مجو دلخواہ را سے تعبیر فرمایا ہے اب چونکہ یہاں ترغیب مجاہدہ کی تھی اس لئے آگے شکایتاً فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ترک عیسیٰ کردہ خر پروردہ	لاجرم چوں خر برون پردہ
تو نے عیسیٰ کو چھوڑا ہے گدھے کی پرورش کی ہے	لامحالہ تو گدھے کی طرح خیمہ کے باہر ہے

ترک عیسے الخ۔ یعنی عیسیٰ کو چھوڑ کر خر کو پال رکھا ہے تو نے۔ لہٰذا بے شک گدھے کی طرح تو پردہ کے باہر ہے عیسے سے مراد روح ہے اور اسی کو مولانا نے آگے جان سے بھی تعبیر کیا ہے لیکن عقل سے بھی تعبیر کیا ہے سب سے یہی مراد ہے اور خر سے مراد نفس ہے کہ وہ تابع روح کا ہوتا ہے اب سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ تم نے جو خواہشات نفسانی پر عمل کر رکھا ہے اور روح کے مقتضیات کو مٹا رکھا ہے تو گویا اس کو مار رکھا ہے اس لئے تم تجلیات حق سے علیحدہ اور دور ہو ورنہ اگر تم روح کے مقتضیات پر عمل کرتے اور نفس کے خواہشات کو زائل کر دیتے تو تم کو قرب نصیب ہوتا آگے مولانا ہر ایک کی خاصیات فرماتے ہیں کہ

طالع عیسیٰ ست علم و معرفت	طالع خر نیست اے تو خر صفت
علم و معرفت عیسیٰ کا نصیبہ ہے	اے کہ تو گدھے جیسا ہے! گدھے کا نصیبہ نہیں ہے

طالع الخ۔ یعنی عیسے (روح) کے حصہ میں تو علم و معرفت ہے اور یہ گدھے (نفس) کا حصہ نہیں ہے اے وہ شخص کہ گدھے کی طرح ہی تجھ کو روح کی پرورش چاہیے تاکہ علم و معرفت حاصل ہو۔

نالۂ خر بشنوی رحم آیدت	پس ندانی خر خری فرمایدت
تو گدھے کا نالہ سنتا ہے تجھے رحم آ جاتا ہے	تو نہیں جانتا ہے کہ گدھا تجھ سے گدھے پن کی فرمائش کریگا

نالۂ خر الخ۔ یعنی تو گدھے کا نالہ سنتا ہے تو تجھے رحم آ جاتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ گدھا تو گدھا پن ہی کا حکم کرتا ہے مطلب یہ کہ جان نفس نے ذرا واویلا کی اور تم کو اس پر رحم آ جاتا ہے اور اس کے خواہش کو پورا کر دیتے ہو مگر تم کو یہ خبر نہیں کہ یہ تو بجز اس کے کہ حق تعالیٰ سے دور کرنے والے ہیں اور کیا فائدہ ہے لہٰذا اس کی خواہشات و مقتضیات پر ہرگز عمل مت کرو۔

رحم بر عیسیٰ کن و بر خر مکن	طبع را بر عقل خود سرور مکن
عیسیٰ پر رحم کر اور گدھے پر نہ کر	نفس کو اپنی عقل کا سردار نہ بنا

رحم بر عیسیٰ الخ۔ یعنی عیسیٰ پر رحم کرو اور گدھے پر مت کرو اور اپنی طبیعت کو عقل پر سردار مت کرو۔ مطلب یہ کہ روح پر رحم کرو اور اس کے مقتضیات کو پورا کرو اور نفس کی خواہشات کو ہرگز پورا مت کرو اس لئے کہ یہ قعر جہنم میں لے جانے والی شے ہے اور اپنے نفس کو روح پر سردار مت کرو ورنہ پھر یہ غالب ہو کر اس کو کسی مصرف کا نہ رکھے گا۔

طبع را ہل تا بگرید زار زار	تو ازو بستان دوام جاں گذار
نفس کو چھوڑ تاکہ وہ زار زار روئے	تو اس سے وصولی کر اور جان کا قرض ادا کر دے

www.besturdubooks.wordpress.com

طبع راالخ۔ یعنی طبیعت کو تو چھوڑ دتا کہ زار زار روئے اور تم اس سے (قوت) لے کر جان کا فرض ادا کرو مطلب یہ کہ نفس کو بالکل چھوڑ دو کہ ذلیل وخوار ہو اس کی بالکل پرواہ مت کرو بلکہ اس سے قوت کو حاصل کر کے حقوق روح کے ادا کرو۔ آگے فرماتے ہیں کہ

سالہا خر بندہ بودی بس بود	زانکہ خر بندہ زخر واپس بود
تو سالوں گدھے کا غلام رہا ہے کافی ہے	کیونکہ گدھے کا نوکر گدھے کے پیچھے رہتا ہے

سالہا خر بندہ الخ۔ یعنی سالہا سال تک تو گدھے کا بندہ رہا ہے بس کافی ہے۔ اس لئے کہ گدھے والا تو گدھے سے بھی پیچھے ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ سالہا سال تک تم نے نفس کے مقتضیات پر عمل کیا ہے اور اس کے پیچھے پیچھے پھرے ہو لیکن یہ سمجھ لو کہ وہ گدھے کی طرح ہے اور جو گدھے والا گدھے کے پیچھے چلتا ہے تو منزل پر پہنچنے میں اس سے بھی پیچھے رہتا ہے اسی طرح اگر تم اس کے مقتضیات پر عمل کرو گے تو یقیناً نفس سے بھی پیچھے رہو گے اور نفس جیسی ذلیل شے بھی منزل پر پہنچنے میں تم سے آگے ہوگی ایک حدیث کے مضمون سے مثال دیتے ہیں کہ

زاخر وہن مرادش نفس تست	کو بہ آخر باید وعقلت نخست
ان کو "پیچھے رکھو" سے تیرا نفس مراد ہے	کیونکہ وہ پیچھے ہونا چاہیے اور عقل پہلے

زاخروہن الخ۔ یعنی آخروہن سے مراد ان کی تیرا نفس ہے کہ وہ آخر میں چاہیے اور تیری عقل پیچھے ہے۔ مطلب یہ کہ حدیث میں جو عورتوں کے بارہ میں آخروہن من حیث آخرہن اللہ (مؤخر کرو ان کو جیسا کہ مؤخر کیا ان کو حق تعالیٰ نے) آیا ہے اس کے عموم میں تیرا یہ نفس بھی داخل ہے اس لئے کہ مشاہدہ سے معلوم ہے کہ مقتضیات نفس پر عمل کرنے کے لئے بھی اول ضرورت عقل کی ہوتی ہے پھر نفس کے مقتضی پر عمل ہوتا ہے لہٰذا جیسے کہ یہاں نفس مؤخر ہے اسی طرح اس کو تم بھی مؤخر ہی رکھو۔

ہم مزاج خر شدست ایں عقل پست	فکرش اینکہ چوں علف آرم بدست
یہ پست عقل گدھے کے مزاج کی ہوگئی ہے	اس کو بھی فکر ہے کہ چارہ کیونکر ہاتھ آئے

ہم مزاج الخ۔ یعنی یہ تیری عقل پست بھی خر کے ہم مزاج ہوگئی ہے اور اس کی بھی فکر یہی ہے کہ گھاس دانہ کسی طرح ہاتھ میں لائیں۔ مطلب یہ کہ نفس کو غالب کرنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ عقل مغلوب ہوگئی اور اس کے مقتضیات سب باطل ہوگئے ورنہ وہ بھی مقتضیات ہی پر عمل کرنے لگی اس لئے ہمیشہ غالب کا اثر مغلوب پر ہوا کرتا ہے اور اصل میں تو عقل کا مقتضا کسب علوم ومعارف تھا مگر اب وہ بھی کسب دنیا میں مصروف ہوگئی ہے نفس کو غالب کرنے کا تو یہ نتیجہ ہوا کہ عقل بھی اس جیسی ہوگئی آگے عقل کے غالب کرنے کا اثر بیان فرماتے ہیں کہ

آں خر عیسیٰؑ مزاج دل گرفت	در مقام عاقلاں منزل گرفت
(حضرت) عیسیٰ کے گدھے نے دل کا مزاج حاصل کیا	عقلمندوں کے مقام میں جگہ پائی

www.besturdubooks.wordpress.com

آن خریسے الخ۔ یعنی اس عیسیٰ کے گدھے نے مزاج دل کا لے لیا تو عاقلوں کے مقام پر جگہ اختیار کی۔ مطلب یہ کہ جب روح نفس پر غالب ہوئی اور اس کے مقتضیات پر عمل ہوا تو وہ بھی منور اور عاقل ہو گئی اور بعض مرتبہ محسوسات میں بھی ہوتا کہ بزرگوں کا اثر جانوروں پر پڑتا ہے بھلا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے میں تو جو برکات اور عقول ہونگے وہ اگرچہ معقول نہیں مگر عقل سے معلوم ہوتا ہے کہ بے انتہا برکات ہونگے مگر مکہ معظمہ میں ایک بزرگ خلیل پاشا تھے ان کی برکت گدھے میں ہونا تو مشاہدہ ہے کہ مولوی محمد سعید صاحب فرماتے تھے کہ ان کے گدھے کی یہ حالت ہے کہ جب یہ سوار ہوتے ہیں تو کبھی بولتا نہیں ورنہ گدھے کا کیا وہ تو گدھا ہی ہے جب چاہے بول پڑے اور اس وقت سوار کو شرمندگی ہوتی ہے اس لئے وہ سواری میں کبھی نہ بولتا تھا اور جہاں وہ جاتے تھے اگر ان کو کم ٹھہرنا ہوا تب تو اس سے کہہ دیا کہ کھڑا رہ وہ اس طرح کھڑا رہتا تھا اور اگر دیکھا کہ زیادہ دیر لگے گی تو اس سے کہہ دیا کہ چلا جا تو سیدھا گھر آ تا تھا تو دیکھیے کہ اس کے اندر یہ ان کے تقویٰ کی برکت تھی کہ اس گدھے میں بھی خصلت آ گئی تھی تو اس طرح جن حضرات میں قوت روحانی زیادہ ہوتی ہے اور نفسانی ضعیف ہوتی ہے تو مقتضیات عقل ہی زیادہ ہوتے ہیں جو کہ علوم وفنون ومعارف ہیں آگے یہی فرماتے ہیں کہ

زانکہ غالب عقل بود وخر ضعیف	از سوار زفت گردد خر نحیف
کیونکہ عقل غالب تھی اور گدھا کمزور تھا	بھاری سوار سے گدھا کمزور ہو جاتا ہے

زانکہ غالب الخ۔ یعنی اس لئے کہ غالب تو عقل تھی اور نفس ضعیف تھا تو قوی سوار سے گدھا ضعیف ہو ہی جاتا ہے یعنی نفس میں جو اثر عقل کا آ گیا ہے وہ اسی لئے کہ عقل کو غلبہ تھا اور دیکھو اگر سواری قوی ہو تو سواری تابع ہو جاتی ہے اور جس طرح سوار چاہتا ہے اس کو لے چلتا ہے اس طرح اب غلبۂ عقل کی حالت میں نفس بھی بالکل تابع ومطیع ہو گیا ہے آگے فرماتے ہیں کہ

خود زضعف عقل تو اے خر بہا	ایں خر پژ مردہ گشت ست اژدہا
اے گدھے برابر! تیری عقل کی کمزوری کی وجہ سے	یہ ادھ موا گدھا اژدہا ہو گیا ہے

در ضعیفی الخ۔ یعنی اے گدھے کے برابر تیری عقل تو ضعیفی میں ہے اور یہ گدھا ذلیل اژدہا ہو گیا ہے مطلب یہ کہ اس وقت تیری روح تو ضعیفی میں ہے حالانکہ اس کو قوی رکھنا ضروری تھا اور یہ نفس ذلیل پھول گیا ہے اور اژدہا کی طرح قوی اور خونخوار ہو گیا ہے اس لئے چاہیے کہ مجاہدات وریاضات سے قوت عقل کو زیادہ کرے اور اس نفس ذلیل کو ضعیف اور عقل کے تابع کرے یہاں تک تو مجاہدہ کی ترغیب اور اس سے روح کی تربیت کی تعلیم اور نفس کو غالب کرنے کی ترہیب تھی لیکن چونکہ یہ سب امور بغیر شیخ کے حاصل نہیں ہو سکتے اس لئے کہ وہی راہبر ہے اور شیخ بعض مرتبہ ایسا حکم کرتا ہے کہ جو مرید کو طبعاً ناگوار ہوتا ہے اور اس وجہ سے وہ طبعاً رنجیدہ ہوتا ہے اس لئے اس کو تعلیم فرماتے ہیں کہ جب اس سے تم کو فائدہ پہنچ رہا ہو اور آئندہ فائدہ کی امید ہو تو پھر اس کو کیوں

www.besturdubooks.wordpress.com

چھوڑتے ہواس سے ہرگز علیحدگی اختیار مت کرو فرماتے ہیں کہ

گرز عیسیٰ گشتۂ رنجور دل	ہم از و صحت رسد او را مہل
اگر تو عیسیٰ کی وجہ سے رنجیدہ دل ہوگیا ہے	اسی سے صحت حاصل ہوگی اس کو نہ چھوڑ

گرز عیسے الخ۔ یعنی اگر تو عیسیٰ (شیخ) سے رنجور دل ہوگیا ہے تو صحت بھی تو اسی سے پہنچتی ہے اس کو چھوڑو مت اس لئے کہ اگر شیخ سے علیحدگی ہوگئی تو جو فوائد اور فیوض اس سے پہلے حاصل ہوتے اب بالکل بند ہو جائیں گے لہٰذا علیحدگی مت اختیار کرو بلکہ لگے رہو اور اس کی اس سختی کو اگرچہ وہ ایک دفعہ بے جا ہی ہو اٹھا لو اس لئے کہ برنداز برائے دلے یار ہا + خورند از برائے گلے خار ہا + جبکہ اس سے ایک عرصہ تک فیوض پہنچتے رہے ہیں تو اگر اس سے ایک تکلیف بھی پہنچ گئی تو اس سے رنجیدہ ہو جانا بڑی ناشکری ہے اب آگے خود شیخ سے مرید کی سفارش کرتے ہیں کہ حضرت ذرا آپ کو بھی اتنی سختی نہ چاہیے اگر آپ ہی اس قدر سخت ہو جائیں گے تو یہ بے چارے کہاں جائیں گے اسی کو فرماتے ہیں کہ

اے مسیح خوش نفس چونی ز رنج	کہ نبود اندر جہاں بے مار گنج
اے پاک دم مسیحا! تکلیف سے آپ کا کیا حال ہے؟	دنیا میں کوئی خزانہ سانپ کے بغیر نہیں ہوتا ہے

اے مسیح الخ۔ یعنی اے مسیح خوش نفس آپ کے مزاج تکلیف کی وجہ سے کیسے ہیں اور جہان میں بے رنج کے تو خزانہ ملتا بھی نہیں ہے مطلب یہ کہ شیخ کو خطاب فرما کر اول ان کی مزاج پرسی کرتے ہیں کہ حضرت آپ کو ان مریدوں سے بہت رنج پہنچا ہے جناب کے مزاج کیسے ہیں پھر فرماتے ہیں کہ حضرت بے تکلیف کے تو یہ رفع درجات کا خزانہ مل بھی نہیں سکتا۔ ان کلفتوں پر جب آپ صبر کریں گے تو آپ کو ثواب اور رفع درجات میسر ہوگا لہٰذا ذرا تحمل سے کام لیا کیجئے اور فرماتے ہیں کہ

چونی اے عیسیٰ ز دیدار یہود	چونی اے یوسف ز اخوان حسود
اے عیسیٰ! یہود کے دیدار سے تیرا کیا حال ہے؟	اے یوسف! حاسد بھائیوں کی وجہ سے آپ کیسے ہیں؟

چونی الخ۔ یعنی اے عیسیٰ ان یہود کے دیکھنے سے آپ کے مزاج کیسے ہیں اور اے یوسف ان حاسد بھائیوں کی بدولت آپ کے مزاج کیسے ہیں یہود اور اخوان حسود سے مراد مخالفین ہیں مطلب یہ کہ ان کی ایذا رسانی کی وجہ سے آپ کو بہت تکلیف ہوتی ہے تو اب آپ کا مزاج کیسا ہے آگے فرماتے ہیں کہ

تو شب و روز از پئے ایں قوم غمر	چوں شب و روزی بدو بخشائی عمر
تو دن رات اس بے وقوف قوم کے پیچھے	دن رات کی طرح ہے (اور) اس کو زندگی بخشتا ہے

تو شب و روز الخ۔ یعنی آپ رات دن اس سرکش قوم کے پیچھے رات دن کی طرح عمر کو مدد بخشنے والے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلب یہ کہ جس طرح رات اور دن کے گزرنے سے عمر زیادہ ہوتی ہے اسی طرح آپ کا وجود باوجود بھی حیات روحانی کی ترقی اور زیادتی کا سبب ہے۔

آہ ازیں صفرائیان بے ہنر	چہ ہنر زاید زصفرا درد سر
ان بے ہنر صفراوی مزاج والوں پر افسوس ہے	صفراء سے کیا ہنر پیدا ہوتا ہے؟ درد سر (پیدا ہوتا ہے)

آہ ازین الخ۔ یعنی ان صفراوی بے ہنر لوگوں پر افسوس ہے اور صفراء سے ہنر ہی کیا پیدا ہو (صرف) درد سر۔ مطلب یہ کہ ان متبعین نفس کی حالت پر سخت افسوس ہے کہ یہ جناب کو ایذا دیتے ہیں اور سچ یہ ہے کہ اس نفس سے بجز تکلیف کے اور پیدا ہی کیا ہوگا اس سے تو تکلیف ہی پہنچے گی لیکن آپ مہربانی فرمایئے اور ان کی اصلاح فرمایئے۔ آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

تو ہماں کن کہ کند خورشید شرق	بانفاق و حیلہ و دزدی و زرق
تو وہی کر جو شرق کا سورج کرتا ہے	باوجود نفاق اور حیلہ اور چوری اور مکاری کے

توہمان الخ۔ یعنی آپ وہی کیجئے جو کہ خورشید مشرق نفاق اور حیلہ اور چوری اور مکر (والوں) کے ساتھ کرتا ہے کہ یہ سمجھ کر یہ برے ہیں ان پر نور افگنی نہ کرے بلکہ وہ سب پر عام طور پر نور افگنی کرتا ہے اور کسی کو تخصیص نہیں کرتا اسی طرح اگرچہ یہ مرید ضرور برے ہیں لیکن آپ ان سے علیحدہ نہ ہوجایئے۔ بلکہ اپنے فیوض و برکات ان کو پہنچاتے رہیے کہ ان کی بھی اصلاح ہوجائے گی۔ آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ

تو عسل ما سرکہ در دنیا و دیں	دفع ایں صفرا بود سرکنگبیں
دنیا اور دین (کے معاملہ) میں تو شہد ہے اور ہم سرکہ ہیں	سکنجبین اس صفرا کو دفع کرنے والی ہے

توعسل الخ۔ یعنی آپ تو شہد ہیں اور ہم سرکہ ہیں دنیا میں بھی اور دین میں بھی تو اس صفرا کا دفعیہ تو سکنجبین ہو سکتی ہے مطلب یہ کہ آپ تو شہد کی طرح ہیں اور ہم سرکہ کی طرح برے ہیں اور یہ نفس سرکش بڑھ گیا ہے اس لئے اس کا دفعیہ جب ہی ہوسکتا ہے جب آپ ہمارے ساتھ ملیں اور ہماری مدد کریں جیسے کہ سرکہ میں شہد مل کر سکنجبین ہو جاتی ہے اور وہ صفرا کا علاج ہوتا ہے اس طرح آپ ہمارے ساتھ ملیں گے تو اس نفس سرکش کا علاج ہوجائے گا۔

سرکہ افزودیم ماقوم زحیر	تو عسل بفزا کرم را وامگیر
ہم پیچش زدوں نے سرکہ بڑھا دیا ہے	تو شہد میں اضافہ کر دے مہربانی کم نہ کر

سرکہ الخ۔ یعنی ہم پیچش والوں نے تو سرکہ بڑھا دیا ہے اور آپ شہد زیادہ فرما دیجئے لیکن کرم کو الگ نہ کیجئے۔ مطلب یہ کہ ہم نے تو برائیاں اور اخلاق ذمیمہ زیادہ کر رکھے ہیں لیکن اگر آپ بھی مدد نہ فرمائیں گے تو پھر تو اس کا علاج بالکل ناممکن ہوجائے گا اور ہم بالکل ہی تباہ و برباد ہوجائیں گے اس لئے آپ یہ کیجئے کہ ہمارے

www.besturdubooks.wordpress.com

ساتھ مل جایئے اور تعلیم و تربیت کو زیادہ کر دیجئے کہ جس سے ہماری اصلاح ہو جائے۔

ایں سزید از ما چنیں آمد زما	ریگ اندر چشم چہ افزاید عمیٰ
ہم اسی لائق تھے ہم سے ایسا ہی ہوا	ریت آنکھ میں کیا بڑھائے گا؟ اندھا پن

این سزید الخ۔ یعنی ہم سے تو یہی لائق تھا اور ہم (جیسوں) سے تو یہی ہوگا اس لئے کہ آنکھ میں بالو کس شے کو زیادہ کرے گا اندھے پن کو اس طرح ہمارے سیئات تو حقیقت میں اندھے ہی پن کو زیادہ کریں گے۔

آں سزد از تو ایا کحل عزیز	کہ بیابد از تو ہر ناچیز چیز
اے پیارے سرمے! تیرے بھی لائق ہے	کہ تجھ سے ہر ناچیز کوئی چیز حاصل کر لے

آن سزد الخ۔ یعنی اور اے سرمہ عزیز آپ کو یہ لائق ہے کہ آپ سے ہر ناچیز ایک چیز حاصل کرے تو یہ ناچیز بھی آپ سے ایک نظر کے طالب ہیں کہ جس سے ان کی کوری جاتی رہے اور آنکھیں کھل جائیں۔

ز آتش ایں ظالمانت دل کباب	از تو جملہ اہد قومی بدخطاب
ان ظالموں کی آگ سے تیرا دل کباب ہے	تیری جانب سے اہد قومی کا جملہ خطاب ہے

ز آتش الخ۔ یعنی ان ظالموں کی آتش (فساد) سے تو آپ کا دل کباب ہو گیا ہے مگر آپ کی طرف سے جملہ اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون ہی کا خطاب ہونا چاہیے یعنی اگر یہ ظلوم وجہول آپ کو ایذا دیتے ہیں لیکن آپ ان سے جدا نہ ہوں بلکہ نائب رسول ہیں اس لئے آپ اس حالت میں بھی ان کے لئے دعا ہی کیجئے اور ان کو راہ راست پر لانے کی کوشش فرمایئے۔

کان عودی در تو گر آتش زنند	ایں جہاں از عطر وریحاں پر کنند
تو "اگر" کی کان ہے اگر تجھ میں آگ لگائیں گے	اس دنیا کو عطر اور خوشبو سے بھر دیں گے

کان الخ۔ یعنی آپ تو کان عود ہیں اگر آپ میں آگ لگا دیں گے تو اس جان کو عطر وریحان سے بھر دیں گے اس لئے کہ حالت جوش میں علوم ومعارف کا زیادہ زور ہوتا ہے تو اگر آپ کو ستائیں گے تو بھی جناب سے فوائد ہی ہیں لہٰذا ان سے الگ نہ ہو جایئے۔

تو نہ آں عودی کز آتش کم شود	تو نہ آں روحی اسیر غم شود
تو وہ "اگر" نہیں ہے جو آگ سے کم ہو جائے	تو وہ روح نہیں ہے جو غم کی قیدی بن جائے

تو نہ آن الخ۔ یعنی آپ وہ عود نہیں کہ آگ سے کم ہو جائیں اور آپ وہ روح نہیں ہیں کہ غم کے اسیر ہو جائیں اس لئے کہ آپ تو کان عود ہیں وہ تو کم ہو ہی نہیں سکتا اس میں تو ہر وقت اور پیدا ہوتا رہتا ہے اسی طرح آپ بھی معدن کمالات وفیوض ہیں ان کے ان تکلیف دہی سے آپ کے کمالات میں زوال تھوڑا ہی آسکتا ہے بلکہ اور پیدا ہو جاتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

عود سوزد کان عود از سوز دور	باد کے حملہ برد بر اصل نور
"اگر" جل جاتا ہے "اگر" کی کان جلنے سے دور ہے	اصل نور پر ہوا کب حملہ کر سکتی ہے؟

عود سوز الخ۔ یعنی عود جل جاتا ہے لیکن کان عود جلنے سے کہیں دور ہے اور ہوا اصل نور پر کب حملہ کر سکتی ہے اگر کوئی چراغ وغیرہ ہو تو اس کو ہوا بجھا دے لیکن جو نور اصلی ہو اس کو تو گل کر ہی نہیں سکتی اسی طرح آپ تو کامل ہیں کہیں ایسی باتوں سے آپ کے کمالات زائل تھوڑی ہو سکتے ہیں۔

اے ز تو مر آسماں ہارا صفا	اے جفائے تو نکو ترا ز وفا
اے (وہ کہ) تیری وجہ سے آسمانوں کو صفائی حاصل ہے	اے وہ (ذات) کہ تیری جفا وفا سے بہتر ہے

اے ز تو الخ۔ یعنی اے جناب آپ کی وجہ سے تو آسمانوں میں صفائی ہے اور جناب آپ کی جفا بھی دوسروں کی وفا سے بہتر ہے چونکہ اولیاء اللہ کی برکت کا اثر تمام عالم پر ہوتا ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ آسمانوں کو بھی آپ ہی کی وجود باجود کی وجہ سے صفائی حاصل ہے اور اگر آپ بظاہر جفا بھی کریں تو وہ دوسروں کی وفا سے بہتر ہے آگے اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ

زانکہ از عاقل جفائے گر رود	از وفائے جاہلاں بہتر بود
کیونکہ عقلمند سے اگر جفا بھی ہو جائے	تو جاہلوں کی وفا سے بہتر ہوتی ہے

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ عاقل سے اگر جفا بھی پہنچے تو وفائے جاہل سے بہتر ہوتی ہے اور آپ کا عاقل ہونا مسلم ہے لہٰذا آپ کی جفا بھی اوروں کی وفا سے بہتر ہے ہماری زبان میں بھی بولتے ہیں کہ دانا دشمن نادان دوست سے بہتر ہے آگے اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ عاقل کی دشمنی جاہل کی دوستی سے کیوں بہتر ہے فرماتے ہیں کہ

عاقل آرد معرفت را درمیاں	جاہل آرد معرفت را در زباں
عقلمند معرفت کو درمیان میں لاتا ہے	جاہل معرفت کو زبان پر لاتا ہے

عاقل آرد الخ۔ یعنی عاقل تو معرفت کو درمیان میں لگائے گا اور جاہل معرفت کو نقصان میں ڈالے گا اور جب عاقل کو معرفت ہوگی تو وہ کوئی ایسی بے ہودگی جو زیادہ مضر ہو نہ کریگا اور جو جاہل ہو اس کو نفع نقصان ہی کی تمیز نہیں ہے لہٰذا وہ کچھ بھی کرے کم ہے آگے اس کی تائید ایک حدیث سے فرماتے ہیں یہ حدیث نظر سے تو گزری نہیں لیکن اس کا مضمون بالکل صحیح ہے فرماتے ہیں کہ

گفت پیغمبر عداوت از خرد	بہتر از مہرے کہ از جاہل رسد
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ عقل کے ساتھ دشمنی	اس محبت سے بہتر ہے جو جاہل کی جانب سے ہو

گفت پیغمبر الخ۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عداوت عقل سے اس دوستی سے بہتر ہے کہ جو

جاہل سے پہنچے جیسا کہ اوپر بھی معلوم ہوا آگے فرماتے ہیں کہ

دشمن دانا بہ از نادان دوست	دوستی با مردم دانا نکوست
دانا دشمن نادان دوست سے بہتر ہے	عقلمندوں سے دوستی اچھی ہے

دوستی الخ۔ یعنی دانا آدمی کے ساتھ دوستی کرنا بہتر ہے اور دشمن دانا نادان دوست سے بہتر ہے۔ اب آگے دو حکایتیں بیان فرماتے ہیں ایک تو یہ کہ ایک شخص کے منہ میں سانپ گھس گیا تھا اور ایک نیک دل نے دیکھا تو اس کو مار مار کر خوب بھگایا یہاں تک کہ اس کو قے ہوگئی اور وہ سانپ نکل گیا تو دیکھو اگرچہ بظاہر وہ مار رہا تھا اور جفا کر رہا تھا لیکن اس کی یہ دشمنی لاکھوں دوستیوں سے بہتر تھی کہ اس کے ذریعہ سے اس کی جان بچ گئی۔ یہ حکایت تو اس پر ہے کہ دانا کی دشمنی بھی اچھی ہے اور دوسری حکایت یہ لائیں گے کہ ایک شخص ریچھ سے مکھیاں اڑوایا کرتا تھا ایک روز ایک مکھی آکر بیٹھی اس نے اڑایا وہ اڑ کر پھر آکر بیٹھ گئی جب کئی مرتبہ اس طرح ہوا تو آخر کار اس نے ایک پتھر لا کر اس زور سے اس مکھی کے مارا کہ وہ تو خواہ مری ہو یا نہ مری ہو لیکن ان آقا صاحب کا خاتمہ ہو گیا تو دیکھو اگرچہ بظاہر اس کا مکھی اڑانا دوستی تھی لیکن آخر جاہل ہونے کی وجہ سے ایسی دشمنی کی کہ جس سے جان گئی اور اپنے نزدیک دوستی ہی کی کہ مکھی اڑادی یہ اس پر ہے کہ نادان کی دوستی بھی بری ہے اب اول اس سوار اور سانپ والے کی حکایت لاتے ہیں۔

شرح حبیبی

گفت موسے اے: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق سبحانہ سے عرض کیا کہ اے کریم کارساز اور اے وہ ذات کہ جسکے ذکر کا ایک لحہ عمر درازی کی قیمت رکھتا ہو میری یہ گزارش ہے کہ میں نے اس مٹی اور پانی کے اندر بہت سی ٹیڑھی تصویریں دیکھی ہیں یعنی میں دیکھتا ہوں کہ بہت سے لوگ کندہ ناتراش و ناحق شناس ہیں ان کو دیکھ کر فرشتوں کی طرح میرے دل نے بھی ایک سوال پیدا کر دیا کہ ایسے کندہ ناتراش لوگوں کو پیدا کرنے اور ان کے اندر فساد کا بیج ڈالنے یعنی ملکات رد یہ واخلاق رذیلہ پیدا کرنے اور ظلم وفساد کی آگ بھڑکانے اور مسجد اور ساجدین کو جلانے اور خون اور پیپ کے مادہ کو قسمع دے کر منی بنانے اور پھر اس کو (ہماری نظر قاصر میں) ایسا فضول انسان بنانے میں کیا مصلحت ہے یہ میں اجمالی طور پر یقیناً جانتا ہوں کہ سراسر حکمت ہے لیکن میرا مقصود اس حکمت کی تفصیلی صورت کا معائنہ اور مشاہدہ ہے۔ میں دو عملے میں گرفتار ہوں میرا یقین اجمالی تو خاموشی کی ہدایت کرتا ہے اور مشاہدہ صورت تفصیلی کی رغبت کہتی ہے کہ خاموش مت رہ بلکہ خوب پوچھ آپ نے ملائکہ پر اپنا راز ظاہر کیا اور ان کو سمجھا دیا کہ یہ تمہاری نظر میں مفسد اور خطرناک شخص اس غذائے شیریں خلافت الٰہیہ کا مستحق ہے اور خلافت اسی کو سزاوار ہے آپ نے آدم علیہ السلام کا نور فرشتوں کو مشاہدہ کرا دیا جس سے ان کی مشکلیں حل ہوگئیں۔ یوں ہی آپ مجھ پر بھی صورت تفصیلی حکمت منکشف فرما دیجئے جواب ملائکہ سنو ہر چیز کی عمدگی اس کے

www.besturdubooks.wordpress.com

نتیجہ سے ظاہر ہوتی ہے گو ظاہر میں وہ بے سود بلکہ مضر معلوم ہو دیکھو موت کا راز حشر سے معلوم ہوگا اور پتے بظاہر فضول معلوم ہوتے ہیں مگر پھل سے ان کا فائدہ معلوم ہوتا ہے خون اور نطفۂ انسانی کی آفرینش کا راز حسن انسانی سے معلوم ہوتا ہے اب سمجھو کہ ہر کمی بیشی کا مقدمہ ہوتی ہے دیکھو بے علم اول تختی کو دھوتا ہے اس کے بعد اس پر حروف لکھتا ہے۔ آدمی رو رو کر اپنے دل کو خون کر ڈالتا ہے اس کے بعد اس پر مخفی اسرار لکھتا ہے یعنی اس کا دل مخزن اسرار الٰہیہ بنتا ہے۔ تختی کو دھوتے ہی وقت سمجھ لینا چاہیے کہ اس کو تحریر کا دفتر بنایا جائے گا نیز جبکہ کسی نئے مکان کی بنیاد ڈالتے ہیں تو پہلی بنیاد کو اکھیڑا جاتا ہے علی ہذا اول زمین کی تہہ سے مٹی نکالتے ہیں پھر شیریں پانی اس سے حاصل کرتے ہیں ابتدائی نقص اور تکلیف سے پریشانی کا منشاء اس کے نتیجہ سے واقف نہ ہونا ہے چنانچہ پچھنے لگانے سے بچے زار زار روتے ہیں اس لئے کہ ان کو اس فعل کا راز معلوم نہیں ہوتا لیکن مرد چونکہ اس کا راز جانتا ہے اس لئے وہ حجام کے خون آشام نشتر کی خدمت روپے سے کرتا ہے نیز حمال چونکہ بارکشی کی منفعت سے واقف ہوتا ہے اس لئے وہ بوجھ کو دوڑا کر اور کوشش کر کے لیتا ہے بلکہ دوسروں سے اس کو چھینتا ہے چونکہ حمال لوگ اس کی منفعت سے واقف ہوتے ہیں اس لئے دیکھو بوجھ کے لینے میں آپس میں کیسے لڑتے ہیں۔ پس یہی حالت دیندار کی جفاکشی کی ہے کہ اس کو اس کی ان جفاکشیوں کا بہتر نتیجہ ملنے والا ہے اور ان کے اس ابتدائی نقص کی انتہا کمال ہے اور یہ کمی مقدمہ ہے اس بیشی کا جس طرح دنیاوی گرانیاں اور تکالیف بنیاد راحت ہیں یوں ہی دین کے لئے تلخیاں گوارا کرنا بھی نعمت اخروی کا پیش خیمہ ہے جنت نامرغوب اشیاء سے بھری ہوئی ہے اور دوزخ شہوات سے جو نامرغوبات کو طے کر جائے گا جنت میں پہنچ جائے گا اور جو ان سے گھبرا کر شہوات میں مبتلا ہو جائے گا دوزخ میں جائے گا مبتلائے تنعم کی مثال ایسی ہے جیسے شاخ تر کہ اس کا انجام آگ میں جلنا ہوتا ہے اور مبتلائے آلام کی ایسی مثال ہے جیسے جلی ہوئی لکڑی کہ وہ انجام کار راحت پاتی ہے اور پانی سے ٹھنڈی ہو جاتی ہے تنعم و تالم کے نتائج کو ہم دوسرے عنوان سے سمجھاتے ہیں دیکھو جو شخص جیل خانہ کے مصائب جھیلتا ہو سمجھ لو کہ یہ لذت اور خواہش نفسانی کی متابعت کا بدلا ہے اور جو محل میں قرین و مصاحب دولت ہو سمجھ لو کہ یہ جنگ اور دیگر محنتوں کا معاوضہ ہے اور جس کو تملک زر و سیم میں یکتا دیکھو سمجھ لو کہ اس نے کسب کی مشقتوں پر صبر کیا پس حاصل جواب یہ ہے کہ کفار کی تخلیق کا اور ان کی سرکشی کا راز یہ ہے کہ مؤمنین کو ان کے سبب راحت نصیب ہو وہ سرکشیاں کریں اذیتیں دیں باطل کی طرف دعوتیں دیں لیکن یہ تمام مشقتیں جھیلیں اور دین پر قائم رہیں اور اس کے ثمرات محمودہ سے متمتع ہوں چونکہ یہاں آلام کی نعمتوں کے لئے سبب ہونے کا بیان تھا آگے اختیار سبب کے متعلق ہدایت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب دیدۂ سبب بین جاتا رہتا ہے آدمی اشیاء کو اسباب سے علیحدہ دیکھتا ہے اور ہر چیز کو بلاواسطہ حق سبحانہ کی قدرت و ارادہ سے وابستہ سمجھتا ہے تم بھی تک چونکہ سبب میں جس کی قید سے آزاد نہیں ہوئے اس لئے تم کو سبب بتایا جاتا ہے اس کو سنو اور جو شخص کہ عناصر سے قطع تعلق کر چکا ہے اسباب کو چھوڑ

www.besturdubooks.wordpress.com

دینا اس کا کام ہے نہ کہ تمہارا اور وہ بدوں اسباب ظاہرہ کے محض بلا سبب بکثرت و بے حد اشیاء کا اسی طرح مشاہدہ کرتا ہے جس طرح معجزات انبیاء کا بدوں سبب کے مشاہدہ کیا جاتا ہے نہ کہ تم (ف۔ یاد رکھو کہ یہاں معجزات انبیاء سے معنی حقیقی مراد نہیں بلکہ مطلق اشیاء مراد ہیں اور معجزات کو ان کے لئے استعارہ کیا گیا ہے اور وجہ شبہ ہر دو کا بلا سبب کے مشاہد ہونا ہے ورنہ تخصیص معجزات کی بالخصوص جبکہ ان کا مشاہدۂ بلا سبب ظاہری عوام وخواص سب میں مشترک ہے غیر موجہ ہے واللہ اعلم بالصواب) اور راز اس کا یہ ہے کہ سبب بمنزلہ طبیب کے ہے اور پابند دیدۂ سبب بین مثل علیل کے اور دیدہ سبب بین کا تارک مثل تندرست کے اور طبیب کی ضرورت مریض کو ہوتی ہے نہ کہ تندرست کو پس سبب کی ضرورت پابند دیدۂ سبب بین کو ہوگی۔ نہ کہ غیر پابند کو۔ یا یوں کہو کہ سبب مثل بتی کے ہے اور پابند دیدہ سبب بین مثل چراغ کے اور غیر پابندی مثل آفتاب کے اور بتی کی ضرورت چراغ کو ہوتی ہے نہ کہ آفتاب کو یا یوں کہو کہ سبب مثل کھگل کے ہے اور پابند دیدۂ سبب بین مثل سقف خانہ کے اور غیر پابند مثل سقف گردوں کے اور کھگل کی ضرورت سقف خانہ کو ہوتی ہے نہ کہ سقف آسمان کو۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم کو مرتبہ خرق اسباب حاصل ہوا اور یوں ہوا کہ اولا ہم نے درد محبت حاصل کیا اس سے رنج وغم فراق حاصل ہوا۔ جو مثل شب کے سراپا تاریکی اور ظلمات بعضها فوق بعض کا مصداق تھا اس سے ہم کو وصال وقرب حق میسر ہوا۔ اور وہ ہمارا رنج وغم فرقت سب جاتا رہا۔ اور وہ غم فراق جو مثل شب تھا دور ہو کر روز وصال یعنی فرحت وسرور حاصل ہوا۔ اس سے ہم کو حق سبحانہ کی معرفت بڑھی اس معرفت سے یہ مرتبہ حاصل ہوا اگر تم کو بھی اس مرتبہ کے حاصل کرنے کی آرزو ہے تو یاد رکھو کہ چاند رات ہی کو نکلتا ہے پس وصال وقرب حق سبحانہ غم فراق ہی کی حالت میں ہوسکتا ہے اور غم فراق درد محبت پیدا کرنے سے ہوتا ہے پس تم کو اول درد پیدا کرنا چاہیے اور بدوں اس کے طلب حق سبحانہ کا نام نہ لینا چاہیے کیونکہ سعی لا حاصل ہے جب درد پیدا کرلو گے اس وقت کبھی نہ کبھی یہ مرتبہ تم کو حاصل ہو جائے گا لیکن کیا کیا جائے کہ تم اس راستہ ہی کو نہیں چلتے بلکہ اس کے خلاف چل رہے ہو تم نے عیسٰی یعنی روح کی خدمت اور اصلاح تو چھوڑ دی جس سے تم کو وصول ہوسکتا تھا اور گدھے کو پال رہے ہو یعنی نفس کی خدمت میں مصروف اور منہمک ہو پس ایسی صورت میں تم کو سرا پردۂ جلال سے باہر اور قرب وحضور حق سبحانہ سے محروم ہونا ہی چاہیے۔ ارے گدھے کے مانند احمق یاد رکھ کہ علم ومعرفت حق سبحانہ عیسی روح کی قسمت میں ہے نہ کہ خر نفس کی پس تم کو روح کی خدمت چاہیے نہ کہ نفس کی لیکن تو الٹا چلتا ہے کہ تجھے گدھے کی فریاد وزاری پر رحم آتا ہے اور اس کی مخالفت مجھے گوارا نہیں تو یہ نہیں جانتا کہ اپنے ساتھ وہ تجھے بھی گدھا بنانا چاہتا ہے تجھ کو عیسی روح پر رحم کرنا چاہیے نہ کہ خر نفس پر اور عقل یعنی روح کو طبیعت یعنی نفس پر غالب کرنا چاہیے نہ کہ طبیعت کو عقل پر طبیعت کو زار زار رونے دے اس پر رحم مت کر بلکہ رحم کو اس سے واپس لے کر عقل کا قرض ادا کر کہ یہ حق اس کا ہے تو برسوں تک اس گدھے کا غلام رہ چکا ہے پس یہ کافی ہے آئندہ کے لئے اس کی غلامی چھوڑ کہ یہ بہت بری شے ہے کیونکہ اول تو

www.besturdubooks.wordpress.com

گدھا خود ہی کیا چیز ہے پھر اس کا غلام اس سے بھی گزر گیا ہوگا۔ حدیث میں جو آیا ہے کہ آخروں۔ سو یہ نص اس مدعا پر بالا دلویت دلالت کرتی ہے کہ نفس کو عقل سے پیچھے رکھو۔ کیونکہ منشاء تاخیر نساء یا انکا ناقص العقل ہونا ہے یا موجب فتنہ ہونا۔ اور یہ دونوں وصف نفس میں علی وجہ الکمال پائے جاتے ہیں کیونکہ عورتوں میں تو محض نقصان عقل ہے اور نفس تو اس سے بالکل ہی بے بہرہ ہے اور وہ تو من وجہ فتنہ ہیں یہ سرا سر فتنہ ہے اس لئے اس نفس کی اس مدعا پر دلالت بالا دلویت ہوگی دیکھو تو سہی تمہاری غلامی نفس کا کیسا برا نتیجہ نکلا کہ تمہاری عقل نے بھی نفس کا مزاج اختیار کر لیا کہ اس کو رات دن یہی دھن ہے کہ خوراک جسمانی کیونکر ہاتھ لگے حالانکہ یہ اس کی اصلی غذا نہیں ہے بلکہ اس کی اصلی غذا تو معرفت حق سبحانہ ہے جس کو وہ بالکل بھول گئی ہے یہ عقل تو گدھے سے بھی گئی گزری ہوئی کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کا گدھا تو گدھا ہی تھا ان کی صحبت سے اس نے دل کا مزاج حاصل کر لیا اور عاقلوں کی صف میں جگہ لے لی مگر تیری عقل گدھے کی صحبت سے گدھا ہوگئی۔ خر عیسیٰ کے عاقل ہوجانے کی وجہ یہ کہ عقل عیسیٰ قوی تھی اور گدھا ضعیف تھا اور یہ قاعدہ ہے اگر سوار قوی ہو تو گدھا کمزور ہو جاتا ہے لہٰذا عقل غالب آئی اور اس کو اپنے رنگ میں رنگ لیا اور خود اس سے متاثر نہ ہوئی اور تیری عقل کمزور تھی اس سے اس گدھے (نفس) نے فائدہ اٹھایا۔ کہ بوجہ اس کے کمزور ہونے کے اس کے حق میں اژدھا ہو گیا اور اس کو بالیا عقل کی مغلوبیت اور نفس کے غلبہ کی وجہ یہ ہے کہ تو عارف کامل سے ناخوش ہے اس لئے اس کو مرشد ہی نہیں بناتا یا بنا کر چھوڑ دیا لیکن ہم کہتے ہیں کہ اگر تو اس سے ناخوش ہے تو اس ناخوشی کو چھوڑ شیخ کو مت چھوڑ کہ صحت تجھ کو اسی کی خدمت سے ہوگی چونکہ ناقدردانی اور ناحق شناسی سے شیخ کو طبعاً ایک قسم کا ملال ہوتا ہے اس لئے اب مولانا شیخ کی تسکین فرماتے ہیں اور اس ملال کو زائل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے خوش نفس مسیح دوران آف آزردہ کیوں ہیں آپ تو گنج معارف ہیں اور خزانہ کے مناسبات بلکہ لوازم عادیہ میں سے سانپ بھی ہے۔ پس آپ کے لئے ناقدردانوں کا ہونا تو ضروری ہے اور یہ آپ کے کمال کی دلیل ہے آپ اس کا ملال کرتے ہیں آپ ہرگز ملول نہ ہوں اے عیسیٰؑ ان یہود کی طرح منکرین کو دیکھ کر آپ کی کیا حالت ہوگئی اور اے یوسف ان حاسد بھائیوں کے ہاتھوں آپ کی کیا حالت ہے فرمایئے تو سہی آپ کیوں ملول ہیں آپ تو ان احمق کو گون کے لئے ان کی حیات روحانی کو فائدہ پہنچا رہے ہیں جس طرح کہ رات اور دن حیات جسمانی کو مدد پہنچاتے ہیں لیکن ان مغلوب صفراء اور فاسد الادراک نالائق لوگوں کی حالت قابل افسوس ہے کہ یہ قدر نہیں کرتے۔ ان سے اس کے سوا اور توقع ہی کیا ہو سکتی ہے صفرا سے تو دردسر ہی بڑھتا ہے یوں ہی ان کے فساد ادراک سے تکلیف ہی ہونی چاہیے جناب والا ان کی نالائقی پر نہ جائیں آپ وہی کریں جو نفاق و چالاکی چوری اور فریب کے ساتھ آفتاب مشرق کرتا ہے کہ ان کو زائل کرتا ہے اور وجود سے مانع ہوتا ہے پس جناب والا بھی دعا و ہمت باطنی سے کام لے کر ان کی اصلاح فرمائیں اور خصائل رذیلہ سے ان کو پاک فرمائیں آپ شہد ہیں اور ہم سرکہ ہیں دونوں کے ملنے سے فساد ادراک کا صفراء زائل ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

جائے گا کیونکہ سکنجبین دافع صفراء ہے ہم سرکہ بڑھائیں اور نالائقی کریں آپ شیرینی بڑھایئے اور کرم سے دریغ نہ فرمایئے۔ دونوں کے ملنے سے صفراء فساد ادراک زائل ہو جائے گا ہم نالائق اسی قابل ہیں اور ہم سے یہی ہوتا ہے اور کیا ہونا ہے کیونکہ ریت تو آنکھ میں پڑ کر آنکھوں کو پھوڑے ہی گا بینائی تو بڑھانے ہی سے رہا۔ یوں ہم نالائقوں سے تو حضور کو ایذا ہی ہوتی ہے راحت کب ہو سکتی ہے آپ سرمہ ہیں آپ کی شان کے یہی مناسب ہے کہ ہر ناچیز اور حقیر آپ سے کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل کر لے ان خالسوں کی آتش حسد سے آپ کا دل جل رہا ہے مگر آپ از غایت شفقت یہی فرماتے ہیں اللھم اھد قومی انھم لایعلمون آپ تو کان عود ہیں اگر آپ کے اندر لوگ آگ لگائیں تو اس سے آپ کی خوشبو پھیلے گی اور پھیل کر عالم کو پر کر دے گی یعنی آپ کو تکلیف دینے اور ستانے سے آپ کو ان کی محرومی کا زیادہ احساس ہوگا اور آپ کی شفقت کو زیادہ جوش ہوگا اور اس مزید توجہ سے فائدہ بھی زائد ہوگا۔ یا یہ کہ اس سے آپ کے کمالات ہی کا اظہار ہوگا اور آپ کا کچھ نقصان نہ ہوگا۔ آپ عود نہیں جو آگ سے جل کر گھٹ جائیں یعنی آپ کے اندر اس سے کوئی نقصان نہیں آ سکتا اور آپ وہ روح نہیں ہیں جو پابند غم ہو غم تو آپ کے لئے ایسا ہے جیسا کہ نہر کا پانی کہ ادھر سے آیا ادھر گیا۔ عود جل سکتا ہے کان عود نہیں جل سکتی۔ پس آپ تو کان عود ہیں آپ کو کیا ضرر اور ہوا چراغوں وغیرہ کو بجھا سکتی ہے خود نور کا کچھ نہیں کر سکتی پس آپ تو سراپا نور ہیں آپ کو ان مخالف ہواؤں سے کیا خطر آپ کی ذات سے آسمانوں کو صفا حاصل ہے اور آپ کی زیادتی بھی اوران کی محبت سے بہتر ہے کیونکہ عاقل اگر زیادتی بھی کرتا ہے تو وہ جاہلوں کی محبت سے بہتر ہوتی ہے۔ عاقل کو معرفت سے کام لے گا اور جاہل معرفت کو برباد کرے گا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ عداوت جو عقل سے ناشی ہو اس محبت سے بہتر ہے جو جاہل کرتا ہے اس بنا پر دوستی عاقل کے ساتھ اچھی ہے بہ نسبت جاہل کی دوستی کے اور نادان دوست سے دانا دشمن بہتر ہے فقط فقدتم الربع الثانی

تم الربع الثانی من کلید مثنوی شرح الدفتر الثانی اخر ربیع الاول ۱۳۳۲ ہجری
فی کورۃ تھانہ بھون بلسان اشرف علی و بنان شبیر علی عفا اللہ عنہما

www.besturdubooks.wordpress.com

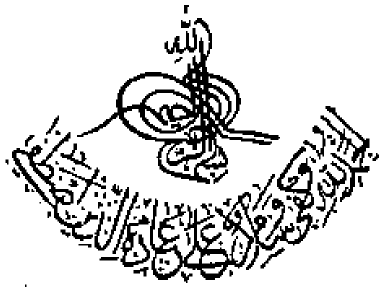

عرض ناشر

الحمد للہ ادارہ شروع ہی سے اکابر کی نایاب کتب کی اشاعت میں سرگرم عمل ہے خصوصاً حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی کتب جو کہ عامۃ المسلمین کے لئے سرچشمہ ہدایت ہیں ان کی اشاعت ادارہ کے لئے باعث مسرت وافتخار ہے۔

انہیں کتب میں سے زیر نظر کتاب ''کلید مثنوی'' بھی ماضی قریب میں اتنی نایاب تھی کہ خود حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے بعض خاص خلفاء کرام رحمہم اللہ کو مکمل کہیں دستیاب نہ آسکی حتیٰ کہ ایک دفعہ بندہ سید ومرشدی عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی صاحب رحمہ اللہ کی مجلس میں حاضر تھا کہ کسی صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت آپ نے ''کلید مثنوی'' مکمل کہیں دیکھی ہے؟ تو حضرت نے جواب میں فرمایا کہ مجھے عرصہ سے اس کی تلاش ہے مگر صرف دو چار جلدیں ہی دستیاب ہوسکیں۔ اور حضرت نے مکمل دیکھنے کے شوق کا اظہار بھی فرمایا۔ اسی وقت حضرت کی برکت سے احقر کے دل میں کلید مثنوی مکمل تلاش کرنے کا داعیہ پیدا ہوا۔ اور پاکستان اور ہندوستان میں جہاں جہاں کلید مثنوی کے حصے ملنے کی امید تھی وہاں کا سفر کیا تو الحمد للہ اصل مرکز یعنی خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون سے کافی حصے مل گئے۔ لیکن پانچواں دفتر کہیں سے نہ مل سکا حتیٰ کہ اس کی تلاش دھلی کی گلی کوچوں میں حضرت مولانا قاضی سجاد حسین صاحب رحمہ اللہ (مترجم مثنوی) کے در دولت

www.besturdubooks.wordpress.com

پر ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ تو انہوں نے بھی پانچویں دفتر کی عدم موجودگی کا اظہار فرمایا۔

بہر حال اللہ پاک نے نصرت فرمائی اور دار العلوم کراچی میں حضرت مولانا شبیر علی صاحب رحمہ اللہ کے وقف کردہ کتب خانہ سے پانچویں دفتر کا قلمی نسخہ نہایت شکستہ خط میں دستیاب ہوا۔ اور اس طرح محنت شاقہ اور تلاش بسیار کے بعد حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی یہ نایاب تصنیف لطیف "کلید مثنوی" مکمل چوبیس حصوں میں منظر عام پر آئی۔

ادارہ نے پہلے بھی اس کتاب کو شائع کیا تھا مگر قارئین کرام کے شدید اصرار پر ادارہ کو اس جدید ایڈیشن کو ترتیب نو کے ساتھ جلی قلم سے بڑی تختی پر شائع کرنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے تا کہ شائقین کے لئے تفہیم میں اشاعت کی طرف سے کوئی پیچیدگی نہ رہے اور قارئین اس چشمۂ اشرفی سے بسہولت سیراب ہو سکیں۔

نوٹ: اس سے قبل دو ایڈیشن قدیم کتابت کے ساتھ شائع کیے تھے اُن میں بعض مقامات پر فارسی اشعار کا علیحدہ ترجمہ نہیں تھا۔ جو اکابر کے مشورہ سے حضرت مولانا قاضی سجاد حسین صاحب دھلوی رحمہ اللہ کے ترجمہ سے پورا کیا ہے۔ الحمد للہ اس جدید کمپیوٹر ایڈیشن میں تمام فارسی اشعار کا اُردو ترجمہ موجود ہے۔

اللہ پاک ادارہ کی اس سعی کو قبول فرما کر ذریعہ نجات بنائیں۔ آمین

احقر محمد اسحٰق
(محرم الحرام ۱۴۲۶ھ)

www.besturdubooks.wordpress.com

حامداً و مصلیاً و مسلماً

الربع الثالث من کلید المثنوی شرح الدفتر الثانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرح حبیبی

رنجانیدن امیرے آں خفتہ را کہ مار در دہانش رفتہ بود

ایک امیر کا اس سونے والے کو تکلیف دینا جس کے منہ میں سانپ گھس گیا تھا

عاقلے بر اسپ می آمد سوار	در دہان خفتۂ می رفت مار
ایک عقلمند گھوڑے پر سوار آ رہا تھا	ایک سوئے ہوئے کے منہ میں سانپ گھس رہا تھا
آں سوار آں را بدید و می شتافت	تا رہاند خفتہ را فرصت نیافت
اس سوار نے اس کو دیکھا اور دوڑا	تاکہ سوتے ہوئے کو بچا لے موقع نہ ملا
چونکہ از عقلش فراواں بد مدد	چند دبوسے قوی بر خفتہ زد
چونکہ عقل کی اس کو بہت مدد حاصل تھی	چند سخت کوڑے سوئے ہوئے کے مارے
خفتہ از خواب گراں چوں بر جہید	یک سوار ترک با دبوس دید
سویا ہوا جب گہری نیند سے اٹھا	ایک ترک سوار کو مع کوڑے کے دیکھا
بے محابا ترک دبوس گراں	چونکہ افزوں کوفت او را شد دواں
ترک نے بے جھجک سخت کوڑے	چونکہ اس کے بہت مارے وہ بھاگا
خفتہ زاں زخم گراں بر جست زود	گشت حیراں گفت آیا ایں چہ بود
سویا ہوا اس سخت چوٹ سے بہت جلد اٹھا	حیران ہوگیا بولا یہ کیا تھا؟

www.besturdubooks.wordpress.com

برد او را زخم آں دبوس سخت	زو گریزاں تا بزیر یک درخت
اس سخت کوڑے کی چوٹ اس کو لے گئی	اس سے بھگا کر ایک درخت کے نیچے
سیب بوسیدہ بسے بد ریختہ	گفت زیں خور اے بدرد آمیختہ
سڑے ہوئے سیب بہت پڑے تھے	بولا یہ کھا اے دردمند!
سیب چنداں مرد را در خورد داد	کز دہانش باز بیروں می فتاد
(اس) شخص کو اس قدر سیب کھلائے	کہ اس کے منہ سے باہر نکلنے لگے
بانگ می زد کاے امیر آخر چرا	قصد من کردی تو نادیدہ جفا
وہ چیخا اے سردار! آخر کیوں؟	بغیر قصور کے تو نے میری جان (لینے) کا ارادہ کیا ہے
گر ترا از اصلست با جانم ستیز	تیغ زن یکبارگی خونم بریز
اگر اصلاً تجھے میری جان سے دشمنی ہے	تلوار مار ایک دم سے میرا خون بہا دے
شوم ساعت کہ شدم بر تو پدید	اے خنک آں را کہ روئے تو ندید
وہ گھڑی بڑی نحس تھی کہ میں تیرے سامنے آیا	وہ قابل مبارکباد ہے جس نے تیرا چہرہ دیکھا
بے جنایت بے گنہ بے بیش و کم	ملحداں جائز ندارند ایں ستم
بلا زیادتی' بلا خطا' بلا کمی اور بیشی کے	کافر (بھی) یہ ظلم جائز نہیں سمجھتے ہیں
می جہد خوں از دہانم با سخن	اے خدا آخر مکافاتش تو کن
بات کے ساتھ میرے منہ سے خون ٹپکتا ہے	اے خدا تو اس کا بدلہ لے!
ہر زماں می گفت او نفرین نو	اوش می زد کاندریں صحرا بدو
وہ ہر لحہ ایک نئی ملامت کر رہا تھا	(اور) وہ اس کو مارتا تھا کہ اس بیاباں میں دوڑ
زخم دبوس و سوار ہمچو باد	می دوید و باز بر رو می فتاد
کوڑے کی چوٹ' اور ہوا کی طرح کا سوار	وہ دوڑتا تھا اور پھر منہ کے بل گرتا تھا
ممتلی و خوابناک و سست بد	بر سرو پایش ہزاراں زخم شد
وہ شکم پر اور نیند میں' اور سست تھا	اس کے سر اور پیروں پر ہزاروں زخم ہو گئے
تا شبانگہ می کشید و می کشاد	تا ز صفراے قے شدن بروے فتاد
رات تک کھینچا تانی ہوتی (رہی)	یہاں تک کہ اس کو صفرا کی قے ہونے لگی

www.besturdubooks.wordpress.com

زو برآمد خورد ہاز شت و نکو	مار باآں خوردہ بیروں جست ازو
اس سے اچھا برا کھایا ہوا نکل پڑا	اس کھائے ہوئے کے ساتھ سانپ بھی اس سے نکلا
چوں بدید از خود بروں آں مار را	سجدہ آورد آں نکو کردار را
جب اس نے اپنے (پیٹ) سے سانپ نکلتا دیکھا	اس بھلے (انسان) کے سامنے اس نے سجدہ کیا
سہم آں مار سیاہ زشت وزفت	چوں بدید آں دردہا از وے برفت
اس کالے بھدے موٹے سانپ کا ڈر	جب اسے نظر آیا' وہ تکلیفیں اس سے جاتی رہیں
گفت تو خود جبرئیل رحمتی	یا خداوندو ولی نعمتی
بولا' تو تو رحمت کا فرشتہ ہے	یا میرا آقا' اور مربی ہے
اے مبارک ساعتے کہ دیدیم	مردہ بودم جان نو بخشیدیم
وہ کتنی نیک گھڑی تھی کہ میں نے تجھے دیکھا	میں مر چکا تھا' تو نے نئی زندگی بخشی
تو مرا جویاں مثال مادراں	من گریزاں از تو مانند خراں
تو ماؤں کی طرح میری دیکھ بھال کرنے والا ہے	میں تجھ سے گدھوں کی طرح بھاگنے والا تھا
خر گریزد از خداوند از خری	صاحبش درپے زنیکو اختری
گدھا مالک سے گدھے پن سے بھاگتا ہے	اس کا مالک نیک بختی کی وجہ سے اس کے درپے ہے
نزپئے سود و زیاں می جویدش	لیک تا گرگش ندرد یاد دش
وہ اس کو نفع نقصان کے لئے نہیں ڈھونڈتا ہے	لیکن (اس وجہ سے) کہ اس کو بھیڑیا یا درندہ نہ پھاڑ ڈالے
اے خنک آں را کہ بیند روئے تو	یا درافتد ناگہاں در کوئے تو
مبارک ہے وہ جو تیرا چہرہ دیکھے	یا اچانک تیرے کوچے میں پہنچ جائے
اے روان پاک بستودہ ترا	چند گفتم ژاژ و بیہودہ ترا
اے وہ کہ پاک جان تیری ثنا خواں ہے	میں نے تجھے کس قدر بیہودہ باتیں کہیں اور بکواس کی
اے خداوند و شہنشاہ و امیر	من نگفتم جہل من گفت آں مگیر
اے آقا' اور شہنشاہ اور سردار!	میں نے نہیں کہا میری نادانی نے کہا اس پر دارو گیر نہ کر
شمۂ زیں حال اگر دانستمے	گفتن بیہودہ نتوانستمے
اگر میں اس حال کا تھوڑا سا حصہ بھی جان لیتا	تو بیہودہ بکواس نہ کرتا

www.besturdubooks.wordpress.com

بس ثنایت گفتمے اے خوشخصال	گر مرا یک رمزی گفتی زحال
اے اچھے انسان! تیری میں بہت تعریفیں کرتا	اگر تو واقعہ کا تھوڑا اشارہ (بھی) کر دیتا
لیک خامش کردہ می آشوفتی	خامشانہ برسرم می کوفتی
لیکن تو تو چپ رہ کر پریشان کرتا تھا	خاموشی سے میرے سر کو کچل رہا تھا
شد سرم کالیوہ عقل از سر بجست	خاصہ ایں سر را کہ مغزش کمترست
میرا سر دیوانہ ہوگیا عقل سر میں سے بھاگ گئی	خصوصاً یہ سر جس میں مغز بہت کم ہے
عفو کن اے خوبروئے خوب کار	آنچہ گفتم از جنوں اندر گذار
اے خوبصورت، خوب سیرت! معاف کر دے	پاگل پن سے میں نے جو کچھ کہا، اس سے درگزر کر
گفت اگر من گفتمے رمزے ازاں	زہرۂ تو آب گشتے در زماں
اس نے کہا اگر میں اس میں سے تھوڑا بھی بتا دیتا	فوراً تیرا پتا پانی بن جاتا
گر ترا می گفتمے اوصاف مار	ترس از جانت برآوردے دمار
اگر میں تجھ سے سانپ کی باتیں کہہ دیتا	خوف تیری جان نکال دیتا
مصطفیٰ فرمود اگر گویم براست	شرح آں دشمن کہ در جان شماست
مصطفیٰ (ﷺ) نے فرمایا اگر میں صاف صاف کہہ دوں	اس دشمن کی تفصیل، جو تمہارے اندر ہے
زہر ہائے پردلاں بر ہم درد	نہ رود رہ نے غم کارے خورد
تو وہ بہادروں کے پتے پھاڑ دے	نہ کوئی راستہ چلے، نہ کسی کام کی فکر کرے
نے دلش را تاب ماند در نیاز	نے تنش را قوت صوم و نماز
نہ اس کے دل میں عاجزی کی طاقت رہے	نہ اس کے بدن میں نماز اور روزہ کی طاقت رہے
ہمچو موشے پیش گربہ لاشود	ہمچو برہ پیش گرگ از جا رود
(وہ) چوہے کی طرح بلی کے سامنے معدوم ہو جائے	اس بکری کے بچے کی طرح جو بھیڑیے کے سامنے سے بھاگے
اندرونے حیلہ ماند نے روش	پس کنم ناگفتہ تاں من پرورش
اس میں نہ کوئی تدبیر رہے، نہ چال	میں بغیر بتائے ہوئے تمہاری تربیت کرتا ہوں
ہمچو بو بکر ربابیؒ تن زنم	دست چوں داوٗدؑ در آہن زنم
ابوبکر ربابیؒ کی طرح میں خاموش رہتا ہوں	ہاتھ سے (حضرت) داوٗدؑ کی طرح لوہے کا کام کرتا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

تا محال از دست من حالے شود	مرغ پر برکندہ را بالے شود
تاکہ ناممکن میرے ہاتھ سے موجود ہو جائے	پر نچے ہوئے پرندے کے پر لگ جائیں
چوں یداللہ فوق ایدیہم بود	دست ما را دست خود فرمود احد
جب کہ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہوا	تو اللہ (تعالیٰ) نے میرے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا
پس مرا دست دراز آید یقیں	برگذشتہ ز آسمان ہفتمیں
تو یقینا میرا دراز ہاتھ	ساتویں آسمان سے آگے بڑھ گیا
دست من بنمود برگردوں ہنر	مقریا برخواں کہ انشق القمر
میرے ہاتھ نے آسمان پر ہنر دکھایا	اے قاری انشق القمر پڑھ
ایں صفت ہم بہر ضعف عقلہاست	با ضعیفاں شرح قدرت کے رواست
یہ صفت بھی عقلوں کی کمزوری کی وجہ سے (بیان کی) ہے	کم عقلوں کے سامنے قدرت کی تشریح کب مناسب ہے؟
خود بدانی چوں برآری سر ز خواب	ختم شد واللہ اعلم بالصواب
تو خود جان لے گا جب نیند سے سر اٹھائے گا	(بات) ختم ہوئی اور اللہ بہتر جانتا ہے
گر ترا می گفتمے ایں ماجرا	آں دم از تو جان تو گشتے جدا
اگر میں یہ قصہ تجھ سے کہہ دیتا	اسی وقت تیری روح تجھ سے جدا ہو جاتی
مر ترا نے قوت خوردن بدے	نے رہ و پروائے قے کردن بدے
نہ تجھ میں کھانے کی طاقت رہتی	نہ قے کرنے کی راہ اور پروا رہتی
می شنیدم فحش و خر می راندم	رب یسر زیر لب می خواندم
میں بری باتیں سنتا رہا اور کام چلاتا رہا	آہستگی سے رب یسر پڑھتا رہا
از سبب گفتن مرا دستور نے	ترک تو گفتن مرا مقدور نے
سبب بتانا میری عادت نہیں ہے	تجھے چھوڑ دینے پر میں قادر نہ تھا
ہر زماں می گفتم از درد دروں	اہد قومی انہم لا یعلمون
اندرونی تکلیف کی وجہ سے میں ہر وقت کہتا تھا	(اے اللہ) میری قوم کو ہدایت دے بے شک وہ جانتے نہیں ہیں
سجدہا می کرد آں رستہ ز رنج	کاے سعادت وے مرا اقبال گنج
وہ تکلیف سے نجات پانے والا سجدے کرتا تھا	کہ اے سعادت (مند) اے میرے اقبال کے خزانے!

www.besturdubooks.wordpress.com

از خدایابی جزاہائے شریف	قوت شکرت ندارد ایں ضعیف
تو خدا سے اچھے بدلے پائے گا	اس کمزور میں تیرا شکریہ ادا کرنے کی طاقت نہیں ہے
شکر حق گوید ترا اے پیشوا	آں لب و چانہ ندارم واں نوا
اللہ تیرا شکریہ ادا کرے اے پیشوا؟	میں وہ ہونٹ اور جبڑا اور وہ سامان نہیں رکھتا ہوں
دشمنی عاقلاں زینساں بود	زہر ایشاں ابتہاج جاں بود
عقلمندوں کی دشمنی اس طرح کی ہوتی ہے	ان کا زہر جان کی خوشی ہوتی ہے
دوستی ابلہاں رنج و ضلال	ایں حکایت بشنو از بہر مثال
بیوقوفوں کی دوستی رنج اور گمراہی ہے	مثال کے لئے یہ قصہ سن لے

اوپر بیان کیا تھا کہ عاقل کی زیادتی اور اسکا ظلم (ظاہری) نادان کی مہر و وفا (ظاہری) سے بہتر ہے لہٰذا اولاً عاقل کی زیادتی کا سودمند اور بہتر ہونا مثال سے ظاہر کرتے ہیں اس کے بعد نادان کی مہر و وفا کا مضر ہونا واقعہ سے ثابت کریں گے چنانچہ فرماتے ہیں۔ ایک عقلمند گھوڑے پر سوار آرہا تھا اور ایک سوئے ہوئے شخص کے منہ میں سانپ گھس رہا تھا۔ اس سوار نے یہ واقعہ دیکھا اور اس شخص کو بچانے کے لئے دوڑا مگر اتنا وقت نہ ملا اور سانپ اندر گھس گیا۔ چونکہ حق تعالیٰ نے عقل سے اس کی کافی مدد فرمائی تھی یعنی عقل اس کو بہت دی تھی اس لئے اس نے اس کے بچانے کی یہ تدبیر کی کہ چند سونٹے زور زور سے اس کے مارے وہ سونے والا چوٹ کے صدمہ سے اس گہری نیند سے جاگ اٹھا دیکھا کہ ایک ترکی سوار ہاتھ میں سونٹا لئے ہوئے مار رہا ہے۔ جب اس سوار نے وہ زبردست سونٹا زیادہ بجایا تو یہ بھاگا۔ ضرب شدید کے سبب خوب تیز دوڑنا شروع کیا وہ اس واقعہ سے حیران تھا اور دل میں کہتا تھا ارے یہ کیا قصہ ہے یہ مجھے کیوں مارتا ہے۔ غرض کہ وہ اس ڈنڈے سے پٹتا ہوا ایک درخت کے نیچے پہنچا جہاں گلے سڑے سیب بہت سے پڑے ہوئے تھے اس نے کہا کہ ان کو کھا۔ اس غریب نے مجبوراً کھانے شروع کئے۔ اس سوار نے اتنے سیب کھلائے کہ گنجائش نہ ہونے کے سبب منہ سے باہر نکلنے لگے۔ لیکن وہ اب بھی یہی کہے جاتا تھا کہ اور کھا۔ آخر اس نے دق ہو کر یہ کہا کہ اے امیر آخر یہ تو بتا کہ تو بے قصور میری جان کے پیچھے کیوں پڑا ہے۔ اگر سرے سے میری جان ہی سے تجھے دشمنی ہے تو ایک دفعہ ہی تلوار مار کر مجھے مار ڈال سسکا سسکا کر مارنے سے کیا فائدہ۔ کیسی منحوس گھڑی تھی کہ میں تجھے نظر پڑا۔ ارے بڑا مبارک ہے وہ شخص جس نے تیری منحوس صورت نہ دیکھی۔ ارے بے قصور بے جرم اور بلا کسی تعدی یا کوتاہی کے تو یہ ظلم کرتا ہے ایسا ستم تو بے دین لوگ بھی نہیں کرتے بات کہنے میں میرے منہ سے خون نکلتا ہے۔ اے خدا تو اس سے میرا انتقام لے۔ وہ ہر وقت ایک نئی تشنیع کرتا تھا لیکن وہ اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتا تھا اور مارتا تھا کہ دوڑ

عجیب مصیبت تھی سوٹے کی ضربیں پڑ رہی تھیں سوار ہوا کی طرح دوڑ رہا تھا اور اس کو دوڑا رہا تھا۔ یہ بیچارہ دوڑتا تھا اور دوڑ میں گر گر پڑتا تھا کیونکہ اول تو پیٹ بہت بھرا ہوا تھا پھر نیند کا خمار موجود تھا پھر کمزور بھی تھا ان سب کے علاوہ سر میں پاؤں میں مار کے بہت سے زخم ہو گئے تھے۔ وہ سوار شام تک اس کو کھینچتا رہا اور جو مشکل آ کے پڑتی تھی اس کو اپنے ناخن تدبیر سے حل کرتا رہا حتیٰ کہ غلبہ صفرا سے اس کو قے ہونی شروع ہوئی اور اس سے بھلا برا غرض سارا کھایا پیا نکل گیا اور اس کے ساتھ سانپ بھی نکل گیا جبکہ اس نے اندر سے سانپ کو نکلا ہوا دیکھا تو اس محسن شخص کی بے حد تعظیم کی۔ اور اس کالے اور موٹے سانپ کا خطرہ جب پیش نظر ہوا تو سب تکلیفیں بھول گیا اور کہا کہ آپ تو میرے حق میں فرشتہ رحمت ہو گئے یا یوں کہوں کہ آپ تو میرے مالک اور خداوند نعمت ہیں۔ ارے کیسی مبارک گھڑی تھی کہ میں آپ کی نظر پڑ گیا۔ میں تو مر ہی چکا تھا۔ آپ نے مجھے نئے سرے سے زندگی بخشی آپ کی حالت یہ تھی کہ ماں کی طرح مجھے ڈھونڈتے تھے اور میری یہ حالت کہ میں گدھوں کی طرح آپ سے بھاگتا تھا گدھا اپنی حماقت سے اپنے مالک سے بھاگتا ہے اور اپنی خوش اقبالی اور سعادت بخت کے سبب اس کا مالک اس کے درپے ہوتا ہے حالانکہ اس تلاش میں اس کو کوئی اپنا نفع و نقصان پیش نظر نہیں ہوتا بلکہ مقصود یہ ہوتا ہے کہ کوئی بھیڑیا یا کوئی اور درندہ اس کو نہ کھا جائے۔ اے بڑا مبارک ہے وہ شخص کہ آپ کی صورت دیکھے یا آپ کے کوچہ ہی میں پہنچ جائے۔ اے مقدس اور محمود جان والے شخص میں نے آپ کی شان میں بہت بے ہودگی اور بکواس کی ہے لیکن اے آقا اے شہنشاہ اے امیر یہ میں نے نہیں کیا بلکہ میری نادانی نے کیا ہے آپ کچھ خیال نہ فرمایئے۔ اگر مجھے واقعہ کی ذرا بھی اطلاع ہو جاتی تو میں بے ہودہ بکواس نہ کر سکتا۔ بلکہ جناب میں آپ کی بہت تعریف کرتا اگر مجھ سے اشارۃً بھی آپ واقعہ بیان فرما دیتے مگر آپ زبان سے تو کچھ فرماتے نہ تھے بلکہ چپکے چپکے پریشان کر رہے تھے اور چپکے ہی چپکے میرے سر پر ڈنڈے بجا رہے تھے جس سے دماغ پریشان ہو گیا اور عقل خارج ہو گئی۔ آپ ایسے سر کو معافی دیجئے کہ اس سے جو کچھ بھی ہو جائے کم ہے بالخصوص اس سر کو جس میں مغز بہ نسبت پشتر ہی سے کم ہو اور میں نے جو کچھ اپنی حماقت سے کہا ہے اس سے درگزر فرمایئے۔ سوار نے جواب دیا کہ اگر میں اشارۃً بھی واقعہ بیان کر دیتا تو فوراً مارے خوف کے تیرا پتا پانی ہو جاتا۔ اور اگر میں سانپ کے حالات تجھ سے بیان کرتا تو خوف سے تیری جان نکل جاتی یہاں تک پہنچ کر مولانا انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یوں ہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر میں اس دشمن یعنی نفس کی حالت من و عن بیان کر دوں جو تمہارے اندر ہے تو تم میں جو بڑے بہادر ہیں ان کے بھی پتے پھٹ جائیں نہ وہ رستہ چل سکیں اور نہ کوئی کام کر سکیں غلبہ خوف کے سبب نہ ان کو تضرع و زاری کی تاب رہے اور نہ ان کے جسموں میں روزہ نماز کی قوت رہے ان کی حالت ایسی ہو جائے جیسے چوہے کی بلی کے آگے اور وہ بالکل لاشے محض ہو جائیں اور یوں بے خود ہو جائیں جیسے بھیڑیئے کے سامنے بکری کا بچہ۔ نہ ان میں تدبیر ہی رہے نہ عمل

www.besturdubooks.wordpress.com

ہی بلکہ حس وحرکت سب باطل ہو جائے۔اس لئے میں مفصل بیان نہیں کرتا اور بلا بیان کئے ہی تمہاری پرورش کرتا ہوں میں بوبکر ربابی کی طرح خاموش اور داؤد کی طرح اس لوہے کو نرم کرنے میں مصروف ہوں تا کہ جو بات تمہارے لحاظ سے محال ہے میں اس کو فعلیت میں لے آؤں اور تمہارے نفسوں کو مار دوں اس طرح تمہاری ارواح جو بے بس اور مجبور ہیں اور اس لئے عروج روحانی نہیں کر سکتیں ان کو سامان عروج مل جائے اور وہ عروج کر سکیں۔ چونکہ واقعہ بیعت رضوان میں ید اللہ فوق ایدیھم فرمایا گیا ہے اور میرے ہاتھ کو حق سبحانہ نے مجازاً اپنا ہاتھ فرمایا ہے اس لئے میرا ہاتھ بہت بڑا ہے حتیٰ کہ ساتویں آسمان سے بھی آگے نکل گیا ہے۔یعنی حق سبحانہ نے میری تائید اپنی قوت سے فرمائی ہے پس جو کام کہ طاقت بشریہ سے باہر ہیں ان کا ظہور اس قدرت الٰہیہ کے سبب میرے ہاتھ سے ہوسکتا ہے چنانچہ میرے ہاتھ نے آسمان پر اپنا کمال دکھایا۔ اے قاری اس کی تصدیق اقتربت الساعۃ وانشق القمر سے کر لے جس میں چاند کے دو ٹکڑے ہونے کی خبر دی گئی ہے جس کا ظہور میرے ہاتھ سے اور میری انگلی کے اشارہ سے ہوا ہے یہ صفت تو میں نے ضعف عقول کے سبب بیان کی ہے ورنہ اس میں تو بے انتہا قوت ہے۔جس کی تفصیل میں نہیں کرنا چاہتا کیونکہ قدرت الٰہیہ کی تشریح ضعیف العقل لوگوں کے سامنے جائز نہیں اس لئے کہ ان کے فتنہ میں پڑ جانے کا اندیشہ ہے۔جب تم نیند سے بیدار ہو گے اور حقیقت حال سے واقف ہو گے خواہ دنیا میں یا عقبیٰ میں اس وقت تم کو خود معلوم ہو جائے گا یہاں تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ختم ہوا واللہ اعلم۔ یہ روایت سند صحیح سے ثابت ہے یا نہیں میں نے بنا بر صحت مضمون نقل کر دیا ہے۔ اب مولانا پھر واقعہ سوار کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سوار نے کہا کہ اگر میں تجھ سے واقعہ بیان کر دیتا تو فوراً تیری روح پرواز کر جاتی۔ نہ تو کہا سکتا نہ تیرے لئے قے کرنے کا کوئی ذریعہ یا خیال ہوتا۔میں تیرا برا بھلا سنتا جاتا تھا اور اپنے کام میں مشغول تھا اور حق سبحانہ سے چپکے چپکے دعا کرتا تھا کہ اے اللہ اس کام کو آسان کر دے۔نہ تو مجھے عقل کی اجازت تھی کہ تجھ سے سبب بیان کر دوں اور نہ غایت شفقت کے باعث مجھ سے یہی ہوسکتا تھا کہ تجھے تیری حالت پر چھوڑ دوں۔مجبوراً گالیاں سنتا تھا اور دردِ دل سے کہتا تھا کہ اے اللہ اسے ہدایت کر یہ جانتا نہیں۔غرض اس نے اس مصیبت سے چھوٹ کر اس کی بے حد تعظیم کی۔ پاؤں پر گر پڑا۔اور یہ کہا کہ اے میرے سعادت کے باعث اور اے میری خوش اقبالی اور دولت کے سبب میں تیرا شکر کرنے کی قدرت نہیں رکھتا پس خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے اس کی بہتر جزا دے میرے جبڑے میرے ہونٹ میری آواز میں طاقت نہیں کہ تیرا شکر کر سکے۔بس میں تو یہ کہتا ہوں کہ خدا تجھے اس کی جزا دے۔اب تم کو معلوم ہوا کہ عاقلوں کی دشمنی ایسی ہوتی ہے جیسے اس سوار کی وہ اگر زہر بھی دیں تو وہ بھی انبساط روح کا سبب ہوتا ہے اور نادانوں کی دوستی سراپا رنج اور بے راہ روی ہوتی ہے اس کی مثال کے لئے یہ حکایت سن۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

ایک امیر کا اس سونے والے کو مارنا جس کے منہ میں کہ سانپ چلا گیا تھا

عاقلے الخ۔ یعنی ایک عاقل گھوڑے پر سوار آ رہا تھا اور ایک سونے والے کے منہ میں سانپ گھس رہا تھا۔

آں سوار الخ۔ یعنی اس سوار نے اس کو (دور سے) دیکھا اور دوڑا تا کہ اس سونے والے کو چھڑائے مگر مہلت نہ پائی (اور وہ سانپ منہ میں گھس ہی گیا)

چونکہ الخ۔ یعنی چونکہ اس کو عقل سے زیادہ مدد تھی (یعنی بہت عاقل تھا) تو چند گرز زور سے سونے والے کے مارے دبوس سے مراد کوڑا ہے۔

خفتہ الخ۔ یعنی جب سونے والا خواب گراں سے اٹھا تو ایک سوار ترک مع کوڑے کے دیکھا۔

بکجا الخ۔ یعنی جب کہ ترک نے بے دھڑک زیادہ بھاری کوڑے مارے تو یہ شخص دوڑنے لگا یعنی بیچارہ بھاگا۔

برد الخ۔ یعنی اس سخت کوڑے کا زخم ایک درخت کے نیچے تک لے گیا اور وہ اس سے بھاگ رہا تھا۔

مطلب یہ کہ وہ حضرت اس کو پیٹ رہے تھے اور یہ بیچارا بھاگ رہا تھا یہاں تک کہ ایک درخت کے نیچے پہنچے۔

سیب بوسیدہ الخ۔ یعنی وہاں بہت سے سڑے ہوئے سیب پڑے تھے تو اس سوار نے کہا کہ اے دردمندان میں سے کھا۔

سیب چندان الخ۔ یعنی اس آدمی کو اس قدر سیب کھلائے کہ اس کے منہ سے باہر گرنے لگے۔

بانگ میزد الخ۔ یعنی وہ چلا رہا تھا کہ اے امیر آخر تو نے کیوں میرے ستانے کا قصد کیا ہے میں نے تیرا کیا کیا ہے۔

گر ترا ز الخ۔ یعنی اگر تجھ کو میرے ساتھ کوئی فطرتی دشمنی ہی ہے تو ایک دفعہ تلوار مار کر میرا خون گرا دو۔

شوم ساعت الخ۔ یعنی بڑی منحوس گھڑی تھی جب کہ میں تجھ پر ظاہر ہوا تھا اور جس نے تیرا منہ نہیں دیکھا وہ بڑا خوش نصیب ہے۔

بے خیانت الخ۔ یعنی بے خیانت کے اور بے گناہ اور بغیر کسی کمی بیشی کے (تو مجھے ستا رہا ہے تو) ایسا ستم تو ملحد بھی روا نہیں رکھتے۔

میچکد خون الخ۔ یعنی بات کے ساتھ میرے منہ سے خون گر رہا ہے اے خدا تو ہی اس سے بدلہ لینا۔

ہر زمان الخ۔ یعنی وہ تو ہر گھڑی نئی نفرین کہہ رہا تھا اور وہ سوار اس کو مارتا تھا (اور کہتا تھا کہ) اس جنگل میں دوڑ۔

زخم دبوس الخ۔ یعنی چابک کا زخم اور ایک سوار ہوا کی طرح (پیچھے تھا) تو یہ شخص دوڑتا اور پھر منہ کے بل گرتا تھا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ممتلی الخ۔ یعنی (سیبوں سے) بھرا ہوا اور نیند میں اور ست تھا اور اس کے سر پر اور پاؤں پر ہزاروں زخم ہو گئے تھے۔
تا شبانگہ الخ۔ یعنی رات تک یہی کھینچا تانی کرتا رہا یہاں تک کہ صفرا کی وجہ سے اس کو قے ہونا شروع ہوئی۔
زو برآمد الخ۔ یعنی اس کے اندر سے برا بھلا کھایا ہوا نکلنا شروع ہوا تو اس کھانے کے ساتھ اس میں سے سانپ بھی نکلا۔
چون بدید الخ۔ یعنی جب کہ اس سانپ کو اپنے سے باہر دیکھا تو اس نکوکار کے تعظیم کے لئے جھک گیا اور بہت ہی ممنون ہوا۔
سہم آن الخ۔ یعنی اس بڑے اور برے سیاہ سانپ کا خوف جب اس نے دیکھا تو ساری تکالیف (کوڑوں وغیرہ کی) اس سے جاتی رہیں۔
گفت تو الخ۔ یعنی کہنے لگا کہ تو تو جبرئیل رحمت ہے یا آقا اور ولی نعمت ہے۔
اے مبارک الخ۔ یعنی مبارک گھڑی تھی وہ کہ تو نے مجھے دیکھا تھا اور میں تو مردہ تھا تو نے مجھے جان بخشی ہے۔
تو مرا الخ۔ یعنی تو تو مجھے ماں کی طرح ڈھونڈ رہا تھا اور میں تجھ سے گدھوں کی طرح بھاگ رہا تھا۔
خر گریزد الخ۔ یعنی گدھا تو آقا سے گدھے پن سے بھاگتا ہے اور اس کا آقا نیک خصلتی کی وجہ سے اس کے پیچھے پھرتا ہے۔
کز پے الخ۔ یعنی اپنے کسی نفع کے واسطے اس کو نہیں ڈھونڈتا بلکہ تاکہ اس کو بھیڑیا یا درندہ پھاڑ نہ ڈالے۔
اے خنک الخ۔ یعنی خوش نصیب ہے وہ کہ تیرا منہ دیکھ لے یا ناگہاں تیرے کوچہ ہی میں آجائے۔
اے روان الخ۔ یعنی اے جان پاک محمود تجھے کس قدر بے ہودہ اور فضول باتیں کہی ہیں۔
اے خداوند الخ۔ یعنی اے آقا اور شہنشاہ اور امیر یہ سب میں نے نہیں کہا بلکہ میرے جہل نے کہا آپ اس کی گرفت نہ کیجئے۔
شمۂ زین الخ۔ یعنی اگر اس حال میں سے میں تھوڑا سا بھی جان لیتا تو میں بے ہودہ باتیں ہرگز نہ کہہ سکتا۔
بس ثنایت الخ۔ یعنی اے خوش سال میں آپ کا بہت ہی مشکور ہوتا اگر اس راز میں سے آپ ایک بات مجھے بتا دیتے۔
لیک خامش الخ۔ یعنی لیکن آپ تو چپ ہی چپ خفا ہو رہے تھے اور خاموش ہی مجھے پیٹ رہے تھے اس لئے مجھے کیا خبر کہ اس میں آپ کو یہ مصلحت مدنظر ہے۔
شد سرم الخ۔ یعنی میرا سر برگشتہ ہو گیا اور عقل سر سے نکل گئی خاص کر یہ سر جس میں کہ مغز بھی کم ہے۔
عفو کن الخ۔ یعنی اے خوبرو اور اے اچھے کام والے تو معاف کر دے میں نے جو کچھ کہا وہ جنون کی وجہ سے تھا اس سے درگذر غرضیکہ جب یہ خوب معافی مانگ چکا اور بہت ہی شرمندہ ہوا تو اس مشفق سوار نے جواب دیا کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت اگر من۔الخ۔ یعنی اس سوار نے کہا کہ اگر میں اس میں سے ایک راز بھی تجھ سے کہہ دیتا تو تیرا (خوف کی وجہ سے) پتہ پانی ہو جاتا یعنی اگر تجھے معلوم ہو جاتا کہ میرے اندر سانپ ہے تو فوراً ہول کے مارے مر جاتا۔

گر ترا الخ۔ یعنی میں اگر تجھ سے سانپ کی حالت بیان کر دیتا تو خوف تیری جان میں سے دماغ نکال لیتا یعنی خوف کے مارے فوراً تم ہی ہو جاتے۔ تو چونکہ وہ سوار نیک دل تھا اور محقق تھا اس لئے اس کو اس شخص پر شفقت تھی اور اس نے اس کی حالت کو ظاہر نہیں کیا کیونکہ اس کو معلوم تھا کہ اگر اس کو ذرا بھی علم ہو جائے تو جان کھو دے گا اور اس کی جان جاتی رہے گی اس لئے اس نے بے اس کو اطلاع کئے ہوئے اس کی تدبیر شروع کر دی جس سے کہ وہ سانپ نکل گیا اور یہ بچ گیا اب آگے مولانا اس کی تائید میں ایک حدیث لاتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خطاب فرما کر فرماتے ہیں کہ اگر میں ان حالتوں کی جو کہ تمہارے اندر ہیں اور وہ خصائل رذیلہ جو باطن میں بھرے ہوئے ہیں تم لوگوں سے کہوں تو تم پر اس قدر خوف حق غالب ہو کہ نہ کھا سکو اور نہ پی سکو نہ فس سکو نہ بول سکو غرضیکہ بالکل دنیا سے بے تعلق ہو جاؤ اور تھوڑے ہی دنوں میں جان کھو بیٹھو اس لئے میں تم کو بتاتا نہیں ہوں۔ بلکہ ان کا علاج شروع کر دیتا ہوں (اس لئے کہ مقصود تو ان کا ازالہ ہے نہ ان کا علم تو اگر صحابہ کو علم ہو جاتا اور اس وقت اس قدر خوف مسلط ہو جاتا تو پھر وہ تو اس قابل بھی نہ رہتے کہ ان کو زائل ہی کر سکیں تو اسی طرح اس سوار نے اس کو بتلایا نہیں بلکہ علاج شروع کر دیا۔ اب سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ

مصطفےٰ فرمود الخ۔ یعنی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر میں ٹھیک ٹھیک اس دشمن کی شرح کر دوں جو کہ تمہاری جان میں ہے یعنی اگر ان خصائل واخلاق ذمیمہ کو جو باطن میں بھر رہے ہیں ان کو ظاہر کر دوں اور جو ان پر وعیدیں اور عذاب ہیں وہ معلوم ہی ہیں تو

زہرہائے الخ۔ یعنی بڑے قوی دل والوں کے پتے پھٹ جائیں اور نہ وہ راہ چل سکیں اور نہ کسی کام کا فکر کر سکیں یعنی بالکل ہی مجبور ہو جائیں اور ان سے کچھ ہو ہی نہ سکے۔

نے دلش الخ۔ یعنی نہ اس کے دل کو نیاز کی تاب رہے اور نہ اس کے بدن میں روزہ نماز کرنے کی قوت رہے۔

ہمچو موشے الخ۔ یعنی وہ چوہے کی طرح (ہو جائے) کہ وہ بلی کے سامنے فنا ہو جاتا ہے یا بکری کے بچہ کی طرح کہ بھیڑیئے کے سامنے اپنی جگہ پر (قائم) نہیں رہتا۔

اندرو نے الخ۔ یعنی اس کے اندر نہ حیلہ رہے اور نہ روش رہے۔ پس میں بے کہے ہوئے تمہاری پرورش کر رہا ہوں۔ مطلب یہ کہ اگر معلوم ہو جائے تو اس قوی دل کی بھی یہ حالت ہو جائے۔ لہٰذا میں کچھ کہتا نہیں بلکہ اصلاح کی تدابیر کرتا ہوں کہ جس سے مرض زائل ہو جائے اور معلوم بھی نہ ہو۔ آگے مولانا بزبان حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

ہمچو بوبکر الخ۔ یعنی مانند بوبکر ربابی کے میں خاموش رہتا ہوں اور داؤد علیہ السلام کی طرح لوہے میں ہاتھ

www.besturdubooks.wordpress.com

مارتا ہوں۔ مطلب یہ کہ جس طرح بوبکر ربابی جو کہ ایک بزرگ ہیں اور سالہا سال تک خاموش رہے ہیں اسی طرح رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاموش ہی رہتے تھے لیکن تدابیر ازالۂ رذائل کی فکر ہمیشہ فرماتے تھے۔ آگے پھر حضرت ہی مقولہ فرماتے ہیں کہ

تا محال الخ۔ یعنی تا کہ محال بات میرے ہاتھ سے حال (واقع) ہو جائے اور بال اکھڑے ہوئے جانور کے پر نکل آئیں یعنی اس خاموشی اور تدبیر میں لگے رہنے کا یہ فائدہ ہے کہ جن اخلاق کا ازالہ محال ہے وہ بھی زائل ہو جائیں گے۔

چون ید اللہ الخ۔ یعنی جبکہ حق تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے اور ہمارے ہاتھ کو حق تعالیٰ نے اپنا ہاتھ فرمایا ہے۔

پس مرادست الخ۔ یعنی پس میرا ہاتھ یقیناً (تصرف میں) دراز ہو گیا اور ساتویں آسمان سے بھی گزر گیا۔

دست من الخ۔ یعنی میرے ہاتھ نے آسمان پر ہنر دکھلایا اور اے قاری انشق القمر کو پڑھ تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ آسمان پر بھی تصرف ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

این صفت الخ۔ یعنی یہ صفت بھی عقول کے ضعف کی وجہ سے ہے اور ضعیفوں سے قدرت کی شرح کب جائز ہے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ تو ان ممکنات اور افعال سے پاک ہیں لیکن جب عقول ضعیف ہیں تو ایسی طرح سمجھا جائے گا اور کیا صورت ہو سکتی ہے ورنہ تعالی اللہ عن ذٰلک علوا کبیرا۔

خود بدانی الخ یعنی جیسے تم نیند سے جاگے تو خود جان لوگے (اور ان مثالوں کی ضرورت ہی نہ ہوگی) اور یہ حدیث ختم ہوگئی واللہ اعلم بالصواب مطلب یہ کہ جب قیامت میں اٹھوگے تو اس وقت حقائق و معارف سب کھل جائیں گے۔ اس حدیث کو مولانا نے روایت بالمعنی کیا ہے اور اس کی شرح اور بیان مطلب کے طور پر کہیں کہیں خود بھی مثال وغیرہ دے دی ہیں آگے پھر اس سوار کا مقولہ بیان فرماتے ہیں کہ

گرترا الخ۔ یعنی اگر میں تجھ سے یہ قصہ (سانپ کے اندر چلے جانے کا) کہہ دیتا تو تیری جان تجھ سے جدا ہو جاتی۔

مرترا الخ۔ یعنی نہ تجھے کھانے کی قوت رہتی اور نہ قے کرنے کی طاقت اور سبیل ہوتی۔ مطلب یہ کہ تو نے جو یہ سیب کھا کر قے کی ہے اگر تجھے معلوم ہو جاتا تو تجھ سے ہرگز نہ ہو سکتا۔

می شنیدم الخ۔ یعنی میں فحش سن رہا تھا اور گدھے کو ہانک رہا تھا اور زیر لب رب یسر پڑھ رہا تھا۔ مطلب یہ کہ تیری باتوں کو سن رہا تھا اور دعا کر رہا تھا کہ اے اللہ اسکی مشکل آسان کر۔

از سبب الخ۔ یعنی سبب بیان کرنے کی عادت نہیں ہے اور تیرے چھوڑنے کی بھی قدرت نہیں۔ مطلب یہ کہ چونکہ مجھے تم پر شفقت تھی اس لئے نہ تو تم کو چھوڑ ہی سکتا تھا کہ مرنے دوں اور نہ یہ ہو سکتا تھا کہ تم کو حال سے آگاہ کر دوں کہ وہ بھی مضر تھا اس لئے یہ طریقہ اختیار کیا تھا۔

ہر زمان الخ۔ یعنی ہر وقت درد دورنی کی وجہ سے کہہ رہا تھا کہ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے کہ وہ مجھے

www.besturdubooks.wordpress.com

جانتے نہیں ہیں۔ مطلب یہ کہ میں ان کہنے میں تیری خطا نہ سمجھتا تھا بلکہ تجھے معذور سمجھ کر دعا کرتا تھا کہ اے اللہ اس کی آنکھ کھول دے کہ یہ مجھے دیکھ لے اور مجھے پہچان لے اب تک اس کو میرے مشفق ہونے کی خبر نہیں ہے چونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام بے حد شفیق اپنی امت پر ہوتے تھے اس لئے حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون جب اس نے یہ اس کی شفقت دیکھی تو اس کی یہ حالت ہوئی کہ

سجدہ الخ۔ یعنی وہ تکلیف سے چھوٹا ہوا سجدہ کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اے سعادت اور میرے اقبال اور خزانہ۔ مطلب یہ کہ بے حد تعظیم و تکریم اور شکریہ بجالایا۔

از خدا الخ۔ یعنی تو اس کی جزاء شریف حق سے پائے اس لئے کہ یہ ضعیف (یعنی میں) تیرے شکر کی طاقت نہیں رکھتا۔ پس تجھ کو حق تعالیٰ ہی جزائے خیر دے۔

شکر حق الخ۔ یعنی (بس میری جانب سے) حق تعالیٰ ہی تیرا شکر کریں (یعنی بدلہ دیں) میں تو وہ لب اور جبڑا نہیں رکھتا اور نہ وہ بخشش (کہ جس سے تیرا شکریہ ادا کروں) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

دشمنی الخ۔ یعنی عاقلوں کی دشمنی اس طرح ہوتی ہے اور ان کا زہر بھی جان کے لئے (باعث) تازگی ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ ان کی ظاہری ایذاء دہی اور تکالیف جو کہ اصل میں کسی مصلحت پر مبنی ہوتی ہیں انجام کار عمدہ اور بار آور ہوتی ہیں جیسا کہ اس سوار کی زدوکوب اور سختی نے انجام کار اس شخص کی جان بچادی ورنہ وہ ضرور مر جاتا۔ یہی حال اولیاء اللہ کا ہوتا ہے کہ ان کی بعض باتیں جو کہ بظاہر سخت اور ترش معلوم ہوتی ہیں فی الحقیقت وفی الواقع نافع محض ہوتی ہیں لہٰذا اگر شیخ کی طرف سے کوئی ناگواری بھی پیش آئے تو اس کو صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کرنا ضروری ہے چونکہ مولانا نے اوپر فرمایا تھا کہ آگے ہم دو حکایتیں لاتے ہیں ایک تو عاقل کی دشمنی کی بہتری پر اور دوسری نادان کی دوستی کے ضرر پر۔ یہاں تک تو عاقل کی دشمنی کا بھی نافع ہونا بتادیا آگے دوسری حکایت لاتے ہیں فرماتے ہیں کہ

دوستی الخ۔ بے وقوف کی دوستی بھی رنج و گمراہی ہوتی ہے تو اس حکایت (ذیل) کو مثال کے واسطے سن۔ آگے حکایت فرماتے ہیں جس کو بہت سے انتقالات کے بعد پورا فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک ریچھ کو اژدھا کے منہ سے چھڑایا اور اس کو پال لیا اور خدمت یہ سکھلائی کہ سوتے وقت مکھیاں ہٹایا کرے۔ ایک روز ایک مکھی بار بار آ کر بیٹھی تو اس نے اس کو اڑایا لیکن وہ پھر بیٹھ جاتی تھی اس ریچھ کو غصہ آ گیا آخر کار حیوان تھا ایک پتھر لایا اور جب وہ مکھی پھر آئی تو اس مکھی کے کھینچ کر مارا وہ مکھی تو مری ہو یا نہ مری ہو لیکن وہ آقا صاحب تمیں ہو گئے تو دیکھو حالانکہ وہ دوستی کرتا تھا اور خدمت کرتا تھا لیکن چونکہ نادان تھا اس لئے انجام کار اس سے مضرت ہوئی۔ اب سمجھو فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

اعتماد کردن شخصے بر تملق و وفائے خرس

ایک شخص کا ریچھ کی چاپلوسی اور وفاداری پر بھروسہ کرنا

اژدہائے خرس را در می کشید	شیر مردے رفت و فریادش رسید
ایک اژدہا ایک ریچھ کو کھینچ رہا تھا	ایک بہادر گیا اور اس کی مدد کی

ایک اژدہا اپنی نظر سے یا اپنی سانس سے ایک ریچھ کو کھینچ رہا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر ایک شیر مرد گیا اور اس کی فریاد کو پہنچا۔ یعنی اژدھے سے اس کو چھڑایا۔ اس شعر میں چونکہ ایک شیر مرد کی غمخواری کا ذکر ہے اسی مناسبت سے آگے مولانا اپنے مقصد کی طرف انتقال فرماتے ہیں

شرح شبیری

اس بیوقوف آدمی کی حکایت کہ ریچھ کی خوشامد میں مغرور ہو رہا تھا

اژدہائے الخ۔ یعنی ایک اژدھا ایک ریچھ کو (سانس وغیرہ کے ذریعہ سے) کھینچ رہا تھا تو ایک شیر مرد گیا اور اس کی فریاد کو پہنچا یعنی اس کو اس اژدہا سے چھڑایا آگے مولانا انتقال فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

شیر مردانند در عالم مدد	آں زماں کافغان مظلوماں رسد
بہادر لوگ دنیا میں مدد ہیں	اس وقت جبکہ مظلوموں کی فریاد آئے
بانگ مظلوماں زہر جا بشنوند	آں طرف چوں رحمت حق می دوند
مظلوموں کی فریاد جس جگہ سے سنتے ہیں	اس جانب اللہ کی رحمت کی طرح دوڑ جاتے ہیں
آں ستونہائے خللہائے جہاں	آں طبیبان مرضہائے نہاں
وہ دنیا کے شگافوں کے ستون ہیں	وہ پوشیدہ مرضوں کے طبیب ہیں
محض مہر و داوری و رحمت اند	ہمچو حق بے علت و بے رشوت اند
خالص محبت اور انصاف اور رحمت ہیں	اللہ تعالیٰ کی طرح بلا غرض اور بے رشوت ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں چہ یاری میکنی یکبار گیش	گوید از بہر غم و بیچار گیش
یہ مدد تو کیوں کرتا ہے؟ فورا	وہ کہے گا اس کے غم اور بیچارگی کی وجہ سے
مہربانی شد شکار شیر مرد	در جہاں دارو نہ جوید غیر درد
بہادر کا شکار مہربانی ہے	درد کے علاوہ دنیا میں دوا کوئی نہیں تلاش کرتا ہے
ہر کجا دردے دوا آنجا رود	ہر کجا فقرے نوا آنجا رود
جہاں درد ہوتا ہے دوا وہاں پہنچتی ہے	جہاں افلاس ہوتا ہے سامان وہاں جاتا ہے
ہر کجا پستی ست آب آنجا رود	ہر کجا مشکل جواب آنجا رود
جہاں نشیب ہے پانی وہاں پہنچتا ہے	جہاں کوئی اشکال ہے جواب وہاں جاتا ہے
آب کم جو تشنگی آور بدست	تا بجوشد آبت از بالا و پست
پانی کی تلاش نہ کر، پیاس پیدا کر	تاکہ اوپر نیچے سے تیرے لئے پانی جوش میں آئے
تاسقاھم ربھم آید خطاب	تشنہ باش اللہ اعلم بالصواب
تاکہ ان کے رب نے ان کو سیراب کیا" کا خطاب آئے	پیاسا رہ، اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے
آب رحمت بایدت رو پست شو	وانگہاں خور خمر رحمت مست شو
تجھے رحمت کا پانی چاہئے؟ جا پست بن	پھر رحمت کی شراب پی، مست بن
رحمت اندر رحمت آید تا بسر	بر یکے رحمت فرو ما اے پسر
بھرپور تک رحمت ہی رحمت ہو گی	اے صاحبزادے! ایک رحمت پر اکتفا نہ کر
چرخ را در زیر پا آر اے شجاع	بشنو از فوق فلک بانگ سماع
اے بہادر! آسمان کو قدموں کے نیچے لا	آسمان پر سے سماع کی آواز سن لے
پنبۂ وسواس بیروں کن زگوش	تا بگوشت آید از گردوں خروش
کان سے وسوسوں کی روئی نکال	تاکہ آسمان سے شور کی آواز تیرے کان میں آئے
پاک کن دو چشم را از موئے عیب	تا بہ بینی باغ و سروستان غیب
عیب کے بال سے دونوں آنکھوں کو صاف کر لے	تاکہ تو غیب کے سروستان اور باغ دیکھے
دفع کن از مغز و از بینی زکام	تاکہ ریح اللہ آید در مشام
سر اور ناک سے زکام رفع کر	تاکہ ناک میں خدائی خوشبو آئے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیچ مگذار از تپ صفرا اثر	تابیابی از جہاں طعم شکر
صفراوی بخار کا کوئی اثر نہ چھوڑ	تاکہ تو عالم (آخرت) سے شکر کا مزا چکھے
داروئے مردی کن و عنّیں مپو	تا بروں آیند صد گوں خوبرو
مردی کا علاج کر اور عنّین بنا ہوا) نہ بھاگا پھر	تاکہ سو قسم کے خوبصورت (بچے) پیدا ہوں
کندۂ تن راز پائے جاں بکن	تاکند جولاں بگرد آں چمن
جان کے پاؤں میں سے جسم کا کانٹا نکال دے	تاکہ وہ اس چمن (آخرت) کے گرد دوڑ سکے
غل بخل از دست وگردوں دور کن	بخت نو دریاب از چرخ کہن
بخل کا طوق ہاتھ اور گردن سے اتار ڈال	پرانے آسمان سے نیا نصیبہ حاصل کر لے
ورنمی تانی بہ کعبہ لطف پر	عرضہ کن بیچارگی بر چارہ گر
اگر (خود) نہیں کرسکتا ہے مہربانی کے کعبہ کی طرف پرواز کر	بیچارگی کو چارہ گر پر پیش کر دے
زاری وگریہ قوی سرمایہ ایست	رحمت کلی قوی تردایہ ایست
عاجزی اور رونا بڑا سرمایہ ہے	عام رحمت بہت قوی دایہ ہے
دایۂ و مادر بہانہ جو بود	تاکہ کے آں طفل او گریاں شود
انا اور اماں بہانے ڈھونڈتی ہیں	تاکہ کب اس کا بچہ روئے؟
طفل حاجات شمارا آفرید	تا بنالید و شود شیرش پدید
(اللہ تعالٰی نے) تمہاری ضرورتوں کا بچہ پیدا کر دیا	تاکہ تم روؤ اور اس کا دودھ پیدا ہو
گفت ادعوا اللہ زبے زاری مباش	تا بجوشد شیرہائے مہرہاش
اس (اللہ تعالٰی) نے فرمایا اللہ کو پکارو (گریہ) زاری کے بغیر نہ رہ	تاکہ اس کی مہربانیوں کے دودھ جوش میں آئیں
ہائے وہوئے باد شیر افشان ابر	درغم ما اندیک ساعت تو صبر
ابر سے دودھ برسانے والی ہوا کے زنائے	ہماری فکر میں ہیں تھوڑی دیر صبر کر لے
فی السماء رزقکم نشنیدۂ	اندریں پستی چہ بر چسفیدۂ
آسمان میں تمہارا رزق ہے' تو نے نہیں سنا؟	پھر اس پستی سے تو کیوں چپٹا ہوا ہے؟
ترس ونومیدیت داں آواز غول	می کشد گوش تو تا قعر سفول
اپنے خوف اور ناامیدی کو چھلاوے کی آواز سمجھ	جو تیرے کان کو گہرائی کی طرف لے جاتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر ندائے کاں ترا بالا کشد	آں ندائے داں کہ از بالا رسد
جو آواز تجھے (عالم) بالا کی طرف کھینچے	سمجھ لے کہ وہ آواز (عالم) بالا سے آئی ہے
ہر ندائے کاں ترا حرص آورد	بانگ گرگے داں کہ او مردم درد
جو آواز تجھ میں لالچ پیدا کرے	بھیڑیے کی آواز سمجھ جو انسانوں کو پھاڑتا ہے
ایں بلندی نیست از روئے مکاں	ایں بلندیہاست سوئے عقل وجاں
یہ بلندی جگہ کے اعتبار سے نہیں ہے	یہ بلندیاں عقل و جان کی طرف سے ہیں
ہر سبب بالاتر آمد از اثر	سنگ و آہن فائق آمد بر شرر
ہر سبب نتیجہ سے بلند ہے	پتھر اور لوہا چنگاری سے بلند ہے
آں فلانے فوق آں سرکش نشست	گرچہ در صورت بہ پہلویش نشست
وہ فلاں اس متکبر سے اونچا بیٹھا ہے	اگرچہ صورتاً برابر میں بیٹھا ہے
فوقی آنجاست از روئے شرف	جائے دور از صدر باشد مستخف
وہاں کی فوقیت بڑائی کے اعتبار سے ہے	صدر سے فاصلہ کی جگہ بے وقعت ہوتی ہے
سنگ وآہن زیں جہت کہ سابق است	در عمل فوقی ایں دو لائق ست
پتھر اور لوہا اس اعتبار سے کہ پہلے ہیں	عمل میں ان دونوں کی فوقیت مناسب ہے
واں شرر از روئے مقصودی خویش	ز آہن و سنگست زیں رو بیش بیش
چنگاریاں اپنے مقصود ہونے کی وجہ سے	اس اعتبار سے لوہے اور پتھر سے بڑھ کر ہیں
سنگ و آہن اول و پایاں شرر	لیک ایں ہر دو تن اند و جاں شرر
پتھر اور لوہا پہلے ہے اور آخر میں چنگاریاں	لیکن یہ دونوں جسم ہیں اور چنگاریاں جان ہیں
کاں شرر زاں کاندر زماں واپس ترست	در صفت از سنگ وآہن برترست
وہ چنگاریاں جو زمانہ میں بہت بعد میں ہیں	پتھر اور لوہے سے خوبی میں بڑھی ہوئی ہیں
در زماں شاخ از ثمر سابق ترست	در ہنر از شاخ او فائق ترست
شاخ زمانہ میں پھل سے پہلے ہے	خوبی میں وہ شاخ سے بہت بڑھ کر ہے
چونکہ مقصود از شجر آمد ثمر	پس ثمر اول بود آخر شجر
چونکہ درخت سے پھل مقصود ہے	اس لئے پھل پہلے درخت پیچھے ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

سوئے خرس و اژدہا گردیم باز	زانکہ طولے دارد اضمار و مجاز
ہم پھر ریچھ اور اژدھے کی طرف لوٹتے ہیں	کیونکہ اضمار اور مجاز کی بات طول رکھتی ہے

جس طرح اس بہادر نے ریچھ کی مدد کی تھی یوں ہی ان شیر مردوں (اہل اللہ) کا شیوہ ہے کہ جب ان کو مظلوموں کی نالہ وزاری پر اطلاع ہوتی ہے تو یہ ان کے مدد ومعاون بن جاتے ہیں اور جس طرف سے مظلوموں کی چیخ و پکار سنتے ہیں رحمت حق کی طرح بلا توقع نفع اسی طرف مدد کے لئے دوڑتے ہیں ان کی مدد کچھ کسی خاص قسم کے ضرر کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ یہ لوگ مانع ضرر عالم جسمانی بھی ہیں کہ اپنی برکت سے یا اپنی دعا سے یا کسی اور صورت سے عالم یا اجزاء عالم کو حتی الامکان اختلال سے روکتے ہیں۔ چنانچہ ان کی برکت سے بقاء عالم تو احادیث سے ثابت ہے اور اجزاء عالم کی امداد دعا ت اور تدابیر سے مشاہد ہے اور امراض نہانی روحانی کے لئے بھی طبیب ہیں۔ چنانچہ یہ بھی مشاہد ہے یہ لوگ سراپا محبت' عدل اور رحمت ہیں۔ حق سبحانہ کی طرح ان کی امداد بھی نفع ذاتی اور رشوت پر مبنی نہیں۔ جب وہ کسی کی اعانت کرتے ہیں اور کوئی کہتا ہے کہ آپ خواہ مخواہ اس کی مدد کیوں کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ محض اس کی تکلیف اور بیچارگی کے سبب۔ پس ان شیر مردوں کا شکار صرف شفقت ہے یعنی ان کے اندر صفت شفقت ہی ہے نہ کہ غرض۔ اس لئے یہ حضرات مشابہ دوا کے ہیں کہ جس طرح دوا کو نفع رسانی کے لئے صرف درد کی ضرورت ہے اور کوئی ذاتی نفع مقصود نہیں یوں ہی ان حضرات کو صرف ازالہ تکلیف مقصود ہے اور کچھ نہیں پس اگر تم کو ان کی شفقت سے متمتع ہونا ہے تو اپنے اندر درد طلب پیدا کرو۔ یہ حضرات خود بخود متوجہ ہونگے کیونکہ دوا اسی طرف متوجہ ہوتی ہے جہاں درد ہو اور سامان وہیں آتا ہے جہاں احتیاج ہو اور پانی نشیب ہی کی طرف دوڑتا ہے اور جواب اشکال ہی کے لئے ہوتا ہے۔ غرض ہر شے کی توجہ کا منشا اس کی ضرورت اور قابلیت ہے۔ پس تم کو چاہیے کہ پانی کو کم تلاش کرو۔ یعنی ثمرات محمودہ کو مطمح نظر اور اصل مقصود نہ بناؤ۔ بلکہ اپنے اندر تشنگی اور طلب پیدا کرو جو داعی ہے پانی کا تا کہ تیرے لئے۔ پانی ہر طرف سے جوش مارے اور تو رحمت حق کا مرجع بن کر ان لوگوں میں داخل ہو جائے جن کی نسبت فرمایا گیا ہے۔ سقاھم ربھم شرابا طھورا۔ خلاصہ یہ کہ تشنگی اور طلب حاصل کر اور اگر تجھے آب رحمت حق کی ضرورت ہے تو اپنے اندر وہ صفت پیدا کر جس سے تو اس پانی کی توجہ کا محل بن سکے یعنی پستی اور فروتنی عبودیت۔ رضا و تسلیم اختیار کر اور جب تیرے اندر یہ صفت پیدا ہو جائے تو مزہ سے شراب رحمت پی اور مست ہو یہاں ایک بات اور بھی بتا دینے کے قابل ہے وہ یہ کہ اگر تیری طلب کی پیاس نہ بجھے گی اور پستی میں روز افزوں ترقی ہوتی رہے گی تو بے انتہا رحمتیں تیری طرف متوجہ ہونگی۔ پس تو ایک ہی رحمت پر قانع نہ ہو جانا۔ اور طلب نہ چھوڑ بیٹھنا بلکہ عروج روحانی اس قدر کرنا کہ آسمان بھی تیرے قدموں کے نیچے رہ جائے۔ یعنی فوقیت وعلو حسی میں جو مرتبہ آسمان کو حاصل ہے تو تفوق روحانی میں اس پر بھی قناعت نہ کرنا بلکہ اس سے بھی آگے بڑھنا۔ بس یہ بات حاصل کر لے اور آسمان کے اوپر سے آواز سماع سن

www.besturdubooks.wordpress.com

لے یعنی اسرار و معارف الٰہیہ پر حق سبحانہ کی طرف سے مطلع ہوجا اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ وساوس اختیار یہ کا ڈر اپنے کان سے نکال ڈال کہ تو اس شور کی آواز سن سکے اور اپنی ہر دو چشم سے عیب کا بال نکال ڈال تا کہ تو غیب کا باغ اور سرو ستان دیکھ سکے اور مغز اور ناک سے زکام کو دفع کرتا کہ حق سبحانہ کی بو تیرے مشام میں آسکے اور تپ صفراوی کا نام و نشان بھی نہ چھوڑ اور اپنی مزاج روحانی میں اعتدال پیدا کرتا کہ اس جہان میں تجھے شکر کا مزہ آئے اور نامردی کا علاج کر کے مرد بن اور نامردی کی حالت میں تک و دو مت کرتا کہ سینکڑوں طرح کے خوبصورت تیرے لئے اپنے گھروں سے نکل پڑیں اور اپنے جسم کی بیڑی کو اپنی جان کے پاؤں سے علیحدہ کرتا کہ وہ چمنستان غیب میں دوڑ سکے اور بخل کا طوق اپنے ہاتھ اور گردن سے الگ کر غرض کہ یہ سب باتیں کر اور چرخ کہن سے نئی قسمت حاصل کر لے۔ خلاصہ یہ کہ اپنی روح کے نقائص کو دور کر اس کے مزاج کی اصلاح کر۔ اور فیوض ربانیہ کی توجہ کی قابلیت پیدا کر۔ تن پروری کی فکر چھوڑ اور افنائے تن میں جو تجھ کو بخل ہے اس کو ترک کر جب تو یہ سب باتیں کرے گا تو حق سبحانہ کی طرف سے تجھے ایک قسمت حاصل ہوگی جو موجودہ قسمت سے مختلف ہوگی اور تو مختلف قسم کے فیوض ربانیہ کا مرجع بنے گا۔ یہ حکم تو اس وقت ہے جبکہ تو مجاہدات و ریاضات پر قادر ہو اور اگر تجھ سے یہ نہیں ہو سکتا تو اس کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہو اور اس چارہ گر حقیقی کے سامنے اپنی بیچارگی کو پیش کر اور اس کی درگاہ میں خوب تضرع و زاری کے ساتھ التجا کر اور طالب رحمت ہو کیونکہ گریہ و زاری بہت بڑی دولت ہے اور رحمت کلی بہت بڑی دایہ اور مربیہ ہے اور دایہ اور ماں کی عادت یہ ہے کہ وہ بہانہ ڈھونڈتی ہیں اور منتظر رہتی ہیں کہ یہ لڑکا کب روئے کہ ہم اس کو دودھ دیں یوں حق سبحانہ نے بھی تمہاری ضرورتوں کو جو مثل لڑکے کے ہیں پیدا کیا ہے کہ وہ روئیں اور اس کی رحمت کا دودھ جوش مارے چنانچہ خود فرماتے ہیں ادعو ربکم تضرعا و خفیۃ اور ادعونی استجب لکم۔ پس ضرور گریہ و زاری کرتا کہ اس کی عنایات کا دودھ جوش مارے جب تو ایسا کرے گا تو حق سبحانہ ضرور تیری دستگیری فرمائیں گے خواہ یوں کہ ان کو مرتفع کر دیں یا یوں کہ بدوں مجاہدات کے ہی ثمرات عطا فرما دیں۔ چونکہ غالب احوال مجاہدات و ریاضات سے مانع طلب معیشت ہوتی ہے اس لئے آگے توکل کی تعلیم فرماتے ہیں کہ (بڑا مانع غالب احوال میں انہماک فی طلب المعیشۃ ہوتا ہے) مگر تم کو کسی قدر تحمل سے بھی کام لینا چاہیے اور سمجھنا چاہیے کہ ہوا کے زناٹے اور ابر کی شیر افشانی یہ سب ہمارے ہی معاش کے لئے ہے آخر تو نے فی السماء رزقکم تو سنا ہی ہوگا تو پھر اس پستی زمین سے کیوں لپٹا ہوا ہے اور کیوں سمجھتا ہے کہ ہمارا جوتنا بونا وغیرہ ہی رزق کا مدار ہے۔ اگر ہم خدا کی طرف متوجہ ہو جائیں گے تو یہ کام رہ جائیں گے اور ہم کو روٹی نہ ملے گی۔ پس اس انہماک کو چھوڑ اور خدا پر بھروسہ کر اور دل کو اسی طرف لگا ہاتھ پاؤں سے یہ کام بھی کر اور یہ سمجھ کہ اس میں بھی میں حق سبحانہ ہی کے حکم کا امتثال کر رہا ہوں کہ اس نے اختیار اسباب کا حکم دیا ہے ایسا کرنے سے خود یہ ہی مجاہدہ بن جائے گا۔ خوب یاد رکھ کہ تجھے جو توجہ الی الحق میں بھوکوں مرنے کا اندیشہ ہے اور بصورت عدم انہماک فی طلب

www.besturdubooks.wordpress.com

المعیشۃ کے رزق کے ملنے سے ناامیدی ہے یہ شیطان کی آواز ہے (چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں الشیطان یعدکم الفقر) جوکہ تیرے کان کو پستی کی طرف مائل کرتی ہے اور جو آواز تجھے عالم بالا کی طرف کھینچے اور جو داعیہ تیرے قلب میں توجہ الی الحق کا پیدا ہو اس آواز کو اوپر سے سمجھ اور حق سبحانہ کی طرف سے جان۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ جو آواز تیرے اندر حرص پیدا کرے وہ اس بھیڑیئے یعنی شیطان کی آواز ہے۔ جو آدمیوں کو پھاڑتا ہے پس تجھ کو خوب خبردار رہنا چاہئے۔ یہ جو ہم نے کہا ہے کہ وہ اوپر کی آواز ہے۔ اس اوپر سے فوقیت مکانی نہ سمجھنا جو محسوس بحس ظاہر ہوتی ہے بلکہ یہ بلندی عقلی اور معنوی ہے جس کے ادراک کا مرجع عقل و جان ہے اور فوقیت معنویہ و عقلیہ کچھ حق سبحانہ ہی تک محدود نہیں کہ تم کہو کہ فوقیت عقلیہ تو ہمارے سمجھ میں نہیں آتی بلکہ اس قسم کی فوقیت خود اشیائے محسوسہ میں بھی پائی جاتی ہے اور تم کو اس فوقیت کا اعتراف بھی ہے۔ چنانچہ ہر سبب اپنے اثر اور مسبب سے فائق ہوتا ہے اور لوہا اور پتھر شرارہ سے فائق ہیں اور تم یہ بھی کہتے ہو کہ فلاں شخص جو کہ مسند صدارت پر جلوہ گر ہے اس سرکش سے اوپر بیٹھا ہے اگرچہ صورت اور ظاہر میں اس کے برابر بیٹھا ہوتا ہے یا برابر بھی نہیں ہوتا بلکہ نیچے ہوتا ہے پس یہ فوقیت مکانیہ نہیں ہوتی بلکہ فوقیت شرف ہوتی ہے۔ کیونکہ جائے صدر جائے عالی ہوتی ہے اور جو جگہ صدر سے دور ہو وہ جس قدر دور ہوتی ہے اتنی ہی حقیر اور پست ہوتی ہے اگرچہ دیکھنے میں جائے صدر کے برابر یا اس سے اونچی ہو اور لوہا اور پتھر چونکہ عمل اور تاثیر میں سابق ہیں اس لئے یہ دونوں تفوق کے مستحق ہیں اور اگر دوسری جہت پر نظر کی جائے تو شرر اپنی مقصودیت کے سبب لوہے اور پتھر سے کہیں فائق ہے گو سنگ و آہن مقدم ہیں اور شرر مؤخر لیکن مقصودیت کے لحاظ سے یہ دونوں بمنزلہ تن کے ہیں اور شرر بمنزلۂ جان کے اور جو تفوق جان کو تن پر ہے وہی شرر کو سنگ و آہن پر کیونکہ شرر جو کہ زمانہ میں مؤخر ہے وصف مقصودیت میں سنگ و آہن سے بڑھ کر ہے دیکھو بلحاظ زمانہ شاخ ثمر پر مقدم ہے لیکن وصف میں شاخ سے ثمر فائق ہے اور چونکہ شجر سے ثمر ہی مقصود ہوتا ہے اس لئے ثمر اول ہوتا ہے اور شجر آخر۔ خیر اب ہم اژدھے اور ریچھ کے قصہ کی طرف لوٹتے ہیں امر معنوی اور مجازی کی بحث میں کب تک مشغول رہیں اور کب تک فوقیت معنویہ و مجازیہ کی تشریح کرتے رہیں۔ یہ بحث تو بڑی لمبی چوڑی ہے۔ جس قدر بیان کردیا گیا وہی کافی ہے۔

شرح شبّیری

شیر مردانند الخ۔ یعنی بہت سے شیر مرد عالم میں مددگار اس وقت ہوتے ہیں جبکہ مظلوموں کی فغاں پہنچتی ہے۔

بانگ الخ۔ یعنی جس جگہ سے کہ مظلوموں کی آواز سنتے ہیں تو اس طرف حق تعالیٰ کی رحمت کی طرح دوڑتے ہیں۔ مطلب یہ کہ بہت سے ایسے شیر مردان حق ہوتے ہیں کہ جب وہ مظلوموں کی فریاد سنتے ہیں اور جہاں کہیں سے بھی سن لیں تو اس وقت وہ اس کی مدد کو پہنچتے ہیں لیکن نہ وہ ہر وقت سن سکتے ہیں اور نہ ہر جگہ سے سن

www.besturdubooks.wordpress.com

سکتے ہیں بلکہ جب بھی سن لیں تو وہ مدد کرتے ہیں۔

آن ستونہائے الخ۔ یعنی وہ دنیا کے خللوں کے ستون ہوتے ہیں اور وہ امراض باطنی کے طبیب ہوتے ہیں مطلب ہے کہ وہ امور دنیویہ میں بھی بعض دفعہ مدد کرتے ہیں اور امراض باطنیہ کے طبیب ہونا تو ظاہر ہے۔

محض الخ۔ یعنی یہ حضرات خالص مہربانی اور دواوری اور رحمت ہوتے ہیں اور حق تعالیٰ کی طرح بے غرض اور بے رشوت ہوتے ہیں یعنی ان کی کوئی ذاتی غرض نہیں ہوتی بلکہ محض نفع رسانی اس مظلوم کی اور فریادرسی ہوتی ہے۔

اینچہ الخ۔ یعنی یہ کیا ایک بار اس کی مدد کرتے ہو تو کہتے ہیں کہ اس کے غم اور بیچارگی کی وجہ سے مطلب یہ کہ اگر کوئی ان سے سوال کرتا ہے کہ تم کیوں اس کی مدد کرتے ہو اور تمہاری اس میں کیا غرض ہے تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم کو محض اس کی غمخواری مقصود ہے اور ہماری کوئی غرض نہیں ہے آگے فرماتے ہیں کہ

مہربانی الخ۔ یعنی اس شیر مرد کا شکار مہربانی ہی ہے اور دنیا میں سوائے درد کے اور کوئی دوا کو تلاش نہیں کرتا چونکہ شکار مطلوب ہوتا ہے تو مقصود یہ ہے کہ شیر مرد کا مطلوب ومقصود صرف مہربانی خلق اللہ پر ہوتی ہے اور بات بھی یہی ہے کہ جب درد ہوتا ہے جب ہی دوا بھی پہنچتی ہے اگر درد اور سوز ہے تو اس کی دوا اور علاج تو بہم پہنچ سکتا ہے اور اگر درد ہی نہیں ہے تو پھر دوا اور علاج اور تدبیر بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ آگے بھی فرماتے ہیں کہ

ہر کجا دردے الخ۔ یعنی جہاں کہیں درد ہوتا ہے دوا اسی جگہ جاتی ہے اور جہاں کہیں فقر ہوتا ہے عطا اسی جگہ جاتی ہے۔ آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

ہر کجا الخ۔ یعنی جہاں کہیں پستی ہوتی ہے پانی اسی جگہ جاتا ہے اور جہاں کہیں اشکال ہوتا ہے جواب وہیں جاتا ہے اس لئے کہ جب اشکال ہوا ہے تو اس کے حل کی طلب ہوگی اور جب طلب ہوگی تو حق تعالیٰ کی مدد ہوگی اور ثمرات بھی حاصل ہو جائیں گے لہٰذا طلب حاصل کرنا چاہیے اور طلب لگا لینی ضروری ہے پھر ان شاء اللہ تعالیٰ ثمرات خود بخود ہاتھ آ جائیں گے آگے یہی فرماتے ہیں کہ

آب کم جو الخ۔ یعنی پانی کم تلاش کرو اور پیاس لگا لو تاکہ تمہارے اوپر سے اور نیچے سے سب طرف سے پانی ابلنے لگے مطلب یہ کہ طلب نکالو اور کام میں لگے رہو اور ثمرات کے طالب مت ہو تو جب طلب ہوگی پھر یہ ثمرات ان شاء اللہ تعالیٰ خود بخود تم کو حاصل ہو جائیں گے اور اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کسی نے ایک شخص کو حساب لکھنے پر دس روپیہ ماہوار پر ملازم رکھا تو اس ملازم کے کام پر دس روپیہ ملیں گے اور ان سے اشیاء خانگی آئیں گے تو اصل ثمرات اس ملازمت کے وہ اشیاء خانگی ہوئیں تو اگر یہ شخص کام کرتے وقت اور حساب لکھتے وقت یہی سوچا کرے کہ جب دس روپے ملیں گے تو اتنے کا گھی اور اتنے کی دال وغیرہ وغیرہ لاؤں گا تو سچ بتاؤ کہ اس سے کام ہوگا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ تعجب نہیں ہے کہ اس حساب میں بھی یہ آٹا اور گھی لکھ جائے اور کاغذ کو خراب کر دے تو پھر اس کو وہ دس روپے بھی نہ ملیں گے جو اس پر ثمرات مرتب ہوں اور اگر یہ کام میں لگا رہا اور اس نے ان باتوں کو

بالکل کام کے وقت الگ رکھ دیا اور کام اچھی طرح کر لیا تو مہینے پر دس روپے ملیں گے اور وہ ساری اشیاء موجود ہونگی لہٰذا اگر سالک کام کو چھوڑ کر اس میں لگ جائے کہ مزہ کیوں نہیں آیا اور روشنی کیوں نظر نہیں آتی وغیرہ وغیرہ تو بس نتیجہ یہ ہوگا کہ کام خراب ہوگا اور جو ملنے والا تھا وہ سب بند ہو جائے گا خوب سمجھ لو اور فرماتے ہیں کہ

تا سقاہم الخ۔ یعنی تا کہ سقاہم ربہم الخ۔ جواب آئے تو پیاسے ہو جاؤ۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مطلب یہ کہ طلب پیدا کرو تا کہ آیت سقاہم ربہم کے مصداق ہو جاؤ اور حق تعالیٰ کی طرف سے تم کو امداد ہو۔

آب رحمت الخ۔ یعنی اگر تجھے رحمت کی ضرورت ہے تو جا اور عاجزی اختیار کر اور اس وقت شراب رحمت پی اور مست ہو تو معلوم ہوا کہ عاجزی اور تضرع سے رحمت حق نازل ہوتی ہے۔

رحمت اندر۔ یعنی اے صاحبزادے از سرتا پا رحمت پر رحمت نازل ہوگی تو ایک ہی رحمت پر رحمت ٹھہر مطلب یہ ہے کہ اگر تو پستی اور تواضع اختیار کرے گا تو یاد رکھ کہ چاروں طرف سے نزول رحمت حق ہوگا اور بے نہایت نعمتیں حاصل ہونگی لیکن تجھ کو لازم ہے کہ ہر وقت اور ہر گھڑی طلب مزید میں رہے اور کسی حد پر پہنچ کر طلب کو ترک نہ کرے اس لئے کہ

اے برادر بے نہایت در گہیست + ہر چہ بروے میرسی بروے مایست + لہٰذا جو درجہ قرب حق کا حاصل ہو اس سے زیادہ کے طالب ہو اور جس قدر اعمال اس کی تکمیل کے لئے تم سے ہو سکیں ان کو کرو۔ پھر دیکھو کہ کیا کیا نعمتیں اور رحمتیں بے مانگے نازل ہوتی ہیں اس لئے کہ رحمت حق بہانہ میجوید + آگے بھی یہی مضمون فرماتے ہیں کہ

چرخ را الخ۔ یعنی اے بہادر آسمان کو بھی پاؤں کے نیچے لا اور (پھر) آسمان کے اوپر آواز سماع سن۔ مطلب یہ کہ تم کو لازم ہے کہ مجاہدات و ریاضات سے اس قدر عروج روحانی کرو کہ اس آسمان ظاہری سے بھی بلند مرتبہ ہو جاؤ۔ اس لئے کہ روح تو مجردات سے ہے اور یہ چرخ اجسام سے تو جب عروج کر کے مجردات تک پہنچو گے تو پھر یقیناً مادیات اور اجسام سب نیچے اور اسفل ہو جائیں گے اس کے بعد جب اس قدر بلند مرتبہ ہو جائے تب پھر اسرار حق دیکھو اور اس وقت حقائق کا مشاہدہ کرو کہ کالشمس فی رابعۃ النہار تمہارے سامنے ہونگے اور فرماتے ہیں کہ

پنبۂ وسواس الخ۔ یعنی وسواس (شیطانی) گوش (دل) سے نکال ڈالو تا کہ تمہارے کان میں آسمان سے خروش آئے۔ مطلب یہ کہ شیطانی خطرات کو اور اس کے مقتضیات کو دل میں سے نکال ڈالو اس وقت حق تعالیٰ کی طرف سے تم پر رحمت ہوگی اور اسرار اور حقائق منکشف ہو جائیں گے اور فرماتے ہیں کہ

پاک کن الخ۔ یعنی دونوں آنکھوں کو عیوب کے بالوں سے صاف کرو تا کہ غیب کے باغ اور سروستان کا مشاہدہ کر سکو۔ مطلب یہ کہ چشم قلب کو شہوات نفسانیہ سے پاک صاف کرو تا کہ تم کو مشاہدہ انوار و تجلیات حق کا ہو۔ لیکن یہ یاد رکھنا کہ اگر اس قصد سے کرو گے کہ ہم کو انوار و تجلیات حاصل ہوں تو خاک بھی حاصل نہ ہوگا اور ہمیشہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کورے ہی رہو گے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔
دفع کن الخ۔ یعنی مغز سے اور ناک سے زکام کو دور کرو تا کہ حق تعالیٰ کی بو تمہارے مشام میں آئے۔
مطلب یہ کہ اپنے حواس باطنیہ کو پاک صاف کرو تا کہ حق تعالیٰ کے اسرار وحقائق کا مشاہدہ کر سکو۔
ہیچ مگذار الخ۔ یعنی صفراوی بخار میں سے کوئی شے بھی مت چھوڑ دتا کہ جہاں غیب سے شکر کا مزہ تم کو حاصل ہو۔ مطلب وہی کہ امراض باطنیہ کو دور کرد تا کہ تم کو عبادات اور ذکر حق میں لطف وذوق حاصل ہو سکیں یہ یاد رہے کہ اگر اس ذوق ولطف کے لیے کام کیا جائے گا تو یہ بھی حاصل نہ ہو نگے اور کچھ بھی حاصل نہ ہو گا خوب یاد رکھو۔
داروے الخ۔ یعنی مردانگی کی دوا کر اور نامرد ہو کر مت دوڑ تا کہ سینکڑوں طرح کے خوبرو تیرے سامنے ظاہر ہوں۔ مطلب یہ کہ تحقیق اور کمال حاصل کرو اس طرح غیر محققانہ تگ ودو مت کرو۔ اس لئے کہ فضول ہے اور جب محقق ہو گے تو پھر تو اسرار الٰہیہ خود بخود تم کو حاصل ہوں گے لہٰذا معلوم ہوا کہ اصل میں تحقیق اور معرفت اور محبت وغیرہ جو مشابہ مردانگی کے ہیں حاصل کرو اس کے بعد اسرار حق جو خوبرووں کی مثل ہیں خود بخود منکشف ہوں گے۔
کندۂ تن الخ۔ یعنی قید تن کو جان کے پاؤں میں سے نکال ڈال تا کہ وہ اس چمن کے گرد جولانی کرے۔
مطلب یہ کہ روح کو ان قیود و شہوات ولذات سے نکال ڈالو اور ان کے مقتضیات پر عمل مت کرو تا کہ روح کو قرب حاصل ہو اور وہ اسرار الٰہیہ اور حقائق حق سے آگاہ ہو۔
غل بخل الخ۔ یعنی بخل کے طوق کو گردن اور ہاتھ سے علیحدہ کر دے اور آسمان کہن سے بخت نو حاصل کر۔
مطلب یہ کہ اخلاق رذیلہ کو مجاہدات وریاضات کر کے دور کر دے اور اس کے بعد عالم غیب سے علوم ومعارف جدیدہ حاصل کر یہاں تک ان لوگوں کو خطاب تھا جن کو کہ فرصت ہے اور وہ ریاضات ومجاہدات پر قادر ہیں اور ان کو اس کی فرصت بھی ہے آگے ان لوگوں کا ذکر ہے کہ جو مجاہدات وریاضات کے لئے خالی نہیں ہیں اور ان کو حقوق شرعیہ کے ادائیگی سے یا کسی اور مباح کام میں مشغولی سے فرصت ہی نہیں ہوتی ان کو تدبیر وصول اور قرب بتاتے ہیں کہ
ور نمی تانی الخ۔ یعنی اور اگر تو نہ کر سکے تو کعبۂ لطف کے پاس اڑ اور اپنی عاجزی کو چارہ کر کے سامنے پیش کر دے۔ مطلب یہ کہ اگر تو ریاضت ومجاہدہ کے لئے خالی نہیں ہے اور تجھ کو اور امور سے فرصت نہیں ملتی تو خیر تو اسی قدر کر کہ حق تعالیٰ سے دعا کر اور اپنے اس عجز سے ان کے سامنے پیش کر دے اور ہر وقت معافی مانگ اور اعمال ضروریہ میں لگا رہ اور معاصی سے اجتناب کر اور اکثر گریہ وزاری کر تو ان شاء اللہ رحمت حق متوجہ ہو گی اور وہ تیری چارہ گری کرے گی اور تو بھی محروم نہ رہے گا بلکہ اگر نیت خالص ہے تو کیا عجب ہے کہ ان پہلوں سے بڑھ جائے آگے فرماتے ہیں کہ
زاری وگریہ الخ۔ یعنی زاری اور گریہ یہ ایک بہت بڑا سرمایہ ہے اور رحمت کلی بہت قوی دایہ ہے لہٰذا اگر اس سرمایہ سے کام لیا جائے تو وہ دایہ ضرور مہربان ہو گی اور تمہاری تربیت کرے گی کہ جس سے تم کو قرب حق حاصل ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

گا حتیٰ کہ بعض بزرگوں نے ایسے لوگوں کو جو کم فرصت ہیں صرف یہ بتایا ہے کہ ہر نماز کے بعد تین مرتبہ لا الہ الا اللہ کہہ لیا کریں اور سچ یہ ہے کہ اگر دوام ہو تو کیا یہ کم ہے۔ یہ وہ چیز ہے کہ جس سے کافر صد سالہ ایک پل میں پاک صاف اور معصوم نوزائیدہ بچے کی طرح ہو جاتا ہے یہ وہ باجبروت کلمہ ہے کہ جس میں نام حق ہے اور اس کی وحدانیت کا اقرار ہے پھر کیا اس کا دوام کچھ کم ہے۔ بہت بڑی برکت کی شے ہے لیکن دوام ضروری ہے لہٰذا اگر انسان کو فرصت ہو تب تو وہ درجۂ کمال مجاہدات و ریاضات سے حاصل کرے کہ اس سے بڑھ کر اور کونسی شے ہو گی اور اگر تم کو فرصت ہے تو بس کسی محقق سے اپنی حالت بیان کر کے کچھ مختصر پوچھ لے اور اس پر دوام کرے حق تعالیٰ برکت فرمائیں گے آگے فرماتے ہیں کہ

دایہ الخ۔ یعنی دایہ اور ماں بہانہ ڈھونڈتی ہے کہ اس کا لڑکا کب روتا ہے (پس وہ ذرا رویا اور اس نے دودھ پلایا) اسی طرح رحمت حق بہانہ میجوید۔ جہاں ذرا عاجزی اور تضرع و زاری دیکھی پس اسی طرف توجہ اور مبذول ہو جاتی ہے لہٰذا اگر اور بھی کچھ نہ ہو سکے تو عجز و نیاز اور تضرع و زاری تو کرتا رہے کہ اسی سے امید رحمت ہے آگے خود فرماتے ہیں کہ

طفل حاجات الخ۔ یعنی تمہاری حاجات کے طفل کو پیدا کیا تاکہ وہ روئے اور اس کا دودھ ظاہر ہو مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ تمہاری حاجات لگا دیں تاکہ جب وہ پیش آئیں گی تو اس وقت تم کو حق تعالیٰ یاد آئے گا اور جہاں وہ یاد آیا اور اس کے سامنے ذرا بھی تواضع ہوئی کہ فوراً رحمت حق جوش کرتی ہے اور ظاہر ہوتی ہے۔

گفت الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کو پکارو اور بے زاری کے مت رہو تاکہ اس کی مہربانیوں کا دودھ جوش کرے۔ مطلب یہ کہ دیکھو حق تعالیٰ قرآن شریف میں خود فرماتے ہیں کہ ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ تو معلوم ہوا کہ تضرع اور دعا حق تعالیٰ کو بھی محبوب ہے اور اسی سے دریائے رحمت جوش میں آتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے

ہائے ہوئے الخ۔ یعنی ہوا کی ہائے اور ہوئے اور بادل کا برسنا یہ سب ہمارے ہی غم میں ہے اور ایک ساعت تجھ کو صبر ہے۔ مطلب یہ کہ کل کائنات و موجودات حق تعالیٰ ہی کی یاد میں لگے ہوئے ہیں لیکن انسان غافل بیٹھا ہے تو کیسے تعجب اور حیرت کی بات ہے آگے فرماتے ہیں کہ

فی السماء الخ۔ یعنی کیا آیت وفی السماء رزقکم کو تو نے نہیں سنا ہے تو اس پستی میں کس لئے چپک رہا ہے مطلب یہ کہ جب رزق ظاہری آسمان اور عالم غیب ہی میں ہے تو رزق باطنی اور حقیقی تو لامحالہ عالم غیب ہی میں ہو گا تو پھر اس پست دنیا میں لگے رہنے سے کیا فائدہ ہے بلکہ عالم غیب اور عالم بالا کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔

ترس الخ۔ یعنی خوف اور تیری ناامیدی اور وہ آواز شیطانی تیرے کان کو قعر اسفل کی طرف لے جاتا ہے مطلب یہ کہ تم کو جو احکام کی بجا آوری سے ان کی سختی کا خوف اور ان کے پورا نہ ہو سکنے کی ناامیدی ان سے باز رکھتی ہے تو یہ ساری باتیں تم کو اسفل کی طرف لے جاتی ہیں اور عالم بالا سے دور کرتی ہیں آگے صاف فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر ندائے الخ۔ یعنی جو ندا کہ تجھے اوپر کی طرف کھینچے تو اس کو جان لو کہ وہ اوپر ہی سے آرہی ہے اس لئے کہ مشاہدہ ہے کہ انسان کو جس طرف سے آواز آتی ہے اسی طرف کو وہ جاتا ہے تو جب میلان اوپر کی طرف کو ہے تو معلوم ہوا کہ وہ آواز بھی اوپر ہی سے آرہی ہے تو مطلب یہ ہے کہ جو وسوسہ نیک آئے اس کو عالم غیب سے جانو اور سمجھ لو کہ یہ وسوسہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

ہر ندائے الخ۔ یعنی جو آواز کہ وہ تیرے اندر حرص کو پیدا کرے تو جان لو کہ یہ ایک بھیڑیے کی آواز ہے کہ جو آدمی کو پھاڑنے والا ہے مطلب یہ کہ جس وسوسہ کا مقتضا شہوت وغضب وحرص وغیرہ ہو اس کو سمجھ لو کہ یہ وسوسہ شیطانی ہے لہٰذا اس سے بچنا ضروری ہے آگے فرماتے ہیں کہ

ایں بلندی الخ۔ یعنی یہ بلندی مکان کی رو سے نہیں ہے بلکہ یہ بلندی عقل و جان کی طرف سے ہے۔ مطلب یہ کہ ہم نے جو کہا ہے کہ وہ آواز اوپر سے آتی ہے تو اس اوپر اور بلندی سے مراد یہ بلندی اور فوقیت ظاہری اور مکانی نہیں ہے بلکہ اس سے بلندی اور فوقیت عقلی مراد ہے کہ جو محسوس اور مدرک حواس ظاہری سے نہیں ہے۔ آگے مثال ہے فرماتے ہیں کہ

ہر سبب الخ۔ یعنی ہر سبب اثر سے اوپر ہوتا ہے دیکھو آگ سے فائق لوہا اور پتھر ہے مطلب یہ کہ ہر سبب مرتبہ میں پہلے ہوتا ہے اور اس کا اثر بعد کو مرتب ہوتا ہے لیکن ظاہر میں سبب کو اثر پر کچھ بھی فوقیت نہیں ہوتی بلکہ وہ اثر ہی غالب ہو جاتا ہے جیسا کہ لوہے اور پتھر کے ملانے سے آگ پیدا ہوتی ہے تو آگ کے پیدا ہونے کا سبب ان دونوں کا ملنا ہے تو وہ اس سے پہلے اور اس پر فوق ہے لیکن ظاہر میں خود آگ ہی اس سے بلند ہو جاتی ہے اسی طرح ایسی ہی بلندی وہاں بھی مراد ہے اور مثال فرماتے ہیں کہ

آن فلانے الخ۔ یعنی فلاں شخص اس سرکش پر بیٹھ گیا۔ اگرچہ ظاہر میں اس کے پاس بھی نہ بیٹھا ہو۔ مطلب یہ کہ دیکھو بولتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں پر چڑھ گیا۔ یعنی غالب ہو گیا حالانکہ ظاہر میں تو وہ اس کے پاس بھی نہیں پھٹکا مگر اس کو اس کے اوپر بولتے ہیں۔

فوقے الخ۔ یعنی اس جگہ کو فوقیت شرف کی وجہ سے ہے اور دور جگہ صدر کم درجہ ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ اس جگہ فوقیت سے مراد یہ ہے کہ وہ شے اس پر شرف رکھتی ہے جیسا کہ صدر نشیں دور والی جگہ سے شرف اور مرتبہ میں بلند ہوتی ہے اگرچہ ظاہر میں بلند نہ ہو۔

سنگ و آہن الخ۔ یعنی لوہا اور پتھر اس سبب سے کہ یہ سابق ہیں تو عمل میں ان دونوں کی فوقیت لائق ہے (اور ان کو فوق کہنا درست اور بجا ہے)

وان شرر الخ۔ یعنی اور وہ شرر اپنی مقصودیت کی حیثیت سے آہن و سنگ سے اس جہت سے کہیں زیادہ ہے۔ مطلب یہ کہ اگر اس حیثیت سے دیکھا جائے کہ آہن و سنگ سبب ہیں ظہور شرر کے تب تو وہ اول اور فوق

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں اور اگر اس حیثیت سے دیکھا جائے کہ اصل مقصود تو شرر ہے اور وہ دونوں اس کے لئے آلہ ہیں تو اس وقت شرر اول اور سابق اور فوق ہوگا۔

سنگ وآہن الخ۔ یعنی لوہا اور پتھر اول ہیں اور آخر میں شرر ہے لیکن یہ دونوں تن ہیں اور جان شرر ہی ہے مطلب یہ کہ اگرچہ بحیثیت سبب ہونے کے تو سنگ وآہن ہی مقدم اور فوق ہیں لیکن چونکہ مقصود اور مطلوب شرر ہے اس لئے اس کو فوق اور سابق کہا جائے گا۔

کان شرر الخ۔ یعنی کہ وہ شرر زمانہ میں تو بہت بعد میں ہے لیکن وصف میں سنگ وآہن سے بہت برتر ہے لہٰذا معلوم ہوگیا کہ فوقیت صرف مکانی ہی نہیں ہوتی بلکہ فوقیت عقلیہ بھی ہوا کرتی ہے تو اس آواز کا بلندی سے آنے میں بھی فوقیت مکانی نہیں ہے بلکہ فوقیت عقلیہ ہی ہے۔ آگے ایک اور مثال ہے۔

در زمان الخ۔ یعنی زمانہ میں تو شاخ پھل سے بہت پہلے ہے اور ہنر میں وہ پھل شاخ سے بہت فائق ہے تو ایک حیثیت سے ایک شے فوق ہے اور دوسری حیثیت سے دوسری شے۔

چونکہ الخ۔ یعنی چونکہ درخت سے مقصود پھل ہی ہوتا ہے لہٰذا پھل اول ہوا اور آخر میں درخت ہوا حالانکہ ظاہر میں برعکس ہے خوب سمجھ لو۔ آگے فرماتے ہیں کہ

سوے خرس الخ۔ یعنی ہم پھر ریچھ اور اژدہا (کے قصہ) کی طرف واپس ہوتے ہیں (اور اس کو بیان کرتے ہیں) اس لئے کہ یہ اضمار اور مجاز تو بہت طول رکھتا ہے اگر لاکھوں دفتر لکھے جائیں تب بھی کم ہے لوکان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی اور چونکہ حقائق و معارف بھی کلمات میں داخل ہیں اس لئے اس حکم میں بھی لامحالہ داخل ہونگے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

خرس چوں فریاد کرد از اژدہا	شیر مردے کرد از چنگش رہا
ریچھ نے جب اژدہے کی وجہ سے واویلا کی	بہادر مرد نے اس کو اس کے پنجے سے چھڑا دیا
حیلت و مردی بہم دادند پشت	اژدہا را او بدیں حیلہ بکشت
تدبیر اور بہادری نے ایک دوسرے کی مدد کی	اس تدبیر سے اس نے اژدہے کو مار ڈالا
اژدہا را او بدیں حیلہ بہ بست	تا کہ آں خرس از ہلاک تن برست
اژدہے کو اس نے اس تدبیر سے باندھ دیا	یہاں تک کہ ریچھ جسمانی ہلاکت سے بچ گیا

ریچھ نے جب اژدھے کے ستم سے فریاد کی تو ایک شیر مرد نے اس کو اس کے پنجہ سے چھڑایا۔ اس طرح کہ تدبیر اور شجاعت نے ایک دوسرے کی مدد کی اور اس مجموعہ سے جو اس کو ایک قوت حاصل ہوئی اس قوت سے

www.besturdubooks.wordpress.com

اس نے اژدھے کا کام تمام کردیا اور تدبیر کے جال میں اس نے اژدھے کو پھانس کر ہلاک کر ڈالا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ریچھ ہلاکت جسمانیہ سے بچ گیا۔

شرح شبّیری

خرس چون الخ۔ یعنی جب ریچھ نے اس اژدھا سے فریاد کی تو ایک شیر مرد نے اس کو اس کے چنگل سے چھڑایا۔

حیلت و مردی الخ۔ یعنی حیلہ اور مردانگی نے مل کر مدد کی تو اس نے اس قوت سے اس اژدھا کو مار ڈالا مطلب یہ کہ اس شخص نے تدبیر اور قوت دونوں سے کام لیا اور اس کے بعد اس اژدھا کو مار کر اس کے منہ سے اس ریچھ کو چھڑایا۔ اس لئے کہ نہ تو صرف تدبیر بغیر مردانگی کے کارآمد ہے اور نہ مردانگی بغیر تدبیر کے کارآمد ہے۔ غرضیکہ اس نے دونوں سے کام لے کر مار ڈالا۔

اژدھارا الخ۔ یعنی اس نے اژدھا کو اس حیلہ سے باندھ لیا یہاں تک کہ وہ ریچھ تن کے ہلاک ہونے سے بچ گیا یعنی وہ بیچارا چھوٹ گیا ورنہ ہلاک ہو جاتا۔ آگے فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

اژدہا را ہست قوت حیلہ نیست	لیک فوق حیلۂ تو حیلہ ایست
اژدھے میں طاقت ہے تدبیر نہیں ہے	لیکن تیری تدبیر سے بڑھ کر ایک اور تدبیر ہے
ماکراں بسیار لیکن در کمیں	ماکر او داں وھو خیر الماکرین
تدبیر کرنے والے بہت ہیں لیکن گھات میں	اس تدبیر کرنیوالے کو سمجھ تدبیر کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے
حیلۂ خود را چودیدی باز رو	کز کجا آمد سوئے آغاز رو
جب تو اپنی تدبیر کو دیکھے واپس لوٹ	کہ کہاں سے آئی ہے؟ شروع کی طرف پلٹ
ہر چہ در پستی ست آمد از علا	چشم را سوئے بلندی نہ ہلا
جو کچھ بھی (عالم) پستی میں آیا ہے (عالم) بالا سے (آیا ہے)	خبردار! نگاہ اوپر کی جانب رکھ
روشنی بخشد نظر اندر علا	گرچہ اول خیرگی آرد بلا
(عالم) بالا پر نظر رکھنا روشنی عطا کرتا ہے	اگرچہ آزمائش ابتداءً تاریکی پیدا کر دیتی ہے
چشم را در روشنائی خوئی کن	گرنہ خفاشی نظر آں سوئے کن
آنکھ کو روشنی میں رکھنے کی عادت ڈال	اگرچہ تو چمگادڑ نہیں ہے اس طرف دیکھ

www.besturdubooks.wordpress.com

عاقبت بینی نشان نور تست	شہوت حالی حجاب سور تست
انجام کو دیکھنا تیرے نور کی نشانی ہے	موجود شہوت تیری خوشی کا حجاب ہے
عاقبت بینے کہ صد بازی بدید	مثل آں نبود کہ یک بازی شنید
انجام پر نظر رکھنے والا جس نے سو کھیل دیکھے ہیں	اس جیسا نہ ہوگا جس نے ایک کھیل سنا ہے
زاں یکے بازی چناں مغرور شد	کز تکبر ز اوستاداں دور شد
ایک کھیل کیوجہ سے وہ ایسا مغرور ہوا	کہ تکبر کی وجہ سے استادوں سے دور ہو گیا
سامری وار آں ہنر در خود چو دید	اوز موسیٰ از تکبر سر کشید
سامری کی طرح جب اس نے اپنے اندر وہ ہنر دیکھا	اس نے موسیٰ سے تکبر کی وجہ سے سرکشی کی
اوز موسیٰ آں ہنر آموختہ	وز معلم چشم را بردوختہ
اس نے وہ ہنر موسیٰ سے سیکھا ہے	اور استاد سے آنکھ بند کر لی
لاجرم موسیٰ دگر بازی نمود	تا کہ آں بازی او جانش ربود
لامحالہ موسیٰ نے دوسرا کھیل دکھایا	یہاں تک کہ وہ کھیل اس کی جان لے گیا
اے بسا دانش کہ اندر سر دود	تا شود سرور بداں خود سر رود
بہت سی عقلیں جو دماغ میں آتی ہیں	تا کہ ان کی وجہ سے سردار بنے (لیکن) سر ہی چلا جاتا ہے
سر نخواہی کہ رود تو پائے باش	در پناہ قطب صاحب رائے باش
(اگر) تو نہیں چاہتا ہے کہ سر جائے تو (سرتن) پاؤں بن جا	(اور) تدبیر والے قطب کی پناہ میں آ جا
گرچہ شاہی خویش فوق او مبیں	گرچہ شہدی جز نبات او مچیں
اگرچہ تو شاہ ہو اپنے آپ کو اس سے بالا نہ سمجھ	اگرچہ تو شہد ہو اس کی شکر کے علاوہ نہ چن
فکر تو نقش ست و فکر اوست جاں	نقد تو قلب ست نقد او ستکاں
تیرا فکر تصویر ہے اور اس کا فکر جان ہے	تیرا نقد کھوٹا ہے (اور) اس کا نقد کان ہے
او توئی خود را بجو در اوے او	کو کو گو فاختہ شو سوئے او
وہ تو ہی ہے اپنے آپ کو اس کی ہستی میں تلاش کر	اس کے لئے فاختہ بن اور کو کو کہتا رہ
ور نخواہی خدمت ابنائے جنس	در دہان اژدہائی ہمچو خرس
اگر تو اپنے ہم جنسوں کی خدمت نہیں کرنا چاہتا ہے	تو تو ریچھ کی طرح اژدھے کے منہ میں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ور ترش می آیدت قند رضا	ہمچو خرسی در دہان اژدہا
اگر خوشنودی کی شکر تجھے کڑوی لگتی ہے	تو تو ریچھ کی طرح اژدھے کے منہ میں ہے
بو کہ استادے رہاند مر ترا	وز خطر بیروں کشاند مر ترا
شاید کوئی پیر تجھے رہائی دلا دے	اور خطرے سے تجھے نکال لے
زاری میکن چوزورت نیست ہیں	چونکہ کوری سرمکش از راہ بیں
خبردار! اگر تجھ میں طاقت نہیں ہے تو عاجزی کر	تو چونکہ اندھا ہے راستہ دیکھنے والے سے سرکشی نہ کر
تو کم از خرسی نمی نالی زدرد	خرس رست از درد چوں فریاد کرد
تو ریچھ سے بھی گیا گزرا ہے درد کی وجہ سے نالہ نہیں کرتا ہے	ریچھ نے درد سے نجات پالی جب فریاد کی
اے خدا ایں سنگدل را موم کن	نالۂ او را خوش و مرحوم کن
اے خدا! اس سنگدل کو موم کر دے	اس کے رونے کو مبارک اور باعث رحمت بنا دے

اس شخص کے اژدھے سے ریچھ کو چھڑا لینے اور اژدھے کو مار ڈالنے کی وجہ یہ تھی کہ اس میں دو قوتیں جمع تھیں اول قوت شجاعت دوسری قوت تدبیر اور اژدھے کے اندر قوت تو ہے مگر تدبیر نہیں۔ اس لئے وہ اس پر غالب نہ آ سکا لیکن آدمی کو اپنی تدبیر پر نازاں نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس کی تدبیر سے بڑھ کر بھی تدبیر ہے اور گو مدبرین علی تفاوت مراتب مدبر ہم بہت ہیں لیکن قرآن میں دیکھ لے ارشاد ہے کہ واللہ خیر الماکرین کہ حق سبحانہ جملہ مدبرین سے بہتر مدبر ہیں پس جب اپنی تدبیر پر تیری نظر پڑے تو اس سے تجھے اس کے مبدأ کی طرف انتقال کرنا چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ یہ وصف ہم میں کہاں سے آیا کچھ ایک تدبیر ہی پر منحصر نہیں بلکہ جو کچھ ہستی اور عالم امکان میں ہے وہ سب اوپر سے یعنی واجب الوجود ہی کی طرف سے آیا ہے اور حقیقی مبدأ فیاض وہی ہے پس دیکھ تو واجب الوجود ہی کو ہر بات میں مطمح نظر بنانا۔ حق سبحانہ کو مطمح نظر بنانے میں بالآخر نور معرفت پیدا ہوتا ہے اگرچہ مصیبت کا واقع ہونا اولاً نظر کو خیرہ کرتا ہے کیونکہ ابتداء نظر سبب ظاہری ہی پر پڑتی ہے اور اول وہلہ میں وہ اسی کو اسکا منشا اور مبدأ سمجھتا ہے تو اپنی آنکھ کو روشنی کا عادی بنا اور حق سبحانہ ہی کی طرف نظر کر کہ تو خفاش نہیں کہ روشنی سے گریزاں اور متوحش ہو۔ یہ تو مبدأ پر نظر کرنے کی ہدایت تھی۔ آگے مآل پر نظر کرنے کی ہدایت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس طرح مبدأ پر نظر کرنا ضروری ہے یوں ہی مآل کو دیکھنا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ مآل پر نظر کرنا تیری نور بصیرت کی علامت ہے اور موجودہ خواہشات نفسانی میں گرفتار ہونا فی الحقیقت تیری نابینائی ہے۔ پس تجھے عاقبت بیں ہونا چاہیے نہ کہ شہوت پرست۔ عاقبت بینی بڑی چیز ہے چنانچہ وہ عاقبت بین اور عارف محقق جس نے حق سبحانہ کے سینکڑوں تصرفات دیکھے ہوں یا خود سینکڑوں پختہ تدابیر رکھتا ہو ہرگز اس ناتجربہ کار اور نادان کے برابر

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں ہوسکتا جس نے صرف ایک بازی سنی ہو۔یعنی احیاناً اس سے کوئی تدبیر صادر ہوگئی ہواور اس ایک بازی پر وہ اتنا مغرور ہوگیا ہو کہ تکبر سے اپنے کو اپنے ماہر استادوں سے مستغنی سمجھ کر دور ہوگیا ہے۔اور جب سامری کی طرح اس نے اپنے اندر ایک ہنر دیکھا ہو تو وہ موسیٰ کی طرح پختہ اور محقق کامل استاد سے اپنے کو بڑا سمجھ کر کھینچ گیا ہو۔ سامری نے یہی کیا تھا کہ اس ہنر کو موسیٰ ہی سے سیکھا تھا اور خاک سم اسپ جبریل کی خاصیت اس کو انہیں سے معلوم ہوئی تھی اور باوجود اس کے اس نے اپنے معلم سے آنکھ بند کرلی تھی اور ان سے اپنے کو مستغنی اور ان سے فائق سمجھ بیٹھا تھا مگر اس کا انجام کیا ہوا یہی کہ موسیٰ علیہ السلام نے دوسری تدبیر کی کہ اس تدبیر نے اس کا خاتمہ کر دیا۔پس اگر تو ایسا کرے گا تو تیرا بھی وہی حشر ہوگا جو سامری کا ہوا تھا۔ارے بہت سی حکمتیں دماغ میں اس غرض سے چکر کھاتی ہیں کہ ان سے آدمی سردار بن جائے مگر ان سے بجائے اس کے کہ سرداری حاصل ہو خود سر بن جاتا ہے اور اتنا بھی نہیں رہتا جتنا تھا پس اگر تو چاہتا ہے کہ سر نہ جائے تو پاؤں بن اور عاجزی و فروتنی اختیار کر اور کسی قطب صاحب رائے کی پناہ میں رہ۔اس کو متبوع بنا اس کی رائے کا اتباع کر تو کتنا ہی بڑا ہو اور دانش کا بادشاہ ہو مگر اپنے کو اس سے بڑھ کر نہ سمجھ۔اور اگر تو شہد بھی ہو تو بھی اس کی مصری سے منتفع ہو۔اپنی شیرینی پر نازاں ہو کر مستغنی مت ہو یاد رکھ کہ تیری اور اس کی فکر میں وہی نسبت ہے جو جسم و جان میں ہے کہ تیرا فکر ارذل واخس ہے اور اس کا فکر اشرف واعلیٰ اور تیرے نقد اور اس کے نقد میں وہی نسبت ہے جو کھوٹے سونے اور کان زر میں ہے کہ تیرا نقد کھوٹا ہے اور اس کا کان زر۔اور سمجھ کہ تو وہی ہے یعنی اس میں مندمج اور مندرج اور سمندر کا قطرہ ہے پس تو اپنے کو اس میں ڈھونڈھ اور اسی کا متبع بن اور فاختہ کی طرح کوکو کرتا ہوا اسی کی طرف جا اور اسی کا طالب اور مشتاق بن اور اگر تو اس کو بھی اپنا ہی سا سمجھتا ہے اور اس بنا پر تو اپنے ابنائے جنس کی خدمت سے احتراز کرتا ہے تو سمجھ لے کہ تو ریچھ کی طرح شیطان کے قبضہ میں ہے جو اژدھے کے مانند تیرے ہلاک کے درپے ہے اور بدوں اس شیر مرد کی مدد اور اعانت کے تو ہرگز اس ظالم کے پھندے سے نہیں نکل سکتا اور ہم پھر کہتے ہیں کہ اگر قند رضا و تسلیم و اطاعت وانقیاد تجھے ترش معلوم ہوتا ہے تو سمجھ لے کہ تو ریچھ کی طرح اژدھے کے منہ میں ہے اور عنقریب موت کے منہ میں جانے والا ہے پس جبکہ تو خود نہیں چھوٹ سکتا اور تجھ میں اتنی قوت نہیں تو گریہ وزاری کر اور استعانت و استمداد سے ہرگز استنکاف مت کر ممکن ہے کہ رحم کھا کر کوئی استاد کامل اور عارف محقق تجھے چھڑا لے اور اس خطرہ سے نکال لے اور جبکہ تو خود اندھا ہے تو واقف راہ سے سرتابی مت کر۔تیری رہائی کی صرف یہی صورت ہے ارے تو تو ریچھ سے بھی کم ہے کہ تو اپنی مصیبت کے رونا بھی نہیں کہ کسی کو رحم آئے اور تیری اعانت کرے۔دیکھ تو سہی ریچھ اپنی فریاد کی بدولت چھوٹ گیا تجھے اس سے بھی عبرت نہیں ہوتی (ف) بو کہ الخ اور شعر آئندہ میں ترغیب ہے۔اتباع مرشد کامل کی اور تدبیر بتاتے ہیں شیطان کے پھندے سے نجات پانے کی اور تحذیر کرتے ہیں استبداد خودرائی سے جو اشعار بالا میں مذکور ہے چونکہ اتباع وانقیاد کامل دل پر نہایت شاق ہے اس لئے مولانا

www.besturdubooks.wordpress.com

مناجات فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے خدا اس پتھر کی طرح سخت دل کو موم کردے اور اسکے نالہ کو خوش آئند اور قابل رحم کردے کہ وہ اس مصیبت سے نجات پائے۔

شرح شبیری

اژدھارا الخ۔ یعنی اژدھا کو قوت تو تھی حیلہ نہ تھا لیکن تیرے حیلہ کے اوپر ایک اور حیلہ ہے مطلب یہ کہ اس شیر مرد نے قوت وتدبیر دونوں سے کام لیا اور اژدھا میں صرف قوت تھی مگر تدبیر کچھ نہ جانتی تھی اس لئے ایک سے کام نہ چلا اور گرفتار ہوگئی اگلے مصرع میں انتقال فرماتے ہیں کہ کہیں اپنی اس تدبیر اور حیلہ پر نازاں مت ہونا اور یہ مت سمجھ لینا کہ ہم بھی کچھ تدبیر اور حیلہ پر قادر ہیں بلکہ یاد رکھو کہ فوق کل ذی علم علیم تمہارے سے زیادہ ایک اور حیلہ گر اور قادر ہے اور اس کے سامنے تم بالکل مجبور ہو اور وہ حق تعالیٰ جل علیٰ شانہ ہیں لہٰذا ہر وقت اپنے کمالات کے سامنے کمالات حق اور جبروت اور عظمت حق کو پیش نظر رکھو اور متکبر اور مغرور مت ہو۔

ماکران الخ۔ یعنی مکر کرنے والے تو بہت ہیں لیکن قرآن شریف میں واللہ خیر الماکرین کو بھی دیکھو۔ مطلب یہی کہ اپنی تدابیر کے سامنے تصرف حق کو پیش نظر رکھو تو کبھی تکبر اور غرور پیدا نہ ہو۔

حیلۂ خود را الخ۔ یعنی جب اپنے حیلہ کو دیکھو تو واپس ہو (اور یہ دیکھو) کہ وہ کہاں سے آیا ہے اور اس آغاز کی طرح جاؤ مطلب یہ کہ اپنے تصرفات اور تدابیر کے مبداء ومنشا کو دیکھو کہ اصل میں کہاں سے آیا ہے اور ظاہر ہے کہ تمام افعال عبد مخلوق حق ہیں اس لئے بس اپنے تصرفات پر نظر پڑتے ہی اور اپنے کمالات کو دیکھتے ہی فوراً کمالات اور تصرفات حق کو دیکھو کہ وہی اصل اور اسی سے یہ سب پیدا ہیں۔

ہر چہ الخ۔ یعنی جو چیز کہ پستی میں ہے وہ بلندی سے آئی ہے تو خبردار نگاہ کو بلندی ہی کی طرف رکھ۔ مطلب یہ کہ جس قدر افعال وتصرفات ہیں سب عالم غیب اور جانب حق ہی سے آئے ہیں اس لئے اس اصل اور مبداٗ ہی کی طرف نظر رکھو تو اس سے تم کو یہ نفع ہوگا کہ

روشنی الخ۔ یعنی نظر کو بلندی میں روشنی حاصل ہوگی اگر اول بلا تاریکی کو لائی ہو۔ مطلب یہ کہ اگرچہ بلیات دنیاوی میں پھنس کر قلب تاریک ہوگیا ہو لیکن پھر بھی اگر توجہ اس عالم غیب کی طرف ہوگی تو امید اصلاح کی ہے اور امید ہے کہ رحمت حق نازل ہوجائے گی۔ ہاں عنادنہ ہو۔ جیسا کہ بارہا بیان کیا گیا ہے۔

چشم را الخ۔ یعنی آنکھ کو روشنی کی عادت ڈال اگر تو خفاش نہیں ہے تو اس طرف نظر کر۔ مطلب یہ کہ تجلیات حق وانوار الٰہی کے مشاہدہ کی عادت ڈال اس لئے کہ آخر استعداد تو ہے ہی تو اس کو ظاہر کر اور پھر دیکھ کہ کس قدر انوار وتجلیات طاری ہوتے ہیں۔

عاقبت بینی الخ۔ یعنی عاقبت بینی تیرے نور کی نشانی ہے اور یہ شہوت حالی تیرے قلعہ کا حجاب ہے۔ مطلب یہ کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اگر تم دیکھو کہ تمہارے اندر اخلاق حمیدہ ہیں اور عاقبت اندیشی ہے تو سمجھ لو کہ یہ تجلیات اور انوار حق ہیں اور ان ہی کی یہ برکت ہے اور اگر شہوت وغضب اخلاق ذمیمہ تمہارے اندر ہیں تو سمجھو کہ یہ حصار تقویٰ اور قلعہ خوف حق کا حجاب ہے۔

عاقبت بنی الخ۔ یعنی جس عاقبت بین نے کہ سینکڑوں بازیاں دیکھی ہوں وہ اس کی مثل نہیں کہ جس نے ایک ہی بازی سنی ہو۔ مطلب یہ کہ جس عارف اور محقق نے کہ لاکھوں تصرفات حق کا مشاہدہ کیا ہو اور ہر وقت اس کا یہی کام ہو تو وہ بیشک عالم اور محقق ہوگا بخلاف اس کے کہ جس نے صرف اپنے ہی تصرفات کو دیکھا ہو کہ جو ان تصرفات کے سامنے بالکل ہیچ اور کالعدم ہیں اور ایسی مثال ہے کہ گویا صرف ایک ہی سنا ہے اس لئے کہ اسکا دیکھنا بھی جب کہ بے تحقیق ہے تو سننے ہی کے مثل ہے۔

زان یکے الخ۔ یعنی اس ایک ہی تصرف سے اس قدر مغرور ہو گیا کہ تکبر کی وجہ سے استادوں سے دور ہو گیا۔ مطلب یہ کہ حالانکہ تصرفات انسانی تصرفات حق کے سامنے بالکل ہی ہیچ اور کالعدم ہیں لیکن یہ غیر محقق اپنے اسی ایک تصرف اور تدبیر کو دیکھ کر ایسا مغرور ہو جاتا ہے کہ استادوں سے الگ ہو جاتا ہے اور ان کی طرف نسبت کو بھی عار جانتا ہے حالانکہ ظاہر ہے کہ جو کچھ بھی ہے اس استاد ہی کا طفیل ہے لہٰذا یاد رکھو کہ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ اور لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید لہٰذا چاہیے کہ استاد اور شیخ سے ہمیشہ تعلق رکھے اور اس سے ہرگز ہرگز قطع تعلق نہ کرے کہ اس کی بڑی نحوست اور ادبار ہوتا ہے آگے استاد اور شیخ سے نافرمانی اور گستاخی اور بے تعلقی کے ادبار اور نحوست کی ایک نظیر بیان فرماتے ہیں کہ

سامری وار الخ۔ یعنی سامری کی طرح کہ اس نے جب وہ ہنر اپنے اندر دیکھا تو موسیٰ علیہ السلام سے تکبر کی وجہ سے سرکشی کی۔

اوز موسےٰ الخ۔ یعنی اس نے موسیٰ علیہ السلام سے ہی اس ہنر کو سیکھا تھا اور معلم سے آنکھ کو بھی لیا۔

لاجرم الخ۔ یعنی آخرکار موسیٰ علیہ السلام نے دوسرا تصرف دکھایا یہاں تک کہ وہ تصرف اس کی جان لے گیا۔ مطلب یہ کہ دیکھو سامری نے حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی سے اس خاک پائے اسپ جبریل علیہ السلام کی تاثیر کو معلوم کیا تھا لیکن کم بخت نے ناشکری کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معاند اور مخالف ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے بددعا کی اور اس سے وہ تصرف اور وہ بات تو کیا ہی باقی رہتی بلکہ جان بھی جاتی رہی اور پھر جو انجام ہوا تو وہ ظاہر ہے کہ دوزخ ملی۔ تو دیکھو کہ دنیا میں تو اس سے وہ علم اور تصرف سلب ہوا اور ایک مرض سخت میں مبتلا ہوا اور آخرت میں بھی معذب ہوا نعوذ باللہ منہ۔ لہٰذا ہرگز ہرگز شیخ کی ناشکری اور اس کی شان میں گستاخی اور بے ادبی نہ چاہیے کہ بہت سخت بات ہے حضرت حاجی صاحبؒ سے اگر کوئی شخص عرض کرتا کہ حضرت کی برکت سے یہ نفع ہوا وہ نفع ہوا تو فرماتے کہ بھائی میں کیا ہوں میں تو صرف واسطہ ہوں اور میرے ذریعہ سے تمہاری استعداد ظاہر ہو جاتی ہے ورنہ فی الواقع تو جو خود تمہارے اند ہی استعداد ہوتی ہے وہ ظاہر ہو جاتی ہے لیکن چونکہ حضرت محقق اور

www.besturdubooks.wordpress.com

شیخ کامل اور مجدد وقت تھے اس لئے یہ فرما کر پھر فرماتے ہیں کہ اصل میں اور فی الواقع تو ایسا ہے جیسا کہ میں نے کہا لیکن تم کو ضروری ہے کہ تم یہی سمجھو جیسا کہ تم نے کہا تمہارے لئے یہ سمجھنا کہ جو ہوا ہے ہماری استعداد کی وجہ سے ہوا ہے۔ مضر ہے لہٰذا خوب یاد رکھو کہ اگر کسی وقت مرید شیخ سے مرتبہ میں عنداللہ بھی بڑھ جائے لیکن پھر بھی اسی کو واسطہ اور اسی کو وسیلۂ وصول سمجھے ورنہ بالکل ہی محروم رہ جائے گا نعوذ باللہ منہ۔ آگے فرماتے ہیں کہ

اے بسادانش الخ۔ یعنی بہت سی عقلیں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ سر کے اندر دوڑتی ہیں تاکہ ان کے ذریعہ سے سردار ہو جائیں تو خود سر ہی جاتا رہتا ہے مطلب یہ کہ بہت مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ عقل کے ذریعہ سے انسان بلند اور سردار بننا چاہتا ہے لیکن پھر بجائے اس کے کہ سرداری حاصل ہو اور بلند مرتبہ ہو خود یہ حضرت ہی فنا ہو جاتے ہیں جیسا کہ سامری کے قصہ میں ہے کہ اس نے چاہا تھا کہ اس ذریعہ سے میں مشہور ہونگا مجھ کو لوگ مانیں گے نتیجہ یہ ہوا کہ اپنی جان ہی کھو بیٹھا جیسا کہ معلوم ہوا۔ آگے تعلیم فرماتے ہیں کہ

گر نخواہی الخ۔ یعنی اگر تو چاہتا ہے کہ سر نہ جائے تو پاؤں ہو جا۔ اور کسی قطب صحیح الرائے والعقل کی پناہ میں جا۔ مطلب یہ کہ اگر چاہتے ہو کہ طریق حق میں ہلاک اور غارت نہ ہو تو تواضع اور خشوع وخضوع اختیار کرو اور کسی شیخ کامل اور مربی مشفق کے پاس تفویض محض اختیار کرو۔ پھر ان شاء اللہ تعالیٰ کبھی بھی گمراہ نہ ہو گے اور ٹھوکر نہ کھاؤ گے۔

گرچہ شاہی الخ۔ یعنی اگرچہ بادشاہ ہے تو اپنے کو اس سے زیادہ مت دیکھ اور اگرچہ تو شہد ہے مگر اس کی شکر کے سوا اور کچھ مت چن۔ مطلب یہ کہ اگرچہ تو مرتبہ میں شیخ سے بڑھ جائے اور اس سے زیادہ بھی ہو جائے لیکن یہ یاد رکھ کہ کبھی اپنے کو اس سے زیادہ مت سمجھنا بلکہ اس کو اصل اور اپنے کو تابع ہی جاننا ورنہ تباہ اور ہلاک ہو جاؤ گے۔ آگے شیخ کی ور مرید کی عقل کی مثال فرماتے ہیں کہ

فکر تو الخ۔ یعنی تیرا فکر تو نقش ہے اور اس کی فکر جان ہے اور تیرا نقد تو کھوٹا ہے اور اس کا نقد معدنی ہے۔ مطلب یہ کہ تیری سمجھ اور عقل اُکہ مثل قشر اور پوست کے تابع ہے اور اس کی عقل جان اور مغز کی طرح اصل ہے تو اگر قشر مغز سے علیحدہ ہو جائے گا تو انجام کار یہ ہوگا کہ اس کے ساتھ تو کچھ قیمت اس کی بھی ملتی تھی لیکن اب بالکل بیکار اور بے قیمت اور فضول ہو جائے گا کوئی بھی نہ پوچھے گا کہ حضرت کون ہیں اس لئے جہاں تک ہو سکے اس سے لگا ہی رہے کہ اسی میں سلامتی ہے اور فرماتے ہیں کہ

او توئی خود را الخ۔ یعنی وہ تو تو ہی ہے اپنے کو اس کے وجود میں تلاش کر اور کو کو کہو اور اس کی طرف فاختہ ہو جاؤ۔ مطلب یہ کہ اپنے کو اس طرح سپرد کر دو اور سونپ دو کہ پھر تمہاری رائے اور عقل شیخ کے سامنے لاشے اور کالعدم ہو جائیں اور تم بالکل اپنی رائے وغیرہ کو فنا ہی کر دو۔ اور ہر وقت اس کی رضا جوئی میں لگے رہو اور اگر ایسا نہ کرو گے اور شیخ کی خدمت سے اور اس کی اطاعت سے عار کرو گے اور اس سے علیحدہ رہو گے تو یاد رہے کہ کورے کے کورے ہی رہو گے ایک دوسری جگہ خود مولانا فرماتے ہیں کہ چون بہر زخمے تو پر کینہ شوی + پس کجا

www.besturdubooks.wordpress.com

صیقل چو آئینہ مثنوی + اسی کو بیان فرماتے ہیں کہ

درنخواہی الخ۔ یعنی اور اگر تو اپنے ہم جنسوں کی خدمت نہ چاہے گا تو اژدہا کے منہ میں ریچھ کی طرح رہے گا۔ مطلب یہ کہ اگر شیخ سے جو کہ تمہاری ہی طرح انسان ہے اور کھاتا پیتا ہے علیحدہ ہو گے اور اس کی خدمت کو عار سمجھو گے تو پھر تو نفس و شیطان کے پنجہ سے چھٹکارا بہت ہی مشکل ہے لہٰذا چاہیئے کہ خدمت کرو کہ ایک وہ دن ہو گا کہ تم خود مخدوم ہو جاؤ گے اس لئے کہ ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد۔ لیکن ہاں یہ یاد رکھو کہ اگر اس خدمت سے مخدومیت کی نیت ہوگی تو پھر بھی کچھ حاصل نہ ہوگا پس اس سے تو صرف خدمت شیخ ہی مقصود ہو اور مطلوب اصلی رضائے حق ہو اب اس پر جو ال رہے وہ عنایت ہے اپنی طرف سے فرمائش مت کرو۔ اپنی جانب سے تو بس کام میں لگے رہو کہ جو کچھ ہے وہ اس میں ہے فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب + کہ حیف باشد از و غیر او تمنائے + جو عاشق ہوتے ہیں ان کی تو یہ حالت ہوتی ہے کہ کہتے ہیں کہ شرکت غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری + غیر کی ہو کے رہے یا شب فرقت میری + لہٰذا یاد رکھو کہ شیخ اور استاد سے علیحدہ ہو کر اور ان سے قطع تعلق کر کے ہرگز فلاح حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ جو کچھ موجود بھی ہے وہ بھی شاید سلب ہو جائے۔ اللھم احفظنا وارزقنا برکات شیخنا و استادنا سلمہم اللہ تعالیٰ بزرگوں کی تو یہ حالت تھی کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب مرض الموت میں مبتلا تھے تو مولانا ذوالفقار علی صاحب کے مکان پر قیام تھا اور بہت ہی ضعیف ہو گئے تھے لیکن جب مولانا ذوالفقار علی صاحب تشریف لاتے تو آپ اٹھ بیٹھتے اگرچہ اس میں بہت ہی تکلف ہوتا تھا اس پر مولانا ذوالفقار علی صاحب نے فرمایا کہ حضرت میں تو نیازمندانہ اور خادمانہ حاضر ہوتا ہوں اور آپ ایسا برتاؤ فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ کس طرح نہ کروں آپ میرے استاد ہیں۔ اس پر مولانا ذوالفقار علی صاحب نے فرمایا کہ حضرت بھلا میں کب استاد ہوا تھا فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا مملوک علی صاحب کو کوئی کام تھا اس لئے وہ تشریف لے جا رہے تھے اور اس زمانہ میں کافیہ اور آپ بڑی کتابیں پڑھتے تھے تو مولانا مملوک علی صاحب نے آپ سے فرمایا کہ ذرا ان کو سبق کھلوا دو اس وقت آپ نے مجھے ایک سبق پڑھایا تھا اس لئے آپ میرے استاد ہوئے اس پر مولانا ذوالفقار علی صاحب نے فرمایا کہ حضرت مجھے تو یاد بھی نہیں تو فرماتے ہیں کہ حضرت آپ کی تو یہی خوبی ہے کہ آپ احسان کر کے بھول جائیں اور اس کو یاد نہ رکھیں لیکن اگر میں اس کو بھول جاؤں تو میری نالائقی ہے اس لئے آپ کو تو بیشک یاد نہ ہوگا مگر مجھے یاد ہے اور اس لئے مجھے اس کا حق بھی حتی المقدور ادا کرنا ضروری ہے اللہ اکبر کیا تواضع اور کیسی حق شناسی اور کیا ادب تھا کہ صرف ایک سبق پڑھ کر بھی مدۃ العمر ادب دل میں رہا اور اخیر عمر تک بالکل استادوں جیسا ادب اور لحاظ رہا۔ اسی لئے جب ایک شخص نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے دریافت کیا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تو اتنی ہی کتابیں پڑھی ہیں جتنی کہ ہم نے بلکہ شاید بعض کتابیں ہم نے ہی زیادہ پڑھی ہونگی تو منجملہ ایک لمبی تقریر کے یہ بھی فرمایا کہ مولانا نے ہمیشہ اساتذہ کا بے حد

www.besturdubooks.wordpress.com

ادب کیا ہے اس لئے اس کی برکت ہے کہ مولانا کو علوم وہبی عطا ہوئے ہیں۔ تو دیکھئے کہ ادب شیخ اور استاد کی کیا برکت ہے لہٰذا اگر بے ادبی اور گستاخی کرے گا تو اسی قدر اس کا وبال ہوگا۔ خوب سمجھ لو آگے فرماتے ہیں کہ

در ترش الخ۔ یعنی اور اگر تجھ کو رضا کی قند ترش معلوم ہوتی ہے تو تو اژدہا کے منہ میں ریچھ کی طرح سے ہے مطلب یہ کہ اگر تم کو یہ طریق رضا ناگوار معلوم ہوتا ہے اور اطاعت نہیں ہو سکتی تو سمجھ لو کہ ہمیشہ اسی طرح مقید نفس و شہوت و ہوا رہو گے اور کبھی بھی اس سے چھٹکارا نہیں مل سکتا۔

بو کہ الخ۔ یعنی شاید کہ کوئی استاد تجھ کو چھڑا دے اور خطرہ سے تجھے باہر کھینچ دے تو تو زاری کر جب تجھ میں زور نہیں ہے اور جب تو اندھا ہے تو راستہ دیکھنے والے سے سرکشی مت کر۔ دونوں شعر بالا میں مصرعہ مقدم مؤخر ہیں اور اصل عبارت یوں ہے کہ زاری کن چو زورت نیست ہیں + بو کہ استادے رہاند مر ترا + وز خطر بیرون کشاند مر ترا + چونکہ کوری سرکش از را وبیں + مطلب یہ ہے کہ اگر تمہارے اندر زور نہیں ہے اور تمہارے اندر خود قدرت دفع بلیات کی نہیں ہے تو خیر تواضع و زاری ہی کرو کہ اسی کے ذریعہ سے شاید رحمت حق جوش میں آئے اور کسی استاد کو تیرے لئے مقرر کر دے۔ وہ تیری ہدایت کر دے۔ اگر چہ کسی درجہ ضلالت و گمراہی کو پہنچ چکا ہو اس لئے کہ وہ قادر مطلق ہیں وہ جو چاہیں کریں ان کی قدرت میں یہ بھی ہے کہ وہ ایک کافر کبر صد سالہ کو ایک لمحہ میں ولی اور قطب کر دیں جیسا کہ حضرت غوث اعظمؒ کے تذکرہ میں ان کے ایک شاگرد راوی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت تہجد کو حسب معمول اٹھے تو میں بھی اٹھ کھڑا ہوا کہ اگر کسی کام وغیرہ کی ضرورت ہوگی تو حاضر ہونگا لیکن حضرت کے سامنے نہیں آئے بلکہ ایک طرف کو آڑ میں رہے تو دیکھا کہ حضرت نے مصلے کی طرف رخ نہیں کیا بلکہ دروازہ کی طرف چلے اور خانقاہ کا دروازہ کھول کر باہر تشریف لے گئے تو یہ بھی پیچھے ذرا فاصلہ سے چلے حتیٰ کہ حضرت شہر پناہ کے دروازہ پر پہنچے۔ تو حضرت کی کرامت سے جس قدر قفل کہ لگ رہے تھے ٹوٹ کر گر پڑے اور پھاٹک کھل گیا۔ حضرت باہر تشریف لے گئے اور یہ برابر ساتھ ہیں مگر ذرا فاصلہ سے حتیٰ کہ شہر پناہ سے ذرا دور آگے دیکھا کہ ایک بہت بڑا شہر ہے حضرت اور یہ اس میں داخل ہوئے اس کے بعد ایک مکان میں گئے حضرت جب اندر گئے تو یہ بھی چلے گئے اور ایک کونے میں کھڑے ہو گئے دیکھا کہ چند آدمی بہت ہی پاکیزہ صورت بیٹھے ہیں اور حضرت کو دیکھتے ہی وہ سب کھڑے ہو گئے تھے اور پھر حضرت کے سامنے مؤدب بیٹھے ہوئے تھے اور ایک صاحب بہت ہی ضعیف اور نہایت نورانی شکل ایک حجرہ سے نکلے اور اس حجرہ میں سے کراہنے کی آواز آ رہی تھی تو وہ شخص معمر اس مریض کی تیمارداری میں مشغول ہوئے تھوڑی دیر میں وہ آواز تو منقطع ہو گئی اور پانی گرنے کی آواز آئی اس کے بعد وہی معمر ایک جنازہ لے کر نکلے تو حضرت نے اس کی نماز پڑھائی اور وہ اس کو لے کر چلے گئے اس کے بعد ان حاضرین نے عرض کیا کہ حضرت اب کیا حکم ہے تو حضرت نے کچھ دیر سوچا کہ ایک دم سے دروازہ سے ایک نصرانی زنار پہنے داخل ہوا حضرت نے اپنے ہاتھ سے اس کی زنار توڑ دی اور کلمہ تلقین کیا اور فرمایا

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ یہ ہے اس کے بعد وہاں سے تشریف لے چلے تو یہ بھی پیچھے ہوئے حتیٰ کہ اسی طرح خانقاہ میں داخل ہو گئے اور حضرت نے نوافل ادا فرمائیں۔ جب صبح ہوئی تو ان پر اس قدر حیرت غالب تھی کہ سبق نہ پڑھا گیا حضرت نے فرمایا کہ پڑھو۔ تو عرض کیا کہ حضرت رات کے واقعہ کی حیرت اس قدر غالب ہے کہ کچھ سمجھ میں ہی نہیں آتا تب حضرت نے فرمایا کہ کیا تم ساتھ تھے انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں ہمراہ تھا تو فرمایا کہ وہ شہر جو کہ تم نے دیکھا تھا وہ موصل تھا (جو کہ بغداد سے سینکڑوں کوس پر ہے) اور وہ سب اقطاب تھے اور وہ معمر شخص حضرت خضر تھے اور وہ مریض ایک قطب تھے وہ چونکہ انتقال فرما رہے تھے اس لئے حق تعالیٰ نے ان کی تجہیز و تکفین کے لئے حضرت خضر علیہ السلام کو مقرر فرمایا اور سب اقطاب کو ایک جگہ جمع کیا حتیٰ کہ وہ انتقال فرما گئے اور حضرت خضر علیہ السلام ان کو دفن کرنے کے لئے لے گئے اور چونکہ میں قطب الاقطاب ہوں اس لئے ان سب نے پوچھا کہ ان کی جگہ پر اب کس کے لئے حکم ہے تو میں نے حق تعالیٰ سے دعا کی ارشاد ہوا کہ قسطنطنیہ میں ایک نصرانی صلیب پرستی میں مشغول ہے اس کو بنایا جائے لہٰذا طے الارض کے ذریعہ اس کو حاضر کیا گیا اور پھر میں نے تمہارے سامنے اسکا زنار توڑ کر کلمہ تلقین کیا۔ بس کلمہ کا تلقین کرنا تھا کہ وہ ابدال اور قطب ہو گیا۔ تو دیکھو ایک کافر کو ایک دم میں قطبیت عطا ہو گئی لیکن عادت اللہ یوں جاری نہیں ہے بلکہ عادت اللہ اسی طرح جاری ہے کہ اول کام کرے پھر کچھ ملتا ہے لہٰذا اس بھروسہ پر کہ فلاں کو اس طرح دولت مل گئی تھی ہم کو بھی ملے گی کام کو نہ چھوڑ بیٹھے کہ مضر ہے اور اس کی تو ایسی مثال ہے کہ جیسے کسی کے خون کیا تھا اور ڈاکہ ڈالا تھا لیکن جب اس کو عدالت میں حاضر کیا گیا اور مقدمہ پیش ہوا تو اس پر گورنمنٹ کی طرف سے مراحم خسروانہ ہوئے اور ان کی وجہ سے رہا کر دیا گیا۔ اب کوئی نادان اس کو دیکھ کر یوں کہنے لگے کہ بس ڈاکہ ڈالنے سے تو رہا ہو جاتے ہیں اور خوب مال ملتا ہے اور خوب رہزنی اور قتل و غارت شروع کر دے اور کوئی کام احکام گورنمنٹ میں سے نہ مانے تو نتیجہ یہ ہو گا کہ ایک روز پھانسی ہو گی اور ان حضرت کا گلا ہو گا۔ خوب سمجھ لو کہ ہمیشہ کام میں لگے رہو اور شیخ اور استاد کے دامن کو مت چھوڑو اور اس سے علیحدگی اختیار مت کرو اور اس کی شان میں گستاخی مت کرو کہ باعث محرومی اور بہت بڑی نمک حرامی ہے اللھم احفظنا۔ آگے فرماتے ہیں کہ

تو کم از خرسی الخ۔ یعنی تو تو ریچھ سے بھی کم ہے کہ درد کی وجہ سے آہ و نالہ بھی نہیں کرتا اور دیکھو کہ ریچھ نے فریاد کی تو وہ چھوٹ گیا اسی طرح اگر تم تضرع و زاری کرو گے تو ان قیود نفسانی اور شیطانی سے رستگاری پاؤ گے اب چونکہ نافرمانی اور گستاخی شیخ اور محسن ایک بڑی بلا تھی اور مولانا کی عادت ہے کہ جب کسی ایسی شے کا ذکر فرماتے ہیں تو فوراً مناجات فرمانے لگتے ہیں۔ لہٰذا آگے بھی مناجات فرماتے ہیں کہ

اے خدا الخ۔ یعنی اے الٰہی اس پتھر دل کو موم کر دے اور اس کے نالہ کو اچھا اور مرحوم کر دے۔ مطلب یہ ہے کہ اے الٰہی ہمارے قلوب کو جو بہت ہی سخت ہو رہے ہیں نرم فرما دے اور ان کے نالوں میں ایسا تضرع و زاری بخش کہ جس سے تجھے رحم آئے اس لئے کہ اگر تضرع و زاری نہ ہو گی تو اس پر آپ کو بھی رحم نہ ہو گا۔ تو صرف زبان

سے استغفار کرنے سے کوئی نتیجہ نہ نکلے گا۔ آگے اس پر ایک حکایت لاتے ہیں جسکا خلاصہ یہ ہے کہ ایک اندھا یہ صدا لگاتا تھا کہ اے مسلمانو میں دو کوریوں میں مبتلا ہوں اس لئے مجھ پر دوہرا رحم کرو۔ جب لوگوں نے اس سے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ دو کوریوں میں مبتلا ہے تو بولا کہ ایک تو میں اندھا ہوں اور دوسری میری آواز بہت ہی بری ہے تو جب کسی سے مانگتا ہوں تو وہ میری آواز کو سن کر دھتکار دیتا ہے اس لئے ایک یہ بھی باعث محرومی ہے تو دو کوریاں میرے اندر ہیں تو مولانا فرماتے ہیں کہ ایک تو ہمارے قلوب اندھے ہی ہیں اور پھر اگر آواز میں بھی تضرع وزاری نہ ہوگا تب تو بس بالکل گئے گزرے ہوگئے اور ایک کی جگہ دو بلکہ تین کوریاں ہو جائیں گی تو پھر رحمت حق ہو ہی نہیں سکتی۔ والعیاذ باللہ۔ اب سمجھو فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

گفتن نابینائے سائل با مردم کہ من دو کوری دارم

ایک اندھے بھکاری کا لوگوں سے کہنا کہ میں دو اندھے پن رکھتا ہوں

بود کورے کو ہمی گفت الاماں	من دو کوری دارم اے اہل زماں
ایک اندھا تھا جو کہہ رہا تھا پناہ بخدا	میں دو گنا اندھا پن رکھتا ہوں اے دنیا والو؟
پس دوبارہ رحمتم آرید ہاں	چوں دو کوری دارم و من درمیاں
مجھ پر ضرور دو گنا رحم کرو	چونکہ میں دوگنا اندھا پن رکھتا ہوں اور بیچ میں ہوں
از تعجب مرد ماں گفتند لیک	ایں دو کوری را بیاں کن نیک نیک
لوگوں نے تعجب سے پوچھا لیکن	اس دوہرے اندھے پن کو صاف صاف بتا
زانکہ یک کوریت می بینیم ما	آں دگر کوری چہ باشد وانما
اس لئے کہ تیرا ایک اندھا پن ہم دیکھتے ہیں	وہ دوہرا اندھا پن کیا ہے ظاہر کر
گفت زشت آوازم و ناخوش نوا	زشت آوازی و کوری شد دوتا
بولا میں بھدی آواز والا اور ناگوار آواز والا ہوں	آواز کا بھدا پن اور اندھا پن دوگنا (اندھا پن) ہوگیا
بانگ زشتم مایۂ غم می شود	مہر خلق از بانگ من کم می شود
میری بری آواز غم کا سرمایہ بن جاتی ہے	میری آواز کی وجہ سے لوگوں کی مہربانی کم ہو جاتی ہے
زشت آوازم بہر جا کہ رود	مایۂ خشم و غم و کیں می شود
میری بری آواز جہاں بھی جاتی ہے	غصہ اور غم و کینہ کا سبب ہو جاتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بر دو کوری رحم را دو تا کنید	ایں چنیں نا گنج را گنجا کنید
دہرے اندھے پنے پر دو گنا رحم کرو	ایسے نہ سمانے والے (شخص) کو سما جانے والا بنا دو
زشتی آواز کم شد زیں گلہ	خلق شد بروے برحمت یکدلہ
اس (طرح) شکوہ (کرنے) سے اس کی آواز کا بھدا پن کم (محسوس) ہوا	لوگ اس پر رحم کرنے پر متفق ہو گئے
کرد نیکو چوں بگفت او راز را	لطف آواز دلش آواز را
جب اس نے راز بتایا تو بھلا بنا دیا	اس کے دل کی آواز نے (اس کی) آواز کو
وانکہ آواز دلش ہم بد بود	آں سہ کوری زشتی سرمد بود
جس کے دل کی آواز بھی بری ہو	وہ تہرا اندھا پن ہمیشہ کی برائی ہو گی
لیک وہاباں کہ بے علت دہند	بوکہ دستے بر سر زشتش نہند
لیکن وہ بخشش کرنے والے جو بغیر سبب دیتے ہیں	ہو سکتا ہے کہ اس کے بدنصیب سر پر ہاتھ رکھ دیں
چونکہ آوازش خوش و مرحوم شد	زو دل سنگیں دلاں چوں موم شد
چونکہ اس کی آواز اچھی اور قابل رحم بن گئی	اس سے سنگدلوں کے دل (بھی) موم جیسے ہو گئے
نالۂ کافر چو زشت است و شہیق	زاں نمیگردد اجابت را رفیق
کافر کا نالہ چونکہ برا اور گدھے کی آواز (جیسا) ہوتا ہے	اس لئے قبولیت کا رفیق نہیں بنتا ہے
اخسوا بر زشت آواز آمدست	کو ز خون خلق چوں سگ بود مست
دور ہٹو بھدی آواز پر آیا ہے	کیونکہ وہ مخلوق کے خون سے کتے کی طرح مست تھا
چونکہ نالہ خرس رحمت کش بود	نالہ ات نبود چنیں، ناخوش بود
جبکہ ریچھ کا رونا رحمت کا سبب ہو	تیرا رونا ایسا نہ ہو (تو وہ) ناپسندیدہ ہے
دانکہ با یوسفؑ تو گرگی کردۂ	یا ز خون بیگناہے خوردۂ
سمجھ لے کہ تو نے یوسف کے ساتھ بھیڑیا پن کیا ہے	یا کسی بے گناہ کا خون پیا ہے
توبہ کن وز خوردہ استفراغ کن	ور جراحت کہنہ شد رو داغ کن
توبہ کر اور کھایا ہوا اگل دے	اگر زخم پرانا ہو گیا ہے تو جا داغ دے
باز گرد از گرگی اے روباہ پیر	نصرت از حق می طلب نعم النصیر
اے بوڑھی لومڑی! بھیڑیا پن چھوڑ دے	اللہ (تعالیٰ) سے مدد طلب کر وہ بہترین مددگار ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یہاں سے مولانا فریاد و گریہ وزاری کے ساتھ درددل کی ضرورت بتانا چاہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایک اندھا کہہ رہا تھا کہ الٰہی توبہ اور اندھوں میں تو ایک ہی اندھا پن ہوتا ہے مجھ میں دو ہیں۔اس لئے اگر ان پر ایک شفقت کی ضرورت ہے تو مجھ پر دو شفقتوں کی۔ کیونکہ لوگو مجھ میں دو اندھے پن ہیں۔لوگوں نے تعجب سے کہا کہ ان اندھے پنوں کو مفصل بیان کر ہم کو ایک ہی اندھا پن دکھلائی دیتا ہے تم بیان کرو کہ دو اندھے پن کون سے ہیں تو اس نے کہا کہ میں بدآواز ہوں ایک میری بدآوازی دوسرے اندھا پن یوں دو اندھے پن ہو گئے۔میری بدآوازی باعث رنج ہو جاتی ہے اور جس قدر میرے اندھے پن سے ان کو رحم آتا ہے وہ بھی میری آواز سے جاتا رہتا ہے غرضیکہ جہاں میری آواز بدجاتی ہے غم وغصہ اور مخالفت کا سبب ہو جاتی ہے۔ پس تم میرے ان دو اندھے پنوں پر رحم کرو اور اسے کہیں نہ سمانے والے کو سمائی کے قابل کر دو۔جب اس نے یہ کہا تو اس کی اس درد بھرے دل کی آواز کے لطف نے اس کی آواز کو خوش آئندہ کر دیا اور اس کی اس شکایت نے اس کی آواز کی برائی کو مٹا دیا اور لوگوں نے متفق ہو کر اس پر رحم کیا۔اب تم غور کرو کہ جس کے دل کی آواز بھی بری ہو اور دل میں درد بھی نہ ہو۔تب تو تین اندھے پن جمع ہو جائیں گے جو کہ اغلب احوال ہیں اس کے لئے دائم ہوں گے۔اغلب احوال میں ہم نے اس لئے کہا کہ یہ اہل اللہ جو بے علت وتوقع نفع سخاوت کرتے ہیں ممکن ہے اس کے سر پر دست شفقت رکھیں اور اس کی اس نابینائی کو دور کر کے بینا اور عارف کر دیں۔اس لئے چاہیے کہ ایسے لوگوں کی بھی تحقیر نہ کی جائے کیونکہ ان کا اہتداء ممکن ہے گو بعید ہے۔غرض جب اس کی آواز درددل سے خوش آئندہ اور قابل رحم ہو گئی تو اس سے سخت دلوں کا دل موم کی طرح نرم ہو گیا اور انہوں نے اس پر رحم کیا یہاں تک تو درددل کی فضیلت معلوم ہو گئی اب کچھ بے دردی کا بیان بھی سن لینا چاہیے نالۂ کافر چونکہ برا اور مکروہ ہے اس لئے اجابت سے قرین نہیں ہوتا۔اور اس زشت آواز کے لئے حکم ہوتا ہے اخسئوا فیھا ولا تکلمون اور اس کی آواز میں زشتی کیوں پیدا ہوئی اس لئے کہ وہ خونخوار تھا اور خلق خدا کے خون سے کتے کی طرح یا گدھے کے مانند مست تھا۔کم از کم یہ کہ خود اپنے ہی اوپر ظلم کرتا تھا اور اپنے اوپر بھی اس کو درد نہ آتا تھا جبکہ ریچھ کا نالہ تو رحمت کو اپنی طرف متوجہ کرنے والا ہو اور تیرا نالہ رحمت کو اپنی طرف مائل نہ کرے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ناپسندیدہ ہے اور وجہ یہ ہے کہ تو نے اپنی جان پر جو کہ یوسف کے مانند عزیز ہے زیادتی کی ہے اور اس کے ساتھ بھیڑیا پن کیا ہے یا ایک بے گناہ کا خون کھایا ہے یعنی کسی دوسرے کو یعنی اولاد وغیرہ کو گمراہ کیا ہے۔پس تو توبہ کر اور جو کھایا ہے اس کو نکال اور مجاہدہ کر اور اگر زخم پرانا ہو گیا ہے تو اس کو داغ کر۔یعنی مجاہدہ میں انتہائی کوشش کر اور اے پرانے حیلہ گر تو آئندہ کے لئے اس بھیڑیے پن اور اپنے نفس پر اور دوسروں پر ظلم کرنے سے باز آ اور خدا سے مدد چاہ وہ بہتر مدد کرنے والا ہے۔

شرح شبّیری

ایک اندھے سائل کا لوگوں سے یہ کہنا کہ میں دو کوری رکھتا ہوں مجھ پر رحم کرو

آن یکے الخ۔یعنی ایک اندھا کہتا تھا کہ اللہ بھلا کرے اے لوگوں میں دو کوری رکھتا ہوں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پس دوبارہ الخ۔ یعنی پس رحم (بھی) دوبار کرو جبکہ میں دوکوری رکھتا ہوں اور میں بیچ میں ہوں۔ تو رحم بھی دو ہونے چاہئیں۔

از تعجب الخ۔ یعنی لوگوں نے تعجب سے کہا لیکن ان دونوں کوریوں کو تو ذرا اچھی طرح بیان کر (کہ اس سے کیا مراد ہے) یعنی اس لئے کہ تیری ایک کوری تو ہم دیکھ رہے ہیں وہ دوسری کوری کیا ہے ذرا دکھلا تو سہی۔

گفت زشت الخ۔ یعنی بولا کہ میں بری آواز والا ہوں اور بری صدا والا تو زشت آوازی اور کوری دوہری ہوگئی۔

بانگ زشتم الخ۔ یعنی میری بری آواز سبب تکلیف (خلق) ہوتی ہے اور میری آواز کی وجہ سے لوگوں کی مہربانی کم ہو جاتی ہے۔

زشت آوازم الخ۔ یعنی میری بری آواز جہاں جاتی ہے غصہ اور غم اور کینہ کا سبب ہو جاتی ہے (اور لوگ مجھ سے نفرت کرنے لگتے ہیں)

بر دو کوری الخ۔ یعنی دو کوری پر رحم بھی دہرا کرو اور ایسے نہ سمانے والے کو بھی کہیں جگہ دے دو۔

زشتی آواز۔ یعنی اس گلہ کرنے سے اس کی زشت آوازی کم ہوگئی اور مخلوق نے اس پر ایک دل ہو کر رحم کیا یعنی اس کی اس نالۂ و فریاد اور اپنی کمی کے اعتراف کا یہ اثر ہوا کہ سب لوگ اس پر مہربان ہوگئے۔

کرد نیکو الخ۔ یعنی اس کے دل کی آواز کی خوبی نے اس کی آواز ظاہر کو بھی اچھا کر دیا جبکہ اس نے راز کو کہا۔ یہاں عبارت میں کچھ تقدیم و تاخیر ہے اور کرد کا مفعول اول تو لطف دل ہے اور مفعول ثانی آواز ہے اور عبارت یوں ہے کہ کرد لطف آواز دلش آواز را نیکو چون گفت او راز را اسی لئے معنی بھی اسی اعتبار سے لئے گئے ہیں مطلب یہ ہے کہ اس تضرع وزاری سے لوگوں کی وہ نفرت جو اس کی آواز سے تھی جاتی رہی اور اس پر سب نے رحم کیا۔ اسی طرح اگر دعا اور سوال عن الحق میں ہماری آواز میں بھی تضرع ہوگا تو ضرور ہے کہ رحمت حق متوجہ ہوگی ورنہ عادت اللہ یوں ہے کہ ایسے موقعہ پر رحمت نازل نہیں ہوتی۔ آگے فرماتے ہیں کہ

وانکہ آواز الخ۔ یعنی اور وہ شخص کہ جس کی آواز قلب بھی بری ہو اس کو تو یہ تین کوریاں ہمیشہ کے لئے برائی ہو جائیں اور اس کے اندر تو دو ہی کوریاں تھیں لیکن اس میں پھر تین کوریاں ہو جائیں جیسا کہ ظاہر ہے کہ ایک کوری چشم اور دوسری آواز اور تیسری قلب کی۔

لیک وہابان الخ۔ یعنی لیکن عطا فرمانے والے جو کہ بے سبب بھی عطا فرماتے ہیں شاید کہ اس کی زشتی پر کوئی ہاتھ رکھ دیں۔ مطلب یہ کہ عادت اللہ تو یوں ہی جاری ہے لیکن ممکن یہ بھی ہے کہ باوجود اس کے عناد اور مخالفت اور تین کوریوں کے جمع ہو جانے کے کوئی بندہ خدا اس پر مہربان ہو اور اس کی ساری خرابیاں دور ہو جائیں اور ساری گندگی کٹ جائے اس لئے کہ ان حضرات کی عطا کے لئے کسی علت اور سبب کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وہ حضرات بے کسی اپنی حاجت کے بھی عطا فرما دیتے ہیں لیکن اس پر بھروسہ نہ کرے کہ یہ اتفاقی ہے۔ عادی نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے جیسا کہ اوپر بتایا بھی گیا ہے آگے پھر اس سائل کو فرماتے ہیں کہ

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ آواز اچھی اور مرحوم ہو گئی تو اس سے سنگین دلوں کا دل بھی موم کی طرح ہو گیا۔ یعنی بڑے بڑے سنگ دلوں کو بھی اس کی بے کسی اور بے بسی پر رحم آ ہی گیا تو جو حضرات کہ رحم دل اور نرم دل ہوتے ہیں وہ تو کیوں رحم نہ فرمائیں گے خوب سمجھ لو اور فرماتے ہیں کہ

نالۂ کافر الخ۔ یعنی کافر کا نالہ جب برا ہے اور منکر ہے اسی لئے اجابت کا قرین نہیں ہوتا۔ مطلب یہ کہ تضرع کا تو وہ اثر ہوتا ہے کہ سنگدل بھی موم کی طرح نرم ہو جاتے ہیں ۔ اور سختی اور تکبر کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اس کو سب نفرت سے دیکھتے ہیں اور اسی لئے چونکہ دعا کافر اور فریاد منکر تھی قبول نہیں ہوتی بلکہ رد ہوتی ہے۔

اخسوا الخ۔ یعنی زشت آوازی پر ہی اخسوا کا جواب آیا ہے اس لئے کہ وہ آزاری مخلوق کی وجہ سے کتے کی مثل ہو رہا تھا۔ مطلب یہ کہ چونکہ کفار کی ذات سے اکثر اہل ایمان کو کلفت ہی ہوتی ہے اور پھر خاص کر حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ہی ہوتی ہے کیونکہ آپ کی خدمت میں ہر ہفتہ میں اعمال پیش ہوتے ہیں اس لئے حق تعالیٰ کو کفار کی دعا اور ان کی پکار بہت ہی منکر معلوم ہوتی ہے اور ان کی دعا پر اسی لئے قیامت میں اخسوا فیہا ولا تکلمون ارشاد ہوگا تو دیکھو تضرع نہ ہونے سے کس قدر بڑی مضرت ہے۔

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ ریچھ کی فریاد رحمت کی جاذب ہے تو اگر تیرا نالہ ایسا نہیں ہے تو وہ برا ہے مطلب یہ کہ دیکھو جب اس ریچھ نے فریاد کی تو اس کی فریاد پر تو ایک نیک انسان کو رحم آ گیا لیکن تیری فریاد پر جو حق تعالیٰ کو رحم نہیں آتا حالانکہ وہ رحیم و کریم ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ تیرا نالہ دل سے نہیں ہے بلکہ وہ ایک آواز منکر ہے کہ جس سے سب کو نفرت ہے اور صرف زبان ہی سے کہہ رہا ہے دل بالکل کورا پڑا ہے ورنہ ع رحمت حق بہانہ میجوید + اگر تیرے اندر ذرا سا بھی تضرع ہوتا تو ضرور حق تعالیٰ کو توجہ ہوتی اور ضرور رحمت نازل ہوتی۔ لہٰذا توبہ کرو اور تضرع و زاری اور تواضع اختیار کرو۔ آگے خود فرماتے ہیں کہ

وانکہ الخ۔ یعنی تو نے جو یوسف (جیسوں) کی ساتھ گرگی کی ہے اور پھر کسی بے گناہ کا خون کھایا ہے۔

توبہ کن الخ۔ یعنی توبہ کر اور کھائے ہوئے کی قے کر اور اگر زخم پرانا ہو گیا ہے تو داغ لگوا (کہ حدیث میں ہے کہ آخر دوا داغ لگوانا ہے) مطلب یہ ہے کہ تم نے جو اس نافرمانی اور عصیان سے اہل اللہ اور بندگان خدا اور انبیاء کو تکلیف پہنچائی ہے اور ویسے بھی ان کو ستایا ہے اور بہت سے حقوق العباد کھائے بیٹھے ہو تو اب اس سے نجات ملنے کا یہ طریقہ ہے کہ جس کو ستایا ہے اس سے معاف کراؤ اور حقوق العباد جو کھا چکے ہو ان کو ادا کرو اور انکو اس کے بعد پھر تضرع و زاری کام دے سکتی ہے ورنہ اگر حقوق العباد گردن پر باقی رہیں اور زبانی توبہ کی جائے تو اس تضرع و زاری سے کام نہیں چلتا۔ بلکہ بعد ان مجاہدوں کے جن کو ستایا ہے ان سے بہ منت معافی مانگی جائے اور حقوق العباد ادا کیے جائیں تب یہ تضرع و زاری کارآمد ہو سکتی ہے اور اگر قلب بالکل ہی مسخ ہو چکا ہو اور کسی طرح درست ہی نہ ہوتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتو اب اس کا یہ علاج ہے کہ اس کو خوب اچھی طرح ذلیل وخوار کرو اور مجاہدات وریاضات کاملہ کرو اور اپنے کو کسی شیخ کامل کے سپرد کر دو اس کے بعد پھر ان شاء اللہ تم پر رحمت نازل ہوگی۔ آگے نصیحت فرماتے ہیں کہ

باز گرد الخ۔ یعنی ارے بوڑھی لومڑی (کی طرح) گرگی سے باز آ جا اور حق تعالیٰ سے مدد چاہ کہ وہ بہت اچھا مدد کرنے والا ہے۔ مطلب یہ کہ اے مکار اور اے نفس وشیطان کے جال میں پھنسنے والے ذرا تو اپنے دل میں شرما اور اس مردم آزاری سے باز آ اور اس میں حق تعالیٰ سے مدد مانگ کہ وہ تیری مدد فرمائیں گے اور تو مقصود کو پہنچ جائے گا۔ اب آگے اس ریچھ کی اور اس شخص کی حکایت کو پورا فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

تتمۂ حکایت خرس وآں ابلہ کہ بر وفائے خرس اعتماد کردہ بود

ریچھ اور اس بیوقوف کی حکایت کا باقی حصہ جس نے ریچھ کی وفاداری پر بھروسہ کیا تھا

خرس از اژدہا چوں وارہید	واں کرم زاں مرد مردانہ پدید
ریچھ جب اژدھے سے نجات پا گیا	اور اس نے اس بہادر کا بہادرانہ کرم دیکھا
چوں سگ اصحاب کہف آں خرس زار	شد ملازم درپئے آں یار غار
(تو) وہ بیچارہ ریچھ اصحاب کہف کے کتے کی طرح	اس یار غار کا ساتھی بن گیا
آں مسلماں سر نہاد از خستگی	خرس حارس گشت از دلبستگی
تھکن کی وجہ سے وہ نیک آدمی لیٹ گیا	تعلق خاطر کی وجہ سے ریچھ محافظ بن گیا
آں یکے بگذشت و گفتش حال چیست	اے برادر مر ترا ایں خرس کیست
ایک شخص وہاں سے گزرا اور اس نے اس سے کہا مزاج کیسے ہیں؟	اے بھائی! یہ ریچھ تیرا کون ہے؟
قصہ وا گفت و حدیث اژدہا	گفت بر خرسے منہ دل ابلہا
اس نے وہ قصہ اور اژدھے کی بات سب سنائی	اس نے کہا اے بیوقوف! ریچھ سے دل نہ لگا
دوستی زابلہ بتر از دشمنی ست	او بہر حیلہ کہ دانی راندنی ست
بیوقوف کی دوستی دشمنی سے بدتر ہے	ایسی ہر تدبیر سے جو تو جانتا ہے وہ بھگا دینے کے لائق ہے
گفت واللہ از حسودی گفت ایں	ورنہ خرس چہ انگری ایں مہر بیں
اس نے کہا خدا کی قسم (یہ بات) حسد سے کہی ہے	ورنہ ریچھ کو کیا دیکھتا ہے اس محبت کو دیکھ

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت مہر ابلہاں عشوہ دہ است	ایں حسودی من از مہرش بہ است
اس نے کہا بیوقوفوں کی محبت فریب دینے والی ہے	میرا یہ حسد کرنا اس کی محبت سے بہتر ہے
ہی بیا با من براں ایں خرس را	خرس را مگزیں مہل ہم جنس را
خبردار! میرے ساتھ آ جا اس ریچھ کو بھگا دے	ریچھ کو پسند نہ کر ہم جنس کو نہ چھوڑ
گفت رو رو کار خود کن اے حسود	گفت کارم ایں بد و بخت نبود
اس نے کہا اے حاسد جا جا اپنا کام کر	اس نے کہا میرا کام یہی تھا اور تیرے نصیب میں نہ تھا
من کم از خرسے نباشم اے شریف	ترک او کن تا منت باشم حریف
اے بھلے آدمی! میں ریچھ سے کم نہ ہوں گا	اس کو چھوڑ دے تاکہ میں تیرا دوست ہو جاؤں
بر تو دل می لرزدم ز اندیشۂ	با چنیں خرسے مرو در بیشۂ
فکر سے تجھ پر میرا دل لرزتا ہے	ایسے ریچھ کے ساتھ جنگل میں نہ جا
ایں دلم ہرگز نہ لرزید از گزاف	نور حق ست ایں نہ دعویٰ و نہ لاف
میرا یہ دل خواہ مخواہ نہیں لرزا	یہ (لرزنا) اللہ کے نور (کی وجہ) سے ہے اور نہ ادعا ہے نہ گواس
مومنم ینظر بنور اللہ شدہ	ہاں وہاں بگریز ازیں آتشکدہ
میں مومن ہوں وہ (مومن) جو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے	خبردار خبردار! اس آگ کی بھٹی سے بھاگ
ایں ہمہ گفت و بگوشش در نرفت	بدگمانی مرد را سدیست زفت
اس نے یہ سب کچھ کہا اور اس کے کان میں نہ گیا	انسان کے لئے بدگمانی بڑا بندھ ہے
دست وے بگرفت و دست از وے کشید	گفت رفتم چوں نہ یار رشید
اس نے اس کا ہاتھ پکڑا اس نے اس سے ہاتھ چھڑا لیا	اس نے کہا جبکہ سیدھا ہونے والا دوست نہیں ہے میں جاتا ہوں
گفت رو بر من تو غمخوارہ مباش	بوالفضولا معرفت کمتر تراش
اس نے کہا جا تو میرا غم نہ کھا	اے بکواسی! معرفت (خداوندی کی باتیں) نہ کر
باز گفتش من عدوے تو نیم	لطف بینی گر بیائی در پیم
اس نے پھر کہا میں تیرا دشمن نہیں ہوں	اگر میرے پیچھے (پیچھے) آ جائے گا لطف (وحبت) دیکھے گا
گفت خوابستم مرا بگذار و رو	گفت آخر یار را منقاد شو
اس نے کہا مجھے نیند آ رہی ہے مجھے چھوڑ اور جا	اس نے کہا آخر دوست کا فرمانبردار بن جا

www.besturdubooks.wordpress.com

تا بخسپی در پناہ عاقلے	در جوار دوستے صاحبدلے
تاکہ تو ایک عقلمند کی حفاظت میں سوئے	ایک صاحب دل دوست کے قریب
در خیال افتاد مرد از جد او	خشمگیں شدز و بگردانید رو
اس کے اصرار سے وہ مرد شک میں پڑ گیا	غضبناک ہو گیا' اس سے منہ پھیر لیا
کیں مگر قصد من آمد خونی ست	یا طمع دارد گدائی و تونی ست
کہ یہ شاید میری جان کا خواہاں بنا ہے خونی ہے	یا لالچ کرتا ہے' بھک منگا اور چور ہے
یا گرو بست ست با یاراں بدیں	کہ بترساند مرا از ہمنشیں
یا اس نے دوستوں سے اس پر شرط باندھی ہے	کہ مجھے ساتھی سے ڈرا دے گا
یا حسد دارد ز مہر یار من	کاینچنیں جد میکند درکار من
یا میرے یار کی محبت پر حسد کرتا ہے	کہ میرے معاملہ میں اس قدر اصرار کر رہا ہے
خود نیامد ہیچ از خبث سرش	یک گمان نیک اندر خاطرش
اس کی بدباطنی سے نہ آیا	کوئی بھی نیک گمان اس کے دل میں
ظن نیکش جملگی بر خرس بود	او مگر آں خرس را ہم جنس بود
اس کا نیک گمان بالکل ریچھ پر تھا	شاید وہ اس ریچھ کا ہم نسل تھا
بدگمان و ابلہ و نااہل بود	وز شقاوت او مطیع جہل بود
بدگمان اور بے وقوف اور نااہل تھا	بدبختی کی وجہ سے وہ جہل کا تابع تھا
بدرگ و خودرای و بدبخت ابد	گمرہ و مغرور و کور و خوار و رد
بدسرشت اور خود سر اور ہمیشہ کا بدبخت	گمراہ اور مغرور اور اندھا اور ذلیل اور مردود
خرس را بگزیدہ بر صاحب کمال	روسیہ حاصل تبہ فاسد خیال
ریچھ کو صاحب کمال پر ترجیح دی	روسیاہ' بدانجام' گندے خیال والا
عاقلے را از سگی تہمت نہاد	خرس را دانست اہل مہر و داد
کتے پن سے ایک عقلمند پر تہمت دھری	ریچھ کو محبت اور انصاف والا سمجھا

جب ریچھ نے اژدھے کے پنجہ سے رہائی پائی اور اس بہادر شخص کی یہ شفقت مشاہدہ کی تو وہ بیچارہ ریچھ

www.besturdubooks.wordpress.com

سگ اصحاب کہف کی طرح اس شخص کے پیچھے لگ لیا اور اس کے ساتھ ہولیا۔ وہ مسلمان کہیں ماندگی کے سبب لیٹ رہا تو ریچھ اس تعلق کے سبب جو اس کو اس شخص کے ساتھ پیدا ہو گیا تھا پہرہ دینے لگا۔ اتفاقاً ایک شخص کا وہاں سے گزر ہوا تو اس نے دریافت کیا کہ بھائی یہ کیا بات ہے اور اس ریچھ کو تجھ سے کیا تعلق ہے اس نے وہ تمام واقعہ اور اژدھے کی کہانی بیان کی اس نے کہا کہ ارے احمق ریچھ سے دل نہ لگا نادان کی دوستی دشمنی سے بدتر ہے لہٰذا جس تدبیر سے بھی ممکن ہو اس کو نکال دینا چاہیے۔

اس شخص نے یہ سن کر کہا کہ اس نے میرے اس امتیاز پر حسد کیا اور حسد سے ایسا کہتا ہے ورنہ اس کے ریچھ پن کو کیا دیکھتے ہو اس کی محبت کو دیکھنا چاہیے۔ گو صورتاً ریچھ ہے مگر اس کی محبت آدمیوں سے زیادہ ہے لہٰذا یہ ہرگز نکالنے کے قابل نہیں۔ اس نے کہا کہ یہ سچ ہے کہ یہ محبت کرتا ہے مگر احمقوں کی دوستی دھوکا دینے والی ہوتی ہے اور میرا یہ حسد (یعنی میری نصیحت جس کو تو حسد سمجھتا ہے) اس کی محبت سے اچھا ہے دیکھ تو میرے ساتھ آ اور اس ریچھ کو چھوڑ دے اور ریچھ کو اپنی ہم جنس کے مقابلہ میں مت اختیار کر اور اپنے ہم جنس کو مت چھوڑ۔ اس نے کہا چل چل اپنا کام کر زیادہ باتیں نہ بنا۔ میں سمجھتا ہوں کہ تو حاسد ہے اس نے کہا خیر میرا جو کام تھا کر چکا تمہاری قسمت میں کیا کروں۔ ارے بھلے مانس میں ریچھ سے تو کم نہیں اسے چھوڑ و کہنا مان اور میرا ساتھی ہو جا۔ مجھے تیرے متعلق کھٹکا ہے اور اس سے میرا دل کانپ رہا ہے معلوم نہیں کہ اس ریچھ کے سبب تجھ پر کیا مصیبت نازل ہو تو ایسے ریچھ کے ساتھ جنگل میں نہ جا یہ میرا کلیجہ فضول دھک دھک نہیں کرتا۔ میں سچ کہتا ہوں۔ یہ ڈینگ اور شیخی نہیں بلکہ نور حق اور اس فراست کے سبب ہے جو حق سبحانہ مومنین کو عطا فرماتے ہیں چونکہ میں مومن ہوں اور حق سبحانہ کے نور سے دیکھتا ہوں اس لئے میرا گمان غلط نہیں دیکھ دیکھ کہنا مان اور اس آتش کدہ سے بھاگ اس نے یہ سب کچھ کہا مگر اس نے ایک بھی نہ سنی اور بدگمانی اس کے لئے ایک زبردست حاجب ہوگئی کیونکہ بدگمانی آدمی کے لئے ایک مضبوط روک ہے بالآخر اس نے یہ کیا اس کا ہاتھ پکڑا اور اپنی طرف کھینچا مگر اس نے ہاتھ بھی چھڑا لیا جب اس نے دیکھا کہ کسی طرح نہیں مانتا تو مجبور ہو کر کہا کہ خیر جبکہ تو ٹھیک ساتھی نہیں ہے تو میں جاتا ہوں اس نے کہا بسم اللہ آپ تشریف لے جایئے اور میری ہمدردی نہ کیجئے اور یہ بزرگی کی باتیں نہ بنایئے۔ پھر بھی اس ناصح سے نہ رہا گیا اور کہا کہ دیکھ میں تیرا دشمن نہیں ہوں تیری بڑی مہربانی ہوگی اگر تو میری بات مان لے اس نے کہا مجھے نیند آرہی ہے للہ مجھے معاف کیجئے اور آپ تشریف لے جایئے اس نے پھر کہا کہ ارے نادان اپنے دوست کی بات مان لے تاکہ تو ایک خوش نصیب دوست صاحب دل کی پناہ میں اور اس کے پاس سوئے اس اصرار سے وہ شخص بے ہودہ خیال میں پھنس گیا کہ یہ کوئی خونی ہے جو مجھے مارنے آیا ہے یا کوئی لالچی فقیر اور کمینہ ہے کہ مجھ پر احسان رکھ کر کچھ اینٹھنا چاہتا ہے یا اس نے اپنے دوستوں سے اس کی شرط باندھی ہے کہ مجھ کو میرے اس ہم نشین سے ڈرا دے اور بدظن کر کے چھڑا دے۔ یا میرے اس

www.besturdubooks.wordpress.com

یار کی دوستی سے حسد کرتا ہے کہ میرے معاملہ میں اس قدر اصرار کرتا ہے یہ خیال کر کے غصہ ہو کر منہ پھیر لیا اور بجز خیالات فاسدہ کے اس کے خبث باطن سے ایک خیال بھی اچھا اس کے دل میں نہ آیا بلکہ اچھا گمان بالکل اس کو ریچھ پر تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ بلحاظ طینت کے وہ ریچھ کا ہمجنس تھا۔ بدگمان تھا' احمق تھا' نااہل تھا اور اپنی بدبختی سے نادانی کا مطیع تھا۔ بدذات تھا۔ بدرائے تھا بدبخت ابدی تھا گمراہ تھا دھوکہ میں مبتلا تھا اندھا اور ذلیل و مردود تھا کہ اس روسیاہ تباہ حاصل اور فاسد خیال نے ایک صاحب کمال کے مقابلہ میں ریچھ کو ترجیح دی اور اپنے گدھے پن سے ایک عاقل پر حسد وغیرہ کی تہمت رکھی اور ریچھ کو دوست سمجھا۔

شرح شبّیری

ریچھ اور اس بیوقوف کی حکایت کا تتمہ جسکے کہ ریچھ کی وفاداری پر بھروسہ کیا تھا

خرس الخ۔ یعنی ریچھ بھی جب اژدھا سے چھوٹ گیا اور اس مرد مردانہ سے یہ کرم دیکھے۔

چون الخ۔ یعنی اصحاب کہف کے کتے کی طرح وہ ضعیف ریچھ اس یار غار کے پیچھے ہولیا۔

آن الخ۔ یعنی وہ مسلمان تو خستگی کی وجہ سے لیٹ گیا اور وہ ریچھ خوب دل لگا کر اس کا محافظ بنا یعنی یہ شخص تو سوگیا اور ریچھ صاحب نے پہرا دینا شروع کیا۔

آن یکے الخ۔ یعنی ایک شخص گذرا تو اس نے کہا کہ کیا حالت ہے ارے بھائی یہ ریچھ تیرا کون ہے (آیا بھائی یا باوا ہے) جو اس طرح آرام سے آپ اس کی نگہبانی میں سو رہے ہیں۔

قصہ الخ۔ یعنی اس شخص نے قصہ کہا اور اژدھا کی بات بھی تو اس نے کہا کہ اے بیوقوف ایک ریچھ پر دل مت رکھ یعنی اس سونے والے نے سب قصہ سنایا کہ اس طرح سے یہ میرے ساتھ ہوا ہے تو اس ناصح نے کہا کہ ارے بیوقوف اس پر بھروسہ مت کر اور اس کو دوست مت سمجھ اس لئے کہ

دوستی الخ۔ یعنی بیوقوف کی دوستی دشمنی سے بھی بدتر ہے اور یہ تو جس حیلہ سے کہ تو جانے نکالنے کے قابل ہے مطلب یہ کہ چونکہ دشمن سے تو انسان بچاؤ کرتا ہے اور اس کے نقصانات سے پرہیز کرتا ہے لیکن اگر کوئی شخص دوستی کے پیرایہ میں دشمنی کرے تو وہ بہت ہی خطرناک ہے تو چونکہ بیوقوف کو عقل تو ہے نہیں اس لئے بجائے نفع کے ضرر ہی پہنچا دے گا اور چونکہ اس کو دوست سمجھے ہوئے ہے اس لئے بچاؤ بھی نہ کرے گا لہٰذا اس کی دوستی دشمنی سے بھی بدتر ہوئی اور چونکہ یہ ریچھ حیوان اور بیوقوف ہے اس لئے اس کو بھی جس طرح ہو سکے اپنے سے الگ کر دے ان ساری نصیحتوں کو سن کر وہ حضرت ریچھ والے فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت واللہ الخ۔ یعنی وہ ریچھ والا کہنے لگا کہ خدا کی قسم حسد کی وجہ سے یہ کہا ہے ورنہ ریچھ پن کیا دیکھتے ہو اس مہربانی کو دیکھو۔ مطلب یہ کہ جب اس پند گو نے یہ باتیں کہیں اور کہا کہ بھائی اس کو اپنے پاس سے ہٹادے تو آپ فرماتے ہیں کہ چونکہ مجھے اس قدر امتیاز حاصل ہے کہ میرا نگہبان ایک درندہ ہے اس لئے آپ کو حسد پیدا ہوا ہے اور چاہتے ہو کہ یہ امتیاز مجھے حاصل نہ ہو ورنہ اس کے اندر تو خرس کا کہیں پتا بھی نہیں بلکہ یہ اس کی ملاطفت اور مہربانی قابل دید ہے کہ یہ ایک انسان کی کس طرح حفاظت کر رہا ہے (عجب کوڑ مغز آدمی ہے) یہ سن کر وہ پند گو کہتا ہے کہ

گفت الخ۔ یعنی اس پند گو نے کہا کہ بیوقوفوں کی مہربانی دھوکا دینے والی ہوتی ہے اور میری یہ حسودی اس کی مہربانی سے بہتر ہے اس لئے کہ اس میں تو تیرا کوئی فائدہ بجز ایک حصول امتیاز موہوم کے کچھ بھی نہیں ہے اور میری اس نصیحت میں جس کو کہ تو اپنی کج فہمی سے حسد سمجھ رہا ہے تیرا فائدہ ہے اس لئے چاہیے کہ نصیحت کو سن اور اس کو الگ کر دے اور کہا کہ

ہے بیا با من الخ۔ یعنی ارے میرے ساتھ آ اور اس ریچھ کو بھگا دے خرس کو قبول مت کر اور جنس کو چھوڑ مت

گفت الخ۔ یعنی وہ ریچھ والا بولا کہ ارے حاسد جا اپنا کام کر۔ تو وہ ناصح بولا کہ میرا کام تو یہی تھا اور تیری قسمت میں نہ تھا مطلب یہ کہ اب ان ریچھ والے صاحب کو جوش آیا اور بولے کہ اے چل کہاں کی نصیحت لئے پھرتا ہے وہ چونکہ بہت ہی مشفق تھا اس لئے کہنے لگا کہ بھائی میرا تو کام ہی نصیحت کرنا تھا اب تیری قسمت ہی میں نہ ہو تو میں کیا کر سکتا ہوں یہ کہہ کر پھر جوش شفقت سے سمجھانے لگا کہ

من کم از الخ۔ یعنی اے بھلے آدمی میں ریچھ سے تو کم نہیں ہوں تو اس کو چھوڑتا کہ میں (اس سے اچھا) تیرا ساتھی ہو جاؤں۔

بر تو دل الخ۔ یعنی میرا دل تیرے اوپر اندیشہ کی وجہ سے کانپ رہا ہے ارے تو ایک ریچھ کے ساتھ جنگل میں مت جا۔ مبادا تجھے کوئی گزند پہنچا دے کہ آخر تو حیوان لایعقل ہے۔ جب غصہ آئے تو بھلے برے کی کچھ بھی تمیز نہ رہے گی خدا کے لئے میرے کہنے کو مان لے اور اس کو چھوڑ دے اور کہتا ہے کہ

این دلم الخ۔ یعنی یہ میرا دل فضول نہیں کانپ رہا ہے بلکہ یہ نور حق ہے کوئی دعوے یا شیخی نہیں ہے مطلب یہ کہ میں جو یہ کہہ رہا ہوں کہ مجھے اندیشہ ہے کہ مبادا کہیں تجھ کو یہ گزند نہ پہنچا دے تو یہ میرا خیال ہی نہیں ہے بلکہ یہ میں الہام سے کہہ رہا ہوں صرف شیخی اور دعوے ہی نہیں ہے بلکہ جو کہہ رہا ہوں ضرور ہوگا اس لئے خدا کے لئے میرا کہا مان اور اس کو چھوڑ اور وہ کہنے لگا

مومنم الخ۔ یعنی میں مومن ہوں وہ کہ ینظر بنور اللہ ہو چکا ہو تو ضرور اس آتشکدہ سے بھاگ۔ مطلب یہ کہ دیکھ میرا کہنا کوئی ایسا کہنا نہیں ہے کہ صرف ایک گمان اور وہم سے کہا ہو بلکہ میری وہ حالت ہے کہ میں الحمد للہ نور حق سے دیکھتا ہوں اور مجھے بصیرت کاملہ حاصل ہے اس لئے مجھے صاف طور پر معلوم ہو رہا ہے اور الہام کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ یہ تجھے گزند پہنچاوے گا اس لئے خدا کے لئے اس سے الگ رہ اور اس سے دوستی مت کر آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

ایں ہمہ گفت الخ۔ یعنی یہ سب کچھ کہا اور اس کے کان میں کچھ نہ گیا۔ اس لئے کہ بدگمانی انسان کے لئے ایک سخت روک ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ اس شخص کو اس مرد خدا پر بدگمانی ہوگئی تھی کہ اس کی کوئی غرض اس سمجھانے میں ہے لہٰذا یہ بدگمانی قبول حق سے اس کو بہت بڑی رکاوٹ اور آڑ ہوگئی اور اس نے ہرگز حق قبول نہ کیا اب جبکہ زبانی سمجھانے سے اس کی سمجھ میں نہ آیا تو اس نے پھر ایک کوشش کی اور وہ یہ کہ

دست الخ۔ یعنی اس ناصح نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اس نے اس سے ہاتھ کھینچ لیا۔ تب وہ ناصح بولا کہ جب تو یار رشید نہیں ہے تو میں جاتا ہوں۔ مطلب یہ کہ اس ناصح نے اس کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے اٹھایا تو ان حضرت نے اپنا ہاتھ چھڑا لیا اور کھڑے نہیں ہوئے جب اس میں بھی وہ ناکام رہا تو بولا کہ اچھا بھائی میں تو جاتا ہوں جب کسی طرح مانتا ہی نہیں اس بیچارہ نے تو یہاں تک خیر خواہی کی اور اس قدر سمجھایا اس پر حضرت فرماتے ہیں کہ

گفت الخ۔ یعنی ریچھ والا بولا کہ اچھا جا تو میرا غمخوار مت ہو ارے بوالفضول ذرا معرفت کم تراشو۔ مطلب یہ کہ آپ فرماتے ہیں کہ ہاں ہاں بہتر ہے آپ تشریف لے جایئے مجھے آپ کی غمخواری کی ضرورت نہیں ہے اور ذرا کھڑے ہوکر بہت بزرگی مت بگھارو کہ مجھے الہام سے معلوم ہوا ہے اور میں جو کہہ رہا ہوں صحیح ہی کہہ رہا ہوں لیکن چونکہ اس کی تو کوئی ذاتی غرض نہ تھی بلکہ اس کے بھلے ہی کے واسطے کہہ رہا تھا اس لئے پھر جوش شفقت میں سمجھانے لگا کہ

باز گفتش الخ۔ یعنی اس سے کہا کہ ارے میں تیرا دشمن تو نہیں ہوں اگر تو میرے پیچھے آئے گا تو لطف دیکھے گا۔ مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ ارے کمبخت میں تیرا دشمن تو نہیں ہوں اس لئے میرے کہنے کو مان اور میرے ہمراہ چلا آ پھر دیکھ تو کیسے کیسے لطف و کرم دیکھے گا۔ وہ تو نصیحتیں کر رہا تھا اور اس کے دماغ میں اس امتیاز کی قدر تھی اور یوں سمجھ رہا تھا کہ اس ریچھ کی پاسبانی میں میری بہت بڑی عزت ہے اور یہ شخص اس میں حارج تھا تو آپ یہ سن کر جواب فرماتے ہیں کہ

گفت الخ۔ یعنی اس ریچھ والے نے کہا کہ میں تو سوتا ہوں جا اور مجھے چھوڑ۔ تو اس ناصح نے کہا کہ پچھلے یار کا مطیع ہو یعنی میرا مطیع ہو جا اور کہنا مان لے۔

تابہ خسپی الخ۔ یعنی تاکہ تو ایک متقی کی پناہ میں سووے اور ایک دوست صاحب دل کے پڑوس میں۔ مطلب یہ کہ میرا کہنا مان لے اور میری ہمراہ چلا آ اور اس کو چھوڑ دے اور اس کی حفاظت میں مت سوتا کہ تجھے مجھ جیسے دوست کے اور صاحب دل اور متقی کے سایہ اور حفاظت اور پناہ میں سونا ملے۔ جب اس ناصح نے سمجھانے میں اس قدر کاوش کی اور کوشش کی تو اس شخص کو یہ شبہ ہوگیا کہ اس میں اس ناصح کی کوئی ذاتی غرض ہے کہ جس کی وجہ سے اس کو اس قدر کوشش ہے آگے اسی کو بیان فرماتے ہیں کہ

درخیال الخ۔ یعنی اس ناصح کی کوشش کی وجہ سے یہ آدمی بدگمانی میں پڑ گیا اور غصہ ور ہوگیا اور اس ناصح سے

www.besturdubooks.wordpress.com

سے منہ پھیر لیا اور وہ یہ بدگمانی ہوئی کہ

کین الخ۔ یعنی یہ کہ شاید میرا قصد کر کے آیا ہے اور خونی ہے یا طمع رکھتا ہے کوئی فقیر ہے اور کمینہ ہے۔ مطلب یہ کہ اس کو یہ گمان ہوا کہ شاید یہ مجھے مارنا چاہتا ہے اور جانتا ہے کہ اس ریچھ کی حفاظت میں تو میرا قابو چل نہیں سکتا لہٰذا اس کو بہکا کر ریچھ کو تو الگ کر دوں پھر میرا قابو چل جائے گا اور یا کوئی فقیر اور طامع ہے کہ جس کو یہ لالچ ہے کہ اس ریچھ کو ہٹا کر خود خدمت کرے اور اس کی عوض میں اس کو میں کچھ دیدوں۔ اس لئے اس کو اس قدر کوشش ہے (سبحان اللہ ان نصائح کی کیا قدر کی ہے) اور یہ گمان ہوا کہ

یا گرو بست الخ۔ یعنی یا دوستوں سے اس بات کی شرط باندھ کر آیا ہے کہ مجھے اس ہم نشین سے ڈرائے گا یعنی اس کو یہ گمان ہوا کہ شاید کہیں لوگوں میں یہ چرچا ہو گا کہ اس کا تو ریچھ بہت گہرا دوست ہو گیا ہے اور وہ اس سے الگ ہو ہی نہیں سکتا تو اس شخص نے ان سے شرط کی ہو کہ میں ضرور اس کو بہکا کر اس سے الگ کرا دونگا اس لئے اس قدر کوشش کرتا ہو۔

یا حسد الخ۔ یعنی یا میرے دوست کی مہربانی کی وجہ سے حسد کرتا ہے کہ میرے کام میں اس قدر کوشش کر رہا ہے مطلب یہ کہ اس کو یہ گمان ہوا کہ چونکہ یہ ریچھ میرا بہت گہرا دوست ہو گیا ہے اس لئے اس کو حسد ہے اور چاہتا ہے کہ ان دونوں کی دوستی نہ رہے (ارے واہ ری عقل خوب سمجھے قربان جایئے) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

خود نیامد الخ۔ یعنی اس کے خبث سر کی وجہ سے کوئی گمان نیک اس کے دل میں نہ آیا اور فرماتے ہیں کہ

ظن نیکش الخ۔ یعنی اس کا نیک گمان تو سارا کا سارا ریچھ پر تھا۔ ہاں شاید وہ ریچھ کا ہم جنس ہو گا اسی لئے اس کو اچھا جانتا تھا اور آدمیوں سے نفرت کرتا تھا۔ اب مولانا کو غصہ آ گیا اور فرماتے ہیں کہ

بدگمان الخ۔ یعنی بدگمان اور بیوقوف اور نا اہل تھا اور بدبختی کی وجہ سے وہ جہل کا مطیع تھا۔

بدرگ الخ۔ یعنی بدرگ اور خودرائے بدبخت ابدی گمراہ مغرور رانده ذلیل اور مردود تھا۔

خرس الخ۔ یعنی ریچھ کو ایک صاحب کمال پر ترجیح دی۔ روسیہ حاصل تباہ فاسد خیال۔

عاقلے الخ۔ یعنی ایک عقلمند آدمی کو تو کتے پن کی وجہ سے تہمت لگائی اور ریچھ کو مہر و داد والا سمجھا۔ (گدھا کہیں کا) آگے مولانا ایک حکایت لاتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک گوسالہ پرست سے پوچھا کہ ارے کمبخت تو یہ تو بتا کہ تو نے میرے اندر تو بہت سے معجزات دیکھے اور بہت سی نشانیاں میرے صدق پر تو نے دیکھیں۔ تو میری پیغمبری میں تو تجھے شبہ رہا اور اس گوسالہ کی ذرا سی بھاں بھاں پر ریجھ گیا اس کی کیا وجہ ہے تو مولانا فرماتے ہیں کہ اس کی عقل سالم نہ تھی اور اس کو بدگمانی تھی اس لئے اس کو طریق ہدایت نظر نہ آیا اسی طرح چونکہ اس شخص کو بھی بدگمانی اور فاسد خیالی نے آ کر گھیرا تھا لہٰذا اس نے بھی ہدایت کو نہ مانا۔ اب حکایت سنو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

گفتن موسیٰ گوسالہ پرست را کہ آں خیال اندیشی وحزم تو کجا رفت

(حضرت) موسیٰ علیہ السلام کا ایک بچھڑے کے پوجنے والے سے فرمانا کہ تیری وہ سمجھ اور پختگی کہاں چلی گئی؟

گفت موسیٰ با یکے مست خیال	کاے بد اندیش از شقاوت در ضلال
(حضرت) موسیٰ نے ایک وہمی سے فرمایا	کہ اے بدبختی کی وجہ سے گمراہ اور بدخیال!
صد گمانت بود در پیغمبریم	با چنیں برہان و ایں خلق کریم
تجھے میری پیغمبری میں سو شک تھے	ایسی دلیل اور ان اچھے اخلاق کے ہوتے ہوئے
صد ہزاراں معجزہ دیدی زمن	صد خیالت می فزود وشک وظن
تو نے مجھ سے لاکھوں معجزے دیکھے	(لیکن) تیرے اندر سیکڑوں وہم شک اور بدگمانیاں بڑھیں
از خیال و وسولہ تنگ آمدی	طعن بر پیغمبریم می زدی
تو وہم اور وسوسہ سے مجبور ہو گیا	میری پیغمبری پر تو نے طعنہ زنی کی
گرد از دریا بر آوردم عیاں	تا رہیدید از شر فرعونیاں
میں نے کھلم کھلا دریا سے گرد اڑا دی	یہاں تک کہ تم فرعون والوں کے شر سے بچ گئے
ز آسماں چل سالہ کاسہ و خواں رسید	وز دعایم جوئے از سنگے دوید
چالیس سال تک آسمان سے پیالہ اور خوان آیا	میری دعا سے پتھر سے پانی کی نہر بہ پڑی
چوب شد در دست من نر اژدہا	آب خوں شد بر عدوے ناسزا
میرے ہاتھ میں لکڑی نر اژدھا بنی	نالائق دشمن پر پانی خون بن گیا
شد عصا مار و کفم شد آفتاب	آفتاب از عکس رویم شد شہاب
لاٹھی سانپ بنی اور میری ہتھیلی سورج بنی	سورج میرے چہرے کے عکس سے ٹوٹا ہوا ستارہ بن گیا
ایں وصد چندیں وچندیں گرم وسرد	از تو اے سرد آں توہم کم نہ کرد
اس نے اور ایسے ایسے سیکڑوں مختلف قسم (کے معجزوں) نے	اے کج فہم! تیرا وہم نہ مٹایا
بانگ زد گوسالۂ از جادوئی	سجدہ کردی کہ خدائے من توئی
جادوگری سے بچھڑا بولا	تو نے سجدہ کیا کہ میرا خدا تو ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آں توہمات را سیلاب برد	زیرکی باردت را خواب برد
تیرے ان وہموں کو سیلاب بہا لے گیا	تیری لایعنی ذہانت سو گئی
چوں نبودی بدگماں در حق او	چوں نہادی سر چناں اے زشت رو
تو اس کے بارے میں بدگمان کیوں نہ ہوا؟	اے بدصورت! تو نے اس طرح کیوں سر دھر دیا؟
چوں خیالت نامد از تزویر او	وز فساد سحر احمق گیر او
تجھے اس کی مکاری کا کیوں خیال نہ آیا؟	اور اس کے احمقوں کو پھنسانے والے جادو کا
سامری خود کہ باشد اے مہاں	کہ خدائے برتراشد در جہاں
اے ذلیل! سامری خود کیا ہے؟	کہ جو دنیا میں خدا بنا ڈالے
چوں دریں تزویر او یک دل شدی	وز ہمہ اشکالہا عاطل شدی
تو جب تو اس کی اس مکاری سے مطمئن ہو گیا	اور تمام اشکالات سے خالی ہو گیا
گاؤی شاید خدائی را بلاف	در رسولی ام تو چوں کردی خلاف
بکواس سے بچھڑا خدائی کے لائق ہو سکتا ہے؟	میرے رسول ہونے میں تو نے کیوں خلاف کیا؟
پیش گاوے سجدہ کردی از خری	گشت عقلت صید سحر سامری
گدھے پن سے تو نے بچھڑے کے سامنے سجدہ کیا	تیری عقل سامری کے جادو کا شکار ہو گئی
چشم وزدیدی زنور ذوالجلال	اینت جہل و افروعین ضلال
تو نے اللہ (تعالیٰ) کے نور سے آنکھیں چرائیں	عجیب بھاری نادانی اور اصل گمراہی ہے
شہ براں عقل و گزینش کہ تراست	چوں تو کان جہل را کشتن سزاست
تیری عقل اور اس کے انتخاب پر جو تو نے کیا تف ہے	تجھ جیسے جہل کی کان کا قتل مناسب ہے
گاو زریں بانگ کرد آخر چہ گفت	کاحمقاں را اینہمہ رغبت شگفت
سونے کا بچھڑا بولا آخر کیا کہا؟	کہ احمقوں کی رغبت کے یہ سب پھول کھلے
زاں عجب تر دیدۂ از من بسے	لیک حق را کہ پذیرد ہر خسے
مجھ سے تو نے اس سے زیادہ تعجب انگیز (معجزے) دیکھے	لیکن ہر کمینہ حق بات کو کب مانتا ہے؟
باطلاں راچہ رباید باطلے	عاطلاں راچہ خوش آید عاطلے
بیہودوں کو کیا بھاتا ہے؟ بیہودہ بات	لغو لوگوں کو کیا اچھا لگتا ہے؟ لغو

www.besturdubooks.wordpress.com

زاں کہ ہر جنسے رباید جنس خود	گاؤ سوئے شیر نر کے رونہد
کیوں کہ ہر جنس اپنی جنس کو کھینچتی ہے	گائے نر شیر کیانے کب آتی ہے؟
گرگ بر یوسفؑ کجا عشق آورد	جز مگر از مکر تا او را خورد
بھیڑیا یوسف سے کب عشق کرتا ہے؟	مکر کے سوا؟ تاکہ اس کو ہڑپ کر جائے
چوں زگرگی وارہد محرم شود	چوں سگ کہف از بنی آدم شود
جب بھیڑیے پن سے نجات حاصل کر لیتا ہے محرم ہو جاتا ہے	اصحاب کہف کے کتے کی طرح انسان ہو جاتا ہے
چوں محمدؐ را ابوبکرؓ نکو	دید صدقش گفت ھذا صادق
جب نیک (سیرت) ابوبکرؓ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)	کی سچائی کو دیکھا بول اٹھے یہ سچا ہے
چوں ابوبکرؓ از محمدؐ بردہ بو	گفت ھذا لیس وجہ کاذب
جب ابوبکرؓ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خوشبو سونگھی	کہا یہ جھوٹا چہرہ نہیں ہے
چوں نہ بد بوجہل از اصحاب درد	دید صد شق القمر باور نہ کرد
چونکہ ابوجہل اصحاب درد میں سے نہ تھا	سو شق القمر (جیسے معجزے) دیکھے یقین نہ کیا
دردمندے کش زبام افتاد طشت	زو نہاں کردیم حق پنہاں نگشت
وہ درد مند جس کا راز ظاہر ہو کر رہا	ہم نے اس سے حق کو چھپایا (پھر بھی) نہ چھپا
وانکہ او جاہل بد از دردش بعید	چند بنمودیم و او آں را ندید
وہ جو کہ جاہل تھا (اور) اس کے درد سے دور تھا	ہم نے اس کو ہر چند دکھایا اس نے اس کو نہ دیکھا
آئینہ دل صاف باید تا درو	واشناسی صورت زشت از نکو
دل کا آئینہ صاف ہونا چاہیے تاکہ اس میں	بری اور اچھی صورت میں تو امتیاز کر سکے

اوپر تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ وہ احمق واقعہ کو خلاف واقع اور دوست کو دشمن اور دشمن کو دوست سمجھتا تھا آگے فرماتے ہیں کہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے اس گوسالہ پرست شخص کی جس سے موسیٰ علیہ السلام نے گفتگو کی تھی جس کی تفصیل یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک فاسد الخیال شخص سے کہا کہ اے غلط فہم اور اپنی بدبختی کے باعث مبتلائے گمراہی یہ کیا بات ہے کہ باوجود میرے نبوت کی دلیل واضح و برہان یقینی اور اس خلق کریم کے جو انبیاءؑ کے ساتھ مختص ہے تجھے میری رسالت میں سینکڑوں شبہات تھے اور تو نے مجھ سے بکثرت معجزے دیکھے مگر بایں ہمہ ان سے سینکڑوں خیالات باطلہ اور شکوک اور ظنون باطلہ ہی بڑھے جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ تو نے اپنے خیالات اور وساوس

www.besturdubooks.wordpress.com

سے تنگ آ کر اور مغلوب ہو کر میری پیغمبری پر اعتراض کیا میں نے کھلم کھلا دریا کو پھاڑ کر خشک مٹی نکال دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تم فرعونیوں کے شر سے محفوظ ہو گئے۔ نیز آسمان سے چالیس برس تک تم کو پیالے اور خوان پہنچے۔ یعنی وادی تیہ میں چالیس برس تم کو بلا مشقت کھانا ملا اور میری دعا سے پتھر سے چشمے نکلے۔ لاٹھی میری ہاتھ میں زبردست اژدھا بن گئی اور نالائق دشمن کے لئے پانی خون بن گیا۔ لاٹھی سانپ بن گئی اور میری ہتھیلی آفتاب کی طرح چمکنے لگی اور میرے نور کف کے عکس کے مقابلہ میں آفتاب ٹوٹنے والے ستارہ کی طرح بے قدر ہو گیا غرض کہ اے جامد طبع ان معجزات اور اتنے ہی بڑے اور سو معجزات اور اتنے ہی عظیم الشان مختلف احوال نے تیرے توہمات کو کم نہ کیا لیکن جادو سے گوسالۂ سامری بولنے لگا تو تو نے اس کو سجدہ کیا اور کہا کہ میرا خدا تو یہی ہے اور وہ توہمات سب رو میں بہہ گئے اور تیری اس جامد اور بے محل زیرکی کو نیند آ گئی کہ بالکل معطل ہو گئی اور کچھ بھی کام نہ دیا۔ اے بدخصلت تو اس کے حق میں بدگمان کیوں نہ ہوا اور اس کے سامنے تو نے سر کیوں جھکا دیا اور تجھے اس کی دھوکہ دہی کا خیال کیوں نہ آیا اور اس کے احمقوں کے پھنسانے والے جادو کے فساد کا احساس کیوں نہ ہوا اور اے ذلیل تو نے اتنا نہ سمجھا کہ سامری کیا چیز ہے کہ عالم میں ایک خدا بنا کر کھڑا کر دے اور بچھڑے کی خدائی پر تجھے کیونکر اطمینان ہو گیا اور تو تمام اشکالات سے کیونکر خالی ہو گیا۔ پس تو نے میری پیغمبری میں کیوں مخالفت کی سمجھ تو سہی کہیں نعوذ باللہ بچھڑا بھی خدائی کا مستحق ہو سکتا ہے۔ جب ایسا نہیں ہو سکتا اور یہ امر نہایت ہی واضح ہے کہ موٹی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے تو کیسے غضب کی بات ہے کہ تو نے ایک بچھڑے کے سامنے سجدہ کیا اور تیری عقل سامری کے جادو کے جال میں پھنس گئی اور نور حق سبحانہ سے تو نے آنکھ بند کر لی۔ یہ کیسی عجیب جہالت تامہ اور خالص گمراہی ہے تیری اس عقل اور تیرے اس انتخاب پر پھٹکار تو جہالت کی کان تو مار ڈالنے ہی کے قابل ہے۔ اچھا یہ تو بتا کہ سونے کا بچھڑا بولا تو آخر اس نے کیا کہا کہ احمقوں کو اس درجہ رغبت ہو گئی۔ مجھ سے تو تو نے اس سے بہت عجیب باتیں مشاہدہ کی ہیں لیکن تو میرا معتقد نہیں ہوا وجہ یہ کہ حق کو ہر ذلیل قبول نہیں کرتا کیونکہ ہر شے کا میلان اپنی مناسب کی طرف ہوتا ہے۔ چنانچہ باطل پرستوں کو کیا چیز اپنی طرف کھینچتی ہے اس کی مناسب یعنی باطل اور کمالات سے بے بہرہ کو کیا چیز پسند آتی ہے وہی ان کے مناسب یعنی کمال سے بے بہرہ اور وجہ وہی ہے جو ہم پیشتر کہہ چکے ہیں کہ ہر جنس اپنی جنس کو کھینچتی ہے بھلا دیکھو گائے بھی کہیں شیر کی طرف جاتی ہے ہرگز نہیں کیوں؟ اس لئے کہ وہ اس کے مناسب نہیں اور دیکھو بھیڑیا بھی کہیں یوسف پر عاشق ہوتا ہے ہرگز نہیں بس اگر متوجہ بھی ہوتا ہے تو صرف اس لئے کہ مخالفت کے سبب مکر سے اسے کھا جائے۔ یہ حکم اس وقت تک ہے جب تک کہ اس میں بھیڑیا پن باقی رہے لیکن جب کہ اس کے اندر سے بھیڑیے پن کی صفت جاتی رہتی ہے تب وہ مناسب اور موافق ہو جاتا ہے اور سگ اصحاب کہف کی طرح آدمی ہو جاتا ہے پس اگر تم کوئی اس قسم کی نظیر دیکھو تو دھوکہ نہ کھانا۔ اب مناسبت اور عدم مناسبت کے آثار کے بعض نظائر اور سن لو۔ جبکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو آپ

www.besturdubooks.wordpress.com

کا وصف صدیقیت بزبان حال بول اٹھا کہ یہ سچا نبی ہے اور چونکہ ان کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مناسبت تھی اس لئے آپ نے تصدیق کی اور گویا کہ یہ فرمایا کہ جھوٹے کی صورت ایسی نہیں ہوتی لیکن چونکہ ابو جہل اصحاب درد میں سے نہ تھا اور اس لئے اس کو مناسبت نہ تھی اس لئے شق القمر کی مثل سو عظیم الشان معجزات دیکھے مگر یقین نہیں کیا جس طرح انبیاء کے زمانہ میں دو قسم کے لوگ تھے یوں ان کے جانشین حضرات کے وقت میں بھی ہیں۔ چنانچہ جو درد مند کہ آج شہرۂ آفاق ہیں ان سے ہم نے حق کو چھپایا بھی اور اپنی حالت کو ان پر ظاہر بھی نہیں کیا لیکن تب بھی حق ان پر پوشیدہ نہیں ہوا اور وہ سمجھ گئے اور جو جاہل اور درد سے دور تھا اس کو بہت سی کرامات وغیرہ کے ذریعہ سے حق دکھلانا چاہا مگر اس کو دکھلائی نہیں دیا اور وہ جیسا تھا ویسا ہی رہا لہٰذا آئینۂ دل صاف ہونا چاہیے تاکہ اس کے سبب سے تم کو اچھی اور بری صورت معلوم ہو جائے اور صالح الاستعداد اور فاسد الاستعداد کا پتہ چل جائے یا کامل اور ناقص میں اور سچی اور جھوٹی میں امتیاز ہو جائے۔

شرح شبّیری

موسیٰ علیہ السلام کا ایک گوسالہ پرست سے کہنا کہ گوسالہ سے تجھ کو کیوں اعتقاد ہے

گفت الخ۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے ایک مست وہم سے کہا کہ اے بد اندیش شقاوت کی وجہ سے گمراہی میں۔

صد گمانت الخ۔ یعنی میری پیغمبری میں تجھے سینکڑوں گمان تھے باوجود اتنی دلیلوں کے اور اس خلق کریم کے۔

صد ہزاران الخ۔ یعنی تو نے مجھ سے لاکھوں معجزے دیکھے اور تیرے خیالات اور شک اور گمان بڑھتے ہی چلے گئے

از خیال الخ۔ یعنی خیالوں اور وسوسوں کی وجہ سے تو تنگ آتا تھا اور میری پیغمبری پر طعنہ مارتا تھا آگے اور معجزات کا بیان فرماتے ہیں کہ

گرد از الخ۔ یعنی میں نے دریا میں سے گرد نکالی یہاں تک کہ تم فرعونیوں کے شر سے چھوٹے۔

ز آسمان الخ۔ یعنی چالیس برس تک (وادی میں) پیالہ اور خوان پہنچا اور میری ہی دعا سے پتھر میں سے ندی نکلی یہاں ایک تاریخی اشکال یہ ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کا وادی میں ہونا تو اس عبادت گوسالہ کے بہت بعد ہوا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کی وفات وادی ہی میں ہو چکی تھی تو پھر اس گوسالہ پرست سے یہ کہنا کہ تو نے میرا یہ معجزہ دیکھ کر بھی مجھے نہیں مانا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ سو اس کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ شاید وجود گوسالہ سے قبل حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس قید کی اطلاع دی ہو اور چونکہ آپ نبی تھے اس لئے وہ خبر ایسی یقینی ہو گی گویا کہ وقوع ہو گیا اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ قید بھی کا لمعاینہ ہو گئی تھی پھر بھی تو نے نہ مانا اگرچہ ایک بعید تاویل

ہے لیکن اس کے علاوہ اور کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ اگر کسی اور صاحب کے خیال میں اس سے اچھی تاویل آئے تو طبع ثانی یا نظر ثانی میں اصلاح فرمائیں۔

چوب شد الخ۔ یعنی میرے ہاتھ میں لکڑی ایک نراژدھا ہوگئی اور دشمن نالائق پر پانی خون ہوگیا۔

شد عصا الخ۔ یعنی عصا تو سانپ ہوگیا اور میرا ہاتھ آفتاب (کی طرح چمکدار) ہوگیا کہ میرے نور کے سامنے آفتاب (ظاہری) بھی ایک شہاب (کی مانند) ہوگیا۔

این الخ۔ یعنی یہ (مذکور) اور سینکڑوں ایسے ہی اور ایسے گرم وسرد لے اے سرد موجب سے اس تو ہم کو دور نہ کیا اور باوجود ان ساری نشانیوں کے تجھے شک ہی رہا۔

بانگ زد الخ۔ یعنی کہ ایک گوسالہ نے جادو کی وجہ سے آواز کی تو تو نے سجدہ کرلیا کہ تو ہی میرا خدا ہے۔

آن توہمات الخ۔ یعنی ان توہمات کو (جو کہ میرے صدق میں تھے) سیلاب (بہا) لے گیا اور تیری عقل سرد کو خواب غفلت لے گئی اور اس گوسالہ میں تجھے کچھ نہ سوجھا کہ شبہات نکالتا۔

چون نبودی الخ۔ یعنی اس کے حق میں تو بدگمان کیوں نہ ہوا اور اے زشت خواں کے سامنے تو نے کس طرح سر رکھ دیا۔

چون الخ۔ یعنی تجھے اس کی تزویر کا کیوں خیال نہ آیا اور اس کے احمق گیر فساد سے کیوں گمان نہ ہوا۔

سامرے الخ۔ یعنی اے کمبخت ایک سامری کیا ہوگا کہ وہ دنیا میں خدا کو تراشے گا نعوذ باللہ۔ یعنی بھلا سامری کا بنایا ہوا جو ہو وہ خدا بھی ہو سکتا ہے ہرگز نہیں۔

در خدائی الخ۔ یعنی ایک بیل کی خدائی میں تو کس طرح یکدل ہوگیا اور تمام اشکالات سے عاطل ہوگیا کہ کوئی شبہ ہی واقع نہ ہوا۔

گاو الخ۔ کیا ایک بیل خدائی کے لائق ہو سکتا ہے اور تو نے میری رسولی میں کس طرح خلاف کیا (عجب حیرت ہے)۔

پیش الخ۔ یعنی تو نے گدھے پن کی وجہ سے ایک بیل کے سامنے سجدہ کرلیا۔ تیری عقل سحر سامری کی شکار بن گئی۔

چشم الخ۔ یعنی تو نے نور حق تعالیٰ سے تو آنکھ ہی لی یہ عجیب جہل ہے اور عین گمراہی ہے۔

شہ بران الخ۔ یعنی تیری عقل اور سمجھ پر لعنت ہے اور جبکہ تو کان جہل ہے تو تیرا مار ڈالنا درست ہے۔

گاو زرین الخ۔ یعنی ایک سونے کے بیل نے آواز کی آخر کیا کہا کہ احمقوں کو یہ ساری رغبت ہوئی۔

زان الخ۔ یعنی اس سے بہت عجب تو نے مجھ سے اکثر دیکھا ہے لیکن (بات یہ ہے کہ) حق راہ ہر کمینہ کب قبول کرتا ہے۔ تو دیکھو کہ اس شخص کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت میں شک رہا اور اس کی ذرا سی بات دیکھ کر فوراً مان لیا یہ ساری کج فہمی ہی ہے اور کیا ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

باطلاں الخ۔ یعنی باطلوں کو کیا شے لبھاتی ہے؟ کوئی باطل شے۔ اور عاطلوں کو کیا پسند آتا ہے کوئی عاطل۔

www.besturdubooks.wordpress.com

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ ہر جنس اپنی جنس کو لبھاتی ہے اور گائے شیر نر کی طرف (ہرگز) منہ نہیں کرتی۔ اس لئے کہ وہ اس کی جنس سے نہیں ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ شیر تو اس کی طرف آتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کی جنس سے ہے تو جواب یہ ہے کہ وہ جو آتا ہے تو اس کی محبت کی وجہ سے نہیں آتا بلکہ اسے معدوم کرنے کے لئے آتا ہے جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسکی جنس نہیں ہے آگے بھی مولانا اس جنس کی مثالیں بیان فرماتے ہیں کہ

گرگ الخ۔ یعنی بھیڑیا یوسف پر کب عاشق ہوگا سوائے اس کے کہ مکر سے ان کو کھالے۔ مطلب یہ کہ چونکہ گرگ انسان کی جنس نہیں ہے اس لئے اس سے ہرگز موانست پیدا نہ کرے گا اور اگر بظاہر اس کی طرف آئے گا جس سے کہ شبہ موانست کا ہوتا ہے تو وہ بھی اس لئے کہ اس حیلہ سے اس کو کھانے۔ یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ بعض بزرگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ درندوں کے ہمراہ رہتے ہیں بلکہ درندوں سے کھیل کرتے ہیں حالانکہ یقیناً وہ دونوں آپس میں ہم جنس نہیں ہیں اس لئے اس کا جواب دیتے ہیں کہ

چون محمد الخ۔ یعنی جبکہ وہ گرگی سے چھوٹ جائے تو محرم ہو جائے اصحاب کہف کے کتے کی طرح بنی آدم میں سے ہو جائے مطلب یہ کہ اگر کہیں دیکھا گیا ہے کہ درندہ انسان سے ملتا ہے تو وہاں اس کی وہ صفت درندگی کی ہی موجود نہیں ہے لہٰذا درندہ ہی نہیں رہا۔ اس لئے کہ اب تو اس کے اندر صفت موانست کی آ گئی ہے پھر وہ درندہ کیوں ہوگا آگے مناسبت ہی کی ایک اور نظیر بیان فرماتے ہیں کہ

چون الخ۔ یعنی جبکہ حضرت ابوبکرؓ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ان کے صدق کو دیکھا تو کہہ دیا کہ یہ صادق ہے تو بے کسی دلیل وغیرہ کے اور بغیر مشاہدہ معجزات کے صادق کہہ دینا دلیل اس کی ہے کہ ان میں پہلے سے کوئی مناسبت تھی کہ جس کا یہ اثر ہوا۔

چون ابوبکرؓ الخ۔ یعنی جبکہ حضرت ابوبکرؓ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بو پائی تو کہہ دیا کہ یہ چہرہ کاذب نہیں ہے۔ یہ قصہ حضرت عبداللہ بن سلام کا ہے کہ انہوں نے چہرۂ انور کو دیکھ کر کہا تھا کہ ہذا لیس بوجہ الکذاب تو مولانا کا حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بابت اس امر کو کہنا یا تو اس اعتبار سے کہ ان کا اعتقاد تو یہی تھا اور یا کسی جگہ ان کی بابت بھی ایسا آیا ہو۔ غرض کہ چونکہ آپس میں مناسبت تھی اس لئے انہوں نے تصدیق کی۔

چون الخ۔ یعنی جبکہ ابوجہل اصحاب درد میں سے نہ تھا تو اس نے سینکڑوں شق القمر دیکھے مگر یقین نہ کیا مطلب یہ کہ چونکہ ابوجہل میں درد نہ تھا کہ جس کی وجہ سے طلب ہوتی اس لئے اس نے سینکڑوں معجزے دیکھے مگر کسی کا بھی یقین نہ کیا یہ اثر ہے غیر مناسبت اور مجانست کا آگے مولانا اپنے الفاظ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ارشاد حق کو فرماتے ہیں گویا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

دردمندے الخ۔ یعنی وہ دردمند کہ ان کا درد طشت از بام ہو گیا ان سے ہم نے حق کو پوشیدہ کیا مگر نہ رہا۔ مطلب یہ کہ ارشاد حق ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق وہ دردمند اور عاشق ہیں کہ ان کا یہ عشق اور محبت طشت از بام ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

گیا ہے اور ہم نے تو اول ان سے معجزات کو پوشیدہ ہی رکھا مگر وہ بے معجزات کے بھی ایمان لے آئے اور پھر سب ان پر منکشف اور ظاہر ہو گیا اور انہوں نے حق کو قبول ہی کر لیا اور فرماتے ہیں کہ

وانکہ الخ۔ یعنی وہ شخص کہ جاہل تھا اور ان کے درد سے بعید تھا ہم نے اس کو بہت سے معجزے دکھلائے لیکن اس نے ان کو نہ دیکھا یعنی حضرت صدیقؓ کو چونکہ طلب تھی اور اس طلب سے مناسبت ہو گئی تھی اس لئے وہ تو بے کسی معجزہ وغیرہ کے دیکھے ایمان لے آئے اور جو کہ جاہل تھا اور اس کو طلب نہ تھی اس کو باوجود معجزات کے دیکھنے کے بھی اثر نہ ہوا۔ اب آگے فرماتے ہیں کہ

آئینہ الخ۔ یعنی آئینہ دل صاف ہونا چاہیے تاکہ اس میں برے بھلے کی صورت نظر آ جائے۔ اگر کفار کا قلب صاف ہوتا تو ضرور وہ قبول حق کرتے۔ مگر یہ ساری خرابی اسی کی تھی اور ان کے قلوب میں کھوٹ بھرا ہوا تھا لہٰذا معلوم ہو گیا کہ جب تک آپس میں مناسبت نہیں ہوتی اس وقت تک ایک کو دوسری کی طرف میلان نہیں ہوتا۔ لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں خرس اور صاحب خرس میں بھی کوئی مناسبت خاص تھی جس کی وجہ سے اس آدمی نے اس ناصح کی ہمراہی کو قبول نہ کیا بلکہ اسی کے ساتھ رہنے پر راضی رہا۔ آگے پھر اسی کے قصہ کو بیان فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

ترک کردن آں مرد ناصح بعد از مبالغہ پند مغرور خرس را

اس نصیحت کرنیوالے انسان کا حد درجہ کی نصیحت کے بعد ریچھ سے دھوکے میں پڑے ہوئے آدمی کی نصیحت ترک کرنا

آں مسلماں ترک آں ابلہ گرفت	زیر لب لاحول گویاں باز رفت
اس مسلمان نے اس بے وقوف کو چھوڑ دیا	خاموشی سے لاحول پڑھتا ہوا لوٹ گیا
گفت چوں از جد و پندو از جدال	در دل او بیش می زاید خیال
بولا جبکہ اصرار اور نصیحت اور بحث سے	اس کے دل میں زیادہ شک پیدا ہوتا ہے
پس رہ پند و نصیحت بستہ شد	امر اعرض عنہم پیوستہ شد
تو وعظ اور نصیحت کا راستہ بند ہو گیا ہے	"ان سے اعراض کر" کا حکم وابستہ ہو گیا ہے
چوں دوایت می فزاید درد پس	قصہ بر طالب بگو برخواں عبس
جب تیری دوا درد بڑھائے تو	طلبگار سے بات کر (سورۂ) عبس پڑھ لے
چونکہ اعمیٰ طالب حق آمدست	بہر فقر او رانشاید سینہ خست
جبکہ اندھا حق کا طالب بن کر آیا ہے	اس کے افلاس کی وجہ سے تنگدل نہ ہونا چاہیے

www.besturdubooks.wordpress.com

تو حریصی بر رشاد مہتراں	تا بیا موزند عام از سروراں
تو بڑوں کی ہدایت کا حریص ہے	تاکہ عوام سرداروں سے (دین) سیکھیں
احمدا دیدی کہ قومے از ملوک	مستمع گشتند گشتی خوش کہ بوک
اے احمد! تم نے دیکھا کہ بادشاہوں کی ایک جماعت	سننے لگی ہے (اور) تم خوش ہوئے کہ شاید
ایں رئیساں یار دیں گردند خوش	بر عرب اینہا سر اندو بر حبش
یہ سردار دین کے اچھے دوست بن جائیں گے	یہ عرب اور حبشہ کے سردار ہیں
بگذرد ایں صیت از بصرہ و تبوک	زانکہ الناس علیٰ دین الملوک
یہ شہرت بصرہ اور تبوک سے آگے بڑھ جائے گی	کیونکہ قوم بادشاہوں کے دین پر ہوتی ہے
زیں سبب تو از ضریر مہتدی	رو بگردانیدی و تنگ آمدی
اس لئے تم نے ہدایت چاہنے والے اندھے سے	رو گردانی کی اور تنگ ہوئے
کاندریں فرصت کم افتد ایں مناخ	تو زیارانی و وقت تو فراخ
کہ اس وقت یہ موقع کم ملتا ہے	تو صحابہ میں سے ہے تیرے لئے بہت وقت ہے
مزدحم می کردیم در وقت تنگ	ایں نصیحت می کنم نہ از خشم و جنگ
تنگ وقت میں تو نے مجھ پر ہجوم کیا	یہ میں نصیحت کر رہا ہوں نہ کہ غصہ اور لڑائی
احمدا نزد خدا ایں یک ضریر	بہتر از صد قیصر ست و صد وزیر
اے احمد! اللہ کے نزدیک یہ ایک اندھا	سینکڑوں قیصروں اور وزیروں سے بہتر ہے
یاد الناس معادن ہیں بیار	معدنے باشد فزوں از صد ہزار
خبردار! "لوگ کانیں ہیں" کو یاد رکھ	ایک کان لاکھوں سے بہتر ہوتی ہے
معدن لعل و عقیق مکتنس	بہتر ست از صد ہزاراں کان مس
لعل اور عقیق کی چھپی ہوئی کان	تانبے کی لاکھوں کانوں سے بہتر ہے
احمدا اینجا ندارد مال سود	سینہ باید پر ز عشق و درد و دود
اے احمد! یہاں مال مفید نہیں ہے	ایسا سینہ درکار ہے جو عشق اور درد اور دھویں سے بھرا ہو
اعمیٰ روشندل آمد درد مند	پند او را دہ کہ حق اوست پند
ایک اندھا روشن دل، دردمند آیا	اس کو نصیحت کر نصیحت اس کا حق ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گردو سہ ابلہ ترا منکر شوند	تلخ کے گردی چو ہستی کان قند
اگر دو تین بے وقوف تیرے منکر ہوں	تو آپ تلخ کب ہو سکتے ہیں جبکہ آپ شکر کی کان ہیں
گردو سہ احمق ترا تہمت نہد	حق برائے تو گواہی می دہد
اگر دو تین احمق تجھ پر تہمت لگائیں	اللہ (تعالیٰ) تیری گواہی دیتا ہے
گفت از اقرار عالم فارغم	آنکہ حق باشد گواہ او راچہ غم
فرمایا (اب) میں جہان کے اقرار سے فارغ ہوں	جس کا خدا گواہ ہو اس کو کیا غم ہے
گر خفاشے راز خورشیدے خوریست	ایں دلیل آمد کہ آں خورشید نیست
اگر چمگادڑ کو سورج سے خوراک حاصل ہے	یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ سورج نہیں ہے
نفرت خفاشگاں باشد دلیل	کہ منم خورشید تابان جلیل
چمگادڑوں کی نفرت دلیل ہو گی	کہ میں (رب) جلیل کا روشن سورج ہوں
گر گلابے را جعل راغب شود	آں دلیل نا گلابی می بود
اگر کسی گلاب (کے پھول) کی طرف گبریلا رغبت کرے	وہ اس کے گلاب (کا پھول) نہ ہونے کی دلیل ہو گی
گر شود قلبے خریدار محک	در محکی اش درآید نقص و شک
اگر کھوٹا (سکہ) کسوٹی کا طالب ہے	اس کے کسوٹی ہونے میں نقص اور شک ہوگا
دزد شب خواہد نہ روز ایں را بداں	شب نیم روزم کہ تابم در جہاں
یہ جان لے کہ چور رات چاہتا ہے نہ کہ دن	میں رات نہیں ہوں، دن ہوں جو دنیا میں چمکتا ہوں
فارقم فاروقیم غربیل وار	تا کہ کاہ از من نمی یابد گزار
میں فرق کرنے والا ہوں چھلنی کی طرح جدا کرنیوالا ہوں	حتیٰ کہ بھوسی مجھ میں سے نہیں گزر سکتی ہے
آرد را پیدا کنم من از سبوس	تا نمایم کیں نقوش ست واں نفوس
میں آٹے کو بھوسی سے علیحدہ کر دیتا ہوں	تاکہ دکھا دوں کہ یہ تصویریں ہیں اور وہ انسان ہیں
من چو میزان خدایم در جہاں	وانمایم ہر سبک را از گراں
میں دنیا میں خدا کی ترازو کی طرح ہوں	ہر ہلکے کو بھاری سے نمایاں کر دیتا ہوں
گاؤ را داند خدا گوسالۂ	خر خریدارے و در خور کالۂ
بچھڑا ہی بیل کو خدا سمجھتا ہے	گدھا خریدار، اور اس کے مناسب مال ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

من نہ گاوم تا گوسالہ خرد	من نہ خارم کاشترے از من چرد
میں بیل نہیں ہوں کہ بچھڑا مجھے خریدے	میں کانٹا نہیں ہوں کہ اونٹ مجھے چرے
او گماں دارد کہ با من جور کرد	بلکہ از آئینۂ من روفت گرد
وہ خیال کرتا ہے کہ اس نے میرا کچھ بگاڑا	بلکہ اس نے میرے آئینہ سے گرد صاف کر دی ہے

خیر جب اس احمق نے کسی طرح اس مسلمان کی نصیحت نہ مانی تو اس نے اس احمق کو چھوڑ دیا اور چپکے چپکے لاحول پڑھتے ہوئے اپنا راستہ لیا اور کہا کہ جب میرے اصرار اور نصیحت اور جھگڑے سے اس کے دل میں خیالات فاسدہ ہی بڑھتے ہیں تو اب پند و نصیحت کی راہ بالکل بند ہوگئی اور اعرض عنہم کا حکم پہنچ گیا کہ جب یہ کسی طرح نہیں مانتے اور ماننے کی امید منقطع ہوگئی تو اب آپ بھی ان کی طرف التفات نہ کیجئے اور انہیں ان کی حالت پر چھوڑ دیجئے پس اس بیان سے یہ نتیجہ نکلا کہ جب تمہاری دوا سے درد میں اضافہ ہو تو ان کو چھوڑ کر طالب کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اور اس کو پند و نصیحت کرنا چاہیے۔ اس میں اگر تم کو کچھ تردد ہو تو سورۂ عبس کی تلاوت کرو تم کو تصدیق ہو جائے گی۔ تفصیل اس مضمون کی یہ ہے کہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ جبکہ ایک نابینا (عبداللہ بن ام مکتوم) تمہارے پاس طالب حق ہو کر آیا ہے تو آپ کو زیبا نہیں کہ اس سبب سے کہ وہ ایک غریب آدمی ہے اس لئے اس کو ہدایت کرنے کا نفع صرف اسی کی ذات تک محدود ہے اور متعدی نہیں اور سرداران قریش کی ہدایت کا نفع متعدی ہے نیز یہ مقصد دوسرے وقت میں بھی حاصل ہو سکتا ہے بخلاف ہدایت قریش کے ایک فعل کریں جو فی نفسہ اس کی دل شکنی کا باعث ہے گو آپکا قصد یہ نہیں اور نہ اس کو ہی بوجہ کمال عقیدت کے ناگوار ہوگا آپ سرداران قریش کی ہدایت پر اس لئے گرویدہ ہیں کہ عوام ان سرداروں سے دین سیکھیں اور آپ کو یہ خیال ہوا کہ سرداروں کی ایک جماعت نصیحت سننے پر آمادہ ہوئی ہے ممکن ہے کہ یہ رؤسا دین کے بہتر مددگار بن جائیں اور چونکہ ان کا عرب پر بھی تفوق ہے اور حبش پر بھی اس لئے آوازۂ دین بصرہ اور تبوک سے گزر جائے کیونکہ عوام سرداروں اور بادشاہوں کی روش پر چلتے ہیں اس سبب سے آپ نے ایک نابینا طالب کی ہدایت سے اعراض فرمایا اور ان کے آنے سے بمصلحت خیالی نہ کہ از روئے تحقیر منقبض ہوئے اور فرمایا کہ ایسی حالت میں کہ یہ لوگ دین کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتے اس قدر نشست کم نصیب ہوتی ہے کہ یہ کچھ سننے کے لئے راغب ہوں تم تو اپنے ہی آدمی ہو۔ تمہارے لئے تو کافی وقت ہے ایسی حالت میں اور اس قدر تنگ وقت میں تم بھی آگئے اور مجھے پریشان کیا۔ تم کو ایسا نہ چاہیے تھا میں نے یہ تم سے بطور نصیحت کے کہا ہے غصہ اور مخالفت سے نہیں کہا۔ سوائے ہمارے رسول آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ ایک اندھا ہمارے نزدیک سو قیصر اور وزیروں سے بہتر ہے آپ کو واضح ہونا چاہیے کہ الناس معادن کہ لوگ مختلف استعدادیں اور متفاوت قابلیتیں رکھتے ہیں۔ بعض اعلیٰ استعداد اور عمدہ قابلیت رکھتے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں وہ بمنزلہ سونے کی کان کے ہیں انہی میں سے یہ نابینا بھی ہے اور بعض استعداد ناقص رکھتے ہیں وہ بمنزلہ تانبے کی کان کے ہیں اور ایسے لوگوں میں یہ سرداران قریش ہیں اور ایک کان سونے کی لاکھوں تانبے کی کانوں سے بہتر ہو سکتی ہے یا یوں کہو کہ بعض لعل وعقیق کی کانیں ہیں ان میں تو یہ اندھا ہے اور بعض تانبے کی اور ان میں سرداران قریش ہیں اور ایک لعل وعقیق کی کان تانبے کی لاکھوں کانوں سے بہتر ہے پس اس معمولی شخص کی ان سرداروں پر فوقیت کی وجہ ظاہر ہوگئی اور اگر کسی کو شبہ اور خلجان واقع ہوتا تو وہ مندفع ہو گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اے ہمارے رسول ہمارے یہاں مال کچھ مفید نہیں ہم کو تو اس سینہ کی قدر ہے کہ جو عشق اور درد وآہ سے پر ہو۔ پس چونکہ یہ نابینا درد عشق سے مالا مال ہے اس لئے تم اس کو نصیحت کرو کہ نصیحت اس کا حق ہے اور اس کی کچھ پرواہ مت کرو کہ چند احمق ہم کو نہ مانیں گے اگر یہ نہ مانیں اور آپ کو کڑوا اور نا قابل رغبت سمجھیں تو ان کے ایسے سمجھنے سے جبکہ آپ فی الواقع کان قند اور مرغوب ومحبوب ہیں کڑوے اور مکروہ نہیں ہو سکتے اور اگر چند احمق آپ پر کذب وجنون کی تہمت لگائیں تو آپ کو کچھ ضرر نہیں جبکہ حق سبحانہ آپ کے سچ اور کمال عقل کے شاہد ہیں گو آپ کا مقصد یہ نہیں بلکہ ترویج دین ہی آپ کا مقصود ہے مگر ہم آپ کے مزید اطمینان کے لئے امر واقع کا اظہار کرتے ہیں۔ حق سبحانہ کی یہ نصیحت سن کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متنبہ ہوئے اور فرمایا کہ واقعی بات ہے مجھے اقرار عالم کی کوئی ضرورت نہیں جب کہ حق سبحانہ میری صدق عقل اور ادائے فرض منصبی کی گواہی دیں تو اب مجھے کیا فکر ہے۔ رہی شفقت اور خلق خدا کے ضرر سے متاثر ہونا یہ دوسری بات ہے جو کہ ایک طبعی امر ہے بلکہ ان ناقصین کا میری مخالفت کرنا ہی میرے کمال کی دلیل ہے۔ چنانچہ اگر خفاش آفتاب سے متنفع ہو تو یہ دلیل ہے اس کی کہ وہ صورۃً آفتاب ہے حقیقۃً نہیں۔ کیونکہ آفتاب کی مخالفت خفاش کے لئے بمنزلہ لوازم ذات کے ہے۔ پس ان ناحق بین خفاشوں کا ہم سے متنفر ہونا دلیل ہے اس کی کہ میں حق سبحانہ کا روشن آفتاب ہوں۔ یوں ہی اگر گوہ کا کیڑا گلاب کی طرف راغب ہو تو یہ دلیل ہے اس کی کہ وہ خالص گلاب نہیں۔ نیز اگر کوئی کھوٹا سونا چاندی چلانے والا کسوٹی خریدے تو سمجھنا چاہیے کہ وہ اصل کسوٹی نہیں بلکہ نقلی ہے اور وہ لوگوں کو دھوکا دینا چاہتا ہے۔ نیز ہر عیب دار اپنے عیب کو چھپانا چاہتا ہے اس لئے وہ ہرگز نہیں چاہتا کہ وہ ذریعہ اختیار کرے جس میں اس کی رسوائی ہو۔ اسی لئے چور رات چاہتا ہے۔ پس تم کو سمجھنا چاہیے کہ میں رات تو ہوں نہیں کہ یہ دین کے چور مجھے پسند کریں میں عالم میں روز تاباں ہوں اور ان چوروں کی قلعی کھولتا ہوں تو یہ مجھے کیوں پسند کرنے لگے۔ میں فارق بین الحق و الباطل ہوں بلکہ اعلیٰ درجہ کا فارق ہوں اور میری مثال ایسی ہے جیسے چھلنی کہ جس طرح چھلنی بھوسی کو الگ کر دیتی ہے اور آٹے کے ساتھ جانے سے روک دیتی ہے یوں ہی میں حق کو باطل کی آمیزش سے روکتا ہوں اور بھوسی اور آٹے اور حق اور باطل کو بالکل جدا جدا کرتا ہوں تا کہ دکھلا دوں کہ یہ جسم اور صورت ہے اور یہ روح اور حقیقت اور میری مثال ہے جیسے ترازو کہ میں محقر اور سبک عند اللہ کو گراں قدر اور موقر عند اللہ سے ممتاز کرتا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

پس چونکہ ہر چیز کو اپنی موافق کی طرف میل ہوتا ہے اور مخالف سے نفرت چنانچہ بچھڑے کو وہی خدا سمجھتا ہے جو خود بھی بچھڑے کی طرح حیوان اور بے عقل ہو اور گدھے کو اس کا خریدار ہی خوب سمجھتا ہے یوں ہی ہر سامان کو وہی خوب پہچانتا ہے جو اس سے مناسبت رکھتا ہو اور جس کے وہ لائق ہو اس لئے ان کا مجھ سے متنفر ہونا لازم ہے کیونکہ میں تو گائے نہیں کہ بچھڑا میرا طالب ہو اور میں خار نہیں کہ مجھے اونٹ چرے یعنی میں معاندین کفار کا مناسب نہیں کہ وہ میری طرف راغب ہوں وہ نا اہل سمجھتا ہے کہ میں نے اس سے کشیدہ ہو کر اسے نقصان پہنچایا مگر یہ غلط ہے اس سے میرا کچھ نقصان نہیں ہوا بلکہ ایک قسم کا فائدہ یہ ہوا کہ اس نے میرے آئینہ کمال کو جو کسی قدر مکدر اور مخفی تھا اور جلا دیدی اور اس کو اور روشن کر دیا چنانچہ پیشتر بھی اس کی وجہ گزر چکی ہے اور حکایت آئندہ سے بھی معلوم ہوگی۔

شرح شبّیری

ناصح کا نصیحت سے باز رہنا

آن الخ۔ یعنی اس مسلمان شخص نے اس بیوقوف کو چھوڑ دیا اور زیر لب لاحول کہتے ہوئے اپنا راستہ لیا۔

گفت چون الخ۔ یعنی ناصح بولا کہ جب کوشش سے اور نصیحت سے اور لڑائی سے اس کے دل میں بدگمانی زیادہ ہوتی ہے۔

پس الخ۔ یعنی پس راستہ پند و نصیحت کا بند ہو گیا اور اعرض عنہم کا حکم پیوستہ ہو گیا۔ مطلب یہ کہ جب اس نے دیکھا کہ میری اس قدر کوشش سے اس کو یہ گمان ہوتا ہے کہ اس کی کوئی خاص غرض اس میں ہے تو اب چاہیے کہ نصیحت و پند کو بند کر لیں اور اعراض کریں کہ بالکل بے سود ہے بلکہ مضر ہے۔

چون الخ۔ یعنی جبکہ دوا سے تیرا مرض بڑھتا ہے پس قصہ کو طالب سے کہو اور سورۂ عبس پڑھ لو۔ مطلب یہ کہ جب معلوم ہو جائے کہ پند و نصیحت سے اور ضرر ہوتا ہے تو چاہیے کہ ایسے شخص کو نصیحت ہی نہ کرے بلکہ ایسے کو نصیحت کرنا چاہیے جو کہ اس کے لائق اور اس کا اہل ہو اور جس کو نافع ہو اور دیکھو سورۂ عبس پڑھو تو معلوم ہو کہ قرآن شریف میں بھی یہی حکم ہے کہ طالب کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے اب آگے سورۂ عبس کے معنی بیان فرماتے ہیں کہ

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ اعمٰی حق کا طالب (ہو کر) آیا ہے تو اس کے فقر کی وجہ سے اس کو سینہ زخمی نہ کرنا چاہیے۔

تو حریصی الخ۔ یعنی آپ بڑے لوگوں کی ہدایت کے حریص ہیں تا کہ لوگ سرداروں سے علم سیکھیں۔

احمدا دیدی الخ۔ یعنی اے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے یہ دیکھا کہ بڑے لوگوں میں سے ایک قوم (حق کو) سننے والی ہو گئی تو آپ خوش ہو گئے کہ شاید کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

این الخ۔ یعنی یہ رئیس خوب دین کے یار ہو جائیں کہ یہ لوگ عرب کے اور حبشہ کے سردار ہیں تو

بگذرد الخ۔ یعنی یہ آوازہ دین کا بصرہ اور تبوک سے بھی بڑھ جائے گا اس لئے کہ لوگ بڑے آدمیوں کے دین پر ہوتے ہیں مطلب یہ کہ ارشاد حق ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے جو دیکھا کہ یہ کچھ رئیس لوگ دین کی طرف متوجہ ہوئے ہیں تو آپ کو یہ خیال ہوا کہ شاید یہ لوگ مہتدی ہو جائیں تو ان سے دین کو ترقی ہو گی اس لئے کہ الناس علیٰ دین الملوک مسلم ہے لہٰذا اگر یہ لوگ مسلمان ہو گئے تو پھر اور لوگ بھی مسلمان ہو جائیں گے۔ شاید کہ آپ کو یہ خیال ہوا ہے۔

زین الخ۔ یعنی اسی سبب سے آپ نے ایک اندھے ہدایت پانے والے سے روگردانی کی اور آپ تنگ آئے۔

کاندرین الخ۔ یعنی اس موقعہ کا تو اس فرصت میں کم اتفاق پڑتا ہے اور تو تو یاروں میں سے تھا اور تیرا وقت تو فراخ ہے۔

مزدحم الخ۔ یعنی تنگ وقت میں مجھ پر تو نے اژدحام کیا اور میں یہ نصیحت کی وجہ سے کہہ رہا ہوں غصہ اور لڑائی کی وجہ سے نہیں کہتا۔ مطلب یہ کہ آپ کو چونکہ وہ خیال ہوا ہے اس لئے آپ نے اس اندھے سے روگردانی کی اور آپ نے فرمایا کہ یہ موقعہ کہ یہ لوگ حق کو سنیں بہت ہی کم ملتا ہے اور وہ تو ہر وقت کے پاس کے رہنے والے تھے اور وقت بھی فراخ ملتا تھا اس لئے اور کسی وقت میں پوچھ لیتے۔ قصہ یہ ہوا تھا کہ ایک مرتبہ رؤسا مکہ نے حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم حق بات کے سننے کو تو حاضر ہیں مگر ان غربا و مساکین میں ہم نہیں بیٹھ سکتے کیونکہ یہ لوگ سر پر چڑھ جائیں گے اگر آپ کوئی وقت تنہائی کا نکال کر ہم کو نصائح فرمائیں تو ہم راضی ہیں چونکہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اس بات کا بہت ہی شوق تھا کہ لوگوں کو ہدایت ہو جس طرح بھی ہو اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس بات کو قبول فرما لیا حتیٰ کہ ایک روز کچھ شرفاء اور رؤسا اسی طرح تنہائی میں بیٹھے تھے اور اس وقت حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صحابہ میں سے کوئی نہ تھا۔ ایک صحابی حضرت ابن ام مکتوم نابینا تھے ان کو اس کی خبر نہ تھی کہ اس وقت کس قسم کی مجلس ہے اس لئے وہ کچھ دریافت کرتے ہوئے حاضر ہو گئے تو حضور کو ناگوار ہوا اور اس پر سورہ عبس نازل ہوئی تھی جس کا یہی مضمون تھا کہ آپ کو کیا خبر ہے ممکن ہے کہ اللہ کے نزدیک یہ اندھے ہی بہتر ہوں اور انہی کی قسمت میں ہدایت لکھی ہو۔ اسی کو مولانا اپنے الفاظ میں بیان فرما رہے ہیں۔

احمد انزد الخ۔ یعنی اے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے نزدیک یہ ایک اندھے سینکڑوں بادشاہوں اور وزیروں سے بہتر ہے۔

یاد الخ۔ یعنی الناس معادن کمعادن الذہب والفضۃ خیرہم خیر و شرہم شر کو یاد کرو کہ ایک معدن لاکھوں سے زیادہ ہوتی ہے اس لئے کہ اگرچہ روپیہ ویسے کتنا ہی ہو مگر پھر بھی ایک روز ختم ہو جائے گا اور معدن تو ختم ہی نہ ہو گا اس لئے کہ جو کم ہوا وہی پھر پیدا ہو گیا تو یہ حضرت ابن ام مکتوم تو معدن ہدایت ہیں اس لئے ان کو الگ نہ کرنا چاہیے۔

معدن الخ۔ یعنی ایک معدن لعل و عقیق کا پوشیدہ تانبے کی لاکھوں کانوں سے بہتر ہے اسی طرح یہ ایک بھی ان سب سے بہترین ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

احمد الجاالخ۔ یعنی اے احمد صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ مال کچھ فائدہ مند نہیں ہے سینہ عشق اور درد اور دھوئیں سے پر ہونا چاہیے جس کو یہ حاصل ہے اس کو سب کچھ حاصل ہے اور جس کو یہ حاصل نہیں اس کو اس درگاہ میں پوچھ بھی نہیں۔

لامے الخ۔ یعنی روشن دل اندھا اور دردمند آیا ہے تو اس کو نصیحت کر کہ جس کا حق نصیحت ہے۔

گر دوسہ الخ۔ یعنی اگر دو تین بے وقوف آپ کے صدق کے منکر بھی ہوگئے تو آپ کب تلخ ہو سکتے ہیں۔ جبکہ آپ قند کی کان ہیں۔ مطلب یہ کہ ان بیوقوفوں کے انکار سے اور تکذیب سے خدانہ کردہ آپ کو کیا ضرر ہو سکتا ہے۔ اگر نہیں مانتے تو مارے جھاڑو جوحق کو قبول کرے آپ اسی کو ہدایت فرمائیے۔

گر دوسہ احمق الخ۔ یعنی اگر دو تین احمقوں نے تجھ پر تہمت رکھ بھی دی تو تمہارے لئے تو حق تعالیٰ گواہی دیتے ہیں کہ آپ سچے ہیں پھر آپ کو کیا غم ہے جب حق تعالیٰ کی طرف سے یہ ارشاد ہوا تو اب حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا قول روایت بالمعنی کے طور پر نقل فرماتے ہیں کہ

گفت الخ۔ یعنی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمام عالم کے اقرار سے فارغ ہوں اور جس کا کہ حق گواہ ہو اس کو کیا غم ہے لہٰذا اگر اب میری تصدیق تمام دنیا میں کوئی بھی نہ کرے تب بھی مجھے غم نہیں اس لئے کہ میلان تو مناسبت سے ہوتا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ الجنس یمیل الی الجنس تو اگر میلان ناقصین کا ہو گا تو اس سے تو شبہ ہوتا ہے کہ شاید کوئی نقص ہے، تب تو ناقصین کا میلان ہے ورنہ کامل کو ان لوگوں سے کیا واسطہ اور اسی لئے ہمارے حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی بزرگ کے یہاں امراء کا جمگھٹ زیادہ ہو تو سمجھ لو کہ پیر صاحب کے اندر بھی دنیا بھری ہوئی ہے ورنہ پھر امراء کا میلان کیوں ہے اور جس کی طرف غرباء زیادہ مائل ہوں اس کو سمجھ لو کہ کامل ہے اور نائب رسول ہے آگے اس کی مثالیں فرماتے ہیں کہ

گر خفاشے الخ۔ یعنی اگر کوئی خفاش خورشید سے غذا (یعنی نور) حاصل کرے تو یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ خورشید نہیں ہے اس لئے کہ

نفرت الخ۔ یعنی خفاشوں کی نفرت اس کی دلیل ہوتی ہے کہ میں خورشید تاباں حضرت حق کا ہوں۔ مطلب یہ کہ کاملوں کی طرف ناقصین کا میلان دلیل ہے اس امر کی کہ اس کامل میں بھی نقص ہے اس کے کمال کی دلیل یہی ہے کہ جو ناقص ہیں وہ اس سے متنفر ہوں۔

گر گلابے الخ۔ یعنی اگر گلاب کی طرف گوہ کا کیڑا رغبت کرے تو یہ اس کے گلاب نہ ہونے کی دلیل ہے۔

در شود الخ۔ یعنی اگر کوئی کھوٹ والا خریدار کسوٹی کا ہو تو اس کے کسوٹی ہونے میں نقصان اور شک آ گیا۔ مطلب یہ کہ جو شخص کہ کھوٹی چیز کو فروخت کرتا ہے اگر وہ کسی کسوٹی کو خریدنے لگے تو سمجھ لو کہ یہ کسوٹی ہی خالص نہیں ہے ورنہ اگر خالص ہوتی تو یہ شخص تو اس سے کوسوں دور بھاگتا۔ کہ اس کا عیب ظاہر کر دیتی۔ اسی طرح کسی بزرگ پر دنیاداروں کا جمگھٹ ہو تو یہ اس کے کمال میں کمی کی دلیل ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

روز و شب الخ۔ یعنی جان لو کہ چور رات کو چاہتا ہے دن کو تو میں تو رات نہیں ہوں بلکہ دن ہوں کہ جہاں میں چمکتا ہوں۔ مطلب یہ کہ جو ناقص ہیں وہ ظلمت ہی کے طالب ہوتے ہیں نہ کہ نور کے اس لئے کہ نور میں تو ان کے عیوب معلوم ہو جائیں گے۔ اگلے مصرعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقولہ نقل فرماتے ہیں کہ میں تو نور ہوں یہاں ظلمت کا کیا کام میرے پاس تو ناقصین الرئے بھی نہیں پھٹکتے۔ آگے بھی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ

فارقم الخ۔ یعنی میں حق و باطل کو جدا کر دینے والا ہوں اور فاروق ہوں چھلنی کی طرح تا کہ کوڑا مجھ سے گزر نہیں سکتا۔

آرد را الخ۔ یعنی میں آٹے کو بھوسی سے الگ کر دیتا ہوں یہاں تک کہ دکھلا دیتا ہوں کہ یہ نقوش ہیں اور یہ جانیں ہیں۔ مطلب یہ کہ حق کو حق اور باطل کو باطل کر دکھاتا ہوں اور کسی قسم کا التباس باقی نہیں رہتا۔

من الخ۔ یعنی میں جہان میں حق تعالیٰ کی ترازو کی طرح ہوں کہ ہر ہلکے کو گراں سے متمیز کر دیتا ہوں۔

گاؤ الخ۔ یعنی بیل کو کوئی بچھڑا ہی خدا جانے گا کہ ایک گدھا خریدار ہے اور اس کے مناسب ہی سودا ہے۔

من نہ گاوم الخ۔ یعنی میں بیل تو ہوں نہیں جو کوئی گوسالہ مجھے خریدے اور میں کانٹا تو نہیں ہوں کہ کوئی اونٹ مجھے چرے مطلب یہ کہ میں ناقص تو نہیں ہوں کہ جو ان ناقصین کا میلان میری طرف ہو۔

اوگمان الخ۔ یعنی وہ (ناقص) تو گمان رکھتا ہے کہ مجھ پر اس نے ظلم کیا بلکہ میرے آئینہ سے گرد کو صاف کر دیا۔ مطلب یہ کہ تکذیب سے لوگوں کو یہ گمان ہوتا ہے کہ ہم نے ان کو خوب دق کیا اور ان کی خوب تکذیب کی اور اس کو یہ خبر نہیں کہ اس سے اور بھی صفائی قلب ہوئی اور درجات میں اور بھی ترقی ہوگئی تو معلوم ہو گیا کہ ہر چیز کا میلان دوسری طرف اسی وقت ہوتا ہے جبکہ اس دوسری میں بھی کوئی ایسی بات ہو کہ جو اس پہلی کے مناسب ہو اگر وہ پہلی سے ناقص ہے تو اس دوسری میں بھی نقص کا گمان ہے اور اگر وہ کامل ہے تو اس میں بھی گمان کمال ہے آگے اسی کے متعلق ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک مرتبہ جالینوس جا رہا تھا تو ایک دیوانہ نے آ کر ان سے خوب ہی چاپلوسی کی باتیں کیں اور بہت ہی محبت سے پیش آیا تو جالینوس راستہ ہی سے واپس ہوا اور ایک شاگرد سے بولا کہ فلاں معجون لے آؤ کہ میں کھاؤں گا اس نے عرض کیا کہ حضرت وہ تو جنون کے لئے ہے تو فرمایا کہ مجھ سے فلاں مجنوں نے محبت کا برتاؤ کیا جس سے شبہ مجھے بھی یہ ہوا کہ شاید میرے اندر بھی کوئی شائبہ جنون کا ہے ورنہ اس کو مجھ سے کیا تعلق اور یہ کیوں میرے پاس آتا۔ اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

تملق کردن دیوانہ جالینوس را و ترسیدن جالینوس از وے

ایک دیوانہ کا جالینوس کی خوشامد کرنا اور جالینوس کا اس سے خوفزدہ ہونا

گفت جالینوس با اصحاب خود	مرمرا تا آں فلاں دارو دہد
جالینوس نے اپنے شاگردوں سے کہا (کوئی)	مجھے فلاں دوا لا دے

www.besturdubooks.wordpress.com

پس بدو گفت آں یکے کاے ذوفنوں	ایں دوا خواہند از بہر جنوں
اس سے کسی نے کہا اے صاحب کمالات!	یہ دوا جنون کے لئے مانگتے ہیں
دور از عقلت مگو ایں گفتگو	گفت درمن کرد یک دیوانہ رو
خدا کرے جنون! تیری عقل سے دور رہے یہ گفتگو نہ کر	اس نے کہا مجھے ایک دیوانہ نے دیکھا
ساعتے در روئے من خوش بنگرید	چشمکم زد آستین من درید
تھوڑی دیر مجھے غور سے دیکھا	مجھے آنکھ ماری میری آستین پھاڑ دی
گرنہ جنسیت بدے درمن ازو	کے رخ آوردے بمن آں زشت رو
اگر مجھ میں اس کی جنسیت نہ ہوتی	وہ منحوس صورت میری طرف کب متوجہ ہوتا؟
گرنہ دیدے جنس خود کے آمدے	کے بغیر جنس خود را برزدے
اگر وہ اپنے ہم جنس کو نہ دیکھتا کب آتا!	اپنے آپ کو غیر جنس سے کب بھڑاتا؟
چوں دو کس برہمزند بے ہیچ شک	درمیاں شاں ہست قدر مشترک
جب دو شخص آپس میں ملیں' بلاشک	ان میں کوئی قدر مشترک ہے
کے پرد مرغے مگر با جنس خود	صحبت ناجنس گورست و لحد
ہر پرند اپنے ہم جنس کے ساتھ ہی اڑتا ہے	ناجنس کی ہم نشینی قبر اور لحد ہے

سبب پریدن وچریدن مرغے با مرغ دیگر کہ جنس اونبود

ایک پرند کے غیر جنس پرند کے ساتھ اڑنے اور چرنے کا سبب

آں حکیمے گفت دیدم ہم تگے	در بیاباں زاغ را با لکلکے
ایک دانا نے کہا میں نے چلتے پھرتے دیکھا	جنگل میں کوے کو لقلق کے ساتھ
در عجب ماندم بجستم حال شاں	تاچہ قدر مشترک یابم نشاں
میں تعجب میں رہ گیا' میں نے ان کے حال کی جستجو کی	تاکہ قدر مشترک کا پتہ لگاؤں
چوں شدم نزدیک من حیران و دنگ	خود بدیدم ہر دو آں بودند لنگ
میں جب حیران اور دنگ' قریب پہنچا	میں نے خود دیکھا کہ وہ دونوں لنگڑے تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

اب تم ایک حکایت سنو جس سے تائید ہو اس امر کی کہ ہر شئے کا میلان اپنے مناسب ہی کی طرف ہوتا ہے۔
جالینوس نے اپنے کسی آدمی سے کہا کہ مجھے فلاں دوا دیدو اس نے عرض کیا کہ آپ تو ہر فن میں کامل ہیں یہ دوا تو جنون کے لئے ہے خدا آپ کی عقل کو اس مرض سے محفوظ رکھے آپ ایسی بات پھر نہ فرمایئے۔ اس میں علاوہ بدفالی کے لوگوں کے لئے غلط فہمی بھی ہے اس نے کہا اصل بات یہ ہے کہ ایک دیوانہ میری طرف متوجہ ہوا اور تھوڑی دیر تک مجھے خوب دیکھا اور میری طرف آنکھیں مٹکا تا رہا اور لپٹ کر میری آستین پھاڑ ڈالی اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ مجھ میں بھی کچھ شائبہ جنون ضرور ہے اگر مجھ میں اس سے مجانست نہ ہوتی تو وہ منحوس میری طرف کیوں متوجہ ہوتا اور اگر مجھے اپنا ساندی نہ دیکھتا تو میری طرف کب آتا۔ اور اپنے غیر جنس سے کیسے بھڑتا اس لئے کہ یہ قاعدہ ہے کہ جب دو شخص ایک دوسرے سے میل کریں تو ضرور ان میں کوئی قدر مشترک محسوس ہوگی جو ان میں اور اوروں میں نہیں ہے جن سے وہ میل نہیں کرتے کیونکہ ہر جانور اپنی ہی جنس کے ساتھ اڑتا ہے غیر جنس کے ساتھ نہیں اڑتا اور وجہ یہ ہے کہ ناجنس کی صحبت سخت ناگوار ہوتی ہے اور اس کے ساتھ رہنا مثل قبر میں رہنے کے سمجھا جاتا ہے اسی اصول کی بناء پر ایک حکیم نے کہا کہ میں نے جنگل میں کوے کو لقلق کے ساتھ چلتے دیکھا یہ دیکھ کر مجھے نہایت حیرت ہوئی اور میں نے ان کی حالت دریافت کرنی چاہی کہ ان دونوں میں کیا چیز قدر مشترک ہے جس کے باعث ان دونوں میں میل ہے جب میں اس تحیر کی حالت میں اور پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ دونوں لنگڑے ہیں۔

شرح شبّیری

ایک پاگل کا جالینوس سے تملق کرنا اور جالینوس کا اس سے ڈرنا

گفت الخ۔ یعنی جالینوس نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ مجھے وہ فلاں دوا دو۔

پس الخ۔ یعنی پس ان میں سے ایک نے اس سے کہا کہ اے ذوفنون اس دوا کو تو جنون کے واسطے لیا کرتے ہیں۔

دور از الخ۔ یعنی آپ کی عقل سے دور آپ ایسی بات مت کہیے تو جالینوس نے کہا کہ مجھے ایک دیوانہ نے دیکھا۔

ساعتے الخ۔ یعنی ایک گھڑی مجھے خوب دیکھا اور میری طرف چشمک ماری اور میری آستین (کھینچ کر) پھاڑ دی۔ غرضیکہ بہت ہی دوستانہ تعلقات معلوم ہوتے تھے۔

گرنہ الخ۔ یعنی اگر میرے اندر اس کی جنسیت نہ ہوتی تو وہ زشت رو میری طرف رخ کیوں کرتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ میرے اندر بھی کوئی شائبہ جنون کا آ گیا ہے۔

گرنہ الخ۔ یعنی اگر وہ اپنی جنس کو نہ دیکھتا تو کب آتا اور بغیر جنس کے اپنے کو کب مارتا۔ یعنی اگر میں اس کا ہم جنس نہ ہوتا تو وہ میری طرف کیوں توجہ کرتا لہٰذا معلوم ہو گیا کہ میرے اندر بھی ایک شائبہ جنون ہے اس لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

جنون کی دوا کھاتا ہوں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

چون الخ۔ یعنی جب دو شخص آپس میں ملیں تو بے کسی قسم کے شک کے جان لو کہ ان کے درمیان کوئی قدر مشترک ہے کہ جس کی وجہ سے ایک کو دوسرے کی طرف میلان ہے۔

کے پرد الخ۔ یعنی کوئی جانور بجز اپنے ہم جنس کے کب اڑے گا (اس لئے کہ) صحبت ناجنس کی تو گور اور لحد ہے۔ لہٰذا اگر کسی جگہ ایسا دیکھا جائے کہ دو غیر جنس آپس میں مل رہے تو سمجھ لو کہ ان دونوں میں کوئی نہ کوئی قدر مشترک ضرور ہے جیسا کہ حکایت ذیل سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص نے ایک کوے کو ایک لقلق کے ساتھ دیکھا تو تعجب ہوا کہ یہ دونوں غیر جنس ہو کر کس طرح ساتھ ہیں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ دونوں لنگڑے ہیں ان دونوں میں یہ ایک ایسی بات تھی کہ جس کی وجہ سے وہ دونوں قریب الجنس ہو کر آپس میں مل رہے تھے۔ اب حکایت سنو۔

ایک جانور کا اپنے غیر جنس کے ساتھ اڑنے اور چگنے کا سبب

آن الخ۔ یعنی ایک حکیم نے کہا کہ میں نے بیابان میں ایک کوے کو ایک لقلق کے ساتھ پھرتے دیکھا۔

در عجب الخ۔ یعنی میں تعجب میں رہ گیا اور ان کے حال کی جستجو کی تاکہ میں کسی قدر مشترک کو نشانی پاؤں۔

چون الخ۔ یعنی جب میں حیران اور دنگ ان کے قریب پہنچا تو میں نے خود دیکھا کہ وہ دونوں لنگڑے تھے۔ لہٰذا معلوم ہو گیا کہ ان دونوں میں یہ قدر مشترک ہے اور اس وجہ سے آپس میں مجانست ہے اب آگے رجوع ہے مضمون بالا کی طرف اوپر فرمایا تھا کہ ہر شئے اپنے ہم جنس کی طرف منجذب ہوتی ہے اور اگر کسی جگہ کسی ناقص کو کامل کی طرف میلان دیکھو تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کامل میں بھی نقص ہے اور اس کی بہت سی مثالیں دی تھیں اب اس سے ترقی کر کے فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

خاصہ شہبازے کہ او عرشی بود	با یکے چغدے کہ او فرشی بود
خصوصاً وہ شہباز جو عرشی ہو	ایک چغد کے ساتھ جو فرشی ہو (کیسے تعلق رکھ سکتا ہے)
آں یکے خورشید علییں بود	ویں دگر خفاش کز سجیں بود
ایک وہ جو علیین کا سورج ہو	اور یہ دوسری چمگادڑ جو سجین کی ہو
آں یکے نورے زہر عیبے بری	واں دگر کورے گدائے ہر دری
ایک وہ نور جو ہر عیب سے بری ہے	اور دوسرا وہ اندھا جو ہر در کا بھکاری ہے
واں یکے ماہے کہ بر پرویں زند	واں یکے کرمے کہ بر سرگیں تند
ایک ایسا چاند جو ثریا سے متعلق ہے	ایک وہ کیڑا جو گوبر کے چکر کاٹے

www.besturdubooks.wordpress.com

آں یکے یوسف رخے عیسیٰ نفس	ویں دگر گرگے ویا خریا خرس
ایک یوسف جیسے چہرے والا عیسیٰ جیسے سانس والا	دوسرا بھیڑیا، یا گدھا یا ریچھ
آں یکے پراں شدہ در لامکاں	ویں یکے در کاہداں ہمچوں سگاں
ایک وہ جو لامکان میں اڑتا ہے	اور یہ ایک کوڑی پر کتوں کی طرح
آں یکے سلطان عالی مرتبت	ویں دگر در گلخنے در تعزیت
وہ ایک بلند مرتبہ بادشاہ	اور یہ دوسرا بھٹی کے اندر ماتم میں
آں یکے خلقے ز اکرامش خجل	ویں دگر از بینوائی منفعل
ایک وہ جس کے کرم سے مخلوق شرمندہ	اور یہ دوسرا بے سروسامانی سے شرمندہ
آں یکے سرور شدہ ز اہل زماں	ویں دگر در خاک خواری بس نہاں
ایک وہ جو زمانے والوں کا سردار بنا	اور یہ دوسرا ذلت کی خاک میں دبا ہوا
بلبلاں را جائے می زیبد چمن	مر جعل را در چمیں خوشتر وطن
بلبلوں کی جگہ چمن میں مناسب ہے	گبریلے کا گندگی بہترین وطن ہے
بازبان معنوی گل با جعل	ایں ہمہ گوید کہ اے گندہ بغل
پھول، گبریلے کو زبان حال سے	یہ کہتا ہے کہ اے بغل گند والے!
گر گریزانی ز گلشن بیگماں	ہست آں نفرت کمال گلستاں
اگر تو چمن سے بھاگتا ہے، یقینا	وہ نفرت، چمن کا کمال ہے
غیرت من بر سر تو دور باش	می زند کاے خس ازیں در دور باش
میری غیرت تیرے سر پر نیزہ	(پھینک کر) مارتی ہے اے کمینے! اس در سے دور رہ
ور بیامیزی تو با من اے دنی	ایں گماں آید کہ از کان منی
اے کمینے! اگر تو مجھ سے گھل مل جائے گا	یہ خیال ہو گا کہ تو میری جنس کا ہے
گر درآمیزد ز نقصان من ست	زاں کہ پندارند کوزان من ست
اگر گھل مل جائے گا تو میری کمی کا سبب ہے	کیونکہ لوگ سمجھیں گے کہ وہ میرا ہے
حق مرا چوں از پلیدی پاک داشت	چوں سزد بر من پلیدی را گماشت
خدا نے جب مجھے نجاست سے پاک رکھا ہے	تو مجھ پر نجاست کو مسلط کرنا کیسے مناسب ہوگا؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یک رگم زایشاں بدو آں را برید	در من آں بدرگ کجا خواہد رسید
میری ایک رگ ان میں کی تھی اس کو کاٹ دیا	وہ بری رگ مجھ میں کہاں آ سکتی ہے؟
یک نشان آدمؑ آں بد از ازل	کہ ملائک سر نہندش از محل
(حضرت) آدمؑ کی ایک نشانی ازل سے یہ تھی	کہ فرشتے مرتبے کی وجہ سے ان کو سجدہ کریں
یک نشان دیگر آں کہ آں بلیس	نہندش سر کہ منم شاہ و رئیس
دوسری نشانی یہ کہ شیطان	ان کو سجدہ نہ کرے کہ میں شاہ اور رئیس ہوں
پس اگر ابلیس ہم ساجد شدے	او نہ بودے آدمؑ او غیرے بدے
تو اگر شیطان بھی سجدہ کرنے والا ہو جاتا	تو وہ آدم نہ ہوتا کوئی اور ہوتا
ہم سجود ہر ملک میزان اوست	ہم جحود آں عدو برہان اوست
ہر فرشتہ کا سجدہ اس کا معیار ہے	اس دشمن کا انکار بھی اس کی دلیل ہے
ہم گواہ اوست اقرار ملک	ہم گواہ اوست کفران سگک
فرشتہ کا اقرار کرنا بھی اس کا گواہ ہے	ذلیل کتے کا انکار بھی اس کا گواہ ہے
ایں سخن پایاں ندارد باز گرد	تا چہ کرد آں خرس با آں شیر مرد
اس بات کی انتہا نہیں ہے واپس چل	کہ اس ریچھ نے اس بہادر کے ساتھ کیا کیا؟

پس جب ایک کوا تعلق کے ساتھ بدون امر مشترک کے نہیں چل سکتا تو ایک شہباز جو کہ عرش کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور ذوالعرش المجید کے مخصوصین میں سے ہے (یعنی نبی) ایک الو (محجوب) کے ساتھ کیونکر تعلق رکھے گا جو سراسر عالم ناسوت میں منہمک ہے کیونکہ ان دونوں میں بعد المشرقین ہے۔ ایک جنت کے درجات عالیہ کا آفتاب ہے دوسرا دوزخ کے طبقہ سفلی کا خفاش ہے اور ایک تو سراپا نور ہے جو کہ ہر عیب سے منزہ ہے اور دوسرا بالکل اندھا اور ہر گھر کا گدا ہے۔ ایک ماہتاب ہے جو کہ پروین پر غالب ہے اور دوسرا کیڑا ہے جو کہ گوبر سے تعلق رکھتا ہے۔ ایک تو جمال معنوی سے یوسف رخ ہے اور امراض روحانیہ کے لئے عیسیٰ نفس ہے دوسرا ایک کیڑا یا گدھا یا گونگا ہے ایک تو عروج روحانی کے لحاظ سے اس قدر بلند پرواز ہے کہ لامکان تک اڑتا ہے اور حق سبحانہ سے ایک خاص تعلق پیدا کرتا ہے۔ دوسرا کتوں کی طرح دنیا کی نجاسات میں پھنسا ہوا ہے۔ ایک عالی مرتبہ بادشاہ ہے اور شاداں و فرحاں ہے دوسرا گلخن دنیا میں پڑا ہوا اپنی جان کو رو رہا ہے اور اس قابل ہے کہ اس کی تعزیت کی جائے۔ ایک کی تو یہ حالت ہے کہ اس کے انعام و اکرام سے مخلوق شرمندہ ہے اور دوسرے کی یہ کہ اپنی بے

www.besturdubooks.wordpress.com

سروسامانی سے خود شرمندہ ہے ایک تو ایسا ہے کہ سردار دو عالم ہے اور ایک ایسا کہ خاک مذلت میں سراسر دبا ہوا ہے پس یہ دونوں ایک ساتھ کیونکر ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ایک تو بلبل ہے اور بلبلوں کے لئے چمن شایان ہے اور دوسرا گوہ کا کیڑا اس کے لئے بہتر مکان گھورا ہے ایک ان میں گل ہے اور دوسرا گوہ کا کیڑا گل گوہ کے کیڑے سے بزبان حال کہتا ہے کہ بدبودار کیڑے اگر تو گلشن سے بھاگتا ہے تو کچھ حرج نہیں بلکہ یہ تیرا بھاگنا ہی گلستان کے کمال کی دلیل ہے میری غیرت تیرے سر پر نعرۂ دور باش لگاتی ہے اور کہتی ہے کہ ارے ذلیل دور ہو اگر تو مجھ سے ملے گا تو اس سے خود مجھ پر دھبہ لگے گا اور لوگ مجھے بھی تیری ہی جنس سے سمجھیں گے غرض کہ تیرے ملنے میں میرا کوئی فائدہ نہیں بلکہ گونہ نقصان ہے کہ لوگوں کو میرے کمال میں شبہ ہوگا کیونکہ وہ سمجھیں گے کہ تو میرا ہم جنس ہے۔ پس اس گوہ کے کیڑے کا مجھ سے ملنا ایسا ہی بے جوڑ ہے جیسے چوہا اور دریا۔ یا مچھلی اور خشکی۔ پس جس طرح چوہا دریا کی طرف مائل نہیں ہوسکتا اور مچھلی خشکی کی طرف راغب نہیں ہوسکتی یوں ہی وہ گوہ کا کیڑا محجوب بھی مجھ نبی کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا اور ہونا بھی یوں ہی چاہیے۔ کیونکہ جب حق سبحانہ نے مجھے نجاسات دنیویہ سے پاک رکھا ہے تو کیسے مناسب ہے کہ وہ ایک ناپاک گوہ کے کیڑے اور سگ دنیا کو مجھ پر مسلط کر دے کیونکہ اس کا میلان تو نجاسات کی طرف ہے اور یہاں نجاست کا نام نہیں تو وہ مجھ پر مسلط کیونکر ہوسکتا ہے مجھ میں اگر ان کی مناسبت کا کچھ حصہ تھا بھی تو حق سبحانہ نے میرے سینہ کو شق کر کے اس کو بھی نکال پھینکا اور میرے سینہ کو نجاست دنیویہ سے بالکل پاک صاف کر دیا۔ پس اب وہ دنیا کا کتا گوہ کا کیڑا مجھ تک کیسے پہنچ سکتا ہے اور میری طرف کیسے راغب ہو سکتا ہے۔ اچھے لوگوں اور کاملین کے کمال کی دو علامتیں ہیں۔ ایک اچھے لوگوں کا میلان اور دوسرے بدوں کا تنفر۔ چنانچہ آدم علیہ السلام کے کمال کی ایک تو یہ علامت تھی ہی کہ فرشتے ان کے علو مرتبت کے سبب ان کے آگے سر جھکاتے تھے اور دوسری علامت یہ تھی کہ ابلیس نے انا خیر منہ کہہ کر سجدہ سے انکار کیا۔ پس اگر ابلیس بھی سجدہ کر لیتا تو آدم آدم نہ ہوتے بلکہ کچھ اور ہوتے۔ کیونکہ ایک نشانی کمال کی مفقود ہو جاتی۔ پس جس طرح فرشتوں کا سجدہ کرنا ان کے کمال کا معیار ہے یوں ہی اس دشمن انسان ابلیس کا انکار بھی ان کی کمال کی ایک دلیل قطعی ہے اور جس طرح فرشتوں کا اقرار ان کے کمال کا شاہد ہے یوں ہی اس کتے کا انکار بھی ایک گواہ ہے پس خوب ثابت ہوگیا کہ اس نااہل کی مجھ سے نفرت میرے آئینہ کمال سے زنگ کو دور کرتی ہے یہاں تک بیان تھا جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جو آپ بزبان حال فرما رہے تھے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ اس بات کی تو کوئی انتہا ہی نہیں اچھا اس کو ختم کر کے اب لوٹنا چاہیے کہ دیکھو نے اس شیر مرد کے ساتھ کیا کیا۔

شرح شبیری

خاصہ الخ۔ یعنی خاص کر وہ شہباز جو کہ عرشی ہو اس چغد کے ساتھ کہ جو فرشی ہو۔ مطلب یہ کہ اگر کوئی کامل

جس کا تعلق کہ عالم غیب اور عالم بالا سے ہو ناقصین سے ملے کہ جن کا تعلق دنیا سے ہے تو یہ اور بھی تعجب کی بات ہے۔ آگے ناقصین وکاملین کی مثالیں فرماتے ہیں کہ

آن یکے الخ۔ یعنی ایک تو عالم بالا کا خورشید ہو اور یہ دوسرا خفاش سجین سے ہو۔

آن یکے الخ۔ یعنی ایک تو نور ہے اور ہر عیب سے بری ہے اور وہ دوسرا اندھا اور ہر دروازہ کا فقیر ہے۔

آن یکے الخ۔ یعنی وہ ایک چاند ہے جو کہ پروین پر غالب ہوتا ہے اور وہ ایک کیڑا ہے جو کہ گوبر میں ہوتا ہے۔

آن یکے الخ۔ یعنی وہ ایک تو یوسف رخ اور عیسے نفس ہے اور یہ دوسرا گرگ ہے یا گدھا ہے یا گونگا ہے۔

آن یکے الخ۔ یعنی وہ ایک تو لامکاں میں اڑ رہا ہے اور وہ ایک کوڑی میں کتوں کی طرح (ذلیل) ہے۔

آن یکے الخ۔ یعنی وہ ایک تو بادشاہ عالی مرتبہ ہے اور وہ ایک بھاڑ میں غم میں مبتلا ہے۔

آن یکے الخ۔ یعنی وہ یک تو کہ اس کی بخشش کی ایک خلق شرمندہ ہے اور یہ دوسرا بے نوائی کی وجہ سے منفعل ہو رہا ہے۔

آن یکے الخ۔ یعنی وہ یک تو اہل زمان میں سے سردار ہے اور یہ دوسرا خاک وخواری میں نہاں ہے۔

بلبلانرا الخ۔ یعنی بلبلوں کی جگہ تو چمن زیب دیتی ہے اور گوہ کے کیڑے کا گوہ ہی میں عمدہ وطن ہے۔

باز بان الخ۔ یعنی پھول گوہ کے کیڑے سے زبان حال سے کہتا ہے کہ اے گندہ بغل۔

گر گریزانی الخ۔ یعنی اگر تو گلشن سے گریزاں ہے تو بے شک یہ نفرت گلستان کا کمال ہے۔

غیرت من الخ۔ یعنی میری غیرت تیرے سر پر دور باش (کاڑ نکا) بجا رہی ہے کہ اے کمینہ اس دروازہ سے دور ہو۔

ور بیامیزے الخ۔ یعنی اے کمینے اگر تو میرے ساتھ ملے تو یہ گمان ہو کہ تو میری جنس سے ہو۔ (حالانکہ ایسا نہیں ہے)

گر دران الخ۔ یعنی اگر وہ ملے تو یہ میرا نقصان ہے اس لئے کہ لوگ جانیں گے کہ یہ میری جنس سے ہے۔

گر در آمیزد الخ۔ یعنی اگر وہ زہر ناگ مجھ میں ملے تو چوہا اور دریا اور مچھلی اور خشکی (کی طرح بے جوڑ) ہو۔

حق مرا الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے جب مجھے پلیدی سے پاک رکھا تو کس طرح لائق ہے مجھ سے کسی پلیدی کو مقرر کرنا۔ مطلب ان اشعار کا یہ ہے کہ ناقص اور کامل میں تو کوئی مناسبت ہی نہیں ہے۔ بلکہ اگر کسی جگہ پر کوئی ناقص کامل کی طرف جائے تو اس سے تو شبہ یہ ہوتا ہے کہ وہ کامل ہی نہیں جب تو اس کی طرف ناقص کا میلان ہو رہا ہے اور اس کی یہ سب مثالیں دی ہیں کہ کامل کی تو ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک شہباز ہو یا خورشید یا نور یا چاند یا یوسف رُخ وغیرہ اور ناقص کی ایسی مثال ہے کہ جیسے چغد یا خفاش یا اندھا یا کرم سرگیں یا گدھا وغیرہ اور جیسے کہ کامل کی شناخت اس کے کمالات ہیں اسی طرح کامل کے کمال کی ایک یہ بھی شناخت ہے کہ اس سے معاندین اور ناقصین کو نفرت ہو اور اس کی صورت سے بیزار ہوں۔

تو دیکھو کہ ان اشیاء میں مناسبت نہ ہونے کی وجہ سے باہم تجاذب نہیں ہوتا اسی طرح کاملین وناقصین میں بھی بہ سبب عدم تناسب کے تجاذب مابین نہیں ہوتا۔ آگے مقولہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

یک رگم الخ۔ یعنی میرے اندر ان کی ایک رگ تھی حق تعالیٰ نے اس کو بھی کاٹ دیا تو اب میرے اندر وہ بد رگ کہاں پہنچ سکتا ہے۔ مطلب یہ کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان ناقصین کا ایک اثر مجھ میں تھا لیکن حق تعالیٰ نے اس کو بھی میرے اندر سے نکال دیا ہے تو اب مجھ پر کسی بدرگ کا قابو نہیں چل سکتا۔ اس میں یا تو اشارہ ہے اس حدیث کی طرف جس میں کہ ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ نے میری مدد فرمائی اور میرا شیطان مسلمان ہو گیا ہے تب تو یہ مطلب ہوگا کہ ان کفار وغیرہ میں اور مجھ میں ایک قدر مشترک یہ تھی کہ ان کا بھی ایک شیطان تھا اور ایک میرا بھی لیکن حق تعالیٰ کی مدد سے وہ بھی مسلمان ہو گیا لہٰذا وہ بات بھی نہ رہی اور اب تو کسی قسم کی بھی مناسبت مابین باقی نہیں رہی اور یا اس حدیث کی طرف اشارہ ہو جس میں کہ ارشاد ہے کہ جب شق صدر ہوا ہے تو فرشتوں نے ایک پھٹکی خون کی نکالی اور کہا کہ آپ کے اندر اتنا حصہ شیطان کا تھا یعنی اتنا اثر آپ میں بشریت کا تھا تو اب مطلب یہ ہوگا کہ ان امور بشریہ میں جو اس خون کی پھٹکی کے متعلق تھے ان لوگوں سے مناسبت تھی اور آپس میں یہ قدر مشترک تھی لہٰذا اب اس کو بھی حق تعالیٰ نے نکال دیا لہٰذا اب کوئی کسی قسم کی مناسبت باقی نہیں ہے اس لئے کفار کا انکار کرنا بھی دلیل کمال ہے حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی آگے اس کی ایک نظیر بیان فرماتے ہیں کہ

یک نشان الخ۔ یعنی آدم علیہ السلام کے (کمال) کی ازل سے ایک نشانی تو یہ تھی کہ ان کے مرتبہ کی وجہ سے ملائکہ سجدہ کریں گے۔

یک نشان الخ۔ یعنی ایک نشانی دوسری وہ کہ وہ ابلیس لعین ان کے آگے سر نہ رکھے گا کہ میں تو شاہ اور رئیس ہوں۔ مطلب یہ کہ ایک نشانی ان کے کمال کی مسجود ملائکہ ہونا تو ہے ہی ایک دوسری نشانی یہ ہے کہ ابلیس ان کا انکار کرے گا اور وہ ان کے سجدہ سے باز رہے گا تو یہ بھی ان کے کامل ہونے کی دلیل ہے آگے اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ

پس اگر الخ۔ یعنی پس اگر ابلیس ساجد ہو جاتا تو وہ آدم نہ ہوتے کوئی اور ہوتے اس لئے کہ اگر وہ بھی سجدہ کر لیتا تو معلوم ہوتا کہ آپس میں کوئی مناسبت ہے کہ جس کی وجہ سے یہ ان کی طرف جھکا اور اب معلوم ہو گیا کہ چونکہ انتہا کمال کو پہنچے ہوئے تھے اس لئے اس مردود ازلی نے ان کو سجدہ کرنے سے کنارہ کشی کی کہ آپس میں کوئی مناسبت ہی نہ تھی۔

ہم سجود الخ۔ یعنی ہر فرشتہ کا سجدہ کرنا بھی ان (کے کمال) کا معیار ہے اور اس دشمن کا انکار کرنا بھی (ان کے کمال کی) دلیل ہے۔

ہم گواہ الخ۔ یعنی فرشتوں کا اقرار کرنا بھی ان کا گواہ ہے اور اس پلے کا کفران بھی ان کا گواہ ہے غرضیکہ معلوم ہو گیا کہ کوئی شئے غیر جنس سے نہیں ملتی بلکہ جب دو چیزوں میں تجاذب ہوگا تو ضرور ہے کہ ان میں کوئی قدر مشترک ہوگی لہٰذا اس شخص نے جو ریچھ کو نہ چھوڑا معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں میں آپس میں کوئی ضرور مناسبت تھی کہ اس شخص میں بھی بہیمیت اور سبعیت آ گئی تھی ورنہ اس انجذاب کے کیا معنی آگے فرماتے ہیں کہ۔

این سخن الخ۔ یعنی یہ بات تو انتہا نہیں رکھتی لہٰذا لوٹو کہ اس ریچھ نے اس شیر مرد کے ساتھ کیا کیا۔ اب یہاں سے پھر اس ریچھ کے قصہ کی طرف رجوع ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

تتمۂ قصۂ اعتماد آں مغرور بر تملق خرس

اس دھوکے میں مبتلا کا ریچھ کی چاپلوسی پر بھروسہ کرنے کا باقی حصہ

او بخفت و خرس میراندش مگس	وز ستیز آمد مگس شد باز پس
وہ سو گیا اور ریچھ اس کی مکھیاں اڑاتا تھا	اور ضد سے مکھیاں پھر واپس آ جاتی تھیں
چند بارش راند از روئے جواں	واں مگس زو باز می آمد دواں
اس نے کئی بار ان کو جوان کے منہ پر سے اڑایا	وہ مکھیاں تیزی سے واپس آ جاتیں
خشمگیں شد با مگس خرس و برفت	بر گرفت از کوہ سنگے سخت و زفت
ریچھ کو مکھیوں پر غصہ آیا اور وہ گیا	پہاڑ سے ایک سخت اور بھاری پتھر اٹھا لیا
سنگ آورد و مگس را دید باز	بر رخ خفتہ گرفتہ جائے ساز
پتھر لایا اور مکھیوں کو پھر دیکھا	سوئے ہوئے کے منہ پر ٹھکانا بنائے ہوئے
بر گرفت آں آسیا سنگ و بزد	بر مگس تا آں مگس واپس خزد
اس نے چکی (جیسا) پتھر اٹھایا اور مارا	مکھیوں پر تاکہ وہ مکھیاں واپس جا گھسیں
سنگ روئے خفتہ را خشخاش کرد	ایں مثل بر جملہ عالم فاش کرد
پتھر نے سوئے ہوئے کے منہ کو خشخاش (جیسا) کر دیا	یہ کہاوت تمام دنیا میں مشہور کر دی
مہر ابلہ مہر خرس آمد یقیں	کین او مہر ست و مہر اوست کیں
بیوقوف کی دوستی یقینا ریچھ کی دوستی ہے	اس کا کینہ محبت ہے اور اس کی محبت کینہ ہے
عہد اوست ست و ویران و ضعیف	گفت او زفت و وفائے او نحیف
اس کا عہد (و پیمان) کمزور اور برباد اور ضعیف ہے	اس کی باتیں گھٹی ہیں اور اس کی وفاداری کمزور ہے
گر خورد سوگند ہم باور مکن	بشکند سوگند مرد کژ سخن
اگر وہ قسم بھی کھائے تو یقین نہ کر	الٹی باتیں کرنے والا قسم توڑ ڈالتا ہے
چونکہ بے سوگند گفتش بد دروغ	تو میفت از مکر و سوگندش بدوغ
چونکہ اس کی بغیر قسم کے بات جھوٹ تھی	تو اس کے مکر اور قسم کی وجہ سے فریب میں نہ پڑ

www.besturdubooks.wordpress.com

نفس او میر ست و عقل او اسیر	صد ہزاراں مصحفش خود خوردہ گیر
اس کا نفس حاکم ہے اور اس کی عقل قیدی ہے	لاکھوں قرآن اس کے کھائے ہوئے سمجھ
چونکہ بے سوگند پیماں بشکند	گر خورد سوگند ہم آں بشکند
جبکہ وہ بغیر قسم کے عہد توڑ ڈالتا ہے	اگر قسم بھی کھالے گا اس کو توڑ ڈالے گا
زانکہ نفس آشفتہ تر گردد ازاں	کہ کند بندش بسوگند گراں
کیونکہ اس (قسم) سے نفس زیادہ پریشان ہوگا	کہ اس کو بھاری قسم میں قید کرے
چوں اسیرے بند بر حاکم نہد	حاکم آں را بر درد بیروں جہد
جب کوئی قیدی حاکم کے بیڑی لگائے	حاکم اس کو توڑ دے گا باہر نکل آئے گا
بر سرش کوبد زخشم آں بند را	می زند بر روئے او سوگند را
اس کے سر پر وہ بیڑی زور سے مارے گا	قسم کو اس کے منہ پر پھینک مارے گا
تو ز اوفوا بالعقودش دست شو	احفظوا ایمانکم با او مگو
تو "عہدوں کو پورا کرو" سے اس سے ہاتھ دھولے	"اپنی قسموں کی حفاظت کرو" اس سے نہ کہہ
وانکہ داند عہد با کہ می کند	تن کند چوں تار و گرد او تند
جو شخص یہ سمجھ لے کہ عہد کس سے کرتا ہے	جسم کو دھاگے کی طرح کرتا ہے اور اس کے گرد بنتا ہے

الغرض وہ شخص سو گیا اور ریچھ اس کی مکھیاں اڑانے لگا۔ جوں جوں وہ اڑاتا تھا اسی طرح مکھیاں ضد سے لوٹ لوٹ آتی تھیں کئی دفعہ اس نے اس جوان کے منہ پر سے مکھیاں اڑائیں لیکن ہر بار وہ مکھیاں لوٹ لوٹ آئیں ریچھ کو مکھیوں پر غصہ آیا لہٰذا گیا اور پہاڑ میں سے ایک بڑا پتھر لیا جب پتھر لایا پھر مکھیوں کو دیکھا کہ سونے والے کے منہ پر بیٹھی ہوئی ہیں تو اس نے اس چکی کے پاٹ جیسے پتھر کو لیا اور مکھیوں کو مارا کہ یہ واپس لوٹ جائیں اور پھر نہ آئیں اس پتھر نے سونے والے کے سر کو چکنا چور کر دیا اور یہ مثل عالم میں مشہور ہو گئی کہ نادان کی دوستی ریچھ کی دوستی ہے اس سے تم کو سمجھنا چاہیے کہ نادان کی دوستی جو نادانی سے ہو فی الحقیقت دشمنی ہے اور دشمنی جو دانائی سے ہو دوستی ہے اور یاد رکھو کہ وہ جو عہد کرتا ہے وہ کمزور اور تباہ و ضعیف ہے۔ باتیں اسکی بہت بڑی بڑی ہیں مگر وفا کمزور ہے۔ پس اگر وہ قسم بھی کھائے تو اعتبار نہ کرنا اس لئے کہ جو آدمی اینڈی بینڈی باتیں کرتا ہے اس کو قسم کا توڑ دینا کچھ دشوار نہیں جبکہ بلا قسم کے جھوٹ بولتا ہے تو تم اس کے مکر اور قسم سے فریب میں نہ آنا بات یہ ہے کہ وہ تابع نفس ہے اور نفس اس کا حاکم اور اس کی عقل اس کی مقید ہے وہ سینکڑوں قرآن کھا کر بھی ڈکار نہیں لیتا۔ پس جو

www.besturdubooks.wordpress.com

شخص بلا قسم کے عہد کو توڑ ڈالتا ہے وہ بہت برا کرتا ہے جو قسم کھاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ نفس کو جکڑنا چاہتا ہے اور نفس کو اس سے اور ہیجان ہوگا کہ وہ اس کو بھاری زنجیروں میں باندھتا ہے کیونکہ وہ اس کا حاکم ہے اور یہ اس کا مقید اور جب کوئی قیدی حاکم کو باندھتا اور اس کو پابند کرنا چاہتا ہے تو حاکم اس بند کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا ہے اور خود باہر نکل آتا ہے اور غصہ سے اس بند کو اس کے منہ پر مارتا ہے پس وہ نفس بھی اس قسم کو اس کے منہ پر مارے گا اور یہ اس کو بوجہ اپنی مغلوبی کے روک نہ سکے گا لہٰذا جب نفس غالب ہو تو ایسے اسباب پیدا نہ کرنے چاہئیں جن سے اس کو ہیجان ہو بلکہ تدبیر اور ملاطفت سے اس کو قابو میں لانا چاہیے جب یہ معلوم ہو گیا کہ ایسے شخص کی قسم سے نفس کی ضد بڑھتی ہے اور وہ قسم کو ضرور توڑ ڈالتا ہے لہٰذا تم کو چاہیے کہ اس کی پیمان مؤکد بقسم کو سادے پیمان سے بھی زیادہ کمزور سمجھو۔ القصہ تم کو اس کے وفائے عہد سادہ و مؤکد بقسم ہر دو سے ہاتھ دھو لینا چاہیے۔ اور اس سے بتوقع وفا احفظوا ایمانکم نہ کہنا چاہیے کیونکہ اس سے وفائے عہد کی امید نہیں۔ خلاصہ یہ کہ جو شخص ہمارے سامنے جھوٹ بولنے کا عادی ہے اس کی قسم سے اس کی بات کو کوئی تفوق حاصل نہیں ہوتا اور جو شخص جانتا ہے کہ وہ فی الحقیقت کسی کے ساتھ عہد کرتا ہے وہ حفاظت میں اپنے جسم کو تار کر دیتا ہے اور ہر طرح کی مشقتیں اور روحانی کوفتیں جھیلتا ہے مگر اپنے عہد کو محفوظ رکھتا ہے اور جو شخص اپنے عہد میں حق سبحانہ کو وثیقہ و دستاویز بناتا ہے اور اس کے نام سے اپنے پیمان کو مضبوط کرتا ہے وہ اپنے جسم کو اس پیمان کے چاروں طرف روک بنا دیتا ہے اور ہمہ تن اس کی حفاظت کرتا ہے کہ مبادا جاتا نہ رہے اور کوئی بات خلاف عہد نہ ہو جائے شاید تم کو استبعاد ہو کہ عہد تو اس نے انسان کے ساتھ کیا تھا یہ خدا کے ساتھ عہد کیونکر ہو گیا۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہوا کہ جب اس نے خدا کے نام کو وثیقہ بنایا تو گویا کہ خدا کو اس نے وفائے عہد کا ضامن بنایا اور خدا کے ساتھ معاہدہ کیا کہ ہم خلاف ورزی نہ کریں گے۔ دوسرے حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ اوفوا بالعقود اور احفظوا ایمانکم اور بیان احکام کو ماننا ہے تو یہ عہد ہے حق سبحانہ سے ایفاء کا پس جس طرح وہ بندے سے عہد کرتا ہے یوں ہی خدا سے بھی عہد کرتا ہے کہ میں حسب الحکم اس کی پابندی کرونگا۔ ان دونوں صورتوں میں تو بندہ کے عہد کے ساتھ خدا کے ساتھ ایک جداگانہ عہد ہوگا اور یہ عہد اس کو متضمن ہوگا یا مستلزم مگر یہ بھی ممکن ہے کہ بعض جگہ وہی عہد جو بندہ کے ساتھ کیا گیا ہے اس بندہ کے حق سبحانہ کے ساتھ عرفی اتحاد کی بنا پر حق سبحانہ کے ساتھ ہو جیسے کہ عبادت بندۂ خاص کو حق سبحانہ خود اپنی عبادت فرماتے ہیں جس کی تفصیل مع فوائد زائدہ حوالہ قلم کی جاتی ہے سنو۔

شرح شبّیری

اس آدمی کی حکایت کا تتمہ جو کہ ریچھ کی وفاداری پر مغرور تھا

شخص خفت الخ۔ یعنی وہ شخص تو سو گیا اور ریچھ اس کی مکھیاں جھل رہا تھا اور ضد کی وجہ سے مکھی جلدی ہی پھر

واپس آ جاتی تھی (جیسا کہ مکھی کا قاعدہ ہے کہ جتنا ہٹاؤ اتنا ہی آتی ہے)

چند بارش الخ۔ یعنی اس ریچھ نے کئی مرتبہ جوان کے منہ سے اس کو ہٹادیا مگر وہ مکھی پھر دوڑتی ہوئی واپس آتی تھی۔

خشمگین شد الخ۔ یعنی ریچھ مکھی سے غصہ میں ہوا اور گیا اور پہاڑ سے ایک بڑا بھاری پتھر لایا۔

سنگ الخ۔ یعنی پتھر لایا اور مکھی کو پھر سونے والے کے منہ پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔

برگرفت الخ۔ یعنی وہ چکی کا پتھر لے کر مکھی کے مارا تا کہ وہ مکھی واپس لوٹے تو نتیجہ یہ ہوا کہ۔

سنگ روئے الخ۔ یعنی پتھر نے سونے والے کے منہ کو چور چور کر دیا اور یہ مثل (ذیل کی) تمام عالم پر ظاہر کر دی۔

مہر ابلہ الخ۔ یعنی بیوقوف کی دوستی یقیناً ریچھ کی دوستی ہے اس کا کینہ مہربانی ہے اور اس کی مہربانی کینہ ہے۔

مطلب یہ کہ اب یہ مثل ہوگئی کہ بیوقوف کی دوستی کو خرس کی دوستی کہتے ہیں۔ پس اگر بے وقوف دشمن ہو تو سمجھو کہ حقیقت میں یہ اس کی مہربانی ہے اس لئے کہ وہ اب کوئی گزند نہ پہنچائے گا اور اگر کہیں اس نے دوستی کر لی تو یہ حقیقت میں دشمنی ہے کہ خوب اچھی طرح ضرر ہونگے آگے اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ

عہد او ست الخ۔ یعنی اس بیوقوف کا عہد سست ہے اور ویران اور ضعیف ہے اور قول اس کا فضول ہے اور وفا اسکی کمزور

گر خورد الخ۔ یعنی اگر وہ قسم کھائے تب بھی یقین مت کر کیونکہ اوندھی بات والا آدمی قسم کو بھی توڑ دے گا۔

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ بے قسم کے اس کا قول کاذب ہے تو تو اس کے مکر اور قسم کی وجہ سے فریب میں مت پڑ۔

دوغ بمعنی چھاچھ دھوکہ کو اس لئے کہتے ہیں کہ چھاچھ بھی صورۃً دودھ ہوتی ہے لیکن واقع میں نہیں ہوتی اسی طرح دھوکہ بھی واقع میں نافع اور اصل میں مضر ہوتا ہے۔

نفس او الخ۔ یعنی اس کا نفس تو حاکم ہے اور عقل اس کی قیدی ہے لاکھوں قرآن اس کو کھائے ہوئے فرض کر۔ مطلب یہ کہ قرآن کی قسم کھانا تو درکنار اس کو اگر خود قرآن مل جائیں تو وہ ان کو بھی کھا جائے۔ لہٰذا ایسے آدمی کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔

چونکہ الخ۔ یعنی جب کہ بے قسم کے عہد شکنی کرتا ہے تو اگر قسم کھائے اس کو بھی توڑ دے گا (اس سے مشکل ہی کیا ہے)

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ نفس اس سے زیادہ برانگیختہ ہوتا ہے کہ کوئی اس کو خوب بھاری قسم سے بند کر دے۔ مطلب یہ کہ یہ قاعدہ مسلم ہے النفس حریص علی مامنع اور یہ بھی معلوم ہے کہ جس قدر سخت ممانعت ہوگی اسی قدر زیادہ حرص بھی ہوگی تو اگر کوئی نفس کو عہد شکنی سے صرف عہد کر کے روکتا ہے تو یہ تو اتنا سخت نہیں ہے لیکن اگر اس کو عہد شکنی سے قسم کھا کر روکتا ہے تو اس میں ممانعت عہد شکنی زیادہ ہے اس لئے نفس کو زیادہ حرص ہوگی کہ وہ عہد شکنی کرے لہٰذا وہ قسم سے اور بھی آشفتہ ہوگا اور خوب عہد شکنی کرے گا ہاں اگر طبیعت سلیمہ ہے تو وہ ممانعت سے باز رہے گی۔ وہی شاذ۔ اکثر طبائع سلیم نہیں ہوتیں اور فقہاء نے بھی لکھا ہے کہ حاکم گواہ کو قسم نہ دے۔ ہاں اگر ضرورت سمجھے کہ زاجر ہوگی اور مانع عن الکذب ہوگی تو مضائقہ نہیں ہے۔ لہٰذا اگر ابلہ قسم بھی کھائے تو اس کا بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

اعتبار نہیں ہے سبحان اللہ عجیب مضمون ہے للہ درہ ثم للہ درہ آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ

چون اسیرے الخ۔ یعنی جب کوئی قیدی بیڑی حاکم پر مارے تو حاکم اس کو توڑ دے گا اور باہر نکل جائے گا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی قیدی کسی حاکم کو قید کرنا چاہے تو وہ حاکم ہرگز قید نہ ہوگا بلکہ اس قید سے نکل کر خود اس قیدی ہی کو ٹھیک کرے گا تو اسی طرح جب کہ بیوقوف کا نفس حاکم ہے اور عقل قیدی ہے اس لئے اگر عقل نفس کو قسم وغیرہ سے مقید کرنا چاہے گی اور وہ یہ چاہے گی کہ اس کو عہد شکنی نہ کرنے دے تو یاد رہے کہ وہ نفس حاکم اس عقل پر غالب آئے گا اور خود اس کو ہی قید کرلے گا لہٰذا ایسے آدمی کا ہرگز اعتبار نہیں ہے آگے یہی فرماتے ہیں کہ

بر سرش الخ۔ (یعنی (وہ حاکم) اس (قیدی) کے سر پر غصہ سے اس قید کو مارے گا تو اسی طرح نفس اس (عقل) کے منہ پر اس قسم کو مارے گا اور ہرگز اس پر عامل نہ ہوگا۔

تو زاوفوا الخ۔ یعنی تم اس کے وفائے عہد سے ہاتھ دھولو اور اس سے احفظوا ایمانکم (اپنی قسموں کی حفاظت کرو) مت کہو کیونکہ بالکل بے سود ہے۔

ہر کہ اوالخ۔ یعنی جو کہ وہ ہمارے سامنے جھوٹ بولے تو اس کا قول اس کی قسم سے رونق نہ پائے گا۔ مطلب یہ کہ جس نے ویسے جھوٹ بول دیا تو اگر اس نے قسم بھی کھالی وہ بھی بے سود ہے اس لئے کہ اس سے اس کے قول میں کسی قسم کی پختگی نہیں ہوسکتی۔

وانکہ الخ۔ یعنی جو شخص کہ جان لے کہ کس سے عہد کرتا ہے تو بدن کو تار کی طرح کرلیتا ہے اور اس کے گرد رہتا ہے مطلب یہ کہ جو شخص کہ عہد کررہا ہے اگر وہ سمجھے کہ یہ عہد حقیقۃً کس سے کررہا ہے تو وہ اس کو وفا کرنے میں حتی الامکان کوشش کرے اگرچہ وہ سوکھ کر اس کے فکر میں کانٹا بھی ہوجائے مگر پھر بھی وہ اس کو پورا کرے اس لئے جو عہد کسی سے کرتا ہے وہ اصل اور حقیقت میں حق تعالیٰ سے عہد کررہا ہے اب سمجھ لو کہ حق تعالیٰ سے عہد شکنی کس قدر سخت امر ہے۔

وانکہ الخ۔ یعنی اور وہ کہ حق کو پوشیدگی میں سند بنائے اور وہ بدن کو قیدی کی طرح کرلیتا ہے اور اس کے گرد رہتا ہے۔ مطلب یہ کہ جس نے حق تعالیٰ کو سند بنا رکھا ہے اور وہ جانتا ہے کہ یہ سب عہد وغیرہ حق تعالیٰ سے ہیں تو وہ بدن کو قیدی کی طرح ایک جگہ رکھتا ہے اور اسی پر قائم رہتا ہے آگے ایک حکایت فرماتے ہیں اور وہ شعر وانکہ داند عہد باکہ می کند۔ الخ کے ساتھ مربوط ہے تقریر ربط اس طرح ہے کہ وہاں کہا ہے کہ جب عہد کرو تو سمجھو کہ حقیقت میں اور واقع میں کس سے عہد کررہے ہو تو چونکہ اصل میں وہ عہد حق تعالیٰ سے ہے اس لئے عہد شکنی بہت بری بات ہے اب آگے عیادت کی فضیلت بیان فرماتے ہیں کہ عیادت اس لئے افضل ہے کہ تم جس کی عیادت کررہے ہو شاید وہ کوئی قطب ہو اور اس کی عیادت سے رضاء حق میسر ہو تو گویا کہ حق تعالیٰ کی عیادت کی اور یہ مضمون حدیث میں بھی ہے کہ حق تعالیٰ قیامت میں ایک شخص سے ارشاد فرمائیں گے کہ میں مریض ہوا تھا تم نے میری عیادت نہیں کی تو وہ عرض کرے گا کہ یا الٰہی آپ تو عیوب سے بری ہیں آپ کب بیمار ہوسکتے ہیں تو ارشاد ہوگا کہ میرا فلاں مقبول بندہ

بیمار ہوا تو گویا کہ میں مریض ہوا اور تو نے اس کی عیادت نہ کی تو گویا میری عیادت نہ کی تو جس طرح وہاں عیادت عبد گویا کہ عیادت حق ہے اس طرح عہد با عبد گویا کہ عہد با حق ہے لہٰذا اس کو ہرگز نہ توڑنا چاہیے اس سے زیادہ صاف ربط شاید اور کوئی نہ ہو اور کانپوری مثنوی شریف کے حاشیہ میں حضرت حاجی صاحب نے بھی اسی ربط کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور آگے مولانا کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حکایت بیان فرمانا بھی اسکا موید ہے اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

بعیادت رفتن حضرت مصطفیٰ ﷺ برصحابی رنجور و فائدہ عیادت

حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیمار صحابی کی مزاج پرسی کو جانا اور بیمار پرسی کا فائدہ

از صحابہ خواجہٗ بیمار شد	واندراں بیماریش چوں تار شد
صحابہ میں سے ایک بزرگ بیمار ہوگئے	اور اس بیماری میں وہ دھاگے کی طرح ہوگئے
مصطفیٰؐ آمد عیادت سوئے او	چوں ہمہ لطف و کرم بد خوئے او
(حضرت) مصطفیٰؐ ان کے پاس بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے	چونکہ آپ کی عادت مجسم لطف و کرم تھی
در عیادت رفتن تو فائدہ است	فائدہ آں باز بر تو عائدہ است
بیمار پرسی کیلئے تیرا فائدہ ہے	اس کا فائدہ تجھے ہی پہنچنے والا ہے
فائدہ اول کہ آں شخص علیل	بو کہ قطبے باشد و شاہ جلیل
پہلا فائدہ یہ ہے کہ وہ بیمار شخص	ہو سکتا ہے کوئی قطب اور بڑا شاہ ہو
چوں دو چشم دل نداری اے عنود	وانمی دانی تو ہیزم را ز عود
اے سرکش! جب تو دل کی دو آنکھیں نہیں رکھتا ہے	تو "اگر" کو ایندھن سے ممتاز نہیں سمجھ سکتا ہے
چونکہ گنجے ہست در عالم مرنج	ہیچ ویراں رامداں خالی ز گنج
جبکہ دنیا میں خزانہ ہے رنجیدہ نہ ہو	کسی ویرانے کو (بھی) خزانے سے خالی نہ سمجھ
قصد ہر درویش می کن از گزاف	چوں نشاں یابی بجد می کن طواف
ہر درویش کا قصد وجہ کے بغیر کر لیا کر	جب پتہ پالے تو کوشش کر کے چکر کاٹ
چوں ترا آں چشم باطن بیں نہ بود	گنج می پندار اندر ہر وجود
جب تیری باطن کو دیکھنے والی آنکھ نہیں ہے	ہر وجود میں خزانہ سمجھ

www.besturdubooks.wordpress.com

در نباشد قطب یار رہ بود	شہ نباشد فارس اسپہ بود
اگر قطب نہ ہو گا راستہ کا یار ہو گا	شاہ نہ ہو گا گھوڑا سوار ہو گا
پس صلہ یاران رہ لازم شمار	ہر کہ باشد گر پیادہ گر سوار
یاروں کے ساتھ سلوک کو لازم سمجھ	کوئی ہو پیادہ ہو یا سوار
ور عدو باشد ہم ایں احساں نکوست	کہ باحساں دوست گردد گر عدوست
اگر دشمن ہے تو بھی یہ احسان اچھا ہے	اگر دشمن ہے احسان کی وجہ سے دوست ہو جائے گا
ور نگردد دوست کینش کم شود	زانکہ احساں کینہ را مرہم شود
اگر دوست نہ بنا تو اس کی دشمنی کم ہو جائے گی	اس لئے کہ احسان کینہ کا مرہم ہے
پس فوائد ہست غیر ایں ولیک	از درازی خائفم اے یار نیک
اس کے علاوہ بھی فائدے ہیں لیکن	اے بھلے یارا میں طوالت سے خائف ہوں
حاصل ایں آمد کہ یار جمع باش	ہمچو بتگر از حجر یارے تراش
خلاصہ یہ نکلا کہ جماعت کا دوست بن	بت گر کی طرح پتھر سے دوست تراش لے
زانکہ انبوہی و جمع کارواں	رہزناں را بشکند پشت وسناں
اس لئے کہ قافلہ کی جماعت اور اس کی کثرت	ڈاکوؤں کی کمر اور بھالا توڑ دیتی ہے

وحی آمدن از حق تعالیٰ بہ موسیٰؑ کہ چرا بہ عیادت من نیامدی

حضرت موسیٰؑ کے پاس خدا کی طرف سے وحی آنا کہ تو میری بیمار پرسی کے لئے کیوں نہ آیا؟

آمد از حق سوئے موسیٰؑ ایں عتیب	کاے طلوع ماہ دیدہ تو ز جیب
موسیٰؑ کی جانب سے اللہ کے پاس سے یہ ناراضی پہنچی	اے وہ کہ تو نے گریبان سے سورج کا طلوع دیکھا ہے
مشرقت کردم بنور ایزدی	من حقم رنجور گشتم نامدی
میں نے خدائی نور سے تجھے مشرق بنایا	میں خدا ہوں میں بیمار ہوا تو نہ آیا
گفت سبحانا تو پاکی از زیاں	اینچہ رمز ست ایں بکن یارب عیاں
(حضرت موسیٰؑ نے) کہا اے اللہ تو نقصان سے پاک ہے	یہ کیا راز ہے؟ اے خدا اس کو ظاہر کر دے
باز فرمودش کہ در رنجوریم	چوں نہ پرسیدی تو از روئے کرم
(اللہ تعالیٰ نے) پھر اس سے کہا کہ میں مریض ہوں	تو نے از روئے کرم میری پرسش کیوں نہ کی

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت یارب نیست نقصانے ترا	عقل گم شد ایں گرہ را بر کشا
انہوں نے عرض کیا اے خدا تیرے لئے کوئی گھاٹا نہیں ہے	عقل گم ہو گئی ہے یہ گرہ کھول دے
گفت آرے بندۂ خاص گزیں	گشت رنجور او منم نیکو بہ بیں
(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا ہاں ایک خاص برگزیدہ بندہ	بیمار ہوا اور وہ میں ہوں خوب سمجھ لے
ہست رنجوریش رنجوری من	ہست معذوریش معذوری من
اس کی بیماری میری بیماری ہے	اس کی معذوری میری معذوری ہے
ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا	گو نشیند در حضور اولیا
جو خدا کی ہم نشینی چاہے	کہہ دو وہ اولیاء کی خدمت میں بیٹھے
از حضور اولیا گر بگسلی	تو ہلاکی زانکہ جزوی نے کلی
اگر تو اولیاء کے پاس حاضری سے علیحدہ رہے گا	تو برباد ہے کیونکہ تو جزو ہے کل نہیں ہے
ہر کرا دیو از کریماں وا برد	بیکسش یابد سرش را وا خورد
شیطان جس کو بھلوں سے جدا کر دے	اس کو بے سہارا پا لیتا ہے اس کا سر چبا لیتا ہے
یک بدست از جمع رفتن یک زماں	مکر شیطاں باشد و نیکو بداں
تھوڑی دیر کے لئے بھی ایک بالشت جماعت سے دور ہونا	شیطان کا مکر ہو گا خوب سمجھ لے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک صاحب بیمار ہوئے اور اتنے بیمار ہوئے کہ سوکھ کر کانٹا ہو گئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت چونکہ سراپا لطف وکرم تھی لہٰذا عیادت کے لئے تشریف لائے اس سے تم کو نصیحت حاصل کرنی چاہیے اور مریضوں کی عیادت کرنی چاہیے اس میں بڑا فائدہ خود تمہارا ہے اور اس کا بہت بڑا نفع خود تمہاری طرف عائد ہوتا ہے چنانچہ پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ ممکن ہے کہ وہ بیمار کوئی قطب اور عنداللہ نہایت عالی مرتبہ شخص ہو اور تم کو معلوم نہ ہو اور اس کو دیگر عوام سے ممتاز نہ سمجھنا کوئی چیز نہیں کیونکہ تمہاری چشم باطن روشن نہیں جس سے تم امتیاز کر سکو جب تمہاری حالت یہ ہے اور تم یہ بھی اجمالاً جانتے ہو کہ عالم اہل اللہ سے خالی نہیں اور واقع میں بھی ایسا ہی ہے تو تم کو طلب سے طول نہ ہونا چاہیے اور کسی ایسے شخص کو جس کا ظاہر خراب ہو قطعی طور پر دولت معرفت سے خالی نہ جاننا چاہیے گو یہ بھی نہ ہونا چاہیے کہ ظاہر کو بالکل نظر انداز کر دیا جائے بلکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر لازمی ہے اگر کسی وجہ سے اس کی معذوری ظاہر نہ ہو جائے اور ہر ایسے درویش کی طرف اٹکل پچو بھی متوجہ ہونا چاہیے۔ جس میں احتمال معرفت قریب ہو اور جبکہ تم کو کوئی کامل مل جائے تو اس کا دامن پکڑ لینا چاہیے۔ چونکہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تیرے لئے چشم باطن نہیں ہے اس لئے تم کو ہر شخص میں گنج معرفت کا احتمال ہونا چاہیے اور بنا بر احتمال تحقیق حال کے درپے ہونا چاہیے لیکن یہ نہ ہونا چاہیے کہ اس کے افعال واقوال سیۂ کو حسن سمجھ لیا جائے بلکہ ان کو تو برا ہی سمجھنا چاہیے پھر یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ شخص ان افعال واقوال میں معذور ہے اور حقیقت میں عارف ہے یا معذور نہیں اور حقیقت بھی اس کی ویسی ہی ہے جیسا اسکا ظاہر۔ یہاں تک تو ہم نے بیان کیا تھا کہ ممکن ہے کہ وہ مریض کوئی خاصان الٰہی میں سے ہو۔ اب ہم کہتے ہیں کہ اگر وہ قطب اور خاصان الٰہی میں سے بھی نہ ہوگا تو آخر راہ خداوندی کا رفیق تو ہے یعنی مسلمان تو ہے اور اگر بادشاہ اور اعلیٰ رتبہ کا نہیں تو سپاہی تو ہے۔ جب یہ صورت ہے تو یاروں اور رفیقوں کے ساتھ اچھا برتاؤ لازم ہے خواہ پیادہ اور عاصی ہو یا سوار اور نیک اور فرض کرو کہ دشمن ہی ہے تب بھی یہ تمہارا احسان ہوگا اور احسان فی نفسہ اچھی چیز ہے۔ ممکن ہے کہ وہ تمہارے احسان ہی سے تمہارا دوست ہو جائے اور یہ کچھ بعید نہیں کیونکہ احسان سے بہت سے دشمن دوست ہو گئے ہیں۔ اچھا یہ بھی مانا کہ وہ دوست بھی نہ ہوگا لیکن اس سے بھی فائدہ ہوگا کہ اس کی دشمنی کم ہو جائے گی کیونکہ احسان کا قاعدہ ہے کہ وہ زخم کینہ کے لئے مرہم ہو جاتا ہے اس کے علاوہ اور بہت سے فائدے ہیں لیکن سب کے بیان کرنے میں طوالت کا اندیشہ ہے اس لئے صرف اسی قدر پر اکتفا کیا جاتا ہے خلاصہ یہ کہ تم کو دوسروں کا یار ہونا چاہیے اور ان کو اپنا یار بنانا چاہیے اور بت گر کی طرح پتھر کا بھی یار بنانا چاہیے۔ مبالغہ ہے یار بنانے میں اور مقصود یہ ہے کہ مرافقت اچھی چیز ہو خواہ یار کتنا ہی ادنیٰ درجہ کا ہو۔ بشرطیکہ اس کے یار بنانے کی شرعاً ممانعت نہ ہو اور مرافقت کی اس لئے ضرورت ہے کہ ایک گروہ اور قافلہ کی جماعت رہزنوں کی کمر اور ان کے ہتھیاروں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتی ہے یعنی اتحاد واتفاق سے شیطانوں کا پورے طور پر مقابلہ ہو سکتا ہے اور تنہا پر شیطان کا داؤ بہت جلد چل جاتا ہے اور مرافقت کے لئے سب سے مقدم اولیاء اللہ ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو حق سبحانہ کے ساتھ اتحاد توافق ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ ایک مرتبہ موسیٰ علیہ السلام کو عتاب ہوا کہ اے وہ موسیٰ جس پر ہم نے یہ اکرام کیا کہ اس کے ہاتھ کو ماہتاب کی طرح کر دیا اور جب اس نے اپنے ہاتھ کو گریبان میں ڈال کر نکالا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گریبان میں سے چاند نکلا۔ ہم نے تم کو اپنے نور سے منور کیا۔ لیکن تم نے ہمارے ساتھ یہ کیا کہ ہم بیمار ہوئے تم ہماری عیادت کو نہ آئے۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ اے قدوس سبحان تو تو نقصان مرض وغیرہ سے منزہ ہے اس کا مطلب کیا ہے اس کو واضح کر دیجئے پھر یہی حکم ہوا کہ ہماری بیماری میں تم نے ہماری عیادت نہیں کی۔ پھر حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ الٰہ العٰلمین تو تو نقصان سے مبرا ہے میری عقل گم ہو گئی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ اس عقدہ کو حل کر دے حکم ہوا اچھا سن۔ میرا فلاں خاص اور مقبول بندہ بیمار ہوا غایت توافق کی بنا پر گویا کہ وہ میں ہی ہوں اور اس کی معذوری گویا کہ میری ہی معذوری ہے اور اس کی بیماری گویا کہ میری ہی بیماری ہے اس بیان سے تم کو معلوم ہو گیا کہ بندگان خاص حق سبحانہ کے لئے عینیت حق سبحانہ کا مجاز اً حکم ہے اور ان کے ساتھ جو برتاؤ کیا جاتا ہے وہ گویا کہ حق سبحانہ کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ پس جس کو مرافقت حق سبحانہ

www.besturdubooks.wordpress.com

درکار ہو وہ ان کی مرافقت اختیار کرے کہ ان کی صحبت گویا کہ حق سبحانہ کی صحبت ہے۔ پس تم کو ان کی مرافقت لازم ہے اگر تم ان سے مرافقت چھوڑ دو گے اور ان سے تعلق قطع کر دو گے تو تمہارے لئے ہلاکی ضروری ہے کیونکہ نہ تو تم خود کل یعنی عارف ہو اور نہ جز یعنی ان کے ساتھ مرجبط۔ پس ہلاکت لازم کیونکہ جس شخص کو شیطان ان کریموں اہل اللہ سے علیحدہ کر دیتا ہے جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کی طرف سے کشش نہیں ہوتی کیونکہ ان کی طرف سے کشش ہونے کی صورت میں یہ امر ناممکن ہے تو اس کا مقصد اس کا سر اڑانا اور ہلاک کرنا ہوتا ہے پس تم کو یاد رکھنا چاہیے کہ جماعت سے بالخصوص جماعت اہل اللہ سے ایک بالشت دور ہونا مکر شیطان ہے کہ اس طرح وہ اس کو ہلاک کرنا چاہتا ہے اچھا اب تم ایک قصہ سنو جس سے تم کو تنہائی اور مرافقت کو چھوڑنے کا ضرر معلوم ہو۔

شرح شبّیری

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مریض صحابی کی عیادت کو جانا اور عیادت کے فوائد

از صحابہ الخ۔ یعنی صحابہ میں سے ایک صاحب بیمار ہوئے اور وہ اس بیماری میں مثل تار کے (دبلے) ہو گئے۔

مصطفیٰ آمد الخ۔ یعنی حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لئے ان کے پاس آئے اس لئے کہ ان کی خصلت تو لطف و کرم تام تھی۔ یعنی چونکہ آپ نہایت رحیم و کریم تھے اس لئے آپ ان کے پاس عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

در عیادت الخ۔ یعنی اے طالب تیری عیادت کے لئے جانے میں فائدے ہیں اور اس کا فائدہ پھر تیری طرف لوٹتا ہے۔ آگے فوائد کو بیان فرماتے ہیں کہ

فائدہ الخ۔ یعنی اول فائدہ تو یہ ہے کہ وہ مریض آدمی شاید کہ کوئی قطب ہو اور جلیل القدر بادشاہ ہو۔

چون الخ۔ یعنی اے معاند جب تو دل کی آنکھیں نہیں رکھتا تو تو لکڑی اور عود کو تمیز نہیں کر سکتا۔ مطلب یہ کہ جب تجھے بصیرت حاصل نہیں ہے تو پھر تو کامل اور ناقص میں کس طرح تمیز کر سکتا ہے۔

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ عالم میں ایک خزانہ ہے تو تو (جستجو میں) رنجیدہ مت ہو اور کسی ویرانہ کو خزانہ سے خالی مت جان۔ مطلب یہ کہ یہ تو یقینی ہے کہ عالم میں اقطاب و ابدال ضرور موجود ہیں تو تم ان کی جستجو کرو اور اس جستجو سے اکتاؤ مت بلکہ کسی جگہ کو خالی از قطب مت سمجھو جیسا کہ بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ کوئی قریہ ایسا نہیں ہے کہ جہاں قطب نہ ہو۔ لہٰذا کسی جگہ کو خالی مت سمجھو بلکہ اس جگہ تحقیق سے کام لو۔

قصد ہر درویش الخ۔ یعنی ہر درویش کا خوب کوشش سے قصد کرو اور جبکہ نشانی پالو تو کوشش سے اس کا طواف

www.besturdubooks.wordpress.com

کرو۔ مطلب یہ کہ جس درویش میں احتمال خلاف نہ ہو اگرچہ بظاہر اس میں علامت قبولیت کی بھی نہ ہو لیکن خلاف نہ ہونا چاہیے تو چاہیے کہ اس کی تحقیق کرے اور اس کے بعد پھر اسکی طلب میں کوشش کرے اور طواف سے مراد طواف متعارف نہیں ہے کہ عوام اس سے طواف بزرگوں کا اور قبروں کا نکالیں بلکہ مراد یہ ہے کہ جب ان کا کمال محقق اور معلوم ہو جائے تو پھر ان کا پیچھا پکڑ لو اور ان کو چھوڑو مت ہاں جب تک کہ تحقیق نہ ہو اس وقت تک رہنا ضروری ہے اور جہاں غالب گمان یا یقین جانب مخالف یعنی عدم کمال کا ہو وہاں تو پھر کسی طرح اس کا اتباع جائز ہی نہیں ہے جیسے کہ کسی کو بت کے آگے سجدہ کرتے دیکھیں تو وہ یقینا کافر اور مردود ہے اس کو ہرگز کامل نہ کہیں گے ہاں بعض بزرگوں کے قصوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کامل تھے اور لوگوں نے ان کو شراب پیتے دیکھا حالانکہ وہ اصل میں شراب نہ تھی بلکہ خود اس دیکھنے والے کے اخلاق رذیلہ اس شکل میں متشکل ہو کر دکھائی دیئے تو وہاں تو معلوم ہونا بہت ہی مشکل ہے مگر چونکہ بہت شاذ و نادر ہے اس لئے اس کا اعتبار نہیں اور اگر ایسی جگہ کسی سے بے ادبی بھی ہو جائے تب بھی اس پر ملامت نہیں ہے اور نہ ایسے حضرات کی تحقیق کرنے کے ہم مکلف ہیں خوب سمجھ لو سو اگر ایسے حضرات کی شان میں کوئی گستاخی بھی ہو جائے تب بھی ملامت نہیں ہے لہٰذا جس کو خلاف شرع دیکھو اس کو تو یقینا مردود سمجھو اور جو خلاف شرع نہ ہو اس کی اگر ضرورت ہو تو تحقیق کر لو لیکن اگر کسی ایک کو تحقیق کر کے اس کا دامن ایک مرتبہ پکڑ لیا ہے تو اب ہرگز دوسرے کی تلاش نہ چاہیے کہ بعض اوقات مضر ہوتا ہے بلکہ چاہیے کہ تعلیم کا تو اسی سے تعلق رکھے ہاں دوسروں کی شان میں بھی گستاخی نہ کرے کہ فضول اور بعض مرتبہ مضر ہے بس اپنے کام میں لگا رہے اور ایک کا دامن پکڑے رہے آگے فرماتے ہیں کہ

چون الخ۔ یعنی جبکہ تجھے وہ چشم باطن بیں (حاصل) نہیں ہے تو ہر وجود میں ایک خزانہ جان (اور ہر مسلمان کی عیادت کر کہ اور کچھ نہیں تو مسلمان بھائی تو ہے) اسی کو فرماتے ہیں کہ

ور نباشد الخ۔ یعنی اور اگر قطب نہ ہو تو کوئی یار راہ ہو بادشاہ نہ ہو کوئی فوج کا سپاہی ہی ہو۔

پس صلہ الخ۔ یعنی پس یاران راہ کے ساتھ صلہ کرنے کو لازم جان خواہ کوئی ہو پیادہ ہو یا سوار۔ یعنی خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کے ساتھ ہمدردی اور صلہ رحمی ضروری ہے آگے اور ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ

ور عدو الخ۔ یعنی اور اگر دشمن ہو تب بھی احسان اچھا ہے اس لئے کہ احسان سے دوست ہو جاتا ہے اگرچہ دشمن ہو۔

ور نہ گردد الخ۔ یعنی اور اگر دوست بھی نہ ہوگا تو اس کا کینہ ہی کم ہو جائے گا اس لئے کہ احسان کینہ کا مرہم ہوتا ہے۔ غرضیکہ جو کوئی بھی ہو اس کے ساتھ احسان کرنا چاہیے احسان ہر حال میں بہتر ہے آگے فرماتے ہیں کہ

بس فوائد ہست الخ۔ یعنی اس کے سوا (عیادت کے) بہت سے فائدے ہیں لیکن ارے بھائی کتاب کی درازی سے ڈرتا ہوں (ورنہ اور بیان کرتا)

حاصل الخ۔ یعنی حاصل یہ ہوا کہ جماعت کے ساتھ رہ اور بت گر کی طرح پتھر ہی سے کوئی یار تراش لے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلب یہ کہ ہمیشہ جماعت کے ہمراہ ہو کر مفید ہے اور چونکہ عیادت سے محبت بڑھتی ہے اور محبت سے اتفاق بڑھتا ہے اس لئے عیادت کرو اور ضرور کسی نہ کسی کو دوست بنالو اور پتھر کا دوست بنانے سے مراد یہ نہیں ہے کہ بت ہی بنا لو بلکہ مراد یہ ہے کہ دوست ضروری ہے اگر چہ وہ بالکل بیکار اور نکما ہی ہو جیسے کہ ہماری طرف بولتے ہیں کہ آدمی چون کا بھی ہو تو اس کی بھی قدر کرنا چاہیے۔ آگے اس کی مصلحت بیان فرماتے ہیں کہ

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ گروہ اور جماعت قافلہ کی ڈاکوؤں کی پشت اور بھال کو توڑ دیتی ہے۔ لہٰذا عیادت کرو اس سے محبت زیادہ ہوگی اور اتفاق بڑھے گا اور اگر ان مریضوں میں کوئی کامل ہوا تو اس کو تم سے محبت ہو جائے گی اور وہ تمہارے ساتھ نفس و شیطان کو جو کہ جانی دشمن ہیں دفع کر دے گا اب چونکہ اوپر کہا تھا کہ عیادت کرو کہ شاید ان میں کوئی قطب بھی ہو آگے اس پر ایک حکایت لاتے ہیں کہ

موسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ کی جانب سے وحی آنا کہ تم میری عیادت کو کیوں نہیں آئے

آمد از حق الخ۔ یعنی حق تعالیٰ کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کو یہ عتاب آیا کہ اے وہ کہ تم نے طلوع ماہ گریباں کو دیکھا۔ مطلب یہ کہ تم پر ہماری اتنی بڑی رحمت ہوئی کہ اس قدر بڑا معجزہ تم کو ملا۔

مشرقت الخ۔ یعنی میں نے تم کو نور ایزدی کا مشرق کیا میں حق ہوں اور میں بیمار ہوا تو تم آئے نہیں۔ مطلب یہ کہ تم پر اس قدر تو انعامات تھے اور پھر میں حق تھا اور میں مریض ہوا لیکن تم میری عیادت کو نہ آئے۔

گفت الخ۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ یاالٰہی آپ کے لئے تو نقصان نہیں ہے اس میں عقل گم ہے اس گرہ کو کھولئے مطلب یہ کہ یہ تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ مریض ہوئے ہوں اس لئے کہ آپ تو تمام نقائص سے بری ہیں پھر آپ پر اور مرض کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔

گفت آرے الخ۔ یعنی ارشاد ہوا کہ ہاں میرا ایک بندۂ خاص اور مقبول بیمار ہوا تو وہ میں ہی تھا اس کو خوب سمجھ لے مطلب یہ میرا ایک نیک اور مقبول بندہ بیمار ہوا تھا اور اس میں اور مجھ میں وحدت مصطلحہ تھی اور تم اس کی عیادت کو نہ آئے تو گویا خود میری ہی عیادت نہ کی۔

ہست الخ۔ یعنی اس کی بیماری میری ہی بیماری ہے اور اس کی معذوری گویا میری معذوری ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

ہر کہ خواہد الخ۔ یعنی جو شخص کہ خدا کے ساتھ ہمنشینی کا طالب ہو تو اس سے کہہ دو کہ وہ اولیاء اللہ کی صحبت میں بیٹھے کہ وہیں وہ حق تعالیٰ کو بھی پائے گا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ازحضور الخ۔ یعنی اگر اولیاء اللہ کی صحبت سے تو قطع تعلق کرے تو تو ہلاک ہونے والا ہے اس لئے کہ تو ناقص ہے کامل نہیں ہے۔

ہرکرا الخ۔ یعنی جس کسی کو دیو کریموں سے قطع اور علیحدہ کردے اس کو بے کس پا کر اس کا سر کھائے۔

یک بدست الخ۔ یعنی جماعت سے ایک گھڑی کو ایک بالشت علیحدہ ہونا مکر شیطان کا ہے خوب جان لو۔ لہٰذا چاہیے کہ آپس میں اتفاق اور محبت رکھیں کہ اس سے شیطان کا قابو نہیں چلتا اور اگر تنہا ہو گے تو شیطان کا قابو چل جائے گا۔ آگے اس پر حکایت لاتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک باغ میں تین شخص زبردستی سے میوہ کھانے گئے ایک صوفی صاحب دوسرے سید صاحب تیسرے مولوی صاحب جب اس باغبان نے دیکھا کہ یہ تو تین ہیں اور میں تنہا تو اس نے ہر ایک کو بہانہ سے الگ الگ کرکے ہر ایک کی خوب مرمت کی تو مولانا کا مقصود یہ ہے کہ دیکھو اگر ان میں سے ہر شخص جماعت کے ساتھ رہتا تو کیوں پٹتے یہ ساری خرابی اس کی ہے کہ ایک دوسرے سے الگ ہو گئے تھے۔ اب حکایت سنو کہ فرماتے ہیں

شرح حبیبی

جدا کردن باغباں صوفی وفقیہ وعلوی را از یکدگر و ادب کردن

باغبان کا صوفی اور مولوی اور سید کو ایک دوسرے سے جدا کردینا اور سزا دینا

باغبانے چوں نظر در باغ کرد	دید چوں دزداں بباغ خود سہ مرد
ایک باغبان نے جب باغ کو دیکھا	اپنے باغ میں تین شخص چوروں جیسے دیکھے
یک فقیہ و یک شریف و صوفیے	ہر یکے شوخے فضولی یوفیئے
ایک مولوی اور ایک سید اور ایک صوفی	(جن میں سے) ہر ایک بے حیا' بکواسی لغو گو
گفت با اینہا مرا صد حجت ست	لیک جمع اند و جماعت رحمت ست
اس نے (دل میں) کہا ان کے مقابلہ میں میری سو دلیلیں ہیں	لیکن اکٹھے ہیں اور جماعت رحمت ہے
بر نیایم یک تنہ با سہ نفر	بس ببرم شاں نخست از یکدگر
تنہا تین کے ساتھ جیت نہ سکوں گا	پہلے ان کو ایک دوسرے سے جدا کردوں
ہر یکے را من بسوئے افگنم	چونکہ تنہا شاں کنم سر برکنم
میں ہر ایک کو ایک جانب پھینک دوں	جب ان کو اکیلا اکیلا کردوں گا سر پھوڑ دوں گا

www.besturdubooks.wordpress.com

حیلہ کرد و کرد صوفی را براہ	تا کند یارانش را بے او تباہ
تدبیر کی اور صوفی کو ایک راستہ پر کیا	تاکہ اس کے دوستوں کو اس کے بغیر تباہ کرے
گفت صوفی را برو سوئے وثاق	یک گلیم آور برائے ایں رفاق
اس (باغبان) نے صوفی سے کہا، گھر جا	ان ساتھیوں کے لئے ایک کمبل لے آ
رفت صوفی گفت خلوت با دو یار	تو فقیہی ویں شریف نامدار
صوفی چلا گیا اس (باغبان) نے دونوں دوستوں سے تنہائی میں کہا	آپ مولوی ہیں اور یہ مشہور سید ہیں
ما بفتوائے تو نانے می خوریم	ما بہ پردانش تو می پریم
ہم آپ کے فتوے کے مطابق روٹی کھاتے ہیں	ہم آپ کی عقل کے پر سے پرواز کرتے ہیں
ویں دگر شہزادہ و سلطان ماست	سید ست از خاندان مصطفیٰؐ ست
یہ دوسرے ہمارے شاہ اور شہزادے ہیں	سید ہیں (حضرت) مصطفیٰؐ کے خاندان سے ہیں
کیست آں صوفی شکم خوار خسیس	تا بود با چوں شما شاہاں جلیس
وہ صوفی پیٹو کمینہ کون ہوتا ہے؟	کہ تم جیسے شاہوں کا ہمنشیں بنے
چوں بیاید مرو را پنبہ کنید	ہفتۂ بر باغ و راغ من زنید
جب آئے اس کی روئی دھن دو	تم ایک ہفتہ باغ اور چمن میں رہو
باغ چہ بود جان من آں شماست	اے شما بودہ مرا چوں چشم راست
باغ کیا ہوتا ہے؟ میری جان تمہاری ملک ہے	تم تو میری داہنی آنکھ ہو
وسوسہ کرد و مرایشاں را فریفت	آں کز یاراں نمی باید شکیفت
اس نے (ان میں) وسوسہ پیدا کر دیا اور ان کو دھوکا دیا	افسوس ہے یاروں سے صبر کر لینا مناسب نہیں ہے
چوں برہ کردند صوفی را و رفت	خصم شد اندر پیش با چوب رفت
جب انہوں نے صوفی کو روانہ کر دیا اور وہ چلا گیا	دشمن اس کے پیچھے موٹی لکڑی لے کر چلا
گفت اے سگ صوفی باشد کہ تیز	اندر آئی باغ ما تو از ستیز
بولا اے کتے! تو وہی صوفی ہے کہ تیزی سے	تو ہمارے باغ میں جبراً اندر آتا ہے
ایں جنیدؒت رہ نمود و بایزیدؒ	از کدامیں شیخ و پیرت ایں رسید
یہ راستہ تجھے جنیدؒ اور بایزیدؒ نے دکھایا ہے	کون سے شیخ اور پیر سے تجھے یہ پہنچا ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

کوفت صوفی را چو تنہا یافتش	نیم کشتش کرد و سر بشگافتش
جب صوفی کو اکیلا پایا اس کو پیٹ ڈالا	اس کو ادھ موا کر دیا اور اس کا سر پھاڑ دیا
گفت صوفی آن من بگذشت لیک	اے رفیقاں پاس خود داریدنیک
صوفی بولا' میرا وقت تو گزر گیا لیکن	اے دوستو! اپنا خوب خیال رکھو
مر مرا اغیار دانستید ہاں	نیستم اغیار تر زیں قلتباں
خبردار! تم نے مجھے غیر سمجھا	اس دیوث سے زیادہ میں غیر نہیں ہوں
آنچہ من خوردم شمارا خوردنی ست	وانچنیں ضربت جزائے ہر دنی ست
جو کچھ میں نے چکھا' تمہیں بھی چکھنا ہے	اس طرح کی پٹائی ہر کمینہ کی سزا ہے
رفت بر من بر شما ہم رفتنی ست	اینچنیں شربت شمارا خوردنی ست
مجھ پر جو گزری' تم پر بھی گزرنی ہے	اس طرح کا شربت تمہیں بھی پینا ہے
ایں جہاں کوہست گفت وگوئے تو	چوں صدا ہم باز آید سوئے تو
یہ دنیا پہاڑ ہے اور تیری گفتگو	گونج کی طرح تیری طرف لوٹتی ہے
چوں زصوفی گشت فارغ باغباں	یک بہانہ کرد زاں پس جنس آں
جب باغبان صوفی سے نبٹ لیا	اس کے بعد اسی طرح کا ایک بہانہ کیا
کاے شریف من برو سوئے وثاق	کہ ز بہر چاشت پختم من رقاق
کہ اے میرے سید گھر کی جانب چلا جا	اس لئے کہ میں نے ناشتہ کے لئے چپاتیاں پکائی ہیں
از در خانہ بگو قیماز را	تا بیارد آں رقاق و قاز را
دروازے میں نوکر سے کہنا	تاکہ وہ چپاتیاں اور قاز لے آئے
چوں برہ کردش بگفت اے تیز بیں	تو فقیہی ظاہرست این و یقیں
جب اس کو روانہ کر دیا بولا اے تیز نگاہ والے!	تو مولوی ہے یہ ظاہر اور یقینی بات ہے
او شریفے می کند دعوی سرد	مادر او را کہ داند تا چہ کرد
وہ سید ہونے کا بغیر دلیل دعویٰ کرتا ہے	اس کی ماں کے بارے میں کون جانتا ہے کہ اس نے کیا کیا ہے؟
برزن و بر فعل زن دل می نہید	عقل ناقص وانگہانے اعتمید
عورت اور عورت کے فعل پر اطمینان کرتے ہو	ناقص عقل اور پھر بھروسا

www.besturdubooks.wordpress.com

خویشتن را بر علیؓ و بر نبیؐ	بستہ است اندر زمانہ بس غبی
اپنے آپ کو علیؓ اور نبیؐ سے	وابستہ کر دیا ہے دنیا میں سے بہت سے بیوقوفوں نے
ہر کہ باشد از زنا وز زانیاں	ایں برد ظن در حق ربانیاں
جو شخص زنا اور زانیوں کی اولاد ہو	وہ خدا والوں کے ساتھ ایسا گمان کرتا ہے
ہر کہ بر گردد سرش از چرخہا	ہمچو خود گردندہ بیند خانہ را
جس کسی کا سر گھومنے سے چکرا جاتا ہے	وہ گھر کو اپنا جیسا چکرانے والا سمجھتا ہے
آنچہ گفت آں باغبان بوالفضول	حال او بد دور ز اولاد رسولؐ
اس بکواسی باغبان نے جو کچھ کہا	خود اس کا حال تھا، رسول کی اولاد سے دور
گر نہ بودے او نتیجہ مرتداں	کے چنیں گفتے برائے خانداں
اگر وہ مرتدوں کا نطفہ نہ ہوتا	خاندان (نبوت) کے لئے ایسا کب کہتا؟
خواند افسونہا شنید آں را فقیہ	در پیش رفت آں ستمگار سفیہ
اس نے منتر پڑھے، مولوی نے وہ سنے	وہ احمق ظالم اس کے تابع بن گیا
گفت اے خر اندریں باغت کہ خواند	از پیغمبر وزدیت میراث ماند
بولا اے گدھے! اس باغ میں تجھے کس نے بلایا ہے	پیغمبر سے ورثہ میں تجھے چوری ملی
شیر را بچہ ہمی ماند بدو	تو بہ پیغمبرؐ چہ می مانی بگو
شیر کا بچہ اس کے مشابہ ہوتا ہے	بتا تجھ میں پیغمبرؐ کی کیا مشابہت ہے؟
با شریف آں کرد آں دوں از کجی	کہ کند با آل یٰسینؐ خارجی
کجی سے اس کمینہ نے سید کے ساتھ وہ کیا	جو خاندان نبوت کے ساتھ خارجی کرتا ہے
تا چہ کیں دارند دایم دیو و غول	چوں یزید و شمر با آل رسولؐ
دیکھو! شیطان اور بھتنے کس قدر مستقل کینہ رکھتے ہیں	یزید اور شمر کی طرح رسولؐ کی اولاد کے ساتھ
شد شریف از زخم آں ظالم خراب	با فقیہ او گفت با چشم پر آب
سید اس ظالم کی مار سے برباد ہوا	آنسو بھری آنکھوں سے اس نے مولوی سے کہا
پائدار اکنوں کہ ماندی فرد و کم	چوں دہل شو زخم می خور بر شکم
ٹھہر، اب جبکہ تو اکیلا اور کم رہ گیا	ڈھول بن جا، پیٹ پر مار کھا

www.besturdubooks.wordpress.com

گر شریف ولایق و ہمدم نیم	از چنیں ظالم ترا من کم نیم
میں اگر سید اور لائق اور ساتھی نہیں ہوں	تیرے لئے اس ظالم سے کم نہیں ہوں
مر مرا دادی بدیں صاحب غرض	احمقی کردی ترا بئس العوض
تو نے مجھے اس خود غرض کے سپرد کر دیا	تو نے بیوقوفی کی، تیرے لئے برا بدلہ ہے
شد ازو فارغ بیامد کاے فقیہ	چہ فقیہی اے تو ننگ ہر سفیہ
وہ اس سے نبٹا آیا کہ او مولوی!	تو کیا مولوی ہے؟ تو تو ہر احمق کے لئے ننگ ہے
فتویت اینست اے ببریدہ دست	کاندر آئی و نگوئی امر ہست
اے ہتھ کٹے! تیرا یہ فتویٰ ہے	"کہ اندر آ جائے اور نہ کہے کہ اجازت ہے
ایں چنیں رخصت بخواندی در وسیط	یا بدست ایں مسئلہ اندر محیط
اس طرح کا جواز تو نے وسیط میں پڑھا ہے	یا یہ مسئلہ محیط میں ہے
ایں بگفت و دست بروے برکشاد	دست او کین دلش را داد داد
یہ کہا اور اس پر ہاتھ چھوڑ دیا	اس کے ہاتھ نے دل کے کینہ کی خوب داد دی
گفت حقستت بزن دستت رسید	ایں سزائے آنکہ از یاراں برید
اس نے کہا تجھے حق ہے، مار تیرا قابو چل گیا	یہی اس کی سزا ہے جو دوستوں سے کٹا
من سزاوارم بایں و صد چنیں	تا چرا ببریدم از یاراں بکیں
میں اس اور اس جیسی سینکڑوں کا مستحق ہوں	کینہ میں دوستوں سے کیوں کٹا؟
گوش کردم آں ہمہ افسوس تو	میزنم بر سر کہ شد ناموس تو
تیری سب ملامت میں نے سنی	سر پر (ہتھ) مارتا ہوں کہ تیری عزت گئی
زد ورا القصہ بسیار و بخست	کرد بیرونش ز باغ و در بہ بست
قصہ مختصر اس کو بہت مارا اور چورا کر دیا	اس کو باغ سے نکالا اور دروازہ بند کر دیا
ہر کہ تنہا ماند از یاران خود	ایں چنیں آید مر او را جملہ بد
جو اپنے دوستوں سے الگ رہ گیا	اس طرح کی سب خرابیاں اس پر آتی ہیں
ایں عیادت از برائے ایں صلہ ست	ویں صلہ از صد محبت حاملہ ست
یہ بیمار پرسی اس تعلق کیلئے ہے	اور یہ تعلق سینکڑوں محبتوں کا حامل ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ایک باغبان نے جب اپنے باغ میں نظر ڈالی۔ تو باغ کے اندر دیکھا کہ تین آدمی چوروں کی طرح پھر رہے ہیں ان میں ایک فقیہ تھا ایک سید ایک صوفی۔ ان میں سے ہر ایک شوخ اور ناخواندہ مہمان اور یاوہ گو تھا۔ باغبان نے کہا کہ گو میرے پاس سودلیلیں ان کو قائل کرنے کی ہیں مگر یہ مجتمع ہیں اور جماعت رحمت ہے اس وجہ سے ان کو تو کچھ نقصان نہیں ہوسکتا ہاں خود مجھے ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہے کیونکہ میں تنہا ان تینوں پر غالب نہیں آسکتا۔ لہٰذا پہلا فرض میرا یہ ہے کہ ان تینوں کو ایک دوسرے سے جدا کردوں اور ایک ایک کو ایک ایک جانب چلتا کردوں اور جب ہر ایک تنہا ہو جائے تو اس وقت ان کی موچھیں اکھیڑوں یہ سوچ کر اس نے تدبیر سے اول صوفی کو چلتا کیا تا کہ اس کے دوستوں کے خیالات اس کی طرف سے فاسد کردے اور کہا کہ صوفی صاحب ذرا آپ مکان چلے جایئے اور ان دوستوں کے لئے کمبل لے آیئے۔ پس صوفی صاحب تو کمبل لینے روانہ ہوگئے ادھر اس نے خلوت میں دونوں دوستوں سے کہا کہ آپ تو فقیہ ہیں اور یہ معزز سید ہیں ہم تو آپ ہی کے فتوے کی بنا پر روٹی کھاتے ہیں اور آپ ہی کے علم کے سہارے کام کرتے ہیں اور یہ شہزادے اور ہمارے بادشاہ ہیں یہ سید ہیں اور خاندان نبوت سے ہیں لیکن یہ پیٹو اور کمینہ صوفی کون ہوتا ہے کہ ایسے بزرگوں کا ندیم ہو۔ جب وہ واپس آئے تو اس کو خوب دھنا چاہیے اور آپ دونوں صاحب چاہے ہفتہ بھر میرے باغ اور جنگل پر قبضہ رکھیے۔ ایک باغ کیا چیز ہے میری تو جان بھی آپ ہی کی ہے ارے آپ صاحبان تو میری دائیں آنکھ ہیں یہ وسوسہ ڈالا اور ان کو دھوکا دے لیا (ہائے افسوس ان دونوں نے کیا غضب کیا کہ یار کو چھوڑ دیا یار کو ہرگز نہیں چھوڑنا چاہیے اور اس کے بغیر صبر کرنا نہیں چاہیے) جب انہوں نے صوفی کو چلتا کردیا اور چھوڑ دیا تو وہ باغبان اس کے پیچھے ایک موٹا ڈنڈا لے کر چلا اور کہا کہ کتے تو وہی صوفی ہے جو مخالفانہ لوگوں کے باغ میں گھس جاتا ہے اور ذرا نہیں جھجکتا بتا تو سہی یہ روش تجھے جنیدؒ نے سکھائی ہے یا بایزید نے ارے بتا تو یہ تجھے کس شیخ اور کس سے پہنچا ہے غرض صوفی کو تنہا پا کر خوب کوٹا اور مارتے مارتے ادھ موا کردیا اور سر بھی پھاڑ ڈالا اس وقت صوفی نے کہا کہ خیر میرا وقت تو گزر ہی گیا اور جتنا پٹنا تھا پٹ لیا لیکن دوستو تم اپنا خیال رکھنا مبادا تم پر بھی یہی گزرے تم نے مجھے غیر جانا لیکن میں اس بھڑوے سے زیادہ غیر نہ تھا کہ تم نے اس کو مجھ پر ترجیح دی جو کچھ میں نے کھایا ہے تم کو بھی کھانا ہوگا اور اسی قسم کی مار ہر کمینہ کی سزا ہے۔ خیر ہم پر تو گزر گئی تم پر بھی یہی وقت آتا ہے اور یوں ہی لہو کے گھونٹ تم کو بھی پینے ہوں گے۔ یہ جہان گویا کہ تمہاری گفتگو ہے کہ جیسی کہو ویسی سنو۔ یعنی جیسا تم نے میرے ساتھ کیا تم کو بھی وہی پیش آئے گا۔ خیر جب باغبان صوفی سے فارغ ہوگیا تو اسی قسم کی اس نے ایک اور چال کی اور کہا کہ میر صاحب ذرا آپ مکان تشریف لے جائیں کہ میں نے دوپہر کا کھانا پکوایا ہے دروازہ سے قیماز نام غلام آواز دے لینا تا کہ وہ روٹیاں اور قاز کا گوشت لے آئے جب ان کو بھی چلتا کردیا تو فقیہ سے کہا کہ آپ تو فقیہ ہیں اور یہ ظاہر اور یقینی امر ہے جس میں شبہ کی کوئی بات ہی نہیں مگر یہ جو اپنے سید ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اس کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں کون جانتا ہے کہ اس کی ماں نے کیا کیا ہے عورت اور اس کے فعل پر کبھی اعتماد نہ کرو یہ ناقص العقل ہوتی ہیں ان کا کچھ بھروسہ نہیں ان کا اپنے کو سید کہنا کچھ نئی بات نہیں ہمیشہ سے لوگ اپنے کو علی رضی اللہ عنہ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

www.besturdubooks.wordpress.com

غلط منسوب کرتے چلے آئے ہیں پس ممکن ہے کہ ان کے باپ دادا کا دعویٰ سیادت بھی ایسا ہی ہو۔ اب مولانا کو غصہ آ گیا کہ یہ نبی زادہ کی شان میں کس قسم کی گستاخی کر رہا ہے اور فرماتے ہیں کہ جو خود ولد الزنا اور زانیوں کی اولاد ہوتا ہے وہ اللہ والوں کی نسبت ایسا ہی گمان کرتا ہے۔ قاعدہ ہے کہ جس کسی کو دوران سر کا مرض ہوتا ہے وہ اپنی طرح مکان کو بھی گھومتا ہوا دیکھتا ہے پس جو کچھ اس بے ہودہ باغبان نے نبی زادہ کی شان میں بکا ہے وہ خود اسی کی حالت تھی خدا نہ کرے کہ نبی زادے ایسے ہوں اگر وہ مرتدوں کا بچہ نہ ہوتا تو خاندان عالیشان نبوت کی نسبت ایسا نہ کہتا غرض کہ اسی قسم کے منتر پڑھ کر اس فقیہ کو تو رام کر لیا اور خود وہ ظالم اور احمق اس کے پیچھے چل دیا اور کہا کہ گدھے اس باغ میں تجھے کس نے بلایا تھا کیا پیغمبر سے میراث میں تجھے چوری ملی ہے۔ شیر کا بچہ تو شیر کے مشابہ ہوتا ہے بتا تجھ میں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا مشابہت ہے یہ کہہ کر سید کیساتھ اس کج طبع کے وہ کیا جو آل یٰسین یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے ساتھ خارجی کرتا ہے معلوم نہیں ان شیطانوں کو شمر اور یزید کی طرح خاندان نبوت کے ساتھ کیا عداوت ہے الغرض جب میر صاحب اس ظالم کی مار سے ہلکان ہو گئے تو اس فقیہ سے رو کر کہا کہ آپ اب تنہا رہ گئے ہیں ذرا ٹھہریئے! آپ کے ڈھول سے پیٹ پر کیسے ڈنکے پڑتے ہیں مانا کہ میں سید نہیں میں نالائق دوست بھی نہیں لیکن آپ کے لئے اس ظالم سے تو کم نہیں کہ مجھے تم نے اس صاحب غرض کے حوالہ کر دیا اور حماقت کی اس کام کو برا بدلا ملے گا۔ باغبان اس سے نپٹ کر آیا اور کہا کہ مولوی صاحب آپ کیسے مولوی ہیں آپ تو ہر احمق کے لئے موجب ننگ ہیں یعنی اتنے احمق ہیں کہ ہر احمق کو آپ سے عار آئے۔ ارے چور کیا تیرا یہ فتویٰ ہے کہ تو بے محابا اندر چلا آئے اور بدلیل یہ نہ کہے کہ اس کی اجازت ہے۔ کیا ابوحنیفہ نے تجھے یہ فتویٰ دیا ہے یا نالائق تجھ سے شافعی نے یہ کہا ہے کیا اسکی اجازت تو نے وسیط میں پڑھی ہے یا یہ مسئلہ محیط میں مذکور ہے۔ یہ کہہ کر اس پر اس طرح ہاتھ کھولا کہ اس کے ہاتھ نے اس کی عداوت کی داد دی۔ فقیہ نے کہا کہ مار لے تیرا حق اور تیرا قابو ہے لو یہی سزا ہے اس کی جو اپنے دوستوں سے قطع تعلق کرلے واقعی میں اسی قسم کی بلکہ اسی قسم کی سو گونہ سزا کا مستحق ہوں کہ میں نے کیوں مخالفت کر کے اپنے یاروں سے قطع تعلق کیا اور میں نے تیرا حیلہ بسماع قبول سنا اب میں اپنا سر پیٹتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اے سر تیری عزت تو رخصت ہوئی غرض اس نے اس فقیہ کو خوب ہی مارا اور خوب زخمی کیا اور مار کوٹ کر باغ سے نکال دیا اور دروازہ بند کر لیا۔ بات یہ ہے کہ جو شخص اپنے یاروں سے الگ رہ جاتا ہے اسی قسم کی تمام برائیاں اس پر واقع ہوتی ہیں اور عبادت اسی مواصلت کے لئے ہے جس کی ضرورت ہے اور اسی مواصلت میں سینکڑوں محبتیں پیدا ہوتی ہیں۔

شرح شبیری

باغبان کا مولوی صاحب اور سید صاحب اور صوفی صاحب کو ایک دوسرے سے جدا کر دینے کی حکایت

باغبانے چون نظر کرد ۔ یعنی ایک باغبان نے جب اپنے باغ میں دیکھا تو تین آدمیوں کو چوروں کی طرح باغ میں پایا۔

یک فقیہ الخ۔ یعنی ایک تو مولوی اور ایک سید اور ایک صوفی اور ہر ایک شوخ فضول گو اور مکار۔
گفت با اللہ الخ۔ یعنی اس نے (دل میں) کہا کہ ان کے ساتھ مجھے سینکڑوں حجتیں ہیں لیکن جماعت ہیں اور جماعت رحمت ہے۔ یعنی ویسے تو میں ان سے سو طرح کہہ سکتا ہوں کہ تم کیوں آئے مگر یہ تین اور میں ایک ان سے جیتنا مشکل ہے۔
بر نیایم الخ۔ یعنی میں اکیلا تین آدمیوں پر غالب نہیں آسکتا لہٰذا پہلے ایک کو دوسرے سے الگ کرتا ہوں۔
ہر یکے را من الخ۔ یعنی ہر ایک کو ایک طرف ڈال دوں اور جبکہ ان کو تنہا کر دوں تو سر توڑ دوں۔
حیلہ کرد الخ۔ یعنی حیلہ کیا اور صوفی کو ایک راستہ سے لگا دیا تا کہ اس کے یاروں کو بے اس کے تباہ کرے۔
گفت صوفی الخ۔ یعنی صوفی سے کہا کہ ذرا گھر جا کر ان رفیقوں کے لئے ایک کمبل لے آؤ۔
رفت صوفی الخ۔ یعنی صوفی تو چلا گیا اس نے خلوت میں دونوں دوستوں سے کہا کہ آپ تو مولوی صاحب ہیں اور آپ سید نامدار ہیں۔
ما بفتوائے الخ۔ یعنی ہم آپ کے فتویٰ ہی کی بدولت روٹی کھاتے ہیں اور ہم آپ کی عقل کے پر سے ہی اڑتے ہیں مطلب یہ کہ جس کو آپ نے جائز کیا وہ جائز ہے اور جس کو ناجائز کیا وہ ناجائز لہٰذا آپ ہی کے فتوے سے روٹی ملتی ہے۔
دین دگر الخ۔ اور یہ دوسرے شہزادے اور بادشاہ ہمارے ہیں سید ہیں اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے ہیں لہٰذا یہ بھی ہمارے سردار اور سرتاج ہیں۔
کیست الخ۔ یعنی یہ صوفی کمینہ کھاؤ کون ہے تا کہ آپ جیسے بادشاہوں کے ساتھ ہم جلیس ہو۔
چون بیاید الخ۔ یعنی وہ جب آئے اس کی خوب مرمت کرو اور تم ایک ہفتہ میرے باغ وغیرہ میں اقامت کرو یعنی آپ دونوں صاحبان کی تو ایک ہفتہ تک دعوت ہے مگر یہ نالائق کون ہے اس کو الگ کرو۔
باغ چہ الخ۔ یعنی باغ کیا ہے میری جان آپ کی ملک ہے آپ تو مثل میری سیدھی آنکھ کے ہیں۔
وسوسہ کرد الخ۔ یعنی اس نے وسوسہ ڈال کر ان کو اس سے دھوکا دیدیا (آگے مولانا فرماتے ہیں) کہ افسوس دوست سے ان کو صبر نہ کرنا چاہیے تھا مگر یہ ایک ہفتہ کی دعوت کے لالچ میں آگئے۔
چون برو الخ۔ یعنی جب کہ صوفی کو راستہ سے لگا دیا اور وہ چلا گیا تو یہ دشمن اس کے پیچھے ایک مضبوط لکڑی لے کر چلا۔
گفت اے الخ۔ یعنی اس نے کہا کہ ارے کتے صوفیت کیا ہے کہ لڑائی کی وجہ سے تو لوگوں کے باغ میں جلدی جلدی آتا ہے۔
این الخ۔ یعنی راستہ تجھے جنیدؒ نے دکھلایا ہے بایزید نے تجھے یہ کس شیخ اور پیر سے پہنچا ہے (بتا تو)
کوفت الخ۔ یعنی جب اس صوفی کو تنہا پایا تو خوب پیٹا اور اس کو ادھ موا کر دیا اور اس کا سر پھاڑ دیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت الخ۔ یعنی صوفی نے کہا کہ میرا وقت تو گزر گیا لیکن اے رفیقو ذرا اچھی طرح اپنی خبر رکھنا۔

مرمرا الخ۔ یعنی ہاں تم نے مجھے غیر سمجھا لیکن میں اس نالائق سے زیادہ تو غیر نہ تھا (آخر کچھ تو ساتھ رہا ہی تھا)

انچہ من الخ۔ یعنی میں نے جو کچھ کھایا ہے تم کو بھی کھانا ہے اور ایسی مار ہر کمینہ کا بدلا ہے یعنی مجھے تو پٹوایا ہی ہے مگر بچہ یاد رکھو کہ تم بھی بچنے والے نہیں ہو بے پٹے نہ رہو گے۔

رفت برمن الخ۔ یعنی مجھ پر تو گزر گیا مگر تم پر بھی گزرنے والا ہے اور شربت تم کو بھی پینا ہے۔

اینجہان الخ۔ یعنی یہ جہان کیا ہے اور کسی کی گفتگو ہے صدا کی طرح ہماری ہی طرف واپس آتا ہے۔ مطلب یہ کہ اس جہان میں تو جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے تم نے مجھے پٹوایا ہے تو تم بھی نہ بچو گے۔

چون الخ۔ یعنی جبکہ صوفی سے وہ باغبان فارغ ہوا تو ویسا ہی ایک بہانہ اور کیا۔

کاے شریف الخ۔ یعنی کہا اے سید صاحب آپ ذرا گھر ہو آیئے کہ میں نے چاشت کے لئے کچھ چپاتیاں پکائی تھیں۔

بردر خانہ الخ۔ یعنی گھر کے دروازہ پر خادم سے کہو کہ ان چپاتیوں کو اور کباب قاز کو لائے۔

چون برہ الخ۔ یعنی جب اس کو چلتا کر دیا تو بولا کہ اے مولانا آپ تو عالم ہیں یہ تو ظاہر ہے اور یقینی ہے۔

اوشریفے الخ۔ یعنی وہ سید پنے کا دعویٰ سرد کرتا ہے اور اسکی ماں کو کون جانے کہ اس نے کیا کیا۔ مطلب یہ کہ کیا خبر کس کا نطفہ ہے فضول سید بنتا ہے۔

برزن الخ۔ یعنی عورت پھر اور عورت کے فعل پر دل رکھتے ہو عقل ناقص اور پھر بھروسہ (استغفر اللہ)

خویشتن الخ۔ یعنی اپنے کو علیؓ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر زمانہ میں ہر بھی باندھتا ہے مطلب یہ کہ زمانہ میں سینکڑوں آدمی علوی اور سید ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو سب سچے تھوڑا ہی ہوتے ہیں لہٰذا نہیں معلوم یہ بھی کون ہے آگے مولانا کو یہ سن کر غصہ آ گیا اور آل رسول کی بابت یہ کلمات سن کر رہا نہ گیا اس لئے فرماتے ہیں کہ

ہر کہ الخ۔ یعنی جو شخص کہ زنا سے ہو اور زانیوں میں سے ہو وہ اللہ والوں کے حق میں ایسے گمان لے جاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ چونکہ یہ باغبان خود ہی حرامی تھا اس لئے آل رسول پر بھی اس کو ایسے ہی گمان تھے اس لئے کہ المرء یقیس علی نفسہ آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ

ہر کہ برا الخ۔ یعنی جس کا سر چکر کی وجہ سے پھر رہا ہو تو وہ اپنی طرح سارے گھر کو پھرتا ہوا دیکھے گا۔ تو اسی طرح اس شخص کو جو وہ سید ولد الزنا معلوم ہوا تو وہ اصل میں خود ہی ولد الزنا تھا اس لئے دوسروں کو بھی ایسا ہی جانتا تھا آگے خود فرماتے ہیں کہ

ہر چہ گفت الخ۔ یعنی اس باغبان بوالفضول نے جو کچھ کہا وہ اسی کا حال تھا اولاد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی بات دور ہے آگے اس کے باپ دادا کو فرماتے ہیں۔

گرنبودے الخ۔ یعنی اگر یہ مردودوں کی اولاد سے نہ ہوتا تو خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت کب

www.besturdubooks.wordpress.com

ایسا کہتا۔ بس یہاں تک تو غصہ میں اس کو خوب برا بھلا کہہ لیا آگے پھران تینوں کے قصہ کی طرف رجوع ہے۔

خواند افسونہا الخ۔ یعنی اس نے خوب افسون پڑھے اوران کو ان مولوی صاحب نے سنا تو اس سید کے پیچھے وہ نالائق گیا۔

گفت الخ۔ یعنی اس باغبان نے (سید صاحب سے) کہا کہ ارے گدھے تجھ کو اس باغ میں کس نے بلایا کیا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے تجھے میراث میں چوری کرنا پہنچی ہے۔

شیر را بچہ الخ۔ یعنی شیر کا بچہ تو اس سے مشابہ ہوتا ہے تو بتا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کس امر میں مشابہ ہے۔

باشریف الخ۔ یعنی اس سید کے ساتھ اس کمینہ نے کجی کی وجہ سے وہ کیا جو کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خارجی کرتے

تا نچہ کین الخ۔ یعنی نہ معلوم یہ دیو اور غول یزید اور شمر کی طرح آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیوں کینہ رکھتے ہیں۔

شد شریف الخ۔ یعنی وہ سید جب اس ظالم کے زخم کی وجہ سے خراب ہو گئے تو انہوں نے مولوی صاحب سے باچشم پرنم یہ کہا کہ

پائدار الخ۔ یعنی ٹھہر کہ اب تو تنہا اور اکیلا رہ گیا ہے ڈھول کی طرح ہو اور پیٹ پر زخم کھا۔ مطلب یہ کہ ذرا ٹھہریئے اب تو ند بجائی جاتی ہے خوب لاتیں لگیں گی۔

گر شریف الخ۔ یعنی اگرچہ میں شریف اور لائق اور ہمدم نہیں ہوں مگر تیرے لئے ایسے ظالم سے بھی کم نہیں ہوں۔

شد از و الخ۔ یعنی اس سید سے فارغ ہوا تو آیا کہ اجی مولانا آپ مولوی صاحب ہیں ارے تو تو بیوقوفوں کا بھی سب ننگ ہے اور تجھ سے جاہلوں کو بھی شرم آتی ہے۔

فتویت الخ۔ یعنی اے چوٹے یہ تیرا فتویٰ ہے کہ باغ کے اندر آتا ہے اور تو یہ بھی نہیں کہتا کہ یہ حکم ہے یعنی جائز ناجائز کی بھی خبر ہے کہ بس گھسے ہی چلے آئے۔

بو حنیفہؒ داد الخ۔ یعنی ارے نالائق یہ فتویٰ ابوحنیفہؒ نے دیا ہے یا شافعیؒ نے کہا ہے (بتا تو)

اینچنین الخ۔ یعنی ایسی رخصت تو نے وسیط میں پڑھی ہے یا یہ مسئلہ محیط میں ہے (کہ جس کی چیز میں چاہو تصرف بے اجازت کرو)

این الخ۔ یعنی یہ کہا اور مولوی صاحب پر دست درازی کی اور اس کے ہاتھ نے اس کے دل کی خوب داد دی۔ مطلب یہ کہ اس نے خوب دل کھول کر مارا۔

گفت الخ۔ یعنی مولوی صاحب بولے کہ تجھے حق ہے مارلے تیرا قابو چل گیا ہے اور یہ اس شخص کی سزا ہے جو دوستوں سے قطع کرے۔ مطلب یہ کہ چونکہ میں نے دوستوں سے قطع کیا ہے لہٰذا میری یہی سزا ہے جو تیرا جی چاہے کر مار لے تیرا قابو چل گیا ہے۔ آخر تو مولوی صاحب ہیں باتیں بنانا شروع کر دیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

من سزا الخ۔ یعنی میں اس سزا کے لائق ہوں اور ایسی ہی اور سینکڑوں کے کہ میں نے دوستوں سے کینہ کی وجہ سے کیوں قطع کیا لہٰذا اب تو مجھے خوب سزا دے لے ہاں بھائی مار لے۔

گوش الخ۔ یعنی میں نے تیری وہ ساری باتیں کان لگا کر سن لیں تو اب اپنے کو مار رہا ہوں کہ (اے نفس) تیری عزت جاتی رہی اور ساری مولویت کرکری ہوگئی۔

روا لخ۔ یعنی آخرکار اس کو بہت مارا اور زخمی کر دیا اور اس کو باغ سے باہر کر دیا اور دروازہ بند کر لیا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

ہر کہ تنہا الخ۔ یعنی جو شخص کہ اپنے دوستوں سے تنہا رہتا ہے تو اس کو ایسی ہی برائیاں حاصل ہوتی ہیں جیسے کہ ان لوگوں کو ملیں آگے فرماتے ہیں کہ

این الخ۔ یعنی یہ عیادت اس صلہ رحمی ہی کے واسطے ہے اور یہ صلہ رحمی سینکڑوں محبت کی حاملہ ہے مطلب یہ کہ جب عیادت کرو گے تو اس طرح صلہ رحمی ہوگی اور اس صلہ رحمی میں آپس میں محبت بڑھتی ہے اور محبت سے اتفاق ہوتا ہے اور اتفاق سے مضرتوں سے انسان بچتا ہے لہٰذا چاہیے کہ انسان اپنے یاروں سے ہرگز قطع تعلق نہ کرے کہ بہت ہی حرمان اور مضرت کا باعث ہے آگے پھر اس عیادت مریض کی طرف رجوع ہے۔

شرح حبیبی

رجعت بقصۂ مریض و عیادت رفتن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مریض اور آنحضورؐ کے مریض پرسی کے لئے جانے کے قصہ کی طرف رجوع

در عیادت شد رسول بے ندید	آں صحابی را بحال نزع دید
بے نظیر رسول (ﷺ) بیمار پرسی کے لئے روانہ ہوئے	ان صحابی کو نزع کی حالت میں دیکھا
چوں شدی دور از حضور اولیا	در حقیقت گشتۂ دور از خدا
جب تو اولیا کے پاس حاضری سے دور ہو گیا	حقیقۃً تو خدا سے دور ہو گیا ہے
چوں نتیجہ ہجر ہمراہاں غم ست	کے فراق روئے شاہاں زاں کمست
جبکہ ساتھیوں کی جدائی کا نتیجہ غم ہے	شاہوں کے حضور سے جدائی اس سے کب کم ہے؟
سایۂ شاہاں طلب ہر دم شتاب	تا شوی زاں سایہ بہتر ز آفتاب
شاہوں کا سایہ طلب کر اور ہر وقت دوڑتا رہ	تاکہ تو اس سایہ کی وجہ سے سورج سے بہتر ہو جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

رو بخسپ اندر پناہے مقبلے	بو کہ آزادت کند صاحبدلے
کسی با اقبال کی پناہ میں جا پڑ	شاید کوئی صاحب دل تجھے آزادی دے دے!
گر سفر داری بدیں نیت برو	در حضر باشد ازیں غافل مشو
اگر سفر کرتا ہے اس نیت سے جا	اگر اقامت ہو (تو بھی) اس سے غافل نہ ہو
در بدری گرد و میرو کوبکو	جستجو کن جستجو کن جستجو
در بدر پھر کوچہ بکوچہ جا	تلاش کر تلاش کر تلاش
تاتوانی ز اولیاء برمتاب	جہد کن واللہ اعلم بالصواب
جب تک ہو سکے اولیا سے منہ نہ موڑ	کوشش کر اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

وہ بے مثل رسول عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور ان صحابی کو حالت نزع میں دیکھا۔ مولانا قصہ عیادت کو بمناسبت شعر ماقبل بیان کرنا چاہتے تھے لیکن ترغیب صحبت اولیاء کے غلبہ نے اس کو تمام نہ کرنے دیا اور مولانا نے پھر ترغیب صحبت اولیاء کی طرف عود فرمایا۔ چنانچہ فرماتے ہیں جبکہ تو حضور اولیاء اللہ سے دور ہوا تو سمجھنا چاہیے کہ حقیقت میں خدا سے دور ہوا اول تو ان کی مفارقت خود خدا سے جدائی ہے لیکن اگر یہ بھی نہ ہو تو بھی کیا کم مصیبت ہے سمجھو تو سہی کہ جب رفقا کی مفارقت موجب غم ہے جیسا کہ قصۂ مذکورۂ بالا سے تم کو معلوم ہو گیا تو ان بادشاہوں کی مفارقت رفقا کی مفارقت سے تو لامحالہ کم نہیں ہو سکتی۔ پھر یہ کیوں موجب غم نہ ہو گی پس تو بہت جلد ان بادشاہوں کا سایہ طلب کر کہ جو تجھ پر ہر دم رہے۔ یا ہر دم سایہ شاہاں طلب کرتا کہ تو اس سایہ کی برکت سے مستنیر القلب والروح ہو کر آفتاب سے بہتر ہو جائے۔ ان ریچھوں (نااہلوں) کو چھوڑ اور کسی با اقبال بادشاہ کی پناہ میں آرام کر اگر تیرا یہ قصد ہو گا اور تو ایسا کرے گا تو ممکن ہے کہ کوئی صاحب دل تجھے شیطان کے پنجہ سے رہائی دے اگر تو سفر کرے تو سفر بھی اسی نیت سے کر کہ کوئی اہل اللہ مل جائے اور اگر حضر میں رہے تو وہاں بھی یہی خیال رکھ اور فاختہ کی طرح رات دن کوکہتا رہ یعنی طالب اہل اللہ رہ اور خزانہ خفیہ معرفت الٰہی کسی ایک ہی فقیر سے مت ڈھونڈ یعنی تعلیم تو ایک ہی سے حاصل کر کہ تعلیم میں ہر جائی پن مضر ہے لیکن برکات سے ہر درویش کی مستفید ہو اور در در اور گلی گلی پھر اور بجد و جہد اہل اللہ کو تلاش کر اور جہاں تک تجھ سے ہو سکے اہل اللہ کی صحبت سے منہ نہ موڑ بلکہ ان کی تحصیل صحبت میں امکانی کوشش کر اس کے مناسب ہم تجھ کو ایک حکایت سناتے ہیں جس سے تجھ کو معلوم ہو کہ اہل اللہ کا کیا طریقہ تھا اور تجھ کو عبرت ہو۔

شرح شبیری

مریض کے قصہ کی طرف رجعت اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا عیادت کرنا

در عیادت الخ۔ یعنی عیادت کے لئے رسول بے نظیر صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو اس صحابی کو حالت نزع میں دیکھا۔ آگے پھر مضمون ماقبل کی طرف انتقال ہے اوپر فرمایا تھا کہ ہر کہ تنہا ماند از یاران خود الخ آگے پھر اسی کو فرماتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چون الخ۔ یعنی جب کہ تو صحبت اولیاء اللہ سے دور ہو گیا ہے تو حقیقت میں تو خدا سے دور ہو گیا ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ اولیاء اللہ کی صحبت میں خدا یاد آتا ہے جب ان سے بعد ہو گا تو ذکر سے بھی بعد ہو گا اور یہی بعد عن الحق ہے۔

چون نتیجہ الخ۔ یعنی جب کہ ساتھیوں کا چھوڑ دینا موجب غم ہے اور بادشاہوں کے سامنے سے جدا ہونا کب کم ہے مطلب یہ کہ دیکھو اوپر کی حکایت میں ہمراہی آپس میں جدا ہو گئے تھے تو کس طرح مصیبت پڑی پھر جو شخص کہ اولیاء اللہ سے دور ہو گا اس کو تو کیوں مصیبت نہ پیش آئے گی۔

سایہ الخ۔ یعنی شاہان (معنوی) کا سایہ ڈھونڈو اور ہر دم دوڑو تا کہ ان کے سایہ کی بدولت آفتاب (ظاہری) سے بھی بہتر ہو جاؤ۔ اس لئے کہ ان کے سایہ میں تو انوار معنوی کا حصول ہو گا اور اس آفتاب میں صرف نور ظاہری ہے۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ ان حضرات کے سایہ میں رہ کر اس سے فوقیت حاصل ہو گی۔

روز بخسپ الخ۔ یعنی جا اور کسی مقبول بندہ کی پناہ میں سو شاید کہ کوئی صاحب دل تجھ کو آزاد کر دے مطلب یا تو یہ کہ کسی مقبول بندہ کے سایہ میں آرام سے رہو کہ وہاں اطمینان قلب حاصل ہو گا اور پھر تم کو وہاں رہنے سے شاید کہ کوئی صاحب دل نظر کر دے اور واصل ہو جاؤ اور جو سونے سے مراد بیکار رہنا ہے تب یہ مطلب ہو گا کہ اگر بیکار ہی رہنا ہے اور کچھ کام کرنا ہی نہیں تب بھی کسی مقبول بندہ کے پاس ہی رہو کہ اس کی صحبت کے برکات اور فیوض تم کو حاصل ہونگے اور اس سے تم ایک روز کامیاب ہو جاؤ گے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

گر سفر داری الخ۔ یعنی اگر سفر کرو تو اسی نیت سے کرو اور اگر حضر ہو تو اس سے غافل مت ہو۔ مطلب یہ کہ حضر ہو یا سفر کی حالت میں تلاش مقبولان حق سے غافل مت رہو۔ یہاں ایک بات یہ بھی سمجھ لو جس کو کل کے سبق میں بھی بیان کر چکا ہوں کہ یہ جو تلاش مقبولان حق کی تعلیم فرما رہے ہیں تو اس کے یہ معنی ہیں کہ اگر کسی شخص کو تعلیم حاصل کرنے کے لئے ضرورت ہو تب تو وہ شیخ کی تلاش تعلیم کے لئے کرے اور اس میں خوب سرگرمی سے کام لے اور جبکہ تعلیم کے لئے کوئی شیخ مل گیا ہے تو اب تعلیم کے لئے کسی دوسرے کے پاس جانا موجب حرمان ہے اور یہ شخص ہمیشہ یوں ہی رہے گا۔ اس کو کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ لاالی ھٰؤلاء ولاالی ھٰؤلاء۔ بلکہ اب جبکہ ایک شیخ کا دامن تعلیم کے لئے تھام لیا ہے دوسرے اس کے ہم مشرب بزرگوں کے پاس حصول برکت صحبت کے لئے جانا مضائقہ نہیں ہے بلکہ مفید ہے لہٰذا جب تک کہ تعلیم کے لئے شیخ نہ ملے اس وقت تک تو تعلیم کے لئے تلاش کر اور جب اس کے لئے ایک پر دل ٹھن جائے اب دوسروں کے پاس صرف حصول برکت کے لئے جانا مفید ہے ہاں بھنگڑوں کے پاس ہرگز نہ جانا چاہیے کہ ان کی صحبت مضر ہوتی ہے اس لئے کہ اول تو یہ لوگ بالکل مکار اور فریبی ہوتے ہیں اور اگر کوئی شخص ان میں سے خدا رسیدہ ہوا بھی جیسے کہ بعض مجذوب ایسے ہی ہوتے ہیں کہ ان کے افعال ظاہری خلاف شریعت ہوتے ہیں تب بھی اس شخص کے کام کے تو نہیں ہیں خود تو وہ مقرب ہیں مگر دوسرے کو پہنچا نہیں سکتے۔ ان کی مثال گود کے بچہ جیسی ہوتی ہے کہ وہ خود تو ماں کی گود میں بیٹھا ہے مگر اس کو یہ طاقت نہیں کہ کسی اور اپنے بھائی کو بھی لا کر کنار مادر میں بٹھائے اسی طرح مجاذیب خود تو مقرب حق ہوتے ہیں مگر دوسرے کے کام کے نہیں ہوتے۔ یہ تو کچھ ان ہی لوگوں میں ہے کہ جو خالی معلوم ہوتے ہیں یعنی شیوخ سالکین

www.besturdubooks.wordpress.com

کاملین کہ جو ظاہر نظر میں تو مثل عوام کے معلوم ہوتے ہیں مگر کب فلک کو یہ سلیقہ ہے ستمگاری میں + کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں۔ ع چھیڑ نا مت کہ بھرے بیٹھے ہیں + بلکہ قرب اصلی اور واقعی بھی ان ہی حضرات کو ہوتا ہے اس لئے کہ ان کی مثال مثل بڑے بیٹے کے ہے کہ جو ظاہر میں تو ماں باپ سے الگ ہے لیکن جب مشورہ طلب ہوتا ہے اس کا ہی کام پڑتا ہے اور اسی کی پکار ہوتی ہے اور وہی بلایا جاتا ہے اس کو یہ قدرت بھی ہے کہ دوسرے کی سفارش کر کے یا چھوٹے بھائی کو گود اٹھا کر ماں باپ تک پہنچادے مگر یہاں سے جہلاء یہ نہ سمجھیں کہ نعوذ باللہ اس سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ میاں کے رشتہ دار یا مشیر کار ہوتے ہیں نعوذ باللہ بلکہ ان کو طریقے وصول کے معلوم ہوتے ہیں وہ ہر ایک کو بتا دیتے ہیں آگے جو ہوتا ہے اپنے کرنے سے ہوتا ہے جیسا کہ بارہا لکھا گیا ہے لہٰذا خواہ سفر میں رہو یا حضر میں تعلیم کے لئے تو ایک کو جو متبع شریعت ہو اور تمہارا دل گواہی دے کہ مجھے اس سے نفع ہوگا تلاش کرلو۔ پھر فیض صحبت کے لئے دوسروں کے پاس حاضر ہونا بھی مضر نہیں بلکہ اگر شیخ سے اجازت لے کر ان کے پاس بھی جاؤ تو یہ اور بھی اسلم طریق ہے خوب سمجھ لو۔ آگے فرماتے ہیں کہ

فاختہ سان الخ۔ یعنی فاختہ کی طرح رات دن کو کو کہو اور پوشیدہ خزانہ کو ایک ہی درویش سے مت تلاش کرو مطلب یہ کہ ہر وقت تلاش میں لگے رہو اس خزانہ معانی کو ایک ہی کے پاس مت تلاش کرو بلکہ جو ملے اس سے حاصل کرو لیکن یہاں بھی وہی تقریر بالا یاد رکھنے کے قابل ہے کہ تعلیم کے لئے تو ایک ہی کا دامن پکڑ لو ہاں فیض صحبت کے لئے اگر کسی دوسرے بزرگ کی خدمت میں بھی حاضر ہو تو مضائقہ نہیں ہے۔

در بیدار الخ۔ یعنی (تلاش میں) در بدر پھرو اور کوچہ در کوچہ میں جاؤ جستجو کرو جستجو۔

تا توانی الخ۔ یعنی جب تک ہو سکے اولیاء اللہ سے روگردانی مت کرو اور (تلاش میں) کوشش کرو۔ واللہ اعلم بالصواب۔ غرضیکہ اولیاء اللہ کی تلاش کی ہر وقت ضرورت ہے خواہ کسی کا شیخ معین ہو یا نہ ہو۔ اس لئے کہ اگر شیخ معین نہیں ہے تب تو خود اسی کی ضرورت ہے اور اگر وہ موجود ہے تو فیض صحبت کے حصول کی ضرورت ہے اس لئے تلاش ضروری ہے۔ آگے حضرت بایزید بسطامیؒ کی حکایت فرماتے ہیں کہ وہ سفر میں چلے تو اولیاء اللہ کی تلاش میں لگے رہے یہاں تک کہ ایک بہت بڑے بزرگ مل گئے۔ اب حکایت سنو فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

رفتن بایزید بسطامی بہ کعبہ و در راہ بخدمت بزرگے رسیدن و گفتن آن بزرگ کہ کعبہ منم مرا طواف کن

ایک شیخ کا بایزیدؒ سے کہنا کہ میں کعبہ ہوں تو میرا طواف کرلے

سوئے مکہ شیخ امت بایزیدؒ	از برائے حج و عمرہ می دوید
امت کے شیخ بایزیدؒ مکہ کی جانب	حج اور عمرہ کے لئے جا رہے تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

او بہر شہر یکہ رفتے از نخست	مر عزیزاں را بکردے باز جست
وہ جس شہر میں جاتے ابتداء	خاصان خدا کی تلاش کرتے
گردمی گشتے کہ اندر شہر کیست	کو برارکان بصیرت متکی ست
چکر کاٹتے کہ شہر میں کون ہے	جو طریقت کے ستونوں پر ٹیک لگائے ہو؟
گفت حق اندر سفر ہر جا روی	باید اول طالب مردے شوی
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا جس جگہ تو سفر میں جائے	یہ چاہیے کہ ابتداء تو مرد (حق آگاہ) کا طالب بنے
قصد گنجے کن کہ ایں سود و زیاں	در تبع آید تو آں را فرع داں
خزانہ کا ارادہ کر کیونکہ یہ نفع و نقصان	جہا حاصل ہو جائے گا اس کو تو فرع سمجھ
ہر کہ کارد قصد گندم باشدش	کاہ خود اندر تبع می آیدش
جو بوتا ہے اس کا قصد گیہوں کا ہوتا ہے	بھوسا جہا اس کو حاصل ہو جاتا ہے
گر بکاری جو نیاید گندمے	مردے جو مردے جو مردے
تو اگر جو بوئے گا گیہوں نہ اگے گا	کسی مرد (حق) کی تلاش کر کسی مرد (حق) کی تلاش کر کسی مرد (حق) کی
قصد کعبہ کن چو وقت حج بود	چونکہ رفتی مکہ ہم دیدہ شود
جب حج کا زمانہ ہو کعبہ کا قصد کر	جب تو پہنچے گا مکہ بھی دیکھ لیا جائے گا
قصد در معراج دید دوست بود	در تبع عرش و ملائک ہم نمود
معراج میں دوست کے دیدار کا قصد تھا	جہا عرش اور فرشتے بھی دکھائی دے گئے
سید الاعمال بالنیات گفت	نیت خیرت بسے گلہا شگفت
سید (المرسلین) نے فرمایا اعمال نیتوں سے ہیں	تیری اچھی نیت سے بہت سے پھول کھلے ہیں
نیت مومن بود بہ از عمل	ایں چنیں فرمود سلطان دول
مومن کی نیت عمل سے بہتر ہوتی ہے	سلطنتوں کے بادشاہ نے اسی طرح فرمایا ہے

حکایت خانہ ساختن مریدے و امتحان پیر مرید را

ایک مرید کا مکان بنانے اور پیر کا مرید کے امتحان لینے کا قصہ

خانہ نو ساخت روزے یک مرید	پیر آمد خانۂ او را بدید
ایک مرید نے ایک وقت نیا گھر بنایا	پیر آیا اس نے اس کے گھر کو دیکھا

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت شیخ آں نو مرید خویش را	امتحاں کرد آں نکو اندیش را
شیخ نے اپنے اس نئے مرید سے فرمایا	اس خیراندیش کا امتحان لیا
روزن از بہر چہ کردی اے رفیق	گفت تا نور اندر آید زیں طریق
اے دوست! تو نے روشندان کس لئے بنایا ہے	اس نے کہا تاکہ اس راستہ سے روشنی اندر آئے
گفت آں فرع ست ایں باید نیاز	تا ازیں رہ بشنوی بانگ نماز
فرمایا یہ تو فرع ہے یہ طاعت کے لئے ہونا چاہئے	تاکہ تو اس راستہ سے اذان سنے
نور خود اندر تبع می آیدت	نیت آں را کن کہ آں می بایدت
روشنی تبعاً خود تیرے پاس اندر آئے گی	اس کی نیت کر جس کی نیت کرنی چاہیے

شیخ امت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ بقصد حج وعمرہ کعبہ تشریف لے جارہے تھے مگر وہ جس شہر میں جاتے سب سے پہلے اہل اللہ کو تلاش کرتے اور چاروں طرف چکر لگاتے کہ دیکھیں اس شہر میں کون ہے جو بصیرت کو اپنا تکیہ گاہ بنائے ہوئے ہے یعنی صاحب بصیرت ومعرفت کون ہے اور وجہ اس کی یہ تھی کہ حق سبحانہ نے بذریعہ الہام ان سے فرمایا تھا کہ تم سفر میں جہاں کہیں جاؤ تم کو چاہیے کہ سب سے پہلے اہل اللہ کو تلاش کرو اور واقع میں ہونا بھی یہی چاہیے کہ مقصود خزانہ ہو رہا۔ نفع ونقصان جو سفر سے ایک درجہ میں مقصود ہے وہ فرع ہے مقصود اصلی کی جو کہ تبعاً حاصل ہوسکتا ہے کیونکہ جو شخص کھیتی کرتا ہے اس کو گیہوں مقصود ہوتے ہیں اور بھس تبعاً حاصل ہوجاتا ہے لیکن اگر تم جو بوؤ گے یعنی غرض دنیاوی کو مطمح نظر اور مقصد اولی بناؤ گے تو اس سے گیہوں یعنی ثمرات محمودہ اخرویہ حاصل نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا مقصد اعلیٰ و اہم تلاش اہل اللہ ہونا چاہیے اس کو ایسا سمجھنا چاہیے جیسے سفر کعبہ کہ جب حج کا وقت ہو تو سفر کعبہ سے زیارت کعبہ وافعال حج مقصود ہونے چاہئیں۔ رہی سیر مکہ سو وہ خود بخود تبعاً حاصل ہوجائے گی۔ اس کو مطمح نظر نہ بنانا چاہیے ورنہ یا تو حج ہی نہ ہوسکے گا یا ثواب سے محروم رہو گے اسی بناء پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج سے مقصود اعلیٰ حق سبحانہ کا دیکھنا تھا۔ رہی سیر عرش وملائک سو وہ بھی بالتبع حاصل ہوگئی اور راز اس کا یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انما الاعمال بالنیات پس اگر نیت اچھی ہو تو وہ عمل طاعت ہے اور اگر نیت بری ہے تو عمل برا۔ لہٰذا اگر تم کو سفر سے مقصود طلب اہل اللہ ہوگی تو یہ سارا سفر تمہارا اطاعت اور مثمر برکات ہوگا اور تیری نیت خیر سے بہت سے عمدہ نتائج پیدا ہونگے ورنہ علی حسب النیت معاملہ کیا جائے گا۔ یادرکھو کہ نیت خیر بہت اعلیٰ درجہ کی چیز ہے چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن کی صرف نیت خیر اس کے محض عمل سے بہتر ہے کیونکہ اول طاعت ہے اور ثانی طاعت نہیں اب ہم اس کے مناسب ایک حکایت بیان کرتے ہیں ایک شخص نیا مرید ہوا تھا اس نے ایک گھر بنایا اس کے پیر صاحب تشریف لائے اور مکان کو دیکھا۔ دیکھ کر شیخ نے اپنے اس نئے

www.besturdubooks.wordpress.com

مرید سے امتحاناً پوچھا کہ بھائی یہ روزن دیوار یا چھت میں کیوں رکھا گیا ہے اس نے عرض کیا اس لئے رکھا گیا ہے تاکہ روشنی مکان میں آسکے شیخ نے فرمایا کہ تم کو اس سے طاعت کی نیت چاہئے تھی کہ اذان کی آواز آسکے روشنی تو فرع تھی وہ بھی آسکتی تھی اصل مقصد ہونا چاہیے جو اصل مقصود ہے رہی روشنی وہ خود بخود آجائے گی۔

شرح شبیری

حضرت بایزید بسطامیؒ کا حج کے لئے جانا راستہ میں ایک بزرگ کی خدمت میں پہنچنا اور ان بزرگ کا ان سے یہ کہنا کہ میں کعبہ ہوں میرا طواف کر

سوئے کعبہ الخ۔ یعنی شیخ امت حضرت بایزیدؒ کعبہ کی طرف حج اور عمرہ کے لئے جا رہے تھے تو ان کی یہ حالت تھی کہ

او بہر شہر الخ۔ یعنی جس شہر میں وہ تشریف لے جاتے اول اولیاءاللہ کو تلاش فرماتے۔

گرد میگشے الخ۔ یعنی گرد شہر کے پھرتے کہ شہر میں ایسا کون ہے جو کہ ارکان بصیرت پر متکی ہو۔ مطلب یہ کہ اہل بصیرت کی تلاش فرماتے کہ کون ہیں۔

گفت الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ سفر میں جہاں جاؤ چاہیے کہ اول کسی مرد حق کے طالب ہو۔ قرآن شریف میں اس کے متعلق کوئی آیت صریح تو ہے نہیں لیکن آیت ھو الذی جعل لکم الارض ذلولاً فامشوا فی مناکبھا وکلوا من رزقہ سے یہ مضمون مستنبط ہوتا ہے اس لئے کہ بعض مفسرین نے ینفقون اموالھم کی تفسیر میں یہ کہا ہے اے یفیضون المعانی تو اس سے معلوم ہوا کہ جیسا مولانا کا اور صوفیہ کا قاعدہ ہے کہ بعض امور بطن قرآن شریف سے نکالتے ہیں اسی طرح یہاں معنی ظاہری تو یہ ہیں کہ سفر کرو اور رزق ظاہری کو حاصل کرو اور بطن آیت کے یہ معنی ہونگے کہ جب سفر کرو تو رزق معنوی یعنی انوار اور فیوض اولیاء حاصل کرو۔ اس سے ایک تاویل بعید سے معلوم ہوتا ہے کہ تلاش اولیاء بھی اس میں داخل ہے لہٰذا ممکن ہے کہ مولانا کا اشارہ اسی طرف ہو واللہ اعلم بالصواب۔ آگے فرماتے ہیں کہ

قصد گنجے الخ۔ یعنی ایک خزانہ کا قصد کر کہ دنیا کا نفع نقصان تو تبعاً خود آجائے گا تم اس کو فرع سمجھو مطلب یہ کہ ہر کام میں رضا حق مطلوب ہونا چاہیے اور اس سے جو نفع یا نقصان ظاہری وابستہ ہے وہ تو ہو کر ہی رہے گا جیسے کہ مثلاً روٹی کھانے بیٹھے تو اس سے اگر مقصود یہ ہے کہ اس سے پیٹ بھرے گا تب تو صرف پیٹ بھرنا ہی نفع حاصل ہوا اور اگر مقصود یہ ہے کہ اس سے قوت عبادت ہوگی تو پیٹ اب بھی بھرے گا مگر ثواب بھی مل گیا۔ لہٰذا اصل مقصود تو رضا حق اور طاعت کو سمجھو اور اس کے تابع ہو کر امور دنیاویہ بھی حاصل ہو جائیں گے آگے اپنی عادت کے موافق مثالیں دیتے ہیں کہ

ہر کہ کارد الخ۔ یعنی جو کوئی بوتا ہے اس کا مقصود تو گیہوں ہوتا اور بھوسہ تبعاً آہی جاتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گر بکاری الخ۔ یعنی اگر تم جو بوؤ تو گیہوں حاصل نہ ہونگے کسی آدمی کو تلاش کرو آدمی کو۔ مطلب یہ کہ اگر تم نے نیت اچھی نہ کی تو یقیناً اس سے عمدہ پھل حاصل نہ ہونگے لہٰذا جب سفر کرو تو اس سے مقصود اگر تلاش اولیاء ہو تو جہاں کا قصد ہے ہاں تو پہنچ ہی جاؤ گے مگر اس کا ثواب بھی مل رہے گا۔

قصد کعبہ کن الخ۔ یعنی جب وقت حج کا ہو تو قصد کعبہ کا کرو جب تم پہنچ جاؤ گے تو شہر مکہ بھی دیکھا جائے گا۔ مطلب یہ کہ جب حج کو جاؤ تو نیت زیارت بیت اللہ کی کرو جس سے ثواب ہوگا پھر جب وہاں پہنچو گے تو تم کو مکہ شہر کی بھی سیر ہو جائے گی لیکن اگر گھر ہی سے مکہ یا بمبئی کی سیر کا قصد کیا تو سیر تو ہوگی مگر دوسرا مقصود یعنی ثواب حاصل نہیں ہوا۔

قصد الخ۔ یعنی معراج میں مقصود تو حق تعالیٰ کی تجلی کا دیدار تھا اور تبعاً عرش وملائک کو بھی دیکھ لیا۔

سید الاعمال الخ۔ یعنی سردار صلی اللہ علیہ وسلم نے الاعمال بالنیات فرمایا ہے اور تیری نیت خیر نے بہت سے غنچے کھلائے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ الاعمال بالنیات لکل امرء مانوی رواہ البخاری تو مطلب یہ ہوگا کہ اگر اعمال میں نیت درست ہو تو پھر دیکھو کس قدر غنچۂ معنی کھلتے ہیں اور اس عمل میں کس قدر فیوض وبرکات حاصل ہوتے ہیں اور اگر نیت درست نہیں ہے تو وہ عمل ہی بیکار ہے جیسا کہ ظاہر ہے

نیت مومن الخ۔ یعنی مومن کی نیت عمل سے بہتر ہے اسی طرح سلطان ودل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے حدیث میں ہے کہ نیت المومن خیر من عملہ رواہ المواہب و ضعفہ ورواہ الطبرانی و سکت عنہ اس سے معلوم ہوگیا کہ یہ حدیث موضوع تو نہیں ہے اگرچہ ضعیف ہے اور مولانا ضعیف سے بھی استدلال فرما لیتے ہیں لہٰذا اسی طرح یہاں بھی مولانا استدلال فرما رہے ہیں کہ مومن کی نیت عمل سے بہتر ہوتی ہے لہٰذا نیت کو درست رکھنا چاہیے۔ آگے ایک حکایت لاتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص نے مکان بنایا تو اپنے شیخ کو اول اس کے اندر لایا اس میں ایک جگہ روزن بھی رکھا تھا شیخ نے پوچھا کہ یہ روشندان کس لئے رکھا ہے اس نے عرض کیا کہ تاکہ روشنی آئے فرمایا کہ اگر یہ نیت ہوتی کہ اس میں سے اذان کی آواز آئے گی تو تجھے روشنی تو حاصل ہو ہی جاتی مگر ثواب بھی ملتا۔ لہٰذا نیت کی درستی تمام اعمال میں ضروری ہے اب حکایت سنو۔

ایک مرید کے گھر بنانے اور شیخ کے مرید کا امتحان کرنیکی حکایت

خانہ الخ۔ یعنی ایک مرید نے ایک نیا گھر بنایا تو پیر صاحب آئے اور اس کے گھر کو ملاحظہ کیا۔

گفت الخ۔ یعنی شیخ نے اپنے اس نئے مرید سے کہا اور اس نکواندیش کا امتحان کیا یہ کہا کہ

روزن الخ۔ یعنی اے رفیق تو نے یہ روشندان کس لئے رکھا ہے تو بولا کہ تاکہ اس راستہ سے نور آئے۔

گفت آن الخ۔ یعنی اس شیخ نے کہا کہ یہ تو فرع ہے یہ نیت چاہیے تھی کہ اس راستہ سے اذان کی آواز آئے گی۔

نور خود الخ۔ یعنی نور تو تبعاً تیرے پاس آ ہی جاتا تجھے وہ نیت کرنی چاہیے تھی جس کی تجھے ضرورت تھی۔ بس اب اس حکایت کو تو ختم کر دیا آگے پھر حضرت بایزیدؒ کی حکایت فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

بایزیدؒ اندر سفر جستے بسے	تا بیابد خضر وقت خود کسے
بایزیدؒ نے سفر میں بہت تلاش کیا	تاکہ کسی اپنے وقت کے خضر کو پالے
دید پیرے باقدے ہمچوں ہلال	یافت دروے فر و گفتار رجال
ایک بوڑھے ہلال جیسے قد والے کو دیکھا	اس میں مردان (حق آگاہ) کی شان اور گفتگو پائی
دیدہ نابینا و دل چوں آفتاب	ہمچو فیلے دیدہ ہندوستاں بخواب
آنکھوں سے نابینا اور دل سورج کی طرح	اس ہاتھی کی طرح جس نے ہندوستان کو خواب میں دیکھا ہو
چشم بستہ خفتہ بیند صد طرب	چوں کشاید آں نہ بیند اے عجب
آنکھیں بند کیے ہوئے سوتا ہوا سو مستیاں دیکھتا ہے	جب (آنکھ) کھولتا ہے تعجب ہے وہ کچھ نہیں دیکھتا
بس عجب در خواب روشن می شود	دل درون خواب روزن می شود
خواب میں بہت سے عجائب دیکھتا ہے	نیند میں دل روشندان بن جاتا ہے
آنکہ بیدارست و بیند خواب خوش	عارفست او خاک او در دیدہ کش
جو بیدار ہے اور اچھے خواب دیکھتا ہے	وہ عارف (باللہ) ہے اس کی خاک (قدم) آنکھوں میں لگا
بایزیدؒ او را چو از اقطاب یافت	مسکنت بنمود و در خدمت شتافت
ان کو بایزیدؒ نے جب قطبوں میں سے پایا	انکساری دکھائی اور ان کی خدمت میں دوڑے
پیش او بنشست و می پرسید حال	یافتش درویش و ہم صاحب عیال
ان کے سامنے بیٹھے اور احوال دریافت کیے	ان کو نادار اور عیال دار پایا
گفت عزم تو کجا اے بایزیدؒ	رخت غربت را کجا خواہی کشید
انہوں نے کہا اے بایزیدؒ تیرا کہاں کا ارادہ ہے؟	سامان سفر کہاں لے جائے گا؟
گفت عزم کعبہ دارم از ولہ	گفت ہیں با خود چہ داری زادرہ
(بایزیدؒ) نے کہا شوق کی وجہ سے کعبہ کا قصد ہے	فرمایا اچھا راستہ کا خرچہ کتنا رکھتا ہے؟
گفت دارم از درم نقرہ دویست	نک بہ بستہ سخت بر گوشہ ردیست
کہا چاندی کے دو سو درہم رکھتا ہوں	یہ چادر کے کونے میں مضبوط بندھے ہوئے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت طوفی کن بگردم ہفت بار	ویں نکوتر از طواف حج شمار
انہوں نے فرمایا میرے گرد سات بار طواف کر لے	اور اس کو حج کے طواف سے بہتر سمجھ
واں درمہا پیش من نہ اے جواد	واں کہ حج کردی وشد حاصل مراد
اے سخی! اور وہ درہم میرے سامنے رکھ دے	سمجھ لے کہ تو نے حج کر لیا اور مقصد پورا ہو گیا
عمرہ کردی عمر باقی یافتی	صاف گشتی بر صفا بشتافتی
تو نے عمرہ کر لیا اور باقی رہنے والی زندگی حاصل کر لی	تو پاک ہوگیا (کوہ) صفا پر (بھی) دوڑ لیا
حق آں حقے کہ جانت دیدہ است	کہ مرا بر بیت خود بگزیدہ است
اس خدا کی قسم جس کو تیری روح نے دیکھا ہے	کہ اس نے اپنے گھر پر مجھے فضیلت بخشی ہے
کعبہ ہر چند یکہ خانہ بر اوست	خلقت من نیز خانہ سر اوست
ہر چند کہ کعبہ اس کی عبادت کا گھر ہے	میرا وجود بھی اس کے اسرار کا گھر ہے
تا بکرد آں خانہ را دروے نرفت	واندریں خانہ بجز آں حی نرفت
جب سے اس نے وہ گھر بنایا ہے اس میں نہیں گیا ہے	اور اس گھر میں اس حی (وقیوم) کے علاوہ کوئی نہیں گیا ہے
چوں مرا دیدی خدارا دیدۂ	گرد کعبہ صدق بر گردیدۂ
جب تو نے مجھے دیکھا تو گویا خدا کو دیکھا ہے	سچائی کے کعبہ کے گرد تو نے طواف کیا ہے
خدمت من طاعت وحمد خداست	تا نہ پنداری کہ حق از من جداست
میری خدمت اللہ (تعالیٰ) کی عبادت اور حمد ہے	خبردار! کبھی نہ سمجھنا کہ اللہ (تعالیٰ) مجھ سے جدا ہے
چشم نیکو باز کن درمن نگر	تا بہ بینی نور حق اندر بشر
اچھی طرح آنکھ کھول، مجھے دیکھ	تاکہ تو بشر میں اللہ (تعالیٰ) کا نور دیکھے
بایزیدا کعبہ را دریافتی	صد بہاء و عز و صد فر یافتی
اے بایزیدؒ! تو نے کعبہ پا لیا	سینکڑوں رونقیں اور عزتیں سینکڑوں شان وشوکت پائی ہیں
کعبہ را یکبار "بیتی" گفت یار	گفت "یا عبدی" مرا ہفتاد بار
دوست (اللہ تعالیٰ) نے کعبہ کو ایک بار "میرا گھر" کہا ہے	مجھے ستر بار "اے میرے بندے" کہا ہے
بایزیدؒ آں نکتہا را ہوش داشت	ہمچو زریں حلقہ اش در گوش داشت
(حضرت) بایزیدؒ نے ان نکتوں کو یاد کر لیا	سونے کے بالے کی طرح ان کو کان میں پہنا

www.besturdubooks.wordpress.com

آمد از وے بایزیدؒ اندر مزید	منتہی در منتہیٰ آخر رسید
ان سے بایزیدؒ بزرگی میں پہنچے	کامل (مرید) مرتبہ کمال میں پہنچے

بایزید اپنے سفر میں بہت تلاش کرتے تھے کہ کوئی صاحب اپنے وقت کے خضر مل جائیں بالآخر انہوں نے دیکھا کہ ایک بڑے میاں ہیں جن کی کمر ہلال کی طرح خمیدہ ہے ان میں ایک شان وشوکت شاہانہ ہے اور ان کی گفتگو مردانہ ہے گو آنکھیں بے نور ہیں مگر دل آفتاب کی طرح روشن ہے اور یاد وطن اصلی میں یوں مست ہیں جیسے ہاتھی اپنے وطن اصلی ہندوستان کو خواب میں دیکھ کر مست ہوتا ہے (کما ہوالمشہور) تعجب کی بات ہے کہ سونے والا آنکھیں بند ہونے کی حالت میں تو مزہ کی باتیں سینکڑوں دیکھتا ہے کیونکہ اس کو اس حالت میں عالم غیب سے ایک گونہ تعلق ہو جاتا ہے اور جب آنکھیں کھولتا ہے تو وہ باتیں نہیں دیکھ سکتا منشا تعجب یہ ہے (کہ آنکھ بند ہونے کی حالت میں دیکھتا ہے اور آنکھ کھلنے پر نہیں دیکھ سکتا حالانکہ مناسب عکس تھا یہ شخص خواب میں بہت سے عجائبات کا مشاہدہ کرتا ہے اور دل کو خواب میں عالم غیب سے ایک تعلق پیدا ہو جاتا ہے گویا کہ عجائبات کے لئے دل میں ایک راستہ پیدا ہو جاتا ہے اور جو شخص جاگتا ہو اور جو جاگنے میں اچھے اچھے خواب دیکھے یعنی عجائبات عالم کا مشاہدہ کرے وہ عارف ہے اس کی خاک بجائے سرمہ کے آنکھوں میں لگانا چاہیے۔ القصہ بایزید نے جب ان کو قطب وقت پایا تو ان کے سامنے عجز وانکسار اختیار کیا اور خدمت میں دوڑے ان کے سامنے باادب بیٹھے حالت دریافت کی تو معلوم ہوا کہ بیچارے نادار ہیں اور اس کے ساتھ عیالدار بھی ہیں۔ شیخ نے پوچھا بایزید کہاں کا قصد ہے اور آپکا سامان سفر کہاں جائے گا انہوں نے کہا کہ صبح سے خانہ کعبہ کا ارادہ ہوا ہے آپ نے فرمایا دیکھو تو تمہارے پاس زاد راہ کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ دوسو درہم ہیں جو میری چادر کے پلہ میں بندھے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ سات بار میرے گرد گھوم لو اور اس کو طواف حج سے بہتر سمجھو اور یہ درہم میرے حوالہ کرو اور سمجھو کہ گویا کہ تم نے حج ہی کر لیا اور تمہارا مقصد حاصل ہو گیا اور تم کو عمر باقی مل گئی تو گویا عمرہ کر لیا اور صاف ہو گئے تو گویا صفا ہی پر دوڑ لئے اس ذات حقہ کی قسم جس کا نور معرفت تم کو حاصل ہے مجھے اس نے بیت اللہ پر فضیلت دی ہے کیونکہ میں بحمد اللہ مومن کامل ہوں اور مومن کامل کا خانہ کعبہ سے افضل ہونا بنص نبوی ثابت ہے یہ ضرور ہے کہ ان کی طاعت کا گھر ہے لیکن میری خلقت اس کے اسرار کا گھر ہے ایک فرق مجھ میں اور خانہ کعبہ میں یہ ہے کہ جب سے حق سبحانہ نے خانہ کعبہ کو پیدا کیا ایک مرتبہ بھی اس میں ان تجلیات کا ورود نہیں ہوا جن کا مجھ میں ہوا ہے اور مجھ میں ان کا ورود سینکڑوں مرتبہ ہوا ہے بلکہ یوں کہیئے کہ میرا دل صرف انہیں تجلیات سے معمور ہے۔ جب تم نے مجھے دیکھ لیا تو گویا خدا کو دیکھ لیا کیونکہ جو معاملہ بندگان خاص حق سبحانہ کے ساتھ کیا جاتا ہے وہ گویا کہ حق سبحانہ ہی کے ساتھ کیا جاتا ہے اور جب تم میرے گرد گھوم لئے تو گویا تم ایک کعبۂ صدق کے گرد گھوم لئے۔ میری خدمت حق سبحانہ کی طاعت اور اس کی حمد ہے تم کو یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ حق سبحانہ مجھ سے جدا ہیں للہذا ان

www.besturdubooks.wordpress.com

کے ساتھ جو معاملہ کیا جائے گا وہ خود حق سبحانہ کے ساتھ نہ ہوگا بلکہ واقعی بات وہی ہے جو میں کہتا ہوں۔ چشم باطن سے بنظر غور مجھے دیکھنا چاہیے تاکہ تم کو نور حق سبحانہ آدمی کے اندر دکھلائی دے مجھ میں اور خانہ کعبہ میں ایک فرق یہ ہے کہ حق سبحانہ نے خانہ کعبہ کو ایک مرتبہ اپنا مکان کہا یعنی بہت کم کہا اور مجھے یا عبدی ستر بار یعنی بکثرت کہا کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ حق سبحانہ کو پکارتا ہے اور ایک مرتبہ یا اللہ کہتا ہے تو وہاں سے ستر مرتبہ یا عبدی جواب ملتا ہے (یا یوں کہو کہ عالم معاملہ میں یہ خطاب ہوا ہے) اس لئے اے بایزید جب تم نے مجھے پالیا تو گویا خانہ کعبہ ہی کو پالیا اور سینکڑوں رونق عزتیں اور سینکڑوں شوکت عنداللہ تم کو حاصل ہو گئیں۔ بایزید نے ان تمام نکتوں کو بہت غور سے سنا اور سونے کی بالی کی طرح ان کو آویزۂ گوش بنایا اور اس سے بایزید رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے مراتب طے ہو گئے اور گو اضافی منتہی تھے مگر اب اس سے اعلیٰ انتہا پر پہنچ گئے۔

ف: اس حکایت میں بعض امور تشریح طلب ہیں تاکہ ناواقف مغالطہ میں نہ پڑ جائیں۔ اول یہ کہ ان بزرگ نے ان کو حج سے کیوں روکا اس کا جواب یہ ہے کہ یا تو بایزید علیہ الرحمۃ پر حج فرض ہی نہ ہوا ہوگا کیونکہ دوسو درہم حج کے لئے کافی نہ ہونگے۔ یا فرض ہو چکا ہوگا اور اس کو وہ ادا بھی کر چکے ہوں گے۔ بہر حال یہ حج نفل ہوگا۔ جناب شیخ نے دیکھا کہ میری خدمت میں بہ نسبت حج نفل کے ان کا زیادہ فائدہ ہے اس لئے روک دیا۔ گو اس وقت ان کو وہ برکات نہ حاصل ہو سکیں جو مخصوص ہیں خانہ کعبہ کے ساتھ مگر ان سے بڑھ کر برکات حاصل ہوئیں جو انکی حالت کے لحاظ سے شیخ کے اجتہاد میں زیادہ مناسب تھیں دوم یہ کہ ان بزرگ نے اپنے گرد طواف کیسے کرایا اور اس کو قائم مقام طواف کعبہ کیونکر قرار دیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ طواف تعظیمی وتعبدی نہ تھا بلکہ جوش شوق ومحبت سے گرد گھومنا تھا اور شیخ نے اس کو حقیقۃً مغنی عن طواف کعبہ نہیں قرار دیا بلکہ مقصد یہ تھا کہ جو برکات تم کو طواف سے حاصل ہوتیں گو وہ برکات حاصل نہ ہوں مگر ان سے بڑھ کر برکات حاصل ہونگی جو تمہاری حالت کے زیادہ مناسب ہیں اور منشا ان برکات کا صورت طواف نہ تھی بلکہ صحبت ومحبت تھی جو گرد گھومنے میں حاصل تھی رہا اس صورت کا اختیار کرنا سو وہ بنا بر مشاکلت اور تطییب قلب کے لئے تھا۔

اس مقام پر تتمیماً للفائدہ وہ مضمون بھی نقل کیا جاتا ہے جو حضرت مجدد الملۃ والدین دامت معالیہ نے خود قلمبند فرمایا ہے وھو ہذا۔

توجیہ حکایت بایزید باشیخ کہ بطواف خود امر فرمود

توجیہش چنانچہ بخاطر فاتر می رسد آنست کہ مقصود شیخ بایزید ازین سفر تحصیل برکات وانوار یکہ خاصۂ بیت معظم ست نبود۔ خواہ فریضہ ادا کردہ باشد یا فریضہ نشدہ بود زیرا کہ آن خاصہ در محل دیگر اگر چہ فرضاً بوجہ کلی یا جزئی افضل ازان

www.besturdubooks.wordpress.com

ازاں باشد مفقود ست وگرنہ خاصہ خاصہ نمی ماند وہذا خلف۔ بلکہ مقصودش بطریق منع الخلو یکے از امور سگانہ بود علی اختلاف حیۃ الطالب واحوالہ یا مطلق ثواب عظیم کما یقصدہ اہل الشریعۃ ودر ینجا بسبب متعمل بودن آن کامل اتفاق و تصدق موجب زیادت اجر وثواب بود کما تحقق فی محلہ ویا اصلاح نفس بمجاہدہ این سفر کما یرزمہ اہل الطریقۃ۔ ودر بعضے احیان صحبت کمل سبب زیادۃ اصلاح می باشد۔ ویا مطلق مشاہدۂ تجلیات محبوب کما یریدہ اہل الحقیقۃ پس آن شیخ کامل بتصرف قوی تجلیات را بر قلب او وارد نمودہ ورنہ یقینی ومتفق علیہ بین اہل الظاہر والباطن است کہ طواف انسان کامل اگرچہ تجلیات کعبہ را ہم جامع باشد تغنی از طواف کعبہ نتوان شد وکیف کہ در کعبہ انچہ مفصل است در انسان مجمل ست والتفصیل مالیس بالاجمال اما توجیہ طواف پس عذرش غلبۂ حال ست۔ واسرار وحدۃ ومعیۃ فمحلہ لیس ہنالک۔

شرح شبیری

بایزید الخ۔ یعنی بایزید رحمۃ اللہ سفر میں بہت تلاش کرتے تھے تاکہ کسی اپنے وقت کے خضر کو پالیں۔

دید پیرے الخ۔ یعنی انہوں نے ایک بوڑھے کو جن کا قد کہ ہلال کی طرح خمیدہ تھا دیکھا اور ان بڑے میاں میں مردوں کی سی باتیں تھیں مطلب یہ کہ ان کی باتوں سے مرد راہ حق معلوم ہوتے تھے اور محقق اور مبصر معلوم ہوتے تھے۔

دیدہ الخ۔ یعنی آنکھیں تو نابینا تھیں اور دل آفتاب کی طرح روشن مثل ہاتھی کے کہ اس نے ہندوستان کو خواب میں دیکھا ہو۔ چونکہ ہاتھی ہندوستان کا جانور ہے اس لئے اگر کبھی باہر چلا جاتا ہے اور پھر خواب میں ہندوستان کو دیکھتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ نہایت مسرور ہوتا ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ ہاتھی کی طرح آنکھیں تو بند تھیں مگر خوش وخرم تھے آگے فرماتے ہیں کہ

چشم بستہ الخ۔ یعنی یہ تعجب کی بات ہے کہ سونے والا آنکھیں بند کر کے تو سینکڑوں عمدہ باتیں دیکھتا ہے اور جب آنکھ کھول دے تو کچھ بھی نظر نہیں آتا حالانکہ عکس موافق قیاس کے ہے۔

بس عجب در خواب الخ۔ یعنی بہت سی عجائبات خواب میں روشن ہو جاتی ہیں اور دل خواب میں ایک روشندان ہو جاتا ہے کہ اس میں مختلف قسم کے انوار نظر آتے ہیں یہ حالت تو عوام کی بھی ہے اور اس کو اطبا نے بھی لکھا ہے کہ جب انسان سو رہتا ہے تو اس کا نفس ملاء اعلیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ آگے اولیاء اللہ کی حالت کو بیان فرماتے ہیں۔

وانکہ الخ۔ یعنی اور وہ کہ بیدار ہے اور عمدہ خواب دیکھ رہا ہے وہ عارف ہے اس کے خاک قدم کو آنکھ میں لگا۔ مطلب یہ کہ جس کی یہ حالت ہو کہ بیداری میں بھی اس کو انوار حق اور عجائبات کا مشاہدہ ہوتا ہو اس کے تو غلام ہو جاؤ اور اس کی اطاعت میں مرمٹو۔ آگے پھر قصہ حضرت بایزید کا فرماتے ہیں کہ

بایزید الخ۔ یعنی حضرت بایزید رحمۃ اللہ نے جب ان کو اقطاب میں سے پایا تو ان کے سامنے عاجزی کی اور ان کی خدمت میں جلدی کی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پیش الخ۔ یعنی حضرت ان کے سامنے بیٹھے اور حال بھی پوچھا تو ان کو غریب اور عیالدار پایا۔
گفت عزم الخ۔ یعنی ان بزرگ نے کہا کہ اے بایزید کہاں کا سفر ہے اور اس سامان کو کہاں کھینچو گے۔
گفت قصد الخ۔ یعنی حضرت نے عرض کیا کہ میں شوق کی وجہ سے قصد کعبہ کا رکھتا ہوں تو انہوں نے فرمایا کہ اچھا تو اپنے ساتھ زادراہ کیا رکھتا ہے۔ مطلب یہ کہ تیرے پاس کیا زادراہ ہے۔
گفت دارم الخ۔ یعنی حضرت نے عرض کیا کہ میں دو سو درہم رکھتا ہوں اور وہ یہ چادر کے کونہ میں مضبوط بندھے ہوئے ہیں۔
گفت طوفے الخ۔ یعنی ان بزرگ نے کہا کہ تو تم میرے گرد سات مرتبہ طواف کرو اور اس کو طواف حج سے اچھا جانو۔
وان الخ۔ یعنی اور اے سخی ان درہموں کو میرے آگے رکھ دو اور جان لو کہ تم نے حج کر لیا اور مراد حاصل ہو گئی۔
یہاں بزرگ کے کلام سے اول تو یہ شبہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنا طواف کرایا اور اس کو طواف حج سے بہتر بتایا۔ دوسری یہ کہ درہم مانگے جو کہ حرص کی بین دلیل ہے اور حضرت بایزیدؒ کے اوپر دباؤ ڈالنا ہے تو جیہ ان کی یہ ہے کہ اصل میں حضرت بایزید رحمۃ اللہ پر حج فرض نہ تھا یا تو اس لئے کہ پہلے کر چکے ہوں اور یا اس لئے کہ ان کے پاس زاد راہ کافی نہ ہو بلکہ صرف شوق میں نکل کھڑے ہوئے ہوں تو یہ حج تو نفل ہوتا اور یہ معلوم ہے کہ یہ شخص غریب اور عیالدار تھے ان کی خدمت کرنا بھی عبادت تھی پھر حج کا ثواب تو لازم صرف حضرت بایزید ہی تک تھا اور ان کی خدمت کا ثواب متعدی تھا اور نوافل میں نفع لازم سے نفع متعدی افضل ہے اس لئے انہوں نے یہ کہا کہ تم حج مت کرو کہ تم کو ثواب مقصود ہے وہ میری خدمت کرنے سے حاصل ہو جائے گا بلکہ اس سے افضل ثواب ملے گا جیسا کہ معلوم ہوا کہ یہ نفع متعدی ہے اس لئے اس کو حج سے افضل فرما دیا۔ رہا طواف کا حکم دینا تو یہ غلبہ حال میں ہو گیا ہے اصل میں تو ان کا مقصود یہ ہے کہ میری اطاعت کرو غلبۂ حال میں اس کی یہ صورت نکالی جس میں کہ کوئی ملامت نہیں ہے اور درہموں کا مانگنا حرص تو اس لئے نہیں ہے کہ ان کو معلوم تھا کہ حضرت بایزید سمجھدار اور صاحب بصیرت ہیں وہ جانتے ہیں کہ میں حرص کی وجہ سے نہیں مانگتا بلکہ یہ جو کچھ کہہ رہا ہوں واقع ہے اور اسی لئے ان پر بوجھ بھی نہیں پڑ سکتا۔ اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ جب میرا مقصود حاصل ہے اور وہ ان کو دینے ہی سے ہو سکتا ہے لہٰذا دے دینا چاہیے اب بالکل صاف ہو گیا کوئی اشکال باقی نہیں رہا۔ اس کے متعلق خود حضرت مولانا دام ظلہم نے ایک تقریر ۱۳۱۷ میں لکھی تھی اس کو انشاء اللہ آخر حکایت میں نقل کر دیا جائے گا۔ آگے بھی ان بزرگ ہی کا قول ہے کہ
عمرہ کردی الخ۔ یعنی جان لے کہ تو نے عمرہ کر لیا اور عمر باقی کو پا لیا اور تو صاف ہو گیا اور صفا پر دوڑ گیا۔ اس لئے کہ جب یہ روپیہ دیا تو اس سے قلب دکھا اور اس سے صفائی قلب حاصل ہوئی اور حیات ابدی کا حاصل ہونا ظاہر ہے۔
حق آن الخ۔ یعنی قسم ہے اس حق کی کہ جس کو تیری جان نے دیکھا ہے کہ اس نے مجھے اپنے گھر پر برگزیدہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کیا ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے کعبہ کو خطاب کر کے کہا تھا کہ بے شک تجھے حق تعالیٰ نے شرف دیا ہے مگر مومن تجھ سے زیادہ اشرف ہے حق تعالیٰ کے نزدیک۔ لہٰذا یہ کہنا کہ حق تعالیٰ نے بیت اللہ پر مجھے شرف دیا ہے کسی قسم کی بے ادبی وغیرہ نہیں ہے۔

کعبہ ہر چندے الخ۔ یعنی ہر چند کہ کعبہ اس کی عبادت کا گھر ہے مگر میری خلقت بھی اس کے اسرار کا گھر ہے۔ لہٰذا میں کہ مومن ہوں اس سے کم نہیں بلکہ افضل ہوں۔

تا بگرد الخ۔ یعنی جب اس گھر کو بنایا ہے اس میں کبھی تشریف نہ لے گئے اور اس گھر میں (یعنی قلب مومن میں) سوائے اس حی کے اور کوئی نہیں گیا ہے۔ یہاں بظاہر ایک اشکال ہوتا ہے کہ اگر کعبہ میں جانے سے مراد تحیز و تمکن ہے اور مقصود یہ ہے کہ حق تعالیٰ چونکہ اس سے پاک ہیں لہٰذا وہاں تشریف لے جانا صادق نہیں ہوسکتا اور کعبہ مکان محیط حق نہیں ہوسکتا تو یہ بات تو قلب میں بھی ہے کہ یہاں بھی تمکن اور تحیز کے طور پر حق تعالیٰ کبھی بھی تشریف نہیں لائے اور اگر یہ کہا جائے کہ مراد تعلق ہے تو کعبہ اور دل دونوں سے تعلق ہے پھر قلب میں آنے کی ہی کیا تخصیص ہے جواب اس کا یہ ہے کہ مراد تعلق ہے ہی لیکن چونکہ حق تعالیٰ کو قلب مومن سے جو تعلق ہوتا ہے وہ اس درجہ کا ہوتا ہے کہ اس کے سامنے تعلق مع بیت اللہ کالعدم سمجھا گیا ہے اس لئے فرمادیا کہ اس میرے قلب سے تو حق تعالیٰ کو وہ تعلق ہے کہ جس کے سامنے اس کا تعلق بالکل کالعدم ہے فلا اشکال۔

چون مرا دیدی الخ۔ یعنی جب کہ تو نے مجھے دیکھ لیا تو (گویا کہ) خدا کو دیکھ لیا اور کعبہ صدق کے گرد پھر لیا۔ مطلب یہ کہ چونکہ مجھ میں اور خدا میں عینیت مصطلحہ ہے (جو اکثر بیان کی گئی ہے) اس لئے میرا دیکھ لینا گویا کہ خدا کا دیکھ لینا ہے۔

خدمت من الخ۔ یعنی میری خدمت کرنا حق تعالیٰ کی طاعت وحمد کرنا ہے تو ہرگز یہ مت سمجھنا کہ حق مجھ سے جدا ہے مطلب یہ کہ چونکہ میرا یہ مرتبہ ہوگیا کہ مجھے عینیت مصطلحہ ذات باری کے ساتھ ہوگئی ہے اور بی یسمع اور بی یبصر اور بی ینطق کا مصداق بن گیا ہوں تو میری خدمت کرنا گویا کہ خدمت حق ہے۔

چشم نیکو الخ۔ یعنی آنکھ کو اچھی طرح کھول اور میرے اندر دیکھ تا کہ تو حق تعالیٰ کا نور بشر میں دیکھے مطلب وہی کہ چونکہ عینیت مصطلحہ مجھے حاصل ہے اس لئے میرے اندر بھی نور حق متجلی ہے۔

بایزید الخ۔ یعنی اے بایزیدؒ آپ نے کعبہ کو پالیا اور آپ نے سینکڑوں رونقیں اور سینکڑوں عزتیں اور سینکڑوں دبدبہ پائے۔ مطلب یہ کہ تمہارے لئے چونکہ حج نفل ہے اس لئے میری خدمت کرنا اور میری صحبت میں رہنا حج سے بھی افضل ہے لہٰذا اب گویا کہ تم نے حج ہی کر لیا اور اس کی تمام برکات کو حاصل کر لیا۔

کعبہ را یکبار الخ۔ یعنی کعبہ کو تو حق تعالیٰ نے ایک ہی مرتبہ بیتی کہا ہے اور مجھے تو یا عبدی ستر بار کہا ہے مطلب یہ کہ چونکہ کعبہ تو مکلف احکام نہیں ہے اس لئے اس کو تو ایک مرتبہ اپنی طرف منسوب کرنے کے لئے بیتی کہہ دیا اور چونکہ بندہ سے احکام متعلق ہیں اس لئے اس کو ہر حکم کے ساتھ خطاب یا عبدی موجود ہے لہٰذا معلوم ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ بندہ سے بہ نسبت کعبہ کے زیادہ تعلق ہے اور میں بندہ ہوں لہٰذا مجھ سے بھی کعبہ سے زیادہ تعلق ہوا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

بایزید الخ۔ یعنی حضرت بایزید نے ان نکتوں کو یاد رکھا اور سونے کے بالی کی طرح کان میں رکھا مطلب یہ کہ ان بزرگ کی باتیں خوب غور سے سن کر ان کو یاد رکھا کہ کام کی باتیں تھیں۔

آمد الخ۔ یعنی ان سے حضرت بایزیدؒ زیادتی میں آئے اور منتہی ملنے کے آخر (مرتبہ) کو پہنچ گیا مطلب یہ کہ ان کی صحبت سے حضرت بایزیدؒ کو بہت ہی نفع ہوا اور ان کے مراتب میں بے انتہا ترقی ہوئی اور وہ پہلے سے منتہی اور کامل تو تھے ہی مگر اب اکمل ہو گئے اب اس حکایت کی توجیہ کے متعلق حضرت والا دام ظلہم کی تقریر سنو۔

توجیہ حکایت بالا از حضرت والا دام ظلہم العالی بالفاظہم

دو توجیہش چنانچہ بخاطر فاتر رسیدآنست کہ مقصود شیخ بایزیدؒ ازین سفر تحصیل برکات و انوار یک خاصۂ بیت معظم است نبود خواہ فریضہ ادا کردہ باشد یا فریضہ نشدہ باشد زیرا کہ آن خاصہ در محل دیگر اگرچہ فرضا بوجہ کلی یا جزئی افضل ازان باشد مفقود ست وگرنہ خاصہ خاصہ نمی ماند و ہذا خلف بلکہ مقصودش بطریق منع الخلو یکے از امور سہ گانہ بود علی اختلاف نیۃ الطالب و احوالہ۔ یا مطلق ثواب عظیم کما لعقصد و اہل الشریعۃ و در ینجا بسبب متمثل بودن آن کامل اتفاق و تصدق موجب زیادت اجر و ثواب بود کما حقق فی محلہ۔ دیا اصلاح نفس بمجاہدہ این سفر مبارک کما یرومہ اہل الطریقۃ و در بعضے احیان صحبت کمل لسبب زیادت اصلاح می باشد و یا مشاہدہ مطلق تجلیات محبوب کما یریدہ اہل الحقیقۃ پس آن شیخ کامل بہ تصرف قوی تجلیات را بر قلب او وارد نمود ورنہ بجسمی و متفق علیہ بین اہل الظاہر والباطن است کہ طواف انسان کامل اگرچہ تجلیات را ہم جامع باشد مغنی از طواف کعبہ نتوان شد و کیف کہ در کعبہ آنچہ مفصل ست در انسان مجمل است و للتفصیل ما لیس بالاجمال اما توجیہ طواف پس عذرش غلبۂ حال ست لما اسرار وحدت و معیۃ لمجملہ لیس ہنا لک ۲۰ رمضان ۱۳۶۷ ہجری۔

الحمد للہ کہ اب کوئی اشکال اس حکایت کے متعلق نہیں رہا وللہ درہ ثم للہ درہ۔

آگے پھر عیادت کے قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

دانستن پیغمبر کہ سبب رنجوری آں شخص گستاخی بودہ است در دعا

آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جان لینا کہ اس شخص کی بیماری کا سبب دعا میں گستاخی تھی

چوں پیمبر دید آں بیمار را	خوش نوازش کرد یار غار را
جب پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس بیمار کو دیکھا	سچے دوست کی اچھی نوازش کی

www.besturdubooks.wordpress.com

زندہ شد چوں او پیمبر را بدید	گوئی آں دم حق مراورا آفرید
جب اس نے پیغمبر (ﷺ) کو دیکھا اس میں جان پڑ گئی	تو کہے گا اللہ نے اسی وقت اس کو پیدا فرمایا ہے
گفت بیماری مرا ایں بخت داد	کامد ایں سلطان بر من بامداد
اس نے کہا بیماری نے مجھے یہ نصیبہ دیا	کہ صبح صبح یہ شاہ میرے پاس آئے
تا مرا صحت رسید و عافیت	از قدوم ایں شہ پر خاصیت
یہاں تک کہ مجھے صحت اور آرام حاصل ہو گیا	اس پرخاصیت شاہ کی تشریف آوری سے
اے خجستہ رنج و بیماری و تب	اے مبارک درد و بیداری شب
مبارک ہے مرض اور بیماری اور بخار	مبارک ہے درد اور یہ رات کا جاگنا
نک مرا در پیری از لطف و کرم	حق چنیں رنجوری داد و سقم
یہ کہ لطف و کرم سے بڑھاپے میں	اللہ تعالیٰ نے ایسی بیماری اور مرض عنایت کیا
درد پشتم داد تا من ہم زخواب	برجہم بر نیم شب لابد شتاب
کمر میں درد عطا کیا تاکہ میں نیند سے	لامحالہ جلدی سے آدھی رات کو اٹھ بیٹھوں
تانہ خسپم جملہ شب چوں گاومیش	دردہا بخشید حق از لطف خویش
تاکہ تمام رات بھینس کی طرح نہ سوؤں	اللہ (تعالیٰ) نے اپنی مہربانی سے ایسے درد عطا کئے
زیں شکست آں رحم شاہاں جوش کرد	دوزخ از تہدید من خاموش کرد
اس شکستگی کی وجہ سے شاہ کا وہ رحم جوش میں آ گیا	کہ دوزخ کو میرے ڈرانے سے چپ کر دیا

جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیمار کو دیکھا تو اپنے مخلص دوست پر بے حد کرم فرمایا جب ان صحابی نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو یہ حالت ہوئی کہ گویا خدا نے اس کو ابھی پیدا کیا ہے یعنی سب تکالیف ورنج بھول گیا اور کہا کہ بیماری ہی کی برکت سے مجھے یہ بات نصیب ہوئی ہے کہ سلطان دو عالم آج صبح میرے پاس تشریف لائے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں اس بادشاہ پرخاصیت کی برکت سے بالکل صحیح و سالم ہو گیا۔ ارے یہ تکلیف و بیماری اور بخار اور درد اور رات کا جاگنا بڑے مبارک ہیں۔ ایک وجہ تو یہ کہ خدا نے یہ بیماری اور درد کمر وغیرہ اپنی مہربانی سے مجھے ایسے وقت میں عطا کئے جس میں بوجہ کاہلی وسستی کے اعمال صالحہ نہیں کر سکتا تھا یعنی بڑھاپے میں تاکہ ان تکالیف کے سبب آدھی رات کے وقت ضرور اٹھ جایا کروں اور چونکہ حق سبحانہ کو منظور یہ تھا کہ میں رات بھر بھینس کی طرح نہ سوتا رہوں اس لئے مجھے حق سبحانہ نے یہ تکلیفیں اپنی مہربانی سے عطا

www.besturdubooks.wordpress.com

کیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ میری اس شکستگی سے مرحمت خسروانہ کو جوش ہوا کہ میرے گھر تشریف لائے اور دوزخ کو مجھے دھمکی دینے سے خاموش کر دیا یعنی جناب والا کی تشریف آوری میری نجات کا ذریعہ ہوگئی۔

شرح شبّیری

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا جاننا کہ یہ شخص دعا میں گستاخی کرنے کی وجہ سے بیمار ہے

چون الخ۔ یعنی جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیمار کو دیکھا تو اس یار غار پر خوب نوازش کی۔

زندہ شد الخ۔ یعنی وہ شخص پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر زندہ ہوگئے گویا کہ حق تعالیٰ نے اسی وقت انکو پیدا کیا ہے۔

گفت الخ۔ یعنی وہ شخص کہنے لگے کہ بیماری نے مجھے یہ حصہ دیا کہ ایسے بادشاہ میرے پاس صبح ہی تشریف لائے۔

یہ کہاں تھی مری قسمت کہ رکھیں دل پہ وہ ہاتھ آ کلیجے سے لگا لوں تجھے بیماری دل

تامرا صحت الخ۔ یعنی یہاں تک کہ مجھے صحت حاصل ہوگئی اور عافیت اس بادشاہ پرخاصیت کی تشریف آوری سے۔

اے خجستہ الخ۔ یعنی یہ تکلیف اور بیماری اور بخار مبارک ہے اور یہ درد اور راتوں کا جاگنا مبارک ہے کہ جس کی بدولت قدوم میمنت لزوم سے میں اور میرا گھر مشرف ہوا۔ وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے + کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں۔

نک مرا در الخ۔ یعنی اس بڑھاپے میں لطف و کرم سے حق تعالیٰ نے مجھے ایک ایسی تکلیف اور بیماری دی۔

درد پشتم الخ۔ یعنی مجھے درد پشت دیا یہاں تک کہ میں نیند سے ہر آدھی رات کو جلدی سے ضرور اٹھ بیٹھتا ہوں اور جب آنکھ کھل جاتی ہے تو لامحالہ مسلمان آدمی تو ذکر ہی میں مشغول ہوگا تو دیکھئے اس ذکر وغیرہ کا سبب وہ درد ہی ہے لہٰذا وہ بھی نعمت ہوا۔

تا نہ خسپم الخ۔ یعنی تا کہ میں بھینسے کی طرح رات بھر نہ سو سکوں مجھے حق تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے درد بخشے تو دیکھو ان دردوں سے یہ فائدہ ہوا کہ رات بھر نیند نہ آئے گی تو ذکر اللہ میں مشغول رہیں گے اور ایک فائدہ یہ ہوا کہ

زین شکست الخ۔ یعنی اس شکستگی کی وجہ سے اس بادشاہ (یعنی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم) کے رحم نے جوش کیا اور دوزخ کو میرے عذاب دینے سے خاموش کیا۔ مطلب یہ کہ میری اس بیماری ہی کی خبر سن کر تو حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مجھ پر رحم آیا اور آپ تشریف لائے تو ایک تو آپ کی تشریف آوری کی برکت سے دوسرے آپ نے دعائے مغفرت فرمائی اس سے میرے گناہ معاف ہوئے اور دوزخ سے بالکل ہی بچاؤ ہوگیا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

رنج گنج آمد کہ رحمتہا درو ست	مغز تازہ شد چو بخراشید پوست
مرض خزانہ بنا کیونکہ اس میں رحمتیں ہیں	جب چھلکا چھیلا تازہ مغز نکل آیا

www.besturdubooks.wordpress.com

اے برادر موضع تاریک و سرد	صبر کردن بر غم و سستی و درد
اے بھائی تاریک اور سرد مقام میں	غم اور سستی اور درد پر صبر کرنا
چشمۂ حیوان و جام مستی است	کاں بلندیہا ہمہ در پستی است
آب حیات کا چشمہ اور مستی کا جام ہے	اس لئے کہ تمام بلندیاں پستی میں (مضمر) ہیں
آں بہاراں مضمرست اندر خزاں	پر بہارست ایں خزاں مگریز ازاں
بہاریں خزاں میں پوشیدہ ہیں	یہ خزاں پر بہار ہے اس سے گریز نہ کر
ہمرہ غم باش و با وحشت بساز	می طلب در مرگ خود عمر دراز
غم کا ساتھی بن اور وحشت سے نباہ	اپنی موت میں دراز زندگی تلاش کر

یہاں سے مولانا بمناسبت قصۂ مذکورہ مضمون ارشادی شروع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یادرکھو تکلیف کے اندر بہت سی رحمتیں ہیں اس لئے یہ رحمت الٰہی کا خزانہ ہے اس سے اخلاق ذمیمہ دور ہوتے ہیں گناہ معاف ہوتے ہیں اور آدمی ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ اس کی نظیر حیات میں بھی موجود ہے دیکھو جب کسی پھل کو چھیلا جاتا ہے جس سے کہ اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اندر سے صاف ستھرا اور تازہ تازہ مغز نکل آتا ہے پس خوب سمجھ لو کہ اس بے وفا اور تیرہ و تار مقام دنیا میں غم اور سستی اور تکلیف پر صبر کرنا حیات تازہ بخشنے والا اور مثل آب حیوان ہے اور گویا کہ شراب محبت الٰہی کا ایک جام ہے جس سے مستی پیدا ہوتی ہے اور راز اس کا یہ ہے کہ صبر مقتضائے عبودیت ہے اور عبودیت تمام مراتب عالیہ کا منشاء ہے در یہ بہاریں اسی خزاں میں مضمر ہیں لہٰذا یہ خزاں بہاروں سے پر ہیں یعنی ان مشقتوں میں بڑی راحتیں ہیں تم کو ان سے بھاگنا نہ چاہیے بلکہ بشوق و رغبت برداشت کرنا چاہیے۔ غم کا رفیق ہونا چاہیے وحشت سے میل کرنا چاہیے اور اپنی موت میں عمر دراز کو ڈھونڈنا چاہیے یعنی انہیں ریاضات و مجاہدات میں مر جانا چاہیے اس سے تم کو حیات روحانی عطا ہوگی جو ابدی ہے اور جس کے لئے کبھی فنا نہیں۔

شرح شبیری

رنج گنج الخ۔ یعنی رنج تو ایک خزانہ ہے کہ اس کے اندر بہت ہی رحمتیں ہیں۔ مغز تازہ ہو جاتا ہے جبکہ پوست کو چھیل ڈالا جائے مطلب یہ کہ چونکہ مرض اور تکلیف کی حالت میں رحمت حق نازل ہوتی ہے اور حق تعالیٰ اس مریض کی حالت شکستگی پر رحم فرماتے ہیں تو یہ مرض وغیرہ ہی سبب اس رحمت کا ہوا۔ لہٰذا تکلیف اور مرض میں بھی رحمت حق پوشیدہ ہے اور اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے زخم کے اوپر جو خراب کھال آ جاتی ہے اگر اس کو اسی

www.besturdubooks.wordpress.com

طرح رہنے دیا جائے تو زخم گل جاتا ہے سڑ جاتا ہے اور اگر جراح نشتر سے اس کو کاٹ کر الگ کر دے تو پھر اندر سے اور عمدہ کھال نکلتی ہے تو دیکھو اگرچہ جراح کے کاٹنے میں کلفت ہوئی مگر اس میں ایک راحت اور آرام مستتر ہے کہ وہ زخم اچھا ہو جائے گا اور عمدہ اور نئی کھال نکل آئے گی اسی طرح مرض کے بعد راحت ہوتی ہے۔

اے برادر الخ۔ یعنی اے بھائی تاریک و سرد جگہ میں غم اور سستی اور درد پر صبر کرنا (یہ شعر مبتدا ہے اور شعر آئندہ اس کی خبر ہے)

چشمہ الخ۔ یعنی چشمۂ حیوان اور جام مستی ہے کہ وہ بلندیاں ساری پستی میں ہیں۔ مطلب یہ کہ تکالیف پر صبر کرنا ہی موجب حیات ابدی کا ہے اور بھی شے ہے کہ جو موصل الی المطلوب ہوتی ہے اور یہ عاجزی اور تواضع ہی ایسی شے ہے کہ جو سبب علو مراتب کا ہوتی ہے۔

آن بہاران الخ۔ یعنی ان خزاں میں بہار پوشیدہ ہے اور یہ خزاں پر بہار ہے اس سے بھاگو مت اس لئے کہ جب خزاں کے بعد بہار آئے گی تو گویا کہ خزاں تو طیہ و تمہید ہے بہار کی اس لئے خزاں میں بہار پوشیدہ ہے لہذا ایسی خزاں سے بھی گریز نہ کرنا چاہیے کہ اس کے بعد تجلی محبوب ہی ہے۔

ہمرہ غم الخ۔ یعنی غم کی ہمراہ رہو اور وحشت کے ساتھ موافقت کرو اور اپنی موت میں عمر دراز کے طالب رہو۔ مطلب یہ کہ غموں اور تکالیف سے گھبراؤ مت بلکہ ان میں صبر کرو اس لئے کہ اگر انتہا ہی کو پہنچیں تو یہ ہوگا کہ مر جاؤ گے تو اس موت میں بھی تم کو عمر باقی اور حیات ابدی حاصل ہوگی تو اس حیات مستعار سے تو وہ حیات ابدی لامحالہ بہتر ہی ہے ہاں ان تکالیف اور مصیبتوں پر تیرا نفس بیشک صبر نہ کرے گا بلکہ وہ تم کو اس کے خلاف تعلیم دے گا اس لئے کہ اس کو تو اس میں کلفت ہی کلفت ہے لہذا تو اس کا کہا مت ماننا اور وہ جو کہے اس کے خلاف ہی کرنا آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

مشوش چوں کار او ضد آمدست	آنچہ گوید نفس تو کاینجا بدست
اس کی نہ سن کیونکہ اس کا کام بالعکس ہے	تیرا نفس کچھ بھی کہے کہ یہاں برائی ہے
ایں چنیں آمد وصیت در جہاں	تو خلافش کن کہ از پیغمبراں
دنیا میں وصیت اسی طرح آئی ہے	تو اس کے خلاف کر کیونکہ پیغمبروں کی جانب سے
تا پشیمانی در آخر کم بود	مشورت در کارہا واجب شود
تاکہ انجام کار پشیمانی نہ ہو	کاموں میں مشورہ ضروری ہے
تاکہ گرداں شد بریں سنگ آسیا	حیلہا کردند بسیار انبیاء
تب اس پاٹ پر چکی چلی ہے	نبیوں نے بہت سی تدبیریں کی ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

نفس می خواہد کہ تاویراں کند	خلق را گمراہ و سرگرداں کند
نفس چاہتا ہے کہ تباہ کر دے	مخلوق کو گمراہ اور پریشان کر دے
گفت امت مشورت با کہ کنیم	انبیاء گفتند باعقل امیم
امت نے دریافت کیا ہم کس سے مشورہ کریں؟	انبیاء نے فرمایا رہبر کی عقل سے
گفت اگر کودک در آید یا زنے	کو ندارد عقل ورای روشنے
دریافت کیا اگر بچہ یا عورت سامنے آئے	جس میں عقل اور روشن رائے نہیں ہے
گفت باا و مشورت کن وانچہ گفت	تو خلاف آں کن و در راہ افت
فرمایا اس سے مشورہ کر اور جو وہ کہے	تو اس کے خلاف کر اور چل پڑ
نفس خود را زن شناس از زن بتر	زانکہ زن جزوست نفست کل شر
اپنے نفس کو عورت سمجھ عورت سے (بھی) بدتر	اس لئے کہ عورت جزو ہے اور تیرا نفس پورا شر ہے
مشورت با نفس خود گرمی کنی	ہرچہ گوید کن خلاف آں دنی
اگر تو اپنے نفس سے مشورہ کرے	جو وہ کہے اس کمینہ کے خلاف کر
گر نماز و روزہ می فرمایدت	نفس مکارست مکرے زایدت
اگر وہ تجھے نماز اور روزہ کا حکم دے	نفس مکار ہے تجھ سے کوئی مکر کر رہا ہے
مشورت با نفس خویش اندر فعال	ہرچہ گوید عکس آں باشد کمال
کاموں میں اپنے نفس سے مشورہ (کر سکتے ہو)	وہ جو کچھ کہے اس کے بالعکس (کرنا) کمال ہے
بر نیائی باوے و استیز او	رو بر یارے بگیر آمیز او
(اگر) اس سے اور اس کی لڑائی میں نہ جیتے	کسی یار کے پاس جا اس سے میل جول کر
عقل قوت گیرد از عقل دگر	نیشکر کامل شود از نیشکر
عقل دوسری عقل سے طاقت حاصل کر لیتی ہے	نیشکر نیشکر سے کامل ہوتی ہے
من ز مکر نفس دیدم چیزہا	کو برد از مکر خود تمیزہا
میں نے نفس کے مکر سے بہت سی باتیں دیکھی ہیں	وہ اپنے مکر کے ذریعہ (اچھے برے کی) تمیز ختم کر دیتا ہے
وعدہا بدہد ترا تازہ بدست	کو ہزاراں بار آنہارا شکست
تیرے ہاتھ میں تازہ تازہ وعدے دیتا ہے	جن کو اس نے ہزاروں بار توڑا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

عمر اگر صد سال خود مہلت دہد	اوت ہر روزے بہانہ نو نہد
عمر اگر سو سال کی بھی فرصت دے	وہ تجھے ہر روز نیا بہانہ سکھائے گا
گرم گوید وعدہائے سرد را	جادوے مردی بہ بندد مرد را
غلط وعدوں کو درست بتائے گا	قوت مردی کا جادو مردی کو ختم کر دیتا ہے

یہ ضرور ہے کہ ایسا کرنا تمہارے نفس کو ناگوار ہوگا۔ اور وہ بھی تمہیں ایسا کرنے کی رائے نہ دے گا لیکن تم اس کی بات نہ سننا۔ کیونکہ اس کا کام تو مخالفت کرنا ہی ہے۔ پس تم کو اس کی مخالفت کرنا چاہیے کہ عالم میں پیغمبروں کی بھی وصیت ہے چونکہ اول تو عقلاً بھی مشورہ ضروری ہے تاکہ آخر میں پشیمانی نہ ہو دوسرے پیغمبروں نے اصلاح عالم میں بڑی بڑی کوششیں کی ہیں جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ دین کی چکی اس روش پر چل رہی ہے جس کو تم دیکھ رہے ہو اور وجہ یہ تھی کہ نفس کا مقصود یہ ہے کہ وہ عالم کو ویران کر دے اور مخلوق کو گمراہ کرے اور اسی گمراہی میں ان کو چکر دیتا رہے لہٰذا اس کی مزاحمت ضروری تھی پس انہوں نے اس کی مزاحمت کے لئے بڑی بڑی کوششیں کیں اور انہیں مساعی جمیلہ میں مشورہ کا حکم بھی دیا اس لئے نقلاً بھی مشورہ ضروری ہوا پس جبکہ مشورہ عقلاً بھی ضروری ہوا اور نقلاً بھی تو لوگوں نے انبیاء علیہم السلام سے دریافت کیا کہ وہ کون لوگ ہیں جن سے مشورہ کیا جائے انہوں نے فرمایا کہ مقتد ایان دین کی عقول سے مشورہ ہونا چاہیے۔ انہوں نے پھر عرض کیا کہ اگر اس وقت کامل العقل لوگ نہ ہوں بلکہ ناقص العقل یعنی لڑکے اور عورتیں ہی ہوں تو پھر کس سے مشورہ کیا جائے انہوں نے فرمایا کہ ان میں سے جو موجود ہو اسی سے مشورہ کرو اور وہ جو کچھ رائے دے اس کے خلاف کرو اور خلاف راستہ پر پڑ لو۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ دلالت نص سے یہ امر بھی ثابت ہوا کہ نفس کے مشورہ کے خلاف پر عمل ہونا چاہیے کیونکہ نفس تو عورت سے بھی بدتر ہے اس لئے کہ وہ تو تابع نفس ہے اس لئے بمنزلۂ جزو کے ہے۔ اصل اور ہر فساد کی جڑ اور بمنزلہ کل کے تو یہ نفس ہی ہے پھر اس کی موافقت کیسے جائز ہوگی۔ پس حاصل یہ نکلا کہ اگر نفس سے مشورہ کرو تو جو کچھ وہ کہے اس کے خلاف کرو اور یاد رکھو کہ اگر وہ نماز و روزہ کا بھی تم کو حکم دے گا تو اس میں بھی اس کی کوئی چال ہے تم کو متنبہ رہنا چاہیے۔ یہ مطلب نہیں کہ نماز روزہ چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ وہ تو فی الحقیقت نفس کے خلاف ہے ہی اور وہ جو ان کا حکم کرتا ہے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ تم کو اپنے مطمئنہ ہونے کا اطمینان دلا دے اور اس طرح دوسرے موقعہ پر تم کو دھوکا دے کر معاصی میں مبتلا کر دے۔ پس تم کاموں میں نفس سے مشورہ کرو اور جو کچھ وہ کہے اس کے خلاف کرو کمال اور خوبی یہ ہے۔ لیکن اگر تم میں خود اس پر غالب اور اس کی مخالفت کو دبانے کی قابلیت نہ ہو تو کسی اہل اللہ کو تلاش کرو اور اس سے میل کرو اور اس کی عقل سے مدد لو کہ ایک عقل کو دوسری عقل سے قوت حاصل ہوتی ہے جس طرح ایک گنے کو دوسرے گنوں سے مدد ملتی ہے کہ جو گنا گنوں کے بیچ میں ہوتا ہے وہ ادھر ادھر دونوں سے زیادہ شیریں ہوتا ہے کیونکہ وہ شہ سے شیرینی حاصل کرتا ہے (کما ہو المشہور) میں جو تم سے یہ کہتا ہوں تو محض عقلاً نہیں کہتا بلکہ میرا تجربہ ہے۔ میں نے نفس کے

www.besturdubooks.wordpress.com

عجیب عجیب مکر دیکھے ہیں جو کہ اپنے جادو سے عقل وتمیز کو سلب کر لینے والے ہیں۔ مثلاً دیکھو تم کو اس کی مکاری اس سے واضح ہو جائے گی کہ تم سے بار بار ہی وعدہ کرتا ہے جن کو وہ بار ہا توڑ چکا ہے پس تم کو اس کے وعدوں اور اس کی باتوں پر ہر گز مطمئن نہ ہونا چاہیے۔ خوب سمجھ لو کہ اگر سو برس کی بھی عمر ہو تب بھی یہ تم سے ہر روز ایک نیا بہانہ کرے گا۔ یہ اپنے جھوٹے وعدوں کو سچا بناتا ہے اور ان سے آدمی کو پست ہمت کر دیتا ہے اس لئے یہ منتر اس کا ایسا ہے جیسا کہ قوت مردی کو باندھ دینے والا جادو کہ وہ مرد کو باندھ کر نامرد بنا دیتا ہے۔

شرح شبّیری

انچہ گوید الخ۔ یعنی جو کچھ کہ تیرا نفس کہے کہ یہ برا ہے تو اس کو مت سن جبکہ اس کا کام الٹا آتا ہے مطلب یہ کہ جب وہ ہمیشہ اوندھی ہی سمجھاتا ہے تو تم اس کے پھندے میں ہر گز مت آنا اور جو کہے اس کے خلاف ہی کرنا۔

تو خلافش الخ۔ یعنی تو اس کے خلاف کر کہ پیغمبروں سے یہی وصیت منقول ہے جہان میں مطلب یہ کہ چونکہ انبیاء علیہم السلام اصول میں تو سب موافق ہیں اس لئے فرماتے ہیں کہ سب انبیاء علیہم السلام نے مخالفت نفس ہی کی تعلیم دی ہے لہٰذا ہمیشہ اس کے خلاف ہی کرنا اب آگے بھی مولانا کو مخالفت نفس کی تعلیم اور اس کے مکائد سے احتراز کے ضروری ہونے کو بتانا مقصود ہے لیکن اس کے لئے ایک تمہید اول لاتے ہیں اس کے بعد اس مضمون کو بیان فرمادیں گے اس تمہید اور مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ تو معلوم ہے کہ مشورہ کرنا اچھی بات ہے اور حدیث میں بھی اور خود قرآن میں بھی مشورہ کی فضیلت آئی ہے مگر جب حضور کے مشورہ کرنے کی تعلیم فرمائی تو ایک صحابی نے پوچھا کہ ہم کو مشورہ کس سے کرنا چاہیے۔ آپ نے فرمایا کہ کسی مقتدا اور بڑے آدمی سے انہوں نے عرض کیا کہ اگر ایسا کوئی موجود نہ ہو بلکہ کوئی بچہ یا عورت ہو تو اس وقت کیا حکم ہے ارشاد ہوا کہ اس وقت اس بچہ یا عورت ہی سے مشورہ کر لو اور وہ جو مشورہ دیں اس کے خلاف کرو۔ چونکہ یہ لوگ ناقص العقل ہوتے ہیں لہٰذا ان کی مخالفت اور ان کے خلاف کرنے میں ہی بہتری ہے اس تمہید کے بعد مولانا فرماتے ہیں کہ اسی طرح چونکہ نفس بھی عورت اور بچہ ہی کی طرح ہے لہٰذا اس کی بھی مخالفت ہی کرو اور یہ جو کچھ کہے اس کے خلاف کرو کہ اسی میں فلاح ہے۔ اب اس کا ربط ماقبل سے بالکل صاف ہے چونکہ اوپر بھی نفس کی مخالفت کا ذکر تھا لہٰذا یہاں بھی بعد ایک تمہید کے مخالفت نفس ہی کا ذکر ہے اب اشعار سے سمجھ لو۔

مشورت الخ۔ یعنی (دیکھو) مشورہ کاموں میں واجب ہوتا ہے تاکہ آخر میں پشیمانی کم ہو (یہ تو سب کو معلوم ہے ہی)

سعیہا الخ۔ یعنی انبیاء علیہم السلام نے بہت سی کوششیں کی ہیں یہاں تک کہ اس پتھر پر یہ چکی پھرنے لگی۔ مطلب یہ کہ دیکھو انبیاء علیہم السلام نے بھی کس قدر کوششیں کی ہیں اور ظاہر ہے کہ ان میں مشورے بھی کئے ہیں تب کہیں یہ دین اس دنیا میں ہر چہار طرف پھیلا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

نفس میخواہد الخ۔ یعنی نفس چاہتا ہے کہ ویران کردے اور مخلوق کو گمراہ اور سرگرداں کردے۔ مطلب یہ کہ نفس اس دین کو ویران کرنا چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ خلق گمراہ ہو جائے لہٰذا اس کا کہنا نہ ماننا چاہیے۔

گفت امت الخ۔ یعنی امتیوں نے کہا کہ ہم مشورہ کس سے کریں تو انبیاء علیہم السلام نے کہا کہ عقل امام کے ساتھ۔ مطلب یہ کہ جب یہ معلوم ہو گیا کہ مشورہ ضروری ہے اور انبیاء علیہم السلام نے خود بھی کیا ہے جس میں تعلیم فعلی ہے اور قرآن میں ہونا مستغنی عن البیان ہے تو اب لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت مشورہ کس سے کیا کریں تو ارشاد فرمایا کہ کسی امام اور مقتدی عقل سے مشورہ کیا کرو کہ وہ نافع اور مفید ہوگا۔

گفت گر الخ۔ یعنی اس امتی نے عرض کیا کہ اگر کوئی بچہ یا عورت ہو کہ وہ عقل والا اور رائے روشن نہیں رکھتا (تو کیا کرنا چاہیے)

گفت با او مشورت الخ۔ یعنی ارشاد فرمایا کہ اس ہی سے مشورہ کر لو اور وہ جو کچھ کہے تم اس کے خلاف کرو اور کام شروع کر دو (درراہ افتادن کنایہ ہے کام شروع کرنے سے) لہٰذا معلوم ہوا کہ چونکہ بچہ اور عورت ناقص العقل ہوتے ہیں لہٰذا مشورہ تو ان سے بھی کرنا چاہیے مگر ان کے مشورہ پر عمل نہ ہو۔ بلکہ جو یہ کہیں اس کے الٹے پر عمل کرو کہ اسی میں خیر ہے۔ اب آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

نفس خود را زن الخ۔ یعنی تم اپنے نفس کو عورت جانو بلکہ عورت سے بھی بدتر اس لئے کہ عورت تو (شر کا اندر) جزو ہے اور تیرا نفس تو شر مجسم ہے لہٰذا یہ عورت اور بچہ سے بھی زیادہ ناقص العقل اور کم سمجھ ہے۔

مشورت الخ۔ یعنی اگر تم اپنے نفس سے مشورہ کرتے ہی ہو تو وہ جو کچھ کہے اس کمینہ کے خلاف ہی کرو۔ اب چونکہ یہ ایک قاعدہ کلی بتایا تھا کہ جب نفس سے مشورہ کرو تو اس کے خلاف ہی کرنا تو بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ نفس نماز روزہ اور طاعات کی تعلیم کرتا ہے اگرچہ اس میں بھی اسکا کید ہی ہوتا ہے مگر پھر بھی آخر تعلیم تو خیر کی ہے اور اس قاعدہ کا مقتضا یہ ہے کہ اس کے خلاف کیا جائے لہٰذا آگے فرماتے ہیں کہ

گر نماز الخ۔ یعنی اگر نماز روزہ کی تجھے تعلیم کرے تو (سمجھ لے) کہ نفس مکار ہے تیرے لئے کوئی مکر پیدا کیا ہے مطلب یہ کہ جب وہ نفس نماز روزہ کا حکم کرتا ہے تو دیکھو کہ اس کا اصل مقصود کیا ہے تو اصل مقصود اس کا نماز روزہ کی تعلیم نہیں ہے بلکہ اصل میں وہ تم کو ایک مکر سے طریق سے جدا کر رہا ہے لہٰذا اس کا جو مکر ہے اس کے خلاف کرو اور اس میں مکر یہ ہے کہ کچھ روز کے لئے وہ تعلیم صوم و صلوۃ کرتا ہے تو شبہ یہ ہوتا ہے کہ اب تو نفس مطمئنہ ہو گیا ہے یہ سمجھ کر سالک مجاہدات و ریاضات کو ترک کر دیتا ہے اور اس سے غافل ہو جاتا ہے بس جب اس نے اس شخص کو غافل دیکھا فوراً اس کی گردن دبائی اور پھر اچھی طرح تباہ اور برباد کرتا ہے تو اس کے کہنے پر عمل نہ کرنا یہ ہے کہ اس خبیث سے ہرگز غافل نہ ہونا چاہیے خواہ کتنا ہی انسان اپنے کو طاعات کی طرف راغب دیکھے مگر اس کے مکائد سے بے فکر نہ ہو تو یہی غضب ہے۔ بلکہ جبکہ انسان خود اپنے نفس کو مطمئنہ جانتا ہے تو وہ مطمئنہ ہے کہاں اس لئے کہ اگر مطمئنہ ہوتا تو اس کو تو اپنے لئے یہ خیال بھی نہ ہوتا خوب سمجھ لو جو نفس کہ مطمئنہ ہوتا ہے وہ خود کو ایسا نہیں سمجھتا ان فی

الواقع ایسا ہوتا ہے مگر وہ خود یہی سمجھتا ہے کہ میں اب تک امارہ ہی ہوں جیسا کہ ظاہر ہے اور فرماتے ہیں کہ
مشورت الخ۔ یعنی کاموں میں نفس سے مشورہ کرنا جو کچھ کہ وہ کہے اس کا عکس کمال ہوگا۔ مطلب یہ کہ نفس سے مشورہ کرو مگر یاد رکھو کہ اس کے قول کے عکس میں کمال ہے اور خیر ہے لہٰذا ہمیشہ اس کے خلاف ہی کرو آگے فرماتے ہیں کہ
برنیائی الخ۔ یعنی تو اس سے اس کی لڑائی میں غالب نہیں آسکتا تو جا کسی یار کے پاس اور اس کا اتباع اختیار کر لے۔ مطلب یہ کہ اگر تم کو خود قدرت اس کے خلاف کرنے کی نہ ہو تو یہ کرو کہ کسی محقق کامل کو تلاش کر کے اس کا اتباع شروع کرو کہ وہ اس کے مکروں کو خوب جانتا ہے وہ اس کے کیدوں کو ظاہر کر کے تم کو ان سے بچالے گا آگے فرماتے ہیں کہ
عقل قوت الخ۔ یعنی ایک عقل دوسری عقل سے مل کر قوت حاصل کرتی ہے گنا گنے سے کامل ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب کسی محقق کامل عارف کا اتباع شروع کرو گے تو اس کے ساتھ مل کر تمہاری عقل بھی کامل اور درست ہو جائے گی۔ دوسرے مصرعہ میں مثال فرماتے ہیں کہ جس طرح بیچ کا گنا دوسروں کی نسبت شیریں ہوتا ہے اسی طرح اس محقق کے ساتھ مل کر تم بھی کامل ہو جاؤ گے۔ یہ مشہور ہے کہ جس گنے کو کہ چاروں طرف سے اور گنے گھیرے ہوئے ہوں وہ میٹھا بہت ہوتا ہے اس لئے کہ چاروں طرف گنوں کی شیرینی کا اثر بھی اس کے اندر ہوتا ہے۔ اور جو گنا کہ کنارہ کا ہوتا ہے وہ پھیکا ہوتا ہے اسی بنا پر فرمایا ہے کہ اگر دوسری عقل شیخ کی تمہارے ساتھ مل جائے گی تو پھر دونوں مل کر کامل ہو جائیں گے اور تمہارے اندر بھی کمال آجائے گا لہٰذا اگر خود ہمت نہ ہو تو کسی شیخ کا دامن پکڑ لو اور اس کی تعلیمات پر عمل کرو کہ وہ نفس و شیطان کے مکائد سے خوب واقف ہوتا ہے وہ تم کو اس سے بچالے گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ
من زمکر الخ۔ یعنی میں نے نفس کے مکروں میں سے بہت سی چیزیں دیکھی ہیں کہ وہ جادو کی وجہ سے خود تمیز کو لے جاتا ہے مطلب یہ کہ یہ نفس وہ بلا ہے اور اس کے کید اس قدر سخت ہیں کہ یہ حق و باطل میں تمیز کو کھو دیتا ہے اور انسان کے اندر سے مادہ تمیز بین الحق والباطل جاتی رہتی ہے اور یہ کسی کی کہی ہوئی اور سنی سنائی نہیں کہتے بلکہ فرماتے ہیں کہ ہم نے تو خود دیکھا ہے اس سے بہت بچنا ضروری ہے۔ آگے اس کا ایک مکر بتاتے ہیں جو کہ اوروں سے سخت ہے کہ پیرایہ میں دین کے ہے اور پھر ہلاک کرتا ہے فرماتے ہیں کہ
وعدہا الخ۔ یعنی وہ تازے وعدے تیرے ہاتھ میں دیتا ہے کہ اس نے ان کو ہزاروں بار توڑ دیا ہے۔ مطلب یہ کہ اس کی یہ خاصیت ہے کہ وعدہ تو دیتا ہے کہ بس ایک مرتبہ اس گناہ کو دل بھر کے کروں پھر عمر بھر نام بھی نہ لونگا۔ یا اور اسی قسم کے وعدے کرتا ہے جس سے انسان دھوکے میں آ کر اس فعل کا ارتکاب کر لیتا ہے نتیجہ ہلاکت اور بربادی ہوتی ہے کہ نہ اس نے کبھی وعدہ کو پورا کیا ہے اور نہ آئندہ کرے گا۔ لہٰذا بجز اس کے کہ پھر توڑ دے اور کیا ہو سکتا ہے لہٰذا اس کے وعدوں پر ہرگز اعتماد نہ چاہیے اس لئے کہ
عمر گر صد سال الخ۔ یعنی اگر عمر سو برس کی بھی ہو تو تجھے ہر روز نیا بہانہ دے گا۔
گرم الخ۔ یعنی پرانے وعدوں کو تازہ بتازہ کر کے کہتا ہے اور مردانگی کا جادو آدمی کو باندھ دیتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ وہ خبیث ہے کہ اگر سینکڑوں برس کی بھی عمر ہو جب بھی یہ بہکانے سے اور اپنے مکروں سے ہرگز باز نہ

www.besturdubooks.wordpress.com

آئے اور جو وعدے بارہا کر چکا ہے اور ان کو توڑ چکا ہے آج پھر ان وعدوں کو تلبیس کر کے ملمع سازی سے سامنے پیش کرتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وعدہ نیا ہے اور اس کو ضرور پورا کرے گا مگر وہ تو اپنی اسی عادت مستمرہ پر رہتا ہے لہٰذا خدا کے لئے کبھی اس کا اعتبار مت کرنا۔ اب چونکہ مولانا نے یہاں مکاید نفس کو بیان کیا ہے اور اس سے اجتناب کو ضروری فرمایا ہے لہٰذا آگے گھبرا کر مولانا حسام الدین کو پکارنے لگے کہ دستگیری فرمایئے توجہ فرما کر اس نفس کے ہاتھوں سے بچایئے اس لئے کہ یہ تو پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ مولانا حسام الدینؒ مولانا رومیؒ کے پیر بھائی ہیں مگر مولانا ان کا بہت ہی ادب کرتے ہیں اور ان کو اس طرح رکھتے ہیں کہ ظاہر نظر میں وہ شیخ معلوم ہوتے ہیں مگر اصل میں پیر بھائی ہیں اور سچ یہ ہے کہ بھائی تو ہے ہی وہ شے کو خواہ چھوٹا ہی ہو لیکن ایک نعمت غیر مترقبہ ہوتی ہے اور مصیبت میں وہی کام آتا ہے اسی لئے مولانا بھی ان کو متوجہ کرنے کے لئے فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

اے ضیاء الحق حسام الدین بیا	کہ نہ روید بے تو از شورہ گیا
اے ضیاء الحق حسام الدین! آ جا	کہ تیرے شور زمین سے گھاس نہیں اگتی
از فلک آویختہ شد پردۂ	از پے نفرین دل آزردۂ
آسمان سے ایک پردہ لٹکا دیا گیا ہے	درد مند دل کی ملامت کے لئے
ایں قضا را ہم قضا داند علاج	عقل خلقاں در قضا گیج ست وکاج
اس تقدیر کا علاج بھی تقدیر ہی جانتی ہے	تقدیر کے معاملہ میں مخلوق کی عقل پراگندہ اور بھینگی ہے
اژدہا گشت ست آں مار سیاہ	آنکہ کرمے بود افتادہ براہ
وہ کالا سانپ اژدہا بن گیا	جو راستہ میں پڑا ہوا ایک کیڑا تھا
اژدہا و مار اندر دست تو	شد عصا اے جان موسیٰؑ مست تو
تیرے ہاتھ میں اژدہا اور سانپ	لاٹھی بن گیا اے وہ کہ (حضرت) موسیٰؑ کی جان تجھ سے مست ہے
حکم خذھا لا تخف دادت خدا	تا بدستت اژدہا گردد عصا
خدا نے تجھے "اس کو پکڑ لے نہ ڈر" کا حکم دیا ہے	تاکہ تیرے ہاتھ میں اژدہا لاٹھی بن جائے
ہیں ید بیضا نما اے بادشاہ	صبح نو بکشاز شبہائے سیاہ
ہاں اے بادشاہ ید بیضا دکھا دے	کالی راتوں میں سے نئی صبح نمودار کر دے

www.besturdubooks.wordpress.com

دوزخے افروخت بروے دم فسوں	اے دم تو از دم دریا فزوں
اس (نفس) نے دوزخ بھڑکا دی ہے اس پر پھونک مار دے	اے وہ کہ تیری پھونک دریا کی ہمت سے بڑھ کر ہے
بحر مکارست و بنمودہ کفے	دوزخ ست از مکر بنمودہ تفے
(وہ نفس) مکار سمندر ہے جھاگ دکھائی دیتا ہے	دوزخ ہے مکر سے (معمولی) حرارت دکھائی دیتا ہے
زاں نماید مختصر در چشم تو	تازبوں بینیش جنبد خشم تو
تیری نگاہ میں اس وجہ سے مختصر نظر آتا ہے	تاکہ تو اس کو حقیر سمجھے اور تیرا غصہ حرکت میں آ جائے
ہمچناں کہ لشکر انبوہ بود	مر پیمبر را بہ چشم اندک نمود
جیسا کہ لشکر بہت تھا	پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نظر میں مختصر نظر آیا
تا برایشاں زد پیمبر بے خطر	ور فزوں دیدے ازاں کردے حذر
یہاں تک کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس پر بلا جھجک حملہ کر دیا	اگر زیادہ دیکھتے اس سے ہچکچاتے
آں نمایش بود فضل ایزدی	احمدؐ اور نہ تو بددل می شدی
یہ دکھاوا اللہ تعالیٰ کا کرم تھا	ورنہ اے احمدؐ! تم بددل ہو جاتے
کم نمود اورا و اصحاب ورا	آں جہاد ظاہر و باطن خدا
ان کو اور ان کے ساتھیوں کو کم دکھایا	اللہ (تعالیٰ) نے ظاہری و باطنی جہاد
تا میسر کرد یسرے را برو	تاز عسرے او نگر دانید رو
یہاں تک کہ آپ کو سہولت میسر کر دی	جبکہ انہوں نے دشواری سے منہ نہ موڑا

اب مولانا نفس کی شرارتوں سے دق ہو کر فرماتے ہیں کہ بھائی ضیاء الحق حسام الدین ہماری کوششیں تو اس کی مزاحمت میں بالکل بیکار ثابت ہوئیں تم آؤ اور مدد کرو کہ بغیر تمہاری ہماری سعی لاحاصل بارآور نہیں ہو سکتی کیونکہ تقدیر الٰہی نے نفس کو حقیقت بینی سے مانع بنا کر مجھ دل آزردہ کی ملامت کے لئے مثل ایک پردہ کے بنا دیا ہے جو میری کوششوں پر ملامت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تو اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا کیوں سعی لاحاصل کرتا ہے اور اس قضا کا علاج قضائے الٰہی سے ہی ہو سکتا ہے۔ ہم لوگوں کی عقول تو اس معاملہ میں پریشان اور احول و غلط بین ہیں اور وہ قضا الٰہی تمہارا تصرف ہے پس تم تصرف کرو اور اس پردہ کو دور کرو۔ میرا نفس جو اول کمزور کیڑا تھا اب یہ کالا ناگ اژدھا ہو گیا ہے اور حق تعالیٰ نے تمہارے ہاتھ میں خاصیت رکھی ہے کہ اژدھا لاٹھی ہو جاتا ہے اور یہ صفت تمہاری ایسی ہی ہے کہ جس پر موسیٰ بھی خوش ہیں اور نہایت پسند کرتے ہیں۔ حق نے تم کو حکم دیا ہے کہ خذھا ولا تخف سنعید ہا

www.besturdubooks.wordpress.com

سیر تہالالادے یعنی آپ نفس پر اپنا تصرف فرمایئے اور اس کی قوت سے گھبرایئے نہیں ہم اس کو مطمئنہ بنادیں گے اور اس بنا پر آپ کے تصرف سے نفس امارہ مطمئنہ بن جاتا ہے پس تم اپنے اس تصرف سے میرے اس اژدھے کو لاٹھی بنادو۔ یعنی اس نفس امارہ کو مطمئنہ اور بے ضرر بنادو نیز آپ کو حق نے ید بیضا عطا کیا ہے یعنی آپ کو روشن ضمیر بنایا ہے پس آپ اپنا ید بیضا دکھلایئے اور روشن ضمیری سے کام لیجئے اور ہماری بداعمالیوں کی تاریک راتوں کو دور کر کے صبح امید ظاہر کیجئے اور ہمارے دلوں کو مثل صبح منور فرمایئے۔ اژدہائے نفس کی شعلہ افشانیوں نے جان کو دوزخ بنا رکھا ہے آپ کی پھونک میں حق سبحانہ نے اطفاء شعلہائے اژدہائے نفس کے بارے میں دریا سے زیادہ خاصیت رکھی ہے پس آپ اس پر پھونک ماریے اور اس کو بجھایئے۔ فی الحقیقت نفس شرارتوں کا ایک سمندر ہے لیکن یہ اس کی مکاری ہے کہ جھاگ دکھائی دیتا ہے اور درحقیقت یہ ایک دوزخ ہے جو معمولی حرارت معلوم ہوتا ہے اس کی مختصر نمائی میں ایک مصلحت بھی ہے وہ یہ کہ آپ اس کو حقیر سمجھیں اور آپ کے غصہ کو ہیجان ہو کہ یہ کیا ہے چیز جو اتنا پریشان کر رہا ہے اس کو میں ایک دم میں فنا کر دونگا۔ اور یہ بعینہ ایسا ہے جیسا کہ کفار مکہ کا لشکر بہت بڑا تھا لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کم دکھلایا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بے کھٹکے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر حملہ کر دیا اور اگر زیادہ دکھلایا جاتا تو آپ کو ان پر حملہ کرنے میں جھجک ہوتی۔ پس ان کا کم دکھلانا حق سبحانہ کی عنایت اور ان کا فضل تھا ورنہ حضور والا بے دل ہو جاتے اس لئے خود ان کے لئے اور ان کے اصحاب کے لئے جہاد ظاہر و باطن کو مختصر کر کے دکھلایا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو فی الحقیقت معمولی تھا وہ بھی ان کے لئے معمولی ہو گیا اور جو حقیقت میں دشوار تھا اس کی کم نمائی کے سبب اس سے بھی منہ نہ پھیرا اور اس کو بھی انجام دیا پس جس طرح ان کو کم دکھلانے میں یہ مصلحتیں تھیں یوں ہی آپ کو کم دکھلانے میں بھی یہی مصلحتیں ہیں لہذا آپ اس کو ایک حقیر اور ناقابل التفات خیال نہ فرمائیں اور اس کی سرکوبی کی طرف متوجہ ہوں۔

شرح شبّیری

اے الخ۔ یعنی اے ضیاء الحق حسام الدین آیئے کہ آپ کے بغیر شورہ زمین سے گھاس نہیں اگتی۔ مطلب یہ کہ حضرت ذرا توجہ فرمایئے اس لئے کہ ہمارا قلب جو کہ پژمردگی میں شور زمین کی طرح ہو گیا ہے اور علوم و معارف کا اس میں کہیں گزر ہی نہیں ہوتا آپ کی توجہ ہی سے بار آور ہو سکتا ہے اور اس میں علوم و معارف اسی وقت پیدا ہو سکتے ہیں جبکہ آپ کی توجہ بھی منعطف ہو اس لئے کہ

از فلک الخ۔ یعنی آسمان سے ایک پردہ اس آزردہ دل کی نفرین کے لئے لٹکا دیا گیا ہے۔ مطلب یہ کہ عالم غیب سے یہ نفس ہمارے اوپر مسلط کر دیا گیا ہے تو اس کا علاج بھی ادھر ہی سے ہو تو ہو۔

این قضا الخ۔ یعنی اس قضا کے لئے قضا ہی علاج آئی ہے اور قضا میں مخلوق کی عقل تو فضول اور بیکار ہے۔ مطلب یہ کہ جب یہ نفس اس عالم غیب ہی سے مسلط کیا گیا ہے تو اس کا رفع بھی ادھر ہی سے ہوگا اور آپ کو اس

www.besturdubooks.wordpress.com

عالم سے تعلق ہے لہٰذا توجہ فرمایئے کہ نفس بے ڈھب ترقی پکڑ گیا ہے اور اس نے بہت ہی ہاتھ پیر نکالے ہیں۔

اژدھا گشت الخ۔ یعنی وہ سیاہ سانپ اور وہ ذرا سا کیڑا جو کہ راستہ میں پڑا ہوا تھا (آج) بہت بڑا اژدھا ہو گیا ہے۔

اژدھا و مار الخ۔ یعنی اژدھا اور سانپ آپ کے ہاتھ میں عصا ہو جاتے ہیں اے وہ کہ موسیٰ علیہ السلام کی جان آپ کی مست ہے مطلب یہ کہ یہ نفس جو کہ پہلے بہت ہی ضعیف اور کمزور شئے معلوم ہوتی تھی آج قوت پکڑتے پکڑتے اس قدر قوی ہو گیا ہے کہ اب قابو سے نکل گیا ہے۔ مگر آپ کی تو ایسی مثال ہے کہ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کہ جب تک کہ ان کا عصا زمین پر رہتا تھا اس وقت تک تو وہ اژدھا رہتا تھا اور جب انہوں نے اس پر ہاتھ ڈالا تو وہ عصا ہوا اسی طرح جب تک کہ یہ نفس آپ سے دور ہے یہ بہت ہی قوی اور زور آور معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر آپ کی ذرا سی توجہ بھی اس طرف ہوئی تو اس کا سارا زور نکل جائے اور بالکل ہی بے ضرر ہو جائے گا اور پھر کوئی ضرر نہ پہنچا سکے گا بلکہ بالکل تابع ہو جائے گا اور جان موسیٰ کے مست ہونے سے یہ مراد ہے کہ جب آپ کے اندر بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسی خصلت اور قوت ہے تو ان کو بھی آپ سے تعلق اور محبت ہے اس محبت اور تعلق ہی کو مولانا جان موسیٰ کے مست ہونے سے تعبیر فرما رہے ہیں اب چونکہ نفس کو عصا موسیٰ سے تشبیہ دی ہے لہٰذا آگے اسی قسم کے احکام بھی اس کے لئے ثابت کر رہے ہیں کہ

حکم خذہا الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے آپ کو خذھا ولاتخف کا حکم کیا ہے تا کہ آپ کے ہاتھ میں اژدھا عصا ہو جائے مطلب یہ کہ جس طرح حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم فرمایا تھا کہ خذھا ولاتخف سنعید ھاسیرتھا الاولیٰ کہ آپ اس اژدھا کو پکڑ لیجئے ڈریئے مت کہ ہم اس کو اس کی پہلی سیرت (صورت عصا) کی طرف لوٹا دیں گے تو جس طرح وہاں وہ اژدھا عصا ہو جاتا تھا اسی طرح حق تعالیٰ نے تمہیں اصلاح خلق کے لئے مامور فرمایا ہے اور تم کو مسند ارشاد پر متمکن کیا ہے لہٰذا تم اس نفس سرکش کی طرف توجہ کرو تا کہ یہ اپنی پہلی حالت یعنی فطرت کی طرف لوٹ آئے اور اس کے اندر صلاحیت اور استعداد قبول حق کے پیدا ہو جائے اور فرماتے ہیں کہ

ہن ید بیضا الخ۔ یعنی ہاں اے بادشاہ (معنوی) ید بیضا تو دکھایئے اور ان سیاہ راتوں میں سے صبح نئی کو نکالو۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت ذرا اپنی تجلی اور اپنے انوار کو ہم پر فائض فرمایئے اور ہمارے اندر جو ظلمات بھرے پڑے ہیں ان کو الگ فرما دیجئے اور ہماری ان ظلمات کو دفع فرما کر ہمارے قلوب کو بھی منور اور روشن فرما دیجئے۔

دوزخے الخ۔ یعنی اس نے ایک دوزخ بھڑکا رکھی ہے آپ کچھ دم فرما دیجئے کہ آپ کا دم تو دریا کے دم سے بھی زیادہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس نفس نے آتش شہوت و غضب کو برانگیختہ کر رکھا ہے خدا کے لئے توجہ فرمایئے اور اس آگ کو بجھایئے ورنہ یہ آگ وہ ہے کہ مجھ کو تو جلا کر خاک سیاہ کر دے گی اور کسی مصرف کا نہ چھوڑے گی۔

بحر مکار است الخ۔ یعنی ایک دریائے مکار ہے اور جھاگ دکھا رکھے ہیں اور ایک دوزخ ہے اور مکر کی وجہ سے ایک لپٹ ظاہر کر رکھی ہے مطلب یہ ہے کہ نفس کمبخت اصل میں بڑا موذی ہے مگر ظاہر میں بہت ہی ذرا سا

www.besturdubooks.wordpress.com

معلوم ہوتا ہے اور اس کی یہی تلبیس دھوکے میں ڈالنے والی ہے کہ ظاہر کو دیکھ کر انسان اس سے بچنے کی کوشش نہیں کرتا مگر پھر یہ خوب گل کھلاتا ہے۔

زان الخ۔ یعنی تمہاری نظر میں اس لئے چھوٹا دکھلائی دیتا ہے۔ تم اس کو حقیر جانو اور تمہارا غصہ حرکت کرے مطلب یہ ہے کہ اصل میں تو یہ نفس بڑا مکار ہے اور بہت موذی ہے مگر آپ کی نگاہ میں یہ مختصر اور عاجز اور حقیر ہی ہے اور حق تعالیٰ نے آپ کو اس لئے حقیر دکھلایا ہے تاکہ آپ اس کو حقیر سمجھ کر اس کے عاجز کرنے کے درپے ہو جائیں ورنہ اگر شیخ کی نظر میں بھی اس کی عظمت ہو جائے اور شیخ بھی اس کو قوی سمجھنے لگیں تو پھر تو علاج مشکل ہے اور شیخ بھی اس سے گھبرا جائیں لہٰذا حق تعالیٰ کی مصلحت اسی میں ہے کہ شیوخ کی نظر میں تو یہ حقیر اور عاجز ہوتا ہے لہٰذا وہ اس کا خوب علاج فرما دیتے ہیں آگے اس کی ایک مثال ہے کہ

ہمچنانکہ الخ۔ یعنی اسی طرح کہ لشکر ایک جماعت تھا اور ہم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں تھوڑا دکھائی دیا۔ مطلب یہ کہ غزوہ بدر میں جبکہ مسلمانوں کی تعداد صرف تین سو تیرہ یا اسی کے قریب تھی اور کفار قریب ایک ہزار کے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ جماعت کفار کم معلوم ہوتی تھی اور جو ان کی اصلی تعداد تھی اس کے مطابق دکھلائی نہ دیتی تھی جیسا کہ قرآن شریف میں ہے اذ یریکھم اللہ فی منامک قلیلا الخ۔

کہ وہ تھے تو زیادہ لیکن ہم تمہیں کم دکھا رہے تھے کہ کہیں تم بزدلی نہ کرو ورنہ اگر مسلمان ان کی پوری تعداد اور قوت کے موافق ان کو دیکھتے اور اپنی طرف ضعف دیکھتے تو شاید بزدل ہو کر بھاگ جاتے اور حملہ ہی نہ کرتے لہٰذا اس میں یہ مصلحت تھی کہ ان کو کم سمجھ کر مسلمان حملہ آور ہوئے اور پھر فتح مقدر نصیب ہوئی آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

تا بر ایشان الخ۔ یعنی یہاں تک کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر بے دھڑک حملہ کیا اور اگر زیادہ دیکھتے تو ان سے بچتے۔

آن عنایت الخ۔ یعنی وہ فضل حق تعالیٰ کی عنایت تھی اے احمدؐ ورنہ تم بددل ہو جاتے

کم نمود الخ۔ یعنی آپ کو اور آپ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کم دکھایا اس جہاد ظاہر اور باطن کو حق تعالیٰ نے مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس جہاد ظاہری میں بھی کفار کو کم دکھایا اور جہاد باطن میں بھی یعنی نفس کے ساتھ جہاد کو بھی حقیر اور بے قدر دکھایا بس اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ حضرات کمر ہمت باندھ کر اٹھے اور سب کام ہو گیا ورنہ اگر وہ کہیں ہمت ہار دیتے تو کس طرح کام چل سکتا تھا۔

تا میسر کرد الخ۔ یعنی یہاں تک کہ مشکل کو ان کے لئے آسان کر دیا اور یہاں تک کہ انہوں نے مشکل سے منہ نہیں پھیرا۔ مطلب یہ کہ ان کو اس قدر ہمت اور جرأت دی کہ ساری مشکلیں آسان ہو گئیں اور کیسا ہی کٹھن سے کٹھن کام آ پڑا وہ ہٹے نہیں جمے رہے یہ ساری اس کی برکت تھی کہ ان کی جرأت حق تعالیٰ نے بڑھا رکھی تھی۔

کم نمودن مرد را پیروز بود	زاں نمودن روز او نو روز بود
ان کو کم دکھانا کامیابی تھی	اس لئے کہ اس طرح دکھانا ان کے لئے عید کا دن تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

کم نمودن بس خجستہ روز بود	کہ حقش یار و طریق آموز بود
کم دکھانا بہت مبارک دن تھا	کیونکہ اللہ (تعالیٰ) ان کا دوست اور رہنما تھا
آنکہ حق پشتش نباشد در ظفر	وانکہ خرگوشش نماید شیر نر
وہ شخص جس کا کامیابی میں خدا مددگار نہ ہو	سمجھ لے اس کو خرگوش نر شیر نظر آتا ہے
وائے گر صد را یکے بیند ز دور	تا بجالش اندر آید از غرور
اس پر افسوس ہے اگر دور سے سو کو ایک سمجھ بیٹھے	تاکہ دھوکے میں حملہ کر بیٹھے
زاں نماید ذوالفقارے حربۂ	زاں نماید شیر نر چوں گربۂ
چونکہ اس کو ذوالفقار ایک نیزہ نظر آتی ہے	چونکہ اس کو نر شیر ایک بلی نظر آتی ہے
تا دلیر اندر فتد احمق بجنگ	واندر آردشاں بدیں حیلت بچنگ
تاکہ بیوقوف ہمت کر کے جنگ کر بیٹھے	اور خدا ان کو تدبیر سے پنجے میں پکڑ لے
تا بپائے خویش باشد آمدہ	آں فلیواں جانب آتشکدہ
تاکہ اپنے پیروں سے آئے ہوئے ہوں	آگ کی بھٹی کی جانب وہ بیوقوف
کاہ برگے می نماید تا تو زود	پف کنی او را برانی از وجود
گھاس کا تنکا نظر آتا ہے تاکہ تو جلد	پھونک مار دے اور اس کو فنا کر دے
ہیں کہ آنکہ کوہہا برکندہ است	زو جہاں گریان واو در خندہ است
خبردار! وہ ایسا ہے کہ اس نے پہاڑوں کو اکھاڑ دیا ہے	جہان اس کی وجہ سے روتا ہے اور وہ ہنستا ہے
می نماید تا بہ کعب ایں آب جو	صد چو عوج بن عنق شد غرق او
یہ نہر کا پانی ٹخنے تک نظر آتا ہے	عوج بن عنق جیسے سینکڑوں اس میں ڈوب گئے ہیں
می نماید موج خونش تل مشک	می نماید قعر دریا خاک خشک
اس کو خون کی موج مشک کا ٹیلہ نظر آتی ہے	(اس کو) دریا کی گہرائی خشک زمین نظر آتی ہے
خشک دید آں بحر را فرعون کور	تا در و راند ز سر مستی و زور
اندھے فرعون نے اس دریا کو خشک دیکھا	یہاں تک کہ مستی اور طاقت سے اس میں گھس پڑا
چوں درآید در تگ دریا بود	دیدۂ فرعون کے بینا بود
جب گھس جاتا ہے دریا کی تہ میں ہوتا ہے	فرعون کی آنکھ کب دیکھتی ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

حق کجا ہمراز ہر احمق شود	دیدہ بینا از لقائے حق شود
اللہ (تعالیٰ) ہر احمق کا ہمراز کب بنتا ہے؟	اللہ (تعالیٰ) کی ملاقات سے آنکھ بینا بنتی ہے
راہ بیند خود بود آں بانگ غول	قند بیند خود شود زہر قتول
وہ (ٹھیک) راستہ سمجھتا ہے وہ چھلاوے کی آواز ہوتا ہے	شکر سمجھتا ہے، وہ خود قاتل زہر ہوتی ہے

شرح حبیبی

غرض کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کی جمعیت کا کم دکھلانا یہ ان کی کامیابی کے لئے تھا اور یہ کم نمائی ان کے لئے باعث خوشی تھی اور یہ کم نمائی ان کے لئے نہایت مبارک تھی یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ حق سبحانہ ان کے مدد و معاون اور معلم و راہبر تھے لیکن جن کی فتح کے لئے حق سبحانہ مدد و معاون نہ ہوں جیسے کہ کفار مکہ اگر ان کو کم دکھلائیں اور وہ شیر نر کو بلی سمجھیں اور سو کو ایک دیکھیں جس کا نتیجہ یہ ہو کہ وہ دھوکہ سے لڑائی میں پھنس جائیں تو ایسے لوگوں کی حالت نہایت قابل افسوس ہے ان کو ذوالفقاری شمشیر بران (کما ہو المشہور) معمولی ہتھیار اور شیر نر بلی اس لئے دکھلایا گیا ہے کہ یہ احمق دلیرانہ جنگ میں کود پڑیں اور اس تدبیر سے شیر کے پنجہ میں پھنس جائیں اور تا کہ یہ بوالفضول اپنے پاؤں سے آتشکدہ میں آ پڑیں اے بدقسمت غیر مؤید من اللہ تجھے تیرا حریف نفس و شیطان تنکا اور پتا اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ تو جلدی سے پھونک مارے اور اس کو معدوم کرنے کی کوشش کرے لیکن سمجھ رکھ کہ جس کو تو نے تنکا سمجھا ہے وہ حقیقت میں اتنا قوی ہے کہ اس نے پہاڑوں کو جڑ سے اکھیڑ کر پھینک دیا ہے اور بڑے بڑے مقدس لوگوں کو تنہا کر دیا ہے دنیا بھر اس سے روتی ہے اس لئے کہ اس پر غالب آنے کی کوشش کرتی ہے لیکن ناکام رہتی ہے اور وہ اپنی کوششوں میں علی العموم الا ماشاء اللہ کامیاب ہو کر ہنستا اور خوش ہوتا ہے اور یہ نہر تجھے ٹخنوں تک معلوم ہوتی ہے لیکن سوعوج بن عنق سے قد آور اس میں غرق ہو چکے ہیں اور تجھے یہ موج خون مشک کا ٹیلہ معلوم ہوتی ہے اور قعر دریا خشکی دکھلائی دیتا ہے یہ تیری بدبختی ہے چنانچہ اس سے پیشتر ایسا ہو چکا ہے دیکھو اندھے فرعون نے دریا کو خشکی سمجھا اور گھوڑا ڈال دیا لیکن جب آ گیا تو دریا کی تہہ میں پہنچ گیا۔ یعنی دریا دونوں طرف سے مل گیا اور وہ ڈوب گیا۔ وجہ یہ تھی کہ ازل کا اندھا تھا اس نے یہ نہ سمجھا کہ یہ خشکی خرق عادت کے طور پر ہے معمولی خشکی نہیں لہٰذا اس میں نہ جانا چاہیے اور جب حق بینی سے آدمی اندھا ہو تو حق سبحانہ اس کی کب اعانت کرتے ہیں اور جب حق سبحانہ اعانت نہیں کرتے تو یہ نتائج اس کے لئے لازمی ہیں کہ زہر ہلاہل کو قند جانے اور آواز غول کو راہ نما سمجھے (ف) اس بیان سے مولانا نے اس شبہ کا ازالہ کر دیا جو ماسبق سے پیدا ہوتا تھا کہ کم نمائی ہر جگہ مفید ہے اور بتلا دیا کہ ہر جگہ مفید نہیں ہے بلکہ وہیں مفید ہے جہاں مدد حق شامل حال ہو اور کبھی کم نمائی کا منشاء خذلان ہوتا ہے اور خذلان کا منشاء ترک معرفت حق۔ لہٰذا معرفت حق حاصل کرنا چاہیے تا کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

خذلان سے بچے اور کم نمائی وغلط بینی سے خسران میں نہ مبتلا ہو۔ آگے مولانا عام حالت کو تباہ دیکھ کر بنا بر حرف عام وعادت اہل محاورہ فلک کو خطاب کرتے ہیں اس کو مؤثر سمجھ کر اور اصل مقصود مناجات حق سبحانہ ہے رہا تیز الفاظ کا استعمال سو وہ مخاطب ظاہری کی رعایت سے اور عادت اہل عرف کی بنا پر ہے فرماتے ہیں۔

شرح شبّیری

کم نمودن الخ۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کم دکھانا مبارک تھا اور اس دکھانے سے ان کا دن نوروز تھا۔ مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں جو وہ کم دکھلائی دیتے تھے یہ مبارک تھا اس لئے کہ اس کی برکت ہی سے جرأت ہوئی اور آپ نے حملہ کیا اور فتح حاصل ہوئی۔

کم نمودن الخ۔ یعنی کم دکھائی دینا بہت ہی مبارک تھا اس لئے کہ حق تعالیٰ اس کے مددگار اور طریق کے سکھانے والے تھے مطلب یہ ہے کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا کفار کو کم دیکھنا تو مبارک تھا کہ ان کو دیکھ کر ہمت بڑھی اور پھر اسلام کو فتح حاصل ہوئی اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مددگار اور راستہ دکھانے والا تو حق تعالیٰ تھا لہٰذا بہتر اور مبارک ہوا یہاں تک تو مولانا نے کاملین کا نفس کی شرارتوں کو کم دیکھنے کی وجہ اور مصلحت بیان فرمائی آگے معاندین اور محجوبین کے زیادہ دیکھنے کی وجہ اور خرابی کو بیان فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ محجوبین کی نظر میں جو نفس قوی معلوم ہوتا ہے اس کی وجہ تو یہ ہوتی ہے کہ مدد حق تعالیٰ کی ان کے ساتھ نہیں ہوتی اس لئے وہ اس کو بہت قوی جانتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس سے خائف ہو جاتے ہیں اور پھر وہ ان کی خوب خبر لیتا ہے اب سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ

آنکہ حق الخ۔ یعنی جس کا کہ حق تعالیٰ فتح کی رو سے مددگار نہ ہو جان لو کہ خرگوش اس کو شیر نر دکھائی دے گا۔ آگے محجوبین کے کم دیکھنے کو بیان فرماتے ہیں کہ اگر کہیں اس کو کمزور جانتے ہیں تو اس میں یہ خرابی ہوتی ہے کہ اس پر حملہ آور ہوتے ہیں اور پھر مارے جاتے ہیں لہٰذا اولیاء اللہ کی نظر میں اگر مکائد نفس کم معلوم ہوتے ہیں تو وہ ان کے ازالہ میں قوی ہو جاتے ہیں اور اگر عوام نے کہیں ان کو کم سمجھا تو بس تباہ ہی ہو گیا اس لئے کہ وہ اس سے بے فکر ہو جائے گا اور وہ اس کا کام تمام کر دے گا اسی کو فرماتے ہیں کہ

وائے گر صد را الخ۔ یعنی بڑے افسوس کی بات ہے کہ اگر سو کو ایک دیکھے دور سے یہاں تک کہ غرور کی وجہ سے ان کی لڑائی کے لئے مستعد ہو جائے اور پھر ہلاک ہو۔

زاں نماید الخ۔ یعنی ذوالفقار کو ایک ذرا سا چہرہ اس لئے دکھاتا ہے اور اس لئے شیر نر کو بلی کی طرح دکھاتا ہے۔

تا دلیرانہ در آرد الخ۔ یعنی تا کہ دلیرانہ احمق لڑائی میں پڑے اور ان کو اس حیلہ سے لڑائی میں لائے۔

تا بپائے الخ۔ یعنی تا کہ وہ احمق اپنے پاؤں سے آتشکدہ کی طرف آیا ہوا ہو۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ اس محجوب کو اس لئے حقیر دکھا رہا ہے تا کہ ذرا دلیر ہو کر خود ہی آئے اور اس سے مقابلہ کرے اور پھر ہلاک ہو اور ان کو

www.besturdubooks.wordpress.com

حجت بھی باقی نہ رہے اس لئے کہ وہ تو خود اپنے ارادہ سے ہی تو آیا ہے۔

کوہ برگے الخ۔ یعنی پہاڑ ایک پتا دکھائی دیتا ہے تاکہ تو جلدی سے پھونک مارے اور اس کو وجود سے علیحدہ کردے مگر وہ تو ایسا ہی ہے کہ تجھے بھی لے کر نہ ٹلے گا۔

ہانکہ الخ۔ یعنی ہاں وہ شخص کہ جس نے پہاڑوں کو اکھاڑ دیا ہے اس سے ایک جہان رو رہا ہے اور وہ نفس رہا ہے مطلب یہ کہ تم تو اتنی قوت نہیں رکھتے کہ اس نفس کو پست کرسکو مگر ہاں جو کہ کامل اور قوی ہے اور جس نے کہ لاکھوں کو زیر کیا ہے وہ ایسا کرسکتا ہے اور اس کی تو یہ شان ہوتی ہے کہ لوگ اس سے پریشان ہوتے ہیں اور وہ خوش ہوتا ہے جیسا کہ کفار کہ انبیاء علیہم السلام سے حسد کرتے تھے اور جلتے تھے مگر ان حضرات کو ذرا بھی اس کی پرواہ نہ تھی بلکہ وہ اسی طرح خوش خرم رہتے تھے کاملین تو ایسا کرسکتے ہیں مگر ناقصین اس نفس کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ آگے پھر اس پہلے مضمون کی طرف رجوع ہے کہ

می نماید تا بہ الخ۔ یعنی اس ندی کا پانی ٹخنوں تک دکھائی دیتا ہے مگر سینکڑوں عوج بن عنق جیسے اس میں ڈوب چکے ہیں عوج بن عنق ایک شخص بے انتہا طویل القامت کہ سورج میں مچھلی کو بھون کر کھاتا تھا مشہور ہے مگر یہ روایت صحیح نہیں ہے مولانا نے صرف بناء علی المشہور ایسا لکھ دیا ہے ورنہ مولانا کا مقصود اس روایت کی صحت یا عدم صحت سے نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ نفس بظاہر بہت ہی حقیر معلوم ہوتا ہے مگر حضرت اصل میں بہت ہی قوی اور مکار ہے اس سے اگر خدا ہی بچائے تو بچ سکتا ہے۔

می نماید الخ۔ یعنی اس کے خون کی موج ایک مشک کا ٹیلہ دکھائی دیتی ہے اور قعر دریا خشک دریا دکھائی دیتا ہے مطلب یہ کہ اس نفس کی ظاہری صورت سے دھوکا ہوتا ہے اور جب انسان اس میں پھنس جاتا ہے تو پھر نکلنا محال ہو جاتا ہے اور اس میں ختم ہو جاتا ہے آگے دریا کو خشک دیکھنے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

خشک دید الخ۔ یعنی فرعون اندھے نے دریا کو خشک دیکھا تاکہ اس میں سرمستی اور زور سے (سواری کو) چلائے۔

چون الخ۔ یعنی جب آئے تو وسط دریا میں ہووے اور فرعون کی آنکھ کب بینا ہو گی۔ مطلب یہ کہ چونکہ حقیقت سے تو اندھا تھا اس لئے وہ حقیقت کو نہ دیکھ سکا اور صرف اس کی صورت ظاہری کو دیکھ کر خشک ہی سمجھا کہ میرے لئے بھی خشک ہی ہے آخر کار جو انجام ہوا وہ ظاہر ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ بھلا فرعون کی آنکھ کب بینا ہو سکتی ہے۔ وہ تو اندھا تھا اور اندھا رہا آگے فرماتے ہیں کہ

دیدہ بینا الخ۔ یعنی دیدۂ بینا تو لقائے حق سے ہوتا ہے اور حق تعالیٰ ہر احمق کے ہمراہ کب ہوتے ہیں اور جس کے ساتھ کہ حضرت حق تعالیٰ نہ ہوں وہ یقیناً تباہ و برباد ہوگا۔

قند بیند الخ۔ یعنی وہ شکر دیکھتا ہے اور وہ خود زہر قاتل ہوتا ہے اور راہ کو دیکھتا ہے اور وہ آواز غول ہوتی ہے مطلب یہ کہ جس کے ساتھ مدد حق تعالیٰ کی نہیں ہوتی اس کی آنکھ حقیقت شے کو نہیں دیکھتی اور ہمیشہ ظاہر پر نظر ہونے سے وہ تباہ و برباد ہوتا ہے۔ چونکہ عوام میں مشہور ہے اور شاعروں کا دستور ہے کہ فلک کی گردش کو سبب تغیر

www.besturdubooks.wordpress.com

عالم کا کہتے ہیں اگرچہ عقیدہ یہ نہیں ہوتا اس لئے اسی مشہور کی بنا پر مولانا بھی ان تغیرات کو دیکھ کر بعض اشیاء کی حقیقت اور ہے اور ظاہر اور ہے اور ہم اس میں تباہ ہوتے ہیں۔ فلک کو پکارنے لگے اور فرماتے ہیں کہ

اے فلک در فتنۂ آخر زماں	تیزمی گردی بدہ آخر اماں
اے آسمان! تو آخری زمانے کے فتنے میں	تیزی سے گھومتا ہے آخر (کچھ تو) امن دے
خنجر تیز تو اندر قصد ما	نیش زہر آلودۂ در قصد ما
تیرا تیز خنجر ہمارے قتل کے درپے ہے	زہر آلود نشتر ہمارے (مارنے کے) درپے ہے
اے فلک از رحم حق آموز رحم	بردل موراں مزن چوں مار زخم
اے آسمان! اللہ (تعالیٰ) کے رحم سے رحم کرنا سیکھ لے	چیونٹیوں کے دل پر سانپ کی طرح نہ کاٹ
حق آنکہ چرخۂ چرخ ترا	کرد گرداں بر فراز ایں سرا
اس ذات کا واسطہ جس نے تیرے گنبد کے چرخے کو	اس گھر پر گھمایا ہے
کہ دگرگوں گردی و رحمت کنی	پیش ازاں کہ بیخ مارا برکنی
کہ دوسرے طریقہ پر گھوم اور رحم کر	اس سے قبل کہ تو ہمیں تباہ کرے
حق آنکہ دایگی کردی نخست	تانہال ما زآب وخاک رست
اس کا واسطہ کہ تو نے پہلے پرورش کی	یہاں تک کہ ہمارا پودا پانی اور مٹی سے اگا
حق آں شہ کہ تراصاف آفرید	کرد چندیں مشعلہ در تو پدید
اس شاہ کا واسطہ جس نے تجھے شفاف پیدا کیا	اور اس قدر مشعلیں تجھ میں پیدا کیں
آنچناں معمور و باقی داشتت	تاکہ دہری از ازل پنداشتت
تجھے اس قدر آباد اور باقی رکھا	کہ دہریہ نے تجھے ازلی سمجھا
شکر دانستیم آغاز ترا	انبیاء گفتند آں راز ترا
(خدا کا) شکر ہے ہم تیری ابتدا کو سمجھ گئے	انبیاء نے تیرا راز کہہ دیا

شرح حبیبی

اے فلک تو اس فتنہ آخر زمان میں بہت تیز گھومتا ہے اور بہت ستاتا ہے۔ تیرا تیز خنجر ہماری جان کے درپے ہے اور تیرا زہر آلود ڈنگ ہمارا خون بہا رہا ہے اے فلک حق سبحانہ کے رحم سے رحم سیکھ اور ہم چیونٹیوں کی طرح

www.besturdubooks.wordpress.com

کمزوروں کے دلوں پر سانپ کی طرح زخم نہ لگا۔ اے فلک تجھے اس ذات پاک کی قسم جس نے تیرے چرخہ کو اس عالم سفلی پر گھمایا ہے اور اس تربیت کی قسم جو پیشتر تو ہماری کر چکا ہے جس سے ہمارا نہال آب وخاک سے پیدا ہوا اور اس شہنشاہ کی قسم جس نے تجھے صاف پیدا کیا اور ستاروں کی اس قدر مشعلیں تجھ میں روشن کیں اور تجھے اس قدر آباد اور اتنا باقی رکھا کہ دہریوں نے تجھ پر ازلیت کا گمان کیا (شکر ہے کہ ہم سے انبیاء نے تیرا راز کھول دیا اور ہم نے جان لیا کہ تو بھی حادث ہے ورنہ ہم بھی اسی مغالطہ میں گرفتار ہو جاتے) تو دوسری چال چل اور اس ظالمانہ روش کو چھوڑ اور قبل اس کے کہ ہم فنا اور نیست ونابود ہو جائیں تو ہم پر رحم کر۔ آگے فرماتے ہیں کہ آدمی کی عقل نہایت ناقص اور ناقابل اعتماد ہے اس لئے اس کو ضرورت ہے ان لوگوں کے اتباع کی جو مؤید من اللہ ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

شرح شبّیری

اے فلک الخ۔ یعنی اے فلک آخر زمانہ کے فتنوں میں تو تیز گھوم رہا ہے آخر کچھ تو امن دے چونکہ ہر شخص اپنے زمانہ کو آخر زمان ہی جانتا ہے اس لئے مولانا بھی فرماتے ہیں کہ یہ انقلابات آخر زمان اور فتن آخر زمان ہیں اے فلک تو بہت تیزی سے گھوم رہا ہے اور بہت تغیرات پیدا ہو رہے ہیں خدا کے لئے ذرا صبر کر اور امن دے اور اس قدر تغیرات مت پیدا کر کہ خوف ہے کہ ایمان نہ کھو بیٹھیں آگے اس کو قسمیں دیتے ہیں کہ

خنجر الخ۔ یعنی تیرا تیز خنجر ہمارے قصد میں ہے اور ایک زہر کا بھرا ہوا ڈنک ہماری قصد میں ہے۔
مطلب یہ کہ تو ہم کو تباہ اور برباد کرنے کو اور ان تغیرات سے ہمارا ایمان کھونے کو موجود ہے۔

اے فلک الخ۔ یعنی اے فلک حق تعالیٰ کے رحم سے تو مہربانی کو سیکھ اور ہم چیونٹیوں کے دل پر سانپ کی طرح زخم مت مار مطلب یہ کہ ہم ضعیفوں اور کمزوروں کو ستا مت آگے اس کو قسمیں دیتے ہیں کہ

حق آنکہ الخ ۔ یعنی تجھے اس ذات کی قسم ہے کہ جس نے تیرے کرہ کے چرخہ کو اس دنیا کے اوپر چکر دیا ہے۔

کہ دگرگوں الخ۔ یعنی کہ دوسری طرح پھرنے تو اور رحم کرے تو اس سے پہلے ہماری جڑ کو اکھاڑے۔
مطلب یہ کہ اس سے قبل کہ ان تغرات کو دیکھ کر ہم تباہ وبرباد ہوں تو رحم کر اور اس چال کو بدل دے۔

حق آنکہ الخ یعنی قسم ہے اس بات کی کہ اول تو نے پرورش کیا ہے یہاں تک کہ ہمارا نہال آب وخاک سے اُگا۔

حق آن شہ الخ۔ یعنی اور قسم ہے اس بادشاہ کی جس نے تجھے صاف پیدا کیا اور اس قدر مشعلیں تیرے اندر ظاہر کیں۔

آنچنان الخ۔ یعنی تجھے اس قدر معمور اور باقی رکھا کہ دہری نے تجھے ازلی گمان کیا۔ مطلب یہ کہ جس ذات نے کہ تجھے اس قدر پرانا کیا کہ دہریوں نے یوں سمجھ لیا کہ تو ازلی ہے اور قدیم ہے اور پھر بھی تجھے اس قدر صاف رکھا اس ذات کی تجھے قسم ہے کہ ہم کو تباہ وبرباد مت کر آگے اس سے انتقال فرما کر فرماتے ہیں کہ

شکر دانستیم الخ۔ یعنی شکر ہے کہ ہم نے تیری ابتداء کو جان لیا اور تیرے اس راز کو انبیاء علیہم السلام نے فرمادیا ورنہ ہم کو بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

خبر نہ ہوتی اور شاید دہری کی طرح ہم بھی تیری ازلیت ہی کے قائل ہو جاتے۔ مگر ان کے فرمادینے سے ہمیں خبر ہوگئی اور معلوم ہو گیا کہ تو حادث ہے آگے اس کی کہ انبیاء کو معلوم تھا کہ ہم کو بے ان کے بتائے علم نہ ہوسکتا تھا ایک مثال فرماتے ہیں کہ

آدمی داند کہ خانہ حادث ست	عنکبوتے نے کہ در وے عابث ست
آدمی سمجھتا ہے کہ مکان نو پیدا ہے	مکڑی نہیں جو اس میں کھیل رہی ہے
پشہ کے داند کہ ایں باغ از کیست	کو بہاراں زاد و مرگش در ویست
مچھر کیا جانے کہ یہ باغ کب سے ہے؟	اس لئے کہ وہ موسم بہار میں پیدا ہوا اسی میں اس کی موت ہے
کرم کاندر چوب زاید ست حال	کے بداند چوب را وقت نہال
ست حال کیڑا جو لکڑی میں پیدا ہوا	وہ پودا ہونے کے وقت سے لکڑی کو کب جانتا ہے؟
ور بداند کرم از ماہیتش	عقل باشد کرم باشد صورتش
اور اگر کیڑا اس کی حقیقت کو جان لے	وہ عقل ہوگا اس کی صورت کیڑے کی ہوگی
عقل خود را می نماید رنگہا	چوں پری دور ست زاں فرسنگہا
عقل اپنے آپ کو مختلف رنگوں میں ظاہر کرتی ہے	پری کی طرح پری سے (بھی) کوسوں دور ہے
از ملک بالاست چہ جائے پری	تو مگس پری بہ پستی می پری
پری کیا چیز ہے فرشتوں سے (بھی) بالا ہے	تو مکھی کے پر رکھتا ہے پستی کی طرف پرواز کرتا ہے
گرچہ عقلت سوئے بالا می پرد	مرغ تقلیدت بہ پستی می چرد
اگرچہ تیری عقل (عالم) بالا کی طرف پرواز کرتی ہے	تیری تقلید کا پرندہ نیچے کی طرف چگتا ہے
علم تقلیدی وبال جان ماست	عاریہ است و ماشستہ کاں ماست
تقلیدی علم ہمارا وبال جان ہے	وہ مانگی ہوئی چیز ہے اور ہم (مطمئن) بیٹھے ہیں کہ یہ ہماری ملکیت ہے
زیں خرد جاہل ہمی باید شدن	دست در دیوانگی باید زدن
اس عقل سے بیگانہ ہو جانا چاہیے	دیوانگی اختیار کر لینی چاہیے
ہرچہ بینی سود خود زاں می گریز	زہر نوش و آب حیواں را بریز
جس کو تو اپنا فائدہ سمجھتا ہے اس سے گریز کر	زہر پی لے آب حیات کو بہا دے
ہر کہ بستاید ترا دشنام دہ	سود و سرمایہ بمفلس وام دہ
جو تیری تعریف کرے اس کو برا بھلا کہہ	نفع اور سرمایہ مفلس کو قرض دے دے

www.besturdubooks.wordpress.com

ایمنی بگزار و جائے خوف باش	بگذر از ناموس و رسوا باش فاش
امن کی جگہ کو چھوڑ خوف کی جگہ میں رہ	عزت کو خیرباد کہہ دے اور کھلم کھلا رسوا بن
آزمودم عقل دور اندیش را	بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را
میں نے دور اندیش عقل کو آزما لیا	اس کے بعد اپنے آپ کو دیوانہ بناؤں گا

عذر گفتن دلقک باسید کہ چرا فاحشہ بنکاح آوردہ

آقا سے ڈوم کا عذر کرنا کہ اس نے بدکار عورت سے کیوں نکاح کیا ہے

گفت با دلقک شبے سید اجل	قحبہ را خواستی از تو عجل
ایک رات ایک بڑے آقا نے ڈوم سے کہا	جلدی میں تو نے رنڈی سے نکاح کر لیا
با من ایں را بازمی بایست گفت	تا یکے مستورہ کردیمت جفت
مجھ سے یہ کھل کر کہنا چاہیے تھا	تاکہ میں ایک پردہ نشین سے تیرا نکاح کر دیتا
گفت نہ مستورہ صالح خواستم	قحبہ گشتند و زغم تن کاستم
اس نے کہا میں نے نو پاکدامن پردہ نشینوں سے نکاح کیا	وہ رنڈی بنیں اور میں غم سے گھلا
خواستم ایں قحبہ را با معرفت	تا بہ بینم چوں شود ایں عاقبت
اس رنڈی سے میں نے جان کر نکاح کیا ہے	تاکہ میں دیکھوں یہ آخر میں کیا بنتی ہے؟
عقل را ہم آزمودم من بسے	زیں سپس جویم جنوں را مغرسے
میں نے عقل کو بھی بہت آزمایا	اس کے بعد دیوانگی کا کھیت تلاش کروں گا

شرح حبیبی

دہریوں کا آسمان کو ازلی سمجھ لینا کچھ مستبعد نہیں کیونکہ آدمی چونکہ صاحب عقل ہے اس لئے وہ جانتا ہے کہ گھر حادث ہے لیکن مکڑی جو کہ لہو ولعب میں منہمک ہے اور عقل سے بے بہرہ ہے وہ اس کے حدوث کو نہیں جان سکتی نیز مچھر کہاں جان سکتا ہے یہ باغ کب سے ہے کیونکہ اول تو اس کو عقل نہیں پھر عمر بھی زیادہ نہیں بلکہ صرف اتنی ہے کہ بہار میں پیدا ہوا اور خزاں میں مر گیا پھر اس کے پاس کونسا ذریعہ ہے جس سے وہ اس کی ابتداء کو جانے پس لامحالہ وہ اس کو قدیم سمجھے گا اور سنو ایک ضعیف کیڑا جو لکڑی ہی کے اندر پیدا ہوتا ہے اور عقل رکھتا نہیں وہ اس لکڑی کے زمانہ نو نہالی اور ابتداء عہد سے کیا واقف ہو سکتا ہے لیکن اگر بالفرض وہ جان لے تو گو وہ صورۃً کیڑا اور غیر ذوی العقول میں

www.besturdubooks.wordpress.com

سے ہو مگر ماہیت اس کی عقل ہوگی اور حقیقۃً وہ ذوی العقول میں سے ہوگا تم کو استبعاد نہ ہونا چاہیے کہ کیڑے کی ماہیت عقل کیونکر ہوسکتی ہے اور وہ ذوی العقول میں سے کیسے ہوسکتا ہے اس لئے کہ عقل کی ذاتی تو کوئی صورت بھی نہیں بلکہ اپنی حدذات میں وہ پری کی طرح بے رنگ اور بے صورت ہے بلکہ پری کی اس کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں وہ تو اپنے تجرد کے سبب فرشتوں پر بھی تفوق رکھتی ہے مگر باایں ہمہ وہ الوان مختلفہ وصور متخالفہ سے متعلق ہوکر ان سے رونما ہوسکتی ہے اس میں کسی خاص رنگ اور مخصوص صورت کی تخصیص نہیں پھر استبعاد کی کون وجہ ہے اس پر دہری کہہ سکتا تھا کہ میں بھی تو ذوی العقول میں سے ہوں اور عقل رکھتا ہوں۔ پھر میں حدوث عالم سے کیوں نہیں واقف ہو سکتا۔ اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ بے شک تو ذوی العقول میں سے ہے لیکن تو مگس پر پست ہمت اور منہمک فی الشھوات واللذات ہے اور تیری دوڑ لذات شہوات ہی تک ہے اس لئے حقائق ومعارف تک تیری رسائی نہیں ہوسکتی۔ تیری عقل ضرور بلندی کی طرف مائل اور اقتناص حقائق ومعارف کی طالب ہے مگر تیرا مرغ تقلید پستی ہی سے غذا حاصل کرتا ہے یعنی اتباع نفس تجھے لذات وشہوات میں مبتلا رکھتا ہے اس لئے عقل کو بلند پروازی حاصل نہیں ہوسکتی اور اقتناص حقائق سے محروم رہتی ہے کس قدر غلطی ہے کہ علم تقلیدی باوجودیکہ حقیقت میں وبال جان اور عارضی ہے مگر لوگ سمجھتے ہیں کہ یہی علم اصلی اور حقیقی ہے اور اس کو مثل اپنی ملک کے سمجھ کر اسی پر مطمئن بیٹھے ہیں ایسی عقل ناقص سے تو جاہل ہونا ہی بہتر ہے اور ایسی عقلمندی سے تو دیوانہ بننا ہی بہتر ہے پس جس چیز کو تو اپنی اس عقل کے ذریعہ سے مفید سمجھے اس سے بھاگ اور جو تجھے زہر معلوم ہو اسے بھی لے اور جو آب حیات معلوم ہو اسے پھینک دے اور جو تیری تعریف کرے تو بجائے خوش ہونے کے تو اسے برا بھلا کہہ۔ غرض یہ منافع تو انہیں کو دیدے جو اس کے طالب ہوں تو تو بے خوفی کو چھوڑ کر خوف کی جگہ رہ عزت وآبرو چھوڑ کر ذلت اختیار کر غرض جو فتوے تجھے عقل ناقص دے اس کے خلاف کر میں نے تو اس نام کی دوراندیش عقل کو بہت کچھ آزمایا لیکن ہمیشہ نقصان ہی اٹھایا۔ اب تو میں دیوانہ بنتا ہوں اور اس عقل کو چھوڑتا ہوں اور وہی کہتا ہوں جو دلقک نے کہا تھا جس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک رات دلقک سے اس کے آقا نے کہا کہ ارے تو نے نکاح کرنے میں بہت عجلت کی کہ رنڈی سے کرلیا۔ مجھ سے کہنا چاہیے تھا تاکہ میں کسی پردہ نشین سے تیری شادی کرادیتا۔ اس نے کہا جناب والا نو پردہ نشین اور پاکدامن عورتوں سے شادی کرچکا ہوں لیکن سب رنڈیاں ہوگئیں اور میں رنج میں گھل گیا اب میں نے جان بوجھ کر چاہا کہ رنڈی سے شادی کروں دیکھوں اس کا کیا حشر ہوتا ہے۔ پس یونہی میں بھی کہتا ہوں کہ میں عقل کو تو بہت کچھ آزما چکا اب تو جنون کا کھیت تلاش کرتا ہوں اور بہلول کی طرح اپنے کو دیوانہ بناتا ہوں۔ آگے بہلول کا قصہ بیان فرماتے ہیں جن کی دیوانگی کا فائدہ ظاہر ہوگا۔

شرح شبّیری

آدمی الخ۔ یعنی آدمی تو جانتا ہے کہ گھر حادث ہے نہ کہ مکڑی جو کہ اس میں کھیل رہی ہے مطلب یہ ہے کہ انبیاء کی مثال تو آدمی جیسی ہے اور ہم مکڑی کی طرح ہیں تو جس طرح مکان میں مکڑی جالا لگاتی ہے تو وہ مکان اس کی

www.besturdubooks.wordpress.com

پیدائش سے پہلے ہی کا ہوتا ہے اور اسی میں اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے تو وہ تو اس مکان کو ازلی ابدی ہی خیال کرتی ہے۔ برخلاف آدمی کے کہ وہ اگرچہ کسی مکان میں پیدا ہوا اور وہ اس سے پہلے کا بنا ہوا اور اس کے مرنے کے بعد تک باقی رہا ہو مگر وہ اس کی حقیقت کو جانتا ہے اور کہتا ہے کہ مکان کی کبھی ابتداء ہوئی ہے اور یہ حادث ہے اسی طرح عوام خلق تو اس آسمان کو دیکھ کر متحیر ہوتے ہیں اور جب اس کی ابتداء اور انتہا کو اپنے سے پہلے اور بعد تک دیکھتے ہیں تو اس کی ازلیت کے قائل ہو جاتے ہیں لہٰذا انبیاء علیہم السلام چونکہ حقیقت سے واقف تھے اس لئے ان کو اس سے دھوکا نہیں ہوا بلکہ انہوں نے اس کی حقیقت کو ظاہر کر دیا سبحان اللہ کیا خوب مثال ہے آگے ایک اور مثال ہے کہ

پشہ کے داند الخ۔ مچھر کیا جانے کہ یہ باغ کب حیوان ہے کہ وہ بہار میں تو پیدا ہوا ہے اور ماہ خزاں میں اس کی موت ہے لہٰذا اس کو باغ کی ابتدا انتہا کی کیا خبر۔ ہاں جس نے لگایا ہے یا جو کہ اس کی حقیقت سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ ہذا حادث آگے ایک اور مثال ہے کہ

کرم کاندر الخ۔ یعنی جو کیڑا کہ لکڑی میں بالکل ضعیف اور ست حال پیدا ہوا ہے اس کو لکڑی کے تازگی کے وقت کی کیا خبر ہو سکتی ہے وہ تو اس کو ہمیشہ سے اور آئندہ ہمیشہ رہنے والی سمجھے گا۔ یہاں یہ شبہ ہوتا تھا کہ عوام اور اولیاء اللہ بھی تو آخر حقائق و معارف سے آگاہ ہو ہی گئے ہیں اور اوپر معلوم ہوا ہے کہ عوام کو یہ علوم میسر ہو ہی نہیں سکتے اس کا جواب فرماتے ہیں کہ

در بنداند کرم الخ۔ یعنی اور اگر کیڑا اس لکڑی کی ماہیت کو جان لے تو وہ تو عقل (مجسم) ہو گا اور کیڑا صرف صورت ہو گی اسی طرح جو لوگ کہ ان علوم و معارف سے واقف ہو گئے ہیں وہ اب عوام ہی نہ رہے بلکہ اب تو وہ خواص ہو گئے وہ ہمارے اس کہنے سے ہی خارج ہیں اور فرماتے ہیں

عقل خود را الخ۔ یعنی عقل اپنے کو قسم قسم کے رنگوں میں دکھاتی ہے اور جن کی طرح اس سے فرسنگوں دور ہے مطلب یہ کہ الوان عقل مختلف ہوتے ہیں اور اس پشہ میں بھی اگر عقل ہے اور وہ عقیل ہو گیا ہے تو اس سے شبہ نہ کرو اس لئے کہ عقل تو عالم مجردات سے ہے اور وہ تو ایسی شے ہے کہ جنات جیسے لطیف الجسم بھی اس کا ادراک بالکلیہ نہیں کر سکتے تو بھلا انسان تو کیا شے ہے آگے اس سے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ

از ملک بالاست الخ۔ یعنی وہ تو فرشتہ سے بھی بالا ہے چہ جائے کہ جن اور تو کہ مکھی کے پر کی طرح ہے تو تو پستی میں اڑ رہا ہے۔ مطلب یہ کہ اس عقل کا ادراک تو فرشتوں سے جو کہ جنات سے بھی لطیف ہیں نہ ہو سکا اس لئے کہ آخر وہ بھی تو مادی ہیں اور عقل مجردات سے ہے اور یقیناً مجردات مادیات سے اعلیٰ ہوتے ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ عقل کی حقیقت کو دریافت کرنا عوام کی طاقت میں نہیں ہے آگے فرماتے ہیں کہ

گرچہ عقلت الخ۔ یعنی اگرچہ تیری عقل عالم بالا کی طرف اڑ رہی ہے مگر مرغ تقلید تیرا پستی میں چر رہا ہے۔ مطلب یہ کہ اگرچہ تیری عقل کا مقتضا تو یہ ہے کہ تو عالم بالا کی طرف جائے اور عالم غیب سے تعلق پیدا کرے

www.besturdubooks.wordpress.com

مگر تیرے اندر جو مقتضیات انسانی ہیں وہ تجھے کب چھوڑتے ہیں وہ تو ہمیشہ تجھے پستی ہی کی طرف مائل رکھتے ہیں اور اس نفس وشیطان کی تقلید وہ تقلید ہے کہ تجھے برباد کردے گی۔

علم تقلیدی الخ۔ یعنی علم تقلیدی ہماری جان کا وبال ہے اور وہ عاریت ہے اور ہم بیٹھے ہوئے ہیں کہ وہ ہمارا ہے حالانکہ یہ ہماری کس قدر سخت غلطی ہے جو کچھ ہے وہ خدا کا ہے۔

زین خرد الخ۔ یعنی ایسی عقل سے تو جاہل رہنا چاہیے اور دیوانگی کو اختیار کرنا چاہیے۔ مطلب یہ کہ اس عقل سے تو بہتر ہے کہ یہ عقل نہ ہو بلکہ اس کی ضد جو ہے وہ حاصل ہو جائے اگرچہ بادی النظر میں وہ دیوانگی ہی ہو۔

ہر چہ بینی الخ۔ یعنی جس چیز میں کہ اپنا نفع سمجھو اس سے بھاگو اور زہر پی لو اور آب حیوان کو گرادو۔ مطلب یہ ہے کہ چیزیکہ ظاہر میں تم کو نافع معلوم ہو رہی ہے مثل روپیہ پیسہ وغیرہ کے اس کو تو چھوڑ دو اور اس سے الگ رہو اور ظاہری تکالیف کو برداشت کرلو اور یہاں کی راحت و آرام کو الگ کرو کہ یہ بہت ہی موذی ہیں اور خدا سے دور کرنیوالی اشیاء ہیں۔

ہر کہ بستاید الخ۔ یعنی جو کوئی کہ تیری تعریف کرے تو اس کو گالی دے اور پونجی اور نفع مفلس کو قرض دیدے۔ مطلب یہ ہے کہ ان دنیاداروں کی تعریف سے مغرور مت ہو اور اس کا اعتبار مت کرو اور اس ظاہری روپیہ پیسے کے نفع اور اصل سرمایہ کو سب کو ان علوم ومعارف کے مفلس کو دیدو کہ جن کو یہ تو میسر ہے نہیں خیر وہی سہی مگر تم کو اس کی کیا ضرورت ہے تم کو تو طلب حق ہونی چاہیے (خطاب بہ سالک ہے)

ایمنی بگذار الخ۔ یعنی (ظاہری) بے خوفی کو چھوڑو اور خوف کی جگہ رہو اور ننگ وناموس سے الگ ہو جاؤ اور بالکل رسوا ہو جاؤ مطلب یہ کہ اس دنیا کی عزت وحرمت سے قطع تعلق کرو اور یہاں کے خوف اور بے خوفی سب سے گذر جاؤ اور بس اس طرف لگ جاؤ اگرچہ وہ اس طرف سے کچھ خلاف ہی ہو اور اس میں تکالیف ہی ہوں مگر اسکی پرواہ مت کرو۔ آگے فرماتے ہیں کہ

آزمودم الخ۔ یعنی میں نے اس عقل دور اندیش کو آزمالیا ہے اور اس کے بعد اپنے کو دیوانہ بنایا ہے مطلب یہ کہ اس عقل انسانی کی آزمائش کر چکا ہوں مگر اس کو بالکل فضول اور بے سود اور باعث عن الحق پایا تو اب اس کو ترک کر کے اس عقل کی طرف سے دیوانہ ہو گیا ہوں اگرچہ اصل میں وہی عقل ہے آگے اس آزمائش پر ایک مثال لاتے ہیں کہ ایک ڈوم نے ایک کسبی سے نکاح کر لیا تو ایک سردار نے اس سے کہا کہ تو نے ہم سے نہ کہا کہ ہم تیرا نکاح کسی پارسا عورت سے کردیتے تو اس نے کہا کہ حضور نو نکاح ایسی عورتوں سے کیے مگر آخرکار سب بدکار ہو گئیں اور تجربہ سے سب فاحشہ ثابت ہوئیں تو اب میں نے فاحشہ سے نکاح کیا ہے کہ دیکھئے یہ کیسی نکلتی ہے اس پر مولانا فرماتے ہیں کہ ہم اس عقل کو آزما چکے ہیں یہ تو بیکار ثابت ہوئی۔ اب دیوانگی کو اختیار کیا ہے دیکھئے اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے اب اشعار سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ایک ڈوم کا اپنے آقا سے ایک فاحشہ سے نکاح کر لینے کی نسبت عذر کرنا

گفت بادلقک الخ۔ یعنی ڈوم سے ایک رات کو آقا نامدار نے کہا کہ تو نے کسی سے جلدی ہی نکاح کر لیا۔

بامن این الخ۔ یعنی مجھ سے تجھے کہنا چاہیے تھا تاکہ میں کسی پردہ نشین کو تیری بیوی بنا دیتا۔

گفت نہ مستورہ الخ۔ یعنی اس نے کہا کہ نو پردہ نشین نیک سے نکاح کیا میں نے وہ ساری فاحشہ ہو گئیں اور میں غم سے گھلا کرتا تھا۔

خواستم این الخ۔ یعنی اب میں نے اس فاحشہ سے باوجود جاننے کے نکاح کیا ہے تاکہ دیکھوں کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ

عقل راہم الخ۔ یعنی میں نے عقل کو بھی بہت آزما لیا ہے اس کے بعد میں نے جنون کو جائے پناہ ڈھونڈا ہے آگے مولانا حضرت بہلول کی حکایت لاتے ہیں کہ جس طرح اصل میں تو وہ عاقل تھے مگر انہوں نے اپنے کو دیوانہ بنا رکھا تھا اسی طرح ہم بھی کہتے ہیں کہ اس دیوانگی کو حاصل کرنا چاہیے نہ کہ یہ مطلب ہے کہ مجنوں ہی بن جاؤ اور کوئی دوا ایسی کھا لو کہ اس سے جنون ہو جائے نہیں بلکہ جنون اصطلاحی ہونا چاہیے کہ ظاہر میں مجنوں ہی ہوں اور فی الواقع تو ایسے عاقل ہونگے کہ ہفت اقلیم کے بادشاہ کو بھی وہ عقل اور فہم نہ ہوگا جو ایسے دیوانوں کو ہوتا ہے جیسا کہ خود حضرت بہلول کی حکایت سے معلوم ہوتا ہے۔

بہ حیلت در سخن آوردن سائل آں شیخ بہلول خود را دیوانہ ساختہ بود

سوال کرنے والے کا تدبیر سے ان بزرگ کو باتوں پر آمادہ کر لینا جنہوں نے اپنے آپ کو دیوانہ بنا لیا تھا

آں یکے می گفت خواہم عاقلے	مشورت آرم بدو در مشکلے
ایک (شخص) کہہ رہا تھا میں ایک عقلمند چاہتا ہوں	اس سے ایک مشکل میں مشورہ کروں گا
آں یکے گفتش کہ اندر شہر ما	نیست عاقل جز کہ آں مجنوں نما
ایک (شخص) نے اس سے کہا ہمارے شہر میں	اس بظاہر دیوانے کے علاوہ کوئی عقلمند نہیں ہے
برنئے گشتہ سوارہ نک فلاں	می دواند درمیان کودکاں
بانس پر سوار ہو کر یہ فلاں	بچوں میں اس کو دوڑا رہا ہے
گوئے می بازد بروزان وشباں	در جہاں گنج نہاں جان جہاں
دن رات گیند سے کھیلتا ہے	دنیا میں چھپا خزانہ ہے دنیا کی روح ہے

صاحب رایست و آتش پارۂ	آسماں قدرست و اختر بارۂ
صاحب رائے ہے اور چنگاری ہے	آسمان کے رتبہ والا ہے اور ستارے کا سوار ہے
فر او کرو بیاں راجاں شدست	او دریں دیوانگی پنہاں شدست
اس کی عزت فرشتوں کی جان ہے	وہ اس کی دیوانگی میں چھپا ہوا ہے
لیک ہر دیوانہ راجاں نشمری	سر منہ گوسالہ را چوں سامری
لیکن ہر دیوانہ کو تو جان نہ سمجھنا	سامری کی طرح بچھڑے کے آگے ماتھا نہ ٹیکنا
چوں ولی آشکارا با تو گفت	صد ہزاراں غیب و اسرار نہفت
جبکہ ولی نے صاف صاف تجھ سے کہہ دیے	غیب کے لاکھوں (معاملے) اور پوشیدہ راز
مر ترا آں فہم و آں دانش نبود	واندانستی تو سرگیں را زعود
تجھ میں وہ فہم اور وہ سمجھ نہ تھی	تو گوبر کو "اگر" سے نہ پہچان سکا
از جنوں خود را ولی چوں پردہ ساخت	مر ورا اے کور کے خواہی شناخت
ولی نے جب جنون کو اپنا پردہ بنا لیا	اے اندھے! تو اس کو کب پہچان سکتا ہے؟
گر ترا باز ست آں دیدہ یقیں	زیر ہر سنگے یکے سرہنگ بیں
اگر تیرے یقین کی آنکھ کھلی ہوئی ہے	ہر پتھر کے نیچے ایک سپاہی دیکھ لے
پیش آں چشمے کہ باز و رہبر ست	ہر گلیمے را کلیمے در برست
اس آنکھ کے سامنے جو کھلی ہوئی اور رہنما ہے	ہر کملی کی آغوش میں ایک کلیم ہے
مر ولی را ہم ولی شہرہ کند	ہر کرا او خواست با بہرہ کند
(اپنی) ولایت کو ولی مشہور کرتا ہے	جس کو وہ خود چاہتا ہے کامیاب کرتا ہے
کس نداند از خرد او را شناخت	خاصہ او مر خویش را دیوانہ ساخت
عقل کے ذریعہ کوئی اس کو نہیں پہچان سکتا	خصوصاً اس کو جس نے اپنے آپ کو دیوانہ بنا لیا
چوں بدزدد دزد بینا زخت کور	ہیچ یابد دزد را اعمیٰ بزور
جب بینا چور نابینا کا سامان چرا لے	اندھا چور کو (اپنی) طاقت سے کبھی پکڑ سکتا ہے؟
کور نشناسد کہ دزد او کہ بود	گرچہ خود بروے زند دزد عنود
اندھا نہیں پہچان سکتا ہے کہ اس کا چور کون ہے؟	اگرچہ سرکش چور اپنے آپ کو اس سے ٹکرا دے

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں گزد سگ کور صاحب ژندہ را	کے شناسد آں سگ درندہ را
جب اندھے گدڑی والے کو کتا کاٹ لے	وہ کاٹنے والے کتے کو کب پہچانتا ہے؟

شرح حبیبی

ایک شخص کہہ رہا تھا کہ مجھے ایک عاقل کی ضرورت ہے۔ جس سے میں ایک اہم کام میں مشورہ کرلوں کسی نے کہا کہ بہت سے شہروں میں اس مجنوں نما عاقل سے زیادہ کوئی عاقل نہیں ہے جو کہ بانس پر سوار ہو کر لڑکوں میں دوڑتا پھرتا ہے اور رات دن گیند کھیلتا ہے۔ بہلول اس کا نام ہے عالم میں چھپا ہوا خزانہ ہے اور عالم کی جان ہے یہ شخص صاحب رائے اور آتش کا پرکالا ہے آسمان کی مانند رفیع المنزلت اور گویا کہ ستارہ پر سوار ہے۔ وہ اپنی شوکت سے فرشتوں کا محبوب ہے لیکن وہ اس دیوانگی میں پوشیدہ ہو گیا ہے۔ مگر یہاں تم کو اتنا سمجھ لینا چاہیے کہ بہلول کی حالت کو دیکھ کر ہر دیوانہ کو ولی نہ سمجھ بیٹھنا اور سامری کی طرح ہر گوسالہ کے سامنے سر نہ جھکا دینا۔ یعنی عوام کے معتقد نہ ہونا خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب ہم اصل مضمون کی طرف عود کرتے ہیں اہل اللہ کے اپنے کو دیوانہ بنانے کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی ولی صاف طور پر تم سے عالم کی ہزاروں باتیں اور مخفی اسرار بیان کر دیتا ہے تو تم سمجھتے نہیں ہو اور گو بر اور عود یعنی حق و باطل میں امتیاز نہیں کرتے اور اس بیچارہ کو بدنام کرتے ہو پس وہ ولی بیچارہ اپنے لئے جنون کو مثل پردہ کہ بنا لیتا ہے اور اے کور باطن محجوب تو اس کو پہچان نہیں سکتا۔ اگر تیری چشم بصیرت کھلی ہوئی ہو تو یقین جان تجھے ہر پتھر کے نیچے بکثرت یہ سردار یعنی ولی اللہ ملیں گے اور جو چشم باطن کہ کھلی ہوئی اور راہ نما ہو اس کو معلوم ہوگا کہ ہر کمبل اپنے اندر ایک کلیم یعنی مقرب حق سبحانہ کو لئے ہوئے ہے یعنی اسے بکثرت اولیاء اللہ ملیں گے۔ ولی اپنے کو خود ہی ظاہر کرسکتا ہے اور جس کو چاہے اپنے فیض سے بہرہ ور کرسکتا ہے لیکن کوئی شخص اپنی عقل سے گو کتنا ہی عاقل ہو اس کو نہیں پہچان سکتا۔ بالخصوص اس وقت جب کہ اس نے اپنے کو دیوانہ بھی بنالیا ہو۔ مثلاً اگر کوئی آنکھوں والا چور ایک اندھے کا مال چرالے تو اندھا اپنی قوت سے چور کو ہرگز نہیں پکڑ سکتا اگر وہ اس کی بغل میں بھی بیٹھ جائے تب وہ نہیں معلوم کرسکتا کہ اس کا چور کون ہے نیز اگر کوئی کتا کسی اندھے گدڑی والے کے کاٹ لے تو وہ اندھا اس کاٹنے والے کتے کو نہیں پہچان سکتا۔ کتے کے اندھے کے کاٹنے کے ذکر پر مولانا کو ایک واقعہ یاد آ گیا اس کو ذکر کرتے ہیں اور اس سے عمدہ نتائج استخراج کریں گے۔

شرح شبّیری

ایک سائل کا حضرت بہلول کو جو کہ مجنوں بنے ہوئے تھے ایک بہانہ سے باتوں میں لگانا

آن یکے الخ۔ یعنی ایک شخص کہہ رہا تھا کہ مجھے ایک عاقل کی ضرورت ہے کہ میں اس سے ایک مشکل

www.besturdubooks.wordpress.com

(باطنی) میں مشورہ لوں۔ مطلب یہ کہ کسی سالک کو کوئی مشکل باطنی پیش آ گئی تھی تو وہ پوچھتا پھرتا تھا کہ یہاں کوئی ایسے شخص بھی ہیں جو تعلیم تلقین کرتے ہوں۔

آن یکے الخ۔ یعنی اس سے ایک شخص نے کہا کہ ہمارے شہر میں بجز اس مجنوں نما کے اور کوئی عاقل نہیں ہے۔

بر نے گشتہ الخ۔ یعنی وہ فلاں شخص ایک بانس پر سوار ہو کر لڑکوں کے درمیان دوڑ رہا ہے۔

گوے می باز و الخ۔ یعنی رات دن گیند کھیلتے ہیں اور جہان میں ایک پوشیدہ خزانہ ہے اور جان جہاں ہیں۔

صاحب رائے الخ۔ یعنی صاحب رائے ہیں اور آتش کا پرکالہ ہیں اور آسمان جیسے قدر والے ہیں اور ستاروں پر سوار ہیں۔ مطلب یہ کہ بہت بلند قدر اور بلند مرتبہ بزرگ ہیں۔

فراو کروبیان الخ۔ یعنی انکا دبدبہ کروبیوں کے لئے جان ہو گیا ہے اور وہ اس دیوانگی میں پوشیدہ ہو رہے ہیں۔ مطلب یہ کہ ویسے تو وہ اتنے بڑے بزرگ ہیں کہ کروبی جو کہ فرشتے ہیں مقرب حق تعالیٰ کے ان کی ہی جان ہیں مگر مجنوں بن کر اپنے کو چھپا رکھا ہے آگے مولانا فرماتے ہیں

لیک ہر دیوانہ الخ۔ یعنی لیکن ہر دیوانہ کو جان مت شمار کرنا اور سامری کی طرح بچھڑے کے آگے سر مت رکھنا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ سن کر کہ حضرت بہلول مجنوں تھے ہر مجنوں کو بزرگ مت سمجھنا اس لئے کہ بعض مرتبہ بزرگ تو مجنوں بن جاتے ہیں مگر مجنوں بزرگ نہیں ہوا کرتے یاد رکھو

چون ولیئے الخ۔ یعنی جب کسی ولی نے ظاہر طور پر تم سے لاکھوں غیب اور اسرار پوشیدہ تم سے کہہ دیئے۔

مرترا آن الخ۔ یعنی تجھے اس کے لائق فہم اور عقل نہ تھی تو تو نے عود کو اور گوبر کو تمیز نہ کیا (لہٰذا وہ بزرگ پوشیدہ ہو گئے) مطلب یہ ہے کہ جب بزرگان دین نے دیکھا کہ ہماری باتوں کے سمجھنے کی کسی میں صلاحیت نہیں ہے اور لوگ بالکل کم عقل اور کم سمجھ ہو گئے ہیں تو ان حضرات نے پوشیدہ رہنے ہی کو مناسب سمجھا اس لئے کہ اگر اب بھی وہ اسرار کو ظاہر کرتے تو ظاہر تھا کہ خلق گمراہ ہوتی اور کفر اور ارتداد پھیلتا لہٰذا وہ پوشیدہ ہو گئے۔

از جنون الخ۔ یعنی جنون سے اپنے کو ولی نے پردہ کی طرح بنا لیا ہے تو اے اندھے تو اس کو کب پہچانے گا۔ مطلب یہ کہ تمہارے پاس تو چشم حقیقت بین نہیں ہے اور ان حضرات نے اپنے کو پوشیدہ کر رکھا ہے پھر اب جو تم ان کو پہچانو تو کس طرح ظاہر ہے کہ ہرگز بھی نہیں پہچان سکتے۔

گر ترا الخ۔ یعنی اور اگر تمہاری چشم یقین کھلی ہوئی ہے تو ہر پتھر کے نیچے ایک پیادہ کو دیکھو۔ مطلب یہ کہ اگر تم کو چشم حقیقت بین میسر ہے تو پھر تو ہر شخص میں تم کو قدرت حق کا مشاہدہ ہو گا خواہ وہ ظاہر میں کیسے ہی ہوں۔

پیش آن الخ۔ یعنی جو آنکھ کہ کھلی ہوئی اور رہبر ہے اس کے سامنے ہر کمبل کے اندر ایک کلیم پوشیدہ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جس کی آنکھ کھلی ہوئی ہو وہ تو ہر شے میں تجلی جمال حق کا مشاہدہ کرے گا۔

مر ولی را ہم الخ۔ یعنی ولی کو وہ ولی ہی خود مشہور کرتا ہے اور وہ جس کو چاہتا ہے با بہرہ کرتا ہے۔ مصرعہ اولے

www.besturdubooks.wordpress.com

میں ولی ثانی وضع مظہر موضع مضمر ہے مطلب یہ ہے اگر بزرگ خود اپنے کو ظاہر کر دیں تب تو عوام کو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ بزرگ ہیں ورنہ عوام کو جو اندھے ہیں کیا پتہ چل سکتا ہے۔

کس نداند الخ۔ یعنی اس ولی کو عقل سے کوئی نہیں پہچان سکتا جبکہ اس نے اپنے کو دیوانہ بنایا ہو۔ مطلب یہ کہ جب وہ خود پوشیدہ رہنا چاہے تو عوام اس کو نہیں پہچان سکتے آگے مولانا نفس کے مکائد سے احتراز کی تعلیم کی طرف انتقال فرماتے ہیں کہ

چون الخ۔ یعنی جبکہ آنکھ والا چور کسی اندھے کا اسباب چرا لے تو کیا وہ اندھا زور لگا کر اس چور کو پا سکتا ہے۔ استفہام انکاری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کو ہرگز نہیں پا سکتا۔

کور نشناسد کہ الخ۔ یعنی اندھا نہیں پہچان سکتا کہ اس کا چور کون ہے اگر خود وہ بدمعاش چور اس پر اپنے کو مارے۔ مطلب یہ کہ اگر چہ وہ چور آ کر اس اندھے ہی پر گر پڑے مگر کیا خبر کہ یہی چور ہے اس لئے کہ اس نے تو دیکھا نہیں اسی طرح عوام نے جب حقیقت کو دیکھا ہی نہیں اور وہ اس سے اندھے ہیں تو وہ نفس و شیطان کے مکر سے کب بچ سکتے ہیں۔ آگے ایک اور مثال ہے کہ

چون گزد سگ الخ۔ یعنی جبکہ کوئی کتا کسی اندھے گدڑی والے کو کاٹ لے تو وہ اس کاٹنے والے کتے کو کب پہچان سکتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے آگے حکایت لاتے ہیں کہ دیکھو ایسا واقعہ ہوا بھی ہے کہ ایک کتا ایک فقیر کے پیچھے لگ گیا تھا اور اسے کچھ بھی خبر نہ تھی کہ یہ کیسا ہے آیا سفید ہے یا سیاہ ہے یا کیسا ہے۔

حملہ کردن سگ بر کور گدا

ایک اندھے فقیر پر کتے کا حملہ کرنا

یک سگے در کوئے بر کورے گدا	حملہ می آورد چوں شیر وغا
ایک کتا کسی گلی میں اندھے فقیر پر	معرکہ کے شیر کی طرح حملہ کر رہا تھا
سگ کند آہنگ درویشاں بہ خشم	در کشد مہ خاک درویشاں بہ چشم
کتا غصہ سے فقیروں پر حملہ کرتا ہے	چاند فقیروں کی خاک آنکھ میں لگاتا ہے
کور عاجز شد ز بانگ و بیم سگ	اندر آمد کور در تعظیم سگ
اندھا کتے کی آواز اور ڈر سے عاجز آ گیا	اندھا کتے کی تعظیم کرنے لگا
کاے امیر صید و اے شیر شکار	دست دست تست دست از من بدار
کہ اے شکار کے مالک اور اے شکار کے شیر!	غلبہ تجھی کو ہے مجھے چھوڑ دے

www.besturdubooks.wordpress.com

کز ضرورت دم خررا آں حکیم	کرد تعظیم و لقب دادش ادیم
اس دانا نے مجبوراً گدھے کی دم کی	تعظیم کی اور اس کو "نرمی" کا لقب دیا
گفت او ہم از ضرورت اے اسد	از چوں من لاغر شکارت چہ رسد
اس نے بھی مجبوراً کہا اے شیر!	مجھ جیسے بوڑھے شکار، تجھے کیا ملے گا؟
گور می گیرند یارانت بدشت	کور می گیری تو در کوچہ بگشت
تیرے دوست جنگل میں گورخر پکڑتے ہیں	تو اندھے کو پکڑتا ہے جو گلی میں گشت میں ہے
گور می جویند یارانت بہ صید	کور می جوئی تو در کوچہ بہ کید
تیرے دوست شکار میں گورخر تلاش کرتے ہیں	تو گلی میں چالاکی سے اندھے کو ڈھونڈتا ہے

شرح حبیبی

ایک گلی کے اندر ایک کتا ایک اندھے فقیر پر شیر کی طرح حملہ کر رہا تھا۔ واقعی اہل اللہ پر کتے یعنی نااہل ہی حملہ کرتے ہیں اور جو چاند کی طرح روشن قلب ہیں وہ تو ان کی خاک آنکھوں میں بجائے سرمہ کے لگاتے ہیں (مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا کہ اس کو مولانا کا تحسر قرار دیا جائے اس وقت ترجمہ یوں ہوگا۔ افسوس کہ کتا غصہ کے وقت درویشوں پر دوڑے حالانکہ ماہتاب سا عالی مرتبت ان کی خاک پا کو بجائے سرمہ کے آنکھوں میں لگاتا ہے) خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب اصل مقصد سنو وہ نابینا کتے کے بھونکنے اور اس کے خوف سے مجبور ہو گیا اور اس بیچارہ نے کتے کی تعظیم شروع کی اور یوں کہا کہ اے شکاری اور شکار کے شیر تو مختار ہے اور میں تیرے قبضہ میں ہوں تو مجھے چھوڑ دے کیونکہ ضرورت بری بلا ہے ایک حکیم نے ضرورت سے مجبور ہو کر گدھے کی دم کی تعظیم کی تھی اور اس کو نرمی کہا تھا۔ یوں ہی اس بیچارہ نے بھی کہا کہ اے شیر مجھ بیچارے دبلے پتلے شکار سے تیرے کیا ہاتھ آئے گا تیرے بھائی بند تو جنگل میں گورخر پکڑتے ہیں اور تو گلی میں گھومتے ہوئے اندھے کو پکڑتا ہے۔ تیرے بھائی بند تو شکار کے لئے گورخر ڈھونڈتے ہیں اور تو حیلہ سے گلی میں ایک اندھے کو ڈھونڈتا ہے۔ یہ امر تیری ہمت عالی سے نہایت بعید ہے۔

شرح شبّیری

ایک اندھے فقیر پر ایک کتے کا حملہ کرنا

یک سگے الخ۔ یعنی ایک کتا ایک گلی میں ایک اندھے فقیر پر شیر دشت کی طرح حملہ کر رہا تھا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں سگ کند الخ۔ یعنی کتا تو فقیروں کا قصد غصہ سے کرتا ہے اور چاند فقیروں کی خاک آنکھ میں لگاتا ہے سگ

www.besturdubooks.wordpress.com

سے سگ خصلت اور مہہ سے مانند مہہ مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ کہ سگ خصلت ہوتے ہیں وہی اولیاء اللہ کو ستاتے ہیں۔ ورنہ اچھے لوگ تو ان کی خاک پا کو آنکھوں میں لگاتے ہیں اتنا فرما کر آگے پھر اس اندھے فقیر کی حکایت بیان فرماتے ہیں کہ۔

کور عاجز الخ۔ یعنی اندھا اس کتے کی آواز سے اور خوف سے عاجز ہو گیا تو کتے کی تعظیم کرنے میں آیا۔ یعنی اس کی تعظیم اور اس کی تعریف شروع کی اور کہنے لگا کہ

کاے امیر صید الخ۔ یعنی کہ اے شکار کے امیر اور اے شکار کے شیر (یعنی شکاری) غلبہ تجھی کو ہے مجھ سے ہاتھ اٹھالے یعنی اجی شکاری صاحب آپ ہی غالب ہیں میری کیا مجال ہے مگر خدا کے لئے مجھے چھوڑ دیجئے۔

کز ضرورت الخ۔ یعنی کہ ضرورت کی وجہ سے گدھے کی دم کی اس حکیم نے تعظیم کی اور اس کو ادیم لقب دیا۔ ادیم کہتے ہیں خوشبودار چمڑہ کو حاصل یہ کہ ضرورت کی وجہ سے گدھے کو باپ بنانا پڑا۔

گفت اوہم الخ۔ یعنی اسی نے ضرورت کی وجہ سے کہا کہ اے شیر مجھ جیسے دبلے سے کیا شکار ہاتھ آئے گا۔

گور میگیرند الخ۔ یعنی تیرے ساتھی تو جنگل میں گورخر کو پکڑتے ہیں اور تو گلی میں گشت لگاتے ہوئے اندھے کو پکڑتا ہے (کیسی بری اور شرم کی بات ہے)

گور میجویند الخ۔ یعنی تیرے ساتھی تو شکار میں گورخر کو تلاش کرتے ہیں اور تو مکر سے اندھے کو تلاش کرتا ہے (ذرا تو شرما کہ کیسی بری بات ہے) گور اور کور میں تجنیس خطی کی خوبی ظاہر ہے۔

آں سگ عالم شکار گور کرد	ویں سگ بے مایہ قصد کور کرد
اس سدھے ہوئے کتے نے گورخر کا شکار کیا	اس بے ہنر کتے نے اندھے کا قصد کیا
علم چوں آموخت سگ رست از ضلال	می کند در بیشہ ہا صید حلال
جب کتے نے ہنر سیکھ لیا گمراہی سے چھوٹ گیا	جنگلوں میں حلال شکار کرتا ہے
سگ چو عالم گشت شد چالاک زحف	سگ چو عارف گشت شد از اصحاب کہف
کتا جب صاحب علم بنا چالاک و چست ہو گیا	کتا جب باخدا بنا اصحاب کہف میں سے ہو گیا
سگ شناسا شد کہ میر صید کیست	اے خدا آں نور اشناسندہ چیست
کتا واقف ہو گیا کہ میر شکار کون ہے	اے خدا وہ پہچاننے والا نور کہاں ہے؟

شرح حبیبی

قصہ بالا سے مولانا نتیجہ نکالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو جس کتے کو علم حاصل ہو گیا وہ سمجھتا ہے کہ شکار کے قابل

www.besturdubooks.wordpress.com

گورخر ہے نہ کہ اندھا اور یہ علم سے بے بہرہ کتا اندھے کو مارنا چاہتا ہے جو شکار نہیں ہے یہ فرق ہے علم اور جہل میں اور علم ایسی چیز ہے کہ جب کتے کو حاصل ہو گیا تو وہ غلطی سے رہائی پا گیا اور سمجھنے لگا کہ کیا چیز شکار کے قابل ہے اور کیا نہیں لہٰذا وہ جنگل میں حلال شکار کرنے لگا اور آدمیوں کو نہیں پھاڑتا۔ پس جب کتا واقف ہو گیا تو تیز اور چالاک ہو گیا اور جب اس کو معرفت حاصل ہوئی تو اصحاب کہف میں سے ہو گیا اور علم کے ذریعہ سے وہ پہچاننے لگا کہ شکاری کون ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ اے اللہ وہ نور کیا شے ہے جس سے کتوں کو یہ تمیز حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ مناسب اور نامناسب میں امتیاز کرنے لگتے ہیں اور اپنے آقا کو پہچاننے لگتے ہیں یہ دولت تو ہم کو بھی عطا کر۔ مولانا نے اس واقعہ کو بیان کر کے اس سے فضیلت علم و معرفت ثابت کی اور اخیر میں ترغیب دی کہ یہ دولت حاصل کرنے کے قابل ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ کتے تو بیجا اور جا میں امتیاز کریں اور اپنے مالک کو پہچانیں۔ بلکہ معرفت الٰہی حاصل کر کے اصحاب کہف میں داخل ہو جائیں اور آدمی کے اندر یہ باتیں نہ ہوں۔ بڑے شرم کی بات ہے۔ آگے ان لوگوں کی غلطی کا منشا بیان فرماتے ہیں جو قابل فعل اور قابل ترک اشیا میں تمیز نہیں کرتی اور حق سبحانہ کو نہیں پہچانتے اور کہتے ہیں

شرح شبیری

آن سگ الخ۔ یعنی اس عالم کتے نے تو گورخر کا شکار کیا اور اس بے مایہ کتے نے قصد اندھے کا کیا۔ مطلب یہ کہ جو کتا سکھایا ہوا تھا وہ تو گورخر کا شکار کر رہا ہے اور چونکہ یہ کتا بے علم ہے اس لئے اندھوں کو ستاتا ہے آگے مولانا علم کی تعریف فرماتے ہیں کہ دیکھو کتے نے علم سیکھا تو اس کو بھی پہچان ہو گئی اور اپنے آقا کے کہنے پر چلنے لگا تو انسان کو بھی چاہیے کہ علم سیکھے اور اس سے اپنے مالک حقیقی کو پہچانے فرماتے ہیں کہ

علم چون الخ۔ یعنی جب علم سیکھ لیا تو کتا گمراہی سے چھوٹ گیا اور جنگلوں میں حلال شکار کرنے لگا۔

سگ چو عالم الخ۔ یعنی کتا جب عالم ہو گیا تو چست و چالاک ہو گیا اور کتا جب عارف ہو گیا تو اصحاب کہف سے ہو گیا اس لئے کہ جب کہ اس کو بھلے اور برے کی پہچان تھی جب ہی تو اس نے اچھوں کا اتباع کیا اس سے اس کا مرتبہ بلند ہو گیا اور وہ بھی ان ہی میں سے شمار کیا گیا۔

سگ شناسا شد الخ۔ یعنی کتا پہچاننے لگا کہ امیر شکار کون ہے (تو اسی کا اتباع کرتا ہے آگے مولانا دعا فرماتے ہیں) کہ اے خدا وہ نور پہچاننے والا کہاں ہے (ہم کو بھی عطا فرما کہ ہم بھی اپنے آقا اور مالک حقیقی کو پہچانیں)

کور نشناسد نہ از بے چشمی است	بلکہ ایں زاں ست کز جہلست مست
اندھا نہیں پہچانتا ہے (یعنی پہچاننا) آنکھ نہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہے	بلکہ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ جہل سے مست ہے
نیست خود بے چشم تر کور از زمیں	ایں زمیں از فضل حق شد خصم بیں
زمین سے زیادہ بے آنکھوں والا اندھا کوئی نہیں ہے	یہ زمین اللہ کے کرم سے دشمن کو دیکھ لینے والی ہو گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

نور موسیٰ رادیدو موسیٰ رانواخت	خسف قاروں کردو قاروں راشناخت
موسیٰ کے نور کو اس نے دیکھا اور موسیٰ کو نوازا	قارون کو دھنسا دیااور قارون کو پہچانا
رجف کرد اندر ہلاک ہر دعی	فہم کرد از حق کہ یا ارض ابلعی
ہر حرامزادے کو ہلاک کرنے کے لئے زلزلہ میں آگئی	"اے زمین تو پانی نگل لے" اللہ کی جانب سے سمجھ گئی
خاک و باد و آب و نار باشرر	بے خبر از ما و از حق باخبر
مٹی اور ہوا اور پانی اور چنگاریوں والی آگ	ہم سے بے خبر ہیں اور اللہ (تعالیٰ) سے باخبر ہیں
ما بعکس آں زغیر حق خبیر	بے خبر از حق با چندیں نذیر
ہم اس کی بالعکس خدا کے غیر سے باخبر ہیں	اور باوجود اس قدر ڈرانے والوں کے خدا سے بے خبر ہیں
لا جرم اشفقن منھا جملہ شاں	کند شد ز آمیز حیواں جملہ شاں
یقیناً وہ تمام (کائنات) اس (بار امانت) سے ڈر گئی	ان کی آمادگی حیوان کی (صفات کی) آمیزش سے سست ہوگئی
گفت بیزاریم جملہ زیں حیات	کہ بود باخلق حی با حق موات
کہا ہم سب اس زندگی سے بیزار ہیں	کہ مخلوق کے ساتھ زندہ خدا کے تعلق میں مردہ ہے
چوں نماند از خلق گردد او یتیم	انس حق را قلب مے باید سلیم
جب مخلوق سے جدا ہو جائے تو وہ یتیم ہو جائے	اللہ (تعالیٰ) سے محبت کے لئے قلب سلیم چاہیے

شرح حبیبی

اندھے کے نہ پہچاننے کی یہ وجہ نہیں کہ وہ آنکھوں سے اندھا ہے بلکہ یہ ہے کہ وہ اعمی القلب ہے کیونکہ اگر وہ آنکھوں کا اندھا ہے تو زمین سے زیادہ تو اندھا نہیں لیکن زمین بفضلہ تعالیٰ اپنے دوست و دشمن سے واقف ہے۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام کا نور اس نے دیکھا ان کی وقعت کی ان کے حکم کو مانا۔ بس اگر وہ جانتی نہ ہوتی تو ان کا حکم کیونکر مانتی اور قارون کو دھنسا لیا لہٰذا اس کو پہچاننا بھی ثابت ہوا۔ ہر شریر کو زلزلہ سے ہلاک کیا اور حق سبحانہ کے حکم یا ارض ابلعی ماءک کو سمجھا۔ پس اس نے دوست اور دشمن میں بھی تمیز کی اور اپنے مالک کو بھی جانا۔ اس کی اطاعت بھی کی باوجود یہ کہ اس کی متعارف آنکھیں نہیں تو معلوم ہوا کہ اندھے کے پہچاننے کی وجہ ظاہری آنکھوں کا نہ ہونا نہیں بلکہ بصیرت کا نہ ہونا ہے۔ افسوس مٹی ہوا پانی آگ سب کے سب مخلوق سے غافل اور خدا سے باخبر ہیں لیکن برخلاف ان کے ہماری یہ حالت ہے کہ غیر حق سے تو باخبر ہیں اور باوجود یہ کہ اتنے انبیاؑ ہمیں متنبہ کر چکے ہیں مگر حق سے ہم پھر بھی بے خبر ہیں چونکہ یہ حیوانیت کا اثر ہے اسی لئے جس وقت امانت سپرد کرنے کے لئے ان

www.besturdubooks.wordpress.com

کی مرضی دریافت کی گئی تو وہ اس کے قبول کرنے سے ڈر گئیں اور حیوانیت جس کی قبول کی امانت کے بعد ضرورت ہوتی اس کے اختلاط کے خیال سے ان کی ہمت ٹوٹ گئی اور صاف کہہ دیا کہ ہم کو اس حیات کی ضرورت نہیں جس سے مخلوق کے ساتھ تو ہم زندہ ہوں اور خالق کے ساتھ مردہ۔ یعنی مخلوق سے باخبر اور خالق سے بے خبر اور جس کے سبب ہم کو مخلوق میں اتنا انہماک ہو کہ جب مخلوق سے علیحدہ ہو جائیں تو اسے ہو جائیں کہ گویا ہم ایک بے کس یتیم ہیں۔ حیوانیت کے ساتھ رہ کر ہمارے لئے حق کے ساتھ تعلق رکھنا نہایت دشوار ہے کیونکہ اس کے لئے قلب سلیم کی ضرورت ہے اور نیت کے ساتھ سلامت قلب دشوار ہے لہٰذا ہم کو معذور رکھا جائے۔

شرح شبیری

کور نشناسد الخ۔ یعنی اندھا جو پہچانتا نہیں تو یہ آنکھ نہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ جہل کی وجہ سے مست ہو رہا ہے اس لئے حقائق اس سے پوشیدہ ہیں۔

نیست خود بے الخ۔ یعنی زمین سے زیادہ بے آنکھوں والا اندھا کوئی نہیں ہے مگر یہ زمین بھی فضل حق سے دشمن کو دیکھنے والی ہے یعنی اس کو بھی دشمن اور دوست کی شناخت ہے آگے اس شناخت کی ایک فرد کو بیان فرماتے ہیں کہ

نور موسیٰ الخ۔ یعنی اس زمین کے موسیٰ علیہ السلام کا نور دیکھا اور اون کی عزت کی اور قارون کو خسف کیا اور اسکو پہچانا مطلب یہ کہ دیکھو جب زمین کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون کی بابت حکم خذ یہ دیا ہے تو اس نے پہچانا کہ یہ حکم ایک نبی کا ہے اس لئے اس کو مان لیا اور بجا لائی اور چونکہ قارون کو جانتی تھی کہ یہ نافرمان ہے اس لئے اس کو اپنے اندر دھنسا دیا تو دیکھو زمین کہ جو بالکل ہی اندھی بے چشم ہے اس کو بھی ادراک و شعور ہے معلوم ہوا کہ حقائق اور علوم کا مدرک ہونا ان چشم ظاہری ہی پر موقوف نہیں ہے بلکہ بے ان کی بھی ان کا ادراک ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر علم نہیں اور شعور نہیں ہے تب بے شک نہیں ہو سکتا اور بعض لوگ قائل ہوئے ہیں کہ یہ خسف قارون زمین سے بسبب حکم موسیٰ علیہ السلام کے اضطرارا سرزد ہو گیا اس کے شعور کو اس میں دخل نہ تھا مگر محققین کا یہی مسلک ہے کہ اس نے اپنے شعور سے اس کو اپنے اندر لے لیا اور اس میں کوئی استحالہ نہیں ہے۔

رعف کرد الخ۔ یعنی ہر حرام زادہ کے ہلاک کرنے میں متزلزل ہوئی اور حق تعالیٰ سے یا ارض ابلعی کو سمجھا۔ مطلب یہ کہ جس وقت بعد طوفان کے حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ یا ارض ابلعی ماء ک تو اس کو سن کر اس نے تعمیل ارشاد کی آخر یہ بھی علم اور شعور ہی کی بدولت تھا اور فرماتے ہیں کہ

خاک و باد الخ۔ یعنی خاک اور ہوا اور پانی اور آگ شعلوں والی ہم سے تو بے خبر ہے اور حق تعالیٰ سے باخبر ہے مطلب یہ کہ خاک و باد و آتش وغیرہ ہماری نسبت تو بے شک بے شعور اور بے حس ہیں مگر حق تعالیٰ کے احکام کے سامنے سب باخبر ہیں اور سب کو شعور بھی ہے اور علم بھی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ما بعکس الخ۔یعنی ہم بالعکس ان کے غیر حق سے تو خبردار ہیں اور حق تعالیٰ سے باوجودانی نذیروں کے بے خبر ہیں۔مطلب یہ کہ سخت افسوس اور حسرت کی بات ہے کہ زمین وآسمان جو کہ جمادات محضہ ہیں وہ تو حق تعالیٰ کی عظمت وجلال سے باخبر ہوں اور ہم جو کہ عاقل کہلاتے ہیں اس سے مطلقاً بے خبر ہوں افسوس صد افسوس۔

لاجرم الخ۔یعنی آخرکار وہ ساری اس سے ڈر گئیں اور حیوان کی آمیزش سے ان کا حملہ کند ہو گیا۔قرآن شریف میں ہے انا عرضنا الامانة علی السموت والارض والجبال فابین ان یحملنها واشفقن منها وحملها الانسان انه کان ظلوما جهولا تو مطلب یہ ہے کہ چونکہ زمین وآسمان کو ادراک عظمت باری تعالیٰ کا تھا اس لئے اس امانت کے اٹھانے سے سب ڈر گئے اور اگرچہ حضرت انسان بھی اس زمین ہی سے بنے ہیں مگر ان کے اندر یہ جہل اور عدم شعور آمیزش حیوانیت کی وجہ سے آ گیا ورنہ اصل یہی تھا کہ اس میں بھی شعور اور ادراک تھا۔

گفت بیزاریم الخ۔یعنی سب نے کہا کہ ہم ایسی حیات سے بیزار ہیں کہ مخلوق کے ساتھ تو زندہ ہوں اور حق تعالیٰ سے مردہ یعنی مخلوق کی عظمت وجلال تو پیش نظر رہے اور حق تعالیٰ سے غافل ہو جائیں ایسی حیات کو سلام ہے اور اگر ان کے اندر یہ حیات حیوانی ہوتی تو ان کی بھی یہی حالت ہوتی اس لئے یہ حیات تو ابتلاء اور آزمائش کے لئے ہے لہٰذا ان سب نے اس سے پناہ مانگی اور اپنی اسی حالت میں رہنے کو پسند کیا یہ علم ہی کی برکت ہے۔

چون الخ۔یعنی جبکہ وہ خلق سے مشابہ ہو گیا تو وہ یتیم رہ گیا حق تعالیٰ کے انس کے لئے قلب سلیم کی ضرورت ہے اور اگر قلب سلیم نہیں ہے تو حق تعالیٰ سے مناسبت اور تعلق کب پیدا ہو سکتا ہے آگے پھر اوپر کے مضمون کی طرف رجوع ہے اوپر فرمایا تھا کہ۔ چون بدزدد وزد دینار خت کور۔الخ یعنی جب کوئی ہوشیار چور کسی اندھے کا مال لے جائے تو اس کو خبر نہیں ہو سکتی۔اسی طرح جبکہ نفس جہلاء کا مال ومتاع باطنی چھین لے تو ان کو بھی بوجہ ناواقفی کے حقیقت سے خبر نہیں ہو سکتی۔آگے اسی کی طرف انتقال ہے فرماتے ہیں کہ

چوں زکورے دزد دزد دکالۂ	می کند آں کور عمیا نالۂ
جب چور اندھے کا سامان چرا لیتا ہے	وہ اندھا اندھا دھند روتا ہے
تانہ گوید دزداو را کاں منم	کز تو دزدیدم کہ دزد پر فنم
جب تک چور اس سے نہ کہے کہ وہ میں ہوں	میں نے تیری چوری کی ہے کیونکہ میں ماہر چور ہوں
کے شناسد کور دزد خویش را	چوں ندارد نور چشم و آں ضیا
اندھا اپنے چور کو کب پہچان سکتا ہے؟	جبکہ وہ نہ آنکھوں میں نور رکھتا ہے نہ وہ روشنی
چوں بگوید ہم بگیرا و را تو سخت	تا بگوید او علامتہائے رخت
جب وہ کہہ دے اس کو مضبوطی سے پکڑ لے	تاکہ وہ سامان کی علامتیں بتا دے

www.besturdubooks.wordpress.com

پس جہاد اکبر آمد عصر دزد	تا بگوید کو چہ ذر دیدست مرد
پس چور کو بھینچنا بڑا جہاد ہے	تاکہ وہ بتا دے کہ اس نے کیا چرایا ہے؟
اولاً دزدید کحل دیدہ ات	چوں ستانی بازیابی تبصرت
اس نے پہلے تیری آنکھ کا سرمہ چرایا ہے	جب تو (واپس) لے لے گا دوبارہ بینائی حاصل کرے گا
کالۂ حکمت کہ گم کردہ دل ست	پیش اہل دل یقیں آں حاصل ست
دانائی کا سرمایہ جو دل نے گنوایا ہے	اہل دل کے سامنے یقینا وہ مل جاتا ہے
کور دل باجان و با سمع و بصر	می نداند دزد شیطاں را اثر
دل کا اندھا، جان اور کان اور بینائی کے ہوتے ہوئے	شیطان چور کی علامت کو نہیں جانتا ہے
زاہل دل جو از جماد آں را مجو	کہ جماد آمد خلائق پیش او
اہل دل کے پاس تلاش کر بے حس کے پاس تلاش نہ کر	اس لئے کہ مخلوق اس کے مقابلہ میں بے حس ہے

شرح حبیبی

جب کسی اندھے کا کوئی چور مال چرا لیتا ہے تو وہ اندھا اندھا دھند نالہ و فریاد کرتا ہے کہ میں لٹ گیا مجھے لوٹ لیا اور جب تک چور نہ کہہ دے کہ میں ہوں جس نے تمہارا مال چرایا ہے کیونکہ میں بڑا چالاک چور ہوں اس وقت تک اندھا اپنے چور کو نہیں پہچان سکتا کیونکہ وہ بینائی اور روشنی تو رکھتا ہی نہیں جس سے پہچانے ایسے اندھے کو چاہیے کہ جب وہ اقرار کرلے کہ میں نے چرایا ہے تو اس کو خوب دبائے تاکہ وہ سامان کا پورا پتہ دیدے اب تم یہ سمجھو کہ چور (شیطان ونفس) کا دبانا ہے۔ جہاد اکبر ہے تاکہ اس کے ذریعہ سے وہ مجبوراً کہہ دے کہ میں فلاں شے لے گیا ہوں۔ خیر وہ تو جب بتائے گا تب ہی بتائے گا۔ ہمیں تم کو بتائے دیتے ہیں اولاً اس نے تمہاری بصیرت کا سرمہ یعنی حکمت چرائی ہے جب یہ تم اس سے واپس لے لو گے اور حکمت حاصل کرلو گے تم کو بصیرت حاصل ہو جائے گی اب ہم یہ بھی بتائے دیتے ہیں کہ وہ کیونکر ملے گی سنو تمہارا سامان حکمت جو چوری گیا ہے وہ تم کو اہل دل کے یہاں یقیناً مل جائے گا۔ رہے وہ لوگ جو محجوب اور کور باطن ہیں ان کو تو اس چور یعنی شیطان کا پتہ بھی نہیں۔ تم اہل دل کے یہاں جا کر لو وہ سب وصول کرا دیں گے اور جمادات سے مت اس کے طالب ہو کیونکہ وہ تو چور ہی کو نہیں جانتے پس وہ کیا دلا سکتے ہیں اور جماد سے ہماری مراد عامۂ خلائق ہیں کہ یہ اہل دل کے مقابلہ میں جماد محض ہیں۔

شرح شبّیری

چون الخ۔ یعنی جبکہ کسی اندھے سے کوئی چور کسی اسباب کو چرا لے تو وہ اندھا چوپٹ نالہ ہی کرتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلب یہ ہے کہ اگر نفس تمہارے علوم ومعارف کو تم سے علیحدہ کردے اور چرالے جائے تو بسبب تمہاری حقیقت سے اندھے ہونے کے تم بجز اس کے کہ واویلا کرو اور کچھ بھی علاج نہیں کر سکتے۔

تا نگوید دزد الخ۔ یعنی جب تک کہ چور خود نہ کہے کہ میں ہوں کہ جس نے تجھ سے چرایا ہے اس لئے کہ میں ایک پرفن چور ہوں۔

کے شناسد الخ۔ یعنی اندھا اپنے چور کو کب پہچان سکتا ہے جبکہ وہ نور چشم اور روشنی ہی نہیں رکھتا لہٰذا اب اس کے ملنے کی دو ہی صورتیں ہیں یا تو خود وہ چور کہہ دے یا کسی نے اس کو چراتے ہوئے دیکھا ہو وہ بتائے غرض اگر کسی طرح سے وہ مل جائے اور اسکا پتہ چل جائے تو اب اس کی تدبیر بتاتے ہیں کہ

چون بگوید الخ۔ یعنی کہ جب وہ اپنے کو بتا دے تو اس کو خوب مضبوط پکڑ لو یہاں تک کہ وہ اسباب کی علامتیں بتا دے۔ مطلب یہ کہ جب کبھی یہ نفس قابو میں آجائے تو پھر اس کو چھوڑو مت اور اس کو مجاہدہ وریاضت نے خوب کمزور کردو آگے خود فرماتے ہیں کہ

پس جہاد اکبر اس چور کا پکڑنا ہے تا کہ وہ قرم ساق چرائے ہوئے کو بتائے۔ مطلب یہ کہ جب کبھی وہ قابو میں آجائے تو بس اس کو مجاہدہ وریاضت میں لگا دو تا کہ جو کچھ علوم ومعارف اس نے برباد کر دیئے ہیں ان کو واپس کردے زن بمز داس کو کہتے ہیں جو کہ اپنی جورو کو مزدوری پر چلاتا ہو یعنی قرم ساق۔ اب مولانا آگے فرماتے ہیں کہ وہ بعد مجاہدات وریاضات کے ہی بتائے گا مگر ہم تمہیں پہلے ہی بتائے دیتے ہیں کہ اس نے تمہاری اشیاء ذیل چرائی ہیں وہ یہ کہ

اولاً دزدید الخ۔ یعنی اول تو اس نے تیری آنکھ کا سرمہ چرایا ہے جب تو اس سے لے لیگا تو تجھے پھر بصیرت حاصل ہو جائے گی مطلب یہ کہ اول تو اس نے تیرے اندر جو مادہ حقیقت شناسی کا تھا اس کو غارت کیا ہے جب تم اس سے اس کو واپس لے لوگے تو پھر نور بصیرت حاصل ہو جائے گا۔

کالہٴ حکمت الخ۔ یعنی حکمت کی پونجی جو کہ دل کی گم کی ہوئی ہے وہ اہل دل کے سامنے یقیناً حاصل ہو مطلب یہ کہ حدیث میں ہے کہ کلمۃ الحکمۃ ضالۃ المومن تو فرماتے ہیں کہ وہ کلمہٴ حکمت جو کہ ضالہٴ مومن ہے وہ اہل دل کے آگے ظاہر اور موجود ہوتا ہے۔

کوردل باجان الخ۔ یعنی کوردل باوجود جان کے اور کان کے اور آنکھ کے دردِ شیطان کے اثر کو نہیں جانتا۔

قرآن شریف میں ہے لھم اذان لایسمعون بھا ولھم قلوب لایفقھون بھا ولھم اعین لایبصرون بھا یعنی ان کے کان ہیں مگر وہ سنتے نہیں اور قلوب ہیں مگر سمجھتے ہیں اور آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں۔ یہ ساری باتیں اس لئے ہیں کہ ان کے قلوب اندھے ہیں اور یہ لوگ کوردل ہیں تو ان کے علوم ومعارف کو مت تلاش کرو اور مکائد شیطان کا علاج ان سے مت چاہو اس لئے کہ ان کو کچھ خبر ہی نہیں ہے او خویشتن گم است کرا رہبری کند یہ عوام

www.besturdubooks.wordpress.com

دوسرے کو کیا سنبھالیں گے پہلے خود تو سنبھل لیں۔

زاہل دل الخ۔ یعنی اس کو اہل دل سے ڈھونڈو اور جماد سے مت ڈھونڈو اس لئے کہ اور خلائق تو ان حضرات کے آگے جمادات ہی ہیں لہٰذا چاہیے کہ نفس وشیطان کے مکروں کا علاج حضرات اہل اللہ سے پوچھیں اور اس پر عمل کریں اور یہ حضرات خوب واقف ہوتے ہیں اس مضمون کو یہاں ختم کر کے آگے پھر اس سائل کی حکایت کی طرف رجوع ہے کہ

بازمی گردیم سوئے راز جو	تاشود ہم مشورت باراز گو
راز تلاش کرنے والے کی طرف ہم پھر لوٹتے ہیں	تاکہ راز بتانے والے سے وہ ہم مشورہ ہو سکے
مشورت جوئندہ آمد نزد او	کاے اب کودک شدہ رازے بگو
مشورہ چاہنے والا اس کے پاس آیا	اے بچہ بنے ہوئے باپ! ایک راز بتا دے
گفت روزیں حلقہ کیں در باز نیست	باز گرد امروز روز راز نیست
اس نے کہا اس زنجیر کے پاس سے چلا جا کیونکہ دروازہ کھلا ہوا نہیں ہے	واپس ہو جا آج راز (بتانے) کا دن نہیں ہے
گر مکاں را رہ بدے در لامکاں	ہمچو شیخاں بودمے من بردکاں
اگر مکان کے لئے لامکان میں راستہ ہوتا	مشائخ کی طرح میں گدی پر ہوتا

خواندن محتسب مست خراب افتادہ را بسوئے زنداں

محتسب کا ایک بدمست پڑے ہوئے کو قید خانہ کی طرف بلانا

محتسب در نیم شب جائے رسید	در بن دیوار مستے خفتہ دید
کوتوال آدھی رات کو ایک جگہ پہنچا	دیوار کی جڑ میں ایک مست کو سویا ہوا دیکھا
گفت ہے مستی چہ خوردستی بگو	گفت زیں خوردم کہ ہست اندر سبو
اس نے کہا ارے تو نشہ میں ہے بتا تونے کیا پیا ہے؟	اس نے کہا جو صراحی میں ہے وہ میں نے پیا ہے
گفت آخر در سبو وا گو کہ چیست	گفت زانچہ خوردہ ام گفت آں خفی ست
اس نے کہا صاف بتا کہ آخر صراحی میں کیا ہے؟	اس نے کہا جو میں نے پیا ہے کہا یہ گول مول بات ہے
گفت آنچہ خوردۂ خود چیست آں	گفتہ آنکہ در سبو مخفی ست آں
اس نے کہا یہ بتا کہ جو تونے پیا ہے وہ کیا ہے؟	اس نے کہا وہی جو صراحی میں چھپا ہوا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

دوری شد ایں سوال وایں جواب	ماند چوں خر محتسب اندر خلاب
یہ سوال اور جواب چلتا رہا	کوتوال گدھے کی طرح کیچڑ میں پھنس گیا
گفت او را محتسب ہیں آہ کن	مست ہو ہو کرد ہنگام سخن
اس سے کوتوال نے کہا، خبردار! آہیں بھر	مست نے بات کرتے ہوئے آہا ہا ہا کہا
گفت گفتم آہ کن ہو می کنی	گفت من شادم تو از غم منحنی
اس نے کہا میں نے آہ کرنے کو کہا تو آہاہاہا کرتا ہے	اس نے کہا میں خوش ہوں تو غم سے جھک گیا ہے
آہ از درد و غم و بیدادی ست	ہوی ہوی مے خوراں از شادی ست
آہ درد اور غم اور ظلم کی وجہ سے ہوتی ہے	شرابیوں کا آہاہاہا کرنا خوشی کی وجہ سے ہوتا ہے
محتسب گفت ایں ندانم خیز خیز	معرفت متراش بگذار ایں ستیز
کوتوال نے کہا میں یہ کچھ نہیں جانتا تو کھڑا ہو اٹھ	بزرگی نہ بگھار یہ جھگڑا ختم کر
گفت رو تو از کجا من از کجا	گفت مستی خیز تا زنداں بیا
اس نے کہا جا تو کہاں اور میں کہاں	اس نے کہا تو نشہ میں ہے اٹھ قید خانہ چل
گفت مست اے محتسب بگذار و رو	از برہنہ کے تواں بردن گرو
مست نے کہا اے کوتوال جانے دے اور چلا جا	ننگے کا کیا گروی کیا جا سکتا ہے؟
گر مرا خود قوت رفتن بدے	خانہ خود می رفتمے ویں کے شدے
اگر مجھ میں خود بخود جانے کی طاقت ہوتی	تو میں اپنے گھر چلا جاتا اور یہ (جھگڑا) کب ہوتا؟
من اگر با عقل و با امکانمے	ہمچو شیخاں بر سر دکانمے
میں اگر عقلمند اور قابو میں ہوتا	مشائخ کی طرح مسند پر ہوتا
گر مرا رائے و تدبیر بدے	ہمچو شیخاں جاہ و توقیرے بدے
اگر مجھ میں رائے اور تدبیر ہوتی	مشائخ کی طرح رتبہ اور عزت ہوتی
ہم مرا زنبیل و دریوزہ بدے	نذر و ادرار ہمہ روزہ بدے
میری بھی جھولی اور بھیک ہوتی	روزانہ کی نذر اور بخشش ہوتی
بگذر از من زانکہ گم کردی تو راہ	باز جو ریش بزرگ و خانقاہ
میرے پاس سے چلا جا کیونکہ تو بھٹک گیا ہے	لمبی داڑھی اور خانقاہ تلاش کر لے

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

اچھا اب ہم پھر اس راز تلاش کرنے والے کی طرف لوٹتے ہیں تا کہ وہ اپنے راز گو سے مستشیر ہوئے۔ غرض مشورہ کا طالب ان کے پاس آیا اور کہا کے اے بچہ بن جانے والے باپ آپ مجھ سے ایک راز کہہ دیجئے۔ انہوں نے جواب دیا کہ بس زنجیر اور کنڈے کے ہی پاس سے لوٹ جا یہ دروازہ کھلا ہوا نہیں۔ یعنی یہاں راز واز کچھ نہیں الٹا ہی لوٹ جا۔ یہ دن راز کہنے کا نہیں اگر مجھ متمکن کو لامکانی یعنی حق سبحانہ سے تعلق خاص ہوتا تو میں اور بزرگوں کی طرح ایک دوکان پر بیٹھا ہوتا اور تعلیم وہدایت میں مصروف ہوتا۔ میری تو وہی مثل ہے جو ایک مست کی تھی تفصیل اس کی یہ ہے کہ آدھی رات کے وقت محتسب ایک مقام پر پہنچا دیکھا کیا ہے کہ دیوار کی جڑ میں ایک مست پڑا ہوا ہے۔ محتسب نے کہا کہ ارے تو مست ہے بتا تو نے کیا پیا ہے اس نے جواب دیا کہ میں نے وہی پیا جو سبو میں ہے اس نے کہا اچھا بتا سبو میں کیا ہے اس نے کہا وہی جو میں نے پیا ہے اور جو کہ تجھے معلوم نہیں۔ اس نے کہا کہ اچھا تو نے پیا کیا ہے اس نے کہا جو سبو میں مخفی ہے دیر تک یہی سوال و جواب ہوتے رہے اور محتسب بیچارہ ایسا چکر میں آیا کہ جیسا گدھا دلدل میں پھنس کر رہ جاتا ہے مجبور ہو کر محتسب نے کہا کہ اب تو آہ کر اور اپنی قسمت کو رو کیونکہ اب تیری کمبختی آنے والی ہے مست نے ہو ہو کرنا شروع کیا۔ محتسب نے کہا میں کہتا ہوں آہ کر تو ہو ہو کرتا ہے اس نے کہا میں تو خوش ہوں اس لئے ہو ہو کرتا ہوں غم سے تیری ہی کمر ٹیڑھی ہے تو آہ کر اس لئے کہ آہ تو وہی کرتا ہے جس کو تکلیف ہو رنج ہو یا مظلوم ہو۔ رہے شرابخوار تو خوشی سے ہو ہو کرتے ہیں محتسب نے کہا کہ میں کچھ نہیں جانتا چل اٹھ معرفت کی باتیں نہ بنا اور مباحثہ چھوڑ۔ اس نے کہا چل لمبا پڑ تو کہاں میں کہاں میں تیرے ساتھ کیوں جاؤ اس نے کہا تو مست ہے چل حوالات میں تجھے حد لگائی جائے گی۔ اس نے کہا محتسب صاحب معاف کیجئے اور تشریف لے جایئے ننگے سے کپڑے کوئی گرو نہیں رکھتا کیونکہ اس کے پاس ہیں ہی نہیں (مطلب یہ ہے کہ جو کام جس سے نہ ہو اس کی اس کو تکلیف نہیں دی جا سکتی) آپ خیال تو فرمائیں کہ اگر میں چل سکتا تو اپنے گھر نہ جاتا اس حالت میں کیوں ہوتا۔ پس میں بھی یوں کہتا ہوں کہ اگر میں عاقل اور صاحب قدرت راز گوئی ہوتا تو اس حالت میں کیوں ہوتا۔ دوکان پر ہوتا۔ میرے لئے بھی یا جھولی اور گداگری ہوتی۔ جیسے بعض فقراء کے لئے حق سبحانہ کی طرف سے شریعت کا لحاظ رکھتے ہوئے یہ مجاہدہ تجویز ہوتا ہے یا مجھے نذرانہ اور تحفہ تحائف ملتے۔ جیسا کہ اور فقرا کو ملتے ہیں۔ بھائی تم کو دھوکا ہوا تم مجھے چھوڑو اور کسی خانقاہ میں جاؤ اور کسی بڑی داڑھی والے کو ڈھونڈو۔

شرح شبّیری

باز میگردیم الخ۔ یعنی کہ ہم پھر اس راز جو کی طرف لوٹتے ہیں تا کہ وہ راز گو کے ساتھ ہم مشورت ہو۔

مشورت الخ۔ یعنی مشورہ کا تلاش کرنے والا ان کے پاس آیا کہ ارے باوا جو کہ لڑکا بن گیا ہے ایک بات تو بتا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت روالخ۔ یعنی انہوں نے کہا کہ چل یہاں سے کہ یہ دروازہ کھلا ہوا نہیں ہے اور لوٹ جا کہ آج راز بتانے کا دن نہیں ہے۔

گر مکاں الخ۔ یعنی اگر مکان کو لا مکان میں رستہ ہوتا تو میں بھی دوسرے شیخوں کی طرح ایک دکان پر ہوتا۔ مطلب یہ کہ اگر اس عالم ناسوت سے تعلق رکھتا ہوتا اور میرے سپرد خدمت خلق ہوتی تو میں بھی شیخ المشائخ بنا ہوا ایک دوکان کی طرح لگائے ہوئے بیٹھا ہوا ہوتا مگر میری حالت اس کے مناسب نہیں ہے لہٰذا تم یہاں سے جاؤ آگے اس کے مناسب ایک حکایت لاتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک محتسب نے ایک مست کو دیکھ کہ وہ نشہ میں پڑا ہوا ہے تو اس کو اس نے جھڑک کر کہا کہ کمبخت تو نے شراب پی ہے تو جیل خانہ چل تو اس نے کہا کہ اگر میرے اندر اتنی طاقت ہوتی کہ جیل خانہ تک جاؤں تو میں اپنے گھر ہی نہ چلا جاتا اتنی نوبت ہی کیوں آتی کہ تم مجھے دیکھتے تو اس طرح حضرت بہلول نے بھی کہہ دیا کہ اگر میری حالت ان کے قابل ہوتی تو میں بھی ایک دوکان لگائے ہوئے ہوتا اب حکایت سنو۔

محتسب کا ایک مست کو جیلخانہ میں بلانا اور اس کا جواب

محتسب الخ۔ یعنی آدمی رات کو محتسب ایک جگہ پہنچا تو ایک دیوار کی جڑ میں ایک مست کو سوتا ہوا دیکھا۔

گفت ہے الخ۔ یعنی محتسب نے کہا کہ ارے تو مست ہے تو نے کیا کھایا ہے بتا اس نے کہا کہ میں نے وہ کھایا ہے جو کہ گھڑے میں ہے۔

گفت آخر الخ۔ یعنی اس محتسب نے کہا کہ آخر گھڑے میں کیا ہے بتا تو وہ بولا کہ وہ ہے جو میں نے پیا ہے تو اس نے کہا کہ یہ بھی گول مول بات ہے (صاف کہہ اور بتا)

گفت آنچہ الخ۔ یعنی اس محتسب نے کہا کہ تو نے جو پیا ہے آخر وہ ہے کیا تو بولا کہ جو کچھ گھڑے میں ہے پوشیدہ ہے۔

دور می شد الخ۔ یعنی اس سوال اور جواب میں دور ہو رہا تھا تو وہ محتسب گدھے کی طرح کیچڑ میں رہ گیا۔ یعنی متحیر ہوا کہ آخر اس سے کس طرح دریافت کروں۔

گفت او را الخ۔ یعنی محتسب نے اس سے کہا کہ اب افسوس کرو (کہ جیل خانہ چلنا ہوگا) تو مست نے باتوں میں ہو ہو کرنا شروع کیں۔

گفت گفتم الخ۔ یعنی محتسب نے کہا کہ میں نے کہا تھا کہ آہ کر اور تو ہو ہو کرتا ہے تو بولا کہ میں خوش ہوں اور تو غم کی وجہ سے دبلا اور کمزور ہو رہا ہے۔

آواز درد الخ۔ یعنی افسوس تو درد و غم اور ظلم کی وجہ سے ہوتا ہے اور مے کشوں کی ہو ہو خوشی کی وجہ سے ہوتی ہے۔

محتسب گفت الخ۔ یعنی محتسب نے کہا کہ میں یہ نہیں جانتا اب اٹھئے بہت بزرگی مت بگھاریئے اور اس لڑائی کو چھوڑیئے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت الخ۔ یعنی وہ مست بولا کہ جا تو کہاں اور میں کہاں تو اس محتسب نے کہا کہ تو مست ہے اٹھ جیل خانہ تک آ۔

گفت مست الخ۔ یعنی مست نے کہا کہ اے محتسب چھوڑ اور جا ننگے سے تو رہن کو کب لے سکتا ہے۔

مطلب یہ کہ مجھ سے تجھے کیا ملے گا بھائی تو اپنا کام کر جا چلا جا۔

گر مرا خود الخ۔ یعنی اگر مجھے چلنے کی طاقت ہوتی تو میں اپنے گھر ہی نہ جاتا یہ بات ہی کا ہے کو ہوتی کہ آپ تشریف لا کر مجھے دق کرتے آگے حضرت بہلول کا قول نقل فرماتے ہیں کہ

من اگر الخ۔ یعنی اگر میں عقل اور امکان کے ساتھ ہوتا۔ تو شیخوں کی طرح کسی دوکان پر ہوتا۔ مطلب یہ کہ اگر میں بھی اس کام کا ہوتا تو دوسروں کی طرح مشہور ہوتا مگر میں تو علیحدہ رہتا ہوں میں رائے وغیرہ دینے کے قابل نہیں ہوں نہ مجھے کچھ آئے۔

گر مرا رائے الخ۔ یعنی اگر میرے اندر رائے اور تدبیر ہوتی تو پیر جیون کی طرح میری بھی عزت اور توقیر ہوتی

ہم مرا الخ۔ یعنی میرے پاس بھی ایک زنبیل اور بھیک ہوتی اور نذر اور درار تمام دنوں کا ہوتا۔ اہل قصص نے لکھا ہے کہ بعض بزرگوں کی شان ہوتی ہے کہ انہوں نے توکل کیا تو ان کو حکم دیا گیا کہ خود جا کر جھولی لے کر مانگو اور بعض نے توکل کیا تو عوام کے قلوب کو ان کی طرف مائل کر دیا کہ لوگ ان کی خدمت کرتے تھے غرضیکہ فرماتے ہیں کہ اگر میرے سپرد خدمت خلق ہوتی تو میں بھی یا اس طریقے کو اختیار کرتا یا اس کو جب مجھے کوئی طریقہ بھی حاصل نہیں ہے لہٰذا معلوم ہو گیا کہ میں رائے وغیرہ دینے کے کام کا نہیں ہوں۔

بگذر از من الخ۔ یعنی مجھے چھوڑ اس لئے کہ تو راستہ بھول گیا ہے کسی لمبی داڑھی والے کو اور خانقاہ کو تلاش کر کہ وہاں تجھے ایسے لوگ ملیں گے جو تیری مشکل کو حل کر دیں گے ورنہ میں کچھ نہیں جانتا یاد رکھ۔ جب اس نے دیکھا کہ یہ تو کسی طرح قابو میں آتے ہی نہیں تو اس نے دوبارہ دوسرے پہلو سے بات شروع کی جس سے کہ وہ کھل جائیں اس کے بعد مطلب کی بات کہے گا آگے مولانا اسی کو فرماتے ہیں کہ

دوم بارہ در سخن آوردن سائل شیخ را تا حال باقی معلوم گردد

سوال کرنے والے کا شیخ کو دوبارہ بات چیت میں لگانا تا کہ باقی حال معلوم ہو جائے

گفت آں سائل کہ آخر یک نفس	اے سوارہ برنے ایں سوراں فرس
اس سائل نے کہا کہ آخر تھوڑی دیر کے لئے	اے بانس کے سوار گھوڑا اس طرف ہانک دے
راند سوئے او کہ ہیں زوتر بگو	کاسپ من بس توسن ست وتند خو
گھوڑا اس طرف بڑھایا کہ ہاں جلد کہہ	کیونکہ میرا گھوڑا بہت منہ زور اور تند مزاج ہے
تا لگد بر تو نہ کو بد زود باش	از چہ می پرسی بیانش کن تو فاش
تا کہ تیرے دولتی نہ مار دے جلدی کر	کیا پوچھتا ہے اس کو واضح کر؟

www.besturdubooks.wordpress.com

او مجال راز دل گفتن نہ دید	زو بروں شو کرد و در لاغش کشید
اس نے دلی راز کہنے کا موقع نہ دیکھا	اس کو ٹال دیا اور مذاق میں لگا لیا
گفت می خواہم دریں کوچہ زنے	کیست لائق از برائے چوں منے
اس نے کہا میں اس گلی میں ایک عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں	مجھ جیسے کے لئے کون سی مناسب ہوگی؟
گفت سہ گو نہ زنند اندر جہاں	آں دو رنج وایں یکے گنج رواں
اس نے کہا دنیا میں عورتیں تین قسم کی ہیں	دو وبال ہیں اور ایک گنج رواں ہے
آں یکے راچوں بخواہی کل تراست	ویں دگر نیمے ترا نیمے جداست
ایک سے جب تو نکاح کرے گا وہ پوری تیری ہے	دوسری آدھی تیری ہے آدھی بیگانہ ہے
واں سوم ہیچ او ترا نبود بداں	ایں شنیدی دور شو رفتم رواں
تیسری بالکل تیری نہ ہوگی	تو نے یہ سن لیا بھاگ جا میں روانہ ہوتا ہوں
تا ترا اسپم نپراند لگد	کہ بیفتی بر نہ خیزی تا ابد
تاکہ میرا گھوڑا تیرے دولتی نہ اڑا دے	اور تو ایسا گرے کہ قیامت تک نہ اٹھے
شیخ راند اندر میان کودکاں	بانگ زد بار دگر او را جواں
شیخ نے گھوڑا بچوں میں دوڑا دیا	جوان نے ان کو دوبارہ پکارا
کہ بیا آخر بگو تفسیر ایں	ایں زناں سہ نوع گفتی برگزیں
کہ آئیے آخر اس کی تفصیل بتایئے	آپ نے تین قسم کی عورتیں بتائیں منتخب کر دیجئے
راند سوئے او و گفتش بکر خاص	کل ترا باشد زغم یابی خلاص
اس کی طرف گھوڑا دوڑایا اور اس سے کہا باکرہ خاص	سب تیری ہو گی تو غم سے نجات پا لے گا
وانکہ نیمے آن تو بیوہ بود	وانکہ ہیچست آں عیال باولد
جو آدھی تیری ہو گی بیوہ ہو گی	وہ جو تیرے لئے کچھ نہیں بال بچے والی بیوہ عورت ہو گی
چوں زشوئے اولش کودک بود	مہر کل خاطرش آں سو رود
جب اس کے پہلے شوہر سے بچہ ہو گا	اس کے دل کی محبت اس طرف جائے گی
دور شو تا اسپ نندازد لگد	سم اسپ تو سنم بر تو رسد
بھاگ جا تاکہ گھوڑا دولتی نہ مار دے	میرے سرکش گھوڑے کا کھر تیرے لگے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہائے وہوئے کرد شیخ و باز راند	کودکاں را باز سوئے خویش خواند
شیخ نے ہائے و ہو کی اور پھر (گھوڑا) دوڑا دیا	بچوں کو پھر اپنی طرف بلا لیا
باز بانگش کرد آں سائل بیا	یک سوالم ماند اے شاہ کیا
سوال کرنے والے نے پھر ان کو آواز دی کہ آیئے	اے شہنشاہ! ایک سوال رہ گیا
باز راند ایں سو بگوز و ترچہ بود	کہ زمیداں آں بچہ گویم ربود
پھر (گھوڑا) اس طرف کو دوڑایا کہ جلد کہہ کیا تھا؟	کیونکہ وہ بچہ میدان سے میری گیند لے بھاگا
گفت اے شہ باچنیں عقل وادب	ایں چہ شیدست ایں چہ فعلست اے عجب
اس نے کہا اے شاہ! اس عقل وادب کے ہوتے ہوئے	یہ کیا بناوٹ ہے؟ یہ کیا کام ہے؟ تعجب ہے
تو ورائے عقل کلی در بیاں	آفتابی در جنوں چونی نہاں
تو بیان میں عقل کل سے آگے ہے	تو سورج ہے پاگل پن میں کیوں پوشیدہ ہے؟
گفت ایں اوباش رائے می زنند	تا دریں شہر خودم قاضی کنند
کہا یہ عوام سوچتے ہیں	کہ اس شہر کا مجھے قاضی بنا دیں
دفع می گفتم مرا گفتند نے	نیست چوں تو عالمے صاحب فنے
میں ٹالتا ہوں وہ مجھ سے کہتے ہیں نہیں	تم جیسا (کوئی دوسرا) صاحب فن عالم نہیں ہے
باوجود تو حرام ست و خبیث	کہ کم از تو در قضا گوید حدیث
تمہارے ہوتے ہوئے ناجائز اور برا ہے	کہ تم سے کم فیصلہ کی بات کرے
در شریعت نیست دستورے کہ ما	کمتر از تو شہ کنیم و پیشوا
شریعت میں کوئی طریقہ نہیں ہے کہ ہم	تم سے کم تر کو شاہ اور پیشوا بنا لیں
زیں ضرورت گیج و دیوانہ شدم	زیں گروہ از عجز بیگانہ شدم
اس مجبوری میں میں پاگل اور دیوانہ ہو گیا ہوں	عاجز آ کر ان لوگوں سے بیگانہ بن گیا ہوں
ظاہراً شوریدۂ و شیدا شدم	لیک در باطن ھمانم کہ بدم
بظاہر پاگل اور دیوانہ ہو گیا ہوں	لیکن در حقیقت میں وہی ہوں کہ جو تھا
عقل من گنج ست و من ویرانہ ام	گنج اگر پیدا کنم دیوانہ ام
میری عقل خزانہ ہے اور میں ویرانہ ہوں	اگر میں خزانہ کو ظاہر کر دوں تو میں دیوانہ ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

اوست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شد	ایں عسس را دید و در خانہ شد
دیوانہ وہ ہے جو دیوانہ نہ بنا	کوتوال کو دیکھا اور گھر میں نہ چھپا
دانش من جوہر آمد نے عرض	ایں بہائے نیست بہر ہر عرض
میری عقل جوہر (پائیدار) ہے نہ کہ عرض (غیر مستقل)	یہ ہر عرض کی قیمت نہیں ہے
کان قندم نیستان شکرم	ہم زمن می روید و من می خورم
میں شکر کی کان ہوں شکر کی اکھ ہوں	(شکر) مجھ میں سے پیدا ہوتی ہے اور میں (خود) کھاتا

شرح حبیبی

سائل نے کہا کہ اے نئے سوار تھوڑی دیر کے لئے ذرا اپنا گھوڑا ادھر بڑھا لایئے۔ یہ سن کر انہوں نے ادھر گھوڑا بڑھایا اور کہا اچھا جلد کہو جو کہنا ہے کیونکہ میرا گھوڑا بہت سرکش اور کڑوا ہے ایسا نہ ہو تمہارے لات مار دے جلدی کہو اور جو کچھ پوچھنا ہے صاف کہو۔ یہ سن کر اس نے اصلی راز بیان کرنے کا موقع نہ سمجھا یا لہٰذا اس کو چھوڑ کر ایک فضول بات میں ان کو الجھا لیا اور کہا کہ مجھے آپ کی جناب میں ایک عورت کے متعلق دریافت کرنا ہے آپ فرما دیجئے کہ مجھ سے شخص کے لائق کون عورت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تعیین تو کرتا نہیں مگر تفصیل بتائے دیتا ہوں ان میں جو عورت تم کو پسند ہو اس سے شادی کر لو۔ دنیا میں تین قسم کی عورتیں ہیں بعض تو ان میں نہایت مرغوب اور دولت کی طرح آرام جان ہے اور بعض وبال جان۔ ان میں ایک تو وہ ہے کہ اگر تم اس سے شادی کرو تو وہ کل تمہاری ہو گی اور دوسری وہ ہے جو آدھی تمہاری اور آدھی دوسرے کی تیسری وہ ہے جو بالکل بھی تمہاری نہیں۔ بس تم سن چکے اب چل دو میں اڑنچھو ہوتا ہوں دیکھ گھوڑا لات نہ مار دے کہ تو ایسا گرے کہ پھر اٹھنا بھی نصیب نہ ہو۔ یعنی مر جائے۔ یہ کہہ کر شیخ گھوڑے کو اڑاتے ہوئے لڑکوں میں پہنچ گئے۔ اس شخص نے ان کو پھر بلایا اور کہا کہ ذرا ادھر تو تشریف لایئے یہ تو آپ معما کہہ گئے ذرا اس کی شرح تو کر دیجئے جو تین قسم کی عورتیں آپ نے بیان کی ہیں ان کو مفصل تو بیان کیجئے۔ شیخ نے اس کی طرف پھر گھوڑا بڑھایا اور کہا کہ خاص باکرہ تو ایسی ہے جو کل تیری ہے اور تجھے اس کے ذریعہ سے غم سے نجات مل سکتی ہے اور وہ جو آدھی تیری ہے وہ بیوہ لاولد ہے اور وہ جو بالکل تیری نہیں وہ صاحب اولاد بیوہ ہے کیونکہ جب پہلے خاوند سے اس کی اولاد ہے تو اس کی دلی محبت کل پہلے خاوند سے ہو گی۔ اچھا اب بھاگ جا تا کہ گھوڑا لات نہ مار دے اور میرے سرکش گھوڑے کا پاؤں تجھ تک نہ پہنچ جائے یہ کہہ کر شیخ نے پھر دیوانہ وار ہاؤ ہو کی اور گھوڑے کو بڑھایا اور بچوں کو اپنی طرف بلایا کہ آ ؤ رے لڑ کو کھیلیں اس سائل نے پھر آواز دی کہ جناب میرا ایک سوال اور رہ گیا اس کا بھی جواب دے دیجئے میں چلا جاؤں گا۔ شیخ نے

www.besturdubooks.wordpress.com

پھر گھوڑا بڑھایا اور کہا کہ جلد کہو کیا سوال ہے کہ لڑکا میدان میں سے میری گیند لے گیا میں جا کر اس سے چھینوں گا اس نے کہا کہ آپ تو اس قدر عاقل اور دانا ہیں پھر یہ کیا مغالطہ دہی ہے اور یہ آپ کی کیا حرکت ہے مجھے سخت حیرت ہے آپ تو بیان میں عقل کل سے بھی بڑھے ہوئے ہیں پھر آفتاب ہو کر ابر جنون میں کیوں پوشیدہ ہیں۔
آپ نے فرمایا اے عزیز اصل بات یہ ہے کہ عوام میں مشورے ہو رہے تھے کہ مجھے قاضی شہر بنائیں بالآخر مجھ سے کہا گیا میں ان کو ٹالتا رہا۔ لیکن انہوں نے منظور نہ کیا اور کہا کہ آپ کی مثل کوئی شخص عالم اور صاحب فن نہیں ہے لہذا آپ کے ہوتے ہوئے حرام اور ناجائز ہے کہ کوئی کم درجہ کا شخص قضا میں گفتگو کرے کیونکہ شریعت کی اجازت نہیں کہ فاضل کے ہوتے ہوئے مفضول قاضی ہو۔ پس ہم حکم شریعت سے مجبور ہیں اور آپ سے کم کو اپنا حاکم اور مقتدا نہ بنائیں گے۔ اس ضرورت سے میں پاگل اور دیوانہ بن گیا اور مجبور ہو کر اس گروہ سے علیحدگی اختیار کی کیونکہ میں اپنے اندر اس بار گراں کے تحمل کی قوت نہ پاتا تھا اور عوام میری کمزوری کو سمجھتے نہ تھے اور مجبور کرتے تھے گو میں بظاہر دیوانہ اور مجنوں ہو گیا لیکن باطن میں وہی ہوں جیسا کہ تھا۔ میری عقل مثل خزانہ کے ہے اور اپنی ظاہری خستگی کے سبب مثل دیوانہ کے ہوں اور وہ خزانہ اس ویرانہ میں پوشیدہ ہے۔ بس میں دیوانہ نہیں کہ اس خزانہ کو ظاہر کر کے نقصان اٹھاؤں۔ وہ دیوانہ ہے جو ایسی حالت میں دیوانہ نہ ہو جائے اور کوتوال (عوام) کو دیکھ کر گھر میں (پردۂ جنون میں) نہ چھپ جائے۔ میری عقل جوہر ہے عرض نہیں۔ (یعنی پختہ اور مضبوط ہے کمزور نہیں) اور یہ اس قابل نہیں کہ اس کو ہر سامان (حطام دنیا) کے بدلہ میں دے دیا جائے یعنی جاہ و مال پر اس کو قربان کر دیا جائے۔ میں تو کان قند اور نیشکر کا کھیت ہوں پس شکر مجھی سے پیدا ہوتی ہے اور میں بھی ان سے متمتع ہوتا ہوں۔ یعنی اپنی علوم و معارف سے خود ہی لذت اٹھاتا ہوں مجھے اس کی ضرورت نہیں کہ کوئی قدر دان ہو۔

شرح شبّیری

اس سائل کا ان بزرگ کو دوبارہ باتوں میں لگانا تاکہ حال باقی معلوم ہو جائے

گفت آن الخ۔ یعنی اس سائل نے کہا آخر تھوڑی دیر کو اے بانس سوار ذرا ادھر گھوڑا چلا دو۔

راند سوئے الخ۔ یعنی اس کی طرف چلایا کہ ہاں جلدی سے کہہ اس لئے کہ میرا گھوڑا بہت قوی اور تیز ہے (لیکن بھاگ جائے گا لہذا جو کہنا ہے جلدی کہہ لے۔ ایسی باتیں شروع کر دیں تاکہ مجنوں معلوم ہوں)

تا لگد بر الخ۔ یعنی تیرے کہیں لات نہ مار دے جلدی کہہ تو کیا پوچھتا ہے جلدی ظاہر کر۔ سبحان اللہ بانس کا گھوڑا اور لات مار دے یہ ساری باتیں اس لئے کہیں کہ یہ شخص مجنوں ہی سمجھے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اوبجال الخ۔ یعنی اس شخص نے بات کہنے کی مجال نہ دیکھی تو اس سے الگ ہو کر اس کو مذاق میں کھینچا۔ مطلب یہ کہ جب اس شخص نے دیکھا کہ یہ بات نہ سنیں گے اور اسی طرح ٹالتے رہیں گے تو اس نے مذاق شروع کیا تاکہ ہنسی مذاق کرنے سے ذرا یہ کھل جائیں گے تو ان سے اصل مقصود کو بھی ظاہر کروں گا تو اس نے یہ سوچ کر یہ کہنا شروع کیا کہ

گفت بخواہم الخ۔ یعنی اس نے کہا کہ میں یہاں ایک عورت کرنا چاہتا ہوں تو مجھ جیسے کے لائق کون ہے۔ اصل مقصود تو اس شخص کا کسی مشکل باطنی کا حل تھا مگر اس کو چھوڑ کر یہ باتیں شروع کیں یہ سن کر حضرت بہلول نے جواب دیا کہ

گفت سہ گونہ الخ۔ یعنی حضرت بہلولؒ نے فرمایا کہ دنیا میں عورتیں تین قسم کی ہوتی ہیں دو تو خراب اور ایک خزانہ جاری۔

آن یکے را جاں الخ۔ یعنی اس ایک کو اگر تو کرے تو وہ تو ساری تیری ہی ہے اور دوسری آدھی تیری اور آدھی الگ۔

وآن سوم الخ۔ یعنی اور وہ تیسری تیری نہیں ہے جان لے یہ سن لیا تو اب بھاگ میں جاتا ہوں۔

تا ترا الخ۔ یعنی تاکہ کہیں میرا گھوڑا تیرے لات نہ مار دے کہ تو گر جائے گا اور پھر کبھی اٹھ نہ سکے گا اوپر۔ چونکہ باتیں عقل کی کہی تھیں اس کے بعد ایک یہ بات کہ دیکھو میرا گھوڑا لات نہ مار دے ایسی کہہ دی کہ جس سے جنون معلوم ہو غرضیکہ یہ کہہ کر حضرت چل دیئے۔

شیخ راند الخ۔ یعنی شیخ نے لڑکوں کے اندر گھوڑا چلایا تو اس شخص نے پھر ان کو آواز دی۔

کہ بیا آخر بگو الخ۔ یعنی ذرا یہاں تشریف لا کر اس کی تفسیر تو کر دیجئے اور ان تینوں قسموں میں سے چھانٹ تو دیجئے۔

راند سوئے الخ۔ یعنی اس کی طرف پھر تشریف لائے اور اس سے کہا کہ خاص کنواری تو ساری تیری ہے اور تو غم سے چھوٹ جائے گا یعنی اس سے نکاح کرے گا تو کسی قسم کا غم ہی نہیں مزے کرو۔

وان کہ نیمے الخ۔ یعنی اور جو کہ آدھی تیری ہے وہ تو بیوہ بے اولاد ہے اور جو کہ بالکل تیری نہیں ہے وہ بیوی با اولاد۔

چون زسوئے الخ۔ یعنی جبکہ پہلے خاوند سے اس کے بچے ہوں گے تو اس کے دل کا میلان کلی اسی طرف ہوگا اور تیری طرف مطلق متوجہ نہ ہوگی۔ یہ مضمون حدیث کا ہے۔ اسی طرح حدیث میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شریف النساء ثلثة واحدة لک وواحدة علیک وواحدة لک وعلیک اما التی لک فھی الحرة البکر فقلبھا وجھالک واما التی علیک فالمتزوجة ذات ولد تاکل مالک و تبکی علی الزوج الاول واما التی لک وعلیک فالمتزوجة التی لا ولد لھا فان کنت لھا خیراً من الاول فھی لک والا فھی علیک۔

ان اشعار میں بھی بعینہ یہی مضمون ہے غرض کہ حضرت بہلول نے اس کو حدیث کے موافق بتا دیا آگے فرماتے ہیں کہ

دور شو تا الخ۔ یعنی دور ہو جاتا کہ میرا گھوڑا لات نہ مار دے اور میرے قوی گھوڑے کا سم تجھے پہنچ نہ جائے۔ ساری باتیں کہہ کر ایک بات ایسی فرما دیتے ہیں عجیب حالت ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہائے ہوئے الخ۔ یعنی شیخ نے ہائے ہوئے کی اور پھر گھوڑا چلا دیا اور لونڈوں کو اپنی طرف بلایا۔ غرضکہ حضرت کی حالت بالکل لونڈوں جیسی ہو رہی تھی کہ ایک بانس پر سوار ہیں اور لڑکوں میں کھیلتے پھرتے ہیں۔

باز بانگش کرد الخ۔ یعنی اس سائل نے پھر آواز دی کہ حضرت تشریف تو لائیے۔ اجی عقلمند شاہ صاحب میرا ایک سوال اور رہ گیا ہے۔

باز راند الخ۔ یعنی پھر اس کی طرف تشریف لائے کہ ہاں جلدی سے کہہ کیا ہے اس لئے کہ میدان میں وہ لونڈا میری گیند لے بھاگتا ہے (سبحان اللہ کیا شان ہے) زود مخفف ہے زودتر کا بمعنی بہت جلدی۔

گفت اے شہ الخ۔ یعنی اس سائل نے کہا کہ اجی حضرت باوجود اس عقل وادب کے یہ کیا مکر ہے اور کیا حرکت ہے تعجب کی بات ہے۔

تو ورائے الخ۔ یعنی آپ تو بیان میں عقل کل سے بھی آگے ہیں اور آپ تو آفتاب ہیں آپ اس جنون میں کس طرح پوشیدہ ہیں مطلب یہ کہ آپ نے اس طرح اپنے کو کیوں کر رکھا ہے ماشاء اللہ عاقل سمجھدار ہیں۔ اس پر جواب ارشاد ہوا کہ

گفت این الخ۔ یعنی یہ اوباش لوگ رائے نکالتے تھے کہ مجھے اپنے اس شہر میں قاضی کریں۔

دفع میگفتم الخ۔ یعنی میں دفع کرتا تھا تو مجھ سے کہتے تھے کہ نہیں آپ جیسا تو کوئی صاحب فن عالم اور ہے ہی نہیں۔

باوجود تو الخ۔ یعنی آپ کے ہوتے ہوئے تو حرام اور خبیث ہے یہ بات کہ آپ سے کم ہو کر قاضی ہو کر بات کہے مطلب یہ کہ آپ کے ہوتے ہوئے اور کوئی قاضی بن ہی نہیں سکتا۔

در شریعت نیست الخ۔ یعنی شریعت میں یہ کوئی قاعدہ نہیں ہے کہ تم سے کم کو بادشاہ اور پیشوا بنا دیں (جب آپ موجود ہیں تو آپ ہی پیشوا ہیں)

زین ضرورت الخ۔ یعنی اس ضرورت سے باؤلا اور دیوانہ ہو گیا ہوں اور اس گروہ سے عاجز ہو کر بیگانہ ہو گیا۔ مطلب یہ کہ ان لوگوں کے ایسے خیالات کو دیکھ کر باؤلا بن کر ان سے علیحدہ ہو گیا اور نہ قاضی بننا پڑتا تو کون علت مول لیتا۔ اب چونکہ حضرت بہلول نے اس کو طالب صادق دیکھا اس لئے فرماتے ہیں کہ

ظاہرا الخ۔ یعنی ظاہر میں باؤلا اور دیوانہ ہو گیا ہوں۔ لیکن باطن میں وہی ہوں جو کہ تھا۔

عقل من الخ۔ یعنی میری عقل ایک خزانہ ہے اور میں (مثل) ایک جنگل کے ہوں تو اگر میں خزانہ کو ظاہر کر دوں تو پاگل ہوں مطلب یہ کہ میرے علوم ومعارف اور عقل ایک خزانہ کی طرح ہیں اور میں ایک جنگل کی طرح تو خزانہ کو تو جنگل میں اس لئے دفن کرتے ہیں کہ کسی کو خبر نہ ہو پھر اگر سب پر ظاہر کرتا پھروں اور بتاتا پھروں کہ میرے اندر یہ خزانہ مدفون ہے تو کیا میں بالکل پاگل تھوڑی ہوں۔

اوست دیوانہ الخ۔ یعنی وہ دیوانہ ہے جو کہ (ایسا) دیوانہ نہ ہوا اور اس کوتوال کو دیکھ کر گھر میں نہ گیا۔ مطلب یہ کہ جو اس دیوانگی کو چھوڑ کر غافل رہا اور عقل ظاہری پر ہی مغرور رہا تو فی الحقیقت تو وہ دیوانہ ہے اور جس نے کہ ایسے لوگوں

www.besturdubooks.wordpress.com

کو جو اس کو پکڑتے پھرتے ہیں اور کام میں لگاتے ہیں دیکھا اور چھپ نہ گیا وہ دیوانہ ہے بس چاہیے کہ ان سب سے علیحدہ ہو کر اپنے کو چھپا لے ہاں اگر کسی کے سپرد خدمت خلق ہے تو اس کی اور بات ہے یہ ان لوگوں کا ذکر ہے کہ جن کے سپرد حق تعالیٰ کی طرف سے یہ خدمت نہیں کی گئی بلکہ صرف نماز روزہ کرلو اور مزہ سے یاد خدا میں لگے رہو۔

دانش من الخ۔ یعنی میری عقل جو ہر ہے عرض نہیں ہے تو یہ ہر عرض کی قیمت نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ میری حالت اس کے مناسب نہیں ہے جو کہ لوگ کہتے ہیں لہٰذا میں الگ ہو گیا۔

کان قندم الخ۔ یعنی میں قند کی کان ہوں اور شکر کی نیستان ہوں اور مجھ سے ہی پیدا ہوتی ہے اور میں ہی کھا لیتا لیتا ہوں مطلب یہ کہ علوم و معارف کا میں خزانہ ہوں میرے ہی اندر سے پیدا ہوتے ہیں اور ان سے میں ہی لطف حاصل کرتا ہوں مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے کہ کوئی قدر بھی کرے بلکہ ان سے میں خود ہی حظ حاصل کرتا ہوں

علم تقلیدی و تعلیمی ست آں	کز نفور مستمع دارد فغاں
وہ تقلیدی اور (محض) پڑھا ہوا علم ہے	جو سننے والے کی بے رغبتی سے واویلا کرے
چوں پئے دانہ نہ بہر روشنی ست	ہمچو طالب علم دنیائے دنی ست
چونکہ وہ روٹی کے لئے ہے نور (معرفت) کے لئے نہیں ہے	(اس کا طالب) کمینی دنیا کے علم کا طالب جیسا ہے
طالب علم ست بہر عام و خاص	نے کہ تا یابد ازیں عالم خلاص
وہ علم کا طالب عوام و خواص کے لئے ہے	نہ اس لئے کہ اس عالم (دنیا) سے نجات پائے
ہمچو موشے ہر طرف سوراخ کرد	نیست مرغے از ہمہ سوراخ فرد
وہ چوہے کی طرح ہے جس نے ہر جانب بھٹ بنائے	وہ پرند نہیں ہے جو تمام بھٹوں سے آزاد ہو
ہمچو موشے ہر طرف سوراخہا	می کند غافل ز انوار لقا
وہ چوہے جیسا ہے کہ ہر جانب سوراخ	کھودتا ہے لقائے (اللہ) کے نوروں سے غافل ہے
چونکہ سوئے دشت و نورش رہ نبود	ہم دراں ظلمات جہدے می نمود
چونکہ وہ میدان اور نور کی طرف راہ یاب نہ ہوا	انہی تاریکیوں میں محنت کرتا رہا
گر خدائش پردہد پر خرد	برہد از موشی و چوں مرغاں پرد
اگر خدا اس کو عقل کے پر دے دے	تو وہ چوہے پن سے نجات پا جائے اور پرندوں کی طرح پرواز کرے
ورنہ جوید پر بماند زیر خاک	نا امید از رفتن راہ سماک
اگر وہ پرندوں کا جویاں نہ ہو تو مٹی کے نیچے رہے گا	سماک کے راستہ پر چلنے سے ناامید (ہو کر)

www.besturdubooks.wordpress.com

علم گفتارے کہ او بے جاں بود	عاشق روئے خریداراں بود
وہ زبانی علم جو بے روح ہوتا ہے	وہ خریداروں کی توجہ کا عاشق ہوتا ہے
گرچہ باشد وقت بحث علم زفت	چوں خریدارش نباشد مرد و رفت
اگرچہ وہ بحث کے وقت بھاری علم ہو	جب اس کا خریدار نہ ہوگا تو وہ فنا ہوا اور جاتا رہا
مشتری من خدا یست و مرا	می کشد بالا کہ اللہ اشتریٰ
میرا خریدار اللہ (تعالیٰ) ہے اور مجھے	وہ (عالم) بالا کی طرف کھینچتا ہے چنانچہ (ارشاد ہے) اللہ نے خریدا
خونبہائے من جمال ذوالجلال	خونبہائے خود خورم کسب حلال
میرا خون بہا ذوالجلال (اللہ تعالیٰ) کا جمال ہے	میں اپنا خونبہا کھاتا ہوں (جو) حلال کمائی ہے
ایں خریداران مفلس را بہل	چہ خریداری کند یک مشت گل
ان مفلس خریداروں کو چھوڑ	ایک مشت خاک کیا خریداری کر سکتی ہے؟
گل مخور گل را مخر گل را مجو	زانکہ گل خوارست دائم زرد رو
مٹی نہ کھا مٹی نہ خرید مٹی کی جستجو نہ کر	کیونکہ مٹی کھانے والا ہمیشہ زرد رو ہوتا ہے
دل بخر تا دائماً باشی جواں	از تجلی چہرہ ات خوں ارغواں
دل کو خرید تاکہ تو ہمیشہ جوان رہے	تجلی سے تیرا چہرہ گل بابونہ کی سرخی کی طرح رہے گا
طالب دلشو کہ تا باشی چو گل	تا شوی شاداں و خنداں ہمچو مل
دل کا طالب بن تاکہ تو پھول کی طرح بنے	اور شراب کی طرح مسکراتا ہوا اور خوش رہے
دل نباشد آنکہ مطلوبش گل ست	ایں سخن را روئے با صاحبدلست
وہ دل ہی نہ ہوگا جس کا مطلوب مٹی ہے	یہ روئے سخن صاحب دل کے لئے ہے

شرح حبیبی

وہ علم تقلیدی و تعلیمی ہے جو سامعین کی ناقدردانی سے شکوہ و شکایت کرنے لگے اور وہ علم طلب رزق کی شے ہے نہ کہ نور معرفت حاصل کرنے کے لئے اور ایسے علم کا طالب ایسا ہی ہے جیسا طالب علم دنیاوی۔ وہ لوگوں کے لئے علم طلب کرتا ہے اس کا مقصود خود اپنی رہائی نہیں ہے کہ وہ خود اخلاق ذمیمہ اور ملکات ردیہ سے نجات پا جائے وہ اس چوہے کی مانند ہے جو ہر طرف طلب رزق کے لئے سوراخ بناتا ہے اور رزق کے ذرائع کو محدود سمجھتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اور اس پرندگی کی حس نہیں جو تمام سوراخوں سے مبرا اور رزق کی ایک نامحدود فضا اپنے ساتھ دیکھ رہا ہے یہ احمق چوہے کی طرح ہر طرف سوراخ کرتا ہے اور طلب رزق میں ہمہ تن ساعی اور منہمک ہے لیکن انوار خوش لقا (حق سبحانہ) سے غافل ہے اور منشاء اسکا یہی ہے کہ رزق کے ذرائع نامحدود اور نور معرفت تک تو اس کی رسائی ہی نہیں اس لئے مجبوراً تاریکی جہل میں پھنسا ہوا سرگرم جدوجہد ہے لیکن اگر خدا اس کو پرہائے عقل بخشے اور اس کی عقل کو نور معرفت عطا کرے جو عروج روحانی کا ذریعہ ہے تو ہرگز وہ چوہاپن نہ کرے بلکہ پروان کی طرح بلند پروازی کرے اور علو ہمت و عالی حوصلگی اختیار کرے اور سمجھے کہ ذرائع رزق نامحدود ہیں اس کا حصول کچھ ہماری سعی ناجائز پر موقوف نہیں پس اس کو یہ پر (نور معرفت) حاصل کرنے چاہئیں اگر وہ ایسا نہ کرے گا تو ہمیشہ مبتلائے ظلمات جہل رہے گا اور ترقی سے مایوس اور محروم ہو جائے گا علم قال جس میں روح معرفت و حال نہ ہو اور قدر دانوں کا طالب ہو۔ ایسا علم اگرچہ بحث و مباحثہ کے وقت بڑا معلوم ہوتا ہے مگر فی نفسہ بہت حقیر اور ناچیز ہے کیونکہ اسکی بقاء طالبین کی رغبت پر موقوف ہے اگر طالبین بے رغبتی کریں تو بہت جلد فنا اور رخصت ہو جاتا ہے اور میرا علم عام قدردانوں کا محتاج نہیں میرا قدردان اور خریدار خود حق سبحانہ ہے وہی اپنی قدردانی سے مجھے عروج دیتا ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ خود فرماتا ہے ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم جس طرح مجھے عام لوگوں کی قدردانی کی ضرورت نہیں یوں ہی اس کی بھی ضرورت نہیں کہ اس کو تحصیل رزق کا ذریعہ بناؤں بلکہ میں اپنے کو اس کی راہ میں فنا کر چکا ہوں اور اسکا خون بہا دیدار جمال حق سبحانہ پا چکا ہوں۔ پس میں اپنے اسی خون بہا کو کھاتا ہوں جو کہ میرا کسب حلال ہے یعنی مشاہدہ جمال حق سے غذائے روحانی حاصل کرتا ہوں پس میری طلب تو یہ ہے باقی رہی غذائے جسمانی سو میں اس کا طالب و جویاں نہیں ہوں وہ مجھ کو حق سبحانہ کی طرف سے خود ملتی ہے اے عالم علم قال کہنا مان ان عام خریداروں کو چھوڑ ان سے تو اپنی دولت کی کیا قیمت حاصل کرتا ہے یہ تو ننگے ہیں وہ خود بھی ایک مشت خاک ہیں اور ان کی قیمت بھی خاک ہے ایک مشت خاک کیا خریداری کر سکتی ہے۔ نہ تو مٹی کھا نہ مٹی خرید نہ مٹی تلاش کر تجھے معلوم نہیں مٹی کھانے والوں کی کیا حالت ہوتی ہے مٹی کھانے والا (طالب دنیا) ہمیشہ زرد رو (حق سبحانہ کے سامنے شرمندہ) ہوتا ہے۔ ارے دل خرید اور دولت باطنی حاصل کرتا کہ تو ہمیشہ جوان اور قوی القلب رہے اور نور حق سبحانہ سے تیرا چہرہ سرخ اور روشن ہو۔ بس ہم پھر کہتے ہیں کہ دل طلب کر اور حقیقت علم حاصل کرتا کہ تو کل اور محبوب و مرغوب ہو اور شراب کی طرح شاداں و فرحاں ہو (شراب کو شاداں و فرحاں کہنے کی غالباً وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ دوسروں میں نشاط و سرور پیدا کرتی ہے پھر خود کیوں شاداں و فرحاں نہ ہوگی یا یہ کہ وہ سرخ ہوتی ہے اور سرخی خوشی کا رنگ ہے واللہ اعلم خوب سمجھ لینا چاہیے جو دل اشیاء دنیہ اور حطام دنیاوی یعنی مال و جاہ طلب کرے وہ دل کہلانے کا مستحق نہیں کیونکہ اس میں دل کی صفات نہیں ان باتوں کو وہی سمجھ سکتا ہے جو صاحب دل ہو عوام کی سمجھ میں نہیں آئیں گی لہٰذا ہمارے مخاطب ارباب دل ہی ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبیری

علم تقلیدی الخ۔ یعنی وہ علم تقلیدی اور تعلیمی ہے جو سننے والوں کی نفرت سے فغاں کرے۔ مطلب یہ کہ جس علم کے لئے ضرورت اس کی ہے کہ اس کی قدردان ہیں تو وہ باقی اور اس کو رونق اور ترقی ہے ورنہ زائل ہے تو وہ علم تقلیدی ہے اور جو علم تحقیقی ہوتا ہے اس کو اس کی ضرورت نہیں ہے کہ کوئی قدردان بھی ہو بلکہ وہ تو خود بخود بڑھتا ہے اور صاحب علم اس سے محظوظ ہوتا ہے تو فرماتے ہیں کہ ہمارا علم تحقیقی ہے تقلیدی نہیں ہے اس لئے اگر ہم مجنوں ہو گئے اور اس حالت میں ہمارا کوئی قدردان نہ بھی رہا تب بھی ہم خوش اور مگن ہیں۔

چون پے الخ۔ یعنی جبکہ دانہ کے لئے ہے روشنی کے لئے نہیں ہے تو مثل دنیائے کمینی کا علم طلب کرنے والے کی طرح ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی علم دین کو دنیا کے لئے سیکھے وہ طالب علم دین نہیں ہے بلکہ ایسا ہے کہ جیسے دنیا ہی کا علم سیکھ لیا اس لئے کہ جب مقصود اس سے دنیا ہے تو وہ دنیا ہی کا ہو گیا۔ اگر چہ بظاہر دین کے لئے ہے۔

طالب علم است الخ۔ یعنی وہ ایک طالب علم ہے خاص وعام کے لئے نہ اس لئے کہ وہ اس عالم سے چھوٹ جائے۔ مطلب یہ کہ جو شخص کہ دنیا کے لئے علم حاصل کر رہا ہو تو اس کا نفع دوسروں کو تو پہنچے گا مگر اس کو خاک بھی نفع نہ ہوگا۔ آگے ایسے طالب علم کی مثال ہے کہ

ہمچو موشے الخ۔ یعنی چوہے کی طرح ہر طرف سوراخ کئے ہیں اور وہ پرند نہیں ہے کہ تمام سوراخوں سے مستغنی ہو مطلب یہ کہ جس طرح چوہا ہر طرف سوراخ کرتا ہے کہ زمین ہی میں سے کبھی اس طرف سے غذا لایا اور کبھی ادھر سے اسی طرح یہ طالب علم ہے کہ ہر جگہ کھانے ہی کی فکر ہے اور جو پرند ہوتا ہے اس کو سوراخوں کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وہ تو ہر جگہ جا کر غذا کو حاصل کر سکتا ہے اسی طرح جو بزرگان دین ہیں اور طالب دین ہیں ان کو ان اسباب ظاہری کی ضرورت نہیں ہوتی اور ان کو بے ان اسباب ظاہری کے ملتا ہے اور ان کی مثال کیمیا گر کی خوب ہے کہ کیمیا گر اسی میں خوش ہوتا ہے کہ اس کو کوئی نہ جانے کہ یہ کیمیا گر ہے اور جب اس کو کوئی جان لیتا ہے تو وہاں سے چل دیتا ہے بعینہ یہی حالت ہے ان حضرات کی اور ان کے علوم کی کہ یہ اسی میں خوش ہیں کہ ان کو کوئی نہ جانے اور جہاں کسی کو ان کے کمال کی اطلاع ہوئی اور یہ وہاں سے بھاگے۔

ہمچو موشے الخ۔ یعنی چوہے کی طرح چاروں طرف بہت سے سوراخ وہ کرتا ہے جو انوار لقاء حق سے غافل ہوتا ہے۔

چونکہ سوئے الخ۔ یعنی جب اس کو جنگل اور نور کی طرف راہ نہ تھی تو اسی ظلمات میں کوشش کرتا رہا۔

گر خدا ایش الخ۔ یعنی کہ خدا اس کو پردے عقل کے پر کہ وہ اس چوہے پن سے چھوٹ کر پرندوں کی طرح چرے۔ مطلب یہ کہ وہ اس کوشش میں ہے کہ حق تعالیٰ اس کو نور بصیرت عطا فرمائے تو وہ اس حالت سے نکل کر محقق بن جائے۔ جب وہ کوشش کرتا ہے تو ایک دن ہو بھی جاتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ورنہ جوید پرالخ۔ یعنی اگر پرنہ ڈھونڈے تو خاک کے نیچے ہی رہتا ہے سماک کے راستہ کے چلنے سے ناامید رہتا ہے مطلب یہ کہ اگر طلب ہی نہ ہو تو پھر تو کبھی بھی تحقیق میسر نہیں ہو سکتی ہمیشہ اسی طرح ٹھوکریں کھاتے اور بھٹکتے گزر جائے گی۔

علم گفتاری الخ۔ یعنی علم قولی کہ وہ بے جان ہوتا ہے وہ عاشق خریداروں کے منہ کا ہوتا ہے۔ اگر قدر دان ہیں تو وہ بھی ہے ورنہ کچھ بھی نہیں۔

گرچہ باشدالخ۔ یعنی اگرچہ علم بحث کے وقت تو بہت قوی ہوتا ہے مگر جب اس کا خریدار نہ ہو تو مر جاتا ہے اور چل دیتا ہے۔ اس علم تقلیدی کی تو یہ حالت ہے کہ اگر اس کے خریدار ہیں تو اس میں ترقی بھی ہے اور اس کو قیام بھی ہے اور اگر قدر دان نہیں ہے تو ترقی تو درکنار باقی بھی نہیں رہتا جیسا کہ ظاہر ہے کہ علوم کسبی کو اگر پڑھنے والے ہوں تب تو وہ باقی رہتا ہے ورنہ بالکل ذہول ہو جاتا ہے مگر جو علم کہ وہبی ہوتا ہے اس کو بے کسی خریدار اور قدر دان کے ہر وقت بقا اور ترقی ہے اس لئے کہ اس کا تعلق تو عطاء حق پر ہوتا ہے اور عطا ہر وقت ہے لہٰذا اس کو بھی ہر وقت ترقی ہے اس کو کسی قدر دان ظاہری کی ضرورت نہیں بلکہ اس کا خریدار تو حق تعالیٰ ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

مشتری من الخ۔ یعنی میرا خریدار تو خدا ہے اور وہ مجھے بالا کی طرف کھینچ رہا ہے کہ اللہ نے خرید لیا ہے قرآن شریف میں ہے ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ تو یہ حق تعالیٰ کی خریداری ہم کو عالم غیب کی طرف کھینچتی ہے اور حق تعالیٰ نے ہمیں خرید لیا ہے۔

خون بہائے من الخ۔ یعنی میرا خون بہا حق تعالیٰ کا جمال ہے اور میں اپنا خون بہا کھاتا ہوں اور کسب حلال ہے مطلب یہ کہ ہمیں جو حق تعالیٰ نے خریدا ہے تو اسکی قیمت میں ہم کو اپنا جمال مبارک دکھایا ہے بس ہم نے اس کے بدلے میں اپنی جان بھی فدا کر دی اور تعجب تو یہ ہے کہ جمال سے جو کہ ہمارے خون بہا میں ملا تھا اور جس کے عوض میں ہم نے اپنے کو فنا کر دیا تھا اسی سے خود ہی لطف حاصل کر رہے ہیں اور بالکل کسب حلال ہے کیسے تعجب اور حیرت کی بات ہے اور فرماتے ہیں کہ

این خریداران الخ۔ یعنی ان مفلس خریداروں کو چھوڑ دے اس لئے کہ ایک مٹھی خاک کیا خریداری کر سکتی ہے۔ مطلب یہ کہ تیرے علوم کے جو آدمی قدر دان ہیں ان کو اور ان کی قدر دانی کو چھوڑ اس لئے کہ یہ یکمشت خاک خدا کے سامنے کیا خریداری کر سکتے ہیں اور کیا قیمت دے سکتے ہیں لہٰذا اپنا خریدار خدا کو بناؤ اور ان سب سے قطع تعلق کرو۔

گل مخور گل الخ۔ یعنی نہ مٹی کو کھاؤ اور نہ اس کو خریدو اور نہ تلاش کرو اس لئے کہ مٹی کھانے والا ہمیشہ زرد رو رہتا ہے۔

دل بخر تاالخ۔ یعنی دل کو خرید لو تا کہ تم ہمیشہ جوان رہو اور تجلی کی وجہ سے تمہارا چہرہ ارغوان کی طرح ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

طالب دل شو کہ تا باشی چو گل الخ۔ یعنی دل کے طالب ہوتا کہ تم گل کی طرح رہو اور تا کہ تم شراب کی طرح خوش خرم رہو۔
دل نباشد الخ۔ یعنی وہ دل ہی نہیں ہوتا جس کا مطلوب کہ مٹی ہو اور اس بات کا روصاحب دل کی طرف ہے
مطلب یہ ہے اس عالم مادی اور سفلیات میں مت رہو بلکہ اہل دل اور قلب سلیم کی تلاش کرو کہ وہی کام کی چیز ہے اور فرماتے ہیں کہ اس کا روئے سخن بھی جو صاحب دل ہو اسی کی طرف ہے ورنہ دوسرا اس کو سمجھ بھی نہیں سکتا۔
چونکہ مولانا کا قاعدہ ہے کہ جہاں بہت پریشان ہوا کرتے ہیں وہاں دعا کرنے لگتے ہیں تو یہاں کہا تھا کہ عالم سفلی سے قطع تعلق کر کے عالم غیب سے تعلق پیدا کرو اور یہ اپنے قبضہ میں نہ تھا اس لئے آگے دعا فرماتے ہیں کہ

یارب ایں بخشش نہ حد کار ماست	لطف تو لطف خفی را خود سزاست
اے خدا! یہ عطا ہمارے بس کی نہیں ہے	مخفی مہربانی کے لئے تیری مہربانی مناسب ہے
دست گیر از دست ما مارا بخر	پردہ را بردار و پردہ ما مدر
ہماری دستگیری فرما ہمیں ہم سے خرید لے	پردے کو اٹھا دے اور ہماری پردہ دری نہ فرما
باز خرما را ازیں نفس پلید	کاردش تا استخوان ما رسید
اس ناپاک نفس سے ہمیں خرید لے	اس کی چھری ہماری ہڈیوں تک پہنچ گئی ہے
از چو ما بیچارگاں ایں بند سخت	کہ کشاید اے شہ بے تاج و تخت
ہم مجبوروں سے یہ سخت بیڑی	اے تاج و تخت سے مستغنی بادشاہ! کون کھول سکتا ہے؟
ایں چنیں قفل گراں را اے ودود	کہ تواند جز کہ فضل تو کشود
اے محبوب اس قدر بھاری قفل کو	تیری مہربانی کے علاوہ اور کون کھول سکتا ہے؟
ما ز خود سوئے تو گردانیم سر	چوں توئی از ما بما نزدیک تر
ہم اپنی جانب سے تیری جانب رخ کرتے ہیں	چونکہ تو ہم سے ہمارے اختیار سے بھی زیادہ نزدیک ہے
باچنیں نزدیکی دوریم دور	در چنیں تاریکی بفرست نور
اس قدر نزدیکی کے ہوتے ہوئے (بھی) ہم بہت دور ہیں	ایسی تاریکی میں تو نور بھیج دے
ایں دعا ہم بخشش و تعلیم تست	ورنہ در گلخن گلستاں از چہ رست
یہ دعا بھی تیری تعلیم اور عطا ہے	ورنہ بھٹی میں چمن کیسے اگتا؟
درمیان خون و رودہ فہم و عقل	جز ز اکرام تو نتواں کرد نقل
خون اور انتڑی میں سمجھ اور عقل	تیرے کرم کے سوا کوئی نقل نہیں کر سکتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

از دو پارہ پیہ ایں نور رواں	موج نورش می زندتا آسماں
یہ جاری نور چربی کے دو ٹکڑوں سے!	اس کے نور کی موج آسمان سے ٹکراتی ہے
گوشت پارہ کہ زباں آمد ازو	می رود سیلاب حکمت جوبجو
گوشت کا ٹکڑا جو کہ زبان ہے اس سے	دانائی کا سیلاب نہر در نہر جاتا ہے
سوئے سوراخے کہ نامش گوشہاست	تا بباغ جاں کہ میوہ اش ہوشہاست
اس سوراخ کی جانب سے جس کا نام کان ہے	جان کے باغ تک جس کا میوہ دانائیاں ہیں
شاہراہ باغ جانہا شرع اوست	باغ وبستانہائے عالم فرع اوست
جانوں کے باغ کی شاہراہ اس کی شریعت ہے	دنیا کے باغ اور چمن اس کی شاخ ہیں
اصل وسرچشمہ خوشی آنست آں	زود تجری تحتہا الانہار خواں
اصل اور خوشی کا سر چشمہ وہی وہ ہے	جلدی سے "اس کے نیچے نہریں جاری ہیں" پڑھ لے
قصۂ رنجور گو با مصطفیٰ	زانکہ لطف حق ندارد منتہیٰ
آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ بیمار کا قصہ بتا	اس لئے کہ اللہ کی مہربانی کی کوئی حد نہیں ہے
شکر نعمت چوں کنی چوں شکر تو	نعمت تازہ بوز احسان او
تو نعمت کا شکر کیسے ادا کر سکتا ہے جبکہ تیرا شکر کرنا	اسکے احسان سے ایک نئی نعمت ہے
عجز تو در شکر شکر آمد تمام	فہم کن درياب قدتم الکلام
شکر سے تیرا عاجز ہونا ہی پورا شکر ہے	سمجھ لے جان لے بات پوری ہوئی۔

شرح حبیبی

چونکہ طلب دنیا اقتضائے نفس سے ناشی ہے اور نفس کے پنجہ سے رہائی دشوار ہے اس لئے حق سبحانہٗ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور التجا کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں اے اللہ یہ موہبت کبریٰ (دنیا سے بے رغبتی) ہماری طاقت سے باہر ہے (گو ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنی سی کوشش کریں اور کوتاہی نہ کریں) اس لئے تیرا لطف واعطائے دولت اس کا مستحق ہے کہ وہ محض میرے فضل خفی سے ناشی ہو اور ہماری جد وجہد پر مبنی نہ ہو اے اللہ تو ہماری دستگیری کر اور ہم جو اپنے ہاتھ بکے ہوئے اور اپنے نفسوں کے غلام ہیں تو ہم کو ہمارے ہاتھ سے خرید لے اور تیرے اور ہمارے درمیان میں جو پردہ حائل ہے اس کو اٹھا دے اور ہم کو رسوا نہ کر ہم کو ہمارے نفس سے خرید لے اس کی چھری ہماری

www.besturdubooks.wordpress.com

ہڈی تک پہنچ گئی اور اس کی تعدی انتہا کو پہنچ گئی۔اے اللہ تاج وتخت سے مستغنی بادشاہ تیرے سوا اس بند سخت کو ہم بے چاروں سے کون الگ کرسکتا ہے اور اے اللہ اس بھاری قفل کو تیرے فضل کے سوا کون کھول سکتا ہے اب ہم اپنے سے رخ پھیر کر اور اپنی کوششوں کو ناکافی سمجھ کر تیری طرف رخ کرتے ہیں تو ہم سے ہماری جانوں سے زیادہ نزدیک ہے مگر افسوس کہ ہم اس نزدیکی وقرب پر بھی تجھ سے بہت دور ہیں پس تو ہماری تاریکی میں نور پیدا کر اور ظلمات نفس سے چھڑا کر اپنا نور معرفت عطا فرما۔ہم اعتراف کرتے ہیں کہ یہ دعا بھی تیری ہی عطا اور تیری ہی تعلیم کردہ ہے ورنہ ہمارے بھاڑ میں باغ کب اگتا ہے اور ہمارے گندہ نفس میں یہ خیالات نفسیہ کہاں پیدا ہوسکتے ہیں تو ہی اپنے فضل سے خون اور آنتوں وغیرہ (جسم) میں فہم وعقل پیدا کرتا ہے اور دو چربی کے ٹکڑوں میں نور بصر جس کی موجیں آسمان سے ٹکر کھاتی ہیں تیرے ہی ذریعہ سے جاری ہے اور ایک گوشت کا ٹکڑا جس کو زبان کہتے ہیں اس سے سیلاب حکمت کی ندیاں ان سوراخوں کی طرف جن کو کان کہتے ہیں باغ جان تک جن کے میوہ ادراکات و افہام ہیں تو ہی جاری کرتا ہے اور اس سیلاب کا راستہ شاہراہ باغ جان ہے اور وہی اس کے بہنے کی جگہ ہے اور عالم کے باغ سب اسی سیلاب کی فرع اور اسی سے ناشی ہیں اور خوشی کی اصل اور اسکا سرچشمہ یہی سیلاب حکمت ہے باور نہ ہو تو فوراً **جنت تجری من تحتها الانهار** پڑھے۔یعنی یہ نص گو ظہر سے تو **جنات وانهار حسیه** ہی پر دلالت کرتی ہے مگر بطن سے جنات وانہار معنویہ ومعارف الٰہیہ پر دلالت کرتی ہے چونکہ حق سبحانہ کی الطاف غیر متناہی ہیں لہٰذا وہ شمار میں نہیں آسکتیں **ان تعدوا نعمة الله لا تحصوها** لہٰذا اپنے عجز کا اقرار کر کے اس مریض کی طرف متوجہ ہونا چاہیے کہ ان کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا قصہ ہوا۔تم اس کی نعمتوں کا کیونکر شکر کرسکتے ہو جبکہ یہ شکر خود بھی اسکی ایک نعمت ہے اگر اسکا شکر کرو گے وہ شکر بھی ایک نعمت ہے اسکا بھی شکر واجب ہے وہلم جرا غرض تم کسی طرح اس کے شکر سے عہدہ برا نہیں ہوسکتے۔پس ایسی حالت میں یہی شکر ہے کہ کہا جائے **لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک** اور اپنے عجز کا اقرار کیا جائے فتدبر تفہم۔قصہ ختم ہوا۔

شرح شبیری

یارب این الخ۔یعنی اے اللہ یہ عنایت ہماری طاقت کی حد سے تو باہر ہے آپ ہی کا لطف خفی کو سزاوار ہے۔

دستگیر از الخ۔یعنی دست گری کیجئے اور ہم کو ہمارے ہاتھ سے خرید لیجئے اور پردہ کو اٹھا دیجئے اور ہماری پردہ دری نہ کیجئے۔یعنی آپ کے دیدار کے جو حجاب مانع ہیں ان کو اٹھا دیجئے اور ہماری پردہ دری نہ کیجئے۔

باز خر ما الخ۔یعنی پھر ہم کو اس نفس پلید سے خرید لیجئے کہ اس کی چھری ہماری ہڈی تک پہنچ گئی ہے۔

از چو ما الخ۔یعنی اے شہ بے تاج وتخت ہم سے اس قید سخت کو کون کھول سکتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اینچنین الخ۔ یعنی اے ودود اس جیسے قفل گراں کو سوائے آپ کے فضل کے اور کون کھول سکتا ہے۔
ماز خود سوے الخ۔ یعنی ہم اپنے سے آپ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جبکہ آپ ہماری نسبت ہم سے زیادہ نزدیک ہیں جیسا کہ ارشاد ہے ونحن اقرب الیہ من حبل الورید۔
با چنیں نزدیکئے الخ۔ یعنی باوجود اس نزدیکی کے ہم دور ہی ہیں اور آپ ایسی تاریکی میں نور بھیجئے (جس سے ہماری آنکھیں کھلیں)
این دعا ہم بخشش الخ۔ یعنی یہ دعا آپ ہی کی بخشش اور تعلیم ہے ورنہ کھوڑی پر باغ کہاں اگتا ہے مطلب یہ کہ ہمارے اندر یہ باتیں کہاں تھیں یہ بھی آپ ہی کا فضل ہے۔
درمیان الخ۔ یعنی پھٹے خون کے درمیان میں سمجھ اور عقل بجز آپ کے اکرام اور کون نقل کرسکتا ہے مطلب یہ کہ دماغ میں جو کہ خون دریدہ ہے اس سمجھ اور عقل کا رکھ دینا یہ بھی آپ ہی کا فضل ہے۔
از دو پارہ الخ۔ یعنی چربی کے دو ٹکڑوں سے یہ نور جاری ہے کہ اس کے نور کی موج آسمان تک جاری ہے۔ مراد آنکھ ہے کہ دیکھو دماغ میں سے یہ نور آتا ہے جس میں کہ حیرت ہوتی ہے اور قدرت حق معلوم ہوتی ہے کہ اللہ اکبر کیا شے ہے کہ جس میں یہ نور ہے سبحان اللہ۔
گوشت پارہ الخ۔ یعنی ایک گوشت کا ٹکڑا کہ جسکا نام زبان ہے کہ اس سے علوم کے رودندی کی طرح بہتے ہیں۔
سوے سوراخیکہ الخ۔ یعنی اس سوراخ کی طرف کہ اس کا نام کان ہے باغ جان تک کہ اس کا میوہ ہوش ہے۔
شاہراہ الخ۔ یعنی ایک شاہراہ ہے کہ اس کی جان کا باغ اس کی شرح ہے اور اس عالم ظاہری کے باغ وبستان اسی کی فرع ہیں۔
اصل و سرچشمہ الخ۔ یعنی اصل اور سرچشمہ تو وہی ہے تم جلدی سے تجری تحتھا الانھار پڑھو۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو حق تعالیٰ کی قدرت میں عقل دنگ ہے کہ دماغ میں جو کہ گوشت پوست اور خون کا بنا ہوا ہے عقل جیسی لطیف شے رکھی آنکھوں کا نور بھی اس چربی وغیرہ میں رکھا کانوں میں سننے کی طاقت دی وغیرہ وغیرہ تو اصل میں تو ان چیزوں کو اسی کی راہ میں خرچ کرنا چاہیے اس لئے کہ اور اشیاء دنیوی سب اان کی فرع ہیں اور راہ حق وہی اصل اور سرچشمہ ہے آگے فرماتے ہیں کہ
قصہ رنجور الخ۔ یعنی اس بیمار کا قصہ حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیان کرو اس لئے کہ لطف حق کی تو کوئی انتہا ہی نہیں۔
شکر نعمت چون الخ۔ یعنی تم اس کی نعمتوں کا شکر کس طرح کرسکتے ہو جبکہ تمہارا یہ شکر بھی اس کے فضل سے ایک نئی نعمت ہے۔ مطلب یہ کہ ہمارا شکر کرنا بھی تو ایک نعمت خداداد ہے کہ اسی نے توفیق دی ورنہ کس کو توفیق ہوسکتی تھی لہٰذا اگر بالفرض پہلی نعمتوں کا شکر ادا بھی ہوگیا تب بھی یہ جو شکر کیا اس کا شکر کہاں ادا ہوا اگر اس کا ادا کیا تو اس کا جواب کیا کہاں ادا ہوا۔ ھکذا الیٰ غیر النھایۃ بس معلوم ہوگیا کہ حق تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر کوئی ادا نہیں کرسکتا۔ بس۔ شکر نعمہائے تو چندانکہ نعمہائے تو + عذر تقصیرات ما چندانکہ تقصیرات ما۔ اب چونکہ طالب کو سخت پریشانی ہوتی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے کہ آخر کس طرح شکر ادا کرنا چاہیے اور تم کہتے ہو کہ ادا ہو تا ہی نہیں تو اب کیا کریں اس کی تدبیر فرماتے ہیں کہ عجز تو از شکر الخ۔ یعنی تمہارا شکر سے عاجز ہونا ہی پورا شکر ہے سمجھ لو اور پالو بات پوری ہو چکی۔ مطلب یہ کہ یہ کہہ دینا کہ اے اللہ ہم تیری نعمتوں کے شکر کرنے سے عاجز ہیں یہی خود شکر ہے اور اسی سے شکر ادا ہو تا ہے کہ اس درگاہ میں عجز کو ظاہر کر دو اللھم لا نحصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک۔ آگے ان صحابی کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قصہ بیان فرماتے ہیں۔

تتمہ نصیحت حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آں بیمار را

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بیمار کو نصیحت کرنے کا بقیہ قصہ

گفت پیغمبر مرآں بیمار را	چوں عیادت کرد یار زار را
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس بیمار سے فرمایا	جب بیمار دوست کی مزاج پرسی کی
کہ مگر نوعے دعائے کردۂ	از جہالت زہر بائے خوردۂ
شاید تو نے کوئی دعا کی ہے	نادانی سے زہریلا شوربا پیا ہے
یاد آور چہ دعائے گفتۂ	چوں زمکر نفس می آشفتۂ
یاد کر کیا دعا کی ہے؟	جب تو نفس کے مکر سے پریشان ہوا ہے
گفت یادم نیست الا ہمتے	دار بامن یادم آید ساعتے
اس نے کہا مجھے یاد نہیں، مگر توجہ	ڈال دیجئے مجھ پر فوراً مجھے یاد آ جائے گی
از حضور نور بخش مصطفیٰ	پیش خاطر آمد او را آں دعا
آنحضورؐ کی نور عطا کرنے والی تشریف آوری سے	وہ دعا اس کے دل میں آ گئی
ہمت پیغمبرؐ روشن کدہ	پیش خاطر آمدش آں گم شدہ
نورانی خاندان کے پیغمبرؐ کی توجہ سے	وہ بھولی ہوئی (دعا) اس کے دل میں آ گئی
تافت زاں روزن کہ از دل تا دلست	روشنی کو فرق حق و باطل ست
اس روزن سے جو دل سے دل تک ہے چمکی	روشنی جو حق اور باطل میں فرق کر دینے والی ہے
گفت اینک یادم آمد اے رسول	آں دعا کہ گفتہ ام من بوالفضول
اس نے کہا اے رسول! اب مجھے یاد آ گئی	وہ دعا جو مجھ بے وقوف نے کی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں گرفتار گنہ می آمدم	غرقہ گشتہ دست و پائے می زدم
جب میں گناہ میں مبتلا ہوگیا	ڈوب کر ہاتھ پیر مارتا تھا
ہر گنہ باب کشائش میں زند	غرقہ دست اندر حشائش می زند
گنہگار نجات کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے	ڈوبتا ہوا گھاس پر ہاتھ مارتا ہے
از تو تہدید و وعیدے می رسید	مجرماں را از عذاب بس شدید
آپ کی جانب سے دھمکی اور ڈراوا پہنچا تھا	گنہگاروں کے لئے سخت عذاب کا
مضطرب می گشتم و چارہ نہ بود	بند محکم بود و قفل ناکشود
میں پریشان ہو گیا اور کوئی تدبیر نہ تھی	مضبوط قید تھی اور نہ کھلنے والا تالا
نے مقام صبر و نے راہ گریز	نے امیدے توبہ نہ جائے ستیز
نہ صبر کا مقام اور نہ بھاگنے کی جگہ	نہ توبہ کی امید نہ جھگڑے کا موقع
نے بغیر حق تعالیٰ یار من	ایں چنیں دشوار آمد کار من
نہ خدا کے علاوہ (کوئی) میرا دوست	میرا کام ایسا مشکل ہوگیا
من چو ہاروت و چو ماروت از حزن	آہ می کردم کہ اے خلاق من
میں غم سے ہاروت و ماروت کی طرح	آہ کرتا تھا کہ اے میرے پیدا کرنے والے؟

ذکر دشواری عذاب آخرت و سختی آن

آخرت کے عذاب کی دشواری اور سختی کا ذکر

از خطر ہاروت و ماروت آشکار	چاہ بابل را بکردند اختیار
ہاروت و ماروت نے خطروں کی وجہ سے علانیہ	بابل کے کنویں کو پسند کر لیا
تا عذاب آخرت اینجا کشند	گر بزند و عاقل و ساحر وشند
تاکہ آخرت کے عذاب کو اسی جگہ بھگت لیں	ہوشیار ہیں اور عقلمند ہیں اور جادوگر جیسے ہیں
نیک کردند و بجائے خویش بود	سہل تر باشد ز آتش رنج دود
اچھا کیا اور بامحل تھا	دھویں کی تکلیف آگ سے زیادہ آسان ہوتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

حد ندارد وصف رنج آنجہاں	سہل باشد رنج دنیا پیش آں
اس عالم (آخرت) کی تکلیف کی کوئی حد نہیں ہے	دنیا کی تکلیف اس کے مقابلہ میں آسان ہے
اے خنک آں کو جہادے می کند	بر بدن زجرے ودادے می کند
قابل مبارک باد ہے وہ شخص جو مجاہدہ کرتا ہے	بدن کو تنبیہ اور اسکے ساتھ انصاف کرتا ہے
تاز رنج آں جہانے وارہد	برخوداں رنج عبادت می نہد
تاکہ اس جہاں (آخرت) کی تکلیف سے نجات پالے	اپنے اوپر عبادت کی تکلیف ڈالتا ہے

شرح حبیبی

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بیمار صحابی سے ان کی عیادت کے وقت فرمایا کہ شاید تو نے کوئی دعا کی ہے جس کا یہ نتیجہ ہے اور اپنی نادانی سے زہر آلود شوربا کھایا ہے اور اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی ماری ہے اچھا یاد کرو کہ جب تم مکر نفس سے پریشان ہوئے تو تم نے کیا دعا کی تھی۔ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے تو یاد نہیں آتا۔ حضور کچھ میرے قلب کی طرف توجہ فرمائیں تاکہ یاد آ جائے۔ غرض کہ حضور کی دلوں کو منور کرنے والی موجودگی کے سبب ان کو وہ دعا یاد آ گئی اور معدن نور پیغمبر کی توجہ سے وہ بھولی ہوئی دعا ذہن میں آ گئی کیونکہ وہ روشنی جو حق و باطل میں امتیاز کرنے والی ہے اس راہ سے جو ایک دل سے دوسرے دل تک ہوتا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان صحابی تک پہنچی اور یہ روشنی اس کے یاد آنے کا سبب ہوگئی اس وقت ان صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ دعا جو مجھ لغو آدمی نے کی تھی یاد آ گئی۔ قصہ یہ ہے کہ جب میں کسی گناہ میں مبتلا ہوتا تھا تو میں مثل غریق کے ہاتھ پاؤں مارتا تھا اور نجات کی تدبیر کرتا تھا چنانچہ قاعدہ ہے گنہگار نجات کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے یعنی صورت رہائی سوچتا ہی ہے جیسا کہ ڈوبنے والا تنکے کا سہارا ڈھونڈتا ہے اس طرف تو مجھے نجات کی فکر ہوتی ہے ادھر حضور والا کی جانب سے گناہگاروں کے لئے سخت عذاب کی دھمکیاں اور وعیدیں سنتا تھا اس سے میں پریشان ہوگیا اور کوئی تدبیر رہائی کی میری سمجھ میں نہ آئی۔ بیڑی مضبوط تھی اور قفل کھلنے والا نہیں تھا کیونکہ نہ تو میں اپنے اندر عذاب آخرت کے تحمل کی قوت دیکھتا تھا اور نہ اس سے بھاگنے اور جان بچانے کی کوئی صورت میرے ذہن میں تھی نہ توبہ کی امید تھی اور نہ حق سبحانہ سے مقابلہ ہی کر سکتا تھا اور نہ خدا کے سوا کوئی یار و مددگار تھا۔ غرض میں اس سخت مصیبت میں گرفتار تھا۔ ان وجوہ سے میں حق سبحانہ سے ہاروت و ماروت کی طرح محزون ہو کر اور آہ و زاری کر کے دعا کرتا تھا۔ ہاروت و ماروت نے عذاب آخرت کے خوف سے چاہ بابل کو اختیار کر لیا تاکہ آخرت کے عذاب کے عوض دنیا ہی میں عذاب بھگت لیں۔ واقعی بڑے ہوشیار عقلمند اور ساحر وش ہیں۔ یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کارروائی انہوں نے بہت خوب کی اور بہت ٹھیک تھی۔ کیونکہ آگ کی تکلیف سے دھوئیں کی تکلیف کا برداشت کرنا سہل ہے اور اس جہان کی تکلیف ناقابل بیان ہے اور دنیا کی تکلیف اس کے سامنے آسان ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ وہ شخص بڑے مزے میں ہے جو مجاہدہ کرتا ہے اور اپنے جسم پر تعجیہ اور اس کے ساتھ عدل کرتا ہے یعنی اس کو معاصی سے روکتا ہے اور اس کو صدور معاصی پر سزائے مناسب دیتا ہے اور آخرت کی تکلیف سے نجات پانے کے لئے اس کو عبادت کی تکلیف میں گرفتار کرتا ہے۔ آگے مولانا اصل قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں اور کہتے ہیں

شرح شبیری

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا اس مریض کو نصیحت فرمانا اور دعا سکھانا

گفت پیغمبر الخ۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس مریض یار غار کی عیادت کی تو ان کو یہ ارشاد فرمایا کہ

کہ مگر نوعے الخ۔ یعنی کہ شاید تم نے کسی قسم کی دعا کی ہے اور جہالت کی وجہ سے زہر آلود کوئی شے کھالی ہے۔ مطلب یہ کہ کوئی ایسی دعا جو کہ نقصان دہ تھی تم نے اپنے لئے کی ہے۔

یاد آور چہ الخ۔ یعنی یاد کرو کہ تم نے کیا دعا کی ہے جبکہ مکر نفس کی وجہ سے پریشان ہوئے ہو۔

گفت یادم الخ۔ یعنی انہوں نے عرض کیا کہ مجھے یاد نہیں ہے مگر آپ توجہ رکھئے مجھے ایک گھڑی میں یاد آ جائے گی۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

از حضور الخ۔ یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور بخش حضور کی وجہ سے وہ دعا ان کے دل کے سامنے آ گئی۔

ہمت پیغمبر الخ۔ یعنی پیغمبر روشن کردہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ سے ان کے دل کے سامنے وہ گم شدہ شے آ گئی۔

تافت زان الخ۔ یعنی اس روزن سے جو کہ دل سے دل تک ہے وہ روشنی جو کہ حق اور باطل میں فرق کرنیوالی ہے چمکی۔

گفت اینک الخ۔ یعنی عرض کیا کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دعا یاد آ گئی جو کہ میں نے نادانی سے کی تھی۔

چون گرفتار الخ۔ یعنی جبکہ میں گرفتار گناہ ہو رہا تھا اور (بحر عصیان میں) ڈوبے ہوئے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا

پر گنہ باب الخ۔ یعنی گناہ سے بھرا ہوا کشائش کے دروازہ کو کھولتا ہے اور ڈوبتا ہوا ہاتھ تنکوں میں مارتا ہے۔ یعنی کہ مشہور ہے کہ الغریق یتشبث بکل حشیش اسی طرح میں بھی ذرا ذرا سی بات سے سہارا لیتا تھا اور گناہوں سے بچنے کی جو تدبیر بھی سمجھ میں آتی تھی کرتا تھا۔

از تو تہدید الخ۔ یعنی آپ سے تہدید اور وعیدیں معلوم ہوتی تھیں مجرموں کے لئے عذابات شدیدکی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مضطرب مے گشتم الخ۔ یعنی میں مضطرب ہوتا تھا اور کوئی علاج نہ تھا ایک مضبوط قید تھی اور ایک نہ کھلنے والا قفل تھا۔

نے مقام صبر ونے الخ۔ یعنی نہ تو صبر کا مقام نہ بھاگنے کی جگہ نہ امید (قبولیت) توبہ کی نہ جھگڑے کی جگہ۔

نے بغیر الخ۔ یعنی حق تعالیٰ کے سوا اور کوئی میرا یار نہ تھا میرا کام کچھ ایسا دشوار ہو گیا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ گناہوں میں تو مبتلا تھا اور وعیدیں ان پر آپ سے سنتا تھا تو اب پریشان ہوا کہ کیا کروں کچھ سمجھ میں نہ آیا تو یہ دعا کر لی جس کا آگے خود ذکر کریں گے۔

ہمچو ہاروت الخ۔ یعنی ہاروت اور ماروت کی طرح غم کی وجہ سے میں آہ کر رہا تھا کہ اے میرے خالق۔ وہ دعا تو آگے بیان کریں گے چونکہ یہاں ہاروت و ماروت کی حالت سے تشبیہ دی ہے اس لئے آگے کچھ ان کا ذکر فرماتے ہیں۔ محققین کے نزدیک تو یہ قصہ ہاروت ماروت کا جو مشہور ہے غلط ہے مگر مولانا بناءً علی المشہور اس کو بیان فرماتے ہیں

عذاب آخرت کی دشواری اور اس کی سختی کا بیان

از خطر الخ۔ یعنی خوف کی وجہ سے ہاروت اور ماروت نے ظاہر طور پر بابل کے کنویں کو اختیار کیا۔ قصہ ان کا مشہور ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب ان سے سوال ہوا کہ عذاب آخرت چاہتے ہو یا قید بابل تو انہوں نے چاہ بابل ہی کو اختیار کیا تھا۔

تا عذاب الخ۔ یعنی تا کہ عذاب آخرت کا یہیں بھگت لیں وہ ہوشیار تھے اور عاقل اور ساحر تھے۔

نیک کردند الخ۔ یعنی انہوں نے اچھا کیا اور ٹھیک کیا اس لئے کہ دھوئیں کی تکلیف آگ سے کم ہوتی ہے۔ یعنی انہوں نے جو عذاب دنیا کو اختیار کر لیا یہ بہتر کیا اس لئے کہ وہاں کی تکلیف کے مقابلہ میں یہاں کی کلفت اور عذاب اور رنج تو کوئی شے ہی نہیں آگے خود بھی فرماتے ہیں۔

حد ندارد الخ۔ یعنی اس جہان کے تکالیف کے بیان کی تو کوئی حد نہیں ہے (بس یہ سمجھ لو کہ) کہ دنیا کی تکلیف اس کے سامنے بہت سہل ہے۔

اے خنک الخ۔ یعنی وہ اچھا ہے جو کہ جہاد کرتا ہے اور بدن ہی پر سختی اور ظلم کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ جو دنیا ہی میں تکالیف برداشت کر لیتا ہے اور مجاہدہ کرتا ہے وہی اچھا ہے اس لئے کہ وہاں کی کلفت سے چھوٹ جاتا ہے۔

تا ز رنج الخ۔ یعنی تا کہ اس جہان کی تکلیف سے چھوٹ جائے اپنے اوپر عبادت کی تکلیف کو رکھ لیتا ہے۔

یہاں تک فرما کر پھر ان صحابی کی دعا کا ذکر فرماتے ہیں کہ۔

من ہمی گفتم کہ یارب آں عذاب	ہم دریں عالم براں بر من شتاب
میں نے بھی یہ کہا کہ اے خدا! وہ سزا	اسی عالم (دنیا) میں جلدی سے جاری کر دے

www.besturdubooks.wordpress.com

تادراں عالم فراغت باشدم	درچنیں درخواست حلقہ می زدم
تاکہ اس عالم (آخرت) میں مجھے فراغت حاصل ہو	اس طرح کی درخواست پر میں زنجیر کھٹکھٹاتا تھا
اینچنیں رنجورئے پیدام شد	جان من از رنج بے آرام شد
اس قسم کی بیماری مجھ میں پیدا ہو گئی	کہ میری جان تکلیف سے بے آرام ہو گئی
ماندہ ام از ذکر و از اوراد خودَ	بے خبر گشتم زخویش و نیک و بد
ذکر اور اپنے وظائف سے میں عاجز ہو گیا ہوں	اپنے اور اچھے برے سے بے خبر ہو گیا ہوں
گرنمی دیدم کنوں من روئے تو	اے خجستہ وے مبارک خوئے تو
اگر اب میں آپ کا چہرہ نہ دیکھتا	اے بابرکت اور اے وہ ذات کہ تیری خصلت مبارک ہے
می شدم از دست من یکبارگی	کردیم شاہانہ ایں غم خوارگی
میں ایک بارگی اپنے ہاتھ سے گیا گزرا ہو جاتا	آپ نے میری شاہانہ غمخواری فرمائی
گفت ہے ہے ایں دعا دیگر مکن	بر مکن تو خویش را از بیخ و بن
آپ نے فرمایا خبردار! یہ دعا پھر نہ کرنا	اپنے آپ کو جڑ بنیاد سے نہ اکھاڑ
تو چہ طاقت داری اے مور نژند	کہ نہد بر تو چناں کوہے بلند
اے کمزور چیونٹی! تو کیا طاقت رکھتا ہے	کہ وہ (اللہ تعالی) تجھ پر اس قدر اونچا پہاڑ دھر دے
گفت توبہ کردم اے سلطاں کہ من	از سر جلدی نیا نم ہیچ فن
اس نے کہا اے شاہ! میں نے توبہ کی	عجلت میں کوئی ترکیب عمل میں نہ لاؤں گا
ایں جہاں تیہ است و تو موسیٰ و ما	از گنہ در تیہ ماندہ مبتلا
یہ دنیا تیہ ہے اور آپ موسیٰ ہیں اور ہم	گناہ کی وجہ سے تیہ میں مبتلا ہیں
سالہا رہ می رویم و در اخیر	ہمچناں در منزل اول اسیر
ہم سالوں کی مسافت طے کرتے ہیں اور آخر میں	اسی طرح پہلی منزل کے پابند ہیں

شرح حبیبی

ہاروت و ماروت کی طرح میں بھی کہتا تھا کہ اے اللہ وہ عذاب جو آخرت میں ملنے والا ہے اسی عالم میں جلدی مجھے دیدے تاکہ اسی عالم میں فارغ ہو جاؤں اور اسی قسم کی درخواست سے حق سبحانہ کے باب اجابت کی

www.besturdubooks.wordpress.com

زنجیر کھنکھناتا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسی قسم کی بیماری مجھے لاحق ہو گئی جس کی تکلیف سے میری جان بے کل ہو گئی۔ میں اس کے سبب اذکار و وظائف سے بھی رہ گیا۔ اب نہ مجھے اپنی خبر ہے اور نہ بھلے برے کی۔ اے مبارک چہرہ اور اے مبارک خو اگر میں آپ کی صورت نہ دیکھتا تو میں ہاتھ سے جاتا رہا تھا یعنی مر چکا ہوتا۔ لیکن دفعۃً حضور والا نے میری شاہانہ غمخواری کی کہ عیادت کو تشریف لائے اس سے میں بچ گیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو خبردار ایسی دعا پھر نہ کرنا اور اپنے کو بیخ و بن سے نہ اکھاڑنا یعنی تباہ نہ ہو جانا یہ تباہی کی بات ہے اے حقیر چیونٹی تیری کیا طاقت ہے کہ حق سبحانہ تجھ پر اتنا بڑا مصیبت کا پہاڑ ڈالیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور میں توبہ کرتا ہوں کہ اس قدر جلد کوئی کام نہ کرونگا بلکہ سوچ سمجھ کر اور مشورہ و فتویٰ لے کر کرونگا۔ ہماری حالت تو یہ ہے کہ یہ جہان ہمارے لئے مثل وادی تیہ کے ہے اور حضور ہمارے موسیٰ ہیں اور ہم اپنی شامت اعمال کی بدولت اسی تیہ میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ہم برسوں خدا کا راستہ قطع کرتے ہیں اور ریاضات و مجاہدات کرتے ہیں لیکن پھر کوئی نہ کوئی گناہ ہو جاتا ہے اور پھر وہیں کے وہیں آجاتے ہیں جہاں سے چلے تھے۔

شرح شبّیری

من ہمی گفتم الخ۔ یعنی میں کہا کرتا تھا کہ اے اللہ وہ عذاب مجھ پر اسی عالم میں جلدی سے فرما دیجئے۔

تا دران الخ۔ یعنی تاکہ اس عالم میں مجھے فراغت حاصل ہو جائے تو میں اس درخواست میں کوشش کر رہا تھا۔

اندچنین رنجورے الخ۔ یعنی مجھے ایسی بیماری پیدا ہو گئی اور میری جان تکلیف کی وجہ سے بے آرام ہو گئی۔

ماندہ ام الخ۔ یعنی اب میں اپنے ذکر سے اور وظیفوں سے عاجز ہو گیا ہوں اور اپنوں سے اور برے بھلے سب سے بے خبر ہو گیا ہوں۔

گرنمی دیدم الخ۔ یعنی اگر میں اب آپ کے چہرۂ انور کی زیارت نہ کر لیتا۔ اے وہ ذات کہ آپ کے خصائل بہت ہی مبارک ہیں۔

می شدم الخ۔ یعنی میں تو اپنے ہاتھ سے ایک دفعہ ہی ہو چکا تھا آپ نے میرے لئے یہ شاہانہ غمخوارگی فرمائی۔ مطلب یہ کہ میں تو یہ دعا کر کے اپنے ہاتھوں برباد ہو چکا تھا مگر اب حضرت کی تشریف آوری سے کچھ تسلی ہوئی اور امید ہے کہ ہدایت ہو جائے اور مغفرت کی امید ہو گئی ہے۔

گفت ہے ہے الخ۔ یعنی ارشاد فرمایا کہ ارے ارے یہ دعا پھر مت کرنا تو اپنے آپ کو جڑ ہی سے مت اکھاڑ۔ مطلب یہ کہ اس طرح ایسی دعا کر کے اپنے ہاتھوں تباہ مت ہو خبردار ایسی دعا ہرگز کبھی مت کرنا۔

تو چہ طاقت الخ۔ یعنی اے کمزور چیونٹی تجھے کیا طاقت ہے کہ تجھ پر ایسا بڑا پہاڑ رکھ دیا جائے۔ مطلب یہ کہ تم نے جو دعا کی کہ مجھے دنیا ہی میں عذاب دے لو تو خواہ دنیا میں ہو یا آخرت میں عذاب تو ہے پھر تمہارے اندر عذاب حق کی کہاں طاقت ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت توبہ الخ۔ یعنی انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے بادشاہ میں توبہ کرتا ہوں اب کبھی جلدی سے ایسے بات نہ کہوں گا۔

این جہان الخ۔ یعنی یہ جہان وادی تیہ (کی طرح) اور آپ موسےٰ (کی طرح) ہیں اور ہم گناہ کی وجہ سے تیہ میں مبتلا ہوئے ہیں۔

سالہا رہ الخ۔ یعنی برسوں تک راستہ چلتے ہیں اور اخیر میں اسی طرح اول منزل میں قید ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہماری تو گناہوں میں ایسی حالت ہے کہ بارہا توبہ کرتے ہیں اور اس سے کچھ ترقی حاصل ہوتی ہے اور قلب کی درستی ہوتی ہے مگر پھر اس توبہ کو توڑ دیتے ہیں اور جہان کے تہان رہ جاتے ہیں جس طرح کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم تھی کہ دن بھر وہ راستہ کی تلاش میں پھرتے تھے اور شام کو وہیں موجود ہوتے تھے جہاں سے کہ چلے تھے۔ آگے مولانا قوم موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

ذکر قوم موسیٰ علیہ السلام و پشیمانی ایشاں

موسیٰ علیہ السلام کی قوم اور ان کی شرمندگی کا تذکرہ

قوم موسیٰ راہ می پیمودہ اند	آخر اندر گام اول بودہ اند
(حضرت) موسیٰ کی قوم راستہ طے کرتی	(لیکن) نتیجہ میں وہ پہلی جگہ پر ہوتی
گر دل موسیٰ زما راضی بدے	تیہ را راہ و کراں پیدا شدے
اگر (حضرت) موسیٰ کا دل ہم سے خوش ہوتا	تیہ کا راستہ اور کنارہ معلوم ہو جاتا
ور بہ کل بیزار بودے اوز ما	کے رسیدے من و سلویٰ از سما
اگر وہ ہم سے بالکلیہ بیزار ہوتے	تو من و سلویٰ آسمان سے کب آتا
کے زسنگے چشمہا جوشاں شدے	در بیاباں تا امان جاں شدے
پتھر سے چشمے کب جوش مارتے	جنگل میں حتیٰ کہ جان کی امان بن گئے
بل بجائے خواں خود آتش آمدے	اندریں منزل لہب بر ما زدے
بلکہ خوان کی بجائے آگ برتی	اس منزل میں لپٹ ہمیں مارتی
چوں دو دل شد موسیٰ اندر کار ما	گاہ خصم ماست و گاہے یار ما
چونکہ ہمارے معاملہ میں موسیٰ دو دلے ہو گئے ہیں	کبھی ہمارے دشمن ہیں اور کبھی ہمارے دوست ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

خشمش آتش می زند در رخت ما	حلم او ردمی کند تیر بلا
ان کا غصہ ہمارے سامان کو پھونک دیتا ہے	ان کی بردباری مصیبت کا تیر لوٹا دیتی ہے
کے بود کہ حلم گردد خشم تیز	نیست نادر ایں زلطف اے عزیز
کب ہوگا کہ ان کا تیز غصہ بردباری بن جائے	اے خدا! یہ تیری مہربانی سے دور نہیں ہے
مدح حاضر وحشت است از بہر ایں	نام موسیٰ می برم قاصد چنیں
منہ پر تعریف کرنا ناراضی (کا سبب) ہے اس لئے	میں عمداً اس طرح (حضرت) موسیٰ کا نام لے رہا ہوں
ورنہ موسیٰ کے روا دارد کہ من	پیش تو یاد آورم از ہیچ تن
ورنہ (حضرت) موسیٰ کب گوارا کرتے کہ میں	آپ کے سامنے کسی کو یاد کروں

شرح حبیبی

(یہ مقولہ صحابی بیمار ہے اور اشعار بالا کا تتمہ ہے ان کے ساتھ ملا کر پڑھنا چاہیے) ان صحابی نے یہ بھی فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم روزانہ چلتی تھی لیکن جہاں سے چلتی تھی پھر وہیں آ جاتی تھی۔ وہ کہتی تھی کہ حالت موجودہ بتلا رہی ہے کہ موسیٰ ہم پر کچھ ناخوش ہیں اور کچھ مہربان کیونکہ اگر بالکل راضی ہوتے تو تیہ کے اندر ہم کو راستہ مل جاتا اور یہ طے ہو جاتا اور اگر بالکل ناخوش ہوتے تو حق سبحانہ کی جانب سے بے مشقت غذائے من و سلویٰ ہم کو نہ ملتی اور نہ پتھر سے چشمے نکلتے جنہوں نے ہماری جان بچائی ہے بلکہ خوان نعمت کے بجائے آتش قہر نازل ہوتی اور اسی جگہ ہم کو پھونک دیتی پس چونکہ موسیٰ علیہ السلام ہمارے معاملہ میں یکسو نہیں ہیں بلکہ کبھی ہمارے مخالف اور ہم سے ناخوش ہیں اور کبھی موافق اور خوش اس لئے ان کی آتش خشم تو ہمارے سامان کو جلاتی ہے یعنی اس کے باعث ہم کو مصیبت پہنچتی ہے اور ان کا حلم تیر بلا کو رد کرتا ہے اور ہم پر بجائے مصیبت کے انعام ہوتا ہے وہ دن کب ہوگا کہ ان کا غصہ بھی حلم بن جائے اور یہ کچھ ان کے الطاف بیکراں سے بعید نہیں یہ جو کچھ میں نے قوم موسیٰ اور موسیٰ علیہ السلام کے متعلق بیان کیا ہے اس سے مقصود مجھ کو اپنی حالت زبوں کا اظہار ہے اور جناب والا کی تعریف اور حضور سے رحم کی التجا ہے اور یہ عنوان محض ایک پردہ ہے اس پردہ کی ضرورت اس لئے ہوئی کہ خود حضور کے سامنے حضور کی تعریف کرنا حضور کی ناخوشی کا باعث ہوگا ورنہ خود موسیٰ علیہ السلام بھی اس کو گوارا نہ کریں گے کہ حضور کے سامنے اس کی تعریف کی جائے یہاں تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے آگے حق سبحانہ سے مناجات کرتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

موسیٰ علیہ السلام کی قوم اوران کی پشیمانی کا ذکر

قوم موسے الخ۔ یعنی قوم موسے علیہ السلام راستہ کوناپتی تھی اورآخرکارقدم اول ہی رہتے تھے(یعنی جہاں سے چلتے تھے وہیں پرشام کوموجود ہوتے تھے)

راز میگفتند الخ۔ یعنی سارے مرداورعورتیں اوربڈھے اورجوان ظاہرطورپراورپوشیدہ طورپرسرگوشیاں کرتے تھے کہ

گردل موسے الخ۔ یعنی اگرموسیٰ علیہ السلام کاقلب ہم سے راضی ہوتاتوتیہ کاراستہ اورکنارہ ظاہرہوجاتا۔

وربکل الخ۔ یعنی اوراگربالکل ہم سے بیزارہوتے تومن وسلویٰ آسمان سے کب آتا۔آسمان سے آنے سے مرادخوان لگ کرآنانہیں ہے اس لئے کہ ایسانہ ہوتاتھابلکہ مرادیہ ہے کہ بے تعب کے یہ دونوں چیزیں مل جاتی تھیں۔ترنجبین درختوں پرسے اوربٹیرجنگل سے ہاتھ آجاتی تھیں توگویاکہ آسمان ہی سے آتاتھااس لئے کہ ان کوتوکچھ کرناہی نہ پڑتاتھا۔

کے زسنگے الخ۔ یعنی ایک پتھرسے چشمے کب ابلتے کہ بیابان میں وہ جان کے لئے امن ہوتے۔مطلب یہ کہ اگروہ راضی ہوتے تب تواس قیدمیں ہم کیوں پھنستے اوراگرناراض ہوتے توہم کوروزانہ یہ نعمتیں کیسے میسرآتیں غرض کہ کچھ پتہ نہ چلتاتھااورکہتے تھے کہ

بل بجائے الخ۔ یعنی بلکہ بجائے خوان نعمت کے خودآگ آتی اوراس شعلہ میں ہم پرپڑتی۔مطلب یہ ہے کہ وہ اس شش وپنج میں تھے کہ اگرموسیٰ علیہ السلام راضی ہیں تواس تیہ میں بھٹکناکیااوراگرناراض ہیں تویہ نعمتیں کیسی بلکہ اورغضب نازل ہوناچاہیےاورکہتے تھے کہ

چون دودل الخ۔ یعنی ہمارے معاملہ میں موسیٰ علیہ السلام دودل کیوں ہورہے ہیں کہ کبھی ہمارے دشمن ہیں(کہ راستہ نہیں ملتا)اورکبھی دوست ہیں(جسکااثرہے کہ نعمتیں مل رہی ہیں)

خشمش آتش الخ۔ یعنی ان کاغصہ توہمارے اسباب میں آگ لگادیتاہےاورانکاحلم تیربلاکوردکردیتاہے۔

جب اس مصیبت میں مبتلاہیں تواب حق سے دعاکرتے ہیں کہ

کے بود کہ الخ۔ یعنی اے اللہ یہ کب ہوگاکہ غصہ بھی حلم ہوجائےاورآپ کے لطف سے یہ کچھ عجب نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ چونکہ موسیٰ علیہ السلام کی خفگی تواسی لئے تھی کہ حق تعالیٰ ناراض تھےاس لئے دعاکرتے ہیں کہ اے اللہ ہم پریہ نعمتیں کہ من وسلویٰ بلاتعب حاصل ہوجاتاہےآپ نے نازل فرمادی ہیں مگراس کے ساتھ میں جویہ اثر

www.besturdubooks.wordpress.com

غضب کا ہے کہ راستہ نہیں ملتا خدا کے لئے اس کو بھی مبدل بہ رحمت فرما دیجئے اور راستہ عنایت فرما دیجئے غرضکہ ان صحابی نے یہ عرض کیا کہ جس طرح کہ یہ لوگ اس تیہ میں مبتلا تھے اور جہاں کے تھے شام کو واپس آ جاتے تھے اور نکلنا نصیب نہ ہوتا تھا یہی حالت ہماری ہے کہ توبہ کرتے ہیں اور حق تعالیٰ کی رضامندی کو حاصل کرتے ہیں کہ جس سے راہ حق طے ہوتی ہے مگر پھر توبہ توڑ دیتے ہیں اور جیسے تھے ویسے ہی ہو جاتے ہیں اور پھر ناراضگی حق تعالیٰ کی عود کر آتی ہے جس سے کہ موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ بھی ناراض ہو جاتے ہیں اور اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ توفیق اعمال صالحہ کی نہیں رہتی اس لئے خدا کے لئے ایسی نظر رحمت فرمایئے کہ پھر گمراہی نہ ہو اور پھر کبھی توبہ شکنی کی نوبت نہ آئے اور اعمال صالحہ کی توفیق مدت العمر باقی رہے۔ آمین یا رب العالمین۔ اب چونکہ ان صحابیؓ نے حضورؐ سے رحم کی درخواست اس طرح کی کہ اپنے گناہ میں مبتلا ہونے کو قوم موسیٰ کے وادی تیہ میں سرگشتہ ہونے سے اور حضور کو موسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ دی اور پھر ان کے قول کو اپنے لئے بھی چاہا حالانکہ ممکن تھا کہ یہ ساری باتیں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے عرض کر لیتے تو ایسا نہ کرنے کی وجہ آگے وہ خود فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ صحابی عرض کرتے ہیں کہ چونکہ کسی شخص کی مدح اگر اس کے سامنے کی جائے تو اس کو ایک قسم کی پریشانی ہوتی ہے اور وہ اس سے اکتاتا ہے اور پھر ایک قسم کی خوشامد اور ریا بھی ہوتی ہے اس لئے میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کر کے اس سے آپ کو تشبیہ دی اور پھر اپنی حالت کو بھی عرض کر دیا۔ انتہیٰ اب سنو کہ فرماتے ہیں کہ

مدح حاضر الخ۔ یعنی مدح حاضر کی چونکہ وحشت پیدا کرنے والی ہوتی ہے اس لئے میں نے قصداً اس طرح موسیٰ علیہ السلام کا نام لیا۔

ورنہ موسیٰ کے الخ۔ یعنی ورنہ موسیٰ علیہ السلام خود کب جائز رکھتے تھے کہ میں آپ کے ہوتے ہوئے کسی اور کو یاد کروں۔ مطلب یہ کہ میرا موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کو لانا صرف اس لئے ہے کہ اپنی تعریف سن کر کہیں آپ اکتا نہ جائیں۔ اس لئے ان کی صفات بیان کر کے ان کی نسبت اس طرح عرض کر دیا کہ بس یہی حالت ہماری اور آپ کی ہے ورنہ بھلا میں تو کیا موسیٰ علیہ السلام بھی اس کو روا نہ رکھتے کہ آپ کے ہوتے ہوئے اوروں کی تعریف کی جائے۔ نعوذ باللہ بلکہ صرف مقصود یہ تھا کہ آپ کو ہماری حالت معلوم ہو جائے بس اس کو فرما کر آگے پھر انتقال ہے اور پر جو دعا فرمائی تھی کہ یا رب این بخشش نہ حد کار ماست الخ۔ اب آگے بھی مولانا درگاہ باری میں دعا فرماتے ہیں کہ

عہد ما بشکست صد بار و ہزار	عہد تو چوں کوہ ثابت برقرار
ہمارا عہد سینکڑوں اور ہزاروں بار ٹوٹا ہے	تیرا عہد پہاڑ کی طرح ثابت برقرار ہے
عہد ما کاہ و بہر بادے زبوں	عہد تو کوہ و زصد کہ ہم فزوں
ہمارا عہد تنکا ہے اور ہر ہوا سے مغلوب ہے	تیرا عہد پہاڑ ہے اور سینکڑوں پہاڑوں سے بڑھا ہوا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

حق آں قوت کہ بر تلوین ما	رحمتے کن اے امیر لونہا
اس قوت کا واسطہ جو تجھے ہماری نیرنگیوں پر ہے	اے حالات کے فرمانروا! رحم فرما دے
خویش را دیدم و رسوائی خویش	امتحان ما مکن اے شاہ بیش
میں نے اپنے آپ کو اور اپنی رسوائی کو دیکھ لیا	اے شاہ! ہمارا زیادہ امتحان نہ لے
تا فضیحتہائے دیگر رانہاں	کردہ باشی اے کریم مستعاں
تاکہ دوسری رسوائیوں کو تو پوشیدہ	کردے اے مددگار کریم!
بیحدی تو در جمال و در کمال	در کژی ما بیحدیم و در ضلال
تو جمال اور کمال میں لامحدود ہے	ہم کجی اور گمراہی میں لاانتہا ہیں
بیحدی خویش بگمار اے کریم	بر کژی بیحد مشتے لئیم
اے کریم! اپنی بے پایانی مسلط فرما دے	ایک مٹھی (خاک) کمینے کی لامحدود کجی پر
ہیں کہ از تقطیع ما یک تار ماند	مصر بودیم و یکے دیوار ماند
دیکھ! ہمارے لباس کا ایک تار رہ گیا ہے	ہم شہر تھے اور ایک دیوار رہ گئی ہے
البقیہ البقیہ اے خدیو	تا نگردد شاد کلی جان دیو
اے شاہ! باقی کی حفاظت کر	تاکہ شیطان کی جان بالکلیہ خوش نہ ہو
بہر ما نے بہر آں لطف نخست	کہ تو کردی گمرہاں را باز جست
ہماری وجہ سے نہیں اس پہلی مہربانی کی وجہ سے	کہ تو نے گمراہوں کو تلاش کیا ہے
چوں نمودی قدرتت بنمائے رحم	اے نہادہ رحمہا در شحم و لحم
جب تو نے اپنی قدرت کا اظہار کیا ہے رحم فرما دے	اے وہ ذات! جس نے چربی اور گوشت میں رحم (کا مادہ) رکھ دیا ہے
زیں دعا گر خشم افزاید ترا	تو دعا تعلیم فرما مہترا
اگر یہ دعا تیرا غصہ بڑھائے	اے بڑے! تو (اور) دعا سکھا دے
آنچناں کآدم بیفتاد از بہشت	رجعتش دادی کہ رست از دیو زشت
جیسا کہ (حضرت) آدم جنت سے گرے	ان کو تو نے ربنا ظلمنا کے طریقہ کی تعلیم عطا کی کہ شیطان سے نجات پاگئے

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

اے اللہ ہمارا عہد اطاعت کامل سینکڑوں بلکہ ہزاروں بار ٹوٹ چکا ہے اور تیرا عہد انعام و اکرام ہنوز پہاڑ کی طرح ثابت و برقرار ہے۔ ہمارا عہد تو ایک تنکے کی مثل اور ہر بادِ ہوائے نفس سے متزلزل اور کمزور ہو جاتا ہے۔ تیرا عہد پہاڑ ہے بلکہ سو پہاڑوں سے بھی بڑھ کر ہے۔ تجھے اس قدرت کی قسم جو تجھ کو ہماری تلوین و تغیر پر حاصل ہے ہم پر رحم کر ہم نے اپنے کو بھی دیکھ لیا اور اپنی رسوائی کو بھی دیکھ لیا اے شہنشاہ اس سے زیادہ ہمارا امتحان نہ کر دیکھ ہماری دیگر رسوائیوں کو چھپا لینا (ہم میں اب برداشت کی قوت نہیں) اقول ہذا اوجہ مما قال ملا علی القاری بل ہو الصواب وما قالہ یاباہ السباق والسیاق فتدبر) تو جمال و کمال میں بے حد ہے اور ہم کجی و گمراہی میں بے حد ہیں۔ پس اپنی بے حدی کو اس ناچیز کی کجی بے حد پر مسلط کر کہ وہ اس کو زائل کر دے دیکھ ہمارے کپڑے کا ایک تار باقی رہ گیا ہے اور ہم ایک شہر تھے اب صرف ایک دیوار باقی رہ گئی ہے یعنی ہم بہت تباہ و برباد ہو چکے اب ہماری کامل تباہی میں تھوڑی ہی کسر باقی ہے۔ پس اے اللہ تو اس بقیہ کی حفاظت کر اور اس کو فنا ہونے سے بچا ایسا نہ ہو کہ ہم بالکل تباہ ہو جائیں اور شیطان کو پوری خوشی حاصل ہو جائے تو یہ ہمارے لئے نہ کر کیونکہ ہم تو اس قابل نہیں کہ ہم پر کچھ رحم کیا جائے بلکہ تو اپنی اس لطف قدیم پر نظر کر کے ایسا کر جس نے گمراہوں کی دوبارہ دستگیری فرمائی ہے اور ان کی ہدایت کے لئے پیغمبر کو بھیجا ہے۔ اے اللہ تو گوشت پوست میں رحم پیدا کرنے والا ہے تو اپنی قدرت دکھلا چکا اور ہم دیکھ چکے اب رحم کر کہ ہم میں اس سے زیادہ تاب نہیں اگر میری دعائے سابق کی طرح یہ دعا بھی تجھے ناپسند ہو تو اے سردار تو کوئی اور دعا تعلیم فرما۔ جس طرح تو نے حضرت آدمؑ کو توبہ کی تعلیم فرما کر شیطان کے پنجہ سے چھڑایا تھا۔ جبکہ آدم علیہ السلام بہشت سے نیچے اتارے گئے تھے (تنبیہ یہ مناجات جس طرح صحابی کی ہو سکتی ہے یوں ہی مولانا کی بھی ہو سکتی ہے گو ولی محمد انکار کرتا ہے اور اس کا مخاطب جناب رسول کو بناتا ہے لیکن اس کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب ٹھہرانا تو باطل ہے اور مناجات مولانا ہونے سے انکار غیر موجہ بلکہ اس کا مناجات مولانا ہونا ہی اظہر ہے۔ واللہ اعلم۔

شرح شبّیری

عہد ما بشکست الخ۔ یعنی ہمارا عہد تو سینکڑوں اور ہزاروں مرتبہ ٹوٹا ہے اور اے اللہ آپ کا عہد اسی طرح ثابت اور برقرار ہے۔

عہد ما کاہ الخ۔ یعنی ہمارا عہد تو ایک تنکا ہے کہ ہر ہوا سے مغلوب ہے اور آپ کا عہد ایک پہاڑ ہے بلکہ سینکڑوں پہاڑوں سے بھی زیادہ (مضبوط ہے)

حق آن الخ۔ یعنی اے مالک اموال اس قوت (عہد) کے طفیل میں ہماری اس تلوین (عہد) پر رحم فرمایئے (اور ہماری حالت کو مبدل باستقامت و دوام فرما دیجئے)

www.besturdubooks.wordpress.com

خویش رادیدیم الخ۔ یعنی ہم نے اپنے آپ کو اور اپنی رسوائی کو دیکھ لیا ہے اب اے شہنشاہ ہمارا زیادہ امتحان نہ کیجئے اس لئے کہ

تافضیحتہائے الخ۔ یعنی تا کہ اے کریم مستعان وہ رسوائیاں جن کو آپ نے ہم سے پوشیدہ کیا ہے ظاہر نہ ہو جائیں اس لئے جو ہو گیا ہو گیا اب آئندہ معاف فرمایئے اور ہماری حالت تلوین کو استقامت اور دوام علی الطاعت سے مبدل فرمادیجئے۔

بیحدی تو الخ۔ یعنی تو آپ جمال اور کمال میں بے حد ہیں اور ہم گمراہی اور کجی میں بے حد ہیں۔

بیحدی خویش الخ۔ یعنی اے کریم اپنی بے حدی کو ایک مٹھی خاک لئیم کی بے حد کجی پر مقرر فرمادیجئے۔ مطلب یہ کہ اپنے لطف وکرم بے حد کو ہماری اس گمراہی اور بے حد کجی پر مقرر فرمادیجئے تا کہ ہماری اصلاح ہو جائے۔

ہیں کہ از تقطیع الخ۔ یعنی اب تو ہماری لباس (تقویٰ) میں سے ایک دھاگا رہ گیا ہے اور ہم ایک شہر تھے اور ایک دیوار باقی رہ گئی ہے۔

البقیہ البقیہ الخ۔ یعنی اے شہنشاہ باقی ہی کی حفاظت فرمایئے تا کہ کہیں اس شیطان کی جان پوری طرح خوش نہ ہو۔ البقیہ البقیہ کی تقدیر احفظ البقیہ احفظ البقیہ۔ مطلب یہ ہے کہ ہماری حالت بہت ردی ہو گئی اور تقویٰ کو اور اس استعداد فطری کو بہت کچھ کھو چکے ہیں لیکن اگر اب بھی آپ دستگیری فرماویں گے اور آپ کا لطف شامل ہو گا تو امید ہے کہ پھر کچھ سنبھل جائیں ورنہ خوف ہے کہ کہیں اس استعداد کو بالکلیہ ہی نہ کھو بیٹھیں اور خدانخواستہ نوبت کفر تک آجائے نعوذ باللہ اور پھر شیطان کو پوری طرح خوش ہونے کا موقعہ مل جائے۔ لہٰذا رحم فرمایئے اور دستگیری کیجئے۔

بہرمانے ہر آن الخ۔ یعنی ہماری وجہ سے نہیں بلکہ اس لطف ازلی کے طفیل سے جس سے کہ آپ نے گمراہوں کو ہدایت فرمائی ہے۔

چون نمودی الخ۔ یعنی جب آپ نے اپنی قدرت دکھائی ہے تو رحم کو بھی دکھایئے۔ اے وہ ذات کہ آپ نے رحم کو گوشت پوست میں رکھا ہے مطلب یہ ہے کہ جب آپ نے تغیر احوال میں اپنی قدرت کا ظہور فرمایا ہے کہ ہم کو جس طرح چاہا بدل دیا تو اب رحم فرمایئے اور اس کا بھی ظہور فرمایئے آپ کی تو وہ ذات ہے کہ آپ نے انسان میں جو کہ گوشت پوست سے بنا ہوا ہے۔ رحم کی صفت ودیعت رکھ دی ہے تو پھر آپ تو بدرجہ اولیٰ رحم فرمائیں گے۔ اب چونکہ انسان تو حق تعالیٰ کے آگے کوئی نسبت ہی نہیں رکھتا نہ اس کو آداب کی خبر ہے نہ کہیں کی بلکہ جو کچھ ہے اس ذات حق کا سکھلایا ہوا ہے اور پھر اس میں بھی کوتاہیاں ہو جاتی ہیں اس لئے کہتے ہیں کہ

این دعا گر خشم الخ۔ یعنی اگر یہ دعا آپ کے غصہ میں ترقی کرے تو اے اللہ آپ ہی کوئی دعا بھی تعلیم فرمایئے۔

آنچنان کادم الخ۔ یعنی جس طرح کہ آدم علیہ السلام بہشت سے گر پڑے تھے تو آپ نے ان کو رجوع فرما دیا تھا کہ وہ اس شیطان ملعون سے چھوٹ گئے تھے اسی طرح ہم کو بھی رجوع فرمالیجئے اور ہم کو بھی آپ ہی دعا سکھا دیجئے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

دیو کہ بود کوز آدمؑ بگذرد	بر چنیں نطعے ازو بازی برد
شیطان کیا ہوتا ہے جو (حضرت) آدمؑ سے بڑھ جائے	ایکی بساط پر اس سے بازی جیت لے
در حقیقت نفع آدمؑ شد ہمہ	لعنت حاسد شد آں بد دمدمہ
حقیقتاً سب (حضرت) آدمؑ کا نفع ہوا	وہ برا مکر حاسد کی لعنت بنا
بازی دیدو دو صد بازی ندید	پس ستون خیمۂ خود را برید
ایک چال دیکھی اور دوسو چالیں نہ دیکھیں	تو اپنے خیمہ کا ستون کاٹ ڈالا
آتشے زد شب بکشت دیگراں	باد سوئے کشت او گردش رواں
رات میں دوسروں کی کھیتی میں آگ لگائی	ہوا نے اس کو اس کی کھیتی کی طرف روانہ کر دیا
چشم بندے بود لعنت دیورا	تا زیان خصم دید آں ریو را
لعنت شیطان کی آنکھ کی پٹی تھی	یہاں تک کہ اس مکر کو مقابل کی بربادی سمجھا
ہم زیان جان او شد ریو او	خود تو گوئی بود آدمؑ دیو او
اس کا مکر اس کی جان کی تباہی بنا	تو خود کہے گا آدمؑ اس کے گمراہ کرنے والے تھے
لعنت ایں باشد کہ کژ بینش کند	حاسد و خود بین و پر کینش کند
لعنت یہ ہوتی ہے کہ اس کو کج بین بنا دے	اس کو حاسد اور متکبر، کینہ ور کر دے
تابداند کہ ہر آں کو بد کند	عاقبت باز آید و بروے زند
یہاں تک کہ وہ جان لے گا کہ جو شخص برائی کرتا ہے	انجام کار وہ لوٹتی ہے اور اس پر پڑتی ہے
جملہ فرزیں بندہا بیند بعکس	مات بروے گردد و نقصان و نکس
تمام مہروں کو الٹا دیکھتا ہے	مات اور نقصان اور ذلت اس کو ہوتی ہے
زانکہ گر او ہیچ بیند خویش را	مہلک و ناسور بیند ریش را
اس لئے کہ اگر وہ اپنے آپ کو ناچیز سمجھتا	زخم کو مہلک اور ناسور سمجھتا
درد خیزد زیں چنیں دیدن دروں	درد او را از حجاب آرد بروں
اس طرح دیکھنے سے اندر درد اٹھتا ہے	درد اس کو پردے سے باہر لے آتا ہے
تانگیرد مادراں را درد زہ	طفل درد زادن نیابد ہیچ رہ
جب تک ماؤں کے درد زہ نہ ہو	بچہ کو پیدا ہونے کے لئے کوئی راستہ نہیں ملتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں امانت در دل و جاں حاملہ است	واین نصیحتہا مثال قابلہ است
یہ امانت دل میں ہے اور جان حاملہ ہے	اور یہ نصیحتیں دایہ جیسی ہیں
قابلہ گوید کہ زن را درد نیست	درد باید درد کودک را رہ ست
دایہ کہتی ہے کہ عورت کو درد (زہ) نہیں ہے	درد چاہئے درد (زہ) بچہ کا راستہ ہے
آنکہ او بیدرد باشد رہزن ست	زانکہ بیدردی انا الحق گفتن ست
جو بے درد ہو وہ رہزن ہے	اس لئے بیدردی انا الحق کہنا ہے
آں انا بیوقت گفتن لعنت است	ویں انا در وقت گفتن رحمت است
"انا" کو بے موقع کہنا (موجب) لعنت ہے	اور اس "انا" کو باموقع کہنا (باعث) رحمت ہے
آں انا منصور را رحمت بدہ	ایں انا فرعون را لعنت بدہ
وہ "انا" منصور کے لئے (باعث) رحمت تھا	یہ "انا" فرعون کے لئے (موجب) لعنت تھا
لاجرم ہر مرغ بے ہنگام را	سر بریدن واجب است اعلام را
لامحالہ بے وقت کے ہر مرغ کا	سر کاٹ ڈالنا تشہیر کے لئے ضروری ہے
سر بریدن چیست کشتن نفس را	در جہاد و ترک گفتن لمس را
سر کاٹنا کیا ہے؟ نفس کو مارنا ہے	مجاہدہ میں اور لذت کو خیرباد کہنا ہے
آنچناں کہ نیش کژدم برکنی	تاکہ یابد اوز کشتن ایمنی
جیسے کہ تو بچھو کا ڈنک نکال دے	تاکہ وہ مارے جانے سے مامون ہو جائے
برکنی دندان پر زہرے زمار	تارہد مارازبلائے سنگسار
سانپ کے زہریلے دانت اکھاڑ دے	تاکہ سانپ سنگساری کی مصیبت سے بچ جائے

شرح حبیبی

اب مولانا فرماتے ہیں کہ شیطان کی کیا مجال ہے کہ آدم علیہ السلام پر غالب ہو جائے اور اس بساط پران سے بازی لے جائے گو وہ سمجھتا تھا کہ میں آدم کو نقصان پہنچا رہا ہوں لیکن فی الحقیقت آدم علیہ السلام کو اس سے کچھ ضرر نہیں پہنچا بلکہ ان کو سراسر نفع ہوا۔ ہاں وہ فریب خود اس حاسد کے لئے موجب مزید بعد عن الحق ہو گیا۔ اس نے صرف ایک چال دیکھی لیکن حق سبحانہ کی سینکڑوں تدبیروں کو اس نے بالکل نظر انداز کر دیا اس لئے اس نے اپنے خیمہ کا ستون خود اکھیڑ ڈالا اور اپنا نقصان خود کر لیا۔ اس نے رات کو دوسروں کی کھیتی میں آگ لگائی لیکن ہوا اس کو خود اسی کی کھیتی کی طرف لے گئی۔ لہٰذا اس تدبیر سے خود اسی کا نقصان ہوا لعنت مقدرۂ حق سبحانہ نے اس کی آنکھوں کو

www.besturdubooks.wordpress.com

بند کر دیا تھا کہ اس نے اپنے مکر میں دوسرے کا نقصان دیکھا اور اپنا ضرر نہ سمجھا پس وہ مکر خود اسی کی جان کا وبال ہو گیا لہٰذا یوں کہنا چاہیے کہ شیطان نے آدم کو نقصان نہیں پہنچایا بلکہ آدم نے شیطان کو نقصان پہنچایا وہ لعنت مقدرہ ہی ہے۔ جس نے اس کو غلط بین حاسد خود بین اور دشمن بنایا تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ جو شخص برائی کرتا ہے انجام کار وہ برائی اسی کی طرف لوٹتی اور اسی کو لاحق ہوتی ہے۔ وہ اپنے تمام داؤں پیچوں کو منقلب پاتا ہے اور اسی کو بات ہوتی ہے۔ اسی کو ضرر ہوتا ہے وہی سرنگوں ہوتا ہے۔ لعنت ظاہرہ مسبب از خود بینی وما یتفرع منہ اور لعنت مقدرہ سبب خود بینی وما یتفرع منہ اس لئے ہے کہ اگر وہ اپنے کو ہیچ سمجھے اور اپنے معمولی زخم کو بھی ناسور اور مہلک سمجھے اور تھوڑی برائی کو بھی بہت خیال کرے تو اس کے اندر سوز وگداز پیدا ہو اور وہ اس کو حجاب سے نکال کر مقرب بنادے پھر وہ ملعون کاہے کو ہو۔ پس معلوم ہوا کہ خود بینی وما یتفرع منہ کا لازمی نتیجہ لعنت ہے۔ آگے مولانا درد کی ضرورت اور خود بینی کا منشا بیان فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ درد کی ضرورت ہے کیونکہ جب تک ماؤں کے لئے دروزہ عارض نہیں ہوتا بچہ ہرگز پیدا نہیں ہوتا پس یوں ہی سمجھو کہ نتائج محمودہ دل وجان کے اندر مضمر ہیں اور وہ ان سے حاملہ ہیں اور نصیحتیں بمنزلہ دائی کے ہیں پس نصیحتوں کے مؤثر ہونے اور نتائج محمودہ کے پیدا ہونے کے لئے درد کی ضرورت ہے اگر درد دل نہ ہو تو نصائح کارآمد نہیں ہو سکتیں کیونکہ وہ کہیں گے کہ ہم تو دائی ہیں عورت کو دروزہ ہی نہیں ہم بچہ کس طرح پیدا کریں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ درد دل کی ضرورت ہے اور درد دل ہی نتائج محمودہ کے پیدا ہونے کا ذریعہ ہے اور جس میں وہ درد نہیں وہ رہزن ہے کیونکہ بے دردی سبب ہے انا الحق کہنے اور خود بینی کا اور خود بینی سبب ہے رہزنی کا پس معلوم ہوا کہ بے درد رہزن ہے اس پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ انا الحق تو منصور نے بھی کہا تھا پھر وہ بے دردی سے ناشی کیوں نہ تھا۔ کیونکہ مقصود یہ ہے کہ انا الحق بے وقت کہنا بے دردی سے ناشی اور موجب لعنت ہے۔ رہا وقت پر انا الحق کہنا سو وہ درد سے ناشی ہے اور موجب رحمت ہے چنانچہ منصور نے اپنے کو فنا کر کے انا الحق کہا لہٰذا وہ ان کے لئے رحمت ہو گیا اور فرعون نے خود بینی سے انا الحق کہا وہ اس کے لئے لعنت ہو گیا اس بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بے وقت اذان دینے والے مرغ کی طرح بے وقوف انا الحق کہنے والے خود بین کا سر اڑا دینا واجب ہے۔ مقصد یہ ہے کہ منشا انا الحق کہنے اور خود بینی کا نفس ہے لہٰذا اس کو مجاہدات سے مار ڈالنا چاہیے اور شہوت رانی وغیرہ مقتضیات نفس کو خیر باد کہنا چاہیے تاکہ یہ ہلاک ابدی سے بچ جائے جس طرح کہ بچھو کا ڈنک اس لئے توڑ دیا جاتا ہے کہ وہ مارے جانے سے بچ جائے اور زہریلے سانپ کے دانت اس لئے توڑ دیئے جاتے ہیں کہ وہ سنگساری سے محفوظ رہے اس کے بعد مولانا نفس کشی کی تدبیر ارشاد فرماتے ہیں۔

ہیچ نکشد نفس را جز ظل پیر	دامن آں نفس کش را سخت گیر
نفس کو شیخ کے سایہ کے علاوہ کوئی چیز نہیں مارتی ہے	اس نفس کو مارنے والے کا دامن مضبوطی سے پکڑ لے
چوں بگیری سخت آں توفیق ہوست	در تو ہر قوت کہ آید جذب اوست
جب تو مضبوط پکڑے گا وہ اللہ (تعالیٰ) کی توفیق ہوگی	تجھ میں جو قوت آئے گی وہ اسی کی کشش ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

مارمیت اذ رمیت راست داں	ہر چہ دارد جاں بود از جان جاں
"تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا" کو صحیح سمجھ	جو کچھ جان میں ہے وہ جان جاں کی جانب سے ہوگا
دست گیرندہ ویست و بردبار	دمبدم آں دم ازو امیدوار
وہی دستگیری کرنے والا اور بوجھ اٹھانے والا ہے	ہر وقت اس سے جذب کی امید رکھ
نیست غم گر دیر بے او ماندۂ	دیر گیر و سخت گیرش خواندۂ
اگر تو بہت دیر تک اس کے بغیر رہا ہے تو غم نہ کر	تو نے اس کو دیر سے پکڑنے والا اور سخت گرفت کرنیوالا پڑھا ہے
دیر گیرد سخت گیرد رحمتش	یک دمت غائب ندارد حضرتش
اسکی رحمت دیر سے شامل حال ہوگی تو پوری شامل حال ہوگی	اس کا دربار تجھے ایک لمحہ کے لئے غائب نہ ہونے دے گا
ور تو خواہی شرح ایں فضل و ولا	از سر اندیشہ می خواں والضحیٰ
اگر تو اس مہربانی اور دوستی کی شرح چاہتا ہے	تو غور و فکر سے (سورۂ) والضحیٰ پڑھ لے

جب ہم تم کو نفس کشی کی ضرورت بتا چکے اور یہ بھی بتا چکے کہ یہ مجاہدہ و ریاضت سے حاصل ہوتی ہے تو اب سمجھو کہ مجاہدہ و ریاضت بدون پیر کے مکمل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بدون شیخ کامل کے مجاہدہ میں ضرر کا اندیشہ ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نفس کشی بدون شیخ کامل کی تربیت کے نہیں ہو سکتی پس تم کو چاہیے کہ اس نفس کشی کا دامن مضبوط پکڑو اور جب تم دامن مضبوط پکڑ لو تو تم کو عجب میں مبتلا نہ ہونا چاہیے بلکہ سمجھنا چاہیے کہ یہ توفیق ہے حق سبحانہ کی اور تم میں جو قوت محمودہ پیدا ہو اس کو ادھر ہی کا جذب سمجھنا چاہیے چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں مارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ ۔ یعنی اے رسول یہ کنکریاں مارنا خود تمہاری ذاتی قدرت سے نہیں تھا بلکہ یہ بھی ہماری ہی توفیق تھی اور اس پر جو نتیجہ مرتب ہوا وہ بھی تمہارا فعل نہیں بلکہ ہمارا فعل ہے لہٰذا یوں کہنا چاہیے کہ گویا کہ تم نے نہیں پھینکیں بلکہ ہم نے پھینکیں ہیں لہٰذا یہ بالکل سچ ہے کہ تم کو اس کی تصدیق کرنا چاہیے اور دیگر امور کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے اور سمجھنا چاہیے کہ جان کے اندر جو بات پیدا ہو وہ حق سبحانہ ہی کی طرف سے ہے وہی مددگار ہے اور بڑا مہربان ہے تم کو ہر وقت اس سے جذب کا امیدوار رہنا چاہیے۔ اگر جذب میں تاخیر ہو گئی ہے اور تم اس سے عرصہ تک جدا رہے ہو اور اس لئے تم نے اس کو پریشان ہو کر اور گھبرا کر دیر تک گرفت کرنے والا اور سخت گرفت کرنے والا سمجھا ہے تو کوئی فکر کی بات نہیں تم کو مایوس نہیں ہونا چاہیے یہ صحیح ہے کہ کبھی کبھی بمقتضائے حکمت و مصلحت دیر تک پکڑتے ہیں اور سخت گرفت کرتے ہیں لیکن یہ عتاب ظاہری ہوتا ہے ورنہ اس کی رحمت تم کو ایک لحظہ کے لئے بھی اس کے حضور سے جدا نہیں ہونے دیتی۔ اگر تم کو اس عنایت و محبت کی شرح کی ضرورت ہے تو غور سے والضحیٰ پڑھو اس میں قسم کھا کر فرمایا گیا ہے ماودعک ربک وما قلیٰ وللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ جس کا حاصل یہ ہے کہ مفارقت

www.besturdubooks.wordpress.com

ظاہری اس لئے نہیں تھی کہ ہم نے تم کو چھوڑ دیا ہو اور تم سے بغض رکھا ہو بلکہ اس میں تمہاری مصلحت تھی۔

شرح شبّیری

دیو کہ بود الخ۔ یعنی دیو کیا ہے کہ وہ آدم علیہ السلام سے بڑھ جائے اور ایسے بساط شطرنج پر ان سے بازی لے جائے۔ مطلب یہ کہ جب آپ کی عنایت حضرت آدم علیہ السلام کے شامل حال تھی تو پھر اس شیطان لعین کی کیا ہمت تھی کہ ان سے بڑھ جاتا اور جیت جاتا بلکہ

درحقیقت الخ۔ یعنی وہ سارا مکر و فریب حقیقت میں آدم علیہ السلام کا تو نفع ہو گیا اور حاسد کی لعنت کا سبب ہو گیا۔

بازئ دید الخ۔ یعنی اس نے ایک بازی تو دیکھ لی اور دو سو اور بازیاں نہ دیکھیں لہٰذا اپنے خیمہ کے ستون کو کاٹ ڈالا یہ مثال ہے مطلب یہ ہے کہ اس شیطان لعین نے یہ تو دیکھا کہ میرے اس حظہ کے کھلا دینے سے یہ جنت سے نکل جائیں گے مگر اس کو اس کی خبر نہ تھی کہ اس کے اندر بہت حکم و مصالح پوشیدہ ہیں کیا اس کے ذریعہ سے آدم علیہ السلام کو ظہور اسماء جلالیہ کا ہو گیا مثلاً وعلیٰ ہذا لہٰذا اس کی مثال ہو گئی کہ کسی شخص نے خیمہ کا بانس کاٹ ڈالا تا کہ فلاں دوسرا شخص جو اس کے اندر ہے مر جائے بس اس بات پر تو نظر ہوئی مگر اس میں جو اور مصلحتیں تھیں اس کی ان حضرت کو خبر ہی نہ ہوئی اور نہ اس کی خبر ہوئی کہ میرا بھی نقصان ہے کہ خیمہ بیکار ہو جائے گا۔

آتشے الخ۔ یعنی دوسروں کے کھیت میں رات کو آگ لگائی تھی ہوا نے خود اس کے کھیت کی طرف آگ کو روانہ کر دیا۔ یہ بھی مثال ہے مطلب یہ ہے کہ اس کی ایسی مثال ہو گئی کہ کسی نے دوسرے کے کھیت میں آگ لگائی اور اس کی نقصان دہی کے لئے دوسرے ہوا نے اس آگ کو اڑا کر اس کے کھیت میں لا ڈالا تو اس شیطان نے چاہا تھا حضرت آدم علیہ السلام کا نقصان اور ہو گیا خود اس کا نقصان خسر الدنیا والآخرہ نعوذ باللہ منہ۔

چشم بندی الخ۔ یعنی اس دیو کی لعنت کا سبب اس کی چشم بندی تھی یہاں تک کہ اس نے اس مکر کو اپنے مقابل کا نقصان جانا۔ مطلب یہ کہ چونکہ یہ حقیقت سے اندھا تھا اس لئے یہ ملعون ہوا اور نہ سمجھ جاتا کہ ان کا کوئی نقصان نہیں بلکہ نفع ہے اور سراسر میرا ہی نقصان ہے تو یہ حقیقت سے آنکھ بند ہونے کی وجہ سے ہوا۔

ہم زیان الخ۔ یعنی اس کا مکر اس ہی کی جان کے نقصان کا باعث ہو گیا جیسے کہ تم کہو کہ آدمؑ ہی اس کے گمراہ کنندہ ہو گئے اس لئے کہ آخر سبب ظاہری تو آدم علیہ السلام ہی ہوئے۔

لعنت آن باشد الخ۔ یعنی لعنت وہ ہوتی ہے کہ اس کو (ملعون کو) کج بین کر دیتی ہے اور حاسد اور خود بین اور پر کینہ اسکو کر دیتی ہے۔

نابد اندالخ۔ یعنی تا کہ جان لے کہ جو کوئی برائی کرتا ہے یقیناً وہ واپس ہو کر اسی پر پڑتی ہے (جیسے کہ مثل مشہور ہے کہ چاہ کن را چاہ درپیش اسی کا مصداق ہو جاتا ہے)

www.besturdubooks.wordpress.com

جملہ فرزین الخ۔ یعنی ساری فرزین کی قیدیں بالعکس ہو جاتی ہیں۔ اور مات ایسے شخص پر پڑتی ہے اور نقصان اور سرنگوی فرزین شطرنج کے وزیر کو کہتے ہیں چونکہ اس کے قید کر لینے سے دوسرے کو مات ہو جاتی ہے اس لئے کہتے ہیں کہ فرزین کی ساری قیدیں الٹی ہونگی اور فرزین کی قید سے مراد تدبیر ہے۔ اب مطلب یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ کی طرف سے کسی پر لعنت ہوتی ہے تو اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ شخص کج بین ہو جاتا ہے اور اس کو حقیقت کی خبر ہی نہیں رہتی اور جو تدابیر کہ دوسرے کے نقصان کی سوچتا ہے وہ خود اسی پر پڑتی ہیں۔ آگے لعنت کی وجہ سے تدابیر کے الٹے ہونے کی وجہ فرماتے ہیں کہ

زانکہ گراو ہیچ الخ۔ یعنی اس لئے کہ اگر وہ اپنے کو ہیچ دیکھتا اور اپنے زخم کو مہلک اور ناسور جانتا۔

درد خیز دالخ۔ یعنی اس دیکھنے سے دل میں درد اٹھتا اور درد اس کو حجاب سے باہر لاتا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر لعنت حق نہ ہوتی تو اس سے حق تعالیٰ خوش ہوتے اور اس خوشی کا اثر یہ ہوتا کہ حقائق اشیاء اس پر منکشف ہوتیں اور جب حقائق اشیاء منکشف ہوتیں تو ان کی طلب ہوتی اور طلب میں درد پیدا ہوتا۔ تو یہ درد اور طلب اس حجاب باطن سے اس کو چھڑا دیتے اور کل تدابیر راس آتیں مگر اب جبکہ لعنت ہے تو نہ رحمت ہے اور نہ اس کا اثر ہے لہٰذا ساری تدابیر الٹی ہوتی ہیں۔ آگے درد کی فضیلت بیان فرماتے ہیں کہ مطلق درد ظاہری کی بہت سی برکات ہیں اور ان سے بہت سے فائدے ہیں تو جو درد کہ حق تعالیٰ کے لئے ہوگا اس میں کیوں کر فائدے نہ ہونگے فرماتے ہیں کہ

تانگیر دالخ۔ یعنی جب تک کہ ماں کو دردزہ نہ ہو تو بچہ کو پیدا ہونے کا کوئی راستہ ہی نہیں مل سکتا۔ تو اسی طرح جب تک کہ قلب میں درد نہ ہو اس وقت تک اس سے علوم و معارف و حقائق پیدا نہیں ہوتے۔

این امانت الخ۔ یعنی یہ امانت دل اور جان میں حاملہ ہے اور یہ نصیحتیں دائی کی طرح ہیں۔

قابلہ گوید کہ زن الخ۔ یعنی دائی کہتی ہے کہ عورت کے درد ہی نہیں ہے اور درد چاہیے اس لئے کہ درد ہی بچہ کے لئے راستہ ہے مطلب یہ کہ یہ علوم و معارف تو دل اور جان میں ایسے ہیں جیسے کہ حاملہ کے اندر بچہ ہوتا ہے اور یہ پند و نصائح دایہ کی طرح ہیں اور دایہ صرف معین و مددگار ہوتی ہے کہ جب بچہ پیدا ہو اور نکلنا چاہے تو وہ سنبھال لے اور بچہ جب درد ہو تو اس وقت خود ہی پیدا ہوتا ہے اسی طرح یہ علوم معارف بھی اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب دل میں درد ہو اور اگر درد نہ ہو تو یہ نصائح و پند بھی سب بے سود ہیں۔ اس لئے کہ یہ تو صرف معین و مددگار ہیں اگر کوئی شے پیدا ہونا چاہے تو اس کی مدد کر سکتے ہیں اور اس کو سنبھال سکتے ہیں۔

آنکہ او بے درد الخ۔ یعنی جو شخص کہ بے درد ہوگا وہ رہزن ہے اس لئے کہ بے دردی انا الحق کہنا ہے۔ مطلب یہ کہ جس کے دل میں درد نہیں وہ خود تو گمراہ ہے ہی اوروں کا بھی رہزن ہے اس لئے کہ اس بے دردی کا یہ اثر ہوگا کہ اس سے طلب تو ہوگی نہیں لہٰذا خود بینی وغیرہ آثار پیدا ہونگے اور اس وقت بوجہ حقیقت ناشناسی کے وجود مستقل اپنا سمجھے گا کہ جس سے خود گمراہ ہوگا اور اوروں کو گمراہ کرے گا اور جب حال نہ ہو تو انا الحق کے بھی یہی

www.besturdubooks.wordpress.com

معنی ہیں۔ جیسا کہ فرعون نے اپنے وجود کے استقلال کی وجہ سے انا ربکم الاعلیٰ کہا تھا۔ اب یہاں ظاہر الفاظ سے یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ جب انا الحق کہنا گمراہی ہے تو پھر منصورؒ نے بھی تو کہا تھا وہ بھی خدانخواستہ گمراہ ہوئے تو چونکہ مولانا محقق اور شیخ کامل ہیں لہٰذا اس کا بھی جواب فرماتے ہیں۔

آن انا بیوقت الخ۔ یعنی وہ انا بے وقت کہنا تو موجب لعنت کا ہے اور یہ انا وقت کے اندر کہنا موجب رحمت ہے اور وہ وقت وہ ہے کہ جب اپنے وجود کا اضمحلال اور اس کا کالعدم ہونا پیش نظر ہو اس وقت انا الحق کہنا رحمت ہے کہ اس کے اندر وجود حق کا استقلال اور اپنے وجود کا اضمحلال ہے اور اگر یہ حالت نہیں ہے بلکہ اپنے وجود کے استقلال کے اظہار کے لئے کہہ رہا ہے تو موجب لعنت ہونا ظاہر ہے آگے دونوں کی نظیریں بیان فرماتے ہیں کہ

آن انا منصور الخ۔ یعنی وہی انا منصور کے لئے تو موجب رحمت تھا اور وہی انا فرعون کے لئے موجب لعنت تھا۔ اس لئے کہ ایک نے تو اپنے وجود کے عدم کے لئے کہا تھا وہ تو رحمت ہو گیا اور دوسرے نے اپنے وجود کے استقلال کے لئے کہا تھا وہ موجب لعنت ہوا۔

لاجرم ہر مرغ الخ۔ یعنی بس ہر مرغ بے ہنگام کا سر کاٹنا اعلان کے لئے ضروری ہوا۔ کسی زمانہ میں رسم تھی کہ جو مرغ کہ بے وقت اذان دیتا تھا اس کو ذبح کر دیتے تھے اس لئے اس سے مثال دے کر مولانا فرماتے ہیں کہ جس طرح اس کے بے وقت اذان دینے کی وجہ سے گردن ماری جاتی تھی اس کے بے وقت انا الحق کہنے کی وجہ سے چاہیے کہ سر کاٹ ڈالیں آگے فرماتے ہیں کہ

سر بریدن الخ۔ یعنی سر کاٹنا کیا ہے نفس کا مار ڈالنا ہے مجاہدہ میں اور لذات کے ترک میں لہٰذا جب تم نفس کشی کر لو گے تو اس سے پھر خود بینی پیدا نہ ہو گی۔

آنچنان کہ الخ۔ یعنی جس طرح کہ بچھو کا ڈنک اکھاڑ دو تو وہ مارے جانے سے بے خوف ہو جاتا ہے۔

بر کنی دندان الخ۔ یعنی سانپ کے زہر کے بھرے ہوئے دانت اکھاڑ دو تا کہ وہ سنگساری کی بلا سے چھوٹ جائے تو اسی طرح جب تم نفس کشی کر لو گے تو اور تو اس کے شر سے بچیں ہی گے مگر اس کو بھی یہ فائدہ ہو گا کہ سرزنش سے بچ جائے گا جیسا کہ اوپر کی دونوں مثالوں سے واضح ہے۔ آگے فرماتے ہیں

ہیچ نکشد الخ۔ یعنی نفس کو سوائے پیر کے سایہ کے اور کوئی مار نہیں سکتا۔ تو تم اس نفس کے مارنے والے کے دامن کو مضبوط پکڑ لو۔

چون تو گیری الخ۔ یعنی جب تو مضبوط پکڑ لے گا تو وہ توفیق حق ہو گی اور جان لے کہ تجھ میں جو قوت بھی آئے وہ جذب حق ہے اور اسی کی توفیق ہے بلکہ شیخ کو تو ایسا سمجھو کہ

مارمیت اذ رمیت الخ۔ یعنی ما رمیت اذ رمیت کو درست جانو وہ جو کچھ کرد کھاتا ہے وہ جان جان ہی سے ہے۔ مطلب یہ کہ اس کے جو تصرفات ہیں وہ تصرفات حق ہی ہیں اس لئے کہ وہ تو بی یسمع اور بی یبصر اور بی ینطق کا مصداق ہو گیا ہے۔

دستگیرندہ الخ۔ یعنی ہاتھ پکڑنے والا تو وہی ہے اور بردبار تو دمبدم اس دم کی اس سے امید رکھ اور چونکہ بعض

www.besturdubooks.wordpress.com

مرتبہ سالک کو وصول میں دیر ہوتی ہے تو وہ اکتا جاتا ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ

نیست غم گر دیر بے الخ۔ یعنی اگر دیر تک تم بے اس کے رہے ہو تو کوئی غم نہیں ہے اس لئے وہ دیر میں پکڑتا ہے مگر اس کو سخت گیر پڑھا ہے مطلب یہ کہ اگر چہ دیر میں حاصل ہو مگر جب مل جاتا ہے تو پھر ایسا مضبوط پکڑتا ہے کہ پھر نہیں چھوڑتا جیسا کہ مسئلہ تصوف کا ہے کہ الفانی لا یرد تو جب تم کو معلوم ہے کہ دیر گیر دولے سخت گیر تو پھر گھبرانے کی کون سی بات ہے۔

دیر گیر د الخ۔ یعنی اس کی رحمت دیر میں پکڑتی ہے مگر سخت پکڑتی ہے پھر ایک دم کے لئے اپنی بارگاہ سے تجھے غائب نہ کرے گی۔

ور تو خواہی الخ۔ یعنی اور اگر تو اس فضل اور بخشش کی شرح چاہتا ہے تو ذرا سوچ سمجھ کر والضحیٰ کو پڑھ لو۔ مطلب یہ کہ والضحیٰ میں ہے ما ودعک ربک وما قلٰی تو دیکھو جب وحی میں دیر ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پریشان ہوئے تو بھی ارشاد ہوا جب پکڑ لیتے ہیں تو چھوڑتے نہیں ہیں لہٰذا گھبرانے کی بات نہیں ہے تو اسی طرح اگر دیر بھی ہو تو پریشان مت ہو۔

ور تو گوئی ہم بدی ہا از ویست	لیک آں نقصان فضل او کیست
اگر تو کہے کہ برائیاں بھی اسی کی جانب سے ہیں	لیکن وہ اس کی حمایت کے نقصان کا باعث کب ہیں؟
آں بدی دادن کمال اوست ہم	من مثالے گویمت اے محتشم
وہ برائی دینا بھی اس کا کمال ہے	اے بزرگوار! میں تجھ سے ایک مثال کہتا ہوں

مثال در بیان معنیٰ مؤمن بالقدر خیرہ وشرہ

اس معنی کے بیان میں ایک مثال کہ ہم ایمان لائے اچھی اور بری تقدیر پر

کرد نقاشے دو گونہ نقشہا	نقشہائے صاف ونقش بے صفا
ایک نقاش نے دو قسم کے نقش بنائے	اچھے نقش اور برے نقش
نقش یوسفؑ کرد وحور خوش سرشت	نقش عفریتاں وابلیسان زشت
(حضرت) یوسف کا اور خوبصورت حوروں کا نقش بنایا	بھوتوں اور شیطانوں کا برا نقش (بنایا)
ہر دو گونہ نقش استادی اوست	زشتی او نیست آں رادی اوست
دونوں قسم کے نقش اس کی مہارت (کی دلیل) ہیں	یہ اس کی برائی نہیں ہے اس کی دانائی ہے
خوب را در غایت خوبی کشد	حس عالم چاشنی از وے چشد
خوبصورت کو انتہائی خوبصورتی سے بناتا ہے	دنیا کے حواس اس سے لطف اٹھاتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

زشت را در غایت زشتی کند	جملہ زشتی ہا بگردش برتند
بدصورت کو انتہائی بدصورت بناتا ہے	تمام بدصورتیاں اس پر مزہ دیتا ہے
تا کمال دانشش پیدا شود	منکر استادیش رسوا شود
تاکہ اس کی دانش کا کمال ظاہر ہو جائے	اس کی استادی کا منکر رسوا ہو جائے
ورنہ تاند زشت کردن ناقص ست	زیں سبب خلاق گبر و مخلص ست
اگر وہ بدصورت کو نہ پیدا کر سکے تو ناقص ہے	اسی لئے وہ کافر اور مومن کا پیدا کرنے والا ہے
پس ازیں رو کفر و ایماں شاہد اند	بر خداوندیش ہر دو ساجد اند
تو اس حیثیت سے کفر اور ایمان گواہ ہیں	اس کی خدائی پر (اور) دونوں اس کو سجدہ کرنے والے ہیں
لیک مومن دانکہ طوعاً ساجد ست	زانکہ جویائے رضا و قاصد ست
لیکن سمجھ لے کہ مومن خوشی سے سجدہ کرنے والا ہے	کیونکہ وہ رضامندی کا جویاں اور قصد کرنے والا ہے
ہست کرہاً گبر ہم یزداں پرست	لیک قصد او مراد دیگر ست
کافر بھی جبراً خدا پرست ہے	لیکن اس کا مقصود دوسرا ہے
قلعۂ سلطاں عمارت می کند	لیک دعویٰ امارت می کند
شاہی قلعہ تعمیر کرتا ہے	لیکن سلطنت کا مدعی ہے
گشت باغی تا کہ ملک او را بود	عاقبت خود قلعہ سلطاں را شود
وہ باغی بنا تاکہ ملک اس کا ہو جائے	انجام کار قلعہ بادشاہ کا ہو جاتا ہے
مومن آں قلعہ برائے بادشاہ	می کند معمور نے از بہر جاہ
مومن وہ قلعہ بادشاہ کے لئے	تعمیر کرتا ہے نہ کہ (اپنی) شان و شوکت کے لئے
زشت گوید اے شہ زشت آفریں	قادری بر خوب و بر زشت مہیں
بدصورت کہتا ہے اے بدصورت کے پیدا کرنے والے شاہ!	تو خوبصورت اور ذلیل بدصورت (کے پیدا کرنے) پر قادر ہے
خوب گوید اے شہ حسن و بہا	پاک گردانیدیم از عیبہا
خوبصورت کہتا ہے اے شاہ حسن و جمال!	تو نے مجھے عیبوں سے پاک کر دیا
حمد لک والشکر لک یا ذا المنن	حاضری و ناظری بر حال من
اے احسانات والے! تیری تعریف ہے اور تیرا شکریہ ہے	تو میری حالت پر حاضر و ناظر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

حاصل آں شد کو ہر انچہ خواست کرد	خوب را وزشت را چوں خار و ورد
خلاصہ یہ ہوا کہ اس نے جو چاہا وہ کیا	اچھے اور برے کو کانٹے اور پھول کی طرح
اوست بر ہر بادشاہے بادشا	کار ساز یفعل اللہ مایشا
وہ ہر بادشاہی کے اوپر بادشاہ ہے	کاموں کا بنانے والا ہے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے

شرح حبیبی

اگر تم یہ سوال کرو کہ جان کے اندر جو بات بھی پیدا ہو سب کو اس کی طرف سے سمجھو تو اس سے لازم ہے کہ برائیاں بھی اسی کی طرف سے ہوں اور یہ اس کا نقص ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو تسلیم کرتے ہیں کہ برائیاں بھی اسی کی طرف سے ہیں مگر ہم کہتے ہیں کہ یہ اس کا نقص نہیں بلکہ عین کمال ہے ہم اس مضمون کو ایک مثال سے سمجھاتے ہیں تم حق سبحانہ کو ایک مصور فرض کرو اس نے اچھی اور بری ہر قسم کی صورتیں بنائی ہیں۔ یوسف اور حورعین کی تصویریں بھی اسی نے بنائی ہیں اور دیوؤں اور شیطانوں کی صورتیں بھی اسی نے بنائی ہیں۔ اب کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ اس کا نقص ہے ہرگز نہیں بلکہ یہ اس کی عین استادی اور کمال ہے یہ اس کی برائی نہیں بلکہ عین حکیمی اور صناعی ہے۔ وہ اچھے کو نہایت اچھا بناتا ہے کہ عالم کے حواس اس سے مزے لیتے ہیں اور بری کو نہایت برا بناتا ہے گویا کہ تمام برائی کو اس میں جمع کر دیتا ہے یہ اس لئے کہ اس کا کمال علم و صنعت ظاہر ہو اور اس کی استادی کا منکر ذلیل ہو ہم تو کہتے ہیں کہ اگر برے کو نہ پیدا کر سکے تو یہ اس کا نقص ہے اسی لئے اس نے مومن و کافر دونوں کو پیدا کیا تاکہ نقص کا الزام اس پر عائد نہ ہو سکے۔ اسی لئے کافر و مومن ہر ایک اس کی خدائی کے شاہد اور اس کے سامنے سرافگندہ ہیں مگر ان میں فرق کیا ہے وہ فرق یہ ہے کہ مومن تو طوعاً منقاد ہے کیونکہ وہ طالب و قاصد رضائے حق ہے اور کافر قہراً خدا پرست ہے مگر مقصود اس کا دوسرا ہے یعنی انکار و مخالفت۔ اس لئے اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک باغی کہ وہ بغاوت کے لئے قلعہ بناتا ہے اور امارت کا دعویٰ کرتا ہے اور بغاوت اس لئے کرتا ہے کہ ملک پر قبضہ کرلے لیکن نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ مغلوب ہوتا ہے اور قلعہ بادشاہ کے قبضہ میں چلا جاتا ہے تو اس نے حقیقۃً بادشاہ ہی کے لئے قلعہ بنایا تھا مگر چونکہ مقصود اس کا اطاعت نہ تھا بلکہ مخالفت تھا اس لئے مردود ہوا اور مومن اپنی وجاہت کے لئے قلعہ نہیں بناتا بلکہ وہ بادشاہ کی بادشاہی کو تسلیم کرتا ہے اور اسی کے لئے وہ قلعہ بناتا ہے لہٰذا مقرب ہے۔ غرض کہ اچھے ہوں یا برے خواہ بزبان حال ہوں یا بزبان قال سب اس کے مداح ہیں اور اس کی استادی و کمال کی داد دیتے ہیں برا کہتا ہے کہ اے برے کے پیدا کرنے والے تو اچھے پر بھی قادر ہے اور برے پر بھی۔ اچھا کہتا ہے کہ اے شہ حسن و بہا تو نے مجھے عیبوں سے پاک کیا اے محسن تیرا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے تو حاضر و ناظر ہے میری حالت واقعی طور پر تیرے کمال کی داد دے رہی ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اچھوں کو اچھا بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

اسی نے بنایا اور بروں کو برا بھی اسی نے بنایا جس طرح کہ کانٹا بھی اسی نے بنایا اور پھول بھی اسی نے اور باقتضائے حکمت جیسا چاہا ویسا بنایا کسی کو اس پر اعتراض کا حق حاصل نہیں کیونکہ یہ منصب اس کا ہے جو خدا پر حاکم ہو اور خدا پر کوئی حاکم نہیں بلکہ وہ خود احکم الحاکمین ہے اس کی شان یہ ہے لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون لہٰذا وہ فاعل مختار وحکیم ہے باقتضائے حکمت جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

شرح شبیری

ور تو گوئی الخ۔ یعنی اور اگر تم کہو کہ یہ برائیاں بھی اسی سے ہیں لیکن وہ اس کے فضل کی کمی کب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر شبہ ہو کہ یہ جو گناہ وغیرہ برے کام پیدا کئے اگر ان کو پیدا نہ فرماتے تو بہتر تھا اس لئے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود حق تعالیٰ میں نعوذ باللہ کوئی نقص ہے جو ایسی بری چیزیں اس سے صادر ہوئیں تو یہ شبہ بالکل فضول ہے اس لئے کہ ان کے پیدا کرنے سے ان میں نقصان کب ثابت ہوا بلکہ

آن بدی الخ۔ یعنی وہ بدی دنیا بھی اس کا کمال ہے اور میں ایک مثال تم سے بیان کرتا ہوں اے محتشم کہ اس سے تم کو معلوم ہو جائے کہ خلق معاصی وغیرہ دلیل نقص نہیں ہے بلکہ دلیل کمال ہی ہے۔

ایمان بالقدر خیرہ وشرہ کے بیان کرنے میں ایک مثال

کرد نقاشی الخ۔ یعنی کسی نقاش نے دو طرح کے نقش بنائے کچھ صاف نقش اور کچھ نقوش بے صفا (یعنی خراب)۔

نقش یوسف الخ۔ یعنی یوسف جیسا نقش بنایا اور ایک خوبصورت حور کا اور کچھ دیووں کے اور شیطانان مردود کے۔

ہر دو گونہ الخ۔ یعنی دونوں نقش اس کی استادی ہیں اور وہ اس کی برائی نہیں ہیں یا وہ اس کی دانائی (کی دلیل) ہیں مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے برے اور بھلے دونوں طرح کی مخلوق پیدا فرمائی ہے مگر بروں کو پیدا کرنا اور ناقصین کا ایجاد مستلزم اس کے نقص اور برائی کو نہیں ہے بلکہ دونوں کا ایجاد دلیل ہے اس کے کامل ہونے کی کہ کیا قدرت ہے کہ جیسا چاہے بنادے ورنہ اگر سب مخلوق یکساں ہی پیدا ہوا کرتی تو پھر تو وہ امر اضطراری ہو جاتا جیسا کہ مشین ہوتی ہے کہ جب اس کو چلا دیا گیا تو وہ ایک ہی سی چیز بناتی چلی جائے گی بخلاف کاریگر اور صناع کامل کے کہ وہ ہر شے کو جب دوبارہ بنائے گا تو ضرور پہلے سے اس میں فرق ہوگا۔ اس کی ایک مثال حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے۔ سبحان اللہ عجیب مثال ہے فرماتے تھے کہ اس زشت وخوب کی تخلیق کی ایسی مثال ہے جیسے کہ کاتب کی کتابت اس لئے کہ دیکھو اگر میر یا پنجہ کش جیسا کاتب کہ جو اپنے فن میں کامل ہیں ایک بہت نفیس و صلی لکھ کر دکھائیں تو کوئی تعجب نہیں ہے اس لئے کہ یہ تو ان کا کام ہی ہے اس طرح تو وہ بالکل بے تکلف لکھ سکتے ہیں کمال تو جب ہے کہ لکھیں تو قلم برداشتہ مگر لکھیں ایسا جیسا کہ گویا کسی سیکھتر بچے کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اس سے

www.besturdubooks.wordpress.com

معلوم ہوگا کہ اس قدر بڑا کامل ہے کہ جو چاہے اور جس طرح چاہے لکھ دے کسی ایک طرز اور ایک روش کا پابند نہیں ہے اسی طرح چونکہ حق تعالیٰ جمیل ہیں (جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اللہ جمیل یحب الجمال) وہ اگر جمیل اور حسن کو پیدا فرمائیں تو اس قدر تعجب نہیں ہے جیسا کہ زشت کا بنانا تعجب کی بات ہے کہ اللہ اکبر وہ ذات جس کی یہ شان ہے اور وہ یہ صورتیں پیدا کرے بس سوائے اس کے کہ منکر سے منکر بھی اور ملحد سے ملحد بھی پکار اٹھے کہ وحدہ لاشریک ہے بے شک قادر مطلق ہے اور کوئی بات نظر نہیں آتی تو دیکھو وہ شے کہ جو بظاہر ذات باری تعالیٰ میں نقص معلوم ہوتا تھا بحمد اللہ وہی موجب کمال ہو گیا اور ہو کیا گیا پہلے سے تھا اب ظاہر ہو گیا۔ وللہ الحمد۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں کہ زشتی او نیست آن رادی اوست۔ سبحان اللہ اور اس کی وہ قدرت ہے کہ

خوب را الخ۔ یعنی اچھے کو انتہا درجہ کا اچھا بناتا ہے کہ ایک جہان کی حس اس سے چاشنی چکھتی ہے۔ مطلب یہ کہ اچھا بناتا ہے تو وہ ایسا کہ ایک عالم محظوظ ہوتا ہے۔

زشت را الخ۔ یعنی برے کو انتہا درجہ کا برا کرتا ہے کہ ساری برائیوں کو اس کے گرد تن دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ اگر برا بنائے تو ایسا کہ اس کے مقابلہ کی اور کوئی شے دنیا میں بری نہیں ہو سکتی۔

تا کمال الخ۔ یعنی تا کہ اس کی دانش کا کمال ظاہر ہو جائے اور اس کی استادی کا منکر رسوا ہو (اس لئے وہ اس طرح مختلف صور سے اپنی قدرت کا اظہار کرتے ہیں)

گرنتاند الخ۔ یعنی اگر برا نہ بنا سکے تو ناقص ہے اسی سبب سے حق تعالیٰ مومن اور کافر سب کے خالق ہیں (اس لئے کہ وہ تو کامل ہیں لہٰذا دونوں طرح بنا سکتے ہیں)

پس ازیں الخ۔ یعنی پس اسی وجہ سے (کہ سب مخلوقات حق ہی ہیں) کفر اور ایمان (دونوں) اس کی خداوندی کے شاہد ہیں اور سب اسی کو سجدہ کرتے ہیں مگر اس قدر فرق ہے کہ

لیک مومن الخ۔ یعنی لیکن مومن تو خوشی سے عبادت کر رہا ہے اس لئے کہ وہ تو رضائے حق کی تلاش میں ہے اور اسی کا قاصد ہے۔

ہست کرہا الخ۔ یعنی کافر بھی ہے تو حق پرست ہی مگر قصد میں اس کی مراد اور ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مومن تو خوشی سے اور قصداً عبادت حق ہی کرتا ہے اور اس کی رضا کا جویا ہوتا ہے بخلاف کافر کے کہ وہ اپنے قصد سے تو عبادت حق نہیں کرتا بلکہ دوسرے کو سجدہ کر رہا ہے مگر باعتبار آئندہ کے یہ عبادت زبردستی عبادت حق ہی کر لے جائے گی۔ آگے اس کی مثال فرماتے ہیں کہ

قلعہ سلطان الخ۔ یعنی کوئی ایک قلعہ شاہی بنا رہا ہے لیکن خود میر ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

گشتہ باغی الخ۔ یعنی وہ باغی ہو گیا ہے تا کہ ملک اس کا ہو جائے آخرکار خود قلعہ سلطان ہی کا ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک شخص شاہی زمین میں قلعہ بنا رہا ہے اور کہتا ہے کہ یہ میرا ہے اور میں بادشاہ ہوں یا یہ کہ کسی دوسرے بادشاہ کی اطاعت کرتا ہے اور اس کا دم بھرتا ہے تو نتیجہ یہ ہے کہ باغی کہلائے گا اور ایک روز بادشاہ اس کو قلعہ سے نکال باہر کرے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

اور جو قلعہ دوسرے کے لئے یا اپنے لئے بنایا تھا آج پھر وہ بادشاہ ہی کا ہو گیا۔ تو اسی طرح یا تو کافر عبادت دوسرے کی کرتا ہے جیسا کہ عوام کفار کی حالت ہے یا خود اپنی ہی عبادت کرتے ہیں یا کم عبادت کرتے ہیں جیسے کہ فرعون وغیرہ تو بس ایک دن وہ ہوگا کہ اس ملک شاہی سے ان کو نکال باہر کیا جائے گا اور ان کی ساری محنت برباد ہو جائے گی اور جو شان کی کہلاتی تھی وہ حق تعالیٰ کی ہو جائے گی جیسا کہ ظاہر ہے یہ تو مثال کافر کی ہے کہ جس کی عبادت کرتا عبادت حق ہوگی آگے مثال مومن کی بیان فرماتے ہیں جو کہ طوعا عبادت حق میں مشغول ہے فرماتے ہیں کہ

مومن آن الخ۔ یعنی مومن اس قلعہ کو خاص بادشاہ کے لئے عمارت کر رہا ہے نہ کہ اپنی جاہ کے لئے۔ مطلب یہ کہ اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے بادشاہ کسی معمار کو حکم دے کہ ایک قلعہ بناؤ تو یہ بھی قلعہ بنا رہا ہے مگر اس کی منشا خاص اللہ کے واسطے ہے تو قلعے تو انجام کار دونوں بادشاہ ہی کے ہوں گے مگر اس قدر فرق ہے کہ اس باغی سے قلعہ لیا گیا اور اس کو سزا بھی دی گئی کہ دائم الحبس کیا گیا اور اس معمار سے قلعہ لے لیا گیا مگر اس کی مزدوری اور مزید انعام واکرام بھی عطا ہوا پس یہی حالت مومن وکافر کی ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

زشت گوید الخ۔ یعنی برا آدمی تو کہتا ہے کہ اے بادشاہ برے کو پیدا کرنے والے تو اچھے پر بھی قادر ہے اور اس دلیل زشت پر بھی خوب گوید اے الخ۔ یعنی اچھا کہہ رہا ہے کہ اے شاہ حسن وجمال تو نے مجھے عیبوں سے پاک فرمایا ہے۔

حمد لک الخ۔ یعنی اے اللہ تیرا شکر ہے اور تیرے ہی لئے حمد ثابت ہے تو میرے حال کا حاضر وناظر ہے (کہ تو نے مجھے کیسا کچھ بنایا ہے) مطلب یہ ہے کہ جو برا ہے اور کافر ہے وہ اگر تعریف بھی کرتا ہے اور حق تعالیٰ کی قدرت کو بھی یاد کرتا ہے تو چونکہ برا ہے برائی ہی کو یاد کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یا الٰہی تیری وہ قدرت ہے کہ تو ایسی بری بری چیزیں پیدا فرماتا ہے اور جو اچھا ہے اور مومن ہے وہ تعریف کرتا ہے تو اس طرح سے کہ یا الٰہی تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے عیب سے پاک بنایا۔ اچھی چیزوں کو پیدا کیا اے اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے تو دیکھو جو جیسا تھا اس نے ویسے ہی حق تعالیٰ کی حمد اور تعریف بھی کی۔ آگے اس تقریر کا حاصل بیان فرماتے ہیں کہ

حاصل آن الخ۔ یعنی حاصل یہ ہے کہ اس نے جو چاہا کیا اچھا اور برا پھول اور کانٹے کی طرح۔

اوست بر ہر الخ۔ یعنی وہ ہر بادشاہ کے اوپر بادشاہ ہے جو چاہے وہ ہی کرے۔ مطلب یہ کہ وہ قادر مطلق ہے کوئی اس کی روک ٹوک کرنے والا نہیں اس لئے کہ اس سے بڑا ہی کوئی نہیں ہے۔ غرض کہ اس کی وہ شان ہے ہست سلطانی مسلم مر ورا + نیست کس را زہرہ چون وچرا۔ آگے پھر قصہ صحابی مریض اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع ہے۔

وصیت کردن پیغمبر علیہ السلام بیمار را ودعا آموزیدن

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیمار کو نصیحت کرنا اور دعا سکھانا

گفت پیغمبر مر آں بیمار را	ایں بگو کہ سہل کن دشوار را
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بیمار سے فرمایا	یہ کہہ کہ (اے خدا) مشکل آسان کر دے

www.besturdubooks.wordpress.com

آتنا فی دار دنیا ناحسن	آتنا فی دار عقبانا حسن
ہمیں ہمارے دنیا کے گھر میں بھلائی عطا فرما	ہمیں ہمارے آخرت کے گھر میں بھلائی عطا فرما
راہ رابرما چو بستاں کن لطیف	منزل ما خود تو باشی اے شریف
صراط (مستقیم) کو ہم پر باغ کی طرف پر لطف بنا دے	اے شرافتوں والے! ہماری منزل خود تو ہی ہو

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی کو یہ دعا سکھلائی کہ یوں کہو کہ ہماری مشکل آسان کر۔ ہم کو دنیا میں بھی اچھائی عطا کر اور آخرت میں بھی اور اپنے راستہ کو ہمارے لئے باغ کی طرح دلچسپ کر دے اور ہماری منزل مقصود اور ہمارا مطلوب تو ہو جا۔ آگے مولانا راہ رابرما چو بستان کن لطیف سے پل صراط پر عبور کی حالت بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

مومناں در حشر گویند اے ملک	نے کہ دوزخ بود راہ مشترک
مومن حشر میں کہیں گے اے فرشتو!	کیا دوزخ (مومنوں اور کافروں کا) مشترک راستہ نہ تھا؟
مومن و کافر بروبیا بد گزار	ماندیدیم اندریں رہ دود و نار
مومن اور کافر اس پر گزرتے ہیں	ہم نے اس راستہ میں دھواں اور آگ نہ دیکھی
نک بہشت و بارگاہ ایمنی	پس کجا بود آں گزرگاہ دنی
یہ تو بہشت اور اطمینان کی بارگاہ ہے	تو وہ کم درجہ کا راستہ کہاں ہے؟
پس ملک گوید کہ آں روضہ خضر	کاں فلاں جا دیدہ اید اندر گذر
تو فرشتے کہیں گے کہ وہ سبز باغ	جو راستہ میں تم نے فلاں جگہ دیکھا ہے
دوزخ آنجا بود وسیاست گاہ سخت	برشما شد باغ و بستان و درخت
دوزخ اور سخت سزا کی جگہ وہیں تھی	تمہارے لئے وہ باغ اور چمن اور درخت بن گئی
چوں شما ایں نفس دوزخ خوی را	آتشی و گبرو فتنہ جوئے را
چونکہ تم نے اس دوزخ مزاج نفس پر	جہنمی اور کافر اور فتنہ جو پر
جہد ہا کردید تا شد پر صفا	نار را کشتید از بہر خدا
تم نے مجاہدے کئے یہاں تک کہ وہ مصفٰی ہو گیا	تم نے آگ کو بجھایا خدا کے لئے
آتش شہوت کہ شعلہ می زدے	سبزۂ تقویٰ شدو نور ہدے
شہوت کی آگ جو بھڑکتی تھی	تقویٰ کا سبزہ اور ہدایت کا نور بن گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

آتش خشم از شما ہم حلم شد	ظلمت جہل از شما ہم علم شد
تمہارے غصہ کی آگ بھی بردباری بن گئی	تمہارے جہل کی تاریکی بھی علم بن گئی
آتش حرص از شما ایثار شد	واں حسد چوں خار بد گلزار شد
تمہاری حرص کی آگ ایثار بن گئی	جو حسد کانٹے کی طرح تھا وہ چمن بن گیا
چوں شما این جملہ آتشہائے خویش	بہر حق کشتید جملہ پیش پیش
چونکہ تم نے اپنی ان تمام آگوں کو	پہلے ہی پہلے اللہ (تعالیٰ) کے لئے بجھا دیا
نفس ناری را چو باغے ساختید	اندر و تخم وفا انداختید
چونکہ تم نے جہنمی نفس کو باغ بنا لیا	اس میں وفا کا بیج بو دیا
بلبلان ذکر و تسبیح اند رو	خوش سرایاں در چمن بر طرف جو
جس میں ذکر اور تسبیح کی بلبلیں	نہر کے کنارے چمن میں خوش الحانی کرتی ہیں
داعی حق را اجابت کردہ اید	وز جحیم نفس آب آوردہ اید
اللہ (تعالیٰ) کی طرف بلانے والے کی تم نے بات مان لی	اور نفس کی دوزخ سے تم نے پانی حاصل کر لیا
دوزخ ما نیز در حق شما	سبزہ گشت و گلشن و برگ و نوا
ہماری دوزخ بھی تمہارے لئے	سبزہ اور گلشن اور ساز و سامان بن گئی
چیست احساں را مکافات اے پسر	لطف و احسان و ثواب معتبر
اے بیٹا! احسان کا بدلہ کیا ہے؟	مہربانی اور احسان اور معقول ثواب
نے شما گفتید ما قربانیم	پیش اوصاف شما ما فانیم
کیا تم نے نہیں کہا تھا' ہم فدائی ہیں	آپ کے اوصاف کے پیش نظر ہم فانی ہیں
ما اگر قلاش وگر دیوانہ ایم	مست آں ساقی و آں پیمانہ ایم
ہم خواہ مفلس اور خواہ دیوانے ہیں	اسی ساقی اور اسی پیمانے کے مست ہیں
بر خط فرمان او سر می نہیم	جان شیریں را گروگاں میدہیم
اس کے ارشاد کی ہم فرمانبرداری کرتے ہیں	اپنی جان شیریں کو ہم گروی کرتے ہیں
تا خیال دوست در اسرار ماست	چاکری و جاں سپاری کار ماست
جب تک دوست کا خیال ہمارے دلوں میں ہے	خدمتگاری اور فدا کاری ہمارا کام ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

اس دعا کا اثر قیامت میں یوں ظاہر ہوگا کہ پل صراط پر عبور آسان ہوگا۔ دوزخ گلزار بن جائے گی اور جنت جو انوار و تجلیات ربانیہ کا محل ہے وہ مسکن ہوگا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مومن لوگ قیامت میں کہیں گے کہ اے فرشتو یہ تو بتلاؤ دوزخ تو ہمارا اور کافروں کا مشترک راستہ تھا کیونکہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے ان منکم الا واردھا مگر ہم کو راستہ میں نہ دھواں ملا اور نہ آگ یہ کیا بات ہے۔ بہشت اور مقام امن تو آ گیا۔ دوزخ کہاں رہ گئی۔ فرشتے اس کے جواب میں کہیں گے کہ وہ فلاں سرسبز باغ جو تم نے راستہ میں فلاں مقام پر دیکھا تھا وہ تھا دوزخ اور سخت سیاست گاہ تمہارے لئے وہ باغ بستان اور درخت بن گیا تھا چونکہ تم نے اس دوزخ خصلت اور آتش شہوت سے لبریز کا فرفتنہ جو نفس کو مجاہدات سے صاف ستھرا کر دیا تھا اور خدا کے لئے تم نے اس کی آتش شہوات کو بجھا دیا تھا جس سے کہ آتش شہوت جو شعلہ زن تھی۔ سبزہ تقوے و نور ہدایت سے مبدل ہوگئی تھی اور تمہاری آتش خشم حلم بن گئی تھی اور ظلمت جہل مبدل بہ نور علم ہوگئی تھی اور آتش حرص ایثار سے بدلی گئی تھی اور خار حسد گلزار ہو گیا تھا چونکہ تم ان سب آتشوں کو خدا کے لئے پہلے ہی بجھا چکے تھے اور تم نے نفس ناری کو ایک باغ بنا دیا تھا جس میں تم نے اطاعت حق سبحانہ کا بیج بو دیا تھا اور جس میں ذکر الٰہی اور تسبیح حق سبحانہ کی بلبلیں انہار فیوض الٰہیہ کی ملابس ہو کر نغمہ سرائیاں کر رہی تھیں اور چونکہ تم نے داعی حق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اجابت کی اور دوزخ نفس سے پانی نکالا اور اس کو امارہ سے مطمئنہ بنایا ان وجوہ سے ہمارا دوزخ بھی تمہارے حق میں سبزہ اور گلشن وغیرہ بن گیا کیونکہ احسان کا بدلا لطف و احسان و ثواب ہے کیا تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم فدائی ہیں اور حق سبحانہ کے اوصاف کے مقابلہ میں ہم فانی ہیں ہم کو اہل دنیا کی نظر میں بے نام و ننگ اور دیوانہ ہیں لیکن ہم تو حق سبحانہ کی شراب محبت سے مست ہیں ہم کو اس دنیاوی نام و ننگ و عقل کی کیا پرواہ ہے ہم تو اس کے فرمان و حکم کے مطیع ہیں اور اپنی جان شیریں کو اسی کے لئے محبوس کرتے ہیں جب تک دوست کا خیال ہمارے اندر ہے بندگی اور جان کو اس کے حوالہ کر دینا ہمارا کام ہے۔ جب تم نے ایسا کیا تھا تو حق سبحانہ اور اس کا معاوضہ تم کو کیوں نہ دیتے لہٰذا اس نے تم کو اس کا بہتر معاوضہ دیا جس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے لئے نار کو گلزار کر دیا۔

شرح شبّیری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بیمار کو دعا اور توبہ سکھلانا

گفت پیغمبر الخ۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مریض سے فرمایا کہ یوں کہو کہ دشوار کو سہل فرما دیجئے۔

مطلب یہ کہ حق تعالیٰ سے تو یہ دعا کرو کہ وہ مشکل کو آسان کر دے نہ یہ کہ آسان کو مشکل کر دے اور یہ کہو کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اتنانی دار دنیا نا الخ۔ یعنی اے اللہ ہم کو ہماری دنیا میں بھی بہتری دے اور اے اللہ ہم کو ہماری آخرت میں بھی بہتری عنایت فرما۔ یہ ترجمہ ہے بعینہ اس دعا کا جو قرآن شریف میں ہے کہ ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار غرضکہ ارشاد ہوا کہ عافیت دوجہان کی طلب کرو۔ یہ کیا کہ اے اللہ جو عذاب دینا ہے یہیں دے دیجئے یوں کہو کہ یہاں بھی عافیت دے اور وہاں بھی عذاب مت فرما اور یوں عرض کرو کہ

راہ را بر ما الخ۔ یعنی اے اللہ ہماری راہ کو باغ کی طرح لطیف اور آسان فرما دیجئے اور ہماری منزل (مقصود) خود آپ ہی ہو جایئے غرض کہ عافیت اور وصل اور لقاء حق کے طالب ہو اب چونکہ بیان کیا تھا کہ یوں دعا کرو کہ اے اللہ ہماری راہ کو بستان کر دے تو آگے گویا کہ اس کا مفہوم اور مطلب بیان فرماتے ہیں ایک قصہ سے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب قیامت کے روز مسلمان بہشت میں پہنچ جائیں گے تو وہ فرشتوں سے دریافت کریں گے ہم نے دنیا میں سنا تھا کہ مومن اور کافر سب پل صراط پر سے گزریں گے اور وہ جہنم پر ہے مگر ہم کو راستہ میں جہنم ملا نہیں اور اب جنت میں ہیں کہ یہاں سے اور کہیں جانے کی امید نہیں ہے اس لئے یہ تو بتاؤ کہ آخر یہ بات کیا ہے تو وہ فرشتے فرمائیں گے کہ تم کو راستہ میں جو ایک سبز ہرا بھرا باغ ملا تھا جہنم وہی تھا چونکہ تم نے دنیا میں اپنے اخلاق ذمیمہ کو مجاہدہ و ریاضت کر کے زائل کر دیا تھا اور شہوت و غضب کی آگ کو بجھا دیا تھا آج اس کی برکت ہوئی کہ تمہارے لئے دوزخ کی آگ بھی بجھ گئی اور تمہارے لئے وہ سرسبز باغ ہو گیا تو مولانا کا مقصود یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے دعا کرو اس راہ پل صراط کو باغ بنا دیجئے۔ اب سنو فرماتے ہیں کہ

مومنان در حشر الخ۔ یعنی قیامت میں مومن کہیں گے کہ اے فرشتو کیا دوزخ ایک راہ مشترک (بین الکافر والمومن) نہ تھی استفہام انکاری ہے مومن اور کافر کے لئے تو دوزخ ہی راہ مشترک تھی اور سب کو اسی پر سے گزرنا تھا۔

مومن و کافر بر وا الخ۔ یعنی مومن اور کافر سب اس پر سے گزریں گے (مگر) ہم نے تو اس راہ جنت میں نہ آگ دیکھی نہ دھواں۔

نک بہشت الخ۔ یعنی یہ بہشت ہے یہ خوف کی جگہ (اب یہاں سے کہیں جانا ہوگا نہیں) پس وہ گزرگاہ کمینی کہاں ہے۔

پس ملک گوید کہ الخ۔ یعنی پس فرشتہ کہے گا کہ وہ سرسبز باغ جو کہ فلاں جگہ تم نے راستہ میں دیکھا تھا۔

دوزخ آن بود الخ۔ یعنی دوزخ وہی تھی اور سخت سیاست کی جگہ تھی مگر تم پر وہ باغ اور بستان اور درخت ہو گیا۔

چون شما الخ۔ یعنی جبکہ تم نے اس دوزخ خوئے نفس کو آتشی کو اور کبر کو اور فتنہ جو کو

جہد ہا کردید الخ۔ یعنی تم نے مجاہدے کئے یہاں تک کہ وہ پر صفا ہو گیا اور تم نے نار (شہوت و غضب) کو خدا کے واسطے مارا۔

آتش شہوت الخ۔ یعنی آتش شہوت کہ شعلہ مار رہی تھی وہ سبزۂ تقویٰ اور نور ہدایت ہو گئی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آتش خشم از الخ۔ یعنی تمہاری اندرونی آتش خشم حلم ہوگئی اور جہل کی ظلمت تمہاری حلم ہوگئی۔

آتش حرص الخ۔ یعنی تمہاری آتش حرص (مبدل) بہ ایثار ہوگئی اور وہ حسد جو خار کی طرح تھا گلزار ہوگیا

چون شما این الخ۔ یعنی جبکہ تم نے اپنی ان ساری خواہشات کو حق تعالیٰ کے واسطے پہلے ہی سے مار دیا تھا۔

نفس ناری الخ۔ یعنی تم نے نفس ناری کو ایک باغ بنالیا تھا اور اس کے اندر تخم وفا ڈالا تھا۔

بلبلان ذکر الخ۔ یعنی اس باغ میں ذکر و تسبیح کی بلبلیں نہر کے کنارے پر خوب گا رہی تھیں۔

داعی حق الخ۔ یعنی داعی حق کی تم نے اجابت کی تھی اور دوزخ نفس سے تم نے پانی نکالا تھا یعنی اس کی صفات جو کہ مشابہ نار کے تھیں ان کو دوسری صفات حسنہ سے بدل دیا تھا جو کہ مثل پانی کے تھیں تو گویا کہ آگ میں سے پانی نکالا تھا جب تم نے دنیا میں یہ کیا تھا تو

دوزخ الخ۔ یعنی ہماری دوزخ بھی تمہارے حق میں سبزہ ہوگئی اور گلشن اور پتے اور بخشش ہوگئی۔

چیست احسان الخ۔ یعنی اے صاحبزادہ احسان کا بدلا کیا ہے لطف اور احسان اور ثواب ہی ہے (لہٰذا چونکہ تم نے دنیا میں احسان کیا تھا اور معاصی سے بچے تھے اس لئے حق تعالیٰ نے تم پر احسان کیا) چونکہ یہ سوال بھی سب مومن کریں گے تو جواب بھی سب کے لئے ہوگا اس لئے یہاں تک جواب عباد و زہاد کے لئے تھے کہ دیکھو تم نے یہ اعمال کئے ان کی یہ برکت ہوئی۔ آگے ان کی طرف سے الگ ہو کر خطاب ہے عشاق کو جنہوں نے کہ یاد میں حق تعالیٰ کی اپنے کو فنا کر دیا تھا اور بالکل مر مٹے تھے ان کو مخاطب بنا کر بطور استفہام انکاری کے کہتے ہیں کہ

نے شما گفتید الخ۔ یعنی کیا تم نے نہ کہا تھا کہ ہم قربانی ہیں اور اوصاف بقا کے سامنے ہم تو فانی ہیں اور یہ کہا تھا کہ

ما اگر قلاش و گر الخ۔ یعنی ہم خواہ مفلس ہیں اور خواہ دیوانہ ہیں مگر ہیں تو اسی ساقی اور پیمانہ کے مست غرضکہ جیسے بھی ہیں ان کے ہیں۔

بر خط و فرمان الخ۔ یعنی اس کے ارشاد اور فرمان پر سر رکھتے ہیں اور اپنی جان شیریں کو دوسروں کے قبضہ میں یوں دیتے ہیں کہ ان کے پاس بطور مرہون کے ہو جاتی ہے اور یہی شان ہے عشاق اہل فنا کی اور تم اس طرح کہا کرتے تھے کہ

تا خیال دوست در الخ۔ یعنی ہمارے قلب میں جب تک کہ خیال دوست ہے تو چاکری اور جانسپاری ہمارا کام ہے۔

ہر کجا شمع بلا افروختند	صد ہزاراں جان عاشق سوختند
انہوں نے جہاں کہیں عشق کی شمع روشن کی ہے	عاشقوں کی لاکھوں جانیں جلا ڈالی ہیں
عاشقانے کز درون خانہ اند	شمع روئے یار را پروانہ اند
وہ عاشق جو بارگاہ کے اندر ہیں	وہ دوست کے رخ کی شمع کے پروانے ہیں
اے دل آنجا رو کہ با تو روشن اند	وز بلاہا مر ترا چوں جوشن اند
اے دل! تو وہاں جا جہاں تیرے ساتھ روشن (دل) ہیں	جو مصائب کے لئے تیری زرہ ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

درمیان جاں ترا جامی کنند	تا ترا پر بادہ چوں جامے کنند
وہ تجھے دل میں جگہ دیتے ہیں	تاکہ تجھے جام کی طرح شراب سے بھرپور کر دیں
درمیان جانِ ایشاں خانہ گیر	در فلک خانہ کن اے بدرِ منیر
ان کے دل میں تو جگہ بنالے	اے روشن چاندا آسمان میں جگہ کر لے
چوں عطارد دفتر دل وا کنند	تاکہ برتو سرہا پیدا کنند
وہ عطارد کی طرح دل کا دفتر کھول دیں گے	تاکہ تجھ پر راز کھول دیں
پیش خویشاں باش چوں آوارۂ	برمہ کامل زن ارمہ پارۂ
اپنوں کے سامنے رہ تو آوارہ کیوں ہے	اگر تو چاند کا ٹکڑا ہے کامل چاند سے جڑ جا
جزو را از کل خود پرہیز چیست	با مخالف ایں ہمہ آمیز چیست
جزو کو اپنے کل سے پرہیز کیوں ہے؟	مخالف کے ساتھ یہ میل کیوں ہے؟
جنس رابیں نوع گشتہ در روش	غیبہا بیں عین گشتہ در رہش
تو اس کے سامنے جنس کو نوع بنے ہوئے دیکھ	اسکے طریق میں تو غیبوں کو مشاہدہ بنے ہوئے دیکھ
تا چو زن عشوہ خری اے پر خرد	از دروغ و عشوہ کے یابی مدد
اے عقلمند! عورتوں کی طرح تو کب تک فریب کی قدر کرے گا	جھوٹ اور فریب سے کب مدد حاصل کر سکے گا؟
چاپلوسی لفظ شیرینی فریب	می ستانی می نہی چوں زن بہ جیب
خوشامد (اور) فریب کے میٹھے الفاظ	تو قبول کرتا ہے عورتوں کی طرح جیب میں رکھ لیتا ہے
مر ترا دشنام و سیلی شہاں	بہتر آید از ثنائے گمرہاں
تیرے لئے شاہوں کی گالیاں اور چپت	مناسب ہیں گمراہوں کی تعریف سے
صفع شاہاں خور مخور شہد خساں	تا کسے گردی ز اقبال کساں
شاہوں کا طمانچہ کھا کمینوں کا شہد نہ کھا	تاکہ تو صاحب دل لوگوں کی توجہ سے انسان بن جائے
زانکہ زایشاں دولت و خلعت رسد	در پناہ روح جاں گردد جسد
کیونکہ انہی سے دولت و خلعت ملتی ہے	روح کی پناہ میں جسم روح بن جاتا ہے
ہر کجا بینی برہنہ بے نوا	داں کہ او بگریختست از اوستا
جس جگہ تو ننگا بے سروسامان دیکھے	سمجھ لے کہ وہ استاد سے بھاگا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تا چناں گردد کہ می خواہد دلش	آن دل کور بد بے حاصلش
تاکہ وہ ویسا بنے جیسا کہ اس کا دل چاہتا ہے	وہ اس کا اندھا برا بد نصیب دل
گر چناں گشتی کہ استا خواستے	خویش را و خلق را آراستے
اگر وہ ویسا بنتا جیسا کہ استاد چاہتا	اپنے آپ کو اور لوگوں کو سدھار دیتا
ہر کہ از استاد گریزد در جہاں	اوز دولت می گریزد ایں بداں
جو دنیا میں استاد سے بھاگے	یہ سمجھ لے وہ دولت سے بھاگتا ہے
پیشۂ آموختی در کسب تن	چنگ اندر پیشۂ دیں نیز زن
تونے جسم کی کمائی کا پیشہ سیکھ لیا	دین کے پیشہ میں بھی ہاتھ ڈال
در جہاں پوشیدہ گشتی و غنی	چوں بروں آئی ازینجا چوں کنی
تو مالدار تھا دنیا میں چھپا رہا	جب یہاں سے باہر نکلے گا کیا کرے گا
پیشۂ آموز کاندر آخرت	اندر آید کسب و دخل مغفرت
ایسا پیشہ سیکھ کہ آخرت میں	مغفرت کی آمدنی اور کمائی حاصل ہو
آں چناں شہریست پر بازار و کسب	تا نہ پنداری کہ کسب اینجاست حسب
وہ عالم (آخرت) ایک ایسا شہر ہے جو بازار اور کمائی سے بھرا ہے	تو ہرگز یہ نہ سمجھ کہ کمائی صرف اسی جگہ ہے
حق تعالیٰ گفت کایں کسب جہاں	پیش آں کسب ست لعب کودکاں
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس عالم (دنیا) کی کمائی	اس (عالم آخرت) کی کمائی کے مقابلہ میں بچوں کا کھیل ہے
ہمچو آں طفلے کہ بر طفلے تند	شکل صحبت کن مساسے می کند
اس بچے کی طرح جو بچہ پر چڑھے	(اور) جماع کرنے والے کی طرح مساس کرے
کودکاں سازند در بازی دکاں	سود نبود جز کہ تغییر زماں
بچے کھیل میں دکان لگاتے ہیں	وقت گزاری کے علاوہ کوئی نفع نہیں ہوتا ہے
شب شود در خانہ آید گرسنہ	کودکاں رفتہ بماندہ یک تنہ
رات ہو جاتی ہے تو گھر میں بھوکا آتا ہے	بچے چلے جاتے ہیں اکیلا رہ جاتا ہے
ایں جہاں بازیگہ است و مرگ شب	باز گردی کیسہ خالی پر لعب
یہ دنیا تماشا گاہ ہے اور موت رات ہے	تو تھکا ماندہ خالی جیب واپس ہو گا

www.besturdubooks.wordpress.com

سوئے خانہ گور تنہا ماندہ	با فغاں و احسرتا برخواندہ
قبر کے گھر کی طرف (جانے کے لئے) تو تنہا رہ گیا	فریاد کے ساتھ ہائے افسوس کہتا ہوا
کسب دیں عشق ست وجذب اندروں	قابلیت نور حق داں اے حروں
دین کی کمائی عشق اور باطنی جذبہ ہے	اے سرکش! قابلیت اللہ کے نور کو سمجھ
کسب فانی خواہدت ایں نفس خس	چند کسب خس کنی بگزار و بس
تیرا یہ کمینہ نفس فنا ہو جانے والی کمائی چاہتا ہے	کب تک کمینی کمائی کرے گا؟ چھوڑ بس کر
نفس حس گر جویدت کسب شریف	حیلہ و مکرے بود آں را ردیف
حسی نفس اگر تجھ سے اچھی کمائی کا مطالبہ کرے	کوئی حیلہ اور مکر اس کے پس پشت ہو گا

شرح حبیبی

عشاق خداوندی نے جس جگہ شمع عشق روشن کی ہے ہزاروں جانوں کو جلادیا یعنی ان کو بھی اپنا ہی سا عاشق بنا لیا ہے جو عاشق کہ درگاہ خداوند میں باریاب ہیں وہ شمع روئے خداوندی کے پروانہ ہیں اور مشاہدہ جمال خداوندی میں مصروف ہیں غرض کہ ان کی ذاتی حالت بھی اچھی ہے اور دوسروں کے ساتھ بھی ان کا معاملہ اچھا ہے۔ آگے ان سے تعلق پیدا کرنے کی ترغیب ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔ اے دل تو وہیں جا جہاں تیرے ساتھ کشادہ روی کے ساتھ برتاؤ کیا جاتا ہے اور جو تیری بلا ہائے دنیوی واخروی کے جبا یا قصداً دفع کرنے والے ہیں اور جو تجھے اپنی جان کے اندر جگہ دیتے ہیں تا کہ تجھے شراب محبت الٰہی سے جام کی طرح لبریز کر دیں تو ان کی ہی جان کے اندر گھر کر تو تو اصالتہ بدر منیر ہے تیرا گھر تو فلک ہونا چاہیے۔ یعنی اہل اللہ کی جان رفیع میں تجھ کو گھر کرنا چاہیے۔ یہ حضرات دبیر فلک عطارد کی طرح تیری کتاب دل کو کھول لیں گے تا کہ تجھ پر رازہائے پنہانی حق سبحانہ ظاہر کریں ارے تو آوارہ کیوں ہوتا ہے اپنوں میں رہ اگر تو مہ پارہ ہے (جیسا کہ واقعی امر ہے) تو چاند سے مل کیونکہ جزو کو اپنے کل سے ملنے سے کچھ پرہیز نہیں ہوتا۔ تو بیگانوں اور نااہلوں سے ملتا ہے یہ نہایت نامناسب بات ہے۔ اپنوں سے مل پھر دیکھنا کہ اب تو تو ان کا ہم جنس ہے۔ پھر ہم نوع ہو جائے گا۔ اور اب تو تجھ کو ان سے بہت بعد ہے پھر کمال قرب ہو جائے گا اور دیکھنا کہ جو اسرار الٰہی اس وقت تجھ پر ظاہر نہیں بلکہ مخفی ہیں ان کے پرتو سے وہ تجھ پر کھل جائیں گے۔ ارے جھوٹ اور فریب سے تیرا کب کام چل سکتا ہے بس تو کب تک۔ عورتوں کی طرح ان کا طالب رہے گا تو چاپلوسی میٹھی میٹھی باتیں اور فریب کر لیتا ہے اور عورتوں کی طرح جیب میں رکھتا ہے (یعنی تو ان خرافات کو پسند کرتا ہے جس طرح عورتیں ان کو پسند کرتی ہیں حالانکہ تجھ کو شاہوں (اہل اللہ) کے چپت اور برا بھلا

www.besturdubooks.wordpress.com

کہنا زیادہ مفید ہیں بہ نسبت گمراہوں کی تعریف کے۔ پس تو ان بادشاہوں کے چپت کھا اور ان ذلیل نااہلوں کا شہد نہ کھا تاکہ ان انسانوں کے اقبال اور ان کی برکت توجہ سے تو بھی ایک آن آدمی بن جائے کیونکہ یہ بادشاہ ہیں یہ اگر ایک وقت میں ماریں گے تو دوسرے وقت میں خلعت اور دولت معنویہ بھی دیں گے تو دیکھتا نہیں کہ کاملین کی صحبت کا کیا اثر ہوتا ہے۔ دیکھو جسم ایک بے جان چیز ہے لیکن جب روح کی پناہ میں آجاتا ہے تو زندہ ہو جاتا ہے اور دولت وخلعت حیات سے مشرف ہو جاتا ہے۔ یاد رکھ کہ جہاں کہیں تجھے کوئی خلعت باطنی سے ننگا اور دولت باطنی سے بے بہرہ ہے تو سمجھ لینا کہ استاد کامل کی صحبت سے گریزاں ہوا ہے۔ یہ اس کا سبب ہے اس کے بھاگنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا وہ دل جو اندھا بد اور بے حاصل ہے جس چیز کو چاہتا ہے وہ حاصل ہو جو اس کی صحبت میں حاصل نہیں ہوتی لیکن یہ اس کی بدقسمتی ہے اگر وہ ویسا بنتا جیسا کہ استاد چاہتا ہے تو وہ اپنے کو آراستہ و پیراستہ کر لیتا۔ سمجھ لو کہ جو استاد سے بھاگتا ہے وہ فی الحقیقت بڑی دولت سے بھاگتا ہے تو نے وہ پیشہ تو سیکھ لیا جس سے پرورش جسم کر سکے لیکن اب تجھ کو پیشہ دینی بھی سیکھنا چاہیے جس سے دین درست ہو۔ دنیا میں تو صاحب کروفر اور غنی ہو گیا لیکن جب اس دنیا سے باہر جائے گا اس وقت کیا کرے گا۔ وہ پیشہ بھی تو سیکھ جس سے آخرت میں اپنے کسب کی آمدنی اور مغفرت حاصل کر سکے تو یہ نہ سمجھنا کہ کسب کی صرف یہیں ضرورت ہے نہیں بلکہ وہ جہان بھی بازار وکسب کا ایک بہت بڑا شہر ہے۔ جو مال آدمی وہاں لے جاتا ہے اس کی نہایت انصاف کے ساتھ جانچ ہوتی ہے اگر اچھا ہوتا ہے تو عمدہ قیمت ملتی ہے اور نکما ہوتا ہے تو اس کا ویسا ہی معاوضہ ملتا ہے۔ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھو یعنی یہ کسب دنیوی کسب اخروی کے مقابلہ میں بچوں کا کھیل ہے اور کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک بچہ دوسرے بچہ کے ساتھ بشکل جماع مساس کرے تم سمجھ سکتے ہو کہ اس بچہ کا مساس ایک مرد کے جماع کے مقابلہ میں بجز کھیل کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ دیکھو بچے آپس میں کھیل کے طور پر دکان بناتے ہیں اور خرید وفروخت کرتے ہیں لیکن اس کا نتیجہ بجز وقت ضائع کرنے کے کچھ نہیں ہوتا۔ وہ بچہ جو دن کو سوداگری کرتا تھا رات کو گھر بھوکا آتا ہے لڑکے سب رخصت ہو جاتے ہیں اور یہ تنہا رہ جاتا ہے اور یہ سوداگری اسے کوئی نفع نہیں پہنچاتی اب تم سمجھو کہ یہ دنیا کھیل کا مقام ہے اور مکاسب دنیویہ بچوں کی سوداگری اور موت رات ہے۔ پس آدمی عمر بھر مکاسب دنیویہ میں مصروف رہتا ہے لیکن جب مرتا ہے تو وہ مکاسب اس کے کچھ کام نہیں آتے تھیلی اس کی خالی ہوتی ہے اور خود تھکا ماندہ ہوتا ہے۔ خانہ گور میں تنہا ہوتا ہے اور آہ وزاری کرتا ہوتا ہے کیونکہ توشہ کچھ نہیں ہوتا جو اس کے کام آئے۔ یہ تو تم کو معلوم ہو گیا کہ کسب دین کی ضرورت ہے اب سمجھو کہ کسب دین کیا ہے وہ عشق حق سبحانہ اور جذب باطنی ہے اس کے علاوہ دیگر مکاسب اسی سے متفرع ہیں اور اصل سب کی یہی ہے لہٰذا اس کو حاصل کرنا چاہیے جب یہ حاصل ہو جائے گا تو اور سب حاصل ہو جائیں گے اور تجھ میں جو عشق حق سبحانہ کی استعداد اور قابلیت ہے یہ حق سبحانہ کا نور ہے تو اپنی سرکشی سے اسے مت کھو اور اس کی

www.besturdubooks.wordpress.com

قدر کر۔ تیرا ذلیل نفس اس کسب کو مقتضی ہے جو فنا ہو جانے والا ہے لہٰذا اس کو چھوڑ۔ آخر یہ ذلیل کسب کب تک اختیار کرے گا اسے چھوڑ اور کسب شریف اختیار کر اس مقام پر ایک ضروری بات ہتلا دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ اگر نفس اپنی ناشائستگی کی حالت میں کسی کسب شریف کو مقتضی ہو تو سمجھو کہ ضرور اس کے ساتھ کوئی حیلہ و مکر ہے لہٰذا خوب تحقیق کر کے اس کام کو کرنا چاہیے۔ اس کو ہم ایک واقعہ سے واضح کرتے ہیں سنو۔

شرح شبّیری

ہر کجا شمع بلا الخ۔ یعنی جہاں کہیں شمع بلا کو (کارکنان قضاء و قدر نے) روشن کیا وہیں لاکھوں عاشقوں نے جانیں جلا دیں مطلب یہ کہ تمہاری وہ حالت تھی کہ ذرا بھی تجلی اور وصال حق کی امید ہوئی بس اس کی امید میں لاکھوں عاشق خدا فنا ہو گئے۔

عاشقان کز درون الخ۔ یعنی وہ عاشق کہ گھر کے اندر تھے وہ شمع روئے یار کے پروانہ تھے جب یہ حالت تھی تو تم کو مراتب بھی ویسے ہی حاصل ہوئے اب آگے ایسے حضرات کی صحبت اختیار کرنے کی ترغیب دیتے ہیں کہ

اے دل آنجا رو کہ الخ۔ یعنی اے دل اس جگہ جا کہ جو تیرے ساتھ صاف ہیں اور بلاؤں سے تیرے لئے جوش کی طرح ہیں۔ مطلب یہ کہ ان کی خدمت کرنی چاہیے کہ جن کو کسی قسم کے فیوض کے دینے سے دریغ ہی نہیں ہے اور نفس و شیطان سے ہمیشہ امن میں رکھنے والے ہیں اور ان کی یہ حالت ہے کہ

درمیان جان الخ۔ یعنی جان کے اندر تیری جگہ کر لیتے ہیں یہاں تک کہ تجھے ایک جام کی طرح پر بادہ کر دیتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ان کی تو یہ شان ہوتی ہے کہ طالب کو اپنے دل میں جگہ دیتے ہیں اور پھر اسے بھرپور کر دیتے ہیں۔

درمیان جان الخ۔ یعنی ان کی جان کے اندر گھر کر کے فلک میں گھر بنا لو اے بدر منیر مطلب یہ کہ ان سے تعلق پیدا کر کے پھر عالم غیب سے تعلق پیدا کر لو۔

چون عطارد دفتر الخ۔ یعنی عطارد کی طرح کے دفتر کو کھولتے ہیں یہاں تک کہ تجھ پر اسرار کو ظاہر فرما دیتے ہیں۔

پیش خویشان الخ۔ یعنی اپنوں کے پاس رہ اگر تو آوارہ ہے اور چاند کے پاس جا اگر تو چاند کا ٹکڑا ہے۔ مطلب یہ کہ جب تیرے اندر بھی استعداد قبول حق کی موجود ہے اور وہ حضرات مقبولین ہیں ہی تو آخر تجھے بھی ان سے کچھ مناسبت ہی ہے لہٰذا ان کے پاس جا اس لئے کہ

جزو را از الخ۔ یعنی جزو کو اپنے کل سے پرہیز ہی کیا ہے اور مخالف کے ساتھ یہ میل جول کیوں ہے۔ مطلب یہ کہ جبکہ وہ کامل ہیں اور تم ناقص ہو تو وہ دونوں جزو اور کل کی طرح ہوئے پھر ایک دوسرے سے گھبراتے کیوں ہو اور دوسروں سے میل کیوں پیدا کرتے ہو اپنوں ہی میں رہو۔

جنس را بین الخ۔ یعنی اس کے پاس تو جنس کو دیکھو کہ تو رخ ہو گئی ہے اور مغیبات کو دیکھو کہ وہ ظاہر ہو گئے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلب یہ ہے کہ دیکھو جنس کہتے ہیں ایک کل کو جسکا اطلاق کثیرین مختلف بالحقائق پر آئے اور نوع کہتے ہیں جس کا اطلاق متفقین بالحقائق پر آئے تو اب مولانا کا مقصود یہ ہے کہ وہ عشاق فانی جن کا اوپر ذکر ہوا ہے ان کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ ساری مختلف اشیاء پر آئے تو اب مولانا کا مقصود یہ ہے کہ وہ عشاق فانی جن کا اوپر ذکر ہوا ہے ان کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ ساری مختلف اشیاء ایک ہو جاتی ہیں اس لئے کہ ان کی نظر میں تو صرف ایک ہی ہے باقی کو تو وہ فنا ہی کر چکے ہیں سبحان اللہ کیا تعبیر ہے بس قربان جایئے سبحان اللہ ثم سبحان اللہ۔

تا چو زن عشوہ الخ۔ یعنی اے بیوقوف عورت کی طرح کب تک دھوکہ اور فریب کو خریدے گا اور مکر اور فریب سے کب تک مدد پائے گا۔ مطلب یہ کہ نفس وشیطان تجھے فریب دے رہے ہیں تو ان کے دھوکہ میں کب تک رہے گا۔

چاپلوسی لفظ الخ۔ یعنی پھسلانے کو اور لفظ شیریں اور فریب کو تو لے رہا ہے اور عورت کی طرح جیب میں رکھ رہا ہے یعنی اس سے مغرور ہو رہا ہے یہ سراسر تیری غلطی ہے کہ ان کی اس خوشامد اور چاپلوسی کو اچھا جانتا ہے اور بزرگوں سے گھبراتا ہے کہ وہ دشمنی کرتے ہیں اس لئے کہ

مر ترا دشنام الخ۔ یعنی تیرے بادشاہ کا برا بھلا کہنا اور اس کا چپت مارنا گمراہوں کی تعریف کرنے سے بہتر ہے۔

صفع شاہان الخ۔ یعنی بادشاہوں کے چپت کھالے مگر کمینوں کا شہد بھی مت کھا تا کہ تو آدمیوں کے اقبال سے آدمی ہو جائے۔

زانکہ زایشان الخ۔ یعنی اس لئے کہ ان سے خلعت اور دولت بھی تو پہنچتا ہے اور روح کی پناہ میں جان جسم ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ ان حضرات کی سختی اوروں کی نرمی سے اس لئے بہتر ہے کہ اگر یہ ایک وقت سختی کر رہے ہیں تو دوسرے وقت دولت باطنی سے بھی تو مالا مال کر دیتے ہیں جو کہ تلافی مافات ہو جاتی ہے آگے استاد اور شیخ کی سختی کے منافع اور اس سے بھاگنے کے مضار بیان فرماتے ہیں کہ

ہر کجا بینی الخ۔ یعنی جہاں کہیں تم کسی غریب ننگے کو دیکھو تو جان لو کہ وہ استاد سے بھاگا ہے (جو اس حالت کو پہنچا ہے)

تا چنان گردد کہ الخ۔ یعنی (وہ استاد سے بھاگا تھا) تا کہ وہ ہو جو اس کا دو اندھا اور بے حاصل دل چاہتا ہے اور اسکا دل لہو ولعب کو چاہتا تھا لہٰذا اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ یہی ہوتا۔

گر چنان گشتے کہ الخ۔ یعنی اگر اس طرح ہو جاتا کہ جس طرح استاد نے چاہا تھا تو (آج) اپنے کو اور ایک مخلوق کو سنوارتا۔

ہر کہ از استا گریزد الخ۔ یعنی جو کہ دنیا میں استاد سے بھاگتا ہے تو جان لو کہ وہ دولت (عقبیٰ) سے بھاگتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ

پیشہ آموختی الخ۔ یعنی تو نے بدن کے لئے کمانے کا پیشہ تو سیکھ لیا ہے مگر دین کے پیشہ میں بھی چنگل مار مطلب یہ کہ اگر تو نے اطاعت استاد کی کر کے دنیا کمانا سیکھ بھی لیا ہے تو خیر وہ بھی اچھا ہے مگر اب استادوں کی

www.besturdubooks.wordpress.com

اطاعت کر کے اس سے بھی کچھ حاصل کرو۔

در جہان الخ۔ یعنی دنیا میں تو تم بڑے صاحب کروفر اور از حد گزشتہ ہو گئے ہو (مگر) جب یہاں سے باہر ہو گے اس وقت کیا کرو گے مطلب یہ کہ اگر کسب دنیا کر کے تم نے بہت ترقی کر بھی لی مگر یہ تو سوچو کہ جب اس دنیا سے جاؤ گے اس وقت کیا ہو گا اس وقت کے لئے بھی تو کچھ حاصل کرو کہ وہاں کروفر حاصل ہو۔

پیشہ آموز کاندر الخ۔ یعنی وہ پیشہ سیکھو جو کہ آخرت میں کام آئے اور وہ آمدنی مغفرت کی ہے (اس کو حاصل کرو)

آنجہان شہریست الخ۔ یعنی وہ جہان بھی ایک شہر ہے پر بازار اور پرکسب تا کہ تم یہ نہ جانو کہ کسب بس یہیں ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔ قل ماعند الله خير من اللهو ومن التجارة لہٰذا اس جہان کی کمائی کے لئے بھی تیار ہو جاؤ۔

حق تعالیٰ گفت الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس جہان کا کسب اس جہان کے کسب کے سامنے بچوں کا کھیل ہے۔ قرآن شریف میں ہے وما الحيوة الدنيا الالهو ولعب آگے اس کسب دنیا کی مثال فرماتے ہیں کہ

ہمچو آن الخ۔ یعنی جیسے کہ ایک بچہ دوسرے بچہ پر چڑھے تو اس کو صحبت کی شکل فرض کر لو کہ ایک مساس کر رہا ہے (باقی فائدہ کچھ بھی نہیں) اسی طرح دنیا کا کسب ہے کہ شکل تو آمدنی اور کسب کی ہے مگر حقیقت کسب کی نہیں ہے اور دوسری مثال ہے کہ

کودکان الخ۔ یعنی بچے کھیل میں دکان بناتے ہیں مگر اس سے کوئی نفع نہیں ہوتا سوائے وقت کے برباد کرنے کے۔

شب شود در الخ۔ یعنی رات ہو جائے اور وہ گھر میں بھوکا ہی آئے۔ بچے گئے اور یہ تنہا رہ گیا۔ تو دیکھو کہ اس بچہ نے دن بھر تجارت کی اور رات کو بھوکا گھر آیا کچھ بھی ہاتھ پلے نہ پڑا۔ بس یہی حالت انسان کی کسب دنیا میں ہے آگے خود اسی کو فرماتے ہیں کہ

اینجہان بازی گہ الخ۔ یعنی یہ جہان تو کھیل کی جگہ اور موت رات ہے۔ کھیل سے لوٹے تو خالی تھیلی اور پر تعب سوئے خانہ الخ۔ یعنی قبر کے گھر کی طرف تو تنہا رہ گیا ہے اور بلند آواز سے واحسرتا پڑھ رہا ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح بچوں نے کھیل بنایا تھا اسی طرح اس دنیا میں تو نے بھی ایک تماشا اور کھیل بنا رکھا ہے اور جس طرح کہ رات کو بچے چلے گئے تھے اور یہ دکان دار بچہ تنہا رہ گیا تھا اور پاس پلے کچھ نہ تھا اسی طرح تو بھی موت کے بعد تنہا رہ جائے گا اور ہاتھ پلے کچھ نہ ہو گا اور اس وقت افسوس کرے گا جو کہ بالکل بے سود ہو گا۔ لہٰذا جو دن ملیں ان کو غنیمت سمجھ۔

کسب دین عشق الخ۔ یعنی کسب دین تو عشق (کا حاصل ہونا) ہے اور جذب قلبی ہے اور قابلیت کو نور حق جان اے سرکش

کسب فانی خواہدت الخ۔ یعنی یہ تیرا نفس تو کسب دنیا چاہتا ہے مگر تو کب تک کسب دنیا کرے گا اب تو بس کر اور چھوڑ دے۔

نفس خس گر جویدت الخ۔ یعنی تیرا نفس خس اگر کسب شریف کو تلاش کرے تو یہ حیلہ اور مکر اس کے ساتھ ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

گا۔ مطلب یہ کہ نفس کا کام اصل تو کسب دنیا ہی ہے اب اگر کبھی طاعات کی طرف رغبت دلادے تو سمجھ لو کہ اس میں ضرور اس کا کوئی دھوکا ہے اور یہ ضرور کوئی بڑا ضرر اس صورت سے پہنچانا چاہتا ہے لہٰذا اس کے دھوکہ میں مت آنا۔ آگے حضرت معاویہؓ کی اور شیطان کی حکایت بیان فرماتے ہیں کہ شیطان نے آ کر ان کو جگایا کہ اٹھ کر نماز پڑھ لیجئے بے وقت ہوا جاتا ہے انہوں نے اس سے کہا کہ تو تو ہرگز طاعات کی ترغیب نہیں دے سکتا سچ بتا کہ تو نے ایسا کیوں کیا اول تو بہت مکر و فریب کئے مگر آخر تو وہ کامل تھے وہ اس کے پھندے میں نہ آئے تو اس نے اپنے اس مکر کا اقرار کیا آگے خود معلوم ہو جائے گا۔ اب حکایت سنو۔

بیدار کردن ابلیس حضرت امیر المومنین معاویہؓ را کہ برخیز کہ وقت نماز ست

شیطان کا حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کو بیدار کرنا کہ اٹھیے نماز کا وقت ہے

در خبر آمد کہ خال مومناں	بود اندر قصر خود خفتہ شباں
قصہ میں مذکور ہے کہ مسلمانوں کے ماموں	رات کے وقت اپنے محل میں سو رہے تھے
قصر را از اندروں در بستہ بود	کز زیارتہائے مردم خستہ بود
محل کا دروازہ اندر سے بند تھا	کیونکہ وہ لوگوں کی ملاقات سے تھک گئے تھے
ناگہاں مردے او را بیدار کرد	چشم چوں بکشاد پنہاں گشت مرد
اچانک ان کو ایک شخص نے جگا دیا	جب انہوں نے آنکھ کھولی وہ شخص چھپ گیا
گفت اندر قصر کس را رہ نبود	کیست کایں گستاخی و جرأت نمود
بولے محل میں کسی (کے آنے) کا راستہ نہ تھا	کون ہے جس نے یہ گستاخی اور ہمت کی؟
گرد برگشت و طلب کرد آں زماں	تا بیابد زاں نہاں گشتہ نشاں
انہوں نے چکر لگایا اور فوراً جستجو کی	تاکہ اس چھپے ہوئے کا پتہ لگا لیں
از پس در مدبرے را دید کو	در پس پردہ نہاں می کرد رو
در کے پیچھے انہوں نے ایک پشت پھیرے ہوئے کو دیکھا کہ وہ	پردے کے پیچھے منہ چھپا رہا تھا
گفت ہی تو کیستی نام تو چیست	گفت نامم فاش ابلیس شقی ست
فرمایا خبردار! تو کون ہے تیرا کیا نام ہے؟	اس نے کہا میرا نام بدبخت شیطان مشہور ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

روایت ہے کہ خال المومنین امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رات کو اپنے مکان میں سو رہے تھے اور مکان کا دروازہ بند تھا۔ وجہ یہ تھی کہ لوگوں کے ملنے جلنے سے تھک گئے تھے لہٰذا ضرورت تھی کہ کچھ دیر اطمینان کے ساتھ آرام فرمالیں۔ دفعتہً ایک شخص نے ان کو جگایا جب انہوں نے آنکھ کھولی تو وہ شخص چھپ گیا۔ امیر المومنین نے دل میں کہا مکان میں آنے کا تو راستہ نہ تھا کیونکہ بند تھا پھر یہ کون ہے کہ اس نے یہ جرأت کی ہے آپ نے اس کی تلاش میں مکان کا چکر لگایا اور ڈھونڈنا شروع کیا تاکہ اس چھپنے والے کا پتہ لگائیں تو آپ نے دیکھا کہ ایک بدبخت دروازے کے پیچھے آڑ میں چھپا ہوا ہے آپ نے فرمایا ارے تو کون ہے اور تیرا نام کیا ہے اس نے جواب دیا کہ میرا مشہور نام ابلیس شقی ہے۔ ف امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خال المومنین اس لئے کہا کہ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے۔

جواب گفتن مر حضرت امیر المومنین معاویہؓ را

حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کو جواب دینا

گفت بیدارم چرا کردی بجد	راست گو با من مگو برعکس وضد
انہوں نے کہا تو نے مجھے کوشش کر کے کیوں جگایا؟	سچ بتا مجھ سے الٹی اور خلاف (بات) نہ کہنا
گفت ہنگام نماز آخر رسید	سوئے مسجد زود می باید دوید
اس نے کہا نماز کا وقت آخر ہوگیا ہے	مسجد کی جانب جلد دوڑ جانا چاہئے
عجلوا الطاعات قبل الفوت گفت	مصطفیٰ چوں گوہر معنیٰ بسفت
"عبادات کو فوت ہونے سے پہلے پورا کرو" فرمایا ہے	مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معنیٰ کے موتی پروئے
گفت نے نے ایں غرض نبود ترا	کہ بخیرے رہنما باشی مرا
انہوں نے کہا نہیں نہیں تیرا یہ مقصد نہ ہوگا	کہ کسی بھلائی کے لئے تو میری رہنمائی کرے
دزد آید از نہاں در مسکنم	گویدم کہ پاسبانی می کنم
چور چھپ کر میرے گھر میں آئے	(اور) مجھ سے کہے کہ میں چوکیداری کر رہا ہوں
من کجا باور کنم آں دزد را	دزد کے داند ثواب و مزد را
میں اس چور کا کب یقین کر سکتا ہوں؟	چور ثواب اور مزدوری کو کیا جانے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

خاصہ دزدے چوں تو قطاع الطریق	از چہ رو گشتی چنیں بر من شفیق
خصوصاً تجھ جیسا ڈاکو چور	تو مجھ پر ایسا مہربان کیوں بنا؟

امیر المومنین نے سوال کیا کہ سچ سچ بتا دیکھ غلط اور خلاف نہ کہنا کہ تو نے مجھے اس کوشش سے کیوں جگایا اس نے جواب دیا کہ میری غرض یہ تھی کہ نماز کا وقت ختم ہونے کو ہے۔ نماز کے لیے جلدی مسجد جانا چاہیے کیونکہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معانی عالیہ بیان فرمائے ہیں تو ان میں یہ بھی فرمایا کہ عبادات کو ان کے فوت ہونے سے پیشتر ادا کر لینا چاہیے اور تمہاری نماز فوت ہونے کو تھی لہٰذا میں نے اٹھا دیا۔ امیر المومنین نے فرمایا نہ تیرا مقصد یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ تو مجھے اچھی بات کی طرف رہنمائی کرے۔ بھلا اگر ایک چور چھپ کر میرے مکان میں گھس آئے اور یہ کہے کہ میں پہرہ دینے آیا ہوں تو میں کیسے مان لوں گا کیونکہ وہ پاسبانی کے معاوضہ اور اجرت کو کیا جانے اور وہ اس کی کیا قدر کرسکتا ہے کہ اس کے لالچ میں وہ پاسبانی کرے بالخصوص تجھ سا ڈاکو کہ تو سب چوروں سے بڑھا ہوا اور سب سے زیادہ معاوضہ اور اجرت کا ناقدردان ہے تو کیا پاسبانی کرے گا اس میں ضرور کوئی تیری غرض فاسد تھی سچ بتا کیا بات تھی کہ تو نے مجھ پر یہ ظاہری شفقت کی۔

جواب گفتن ابلیس لعین باردوم حضرت امیر المومنین معاویہؓ را

لعین شیطان کا دوسری بار حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کو جواب دینا

گفت ما اول فرشتہ بودہ ایم	راہ طاعت را بجان پیمودہ ایم
اس نے کہا میں شروع میں فرشتہ تھا	میں نے فرمانبرداری کا راستہ (دل وجان) سے طے کیا ہے
سالکان راہ را محرم بدیم	ساکنان عرش را ہمدم بدیم
میں راہ (خدا) کے سالکوں کا راز دار تھا	عرش کے رہنے والوں کا ساتھی تھا
پیشۂ اول کجا از دل رود	مہر اول کے ز دل بیروں شود
پہلا پیشہ دل سے کہاں نکلتا ہے؟	پہلی محبت دل سے کب نکلتی ہے؟
در سفر گر روم بینی یا ختن	از دل تو کے رود حب وطن
سفر میں تو خواہ روم کو دیکھے یا ختن کو	تیرے دل سے وطن کی محبت کہاں جاتی رہی
ماہم از مستان ایں مے بودہ ایم	عاشقان درگہ وے بودہ ایم
ہم بھی اس شراب کے مستوں میں سے رہے ہیں	اس کے دربار کے عاشقوں میں سے رہے ہیں
ناف ما بر مہر او ببریدہ اند	عشق او در جان ما کاریدہ اند
ہماری نال اس کی محبت پر کٹی ہے	اس کا عشق ہماری جان میں بویا گیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

روز نیکو دیدہ ایم از روزگار	آب رحمت خوردہ ایم اندر بہار
زمانہ سے ہم نے اچھا وقت دیکھا ہے	(موسم) بہار میں ہم نے رحمت کا پانی پیا ہے
نے کہ مارا دست فضلش کاشتہ است	از عدم مارا نہ او برداشتہ است
کیا ہمیں اس کی مہربانی کے ہاتھ نے نہیں بویا ہے؟	کیا وہ ہمیں عدم سے اٹھا کر نہیں لایا ہے؟
اے بسا کز وے نوازش دیدہ ایم	در گلستان رضا گردیدہ ایم
ہم نے اس کی بہت سی نوازشیں دیکھی ہیں	ہم اس کی رضا کے باغ میں ٹہلے ہیں
بر سر ما دست رحمت می نہاد	چشمہائے لطف بر ما می کشاد
ہمارے سر پر دست شفقت رکھتا تھا	مہربانی کی نظروں سے ہمیں دیکھتا تھا
در گہ طفلی کہ بودم شیر جو	گاہوارم را کہ جنبانید او
بچپن میں جبکہ میں دودھ پیتا تھا	میرا پنگھوڑا کون ہلاتا تھا؟ وہ
از کہ خوردم شیر غیر از شیر او	کہ مرا پرورد جز تدبیر او
میں نے اس کے دودھ کے علاوہ کس کا دودھ پیا ہے؟	مجھے اس کی تدبیر کے علاوہ کس نے پالا ہے؟
خوئے کاں با شیر رفت اندر وجود	کے تواں او را ز مردم واکشود
وہ عادت جو دودھ کے ساتھ جسم میں گئی ہو	اس کو انسانوں سے کون نکال سکتا ہے؟
گر عتابے کرد دریائے کرم	بستہ کے گردند درہائے کرم
اگر دریائے کرم نے عتاب کیا ہے	کرم کے دروازے کب بند ہو سکتے ہیں؟
اصل نقدش لطف و داد و بخشش ست	قہر بر وے چوں غبارے از غش ست
اس کے سکے کی اصل مہربانی اور عطا اور بخشش ہے	اس کے اوپر قہر ایسا ہے جیسا کہ کھوٹ کا جھول
از برائے لطف عالم را بساخت	ذرہا را آفتاب او نواخت
اس نے جہان کو مہربانی کے لئے بنایا ہے	ذروں کو اس کے آفتاب نے نوازا ہے
فرقت از قہرش اگر آبستن ست	بہر قدر وصل او دانستن ست
جدائی اگر اس کے غصہ کی حامل ہے	تو اس کے وصل کی قدر جاننے کے لئے ہے
تا دہد جاں را فراقش گوشمال	جاں بداند قدر ایام وصال
جب اس کی جدائی جان کی گوشمالی کرتی ہے	جان وصل کے دنوں کی قدر کو جان لیتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است	قصد من از خلق احساں بودہ است
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ خدا نے فرمایا ہے	پیدا کرنے سے میرا مقصود احسان کرنا ہے
آفریدم تا ز من سودے کنند	تا ز شہدم دست آلودے کنند
میں نے پیدا کیا ہے تاکہ وہ مجھ سے فائدہ اٹھائیں (اور)	تاکہ میرے شہد سے ہاتھ آلودہ کریں
نے برائے آں کہ تا سودے کنم	وز برہنہ را قبائے بر کنم
نہ اس لئے کہ میں (ان سے) فائدہ اٹھاؤں	اور ننگے کی میں قبا اتاروں
چند روزے کہ ز پیشم راندہ است	چشم من در روئے خوبش ماندہ است
چند روز سے کہ مجھے سامنے سے دھتکارا ہے	میری آنکھ اس کے حسین چہرے پر جمی ہے
کز چناں روئے چنیں قہرا ے عجب	ہر کسے مشغول گشتہ در سبب
کہ تعجب ہے' ایسے چہرے سے ایسا غصہ	ہر شخص سبب میں مشغول ہے
من سبب را ننگرم کاں حادث ست	زانکہ حادث حادثے را باعث ست
میں سبب کو نہیں دیکھتا ہوں کیونکہ وہ حادث ہے	(اور) اس کیلئے کہ حادث' حادثات کا باعث ہے
لطف سابق را نظارہ می کنم	ہر چہ آں حادث دو پارہ می کنم
میں پہلی مہربانی کا نظارہ کرتا ہوں	جو حادث ہے اس کے دو ٹکڑے کر دیتا ہوں
ترک سجدہ از حسد گیرم کہ بود	آں حسد از عشق خیزد نہ از جحود
میں مانتا ہوں (آدم کو) سجدہ نہ کرنا حسد کی وجہ سے تھا	وہ حسد محبت سے پیدا ہوتا ہے نہ کہ انکار سے
ہر حسد از دوستی خیزد یقیں	کہ شود با دوست غیرے ہم نشیں
یقیناً (اس طرح کا) ہر حسد دوستی سے پیدا ہوتا ہے	کہ دوست کے ساتھ غیر ہم نشین ہو
ہست شرط دوستی غیرت پزی	ہمچو بعد عطسہ گفتن دیر زی
غیرتمندی' دوستی کا لازمہ ہے	جیسا کہ چھینک کے بعد کہنا "عمر دراز ہو"
چونکہ بر نطعش جز آں بازی نبود	گفت بازی کن چہ دانم در فزود
چونکہ اس کی بساط پر اس بازی کے سوا کچھ نہ تھا	اس نے کہا بازی کھیل' میں بڑھنا کیا جانوں
آں یکے بازی کہ بد من باختم	خویشتن را در بلا انداختم
وہی ایک بازی جو تھی میں نے کھیلی	تو میں نے اپنے آپ کو مصیبت میں پھنسا لیا

www.besturdubooks.wordpress.com

دربلا ہم می چشم لذات او	مات اویم مات اویم مات او
مصیبت میں بھی میں اس کی لذتیں چکھتا ہوں	اسی سے ہارا ہوں اسی سے ہارا ہوں اسی سے ہارا ہوں
چوں رہاند خویشتن را اے سرہ	ہیچکس در شش جہت زیں شش درہ
اے کھرے! اپنے آپ کو کیسے چھڑائے	کوئی ان چھ جہتوں میں ہلاکت کی جگہ سے؟
جزو شش از کل شش چوں وارہد	خاصہ کہ بے چوں مراورا کژ نہد
ششدرہ کی نرد ششدرہ سے کیسے نکلے	خصوصاً جبکہ (ذات) بے مثال نے (اس نرد کو) ٹیڑھا رکھا ہو
ہر کہ در شش در درون آتش ست	اوش برہاند کہ خلاق شش ست
جو کوئی چھ جہت سے آگ میں ہے	اس کو وہی نجات دلائے جو شش جہت کا پیدا کرنے والا ہے
خود اگر کفر ست اگر ایمان او	دست باف حضرتست و آن او
خواہ وہ کفر ہے اور خواہ وہ ایمان ہے	(اسی) دربار کا بنایا ہوا ہے اور اس کا مملوک ہے

ابلیس نے جواب دیا کہ ہم اعمال واطاعت کے لحاظ سے مثل فرشتوں کے تھے اور بجان ودل اطاعت حق سبحانہ بجالاتے تھے ہم سالکان راہ حق سبحانہ کے محرم راز تھے کیونکہ خود بھی سالک تھے اور ساکنان عرش کے ہمدم تھے جب ہماری ابتدائی حالت یہ تھی تو تم سمجھ سکتے ہو کہ پہلا کام دل سے نہیں نکل سکتا ہے اور ابتداء جس کی محبت ہو جاتی ہے وہ دل سے کہیں جاتی ہے کیونکہ وہ پہلی محبت اور پیشتر کی حالت بمنزلہ وطن اصلی کے ہے اور دیگر عوارض طاریہ دعارضہ مثل سفر روم وختن کے۔ پس اگر کوئی شخص روم وختن کا سفر کرے یعنی عوارض طاریہ میں مبتلا ہو تو اس کے دل سے وطن اصلی یعنی حالت اولی کی محبت نہیں جاسکتی۔ پس ہم بھی اسی شراب محبت حق سے مست تھے۔ اور اس کی درگاہ کے عاشق تھے ہمارے دل سے وہ محبت کیونکر مٹ سکتی ہے ہم کو بھی زمانہ میں اچھے دن نصیب ہوئے ہیں اور ہم کو بھی زمانہ بہار وزمانہ طاعت میں آب رحمت پینا نصیب ہوا ہے کیا ہم اس کے فضل سے نہیں پیدا ہوئے اور کیا حق سبحانہ نے ہم کو معدوم سے موجود نہیں کیا ہے کیوں نہیں بے شک اس نے ہم کو پیدا کیا ہے اور وہی ہم کو عدم سے وجود میں لایا۔ ارے ہم پر اس کی بڑی بڑی عنایتیں تھیں اور اس کے گلشن رضا میں ہم بہت سیر کر چکے ہیں وہ ہمارے سر پر دست رحمت رکھتا تھا اور بچشم لطف ہم کو دیکھتا تھا اور زمانہ طفولیت میں جبکہ ہم شیرخوار تھے وہی ہماری گہوارہ جنبانی کرتا تھا۔ وہی ہم کو دودھ پلاتا تھا۔ غرض میں نے اسکی تدبیر وتربیت میں پرورش پائی ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جو خصلت ابتدائے طفولیت میں کسی کے اندر پیدا ہو جاتی ہے وہ اس سے جدا نہیں ہوسکتی۔ پس وہ محبت حق سبحانہ جو میرے دل میں ابتداہی سے پیدا ہو چکی ہے اور گویا دودھ کے ساتھ پیوست ہوگئی ہے وہ کیونکر جاسکتی ہے یہ ضرور ہے کہ میں حق سبحانہ کا معتوب ہوں لیکن اگر اس دریائے کرم نے مجھ پر عتاب کیا ہے تو اس

www.besturdubooks.wordpress.com

سے اس کے کرم کے دروازے بند نہیں ہو سکتے۔ یہ عتاب محض عارضی ہے جو ایک دن زائل ہو جائے گا اس کے لطف وقہر کی ایسی مثال سمجھنی چاہیے جیسے سونا اور رذیل دھات کا جھول۔ پس اس کا لطف وسخاوت و بخشش مثل سونے کے ہیں۔ اور قہر مثل رذیل دھات کی جھول کے۔ پس جس طرح جھول عارضی ہوتا ہے یوں قہر عارضی ہے۔ کیوں نہ ہو خلقت عالم کا منشاء ہی اظہار لطف ہے اور اس لئے ناچیز اور معدوم ممکنات پر اس نے اپنے آفتاب وجود کا پرتو ڈال کر ان کو خلعت وجود سے سرفراز فرمایا ہے۔ اس پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ جب مقصود لطف وصل تھا تو قہر فراق کے ساتھ کیونکہ گو فراق قہر کو متضمن ہے مگر اس میں بھی لطف پنہاں ہے وہ یہ کہ وصل کی قدر معلوم ہو اور اس کی وقعت ہو کیونکہ بضدہا تتبین الاشیاء پس جان کو جتلائے فراق اس لئے کیا جاتا ہے کہ اس کو زمانہ وصال کی قدر معلوم ہو میرے اس کلام کی دلیل یہ ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مخلوق کو پیدا کرنے سے میرا مقصود ان پر احسان کرنا ہے اور میں نے ان کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ ان کو نفع پہنچاؤں اور وہ میرے شہد کرم سے ہاتھ سانیں یعنی اس سے منتفع ہوں میرا یہ مقصد نہیں کہ خود ان سے کچھ فائدہ حاصل کروں کیونکہ ان سے فائدہ حاصل کرنا ایسا ہے جیسا ننگے کی اچکن اتارنا یعنی لغو اور بے معنی ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ جب سے اس نے مجھے اپنے سے دور کیا ہے میں برابر اس کا منہ دیکھ رہا ہوں۔ کہ اللہ یہ منہ اور اتنا غصہ۔ اور میں سراسر مسبب پر نظر رکھتا ہوں لیکن دوسرے لوگ سبب ہی میں پھنسے ہوئے ہیں اور ان کی نظر قہر الٰہی ہی تک محدود ہے جو سبب بعد ہے۔ میں سبب کو ہرگز نہیں دیکھتا کیونکہ وہ حادث اور فانی ہے اور دلیل حدوث یہ ہے کہ وہ میرے فعل سے پیدا ہوا ہے اور میرا فعل حادث ہے لہٰذا قہر بھی حادث ہے کیونکہ حادث حادث ہی کا سبب ہو سکتا ہے میں تو اس کے لطف قدیم پر نظر رکھتا ہوں کہ کسی حادث پر مبنی نہیں اور جو حادث ہے اس کو چاک کرتا ہوں میں نے مانا کہ میرا سجدہ نہ کرنا حسد کی بنا پر تھا لیکن یہ بھی تو دیکھو کہ اس حسد کا منشا کیا تھا صرف عشق حق سبحانہ نہ کہ مخالفت حق جل شانہ۔ کیونکہ حسد کا منشا عشق ہی ہوتا ہے کیونکہ عاشق گوارا نہیں کرتا ہے دوست کا ہمنشیں غیر ہو۔ اس لئے وہ حسد کرتا ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ رشک دوستی کے لئے شرط ہے اگر غیرت نہیں تو دوستی بھی نہیں اور غیرت دوستی کے لئے یوں ہی لازم ہے جس طرح چھینک اور الحمد للہ کے بعد یرحمک اللہ کہنا (ہکذا فی الحواشی اور ظاہر یہ ہے کہ اس زمانہ میں رواج ہو گا کہ چھینک کے بعد دیرزی کہتے ہوں گے۔ گو شرعاً اس کی کوئی اصل نہیں مگر بہت سے رواج ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہوتی۔ پس خواہ مخواہ اس کو شریعت پر منطبق کرنا تکلف ہے) پس اول تو یہ حسد کچھ مذموم نہیں تھا کیونکہ دلیل محبت اور لازم محبت تھا پھر اگر بالفرض مذموم بھی ہو تو بھی میرا قصور نہیں چونکہ بساط تقدیر پر میرے لئے بجز اس چال کے اور کوئی راستہ ہی نہیں تھا۔ یعنی میرے لئے یہی مقدر تھا لہٰذا جب حکم ہوا کہ چال چل تو میں وہی چال چلا جو چل سکتا تھا میں ترقی کیا جانوں یعنی میرے امکان میں کب تھا کہ میں تقدیر الٰہی کو بدلتا اور دوسری چال چلتا اور اگر ایسا کرتا بھی تو یہ بھی مخالفت تھی حق سبحانہ کی پس جو چال مقرر تھی وہی چلا اور اپنے کو مصیبت میں پھنسا لیا مگر اس بلا

www.besturdubooks.wordpress.com

میں بھی مزہ لیتا ہوں کہ میرے محبوب نے مجھے مات دی اور اس کا جی خوش ہوا۔ تم خیال تو کرو کہ جو ہر طرف سے گھرا ہوا ہے اور مقید ہے وہ اپنے کو اس قید سخت سے کیونکر نکال سکتا ہے اور ششدرہ میں پھنسا ہوا ششدرہ سے کیونکر نکل سکتا ہے بالخصوص وہ مہرہ جس کو حق سبحانہ ہی نے بے نکار کھا ہو اور پیدا ہی اس کو کج طبع کیا ہو وہ کیونکر بچ سکتا ہے اور جو شخص چاروں طرف سے آگ میں گھرا ہوا ہے اس کو بجز اس کے جس نے آگ کو پیدا کیا ہے آگ سے کون نکال سکتا ہے۔ غرض کہ بندہ کا خواہ ایمان ہو یا کفر جو کچھ ہے اسی کا مخلوق ہے جس کے اندر جو صفت چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اس کی کوئی مزاحمت نہیں کر سکتا۔ حاصل یہ ہے کہ میں حق سبحانہ سے اب بھی تعلق رکھتا ہوں اور اس کے لطف کا امیدوار ہوں میرا معتوب ہونا محض عارضی ہے جو ایک دن زائل ہو جائے گا اور وہ عتاب بھی میرے قصور پر نہیں ہے کیونکہ میں مجبور تھا۔ ایسی حالت میں اگر میں تم کو نماز کے لئے جگاؤں تو کچھ مستبعد نہیں۔

شرح شبّیری

شیطان کا حضرت معاویہؓ کو بیدار کرنا کہ اٹھیے نماز کا وقت بے وقت ہو گیا ہے

درخبر آمد کہ الخ۔ یعنی حدیث میں آیا ہے کہ مسلمانوں کے ماموں ایک رات کو اپنے محل میں سو رہے تھے۔ مسلمانوں کے ماموں اس طرح کہا کہ حضرت معاویہؓ حضرت ام حبیبہؓ ام المومنین کے بھائی ہیں تو جب وہ ام المومنین ہیں تو آپ خال المومنین ہیں۔ سبحان اللہ

قصررا از اندرون الخ۔ یعنی محل کا دروازہ اندر سے بند تھا اس لئے کہ لوگوں کے ملنے سے ماندہ ہو گئے تھے۔

ناگہاں الخ۔ یعنی اچانک ایک شخص نے ان کو جگایا آنکھ جو کھولی تو وہ آدمی غائب ہو گیا۔

گفت اندر قصر الخ۔ یعنی فرمانے لگے کہ محل میں تو کسی کے آنے کی راہ نہ تھی۔ یہ کون تھا کہ جس نے یہ گستاخی اور جرأت کی۔

گرد برگشت وطلب الخ۔ یعنی چاروں طرف پھرے اور اسی وقت تلاش کیا تاکہ اس چھپے ہوئے کا کوئی نشان پائیں۔

از پس در مدبرے الخ۔ یعنی دروازہ کی آڑ میں ایک بدبخت کو دیکھا کہ وہ ایک پردہ کے پیچھے منہ چھپا رہا ہے۔ شیطان کو یہ بھی قدرت ہے کہ وہ بالکل غائب رہے اور نظر بھی نہ آئے جیسا کہ ظاہر ہے کہ وہ ملعون کسی کو بھی نظر نہیں آتا مگر یہ حضرت معاویہؓ کی کرامت تھی کہ وہ اس پر قادر نہ ہوا اور غائب نہ ہو سکا غرض کہ جب اس کو دیکھا تو بولے کہ

گفت ہی تو کیستی الخ۔ یعنی فرمایا کہ اے تو کون ہے اور تیرا نام کیا ہے تو بولا کہ میرا نام ظاہر ہے کہ ابلیس بدبخت ہے۔ لعنۃ اللہ۔

ابلیس کا معاویہؓ کو جواب دینا

گفت بیدارم الخ۔ یعنی فرمایا کہ تو نے مجھے جگایا کیوں سچ بتا الٹا اور خلاف واقعہ تو بتانا مت۔

گفت ہنگام الخ۔ یعنی بولا کہ نماز کا وقت آخر ہو گیا ہے مسجد کی طرف جلدی ہی جانا چاہیے۔

عجلوا الطاعات الخ۔ یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے عجلوا الطاعات قبل الفوت (طاعات کو فوت ہونے سے پہلے ادا کرلو ۱۲) فرمایا ہے جبکہ وحدت کے موتی پروئے ہیں۔

گفت نے نے الخ۔ یعنی انہوں نے فرمایا کہ نہیں نہیں تیری یہ غرض نہیں تھی کہ تو مجھے کسی اچھی بات کی طرف رہنما ہوتا۔

وزد آید از نہان الخ۔ یعنی (تیری رہنمائی کرنے کی تو ایسی مثال ہے کہ) رات کو پوشیدہ ہو کر کوئی چور گھر میں آجائے اور مجھ سے کہے کہ میں پاسبانی کر رہا ہوں تو اس کی بات کو کس طرح باور کیا جائے گا۔

من کجا باور الخ۔ یعنی میں اس چور کا کب یقین کرونگا اس لئے کہ چور کیا جانے ثواب کے کام کو اور مزدوری کو (وہ تو بس چوری ہی جانتا ہے تو وہی کرے گا بھی)

خاصہ وزدے الخ۔ یعنی خاص کر تجھ جیسا چور ڈاکو (کہے کہ میں حفاظت کرونگا تو کس طرح یقین کیا جائے لہٰذا آپ ذرا بتایئے تو سہی کہ) کس سبب سے میرے اوپر اس قدر شفیق ہوئے ہو۔

شیطان کا حضرت معاویہؓ کو دوسری بار جواب دینا

گفت ما اول الخ۔ یعنی بولا کہ ہم اول فرشتہ تھے اور راہ طاعت کو دل و جان سے ہم نے ناپا ہے (یعنی اس پر کاربند رہے ہیں)

سالکان راہ الخ۔ یعنی سالکان راہ حق کے ہم محرم راز تھے اور ساکنان عرش کے ہم ہمدم تھے۔

پیشۂ اول الخ۔ یعنی اول پیشہ دل سے کب نکلتا ہے اور پہلی محبت کب دل سے زائل ہوتی ہے (کبھی کبھی یاد آتا ہے تو خیر خود تو نہیں کرتے دوسروں کو نماز کے لئے جگا ہی دیں) آگے اس کے نظائر لاتا ہے۔

در سفر گر روم الخ۔ یعنی دیکھو سفر میں خواہ روم کو دیکھو یا ختن کو مگر دل سے حب وطن کب زائل ہوتی ہے اسی طرح چونکہ اول ہم کو وہ مزہ حاصل ہو چکا ہے اس لئے اس کو کب بھول سکتے ہیں۔

ما ہم از مستان الخ۔ یعنی ہم بھی اس شراب وحدت کے مست تھے اور اس درگاہ کے عاشق ہم بھی تھے۔

ناف ما بر مہر او الخ۔ یعنی ہماری آون نال کو اس کو محبت ہی پر قطع کیا ہے اور اس کے عشق کو ہماری جان کے اندر بویا ہے مطلب یہ کہ شروع پیدائش سے حب حق ہمارے اندر ہے اور وہی ہماری اصلی صفت ہے تو وہ زائل

www.besturdubooks.wordpress.com

کب ہو سکتی ہے اگرچہ اس وقت اس پر عمل نہیں ہے۔ خدا اس کے مکروں سے بچائے۔ کیسا صوفی پرہیز گار اور عاشق حق بنتا ہے خبیث اور کہتا ہے کہ

روز نیکو دیدہ ایم الخ۔ یعنی ہم نے بھی زمانہ کے ایام خوب دیکھے ہیں اور اس ندی میں سے آب رحمت کو پیا ہے۔

نے کہ مارا دست الخ۔ یعنی کیا اس کے دست فضل نے ہم کو نہیں بویا ہے اور کیا اس نے عدم سے ہم کو ظاہر نہیں کیا ہے استفہام انکاری ہے یعنی ایسا ہوا ہے تو ہم کو تو اس سے بہت بڑی مناسبت ہے۔

اے بسا کز دے الخ۔ یعنی ہم نے بہت مرتبہ اس سے نوازش اور کرم دیکھا ہے اور رضا کے باغ میں بہت پھرے ہیں۔

بر سر ما دست الخ۔ یعنی ہمارے سر پر دست رحمت رکھتے تھے اور لطف کے چشمے ہم پر کھولتے تھے۔

وقت طفلی ام کہ الخ۔ یعنی بچپن میں جبکہ میں شیر جو تھا میرا گہوارہ کون ہلاتا تھا وہی یعنی اسی نے مجھے پالا پرورش کیا۔

از کہ خوردم شیر الخ۔ یعنی میں کس کا دودھ پیتا تھا سوائے اس کے دودھ کے اور مجھے کون پالتا تھا سوائے اس کی تدبیر کے۔

خوئے کان با شیر الخ۔ یعنی جو خصلت کہ دودھ کیساتھ جسم میں گئی ہو اس کو آدمی سے کب الگ کر سکتے ہیں اور میرے اندر دودھ کے ساتھ حب حق گئی ہے لہٰذا وہ مجھ سے کب زائل ہو سکتی ہے۔

گر عتابے کرد الخ۔ یعنی اگر دریائے کرم نے عتاب بھی کیا مگر وہ دریائے کرم کب بند ہو سکتے ہیں۔

اصل نقدش لطف الخ۔ یعنی اصل نقد تو اس کا لطف اور کرم اور بخشش ہی ہے اور قہر اس کے اوپر ایک غبار ہے کھوٹ کی طرح۔

از برائے لطف الخ۔ یعنی لطف ہی کرنے کو عالم کو پیدا کیا اور اس کے آفتاب نے زروں کو نوازا اور ان کو بڑھایا۔

فرقت از قہرش الخ۔ یعنی فرقت اگر اس کے قہر کی حاملہ ہے مگر اس کے وصل کی قدر جاننے کے لئے ہے۔

تا دہند جاں را فراقش الخ۔ یعنی تا کہ اس کا فراق جان کو تنبیہ کرے اور جان کو ایام وصل کی قدر معلوم ہو جائے۔

گفت پیغمبر کہ حق الخ۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میرا قصد پیدا کرنے سے احسان کرنا ہے۔

آفریدم تا زمن الخ۔ یعنی میں نے پیدا کیا تا کہ مجھ سے نفع حاصل کریں اور تا کہ میرے شہد سے ہاتھ آلودہ کریں یعنی اس کو حاصل کریں۔

نے برائے الخ۔ یعنی اس لئے نہیں کہ میں اپنا کچھ نفع کروں اور ننگوں سے قبا اتاروں یعنی بندوں سے کیا لوں۔

چند روزے کہ الخ۔ یعنی تھوڑے روز ہوئے اس نے اپنے سامنے سے مجھے نکال دیا ہے مگر میری آنکھ اس کے چہرہ ہی پر لگی ہوئی ہے مطلب یہ کہ لوگ تو سبب کو دیکھ رہے ہیں اور میں مسبب کو دیکھ رہا ہوں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کز چنان روئے الخ۔ یعنی کہ ایسے چہرے سے اور یہ غصہ تعجب کی بات ہے ہر شخص سبب کو دیکھ رہا ہے (کہ اس غصہ کا کیا سبب ہوا ہے)

من سبب را الخ۔ یعنی میں سبب کو نہیں دیکھتا اس لئے کہ وہ حادث ہے اور حادث تو دوسرے حادث ہی کو پیدا کرے گا اور حق تعالیٰ قدیم ہیں اور ان کی صفات بھی قدیم تو ان کی صفت غضب کا سبب حادث شے کیسے ہو سکتی ہے۔

لطف سابق الخ۔ یعنی میں لطف ازلی کا نظارہ کر رہا ہوں اور جو حادث ہے اس کو قطع کر رہا ہوں۔ غرض کہ نالائق بڑا ہی صوفی بنتا ہے اب یہاں اعتراض پڑا کہ جب تو اس طرح فنا ہو گیا ہے تو کمبخت سجدہ کرنے میں امتثال کیوں نہ کیا وہاں انکار کیوں کیا تو اس کا جواب بطور دفع دخل مقدر کے کہتا ہے کہ

ترک سجدہ الخ۔ یعنی ترک سجدہ حسد کی وجہ سے ہی فرض کرتا ہوں کہ تھا مگر وہ حسد عشق کی وجہ سے پیدا ہوا تھا نہ کہ انکار کی وجہ سے مطلب یہ کہ وہ حسد نہ تھا بلکہ رقابت تھی۔

این حسد از دوستی الخ۔ یعنی یہ حسد تو دوستی ہی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ دوست کے ساتھ کوئی دوسرا ہم نشین ہو۔

ہست شرط الخ۔ یعنی دوستی کی شرط غیرت مندی ہے جیسے کہ چھینک کے بعد عمر درازی کی دعا دینا لازمی ہے۔ دوسرے مصرع میں ایک مثال کے طور پر کہہ دیا کہ جیسے وہاں اکثر کہتے ہی ہیں اسی طرح دوستی کے لئے غیرت مندی بھی ضروری ہے ضرور رشک ہوتا ہے۔

چونکہ بر نطعش الخ۔ یعنی جبکہ بساط شطرنج پر سوائے اس کے اور کوئی بازی نہ تھی تو مجھ سے کہا کہ کھیل میں حکم عدولی کرنا کیا جانوں اس قدر بدمعاش ہے کہ دیکھو کیسی باتیں بنا رہا ہے ارے کمبخت تو نے جب سجدہ نہ کیا تھا اس وقت تجھے خبر تھوڑی تھی کہ میری قسمت میں یہ ہے اس وقت تو بدمعاشی ہی تھی اب معلوم ہوا کہ قسمت میں تھا پھر عذر کیسے مسموع ہو سکتا ہے۔ ملعون خبیث جھوٹا مکار۔

آن یکے بازی الخ۔ یعنی وہ ایک بازی جو تھی میں نے کھیل لی اور اپنے کو بلا میں ڈال لیا۔ یعنی ان کی مرضی کو مقدم سمجھا اور خود مر دود بن گیا ایسے ہی تو سیدھے ہیں بدمعاش کہیں کا۔

در بلا ہم الخ۔ یعنی اس بلا میں بھی اس کی لذتوں کو چکھ رہا ہوں۔ آخر اسی کا مغلوب ہوں اسی کا ہوں اسی کا ہوں۔

چون رہاند الخ۔ یعنی اے سردار اپنے کو کوئی شخص چارخانہ میں چاروں طرف سے پھنس کر کب بچا سکتا ہے لہٰذا چونکہ اس کی مرضی یوں ہی تھی میں کب بچ سکتا تھا۔

جزو شش الخ۔ یعنی چارخانہ کا جزو کل سے کیونکر چھوٹ سکتا ہے خاص کر کہ بیچوں نے کج رکھا ہو۔ یعنی جو مہرہ کہ چارخانہ کا جزو ہو وہ اس سے کب نکل سکتا ہے اس لئے کہ وہ محیط ہے اور یہ محاط ہے اسی طرح حکم حق تو مجھے محیط تھا میں کس طرح اس سے نکل جاتا اور علیحدہ ہو جاتا جبکہ حق تعالیٰ ہی نے میری قسمت میں مردود ہونا لکھا تھا۔

ہر کہ در شش الخ۔ یعنی جو کہ شش جہت سے آگ میں ہے اس کو تو وہی چھڑا سکتا ہے جو کہ شش جہت کا پیدا

www.besturdubooks.wordpress.com

کرنے والا ہے اور اس نے چھڑانا چاہا نہیں لہٰذا نہ چھوٹ سکا اور پھنس گیا۔
خود اگر کفر ست الخ۔ یعنی خواہ کفر ہے اور خواہ اس کا ایمان ہے اسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور اسی کی ملک ہیں لہٰذا اگر ہم سے ایسا فعل صادر ہو بھی گیا تو کیا تعجب ہے۔ اس مکار فریبی کی ان سب باتوں کا باطل ہونا اور کذب ہونا اظہر من الشمس ہے یہ سن کر حضرت معاویہؓ نے جواب ذیل دیا۔

باز تقریر کردن امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ابلیس لعین را

امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ابلیس لعین کے سامنے دوبارہ تقریر کرنا

گفت امیر اورا کہ ایں ہا راست ست	لیک بخش تو ازیں ہا کاست ست
امیر (معاویہؓ) نے اس سے کہا یہ سب درست ہے	لیکن ان میں تیرا حصہ نہیں ہے
صد ہزاراں را چو من تو رہ زدی	حفرہ کردی در خزینہ آمدی
تو نے مجھ جیسے لاکھوں کو گمراہ کیا ہے	نقب لگا کر تو خزانہ میں آیا ہے
آتشی از تو نہ سوزم چارہ نیست	کیست کز دست تو جامہ اش پارہ نیست
تو آگ ہے تجھ سے نہ جلوں؟ کوئی چارہ نہیں ہے	کون ہے جس کا جامہ تیرے ہاتھ سے چاک نہیں ہے؟
طبعت اے آتش چو سوزانید نیست	تا نسوزانی تو چیزے چارہ نیست
اے آگ! جبکہ تیرا مزاج جلا ڈالنا ہے	جب تک تو جلا نہ ڈالے کوئی تدبیر نہیں ہے
لعنت ایں باشد کہ سوزانت کند	اوستاد جملہ دزدانت کند
(تجھ پر) یہ لعنت ہوئی کہ تجھے جلانے والا کر دیا	تجھے تمام چوروں کا استاد کر دیا
با خدا گفتی شنیدی روبرو	من چہ باشم پیش مکرت اے عدو
خدا کے روبرو تیری کہن سن ہوئی	اے دشمن! میں تیرے مکر کے سامنے کیا ہوں؟
معرفت ہائے تو چوں بانگ صفیر	بانگ مرغانست لیکن مرغ گیر
تیری معرفت کی باتیں، سیٹی کی آواز کی طرح ہیں	بولی پرندوں کی ہے لیکن پرندوں کو پھانسنے والی ہے
صد ہزاراں مرغ را آں رہ زدست	مرغ غرہ کاشنائے آمدست
(اس سیٹی نے) لاکھوں پرندوں پر ڈاکہ ڈالا ہے	پرند دھوکے میں ہیں کہ کوئی جان پہچان کا آیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

در ہوا چوں بشنود بانگ صفیر	از ہوا آید شود آنجا اسیر
ہوا میں جب سیٹی کی آواز سنتا ہے	ہوا سے (اتر) آتا ہے وہاں قیدی بن جاتا ہے
قوم نوحؑ از مکر تو در نوحہ اند	دل کباب و سینہ شرحہ شرحہ اند
نوحؑ کی قوم تیرے مکر سے نوحہ میں لگی ہے	دل کباب اور سینہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے
عاد را برباد دادی در جہاں	در فگندی در عذاب و اندہاں
تو نے دنیا میں (قوم) عاد کو برباد کیا ہے	عذاب اور رنجوں میں جتلا کر دیا ہے
از تو بودہ سنگسار آں قوم لوطؑ	در سیاہ آبہ ز تو خوردند غوط
قوم لوط تیری وجہ سے سنگسار ہوئی	تیری وجہ سے انہوں نے سڑے پانی میں غوطہ لگایا
مغز نمرود از تو آمد ریختہ	اے ہزاراں فتنہا انگیختہ
نمرود کا بھیجہ تیری وجہ سے بہا	اے (وہ کہ جس نے) ہزاروں فتنے برپا کیے
عقل فرعون ذکی فیلسوف	کور گشت از تو نیابید او وقوف
فلسفی ذہین فرعون کی عقل	اندھی ہو گئی (اور) تجھے نہ سمجھی
بولہب ہم از تو نااہلے شدہ	بوالحکم ہم از تو بوجہلے شدہ
ابو لہب بھی تیری وجہ سے نالائق بنا	ابوالحکم تیری وجہ سے ابو جہل بنا
اے بریں شطرنج بہر یاد را	مات کردہ صد ہزار استاد را
اے (وہ کہ جس نے) اس بساط پر یادگار کے لئے	لاکھوں استادوں کو مات دی ہے
اے ز فرزیں بندہائے مشکلت	سوختہ دلہا سیہ گشتہ دلت
اے (وہ کہ) تیرے مشکل فرزین (چالوں) سے	بہت سے دل جل گئے تیرا دل سیاہ ہو گیا
بحر مکری تو خلائق قطرۂ	تو چوں کوہی ویں سلیماں ذرہ
تو مکاری کا سمندر ہے لوگ ایک قطرہ ہیں	تو پہاڑ جیسا ہے اور یہ بھولے بھالے (لوگ) ایک ذرہ ہیں
کے رہد از مکر تو اے مختصم	غرق طوفانیم الا من عصم
اے جھگڑالو! تیرے مکر سے کب چھوٹنا ہے؟	ہم تو طوفان میں غرق ہیں، مگر وہ جس کو اللہ بچائے
بس ستارہ سعد از تو محترق	بس سپاہ جمع از تو مفترق
بہت سے نیک ستارے تیری وجہ سے بے نور ہو گئے ہیں	فوج کے بہت سے سپاہی تیری وجہ سے بکھر گئے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

بس سلیماں کز تو دیں در باختہ	سرنگوں تا قعر دوزخ تاختہ
بہت سے بھولے بھالے تیری وجہ سے دین کھو چکے ہیں	دوزخ کی گہرائی تک اوندھے دوڑے ہیں
بس جو بلعم از تو نومید آمدہ	بس چو برصیصا زتو کافر شدہ
بہت سے بلعم (باعور) جیسے تیری وجہ سے مایوس ہوئے ہیں	بہت سے برصیصا جیسے ، جو تیری وجہ سے کافر بنے ہیں

شرح حبیبی

یہ تقریر سن کر حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا یہ باتیں تو ٹھیک ہیں لیکن تجھ کو ان سے بہرہ نہیں اور یہ تیرا حال نہیں بلکہ محض قال ہے اور مقصود دھوکا دینا ہے تو میری طرح سینکڑوں کی راہ مار چکا ہے اور سرنگ لگا کر خزانہ میں گھس گیا یعنی خفیہ خفیہ دولت ایمان اڑا لے گیا ہے تو تو آگ ہے۔ پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں تجھ سے نہ جلوں اور متضرر نہ ہوں لہٰذا میرا تجھ سے متضرر ہونا لازمی ہے اور کچھ مجھ ہی پر موقوف نہیں تمام مخلوق تیرے ہاتھ سے پریشان ہے اے آگ تیرا تو مقتضی طبع ہی جلانا اور نقصان پہنچانا ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ تو کچھ نہ جلائے اور تیری اس خاصیت کی اصل وجہ یہ ہے کہ تو ملعون کامل ہے لہٰذا جلانا اور نقصان پہنچانا تیرا مقتضی طبیعت ہو گیا ہے اور تو تمام چوروں کا استاد ہو گیا ہے تو تو وہ شریر ہے کہ حق سبحانہ کے روبرو تو نے بیباکانہ گفتگو کی تھی۔ پھر میں تیرے مکر کے سامنے کیا چیز ہوں اور یہ جو تو تصوف بھگار رہا ہے مجھے اس کی بھی حقیقت معلوم ہے یہ ایسا ہے جیسا کہ شکاری جانور کی آواز بولتا ہے وہ ضرور جانوروں کی آوازوں کے مشابہ ہوتی ہے لیکن حقیقت میں جانوروں کی آواز نہیں بلکہ ان کو پھانسنے کا آلہ ہے اس نے لاکھوں جانوروں کو دھوکا دیا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا آشنا اور ہمارا ہم جنس آیا ہے اس لئے جب وہ ہوا میں جانور کی بولی سنتے ہیں تو وہ بہ رغبت آتے ہیں اور جال میں پھنس جاتے ہیں۔ یوں ہی تو نے بھی باتیں بنا بنا کر اور اپنے کو لوگوں کا دوست ظاہر کر کے مخلوق خدا کو دام تزویر میں پھنسایا ہے۔ چنانچہ قوم نوحؑ تیرے مکر سے رو رہی ہے ان کا دل جل کر کباب ہو گیا ہے سینہ پارہ پارہ ہے۔ عاد کو تو نے تباہ ہی کر دیا اور اس کو عذاب الٰہی اور سینکڑوں طرح کے رنج و غم میں پھنسا ہی دیا۔ قوم لوط کو سنگسار تیرے ہی سبب کیا گیا اور انہوں نے کیچڑ میں تیرے ہی سبب غوطہ کھایا۔ نمرود کا بھیجا تیرے ہی سبب نکلا۔ ارے تو نے ہزاروں فتنے اٹھائے ہیں۔ میں کہاں تک بیان کروں۔ فرعون سا عاقل اور حکیم تیری بدولت اندھا ہوا اور حق سبحانہ کو نہ سمجھ سکا ابولہب تیرے ہی سبب نالائق ہوا اور ابوالحکم تیری ہی بدولت ابوجہل بنا۔ غرض بساط شطرنج امتحان پر تو نے ہزاروں ماہروں کو شکست دی ہے اور تیرے سخت داؤ پیچوں سے مخلوق کے دل کباب ہو گئے ہیں اور تیرا دل بھی یہ ظلم کرتے کرتے سیاہ ہو گیا ہے۔ تو مکر کا ایک سمندر ہے اور تمام مخلوق ایک قطرہ تو مکر کا ایک پہاڑ ہے اور یہ سیدھے سادھے لوگ ایک ذرہ۔ پھر یہ بیچارے تیرے مکر سے کیونکر چھوٹ سکتے ہیں۔ لہٰذا ہم تیرے مکر کے سمندر میں ڈوبے ہوئے ہیں بجز ان لوگوں کے جن کی حق سبحانہ نے دستگیری

www.besturdubooks.wordpress.com

فرمائی اور کہہ دیا۔ ان عبادی لیس لک علیھم سلطان بہت سے نیک ستارے یعنی اچھے آدمی تجھ سے منحوس ہو گئے اور شقی بن گئے اور بہت سے مجتمع لشکر تیرے ہاتھوں تتر بتر ہو گئے۔ بہت سے سیدھے سادے لوگوں نے تیری بدولت اپنا دین برباد کر دیا اور سر کے بل قعر دوزخ میں چلے گئے۔ بہت سے آدمی بلعم کی طرح تیرے ہاتھوں رحمت حق سے ناامید ہو گئے اور برصیصا کی طرح بہت سے لوگ تیرے ہاتھوں کافر ہو گئے۔

(ف) بلعم باعور قوم بنی اسرائیل کا ایک مشہور آدمی ہے اور برصیصا بنی اسرائیل کا ایک نیک آدمی تھا اتفاقا اس سے زنا ہو گیا اور زنا سے حمل رہ گیا اس نے خوف رسوائی سے عورت کو قتل کر دیا۔ تحقیقات کے بعد مجرم کا سراغ لگ گیا اور پھانسی کا حکم ہو گیا۔ اس وقت شیطان نے کہا کہ اگر تو اس وقت مجھے سجدہ کرے تو میں تجھے بچا لوں اس نے شیطان کو سجدہ کیا اور فوراً پھانسی ہو گئی اور کافر ہو کر مرا۔ واللہ اعلم۔

شرح شبیری

پھر حضرت معاویہؓ کا ابلیس کے مکر کی تقریر کرنا

گفت امیر اوراالخ۔ یعنی حضرت امیرؓ نے اس سے فرمایا کہ یہ سب سچ ہے لیکن تیرا حصہ اس سے کم ہے۔ مطلب یہ کہ یہ بالکل درست ہے کہ جو کوئی کہ مردود ہو جائے تو حق تعالیٰ سے اس کو ہمیشہ امید رکھنی چاہیے وغیرہ وغیرہ مگر تو تو مردود و ملعون مطلق ہے تیرے لائق یہ باتیں نہیں ہیں۔۔

صد ہزاران الخ۔ یعنی مجھ جیسے لاکھوں کی تو نے رہزنی کی ہے اور نقب لگا کر تو خزانہ میں آ گیا ہے۔ (اور وہاں سے علوم و معارف کو چرا کرلے گیا ہے)

آتشے از تو الخ۔ یعنی تو ایک آگ ہے میں تجھ سے جل جاؤں تو اس کا کوئی علاج نہیں ہے اور وہ کون ہے کہ جس کا جامہ (تقویٰ) تیرے ہاتھ سے دریدہ نہیں ہے۔

طبعت اے الخ۔ یعنی تیری طبیعت اے آتش جب جلانے والی ہے تو تو جب تک کسی شے کو جلا نہ لے گی (اس وقت تک) کوئی علاج ہی نہیں ہے یعنی تو تو اضطرارا نقصان پہنچائے گا اس لئے کہ یہ تو تیری سرشت میں ہے۔

لعنت این باشد الخ۔ یعنی لعنت وہ شے ہے کہ تجھے سوزان کر دیا اور تمام چوروں کا استاد تجھے کر دیا۔ مطلب یہ کہ جب لعنت ہوئی اسی وقت تو نے اضرار و اضلال شروع کیا تو لعنت سبب ہے اس اضرار کا اس لئے فرماتے ہیں کہ دیکھ تجھے سوزان کر دیا اور سب چوروں کا گرو گھنٹال کر دیا ہے کہ وہ تو جان و مال ہی لیتے ہیں مگر آپ کا دھاوا ایمان پر ہوتا ہے۔

باخدا گفتی شنیدی الخ۔ یعنی تو نے خدا کے سامنے تو گفت و شنید کی ہے تو میں تیرے مکر کے آگے کیا چیز ہوں اے عدو۔ مطلب یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی تو چپ نہ ہوا بلکہ اسی طرح زبان چلتی رہی تو پھر ہم تو کیا ہی

www.besturdubooks.wordpress.com

چیز ہیں جو تو ہم سے چپ ہوگا۔

معرفتہائے تو چون الخ۔ یعنی تیری یہ معرفت کی باتیں سیٹی کی آواز کی طرح ہیں کہ ہے تو (مثل) آواز مرغ کے مگر (حقیقت میں) جانور کو پھنسانے والی ہے۔ بانگ صفیر کہتے ہیں اس سیٹی کی آواز کو جس کو صیاد بجاتا ہے اور اس سے جانوروں کی آوازیں پیدا ہوتی ہیں تو اس کے ہم جنس جانور اس کو سن کر آتے ہیں اور جال میں پھنس جاتے ہیں اسی طرح یہ شیطان کی باتیں بظاہر تو بہت ہی چکنی چپڑی معلوم ہوتی ہیں مگر حقیقت میں بلا میں ڈالنے والی ہیں۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔

قوم نوح از الخ۔ یعنی تیرے مکر کی وجہ سے قوم نوح مصیبت میں ہیں دل کباب اور سینہ پارہ پارہ ہیں۔

عاد را برباد الخ۔ یعنی قوم عاد کو تو نے ہی جہان میں برباد کیا ہے اور ان کو عذاب اور تکالیف میں ڈالا ہے۔

از تو بود این الخ۔ یعنی تیری ہی وجہ سے یہ قوم لوط کی سنگساری ہوئی تھی کہ وہ عذاب میں تیری وجہ سے غوطہ لگا رہے ہیں۔

مغز نمرود الخ۔ یعنی نمرود کا دماغ تیری ہی وجہ سے پارہ پارہ ہوا ہے ارے تو نے ہزاروں فتنے اٹھائے ہیں۔

عقل فرعون ذکی الخ۔ یعنی فرعون ذکی اور فیلسوف کی عقل تیری وجہ سے اندھی ہوگئی اور اس نے واقفیت نہ پائی۔

بولہب ہم از تو الخ۔ یعنی بولہب تیری ہی وجہ سے ایک نا اہل ہوگیا اور ابوالحکم بھی تیری ہی وجہ سے بوجہل بن گیا۔ ابوجہل کی اصل کنیت ابوالحکم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کنیت رکھی ہے مگر اب تو یہی مشہور ہے۔ ابوالحکم کو کوئی جانتا بھی نہیں کہ کس کھیت کی بتھوی ہیں اور ان لوگوں کو شیطان کی وجہ سے معذب ہونا اور تباہ ہونا ظاہر ہے کہ انہیں حضرت نے بہکایا تب ہی تو وہ غارت ہوئے اس لئے حضرت معاویہ فرما رہے ہیں کہ تو نے تو ایسے ایسے عقلمندوں کو اور بڑے بڑے مدعیان عقل کو بہکایا ہے تو بھلا میں تو کیا شے ہوں کہ جو تو مجھے نہ بہکاتا ضرور اس میں کوئی بات ہے کہ تو مجھے جگاتا ہے اور فرماتے ہیں کہ۔

اے برین الخ۔ یعنی ارے تو نے یادگاری کے واسطے اس شطرنج (دنیا) پر ہزاروں استادوں کو مات کیا ہے۔

اے زفرزین الخ۔ یعنی ارے تیری ان مشکل تدابیر سے جانیں جل گئی ہیں اور تیرا دل سیاہ ہوگیا ہے۔

بحر مکری تو الخ۔ یعنی تو تو مکر کا ایک دریا ہے اور دیگر مخلوق (مثل) ایک قطرہ کے ہے اور تو ایک پہاڑ کی طرح ہے اور یہ سیدھے سادے لوگ ایک ذرہ کی مثل ہیں۔ مطلب یہ کہ تیری تدابیر اور مکر کے سامنے کسی کی نہیں چلتی تو وہ کمبخت ہوشیار ہے۔

کے رہد از مکر الخ۔ یعنی ارے جھگڑالو تیرے مکر سے وہ مخلوق کب چھوٹ سکتی ہے (جبکہ تیری یہ حالت ہے) ہم تو طوفان (بلا) میں ڈوب گئے ہیں مگر جو کہ بچایا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ اب تو تیرے قابو میں پڑ گئے ہیں خدا ہی بچائے تو اس سے چھوٹ سکتے ہیں۔

بس ستارہ الخ۔ یعنی بہت سے سعد ستارے تیری وجہ سے نحس ہوگئے ہیں اور بہت سے سپاہیوں کی جماعت

www.besturdubooks.wordpress.com

تیری وجہ سے الگ ہوگئی ہے مطلب یہ کہ تیری وہ ذات ہے کہ تیری (وجہ سے لاکھوں اچھے آدمی بُرے بن گئے ہیں اور دلوں میں حسد اور کینہ وغیرہ بیٹھ گیا ہے)

بس مسلمان الخ۔ یعنی بہت سے مسلمانوں نے تیری وجہ سے دین کو ہار دیا ہے اور اوندھے ہوکر قعر دوزخ تک پہنچ گئے ہیں۔

پس چو بلعم الخ۔ یعنی بہت سے لوگ بلعم کی طرح تیری وجہ سے ناامید ہوگئے ہیں اور بہت سے برصیصا کی طرح تیری وجہ سے کافر ہوگئے ہیں۔ برصیصا ایک عابد بنی اسرائیل ہے اس نے ایک عورت سے زنا کیا اس سے حمل رہا تو خوف رسوائی سے اس کو یا اس کے بچہ کو مار ڈالا اور پھر اس کے بعد مرتد ہوگیا تو دیکھو باوجودیکہ ایک بہت بڑا عابد تھا مگر اس شیطان کی بدولت یوں گمراہ ہوا تو بھلا پھر ہم تو کیا اس کا مقابلہ کرسکتے ہیں اور کہاں اس سے بازی لے جاسکتے ہیں آگے پھر ابلیس جواب دیتا ہے کہ

جواب گفتن ابلیس لعین امیر المومنین حضرت معاویہؓ را نوبت سوم

ابلیس لعین کا تیسری بار امیر المومنین حضرت معاویہؓ کو جواب دینا

گفت ابلیسش کشا ایں عقدہا	من محکم قلب را و نقد را
ان سے شیطان نے کہا ان گرہوں کو کھول دیجئے	میں تو کھرے اور کھوٹے کے لئے کسوٹی ہوں
امتحان شیر و کلبم کرد حق	امتحان نقد و قلبم کرد حق
مجھے اللہ تعالیٰ نے شیر اور کتے کے امتحان (کا ذریعہ) بنایا ہے	مجھے اللہ تعالیٰ نے کھرے اور کھوٹے کا (ذریعہ) امتحان بنایا ہے
قلب را من کے سیہ رو کردہ ام	صیرفیم قیمت او کردہ ام
کھوٹے کو میں نے کب سیاہ رو بنایا ہے	میں تو صراف ہوں میں نے اس کی قیمت لگا دی ہے
نیکواں را رہنمائی می کنم	مر بداں را پیشوائی می کنم
میں نیکوں کی رہنمائی کرتا ہوں	(اور) بروں کی (بھی) پیشوائی کرتا ہوں
صالحاں را مقتدا و مامنم	طالحاں را نیز یاری می کنم
میں نیکوں کا مقتدا اور امن کی جگہ ہوں	میں بروں سے بھی دوستی کرتا ہوں
باغبانم شاخ تر می پرورم	شاخہائے خشک را ہم می برم
میں باغبان ہوں تر شاخ کی پرورش کرتا ہوں	سوکھی شاخوں کو کاٹتا بھی ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں علفہا می نہم از بہر چیست	تا پدید آید کہ حیواں جنس کیست
میں یہ چارا ڈالتا ہوں تو کس لئے؟	تاکہ ظاہر ہو جائے کہ حیوان کس قسم کا ہے
سگ چو از آہو بزاید بچکے	در سگے و آہوئے دارد شکے
کتیا جب ہرن کا بچہ جن دے	اس کے کتا اور ہرن ہونے میں شک ہو جاتا ہے
تو گیاہ و استخواں پیشش بریز	تا کداميں سو کند او گام تیز
تو اس کے سامنے گھاس اور ہڈی ڈال دے	دیکھ! وہ کس کی طرف لپکتا ہے
گر بسوئے استخواں آید سگ ست	ور گیا خواہد یقیں آہو رگ ست
اگر ہڈی کی طرف آئے کتا ہے	اگر گھاس کی طرف رغبت کرے یقینا وہ ہرن کی نسل ہے
قہر و لطفے جفت شد با ہمدگر	زاد ازیں ہر دو جہان خیر و شر
(اللہ تعالیٰ کا) قہر اور مہربانی ملے	ان دونوں سے عالم خیر و شر پیدا ہوا
تو گیاہ و استخواں را عرضہ کن	قوت نفس و قوت جاں را عرضہ کن
تو گھاس اور ہڈی پیش کر	نفس کی غذا اور جان کی غذا پیش کر
گر غذائے نفس جوید ابتر ست	ور غذائے روح خواہد سرور ست
اگر وہ نفس کی غذا ڈھونڈے تو برا ہے	اگر روح کی غذا چاہے تو بڑا ہے
گر کند او خدمت تن ست خر	در رود در بحر جاں یابد گہر
اگر وہ جسم کی خدمت کرے تو گدھا ہے	اگر وہ روح کے سمندر میں جاتا ہے تو موتی پاتا ہے
گرچہ ایں دو مختلف خیر و شر اند	لیک ایں ہر دو بیک کار اندر اند
اگرچہ یہ دو مختلف خیر اور شر ہیں	لیکن یہ دونوں ایک کام میں لگے ہیں
انبیا طاعات عرضہ می کنند	دشمناں شہوات عرضہ می کنند
نبی طاعات پیش کرتے ہیں	(دین کے) دشمن شہوتیں پیش کرتے ہیں
نیک را چوں بد کنم یزداں نیم	داعیم من خالق ایشاں نیم
میں نیک کو بد کیسے بنا سکتا ہوں میں خدا نہیں ہوں	میں بلانے والا ہوں میں انکا پیدا کرنے والا نہیں ہوں
خوب را چوں زشت سازم رب نیم	زشت را و خوب را آئینہ ام
بھلے کو میں برا کیسے بنا سکتا ہوں میں خدا نہیں ہوں	میں تو اچھے اور برے کا آئینہ ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

سوخت ہندو آئینہ از درد را	کایں سیہ روئی نماید مرد را
جلن سے ایک کالے نے آئینہ کو پھونک دیا	کہ یہ اس کو کالی صورت کا دکھاتا ہے
گفت آئینہ گناہ از من نبود	جرم اورا نہ کہ روئے من زدود
آئینہ نے کہا میری خطا نہ تھی	اس کو خطاوار قرار دے جس نے میری صیقل کی ہے
او مرا غماز کرد و راست گو	تا بگویم زشت کو و خوب کو
اس نے مجھے چغل خور اور سچی بات کہنے والا بنایا ہے	تاکہ میں کہہ دوں بدصورت کون ہے اور خوبصورت کون ہے؟
من گواہم بر گواز نداں کجاست	اہل زنداں نیستم یزداں گواست
میں گواہ ہوں، گواہ کے لئے قید خانہ کب ہے؟	میں قیدی نہیں ہوں، خدا گواہ ہے
ہر کجا بینم نہال میوہ دار	تربیتہا می کنم من دایہ دار
میں جہاں کہیں پھلدار درخت دیکھتا ہوں	میں دایہ کی طرح پرورش کرتا ہوں
ہر کجا بینم درخت تلخ و خشک	می ببرم تا رہد از پشک و مشک
جہاں کہیں میں کڑوا اور خشک درخت دیکھتا ہوں	میں کاٹ دیتا ہوں تاکہ وہ مینگنی دیگنی سے بچے
خشک گوید باغباں را کاے فتیٰ	مر مرا چہ می بری سر بے خطا
خشک (درخت) باغبان سے کہتا ہے اے نوجوان!	تو بلاقصور میرا سر کیوں کاٹتا ہے
باغباں گوید خمش اے زشت خو	بس نباشد خشکی تو جرم تو
باغبان کہتا ہے کہ اے بدعادت! چپ رہ	کیا تیرا خشک ہونا تیرا جرم نہیں ہے؟
خشک گوید راستم من کژ نیم	تو چرا بے جرم می بری پیم
خشک (درخت) کہتا ہے میں سیدھا ہوں میں ٹیڑھا نہیں ہوں	تو بلاقصور میری جڑ کیوں کاٹتا ہے؟
باغباں گوید اگر مسعودیئے	کاشکے کژ بودی و تر بودیئے
باغبان کہتا ہے اگر تو نیک بخت ہوتا	کاش تو ٹیڑھا اور تر ہوتا
جاذب آب حیات گشتئے	اندر آب زندگی آغشتئے
(اگر) آب حیات کو جذب کرنیوالا ہوتا	تو آب حیات میں ڈوبا ہوا ہوتا
تخم تو بد بودہ است و اصل تو	با درخت خوش نبودہ وصل تو
تیرا بیج اور تیری جڑ بری تھی	اچھے درخت سے تیرا جوڑ نہ تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

شاخ تلخ ار با خوشے وصلت کند	آں خوشے اندر نہادش بر زند
کڑوی شاخ کو اگر اچھے کے ساتھ جوڑ دے	وہ اچھا اس کے وجود میں اثر کرے
گر ترا بیدار کردم بہر دیں	خوئے اصل من ہمیں ست وہمیں
اگر میں نے آپ کو دین کی خاطر جگا دیا ہے	میری اصل عادت ہی یہ ہے

شرح حبیبی

ابلیس نے امیر المومنین سے کہا کہ آپ ناحق مجھ پر اضلال کی تہمت لگاتے اور بے وجہ مجھ سے کینہ رکھتے ہیں آپ اپنے دل سے ان گرہوں کو کھولئے کیونکہ میں مضل نہیں بلکہ کھرے کھوٹے کی کسوٹی ہوں حق سبحانہ نے مجھے شیر حق اور سگ دنیا کے امتحان کا آلہ بنایا ہے اور کھرے کھوٹے کی جانچ کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ پس جو کھوٹا ثابت ہوتا ہے اس کو میں کھوٹا نہیں بناتا۔ کیونکہ کھوٹ تو اس کی ذات میں ہے۔ میں تو صراف ہوں اس کی قدر و قیمت ظاہر کرتا ہوں میں نیکوں کی بھی رہنمائی کرتا ہوں کہ ان کو اچھا راستہ بتاتا ہوں (ولا تلتفت الی ماقال ولی محمد فانه اعتراف بالاضلال والشیطان یتبرا منه) اور بروں کی بھی پیشوائی کرتا ہوں کہ ان کو غلط راستہ بتاتا ہوں اور وہ اس پر چلنے لگتے ہیں لہٰذا میں نیکوں کا بھی مقتدا اور ہامن ہوں اور بروں کا بھی معین و مددگار غرض جو جس قابل ہوتا ہے میں اس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرتا ہوں لہٰذا میری مثال ایسی ہے جیسے باغبان کہ شاخ تر کی پرورش کرتا ہے اور خشک کو کاٹتا ہے یوں ہی میں بھی اہلوں کی تربیت کرتا ہوں اور نااہلوں کی جڑ کاٹتا ہوں میں ان کے سامنے اچھے برے چارے رکھتا ہوں کیوں فقط اس لئے کہ معلوم ہو جائے کہ یہ کس قسم کا جانور ہے۔ اس لئے کہ یہ قاعدہ ہے کہ جب ہرن اور کتے کے میل سے بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے ہرن یا کتے ہونے میں شک ہوتا ہے پس اگر تم کو ضرورت ہے کہ ایک جانب متعین کرو تو گھاس اور ہڈی دونوں قسم کا چارہ اس کے سامنے ڈالو اور دیکھو کہ کس کی طرف دوڑتا ہے اگر ہڈی کی طرف دوڑے تو سمجھو کہ کتا ہے اور اگر گھاس کا طلب گار ہے تو سمجھو کہ ہرن ہے۔ اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یوں ہی قہر ولطف حق سبحانہ کے اختلاط سے یہ عالم خیر وشر پیدا ہوا ہے اب اگر تم کو ضرورت ہے کہ کسی کی خیریت وشریت معلوم کرو تو ہڈی اور گھاس سامنے ڈال کر دیکھو یعنی غذائے نفس وغذائے روح دونوں اس کے سامنے رکھو اگر طالب غذائے نفس (شہوات ولذات) ہو تو سمجھ لو کہ شر ہے اور اگر طالب غذائے روحانی ہی تو سمجھ لو کہ بہتر ہی اگر وہ تن پرور ہے تو سمجھ لو کہ خر ہے اور اگر بحر جان میں غوطہ لگاتا ہے اور طالب حق ہے تو سمجھ لو کہ گوہر معرفت حاصل کرے گا جب یہ معلوم ہو گیا تو سمجھو کہ انبیاء تو طاعات پیش کرتے ہیں اور ابالسہ شیاطین شہوات پیش کرتے ہیں اگر چہ یہ دونوں آپس میں یوں اختلاف رکھنے والے کہ ایک فریق طاعات پیش کرتا ہے اور دوسرا شہوات خیر وشر ہیں۔ بایں معنی کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

جو فریق طاعات پیش کرتا ہے خیر ہے اور جو شہوات پیش کرتا ہے شر ہے۔ مگر نتیجہ کے لحاظ سے دونوں ایک ہی کام کرتے ہیں یعنی تمیز بین السعید والشقی اور ان میں جو فریق خیریت وشریت ہے اس کی بنائیت وقصد ہے کہ ایک کا مقصد یہ ہے کہ یہ لوگ طاعات کو قبول کر کے اچھے ہو جائیں اور دوسرے کا مقصد یہ ہے کہ شہوات کو قبول کر کے بُرے ہو جائیں لہٰذا اول خیر ہے اور دوسرا شرف پس سمجھو کہ "گرچہ این دو" الخ مضمون کے لحاظ سے مؤخر ہے اور "انبیا طاعات" الخ مقدم مگر ذکر میں ترتیب بدلی ہوئی ہے اس لئے ناظرین کو دھوکا ہوتا ہے فتدبر) مولانا اس مضمون کو یہاں پر ختم کر کے پھر گفتگوئے ابلیس کی طرف عود فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ شیطان کہتا ہے کہ درحقیقت میں اچھے اور بُرے لوگوں میں تمیز کرتا ہوں میں نیک کو بد نہیں کرتا کیونکہ یہ کام خدا کا ہے سو میں خدا نہیں میں تو محض داعی ہوں میں پھر کہتا ہوں کہ میں اچھے کو بُرا نہیں کرتا یہ کام رب العٰلمین کا ہے اور میں رب العالمین نہیں بلکہ اچھے اور بُروں کے لئے آئینہ ہوں۔ میرے ذریعہ سے اچھوں کی اچھائی اور بُروں کی بُرائی ظاہر ہو جاتی ہے ایک ہندوستانی نے آئینہ سے اس لئے کبیدہ خاطر ہو کر کہ وہ اس کو کالا منہ دکھلاتا ہے جلا دیا تھا تو اس پر آئینہ نے کہا تھا کہ میرا قصور نہیں۔ اگر قصور ہے تو اس کا ہے جس نے آئینہ بنایا۔ اسی نے مجھے چغل خور اور سچا بنایا ہے تاکہ میں صاف کہہ دوں کہ کون بُرا ہے اور کون اچھا ہے پس یوں ہی میں کہتا ہوں کہ میں آئینہ ہوں اچھے کی اچھائی اور بُرے کی برائی ظاہر کرتا ہوں۔ میرا کچھ قصور نہیں۔ کیونکہ حق سبحانہ ہی نے مجھے ایسا بنایا ہے اگر قصور ہو سکتا ہے تو خدا کا۔ جب خدا کا بھی قصور نہیں کیونکہ وہ مالک ومختار ہے جس کو جیسا چاہے بنائے تو میرا کیا قصور میں تو گواہ ہوں لوگوں کی اچھائی اور برائی کا۔ گواہ کو بھی کہیں جیل خانہ ہوا ہے میں تم سے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں جیل خانہ کا مستحق نہیں۔ لہٰذا تم میری برائی کا خیال چھوڑ دو اور مجھے برا نہ سمجھو۔ میں تو جہاں کہیں میوہ دار درخت دیکھتا ہوں اور جس کو صالح پاتا ہوں اس کی دایہ کی طرح تربیت کرتا ہوں۔ ہاں جہاں درخت تلخ اور خشک یعنی ناقابل اصلاح آدمی پاتا ہوں اس کی جڑ کاٹتا ہوں۔ غرض میں مینگنی اور مشک میں تمیز کرتا ہوں۔ اچھے برے کو پہچانتا ہوں جیسا کوئی ہوتا ہے ویسا ہی اس کے ساتھ برتاؤ کرتا ہوں۔ اگر برا مجھ پر اعتراض کرے تو اس کا اعتراض بے ہودہ ہے اور ایسا ہی ہے جیسا کہ خشک لکڑی باغبان سے کہتی ہے کہ مرد آدمی تو میرا سر بے قصور کیوں کاٹتا ہے۔ اس کا جواب باغبان یہ دیتا ہے کہ چپ رہ کیا خشک ہونا تیرا کافی گناہ نہیں ہے کیا اس کے علاوہ کسی اور گناہ کی بھی ضرورت ہے اس پر خشک لکڑی کہتی ہے کہ میں تو سیدھی ہوں ٹیڑھی بھی نہیں پھر بے قصور تو میری جڑ کیوں کاٹتا ہے۔ تو باغبان اس کا یہ جواب دیتا ہے کہ کاش تو مسعود ہوتی تر ہوتی کہ آب حیات کو جذب کر سکتی اور آب زندگی سے آلودہ ہو سکتی گو کج ہوتی۔ لیکن تیرا تو تخم ہی برا ہے اور جڑ ہی اچھی نہیں نہ تیرا کسی اچھے درخت سے پیوند ہی ہے۔ اگر یہ بھی ہوتا تو بھی میں تجھے نہ کاٹتا۔ کیونکہ اگر شاخ تلخ کسی خوش درخت میں لگا دی جائے تو اس کی خوش مزگی اس میں اثر کر جاتی ہے جب یہ بھی نہیں تو میں تجھے کس امید پر رکھ سکتا ہوں۔ یوں ہی سمجھنا چاہیے کہ جب کوئی اپنی ذات سے برا اور ناقابل اصلاح ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اور کسی نیک کی صحبت میں بھی نہیں ہوتا تو میں اس کو ہی نقصان پہنچاتا ہوں۔ نہ کہ اچھوں کو یا ان کی صحبت والوں کو۔ جب میری یہ حالت ہے تو اگر میں نے تم کو ایک دین کے کام کے لئے جگایا ہے تو تم کو تعجب نہ کرنا چاہیے اور بدگمان نہ ہونا چاہیے کیونکہ اصل خصلت میری یہی ہے۔

شرح شبّیری

شیطان کا حضرت معاویہؓ کو مکر کے چھپانے کیلئے پھر جواب دینا

گفت ابلیس الخ۔ یعنی شیطان نے حضرت معاویہؓ سے کہا کہ اس گرہ کو (جو تمہارے قلب میں میری جانب سے پڑ گئی ہے) کھول دو اس لئے کہ میں تو بھلے بُرے کی کسوٹی ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ چونکہ میری وجہ سے بھی بھلے برے کا امتیاز ہوتا ہے جس طرح کہ انبیاء علیہم السلام کی ذات سے ہوتا ہے تو میرا وجود بھی رحمت ہے لہٰذا مجھ سے ناراض نہ ہو جائیں اور اس سے بھلے بُرے کا تمیز ہونا ظاہر ہے۔

امتحان شیر یعنی حق تعالیٰ نے مجھے شیر اور کتے کا امتحان بنایا ہے اور مجھے کھوٹے کھرے کا امتحان بنایا ہے کہ میری ہی وجہ سے معلوم ہو جاتا ہے یہ برا ہے اور یہ اچھا ہے۔

قلب را من الخ۔ یعنی کھوٹے کو میں نے یہ کب کیا ہے میں تو صراف ہوں میں نے اس کی قیمت لگا دی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب میری مثال کسوٹی اور صراف جیسی ہے تو کسوٹی یا صراف سونے کو کھوٹا کھرا تھوڑا ہی کر دیتے ہیں بلکہ صرف بتا دیتے ہیں کہ یہ کھوٹا ہے یہ کھرا۔ اور یہ صفت اس میں پہلے سے ہوتی ہے اسی طرح صفات ذمیمہ اور حمیدہ جو بھی ہوں انسان میں خود پہلے سے ہوتی ہیں میری وجہ سے صرف ان کا ظہور ہو جاتا ہے اس لئے میری کیا خطا ہاں اگر میں کسی کو برا بھلا بناتا تو بے شک مجھ پر الزام تھا۔

نیکوانرا الخ۔ یعنی نیکوں کی تو رہنمائی کرتا ہوں اور بدوں کی بھی پیشوائی کرتا ہوں غرضکہ جو جیسا ہے اس کو اس میں لگا دیتا ہوں باقی خود کچھ نہیں کرتا۔

صالحانرا الخ۔ یعنی صالحوں کا میں مقتدا ہوں اور جائے پناہ ہوں اور بدبختوں کی بھی میں مدد کرتا ہوں۔

باغبانم شاخ الخ۔ یعنی میں تو باغبان ہوں شاخ تر کی تو پرورش کرتا ہوں اور خشک شاخوں کو بھی کاٹتا ہوں۔ غرض کہ جو جیسا ہے اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں۔ آگے کہتا ہے کہ میری تو ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک کتے اور ہرن کی جفتی سے ایک بچہ پیدا ہوا اور لوگوں میں اختلاف ہوا کہ یہ ہرن ہے یا کتا۔ تو اس کا امتیاز کسی نے اس طرح کیا کہ اول اس کے سامنے گھاس رکھا اگر گھاس کھالیا معلوم ہو گیا کہ ہرن ہے اگر نہ کھایا تو ہڈی رکھی اگر وہ کھالی تو معلوم ہو گیا کہ کتا ہے اسی طرح اس دنیا میں برائی بھلائی مل کر ایک چیز پیدا ہوتی ہے اور وہ انسان ہے اب اختلاف ہوا کہ یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

برا ہے یا بھلا تو میں نے اس کے سامنے دونوں راستے رکھ دیئے اگر برا ہے تو برائی کی طرف گیا اور اگر اچھا ہے تو بھلائی کی طرف جائے گا۔ تو جب میں تمیز دینے والا ہوں تو اس میں خود میری کیا خطا ہے تا۔ اب سمجھو کہ کہتا ہے کہ

این علفہای نم الخ۔ یعنی میں غذائیں رکھ رہا ہوں بھلا کس لئے (اس لئے کہ) تا کہ ظاہر ہو جائے کہ جانور کس کی جنس سے ہے۔

سگ چو از آہو الخ۔ یعنی کتے کے ایک ہرن سے بچہ پیدا ہوا تو اس کے کتے ہونے میں اور ہرن ہونے میں کوئی شک رکھے۔

تو گیاہ و استخوان الخ۔ یعنی تو گھاس اور ہڈی اس کے سامنے ڈال تا کہ معلوم ہو کہ کس کی طرف دوڑ رغبت کرتا ہے۔

گر بسوئے الخ۔ یعنی اگر ہڈی کی طرف آئے تب تو وہ کتا ہے اور اگر گھاس کو تلاش کرے تو آہو نسل ہے۔

اسی طرح دنیا میں بھی ہو رہا ہے کہ۔

قہر و لطفے الخ۔ یعنی قہر اور لطف دونوں ایک دوسرے کے ساتھ جفت ہوئے تو ان دونوں سے دنیا بھلی بری پیدا ہوئی تو اس بھلے برے کی تمیز کی یہ صورت ہے کہ

تو گیاہ و استخوان الخ۔ یعنی تو گھاس اور ہڈی دونوں کو پیش کردے (آگے اس ہڈی اور گھاس کا بیان ہے یعنی) نفس اور روح دونوں کی روزی کو پیش کردے الخ۔

گر غذائے الخ۔ یعنی اگر غذا نفس کی تلاش کرے تب تو وہ برا ہے اور اگر غذا روح کی چاہے تو سردار ہے تو میں بھی تو کرتا ہوں کہ دونوں راہیں سامنے کر دیں جس راہ سے مناسبت ہوئی اسی کو اختیار کر لیتا ہے۔

گر کند او خدمت الخ۔ اگر وہ تن کی پرورش میں لگ جائے تب تو گدھا ہے اور اگر دریائے جان میں جائے تو موتی پائے۔ مطلب یہ کہ اگر کوئی شخص شہوت و غضب وغیرہ اخلاق ذمیمہ کو اختیار کرے تب تو وہ بے وقوف ہے اور سمجھو کہ اس میں صلاحیت خیر کی نہیں ہے اور اگر پرورش روح کی کرے تو اس کو علوم و معارف حاصل ہوں گے آگے کہتا ہے کہ

گرچہ این الخ۔ یعنی اگرچہ یہ دونوں مختلف خیر و شر ہیں لیکن یہ دونوں ہیں ایک ہی کام میں اور وہ کام یہ ہے کہ دونوں ممیز ہیں اگر شیطان ہے تو وہ بھی ممیز ہے اور اگر انبیاء علیہم السلام ہیں وہ بھی ممیز ہیں ہاں اس قدر فرق ہے کہ

انبیا طاعات الخ۔ یعنی انبیاء علیہم السلام تو طاعات کو پیش کرتے ہیں (اور اس سے نیک و بد میں تمیز ہوتی ہے) اور دشمن (دین) شہوات کو پیش کرتے ہیں (اس سے فرق ہوتا ہے مگر کام دونوں کا انبیاء و شیاطین کا ایک ہی ہوا یعنی نیک و بد میں فرق کرنا) اور کہتا ہے کہ

نیک را من بد کنم الخ۔ یعنی میں جو نیک کو بد کر دوں تو خدا تو نہیں ہوں میں تو داعی ہوں ان کا خالق تو نہیں ہوں۔

خوب را من زشت الخ۔ یعنی میں بھلے کو برا بنا دوں میں کوئی خدا تو نہیں ہوں برے بھلے کا آئینہ ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ میری قدرت میں یہ تو نہیں ہے کہ برے کو بھلا اور بھلے کو برا کر دوں اس لئے کہ یہ تو خدا کا کام

ہے۔ہاں صرف اس قدر ہے کہ میرے ذریعہ سے نیک وبد معلوم ہو جاتا ہے تو اس میں میری کیا خطا ہے اس لئے کہ اگر آئینہ میں بری صورت بری معلوم دے تو آئینہ کی کیا خطا وہ صورت ہی بری ہے ہاں جو سمجھے گا نہیں وہ آئینہ کی خطا بتائے گا جیسے کہ ایک شخص بدصورت نے آئینہ دیکھا جب کالی کلوٹی صورت نظر آئی تو اس کو آگ میں ڈال دیا کہ اس کمبخت نے میری صورت بری کردی آگے بطور تمثیل کے اسی کا قصہ بیان کرتا ہے کہ

سوخت ہندوالخ۔یعنی ایک ہندی آدمی نے آئینہ کو تکلیف کی وجہ سے جلا دیا کہ یہ آدمی کو سیاہ رو دکھاتا ہے۔مطلب یہ کہ ایک ہندی نے اپنی صورت آئینہ میں دیکھی تو وہ جیسی تھی ویسی معلوم ہوئی تو آپ نے غصہ میں آ کر اس کو آگ میں ڈال دیا کہ یہ تو کمبخت انسان کی صورت بگاڑ کر دکھاتا ہے لہٰذا اس کو ناپید کر دینا چاہیے۔

گفت آئینہ گنہ الخ۔یعنی آئینہ بولا کہ میری خطا نہیں ہے اس کی خطا بتا کہ جس نے آئینہ بنایا ہے۔

اومرا غماز الخ۔یعنی اس نے غماز سچ بولنے والا بنایا ہے تاکہ میں بتادوں کہ اچھا کون ہے اور برا کون ہے مطلب یہ ہے کہ آئینہ نے کہا کہ بھائی میری کیا خطا ہے جس نے مجھے اس قدر صاف اور مصقل بنایا ہے اس کی خطا ہے باقی مجھے تو چونکہ صیقل کر دیا ہے اس لئے مجھے چغل خور بنایا مگر راست گو بنایا غمازی کرتا ہوں مگر سچی جو بات واقعی ہوتی ہے اس کو ظاہر کر دیتا ہوں اگر کوئی اچھائی ہے تو اس کی اچھائی کو اور اگر کوئی برائی ہے تو اس کی برائی کو ظاہر کر دیتا ہوں تو شیطان کہتا ہے کہ میں تو زشت وخوب کے لئے آئینہ کی طرح ہوں۔جیسا ہوتا ہے میرے اندر نظر آ جاتا ہے تو یہ میری خطا تو نہیں ہے بلکہ جس نے مجھے ایسا بنایا ہے یعنی حق تعالیٰ نے اس کی خطا ہو سکتی ہے اور ان کی خطا ہونا محال اور میری خطا یوں نہیں لہٰذا کسی کی بھی خطا نہیں ہے خود انسان ہی کی خطا ہے کہ وہ برا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ

من گواہم الخ۔یعنی میں تو گواہ ہوں اور گواہ کو قید خانہ نہیں ہوتا۔میں قیدیوں میں سے نہیں ہوں خدا گواہ ہے

ہر کجا بینم الخ۔یعنی جہاں کہیں کہ میں کوئی میوہ دار درخت دیکھتا ہوں تو اس کو دایہ کی طرح پالتا ہوں۔

ہر کجا بینم درخت الخ۔یعنی جہاں کہیں کہ کوئی درخت تلخ اور خشک دیکھتا ہوں اس کو کاٹ ڈالتا ہوں اس لئے کہ میں مشک اور مینگنی کو پہچانتا ہوں مطلب یہ ہے کہ میں بھلے برے کو خوب جانتا ہوں جو اچھا ہوتا ہے اس کی پرورش کرتا ہوں اور جو برے ہوتے ہیں ان کو خوب اچھی طرح تباہ وبرباد کر دیتا ہوں۔آگے کہتا ہے کہ

خشک گوید باغباں الخ۔یعنی وہ خشک باغبان سے کہتا ہے کہ اے نوجوان میرا سر بے خطا کیوں کاٹ رہا ہے۔

باغبان الخ۔یعنی باغبان کہتا ہے کہ اے زشت خو چپ رہ کیا تیرا خشک ہونا جرم کافی نہیں ہے۔مطلب یہ کہ تیرے کاٹنے کے لئے اور کسی جرم کے ثبوت کی ضرورت نہیں ہے صرف یہ جرم کافی ہے کہ تو خشک ہے۔اسی طرح جب میں (شیطان) کسی کو جہنم واصل کرتا ہوں اور وہ کہے کہ کیوں مجھے برباد کر رہا ہے میری کیا خطا ہے تو کہتا ہوں کہ یہ تیری بدی اور برا ہونا کیا کچھ کم گناہ ہے تیرا تو یہی بہت بڑا گناہ ہے کہ تو بُرا ہے۔

خشک گوید الخ۔یعنی وہ خشک کہتا ہے کہ ارے میں تو سیدھا ہوں ٹیڑھا بھی نہیں ہوں تو کیوں بے خطا میری جڑ کاٹ رہا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

باغبان گویدالخ۔ یعنی باغبان کہتا ہے کہ اگر تو نیک بخت ہوتا تو کاش کہ کج ہو مگر تر ہوتا۔

جاذب آب الخ۔ یعنی تو آب زندگانی کا جاذب ہوتا اور آب زندگی میں ملا ہوا ہوتا۔ تو اسی طرح جب کوئی بدخو کہتا ہے کہ مجھے کیوں برباد کیا ہے میں نے کیا خطا کی میں تو ظاہر میں کیسا اچھا ہوں تو وہ کہتا ہے کہ ہاں ظاہر میں تو اچھا ہے مگر یہ تیری بھلائی کسی کام کی نہیں ہے کاش کہ تو بظاہر خوبصورت نہ ہوتا مگر تیری سیرت بھلی ہوتی اور تیرے اندر قابلیت علوم ومعارف کے حاصل کرنے کی ہوتی اور کہتا ہے کہ

تخم تو بدبودہ الخ۔ یعنی تیرا تخم برا ہے اور تیری اصل بھی اور تیرا میل کسی اچھے درخت کے ساتھ نہ ہو سکتا۔ اس لئے تجھے قطع کیا جاتا ہے اس لئے کہ اگر تر ہوتا تب تو کسی شاخ شیریں میں پیوند کر دیا جاتا اور اس سے تیرے اندر بھی شیرینی آ جاتی مگر اب جب کہ خشک ہے اب تو تو کسی کام ہی کا نہیں ہے۔

شاخ تلخ ارالخ۔ یعنی اگر شاخ تلخ (تر) کسی اچھے کے ساتھ پیوند ہو جاتی ہے تو وہ اچھا اس میں اثر کرتا ہے مگر تو کہ خشک ہے تیرے اچھے ہونے کی کوئی تدبیر ہی نہیں لہٰذا اب تیرا نہ ہونا ہی بہتر ہے تو شیطان کہتا ہے کہ جس طرح باغبان اس خشک کو قطع کر دیتا ہے میں بھی یہی کرتا ہوں اور اس کو جہنم رسید کر دیتا ہوں۔ یہ ساری تحقیقات بیان کر کے آگے خبیث پھر حضرت معاویہؓ کی طرف مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ

گرترا ابیدارالخ۔ یعنی اگر آپ کو میں نے دین کے لئے جگا بھی دیا تو میری اصل خو تو یہی ہے (پھر تعجب کیوں ہے) جب حضرت معاویہؓ نے دیکھا کہ یہ یوں نہ بتائے گا تو سختی شروع کر دی اور فرمایا

عنف کردن امیر المومنین حضرت معاویہؓ با ابلیس علیہ اللعنۃ

امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ابلیس (اس پر لعنت ہو) کے ساتھ سختی کرنا

گفت امیر اے راہزن حجت مگو	مرترا رہ نیست درمن رہ مجو
امیر (المومنین) نے فرمایا اے ڈاکو! حجت نہ کر	تیرا میرے اندر راستہ نہیں ہے راستہ نہ تلاش کر
رہزنی تو من غریب تاجرم	ہر لباساتے کہ آری کے خرم
تو ڈاکو ہے میں مسافر تاجر ہوں	"تو جو بھیس بھی بدلے میں کب پسند کرتا ہوں؟
گرد رخت من مگرد از کافری	تو نہ رختے را مشتری
بے ایمانی سے میرے سامان کے گرد چکر نہ لگا	تو کسی کے سامان کا خریدار نہیں ہے
مشتری نبود کسے را راہزن	ور نماید مشتری مکرست وفن
ڈاکو کسی سے خریدنے والا نہیں ہوتا ہے	اگر وہ خریدار ہونا ظاہر کرے مکاری اور چالاکی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ارے ڈکیت زیادہ دلیل نہ کر میرے اندر تیرا راستہ نہیں تو میرے اندر راستہ نہ تلاش کر۔ یعنی میں تیری باتوں میں نہ آؤنگا۔ مجھ سے نہ اڑ تو ڈکیت ہے اور میں مسافر تاجر ہوں صاحب بصیرت ہوں لہٰذا میں تیرے ہر مکروزور کے لباس کو نہیں خرید سکتا۔ بلکہ میں پہچان لوں گا کہ اس میں نقص ہے خریدنے کے قابل نہیں یعنی میں تیری بناوٹ کو سمجھتا ہوں لہٰذا میں نہیں مان سکتا تو میرے متاع ایمان کے گرد بے ایمانی سے نہ پھر میں جانتا ہوں کہ تو چور ہے مال اڑانا چاہتا ہے نہ کہ خریدار وقدردان۔ ڈکیت مشتری نہیں ہوسکتا۔ اگر وہ اپنے کو مشتری ظاہر کرے تو یہ اس کا مکروفریب ہے۔

نالیدن امیرالمومنین حضرت معاویہؓ بحق تعالیٰ از مکر ابلیس ونصرت خواستن

شیطان کے مکر سے امیرالمومنین کا اللہ تعالیٰ سے نالہ وزاری کرنا اور مدد چاہنا

تا چہ دارد ایں حسود اندر کدو	اے خدا فریاد رس ما زیں عدو
نہ معلوم یہ حاسد کیا چال چل رہا ہے؟	اے خدا اس دشمن سے ہماری فریاد سن لے
گر یکے فصل دگر در من دمد	در رباید از من ایں رہزن نمد
اگر وہ ایک مرتبہ اور مجھ سے گفتگو کرے گا	یہ ڈاکو نمدہ اڑا لے جائے گا
ایں حدیثش ہمچو دوست اے الٰہ	دست گیرار نہ گلیمم شد سیاہ
اے خدا! یہ اس کی گفتگو دھوئیں کی طرح ہے	میری دستگیری فرما ورنہ میری کملی کالی ہو جائے گی
من بحجت بر نیایم با بلیس	کوست فتنہ ہر شریف و ہر خسیس
میں دلیل سے شیطان سے نہ جیت سکوں گا	کیونکہ وہ ہر شریف اور ذلیل کے لئے (باعث) فتنہ ہے
آدمے کو علم الاسماء بگ ست	در تگ چوں برق ایں سگ بے تگ ست
(حضرت) آدمؑ جو علم الاسماء والے سردار ہیں	اس کتے کی برق جیسی رفتار کے مقابلہ میں بے رفتار ہیں
از بہشت انداختش بر روئے خاک	چوں سمک در شست او شد از سماک
اس نے ان کو بہشت سے زمین پر پھینک دیا	وہ بلندی سے مچھلی کی طرح اس کے کانٹے میں پھنس گئے
نوحۂ انا ظلمنا می زدے	نیست دستان و فسونش را حدے
انا ظلمنا کا رونا روتے تھے	اس کے مکر اور منتر کی انتہا نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اندرون ہر حدیث او شرست	صد ہزاراں سحر در وے مضمرست
اس کی ہر بات میں شر ہے	اس میں لاکھوں جادو پوشیدہ ہیں
مردی مرداں بہ بندد در نفس	در زن و در مرد افروزد ہوس
ایک پھونک میں بہادروں کی بہادری کو باندھ دیتا ہے	مرد و زن میں ہوس بھڑکا دیتا ہے
اے بلیس خلق سوز فتنہ جو	بر چہ یم بیدار کردی راست گو
اے شیطان مخلوق کو تباہ کرنے والے فتین!	سچ بتا تو نے مجھے کیوں جگایا؟
زانکہ حیلت در نگنجد با منے	ہیں غرض را در میاں نہ بے فنے
اس لئے کہ تیری حیلہ بازی مجھ میں اثر نہیں کر سکتی ہے	خبردار! بغیر مکاری کے مقصد بتا دے

شرح حبیبی

آخرکار ابلیس کی چالاکی سے پریشان ہو کر حضرت امیر معاویہ حق سبحانہ کی درگاہ میں مناجات کرتے ہیں اور فرماتے ہیں اے خدا تو میری فریاد سن اور اس دشمن کے مکر سے چھڑا نہیں معلوم اس کے اس فعل میں کیا چال مضمر ہے۔ اگر ایک مرتبہ اور یہ مجھ سے گفتگو کرے گا تو یہ رہزن میرا اندر ایمان اڑا لے گا۔ اے اللہ یہ اس کی گفتگو دھوئیں کی مثل ہے تو میری دست گیری کر ورنہ میرا کمبل سیاہ کر دے گا۔ یعنی میرے دل پر برا اثر ہوگا۔ میں ابلیس پر حجت سے غالب نہیں آسکتا کیونکہ یہ تو بھلے برے سب لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے۔ آدم علیہ السلام جن کو علم الاسماء کا تمغہ عطا ہوا تھا اس کتے کی برق رفتاری کے مقابلہ میں عاجز رہ گئے اور یہ ان سے بازی لے گیا ان کو بہشت سے زمین پر پہنچا دیا اور وہ سماک (مرتبہ عالیہ) سے جدا ہو کر اس کی شست میں مچھلی کی طرح پھنس گئے بلآ خرانا ظلمنا انفسنا کہہ کہہ کر روتے تھے اے اللہ اس کے منتر اور فریب کی تو کوئی حد ہی نہیں۔ اس کی ہر بات میں کوئی نہ کوئی شر ہے بلکہ ہزاروں لاکھوں جادو اس میں مستتر ہیں۔ یہ کمبخت بڑے بڑے ہمت والوں کی ہمت ایک پھونک میں پست کر دیتا ہے اور عورت و مرد میں آتش ہوس افروختہ کرتا ہے یہاں تک حق سبحانہ سے دعا کر کے پھر ابلیس کی طرف مخاطب ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں اے خلقت کو جلانے والے اور فتنہ کے ڈھونڈنے والے ابلیس سچ بتا تو نے مجھے کیوں جگایا کیونکہ تیری چالاکی میرے سامنے نہیں چل سکتی دیکھ بناوٹ نہ کر اور اصلی غرض بیان کر دے۔

باز تقریر ابلیس تلبیس خود را با امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنی مکاری کی دوبارہ تقریر کرنا

گفت ہر مردے کہ باشد بدگماں	نشنود او راست را با صد نشاں
بولا جو شخص بدگمان ہو	وہ سو علامتوں والی سچی بات بھی نہیں سنتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر درونے کہ خیال اندیش شد	چوں دلیل آری خیالش بیش شد
جس کا باطن شکی ہو	جب تو دلیل بیان کرے گا اس کا شک اور بڑھے گا
چوں سخن در وے رود علت شود	تیغ غازی دزد را آلت شود
جب اس کے (دل میں) بات جاتی ہے بیماری بن جاتی ہے	مجاہد کی تلوار چور کا ہتھیار بن جاتی ہے
پس جواب او سکوتست و سکوں	ہست با ابلہ سخن گفتن جنوں
تو اس کا جواب خاموشی اور سکوت ہے	بیوقوف سے بات کرنا پاگل پن ہے
تو زحق ترس و زحق جو قطع نفس	کہ تو از شرش بماندستی بہ حبس
تو خدا سے ڈر اور نفس کو چھوڑنے کی خدا سے دعا کر	کیونکہ تو اس کے شر کی وجہ سے قید خانہ میں ہے
تو زمن با حق چہ نالی اے سلیم	تو بنال از شر ایں نفس لئیم
اے بھولے! تو اللہ سے میرا کیا شکوہ کرتا ہے	تو اس لئیم نفس کے شر سے نالہ کر
تو خوری حلوا ترا دمل شود	تب بگیرد طبع تو مختل شود
تو حلوا کھائے گا تو پھوڑا پیدا ہوگا	بخار چڑھے گا طبیعت بگڑ جائے گی
بے گنہ لعنت کنی ابلیس را	چوں نہ بینی از خود آں تلبیس را
تو بے خطا ابلیس پر لعنت بھیجتا ہے	اپنی جانب سے اس مکاری کو کیوں نہیں سمجھتا ہے؟
نیست از ابلیس از تست اے غوی	کہ چو روبہ سوئے دنبہ می روی
اے گمراہ! شیطان کی جانب سے نہیں ہے بلکہ تیری جانب سے ہے	کیونکہ تو لومڑی کی طرح دنبہ کی جانب جاتا ہے
چونکہ در سبزہ بہ بینی دنبہ را	دام باشد ایں ندانی روبہا
جب تو سبزے میں دنبہ کو دیکھتا ہے	اے لومڑی! تو نہیں سمجھا کہ جال ہو گا
زاں ندانی کت ز دانش دور کرد	میل دنبہ چشم عقلت کور کرد
تو اس لئے نہیں سمجھا کہ تجھے عقل سے جدا کر دیا ہے	دنبہ کی خواہش نے تیری عقل کو اندھا کر دیا ہے
حبک الاشیاء یعمیک و یصم	نفسک السوء قد جنت لا تختصم
چیزوں کی محبت تجھے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے	تیرے برے نفس نے ظلم کیا ہے، نہ جھگڑ
تو گنہ بر من منہ کژ مژ مبیں	من ز بد بیزارم و از حرص و کیں
تو مجھ پر گناہ (کی ذمہ داری) نہ ڈال ترچھی نگاہوں سے نہ دیکھ	میں برائی اور حرص و کینے سے بیزار ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

من بدی کردم پشیمانم ہنوز	انتظارم تا دے ام گردد تموز
میں نے برائی بھی کی تھی' ابھی تک شرمندہ ہوں	انتظار میں ہوں تا کہ میرا ماگھ ساون بن جائے
ہست کین وحرص از طبائع مختلف	مر مرا کے چار ضد شد مکتنف
کینہ اور حرص مختلف (عناصر سے بنی ہوئی) طبیعتوں کی پیداوار ہے	مجھے چار مخالف (عنصروں) نے کب گھیرا ہے
ہم امیدے می بزم با درد و سوز	تا کہ کے گردد شب دیجور روز
میں بھی درد و سوز کے ساتھ امید رکھتا ہوں	کہ اندھیری رات کب دن بنتی ہے؟
متہم گشتم میان خلق من	فعل خود بر من نہد ہر مرد و زن
میں لوگوں میں بدنام ہو گیا ہوں	ہر مرد و عورت اپنا کام میرے ذمہ لگاتا ہے
گرگ بیچارہ اگرچہ گرسنہ است	متہم باشد کہ او در طنطنہ است
بیچارہ بھیڑیا اگرچہ بھوکا ہے	(لیکن) بدنام ہوتا ہے کہ وہ اکڑ میں ہے
چونکہ نتواند ز ضعف او راہ رفت	خلق گوید تخمہ است از قوت زفت
چونکہ وہ کمزوری کی وجہ سے چل نہیں سکتا ہے	لوگ کہتے ہیں کہ موٹی خوراک سے بدہضمی میں ہے

شیطان نے جواب دیا کہ اصل بات یہ ہے کہ جو شخص بدگمان ہوتا ہے وہ سچی بات سو دلیلوں کے ساتھ بھی نہیں مانتا اور جس دل پر توہمات کا غلبہ ہوتا ہے جب تم اس کے سامنے کوئی دلیل بیان کرو گے تو اس کے توہمات میں ترقی ہوگی۔ جب کوئی معقول بات اس میں پہنچتی ہے مادہ فاسدہ بن جاتی ہے اور اس کی ایسی مثال ہو جاتی ہے جیسے غازی کی تلوار جو فی الحقیقت آلۂ السلاح ہو ڈاکو کے ہاتھ میں جا کر آلۂ فساد بن جاتی ہے ایسے شخص کا جواب سکوت اور خاموشی کے سوا کچھ نہیں کیونکہ بیوقوف کے ساتھ گفتگو کرنا جنون ہے تم کو چاہیے کہ خدا سے ڈرو اور اس سے اس کی درخواست کرو کہ وہ تم کو نفس سے جدا کرے کہ تم اس کے شر سے خرابیوں میں گرفتار ہو۔ خدا کے سامنے میری کیا فریاد کرتے ہو۔ تم کو اس خبیث نفس کی شرارت سے فریاد چاہیے۔ دیکھو تم مٹھائیاں کھاتے ہو اس سے تمہارے دُل نکل آتا ہے اور بخار چڑھتا ہے اس لئے تمہاری طبیعت بگڑ جاتی ہے یہ ہوتے تو محض نفس کے سبب سے ہیں مگر بے قصور اور بلاوجہ ابلیس پر لعنت کرتے ہو۔ اس فریب کو اپنے نفس کی طرف سے کیوں نہیں سمجھتے۔ ابلیس کی جانب سے یہ فعل نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں اس کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ خود تمہارے نفس کی طرف سے ہے کہ وہ لومڑی کی طرح خوش خوش دنبہ کی طرف جاتا ہے اور اس کو اپنے لئے نافع سمجھتا ہے مگر جبکہ وہ دنبہ کو سبزہ میں دیکھ کر اُس کی طرف جاتا ہے تو یہ نہیں سمجھتا کہ وہ جال ہے جو مضرت پہنچائے گا۔ تم اس نقصان کو اس لئے نہیں جان سکتے کہ مرغوب شے کی رغبت نے تم کو سمجھ سے بالکل الگ کر دیا ہے اور تمہاری چشم عقل کو اندھا کر دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے۔اس لئے کہ عام قاعدہ ہے کہ ایک شے کی محبت اندھا اور بہرا کر دیتی ہے کہ نہ وہ مضرت کو دیکھ سکتا ہے اور نہ کسی کی نصیحت سنتا ہے۔جب یہ تم کو معلوم ہو گیا تو سمجھو کہ تمہارا نفس بڑا مجرم ہے تم دوسروں سے نہ لڑو تم غلط بین نہ ہو اور خواہ مخواہ مجھے الزام نہ دو۔مجھے تو برائی سے حرص سے عداوت سے سخت نفرت ہے پھر ایسی باتوں کی ترغیب کیوں دینے لگا۔حرص اور مخالفت تو مختلف طبیعتوں کے اجتماع سے پیدا ہوتی ہے مجھ کو کون سی چار ضدیں گھیرے ہوئے ہیں کہ میرے اندر حرص و عداوت ہو (یہ مطلب اچھا معلوم ہوتا ہے گو کا یہ قول "مر مرا کہ چار ضد شد مکتنف" جھوٹ اور فریب ہوگا کیونکہ تحقیق یہی ہے کہ وہ بھی عناصر اربعہ سے مرکب ہے لیکن ناریت غالب ہے) میں نے عمر بھر میں ایک برائی کی ہے لیکن مجھے اب تک اس کی ندامت ہے اور مجھے انتظار ہے کہ دیکھئے کہ میری خزاں بعد کب بہار قرب حق سے مبدل ہوتی ہے اور سوز و گداز کے یا بے چینی و قلق کے ساتھ امیدوار ہوں کہ کب وہ دن ہو گا کہ میری بدقسمتی کی شب تاریک خوش نصیبی کی روز روشن سے مبدل ہوگی۔میری تو یہ حالت ہے لیکن اس پر بھی دنیا میں میں بدنام ہو گیا اور حالت یہ ہوگئی کہ مرد اور عورت اپنے فعل کو میرے ہی سر منڈھتا ہے۔سچ ہے بد اچھا بدنام برا بھیڑیا چونکہ بدنام ہے اس لئے اگر وہ بھوکا بھی ہو تب بھی لوگ یہی کہیں گے کہ خوب مگن ہو رہا ہے اور جبکہ وہ ضعف کے سبب چل بھی نہ سکے تو کہتے ہیں کہ کوئی قوی غذا کھائی ہے جس سے اتنا بھر گیا کہ چلا بھی نہیں جاتا۔

شرح شبّیری

حضرت معاویہؓ کا ابلیس سے سختی کرنا

گفت امیرا ے الخ۔یعنی حضرت امیرؓ نے فرمایا کہ اے ڈاکو دلیل مت بھگار تجھے کوئی راستہ نہیں ہے میرے اندر راستہ مت تلاش کر۔مطلب یہ کہ تو مجھے نہیں بہکا سکتا ہے اس لئے ذرا مجھ پر رحم فرمایئے اور جو سیدھی سیدھی بات ہے کہہ دیجئے ورنہ خبر لی جائے گی آگے اپنی اور ابلیس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

رہزنی الخ۔یعنی ارے تو تو ڈاکو ہے اور میں غریب تاجر ہوں تو تو جو لباس لائے گا میں کب خریدوں گا۔ مطلب یہ ہے کہ تو تو ڈاکو ہے اور میں تاجر ہوں اگرچہ کم درجہ کا اور غریب ہی ہوں مگر آخر پھر بھی کچھ تو مجھے بھی پہچان ہے اس لئے میں تیرے دھوکوں میں آنے والا نہیں ہوں۔

گرد رخت من الخ۔یعنی میرے اسباب کے پاس کافری کی وجہ سے ذرا مت پھرو اس لئے کہ تو کسی کے اسباب کو خریدنے والا نہیں ہے بلکہ صرف دھوکہ دہی کے لئے سوداگر بنا پھرتا ہے تا کہ لوگوں کو خوب اچھی طرح سے ٹھگے۔

مشتری نبود الخ۔یعنی ڈاکو کسی کا خریدار نہیں ہوتا اور اگر اپنے کو خریدار ظاہر کرے تو وہ مکر ہے اور چالاکی ہے۔لہٰذا تو جو کہتا ہے کہ میں نے تجھے دین کے لئے جگایا ہے بالکل غلط اور زور ہے۔غرضکہ جب گفتگو اس حد

www.besturdubooks.wordpress.com

تک پہنچی تو حضرت معاویہؓ نے حق تعالیٰ سے دعا کی اور مدد چاہی کہ یا الٰہی اس کے مکر کو ظاہر فرمادے اور مجھے بچا۔

حضرت معاویہؓ کا حق تعالیٰ کی درگاہ میں نالہٴ وزاری کرنا اور مدد چاہنا

ناچہ دارد الخ۔ یعنی یہ حاسد اپنے باطن میں کیا رکھتا ہے اے خدا ہمارے فریاد کو اس عدو کے مقابلہ میں پہنچیے۔

گر یکے الخ۔ یعنی اگر یہ ایک بھی اور پھونک میرے اندر ماردے تو یہ رہزن میرا نمدہ بھی اڑا لے گا۔

مطلب یہ کہ اگر اسی طرح یہ حجت کرتا رہا تو مجھے خوف اپنے ایمان کا ہے۔

ایں حدیثش الخ۔ یعنی یا الٰہی یہ اس کی باتیں دھوئیں کی طرح ہیں رحم فرمایئے ورنہ میرا کمبل تو سیاہ ہو جائے گا۔ مطلب یہ کہ مجھ پر کہیں اس کی یہ فسوں اور باتیں اثر نہ کر جائیں خدا کے لئے رحم کیجئے۔

من بحجت بر نیایم الخ۔ یعنی میں شیطان کے ساتھ مناظرہ میں تو غالب نہیں آسکتا اس لئے کہ وہ تو ہر بھلے اور برے کے لئے فتنہ ہے۔

آدمے چون الخ۔ یعنی وہ آدم جو کہ علم الاسماء والے ہیں اس کی بجلی جیسی چال کے آگے بے تک ہیں۔

مطلب یہ کہ وہ آدم علیہ السلام کہ جن کی شان میں علم الاسماء آیا ہے اور اس قدر بڑے اور عالم اور حقیقت شناس تھے اس نالائق کی چالاکیوں کے سامنے وہ بھی نہ چل سکے اور آخر یہ نتیجہ ہوا کہ

از بہشت اندا ختش الخ۔ یعنی ان کو بہشت سے روئے زمین پر لا ڈالا اور وہ اس کی جال میں سماک سے مچھلی کی طرح پھنس گئے۔

نوحہٴ انا ظلمنا الخ۔ یعنی انا ظلمنا الخ کا نوحہ کر رہے تھے اس شیطان کے مکروفریب کی تو کوئی حد ہی نہیں۔

مطلب یہ کہ جب وہ اس بلا میں مبتلا ہو گئے تو اب بجز اس کے کہ حق تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے اور کچھ بھی نہ ہوا۔ اس خبیث سے بازی نہ لے جاسکے۔

مردیٴ مردان الخ۔ یعنی اس کی ہر بات میں شر ہے اور اس کے اندر لاکھوں جادو پوشیدہ ہیں۔

مردیٴ مردان الخ۔ یعنی مردوں کی مردانگی کو ایک دم میں باندھ دیتا ہے اور مرد وعورت میں ہوس کو بڑھاتا ہے ایک جادو ہوتا ہے جس سے مرد عنین ہو جاتا ہے تو فرماتے ہیں کہ یہ شیطان وہ ہے کہ اس کے جادو سے بڑے بڑے مردان خدا نامرد اور کم ہمت ہو گئے بس اس کمبخت کے ہاتھ سے خدایا مجھے بچا بس یہ دعا کر کے اب پھر اس خبیث کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے ہیں کہ۔

اے بلیس الخ۔ یعنی اے شیطان خلق کو جلانے والے فتنہ کے ڈھونڈنے والے تو نے کس وجہ سے مجھے جگایا سچ بتا۔

زانکہ حیلت الخ۔ یعنی اس لئے کہ میرے ساتھ حیلہ نہیں سماتا ہاں بات کو بیان کر دے بے کسی دھوکے کے۔

یہ سن کر خبیث کہتا ہے کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پھر ابلیس کا اپنی تلبیس کی حضرتؓ کے سامنے تقریر کرنا

گفت ہر مرد یکہ الخ ۔ یعنی کہنے لگا کہ جو آدمی کہ بدگمان ہوتا ہے وہ سچ بات کو باوجود سو نشانیوں کے بھی نہیں سنتا۔ مطلب یہ کہ چونکہ آپ کو مجھ سے بدگمانی ہوگئی ہے اس لئے آپ میری سچ بات کو بھی غلط ہی جانتے ہیں۔

ہر درونے الخ ۔ یعنی جو دل کہ خیال کا سوچنے والا ہو گیا جب تم دلیل لاؤ گے اس کا خیال زیادہ ہی ہوگا۔ مطلب یہ کہ جب کسی کو بدگمانی ہو جائے تو اس سے جتنی باتیں کرو وہ بدگمان زیادہ ہی ہوتا ہے۔

چون سخن الخ ۔ یعنی جب اس بدگمان میں کوئی بات جائے وہ بھی علت ہو جائے جیسا کہ غازی کی تلوار چور کے لئے آلہ (چوری کا) ہو جاتی ہے مطلب یہ ہے کہ اس خبیث نے کہا کہ چونکہ تم کو بدگمانی میری طرف سے ہے اس لئے ساری باتوں کو غلط ہی سمجھتے ہو ورنہ میں بالکل صحیح کہہ رہا ہوں۔

پس جواب الخ ۔ یعنی پس جواب اس بدگمان کا سکوت ہے اور سکون اس لئے کہ بیوقوف کے ساتھ بات کرنا جنون ہے خبیث رافضی معلوم ہوتا ہے جو حضرت معاویہؓ کو برا بھلا کہہ رہا ہے۔

تو ز حق ترس الخ ۔ یعنی تو حق تعالیٰ سے ڈر اور حق تعالیٰ سے اس نفس کا قطع ہونا چاہ کہ تو اس کے ہی شر سے حبس میں ہے۔

تو ز من الخ ۔ یعنی ارے بھلے آدمی تو حق کے سامنے میری وجہ سے کیا روتا ہے اس مردود نفس کے شر سے رو۔ مطلب یہ ہے کہ میں تو اس قدر شریر ہوں بھی نہیں جتنا کہ تیرا نفس ہے اس لئے میری وجہ سے کیا حق تعالیٰ سے پناہ مانگ رہا ہے اس نفس سے جس کو کہ بغل میں لئے بیٹھا ہے پناہ مانگ بعض بزرگوں نے لکھا بھی ہے کہ نفس زیادہ پریشان کرتا ہے شیطان اس قدر نہیں کرتا۔ اور اس بات کو جس کا دل چاہے آزما کر دیکھ لے پہچان اس کی یہ لکھی ہے کہ دیکھو کہ جو وسوسہ آ رہا ہے آیا ایک وسوسہ ہی بار بار آتا ہے یا کہ نئے نئے وساوس آتے ہیں۔ اگر بار بار آتا ہے وہ تو نفس کا ہے اور یہی اکثر ہے کہ ایک وسوسہ آیا اس کو دفع کیا اور پھر وہی موجود ہے اور اگر نئے نئے وسوسے آئیں تو سمجھ لو کہ وساوس شیطانی ہیں اور نئے وساوس بہت کم آتے ہیں اور یہ اس لئے ہے کہ شیطان تو صرف اضرار اور اضلال چاہتا ہے تو جب وہ ایک وسوسہ کو دیکھتا ہے کہ اس سے کام نہیں چلا تو دوسرا وسوسہ لاتا ہے اور نفس کا مقصود ہوتا ہے حصول حظ مزا لینا تو جب وہ اس قصد سے وسوسہ ڈالتا ہے اور اس کو کوئی زائل کر دے تو اس کو لذت تو آئی ہی نہیں اس لئے وہ اسی کو پھر لاتا ہے اور یہ قاعدہ بھی کلی نہیں بلکہ اکثری اور اس کے ضمن میں مولانا کو یہ بھی بتلانا ہے کہ اس شیطان سے تو بچتے ہو مگر اس سے بڑھ کر دشمن تو تمہاری بغل میں دھرا ہوا ہے غرض کہ شیطان نے کہا کہ مجھ سے کیا پناہ مانگتے ہو اپنے نفس سے پناہ مانگو۔

خود خوری حلوا الخ ۔ یعنی تو خود تو حلوا کھائے اور تیرے دل ہو جائے اور بخار آئے اور طبیعت خراب ہو جائے۔

بے گنہ لعنت الخ ۔ یعنی بے خطا شیطان کو لعنت کرتے ہو تم اس تلبیس کو اپنے ہی اندر سے کیوں نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

دیکھتے۔ مطلب یہ کہ خود تو برا کام کیا اور لعنت شیطان پر بھلا اس کے کیا معنی ہیں ارے بھائی یہ تو خود تمہارے اندر سے ساری باتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اسی مضمون کو استاد ذوق نے لکھا ہے کہ مجھ کو آتی ہے ہنسی ان حضرت انسان پر +

فعل بد تو خود کریں لعنت کریں شیطان پر

نیست از ابلیس الخ۔ یعنی ارے گمراہ یہ ابلیس کی طرف سے نہیں بلکہ تیری ہی طرف سے ہے کہ تو لومڑی کی طرح دنبہ کی طرف جا رہا ہے۔

چونکہ در سبزہ الخ۔ یعنی اے لومڑی جبکہ تو سبزہ میں دنبہ کو دیکھتی ہے وہ جال ہوتا ہے تجھے اس کی خبر نہیں ہے۔ شاید لومڑی کے پکڑنے کے لئے دنبہ وغیرہ کو سبزہ میں باندھتے ہوں گے اس پر وہ آتی ہوگی تو جال میں پھنس جاتی ہوگی اس لئے فرماتے ہیں کہ اے کمبخت نفس جو لومڑی کی طرح مکار ہے تو جو ان علوم و معارف کے شکار کرنے کے لئے جا رہا ہے تجھے یہ بھی خبر ہے کہ وہاں جال ہے اور جہنم میں جا گرے گا۔

زان ندانی الخ۔ یعنی تو اس لئے نہیں جانتا کہ تجھے عقل سے دور کر دیا ہے اور دنبہ کی خواہش نے تیری عقل کو اندھا کر دیا ہے۔

حب الاشیاء الخ۔ یعنی محبت اشیاء کی تجھے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے اور تیرے نفس برے نے جنایت کی ہے تو اس سے جھگڑا مت کر۔

تو گنہ بر من الخ۔ یعنی تو مجھ پر گناہ مت رکھ اور ٹیڑھا میڑھا مت دیکھ میں برے آدمی سے بیزار ہوں اور حرص سے اور کینہ سے۔

من بدی کردم الخ۔ یعنی میں نے ایک گناہ کیا ہے تو اب تک پشیمان ہوں اور انتظار میں ہوں کہ میری رات دن سے بدل جائے۔

حرص و کینہ الخ۔ یعنی حرص اور کینہ مختلف طبائع سے آتا ہے اور مجھے بھی چار ضدوں نے ترکیب دی ہے۔

ہم امیدے الخ۔ یعنی میں بھی امید کر رہا ہوں درد و سوز کے ساتھ کہ میری شب دیجور (دیکھئے) کب روز ہوتی ہے۔

متہم گشتم میان الخ۔ یعنی میں ساری مخلوق میں متہم اور بدنام ہو گیا اور ہر مرد و عورت میرے اوپر اپنے فعل کو رکھ دیتے ہیں۔

گرگ بیچارہ الخ۔ یعنی بھیڑیا بیچارہ اگرچہ بھوکا ہو مگر بدنام ہوگا کہ اکڑ میں ہے

چونکہ نتواند الخ۔ یعنی جبکہ وہ ضعف کی وجہ سے چل نہ سکے تو لوگ کہتے ہیں کہ مجرب غذا کی وجہ سے تخمہ ہو گیا ہے اسی طرح میں اگرچہ کیسا ہی مسکین ہوں مگر سب مجھ ہی کو بدنام کرتے ہیں۔ خیر اپنے منہ سے گرگ تو بنا خبیث مردود۔

شرح حبیبی

باز جستن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حقیقت غرض را از ابلیس

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا شیطان سے مقصد کی حقیقت پھر معلوم کرنا

گفت غیر راستی نرہاندت	داد سوئے راستی می خواندت
(حضرت معاویہؓ نے) فرمایا تجھے سچ کے سوا کچھ نہیں چھڑائے گا	انصافؑ تجھے سچائی کی دعوت دیتا ہے
راست گوتا وارہی از چنگ من	مکر نہ نشاند غبار جنگ من
سچ کہہ دے تاکہ تو میرے چنگل سے چھوٹ جائے	مکاری میری لڑائی کے غبار کو فرو نہیں کر سکتی ہے
گفت چوں دانی دروغ و راست را	اے خیال اندیش و پر اندیشہا
اس نے کہا آپ جھوٹ اور سچ کو کیسے سمجھ لیں گے؟	اے شکی اور توہمات سے بھرے ہوئے
گفت پیغمبر نشانے دادہ است	قلب و نیکو را محک بنہادہ است
انھوں نے فرمایا پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے علامت بتادی ہے	کھوٹے اور کھرے کی کسوٹی متعین کر دی ہے
گفتہ است الکذب ریب فی القلوب	باز الصدق طمانین و طروب
فرمایا ہے جھوٹ دلوں میں شک (پیدا کرنے والا ہے)	پھر (فرمایا) سچ اطمینان و خوشی (پیدا کرتا ہے)
دل نیارامد ز گفتار دروغ	آب و روغن ہیچ نفروزد فروغ
جھوٹی بات سے دل کو سکون نہیں ملتا ہے	پانی اور تیل روشنی کو نہیں بڑھاتا ہے
در حدیث راست آرام دلست	راستی ہادانہ دام دلست
سچی بات میں دل کا سکون ہے	سچائیاں دل کے جال کا دانہ ہیں
دل مگر رنجور باشد بد دہاں	کو نداند چاشنی این و آں
مگر وہ دل جو بیمار ہو اور اس کے منہ کا ذائقہ خراب ہو	کیونکہ وہ اس کے اور اس کے مزے کو نہیں سمجھتا ہے
چوں شود از رنج و علت دل سلیم	طعم صدق و کذب را باشد علیم
جب دل تکلیف اور بیماری سے محفوظ ہو جائے	تو وہ سچ اور جھوٹ کے مزے سے واقف ہوتا ہے
حرص آدمؑ چوں سوئے گندم فزود	از دل آدمؑ سلیمی را ربود
(حضرت) آدمؑ کی حرص جب گیہوں کی طرف بڑھی	(حضرت) آدمؑ کے دل سے سلامتی کو اڑا لے گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

پس دروغ و عشوہ ات را گوش کرد	غرہ گشت و زہر قاتل نوش کرد
تو تیرے جھوٹ اور مکر کو سن لیا	فریب کھا گئے اور قاتل زہر پی لیا
گندم از کژدم ندانست آں نفس	می برد تمیز از مست ہوس
اس وقت وہ گیہوں اور بچھو میں امتیاز نہ کر سکے	(ہوس) ہوس سے مدہوش کی تمیز کو زائل کر دیتی ہے
خلق مست آروز اند و ہوا	زاں پذیرا اند دستان ترا
لوگ تمنا اور حرص سے مست ہیں	اس لئے تیرے مکر کو قبول کر لینے والے ہیں
ہر کہ خود را از ہوا خو باز کرد	گوش خودرا آشنائے راز کرد
جس نے اپنے آپ کو حرص کی خصلت سے چھڑا لیا	اس نے اپنے کان کو راز سے آشنا کر لیا
ہمچناں کہ در حکایت گفتہ اند	بشنو آنرا تا کشاید بستہ بند
جس طرح لوگوں نے حکایت میں بیان کیا ہے	اس کو سن لے تاکہ گرہ کھل جائے

شکایت قاضی از آفت قضا و جواب نائب او

قاضی کا قضیات کی مصیبت کا شکوہ کرنا اور اس کے نائب کا جواب

قاضئ بنشاندند او می گریست	گفت نائب قاضیا گریہ ز چیست
لوگوں نے ایک قاضی کو مسند نشین کیا وہ رونے لگا	نائب نے کہا اے قاضی! رونا کس وجہ سے ہے
ایں نہ وقت گریہ و فریاد تست	وقت شادی و مبارک باد تست
یہ رونے اور چیخنے کا وقت نہیں ہے	تیری خوشی اور مبارکباد کا وقت ہے
گفت آہ چوں حکم راند بیدلے	درمیان آں دو عالم جاہلے
اس نے کہا ہائے! ایک ناواقف کس طرح فیصلہ کرے	ایک نادان دو جانکاروں کے درمیان؟
آں دو خصم از واقعہ خود واقف اند	قاضئ مسکیں چہ داند زاں دو بند
وہ دونوں فریق اپنے واقعہ سے واقف ہیں	دو بندشوں (جہل اور غفلت) کی وجہ سے قاضی بے چارہ کیا جانے
جاہل ست و غافل ست از حال شاں	چوں رود در خون شان و مال شاں
وہ ان کی حالت سے جاہل ہے اور غافل ہے	وہ ان کی جان اور مال میں کیسے مداخلت کرے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت خصماں عالم اندو علتی	جاہلی تو لیک شمع ملتی
اس (نائب) نے کہا دونوں فریق واقف ہیں اور غرضی ہیں	آپ ناواقف ہیں لیکن ملت کی شمع ہیں
زانکہ تو علت نداری درمیاں	آں فراغت ہست نور دیدگاں
کیونکہ اس میں آپ کی کوئی غرض نہیں ہے	(غرض سے) خالی ہونا آنکھوں کی روشنی ہے
واں دو عالم راغرض شاں کور کرد	علم شاں را علت اندر گور کرد
ان دونوں واقف کاروں کو ان کی غرض نے اندھا کر دیا ہے	ان کے علم کو غرض نے دفن کر دیا ہے
جہل را بے علتی عالم کند	علم را علت کژو ظالم کند
بے غرضی ناواقفیت کو علم والا بنا دیتی ہے	غرض علم کو کج اور ظالم بنا دیتی ہے
تاتو رشوت نستدی بینندۂ	چوں طمع کردی ضریر و بندۂ
جب تک تو رشوت نہ لے تو بینا ہے	جب تو نے لالچ کیا تو اندھا اور (نفس کا) غلام ہے
از ہوا من خوی را وا کردہ ام	لقمہائے شہوتی کم خوردہ ام
میں نے عادت کو ہوس سے علیحدہ کر لیا ہے	میں نے شہوت (نفس) کے لقمے نہیں کھائے ہیں
چاشنی گیر دلم شد با فروغ	راست را داند حقیقت از دروغ
میرا (معارف کا) ذوق رکھنے والا دل روشن ہوگیا ہے	سچ کی حقیقت جھوٹ سے جدا کر لیتا ہے

اس کے جواب میں امیر معاویہؓ نے پھر فرمایا کہ سچ کے سوا کوئی چیز تجھے نہیں چھڑا سکتی انصاف تجھے راستی کی طرف بلاتا ہے یعنی انصاف اسی کا مقتضی ہے کہ تو سچ بولے۔ پس تو سچ کہہ دے تاکہ میرے پنجہ سے نجات پائے ورنہ مکروفریب میری منازعت کو نہیں دبا سکتا۔ شیطان نے کہا کہ تم تو وہمی ہو آخر یہ تو بتاؤ کہ تمہارے پاس کیا معیار ہے جس سے تم جھوٹ اور سچ میں تمیز کر سکتے ہو اور جس کے بنا پر میرے بیان کو جھوٹ کہتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ اور جھوٹ کی ایک شناخت بتلائی ہے اور اس کو کھرے کھوٹے کی پہچان کے لئے معیار قرار دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا الصدق طمانیة والکذب ریبة یعنی جھوٹی بات سے دل کو تسکین نہیں ہوتی (جس طرح کہ تیل میں پانی کی آمیزش سے روشنی نہیں بڑھتی) اور سچی بات سے دل کو سکون ہو جاتا ہے اور سچی باتیں دل کے لئے دانہ دام ہیں۔ بجز اس دل کے جو بیمار ہو اور جس کے منہ کا ذائقہ خراب ہو گیا ہو کیونکہ وہ بے شک دونوں میں امتیاز نہیں کر سکتا لیکن جب دل امراض سے صحیح وسالم ہوتا ہے تو وہ صدق وکذب کے مزہ کو ضرور جان لیتا ہے اس پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ پھر آدم علیہ السلام نے میرے جھوٹ کو کیوں نہ پہچان

لیا کیونکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ان کے دل میں دانہ گندم کھانے کی حرص بڑھی تو اسی حرص نے ان کے دل کے مزاج کو اعتدال سے کسی قدر منحرف کر دیا لہٰذا انہوں نے تیرا مکر و فریب سن لیا اور دھوکا کھا گئے اور سم قاتل کو کھالیا اور ان کو امتیاز نہ ہوا کہ یہ دانہ گندم ہے یا حقیقت میں کژدم ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ ہوس مست ہوس کی تمیز کو کھو دیتی ہے۔ نیز چونکہ مخلوق ہوا و ہوس میں مبتلا ہے اس لئے وہ تیرے فریب کو قبول کر لیتے ہیں لیکن جو شخص اپنی خصلت ہوا و ہوس سے جدا کر چکا ہے وہ حقیقت پر مطلع ہوتا ہے اور ہرگز دھوکا نہیں کھاتا جیسا کہ ایک حکایت مشہور ہے تو اس کو سن تاکہ یہ عقدہ حل ہو جائے اور تجھے میرے قول کی صداقت معلوم ہو جائے لوگوں نے ایک شخص کو قاضی بنا کر بٹھلا تو وہ رونے لگا اس کے نائب نے کہا قاضی صاحب آپ کیوں روتے ہیں یہ آپ کے رونے پیٹنے کا وقت نہیں ہے بلکہ آپ کے لئے خوشی اور مبارکباد کا وقت ہے۔ قاضی نے فرمایا کہ بھائی میں اس لئے روتا ہوں کہ ایک متردد اور ناواقف شخص دو واقفوں کا فیصلہ کیونکر کر سکتا ہے۔ مدعی و مدعا علیہ تو حقیقت حال سے واقف ہیں قاضی بے چارہ جو دو قیدوں میں پھنسا ہوا ہے ایک جہل دوسری غفلت وہ ان دو قیدوں کے باعث حقیقت حال کو کیونکر جان سکتا ہے اور جبکہ یہ ان کی حالت سے بالکل ناواقف اور بے خبر ہے پھر یہ ان کے خون و مال میں مداخلت کیونکر کر سکتا ہے نائب نے کہا کہ بے شک وہ دونوں مدعی و مدعا علیہ واقف ہیں۔ مگر مریض ہوا و ہوس میں اس لئے جاہل ہیں۔ اور آپ گو ناواقف ہیں مگر بایں ہمہ شمع ملت ہیں۔ چونکہ آپ کی کوئی غرض نہیں ہے لہٰذا یہ آپ کا غرض سے خالی ہونا آپ کی دل کی آنکھوں کو منور کرنے والا ہے اور اس کی بدولت آپ حقیقت حال سے واقف ہو سکتے ہیں اور مدعی و مدعا علیہ کی اغراض نے ان کو اندھا کر دیا ہے اور آپ کے علم کو خاک میں ملا دیا۔ پس بے غرضی سے جہل مبدل بہ علم ہو جاتا ہے اور غرض علم کو دل سے نکال دیتی ہے۔ بس جب تک آپ رشوت نہ لیں گے آپ بینا رہیں گے اور جب رشوت لیں گے تو نابینا اور بندۂ غرض ہو جائیں گے۔ آپ کو حق ناحق کچھ نہ دکھلائی دے گا۔ محض وہ غرض پیش نظر ہوگی جبکہ تو یہ قصہ سن چکا اور تجھے معلوم ہو گیا کہ ہوا و ہوس ہی وہ شے ہے جو چشم دل کو اندھا کر دیتی ہے تو اب سمجھ کہ میں نے اپنے آپ کو ہوائے نفسانی سے بالکل الگ کر لیا ہے اور غذائے ہوا و ہوس نہیں کھائی ہے اس لئے میرا اسرار و معارف کا مزہ چکھنے والا دل منور ہے اور میں سچ اور جھوٹ میں امتیاز کر سکتا ہوں۔

شرح شبیری

پھر حضرت معاویہؓ کا ابلیس سے بالحاح سوال کرنا اسکا جواب

گفت غیر راستی الخ۔ یعنی حضرت نے فرمایا کہ سوائے سچ کے تجھے کوئی چھڑا نہیں سکتا انصاف تجھے راستی کی طرف بلا رہا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

راست گوتا الخ۔ یعنی سچ کہہ دے تا کہ تو میرے چنگل سے چھوٹ جائے اس لئے کہ مکر میری لڑائی کے غبار کو فرو نہ کرے گا مطلب یہ کہ مکر سے میں تجھے چھوڑونگا نہیں سچ سچ کہہ دے تو خیر چھوڑ بھی دوں گا۔

گفت چون دانی الخ۔ یعنی شیطان نے کہا کہ تم جھوٹ سچ کو کس طرح جانو گے اے بدگمان اور پر اندیشہ۔ مطلب یہ کہ اگر میں نے سچ کہا بھی تب بھی تمہیں کیسے خبر ہوگی کہ میں سچ ہی بول رہا ہوں۔

گفت پیغمبر نشانے الخ۔ یعنی امیر نے فرمایا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نشانی دی ہے نیک قلب کو کسوٹی بنایا ہے لہٰذا اگر تو سچ بولے گا تو میرا قلب اس کو فوراً قبول کرلے گا۔

گفتہ است الکذب الخ۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جھوٹ سے قلب میں ایک شبہ رہتا ہے اور پھر صدق قلوب کے اندر اطمینان اور خوشی ہوتی ہے۔ حدیث میں ہے الصدق طمانیة والکذب ریبة اسی طرف اشارہ ہے۔

دل نیارامد الخ۔ یعنی جھوٹ سے قلب کو آرام نہیں ملتا۔ پانی اور تیل کب روشنی بڑھا سکتے ہیں۔ اسی طرح جھوٹ کب قلب میں سکون پیدا کرسکتا ہے تو اگر مجھے اطمینان ہوگیا تو سمجھ لونگا کہ سچ ہے۔

در حدیث الخ۔ یعنی حدیث میں ہے کہ سچ آرام دل کا ہے اور راستیاں دام دل کا دانہ ہیں۔ یعنی جب سچ بولا اور قلب کو اطمینان ہوا اور قلب مسخر ہوا۔

دل مگر رنجور الخ۔ یعنی دل جو کہ بیمار اور بد دہان ہوتا ہے وہ اس کی اور اس کی چاشنی کو نہیں جانتا۔ مطلب یہ کہ جو قلب کہ سلیم نہ ہو اس کو تو بے شک صدق و کذب میں تمیز نہیں ہوتی ورنہ ضرور ہوتی ہے۔

چون شود از الخ۔ یعنی جبکہ رنج وعلت سے دل سلیم ہوجائے وہ صدق و کذب کے مزے سے واقف ہوجاتا ہے۔

حرص آدم الخ۔ یعنی آدم علیہ السلام کو حرص نے جب گندم کی طرف بڑھایا تو آدم علیہ السلام کے دل سے سلیمی جاتی رہی۔

پس دروغ و عشوہ الخ۔ یعنی پس انہوں نے تیرے مکر اور جھوٹ کو سن لیا اور دھوکہ میں آگئے اور زہر قاتل کو پی لیا۔

کژدم از گندم الخ۔ یعنی اس وقت بچھو میں اور گیہوں میں فرق نہیں جانتا اور وہی حرص مست ہوس سے تمیز کو لے جاتی ہے۔

خلق مست الخ۔ یعنی چونکہ مخلوق حرص و ہوا میں مست ہیں اس لئے تیرے مکر کو قبول کرلیتے ہیں۔

ہر کہ خود را الخ۔ یعنی جس نے کہ ہوا و ہوس سے اپنے کو چھڑا لیا اس نے اپنے کان کو آشنا راز کا کیا۔ مطلب یہ کہ اس کو اسرار و حقائق حق پر اطلاع ہوگئی۔

ہمچنانکہ الخ۔ یعنی جیسے کہ حکایت میں بیان کیا ہے لوگوں نے ذرا تم اس کو سنو تا کہ یہ بندھا ہوا بند کھل جائے۔ آگے ایک قاضی کی حکایت لاویں گے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص کو لوگوں نے قاضی بنادیا تو وہ مسند

پر بیٹھ کر رونے لگا۔ نائب نے دریافت کیا کہ حضرت روتے کیوں ہیں تو انہوں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ اصل واقعہ سے تو فریقین ہی مطلع ہوتے ہیں اور میں ناواقف محض۔ تو کیا خبر ہے کہ کیا فیصلہ کر دوں اس لئے رو رہا ہوں کہ دیکھئے انجام کیا ہوتا ہے تو اس نائب نے کہا کہ اگر آپ کی نیت بخیر ہے اور آپ کو کسی قسم کی حرص نہیں ہے تب تو خواہ کچھ بھی فیصلہ کر دو وہ بھی درست ہے اور مواخذہ نہیں ہے اور اگر حرص ہے تو پھر درست بھی کرو تب بھی مواخذہ ہے تو اس حکایت کو اس پر لاتے ہیں کہ ہر کہ خود دراز ہوا خود باز کرد الخ کہ دیکھو اس نے بھی کہا کہ اگر آپ کو حرص نہیں ہے تو کچھ غم نہیں ہے اب حکایت سنو۔

ایک قاضی کا آفت قضا کی شکایت کرنا اور اسکے نائب کا جواب

قاضی بہ نشاندند الخ۔ یعنی ایک قاضی کو لوگوں نے مسند پر بٹھایا اور وہ رو رہے تھے تو نائب نے کہا کہ اجی قاضی صاحب روتے کس لئے ہو۔

این نہ وقت گریہ الخ۔ یعنی یہ وقت تو آپ کی گریہ وفریاد کا نہیں ہے بلکہ خوشی اور مبارک بادی کا وقت ہے۔

گفت آہ چون الخ۔ یعنی قاضی نے کہا کہ افسوس ایک بےدل کس طرح حکم چلادے دو عالم (اصلی معاملہ) کے اندر ایک جاہل یعنی فریقین تو عالم ہیں اصل معاملہ سے اور میں جاہل تو دو عالموں میں ایک جاہل کیا فیصلے کرے گا۔

آن دو خصم از الخ۔ یعنی وہ دونوں فریق خود تو واقعہ سے واقف ہیں اور بےچارہ قاضی ان دونوں باتوں کو کیا جانے۔

جاہل ست و غافل الخ۔ یعنی ان کی حالت سے بالکل غافل اور جاہل ہے تو ان کے خون اور مال میں کس طرح دخل دے۔

گفت خصمان الخ۔ یعنی نائب نے عرض کیا کہ دونوں فریق بےشک عالم ہیں مگر غرض مند ہیں اور تم باوجود یہ کہ جاہل ہو مگر شمع ملت ہو۔

زانکہ تو علت الخ۔ یعنی اس لئے کہ تم کوئی علت ہی درمیان نہیں رکھتے ہو اور نور دیدہ کے لئے یہ کافی ہے۔

وان دو عالم الخ۔ یعنی وہ دونوں عالم ہیں مگر غرض نے ان کو اندھا کر دیا ہے اور ان کی اس علت نے ان کے علم کو گور میں گرادیا ہے۔

جہل را بے علتی الخ۔ یعنی بےغرضی تو جہل کو بھی عالم بنا دیتی ہے اور غرض علم کو بھی دلوں سے نکال دیتی ہے۔ آگے حضرت امیر معاویہؓ فرماتے ہیں کہ

تا تو رشوت الخ۔ یعنی جب تک کہ تو رشوت نہ لے تو بینا ہے اور جب تو نے طمع کی تو تو اندھا ہے اور قیدی ہے۔ پس جب معلوم ہو گیا کہ حرص و ہوا وہ شے ہے کہ انسان کو حقیقت بینی سے اندھا کر دیتی ہے اور اگر یہ نہ ہو تو حقیقت اشیاء کو انسان جانتا ہے لہٰذا بہ برکت فیض حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حرص و ہوا تو میرے اندر ہے نہیں لہٰذا اگر تو سچ بولے گا تو مجھے فوراً معلوم ہو جائے گا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

از ہوامن الخ۔ یعنی حرص و ہوا کو میں نے اپنی خصلت سے باہر کر دیا ہے اور شہوتی لقمے میں نے بہت کم کھائے ہیں لہٰذا مجھے حقیقت کی پہچان ہے۔

چاشنی گیرالخ۔ یعنی میرا چاشنی گیر دل بافروغ ہو گیا ہے وہ سچ کی حقیقت کو کذب سے جان لیتا ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ لطف حق کی چاشنی کو یہ میرا قلب بھی چکھ چکا ہے اس لئے یہ حقائق اشیاء کو پہچان لیتا ہے لہٰذا اگر تو سچ بولے گا تو میرا دل فوراً قبول کرلے گا۔ یہ فرما کر حضرت امیرؓ کو جلال آ گیا اور اس سے سختی فرما کر اقرار کرا ہی لیا آگے مولانا اسی کو بیان فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

باقرار آوردن حضرت معاویہؓ ابلیس را کہ چرا بیدار کردی

حضرت معاویہؓ کا شیطان سے اقرار کرالینا کہ اس نے کیوں جگایا ہے

اے سگ ملعوں جواب من بگو	راست گو و در دروغے رہ مجو
اے ملعون کتے! میرا جواب دے	سچ کہہ اور جھوٹ کا راستہ تلاش نہ کر
تو چرا بیدار کردی مر مرا	دشمن بیدار یستی اے دغا
تو نے مجھے کیوں جگایا؟	اے (مجسم) دھوکے! تو بیداری کا دشمن ہے
ہمچو خشخاشے ہمہ خواب آوری	ہمچو خمرے عقل و دانش رابری
تو خشخاش کی طرح مجسم خواب آور ہے	شراب کی طرح عقل اور سمجھ کو زائل کر دیتا ہے
چار میخت کردہ ام ہیں راست گو	راست را دانم تو حیلتہا مجو
میں نے تجھے شکنجہ میں کس لیا ہے سچ کہہ دے	میں سچ کو پہچان لوں گا تو بہانے نہ بنا
من زہر کس آں طمع دارم کہ او	صاحب آں باشد اندر طبع و خو
میں ہر آدمی سے وہی توقع رکھتا ہوں	جس کا وہ طبیعت اور عادت میں مالک ہے
من ز سرکہ می نجویم شکری	ہر مخنث را نہ گیرم لشکری
میں سرکہ میں مٹھاس نہیں تلاش کرتا ہوں	میں کسی ہیجڑے کو سپاہی نہیں بناتا ہوں
ہمچو گبراں می نجویم از بتے	کہ بود حق یا ز حق او آیتے
میں کافروں کی طرح بت میں جستجو نہیں کرتا ہوں	کہ وہ خدا ہو یا خدا کی کوئی نشانی ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

من ز سرگیں می نجویم بوئے مشک	من درآب جو نجویم خشت خشک
میں گوبر میں مشک کی خوشبو نہیں تلاش کرتا ہوں	میں پانی میں سوکھی اینٹ نہیں تلاش کرتا ہوں
من نجویم پاسبانی راز دزد	کار ناکردہ نجویم ہیچ مزد
میں چور سے چوکیداری نہیں چاہتا ہوں	کام کیے بغیر میں کوئی مزدوری نہیں چاہتا ہوں
من ز شیطاں ایں نجویم کوست غیر	کو مرا بیدار گرداند بخیر
میں شیطان سے یہ امید نہیں رکھتا کیونکہ وہ غیر ہے	کہ وہ مجھے بھلائی کے لئے جگائے

امیر نے فرمایا او سگ ملعون میری بات کا جواب دے اور سچ سچ بتلا جھوٹ کو مت ڈھونڈ کہ بے سود ہے بتا تو نے مجھے کیوں جگایا۔ اے سراپا دغا تو بیداری کا دشمن ہے پھر کیا وجہ تھی کہ تو اس کا طالب ہوا تو تو پوستے کی طرح نیند لاتا ہے اور شراب کی طرح عقل وفہم کو زائل کر دیتا ہے پھر کیا سبب ہے کہ تو نے اپنی اس خاصیت کو چھوڑ کر اس کی ضد اختیار کی ہے دیکھ تو حیلے تلاش نہ کرنا کیونکہ میں سچ کو پہچانتا ہوں میرے سامنے حیلہ نہ چلے گا تو سچ سچ بیان کر دے تو میرے شکنجہ میں ہے میں تجھ کو بدوں سچ کہے نہ چھوڑوں گا میں ہر شخص سے اسی بات کی توقع رکھتا ہوں جو اس کی طبیعت و سرشت میں ہے لہٰذا میں سرکہ سے شکر ہونے کی توقع نہیں رکھتا اور مخنث سے سپاہ گری کا امیدوار نہیں ہوتا۔ میں کافروں کی طرح بت میں خدائی یا نشانی خدا نہیں ڈھونڈتا میں گوبر میں بوئے مشک نہیں تلاش کرتا اور ندی کے پانی میں خشک اینٹ نہیں ڈھونڈتا میں چور سے پاسبانی کی توقع نہیں رکھتا اور بدوں کام کے مزدوری کا امیدوار نہیں ہوتا علیٰ ہذا میں شیطان سے بھی اس کا متوقع نہیں کہ وہ مجھے کسی بہتری کے لئے جگائے کیونکہ وہ نا اہل ہے۔

شرح شبّیری

حضرت معاویہؓ کا ابلیس لعین سے اقرار کرالینا

اے سگ الخ۔ یعنی ارے ملعون کتے میرا جواب دے سچ کہہ دے کسی جھوٹ میں راستہ مت ڈھونڈ۔

تو چرا الخ۔ یعنی تو نے مجھے کیوں جگایا ارے دغا باز تو تو بیداری کا دشمن ہے۔

ہمچو خشخاشے الخ۔ یعنی افیون کی طرح تو تو بالکل نیند اور غفلت ہی لاتا ہے اور شراب کی طرح تو تو عقل و دانش کو بھی لے جاتا ہے۔ جب تیرے یہ کام ہیں تو اب بجائے غفلت لانے کے تیرا بیدار کرنا خالی از علت نہیں ہے جلد بتا کہ کیا بات ہے۔

چار میخت کردہ الخ۔ یعنی میں نے تجھے محبوس کر لیا ہے اب سچ بتادے میں تو سچ کو جانتا ہوں تو بہت حیلے مت ڈھونڈ۔

من ز ہر کس الخ۔ یعنی میں ہر شخص سے وہی امید رکھتا ہوں جو کہ اس کی طبیعت اور خصلت کے اندر ہو یعنی اگر کوئی

www.besturdubooks.wordpress.com

صحیح بولے تو مجھے معلوم ہو جاتا ہے اور جھوٹ کہے تب معلوم ہو جاتا ہے لہٰذا ٹھیک بتا دو۔ آگے مثالیں ہیں کہ

من زسر کہ الخ۔ یعنی میں سرکہ سے شکر ہونے کو نہیں ڈھونڈتا اور ہر مخنث کو میں لشکری نہیں بناتا۔

ہمچو گبران الخ۔ یعنی کافروں کی طرح میں بت سے اس امر کا امیدوار نہیں ہوں کہ وہ خود حق ہوگا یا حق تعالیٰ کی جانب سے کوئی نشانی ہوگی مطلب یہ کہ میں اصل واقعی امر کو جانتا ہوں مجھے کوئی دھوکا نہیں دے سکتا۔

من زسرگین الخ۔ یعنی میں گوبر میں سے مشک کی بو نہیں تلاش کرتا اور پانی میں خشک اینٹ نہیں ڈھونڈتا

من نجویم الخ۔ یعنی میں چور سے پاسبانی کا متلاشی نہیں ہوں اور بے کام کیے ہوئے میں مزدوری کا متلاشی نہیں ہوں۔ غرضکہ مطلب یہ کہ میں بے جوڑ کام نہیں کرتا کہ تو کہے تو غلط اور میں اس کو صحیح سمجھوں۔ بلکہ غلط کہے گا تو غلط اور درست کہے گا تو درست سمجھوں گا۔

من زشیطان الخ۔ یعنی میں شیطان سے اس کا متلاشی نہیں ہوں کہ وہ مجھے بھلائی کے لئے بیدار کرے گا اس لئے کہ وہ تو غیر ہے غرضیکہ اس سے یہی کہا کہ بس خیر اسی میں ہے کہ سچ بول دو تب اس نے جو دل کی بات تھی وہ کہہ دی۔

شرح حبیبی

راست گفتن ابلیس ضمیر خود را با حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

شیطان کا امیر معاویہؓ سے دل کی بات سچ کہہ دینا

گفت بسیار آں بلیس از مکر و عذر	میرا زو نشنید کرد استیز و نکر
شیطان نے مکر اور عذر کی بہت باتیں کیں	امیر (المومنین) نے نہ سنی جھگڑا اور انکار کیا
از بن دنداں بگفتش بہر آں	کردمت بیدار میداں اے فلاں
ان سے عاجزی سے اس نے کہا' اس لئے	سمجھ لیجئے میں نے آپ کو بیدار کیا ہے' اے فلاں
تارسی اندر جماعت در نماز	از پے پیغمبر دولت فراز
تاکہ آپ نماز باجماعت میں شریک ہو جائیں	پیغمبر بلند دولت کی سنت کے لئے
گر نماز از وقت رفتے' مرترا	ایں جہاں تاریک گشتے بے ضیا
اگر نماز وقت سے گزر جاتی تو آپ کے لئے	یہ دنیا' بے رونق اندھیری ہو جاتی
از غبین و درد رفتے اشکہا	از دو چشم او مثال مشکہا
نقصان اور درد کے آنسو بہتے	ان کی دونوں آنکھوں سے مشکوں کی طرح

www.besturdubooks.wordpress.com

ذوق دارد ہر کسے در طاعتے	لاجرم شکیبد از وے ساعتے
ہر شخص ایک عبادت کا ذوق رکھتا ہے	لامحالہ تھوڑی دیر بھی اس سے صبر نہیں کر سکتا ہے
از غبین و درد بودے صد نماز	کو نماز و کو فروغ آں نیاز
وہ نقصان اور درد سو نمازیں بن جاتا	کہا نماز اور کہا اس عاجزی کا نور

شیطان نے بہت کچھ عذر کئے اور بہت دھوکے دیئے لیکن امیر نے ایک بھی نہ سنی اور لڑتے رہے اور یوں ہی جھگڑتے اور تردید کرتے رہے۔ آخر مجبور ہو کر اس نے کہا کہ میں نے تم کو اس لئے جگایا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز و جماعت میں پہنچ جاؤ کیونکہ اگر تمہاری نماز باجماعت فوت ہو جاتی تو یہ جہاں تمہاری نظر میں فرط غم سے تیرہ و تار ہو جاتا اور اس خسارہ اور تکلیف کے باعث تمہاری آنکھوں سے مشکوں کی طرح آنسو جاری ہوتے کیونکہ ہر شخص کو ایک طاعت کے ساتھ خاص دلچسپی ہوتی ہے اور وہ اس کے بغیر دم بھر صبر نہیں کر سکتا ہے چنانچہ میں نے دیکھا کہ تم کو نماز سے زیادہ دلچسپی ہے اگر تمہاری نماز فوت ہوگئی تو یہ تمہاری نظر میں بہت بڑا خسارہ ہوگا اور بہت بڑی تکلیف دہ بات ہوگی اور یہ خسارہ و تکلیف تمہارے لئے اجر کے لحاظ سے سو نمازوں کے برابر ہو جائے گی۔ پھر کجا ایک نماز اور کجا وہ فروغ نیاز۔ جو سو نمازوں کے برابر ہو چنانچہ ایک مرتبہ ایسا ہو بھی چکا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

شرح شبّیری

ابلیس لعین کا حضرت معاویہؓ سے اپنا راز دل کہہ دینا

گفت بسیار آن الخ۔ یعنی شیطان نے بہت سے مکر اور عذر کئے مگر حضرت امیرؓ نے کوئی نہ سنا اور سختی اور زجر فرمایا۔

از بن دندان الخ۔ یعنی تہ دل سے ان سے عرض کیا کہ جناب میں نے اس لئے جگایا تھا کہ

تارسی الخ۔ یعنی تاکہ تم نماز کے لئے جماعت میں حضرت پیغمبرؐ دولت بلند کے پیچھے پہنچ جاؤ۔

گر نماز الخ۔ یعنی اگر آپ کی نماز بے وقت ہو جاتی تو یہ جہان آپ کی نظر میں تاریک ہو جاتا۔

از غبین و درد الخ۔ یعنی رنج اور کلفت کی وجہ سے بہت آنسو نکلتے آپ کی آنکھوں سے مشک کی طرح مطلب یہ کہ اگر آپ کی نماز فوت ہو جاتی تو آپ کو رنج ہوتا اور آپ روتے اور اس سے ترقی درجات کی ہوتی۔ اس لئے میں نے جگا دیا کہ خیر جتنے ہیں اسی قدر مراتب رہیں بڑھیں تو نہ۔ اللھم احفظنا من مکائدہ۔ بھلا کوئی بتائے کہ حضرت معاویہؓ ہی کا ظرف تھا کہ جوانہوں نے اس کے کہنے کو نہ مانا اور برابر پوچھتے ہی رہے ورنہ کسی کا ذہن ہے جو اس قدر دور پہنچے اللھم احفظنا۔

ذوق دار الخ۔ یعنی ہر شخص ایک طاعت میں ایک ذوق رکھتا ہے اور ضرور اس سے ایک گھڑی کو صبر نہیں پا سکتا۔

آن غبین الخ۔ یعنی وہ رنج اور درد سو نماز کے برابر ہو جاتا کہاں تو وہ نماز اور کہاں فروغ اس نیاز کا۔ یعنی

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کا مرتبہ بدرجہا بڑھا ہوا ہے۔ آگے ایک حکایت اس عاجزی اور نیاز کی فضیلت کی مظہر لاتے ہیں۔

فضیلت حسرت خوردن آں شخص بر فوت نماز جماعت

نماز باجماعت کے فوت ہو جانے پر اس شخص کے افسوس کی فضیلت

آں یکے می رفت در مسجد دروں	مردم از مسجد ہمی آمد بروں
ایک شخص مسجد میں جا رہا تھا	لوگ مسجد سے باہر نکل رہے تھے
گشت پرساں کہ جماعت راچہ بود	کہ ز مسجد می بروں آیند زود
اس نے دریافت کیا کہ جماعت کا کیا ہوا؟	کہ لوگ مسجد سے جلدی سے باہر آ رہے ہیں
آں یکے گفتش کہ پیغمبر نماز	باجماعت کرد و فارغ شد زراز
ایک شخص نے اس سے کہا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز	باجماعت ادا کر دی اور دعا سے فارغ ہو گئے
تو کجا در می روی اے مرد خام	چوں پیمبر باز داد آخر سلام
اے ناقص! تو کہاں اندر جاتا ہے	جبکہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے آخری سلام پھیر دیا
گفت آہ و درد زاں آمد بروں	آہ او می داد از دلبوئے خوں
اس نے آہ کہا اور اس آہ سے درد ظاہر ہوا	اس کی آہ نے دل کے خون کی بو دی
آں یکے گفتا بدہ ایں آہ را	ویں نماز من ترا بادا عطا
ایک شخص نے اس سے کہا یہ آہ دے دے	اور یہ میری نماز تیرے لئے ہے
گفت دادم آہ و پذرفتم نماز	او ستد آں آہ را باصد نیاز
اس نے کہا میں نے آہ دیدی، نماز قبول کر لی	اس نے وہ آہ لے لی جو سینکڑوں عاجزیوں کے ساتھ تھی
بانیاز و با تضرع باز گشت	باز بود و در پے شہباز رفت
وہ عاجزی اور تضرع کے ساتھ لوٹا	باز تھا اور بعد میں شہباز (ہو کر) لوٹا
شب بخواب اندر بگفتش ہاتفے	کہ خریدی آب حیوان و شفے
ایک غیبی آواز نے خواب میں اس سے کہا	کہ تو نے آب حیات اور شفا خرید لی
حرمت ایں اختیار و ایں دخول	شد نماز جملۂ خلقاں قبول
اس پسندیدگی اور مداخلت کے احترام کی وجہ سے	تمام لوگوں کی نماز قبول ہو گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

ایک شخص صحابی مسجد میں جارہا تھا اور لوگ باہر نکل رہے تھے۔ اس نے دریافت کیا کہ جماعت کیا ہوئی۔ کہ لوگ اس قدر جلد مسجد سے نکل کر جارہے ہیں کیا آج جماعت نہ ہوگی کسی نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جماعت اور راز و نیاز باحق سبحانہ سے فارغ ہوچکے ہیں۔ جبکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بھی سلام پھیر چکے ہیں تو تم اب وقت جماعت کی توقع میں مسجد میں کیسے جارہے ہو یہ سن کر اس نے ایک آہ کی جس کے ساتھ اس کے جلے ہوئے دل سے دھواں نکلا اس کی آہ سے بوئے خون آتی تھی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ دل پُر خون سے نکلی ہے کسی نے کہا اچھا اگر تجھ کو فوت نماز باجماعت کا اس قدر ملال ہے تو اس آہ کا ثواب مجھے دیدے اور میں نے اپنی نماز باجماعت کا ثواب تجھے دیا۔ اس نے کہا اچھا میں نے آہ کا ثواب دیا اور جماعت کا ثواب لیا۔ اس نے اس آہ کا ثواب لے لیا۔ جو نہایت خشوع کے ساتھ کی گئی تھی اور اس نیاز و خشوع کا ثواب لے کر واپس لوٹا۔ اس سے اس کو اتنی ترقی ہوئی کہ پہلے باز تھا اب شہباز سے لگا کھانے لگا۔ رات کو ہاتف نے خواب میں کہا کہ تو نے تو آب حیات اور سراسر شفا خرید لی۔ تیرے اس اختیار اور اس دخول فی الصف کے سبب تمام خلوق کی نماز مقبول ہوگئی اس سے تو سمجھ سکتا ہے کہ تیرا یہ فعل کتنا اکرم عند اللہ ہے۔

شرح شبّیری

ایک شخص کا جماعت کی نماز فوت ہوجانے پر حسرت کھانا

آن یکے الخ۔ یعنی ایک شخص مسجد کے اندر جارہے تھے اور لوگ مسجد سے نکل رہے تھے۔

گشت پرسان الخ۔ یعنی وہ پوچھنے لگے کہ جماعت کو کیا ہوا کہ مسجد سے جلدی ہی باہر آرہے ہیں۔

آن یکے گفتش کہ الخ۔ یعنی ایک نے کہا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے باجماعت نماز پڑھ لی اور مناجات سے فارغ ہوگئے ہیں۔

تو کجا دری روے الخ۔ یعنی اے مرد خام تو کہاں جارہا ہے جبکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر دیا ہے مطلب یہ ہے کہ جماعت کی طلب میں فضول جارہے ہو ورنہ مسجد کے جانے سے نہیں روکتے۔

گفت آہ الخ۔ یعنی اس نے ایک آہ کی اور اس سے دھواں نکلا اور اس کی آہ دل سے خون کی بو آرہی تھی۔

آن یکے گفتا بدہ الخ۔ یعنی ایک شخص نے اس سے کہا کہ اس آہ کا ثواب تو مجھے دیدے اور میری باجماعت نماز کا ثواب حق تعالیٰ تجھے دیدے۔

گفت دادم الخ۔ یعنی اس نے کہا کہ میں نے آہ دی اور نماز قبول کی تو اس دوسرے نے اس آہ کو سو نیاز کے ساتھ لے لیا۔ مطلب یہ کہ اس کے ثواب کو اس نے بہت شوق سے لے لیا۔

بانیاز و با الخ۔ یعنی وہ بانیاز اور باتضرع واپس چلے گئے۔ وہ باز تھے اور شہباز کے پیچھے گئے۔ مطلب یہ کہ اول تو ان کا

www.besturdubooks.wordpress.com

درجہ اتنا نہیں تھا مگر جب اس تضرع وزاری کا ان کو ثواب مل گیا تو ایک بہت بڑی شے ہاتھ آ گئی اور اس کو لے کر وہ چلے گئے۔

شب بخواب اِلخ۔ یعنی رات کو ایک ہاتف نے اس آہ لینے والے سے کہا کہ تو نے تو آب حیوان اور شفا کو خرید لیا۔

حرمت این اِلخ۔ یعنی اس اختیار اور اس قبول کی برکت سے تمام لوگوں کی نماز بھی قبول ہو گئی۔ مطلب یہ کہ اس آہ کی وہ برکت تھی کہ اس کی برکت سے اور لوگوں کی نماز بھی سب کی قبول ہو گئی تو چونکہ نماز کے فوت ہونے میں یہ درجات عالیہ حاصل ہوتے تھے اس لئے اس شیطان لعین نے حضرت امیر کو بیدار کیا تھا آگے اسی کا تتمہ ہے فرماتے ہیں کہ

تتمۂ اقرار ابلیس با حضرت معاویہؓ مکر و فریب خود را

شیطان کا حضرت امیر معاویہؓ سے اپنے مکر فریب کے اقرار کر لینے کا تتمہ

پس عزازیلش بگفت اے میر راد	مکر خود اندر میاں باید نہاد
اس کے بعد شیطان نے کہا' اے دانا امیرا	(مجھے) اپنا مکر بیان کر دینا چاہیے
گر نمازت فوت می شد آں زماں	می زدی از درد دل آہ و فغاں
اگر اس وقت آپ کی نماز فوت ہو جاتی	تو آپ دل کے درد کے ساتھ آہ و فغاں کرتے
آں تاسف و آں فغان و آں نیاز	در گذشتے از دو صد رکعت نماز
وہ افسوس کرنا' اور وہ فریاد اور وہ عاجزی	نماز کی دو سو رکعتوں سے بڑھ جاتی
من ترا بیدار کردم از نہیب	تا نسوزاند چناں آہے حجیب
میں نے اس خوف سے آپ کو جگا دیا	تاکہ ایسی آہ پردے کو نہ جلا دے
تا چناں آہے نباشد مر ترا	تا بداں راہے نباشد مر ترا
تاکہ ایسی آہ تمہیں حاصل نہ ہو جائے	تاکہ اس آہ تک تمہاری رسائی نہ ہو
من حسودم از حسد کردم چنیں	من عدوم کار من مکر ست و کیں
میں تو حاسد ہوں' میں نے حسد کی وجہ سے ایسا کیا	میں تو دشمن ہوں' میرا کام مکاری اور کینہ وری ہے
مکر من دیدی مباش ایمن ز من	تا شوی صدر جہاں اندر زمن
آپ نے میرا مکر دیکھ لیا' مجھ سے مطمئن نہ ہوئے	تاکہ آپ زمانے میں عالم کے صدر بن جائیں

شرح حبیبی

عزازیل نے کہا اے حکیم امیر اب میں تجھ کو اپنے مکر کا حقیقی راز پھر بتائے دیتا ہوں وہ یہ کہ جب میں ایک

www.besturdubooks.wordpress.com

واقعہ ایسا دیکھ چکا تھا تو میں نے خیال کیا کہ اگر تمہاری نماز فوت ہو جاتی تو اس وقت تم درد دل سے آہ و فغاں کرتے اور وہ تاسف وہ آہ وہ خشوع دو سو رکعت سے بڑھ جاتا لہٰذا میں نے تم کو اس خوف سے جگا دیا کہ مبادا ایسے آہ اس حجاب کو نہ جلا دے جو ہنوز تمہارے اور حق کے درمیان باقی ہے اور قرب کامل تم کو نہ حاصل ہو جائے اور تا کہ تم کو یہ نصیب نہ ہو۔ اور اس آہ تک تمہاری رسائی نہ ہو سکے۔ میں فی الحقیقت حاسد ہوں اور یہ جو کچھ میں نے کیا ہے حسد سے کیا ہے میں فی الحقیقت دشمن ہوں اور میرا کام مکر و عداوت ہی ہے۔

شرح شبّیری

حضرت معاویہؓ کے سامنے ابلیس لعین کا اپنے مکر و فریب کے اقرار کر لینے کا تتمہ

پس عزازیلش الخ۔ یعنی پس عزازیل نے ان سے عرض کیا کہ اے جوان مرد اب اپنے مکر کو درمیان رکھنا چاہیے۔ مطلب یہ کہ اب خلاصی اسی میں ہے کہ جو بات ہے اصل وہ ظاہر کر دینی چاہیے۔

گر نمازت الخ۔ یعنی اگر اس وقت آپ کی نماز فوت ہو جاتی تو آپ درد دل کی وجہ سے آہ و فغاں کرتے۔

آن تاسف الخ۔ یعنی اس افسوس اور فغاں اور نیاز کا ثواب دو سو رکعت نماز سے بھی بڑھ جاتا اس لئے کہ اصل تو تضرع و زاری ہے اور جبکہ نماز کا تدارک اس کی قضا سے ہو جاتا اور تضرع و زاری اس درجہ ہوتی تو ظاہر ہے کہ ثواب بہت زیادہ ہو جاتا۔

من ترا بیدار الخ۔ یعنی میں نے تم کو اس خوف سے جگا دیا کہ کہیں ایسی آہ حجاب کو نہ جلا دے۔ مطلب یہ کہ مجھے خوف ہوا کہ اس افسوس وغیرہ میں تم کو عروج ہوگا اور وصل ہوگا اور جس قدر کہ پردے درمیان میں ہوں وہ سب مرتفع ہو جائیں گے لہٰذا میں نے چاہا کہ جو مرتبہ حاصل ہے خیر وہی رہے اور تو نہ بڑھے۔

تا چنان الخ۔ یعنی تا کہ تم کو وہ آہ نہ مل سکے اور تا کہ اس درجہ تک تم کو راہ نہ مل سکے مطلب یہ کہ کہیں وہ آہ تم کو مفید ہو جاتی اور وہ درجہ حاصل ہو جاتا اس لئے میں نے جگا دیا۔

من حسودم الخ۔ یعنی میں تو حاسد ہوں میں نے ایسا حسد کی وجہ سے کیا ہے اور میں تو دشمن ہوں میرا کام ہی مکر اور کینہ ہے۔ آگے نالائق نصیحت کرتا ہے کہ

مکر من دیدی الخ۔ یعنی تم نے میرا مکر دیکھ لیا اب مجھ سے بے خوف مت رہنا تا کہ زمانہ میں تم صدر جہان رہو۔ اور اگر کہیں میرا اتباع کیا یا مجھ سے بے خوف ہو گئے تو بہت خرابی ہے۔ جب اس نے یہ کہا تب حضرت امیرؓ نے بھی تصدیق فرمائی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

جواب گفتن امیر المومنین امیر معاویہؓ ابلیس را بعد از اعتراف

اقرار کے بعد امیر المومنین معاویہؓ کا جواب دینا

گفت اکنوں راست گفتی صادقی	از تو ایں آید تو ایں را لائقی
(امیر معاویہؓ نے) فرمایا تو نے اب سچ کہا تو سچا ہے	تجھ سے یہی آتا ہے تو اسی کے لائق ہے
عنکبوتی تو مگس داری شکار	من نیم اے سگ مگس زحمت میار
تو مکڑی ہے تو مکھی کا شکار کرتا ہے	اے کتے! میں مکھی نہیں ہوں تکلیف نہ اٹھا
باز اسپیدم شکارم شہ کند	عنکبوتے کے بگرد من تند
میں سفید باز ہوں میرا شکار شاہ کرتا ہے	مکڑی میرا چکر کب کاٹے گی
کار تو این ست اے دزد لعین	سوئے دوغ آری مگس راز انگبین
اے ملعون چور! تیرا یہی کام ہے	مکھی کو شہد سے ہٹا کر چاچھ پر لاتا ہے
رو مگس می گیر تا تانی ہلا	سوئے دوغے زن مگسہا را صلا
خبردار! جب تک تو کر سکے مکھی پکڑ	مکھیوں کو چھاچھ کی طرف بلا
ور بخوانی تو بسوئے انگبیں	ہم دروغ و دوغ باشد آں یقیں
اگر تو شہد کی طرف بلائے گا	یقیناً وہ بھی جھوٹ اور چھاچھ ہو گا
تو مرا بیدار کردی خواب بود	تو نمودی کشتی آں گرداب بود
تو نے مجھے جگایا (لیکن جگانا) نیند تھا	تو نے کشتی دکھائی وہ بھنور تھا
تو مرا در خیر زاں می خواندئ	تا مرا از خیر بہتر راندئ
تو نے مجھے بھلائی کی طرف اس لئے بلایا	تاکہ مجھے بہتر خیر سے ہٹا دے

شرح حبیبی

یہ سن کر امیر نے فرمایا کہ ہاں اب تو نے سچ کہا ہے اور اب تو سچا ہے یہی بات تیرے مناسب ہے اور تجھے یہی ہونا تھا۔ لیکن یہ میں تجھ کو سمجھائے دیتا ہوں کہ تو ایک مکڑی ہے اور مکھیوں کا شکار کرنا تیرا کام ہے اور ضعیف الایمان لوگوں کو بہکا سکتا ہے میں مکھی اور ضعیف الایمان نہیں ہوں۔ میرے پھانسنے کی تکلف نہ اٹھا ورنہ محروم ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

گا۔ میں حق سبحانہ کا باز ہوں اور وہی میرا شکار کرتا ہے۔ مکڑی کی مجال نہیں کہ میرے اوپر جالا تن دے اے ملعون چور تیرا کام یہ ہے کہ تو مکھیوں اور ضعیف الایمان لوگوں کو شہد اور نافع و مرغوب چیز سے ہٹا کر چھاچھ اور نا مرغوب شے کی طرف لائے۔ پس جا جہاں تک تجھ سے ہو سکے مکھیوں ہی کو پکڑتا رہ۔ دیکھ چھاچھ یعنی مضر و نا مرغوب اشیاء کی طرف مکھیوں اور ضعیف الایمان لوگوں ہی کو بلانا مجھ باز کی طرف رخ بھی نہ کرنا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اگر تو شہد کی طرف بھی بلائے گا اور اچھی بات کی بھی ترغیب دے گا تو وہ بھی جھوٹ اور نا مرغوب ہوگا۔ گو بادی النظر میں شہد اور اچھی بات معلوم ہو۔ تو نے مجھے بیدار کیا لیکن یہ بیدار کرنا گو فی نفسہ بیدار کرنا تھا مگر بلحاظ سلانے کے سلانا تھا اور تو نے مجھے کشتی دکھلائی گو وہ واقع میں کشتی نہ تھی لیکن وہ بلحاظ اس کشتی کے جو دوسری صورت میں مجھے ملتی گرداب تھی اس لئے کہ تو نے مجھے ایک بہتری کی طرف بلایا تا کہ تو مجھے اس بہتر شے سے دور کر دے۔

شرح شبّیری

حضرت امیرؓ کا ابلیس کے اس قول میں تصدیق فرمانا

گفت اکنون الخ۔ یعنی فرمایا کہ اب تو نے سچ کہا اور اب تو سچا ہے اس لئے کہ تجھ سے تو ایسی بات آتی ہے اور تو تو اس کے لائق ہے۔

عنکبوتی تو مگس الخ۔ یعنی تو ایک مکڑی (کی طرح جال تانے ہوئے) ہے اور مکھیوں کا شکار کر رہا ہے تو ارے کتے میں مکھی نہیں ہوں محنت مت کر۔ مطلب یہ ہے کہ تو اور تیرے مکر سب ضعیف ہیں اور تو ضعفاء اور ناقصین ہی کو جال میں پھنسا سکتا ہے اور الحمد للہ میں قوی اور کامل ہوں لہٰذا فضول محنت مت کر میں تیرے جال میں پھنسنے والا نہیں ہوں۔

باز اسپیدم الخ۔ یعنی میں تو سفید باز ہوں میرا شکار تو بادشاہ کرتا ہے اور کوئی مکڑی میرے گرد کیا جال تن سکتی ہے۔ مطلب یہ کہ جو کہ خود ہی ضعیف ہو وہ کسی قوی کو کیا مغلوب کر سکتا ہے۔

کار تو اینست الخ۔ یعنی ارے ملعون چور تیرا تو کام ہی یہ ہے کہ مکھی کو شہد سے چھاچھ کی طرف لاتا ہے۔ مطلب یہ کہ تو تو لوگوں کو بہکا کر عمدہ سے ارذل کی طرف لاتا ہی ہے تیرا تو کام ہی ہے پس اگر تو نے میری ساتھ ایسا کیا تو کیا عجب ہے۔ اور ان کے ساتھ کذب کا معاملہ کر میں تیرے قابو کا نہیں ہوں۔

در نخوانی ہم الخ۔ یعنی اور اگر تو شہد کی طرف بھی بلائے تو وہ بھی یقیناً کذب اور دروغ ہی ہوگا۔ مطلب یہ کہ اگر تو کبھی داعی الی الخیر بھی ہو جائے تب بھی یقیناً اس میں کوئی نہ کوئی دھوکا اور مکر ہوگا جیسا کہ خود اس قصہ میں ہے کہ اٹھایا نماز کے لئے اور کس قدر عظیم مکر نکلا۔

تو مرا بیدار الخ۔ یعنی تو نے مجھے (بظاہر) جگایا اور وہ (فی الواقع) خواب تھا اور تو نے (بظاہر) کشتی دکھائی

www.besturdubooks.wordpress.com

اور (فی الواقع) وہ گرداب تھا۔ مطلب یہ کہ اس میں بھی غفلت عن الحق تھی اس لئے کہ اگر تو نہ جگاتا تو اس تضرع و زاری سے اور مرتبہ بلند ہوتا تجھ کمبخت کا بیدار کرنا بھی منحوس ہی ہے جیسا کہ خود ہے

تو درین الخ یعنی تو اس بھلائی میں مجھے اس لئے بلا رہا تھا کہ ایک اچھی خیر سے مجھے ہٹا دے۔ چنانچہ کامیاب ہوا آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک چور کے پکڑنے کو اس کا تعاقب کیا اور قریب تھا کہ ایک جست کر کے اس کو پکڑ لے جب اس چور کے ساتھی نے دیکھا کہ میرا ساتھی پکڑا جاتا ہے تو اس متعاقب کو آواز دی کہ ارے کمبخت یہاں آ دیکھ کیا آفت برپا ہے یہ سمجھا کہ شاید اور چور میرے گھر میں گھس گئے ہیں وہ اس چور کا تعاقب چھوڑ کر لوٹا کہ بتا کیا ہے تو وہ بولا کہ دیکھ چور کے نشان قدم یہ ہیں ان پر چلا جا اور اس کو پکڑ لینا اس نے کہا خدا تجھے غارت کرے تو نشان قدم بتاتا ہے اور میں نے اس ذات ہی کو پکڑ لیا تھا تو دیکھو اس نے بظاہر ایک خیر کی طرف بلایا تھا مگر فی الواقع وہ شر تھا اور اس سے ایک بہت بڑی چیز کھو دی اسی طرح یہ شیطان بظاہر ایک خیر کی طرف بلاتا ہے مگر اس کے اندر بہت بڑا ضرر مضمر ہوتا ہے اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

فوت شدن دزد بآواز دادن آں شخص صاحب خانہ را کہ نزدیک شدہ بود کہ دزد را دریابد

چور کا بچ نکلنا ایک شخص کے پکارنے کی وجہ سے گھر کے اس مالک کو جو قریب تھا کہ وہ چور کو پکڑ لے

ایں بداں ماند کہ شخصے دزد دید	در وثاق اندر پئے ادمی دوید
یہ اس طرح کی بات ہے کہ ایک شخص نے چور کو دیکھا	گھر میں (اور) وہ اس کے پیچھے دوڑنے لگا
تا دو سہ میداں دوید اندر پیش	تا در افگند از تعب اندر خویش
دو تین میدانوں تک اس کے پیچھے دوڑا	یہاں تک کہ مشقت سے اس (چور) کو پسینہ میں ڈبو دیا
اندراں حملہ کہ نزدیک آمدش	تا بد واندر جہد دریا بدش
اس حملہ کے دوران کہ وہ اُس کے نزدیک پہنچا	یہاں تک کہ ایک جست میں اُس کو پکڑ لے
دزد دیگر بانگ کردش کہ بیا	تا بہ بینی ایں علامات بلا
دوسرے چور نے اس کو پکارا کہ آ	تاکہ تو مصیبت کی ان علامتوں کو دیکھ لے
زود باش و باز گرد اے مرد کار	تا بہ بینی حال ایں جا زار زار
جلدی کر، واپس آ، اے کام کے دھنی!	تاکہ تو یہاں کا حال زار دیکھ لے

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں شنید ایں مرد گشت اندیشناک	گفت باخود کشتہ گیر ایں جامہ چاک
جب اس شخص نے سنا فکر میں پڑ گیا	اپنے آپ سے بولا اس مرتے کو مردہ سمجھ
گفت باشد کاں طرف دزدے بود	گر نہ گردم زود زاں بر من دود
(اور) کہنے لگا ہو سکتا ہے کہ اس طرف چور ہو	اگر میں جلد واپس نہ ہوا تو وہ مجھ پر حملہ کر دے گا
برزن و فرزند من دستے زند	کشتن ایں دزد سودم کے کند
میرے بیوی اور بچوں پر ہاتھ مار دے	(پھر) مجھے اس چور کو مار ڈالنا کب فائدہ دے گا؟
ایں مسلماں از کرم می خواندم	گر نگردم زود پیش آیدندم
یہ مسلمان مہربانی سے مجھے بلاتا ہے	اگر میں جلد نہ لوٹوں تو ندامت کا سامنا ہو گا
بر امید شفقت آں نیک خواہ	دزد را بگذاشت باز آمد براہ
اس خیر خواہ کی شفقت کی امید کی بناء پر	چور کو چھوڑ دیا اور راستہ سے لوٹ آیا
گفت اے یار نکو احوال چیست	ایں فغان و بانگ تو از دست کیست
کہا اے اچھے دوست! کیا احوال ہیں؟	یہ تیری چیخ و پکار کس کی وجہ سے ہے؟
گفت اینک بیں نشان پائے دزد	ایں طرف رفت ست دزد زن بمزد
اس نے کہا یہ ہیں چور کے پاؤں کے نشان دیکھ لے	بھڑوا چور اس طرف گیا ہے
نک نشان پائے دزد قلتباں	درپئے او رو بدیں نقش و نشاں
دیوث چور کے پاؤں کا نشان یہ ہے	اس علامت اور نشان کے ذریعہ اس کا پیچھا کر
گفت اے ابلہ چہ میگوئی مرا	من گرفتہ بودم آخر دزد را
اس نے کہا اے بیوقوف! مجھ سے کیا کہتا ہے؟	میں نے تو چور کو پکڑ ہی لیا تھا
دزد را از بانگ تو بگذاشتم	من تو خر را آدمی پنداشتم
تیری پکار کی وجہ سے میں نے چور کو چھوڑ دیا	میں نے تجھ گدھے کو آدمی سمجھا
ایں چہ ژاژ ست و چہ ہرزہ اے فلاں	من حقیقت یافتم چہ بود نشاں
اے فلاں! یہ کیا بکواس اور بے ہودگی ہے	میں نے اصل کو پکڑ لیا تھا علامت کیا ہوتی ہے؟
گفت من از حق نشانت میدہم	ایں نشانست از حقیقت آگہم
اس نے کہا میں تجھے حق علامت بتا رہا ہوں	یہ نشانات ہیں میں حقیقت سے واقف ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت طراری تو یا خود ابلہی	بلکہ تو دزدی وزیں حال آگہی
اس نے کہا تو گرہ کٹ ہے یا پاگل ہے	بلکہ تو چور ہے اور اس حالت سے واقف ہے
خصم خود را می کشیدم مو کشاں	تو رہا نیدی ورا کا ینک نشاں
میں اپنے دشمن کو بال پکڑ کر گھسیٹا	تو نے اس کو چھڑا دیا کہ یہ نشان ہے
تو جہت گو من برونم از جہات	در وصال آیات کو یا بینات
تو سبب کی بات کرتا ہے میں اسباب سے آگے ہوں	وصال (کی صورت) میں نشانیاں اور دلائل کہاں؟
صُنع بیند مرد محجوب از صفات	در صفات آنست کو گم کرد ذات
افعال وہ دیکھتا ہے جو صفات سے حجاب میں ہو	صفات میں وہ (مقید) ہے جس نے ذات کو گم کر دیا ہو
واصلاں چوں غرق ذات انداے پسر	کے کنند اندر صفات او نظر
اے صاحبزادے! واصلین چونکہ ذات میں مستغرق ہیں	وہ اس کی صفات پر کب نظر کرتے ہیں؟
چونکہ اندر قعر جو باشد سرت	کے برنگ آب افتد منظرت
جبکہ تیرا سر نہر کی تہ میں ہو	پانی کے رنگ پر تیری نظر کب پڑتی ہے؟
ور برنگ آب باز آئی زقعر	پس پلاسے بستدی دادی تو شعر
اگر تو (دریا کی) تہہ سے پانی کے رنگ پر واپس آ جائے	تو تو نے ٹاٹ لے لیا (اور) پشمینہ دے دیا
طاعت عامہ گناہ خاصگاں	وصلت عامہ حجاب خاص داں
عوام کی طاعت خاصان خدا کا گناہ ہے	عوام کا وصال خواص کا پردہ سمجھ

حکایت وزیر یکہ پادشاہ اورا از وزارت معزول کردہ بود و محتسب داد

بادشاہ کے اس وزیر کا قصہ جس کو بادشاہ نے وزارت سے معزول کر کے کوتوالی دے دی

گر وزیرے را کند شہ محتسب	شہ عدو او بود نبود محب
اگر بادشاہ کسی وزیر کو کوتوال بنا دے	تو بادشاہ اس کا دشمن ہوگا دوست نہ ہو گا
ہم گناہے کردہ باشد آں وزیر	بے سبب نبود تغیر ناگزیر
اس وزیر نے کوئی خطا کی ہو گی	لازمی تغیر بے وجہ نہیں ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

زانکہ اول محتسب بد خود ورا	بخت وروزی آں بدست زابتدا
جو پہلے سے کوتوال تھا خود اس کے لئے	وہ (کوتوالی) شروع سے نصیبہ اور روزی تھی
لیک کاں اول وزیر شہ بدست	محتسب کردن سبب فعل بدست
لیکن جو کہ پہلے بادشاہ کا وزیر ہو	(اس کو) کوتوال بنانا کسی برے کام کی وجہ سے ہے
چوں تراشہ زآستانہ پیش خواند	باز سوئے آستانہ باز راند
جیسے بادشاہ نے تجھے چوکھٹ سے آگے بلایا	پھر چوکھٹ کی طرف واپس کر دیا
تو یقیں میداں کہ جرمے کردۂ	جبر را از جہل پیش آوردۂ
تو یقین کر لے تو نے کوئی غلطی کی ہے	تو جبر کو نادانی سے پیش کرتا ہے
کہ مرا روزی وقسمت ایں بدست	پس چرا دی بودت آں دولت بدست
کہ میری تقدیر اور قسمت یہی تھی	تو کل یہ دولت تیرے ہاتھ میں کیوں تھی؟
قسمت خود خود بریدی تو زجہل	قسمت خود را فزاید مرد اہل
تو نے نادانی سے اپنے حصے کو خود منقطع کر دیا	لائق آدمی اپنا حصہ بڑھاتا ہے
یک مثال دیگر اندر کژ روی	شاید ار از نص قرآں بشنوی
کج روی کی ایک دوسری مثال	مناسب ہے اگر تو قرآن کی آیتوں سے سن لے

تیرے اس فعل کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے مکان کے اندر چور کو دیکھا اور اس کے پیچھے دوڑا غرض دو تین میدان اس کے پیچھے دوڑا حتیٰ کہ پسینہ پسینہ ہو گیا جس دوڑ میں کہ وہ اس کے پاس پہنچ گیا اور کود کر اس کو پکڑنے کو ہوا۔ دفعتہً ایک چور نے آواز دی کہ ادھر آ تا کہ مصیبت کے نشان دیکھے۔ اے مصروف کار شخص فوراً لوٹ آ اور یہاں کی حالت زار دیکھ جب اس شخص نے یہ بات سنی تو اس کو سوچ ہوئی اور اپنے دل میں کہا کہ اس چور کو تو مرنے دو اور ادھر چلو ممکن ہے کہ اس طرف کوئی اور چور ہو اور مجھ پر دوڑ پڑے یا میرے بیوی بچوں پر ہاتھ صاف کرے اگر اس چور کو مار بھی دیا تو ایسی حالت میں کیا مفید ہو سکتا ہے۔ یہ مسلمان اپنی مہربانی سے مجھے بلا رہا ہے اگر میں فوراً واپس نہیں ہوتا ہوں تو ممکن ہے کہ میں پشیمان ہوں اس بظاہر نیک خواہ آدمی کی شفقت کے بھروسہ اس نے چور کو تو چھوڑ دیا اور خود پلٹ پڑا اور جا کر پوچھا کہ میاں یہ شور وفریاد تمہاری کس کے دست تعدی سے تھی اس نے کہا مجھے یہ کہنا مقصود تھا کہ یہ چور کا نقش قدم ہے اور وہ دیوث چور اس طرف کو گیا ہے یہ اس دیوث چور کے نشانات قدم ہیں بس تم ان نشان پر اس چور کا تعاقب کرو۔ اس نے کہا ارے احمق تو کیا کہہ رہا ہے میں

www.besturdubooks.wordpress.com

نے تو چور کو پکڑ ہی لیا تھا تیری آواز سن کر اور گھبرا کر چھوڑ دیا۔ میں تو سمجھا تھا کہ تو کوئی آدمی ہوگا مگر تو تو گدھا نکلا۔ ارے یہ کیا ہرزہ درآئی اور بے ہودہ سرائی ہے نشان کو کہتے ہیں میں نے تو حقیقت کو پالیا تھا۔ اس نے کہا میں آپ کو بہت صحیح نشان دے رہا ہوں میں خوب واقف ہوں یہ آپ کے لئے نشان ہے اس نشان سے آپ اس کو پکڑ سکتے ہیں۔ اس نے کہا تو یا تو کوئی لٹھ کتا ہے یا احمق۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ تو بھی چور ہے کہ میں اس چور کو موئے پیشانی پکڑ کر لانے ہی کو تھا تو نے دھوکہ دے کر اسے چھڑا دیا اور اب کہتا ہے کہ یہ نشان ہے۔ اب مولانا ایک محجوب کو مخاطب بنا کر فرماتے ہیں کہ تو وجوہات بیان کرتا ہے اور میں وجوہ و دلائل سے بالاتر ہوں مجھے وصال ومشاہدہ ذات حاصل ہے کہیں وصال میں بھی آیات و بینات کارآمد ہوتے ہیں قاعدہ ہے کہ جو صفات سے محجوب ہوتا ہے وہ افعال کو دیکھتا ہے اور صفات میں وہ مصروف ہوتا ہے جس کی ذات تک رسائی نہیں۔ جو واصل ہیں وہ تو مشاہدہ ذات میں مستغرق ہیں وہ صفات کی طرف التفات نہیں کرتے۔ گو معتقد صفات ہیں اور ان کا بھی اعتراف کرتے ہیں اس کو یوں سمجھو کہ جب ندی کی تہہ میں تمہارا سر ہو تو رنگ آب پر تم کو نظر نہ ہوگی گو تم رنگ کے نافی بھی نہ ہوگے۔ لیکن اس حالت میں اگر تم تہہ میں سے رنگ کی طرف متوجہ ہو تو تم بہت خسارہ میں ہو کہ پشمینہ دے کر ٹاٹ خریدا۔ اور اصل چھوڑ کر تابع پر نظر کی یوں ہی ذات کو چھوڑ کر صفات پر نظر کرنے والے کی حالت سمجھو۔ اس سے تم کو اس کا راز معلوم ہوا ہوگا کہ عام لوگوں کی طاعتیں خواص کے معاصی ہیں اور عوام کا وصال خواص کا حجاب ہے۔ اس کو ہم ایک اور مثال سے واضح کرتے ہیں دیکھو اگر کسی وزیر کو بادشاہ محتسب بنا دے تو اس سے معلوم ہوگا کہ بادشاہ اس سے ناخوش ہے اور خوش نہیں اور اس نے کوئی قصور کیا ہے جس کی یہ سزا دی گئی ہے کیونکہ یہ تغیر بلاوجہ نہیں ہوسکتا اور جو پہلے ہی سے محتسب ہے اس کے لئے یہ ابتدا ہی سے خوش قسمتی ہے لیکن جو شخص پہلے وزیر تھا اس کو محتسب بنا دینا یہ اس کے جرم کا نتیجہ ہے پس اگر تم کو بادشاہ حقیقی نے آستانہ سے اپنے حضور میں بلا لیا ہے اور بعد سے قرب عطا فرمایا ہے اور پھر قریب سے بعید کر دیا اور آستانہ پر پہنچا دیا ہے تو تم کو یقین کرنا چاہیے کہ تم نے کوئی قصور کیا ہے لیکن اس وقت تم اپنی جہالت سے جبر کا عذر پیش کرتے ہو مگر یہ تمہاری غلطی ہے اگر تمہارے مقدر ہی میں یہ تھا تو کل وہ دولت تم کو کیسے مل گئی تھی بس بات یہ ہے کہ تم نے اپنے حصہ کو اپنی نادانی سے خود قطع کر دیا۔ اس لئے تم اہل نہیں ہو دیکھو جو اہل ہوتے ہیں وہ اپنے حصہ کو بڑھاتے ہیں قطع نہیں کرتے ہیں۔

شرح شبیری

ایک صاحب خانہ کے ہاتھ سے ایک چور کا بھاگ جانا ایک دوسرے شخص کے آواز دینے کی وجہ سے

این بدان ماند الخ۔ یعنی یہ تو اس کے مشابہ ہے کہ ایک شخص نے گھر میں چور دیکھا تو وہ اس کے پیچھے دوڑا۔

تا دو سہ میدان الخ۔ یعنی دو تین میدان تک تو اس کے پیچھے بھاگا یہاں تک کہ اس چور نے تعب کی وجہ سے اس کو پسینہ میں ڈال دیا۔

اندآن الخ۔ یعنی اس حملہ میں کہ اس کے نزدیک آ گیا کہ ایک دو مرتبہ کود ے تو اس کو پالے

وز دو دیگر الخ۔ یعنی ایک اور چور نے اس متعاقب کو آواز دی کہ اے یہاں آتا کہ تو علامات مصیبت کو دیکھے۔

زود باش الخ۔ یعنی جلدی کر اور لوٹ اے مرد کار تا کہ تو یہاں کا حال ابتر اور خراب دیکھے

چون شنید الخ۔ یعنی جب اس نے یہ سنا تو اندیشہ ناک ہو گیا اور اپنے سے کہا کہ اس جامہ چاک کو مرا ہوا فرض کر لو مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ اس چور کو چھوڑ دو سمجھو کہ جیسے یہ تھا ہی نہیں

گفت باشد الخ۔ یعنی اپنے دل میں کہنے لگا کہ شاید اس طرف کوئی چور ہو تو اگر میں جلدی نہ لوٹوں تو وہ مجھ پر حملہ کر بیٹھے۔

ورزن الخ۔ یعنی میری بیوی بچوں پر وہ حملہ کرے تو اس چور کا مار ڈالنا مجھے کیا فائدہ دے گا۔

این مسلمان الخ۔ یعنی یہ مسلمان کوئی کرم کی وجہ سے مجھے بلا رہا ہے تو اگر میں جلدی سے واپس نہ ہونگا تو مجھے سخت ندامت ہوگی۔

برامید شفقت الخ۔ یعنی اس نیک خواہ کی شفقت کی امید پر چور کو چھوڑ دیا اور راستہ پر لوٹ آیا۔

گفت اے یار الخ۔ یعنی اس نے کہا کہ ارے یار کیا حال ہے۔ یہ فغاں اور آواز کس کے ہاتھ سے ہے۔

گفت انیک الخ۔ یعنی وہ آواز والا بولا کہ یہ چور کے نشان قدم ہیں کہ اس طرف کو وہ بھڑوا چور گیا ہے۔

نک نشان پائے الخ۔ یعنی اس چور قلتبان کے پاؤں کے یہ نشان ہیں تو اس کے پیچھے جا اس نقش و نشان پر۔

گفت اے ابلہ الخ۔ یعنی اس صاحب خانہ نے کہا کہ ارے بیوقوف تو مجھے کیا کہہ رہا ہے آخر میں نے تو اس چور کو پکڑ ہی لیا تھا۔

وزدرا الخ۔ یعنی تیری آواز کی وجہ سے اس چور کو میں نے چھوڑ دیا اور میں نے تجھ گدھے کو آدمی سمجھا۔

اینچہ ژاژ الخ۔ یعنی ارے یہ کیا بے ہودگی اور بدتمیزی ہے میں نے تو خود حقیقت کو پا لیا تھا نشان کیا چیز ہوتی ہے۔

گفت من الخ۔ یعنی اس داعی نے کہا کہ میں تجھے بالکل ٹھیک نشان بتا رہا ہوں اور یہ اس امر کی نشانی ہے کہ میں حقیقت سے آگاہ ہوں۔

گفت طراری الخ۔ یعنی اس صاحب خانہ نے کہا کہ ارے تو گرہ کٹ ہے یا کوئی بیوقوف ہے بلکہ تو تو خود چور ہے اور حقیقت حال سے آگاہ ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اسی کا ساتھی ہے۔

خصم خود را الخ۔ یعنی میں تو اپنے دشمن کو بال کھینچتا ہوا لاتا تو نے اس کو چھڑا دیا کہ یہ اس کا نشان قدم ہے تو اب بتا کہ اس کے نشان قدم کو لے کر کیا چاٹوں۔

تو جہت گو من الخ۔ یعنی تو تو جہات بتا رہا ہے اور میں جہات سے باہر ہوں۔ وصال میں آیات ہوں یا

بینات (سب بے سود ہیں) مطلب یہ کہ میں وہاں تک پہنچ چکا تھا اب جو تو مجھے یہ نشانیاں بتا رہا ہے یہ تو میرے لئے بالکل بے سود ہیں یہاں مولانا کو یہ بھی بتانا مقصود ہے کہ جو اولیاء اللہ فنا ہو جاتے ہیں اور جن کو فناء کامل حاصل ہو جاتی ہے پھر ان کی نظر اسباب پر یا جہات پر یا صفات پر نہیں رہتی بلکہ ان کی نظر محض ذات کی طرف ہوتی ہے جس کو مشاہدہ ذاتی اور معائنہ کے لفظ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اسی کو آگے بھی بیان فرماتے ہیں کہ

صنع بیند الخ۔ یعنی افعال تو وہ دیکھے گا جو صفات سے محجوب ہو اور صفات میں وہ رہے گا جو ذات سے گم ہو۔ مطلب یہ ہے کہ تجلی افعالی تو اسے ہوتی ہے کہ جسے تجلی صفاتی نہیں ہوتی اور تجلی صفاتی اسے جسے تجلی ذاتی نہیں ہوتی اور جسے تجلی ذاتی اور معائنہ ہو گیا وہ تو واصل حق اور فنافی الذات ہو گیا اسے ان اشیاء کی طرف نظر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔

واصلان الخ۔ یعنی اے صاحبزادہ واصلین جو کہ ذات حق میں فنا ہیں وہ صفات میں کب نظر کرتے ہیں آگے اس کی مثال ہے کہ

چونکہ اندر الخ۔ یعنی جبکہ قعر ندی میں تیرا سر ہو تو پھر پانی کے رنگ پر کب تیری نظر پڑی یعنی اگر پانی کے اندر کوئی ڈوبا ہوا ہو تو ظاہر ہے کہ اس کو پانی کے اوپر کی سطح بالکل نظر نہ آئے گی تو اس طرح جو حضرات کہ ذات میں فنا ہو گئے ہیں ان کی نظر بھی ظاہر پر اور صفات پر نہیں رہتی۔

دربرنگ الخ۔ یعنی اور اگر رنگ آب پر تو قعر سے واپس اوے تو ایسا ہے جیسے پشمینہ دے کر ٹاٹ لے لیا۔ مطلب یہ کہ اگر اس حالت سے کہیں رجوع ہوا اور تجلی ذاتی یا افعالی ہونے لگی تو پھر سمجھو کہ بہت بڑی شے کھودی اور کم قیمت شئے لے لی تو اس طرح یہ صاحب خانہ بھی ذات تک پہنچ چکا تھا مگر اس نے بلا لیا تو اس کو ترک کر دیا تو کس قدر سخت نقصان ہوا اس طرح اس راہ میں نقش شیطان اسی طرح راہزن ہوتے ہیں اور نزول کرا دیتے ہیں لہٰذا ان کے دھوکہ سے بچے رہنا۔

طاعت عامہ الخ۔ یعنی عوام کی طاعت خاص لوگوں کے لئے گناہ ہے اور عوام کا وصل خواص کا حجاب جانو اس کے معنی یہ ہیں کہ حسنات الابرار سیئات المقربین جو عوام ہیں اور کم درجہ کے ہیں ان کے لئے تو تجلی افعالی یا صفاتی ہی بہت بڑی شے ہے اور ان کی معراج ہے مگر جن کو تجلی ذاتی ہو چکی ہے ان کے لئے تجلی افعالی یا صفاتی ہونا موت ہے اور ان کا نزول ہے آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں سبحان اللہ کیا مثال ہے فرماتے ہیں کہ

گر وزیرے الخ۔ یعنی اگر کسی وزیر کو بادشاہ محتسب بنا دے تو بادشاہ اس کا دشمن ہے دوست نہیں ہے۔

ہم گناہے الخ۔ یعنی اس وزیر نے ضرور کوئی گناہ کیا ہوگا بلا کسی سبب کے ایسا نامعقول تغیر تو نہ ہوگا۔

وانکہ زاول الخ۔ یعنی جو شخص کہ اول سے محتسب ہے خود اس کی یہ بخت اور روزی ہے ابتدا ہی سے

لیک کان الخ۔ یعنی لیکن جو کہ اول سے وزیر شہ تھا اس کو محتسب کر دینا کسی فعل بد کی وجہ سے ہے اس لئے کہ احتساب کا مرتبہ تو وزارت سے کم ہی ہے تو ایک ہی درجہ ایک کے لئے اچھا اور دوسرے کے لئے برا ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آگے ایک اور مثال ہے۔

ہوتا ہے مگر ایک بزرگ کے لئے اچھا اور دوسرے کے لئے برا ہوتا ہے آگے ایک اور مثال ہے

چون تراشا الخ۔ یعنی جبکہ تجھے بادشاہ نے آستانہ کے سامنے بلالیا اور پھر آستانہ ہی کی طرف لوٹا دیا۔

تو یقین میدان الخ۔ یعنی تو یقینا جان لے کہ کوئی جرم تو نے کیا ہے اور جہل کی وجہ سے جبر کو سامنے لایا ہے تو یعنی کیا تو خود ہے اور اب جہل کی وجہ سے کہہ رہا ہے کہ کیا کریں تقدیر میں ہی اس طرح تھا اور کہتا ہے کہ

کہ مرا روزی الخ۔ یعنی کہ میری روزی اور قسمت تو یہی تھی (مولانا فرماتے ہیں کہ) بس کل کیلئے یہ دولت تیرے ہاتھ میں تھی۔

قسمت خود الخ۔ یعنی اپنی قسمت کو خود تو نے ہی جہل کی وجہ سے قطع کردیا ہے اور جو کہ اہل ہوتے ہیں وہ اپنی قسمت کو بڑھاتے ہیں اور تو ایسا کمبخت ہے کہ اور گھٹاتا ہے تو معلوم ہوگیا کہ بعض مقامات ایسے ہیں کہ جو ایک کے لئے موجب زیادتی درجہ ہیں اور دوسرے کے لئے موجب کمی درجہ کے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ

یک مثال دیگر الخ۔ یعنی ایک اور مثال کجروی کے اندر چاہیے کہ نقل قرآن سے سنے تو یہ پھر ماقبل کی طرف رجوع ہے اوپر فعل شیطان کی کجی پر چور کی اور صاحب خانہ کی مثال لائے تھے اب یہ دوسری مثال اسی مضمون پر فرماتے ہیں۔

قد تم الربع الثالث

من الدفتر الثانی

وللہ الحمد

www.besturdubooks.wordpress.com

الربع الرابع من کلید المثنوی شرح الدفتر الثانی

قصہ منافقان و مسجد ضرار ساختن ایشاں

منافقوں اور ان کے مسجد ضرار بنانے کا قصہ

ایں چنیں کژ بازئ در جفت وطاق	با نبی می باختند اہل نفاق
اسی طرح الٹی بازی داؤں میں	نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ منافق کھیلتے تھے
کز برائے عز دین احمدیؐ	مسجدے سازیم وبود آں مرتدی
کہ احمدی دین کی عزت کے لئے	ہم ایک مسجد بناتے ہیں اور وہ (ان کی) بے دینی تھی
ایں چنیں کژ بازئ می باختند	مسجدے جز مسجدش می ساختند
جس طرح کی الٹی بازی انہوں نے کھیلی	ان کی مسجد کے علاوہ انہوں نے ایک مسجد بنائی
فرش وسقف وقبہ اش آراستہ	لیک تفریق جماعت خواستہ
فرش اور چھت اور اس کا گنبد بنایا	لیکن (انہوں نے) جماعت کو متفرق کرنا چاہا
نزد پیغمبر بلا بہ آمدند	ہمچو اشتر پیش او زانو زدند
خوشامد کرنے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے	اونٹ کی طرح ان کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے
کاے رسول حق برائے محسنی	سوئے آں مسجد قدم رنجہ کنی
کہ اے اللہ کے رسولؐ برائے کرم	اس مسجد کی جانب تشریف لے چلیں
تا مبارک گردد از اقدام تو	تا قیامت تازہ بادا نام تو
تاکہ آپ کی تشریف آوری سے وہ متبرک ہو جائے	خدا کرے قیامت تک آپ کا نام زندہ رہے
مسجد روز گل ست و روز ابر	مسجد روز ضرورت وقت صبر
(یہ) مسجد کیچڑ اور بارش کے دن کے لئے ہے	(یہ) مسجد ضرورت اور مجبوری کے دن کے لئے ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تا غریبے یابد آنجا خیر و جا	تا فراواں گردد ایں خدمت سرا
تاکہ کوئی مسافر اس جگہ ٹھکانا اور بھلائی پا سکے	تاکہ یہ خدمت کی جگہیں زیادہ ہو جائیں
تاشعار دیں شود بسیار و پر	زانکہ با یاراں شود خوش کار مر
تاکہ دین کا شعار زیادہ اور پر ہو جائے	کیونکہ دوستوں کے ساتھ تلخ کام شیریں ہو جاتا ہے
ساعتے آں جائیگہ تشریف دہ	تزکیۂ ما کن زماں تعریف دہ
تھوڑی دیر کیلئے اس جگہ تشریف رکھیں	ہمیں پاک کریں اور معرفت سکھائیں
مسجد و اصحاب مسجد را نواز	تو مہی ما شب دمے باما بساز
مسجد اور مسجد والوں کو نواز دیجئے	ہم رات ہیں آپ چاند تھوڑی دیر ہمارے ساتھ رہیں
تاشود شب از جمالت جملہ روز	اے جمالت آفتاب جاں فروز
تاکہ آپ کے جمال سے رات مجسم دن بن جائے	اے وہ (ذات) کہ آپ کا جمال روح کو روشن کرنے والا سورج ہے
اے دریغا کاں سخن از دل بدے	تامراد آں نفر حاصل شدے
ہائے افسوس! (کاش) یہ باتیں دل سے ہوتیں	تاکہ اس گروہ کا مقصد حاصل ہو جاتا
لفظ کاید بے دل و جاں بر زباں	ہمچو سبزہ توں بود اے دوستاں
جو لفظ بے دلی اور بغیر روح کے زبان پر آتا ہے	اے دوستو! وہ کوڑی کے سبزے کی طرح ہوتا ہے
ہم زدورش بنگر و اندر گذر	خوردن و بورا نہ شاید اے پسر
اس کو دور سے دیکھ لے اور گزر جا'	اے بیٹا! وہ کھانے اور سونگھنے کے لائق نہیں ہے
سوئے لطف بے وفایاں ہیں مرو	کاں پل ویراں بود نیکو شنو
خبردار! بے وفاؤں کی مہربانی کی طرف نہ جا	اچھی طرح سن لے وہ ٹوٹے ہوئے پل کی طرح ہے
گر قدم راجاہلے بروئے زند	بشکند پل واں قدم را بشکند
اگر کوئی ناواقفیت سے اس پر قدم رکھے گا	پل ٹوٹ جائے گا اور وہ پیر کو توڑ دے گا
ہر کجا لشکر شکستہ می شود	از دوسہ سست و مخنث می بود
کسی جگہ کوئی لشکر شکست کھاتا ہے	تو (ایسا) دو تین سست اور نامردوں کی وجہ سے ہوتا ہے
در صف آید با سلاح و مرد وار	دل برو بنہند کاینک یار غار
وہ نامرد ہتھیار باندھ کر اور مردانہ وار آتا ہے	(لشکری) اس پر بھروسہ کرتے ہیں کہ یہ سچا دوست ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

روبگرد اند چو بیند زخمہا	رفتن او بشکند پشت ترا
جب گھائل ہوتا ہے تو منہ موڑ لیتا ہے	اس کا بھاگنا تیری کمر توڑ دیتا ہے
ایں درازست و فراواں می شود	وانچہ مقصودست پنہاں می شود
یہ (قصہ) لمبا اور زیادہ ہو رہا ہے	اور جو مقصد ہے وہ مخفی ہو رہا ہے

جس طرح ہم نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قصہ بیان کیا ہے یوں ہی کجروی کے متعلق ایک اور قصہ ہے اگر تو نقل قرآنی سے سننا چاہتا ہے تو سن وہ قصہ شیطان الجن کا تھا یہ شیاطین الانس کا ہے بات یہ ہے کہ جس طرح شیطان امیر معاویہ کے ساتھ ٹیڑھی چال چل رہا تھا یوں ہی منافقین داؤں پیچ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹیڑھی چال چل رہے تھے یعنی انہوں نے ظاہر کیا کہ ہم دین احمدی کی عزت کے لئے ایک مسجد بنانا چاہتے ہیں حالانکہ منشاء اس کا کفر تھا دوسری ٹیڑھی چال یہ چلے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے علاوہ ایک مسجد بناڈالی اور اس کی چھت فرش اور گنبد وغیرہ کو خوب سجایا اس سے ان کو ظاہر تو اعزاز دین کرنا تھا مگر اصل مقصد تفریق جماعت تھی۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ازراہ چاپلوسی حاضر ہوئے اور اونٹ کی طرح گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئے اور کہا کہ اے رسول خدا براہ کرم اس مسجد کی طرف قدم رنجہ فرمایئے تا کہ آپ کے قدموں سے وہ متبرک ہو جائے خدا کرے آپ کا نام تا قیامت تازہ رہے۔ یہ مسجد اس لئے بنائی گئی ہے کہ گارے کیچڑ میں نماز پڑھنے میں آسانی ہو جس دن ابر ہو تو یہاں نماز پڑھ لی جائے۔ غرض کہ جب کوئی شدید ضرورت و مجبوری پیش آئے تو اس مسجد سے کام نکالا جائے اس میں ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ مسافر آرام کر سکتا ہے اور اس کو کھانا وغیرہ مل سکتا ہے اور یہ بھی غرض ہے کہ مسجدیں زیادہ ہوں اور شعار دین زائد ہوں اس لئے کہ جو کام ناگوار ہوتا ہے دوستوں کے ساتھ وہ کام بھی گوارا ہو جاتا ہے پس جب دوسرے لوگ دیکھیں گے کہ ایک مسجد اور بنی ہے تو اور لوگ بھی مسجدیں بنائیں گے لہٰذا جناب والا خود مسجد کی بھی عزت افزائی فرمائیں اور مسجد والوں کی بھی۔ آپ چاند ہیں اور ہم رات آپ تھوڑی دیر ہمارے ساتھ بھی گزاریں تو مناسب ہے تا کہ ہم بھی آپ کے فیض سے مستفیض ہوں آپ وہاں تشریف لے چلئے اور ہم کو پاک کیجئے اور وعظ و نصیحت فرمایئے تا کہ ہماری ظلمت دور ہو کر روشنی پیدا ہو جائے کیونکہ آپ کا جمال وہ آفتاب ہے جو جانوں کو روشن کرتا ہے۔ اب مولاناؒ فرماتے ہیں کہ تقریر نہایت پاکیزہ اور مضمون نہایت پسندیدہ ہے لیکن اے کاش یہ تقریر دل سے ہوتی تا کہ ان کا مقصد حاصل ہوتا لیکن یہ الفاظ دل و جان سے نہ تھے اور جو الفاظ دل سے نہ نکلیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوڑی پر سبزہ کہ بس دور سے دیکھ لو اور چلے جاؤ نہ کھانے کے کام کا ہے نہ سونگھنے کے بلکہ محض دل خوش کن ہے فائدہ کچھ نہیں پس مناسب مقام ہم تم کو ایک نصیحت کرتے ہیں خوب کان کھول کر سن لو وہ یہ کہ بے وفاؤں کی

www.besturdubooks.wordpress.com

ظاہری مہربانی پر ہرگز نہ جانا اس لئے کہ وہ ایسی ہے جیسے بوسیدہ پل کہ جب کوئی ناواقفیت سے اس پر از راہ اعتماد قدم رکھے تو فوراً ٹوٹ جائے اور پاؤں کو بھی توڑ دے۔ پس جب کوئی ان کے لطف ظاہری پر اعتماد کرے گا نقصان اٹھائے گا دوسری مثال اور سنو جب کبھی لشکر شکست کھاتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس میں دو تین مخنث ہوتے ہیں اور وہ ہتھیار سجا کر مردانہ صف جنگ میں شریک ہو جاتے ہیں لوگ ان پر اعتماد کرتے ہیں اور ان کو اپنا معین و مددگار سمجھتے ہیں لیکن جب ان کے کوئی زخم لگتا ہے یا دوسروں کے زخموں کو دیکھتے ہیں تو بھاگ نکلتے ہیں اور ان کا بھاگنا تمام فوج کی کمر توڑ دیتا ہے۔ یہ نتیجہ کیوں ہوا اس لئے کہ انہوں نے ان بے وفاؤں کی ظاہری مہربانی پر اعتماد کیا خیر یہ گفتگو بہت طویل ہے اور اس کو طول ہوتا جاتا ہے اور جو اصل مقصود ہے وہ مخفی ہوا جاتا ہے لہٰذا اس کو چھوڑ کر اصل مقصود کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔

منافقوں کا اور ان کی مسجد ضرار بنانے کا قصہ

شرح شبیری

اینچنیں الخ۔ یعنی اسی طرح کی کج بازی جفت اور طاق میں اہل نفاق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھیلتے تھے۔ مطلب یہ کہ حضرت کے ساتھ منافقین شرارتیں اور دھوکہ کرتے تھے اور وہ یہ تھا کہ کہتے تھے کہ

کز برائے الخ۔ یعنی احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی عزت کے لئے ہم ایک مسجد بناتے ہیں اور وہ (فی الواقع) ارتداد تھا اس لئے کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں ایسا کرتے تھے۔

اینچنیں الخ۔ یعنی اس قسم کی ٹیڑھی چال ان کے ساتھ چلتے تھے اور ایک مسجد ان کی مسجد کے علاوہ بناتے تھے۔

فرش الخ۔ یعنی اس کا فرش اور چھت اور گنبد سنوارتے تھے لیکن وہ جماعت کی تفریق چاہتے تھے۔

نزد الخ۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شرارت سے آئے اور اونٹ کی طرح ان کے سامنے دوزانو بیٹھ گئے اور عرض کیا کہ

کاے الخ۔ یعنی کہ اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کرم کی وجہ سے اس مسجد کی طرف قدم رنجہ فرمائیے۔

تا مبارک الخ۔ یعنی تا کہ وہ آپ کے قدموں کی بدولت مبارک ہو جائے آپ کا نام مبارک قیامت تک زندہ رہے۔

مسجد الخ۔ یعنی وہ مسجد کیچڑ کے دن کی ہے اور ابر والے دن کی اور ضرورت کے دن اور صبر کے وقت کی مطلب یہ کہ مسجد قبا دور ہے اس لئے بارش وغیرہ میں جانے میں دقت ہوتی ہے لہٰذا یہاں قریب نماز ہو جایا کرے گی جبکہ ضرورت ہوگی اور یہ مصلحت ہے کہ

تا غریبے الخ۔ یعنی تا کہ کوئی مسافر اس جگہ آرام اور جگہ پائے اور تا کہ یہ خدمت کا گھر زیادہ ہو جائے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

دور ہو جائینگے ایک مسجد قبا اور ایک اور یہ مصلحت ہے کہ۔

تا شعار الخ۔ یعنی تا کہ دین کا شعار زیادہ ہو جائے اور مشکل کام دوستوں پر آسان ہو جائے کہ بارش وغیرہ میں وہاں جانا مشکل ہے یہاں جانا آسان ہوگا۔

ساعتے الخ۔ یعنی ایک گھڑی اس جگہ تشریف لے چلئے اور ہمارا تزکیہ فرمائیے اور کچھ دیر وعظ فرما دیجئے۔

مسجد الخ۔ یعنی مسجد کو اور اصحاب مسجد کو نواز دیجئے آپ چاند ہیں اور ہم رات ہیں ہمارے ساتھ موافقت فرمائیے تو ہم بھی منور ہو جائیں۔

تا شود الخ۔ یعنی تا کہ رات آپ کے جمال کی وجہ سے دن ہو جائے اے وہ کہ آپ کا جمال جان کا روشن کر دینے والا ہے۔

مطلب یہ کہ ہمارے قلوب سیاہ جو شب کی طرح ہیں وہ منور ہو جائیں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

اے الخ۔ یعنی کاش کہ وہ بات دل سے ہوتی تا کہ اس جماعت کی مراد حاصل ہو جاتی۔

لفظ الخ۔ یعنی جو لفظ کہ بے دلی سے زبان پر آئے تو اے دوستو اس کو کوڑی کے سبزہ کی طرح سمجھو کہ اوپر تو اچھا ہے اور اندر سے غلاظت بھری پڑی ہے۔

ہم الخ۔ یعنی اس کو دور ہی سے دیکھ لو اور چلے جاؤ وہ کھانے اور سونگھنے کے لائق نہیں ہے اے صاحبزادہ

سوئے الخ۔ یعنی بے وفاؤں کی مہربانی کی طرف ہرگز مت جا کہ وہ ٹوٹا ہوا پل ہے اچھی طرح سن لو۔

گر قدم الخ۔ اگر کوئی جاہل قدم کو اس پر مارے تو وہ پل بھی ٹوٹ جائے اور اس کے قدم کو بھی توڑ دے۔ تو اسی طرح جو شخص کہ ایسے مکاروں کے ساتھ رہتا ہے تو یہ خود بھی غارت ہوتے ہیں اور اس کو بھی غارت کر دیتے ہیں آگے ایک مثال ہے کہ۔

ہر کجا الخ۔ یعنی جہاں کہیں کہ لشکر کو شکست ہوتی ہے وہ دو تین سست اور مخنثوں کی بدولت ہوتی ہے۔

در صف الخ۔ یعنی صف میں ہتھیاروں کے سمیت مردوں کی طرح آتا ہے تو اس پر دل رکھتے ہیں کہ یہ ہے یار غار۔

یعنی لڑائی میں وہ نامرد آتا تو اس طرح ہے کہ لوگ جانتے ہیں کہ بس جو ہے یہی ہے اور کام یہی کرے گا اور کون کرے گا اور جب مقابلہ ہوتا ہے تو یہ حالت ہوتی ہے کہ

رو الخ۔ یعنی جب زخم کو دیکھا تو منہ پھیر لیتا ہے اور اس کا بھاگنا تمہاری کمر بھی توڑ دیتا ہے اور سارا لشکر ہمت ہار دیتا ہے اور بھاگ پڑ جاتی ہے۔

این الخ۔ یعنی یہ (مضمون) تو بہت دراز ہے اور طویل ہوتا جاتا ہے اور جو مقصود ہے وہ پوشیدہ ہوتا جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ اس کو تو جہاں تک بیان کیا جائے گا طویل ہی ہوتا رہے گا مگر ہمیں جو مقصود قصہ منافقوں کا بیان کرنا تھا وہ رہا ہی جاتا ہے آگے پھر وہی قصہ بیان فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

فریقین منافقان پیغمبر علیہ السلام را تا کہ بمسجد ضرار برند و اظہار نا کردن مصطفیٰ ؐ مکر ایشاں را از کمال حلم خود

منافقوں کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بہکانا تا کہ مسجد ضرار میں لے جائیں اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتہائی بردباری سے ان کے مکر کو ظاہر نہ کرنا

بر رسول حق فسونہا خواندند	رخش دستان و حیل می راندند
اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر انہوں نے بہت سے منتر پڑھے	مکر اور فریب کا گھوڑا دوڑاتے تھے
چاپلوسی و فسونہا خواندند	زل خدمت سوئے حضرت راندند
خوشامد کرتے تھے اور منتر پڑھتے تھے	خدمت اور خاطر تواضع کی بات آنحضور کی جانب بڑھائی
آں رسول مہربان و رحم کیش	جز تبسم جز بلے ناورد پیش
وہ مہربان اور رحم کی عادت والے رسولؐ	سوائے مسکراہٹ (اور) سوائے ہاں کے پیش نہ آئے
شکر ہائے آں جماعت یاد کرد	در اجابت قاصداں را شاد کرد
اس جماعت کا شکریہ ادا فرمایا	قبول کرنے (کے معاملہ) میں قاصدوں کو خوش کر دیا
می نمود آں مکر ایشاں پیش او	یک بیک زانساں کہ اندر شیر مو
آپ کے سامنے ان کا مکر ظاہر ہو جاتا تھا	فوراً اس طرح جیسا کہ دودھ میں بال
موی را نادیدہ میکرد آں لطیف	شیر را شاباش می گفت آں ظریف
وہ مہربانؐ بال کو ان دیکھا کر دیتے تھے	وہ عالی ظرف دودھ کی تعریف کر دیتے تھے
صد ہزاراں موی مکر و دمدمہ	چشم خوابانید آں دم از ہمہ
مکر اور فریب کی لاکھوں بال تھے	اس وقت انہوں نے سب سے آنکھ بند کر لی
راست می فرمود آں بحر کرم	بر شما من از شما مشفق ترم
اس دریائے کرم نے سچ فرمایا ہے	میں تم پر تم سے بھی زیادہ مہربان ہوں
من نشستہ بر کنار آتشے	با فروغ و شعلۂ بس ناخوشے
میں ایک آگ کے کنارے بیٹھا ہوں	جو بہت بھڑکنے والی اور خراب شعلوں والی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہمچو پروانہ شما آں سو دواں	ہر دو دست من شدہ پروانہ راں
تم پروانوں کی طرح اس طرف دوڑتے ہو	میرے دونوں ہاتھ پروانوں کو ہٹانے والے بن گئے ہیں
چوں براں شد تا رواں گردد رسول	غیرت حق بانگ زد مشنو زغول
جب معاملہ یہاں پہنچا کہ رسول مسجد ضرار کی طرف روانہ ہوں	اللہ (تعالیٰ) کی غیرت نے آواز دی چھلاوے کی آواز نہ سنو
کیں خبیثاں مکر و حیلت کردہ اند	جملہ مقلوب ست انچہ آوردہ اند
کہ ان خبیثوں نے مکر اور حیلہ کیا ہے	جو انہوں نے کہا ہے سب الٹا ہے
قصد ایشاں جز سیاہ روئی نبود	خیر دیں کے جست ترسا و یہود
ان کا ارادہ روسیاہی کے علاوہ کچھ نہ تھا	عیسائی اور یہودیوں نے دین کی بھلائی کب چاہی ہے؟
مسجدے بر جسر دوزخ ساختند	با خدا نرد دغاہا باختند
انہوں نے دوزخ کے پل پر مسجد بنائی ہے	انہوں نے خدا کے ساتھ دھوکے کی چال چلی ہے
قصد شاں تفریق اصحاب رسول	فضل حق را کے شناسد ہر فضول
ان کا مقصد رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ میں تفرقہ ڈالنا ہے	کوئی بے ہودہ خدا کے فضل کو کب جانتا ہے؟
تا جہودے را ز شام اینجا کشند	کہ بوعظ او جہوداں سرخوش اند
تاکہ ایک یہودی کو شام سے اس جگہ لائیں	جس کے وعظ سے یہودی مانوس ہیں
گفت پیغمبر کہ آرے لیک ما	بر سر راہیم و بر عزم غزا
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہاں لیکن ہم	سفر پر (تیار) ہیں اور جہاد کا ارادہ ہے
زیں سفر چوں باز گردم آنگہاں	سوئے آں مسجد رواں گردم رواں
جب میں سفر سے واپس آ جاؤں گا، تب	اس مسجد کی طرف چلوں گا
دفع شاں گفت و بسوئے غزو تاخت	با دغایاں از دغا نردے بباخت
ان کو ٹال دیا اور جہاد کے لئے روانہ ہو گئے	دغا بازوں کے ساتھ دغا کی چال چلی

شرح حبیبی

یہاں سے مولانا قصہ مسجد ضرار کی طرف عود فرماتے ہیں۔ لیکن جس تفصیل کے ساتھ مولانا نے اس کو بیان فرمایا ہے وہ کسی روایت صحیحہ سے ثابت نہیں۔ مولانا کو کسی نامعتبر طریق سے معلوم ہوا ہوگا۔ مولانا نے اس کو معتبر

www.besturdubooks.wordpress.com

سمجھ کر نقل فرما دیا۔ لہٰذا جو باتیں اس میں ایسی ہیں جس سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر الزام عائد ہوتا ہے ان کا جواب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دینے کی تو ضرورت نہیں کیونکہ اس جواب کی تو اس وقت ضرورت ہے جبکہ ثابت ہو جائے کہ یہ واقعہ سچا ہے۔ اور ثابت ہے نہیں تو جواب کی بھی ضرورت نہیں تو جواب نہیں ان کا جواب صرف اسی قدر ہے کہ یہ ثابت نہیں۔ ہاں مولانا کی طرف سے جواب کی ضرورت ہے کہ انہوں نے اس کی تصدیق کیسے کر لی۔ سو اس کا جواب اپنے محل پر ذکر کیا جائے گا اس تفصیل کے بعد حل مثنوی سنو۔

ان منافقوں نے خوشامدیں کیں اور مکر و فریب کے منتر بہت کچھ پڑھے اور حیلہ و خداع سے آپ کی مہمانی کی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو نہایت ہی مہربان تھے اور رحم جن کا شیوہ تھا اس مکر کو سمجھ تو گئے (اقول ہو لیس بثابت) مگر بایں ہمہ بنا بر شفقت آپ مسکراتے رہے اور درست اور بجا ہی فرماتے رہے (یہ اس بنا پر تھا کہ آپ کو منافقین کے افشائے راز کا ہنوز حکم نہ ہوا تھا بلکہ یہی حکم تھا کہ ان سے مسلمانوں کا سا برتاؤ کیا جائے اور آپ کا یہ فرمانا جھوٹ بھی نہیں تھا کیونکہ درست و بجا دو طرح کہا جاتا ہے کبھی تصدیق کے لئے اور کبھی تکذیب کے لئے۔ درحقیقت یہ درست و بجا تکذیب کے لئے تھا مگر چونکہ ان کے افشائے راز کا بھی حکم نہ تھا اس لئے وہ لہجہ نہ تھا جس سے تکذیب ظاہر ہو اور وہ سمجھ جائیں لہٰذا یہ درست و بجا توریہ کے طور پر تھا) اور اس جماعت کا شکر یہ ادا کیا اور ان کی درخواست کو قبول فرما کر ان کے دل کو خوش کیا ان کا آپ کے ساتھ مکر آپ کو ان چکنی چپڑی باتوں میں یوں معلوم ہوتا تھا جس طرح دودھ میں بال۔ مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بال کو یوں ظاہر فرماتے تھے جیسے آپ دیکھتے ہی نہیں اور اپنی ظاہری تصدیق سے آپ اس دودھ اور چکنی چپڑی باتوں کی تعریف فرماتے تھے اس میں سینکڑوں مکر و فریب اور بال تھے لیکن اس وقت آپ سب سے چشم پوشی فرما رہے تھے اور ان پر اپنے سمجھ جانے کو ظاہر نہ ہونے دیتے تھے کہ یہ دل شکستہ ہو جائیں گے۔ واقعی اس بحر کرم نے نہایت ہی صحیح فرمایا ہے کہ میں تم پر تم سے زیادہ مشفق ہوں کہ آتش روشن اور ناگوار طور پر شعلہ زن آگ کے کنارہ پر بیٹھا ہوا ہوں۔ تم پروانوں کی طرح اس طرف دوڑتے ہو اور میں اپنے دونوں ہاتھوں سے تم کو ہٹا رہا ہوں۔ جب آپ بمقتضائے شفقت وغیرہ اس طرف چلنے پر آمادہ ہو گئے اور چلنے کو بالکل تیار ہو گئے تو حق سبحانہ کو غیرت آئی اور حکم ہوا کہ ان راہزنوں کی باتیں نہ سنو۔ ان شریروں نے چال اور فریب کیا ہے اور جو باتیں انہوں نے بیان کی ہیں سب الٹی ہیں ان کا مقصود صرف اپنا منہ کالا کرنا ہے وجہ یہ ہے کہ یہ جماعت یہود کی ہے اور ابو عامر راہب کی پیرو ہے بھلا یہودی و نصرانی دین الٰہی کے کیا خیر خواہ ہو سکتے ہیں ان لوگوں نے اپنی مسجد کو دوزخ کے پل پر تعمیر کیا ہے اور اس کی بدولت یہ دوزخ میں جائیں گے کیونکہ خدا کے ساتھ یہ لوگ فریب کی چالیں چلتے ہیں ان کا مقصد جماعت صحابہؓ کی تفریق ہے لیکن یہ بیہودے فضل حق سبحانہ کو نہیں جانتے جو صحابہ پر مبذول ہے کہ وہ ان کو ہر ضرر سے بچانے والا ہے اور کبھی گوارا نہیں کرتا کہ ان کو ضرر پہنچے اور غرض ان کی یہ ہے کہ اس یہودی کی طرح سخت دشمن کا فر نصرانی ابو

www.besturdubooks.wordpress.com

عامر راہب کو جس کے وعظ سے یہ پھولے ہوئے ہیں ہرقل سمیت مدینہ پر چڑھا لائیں۔ حق سبحانہ کا یہ حکم سن کر آپ نے اپنی روانگی کو ملتوی فرما دیا لیکن چونکہ آپ بعنایت شفقت ان کو رسوا کرنا نہیں چاہتے تھے اور رسوائی کا حکم بھی نہ ہوا تھا لہٰذا آپ نے فرما دیا کہ اس وقت تو ہم کو سفر درپیش ہے اور غزوہ تبوک کو جا رہے ہیں جب اس سفر سے لوٹیں گے ان شاء اللہ اس وقت چلیں گے یہ فرما کر آپ نے ان کو ٹال دیا اور غزوہ تبوک کو تشریف لے گئے اور ان دغا بازوں کے ساتھ آپ نے بھی دغا کی چال چلی یعنی آپ کو دغا مقصود نہ تھی بلکہ یہ آپ کی تدبیر مشابہ دغا تھی۔ بنا بر مشاکلت اس کو دغا کہہ دیا گیا ہے۔ اس تقریر سے نہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹا وعدہ فرمانے کا الزام ہے اور نہ مولانا پر اس کی تصدیق کا کیونکہ اول تو واقعہ اس صورت سے ثابت ہی نہیں دوسرے وعدہ معلق ومشیت الٰہی تھا لہٰذا جھوٹا نہ تھا اور جب جھوٹا نہ تھا تو مولانا پر بھی الزام نہیں کہ انہوں نے جھوٹے وعدہ کی نسبت کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیونکر سچ سمجھ لیا اور اگر وعدہ کو بصورت حتمی سمجھا جائے کہ ہم ضرور آئیں گے تو اس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تو کوئی الزام نہیں کیونکہ واقعہ ثابت ہی نہیں۔ ہاں مولانا پر اعتراض ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اس واقعہ کو کیونکر سچا سمجھ لیا۔ سو اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ مولانا دھوکے کے مقابلہ میں دھوکے کو جائز رکھتے ہوں گے۔ بالخصوص اس وقت جبکہ اس دھوکے سے دوسرے کو ضرر پہنچانا مقصود نہ ہو بلکہ اپنا تحفظ مدنظر ہو اور یہاں ایسا ہی تھا کہ ان کے شر سے بچنا مقصود تھا نہ کہ ان کو نقصان پہنچانا اور ماخذ اس خیال کا ممکن ہے الحرب خدعۃ یا جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا ہو ویؤیدہ ما قال مولانا فی الابیات السابقۃ۔

ہر درو غے را درو غے شد جزا + کاسہ زن کوزہ بخور اینک سزا + اس وقت مولاناؒ سے بھی اعتراض دفع ہو گیا۔

منافقوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پھسلانا تاکہ مسجد ضرار میں تشریف لے جائیں

شرح شبّیری

بر رسول الخ۔ یعنی حق تعالیٰ کے رسول پر بہت افسون پڑھ رہے تھے اور مکر اور حیلہ کا گھوڑا چلا رہے تھے۔

چاپلوسی الخ۔ یعنی چاپلوسی اور افسون پڑھ رہے تھے اور خدمت کی مہمانی کو بارگاہ کی طرف چلا رہے تھے۔

مطلب یہ کہ مکر و چاپلوسی اور خوشامد کر رہے تھے اور اپنی ان باتوں کو بطور تحفہ کے اور نزل خدمت کے بارگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کر رہے تھے۔

آن الخ۔ یعنی وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مہربان اور رحم کیش سوائے تبسم کے اور بہت بہتر کے کچھ سامنے نہ لاتے تھے مطلب یہ کہ وہ تو مکر سے حضورؐ کو پھسلا رہے تھے اور آپ باوجودیکہ آپ کو معلوم تھا کہ یہ جھوٹے ہیں (جیسا کہ لتعرفنهم فی لحن القول سے معلوم ہوتا ہے) غایت لطف و کرم کی وجہ سے یہی فرماتے تھے کہ بہتر ہے بہت اچھا آ جاؤں گا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شکرہائے الخ۔ یعنی اس جماعت کے شکریہ کو یاد کیا اور قبول فرمالینے میں قاصدوں کو شاد کیا۔ مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا شکریہ ادا فرمایا کہ تم نے مجھے بلایا اور اس کے بعد بلانے والوں سے آنے کا وعدہ کرلیا تاکہ وہ بھی خوش ہوجائیں۔

می نمود الخ۔ یعنی ان کا مکر آپ کے سامنے ایک ایک اس طرح دکھائی دیتا تھا کہ جیسے دودھ میں بال۔

موے الخ۔ یعنی بال کو بے دیکھا ہوا کر رہے تھے وہ لطف وکرم والے اور دودھ کی تعریف کر رہے تھے اور وہ دانا۔ مطلب یہ ہے کہ باوجودیکہ ان کے مکر ان کے اقوال میں اس طرح سے ظاہر تھے کہ جیسے کہ دودھ میں بال مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان مکروں سے اس طرح چشم پوشی فرمارہے تھے کہ گویا ان کو خبر ہی نہیں اور ان کے اس بناء مسجد کی تعریف اور خود ان کا شکریہ ادا کر رہے تھے اور یہ اس لئے تھا کہ اول تو حق تعالیٰ کی طرف سے یہی حکم تھا کہ یہ اگرچہ دل سے کافر ہیں مگر چونکہ زبان سے اسلام کا دعویٰ ہے لہٰذا ان سے برتاؤ مسلمانوں ہی جیسا کیا جائے اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان سے تو اقرار فرمالیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود بھی یہی تھا کہ تشریف لے جائیں گے مگر اندر سے دل نہ چاہتا تھا اور وہاں جانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بشاشت نہ تھی اب یہاں یہ شبہ نہیں ہوسکتا کہ حضورؐ نے خدانہ کردہ وہ جھوٹ بولا نہیں ہی وعدہ کیا اور اس کے ایفاء کا بھی قصد تھا مگر دل تنگی سے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ جو وعدہ کیا جائے اور اس کو پورا کیا جائے وہ بشاشت ہی سے ہوا کرے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ یہ برتاؤ فرمایا ہے۔

صد ہزاران الخ۔ یعنی لاکھوں مکر اور افسونوں کے بال تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے چشم پوشی کی اب آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم کی تعریف اور حالت کو بیان فرماتے ہیں کہ

راست الخ۔ یعنی اس بحر کرم نے درست فرمایا ہے کہ میں تم پر تم سے زیادہ شفیق ہوں یہ مضمون قرآن شریف کا ہے کہ آیا ہے کہ النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم اور خود حدیث میں بھی یہی مضمون آیا ہے لہٰذا فرماتے ہیں کہ دیکھو حدیث میں ہے کہ فرماتے ہیں کہ میں تم پر تم سے زیادہ شفیق ہوں۔ آگے یہی حدیث ہی کا مضمون ہے فرماتے ہیں کہ

من الخ۔ یعنی میں ایک آگ کے کنارہ پر بیٹھا ہوا ہوں جو کہ بافروغ ہے اور بہت بڑے شعلوں والی ہے۔ مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری تمہاری ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک آگ ہے اور اس کے کنارہ میں بیٹھا ہوا ہوں۔

ہمچو الخ۔ یعنی تم پروانہ کی طرح اس آگ کی طرف دوڑ رہے ہو اور میرے دونوں ہاتھ پروانہ کو ہٹانے والے ہیں اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں مثلی کمثل رجل استوقدنارا فلما اضاءت ماحولھا جعل الفراش وھذہ الدواب التی تقع فی النار یقعن فیھا و جعل یحجزھن و یغلبنہ فیقتحمن فانا آخذ بحجزکم عن النار وانتم تقتحمون تو دیکھو کہ اس مثال سے غایت لطف وکرم ثابت ہو رہا ہے سبحان اللہ یا رب تو کریمی ورسول تو کریم + صد شکر یہ ہستیم میان دو کریم۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چون الخ۔ یعنی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر (مستعد) ہوئے کہ روانہ ہوں تو غیرت حق نے آواز دی کہ ان غولوں کی مت سنو۔ مصرعہ اولی کی عبارت میں تھوڑی تقدیم تاخیر ہے عبارت صاف یہ ہے کہ چون رسولؐ بران شد تاروان کرد و غیرت حق الخ۔ غرضکہ آپ کا قصد تو جانے کا تھا ہی لہٰذا وحی آ گئی کہ

کا ین الخ۔ یعنی کہ ان خبیثوں نے مکر اور حیلہ کیا ہے اور یہ جو کچھ کہ لائے ہیں سب الٹا ہے (اور بے ہودہ ہے)

قصد الخ۔ یعنی ان کا مقصد اس سے سوائے سیہ روئی کے کچھ نہیں ہے اس لئے کہ نصرانی یا یہودی دین کی خبر کب ڈھونڈ تے ہیں۔

مسجدے الخ۔ یعنی دوزخ کے پل پر ایک مسجد بناتے تھے اور حق تعالیٰ کے ساتھ دھوکہ کی نرد کھیلتے تھے۔ یہ اشارہ اس آیت۔ علی شفا جرف هار فانهار به الخ۔ مطلب یہ کہ چونکہ ان کی غرض فاسد تھی جس کا انجام کہ دخول نار تھا اس لئے گویا کہ انہوں نے اس مسجد کو کنارۂ دوزخ ہی پر بنایا تھا۔

قصد شان الخ۔ یعنی ان کا مقصود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں تفریق تھی مگر فضل حق کو ہر فضول کب پہچان سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کو کیا خبر تھی کہ اس میں رحمت حق مضمر ہے اور جن میں کہ یہ تفریق کرانا چاہتے تھے ان حضرات پر رحمت حق تھی اس لئے حق تعالیٰ نے ان کو بتا دیا۔

تاجہودے الخ۔ یعنی تا کہ ایک یہودی کو شام سے اس جگہ لائیں کیونکہ اس کے وعظ سے یہودی خوش ہیں قصہ اس کا یہ ہے کہ ایک شخص ابن عامر نامی نصرانی شام میں تھا اور مدینہ منورہ میں اکثر یہودی منافق تھے تو اس ابن عامر نے ان لوگوں کو لکھا کہ تم ایک بیٹھک مسجد کے طور پر بناؤ تا کہ اس کے اندر سب صلاح و مشورے ہوا کریں اس کے بعد ہرقل سے لشکر لے کر ان لوگوں کو نکال دیا جائے گا لہٰذا ان منافقوں نے یہ مسجد اس لئے بنائی تھی لہٰذا فرماتے ہیں کہ ان کا مقصد یہ تھا کہ اس یہودی کو یہاں بلا لیں۔

گفت الخ۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں لیکن اب ہم سر راہ پر ہیں اور لڑائی کے قصد میں ہیں مطلب یہ ہے کہ حضورؐ نے تشریف لانے کا وعدہ فرمایا اور یہ فرمایا کہ ابھی تو ہم سفر میں ہیں اور لڑائی کو جا رہے ہیں اس کے بعد آئیں گے اس لئے کہ اس وقت غزوہ تبوک کی تیاری تھی یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اول تو مولاناؒ نے وحی کی ممانعت کا ذکر کیا اس کے بعد اس کو بیان کیا کہ حضورؐ نے وعدہ فرمایا تو کیا بعد وحی وعدہ فرمایا تھا بات یہ ہے کہ اول تو مولانا نے قصہ کو مجمل طور پر بیان فرما دیا تھا اور اب اس کو مفصل طور پر بیان فرما رہے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ

زین الخ۔ یعنی (آپ نے فرمایا کہ) اس سفر سے جبکہ میں واپس ہوں گا اس وقت اس مسجد کی طرف آؤنگا اب دیکھو کہ اس فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ دل سے حضور کو بشاشت نہ تھی ورنہ کیا مشکل تھا کہ چند قدم تشریف لے جاتے مگر اس وقت یہی چاہا کہ ٹال دیں۔

دفع الخ۔ یعنی آپ نے ان کو ٹال دیا اور غزوہ کی طرف تشریف لے گئے۔ دغا بازوں کے ساتھ دغا کی ایک

www.besturdubooks.wordpress.com

بازی کھیلی۔ اس دعا سے مراد یہ مکروفریب نہیں ہے بلکہ یہ مکروہ ومکراللہ کے قبیل سے ہے جیسا کہ وہاں مکرحق تعالیٰ کی طرف منسوب ہے اسی طرح یہاں دغا بھی حضور کی طرف نسبت کر دی گئی ہے مقصود یہ ہے کہ ان کے کرتوت کا بدلا آپ نے بھی دیا۔

چوں بیامد از غزا باز آمدند	جنگ اندر وعدۂ ماضی زدند
جب (رسولؐ) غزوے سے آئے وہ پھر آئے	(اور) پہلے وعدے کا سہارا لیا
گفت حقش کاے پیغمبرؐ فاش گو	عذر آور جنگ باشد باش گو
اللہ (تعالیٰ) نے ان سے فرمایا اے پیغمبر صاف کہہ دیجئے	(جانے سے) عذر کر دیجئے جنگ ہوتی ہے تو ہو
گفت اے قوم دغل خامش کنید	تانگویم راز ہا تاں تن زنید
(پیغمبرؐ نے) فرمایا اے مکار قوم! چپ رہو	خاموش ہو جاؤ تاکہ میں تمہارے راز نہ کہہ ڈالوں
گفت تاں بس بد درون و دشمنید	من نخواہم آمد از من بگذرید
(پیغمبر نے) فرمایا تم بدباطن اور دشمن ہو	میں نہیں آؤں گا میرا خیال چھوڑ دو
چوں نشان چند از اسرار شاں	در بیاں آورد بد شد کار شاں
جب آپ نے ان کے بھیدوں کے کچھ نشان	بیان کر دیئے تو ان کا کام بگڑ گیا
قاصداں زو باز گشتند آں زماں	حاش للہ حاش للہ دم زناں
قاصد آپ کے پاس سے واپس ہو گئے (اور) دوسرے وقت	خدا بچائے خدا بچائے کہتے ہوئے
ہر منافق مصحفے زیر بغل	سوئے پیغمبر بیاورد از دغل
ہر منافق قرآن بغل میں دبا کر	مکاری سے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لایا
تاخورد سوگند کایماں جنتے ست	زانکہ سوگند آں کژاں راسنتے ست
تاکہ قسم کھائے کیونکہ قسم ڈھال ہے	اس لئے کہ قسم کھانا ان کجوں کی عادت ہے
چوں ندارد مرد کژ در دیں وفا	ہر زمانے بشکند سوگند را
کج انسان چونکہ دین (کے معاملہ) میں وفا نہیں رکھتا ہے	ہر وقت قسم توڑ دیتا ہے
راستاں را حاجت سوگند نیست	زانکہ ایشاں را دو چشم روشنے ست
سچوں کو قسم کی ضرورت نہیں ہے	اس لئے کہ ان کی دونوں آنکھیں روشن ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

نقض میثاق و عہود از احمقی ست	حفظ ایمان و وفا کار تقی ست
عہد اور پیمان کا توڑنا بے وقوفی ہے	قسموں کی حفاظت اور پورا کرنا متقی کا کام ہے
گفتؐ پیغمبر کہ سوگند شما	راست گیرم یا کہ پیغام خدا
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ تمہاری قسم	سچ سمجھوں یا خدا کا پیغام
باز سوگند دگر خوردند قوم	مصحف اندر دست و برلب مہر صوم
قوم نے پھر دوسری قسم کھائی	ہاتھ میں قرآن منہ پر روزے کی مہر
کہ بحق ایں کلام پاک و راست	کہ بنائے مسجد از بہر خدا ست
کہ اس سچے اور پاک کلام کی قسم	مسجد کی تعمیر خدا کے لئے ہے
اندریں جا ہیچ مکر و حیلہ نیست	قصد ما زاں صدق و ذکر و یارب یست
اس میں کوئی مکر اور حیلہ نہیں ہے	اس سے ہمارا ارادہ سچائی اور ذکر اور یارب کہنا ہے
گفت پیغمبرؐ کہ آواز خدا	می رسد در گوش من ہمچوں صدا
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ خدا کی آواز	میرے کان میں صدا کی طرح آتی ہے
مہر برگوش شما بنہاد حق	تا بآواز خدا نارد سبق
اللہ (تعالیٰ) نے تمہارے کان پر مہر لگا دی ہے	تاکہ خدا کی آواز سے سبق نہ سیکھے
نک صریح آواز حق می آیدم	ہمچو صاف از درد می پالایدم
اب میرے پاس خدا کی صاف آواز آتی ہے	جو مصفّٰی کی طرح مجھے تلچھٹ سے صاف کر دیتی ہے
چوں کلیم اللہ کز سوئے درخت	بانگ حق بشنید کائے مسعود بخت
جس طرح (موسیٰ) کلیم اللہ نے درخت کی جانب سے	اللہ (تعالیٰ) کی آواز سنی کہ اے نیک نصیب!
از درخت انی انا اللہ می شنید	با کلام انوار می آمد پدید
درخت سے "بیشک میں ہی خدا ہوں" سنتے تھے	کلام کیساتھ انوار ظاہر ہو رہے تھے
چوں ز نور وحی وا می ماندند	باز نو سوگند ہا می خواندند
جب وہ (منافق) وحی کے نور سے عاجز آ جاتے	پھر نئی قسمیں کھانے لگتے
چوں خدا سوگند را خواندہ سپر	کے نہد اسپر ز کف پیکار گر
جبکہ اللہ (تعالیٰ) نے قسم کو ڈھال قرار دیا ہے	جنگجو ہاتھ سے ڈھال کب چھوڑتا ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

باز پیغمبرؐ بہ تکذیب صریح	قد کذبتم گفت با ایشاں فصیح
پھر پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صاف جھٹلاتے ہوئے	صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ تم جھوٹے ہو

اندیشیدن یکے از اصحاب بانکار کہ حضرت رسالت رسولؐ چرا ستاری نمیکند

صحابہ میں سے ایک کا شبہ کے ساتھ سوچنا کہ حضرت رسالت رسول پردہ پوشی کیوں نہیں کرتے ہیں

تا یکے یارے ز یاران رسول	در دلش انکار آمد زاں نکول
رسول کے دوستوں میں سے ایک کے	دل میں قسم کے نہ ماننے سے وسوسہ آیا
کاینچنیں پیران باشیب و وقار	می کندشاں ایں پیمبر شرمسار
کہ ایسے بوڑھے اور باوقار لوگوں کو	یہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) شرمندہ کر رہے ہیں
کو کرم کو ستر پوشی کو حیا	صد ہزاراں عیب پوشند انبیاء
کرم کہاں ہے؟ پردہ پوشی کہاں ہے؟ حیا کہاں ہے؟	انبیاء تو لاکھوں عیب چھپاتے ہیں
باز دردل زود استغفار کرد	تا نگردد ز اعتراض او روئے زرد
پھر دل میں بہت جلد استغفار کی	تاکہ اعتراض (کرنے) سے (اللہ کے سامنے) شرمندہ ہو
لیک آں نقش کجش از دل نرفت	مہر بد از طبع بے حاصل نرفت
لیکن ان کے دل سے وہ ٹیڑھا نقش نہ مٹا	دل سے بُروں کی محبت بے نتیجہ نہ رہی
شومی یاری اصحاب نفاق	کرد مومن را چو ایشاں زشت و عاق
منافقوں کی دوستی کی نحوست نے	مومن کو ان (منافقوں) کی طرح بُرا اور نافرمان بنا دیا
باز می زارید کاے علام سر	مر مرا مگذار بر کفراں مصر
انہوں نے پھر گریہ وزاری کی کہ اے بھیدوں کے جاننے والے!	مجھے کفر پر مصر نہ رکھ
دل بدستم نیست ہمچو دید چشم	ورنہ دل را سوزمے ایندم بخشم
آنکھ کی طرح دل میرے قبضہ میں نہیں ہے	ورنہ غصہ میں میں اسی وقت دل کو پھونک دیتا
اندریں اندیشہ خوابش در ربود	مسجد ایشانش پر سرگیں نمود
اس فکر میں ان کو نیند آ گئی	ان کو ان کی مسجد گوبر سے پُر نظر آئی

www.besturdubooks.wordpress.com

سنگہاش اندر حدث جائے تباہ	می دمید از سنگہا دود سیاہ
اس کے پتھر ناپاکی میں بری جگہ (تھے)	اس کے پتھروں سے کالا دھواں اٹھ رہا تھا
دود در حلقش شد و حلقش بخست	از نہیب دود تلخ از خواب جست
دھواں ان کے حلق میں گھسا اور ان کے حلق کو خستہ کر دیا	کڑوے دھوئیں کے خوف سے وہ نیند سے بیدار ہوئے
در زماں در رو فتاد و می گریست	کاے خدا این نشان منکریست
فوراً چہرے کے بل گرے اور روتے تھے	اے خدا یہ منکر ہونے کی علامتیں ہیں
حلم بہتر از چنیں حلم اے خدا	کو کند از نور ایمانم جدا
اے خدا ایسی بردباری سے غصہ بھلا	جو کہ مجھے نور ایمان سے جدا کر رہا ہے

شرح حبیبی

جب آپ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو منافق طلب وفاء وعدۂ گزشتہ کی غرض سے حاضر خدمت ہوئے۔ اس وقت حق سبحانہ نے فرمادیا کہ آپ حیلہ حوالہ سے کام نہ لیجئے بلکہ صاف انکار کر دیجئے۔ لڑائی ہوگی بلا سے ہو کچھ پرواہ نہ کیجئے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ مکارو چپ رہو کیوں اپنے راز کھلواتے ہو۔ تم بڑے بدباطن اور دشمن ہو مجھے معاف رکھو میں نہ آؤنگا لو تم کو کچھاتے پتے کی باتیں بتائے دیتا ہوں اور یہ کہہ کر آپ نے کچھ پتے دینے شروع کئے۔ یہ سن کر ان کے حواس باختہ ہو گئے اور چل دیئے۔ پھر یہ خیال آیا کہ یہ تو الزام ہم نے اپنے سر لے لیا اور گویا کہ ان کے بیانات کو تسلیم کر لیا بہت برا ہوا۔ یہ خیال کر کے حاش للہ حاش للہ کہتے ہوئے پھر لوٹے اور بڑی پختگی کے ساتھ آئے گویا کہ ہر منافق بغل میں ایک قرآن دبائے ہوئے ہے۔ غرض اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے قسمیں کھانے کی غرض سے خوب تیار ہو کر آئے۔ کیونکہ قسمیں جھوٹوں کی سپر ہیں اور ان کا یہی شیوہ ہے چونکہ ٹیڑھے لوگ دین میں وفا تو رکھتے نہیں اس لئے ہر وقت قسم کو توڑتے ہیں اور جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں سچے لوگوں کے لئے فضول قسموں کی ضرورت نہیں کیونکہ خدا نے ان کو دو باطنی روشن آنکھیں عطا کی ہیں جن سے وہ ان قسموں کی لغویت کو محسوس کرتے ہیں۔ عہد و پیمان کو توڑنا حماقت کا کام ہے اور قسموں کو لغویت سے محفوظ رکھنا اور بات کا پکا ہونا یہ متقی کا کام ہے۔ یہ مضمون بمناسبت مقام تبعاً بیان ہو گیا ہے۔ اب ہم پھر اصل مقصد کی طرف عود کرتے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قسموں کو سن کر فرمایا کہ تم ہی بتاؤ کہ میں تمہاری قسموں کا اعتبار کروں یا حق سبحانہ کی قسم کا۔ انہوں نے پھر نہایت پختگی کے ساتھ قسم کھائی جیسے کہ کوئی شخص قرآن ہاتھ میں لے کر اور منہ میں روزہ رکھ کر کہتا ہو کہ اس کلام پاک کی قسم جو آپ پر نازل ہوا ہے کہ ہم نے

مسجد خدا ہی کے لیے بنائی ہے اس میں کوئی مکر اور کوئی حیلہ نہیں اور ہمیں سوائے خلوص اور ذکر اللہ کے اور کچھ مقصود نہیں اور آپ جو فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ اس کی تکذیب کرتے ہیں شاید جناب کے سننے یا سمجھنے میں کچھ خلل واقع ہوا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ حق سبحانہ کی آواز میرے کانوں میں آ رہی ہے۔ تمہارے کانوں پر حق سبحانہ کی مہر ہے اس لیے تم نہیں سن سکتے اور تمہارے کان اس آواز تک نہیں پہنچ سکتے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو تم خود بھی سن سکتے تھے۔ مجھے بالکل مغالطہ نہیں ہوا بلکہ حق سبحانہ کی صاف اور صریح آواز ہے جو میرے لئے حق و باطل کو بالکل جدا کر رہی ہے۔ چونکہ وہ لوگ نور وحی سے بالکل الگ تھے اس لئے اس پر بھی قسمیں کھائے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ صاحب ہم اپنے قصد وارادہ سے خود واقف ہیں پھر ہم کیسے کہیں کہ واقعی ہمارا ارادہ مکر اور فریب کا تھا بات یہ ہے کہ حق سبحانہ قسم کو سپر فرما چکے ہیں۔ پھر یہ جنگجو ڈھال کو ہاتھ سے کیسے رکھ سکتے تھے اس لئے برابر قسموں کو آڑ بنایا کئے۔ آخر تنگ ہو کر آنحضرتؐ نے صاف فرما دیا کہ تم یقیناً جھوٹے ہو اور تمہاری بات میں سچ کا احتمال بھی نہیں اور اس شد و مد سے انکار کیا کہ اس انکار سے ایک صحابی کے دل میں بھی انقباض پیدا ہوا کہ ایسے بڈھے اور معزز لوگوں کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں شرمندہ فرماتے ہیں اس وقت آپ کی کرم طبعی اور پردہ پوشی وحیائے جبلی کو کیا ہوا۔ انبیاء تو ہزاروں عیب چھپاتے ہیں پھر فوراً ہی دل میں توبہ استغفار کی کہ پیغمبر کی نسبت میرے دل میں کیسا گندہ خیال آیا۔ ایسا نہ ہو اس اعتراض سے میں حق سبحانہ کی جناب میں نادم ہوں لیکن اب بھی وہ بے ہودہ وسوسہ ان کے دل سے بالکل نہ نکلا اور ان کی طبیعت سے منافقین کی بُری صحبت بالکل زائل نہ ہوئی۔ دیکھو منافقین کی دوستی کی شامت نے ایک مومن کو بُرا اور نافرمان بنا دیا ولائے کفار یہ بدبلا ہے اس سے بچنا چاہیے خیر پھر وہ حق سبحانہ کی حضور میں گڑگڑائے کہ اے واقف راز تو مجھے اس کفران پر مصرت چھوڑ اور میرے دل سے اس وسوسہ کو دور کر دے جس طرح آنکھ سے دیکھنا میرے قبضہ میں ہے یوں دل کا خیال میرے قبضہ میں نہیں ورنہ میں اس دل سے اتنا بیزار ہوں کہ اس کو آگ لگا دیتا اسی خیال میں ان کو نیند آ گئی اور انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ مسجد گوبر پر بنائی گئی ہے جس میں اشارہ تھا اس کی طرف کہ یہ اغراض خبیثہ پر بنائی گئی ہے اور اس کے پتھر گوہ میں سنے ہوئے ہیں اور ان سے کالا کالا دھواں نکل رہا ہے اس سے اشارہ تھا کہ یہ عمارت ان اغراض سے متلبس ہے جو دوزخ میں لے جانے والی ہیں وہ دھواں ان کے حلق میں بھی پہنچا جس سے ان کے گلے میں سوزش پیدا ہو گئی اس میں اشارہ اس طرف تھا کہ دیکھو تم بھی ان لوگوں کی خیر خواہی میں آ کر سزا کے مستحق ہو گئے۔ اب وہ اس تلخ دھوئیں کے خوف سے بیدار ہو گئے اور فوراً سجدہ میں گئے اور رو کر کہا کہ اے اللہ یہ میرے انکار کی بے ہودگی کی نشانی ہے اب میں سمجھ گیا کہ میرا انکار نہایت بے ہودہ تھا اے اللہ واقعی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سختی جس کو برا سمجھتا تھا آپ کے حلم سے بہتر ہے جس کو میں اچھا سمجھتا تھا۔ وہ حلم جس کو میں اچھا سمجھتا تھا ہرگز اچھا نہیں کیونکہ وہ تو مجھ کو نور ایمان سے علیحدہ کرنے والا ہے اس لئے کہ جب میں اس حلم کو اچھا سمجھوں گا اور وہ پایا نہ جائے گا بلکہ اس کی

www.besturdubooks.wordpress.com

ضد پائی جائے گی تو لامحالہ اس ضد کو برا سمجھوں گا اور یہ میرے سلب ایمان کا باعث ہوگا تو لامحالہ وہ حلم برا ہوگا۔

شرح شبّیری

چون الخ۔ یعنی جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ سے واپس تشریف لائے تو وہ لوگ پھر حاضر ہوئے اور اس گزرے ہوئے وعدہ کے (ایفا کے) طالب ہوئے۔

گفت الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے آپ سے فرمادیا کہ ظاہر طور پر آپ فرمادیجئے اور عذر کر دیجئے لڑائی ہوگی تو ہونے دیجئے۔ مطلب یہ کہ اب ان سے اس کی ضرورت نہیں ہے کہ ان کے ساتھ برتاؤ چاپلوسی کا کیا جائے بلکہ آپ تو صاف فرمادیجئے کہ ہم نہ آئیں گے اب اگر یہ مخالف بھی ہو جائیں تو ہو جانے دیجئے۔ کچھ پرواہ نہیں ہے۔

گفت الخ۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے قوم مکار بس خاموش رہو کہیں میں تمہارے راز نہ کہہ دوں۔ اس سے بس چپ ہی رہو اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت والذین اتخذوا مسجداً ضراراً الخ تو پڑھ ہی دی تھی مگر خود ان کے منہ پر کھلم کھلا کہتے ہوئے لجتے تھے اس لئے فرمایا کہ بس چپ ہی رہو ورنہ پھر سب کہنا پڑے گا۔

گفت الخ۔ یعنی تم بس بد باطن اور دشمن ہو میں ہرگز نہ آؤنگا مجھ سے درگزر کرو۔

چون الخ۔ یعنی جبکہ ان کے اسرار میں سے چند نشانیاں بیان میں لائے تو ان کا سارا کام خراب ہو گیا اس لئے کہ جو سوچا تھا اس کے بالکل خلاف ہوا۔

قاصدان الخ۔ یعنی وہ قاصد اسی وقت وہاں سے حاش اللہ حاش اللہ کہتے ہوئے واپس ہو گئے۔ مطلب یہ کہ اپنے اس خیال تفریق وغیرہ سے تبریہ کرتے تھے کہ توبہ توبہ بھلا ایسا خیال ہو بھی سکتا ہے استغفراللہ۔

ہر الخ۔ یعنی ہر منافق ایک قرآن شریف بغل میں دابے ہوئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دھوکے کے واسطے لایا۔

تا خورد۔ یعنی تاکہ وہ قسم کھائے کہ قسمیں تو ڈھال ہیں اس لئے کہ قسمیں کج لوگوں کا طریقہ ہیں۔ یعنی جو لوگ کجرو ہوتے ہیں وہ تو ذرا ذرا سی بات میں قسم کھایا کرتے ہیں اور ان کا تو طریقہ یہی ہے لہٰذا وہ بھی قسمیں کھانے کو ایک ایک مصحف بغل میں دابے ہوئے چلے آئے۔

چون الخ۔ یعنی جبکہ کجرو آدمی دین میں وفا نہیں رکھتا تو وہ ہر گھڑی ایک قسم کو توڑتا ہے۔

راستاں الخ۔ یعنی سچوں کو حاجت قسم کھانے کی نہیں ہے اس لئے کہ ان کی دونوں آنکھیں روشن ہیں مطلب یہ کہ جو کجرو ہیں ان کو تو اس کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ ہر بات پر قسم کھائیں مگر جو سچے ہوتے ہیں ان کو حاجت قسم کی نہیں ہوتی اس لئے کہ ان کی تو دونوں آنکھیں روشن ہیں اور وہ ہر بات کو کالمعائنہ دیکھ رہے ہیں اور ان کے قلب کا اثر دوسروں پر بھی پڑتا ہے لہٰذا ان کو قسم کھانے کی حاجت نہیں ہوتی یہ تو کذابوں ہی کا طریقہ ہوتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

نقض الخ۔ یعنی میثاق اور عہد کا توڑنا احمق پن کی بات ہے اور قسموں کی حفاظت اور ان کو پورا کرنا متقی آدمی کا کام ہے۔

گفت الخ۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہاری قسم کو سچ سمجھوں یا کہ حق تعالیٰ کی قسم کو کہ فرماتے ہیں واللہ یشھدان المنافقین لکاذبون۔

باز الخ۔ یعنی پھر لوگوں نے دوسری قسم کھائی کہ قرآن تو ہاتھ میں اور منہ پر مہر روزہ کی۔ یعنی قسم کھاتے تھے کہ ہم اس قرآن کی قسم کھاتے ہیں اور ہمارے منہ میں روزہ ہے کہ ہم سچے ہیں خود فرماتے ہیں کہ

کہ بحق الخ۔ یعنی کہ قسم ہے اس کلام پاک اور سچے کی کہ اس مسجد کی بنا خدا ہی کے واسطے ہے اور کہتے تھے کہ

اندر ینجا الخ۔ یعنی اس جگہ کوئی مکر اور حیلہ نہیں ہے بلکہ ہمارا مقصد اس بنانے سے صدق اور ذکر اور یارب کہنا ہے مطلب یہ کہ صرف ذکر اللہ کی غرض سے بنائی ہے اور کوئی غرض فاسد نہیں ہے۔

گفت پیغمبر الخ۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کی آواز میرے کان میں صدا کی طرح آ رہی ہے۔ مطلب یہ کہ میں اس ممانعت کو اس وقت بھی سن رہا ہوں گویا کہ ابھی تک وہی آواز آ رہی ہے کہ لاتقم فیہ ابدا اب ان کو یہ شبہ ہوا کہ ہم کو تو کہیں بھی سنائی نہیں دیتی اس کا جواب فرماتے ہیں کہ

مہر الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے کانوں پر مہر لگا دی ہے تاکہ آواز خدا تم تک سبقت نہ لاوے۔ مطلب یہ کہ تم پر خدا کی پھٹکار ہے اس لئے تم سن نہیں سکتے ورنہ آواز برابر آ رہی ہے۔

نک الخ۔ یعنی یہ صریح حق تعالیٰ کی آواز مجھے آ رہی ہے اور صاف کی مثل ورد سے مجھے صاف کر رہی ہے آگے فرماتے ہیں کہ یہ آواز آنا کچھ جائے تعجب نہیں ہے اس لئے کہ پہلے انبیاء کو بھی بلا واسطہ آواز آئی ہے جیسے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام تھے اسی کو فرماتے ہیں کہ

چون الخ۔ یعنی حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کی طرح کہ وہ درخت کی طرف سے حق تعالیٰ کی آواز کو سن رہے تھے کہ اے مسعود نصیب والے۔ قرآن شریف میں جو ہے کہ حق تعالیٰ کی آواز آئی یا موسیٰ انی انا اللہ تو اس ندا یا موسیٰ کو اس طرح تعبیر کر دیا۔

از درخت الخ۔ یعنی درخت سے آواز انی انا اللہ کو سنتے تھے اور کلام کے ساتھ انوار ظاہر ہو رہے تھے غرضکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب یہ حالت ہے تو میں تمہارے کہنے کو کس طرح مان لوں آگے فرماتے ہیں کہ

چون الخ۔ یعنی جبکہ نور وحی سے وہ عاجز رہتے تھے تو پھر نئی قسمیں کھاتے تھے۔ یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب اس قدر ان کی تکذیب کر دی گئی تھی تو اب ان کو کیا امید تھی کہ ان کی تصدیق کی جائے گی۔ تو پھر وہ اس قدر قسمیں کیوں کھاتے تھے مولانا اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ

چون الخ۔ یعنی جبکہ قرآن شریف میں حق تعالیٰ نے قسم کو ڈھال فرمایا ہے تو بھلا لڑنے والا سپر کو ہاتھ سے

www.besturdubooks.wordpress.com

کب رکھتا ہے قرآن شریف میں ہے اتخذوا ایمانهم جنة تو دیکھو جب کوئی لڑتا ہے تو اگرچہ یقین ہے کہ میں ہار جاؤنگا مگر تب بھی طبعاً بے اختیار سپر سامنے آ ہی جاتی ہے تو اسی طرح ان کو اگرچہ یقین تھا کہ ہماری باتیں سب غلط ثابت ہوں گی مگر وہ قسمیں کھا ہی رہے تھے کہ شاید یقین آ جائے۔

باز الخ۔ یعنی پھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے تکذیب صریح سے قد کذبتم ان سے صاف طور پر فرمادیا۔ آگے مولانا ایک اور قصہ اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر ان کو کاذب فرمادیا تو ایک صحابی کو یہ وسوسہ ہوا کہ اگرچہ وہ کاذب ہی تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح صاف طور پر نہ فرمانا چاہیے تھا کہ اس میں ان کی دل شکنی ہے اس پر حق تعالیٰ نے ان پر نیند کو غالب کیا اور اس میں ان کو اس مسجد کو پر گندگی دکھادیا تب انہوں نے اس وجہ سے توبہ کی اور اسی میں مولانا یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایسے ایسے وسوسے سب صحابہ کو آئے مگر ہم بیان نہیں کرتے اس لئے کہ شاید کسی کو ان حضرات کی طرف سے بدگمانی ہو جائے مگر یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ سارا قصہ مسجد ضرار کا جس طرح کہ مولانا نے بیان کیا ہے کہیں مذکور نہیں ہے اور پھر یہ قصہ صحابی کا تو کہیں ہے ہی نہیں تو انہوں نے یہ قصہ کہاں سے نقل کیا ہے اس کی توجیہ یہ کی جاسکتی ہے کہ یہ حدیث منامی کو بیان کر رہے ہیں ممکن ہے کہ ان پر یہ سب حالات اس طرح سے منکشف ہوئے ہوں کہ یوں ہوا ہے اور خواب محتاج تعبیر ہوتا ہے مگر انہوں نے تعبیر نہیں دی بلکہ اس کو واقعہ ہی سمجھ کر یہاں ذکر کر دیا اور چونکہ یہ قصہ ایسا ہے جس پر مدار تو ہے نہیں نہ کوئی حکم اس سے نکلتا ہے اس لئے اگر اس کو روایت اپنے لفظوں میں بھی کر دیا جائے تب بھی مضائقہ نہیں ہے اگرچہ یہ ایک توجیہ بھی ہے مگر خیر چونکہ بزرگوں سے حسن ظن ہے اس لئے بنایا جائے گا ورنہ کہیں یہ قصہ نظر سے تو گزرا نہیں اور ممکن ہے کہ مولانا نے کسی سیر کی کتاب میں دیکھا ہو اور اس سے نقل کیا ہو اب سنو کہ فرماتے ہیں۔

ایک صحابی کا سوچنا کہ حضور ﷺ لحاظ کیوں نہیں کرتے

تا کہ الخ۔ یعنی حضور نے اس قدر صریح طور پر انکار فرمایا کہ یاران رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک یار کے دل میں اس انکار سے شبہ پیدا ہوا۔

کا ین الخ۔ یعنی کہ ایسے باوقار بوڑھوں کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم شرمندہ فرمارہے ہیں۔

کو کرم الخ۔ یعنی کہاں ہے کرم اور کہاں ہے عیب پوشی اور حیا اس لئے کہ انبیاء تو لاکھوں عیوب کو چھپاتے ہیں۔

باز الخ۔ یعنی پھر جلدی سے دل میں استغفار کی تا کہ اس اعتراض سے پھر شرمندہ نہ ہو۔

لیک الخ۔ یعنی لیکن وہ نقش کج اس کے دل سے نہ گیا اور وہ مہر بداس کے بے حاصل طبیعت سے زائل نہ ہوئی۔

شومی الخ۔ یعنی اصحاب نفاق کی صحبت کی نحوست نے مومن کو بھی اپنی طرح برا اور عاق بنالیا۔

بازی الخ۔ یعنی وہ پھر روتے تھے کہ اے دانائے رازہائے پوشیدہ مجھے اس ناشکری پر مصر نہ فرمائیے۔

دل الخ۔ یعنی دل میرے قبضہ میں نہیں ہے مثل آنکھ کے دیکھنے کے ورنہ اس وقت تو غصہ کی وجہ سے دل کو

www.besturdubooks.wordpress.com

جلاؤ الناء۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ آنکھ کا کھول دینا تو کچھ قبضہ میں ہے مگر یہ کہ وہ دیکھے بھی یہ قبضہ میں نہیں ہے۔ اسی طرح دل بھی قبضہ میں نہیں ورنہ اس کو غارت کر دیتا کہ اس میں اس قدر عظیم الشان وسوسہ آتا ہے۔

اندریں الخ۔ یعنی اس سوچ میں ان کو نیند آگئی تو ان کی مسجد کو گوبر سے بھرا ہوا دیکھا۔

سنگہاش الخ۔ یعنی اس کے پتھر ناپاکی میں اور جگہ خراب اور اس کے پتھروں میں سے سیاہ دھواں نکل رہا تھا۔

دود دالخ۔ یعنی ان کے حلق میں دھواں گیا تو ان کا حلق گھٹا تو اس دھوئیں کی سختی سے نیند سے اٹھ بیٹھے۔

درزماں الخ۔ یعنی اسی وقت سجدہ میں گر پڑے اور روتے تھے کہ اے الٰہی یہ تو منکری کی نشانی ہے۔

حلم الخ۔ یعنی ایسے حلم سے تو نفرت ہی بہتر ہے اے خدا جو کہ مجھے نور ایمان سے جدا کر دے یعنی بے شک وہ اس کے سزاوار تھے اور اس حلم سے یہ اور نفرت ہی بہتر ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

گر بکاوی کوشش اہل مجاز	تو بتو گندہ بود ہمچوں پیاز
اگر تو نام کے مسلمانوں کی کوشش کی کھود کرید کریگا	تو وہ پیاز کی طرح تہہ بہ تہہ بدبودار ہو گی
ہر یکے از یکدگر بے مغز تر	صادقاں را یک زدیگر نغز تر
ہر (تہہ) دوسری سے زیادہ بے مغز ہو گی	سچوں کی ایک (تہہ) دوسری سے زیادہ اچھی ہو گی
صد کمر بستہ بمکر آں قوم ست	از نفاق و زرق و دین نادرست
اس ست قوم نے مکاری پر سو (طرح سے) کمر باندھی تھی	نفاق اور جھوٹ اور غلط دین کی وجہ سے
صد کمر آں قوم بستہ بر قبا	بہر ہدم مسجد اہل قبا
وہ قوم سو (طرح سے) قبا پر کمر کسے ہوئے تھی	قبا والوں کی مسجد کو منہدم کرنے کے لئے
ہمچو آں اصحاب فیل اندر حبش	کعبہ کردند و حق آتش زدش
ان ہاتھی والوں کی طرح جنہوں نے حبشہ میں	کعبہ بنایا اور اللہ نے اس میں آگ لگا دی
قصد خانہ کعبہ کردند ز انتقام	حال شاں چوں شد فرو خواں از کلام
بدلہ لینے کے لئے انہوں نے خانہ کعبہ کا قصد کیا	ان کا کیا حال ہوا؟ کلام اللہ میں پڑھ لے
مرسیہ رویان دیں را خود جہیز	نیست الا حیلت و مکر و ستیز
دین کے روسیاہوں کا سامان	حیلہ اور مکر اور لڑائی کے سوا کچھ نہیں ہے

شرح حبیبی

واقعی بات یہ ہے کہ جو لوگ دین کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں ان کی کوششیں سراسر گندہ ہوتی ہیں اور ان کی

www.besturdubooks.wordpress.com

کوششوں میں یوں گندگیوں کی تہیں لگی ہوتی ہیں جس طرح پیاز کے چھلکے۔ ان میں سے ہر ایک دوسری سے نکمی ہوتی ہے برخلاف ان لوگوں کے جو سچے ہیں ان کی ہر کوشش دوسری سے عمدہ ہوتی ہے جب یہ استطرادی مضمون سن چکے تو اب اصل مضمون کی طرف انتقال کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے نفاق اور دغا اور بددینی کے سبب سینکڑوں مکر کے پٹکے اپنی کمر پر باندھ رکھے تھے اور مسجد قبا کے ویران کرنے کے لئے ہزاروں جدوجہد کیں لیکن سب غارت ہو گئیں جس طرح اصحاب فیل نے حبشہ میں خانہ کعبہ بنایا اور خدا نے اس کو اپنے ایک نیک بندے کے ہاتھوں آگ لگا دی تھی اور پھر انہوں نے اس کے انتقام کے لئے خانہ کعبہ کو مسمار کرنے کی کوشش کی لیکن تم کلام اللہ میں اس کا حال بھی پڑھ لو کہ کیا ہوا۔ غرض بددین لوگوں کا سرمایہ سوائے مکر و حیلہ و مخالفت کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اسی سے وہ اطفاء نور حق کی کوشش کرتے ہیں۔ ویابی اللہ الا ان یتم نورہ۔

شرح شبّیری

گر بکاوے الخ۔ یعنی اگر تم اہل مجاز کی کوشش میں کاوش کرو تو اسی طرح تہ بر تہ گندگی پیاز کی طرح دیکھو۔

ہر یکے الخ۔ یعنی اہل مجاز تو ایک دوسرے سے بے مغزی زیادہ ہوتے ہیں اور صادق ایک دوسرے سے اچھے ہوتے ہیں آگے پھر ان منافقوں کا قصہ ہے کہ

صد کمر الخ۔ یعنی قوم ست نفاق اور مکر اور دین نادرست میں خوب مستعد تھی۔

صد کمر الخ۔ یعنی اس قوم نے قبا پر سو کمریں باندھ رکھی تھیں اہل قبا کی مسجد کے ہدم کے واسطے۔ مطلب یہ کہ خوب مستعد تھے آگے ان کی اس مسجد کی ایک مثال فرماتے ہیں

ہچو الخ۔ یعنی مانند اصحاب فیل کے کہ انہوں نے حبش میں ایک کعبہ بنایا تھا اور حق تعالیٰ نے اس میں آگ لگا دی تھی قصہ اس کا مشہور و معروف ہے۔

قصد الخ۔ یعنی اول اصحاب فیل نے قصد کعبہ کا انتقام کی وجہ سے کیا تو جو ان کا حال ہوا اس کو قرآن شریف سے پڑھ لو کہ آیا ہے۔ الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل الخ۔ آگے مولانا فرماتے ہیں۔

مر سیہ الخ۔ یعنی سیہ رویان دین کے لئے خود کوئی اور سامان ہی نہیں ہے مگر حیلہ اور مکر اور لڑائی کہ ان کے پاس یہی سامان ہے۔

ہر صحابی دید زاں مسجد عیاں	واقعہ باشد یقیں شاں سرآں
ہر صحابی نے اس مسجد کو دیکھ لیا نمایاں	واقعہ یہاں تک کہ ان کو اصلیت کا یقین آ گیا
واقعات ار باز گویم یک بیک	پس یقیں گردد صفا بر اہل شک
میں اگر ایک ایک کر کے واقعات بتاؤں	تو شکی لوگوں کو صاف یقین ہو جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

لیک می ترسم زکشف راز شاں	نازنینا نند و زیبد ناز شاں
لیکن ان کا راز کھولنے سے میں ڈرتا ہوں	وہ نازوں کے پالے ہوئے ہیں ان کو ناز کرنا زیب دیتا ہے
شرع بے تقلید می پذرفتہ اند	بے محک آں نقد را بگرفتہ اند
انہوں نے شریعت کو بے تقلید قبول کیا ہے	بغیر کسوٹی کے اس نقد کو لیا ہے
حکمت قرآں چو ضالہ مومن ست	ہر کسے از ضالۂ خود موقن ست
قرآن کی حکمت چونکہ مومن کی گم شدہ چیز ہے	ہر شخص کو اپنی گم شدہ چیز پر (دیکھنے کے بعد) یقین آجاتا ہے

شرح حبیبی

ہر صحابی نے اس مسجد سے ایسے واقعات دیکھے جن سے کہ اس مسجد کی حقیقت منکشف اور متیقن ہوگئی اگر میں ایک ایک واقعہ کو بیان کروں تو اہل قلب کو ان کی صفائی قلب متیقن ہو جائے لیکن ان کے رازوں کو کھولتے ہوئے ڈرتا ہوں مبادا کوئی اپنی کجی طبع سے شبہ میں نہ پڑ جائے اور صحابہ کی نسبت یہ خیال نہ کرے کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرتے تھے اور آپ کی تصدیق نہ کرتے تھے حالانکہ یہ سب باطل ہے اور بالکل غلط ہے ان کا اگر کوئی اعتراض بھی ہو تو وہ حقیقت میں اعتراض نہیں بلکہ ناز ہے اور یہ لوگ نازنین ہیں محبوب خدا اور رسول ہیں ان کا ناز بجا ہے ان کی حالت یہ ہے کہ بدوں تقلید کے انہوں نے شرع کو قبول کیا ہے اور بلا استدلالات کی کسوٹی پر جانچے ہوئے اس سونے کو لیا ہے اس پر کوئی شبہ نہ کرے کہ جب انہوں نے دین الٰہی کی حقانیت دلیل سے معلوم نہیں کی تو ضرور تقلیدی تھی پھر کیسے کہا جاتا ہے کہ تقلید بھی نہ تھی کیونکہ تصدیق تقلیدی واستدلالی میں منحصر نہیں بلکہ اس کا ایک طریق مشاہدہ بھی ہے پس چونکہ حکمت قرآن یعنی حق مومن کی گم شدہ اونٹنی ہے جس کو وہ روز الست سے جانتا ہے لیکن عوارض کے سبب کبھی وہ مخفی ہو جاتا ہے۔ اس لئے جب اس کا سامنا ہوتا ہے اور عوارض زائل ہو جاتے ہیں تو وہ فوراً اس کو پہچان لیتا ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ ہر کوئی اپنی کھوئی ہوئی چیز کو دیکھ کر پہچان لیتا ہے۔

شرح شبّیری

ہر صحابی الخ۔ یعنی ہر صحابی نے اس مسجد کا ظاہر طور پر ایک واقعہ دیکھ لیا یہاں تک کہ ان پر اس کا سب بھید ظاہر ہو گیا۔

واقعات الخ۔ یعنی اگر ایک ایک کر کے واقعات کو بیان کروں تو اہل شک کو صاف طور پر یقین ہو جائے۔

لیک الخ۔ یعنی لیکن میں ان کے راز کے اظہار سے ڈرتا ہوں اس لئے کہ وہ نازنین ہیں اور ان کا ناز ان پر پھبتا ہے اور اگر چہ اب بھی یہ تو معلوم ہو گیا کہ ان کو شبہ ہوا مگر جب ہر ایک کا شبہ الگ الگ بیان کیا جائے گا تو وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

بُری بات ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ میں اور زیادہ اظہار نہیں کرتا۔

شرع الخ۔ یعنی شریعت کو بے تقلید (استدلال) کے قبول کرلیا ہے اور بے کسوٹی کے اس نقد ایمان کو حاصل کیا ہے۔ مطلب یہ کہ ان کو استدلال کی ضرورت نہیں ہوئی بلکہ ان کو تو عین الیقین ہو گیا اور بالکل ظاہر طور پر انہوں نے ایمان کی باتوں کو دیکھ لیا اور ان کو قبول کرلیا آگے فرماتے ہیں کہ

حکمت الخ۔ یعنی حکمت قرآنی مومن کی گم شدہ شے کی طرح ہے اور ہر شخص اپنی گم شدہ شے میں یقین کرنے والا ہے مطلب یہ ہے کہ ان حضرات نے جو بے استدلال کے ایمان کو قبول کرلیا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ہے اس لئے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ کل مولود یولد علی الفطرۃ تو ہر شخص کے اندر استعداد قبول حق کی ہوتی ہے اور جب وہ شے جس کی قبولیت کی استعداد ہے سامنے آتی ہے تو وہ استعداد ظاہر ہوتی ہے اور یہ شخص پہچان لیتا ہے کہ ہاں یہ وہی شے ہے کہ جو اب تک میرے قلب میں پوشیدہ تھی اور جس کا ظہور نہ ہوا تھا اور اس وقت ظاہر ہوا ہے ورنہ دیکھو غور کرنے کی بات ہے کہ اگر اس کو اس شے کے متعلق کچھ بھی اطلاع نہ ہوتی اور پہلے سے کچھ خبر نہ ہوتی تو یہ جو سنتے ہی بشاش ہو جاتا ہے اور اس کو قبول کر لیتا ہے یہ کیوں۔ معلوم ہوتا ہے اس کے اندر پہلے سے بھی وہ شے اجمالی درجہ میں تھی اس کو سنتے ہی خوش ہوتا ہے کہ الحمد للہ کہ تفصیل کا علم ہو گیا اور یہ بات ہر شخص کو پیش آتی ہے اور اس کی مثال محسوسات میں ایسی ہے کہ جیسے کسی شخص کی کوئی شے گم ہو گئی وہ خواہ اس کی تلاش میں تھا یا تلاش میں بھی نہ تھا بلکہ اچانک سامنے پڑی ہوئی وہ شے مل گئی تو اب اس شخص کو اس کی ضرورت نہیں کہ اس شے کو پہچاننے کے لئے وہ استدلال کرے کہ چونکہ میری چیز ایسی تھی اور اس میں یہ علامت تھی وغیرہ وغیرہ اس لئے یہ میری ہے بلکہ وہ دیکھتے ہی پہچان لے گا کہ یہ میری ہے اسی طرح چونکہ انسان میں استعداد فطری ہوتی ہے اس لئے اس کے سامنے اس کی استعداد کے موافق جو شے آئے گی وہ اس کو بے استدلال کے پہچان لے گا۔ ہاں بوجہ تفاوت بین الاستعداد کے یہ ضرور ہوگا کہ جس کی استعداد کامل ہوگی وہ ایسی اشیاء کو شناخت کرے گا اور جس کی ناقص ہوگی وہ ویسی کو مگر ہاں پہچان ضرور ہوگی تو اسی طرح چونکہ حضرات صحابہ کی استعداد کامل تھی اس لئے بلا کسی استدلال کے وہ حضرات علوم و معارف و حقائق کا بالکل معائنہ کرتے تھے اور ان کے لئے وہ مثل عین الیقین کے ہو جاتا تھا پھر ان میں بھی جو اکمل تھے ان کو کسی فکر اور سوچ کی بھی ضرورت نہ ہوتی تھی جیسے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عبداللہ بن سلام کہ فرماتے ہیں لما رایت وجھہ علمت انہ لیس بوجہ کذاب تو دیکھو اس پہچان لینے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل میں پہلے سے بھی کوئی بات تھی اور کوئی علامت مضمر تھی کہ جو دیکھتے ہی ان کو نظر آ گئی آگے اس مثال کو خود واضح فرماتے ہیں کہ

اشترے الخ۔ یعنی تم نے اگر ایک اونٹ گم کیا ہے اور اس کو کوشش سے تلاش کر رہے ہو تو جب وہ مل جائے گا تو تم کس طرح معلوم نہ کرلو گے کہ وہ تمہارا ہے۔ یقیناً جب اس پر نظر پڑے گی اس وقت کہہ دو گے کہ یہ میرا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اس لئے کہ وہ تمہارے پاس رہا ہے تم نے اس کو بار ہا دیکھا ہے اگرچہ آج بعد ایک مدت کے ملا ہے مگر تم کو دیکھتے ہی اس کی وہ ساری علامتیں معلوم ہو گئیں اور اس کو فوراً ہی پہچان لیا اسی طرح چونکہ علوم و معارف کو تم روز ازل میں دیکھ چکے ہو اور معلوم کر چکے ہو اس لئے یہاں سنتے ہی فوراً معلوم ہو گیا کہ آ ہا یہ تو وہ ہے جو ہم سن چکے ہیں ہاں اس کا ادراک نہیں ہوتا اس لئے کہ اگر اس کا ادراک ہو تو وہ بھی ایک استدلال ہو گیا کہ چونکہ ہم نے اس کو پہلے دیکھا ہے اور فلاں جگہ یہ ہمارے پاس رہی ہے لہٰذا یہ ہماری ہے۔ نہیں بلکہ اول وہلہ میں جو اس پر نظر پڑی بس معلوم ہو گیا کہ میری ہے کسی فکر اور غور کی ضرورت نہیں ہے آگے اس کو ایک قصہ سے واضح فرماتے ہیں کہ

قصہ آں شخص کہ اشتر ضالہ خود را می جست و نشاں می پرسید

اس شخص کا قصہ جو اپنے گم شدہ اونٹ کو تلاش کرتا تھا اور پتہ پوچھتا تھا

اشترے گم کردی و جستیش چست	چوں بیابی چوں ندانی کان تست
تو نے اونٹ گم کیا اور اس کو چستی سے ڈھونڈا	جب تو اسے پالے گا کیسے نہ سمجھے گا کہ وہ تیری ملکیت ہے
ضالہ چہ بود ناقۂ گم کردۂ	از کف بگریختہ در پردۂ
گم شدہ چیز کیا تھی؟ گم شدہ اونٹنی	جو تیرے ہاتھ سے نکل بھاگی، چھپ گئی
آمدہ در بار کردن کارواں	اشتر تو زاں میاں گشتہ نہاں
قافلہ لادنے کے لئے آیا	تیرا اونٹ اس دوران چھپ گیا
کارواں در بار کردن آمدہ	اشتر تو زاں میانہ گم شدہ
قافلہ لادنے کے لئے آیا	تیرا اونٹ اس درمیان میں گم ہو گیا
می دوی ایں سو و آں سو خشک لب	کارواں دور شد و نزدیک شب
تو خشک ہونٹوں کیساتھ ادھر دوڑتا ہے	قافلہ دور ہو گیا اور رات نزدیک ہے
رخت ماندہ برزمیں در راہ خوف	تو پئے اشتر رواں گشتہ بطوف
خوفناک راستہ میں سامان زمین پر پڑا ہے	تو اونٹ کے پیچھے چکر کاٹ رہا ہے
کاے مسلماناں کہ دید ست اشترے	جستہ بیروں بامداد از آخرے
کہ اے مسلمانو! کسی نے وہ اونٹ دیکھا ہے	جو صبح کو تھان سے نکل بھاگا ہے
ہر کہ بر گوید نشان از اشترم	مژدگانی می دہم چندیں درم
جو میرے اونٹ کا پتہ بتائے گا	میں اس کو اتنے درہم انعام میں دوں گا

www.besturdubooks.wordpress.com

بازمی جوئی نشاں از ہر کسے	ریشخندت می کند زیں ہر خسے
پھر تو ہر شخص سے پتہ پوچھتا ہے	اس پر ہر کمینہ تیری مذاق اڑاتا ہے
کاشترے دیدیم می رفت ایں طرف	اشترے سرخے بسوئے آں علف
کہ میں نے ایک اونٹ دیکھا ہے جو ادھر جا رہا تھا	ایک سرخ اونٹ اس چراگاہ کی جانب
آں یکے گوید بریدہ گوش بود	واں دگر گوید جلش منقوش بود
ایک کہتا ہے کہ کن کٹا تھا	دوسرا کہتا ہے اس کی جھول منقش تھی
آں یکے گوید شتر یک چشم بود	واں دگر گوید زکر بے پشم بود
ایک کہتا ہے اونٹ کانا تھا	دوسرا کہتا ہے خارش کی وجہ سے بے اون تھا
از برائے مژدگانی صد نشاں	از گزافہ ہر خسے کردہ بیاں
انعام کے لئے سو علامتیں	گپ شپ میں ہر کمینہ نے بتائیں
اے دل ایں اسرار را در گوش کن	قسم تو گر ہست زیں خوش نوش کن
اے دل! ان رازوں کو سن لے	اگر تیری قسمت میں ہے اس سے خوشگوار غذا حاصل کرلے
ہمچنانکہ ہر کسے در معرفت	می کند موصوف غیبی را صفت
جس طرح کہ ہر شخص خدا شناسی میں	غیبی موصوف کی صفتیں بیان کرتا ہے

شرح حبیبی

اچھا فرض کرو کہ تمہارا ایک اونٹ گم ہوگیا اور تم نے اس کو ڈھونڈنا شروع کیا تو بتلاؤ کہ اگر وہ تمہیں مل جائے تو تم اسے کیسے نہ پہچان لوگے کہ یہی میرا مملوک ہے پس تم ضالہ مومن کو بھی اسی اونٹنی کی مثل سمجھو جو گم ہوگئی ہے اور تمہارے ہاتھ سے بھاگ کر تمہاری نظر سے اوجھل ہوگئی ہے۔ یہاں سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ قافلہ لدنے لگا ہے اور تمہارا اونٹ غائب ہوگیا ہے تم ادھر ادھر دوڑ رہے ہو۔ ہونٹوں پر خشکی آئی ہوئی ہے قافلہ دور نکل گیا ہے رات ہونے کو ہے اسباب زمین پر پڑا ہوا ہے راستہ خطرناک ہے تم یہ حالت دیکھ کر اونٹ کے پیچھے نہایت مستعدی کے ساتھ گھوم رہے ہو اور لوگوں سے پوچھتے ہو کہ مسلمانو! میرا اونٹ آخور پر سے کہیں نکل گیا ہے کسی نے دیکھا ہو تو بتا دو جو میرے اونٹ کا پتہ بتائے گا اس کو اس قدر درہم مزدوری دونگا۔ جب ایک جگہ پتہ نہیں لگتا تو پھر تم دوسری جگہ تلاش کرتے ہو اور وہاں لوگوں سے پوچھتے ہو وہ لوگ تم پر ہنستے ہیں ایک کہتا ہے کہ ہاں میں نے دیکھا ہے ایک سرخ رنگ اونٹ اس طرف کو اس چراگاہ کو جا رہا تھا۔ ایک کہتا ہے اس

www.besturdubooks.wordpress.com

کا کان کٹا ہوا تھا۔ کوئی کہتا ہے اس کی جھول منقش تھی کوئی کہتا ہے اونٹ کانا تھا۔ کوئی کہتا ہے کہ خارش کے سبب اس کی اون اڑ گئی تھی غرض دل لگی کے ساتھ مزدوری کے لالچ میں ہر ذلیل سینکڑوں نشان بیان کر رہا ہے یہ تو واقعہ ہے لیکن اے دل تو اسے قصہ نہ سمجھ بلکہ اگر تیری قسمت میں ہے تو اس سے عمدہ غذا حاصل کر۔ یہ ان لوگوں کی مثال ہے جو معرفت میں انکل پچو موصوف غیبی کی صفت بیان کرتے ہیں اور حقیقت سے بالکل واقف نہیں۔

قصہ اس شخص کا کہ گم شدہ اونٹ کا پتہ پوچھ رہا تھا

شرح شبّیری

ضالہ الخ۔ یعنی ضالہ کیا ہوتا ہے ایک گم شدہ ناقہ ہے کہ وہ تمہارے ہاتھ سے کہیں بھاگ گئی ہو۔

کاروان الخ۔ یعنی قافلہ تو اسباب لاد رہا ہے اور تمہارا اونٹ درمیان میں سے گم ہو گیا ہو۔

می دوی الخ۔ یعنی تم ادھر ادھر دوڑتے پھرتے ہو اور لب خشک ہیں کہ قافلہ تو دور چلا گیا ہے اور رات نزدیک ہے۔

رخت الخ۔ یعنی اسباب تو زمین پر پڑا ہوا ہے اور راستہ پر خوف ہے اور تم اونٹ کے پیچھے چاروں طرف دوڑتے پھرتے ہو کہ شاید کہیں مل جائے اور پوچھتے ہو کہ

کاے الخ۔ یعنی کہ اے مسلمانو! کسی نے ایک اونٹ دیکھا ہے کہ وہ صبح ہی ایک آخور میں سے چھوٹ گیا ہے۔

ہر کہ الخ۔ یعنی جو کوئی کہ میرے اونٹ کا پتہ دے گا میں اس کو اتنے درہم مزدوری دوں گا۔

باز الخ۔ یعنی پھر تم ہر شخص سے نشانی پوچھ رہے ہو تو اس پر ہر شخص تمہارے اوپر ہنستا ہے اور کہتا ہے کہ

کاشتری الخ۔ یعنی کہ ایک اونٹ سرخ ہم نے دیکھا ہے کہ اس طرف کو چراگاہ کی طرف جا رہا تھا۔

آن الخ۔ یعنی ایک کہتا ہے کہ کان کٹا تھا اور دوسرا کہتا ہے کہ ہاں اس کی جھول منقش تھی

آن الخ۔ یعنی ایک کہتا ہے کہ اونٹ یک چشم تھا اور دوسرا کہہ رہا ہے کہ خارش کی وجہ سے بے اون کے تھا۔ غرض کہ ہر شخص غلط سلط انکل پچو علامتیں بتا رہا ہے۔

از برائے۔ یعنی مزدوری کے لیئے کو سینکڑوں نشانیاں بے ہودگی کی وجہ سے ہر کمینہ بیان کر رہا ہے۔ تو دیکھو کہ یہ ساری اس اونٹ کی نشانیاں بیان کر رہے ہیں مگر وہ اونٹ کا مالک سب کو جانتا ہے کہ یہ بالکل غلط ہیں اور یہ سارے جھوٹے ہیں۔ اسی طرح جو کہ طالب حق ہوتا ہے اس کو حق کی تلاش ہوتی ہے اور لوگ اس کو بہکاتے ہیں کوئی اس کو دیر کی طرف بلاتا ہے تو کوئی مسجد کی طرف کوئی یہودی ہے تو کوئی نصرانی غرضکہ سب اس کو بتا رہے ہیں کہ حق یہ ہے مگر اس کا قلب کسی کو قبول نہیں کرتا اور وہ جانتا ہے کہ یہ سب جھوٹے ہیں اور کوئی بھی حق نہیں کہتا اور اگر کسی نے اس اونٹ والے کے سامنے اس کے اونٹ کی نشانی درست بتا دی تو بس وہ فوراً خوش ہو گیا اور وہ اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا کہ ہاں بے شک میرا اونٹ وہی ہے تو یہ اس لئے ہے کہ اس نے اسے بارہا دیکھا ہے تو اسی

www.besturdubooks.wordpress.com

طرح جب حق بات اس جوئندہ کو ملی فوراً دل کو لگ گئی اور اس نے پہچان لیا کہ بس حق یہی ہے اور اس کو قبول کر کے اس کہنے والے کا اتباع کرتا ہے اس لئے کہ اس استعداد فطری کے درجہ میں اس نے اس شے حق کو بار ہا دیکھا ہے اور سنا ہے جب وہ کان میں پڑی پس پھڑک اٹھا کہ ہاں وہی ہے اسی طرح حضرات صحابہ کے سامنے حق بالکل ظاہر تھا اور جہاں کسی کے منہ سے حق نکلا اور انہوں نے اس کو قبول کیا اور اسی لئے حضرت معاویہؓ نے شیطان کی باتوں کو باور نہ کیا تھا اس لئے کہ کذب تھا ان کے دل کو نہ لگتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں کے اس خلوص کا جو بناء مسجد کے بارہ میں وہ ظاہر کرتے تھے اعتبار نہ کیا آگے فرماتے ہیں کہ

اے الخ۔ یعنی اے دل ان اسرار کو کان میں رکھ اگر تیرا حصہ ہے تو اس عمدہ کو پی لے مطلب یہ ہے کہ جب معلوم ہو گیا کہ قبول استعداد فطری پر موقوف ہے تو اب فرماتے ہیں کہ اے دل اب ذرا سن اور اگر تیرے اندر بھی مادہ قبول حق ہے تو قبول کر اور فرماتے ہیں کہ

ہمچنانکہ الخ۔ یعنی جس طرح کہ ہر شخص معرفت میں موصوف غیبی کی صفت کو بیان کر رہا ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ سب محق اور مبطل اپنی اپنی طرح حق تعالیٰ کی صفت کرتے ہیں اور اس کی یاد میں ہیں تو بھی لگ اور حق کی تلاش کر اور محققین کو ڈھونڈ اور حق کو باطل سے متمیز کر اور اپنی استعداد فطری کے موافق قبول حق میں کوشش کر۔ اب آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

متردد شدن درمیان مذاہب مختلفہ وبیروں شدن ومخلصی یافتن

مختلف مذہبوں میں متردد ہونا اور ان سے باہر ہونا اور خلاصی پانا

فلسفی از نوع دیگر کردہ شرح	باحثے مرگفت اورا کردہ جرح
فلسفی نے دوسرے طریقے پر شرح کی	متکلم نے اس کی بحث پر جرح کی
صوفیاں در ہر دو طعنہ می زنند	باقیاں از زرق جائے می کنند
صوفی دونوں کو طعنے دیتے ہیں	باقی مکاری سے مر رہے ہیں
ہریک از رہ ایں نشانہا زاں دہند	تا گماں آید کہ ایشاں زاں رہ اند
ہر ایک ایک طریقہ سے اس لئے علامتیں بتاتا ہے	تاکہ خیال ہو جائے کہ وہ اسی راہ کا ہے
ایں حقیقت داں نہ حق اند ایں ہمہ	نے بکلی گمرہاں اند ایں رمہ
یہ سمجھ لے کہ یہ سب حق نہیں ہیں	نہ یہ لوگ بالکلیہ گمراہ ہیں
زانکہ بے حق باطلے ناید پدید	قلب را ابلہ بوئے زر خرید
اس لئے کہ حق کے بغیر باطل واضح نہیں ہوتا ہے	بیوقوف کھوٹے کو کھرے کی امید پر خریدتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گر نبودے در جہاں نقد رواں	قلبہا را خرج کردن کے تواں
اگر دنیا میں سچا سکہ چالو نہ ہوتا	کھوٹوں کو کب صرف کیا جا سکتا؟
تا نباشد راست کے باشد دروغ	آں دروغ از راست میگیرد فروغ
جب تک سچ نہ ہو جھوٹ کب ہو گا؟	جھوٹ سچ سے فروغ پاتا ہے
بر امید راست کژ را می خرند	زہر در قندے رود آنگہ خورند
سیدھے کی امید پر ٹیڑھے کو خرید لیتے ہیں	زہر شکر میں ہوتا ہے تب کھا لیتے ہیں
گر نباشد گندم محبوب نوش	چہ برد گندم نمائے جو فروش
اگر لذیذ گیہوں نہ ہو	گندم نما جو فروش کیا حاصل کرے؟
پس مگو ایں جملہ دینہا باطل اند	باطلاں بر بوئے حق دام دل اند
یہ نہ کہہ کہ یہ سب دین باطل ہیں	باطل، حق کی خوشبو کی وجہ سے دل کا جال ہیں
پس مگو جملہ خیال ست و ضلال	بے حقیقت نیست در عالم خیال
لہذا یہ نہ کہہ کہ سب وہم اور گمراہی ہے	دنیا میں وہم حقیقت کے بغیر نہیں ہوتا ہے
حق شب قدر ست در شبہا نہاں	تا کند جاں ہر شبے را امتحاں
حق، شب قدر ہے جو راتوں میں پوشیدہ ہے	تاکہ جان ہر رات کو آزمائے
نے ہمہ شبہا بود قدر اے جواں	نے ہمہ شبہا بود خالی ازاں
اے نوجوان! سب راتیں شب قدر نہیں ہیں	نہ سب راتیں اس سے خالی ہیں
درمیان دلق پوشاں یک فقیر	امتحاں کن وانکہ حق ست آں بگیر
گدڑی پہننے والوں میں کوئی ایک فقیر ہے	آزما لے جو حق ہے اس کو اختیار کر لے
مومن کیس ممیز کو کہ تا	باز داند بادشہ را از گدا
سمجھدار مومن تمیز کرنے والا کہاں ہے؟ تاکہ	شاہ کو گدا سے ممتاز کر لے
گر نہ معیوبات باشد در جہاں	تاجراں باشند جملہ ابلہاں
اگر دنیا میں عیب دار چیزیں نہ ہوں	سب بے وقوف تاجر بن جائیں
پس بود کالہ شناسی سخت سہل	چونکہ عیبے نیست چہ نااہل واہل
پھر تو سامان کو پہچاننا بہت آسان ہو	جب کوئی عیب نہیں ہے پھر کیا اہل کیا نااہل

www.besturdubooks.wordpress.com

در ہمہ عیب ست دانش سود نیست	چوں ہمہ چوب ست اینجا عود نیست
اگر سب عیب ہے تو عقل کا فائدہ نہیں ہے	جب سب لکڑیاں ہیں تو اس جگہ اگر ہے ہی نہیں
آنکہ گوید جملہ حق ست احمقی ست	وانکہ گوید جملہ باطل او شقی ست
جو یہ کہتا ہے کہ سب حق ہیں، بیوقوفی ہے	جو یہ کہے کہ سب باطل ہیں وہ بدبخت ہے
تاجران انبیاء کردند سود	تاجران رنگ و بو کور و کبود
انبیاء کے تاجروں نے فائدہ کما لیا	رنگ و بو کے تاجر اندھے اور بہرے ہیں
می نماید مارت اندر چشم مال	ہر دو چشم خویش را نیکو بمال
تیری نگاہ میں سانپ مال نظر آتا ہے	اپنی دونوں آنکھوں کو خوب مل لے
منگر اندر غبطۂ ایں بیع و سود	بنگر اندر خسر فرعون و ثمود
اس معاملہ اور فائدہ میں رشک کو پیش نظر نہ رکھ	فرعون اور ثمود کے ٹوٹے کو دیکھ لے

شرح حبیبی

یہاں سے "ہر کسے در معرفت میکند موصوف غیبی را صفت" کی قدرے تفصیل فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ فلسفی حق سبحانہ کے اوصاف ایک انداز سے بیان کرتا ہے اور صفات خاصہ کی نفی کرتا ہے قدرت کو تسلیم نہیں کرتا وغیرہ وغیرہ۔ متکلم اس کے بیان پر رد و قدح کرتا ہے اور صفات کو مؤول کہتا ہے وغیرہ وغیرہ ایک اور ہے جو دونوں پر اعتراض کرتا ہے اور خود اپنا ہی راگ الاپ رہا ہے۔ ایک اور ہے کہ وہ ان سب کے علاوہ دھوکا کر رہا ہے اور اس ترویج باطل میں مرا جاتا ہے غرض ہر شخص اس راستہ کا پتہ بتلا رہا ہے تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ اس راہ کا جاننے والا ہے۔ مگر یہ حقیقت دانی کے مدعی نہ بالکل حق پر ہیں اور نہ بالکل باطل پر کیونکہ بدوں وجود حق یا آمیزش حق کے باطل کا ظہور نہیں ہو سکتا کیونکہ دیکھو بیوقوف جو کھوٹا سونا خریدتا ہے وہ خالص سونے کے دھوکے میں خریدتا ہے۔ اگر خالص سونے کا وجود ہی نہ ہوتا یا اس میں اس کا کچھ بھی شائبہ نہ ہوتا تو یہ اس کو کبھی نہ خریدتا۔ یوں ہی سمجھو کہ اگر حق کا وجود بھی نہ ہوتا یا اس باطل میں اس کی اصلاً آمیزش نہ ہوتی تو خود یہ اہل باطل ہی اس کو اختیار نہ کرتے پس ان اہل باطل کا اس باطل کو اختیار کرنا ہی دلیل ہے وجود حق فی نفسہ کی۔ یا اس باطل میں اس کی قدرے آمیزش کی کیونکہ اگر سکہ رائج عالم میں نہ ہو تو کھوٹے سکے نہیں چل سکتے۔ کھوٹے تو کھروں میں مل کر یا کھروں کے دھوکے میں چلتے ہیں جب کھرے کا وجود ہی نہیں تو دھوکا کیسا۔ یوں ہی اگر دنیا میں سچ نہ ہو تو جھوٹ کا وجود بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جھوٹ کو راستی ہی سے فروغ ہو سکتا ہے کیونکہ یا تو وہ سچ کے ساتھ مخلوط ہوتا ہے اور سچ اور جھوٹ میں

www.besturdubooks.wordpress.com

امتیاز ہوتا نہیں اس لئے چل جاتا ہے یا پچ کو اس سے مشابہت ہوتی ہے۔اس لئے پچ کے دھوکے میں چل جاتا ہے پس اگر سچ کا وجود ہی نہ ہوتا تو جھوٹ کیونکر چلتا۔ علی ہذا انیز سے کو تو راستی ہی کی امید پر خریدتے ہیں اور زہر جب قند میں ملتا ہے تب ہی کھاتے ہیں۔یوں ہی اگر گیہوں نہ ہو جو ایک محبوب غذا ہے تو گندم نما جو فروش کا دھوکا ہرگز نہیں چل سکتا پس جب تم کو معلوم ہوگیا کہ برے کو اچھے ہی کے دھوکے میں اختیار کیا جاتا ہے اور برے کا وجود اچھے کے بدوں نہیں ہوسکتا تو تم کو یہ نہ کہنا چاہیے کہ دنیا بھر کے تمام دین باطل ہیں نہیں بلکہ ان میں بعض ادیان حق بھی ہیں جیسے ادیان میں دین اسلام۔اور فرق اسلامیہ میں فرقۂ حقہ اہل سنت و جماعت اور ادیان باطلہ وفرق باطلہ جو لوگوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں وہ اسی دین وفرقہ حق کے سبب کھینچتے ہیں کیونکہ اتنا لوگوں کو علم ہے کہ ان ادیان یا ان فرقوں میں ایک دین اور ایک فرقہ حق ہے لیکن ان کو یہ معلوم نہیں کہ وہ کونسا ہے اس لئے کوئی نصرانی ہو جاتا ہے اور کوئی یہودی۔کوئی مجوسی کوئی رافضی کوئی خارجی وغیرہ وغیرہ لیکن اگر حق کا وجود ہی نہ ہوتا تو کوئی کسی مذہب کو اختیار ہی نہ کرتا کیونکہ جانتے کہ باطل ہے۔لہٰذا تم یہ ہرگز نہ کہنا کہ تمام مذاہب خیالات باطلہ وگمراہی ہیں نہیں سب باطل نہیں بلکہ بعض حق بھی ہیں جیسے اسلام دیگر ادیان میں اور فرقہ حقہ اہل سنت و جماعت دیگر فرق اسلامیہ میں اس لئے کہ کوئی خیال عالم میں بدوں کسی واقعیت کے موجود ہی نہیں ہوسکتا جیسے کہ ہم اوپر مختلف مثالوں سے ثابت کر چکے ہیں پس سمجھو کہ دنیا کے تمام مذاہب میں ایک سچا مذہب یہی ہے یعنی اسلام اور اس مذہب کے فرقوں میں ایک فرقہ حق بھی ہے یعنی اہل سنت و جماعت۔دیکھو شب قدر حق ہے لیکن وہ تمام راتوں میں مخفی ہے اور خفا کا مقصود یہ ہے کہ جان راتوں کا امتحان کرے اور پہچانے کہ کون سی رات شب قدر ہے۔اسی طرح حق سبحانہ نے حق کو باطل کے ساتھ مخلوط کر دیا کہ آدمی ان میں سے حق کو پہچان کر اختیار کرے۔پس جس طرح نہ تو یہ ہے کہ تمام راتیں شب قدر رہوں اور نہ یہ ہے کہ کوئی رات بھی شب قدر نہ ہو۔یوں ہی یہ بھی نہیں کہ تمام عالم باطل پرست ہو۔اور یہ بھی نہیں کہ کوئی بھی حق پرست نہ ہو۔نہیں بلکہ کچھ لوگ باطل پرست ہیں اور کچھ حق پرست۔پس یہ جس قدر دلق پوش اور مدعی حق پرستی ہیں ان میں ایک جماعت واقعی حق پرست بھی ہے لہٰذا تم جانچ لو اور جانچ کر جو سچا ہو اس کو قبول کر لو۔کہاں ہے ہوشیار اور حق و باطل میں تمیز کرنے والا جو بادشاہ اور گدا میں امتیاز کرے اور اہل اللہ کو مدعیوں سے ممتاز کر کے اہل اللہ کا دامن پکڑے۔کاش کوئی ایسا ہو کہ تمیز کرے کیونکہ اس تمیز کی ضرورت ہے وہ اس لئے کہ یہ لوگ مدعیوں میں مخلوط ہیں اور خلط کی ضرورت اس لئے ہے کہ قوت ممیزہ کی ضرورت اور اس کا شرف ظاہر ہو۔کیونکہ اگر دنیا میں تمام معیوبات ہی ہوں تب تو تمام احمق تاجر بن جائیں اس لئے کہ اس وقت مال کو سمجھنا اور اس کا عیب پہچاننا بالکل ہی آسان ہے اور جبکہ عیب ہی نہ ہو تو اہل و نااہل سب برابر ہو جائیں۔نہ کوئی اہل ہو نہ دوسرا نااہل نیز اگر سب عیب ہی ہو اور ہنر کا وجود ہی نہ ہو تو عقل بے سود ہے کیونکہ جب سب لکڑیاں ہی ہیں تو عود موجود ہی نہیں کہ اس کو دانش و عقل کے ذریعہ سے لکڑیوں میں سے ممتاز کیا

www.besturdubooks.wordpress.com

جائے اور عقل کا فائدہ ظاہر ہو۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ حق و باطل مخلوط ہیں اس لئے اگر کوئی کہے کہ سب حق ہی ہیں وہ احمق ہے اور جو کہے کہ سب باطل ہی ہیں وہ شقی و محروم ہے اور حق یہی ہے کہ اچھا اور برا مال اور حق و باطل عالم میں دونوں موجود ہیں اور اس کی خرید و فروخت کرنے والے بھی دو قسم کے ہیں ایک انبیاء ہیں جنہوں نے اپنی مہارت سے اچھے مال اور حق کو پہچانا اور نفع اٹھایا دوسرے وہ ہیں جن کو کھرے مال کے پہچاننے میں دھوکا ہوا اور ظاہری حالت کو دیکھ کر دھوکا کھا گئے۔ یہ لوگ اندھے ہیں اور خسارہ اٹھائیں گے۔ اے ظاہر پرست دیکھ تجھے سانپ مال دکھائی دیتا ہے۔ آنکھوں کو کھول اور غور سے دیکھ یہ مال نہیں بلکہ مار ہے تو اس ظاہری بیع و منفعت کے رشک کو چھوڑ بلکہ فرعون و ثمود کے خسران کو دیکھ کہ ان کے لئے اس بیع و منفعت کا کیا نتیجہ ہوا۔

مذاہب مختلفہ میں متردد ہونا اور ان سے باہر ہونا اور خلاصی پانا

شرح شبّیری

فلسفی الخ۔ یعنی فلسفی تو دوسری طرح شرح کرتا ہے اور ایک بحث کرنے والا اس کے کہنے میں جرح کرتا ہے۔ باحث سے مراد متکلم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو فلاسفہ جو حق تعالیٰ کی صفت کرتے ہیں تو وہ تو حق تعالیٰ کی صفات کا بالکل ہی انکار کرتا ہے اور ذات بحت کا قائل ہے کہ اس میں کوئی شریک نہیں حتیٰ کہ صفات بھی نہیں۔ متکلمین یہ کہتے ہیں کہ نہیں تم غلط کہتے ہو بلکہ صفات ثابت ہیں مگر وہ بعض صفات کو ثابت کرتے ہیں اور بعض میں تاویل کرتے ہیں مثلاً ید وجہ وغیرہ میں وہ تاویل کرتے ہیں تو جس میں کہ وہ تاویل کرتے ہیں ان کا گویا انکار کر رہے ہیں تو دیکھو متکلمین فلاسفہ کے خلاف ہوئے۔

وان الخ۔ یعنی وہ دوسرا دونوں میں طعنہ کر رہا ہے اور وہ دوسرا مکر کی وجہ سے جانکنی کر رہا ہے۔ مصرعہ اول کے وان دگر سے مراد صوفیہ ہیں بلکہ بعض نسخوں میں صوفیان در ہر دو طعنہ الخ ہے اور مصرعہ ثانی کے وان دگر سے مراد عوام ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ صوفیہ کرام کا مسلک ان سب سے الگ ہے۔ نہ متکلمین کے موافق نہ فلاسفہ کے۔ اس لئے کہ یہ حضرات کل صفات کو ثابت کرتے ہیں۔ ہاں یہ کہتے ہیں کہ ہمیں ان کی کیفیت معلوم نہیں ہے اور عوام ان سب سے الگ ہیں وہ اس لاعلمی میں اور جہل ہی میں مبتلا ہو کر مصیبت اٹھا رہے ہیں تو دیکھو سب کے سب الگ نشانیاں بتا رہے ہیں مگر ان میں سے حق ایک ہی ہے اور وہ مسلک ہے جو سلف صالحین کا تھا اور اس مسلک پر ان چاروں میں سے صوفیہ ہیں لہٰذا اول تو مولانا کا خود صوفیہ میں داخل ہونا ہی اس کی کافی دلیل ہے کہ مولانا کے نزدیک مسلک صوفیہ حق ہے مگر مولانا نے الفاظ سے بھی ظاہر فرمایا کہ فلسفی کا مذہب بیان فرما کر متکلم کو اس میں جارح ٹھہرایا اور ان دونوں میں صوفیہ کو طاعن کہا اور عوام کو جان کنی میں مگر صوفیہ پر کوئی طعن نہیں کیا جس

www.besturdubooks.wordpress.com

سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہی مذہب اصوب اور حق ہے مولانا کے نزدیک۔

ہر یکے الخ۔ یعنی ہر ایک اس راہ کے اس لئے پتے دے رہے ہیں تاکہ گمان ہو کہ یہ سب اس جگہ کے ہیں۔

این الخ۔ یعنی یہ حقیقت جان لو کہ نہ تو (علی الاطلاق) یہ سارے حق ہیں اور نہ (علی الاطلاق) سارے گمراہ ہیں بلکہ اس باطل میں بھی کچھ حق ہے اس لئے کہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر ضلالتیں ہیں اول سب کی مناشی اول بالکل درست ہوتے ہیں اس کے بعد خرابیاں واقع ہو جاتی ہے۔ ان فرق میں ہی جو اوپر گزرے ہیں دیکھ لو کہ ایک تو فلاسفہ ہیں اور ایک متکلمین اور دونوں صفات کے منکر ہیں ایک کل کے اور دوسرے بعض کے مگر اصل منشاء اس کا توحید ہے کہ غلبۂ توحید میں ان لوگوں نے یہ سمجھ کر کہ صفات بھی غیر ہیں انکا بھی انکار کر دیا تو اب یہ گمراہی ہوگئی مگر اصل میں یہ حق اور ہدایت ہی تھی اگر اپنے درجہ پر رہتی۔ تو معلوم ہوا کہ ہر ایک باطل کے ساتھ حق ضرور ہوتا ہے۔ ورنہ وہ باطل حق کی صورت میں رواج پا نہیں سکتا۔ باطل بصورت حق تو جب ہی رواج پائے گا۔ جبکہ اس کے اندر بھی کچھ شائبہ حق کا ہو۔ اس کی مثال آگے مولانا بہت سی فرما دیں گے ان میں سے ایک یہاں سمجھ لو کہ دیکھو چاندی کھوٹی جو ہوتی ہے اس کو جب بازار میں چلاتے ہیں تو کیا کہہ کر یہ کہہ کر کہ یہ چاندی ہے اب جو بیوقوف ہے وہ اس ساری کو چاندی سمجھ لیتا ہے اور جو سمجھدار ہوتا ہے وہ چاندی کو الگ اور کھوٹ کو الگ کر دیتا ہے مگر جو چاندی اس کے اندر بالکل نہ ہوتی تو اس شخص کی ہمت یہ نہ پڑتی کہ وہ یہ کہہ سکتا کہ یہ چاندی ہے اس کی ہمت تو جب ہی ہوئی کہ جب اس نے دیکھ لیا کہ اس میں چاندی بھی ہے۔ شاید میرا یہ کہنا چل جائے اسی طرح اگر باطل کا منشاء بھی حق نہ ہوتا اور وہ از سرتاپا باطل ہی باطل ہوتا تو پھر تو مبطلین کو یہ کہنے کی ہمت ہی نہ ہوتی کہ یہ حق ہے ان کا اس کو بصورت حق رواج دینا اس کی دلیل ہے کہ اس کے اندر بھی حق ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ حق و باطل کو متمیز کیا جائے مگر یہ کل نہ بالکلیہ حق ہیں نہ بالکلیہ گمراہ ہیں اور یہ ظاہر بات ہے جو مذہب کہ حق ہے وہ تو بالکلیہ حق ہے جیسا کہ سلف صالحین کا۔ مگر بحث اس میں ہے کہ جو باطل ہیں ان میں بھی حق ہے یا نہیں تو ثابت ہو گیا کہ ان میں بھی حق ہے آگے اسی مضمون کو مع امثلہ ونظائر کے خود مولانا فرماتے ہیں کہ

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ بے حق کے کوئی باطل ظاہر نہیں ہوتا۔ کھوٹے کو بیوقوف سونے کی بو سے خرید لیتا ہے۔ یہ دلیل انی ہے لمی نہیں ہے ایک علامت کی طرح سے فرماتے ہیں کہ دیکھو جہاں کہیں باطل ہے کچھ نہ کچھ حق ضرور ہے اور اس کی ایسی مثال ہے کہ جو بیوقوف ہے وہ چاندی کے ساتھ تو کھوٹ کو اسی قیمت سے خرید لے گا اور اگر بالکل کھوٹ ہو تو اس کو تو چاندی کے بھاؤ میں کوئی اندھا ہی خرید لے ورنہ ہرگز خرید نہیں سکتا آگے فرماتے ہیں کہ

گر نبودی الخ۔ یعنی اگر جہان میں کھرا چلتا ہوا نہ ہوتا تو کھوٹے کو کب کوئی چلا سکتا۔

تانباشد الخ۔ یعنی جہان میں جب تک سچ نہ ہو تو جھوٹ کب ہو سکتا ہے وہ جھوٹ تو سچ ہی سے فروغ پاتا ہے کہ کچھ جھوٹ اور کچھ سچ ملا کر بیان کیا دوسرے کو دھوکا ہو گیا کہ شاید کل صدق ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

برامید الخ۔ یعنی صدق کی امید پر کج کو خرید لیتے ہیں اور زہر جب قند میں مل جاتا ہے اس وقت کھا لیتے ہیں۔ ورنہ اگر زہر ہی زہر ہو تو ہرگز کوئی بھی نہ کھائے۔

گر نباشد الخ۔ یعنی اگر یہ خوش ذائقہ گیہوں نہ ہوں تو گندم نما جو فروش آدمی کیا لے جائے۔ اس کو تو کچھ حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے کہ جب گندم ہے ہی نہیں تو دکھائے گا کیا۔ آگے تفریع فرماتے ہیں۔

پس الخ۔ یعنی پس یہ مت کہو کہ سارے دین (بالکلیہ) باطل ہیں کہ باطل لوگ بوئے حق کی وجہ سے دل کو کھینچ رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ چونکہ اصل فطرت سے تو سب طالب حق ہی ہیں اس لئے چونکہ باطل میں شائبہ حق کا بھی ہوتا ہے اس لئے اس کی طرف دل کو کشش ہوتی ہے۔ ورنہ دل باطل کی طرف کیوں کھنچتا اور فرماتے ہیں کہ

پس الخ۔ یعنی بس یہ مت کہو کہ سب خیال اور گمراہی ہی ہے اس لئے کہ عالم میں خیال بھی بے حقیقت نہیں ہے مطلب یہ کہ دنیا میں کوئی خیال بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کی کوئی حقیقت نہ ہو اور جس کا کوئی صحیح منشاء نہ ہو ہر خیال کا ضرور کوئی صحیح منشاء ہوتا ہے اس کے بعد اس میں گمراہی آجاتی ہے مگر اصل میں وہ درست ہی تھا آگے اور مثالیں ہیں۔

حق الخ۔ یعنی یقیناً شب قدر ان راتوں ہی میں پوشیدہ ہے تاکہ انسان ہر رات کا امتحان کرے۔ مطلب یہ دیکھو حق تعالیٰ نے شب قدر کو متعین نہیں فرمایا بلکہ دائر سائر رکھا ہے اور اس میں یہ مصلحت ہے کہ جو شائقین ہیں وہ اکثر راتوں میں تلاش کریں گے اور بمقتضائے الاعمال بالنیات ان کو شب قدر ہی کا ثواب ملے گا۔ اس سے ان کے درجات بلند ہونگے تو جس طرح ان ساری راتوں میں شب قدر ایک ہی ہے اسی طرح ان سارے مذاہب میں مذہب حق ایک ہی ہے مگر ہے ان ہی سب میں۔

نے ہمہ الخ۔ یعنی اے جوان نہ تو ساری راتیں شب قدر ہوتی ہیں اور نہ ساری راتیں خالی ہوتی ہیں اسی طرح نہ تو سارے مذاہب میں حق ہوتا ہے اور نہ سارے مذاہب حق ہوتے ہیں۔

درمیان الخ۔ یعنی ان گدڑی پوشوں ہی میں ایک فقیر (کامل) بھی ہوتا ہے تو تم امتحان کرلو اور جو کہ حق ہو اس کو لے لو۔ اوپر تو مولانا نے اس کو بیان کیا تھا کہ کل طرق و باطل ہیں نہ کل حق ہیں۔ لہٰذا ان سب میں سے حق کو تمیز کرلو لیکن اس طریقہ پر عمل کرنے کے لئے کسی راہبر کی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا یہاں سے فرماتے ہیں کہ دیکھو کامل بھی ان گدڑی پوشوں ہی میں ہوتا ہے لہٰذا خذ ما صفا ودع ما کدر جو کامل ہے اس کا اتباع کرو اور جو ناقص ہیں ان کو الگ کرو اور ان سے قطع تعلق کردو۔

مومن الخ۔ یعنی مومن دانا کہاں ہے جو کہ بادشاہ کو فقیر سے ممیز کر کے جان لے اور فرماتے ہیں کہ

گر نہ الخ۔ یعنی اگر معیوبات دنیا میں نہ ہوں تب تو سارے بیوقوف تاجر ہو جائیں۔

پس بود الخ۔ یعنی پھر تو اسباب شناسی بہت سہل ہو جائے۔ کیونکہ جب کوئی عیب ہی نہیں ہے تو پھر کیا نااہل اور کیا اہل مطلب یہ کہ اگر دنیا میں عیب دار اشیاء نہ ہوں تو پھر کیا ہے جو چاہے تاجر ہو اور جس کا دل چاہے مشتری

www.besturdubooks.wordpress.com

ہواس لئے کہ اب بوجہ اشیاء کے برے بھلے ہونے کے ہی تو دو فرقے ہو رہے ہیں کہ بعض اس کے تاجر ہیں اور بعض اس کے ورنہ پھر تو سب اچھی ہی چیزیں ہوں اور خریداری بہت آسان ہو جائے۔ معلوم ہوا کہ اچھے کے ساتھ برا اور حق کے ساتھ باطل ملا ہوا ہے یہ تو اس وقت ہے کہ جب عیب ہو ہی نہیں۔

در ہمالخ۔ یعنی اگر کل عیب ہی عیب ہو تو پھر دانش کا کچھ فائدہ نہیں اس لئے کہ سب لکڑی ہی لکڑی ہے عود ہے ہی نہیں۔

آنکہ الخ۔ یعنی جو کوئی سب کو حق کہے وہ احمق ہے اور جو کہ سب کو باطل کہے وہ بد بخت ہے غرضکہ نہ تو بالکلیہ حق ہے اور نہ بالکلیہ باطل ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

تاجران الخ۔ یعنی انبیاء علیہم السلام کے تاجروں نے تو نفع حاصل کیا اور رنگ و بو ظاہری کے تاجر کور و کبود ہیں۔

می نماید الخ۔ یعنی سانپ تیری نگاہ میں مال معلوم ہو رہا ہے تو ذرا اپنی ان دونوں آنکھوں کو اچھی طرح مل لو تا کہ صاف دکھائی دینے لگے مطلب یہ کہ چشم قلب کو کھولو اور اس سے حقیقت بینی حاصل کرو۔

منگر الخ۔ یعنی اس بیع و شراء کے رشک کو مت دیکھو بلکہ فرعون و ثمود کے خسران کو دیکھو۔ مطلب یہ کہ اس مال و متاع کو دیکھ کر اور دنیا کی آب و تاب کو دیکھ کر اس پر فریفتہ مت ہو اور دنیا داروں کو دیکھ کر رشک مت کرو اس لئے کہ یہ تو دیکھ کہ جو مال والے ہیں ان کا کیا انجام ہوا۔ دیکھو فرعون کس قدر صاحب مال و صاحب قوت ظاہری تھا مگر جو اس کا انجام ہوا وہ ظاہر ہے۔ اسی طرح اور اقوام کو دیکھ لو کہ ان کا انجام خسران اور ہلاکت ہی ہوا آگے بھی یہی مضمون ہے کہ ہر شے کی حقیقت پر نظر کرنا چاہیے صرف اس کے ظاہر کو نہ دیکھنا چاہیے۔ فرماتے ہیں کہ

امتحان کردن ہر چیزے تا ظاہر شود خیرے و شرے کہ در ویست

ہر چیز کی آزمائش کرنا تاکہ اس میں جو بھلائی اور برائی ہے وہ ظاہر ہو جائے

اندریں گردوں مکرر کن نظر	زانکہ حق فرمود ثم ارجع بصر
اس آسمان پر مکرر نظر ڈال	کیونکہ اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے پھر نگاہ لوٹا
یک نظر قانع مشو زیں سقف نور	بارہا بنگر بہ بیں ھل من فطور
نور کی اس چھت پر ایک نگاہ پر قانع نہ بن	بار بار دیکھ دیکھو کوئی شگاف ہے؟
چونکہ گفت ست کاندریں سقف نکو	بارہا بنگر چو مرد عیب جو
چونکہ اس نے تجھ سے فرمایا ہے کہ اس اچھی چھت میں	عیب تلاش کرنے والے کی طرح بار بار دیکھ
پس زمین تیرہ را دانی کہ چند	دیدن و تمیز باید در پسند
تو تاریک زمین کے بارے میں سمجھ لے کہ کس قدر	دیکھنا اور تمیز کرنا پسندیدگی میں درکار ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تاپبالائیم صافاں راز درد	چند باید عقل مارا رنج برد
تاکہ ہم صاف اخلاق کو تہمت سے صاف کر لیں	ہماری عقل کو کتنی مرتبہ تکلیف اٹھانی چاہئے؟
امتحانہائے زمستان و خزاں	تاب تابستاں بہارؔ ہمچو جاں
جاڑوں اور خزاں کی آزمائش	گرمیوں کی گرمی جان جیسی بہار
بادہا و ابرہا و برقہا	تاپدید آرد عوارض فرقہا
ہوائیں اور ابر اور بجلیاں (زمین پر یہ ساری آزمائشیں اسلئے ہیں)	تاکہ یہ عوارض فرقوں کو واضح کر دیں
تابروں آرد زمین خاک رنگ	ہرچہ اندر جیب دارد لعل وسنگ
تاکہ خاکی رنگ کی زمین نکال ڈالے	جو کچھ اس کی جیب میں لعل اور پتھر ہیں
ہرچہ دزدیدست ایں خاک دژم	از خزانہ حق و دریائے کرم
اس افسردہ خاک نے جو چرایا ہے	اللہ (تعالیٰ) کے خزانے اور دریائے کرم سے
شحنۂ تقدیر گوید راست گو	آنچہ بردی شرح دہ اے حیلہ جو
تقدیر کا کوتوال کہتا ہے سچ بتا دے	اے حیلہ جو! جو کچھ تو نے چرایا ہے اس کی تشریح کر دے
تامیان قہر و لطف آں خفیہا	ظاہر آیدز آتش خوف و رجا
تاکہ قہر اور مہر کے درمیان وہ پوشیدہ چیزیں	خوف اور امید کی آگ کی وجہ سے ظاہر ہو جائیں
آں بہاراں لطف شحنہ کبریاست	واں خزاں تخویف وتہدید خداست
موسم بہار اللہ (تعالیٰ) کے کوتوال کی مہر ہے	اور (موسم) خزاں اللہ تعالیٰ کی دھمکی اور ڈرانا ہے
واں زمستاں چار میخ معنوی	تاتوائے دزد خفی ظاہر شوی
جاڑا باطنی طریقہ پر چار میخ ہے	تاکہ اے چھپے ہوئے چور تو ظاہر ہو جائے

شرح حبیبی

یہاں سے مولانا تمیز بین الحق والباطل کی ضرورت کو بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے فارجع البصر هل ترى من فطور. ثم ارجع البصر كرتين یعنی آسمان کو دیکھو اور دیکھو کہ کیا اس میں کوئی رخنہ نظر آتا ہے اور صرف ایک ہی نظر پر قناعت نہ کرو۔ بلکہ بار بار دیکھو اور یوں دیکھو جیسے کوئی عیب کو تلاش کرتا ہے تاکہ تم کو ہماری صنعت کا استحکام نظر آئے۔ اب تم اس سے نتیجہ نکال سکتے ہو کہ جب حق سبحانہ اپنی

www.besturdubooks.wordpress.com

حکمت وقدرت کے اعتراف کے لئے حکم دیتے ہیں آسمان کو بنظر عیب جوئی دیکھنے کا حالانکہ وہاں کوئی عیب بھی نہیں تو اس کی مرضیات دنا مرضیات کے معلوم کرنے کے لئے زمین کو بنظر عیب جوئی دیکھنا جہاں عیوب وسیئات واقع میں موجود ہیں کیا کچھ پسند نہ ہوگا اور جبکہ یہاں حق وباطل مخلوط ہیں تو حق کو باطل سے جدا کرنے کے لئے ہماری عقل کو کس قدر زحمت اٹھانے کی ضرورت ہے۔ یہاں تک مولانا نے عالم میں نیک وبد کے مخلوط ہونے اور ان کی تمیز کی ضرورت کو بیان کیا تھا۔ یہاں سے اشخاص میں صفات نیک وبد کے اختلاط اور اس کی تمیز کی ضرورت بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تکوینیات میں قانون خداوندی یوں واقع ہے کہ وہ امتحانات جو موسم سرما موسم خزاں موسم گرما کی تپش موسم بہار ہواؤں ابروبرق سے کئے جاتے ہیں وہ اس لئے ہیں کہ ان کے آثار سے اشیاء میں امتیاز ہو اور زمین میں جو کچھ لعل اور پتھر مستور ہیں اور جو کچھ اس نے حق سبحانہ کے خزانہ سے چرایا ہے وہ نکل آئے۔ شحنہ تقدیر الٰہی کہتا ہے کہ سچ سچ کہہ دے اور جو کچھ تو نے حق سبحانہٗ کے خزانہ سے چرایا ہے صاف صاف بتادے۔ یہ چور زمین کہتی ہے کہ میں نے کچھ بھی نہیں لیا۔ اب کوتوال اس کو اژنگہ میں پھانستا ہے کبھی میٹھی میٹھی باتیں کرتا ہے اور کبھی الٹا لٹکاتا ہے اور بری سے بری گت بناتا ہے تاکہ لطف وقہر نرمی وسختی ل کر آتش خوف وآب رجا کے سبب پوشیدہ چیزیں ظاہر ہو جائیں۔ اب سمجھو کہ شحنہ سے مراد حق سبحانہ ہیں اور لطف سے مراد بہار اور ڈرانے دھمکانے سے خزاں۔ شکنجہ سے جاڑا اور مقصود یہ ہے کہ چور کا چور ہونا ظاہر ہو جائے اور اس کے پاس سے مال برآمد ہو جائے۔

پس مجاہد راز مانے بسط دل	یک زمانے قبض و درد وغش وغل
تو مجاہدہ کرنے والے کے لئے کسی وقت دل کا انبساط	کسی وقت انقباض اور درد اور کھوٹ اور کدورت
زانکہ ایں آب وگل کابدان ماست	منکر و دزد ضیائے جانہاست
اس لئے ہے کہ ہمارے بدن جو پانی اور مٹی کے ہیں	ہماری روحوں نور کے منکر اور چور ہیں
حق تعالیٰ گرم وسرد ورنج ودرد	برتن مامی نہد اے شیر مرد
اللہ تعالیٰ گرم اور سرد اور رنج اور درد	اے بہادر! ہمارے جسم پر ڈالتا ہے
خوف وجوع ونقص اموال وبدن	جملہ بہر نقد جاں ظاہر شدن
خوف اور بھوک اور جان و مال کا گھاٹا	سب جان کا مال ظاہر ہونے کے لئے ہیں
ایں وعید و وعدہا انگیخت ست	بہر ایں نیک وبدے کامیخت ست
یہ دھمکی اور وعدے پیدا کئے ہیں	کیونکہ نیک اور بد کو ملا رکھا ہے

جب مضمون بالا سن چکے تو اب سمجھو کہ مجاہد کو جو دو حالتیں پیش آتی ہیں یعنی کبھی بسط ہوتا ہے اور کبھی قبض اور تکلیف اور کھوٹ اور نقصان اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا جسم عنصری ہماری جانوں کی روشنی چرائے ہوئے اور استعداد

www.besturdubooks.wordpress.com

فطری کو دبائے ہوئے ہے اور چوری سے انکار کرتا ہے لہٰذا حق سبحانہ اجسام کو تکالیف میں مبتلا کرتے ہیں اور طرح طرح کی زحمتوں میں گرفتار کرتے ہیں کبھی خوف طاری کرتے ہیں کبھی بھوکا رکھتے ہیں کبھی امراض جسمانیہ میں مبتلا کرتے ہیں اور کبھی اموال میں نقصان کرتے ہیں یہ سب اس لئے ہے کہ جو مال اس نے جان کا چرایا ہے وہ برآمد ہو جائے اور یہ جو وعدہ و وعید اس نے کئے ہیں یہ سب اس لئے ہیں کہ نیک و بد مخلوط ہیں۔ ان میں امتیاز ہو جائے۔ یہ تو حق سبحانہ نے اپنے بندوں پر فضل و احسان کے لئے اپنی طرف سے سامان کیا ہے اس مال کے برآمد ہونے کا۔ ایک تدبیر اور ہے جو بندوں کی اختیاری ہے اس کو ہم آگے بیان کرتے ہیں۔

چونکہ حق و باطلے آمیختند	نقد و قلب اندر چرمداں ریختند
چونکہ حق اور باطل کی آمیزش کر دی ہے	کھرے اور کھوٹے کو ایک تھیلے میں بھر دیا ہے
پس محک می بایدش بگزیدۂ	در حقائق امتحانہا دیدۂ
تو ایک منتخب کسوٹی کی ضرورت ہے	جو حقیقتوں میں آزمائی ہوئی ہو
تا شود فاروق ایں تزویرہا	تا بود دستور ایں تدبیرہا
تاکہ وہ ان مکاریوں میں فرق کرنے والی بن جائے	تاکہ وہ ان تدبیروں کا وزیراعظم بن جائے

جبکہ تم کو معلوم ہے کہ حق و باطل مخلوط ہیں اور کھوٹے کھرے سب کے سب ایک ہی تھیلی میں بھرے ہوئے ہیں۔ تو کھوٹے کھرے کی پہچان کے لئے ضرورت ہے ایک کسوٹی کی جو اعلیٰ درجہ کی اور جو بہت سے امتحانات میں پاس ہو چکی ہو یعنی شیخ کامل کی تاکہ وہ ان تلمیعات کو بالکل الگ کر دے اور تاکہ وہ تمہاری تدابیر کا وزیراعظم بن جائے جو کچھ تم تدبیر کرو اس کے حکم سے اور اس کی ماتحتی میں کرو۔ تمیز حق و باطل کے لئے یہ امور یعنی شیخ کامل کو تلاش کرنا اور اس کی رائے پر عمل کرنا اختیاری ہیں۔

شیردہ اے مادر موسیٰ و را	واندر آب افگن میندیش از بلا
اے موسیٰ کی ماں! اس کو دودھ پلا	اور دریا میں ڈال دے مصیبت کی فکر نہ کر
ہر کہ در روز الست آں شیر خورد	ہمچو موسیٰ شیر را تمیز کرد
جس نے الست کے دن وہ دودھ پی لیا	اس نے موسیٰ کی طرح دودھ کو پہچان لیا
خود بر تو ایں حکایت روشن ست	کہ غرض زیں حکایت گفتن ست
خود تجھ پر یہ بات واضح ہے	کہ مقصد کہانی سنانا نہیں ہے
گر تو بر تمیز طفلت مولعی	ایں زماں یا ام موسیٰ ارضعی
اگر تو اپنے بچہ کے تمیز کرنے کی خواہشمند ہے	اب اے موسیٰ کی ماں! دودھ پلا

www.besturdubooks.wordpress.com

تا بہ بینند طعم شیر مادرش	تا فرو ناید بہ دایہ بدسرش
تاکہ وہ اپنی ماں کے دودھ کا مزا چکھ لے	تاکہ بُری دایہ کے سامنے اس کا سر نہ جھکے

یہ مضمون بھی تمتہ ہے مضمون ماسبق کا۔ فرماتے ہیں کہ اے سالک جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے ان کو دودھ پلا کر صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دیا تھا اور اس دودھ کے سبب فرعون کے یہاں انہوں نے اپنی ماں کے سوا کسی کا دودھ نہیں پیا تھا۔ یوں ہی تو بھی ابتداء ہی قبل اس کے کہ تو بری دایہ کا دودھ پئے یعنی نفس کی تعلیمات سے متاثر ہو اپنے دل کی معرفت حق سبحانہ کے دودھ کا ذائقہ چکھا کر دریائے امتحان میں ڈال دے اور یہ کچھ مشکل نہیں کیونکہ جس نے روز الست میں ایک مرتبہ اس کا ذائقہ چکھ لیا ہے وہ تو اس شیر کو بہت جلد پہچان لے گا۔ بسلامۃ الاستعداد و القوۃ الذائقہ و قرب العہد پس اس وقت چکھانا فی الحقیقت یاد دلانا ہے اس امر کا جس سے ذہول ہو گیا ہے لہٰذا اگر تجھے خواہش ہے کہ تیرے بچے کو برے بھلے دودھ میں تمیز حاصل ہو جائے تو تو پیشتر ہی سے اس کو شیر معرفت حق چکھا دے۔ یعنی اس چکھے ہوئے کو یاد دلا دے تاکہ اس دودھ کا مزہ چکھ کر یعنی معرفت حق سبحانہ سے آشنا ہو کر کسی بری دایہ نفس و شیطان کی طرف منہ نہ لے جائے لیکن اگر تو نے ابتداء ہی میں ایسا نہ کیا اور وہ اس بری دایہ کے دودھ سے آشنا ہو گیا تو پھر زحمت ہو گی اور شیر روز الست کو یاد دلانا مشکل ہو گا لبعد العہد و فساد الذائقہ و الاستعداد تجھے خود معلوم ہے کہ ہم کو موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ یہ عنوان ہے اس مقصود کے ادا کا جس کو تو اوپر سن چکا ہے اس کو سن کر تجھ کو نصیحت حاصل کرنی چاہیے۔ واللہ اعلم۔

ہر چیز کا امتحان کرنا تاکہ وہ چیز جو اس میں پوشیدہ ہے ظاہر ہو جائے

شرح شبیری

اندریں الخ۔ یعنی آسمان میں بار بار نظر کرو اس لئے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ثم ارجع البصر کرتین۔

یک نظر الخ۔ یعنی اس سقف نور میں ایک ہی نظر پر قانع مت ہو بلکہ بار بار دیکھو اور دیکھو کہ اس میں کوئی سوراخ ہے جیسا قرآن شریف میں حکم ہے ثم ارجع البصر ھل تری من فطور۔

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس سقف نکو میں بار بار عیب جوئندہ کی طرح دیکھو۔

پس الخ۔ یعنی پس اس زمین تاریک کو تم کو معلوم ہے کہ کس قدر مرتبہ دیکھنا اور ممیز کرنا پسند حق ہو گا۔

تا بپالائم الخ۔ یعنی تاکہ ہم صاف کو درد میں سے صاف کر لیں تو اس کے لئے ہماری عقل کو کس قدر محنت کی ضرورت ہے مطلب یہ کہ تاکہ ہم بھلے برے کو ممیز کر لیں تو اس لئے ہمیں ضرورت ہے کہ غور و فکر اور مجاہدات و ریاضات کریں تاکہ حقائق و معارف و علوم جو کہ استعداد فطری سے ہمارے اندر ہیں ظاہر ہوں۔ آگے ایک مثال

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے کہ دیکھو زمین جو کہ بہت سے خزانوں کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے جو علوم و معارف کی طرح ہیں جب اس پر سختیاں ہوتی ہیں یہ سب کو اگل دیتی ہے اور وہ سختیاں یہ ہیں کہ کبھی جاڑا ہے تو اس کے اجزا سکڑ گئے ہیں اور کبھی گرمی ہے تو ساری زمین جل رہی ہے اور کبھی ہوا ہے تو کبھی ابر ہے غرضکہ مختلف طرح سے شحنہ تقدیر الٰہی اس کو سزا دیتا ہے تو یہ ساری چیزوں کو نکال کر پیش کر دیتی ہے جیسے کہ چور کہ کوتوال کی سختی پر ساری چیزیں بتا دیتا ہے تو اسی طرح اگر تم مجاہدہ و ریاضت کرو گے تو تمہارے اندر جو علوم و معارف بھرے ہوئے ہیں وہ سب ظاہر ہو جائیں گے اور یہ نفس تمہارا اس استعداد کو ظاہر ہونے سے ہرگز مانع نہ ہوگا۔ یہ حاصل ہے اس ساری سرخی کا۔ اب سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ

امتحانہائے الخ۔ یعنی جاڑے کے امتحانات اور خزان کے اور گرمی کی تابش اور بہار جو کہ جان کی طرح ہے

بادہا و الخ۔ یعنی ہوائیں اور ابر اور بجلیاں (یہ ساری مختلف عقوبتیں اس لئے ہیں) تاکہ اپنے حوادثات کو ظاہر کر دے اور اس لئے ہیں کہ

تا برون الخ۔ یعنی تاکہ یہ زمین خاکی جو کچھ کہ باطن میں لعل و سنگ سے رکھتی ہے باہر نکال دے۔ لعل و سنگ سے مراد یہ سبزہ وغیرہ ہے مطلب یہی کہ ساری باتیں اس لئے ہیں کہ تاکہ اپنے مضمر خزانوں کو نکال ڈالے۔ چونکہ اس زمین کو چور سے تشبیہ دے کر اس کے لئے ان تغیرات کو سزا میں ثابت کیا ہے لہٰذا آگے تقدیر الٰہی کو کوتوال سے تشبیہ دیں گے اور اس کے عدم اظہار سبزہ وغیرہ کو چوری سے تشبیہ دیتے ہیں فرماتے ہیں کہ

ہر چہ الخ۔ یعنی اس خاک افسردہ نے جو کچھ خزانہ حق اور دریائے کرم سے چرایا ہے (اس کے لئے)

شحنہ الخ۔ یعنی شحنہ تقدیر کہتا ہے کہ سچ بتا جو کچھ کہ تو لے گئی ہے اس کی تفصیل بتا اے حیلہ جو

دزد الخ۔ یعنی چور یعنی خاک کہتی ہے کہ کچھ نہیں کچھ نہیں تو شحنہ تقدیر اس کو شکنجوں میں کھینچتا ہے۔

شحنہ الخ۔ یعنی کوتوال کبھی تو اس سے شکر کی طرح مہربانی کرتا ہے (مثلاً کہتا ہے کہ بتا دے چھوڑ دیں گے) اور کبھی اس کو لٹکا دیتا ہے اور بدتر سے بدتر حال کرتا ہے۔

تا میان الخ۔ یعنی تاکہ قہر و لطف کے درمیان وہ پوشیدہ چیزیں آتش خوف و رجا سے ظاہر ہو جائیں غرضکہ وہ خوب تدبیریں کرتا ہے آگے اس شحنہ کی عقوبات وغیرہ کو منطبق کریں گے۔ فرماتے ہیں کہ

آن الخ۔ یعنی وہ بہار کوتوال حق کی مہربانی ہے اور خزاں تہدید اور تخویف ہے حق تعالیٰ کی جیسے وہاں شحنہ کبھی لطف اور کبھی قہر کرتا ہے اسی طرح یہاں زمین پر کبھی لطف بہار ہے اور کبھی قہر خزان ہے۔

وان الخ۔ یعنی وہ جاڑا چار میخ معنوی ہے تاکہ تو اے پوشیدہ چور ظاہر ہو جائے چونکہ جاڑے میں ہر شے سکڑتی ہے زمین کے اجزا بھی سکڑتے ہیں اس سکڑنے کو چار میخ سے تشبیہ دی اور معنوی اس لئے کہا کہ یہ حسی تو ہے نہیں تو کہتے ہیں کہ جاڑا شکنجہ ہے کہ اس زمین کو اس شکنجہ میں کھینچا جاتا ہے۔ آگے اس ساری تشبیہات کو حالت سالک پر منطبق فرماتے ہیں کہ

پس الخ۔ یعنی پھر مجاہد کو کبھی تو بسط دل ہوتا ہے (جو کہ مشابہ بہار کے ہے) اور کبھی قبض اور گھٹن اور درد اور گھوٹ ہے جو کہ مشابہ خزاں کے ہے۔ آگے سالک پر ان احوال مختلفہ کے طیران کی وجہ فرماتے ہیں کہ

زانکہ الخ۔ یعنی یہ اس لئے کہ یہ آب وگل جو ہمارے بدن ہیں ہماری جان کی ضیا اور نور کے منکر ہیں۔ لہٰذا

حق تعالیٰ الخ۔ یعنی حق تعالیٰ اس گرم وسرد اور رنج وتکلیف کو ہمارے بدن پر رکھتے ہیں اے شیر مرد اور

خوف الخ۔ یعنی خوف اور بھوک اور نقص اموال اور بدن سب کے سب نقد جان کے ظاہر ہونے کے لئے ہے۔

این الخ۔ یعنی یہ وعید اور وعدے جو کہ حق تعالیٰ نے اتار رکھے ہیں اس نیک و بدی کے (ظہور کے) لئے ہیں جس کو کہ ملا دیا ہے

چونکہ الخ۔ یعنی چونکہ لوگوں نے حق و باطل کو ملا دیا ہے کھوٹے کھرے کو ایک ہی برتن میں ڈال رکھا ہے۔

پس محک الخ۔ یعنی پس اس کے لئے ایک کسوٹی چاہیے عمدہ جو کہ حقائق میں امتحانات کو دیکھے ہوئے ہو۔ اوپر تک تو تعلیم تھی کہ خود مجاہدہ کرو اور اس سے علوم وفنون کو حاصل کرو اس شعر سے تعلیم ہے اتباع شیخ کامل کی کہ اول مجاہدہ اور ریاضات کرو ان کے پرکھنے کو کہ آیا درست ہیں یا گمراہ کنندہ ہیں ایک کسوٹی یعنی شیخ کامل کی ضرورت ہے کہ جو بتائے کہ اب یہ اچھی ہے اور یہ حالت بری ہے لہٰذا اول تو اس نفس کی سرزنش کرے اور اس کے درست اور غیر درست ہونے کے لئے شیخ کامل کی تلاش کر۔ جب اس کو تلاش کر لیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تم کو سیدھا راستہ بتادے گا اور دوسرے راستہ سے ہٹادے گا دونوں کو تمیز کردے گا اسی کو فرماتے ہیں کہ

تا شود الخ۔ یعنی تاکہ ان جانوں کا تمیز کرنے والا ہو اور تاکہ ان تدابیر کے لئے مدبر بن جائے یعنی شیخ کامل ان شیطان کے جالوں سے راہ حق کو تمیز کردے اور ان ساری تدابیر وصول میں سے ایک تدبیر کو سوچ کر اس کو عمل میں لائے آگے مولانا اس امر کو بیان فرماتے ہیں کہ شیخ کامل کے لئے ضرورت ہے پہچان کی تو وہ فطرت سلیمہ ہوتی ہے وہ تو چونکہ حق تعالیٰ کے ہاں اس مزہ کو چکھ چکا ہے جس کے پاس اس کو دیکھے گا فوراً اس کو قبول کر لے گا مگر مولانا اس کو ایک مثال میں بیان فرماتے ہیں حاصل اس کا یہ ہے کہ دیکھو موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو الہام ہوا تھا کہ تم ان کو دودھ پلادو اور اس کے بعد جب خوف ہو تو دریا میں ڈال دینا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اس کا یہ انجام ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کسی دایہ کا دودھ منہ میں نہ لیا اس لئے کہ وہ اپنی والدہ کے دودھ کا مزہ چکھ چکے تھے اور جب ان کی والدہ نے دودھ دیا تو اس کو فوراً پینے لگے اور پہچان گئے کہ یہ وہی دودھ ہے اسی طرح جس نے کہ روز ازل میں اس کا مزہ چکھ لیا ہے وہ تو فوراً ہی پہچان لے گا لہٰذا اپنی اس استعداد سلیمہ کو معاصی سے برباد مت کرو کہ اسی کے ذریعہ سے شناخت مرد کامل کی ہوگی اور اس کو صیغہ امر سے تعبیر فرماتے ہیں کہ

شیر دہ الخ۔ یعنی اے مادر موسیٰ علیہ السلام تم ان کو دودھ پلادو ان کو پانی میں ڈال دو اور بلا سے مت ڈرو۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے واوحینا الیٰ ام موسیٰ ان ارضعیہ فاذا خفت علیہ فالقیہ فی الیم ولا تخافی ولا تحزنی انا رادوہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

الیک الخ تو جس طرح کہ ان کو حکم ہوا تھا اسی لئے کہ تا کہ ان کو اس کے مزہ کی پہچان ہو جائے۔ اسی طرح جس کو وہاں شناخت ہو چکی ہے وہ فوراً پہچان لیتا ہے۔

ہر کہ الخ۔ یعنی جس کسی نے کہ روز الست میں وہ دودھ کھالیا اس نے موسیٰ علیہ السلام کی طرح دودھ کو شناخت کرلیا۔ مطلب یہ کہ جس نے یہ چاشنی وہاں چکھ لی وہ جس کے پاس وہ شے دیکھے گا فوراً معلوم کرلے گا کہ وہی ہے۔

خود الخ۔ یعنی تجھ پر خود یہ بات ظاہر ہے کہ ہماری غرض اس سے حکایت کا بیان کرنا مقصود نہیں ہے۔ چونکہ اوپر موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ تھا تو شاید سامع کو شوق ہو کہ اب حکایت موسیٰ علیہ السلام کی بیان فرمادینگے اس لئے فرماتے ہیں کہ تمہیں معلوم ہے کہ ہم کو مقصود یہ نہیں کہ ہم حکایات کو بیان کریں بلکہ مقصود اس سے اخذ نتیجہ ہوتا ہے لہٰذا اس کے منتظر مت ہو کہ ہم حکایت موسیٰ علیہ السلام کی بیان کریں گے بلکہ چونکہ ہمارا مطلب صرف اتنی بات سے بھی نکل آیا لہٰذا آگے بیان کرنے کی ہم کو ضرورت ہی نہیں ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

گر تو الخ۔ یعنی اگر تو اپنے بچہ کے پہچان کی حریص ہو تو اے ام موسیٰ اس وقت دودھ پلادو۔ مطلب یہ ہے کہ اے ام موسیٰ اگر تمہارا دل یہ چاہتا ہے کہ تمہارا بچہ یعنی موسیٰ علیہ السلام تمہارے دودھ کو پہچان لیں تو اس وقت دودھ پلادو پھر جب وقت آئے گا فوراً پہچان لیں گے اور مقصود مولانا کا یہ ہے کہ اے سالک اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا نفس حق کو پہچان لے نفس وشیطان سے بچا رہے تو اس دنیا میں اس کو مجاہدہ وریاضت کرکے اس کا مزہ چکھا دو۔ جب وہ حق کو پائے گا اس کو قبول کرے گا اور دوسروں سے اعراض کرے گا اوپر تو اس کا بیان تھا کہ جس کی استعداد درست ہوگی وہی حق کو قبول کرے گا اور یہاں سے اس کا بیان ہے کہ تم مجاہدات وریاضات میں اپنے قلب کو شناسا حق بنالو تو وہ فوراً حق کو قبول کرلے گا۔

تا بہ الخ۔ یعنی تا کہ وہ اپنی ماں کے دودھ کا مزہ چکھ لے اور تا کہ کسی بری دایہ کے سامنے اس کا سر نہ جھک جائے۔ مطلب یہ کہ اس کو طعم حق چکھا دو تا کہ اس کو تو قبول کرے اور نفس وشیطان کے پھندے میں نہ پھنسے جس طرح موسیٰ علیہ السلام اور دایوں کے دودھ نہ پیتے تھے آگے پھر اس قصہ شتر گم کردہ کو پورا بھی کرتے ہیں اور اس کے فائدے بھی بیان کرتے ہیں۔

شرح فائدۂ حکایت آں شخص شتر جوئندہ

اونٹ تلاش کرنے والے شخص کی حکایت کے فائدہ کی تشریح

اشترے گم کردۂ اے معتمد	ہر کس از اشتر نشانت می دہد
اے معتمد! تو نے اونٹ گم کر دیا ہے	ہر شخص تجھے اونٹ کی نشانی بتا رہا ہے
تو نمی دانی کہ آں اشتر کجاست	لیک دانی کایں نشانیہا خطاست
تجھے معلوم نہیں کہ وہ اونٹ کہاں ہے	لیکن تو جانتا ہے کہ یہ نشانیاں غلط ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

واں کہ اشتر گم نہ کرد او از مرے	ہمچوں آں گم کردہ جوید اشترے
جس نے اونٹ گم نہیں کیا وہ جھگڑے کے لئے	اونٹ گم کرنے والے کی طرح اونٹ ڈھونڈتا ہے
کہ بلے من ہم شتر گم کردہ ام	ہر کہ یا بد اجرتش آوردہ ام
کہ ہاں میں نے بھی اونٹ گم کیا ہے	جو اس کو پائے اس کے لئے میں انعام لایا ہوں
تا در اشتر با تو انبازی کند	بہر طمع اشتر ایں بازی کند
تا کہ اونٹ میں تیرے ساتھ شریک ہو جائے	اونٹ کے لالچ میں یہ کھیل کھیلتا ہے
او نشان کژ نہ بشناسد ز راست	لیک گفت آں مقلد را عصاست
وہ غلط علامت کو صحیح علامت سے جدا نہیں کر سکتا ہے	لیکن تیری گفتگو اس مقلد کی لاٹھی ہے
ہر چرا گوئی خطا بود آں نشاں	او بتقلید تو می گوید ہماں
جس کو تو کہتا ہے یہ علامت غلط ہے	وہ۔ تیری تقلید میں وہی کہہ دیتا ہے
چوں نشان راست گویند و شبیہ	پس یقیں گردد ترا لاریب فیہ
جب وہ بھی علامت اور ملتی جلتی بتاتے ہیں	تو تجھے یقین آ جاتا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے
آں شفائے جانِ رنجورت شود	مظہر حس چو گنجورت شود
وہ (علامت) تیری فکر مند جاں کی شفا بن جاتی ہے	تیرے خزانچی جیسے حس کو ظاہر کرنے والی بن جاتی ہے
رنگ روئے و قوت بازو شود	خلق و خلق نیکو ات صد تو شود
چہرے کی رونق اور بازو کی طاقت ہو جاتی ہے	تیرا اکہرا جسم اور اخلاق سو گنا ہو جاتا ہے
چشم تو روشن شود پایت دواں	جسم تو جاں گردد و جانت رواں
تیری آنکھ روشن ہو جاتی ہے تیرے پیر دوڑنے لگتے ہیں	تیرا جسم روح (حیوانی) بن جاتا ہے اور تیری روح (حیوانی) روح (انسانی) بن جاتی ہے
پس بگوئی راست گفتی اے امیں	ایں نشانی ہا بلاغ آمد مبیں
پس تو کہتا ہے اے امانت دار! تو نے سچ کہا	یہ علامتیں واضح پیغام ہیں
فیہ آیات ثقات بینات	ایں براتے باشد و قدر و نجات
اس میں روشن معتبر علامتیں ہیں	یہ دستاویز ہیں اور (قابل) قدر ہیں اور (ذریعہ) نجات ہیں
ایں نشاں چوں داد گوئی پیش رو	وقت آہنگ ست پیش آہنگ شو
جب اس نے یہ علامت بتا دی تو کہے گا آگے چل	(اب) چلنے کا وقت ہے آگے آگے چل

www.besturdubooks.wordpress.com

پیروی تو کنم اے راست گو	بوئے بردی زاشترم بنما کہ کو
اے بچے! میں تیرے پیچھے چلوں گا	تو نے میرے اونٹ کا سراغ پا لیا؟ دکھا وہ کہاں ہے؟
پیش آں کس کہ نہ صاحب اشتریست	کو دریں جست شتر بہر مریست
اس شخص کے لئے جو اونٹ کا مالک نہیں ہے	جو اونٹ کی تلاش میں مقابلہ کے لئے (لگا) ہے
زیں نشان راست نفزودش یقیں	جز زعکس ناقہ جوئے راستیں
اس سچی علامت نے اس کے یقین میں اضافہ نہیں کیا	وقتی طور پر اونٹ تلاش کرنے والے کی نقل کے سوا
بوئے برد از جد و گرمیہائے او	کہ گزافہ نیست ایں ہیہائے او
اس کی کوشش اور اس کی سرگرمیوں سے اس کو پتہ لگا	کہ اس کا شور و غل خواہ مخواہ نہیں ہے
اندریں اشتر نبودش حق و لے	اشترے گم کردہ است وہم بلے
اس اونٹ میں اس کا کوئی حق نہ تھا لیکن	اس نے بھی ایک اونٹ ضرور کھویا ہے
طمع ناقہ غیر روپوشش شدہ	انچہ زو گم شد فراموشش شدہ
دوسرے کے اونٹ کا لالچ اس کے چہرہ کا پردہ بن گیا	جو اس کا کھویا گیا ہے اس کو اس نے بھلا دیا ہے
ہر کجا او می دود ایں ہم دود	از طمع ہمدرد صاحب می شود
جدھر وہ بھاگتا ہے یہ بھی بھاگتا ہے	لالچ سے مالک کا ہمدرد بنتا ہے
کاذبے با صادقے چوں شد رواں	آں دروغش راستی شد ناگہاں
ایک جھوٹا جب سچے کے ساتھ روانہ ہوتا ہے	اس کا وہ جھوٹ خواہ مخواہ سچ ہو جاتا ہے
اندراں صحرا کہ آں اشتر شتافت	اشتر خود نیز آں دیگر بیافت
جس جنگل میں وہ اونٹ بھاگا	اس دوسرے نے اپنا اونٹ بھی پا لیا
چوں بدیدش یاد آورد آن خویش	بے طمع شد ز اشتر آں یار بیش
جب اس نے اس کو دیکھا تو اپنا اونٹ یاد آ گیا	(اور) اس دوست کے اونٹ سے بہت بے طمع ہو گیا
آں مقلد شد محقق چوں بدید	اشتر خود را کہ آنجا می چرید
وہ مقلد محقق بن گیا جب اس نے دیکھا	اپنے اونٹ کو کہ اس جگہ چر رہا ہے
او طلبگار شتر آں لحظہ گشت	می بجستش تا ندید او را بدشت
وہ اسی لمحہ اونٹ کا طلبگار بن گیا	جب تک اس کو جنگل میں نہ دیکھا تھا اس کی جستجو میں نہ تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

بعد ازاں تنہا روی آغاز کرد	چشم سوئے ناقۂ خود باز کرد
اس کے بعد اس نے تنہا روی شروع کر دی	اپنی اونٹنی کو نصب العین بنا لیا
گفت آں صادق مرا بگذاشتی	تا بہ اکنوں پاس من می داشتی
سچے نے اس سے کہا تو نے مجھے چھوڑ دیا	اب تک تو میرا ساتھ دے رہا تھا
گفت تا اکنوں فسوسی بودہ ام	وز طمع در چاپلوسی بودہ ام
اس نے کہا اب تک میں بناوٹی تھا	لالچ سے خوشامد میں لگا تھا
ایں زماں ہمدرد تو گشتم کہ من	در طلب از تو جدا گشتم بہ فن
اب میں تیرا ہمدرد ہوں کیونکہ میں	طلب میں مصلحتاً تجھ سے جدا ہوا ہوں
از تو می وزدیدمے وصف شتر	جان من دید آن خود شد چشم پر
میں تجھ سے اونٹ کے اوصاف چھپاتا تھا	میں نے مطلوب پا لیا میں سیر چشم ہو گیا
تا نیابیدم نہ بودم طالبش	مس کنوں مغلوب شد زر غالبش
جب تک میں نے اس کو نہ پایا تھا میں اس کا طلبگار نہ تھا	تانبا اب مغلوب ہو گیا اس پر سونا غالب آ گیا
سیئاتم شد ہمہ طاعات شکر	ہزل شد فانی و جد اثبات شکر
(خدا کا) شکر ہے میری برائیاں سب بھلائیاں بن گئیں	شکر ہے مذاق ختم ہو گیا اور سنجیدگی آ گئی
سیئاتم چوں وسیلت شد بحق	پس مزن بر سیئاتم ہیچ دق
میری برائیاں چونکہ حق کا وسیلہ بن گئیں	تو میری برائیوں پر اعتراض نہ کر
مر ترا صدق تو طالب کردہ بود	مر مرا جد و طلب صدقے کشود
تجھے تیری سچائی نے طلبگار بنایا تھا	میرے لئے کوشش اور طلب نے سچائی واضح کر دی
صدق تو آورد در جستن ترا	جستنم آورد در صدقے مرا
تیری سچائی نے تجھے جستجو میں مبتلا کیا	میری جستجو نے مجھے سچائی میں پہنچا دیا
تخم دولت در زمیں می کاشتم	سخرہ و بیکار می پنداشتم
میں نے نصیبے کا بیج زمین میں بویا تھا	(جس کو) میں مذاق اور بیکار سمجھ رہا تھا
آں نہ بد بیکار کسبے بد درست	ہر یکے دانہ کشتم صد برست
وہ بیکار نہ تھا صحیح محنت تھی	میں نے جو ایک دانہ بویا سو آگے

www.besturdubooks.wordpress.com

دزد سوئے خانہ شد زیر دست	چوں درآمد دیدکاں خانہ خودست
چور چھپ کر ایک گھر میں گیا	جب اندر پہنچا' دیکھا کہ اسی کا گھر ہے
گرم باش اے سرد تا گرمی رسد	با درشتی ساز تا نرمی رسد
اے افسردہ! سرگرم بن تاکہ جذبہ حاصل ہو	سختی جھیل' تاکہ راحت ملے

شرح حبیبی

مولانا یہاں سے پھر قصہ اشتر کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تیرا اونٹ گم ہوگیا ہے اور ہر شخص تجھے اس اونٹ کا پتہ بتلا رہا ہے گو تجھے یہ معلوم نہیں کہ اونٹ کہاں ہے مگر اتنا جانتا ہے کہ یہ اتے پتے سب غلط ہیں ایک ایسا شخص بھی ہے جس کا اس کے خیال میں کوئی اونٹ گم نہیں ہوا مگر اس کی دیکھا دیکھی وہ اونٹ کو تلاش کرنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ ہاں میرا بھی اونٹ کھویا گیا ہے جو شخص پائے گا میں اس کے لئے انعام لایا ہوں۔ میں اسے انعام دوں گا۔ اس کا مقصد اس مکاری سے یہ ہے کہ وہ بھی تمہارے اونٹ میں شریک ہو جائے اور دعویٰ کرے کہ یہ اونٹ میرا ہے یہ چال وہ محض طمع کی بناء پر کرتا ہے۔ فی الحقیقت نہ وہ جھوٹی نشانی کو جھوٹی جانتا ہے نہ سچی کو سچی۔ محض تیرا بیان اس کا سہارا ہے جو تو کہتا ہے وہ بھی وہی کہتا ہے، جس نشان کو تو غلط کہتا ہے وہ بھی کہتا ہے کہ ہاں میرے اونٹ کی یہ نشانی نہیں۔ اور جب لوگ سچا پتا اور صحیح حلیہ بیان کرتے ہیں تو اس سے تجھ کو تو یقین ہو جاتا ہے اور اصلاً شک نہیں رہتا اور اس سے تیری جتلائے رنج جان کو شفا حاصل ہوتی ہے اور تیرے حواس کو جو کہ محسوسات کے لئے بمنزلہ خزانچی کے ہیں قوت و غلبہ حاصل ہوتا ہے اور تیرے منہ پر رونق آتی ہے اور بازو میں قوت ہوتی ہے جسم اور خصلت میں سوگنا ترقی ہوتی ہے۔ آنکھ میں روشنی پیدا ہوتی ہے پاؤں میں چستی آتی ہے جسم گویا کہ روح حیوانی بن جاتا ہے اور روح حیوانی روح انسانی ہو جاتی ہے اور تو کہتا ہے کہ تو نے بہت سچ کہا اور یہ نشانیاں سراسر کامیابی ہے۔ تیرے اس بیان میں معتبر اور کھلی نشانیاں ہیں یہ پروانہ ہے حصول مدعا کا اور قابل قدر اور باعث ہے رنج و تشویش سے رہائی کا۔ جب تو نے یہ پتہ بتلایا ہے تو چل آگے ہو۔ یہ چلنے کا وقت ہے لہٰذا تو آگے آگے چل میں تیرے پیچھے پیچھے چلتا ہوں اس لئے کہ تو نے میرے اونٹ کا نشان معلوم کرلیا ہے اب مجھے چل کر دکھادے کہ کہاں ہے۔ برخلاف اس کے جس کا اونٹ اس کے زعم میں گم نہیں ہوا ہے اور جو محض دیکھا دیکھی اور بطمع اونٹ کو تلاش کرنے لگا ہے اس کو اس نشان سے کچھ بھی یقین نہیں بڑھتا۔ بجز اس کے کہ وہ سچے ناقہ جو کی نقل کرے اور جو آثار اس کے اندر واقعی طور پر پیدا ہوئے ہیں ان کو یہ مصنوعی طور پر اور بہ تکلف اپنے اندر پیدا کرے اور یہ سمجھ کر کہ صادق کی خوشی بے جا نہیں ہے یہ بھی ویسی ہی کوشش اور جدوجہد شروع کرے۔ نیز گو اس اونٹنی میں ان کا حق نہیں تھا مگر حقیقت میں اس کا اونٹ بھی کھویا گیا تھا اور گو ناقہ غیر کی طمع نے

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کے منہ پر پردہ ڈال دیا تھا اور جو کچھ اس کا کھو گیا تھا اس کا اسے خیال بھی نہیں تھا مگر جہاں وہ جاتا ہے یہ بھی جاتا ہے اور طمع سے اپنے ساتھی کا شریک درد بنتا ہے یعنی اپنے کو بھی اسی مصیبت میں مبتلا کرتا ہے جس میں کہ وہ مبتلا ہے غرض جبکہ ایک جھوٹا ایک سچے کے ساتھ چلتا ہے تو اچانک اس کا جھوٹ سچ بن جاتا ہے یعنی جس جنگل میں کہ اس کا اونٹ تھا اپنے اونٹ کو بھی وہیں پاتا ہے جب اس کو اونٹ ملتا ہے اس وقت اپنی ملک یاد آتی ہے اور اپنے ساتھی کے اونٹ سے بے طمع ہو کر اپنے اونٹ کی طرف جاتا ہے اور وہ جو پہلے مقلد اور نقال تھا اب محقق ہو جاتا ہے جبکہ اپنے اونٹ کو وہاں چرتے دیکھتا ہے اور جبکہ اس کو دیکھ لیتا ہے اس وقت اس کا طلب گار بنتا ہے اور جب تک دیکھا نہیں تھا اس وقت تک اس کا طلب گار نہیں تھا اس کے بعد وہ الگ چلنا شروع کرتا ہے اور اپنی اونٹنی کو مطمع نظر بناتا ہے۔

اس وقت یہ طالب صادق کہتا ہے کہ اب تک تو میرا لحاظ رکھتا تھا اب تو نے مجھے چھوڑ دیا۔ اس وقت وہ جواب دیتا ہے کہ اس وقت تک میں بوالہوس تھا اور طمع سے تمہاری خوشامد کرتا تھا اس وقت میں فی الواقع تمہارا شریک درد ہوا ہوں جبکہ تم سے طلب میں جدا ہوں اس سے پہلے تو میں اونٹ کے اوصاف تم سے چراتا تھا لہٰذا تمہاری تقلید کی ضرورت تھی لیکن اب جبکہ مجھے اپنی ملک مل گئی ہے تو اب میں سیر چشم ہو گیا ہوں اور مجھے تم سے استغناء ہو گیا ہے جب تک میں نے پایا نہ تھا اس وقت تک میں اس کا طالب نہ تھا اب تانبا مغلوب ہو گیا ہے اور سونا غالب۔ یعنی صدق غالب ہو گیا ہے اور کذب مغلوب۔ شکر ہے کہ میری تمام برائیاں طمع وغیرہ طاعات بن گئیں اور ہزل فنا ہو کر جد بن گئی۔ میری برائیاں جبکہ موصل الی الحق ہو گئی ہیں اب تم کو ان برائیوں پر اعتراض اور طعن نہ چاہیے تمہارا تو صدق ذریعہ طلب بنا تھا اور میری طلب آلۂ صدق ہوئی ہے تم نے تو صدق کی بناء پر طلب شروع کی تھی اور میری طلب نے مجھے صدق تک پہنچایا ہے۔ میں زمین میں دولت کا بیج بو رہا تھا مگر اس کو لغو اور بے سود سمجھتا تھا مگر وہ بیکار نہ تھا بلکہ واقع میں کمائی تھی۔ جو دانہ میں نے بویا اس سے سو پھل پائے۔ میری مثال ایسی ہو گئی جیسے کہ کوئی چور چھپ کر کسی گھر میں جائے اور بعد کو وہ اسی کا گھر ثابت ہو۔ خلاصہ یہ کہ حق کے طالب اور واصل بحق دو قسم کے ہیں بعض تو ایسے ہیں جو کہ حق سبحانہ کو پہچانتے ہیں مگر اس تک پہنچنے کا طریق نہیں جانتے اس لئے ان کو ایک ہادی کی ضرورت ہوتی ہے اور اس ہادی کے ذریعہ سے حق سبحانہ تک پہنچتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ وہ حق کو جانتے نہیں مگر کسی غرض فاسد سے وہ طالب صادق کی شکل بناتے ہیں اور راہ بر کے ساتھ چلتے ہیں۔ جب وہ مطلوب تک پہنچ جاتے ہیں اس وقت وہ طالب صادق بنتے ہیں اور بجائے مقلد کے محقق بن جاتے ہیں اس لئے کہ طلب کاذب بھی دیگر باقاعدہ ہو تب بھی آدمی محروم نہیں رہتا۔ پس آدمی کو چاہیے کہ اگر طلب صادق بھی نہ ہو تو کاذب ہی سہی طلب ہونی چاہیے اور مجاہدات وریاضات کرنے چاہئیں تا کہ ایک روز آرام و آسائش حاصل ہو۔

آں دو اشتر نیست آں یک اشتر ست	تنگ آمد لفظ معنیٰ بس پر ست
وہ دو اونٹ نہیں ہیں ایک اونٹ ہے	الفاظ تنگ ہیں معنی بہت زیادہ ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

لفظ در معنی ہمیشہ نارساں	زاں پیمبر گفت قد کل اللساں
لفظ معنی (کی ادائیگی) میں ہمیشہ کوتاہ ہیں	اسی لئے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا زبان عاجز آ گئی
نطق اصطرلاب باشد در حساب	چہ قدر داند ز چرخ و آفتاب
حساب کرنے میں نطق ' اصطرلاب ہیں	وہ آسمان اور سورج کا اندازہ کیا جانے
خاصہ چرخے کایں فلک زو پرہ ایست	آفتاب از آفتابش ذرہ ایست
خصوصاً وہ آسمان کہ یہ آسمان اس کا ایک تنکا ہے	(یہ) سورج اس (فلک) کے سورج کا ایک ذرہ ہے

اب ایک شبہ کا جواب دیتے ہیں جو ظاہر تمثیل سے پیدا ہوتا ہے تقریر شبہ یہ ہے کہ آپ کی تمثیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلوب دو ہیں کیونکہ تمثیل میں مشبہ بہ آپ نے دو اونٹ بنائے ہیں ایک وہ جو طالب صادق کا مطلوب ہے۔ دوسرا وہ جو طالب کاذب کا مطلوب ہے حالانکہ مطلوب ایک ہے۔ تقریر جواب شبہ مذکور یہ ہے کہ مطلوب دو نہیں ہیں بلکہ مطلوب ایک ہی ہے معنی چونکہ کثیر ہیں الفاظ میں سما نہیں سکتے اس لئے تعدد کا شبہ ہوتا ہے مگر ہم معذور ہیں کیونکہ الفاظ ہمیشہ ناکافی ہوتے ہیں ان سے پورا مدعا ظاہر ہو ہی نہیں سکتا۔ اسی لئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کل اللسان فرمایا ہے۔ یعنی عارف کی زبان کند ہو جاتی ہے وہ اپنے مافی الضمیر کو کما حقہ ادا نہیں کر سکتا۔ پھر ہم کیا کر سکتے ہیں جہاں تک الفاظ مساعدت کرتے ہیں ہم بیان کرتے ہیں۔ نطق کو حقائق سے وہی نسبت سمجھنی چاہیے جو اصطرلاب کو چرخ و آفتاب سے پس جس طرح اصطرلاب چرخ و آفتاب کے اوصاف کما حقہ بیان نہیں کر سکتے۔ یوں ہی نطق بھی معارف کو کافی طور پر بیان نہیں کر سکتا۔ بالخصوص اس سماء رفعت کی حالت جس کے سامنے یہ چرخ معروف ایک تنکا ہے اور وہ آفتاب حقیقی جس کے سامنے یہ آفتاب مشہور ایک ذرہ ہے اس کی حالت تو کما حقہ کیا ہی بیان کر سکتا ہے آگے پھر مسجد ضرار کے قصہ کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں

اونٹ تلاش کرنے والے کی حکایت کے فائدہ کی شرح

شرح شبیری

اشترے الخ۔ یعنی اے معتمد تو نے ایک شتر گم کیا ہے اور لوگ تجھے اس کی نشانیاں بتا رہے ہیں۔

تو نمی دانی الخ۔ یعنی تجھے اس کی تو خبر نہیں کہ وہ شتر کہاں ہے لیکن تو یہ جانتا ہے کہ ساری نشانیاں غلط ہیں اس لئے کہ وہ اونٹ تیرا دیکھا ہوا ہے لہٰذا ان نشانی ہائے غلط کو تو سمجھ رہا ہے کہ ہاں یہ غلط ہیں اور تو اس کی تلاش میں لگا ہوا ہے اسی طرح جبکہ حق کی تلاش ہوتی ہے اور مختلف فرق کے لوگ مختلف باتیں کہتے ہیں تو چونکہ استعداد فطری۔ اس کو مقتضی ہے کہ حق کو قبول کیا جائے لہٰذا ہرگز اس کے دل کو وہ اقوال باطل نہیں لگتے۔ اگرچہ یہ بھی خبر نہ ہو کہ حق کہاں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے مگر یہ جانتا ہے کہ یہ سب غلط کہتے ہیں یہ تو اس کی مثال ہے جو تلاش میں حق کے ہو آگے اس شخص کی مثال فرماتے ہیں جو کہ دیکھا دیکھی لوگوں کی طلب حق کرتے ہیں مگر اصل مقصود ان کا کچھ اور ہوتا ہے مثلاً یہ کہ بزرگوں کی خدمت میں طلب کے لئے جاتے ہیں اور مثل طالب صادق کے خود بھی اعتقاد ظاہر کرتے ہیں۔ مگر مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ رہیں گے دعوتیں کھانے کو ملیں گی یا خوب عزت وجاہ ہوگی کہ فلاں حضرت کے خادم ہیں تو جس کی کہ یہ فاسد نیت ہو ظاہر ہے کہ اس کو طلب حق نہیں ہے لہٰذا اس سے جو کوئی بھی کہے گا کہ حق یہ ہے کہ اس کو اصل کی تو خبر نہیں ہے اس لئے کہ جب وہ طلب نہیں کرتا تو اس کی استعداد بھی مخفی ہے پس وہ کہہ دیتا ہے کہ ہاں یہی ہے غرض ایسے شخص کا اعتبار ہی کیا ہے جس کا دل چاہے اس کو بہکائے۔ اب اس کی مثال سنو کہ فرماتے ہیں کہ

وانکہ الخ۔ یعنی جس نے کہ شتر گم نہیں کیا ہے تو وہ مقابلہ کے لئے اس گم کردہ اشتر کی طرح ایک شتر کی تلاش میں ہے اور کہتا ہے کہ

کہ بلے الخ۔ یعنی کہ ہاں میں نے بھی ایک اونٹ کو گم کیا ہے اور جو کوئی اس کو پائے میں اس کی اجرت لایا ہوں غرضیکہ جو یہ گم کردہ اشتر کہتا ہے اسی کو وہ دہرا دیتا ہے اور یہ اس لئے کرتا ہے کہ

تا در الخ۔ یعنی تا کہ اونٹ میں تیرے ساتھ شرکت کرے تو اونٹ کی طمع میں یہ بازی کر رہا ہے۔ جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے کہ وہ اس لئے کہتا پھرتا ہے کہ میں بھی تلاش حق میں ہوں تا کہ دعوتیں وغیرہ خوب کھانے کو ملیں۔ غرضکہ اس حرص و طمع کی وجہ سے وہ بھی اس طالب کے ساتھ ہے اور اس کی حالت یہ ہے کہ

اونشان الخ۔ یعنی وہ غلط نشانی کو درست نشان سے متمیز نہیں کر سکتا لیکن تیرا کہنا اس مقلد کے لئے سہارا ہے۔ مطلب یہ کہ اس کا چونکہ شتر گم ہی نہیں ہوا تو اس کو کسی نشانی کی بھی خبر نہیں بلکہ جو یہ گم کردہ اشتر کہہ رہا ہے وہ بھی ہاں میں ہاں ملا رہا ہے اصل اور حقیقت کی اصلا خبر نہیں۔

ہر چہ الخ۔ یعنی جس کو کہ تم کہتے ہو کہ یہ نشانی غلط تھی تو وہ بھی تمہاری تقلید سے وہی کہہ دیتا ہے۔

چون الخ۔ یعنی جبکہ کوئی درست نشانی اور متشابہ بحق نشانی کہیں گے تو تم کو یقین ہو جائے گا اور اس میں کسی قسم کا شک نہ رہے گا اور یہ حالت ہوگی کہ

آن الخ۔ یعنی وہ تیری جان رنجور کے لئے شفا ہو جائے گی اور تیری حس کی جو خزانہ کی طرح ہے مظہر ہو جائیگی۔

رنگ الخ۔ یعنی وہ تیرے چہرہ کا رنگ ہو جائے اور قوت بازو ہو جائے اور تیرے اعضاء اور تیرے اخلاق ایک حصہ سے سو حصہ ہو جائیں۔ مطلب یہ کہ یہ حالت ہو کہ جامہ میں پھولا نہ سمائے۔

چشم الخ۔ یعنی تیری آنکھ روشن ہو جائے اور تیرے پاؤں دوڑنے لگیں اور تیرا جسم جان ہو جائے اور تیری جان رواں ہو جائے غرض کہ بوجہ فرط خوشی کی ہر حالت میں ترقی ہو جائے۔

پس الخ۔ یعنی پھر تو اس بتانے والے سے کہے کہ اے امین تو نے ٹھیک کہا وہ نشانیاں بالکل درست ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

فیہا الخ۔ یعنی اس میں مضبوط نشانیاں ہیں ظاہر اور یہ ایک دستاویز ہو جائے اور موجب قدر اور نجات ہو جائے

این الخ۔ یعنی جب اس نے یہ نشانیاں بتائیں تو تو نے اس سے کہا کہ آگے چلو کہ یہ وقت قصد کا ہے تم قصد کے آگے ہو جاؤ۔

پیروی الخ۔ یعنی اے راست گو میں تیری پیروی کرتا ہوں۔ تو نے میرے شتر کی نشانی معلوم کر لی ہے اب بتا کہ کہاں ہے یہ تو اس کی حالت ہوگی کہ جس کا شتر فی الواقع کھو گیا ہے اس کو تو نشانی کے سنتے ہی فوراً یقین ہو جائے گا کہ بے شک اس نے میرے اونٹ کو دیکھا ہے آگے اس کی حالت بیان فرماتے ہیں جو کہ صرف دیکھا دیکھی ہی تلاش کر رہا تھا اور اس کے ساتھ تھا کہ اس نشان راست سے اس کی یہ حالت ہوگی کہ

آن الخ۔ یعنی اس کو جو کہ صاحب اشتر نہیں ہے اور اس تلاش شتر میں صرف مقابلہ کی وجہ سے ہے۔

زین الخ۔ یعنی اس نشان راست سے اس کو کوئی یقین نہ بڑھے گا سوائے ناقہ جو واقعی کے عکس کہ اس کو تو یقین کی زیادتی ہوئی اور اس کو اور زیادہ شک بڑھ جائے گا کہ نہ معلوم یہ ہے یا اور کوئی ہے۔

بوے الخ۔ یعنی اس کی کوشش اور جوش سے کچھ بو لے گیا کہ یہ ہائے ہوئے فضول نہیں مطلب یہ کہ جو صرف دیکھا دیکھی تلاش کر رہا تھا اس کو اس نشان راست کے معلوم ہونے سے یقین میں تو کچھ ترقی ہوئی نہیں اس لئے کہ اس نے دیکھا ہی نہیں کہ شتر کیسا ہوتا ہے مگر ہاں جب دیکھا کہ وہ صاحب شتر اس نشان کو سن کر پھولا نہیں سماتا اور بے انتہا مسرور ہے تو یہ بھی سمجھا کہ کوئی بات ضرور ہے اور یہ سمجھ کر اس نے بھی غل مچایا کہ ہاں ہاں صاحب میرا اونٹ ہی ہے جس کی یہ نشانی ہے اسی طرح ایک تو وہ ہے جو کہ طالب حق ہے اور دوسرا وہ جو کہ صرف اس کی دیکھا دیکھی طالب حق بنا ہے اور اس کی نیت فاسد ہے تو اس طالب حق واقعی کو تو جب کہیں حق ملے گا بے انتہا مسرور ہوگا اور جو کوئی اس کو موصل الی الحق ہوگا یعنی شیخ کامل فوراً اس کا اتباع کرے گا کہ بس مجھے تو حاصل ہو گیا۔ اب خدا کے لئے تشریف لے چل کر مجھے راستہ پر لگا دیجئے اور بتا دیجئے کہ میرا مطلوب کہاں ہے اور اس دوسرے شخص کو کچھ بھی خبر نہ ہوگی بلکہ اس دوسرے کو دیکھ کر یہ بھی کہے گا کہ بے شک حضرت بڑے مرتبے اور پائے کے بزرگ ہیں بس حضور ہی میری دستگیری فرمائیں گے وغیرہ وغیرہ دیکھو اس پہلے نے جو شناخت کر لیا صرف اسی لئے کہ پہلے روز ازل میں وہ دیکھے ہوئے تھا کہ حق اس کو کہتے ہیں۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

اندرین الخ۔ یعنی اس مقابل کو اس شتر میں تو کوئی حق نہیں ہے مگر اس نے بھی ایک شتر گم کیا ہے۔

طمع الخ۔ یعنی ناقۂ غیر کی طمع اس کی روپوش ہو گئی ہے اور اس کا جو گم ہو گیا ہے وہ اس کو فراموش ہو گیا ہے۔

ہر کجا الخ۔ یعنی جہاں کہیں کہ وہ صادق دوڑ رہا ہے (تلاش میں) وہاں یہ بھی دوڑ رہا ہے اور طمع کی وجہ سے اپنے ساتھی کا ہمدرد بنتا ہے۔ مطلب مولانا کا یہ ہے کہ فی الواقع تو اس سے بھی حق زائل ہو گیا ہے اور کھو گیا ہے مگر یہ اس کو بھول گیا اور اس نے اپنی استعداد کو کمزور کر لیا کہ اسے یہ بھی یاد نہ رہا کہ میری بھی کوئی شے کھو گئی تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

بلکہ دوسروں کی شے تلاش کرنے میں لگ گیا مگر بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ اس صادق کی صحبت کی برکت سے اس کے اندر بھی خلوص آ جاتا ہے اور صدق پیدا ہو جاتا ہے اور یہ بھی طالب حق ہو جاتا ہے اور اس کی استعداد میں قوت ہوتی ہے اور یہ بھی تلاش میں لگ جاتا ہے اور اس کو بھی مطلوب مل جاتا ہے اسی کو آگے فرمارہے ہیں کہ

کاذبے الخ۔ یعنی ایک کاذب جب ایک صادق کے ساتھ چلا تو وہ اس کا کذب بھی ناگہاں صدق ہو گیا۔

در آن الخ۔ یعنی اس جنگل میں کہ وہ اونٹ دوڑ رہا تھا اس دوسرے نے بھی اپنا اونٹ وہیں پالیا۔

چون الخ۔ یعنی جب اس کو دیکھا تو اس کو اپنی چیز یاد آئی اب وہ دوسرے کے اونٹ سے بے طمع ہو گیا۔

آن الخ۔ یعنی وہ مقلد اب محقق ہو گیا جبکہ اس نے اپنے اونٹ کو دیکھ لیا جو کہ وہاں چر رہا تھا۔

اوطلبگار الخ۔ یعنی وہ شتر کا متلاشی اس وقت ہوا ہے اور جب تک اس کو جنگل میں دیکھ نہ لیا تھا اس کو تلاش بھی نہ کرتا تھا۔ مطلب یہ کہ یہ طالب کاذب اس صادق کے ساتھ تلاش میں تھا اور اس کی دیکھا دیکھی کہہ رہا تھا کہ میں بھی طالب ہوں مگر اب تک بالکل بے خبر تھا حتی کہ اس صادق کی صحبت کی برکت سے یہ ہوا کہ اچانک اس کی آنکھیں کھل گئیں اور اس کو حق نظر آ گیا اب تو اس کو وہ استعداد فطری یاد آئی اور اس نے پہچان لیا کہ بے شک یہ وہی ہے جس کو کہ میں اتنے روز سے بھولا ہوا تھا اب یہ خود محقق ہو گیا اور تلاش حق شروع کر دی تو اس پہلے نے تو تلاش پہلے کیا تھا اور ملا بعد میں تھا اور اس کو ملا پہلے ہی اور تلاش اس نے بعد میں کیا ہے اس لئے کہ جب مل گیا طلب تو اسی وقت ہوئی ہے پہلے سے طالب ہی کب تھا۔

بعد از اں الخ۔ یعنی بعد اس کے تنہا چلنا شروع کیا اور اپنے ناقہ کی طرف آنکھ کھول دی مطلب یہ کہ جب اس کو خود حق واضح ہو گیا تو پہلے تو صرف لوگوں کی دیکھا دیکھی تلاش میں تھا اور اب خود اس کی طرف چلا اور طلب حق میں منفرد ہو گیا اور قاعدہ بھی یہی ہے کہ اول طلب دوسروں کی حرص سے ہوتی ہے اس کے بعد خود طلب لگ جاتی ہے تو ایک مرتبہ تو اس وقت تنہا روی ہوتی ہے یہاں تو تنہا روی صرف ساتھیوں اور دیگر طالبین سے ہوتی ہے اس کے بعد جب یہ شخص خود محقق ہو جاتا ہے تو اب یہ شیخ سے بھی منفرد ہو جاتا ہے اور اپنی تحقیقات پر عامل ہوتا ہے ہاں جو کچھ ہے وہ ہے طفیل شیخ ہی کا۔ مگر یہ شخص اس حالت تحقیق میں شیخ سے منفرد ہو جاتا ہے جیسا کہ کئی مرتبہ پہلے بھی لکھا جا چکا ہے۔ غرض کہ اس وقت تو یہ طالب کاذب دیگر طالبین سے ہو کر طلب میں محقق ہو گیا ہے۔

گفت الخ۔ یعنی وہ صادق کہتا ہے کہ تم نے مجھے چھوڑ دیا حالانکہ اب تک تو میرا ساتھ دیا ہے۔

گفت الخ۔ یعنی اس طالب جدید نے کہا کہ اب تک تو میں مسخرہ پن میں تھا اور طمع کی وجہ سے چاپلوسی میں تھا۔

این الخ۔ یعنی میں اب تیرا (اصلی) ہمدرد (ساتھی) ہوا ہوں کہ اب طلب میں تجھ سے جدا ہو گیا ہوں تو جس طرح کہ تو اے طالب صادق بے کسی حرص اور تقلید کے تلاش کر رہا تھا اسی طرح اب میں تلاش کر رہا ہوں ورنہ اول میں تیرا ساتھی ہی نہ تھا اس لئے کہ میری حالت اور تھی اور تمہاری حالت دوسری تھی اور کہتا ہے کہ

ازتو الخ۔ یعنی میں تجھ سے شتر کے اوصاف کو چرا رہا تھا اب میں نے خود اپنی ہلک کو دیکھ لیا تو اب میں چشم پور ہوگیا۔ مطلب یہ کہ پہلے سے تو تمہاری سنی سنائی اور دیکھا دیکھی طلب کرتا تھا مگر اب میری طلب صادق ہوگئی ہے۔

تانیا بیدم الخ۔ یعنی جب تک کہ میں نے پانہ لیا تھا میں اس کا طالب ہی نہ تھا اب تانبا مغلوب ہوگیا اور سونا اس پر غالب ہوگیا۔ مطلب یہ کہ اول تو کذب اور ریا غالب تھی اور صدق اور خلوص مغلوب تھا مگر بحمداللہ اب حق غالب ہے اور کذب اور ریا مغلوب ہے۔

سیئاتم الخ۔ یعنی میری سیئات شکر ہے کہ طاعات بن گئیں اور ہزل فانی ہوگیا۔ جدّ ثابت ہوگئی شکر ہے مطلب یہ کہ پہلے سے تو چونکہ نیت خراب تھی یہ ساری طلب وغیرہ سیئات ہی تھی مگر خدا کا شکر ہے کہ اب موجب طاعت ہوگئیں بلکہ وہ بھی طاعات ہی ہوگئیں اور پہلے تو صرف ایک مسخرہ پن ہی تھا مگر الحمدللہ کہ وہ سب جدّ ہوگیا اور اس سے مقصود اور مطلوب حاصل ہوگیا۔ فالحمدللہ

سیئاتم الخ۔ یعنی میری سیئات جب وسیلہ حق کا ہوگئیں تو اب سیئات پر کوئی اعتراض مت کرو۔

مرترا الخ۔ یعنی تمہاری تو صدق نے تم کو طالب بنا دیا تھا اور میری کوشش اور طلب نے صدق پیدا کر دیا مطلب یہ کہ تم نے تو اول طلب کیا پھر اس کو پالیا اور مجھے اول مل گیا اس کے بعد میرے اندر طلب اور خلوص پیدا ہوا ہے لہٰذا میں تمہارے اعتبار سے بالعکس ہوں۔

صدق الخ۔ یعنی تیرا صدق تجھے طلب میں لایا اور میری طلب نے صدق کو پیدا کر دیا اور وہ کہتا ہے کہ میری یہ حالت تھی کہ

تخم الخ۔ یعنی دولت کا بیج میں زمین میں بو رہا تھا اور اس کو فضول اور بیکار سمجھ رہا تھا۔

آن الخ۔ یعنی وہ بیکار نہیں تھا بلکہ ایک اچھی کمائی تھی اور جو دانہ میں نے بویا تھا وہ ایک کے سو اُگے ہیں۔ مطلب یہ کہ وہ طلب اگرچہ کاذب تھی مگر اخیر میں اس کا انجام بہتر ہوا اور مجھے حق تعالیٰ نے بے انتہا ثواب عطا فرمایا اور اس طلب ہی کی بدولت رہنمائی فرمائی۔ آگے اس حالت کی ایک مثال فرماتے ہیں

دزد الخ۔ یعنی ایک چور ایک گھر میں چھپ کر گیا اور جب اندر آیا تو دیکھا کہ وہ خود اسی کا گھر ہے۔ تو اسی طرح یہ طالب کاذب تقلید کی وجہ سے اس کی پیروی اور طلب حق کی کر رہا تھا مگر جب اس میدان میں پہنچے جہاں کہ اس طالب صادق کا مطلوب تھا تو اب ان کی آنکھیں بھی کھل گئیں اور ان کو بھی اپنا مطلوب نظر آ گیا اور معلوم ہوا کہ اہا اب تک تو دوسروں کی تقلید میں تھے مگر آج معلوم ہوا کہ خود اپنا مطلوب بھی یہیں ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

گرم باش الخ۔ یعنی اے سرد ذرا گرم رہ تا کہ گرمی پہنچے اور درشتی کے ساتھ موافقت کرتا کہ نرمی حاصل ہو۔ مطلب یہ کہ ریاضات و مجاہدات میں مشغول ہو کہ اس سے پھر رحمت حق نازل ہوگی اوپر جو کہا تھا کہ ایک تو اپنے شتر کو فی الواقع تلاش کر رہا تھا اور دوسرا اس کی تقلید کر رہا تھا مگر جب اس کا شتر ملا تو اس کا بھی مل گیا اور حق کو تشبیہ

www.besturdubooks.wordpress.com

شتر سے دی تھی تو اس سے بظاہر یہ شبہ ہوتا تھا کہ جس طرح وہ شتر دو تھے ایک تو اس صادق کو ملا اور دوسرا کاذب کو اسی طرح شاید حق بھی دو ہی ہوں اور ہر شخص کے لئے حق جدا گانہ ہو۔ لہٰذا آگے اس کا جواب فرماتے ہیں کہ

آن دو اشتر الخ۔ یعنی وہ دو اشتر نہیں ہیں وہ ایک ہی شتر ہے مگر الفاظ تنگ ہیں اور معنی بہت پُر ہیں۔ مطلب یہ کہ اس سے کہیں حق کو دو مت سمجھنا بلکہ بات یہ ہے کہ نوع میں تو ایک ہیں صرف تشخصات باعتبار اختلاف طالب کے الگ الگ ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ اگرچہ حق ایک عرض ہے مگر قائم بہ کے اختلاف سے اس میں بھی اختلاف ہوگا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ کیا کریں اپنے نزدیک تو خوب واضح بیان کیا مگر نظم کا میدان تنگ ہی ہوتا ہے۔ ان الفاظ میں یہ علوم عالیہ اس طرح کہ کوئی شبہ خلاف ظاہر نہ رہے آنہیں سکتے اور سچ یہ ہے کہ مولانا ہی کی کرامت اور قدرت علی الکلام ہے جو ان علوم کو اس میدان نظم میں لاتے ہیں ورنہ دوسرے کو ہرگز اتنی قدرت نہیں جزاہم اللہ خیرا و حمہم۔

لفظ الخ۔ یعنی معانی کے لئے الفاظ ہمیشہ کم ہوتے ہیں اسی لئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قد کل اللسان یہ قول بعض عارفین سے تو منقول ہے مگر حدیث میں کہیں نظر سے نہیں گزرا۔ شاید مولانا کو اس کی کوئی سند وغیرہ معلوم ہو خیر معنی اس کے صحیح ہیں کہ حق تعالیٰ کی معرفت میں زبان گنگ ہے اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ جب صاحب حال پر غلبہ حال کا ہوتا ہے تو اس کی زبان بوجہ حیرت کے گنگ ہو جاتی ہے اور وہ کچھ بیان نہیں کر سکتا اور دوسرے یہ کہ جب انسان محقق ہو جاتا ہے تو بوجہ عارف ہونے کے زبان بند ہو جاتی ہے اور کچھ منہ سے نکال ہی نہیں سکتا تو مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھو الفاظ میں معرفت حق جو کہ معانی ہیں بیان نہیں ہو سکتے آگے اسی کی ایک اور مثال ہے کہ

نطق الخ۔ یعنی نطق اصطرلاب کی طرح ہے حساب میں تو وہ چرخ و آفتاب کی کیا قدر جانے۔ مطلب یہ کہ دیکھو اصطرلاب ایک وہ شے ہے کہ جس سے مسافت آسمان و زمین وغیرہ کی معلوم ہوتی ہے مگر کیا اصطرلاب آسمان اور دیگر علویات کو محیط ہوتا ہے۔ ہرگز نہیں تو اسی طرح نطق بھی علوم و معارف کو محیط نہیں ہو سکتا آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ

خاصہ الخ۔ یعنی خاص کر وہ آسمان جو اس آسمان سے اس جانب میں ہے کہ یہ آفتاب اس کے آفتاب کے سامنے ایک ذرہ ہے مطلب یہ کہ جب نطق و اصطرلاب اس آسمان ظاہری کے متعلق بھی کل امور کا احاطہ نہیں کر سکتا تو بھلا عالم غیب کے حالات کا تو کیا احاطہ کرے گا پس اسی لئے بیان کافی نہ ہو سکا۔ اگرچہ حتی الامکان بہت واضح طور پر بیان کیا گیا ہے آگے اسی مسجد ضرار کے متعلق فرماتے ہیں۔

دربیان آنکہ در ہر نفسے فتنۂ مسجد ضرار است

اس بیان میں کہ ہر ایک نفس میں مسجد ضرار کا فتنہ (موجود) ہے

چون پدید آمد کہ آں مسجد نبود	خانۂ حیلت بدو دام جہود
جب ظاہر ہو گیا کہ وہ مسجد نہ تھی	مکاری کا گھر اور یہودیوں کا جال تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

پس نبیؐ فرمود کانرا بر کنند	مطرحہ خاشاک و خاکستر کنند
تو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اس کو اکھاڑ دیں	کوڑے اور مٹی کی کوڑی بنا دیں
صاحب مسجد چو مسجد قلب بود	دانہا بر دام ریزی نیست جود
مسجد والا مسجد کی طرح الٹا تھا	تو جال پر دانہ ڈالنے سخاوت نہیں ہے
گوشت کاندر شست تو ماہی ربا ست	آنچناں لقمہ نہ بخشش نہ سخاست
وہ گوشت جو تیرے کانٹے میں مچھلی کو اچکنے والا ہے	ایسا لقمہ نہ بخشش ہے نہ سخاوت ہے
مسجد اہل قبا کاں بد جماد	آنچہ کفو آں نہ بد راہش نہ داد
قبا والوں کی مسجد جو پتھر کی تھی	جو (مسجد) اس کے ہم جنس نہ تھی اس نے اس کو راستہ نہ دیا
در جمادات ایں چنیں حیفے نہ رفت	زد دراں ناکفو میر داد نفت
جمادات میں (بھی) ایسا ظلم چالو نہ ہوا	اس غیر جنس میں حاکم الٰہی نے تیل چھڑکوا دیا
پس حقائق را کہ اصل اصلہاست	داں کہ آنجا فرقہا و فصلہاست
تو وہ حقائق جو اصلوں کی اصل ہیں	سمجھ لے ان میں بہت سے فرق اور امتیازات ہیں
نے حیاتش چوں حیات او بود	نے مماتش چوں ممات او بود
نہ اس (مفضول) کی زندگی اس فاضل جیسی ہوگی	نہ اس (مفضول) کی موت اس (فاضل) کی موت کی طرح ہوگی
گور او ہرگز چو گور او مداں	خود چہ گویم حال فرق آنجہاں
اس (مفضول) کی قبر کو اس (فاضل) کی قبر کی طرح نہ سمجھ	اب میں اس عالم (آخرت) کے فرق کی حالت کیا بتاؤں؟
بر محک زن کار خود اے مرد کار	تا نسازی مسجد اہل ضرار
اے معروف عمل! اپنے عمل کو کسوٹی پر پرکھ لے	کہیں تو اہل ضرار کی مسجد بنا لے
بس براں مسجد کناں تسخر زدی	چوں نظر کردی تو خود زانساں بدی
تو نے اس مسجد کے بنانے والوں کی بہت مذاق اڑائی	جب تو نے غور کیا تو خود ویسا تھا

شرح حبیبی

جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ وہ مسجد حقیقۃً مسجد نہیں بلکہ مکر خانہ اور یہودیوں کا جال ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کو منہدم کرا دیا جائے اور کوڑا کرکٹ اس مقام پر ڈالا جائے۔ جس طرح کہ وہ مسجد مسجد نہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تھی بلکہ اس کا عکس تھا یوں ہی بانی مسجد بھی درحقیقت بانی مسجد نہ تھے بلکہ برعکس اس کے ہادم مسجد تھے اس پر تم شبہ نہ کرنا کہ مسجد بنانا ہدم مسجد کیونکر ہو سکتا ہے کیونکہ دیکھو جال پر دانہ ڈالنا بظاہر سخاوت ہے مگر حقیقت میں طمع ہے۔ یوں ہی گوشت شست میں مچھلی کے پھانسنے کے لئے لگایا جاتا ہے سو وہ بظاہر تو بخشش وسخاوت ہو مگر فی الحقیقۃ طمع ہے یوں ہی ان کے فعل کو سمجھ لو کہ بظاہر مسجد بنانا تھا لیکن چونکہ اس سے مسجد قبا کو ویران کرنا بلکہ اسلام ہی کو مٹانا تھا اس لئے وہ فعل ہدم مسجد تھا۔ دیکھو مسجد قبا باوجودیکہ جماد تھی مگر چونکہ مسجد ضرار اس کی کفو اور برابر کی نہ تھی اس لئے اسے اپنے سے لگا نہ کھانے دیا اور اپنا مماثل نہ ہونے دیا اور جمادات میں بھی یہ ظلم نہ ہو سکا کہ ایک غیر کفو دوسرے کے برابر ہو جائے بلکہ سراپا عدل حق سبحانہ یا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا مسجد قبا نے اس میں نفت چھڑک کر آگ لگا دی۔ پس حقائق انسانیہ جو ان جمادات کی اصل کی اصل ہیں کیونکہ ان کی اصل افعال ہیں اور افعال کی اصل افراد انسانیہ۔ وہاں تو فرق مراتب اور بعد منازل ہونا ہی چاہیے۔ اسی لئے ایک کی حیات حقیقۃً دوسرے کی حیات کے مثل نہیں ہو سکتی۔ گو صورۃً مثل ہو اور اس کی ممات حقیقۃً اس کی ممات کی مثل نہیں ہو سکتی اس کی گور اس کی قبر کی مانند نہیں ہو سکتی جب دنیاوی امور میں یہ فصل ہے تو آخرت کے فصل کا تو کیا ہی بیان کروں جبکہ حقائق۔ افعال اور آثار افعال میں باوجود تشابہ صوری کے معنوی فرق وفصل ہے تو تمہارا فرض ہے کہ اپنے کاموں کی کسوٹی پر کس لیا کرو تا کہ جو مسجد تم بناؤ وہ مسجد ضرار نہ ہو کیونکہ بسا اوقات تمیز نہ کرنے سے تم غلطی میں مبتلا ہو جاتے ہو اور بانیان مسجد ضرار کا مضحکہ اڑاتے ہو مگر نظر غور کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ تم خود بھی ان ہی میں سے ہو چنانچہ ہم ایک قصہ سناتے ہیں جس سے تم کو اس کی تصدیق ہو گی۔

بیان اس کا کہ ہر نفس میں مسجد ضرار کا فتنہ ہے

شرح شبیری

چون پدید الخ۔ یعنی جبکہ ظاہر ہو گیا کہ وہ مسجد نہ تھی بلکہ حیلہ بازی کا گھر اور دام کفر تھا۔

پس الخ۔ یعنی پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کو اکھاڑ ڈالو اور خاشاک وخاکستر کی کوڑی بنا دو۔

صاحب الخ۔ یعنی مسجد کی طرح مسجد والے بھی کھوٹے تھے اور تم دانوں کو دام پر ڈالو تو یہ سخاوت تھوڑی ہے۔ مصرعہ ثانی مثال ہے کہ دیکھو اگر تم جال پر دانہ پھیلاؤ تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ بڑے سخی ہیں کہ جانوروں کو دانہ کھلاتے ہیں ہرگز نہیں تو اسی طرح انہوں نے مسجد بنائی۔ مگر چونکہ اس کے اندر مکر وحیلہ مستتر تھا اس لئے یہ نہیں کہہ سکتے کہ انہوں نے مسجد بنائی تھی آگے اور مثال ہے کہ

گوشت الخ۔ یعنی جو گوشت کہ تمہاری شست میں مچھلی کو اچکنے والا ہے تو ایسا لقمہ نہ تو بخشش ہے اور نہ سخاوت

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے تواسی طرح وہ مسجد کوئی عمل نیک نہ تھا۔

مسجد الخ۔یعنی مسجد اہل قبا کی جو کہ جمادات سے تھی تو جوکوئی اس کی کفونہ تھی اس کواس نے راہ نہ دی۔

در جمادات الخ۔یعنی جمادات میں جبکہ ایسا حسد چلاہے اوراسی وجہ سے اس ناکفو میں اس نے نفت لگادیا۔ نفت ایک روغن ہوتا ہے جس میں کہ آگ جلدی لگتی ہے مطلب یہ کہ دیکھو جمادات میں بھی یہ حسد پیدا ہوتا ہے کہ مسجد قبا جو کہ جمادات میں سے تھی جبکہ اس کے مقابلہ کے لئے دوسری مسجد بنی اور وہ اس کے مقابلہ کی نہ تھی تو اس نے اس کو بھی جلنے نہ دیا۔

پس الخ۔پس وہ حقائق جو کہ اصل الاصول ہیں اور جن میں فرق اور فصل ہیں۔

نے الخ۔یعنی نہ تو ان کی حیات اس کی طرح ہو اور نہ ان کی موت اس کی موت کی طرح ہے۔

گوراو الخ۔یعنی اس کی گور کو بھی اس کی گور کی طرح مت جانو تو اس جہان کے فرق کا حال تو کیا بیان کروں۔

برمحک الخ۔یعنی اے مرد کار اپنے کام کو اول کسوٹی پر لگالو تاکہ تم بھی کہیں اہل ضرار کی سی مسجد نہ بناؤ۔مطلب یہ ہے کہ مجھ کو جمادات میں بھی رشک ہے کہ غیر جنس کو دیکھ نہیں سکتے اوران میں آپس میں کس قدر عظیم الشان فرق ہوتا ہے تو جو کہ حقیقت میں الگ ہیں ان میں تو زمین وآسمان کا فرق ہوگا اور جب دنیا میں ان میں اس قدر فرق ہے تو فرق آخرت کو تو کیا بیان کریں کہ وہ تو بیان سے خارج ہے۔لہٰذا اب تم جو کام کرو اس کو دیکھ بھال لیا کرو اور شیخ سے پوچھا کرو تاکہ وہ تم کو بھلے برے میں فرق بتادے ورنہ کہیں تم بھی ظاہر میں تو نیک کام کرو اور وہ اصل میں برائی ہو جائے۔

پس الخ۔یعنی پھر ان بانیان مسجد پر تو تم تمسخر کرتے ہو اور جب نظر فکر سے دیکھا تو تم خود بھی ان میں سے تھے لہٰذا جو کام کرو ذرا نیت وغیرہ کو دیکھ لو کہیں خراب تو نہیں ہے ورنہ پھر خرابی واقع ہوگی۔آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ چار آدمی تھے اور ہر ایک دوسرے کے عیوب پر ہنس رہا تھا مگر خود اسی میں مبتلا تھا فرماتے ہیں کہ

حکایت ہندو کہ بایاران خود جنگ می کرد کہ بدکارید وخبر نداشت کہ خود نیز بداں مبتلا است

اس ہندوستانی کا قصہ جو اپنے ساتھیوں سے لڑ رہا تھا کہ تم بدکار ہو اور اس کو خبر نہ تھی کہ خود اس برائی میں مبتلا ہے

چار ہندو در یکے مسجد شدند	بہر طاعت راکع و ساجد شدند
چار ہندوستانی ایک مسجد میں پہنچے	عبادت کے لئے رکوع اور سجدے میں گئے
ہر یکے بر نیتے تکبیر کرد	درنماز آمد بہ مسکینی و درد
ہر ایک نے ایک نیت کر کے تکبیر کہی	مسکینی اور درد کے ساتھ نماز میں لگ گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

موذن آمد زاں یکے لفظے بجست	کاے موذن بانگ کردی وقت ہست
موذن آیا' ان میں سے ایک کی زبان سے یہ لفظ نکلا	اے موذن! تو نے اذان دیدی؟ وقت ہوگیا ہے
گفت آں ہندوے دیگر از نیاز	ہے سخن گفتی و باطل شد نماز
دوسرے ہندوستانی نے لجاجت سے کہا	ہائے! تو نے بات کر لی اور نماز ٹوٹ گئی
آں سوم گفت آں دوم را کاے عمو	چہ زنی طعنہ باو خود را بگو
تیسرے نے دوسرے سے کہا' اے چچا!	اس کو کیا طعنہ دیتا ہے خود کو دے
آں چہارم گفت حمد اللہ کہ من	در نیفتادم بچہ چوں ایں سہ تن
چوتھا بولا' خدا کا شکر ہے کہ میں	ان تینوں کی طرح میں کنویں میں نہیں گرا
پس نماز ہر چہاراں شد تباہ	عیب جویاں بیشتر گم کردہ را
تو چاروں کی نماز برباد ہوئی	عیب جو خود زیادہ گمراہ ہوئے
اے خنک جانے کہ عیب خویش دید	ہر کہ عیبے گفت آں برخود گزید
قابل مبارک باد ہے وہ شخص جو اپنا عیب دیکھے	جو کوئی عیب بتائے' اپنے لئے تسلیم کر لے
زانکہ نیمے او زعیبستاں بدست	واں دگر از دے زغیبستاں بدست
کیونکہ اس کا آدھا' عیبوں کی دنیا کا ہے	دوسرا (آدھا) عالم غیب کا ہے
چونکہ بر سر مر ترا صد ریش ہست	مرہمش بر خویش باید کار بست
چونکہ تیرے سر پر سو زخم ہیں	ان کا مرہم اپنے اوپر لگانا چاہیے
عیب کردن ریش را دارو ئے اوست	چوں شکستہ گشت جائے ارحمواست
زخم کو برا کہنا (ہی) اس کا علاج ہے	جب خاکسار بن گیا ارحموا کا محل ہے
گر ہماں عیبت نبود ایمن مباش	بو کہ آں عیب از تو گردد نیز فاش
اگر وہ عیب تجھ میں نہیں ہے تو (بھی) مطمئن نہ ہو	ہو سکتا ہے کہ وہ عیب تجھ میں ظاہر ہو جائے
لاتخافوا از خدا نشنیدۂ	پس چہ خود را ایمن وخوش دیدۂ
تو نے خدا سے "نہ ڈرو" نہیں سنا ہے	تو اپنے آپ کو مطمئن اور بھلا کیوں سمجھتا ہے؟
سالہا ابلیس نیکو نام زیست	گشت رسوا بیں کہ او را نام چیست
شیطان سالہا سال ناکامی سے جیا	(پھر) رسوا ہوا' دیکھ اس کا کیا نام ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

در جہاں معروف بود علیائے او	گشت معروفی بعکس اے وائے او
جہاں میں اس کی بلندی مشہور تھی	(اس کی) شہرت برعکس ہو گئی اس پر افسوس ہے
تانۂ ایمن تو معروفی مجو	پاک شو از خوف پس از امن گو
جب تک تو مطمئن نہ ہو شہرت نہ چاہ	پہلے خوف سے پاک ہو جا پھر امن کی بات کر
تا نروید ریش تو اے خوش ذقن	بر دگر سادہ زنخ طعنہ مزن
اے خوبصورت تھوڑی والے! جب تک داڑھی نہ نکل آئے	دوسرے صاف تھوڑی والے کو طعنہ نہ دے
ایں نگر کہ مبتلا شد جان او	در چہے افتاد تا شد پند تو
یہ غور کر کہ اس کی جان مبتلا ہوئی	وہ کنویں میں گرا یہاں تک کہ تیرے لئے (باعث) نصیحت بنا
تو نہ افتادی کہ باشی پند او	زہر او نوشیدہ تو خور قند او
تو نہ گرا کہ اس کے لئے (باعث) نصیحت ہوتا	اس نے زہر پیا ہے تو اس کی شکر کھا

شرح حبیبی

چار ہندوستانی ایک مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے گئے اور اطاعت حق سبحانہ کے لئے رکوع سجدے کرنے شروع کئے۔ ہر ایک اپنی اپنی نماز پڑھ رہا تھا اور خشوع وخضوع کے ساتھ نماز میں مصروف تھا۔ اتفاقاً موذن آ گیا اس وقت ایک کے منہ سے نکل گیا کہ ارے موذن وقت ہو گیا ہے تو نے اذان کہی یا نہیں۔ دوسرے نے کہا کہ ارے تو نماز میں بول پڑا۔ تیری نماز ٹوٹ گئی تیسرے نے دوسرے سے کہا کہ چچا آپ دوسروں کو کیا کہتے ہیں خود آپ کی بھی نماز ٹوٹ گئی۔ اپنے کو تو کچھ کہئے چوتھے نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ میں ان تینوں کی طرح کنوئیں میں نہیں گرا لہٰذا چاروں کی نمازیں برباد ہو گئیں بات یہ ہے کہ دوسروں کے عیب ڈھونڈنے والا پہلے تباہ ہوتا ہے۔ بڑے مزہ میں ہے وہ شخص جو اپنا عیب دیکھے اور جو کوئی عیب ظاہر کرے اپنے اندر مان لے کیونکہ اس کا عیب دار ہونا کچھ مستبعد نہیں اس لئے کہ وہ روح کے لحاظ سے عالم امر سے ہے اور جسم کے اعتبار سے عالم خلق سے پس نصف حصہ اس کا غیبستان سے ہے اور نصف عیبستان سے جبکہ آدمی خود عیب سے پاک نہ ہو تو نہایت حماقت ہے کہ دوسروں کی عیب جوئی کرے۔ بلکہ جبکہ اس کے سر میں خود سینکڑوں زخم ہیں تو اس کو ان کا علاج کرنا چاہیے نہ کہ دوسروں کی فکر میں پڑنا اور اپنے زخم کو برا کہنا یہ ہی اس کا مداوا ہے کیونکہ جب وہ انکسار اختیار کرے گا تو مستحق رحم ہو گا اور اگر فرض کیا جائے کہ تجھ میں وہ عیب نہیں تب بھی دوسروں کی عیب جوئی کی اجازت نہیں ہو سکتی کیونکہ ممکن ہے کہ وہی عیب تجھ سے بھی ظاہر ہو جائے کیونکہ خدا نے کسی کو خوف سے مطمئن نہیں کر دیا اور یہ نہیں کہہ دیا کہ اب ہم سے

www.besturdubooks.wordpress.com

ڈرنے کی حاجت نہیں پھر کون سی وجہ ہے کہ آدمی مطمئن ہو جائے۔ اور اسے یہ خیال نہ ہو کہ مبادا میں بھی اس عیب میں مبتلا ہو جاؤں دیکھو ابلیس نے برسوں نہایت نیک نامی کے ساتھ زندگی بسر کی لیکن آخر میں رسوا ہو گیا۔ اب دیکھو مخلوق اسے کیا کہتی ہے۔ عالم میں اس کا نام علو مرتبت میں مشہور تھا۔ اب وہ ذلت میں مشہور ہو گیا۔ پس جب تک تم کو اطمینان نہ حاصل ہو جائے جو آخر دم تک حاصل نہیں ہو سکتا اس وقت تک نیک نامی کے طالب نہ ہو پہلے خوف سے پاک ہو لو جو مرنے سے پہلے ناممکن ہے پھر اطمینان کی باتیں کرو جب تک تمہاری داڑھی نہ نکل آئے اس وقت تک تم کو ان لوگوں پر ہنسنے کا حق حاصل نہیں جن کے داڑھی نہیں نکلی کیا عجب ہے کہ تمہاری بھی نہ نکلے۔ پس کسی عیب دار کو دیکھ کر اس کی تحقیر اور عیب جوئی نہ کرنی چاہیے بلکہ تم کو شکر کرنا چاہیے کہ دوسرے شخص کی جان بلا میں پھنسی اور وہ کنوئیں میں گرا اور تمہارے لئے ذریعہ عبرت ہو گیا اور تم نہ گرے کہ اس کے لئے ذریعہ عبرت ہوتے بلکہ زہر اس نے کھایا تم اس سے یہ نتیجہ حاصل کرو۔ اب ہم تمہاری عبرت کے لئے ایک قصہ نقل کرتے ہیں سنو۔

ان چار ہندیوں کی حکایت کہ آپس میں لڑ رہے تھے اور اپنے عیوب سے بے خبر تھے

شرح شبّیری

چار الخ۔ یعنی چار ہندوستانی ایک مسجد میں گئے اور اطاعت کے لئے نماز پڑھنے لگے۔

ہر یکے الخ۔ یعنی ہر ایک نے الگ نیت پر تکبیر کہی اور نماز میں مسکینی اور درد کے ساتھ مشغول ہوئے۔

موذن الخ۔ یعنی مؤذن آ گیا تو ان میں سے ایک نے ایک لفظ کہا کہ مؤذن اذان بھی دے دی وقت تو ہو گیا ہے

گفت الخ۔ یعنی تو دوسرے ہندی صاحب بولے ذرا عاجزی سے کہ ارے تو نے بات کر لی تیری نماز باطل ہو گئی۔

آن الخ۔ وہ تیسرے صاحب دوسرے سے بولے کہ چچا اس کو کیا طعنہ مار رہے ہو اپنے کو تو کہو۔

آن الخ۔ یعنی وہ چوتھے صاحب بولے کہ الحمد للہ کہ میں ان تینوں کی طرح کنوئیں میں نہیں گرا۔ مطلب یہ کہ الحمد للہ کہ میں نہ بولا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

پس الخ۔ یعنی پس نماز چاروں کی تباہ ہو گئی اور عیب گو لوگوں نے بہت راہ گم کی ہے۔ مطلب یہ کہ جو لوگ کہ اوروں کے عیوب تلاش کرتے ہیں اور اپنے عیوب پر نظر نہیں کرتے وہ اکثر گمراہ ہوتے ہیں۔

اے خنک الخ۔ یعنی کیا ہی اچھا ہے وہ شخص جس نے اپنا عیب دیکھا اور جس نے کوئی عیب بیان کیا اس کو اپنے اوپر لے لیا اس کا حاصل یہ ہے کہ السعید من وعظ بغیرہ۔ آگے اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ اس شخص میں نصف تو عیبستان سے ہوتا ہے اور وہ دوسرا نصف اس کا غیبستان

www.besturdubooks.wordpress.com

سے ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ اس شخص میں دو درجہ ہیں ایک تو یہ کہ اس عالم دنیا میں رہتا ہے اور اس عالم سے تعلق ہے اور دوسرا تعلق عالم غیب سے ہے تو اس عالم کے تعلق کی وجہ سے تو اس میں عیوب موجود ہوئے اور اس عالم کے تعلق کی وجہ سے اپنے عیوب پر نظر ہوئی۔ آگے ایک مثال ہے کہ

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ تمہارے سر پر سینکڑوں زخم ہیں تو اس کا مرہم اپنے اوپر لگانا چاہیے اور دوسرے کے زخموں کی مرہم پٹی کی فکر کو چھوڑنا چاہیے۔ آگے بتاتے ہیں کہ ان عیوب کا مرہم کیا ہے۔

عیب الخ۔ یعنی زخم کا عیب کرنا اس کی دوا ہے اور جو شکستہ ہو گیا تو اب رحم کی جگہ ہے۔ مطلب یہ کہ اصل تو یہ ہے کہ جب زخم کو زخم سمجھے۔ یہ اس کی دوا ہے اور جب اقرار عیب کر لیا تو اب اس پر حق تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے آگے فرماتے ہیں کہ

گر ہمان الخ۔ یعنی اگر وہ عیب تمہارے اندر نہ ہو تو اس سے بے خوف مت ہو اس لئے کہ شاید وہی عیب تم سے ظاہر نہ ہو جائے اس لئے کہ حدیث میں ہے من خمک خمک لہٰذا ہر وقت ڈرنا ضروری ہے۔

لاتخافوا الخ۔ یعنی حق تعالیٰ سے لاتخافوا تو نہیں سن لیا ہے پھر کس لئے اپنے کو بے خوف اور خوش بنا رکھا ہے۔ آگے بے خوفی کی ایک نظیر فرماتے ہیں

سالہا الخ۔ یعنی سالہا سال تک ابلیس نیک نام رہا مگر اب ایسا رسوا ہے کہ دیکھو اس کا نام کیا ہے (یعنی ابلیس ہے)

در جہان الخ۔ یعنی جہان میں اس کی بلند مرتبگی مشہور تھی مگر افسوس کہ اب اس کے عکس مشہور ہو گیا۔

تا نہ الخ۔ یعنی جب تک کہ تم ایمن نہیں ہو معروفی کو مت تلاش کرو اور اول خوف سے پاک ہو جاؤ پھر امن کی بات کرنا۔ مطلب یہ کہ جب تک کہ حقیقتاً بے خوف نہ ہو جاؤ اس وقت تک عافیت کے طالب مت ہو اول خوف کی باتوں سے پاک ہو جاؤ پھر بے خوف رہو۔

تا نہ روید الخ۔ یعنی اے خوش ذقن جب تک کہ تمہاری داڑھی نہ نکل آئے دوسرے سادہ رویوں پر طعنہ مت کرو کہ آہا دیکھئے آپ کے داڑھی نہیں ہے اس لئے کہ ممکن ہے کہ تمہارے بھی نہ نکلے پھر کیا کرو گے۔

این الخ۔ یعنی اس کو دیکھو کہ اس کی جان مبتلا ہو رہی ہے اور ایک کنویں میں گر پڑا ہے یہاں تک کہ وہ تمہارے لئے نصیحت (اور عبرت) ہو گیا ہے۔

تو نیفتادا الخ۔ یعنی تو نہیں گر پڑا ہے کہ اس کے لئے تو عبرت ہوتا۔ اس نے تو زہر پی لیا ہے تو اس کی قند پی لے مطلب یہ کہ خدا کا شکر کر حق تعالیٰ نے دوسروں کو مبتلا مصائب کر دیا کہ تو اس سے نصیحت حاصل کرے اور اگر خدانخواستہ کہیں ایسا ہوتا کہ تم مبتلا ہو جاتے اور اس کے لئے نصیحت ہوتی۔ تو کیسی بات ہوتی لہٰذا ان پر ہنسو مت بلکہ ان سے عبرت حاصل کرو۔ آگے اس کے متعلق دو قصے بیان فرماتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

قصد کردن غزان بکشتن یک مردے تا آں مرد دیگر بترسد

غزان کا ایک شخص کو قتل کرنے کا ارادہ کرنا تاکہ دوسرا ڈرے

آں غزان ترک خونریز آمدند	بہر یغما بردہے ناگہ زدند
خونریز ترک غز آئے	لوٹ کے لئے انہوں نے اچانک ایک گاؤں پر حملہ کر دیا
دو کس از اعیان آں دہ یافتند	در ہلاک آں یکے بشتافتند
اس شہر کے دو بڑے شخصوں کو انہوں نے پکڑ لیا	ان میں سے ایک کو قتل کرنے کے لئے دوڑ پڑے
دست بستندش کہ قربانش کنند	گفت اے شاہان وارکان بلند
اس کے ہاتھ باندھ دیئے تاکہ اس کو ذبح کریں	اس نے کہا اے شاہو اور بلند شخصیتو!
در چہ مرگم چرا می افگنید	از چہ آخر تشنۂ خون منید
مجھے موت کے کنوئیں میں کیوں گراتے ہو؟	آخر میرے خون کے پیاسے کیوں ہو؟
چیست حکمت چہ غرض در کشتنم	چوں چنیں درویشم و عریاں تنم
میرے قتل کرنے میں کیا حکمت کیا غرض ہے؟	جبکہ میں مفلس اور ننگا ہوں
گفت تا ہیبت بریں یارت زند	تا بترسد او و زر پیدا کند
اس نے کہا تاکہ تیرے اس دوست پر ہیبت طاری ہو جائے	تاکہ وہ ڈرے اور روپیہ بتا دے
گفت آخر او ز من مسکیں ترست	گفت قاصد کردہ است او رازرست
اس نے کہا وہ تو مجھ سے بھی زیادہ مسکین ہے	اس نے کہا کہ قصداً (ایسا) کر رکھا ہے (ورنہ) وہ مالدار ہے
گفت چوں وہم ست ما ہر دو یکیم	در مقام احتمال و در شکیم
اس نے کہا جبکہ یہ وہم ہے تو ہم دونوں یکساں ہیں	دونوں احتمال کی جگہ اور مشکوک ہیں
خود ورا بکشید اول اے شہاں	تا بترسم من دہم زر رانشاں
اے شاہو! پہلے اس کو قتل کر دو	تاکہ میں ڈروں اور روپے کا پتہ بتا دوں
پس کرمہائے الٰہی بیں کہ ما	آمدیم آخر زماں در انتہا
تو خدا کا کرم دیکھ کہ ہم	آخری زمانے میں خاتمہ پر آئے

www.besturdubooks.wordpress.com

آخرین قرنہا پیش از قرون	درحدیث ست آخرون السابقون
آخری زمانے والے پہلے زمانہ والوں سے پہلے ہیں	حدیث میں ہے (ہم) آخر میں ہیں' پہلے ہیں
تا ہلاک قوم نوحؑ و قود ہودؑ	عارض رحمت بجان ما نمود
یہاں تک کہ قوم نوحؑ اور قوم ہودؑ (عاد) کی ہلاکت نے	رحمت کا بادل ہمیں دکھا دیا
کشت ایشاں را کہ تا ترسم ازو	ورخودایں برعکس کردے وائے تو
ان کو برباد کیا تاکہ ہم اس سے ڈریں	اگر وہ اس کے برعکس کرتا' تیری تباہی تھی

شرح حبیبی

کچھ ترکوں نے خونریزی اورلوٹ کے لئے اچانک ایک گاؤں پرحملہ کردیااس گاؤں کے چودھریوں میں سے دوکوگرفتارکیااورایک کومارڈالنے کے لئے دوڑےاوراس کوذبح کرنے کے لئے اس کے ہاتھ باندھ دیئے اس نے کہاکہ اے بادشاہواورعالی مرتبہ لوگوآخرتم مجھے موت کے کنوئیں میں کیوں دھکیلتے اورکس وجہ سے میرے خون کے پیاسے ہومیرے مارڈالنے میں کیاحکمت اورکیاغرض ہے۔میں توفقیراورننگاآدمی ہوں۔انہوں نے کہاوجہ یہ ہے کہ تیرے مارنے سے تیراساتھی ڈرجائے گااورمال بتادے گااس نے کہاکہ وہ توتجھ سے زیادہ محتاج ہے۔انہوں نے کہاکہ نہیں بلکہ اس نے اپنی یہ حالت قصداًبنائی ہے ورنہ اس کے پاس روپیہ ہےاس نے کہاکہ یہ توآپ لوگوں کا محض خیال ہی خیال ہےاس میں ہم دونوں برابرہیں دونوں میں احتمال اورشبہ برابرہے پس پہلے تم اسے مارڈالو تاکہ میں ڈرکرمال بتادوں مجھے کیوں مارتے ہو۔اس سے تم یہ نتیجہ نکالوکہ باوجودیکہ ہم سب برابرتھےاورہم کوپہلے لوگوں پرکوئی ترجیح نہ تھی مگراس نے محض اپنے فضل سے ہم کوآخرمیں پیداکیااوررتبہ میں پہلوں سے مقدم کیاچنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نحن الآخرون السابقون جس کانتیجہ یہ ہواکہ قوم نوح قوم ہودکی ہلاکت نے ہم کورحمت حق سبحانہ کاچہرہ دکھلایا۔یایوں کہوکہ ابررحمت نے ہم کوہلاکت قوم نوح وہودکامشاہدہ کرایا۔وہذا ہوالاظہراورعارض رحمت کالفظ اس عارض قہرکے لحاظ سے استعمال کیاگیاہے جوقوم ہودکے قصہ میں قرآن کریم میں استعمال کیاگیاہےاوران کومارا کہ ہم ڈریں لیکن اگرالٹامعاملہ کرتاتوپھرہماراکہاں ٹھکانہ تھا۔

قوم غزان کاایک شخص کوقتل کرنیکاقصدکرناتاکہ دوسراڈرے

شرح شبیری

آن الخ۔یعنی ان غزان ترک نے جوکہ خونریزہوتے ہیں لوٹ کے واسطےایک گاؤں پرحملہ کیا۔غزان

www.besturdubooks.wordpress.com

ترک میں سے ایک قوم کو کہتے ہیں۔
دو کس الخ۔ یعنی اس گاؤں کے چودھریوں میں سے دو آدمیوں کو انہوں نے پالیا تو ان میں سے ایک کے ہلاک کرنے میں جلدی کی۔
دست الخ۔ یعنی ان لوگوں نے اس کے ہاتھ باندھے تا کہ اس کو ذبح کریں تو وہ بولا کہ اے بادشاہ اور اے ارکان بلند۔
در چہ الخ۔ یعنی تم مجھے موت کے کنوئیں میں کیوں ڈالتے ہو اور آخر میرے خون سے تم کیوں پیاسے ہو۔
چیست الخ۔ یعنی میرے مارنے میں کیا غرض ہے اور کیا حکمت ہے جبکہ میں ایک فقیر ننگا آدمی ہوں۔
مطلب یہ کہ اگر میں کچھ مالدار ہوتا تب بھی خیر یہ تھا کہ میرے مارنے سے تمہیں مال ملتا مگر اب کیا فائدہ ہے۔
گفت الخ۔ یعنی اس قاتل نے کہا کہ تا کہ تیرے ساتھی پر ہیبت بیٹھ جائے اور تا کہ وہ ڈر جائے اور روپیہ ظاہر کردے۔
گفت الخ۔ یعنی اس دست و پابستہ نے کہا کہ وہ تو مجھ سے بھی زیادہ غریب ہے تو وہ قاتل بولا کہ اس نے یہ (حالت) قصداً بنا رکھی ہے اور اس کے پاس روپیہ بہت ہے۔
گفت الخ۔ یعنی اس نے کہا کہ جب وہم ہے تو پھر ہم دونوں برابر ہیں اور مقام احتمال اور شک میں ہیں۔
مطلب یہ کہ ہم دونوں کے پاس شبہ ہے کہ شاید میں مالدار ہوں اور شاید یہ ہو جب دونوں برابر ہیں تو مجھے مت مارو بلکہ
خود الخ۔ یعنی خود اسی کو مار ڈالوا ے سرکار تا کہ میں ڈر کر روپیہ کا پتہ بتادوں یعنی پھر مجھے مت مارو بلکہ اس کو مار ڈالو تا کہ اس کے قتل سے مجھے عبرت ہو اور اس کی کیا ضرورت ہے کہ میرے قتل سے اس کو عبرت ہو اس لئے کہ حالت تو ہماری دونوں ہی کی مشکوک ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ
پس الخ۔ یعنی پس حق تعالیٰ کے الطاف دیکھو کہ ہم سب کے بعد آخر زمانہ میں تو آئے ہیں اور حالت یہ ہے کہ
آخرین الخ۔ یعنی سارے اقران کے آخر میں ہیں اور سب سے بڑھے ہوئے ہیں حدیث میں ہے نحن آخرون السابقون مطلب یہ کہ دیکھو یہ امت ہے تو سب کے بعد مگر درجہ میں سب سے افضل ہے فالحمد للہ علی ذلک اور دلیل اس کی یہ ہے کہ حدیث میں ہے نحن آخرون السابقون اور اس اخیر زمانہ میں پیدا کرنے میں یہ لطف اور نعمت ہے کہ پہلے لوگوں کو ہمارے لئے عبرت بنایا اور ان کے قصے ہم کو سنائے تا کہ عبرت حاصل ہو مگر ہمیں ان کے لئے عبرت نہیں بنایا تو دیکھو کس قدر بڑی رحمت اور فضل ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ
تاہلاک الخ۔ یعنی تا کہ قوم نوح اور قوم ہود کی ہلاکت کو عارض رحمت نے ہمیں دکھلایا۔ عارض کہتے ہیں اس کو جو لشکر کو ملاحظہ کے لئے پیش کرے۔ مطلب یہ کہ رحمت حق نے ان کے حالات اور ان کی ہلاکت کے اسباب کو ہمارے سامنے پیش کیا جس سے کہ ہمیں عبرت ہوئی۔
کشت الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے ان کو ہلاک کیا تا کہ اس سے ہم ڈریں اور اگر کہیں اس کا عکس ہوتا تو بڑی خرابی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتی۔ آگے پہلے لوگوں کی ناشکری وکفر وغیرہ کے حالات کا بیان ہے جو اس امت کو عبرت کے لئے سنائے گئے ہیں۔

در بیان حال خود پرستاں و ناشکراں در نعمت وجود انبیاء و اولیاء

ان لوگوں کی حالت کا بیان جو انبیاء اور اولیاء کے وجود کی نعمت کے ناشکر اور خود پرست ہیں

ہر چہ زایشاں گفت از عیب و گناہ	وز دل چوں سنگ وز جان سیاہ
ان کے عیب اور گناہوں کا جو کچھ (اللہ نے ذکر) فرمایا	اور ان کے پتھر جیسے دل اور سیاہ باطن کا
وز سبکداری فرمانہائے او	وز فراغت از غم فردائے او
اور اس (اللہ تعالیٰ) کے احکام کی بے وقعتی کا۔	اور اپنی قیامت کے غم سے بے فکری کا
وز ہوس وز عشق ایں دنیائے دوں	چوں زناں مر نفس را بودن زبوں
اور کمینی دنیا کے عشق اور ہوس کا	اور عورتوں کی طرح نفس کے فرمانبردار ہونے کا
واں فرار از نکتہائے ناصحاں	واں رمیدن از لقائے صالحاں
اور نصیحت کرنے والوں کے نکتوں سے بھاگنے کا	اور نیکوں کی ملاقات سے گریز کرنے کا
با دل و با اہل دل بیگانگی	با شہاں تزویر و روبہ شانگی
دل اور اہل دل سے اجنبیت کا	اور بادشاہوں کے ساتھ مکاری اور چالاکیوں کا
سیر چشماں را گدا پنداشتن	وز حسدشاں خفیہ دشمن داشتن
اہل قناعت کو بھکاری سمجھنا	اور حسد سے انہیں چھپا دشمن سمجھنا (ان سے تو نے عبرت نہ پکڑی)
گر پذیرد خیر تو گوئی گدا ست	ورنہ گوئی مکر و تزویر و دغا ست
اگر وہ تیری عطا قبول کر لے تو تو کہتا ہے گدا ہے	ورنہ تو کہتا ہے کہ مکر اور جھوٹ اور دغا بازی ہے
گر در آمیزد تو گوئی طامع ست	ورنہ گوئی در تکبر مولع ست
اگر وہ میل جول کرے تو تو کہتا ہے لالچی ہے	ورنہ تو کہتا ہے تکبر پر فریفتہ ہے
گر تحمل کرد گوئی عاجز ست	ور غیور آمد تو گوئی گر بز ست
اگر وہ تحمل کرے تو کہتا ہے عاجز ہے	اگر غیرت مند ہے تو کہتا ہے غصہ ور ہے
یا منافق وار عذر آری کہ من	ماندہ ام در نفقۂ فرزند و زن
یا منافق کی طرح تو عذر کرتا ہے کہ میں	بچوں اور بیوی کے اخراجات میں پھنسا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

نے مرا پروائے سر خاریدن ست	نے مرا پروائے دین ورزیدن ست
نہ مجھے سر کھجانے کی فرصت ہے	نہ میرے لئے دین میں لگنے کا موقع ہے
اے فلاں مارا بہمت یاد دار	تا شویم از اولیا پایان کار
اے فلاں! ہمیں (بھی) دعا میں یاد رکھئے	تا کہ انجام کار ہم بھی اولیاء میں سے ہو جائیں
ایں سخن ہم نے ز درد و سوز گفت	خوابناکے ہرزہ گفت و باز خفت
یہ بات بھی درد اور سوز سے نہیں کہی	نیند کا ماتا بڑبڑایا اور پھر سو گیا
ہیچ چارہ نیست از قوت عیال	از بن دنداں کنم کسب حلال
بال بچوں کی روزی سے کوئی چھٹکارا نہیں ہے	بڑی محنت سے حلال روزی کماتا ہوں
چہ حلالے گشتۂ ز اہل ضلال	غیر خون تو نمی بینم حلال
حلال کیا؟ تو گمراہوں میں سے ہو گیا ہے	تیرے خون کے سوا میں کچھ حلال نہیں سمجھتا ہوں
از خدا چارہ استش واز قوت نے	چارہ است از دین واز طاغوت نے
خدا سے چھٹکارا ہے اور روزی سے نہیں ہے	دین سے چھٹکارا ہے شیطان سے نہیں ہے
ایکہ صبرت نیست از دنیائے دوں	صبر چوں داری زنعم الماھدون
اے وہ کہ تجھے کمینی دنیا کے بغیر صبر نہیں ہے	"ہم اچھا فرش بچھانے والے ہیں" کے بغیر تجھے کیسے صبر حاصل ہے
ایکہ صبرت نیست از ناز و نعیم	صبر چوں داری ز اللہ کریم
اے وہ کہ عیش و عشرت کے بغیر تجھے صبر نہیں ہے	اللہ کریم کے بغیر تجھے کیسے صبر ہے؟
ایکہ صبرت نیست از پاک و پلید	صبر چوں داری ازاں کت آفرید
اے وہ کہ پاک ناپاک کے بغیر تجھے صبر نہیں ہے	جس نے تجھے پیدا کیا ہے اس کے بغیر تجھے کیسے صبر ہے؟
ایکہ صبرت نیست از آب سیاہ	صبر چوں داری تو از چشمہ الٰہ
اے وہ کہ تیرے لئے بغیر گدلے پانی کے صبر نہیں ہے	اللہ تعالیٰ کے چشمے کے بغیر تو کیسے صابر ہے؟
ایکہ صبرت نیست از فرزند و زن	صبر چوں داری زحی ذوالمنن
اے وہ کہ تجھے بال بچوں کے بغیر صبر نہیں ہے	حی ذوالمنن سے تو کیسے صبر کرتا ہے؟
اے کہ می گوئی خدا بخشد ترا	آں فریب غول میداں برتر آ
اے وہ کہ تو کہتا ہے کہ خدا تجھے بخشدے گا	اس کو چھلاوے کا فریب سمجھ اس سے نکل

www.besturdubooks.wordpress.com

کو خلیلے کو بروں آمد ز غار	گفت ہذا رب ہاں کو کردگار
کہاں ہے وہ خلیل کہ جو غار سے نکلا؟	کہا یہ خدا ہے ہاں خدا کہاں ہے؟
من نخواہم در دو عالم بنگریست	تا ندانم کایں دو مجلس آن کیست
میں دونوں جہان کو نہ دیکھوں گا	جب تک یہ نہ جان لوں کہ یہ دونوں مجلسیں کس کی ملکیت ہیں
بے تماشای صفتہائے خدا	گر خورم ناں در گلو گیرد مرا
خدا کی صفات کو دیکھے بغیر	اگر میں روٹی کھاؤں تو میرے گلے میں پھنس جائے
چوں گوارد لقمہ بے دیدار او	بے تماشای گل و گلزار او
اس کے دیدار کے بغیر لقمہ کیسے گوارا ہو سکتا ہے؟	(اور) اس کے گل و گلزار کے بغیر دیکھے
جز بامید خدا زیں آب خور	کہ خورد یک لقمہ الا گاؤ و خر
اس دنیا میں اس کے وصل کی امید کے بغیر	گاؤ اور خر کے سوا کون ایک لقمہ کھاتا ہے؟
آنکہ کالانعام بدبل ھم اضل	گرچہ پرمکرست آں گندہ بغل
وہ کھاتے ہیں جو چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گمراہ	گرچہ وہ گندے بڑے چالاک ہیں
مکر او سر زیر و او سر زیر شد	روزگارش برد و روزش دیر شد
اس کا مکر ذلیل اور وہ خود ذلیل ہو گیا	اس کا زمانہ گزرا اس کا وقت ضائع ہوا
فکر کاہش کند شد عقلش خرف	عمر شد خیرے ندارد چوں الف
اس کی گھاس کی فکر سست پڑ گئی اس کی عقل کمزور ہو گئی	عمر ختم ہو گئی الف کی طرح اس کے پاس کوئی بھلائی نہیں ہے
انچہ می گوید دریں اندیشہ ام	ایں ہم از دستان ایں نفس ست ہم
وہ جو یہ کہتا ہے فکر مند ہوں	یہ بھی اس نفس کی مکاری ہے
وانچہ می گوید غفورست و رحیم	نیست آں جز حیلۂ نفس لئیم
وہ جو یہ کہتا ہے (وہ) غفور اور رحیم ہے	کمینے نفس کے حیلہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے
اے ز غم مردہ کہ دست از ناں تہی ست	چوں غفورست و رحیم ایں ترس چیست
تو اس غم سے مرا جاتا ہے کہ ہاتھ میں روٹی نہیں ہے	جب وہ غفور اور رحیم ہے تو یہ ڈر کیوں ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

حق تعالیٰ نے پہلی امتوں کے جو کچھ عیوب' معاصی' سنگدلی' سیاہ جانی احکام کا استخفاف' آخرت سے بے فکری ہوا و ہوس۔ عشق دنیائے دنی' عورتوں کی طرح مغلوب نفس ہونا ناصحوں کے نصیحتوں سے گریز' نیکوں کی صحبت سے بھاگنا' قلب روشن اور اہل دل سے لگاؤ نہ ہونا۔ اہل اللہ کے ساتھ چالبازی اور مکاری' سیر چشموں کو حریص سمجھنا حسد سے ان کا چھپا دشمن ہونا وغیرہ وغیرہ (یہ سب باتیں تمہاری عبرت کے لئے ہیں مگر افسوس تم کو شبہ نہیں ہوتا اور اہل اللہ کے ساتھ تمہارا وہی برتاؤ ہے جو ان کا تھا۔ چنانچہ اگر اہل اللہ کوئی تمہارا ہدیہ قبول کر لیتے ہیں تو ان پر گداگری کا الزام لگایا جاتا ہے اور اگر قبول نہیں کرتے تو ان کو مکار فریبی دغاباز کہا جاتا ہے اگر وہ ملتے ہیں تو ان کو حریص کہا جاتا ہے اور جو عزلت اختیار کرتے ہیں تو ان پر غایت تکبر کا الزام لگایا جاتا ہے اگر وہ تحمل کرتے ہیں تو وہ مجبور سمجھے جاتے ہیں اور اگر غیرت کو کام میں لاتے ہیں تو تند خو بدمزاج کہلاتے ہیں کبھی ان کے ساتھ منافقانہ عذر کیا جاتا ہے کہ کیا کہوں بیوی بچوں کے خرچ سے پریشان ہوں مجھے تو سر کھجانے کی بھی فرصت نہیں اور دین کے کاموں میں مصروفی کی ذرا بھی مہلت نہیں حضور ہم کو دعا میں یاد رکھیں کہ حق سبحانہ ہم کو بھی دولت باطنی عطا فرمائیں۔ لیکن یہ بات بھی کچھ سوز و گداز سے نہیں ہوتی بلکہ نیند اور غفلت میں ایک بات زبان سے نکل جاتی ہے اور پھر وہی غفلت طاری ہو جاتی ہے۔ تم یہ بھی کہتے ہو کہ مجھے بال بچوں کے کھانے پینے کی فکر ہے اور میں نہایت جان کاہی کے ساتھ کسب حلال میں مصروف ہوں۔ ارے گمراہ کیسا حلال میرے نزدیک تو تیرا خون حلال ہے اور تو واجب القتل ہے غضب کی بات ہے کہ خدا کے بغیر تو تو رہ سکتا ہے اور کھانے پینے کے بغیر نہیں یہ دین کے بغیر تو تو رہ سکتا ہے۔ شیطان کے بغیر نہیں۔ ارے تجھ کو دنیائے دنی کے بغیر صبر نہیں خالق دنیا کے بغیر تجھے کیونکر صبر ہوتا ہے۔ ارے تو ناز و نعم کے بغیر صبر نہیں کر سکتا۔ حق سبحانہ کے بغیر تجھے کیونکر صبر ہوتا ہے۔ ارے تجھ کو پاک و ناپاک حلال و حرام امتعہ دنیویہ کے بغیر صبر نہیں تجھے اپنے پیدا کرنے والے کے بغیر کیونکر صبر آتا ہے۔ ارے تجھ کو چوڑے اور کیچڑ کے بغیر صبر نہیں تو حق سبحانہ کے صاف شفاف چشمہ فیض کے بغیر کیونکر صبر کرتا ہے ارے تجھ کو بیوی بچوں کے بغیر صبر نہیں جی ذوالمنن کے بغیر تجھے کیونکر صبر ہوتا ہے ارے تو کہتا ہے کہ خدا مجھے یوں ہی بخش دے گا اس کو فریب شیطان سمجھ۔ کاش کوئی خلیل اللہ علیہ السلام کی طرح ہو جنہوں نے غار سے نکلتے ہی طلب حق شروع کر دی تھی اور خدا کو ڈھونڈنا شروع کر دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ میں عالم علوی و عالم سفلی کی طرف اس وقت تک التفات نہ کروں گا جب تک یہ نہ معلوم کر لوں کہ دونوں مجلسیں کس کی ملک ہیں۔ جب تک حق سبحانہ کی صفات کا مشاہدہ نہ کروں گا روٹی بھی کھاؤں گا تو میرے گلے میں اٹکے گی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ بدوں اس کے دیدار کے اور بدوں اس کے گل و گلزار صفات و افعال کے نظارہ کے کیونکر روٹی ہضم ہوتی ہے۔ ہم تو کہتے ہیں کہ بغیر وصل حق

www.besturdubooks.wordpress.com

سبحانہ کی امید کے بجز گاؤ خر کے یعنی ان لوگوں کے جو چوپایوں کے مثل ہوں بلکہ ان سے بھی گمراہ ہوں اگرچہ چالاک ہوں کوئی بھی لقمہ نہیں کھا سکتا۔ ایسے لوگوں کا مکر بھی سرنگوں ہے اور وہ خود بھی سرنگوں ہیں ان کا زمانہ کار ختم ہو چکا ہے اور دن ناوقت ہو گیا ہے۔ ان کا دماغ ٹھس ہو گیا ہے عقل بہک گئی ہے ان کی عمر برباد ہو چکی ہے اور وہ الف خالی ہیں اور توشۂ آخرت کچھ بھی ان کے ہمراہ نہیں اور وہ جو کہتا ہے کہ میں زاد آخرت کی فکر میں ہوں۔ یہ بھی اس کے نفس کا مکر ہے اور یہ جو کہتا ہے کہ خدا غفور الرحیم ہے یہ بھی اس کے نفس کی چال ہے۔ اس سے کوئی پوچھے تو کہہ تو جو اس غم سے جان گھلا دیتا ہے کہ میں خالی ہاتھ ہوں میرے پاس کھانے کو نہیں یہ کیوں جب تو خدا کو غفور و رحیم سمجھتا ہے تو یہ ڈر کیسا۔ پس سمجھ لے کہ یہ سب حیل نفسانیہ ہیں اور بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک طبیب کا ایک بڈھے کی شکایت کو ناشی از ضعف بتانا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ

خود پرستوں اور ناشکروں کی حالت کا بیان کہ جنہوں نے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرامؒ کے وجود پر شکر نہ کیا اور ان کے حقوق ادا نہ کئے

شرح شبیری

ہر چہ الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے جوان کی حالت بیان کی عیب اور گناہ اور ان کی سنگدلی سے اور جان سیاہ سے۔

وز الخ۔ یعنی حق تعالیٰ کے احکام کو ہلکا سمجھنا اور غم فردا سے فراغت ہونا۔

وز الخ۔ یعنی اور ہوس سے دنیائے کمینی کے عشق سے اور عورتوں کی طرح اس نفس کے تابع ہونے سے۔

وان الخ۔ یعنی اور وہ نفرت ناصحوں کی باتوں سے اور وہ بھاگنا نیکوں کی صحبت سے۔

با دل الخ۔ یعنی دل اور اہل دل کے ساتھ بیگانگی اور (حقیقی) بادشاہوں کے ساتھ مکر اور فریب۔

سیر چشماں را الخ۔ یعنی سیر چشم حضرات کو فقیر سمجھنا اور حسد کی وجہ سے اس کو خفیہ دشمن سمجھنا۔ یہ سب قصے جو سنائے گئے ہیں یہ اس لئے ہیں کہ ہم عبرت حاصل کریں۔

گر پذیرد الخ۔ یعنی اگر یہ حضرات کوئی شے قبول کر لیں تو کہتے ہیں کہ فقیر ہے اور اگر نہ قبول فرمائیں تو کہو کہ مکر ہے اور دھوکا ہے اور دغا ہے۔

گر در آمیزد الخ۔ یعنی اگر اختلاط کریں تب تو کہو کہ لالچی ہے اور اگر اختلاط نہ کریں تو کہتے ہیں کہ تکبر میں حریص ہیں۔

گر تحمل الخ۔ یعنی اگر (تمہاری ایذاء دہی پر) تحمل کریں تو کہتے ہو کہ عاجز ہیں اور اگر غیرت مند ہوں (اور تم سے بدلہ لیں) تو کہتے ہیں کہ مکار ہے۔ غرض کہ کسی طرح ان کو چین نہیں لینے دیتے اور ہر حال میں ان کے مخالف اور دشمن ہیں یہ تو ان کی حالت ہے جو مخالف ہیں آگے موافقین کی حالت کا بیان ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

یا منافق الخ۔ یعنی یا منافقوں کی طرح عذر کرتے ہو کہ حضرت یہ خادم فرزند وزن کے نفقہ میں لگا رہتا ہے۔

نے مرا الخ۔ یعنی مجھے سر کھجلانے تک کی فرصت نہیں ہے اور نہ دین سیکھنے کی فرصت ہے۔

اے فلاں الخ۔ یعنی اجی حضرت مجھے دعا میں یاد فرمایا کیجئے تاکہ میں بھی اولیاء کاملین میں سے ہو جاؤں مولاناؒ فرماتے ہیں کہ

این الخ۔ یعنی یہ بات بھی درد دل سے نہیں کہی بلکہ ایک سوتے ہوئے کی طرح بڑبڑایا اور پھر سو گیا۔ یعنی خواب غفلت سے ذرا بیدار ہوا ہی تھا کہ پھر سو گیا اور غافل ہو گیا کاش اگر دعا کی فرمائش ہی دل سے کرتا۔ تب کچھ بھی شاید کام چل جاتا اب نہ تو خود کچھ کرے اور دوسروں سے کہے تو وہ صرف نام کرنے کو وہ بھی دل سے نہیں تو بتاؤ کام چلے تو کس طرح چلے اور عرض کرتے ہو کہ

ہیچ الخ۔ یعنی بال بچوں کے نفقہ سے مجبور ہوں اور تہہ دل سے کسب حلال کرتا ہوں۔ چونکہ حلال روزی تو دنیا میں کم ہے اس لئے تمام وقت اسی دھندی میں کٹ جاتا ہے اب مولانا کو غصہ آ گیا کہ نالائق مکر و فریب کی باتوں سے باز نہیں آتا۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ

چہ حلال الخ۔ یعنی حلال کیا ہے ارے تو اہل ضلال میں سے ہو گیا ہے اور میں تو سوائے تیرے خون کے اور کچھ حلال سمجھتا نہیں ہوں۔

از خدایت الخ۔ یعنی تجھے خدا سے تو چارہ ہے اور روزی سے نہیں اور دین سے تو چارہ ہے اور طاغوت سے نہیں ہے مطلب یہ کہ خدا کو تو چھوڑ سکتا ہے مگر کسب کو نہیں چھوڑ سکتا۔ شرم کر شرم۔

ایکہ صبرت الخ۔ یعنی ارے تجھے اس دنیائے کمینی سے تو صبر آتا نہیں پھر حق تعالیٰ سے کس طرح صبر آتا ہے۔

ایکہ صبرت الخ۔ یعنی ارے تجھے اس ناز و نعم دنیاوی سے تو صبر آتا ہی نہیں پھر اللہ کریم سے کس طرح صبر آ گیا۔

ایکہ صبرت الخ۔ یعنی ارے تجھے اس مجموعہ پاک و پلید سے تو صبر ہوتا ہی نہیں پھر اس سے کس طرح صبر کر لیتا ہے کہ جس نے تجھے پیدا کیا۔

ایکہ صبرت الخ۔ یعنی ارے تجھے آب سیاہ (ذلیل شے) سے تو صبر ہو ہی نہیں سکتا۔ پھر حق تعالیٰ کی چشم رحمت سے کس طرح صبر کرتا ہے۔

ایکہ صبرت الخ۔ یعنی ارے تجھے فرزند وزن بغیر تو صبر ہوتا ہی نہیں تو پھر حی ذوالمنن سے کس طرح صبر کرتا ہے۔

ایکہ میگوئی الخ۔ یعنی اے تو جو کہہ رہا ہے کہ خدا تجھے بخش دے گا تو اس کو شیطان کا دھوکہ سمجھ اور اس سے آگے بڑھ یعنی تو جو معاصی میں مبتلا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے وہ بخش دے گا تو اس کو وسوسۂ شیطان سمجھو اور اس سے درگزر کر آگے ترقی کرو۔

کو خلیلے الخ۔ یعنی کہاں ہیں خلیل جو کہ غار سے باہر آئے اور کہا کہ ھذا ربی (پھر کہا کہ) ہاں کردگار کہاں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے۔ یہ قصہ مشہور ہے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام بچپن سے ایک تہہ خانہ میں پلے تھے اور جب نکلے تو ستاروں اور آفتاب وغیرہ کو دیکھ کر کہہ اٹھے کہ ھٰذا ربی مگر چونکہ فطرت اور استعداد سلیم تھی اس لئے فوراً اس کے افول کے بعد طلب حق میں لگ گئے تو اس مشہور کی بنا پر مولانا فرماتے ہیں کہ بھلا حضرت خلیل اللہ کی طرح اب کون سلیم الطبع اور سلیم الفطرت ہے کہ جو خود ہی قدرت حق کی شناخت کرے بلکہ اب تو یہی ہے کہ جس کو حق تعالیٰ ہدایت دیں اور خود طلب کرے اسی کو میسر ہوسکتی ہے آگے بھی ان ہی کے اقوال کی ر، بت بالمعنی فرماتے ہیں۔

من نخواہم الخ۔ یعنی میں دونوں عالم میں سے کسی کا طالب نہیں ہوں (اس لئے کہ بے تحقیق طالب ہونا) بت گری ہے جب تک کہ یہ نہ جان لوں کہ یہ دو عالم کس کی ملک ہے۔ مطلب یہ کہ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ جب تک کہ یہ تحقیق نہ ہو جائے کہ یہ دو عالم کس کی ملک ہے اس وقت تک میں کسی کا بھی طالب نہیں ہوتا اور یہ فرمایا کہ

بے تماشائے الخ۔ یعنی صفات حق کو دیکھے بغیر اگر میں روٹی کھاؤں تو میرے گلے ہی میں اٹک جائے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

چون الخ۔ یعنی اس کے دیدار بغیر اور اس کے گل وگلزار کے تماشا بغیر کس طرح لقمہ پچتا ہے۔

جز الخ۔ یعنی خدا کی امید بغیر اس دنیا سے سوائے گاؤ وخر کے اور کون لقمہ کھا سکتا ہے۔

آنکہ الخ۔ یعنی جو کہ حیوانات کی طرح تھا بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ تو وہ گندہ فعل اگرچہ پر مکر ہے مگر

مکر او الخ۔ یعنی اس کا مکر بھی ذلیل ہوا اور وہ بھی ذلیل ہوا اور زمانہ اس کو لے گیا اور اس کا دن دیر ہو گیا یعنی حق تعالیٰ سے الگ ہو کر اور ان کو خفا کر کے بھلا کون ہے جو پھر چین سے رہ سکے ہاں جو کہ حیوانات کی طرح ہو بلکہ ان سے بھی گیا گزرا ہوا وہ ایسا کرتا ہے اور اگرچہ یہ کتنا ہی مکار ہو اور چلتا ہوا ہو مگر حق تعالیٰ کے سامنے کچھ نہیں چل سکتا آخر تباہ و برباد ہوگا اور اس کی یہ حالت ہوگی۔

فکر الخ۔ یعنی اس کی فکر کا ہ کند ہو گئی اور اس کی عقل خراب ہو گئی اور اس کی عمر برباد ہو گئی اور الف کی طرح کچھ بھی نہیں رکھتا۔

آنچہ الخ۔ یعنی جو کہہ رہا ہے کہ میں اس فکر میں ہوں یہ بھی اس نفس کا مکر ہے یعنی جو کہتا ہے کہ مثلاً بیٹے کا نکاح کر لوں تب اللہ اللہ کروں یہ اس نفس کا مکر ہے اور اس طرح حق تعالیٰ کی طرف مشغولی سے باز رکھتا ہے۔

وانچہ الخ۔ یعنی یہ جو کہہ رہا ہے کہ حق تعالیٰ غفور ورحیم ہے تو یہ بجز اس نفس لئیم کے حیلہ کے اور کچھ نہیں ہے۔ یعنی تو جو معاصی میں مبتلا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ غفور الرحیم ہے بخش دیں گے یہ ساری مکاری اس نفس کی مکاری ہے کہ اس طرح معاصی میں مبتلا رکھتا ہے آگے اس غفور الرحیم سمجھنے کا ایک الزامی جواب فرماتے ہیں کہ

اے الخ۔ یعنی ارے تو جو غم سے مردہ ہو رہا ہے کہ روٹی سے ہاتھ خالی ہے تو جب غفور الرحیم ہے تو یہ خوف کیسا ہے یعنی تو جو مرا جا رہا ہے کہ کھانے کو نہیں ملتا تو کمبخت جب تو حق تعالیٰ کو غفور الرحیم سمجھتا ہے تو پھر یہ خوف کس

www.besturdubooks.wordpress.com

بات کا ہے سمجھ لے کہ غفور الرحیم ہے وہ بھوکا تھوڑا ہی رکھے گا دے ہی گا۔لہٰذا یہ جس قدر ذکر اللہ میں دیر ہو رہی ہے یہ ساری اس نفس سرکش کی شرارت ہے لہٰذا اس کا علاج کر۔آگے ایک حکیم اور بڈھے کی حکایت لاتے ہیں کہ اس بڈھے نے حکیم سے جو شکایت کی کہ حکیم نے سب کو بڑھاپے کی وجہ سے کہہ دیا تو وہ بڈھا خفا ہو گیا۔اسی طرح یہ ساری خرابیاں ہمارے نفس کی بدولت واقع ہو رہی ہیں اور اگر کوئی ہم سے کہتا ہے تو ہمیں غصہ آتا ہے تو جس طرح اس بڈھے کا غصہ بے محل تھا اسی طرح ہمارا غصہ بھی ظاہر ہے کہ بے محل ہے اور اس کا علاج ضروری ہے ورنہ اگر کہیں اس کی سرکشی بڑھ گئی تو پھر لا علاج ہو جائے گا۔اب حکایت سنو۔

شکایت کردن پیرے پیش طبیب از رنجوریہا و جواب طبیب اورا

ایک بوڑھے کا ایک طبیب سے بیماریوں کی شکایت کرنا اور طبیب کا اسکو جواب دینا

گفت پیرے مر طبیبے را کہ من	در زحیرم از دماغ خویشتن
ایک بوڑھے نے ایک طبیب سے کہا کہ میں	اپنے دماغ کے معاملہ میں بڑی مشکل میں ہوں
گفت از پیریست آں ضعف دماغ	گفت در چشمم ز ظلمت ہست داغ
اس (طبیب) نے کہا یہ دماغ کی کمزوری بڑھاپے کی وجہ سے ہے	اس (بوڑھے) نے کہا میری آنکھوں میں اندھیرے کا داغ ہے
گفت از پیریست اے شیخ قدیم	گفت پشتم درد می آرد عظیم
اس (طبیب) نے کہا اے بڑے میاں بڑھاپے کیوجہ سے ہے	اس (بوڑھے) نے کہا میری کمر میں بہت درد ہے
گفت از پیریست اے شیخ قدیم	گفت پشتم درد می آرد عظیم
اس (طبیب) نے کہا اے کمزور بوڑھے! بڑھاپے کی وجہ سے ہے	اس بوڑھے نے کہا میں جو کھاتا ہوں وہ ہضم نہیں ہوتا ہے
گفت ضعف معدہ ہم از پیریست	گفت وقت دم مرا دم گیریست
اس (طبیب) نے کہا معدہ کی کمزوری بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے	اس (بوڑھے) نے کہا سانس لینے میں سانس رکتا ہے
گفت آرے انقطاع دم بود	چوں رسد پیری دو صد علت شود
اس (طبیب) نے کہا ہاں سانس ٹوٹنے لگتا ہے	جب بڑھاپا آ جاتا ہے سینکڑوں بیماریاں آ جاتی ہیں
گفت کم شد شہوتم یکبارگی	گفت کز پیریست ایں بیچارگی
اس (بوڑھے) نے کہا میری شہوت ایک دم سے کم ہو گئی ہے	اس (طبیب) نے کہا یہ معذوری بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے
گفت پایم سست شد از رہ بماند	گفت کز پیریست در کنجت نشاند
اس (بوڑھے) نے کہا میرے پیر سست ہو گئے ہیں چلنے سے عاجز آ گئے ہیں	اس (طبیب) نے کہا یہ بڑھاپے کیوجہ سے ہے جس نے تجھے گوشہ نشین بنا دیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت پشتم چوں کمانے شد دوتا	گفت کز پیریست ایں رنج وعنا
اس (بوڑھے) نے کہا کہ میری کمر کمان کی طرح دوہری ہوگئی ہے	اس (طبیب) نے کہا یہ تکلیف اور مشقت بڑھاپے کی وجہ سے ہے
گفت تاریک ست چشم اے حکیم	گفت کز پیریست اے پیر حلیم
اس (بوڑھے) نے کہا اے حکیم! میری آنکھوں میں دھند ہے	اس (طبیب) نے کہا اے بردبار بوڑھے بڑھاپے کی وجہ سے ہے
گفت اے احمق بریں بر دوختی	از طبیبی تو ہمیں آموختی
اس (بوڑھے) نے کہا اے بیوقوف! تو اس پر جم گیا	طبابت سے تو نے یہی سیکھا ہے
اے مدمغ عقلت ایں دانش نداد	کہ خدا ہر درد را درماں نہاد
اے بد دماغ! تیری عقل نے تجھے یہ سمجھ نہیں دی	کہ خدا نے ہر درد کا علاج رکھا ہے
تو خر احمق زاندک مائگی	برزمیں ماندی ز کوتہ پائگی
تو کم علمی کی وجہ سے احمق گدھا ہے	تو کوتاہ قدمی کی وجہ سے زمین پر رہ گیا ہے
پس طبیبش گفت اے عمر تو شصت	ایں غضب ویں خشم ہم از پیریست
تب طبیب نے اس سے کہا اے ساٹھے!	یہ غصہ اور غضب بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے
چوں ہمہ اجزا و اعضا شد نحیف	خویشتن داری وصبرت شد ضعیف
جب سب اجزا اور اعضاء کمزور ہو گئے ہیں	تیری قوت ضبط اور صبر بھی کمزور ہو گئی ہے
برنتابد دو سخن زوہے کند	تاب یک جرعہ ندارد قے کند
دو باتوں کی بھی برداشت نہیں کرتا ان سے ہائے ہائے کرتا ہے	ایک گھونٹ کی برداشت نہیں کرتا قے کر دیتا ہے

شرح حبیبی

ایک بڑے میاں نے کسی طبیب سے کہا کہ میں دماغ سے بہت زچ ہو گیا اس نے کہا بڑے میاں یہ ضعف دماغ بڑھاپے کے سبب سے ہے۔ اس نے کہا کہ میری آنکھ میں کچھ دھندلا پن ہے اس نے کہا بڑے میاں یہ بھی بڑھاپے سے ہے اس نے کہا میری کمر میں بھی بہت درد رہتا ہے اس نے کہا یہ بھی بڑھاپے سے ہے۔ اس نے کہا کہ کھانا بھی ہضم نہیں ہوتا اس نے کہا ضعف معدہ کا سبب بھی بڑھاپا ہے۔ اس نے کہا سانس لیتے وقت کبھی کبھی مجھے سانس بھی نہیں آتا اس نے کہا کہ بجا ہے بڑھاپے میں انقطاع دم بھی عارض ہو جاتا ہے پیری وصد عیب تو معلوم ہی ہے۔ اس نے کہا شہوت بھی نہیں ہوتی کہا یہ مجبوری بھی بڑھاپے سے ہے۔ اس نے کہا کہ مجھ سے چلا

www.besturdubooks.wordpress.com

بھی نہیں جاتا اس نے کہا بڑھاپے ہی نے آپ کو گوشہ نشین بھی کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میری کمر بھی جھک گئی ہے کہا یہ بھی بڑھاپے سے ہے اس نے کہا کہ مجھے دکھلائی بھی کم دیتا ہے اس نے کہا یہ بھی بڑھاپے کے سبب ہے اس نے کہا کمبخت تو تو ایک ہی بات پر جم گیا۔ کیا طب میں تو نے ایک ہی بات سیکھی ہے۔ ارے بددماغ تجھے عقل سے اتنا نہیں معلوم کہ خدا نے ہر بیماری کی دوا پیدا کی ہے۔ تو احمق گدھا اپنی بے بضاعتی سے اسی پستی میں رہ گیا اور ایک بات کے سوا کچھ سیکھا ہی نہیں۔ اس نے کہا کہ آپ پچپن سالہ سے گزر کر ساٹھ سالہ کے ہو گئے ہیں یہ قہر و غضب بھی آپ کا بڑھاپے کے سبب ہے۔ چونکہ تمام اعضا میں ضعف آ گیا اس لئے خودداری اور تحمل کمزور ہو گیا ایسا شخص دو بات نہیں برداشت کر سکتا اور چلا اٹھتا ہے اور ایک جرعہ بھی نہیں پی سکتا فوراً قے کر دیتا ہے۔ پس جس طرح پیری وصد عیب معلوم ہے یوں ہی نفس وصد حیلہ بھی سمجھنا چاہیے اور ہمارے اس کہنے پر کہ یہ بھی حیلہ نفس ہے یہ بھی حیلہ نفس ہے کچھ استبعاد نہ ہونا چاہیے۔

ایک بڈھے کا ایک حکیم کے سامنے اپنے امراض کو بیان کرنا اور اس حکیم کا جواب

شرح شبّیری

گفت الخ۔ یعنی ایک بڈھے نے ایک طبیب سے کہا کہ میں اپنے دماغ کی وجہ سے بڑی مشکل میں ہوں۔

گفت الخ۔ یعنی اس طبیب نے کہا کہ یہ ضعف دماغ بڑھاپے کی وجہ سے ہے تو اس بڈھے نے کہا کہ میری آنکھ میں ظلمت کا داغ ہے۔

گفت الخ۔ یعنی طبیب نے کہا کہ ارے پرانے بڈھے یہ بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے تو بولا کہ میری کمر میں بھی بہت درد ہے

گفت الخ۔ یعنی طبیب نے کہا کہ اے ضعیف بڈھے یہ بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے تو بولا کہ میں جو کھاتا ہوں وہ ہضم بھی نہیں ہوتا۔

گفت الخ۔ یعنی طبیب نے کہا کہ ضعف معدہ بھی بڑھاپے ہی کی وجہ سے ہے تو وہ بولا کہ سانس لینے میں میرا سانس گھٹتا ہے۔

گفت الخ۔ یعنی حکیم نے کہا کہ ہاں سانس کا انقطاع بھی ہوتا ہے اس لئے کہ جب بڑھاپا آتا ہے تو سینکڑوں بیماریاں ہو جاتی ہیں۔

گفت الخ۔ یعنی اس بڈھے نے کہا کہ میری شہوت یکبارگی گم ہوگئی ہے تو طبیب نے کہا کہ یہ بے چارگی

www.besturdubooks.wordpress.com

بھی بڑھاپے ہی کی وجہ سے ہے۔

گفت الخ۔ یعنی بڈھے نے کہا کہ میرا پاؤں سست ہو گیا اور چلنے سے عاجز ہو گیا۔ طبیب نے کہا کہ یہ بھی بڑھاپے سے ہے کہ تجھے ایک کونہ میں بٹھا دیا ہے۔

گفت الخ۔ یعنی بڈھے نے کہا کہ میری کمر کمان کی طرح دوہری ہو گئی ہے طبیب نے کہا کہ یہ تکلیف اور مجبوری بڑھاپے کی وجہ سے ہے۔

گفت الخ۔ یعنی بڈھے نے کہا کہ حکیم جی میری آنکھ بھی تاریک ہے طبیب نے کہا کہ اے پیر حکیم یہ بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے یہ سن کر بڑے میاں کو غصہ آ گیا اور بولے کہ

گفت الخ۔ یعنی بڈھا بولا کہ ارے احمق تو ایک ہی بات پر سل گیا ہے کہ تو نے طبیبی سے یہی سیکھا ہے اور بولا کہ اے الخ۔ ارے متکبر عقل نے تجھے اتنی سمجھ نہیں دی کہ خدا تعالی نے ہر درد کا علاج رکھا ہے اور تو وہی مرغے کی ایک ٹانگ کہے جا رہا ہے کہ سب بڑھاپے کی ہی وجہ سے ہے۔

تو خر الخ۔ یعنی تو گدھا احمق کم علمی کی وجہ سے اور اپنی کوتہ پائیگی کی وجہ سے زمین ہی پر پڑا ہوا ہے۔ مطلب یہ کہ وہ بولا کہ گدھے تجھے نہ عقل ہے اور نہ علم ہے ایک بات سیکھ لی وہی ہر بات میں کہہ دیتا ہے کچھ اور بھی سیکھا تھا یہ سن کر طبیب نے جواب دیا کہ

پس الخ۔ یعنی پس طبیب نے کہا کہ ارے ساٹھ برس کے بڈھے یہ غصہ اور غضب بھی بڑھاپے ہی کی وجہ سے ہے

چون ہمہ الخ۔ یعنی جبکہ سارے اجزاء اور اعضاء کمزور ہو گئے تو خودداری اور صبر تمہارے اندر کم ہو گیا۔ لہذا غصہ زیادہ ہو گیا ہے اس لئے میں اس کا بھی برا نہیں مانتا۔

برنتابد الخ۔ یعنی بات میں صبر تو کر نہیں سکتا جلدی ہی غل مچانے لگتا ہے اور ایک گھونٹ کی تاب نہیں رکھتا بلکہ فوراً قے کر دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ اب ضعیف ہو گئے ہو اس وجہ سے غصہ وغیرہ سب بڑھ گیا ہے تو دیکھو اسی طرح جو معاصی وغیرہ سرزد ہوں ان سب کو نفس ہی کی شرارت اور اسی کی طرف سے سمجھو کہ ساری اسی کی حرکتیں ہیں جیسے کہ وہاں ساری باتیں بڑھاپے کی وجہ سے تھیں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

جز مگر پیرے کہ از حق ست مست	در درون او حیات طیب ست
بجز اس بوڑھے کے جو خدا کا مست ہے	اس کے باطن میں پاکیزہ زندگی ہے
از بروں پیرست و در باطن صبی	خود کیا نند آں ولی و آں نبی
باہر سے (بظاہر) بوڑھا ہے اور حقیقت میں بچہ ہے	وہ کون ہیں؟ وہ ولی اور نبی ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

گر نہ پیدا اند پیش نیک و بد	چیست باایشاں خساں را ایں حسد
اگر وہ ہر نیک و بد کے سامنے کھلے ہوئے نہیں ہیں	(تو) کمینوں کو ان سے یہ حسد کیوں ہے؟
ور نمی دانند شاں علم الیقیں	چیست ایں بغض و حیل سازی و کیں
اگر وہ ان کو یقینی طور پر نہیں جانتے ہیں	تو بغض اور حیلہ سازی و کینہ کیوں ہے؟
ور بدانندے جزائے رستخیز	چوں زنندے خویش بر شمشیر تیز
اگر وہ قیامت کی سزا کو جانتے	تو اپنے آپ کو تیز تلوار سے کیوں بھڑاتے؟
بر تو می خندد مبیں او راچناں	صد قیامت در درونستش نہاں
وہ تیرے سامنے ہنستا ہے اس کو ایسا نہ سمجھ	اس کے باطن میں سو قیامتیں چھپی ہوئی ہیں
دوزخ و جنت ہمہ اجزائے اوست	ہرچہ اندیشی تو آں بالائے اوست
اس کے اجزا سب دوزخ و جنت ہیں	(اس کے بارے میں) تو جو سوچے وہ اس سے بلند ہے
ہرچہ اندیشی پذیرائے فناست	آنکہ در اندیشہ نیاید آں خداست
تو جو سوچے وہ فنا کو قبول کرنے والا ہے	جو قیاس میں نہ آئے وہ خدا ہے
ور در ایں خانہ گستاخی ز چیست	گر ہمی دانند کاندر خانہ کیست
اس گھر کے دروازے پر گستاخی کیوں ہے؟	اگر وہ جانتے ہیں کہ گھر میں کون ہے؟
ابلہاں تعظیم مسجد می کنند	در جفائے اہل دل جد می کنند
بے وقوف مسجد کی تعظیم کرتے ہیں	اہل دل پر ظلم کے کوشاں ہیں
آں مجازست ایں حقیقت اے خراں	نیست مسجد جز درون سروراں
اے گدھو! وہ مجاز ہے یہ حقیقت ہے	بزرگوں کے دل کے علاوہ مسجد (اور کچھ) نہیں ہے
مسجدے کاں اندرون اولیاست	سجدہ گاہ جملہ است آنجا خداست
وہ مسجد جو اولیا کے باطن میں ہے	وہ سب کی سجدہ گاہ ہے خدا اس میں ہے
تا دل مرد خدا نامد بہ درد	ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد
جب تک مرد خدا کے دل کو تکلیف نہیں پہنچی	خدا نے کسی قوم کو رسوا نہیں کیا
قصد جنگ انبیائی داشتند	جسم دیدند آدمی پنداشتند
انہوں نے انبیاء سے لڑائی کا ارادہ کیا	انہوں نے (صرف) جسم دیکھا (صرف) آدمی سمجھا

www.besturdubooks.wordpress.com

در تو ہست اخلاق آں پیشیناں	چوں نمی ترسی کہ باشی تو ہماں
تیرے اندر ان پہلی قوموں کے اخلاق ہیں	تو کیوں نہیں ڈرتا کہ تو بھی ویسا ہی ہو جائے گا
عادت آں ناسپاساں در تو رست	نایدت ہر بار دلو از چہ درست
تیرے اندر ان ناشکروں کی عادت پیدا ہو گئی ہے	ہر بار ڈول کنویں سے درست نہیں نکلتا ہے
آں نشانہا ہمہ چوں در تو ہست	چوں تو زایشانی کجا خواہی برست
جبکہ وہ تمام علامتیں تیرے اندر ہیں	جب تو ان میں سے ہے کہاں بچ سکتا ہے؟

شرح حبیبی

سب بڈھوں کی یہی حالت ہوتی ہے مگر بجز اس بڈھے کے جو حق سبحانہ کی محبت سے مست ہے اور جس کے اندر نہایت عمدہ زندگی بھری ہوئی ہے۔ یہ شخص دیکھنے میں بڈھا معلوم ہوتا ہے مگر باطن میں بچہ ہے کہ اس کے قوئی ترقی پر ہیں۔ جانتے ہو یہ کون لوگ ہیں یہ انبیاء و اولیا ہیں۔ ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے کمال کے لحاظ سے ہر نیک و بد کے سامنے ظاہر ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو کمینوں کو ان کی کس بات پر حسد ہوتا اور اگر وہ ان کے کمال کو بعلم الیقین نہ جانتے ہوتے تو یہ عداوت۔ چالبازی کینہ کیوں ہوتی کیونکہ یہ سب تو کمال ہی سے ہوتے ہیں۔ پس ثابت ہو گیا کہ انکا کمال واضح ہے اور مخالفین بھی اس کو جانتے ہیں مگر افسوس ان کو اس کے نتیجہ بد کی خبر نہیں کیونکہ اگر وہ جانتے ہوتے کہ اس کا نتیجہ قیامت میں کیا ہوگا تو اپنے کو تلوار سے کیوں ٹکراتے اور خود اپنے ہاتھوں کیوں ہلاک ہوتے اچھا ہم اب پھر مضمون سابق کی طرف انتقال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر وہ باایں ہمہ نفاق مذکورۂ بالا تجھ سے ہنسے تو اس کو ہنستا ہوا نہ جان بلکہ سمجھ کہ اس کے اندر سو قیامتیں پوشیدہ ہیں۔ قیامت کے دوزخ و جنت تو دور ہیں خود اس کے تمام اجزاء دوزخ و جنت ہیں اور مظہر ہیں قہر و لطف حق سبحانہ کا لہٰذا وہ سراپا قہر و لطف الٰہی ہے۔ خلاصہ یہ کہ ان کے مقابلہ میں تو جو یہ گستاخیاں اور چالبازیاں اور نفاق کی باتیں کر رہا ہے اس پر اگر وہ ہنسیں تو اس کو ان کی رضا یہ سمجھنا بلکہ اس ہنسی میں سو قیامتیں پنہاں ہیں۔ اور جس طرح انکا لطف بیڑا پار کرنیوالا ہے یوں ہی انکا قہر باطن کو مسخ کر دینے والا ہے۔ یہ لوگ تمہارے اندیشہ سے بالاتر ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ جو کچھ تم سوچتے ہو وہ فانی ہے اور جو اندیشہ ہے باہر ہے وہ خدا تعالیٰ ہے اور یہ لوگ متخلق باخلاق اللہ اور باقی ببقاء الحق ہیں لہٰذا یہ بھی تمہارے اندیشہ سے باہر ہیں لیکن تمہیں ان کی حالت معلوم نہیں کیونکہ اگر تم جانتے ہو کہ یہ کس کا گھر ہے اور کون اپنی تجلی رکھتا ہے تو اس گھر کے دروازہ پر یہ گستاخی کیسی۔ پس معلوم ہوا کہ لوگ ان کے مرتبہ کو نہیں جانتے۔ یہ احمق مسجد کی تو تعظیم کرتے ہیں اور کرنی بھی چاہیے لیکن زیادتی یہ کرتے ہیں کہ اہل دل کو ستاتے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں حالانکہ مسجد ان کے مقابلہ میں مجازاً بیت اللہ ہے اور یہ لوگ اس کے لحاظ سے حقیقتاً بیت اللہ ہیں اس لئے کہ مسجد بھی انہی کے باعث بیت اللہ ہے کیونکہ اس کی مسجدیت جو منشاء ہے اس کے بیت اللہ ہونے کا ان ہی سے مستفاد ہے لہٰذا اصل مسجد انہی حضرات کے دل ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حق سبحانہ قلوب اولیاء اللہ میں ہیں۔ یعنی حق سبحانہ کی تجلی ان پر سب سے زیادہ اور سب سے خاص اور سب سے متمیز ہے لہٰذا سب ساجدین کے سجدہ گاہ قلوب اولیاء اللہ ہی ہوں گے۔ پس اصل مسجد وہی ہوں گے جب یہ معلوم ہوا کہ اصل مسجد یہی ہیں۔ اب سمجھو کہ یہ حق سبحانہ کے نزدیک مکرم ہیں کہ حق سبحانہ کسی گناہ کے باعث کسی قوم کو تباہ نہیں کرتے۔ بجز ایذاء اہل اللہ کے۔ اب تک خدا نے کسی قوم کو اس وقت تک رسوا نہیں کیا جب تک کہ اس نے کسی باخدا کو ایذاء نہیں دی۔ ان کی ایذاء کا سبب صرف یہ تھا کہ انہوں نے ان کو جسم سمجھا اور اپنی طرح آدمی خیال کیا اب تم سوچو کہ وہی باتیں تمہارے اندر بھی ہیں۔ پھر تم کو اندیشہ کیوں نہیں کہ ایسا نہ ہو کہ تمہارا بھی وہی حشر ہو جو ان کا ہوا۔ تمہارے اندر انہیں لوگوں کی سی خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ یاد رکھو کہ حق سبحانہ ہمیشہ درگزر نہ کریں گے۔ کبھی پکڑ بھی لیں گے کیونکہ جب تم اپنے اندر وہی نشانیاں رکھتے ہو جو امم سابقہ میں تھیں تو تم بھی اسی نتیجہ کے مستحق ہو جو ان کو ملا تھا۔

شرح شبّیری

جز مگر الخ۔ یعنی مگر سوائے اس بڈھے کے کہ جو حق تعالیٰ کا مست ہو کہ اس کے اندر حیات طیبہ موجود ہے۔ مطلب یہ کہ یہ حالت مذکورہ بے شک بڈھوں کی ہوتی ہے مگر ان ہی کی جن کو حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق اور لگاؤ نہ ہو ورنہ جس کو حق تعالیٰ سے تعلق ہو اس کے اندر قوت قدسیہ ایسی ہے کہ اس کو اس حالت تک کہ اس کے حواس تک گم ہو جائیں نہ پہنچنے دے گی گو ظاہری اعضا کمزور ہو جائیں مگر پھر بھی اطاعت حق میں یہ اعضاء ظاہری بھی دوسرے تندرستوں اور جوانوں سے بہتر ہوتے ہیں جیسے کہ مشاہد ہے اس کی تو یہ حالت ہے کہ

از برون الخ۔ یعنی ظاہر میں تو بڈھا ہے اور باطن میں بچہ ہے اور وہ کیا ہے وہ ولی اور نبی ہے۔ مطلب یہ کہ ان حضرات کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اگرچہ بظاہر ضعیف معلوم ہوں مگر باطن میں وہ جوان ہوتے ہیں اور ان کو باطن میں ہر وقت بچہ کی طرح نشو و نما ہوتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

گر نہ الخ۔ یعنی اگر ہر نیک و بد کے سامنے ظاہر نہیں ہیں تو پھر ان کمینوں کو ان کے ساتھ حسد کیوں ہے۔ مطلب یہ کہ ان حضرات کی یہ حالت ایسی ہے کہ ہر کس و ناکس جانتا ہے اور فرماتے ہیں کہ اگر ہر شخص کو علم نہ ہوتا تو پھر ان حضرات سے حسد کیوں کرتے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس کچھ سمجھتے ہیں جب تو ان کو حسد ہوتا ہے۔

ورنہ الخ۔ یعنی اور اگر وہ علم الیقین کے درجہ میں نہیں جانتے تو پھر یہ بغض اور حیلہ سازی اور کینہ کیسا ہے۔ پس تو یہ یقینی ہے کہ یہ سب جانتے ہیں کہ یہ حضرات کامل ہیں اور ان کے پاس کچھ ہے کہ جو ہمارے پاس نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کو سب جانتے ہیں مگر ہاں چیز کو نہیں جانتے اور وہ یہ کہ

دربدانندے الخ۔ یعنی اگر وہ قیامت کے دن کی جزا کو جانتے تو پھر اپنے کو شمشیر تیز پر کیوں مارتے۔ مطلب یہ کہ اگر وہ جانتے کہ ان بغض وحسد کا نتیجہ قیامت میں یہ ہوگا تو پھر ہرگز ان حضرات ؒ سے بغض نہ رکھتے کہ یہ بہت بری بلا ہے۔

برتوالخ۔ یعنی وہ تمہاری (باتوں) پر ہنسے تو تم ان کو ویسا ہی مت جانو کہ ان کے اندر سینکڑوں قیامتیں پوشیدہ ہیں۔ مطلب یہ کہ اگر دیکھو کہ کوئی بزرگ کسی بات پر ناراض ہوتے ہی نہیں بلکہ خوش رہتے ہیں تو اس سے دھوکہ میں مت پڑو کہ بعض مرتبہ وہ حلم سے کام لیتے ہیں مگر حق تعالیٰ ان کا بدلہ لے لیتے ہیں۔ لہٰذا یاد رکھو کہ ان کی دل شکنی اور دل آزاری سے ہمیشہ پرہیز کرو۔

دوزخ۔ یعنی دوزخ اور جنت سب ان کے اجزا ہیں اور تم جو کچھ سوچو وہ اس سے بالاتر ہے دوزخ اور جنت کا اس کے اجزا ہونے کے یہ معنی ہیں کہ جس طرح جسم کی ایذاءدہی سے اعضا بدلہ لینے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ اس طرح ان حضرات کی ایذاءدہی سے دوزخ اور جنت اس موذی سے بدلہ لے لیتے ہیں لہٰذا گویا کہ یہ دوزخ اور جنت ان حضرات ؒ کے اعضا و اجزاء ہوئے دوسرے مصرعہ میں جو کہا ہے کہ تم کچھ سوچو اس سے یہ حضرات ؒ بالاتر ہیں اس پر بظاہر یہ شبہ ہوتا تھا کہ پھر نعوذ باللہ حق تعالیٰ سے بھی زیادہ ہیں اس لئے اس کا جواب بطور دفع دخل مقدر کے فرماتے ہیں کہ

ہر چہ الخ۔ یعنی تم جو کچھ سوچتے ہو وہ سب فانی ہیں اور جو کہ اندیشہ میں نہیں آتا وہ حق تعالیٰ ہے مطلب یہ کہ ہم نے کہا ہے کہ جو چیزیں کہ تم سوچو ان سب سے یہ حضرات برتر ہیں اور حق تعالیٰ اندیشہ اور ذہن میں آنہیں آسکتے لہٰذا وہ اس عموم میں داخل ہی نہیں ہیں جو اعتراض پڑسکے۔

بردرالخ۔ یعنی اس گھر کے دروازہ پر گستاخی کیوں ہے جبکہ جانتے ہیں کہ گھر میں کون ہے مطلب یہ کہ جب لوگ یہ جانتے ہیں کہ یہ بزرگ ہیں اور مقبولان حق ہیں پھر یہ گستاخی کیوں کرتے ہیں یہ بیوقوف اتنا نہیں سمجھتے کہ ان کے دلوں میں حق تعالیٰ بسے ہوئے ہیں اور قلوب خانہ خدا ہیں۔

ابلہان الخ۔ یعنی بیوقوف لوگ صرف مسجد کی تو تعظیم کرتے ہیں اور اہل دل کے ستانے میں کوشش کرتے ہیں حالانکہ

آن الخ۔ یعنی ارے گدھو وہ مسجد (ظاہری) تو مجاز ہے اور یہ (قلوب) مسجد حقیقی ہیں اور مسجد تو بجز قلوب سرداروں کے اور کوئی شے نہیں ہے۔ اس لئے کہ اصل تو خانہ خدا اور بیت اللہ قلب مومن ہی ہے کسی نے اسی کو کہا ہے کہ کعبہ بنگاہ خلیل آزرست + دل گزرگاہ جلیل اکبرست۔

مسجدے الخ۔ یعنی وہ مسجد جو کہ اولیاء اللہ کے قلوب ہیں وہ سب کے سجدہ گاہ ہیں اس لئے کہ اس جگہ خداوند تعالیٰ ہیں اندرون اولیاء اللہ مسجود ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اولیاء اللہ کے قلوب کے کل اشیاء تابع ہوتے ہیں اور مطیع و

www.besturdubooks.wordpress.com

فرمانبردار ہوتے ہیں یہی بعض مرتبہ بہ شکل سجدہ نظر آتا ہے جیسا کہ بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ ان کو منکشف ہوا کہ ایک تخت پر ایک بے کیف نور ہے اور کل خلائق اس کے سامنے سربسجود ہیں تو اس کو بعض سالکین نور حق سمجھ گئے حالانکہ وہ نور روح کا تھا۔ چونکہ وہ بھی تو عالم مجردات سے ہے اس لئے اس کا نور بے کیف نظر آیا اور وہ سجدہ اس روح کی اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار تھا اور اس کو نور حق سمجھ کر بعض نے اسکی پرستش کی ہے اللّٰھم احفظنا۔ سچ یہ ہے کہ بزرگوں نے جو کہا ہے کہ کشف آفت ہے بالکل درست کہا ہے۔ اور اسی لئے ہمارے حاجی صاحب رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ حجب نورانیہ اشد ہیں حجب ظلمانیہ سے اس لئے کہ ظلمانیہ میں انسان یہ تو سمجھتا ہے کہ میں حجاب میں ہوں اور اگر حجب نورانیہ ہیں پھر تو اپنے کو واصل سمجھنے لگتا ہے بڑی خرابی کی بات ہے خدا بچائے تو فرماتے ہیں کہ ان حضرات کے قلوب تو وہ ہیں کہ جن کے تابعدار حق تعالیٰ نے تمام عالم کو بنایا ہے تو بڑے افسوس کی بات ہے کہ ظاہری بیت اللہ کی تو اس قدر عظمت اور اس بیت اللہ کے ساتھ یہ برتاؤ افسوس صد افسوس اور فرماتے ہیں کہ

تادل الخ۔ یعنی جب تک کہ کسی مرد خدا کا دل درد میں نہ آئے اس وقت تک حق تعالیٰ کسی قوم کو رسوا نہیں فرماتے۔ لہٰذا چاہیے کہ ان حضرات کی دل آزاری سے بچیں آگے پھر امم سابقہ کی حالت کو بیان فرماتے ہیں۔

قصد الخ۔ یعنی وہ لوگ انبیاء علیہم السلام کے جنگ کا قصد کرتے تھے اور انہوں نے صرف جسم کو دیکھا اور صرف آدمی ہی سمجھا اور ان کے کمالات کو نہ دیکھا آگے فرماتے ہیں کہ

در تو الخ۔ یعنی تیرے اندران پہلوؤں کے اخلاق ہیں تو تو ڈرتا کیوں نہیں کہ کہیں تو بھی ان ہی میں سے نہ ہو جائے۔

عادت الخ۔ یعنی ان ناشکروں کی عادت تیرے اندر بھی پیدا ہو گئی تو ہر دفعہ ڈول کنوئیں سے درست نہیں نکلتا اور وہ عادت وہی دل آزاری اہل اللہ کی ہے تو سمجھ لو کہ اگر ایک بار وبال نہیں تو یہ نہیں کہ ہر بار نہ آئے ممکن ہے کہ کسی دفعہ ایسا وبال آئے کہ پھر سارا کیا کرایا غارت ہو والعیاذ باللہ۔

آن الخ۔ یعنی وہ نشانیاں جب تیرے اندر ہیں اور تو ان میں ہی سے ہے تو اب تو کہاں چھوٹ سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ تو انبیاء علیہم السلام کو ایذاء دیتے تھے اور ان کی تکذیب کرتے تھے اور تم ان کے جانشینوں کی تکذیب اور دل آزاری کرتے ہو تو جب اس امر میں تم اور وہ دونوں شریک ہوئے تو اب بتاؤ کہ اس عذاب وغیرہ سے جو ان کو ملے گا تم بھی تو نہیں چھوٹ سکتے لہٰذا بہت جلدی استغفار کرو اور ان باتوں کو چھوڑو کہ ان کا وبال سخت ہے اور دوسروں کی باتیں اور ان پر وعیدیں سن کر خود سبق حاصل کرو اور سمجھو کہ یہ ساری نشانیاں خود ہمارے اندر ہیں تو کہیں خدا نخواستہ یہ وعیدیں بھی ہمارے ہی لئے ہوں جیسے کہ ایک شخص مر گیا تھا تو اس کا لڑکا نوحہ کرتا جا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ ابا افسوس تمہیں ایک ایسے مکان میں لئے جاتے ہیں کہ جہاں نہ چراغ ہے نہ فرش ہے وغیرہ وغیرہ یعنی قبر میں تو ایک دوسرا لڑکا اپنے باپ سے بولا کہ ابا یہ تو ساری نشانیاں ہمارے گھر کی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اس کو ہمارے یہاں لئے جاتے ہیں تو دیکھو دوسرے کی بات سن کر جس طرح اس بچے نے یہ سمجھا کہ یہ علامات ہمارے گھر کی ہیں تم بھی تو سمجھو

www.besturdubooks.wordpress.com

اوران علامات سے توبہ کرو اوران کو چھوڑ دو تا کہ کام بنے اس حکایت کو آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

قصۂ کودکے کہ درپیش تابوت پدرمی نالید وسخن جوحی

ایک بچہ کا قصہ جو باپ کے جنازے کے آگے روتا تھا اور شیخ چلی کی بات

کود کے درپیش تابوت پدر	زار می نالید و برمی کوفت سر
ایک بچہ باپ کے جنازے کے آگے	بہت روتا تھا اور سر پیٹتا تھا
کاے پدر آخر کجایت می برند	تاترا در زیر خاکے آورند
اے ابا! آخر تجھے کہاں لے جا رہے ہیں؟	تاکہ تجھے مٹی کے نیچے گاڑ دیں
می برندت خانۂ تنگ و زحیر	نے درو قالی و نے دروے حصیر
تجھے تنگ و تکلیف دہ گھر میں لے جا رہے ہیں	نہ اس میں قالین ہے نہ اس میں بوریا ہے
نے چراغے درشب و نے روز ناں	نے درو بوئے طعام و نے نشاں
نہ رات میں چراغ ہے نہ روشندان ہیں	نہ اس میں کھانے کی خوشبو ہے اور نہ پتہ
نے درش معمور و نے سقف و نہ بام	نے درو بہر ضیائے ہیچ جام
نہ اس کا دروازہ درست ہے نہ چھت نہ بالا خانہ	نہ اس میں روشنی کے لئے کوئی شیشہ کا روشندان ہے
نے درواز بہر مہماں آب چاہ	نے یکے ہمسایہ کو باشد پناہ
نہ اس میں مہمان کے لئے کنویں کا پانی ہے	نہ کوئی ہمسایہ ہے جو سہارا ہو
جسم تو کہ بوسہ گاہ خلق بود	چوں شود در خانۂ کور و کبود
تیرا بدن جو لوگوں کی بوسہ گاہ تھا	سیاہ رنگ گھر میں اس کا کیا حال ہو گا؟
خانۂ بے زینہا روجائے تنگ	کہ درو نے روی می ماند نہ رنگ
وہ بے پناہ گھر اور تنگ جگہ	نہ اس میں چہرہ باقی رہتا ہے نہ رنگ
زیں نسق اوصاف خانہ می شمرد	وز دو دیدہ اشک خونی می فشرد
اس طرح سے وہ گھر کے اوصاف گنتا تھا	اور دونوں آنکھوں سے خون کے آنسو بہاتا تھا
گفت جوحی با پدر اے ارجمند	واللہ ایں راخانۂ ما می برند
شیخ چلی نے باپ سے کہا، اے بزرگوار!	خدا کی قسم اس کو ہمارے گھر لے جا رہے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت جوحی را پدر ابلہ مشو	گفت اے بابا نشانیہا شنو
شیخ چلی سے (اس کے) باپ نے کہا بیوقوف نہ بن	اس نے کہا' اے ابا! علامتیں سن لے
ایں نشانیہا کہ گفت او یک بیک	خانۂ ماراست بے تزویر و شک
یہ جو اس نے تمام نشانیاں بتائی ہیں	بے شک و شبہ ہمارے گھر کی ہیں
نے حصیر و نے چراغ و نے طعام	نے درش معمور و نے سقف و نہ بام
نہ بوریا اور نہ چراغ اور نہ کھانا	نہ اس کا دروازہ درست' نہ چھت اور نہ بالا خانہ
زیں نمط دارند در خود صد نشاں	لیک کے بینند آں را طاغیاں
اسی طرح (ہلاک شدہ قومیں) اپنے اندر سو علامتیں رکھتی ہیں	لیکن سرکش انہیں کب دیکھتے ہیں
خانۂ آں دل کہ ماند بے ضیا	از شعاع آفتاب کبریا
اس دل کا خانہ جو بے نور ہے	خدا کے آفتاب کی شعاعوں سے
تنگ و تاریک ست چوں جان یہود	بے نوا از ذوق سلطان ودود
وہ یہود کے باطن کی طرح تنگ و تاریک ہے	محبت کرنے والے شہنشاہ کے ذوق سے محروم
نے دراں دل تاب نور آفتاب	نے کشاد عرصہ و نے فتح باب
اس دل میں نہ تو سورج کی روشنی کی چمک ہے	نہ صحن کی وسعت ہے اور نہ دروازہ کھلا ہے
گور خوشتر از چنیں دل مر ترا	آخر از گور دل خود برتر آ
تیرے لئے ایسے دل سے قبر بہتر ہے	بالآخر اپنے دل کی قبر سے باہر نکل
یوسف وقتی و خورشید سما	زیں چہ و زنداں برآور و نما
تو یوسف دوراں ہے اور آسمان کا سورج ہے	اس کنویں اور قید خانہ سے نکل اور چہرہ دکھا
یونست در بطن ماہی پختہ شد	مخلصش را نیست از تسبیح بد
تیرا یونس مچھلی کے پیٹ میں پک رہا ہے	اس کی نجات کے لئے تسبیح کے سوا چارہ نہیں ہے
گر نبودے او مسبح بطن نون	حبس و زندانش بدے تا یبعثون
اگر وہ تسبیح خواں نہ بنتے' مچھلی کا پیٹ	تو قیامت تک ان کے لئے قید اور جیل خانہ ہوتا
او بہ تسبیح از تن ماہی بجست	چیست تسبیح آیت روز الست
انہوں نے تسبیح کے ذریعہ مچھلی کے پیٹ سے نجات پائی	تسبیح کیا ہے؟ الست کے دن کی علامت

www.besturdubooks.wordpress.com

گر فراموشت شد آں تسبیح جاں	بشنو ایں تسبیحہائے ماہیاں
تو اگر وہ روحانی تسبیح بھول گیا ہے	تو مچھلیوں کی یہ تسبیح سن لے
ہر کہ دید اللہ را اللٰہی ست	ہر کہ دید آں بحر را او ماہی ست
جس نے اللہ (تعالیٰ) کو دیکھ لیا وہ اللہ والا ہے	جس نے اس سمندر کو دیکھ لیا وہ مچھلی ہے
ایں جہاں دریاست تن ماہی و روح	یونس محجوب از نور صبوح
یہ دنیا سمندر ہے جسم مچھلی اور روح	وہ یونس ہے جو صبح کے نور سے محروم ہے
گر مسبح شد تو از ماہی رہید	ورنہ در وے ہضم گشت و ناپدید
اگر تو تسبیح خواں بن گیا مچھلی سے نجات پا گیا	ورنہ اس میں ہضم اور ناپید ہو گیا
ماہیان جاں در تن دریا پرند	تو نمی بینی کہ کوری اے نژند
اس دریا میں روحانی مچھلیاں بھری ہیں	اے بدحال! تو نہیں دیکھتا ہے کیونکہ تو اندھا ہے
بر تو خود را می زنند آں ماہیاں	چشم بکشا تا بہ بینی شاں عیاں
وہ مچھلیاں تجھ سے ٹکرا رہی ہیں	آنکھ کھول تاکہ تو ان کو نمایاں دیکھ لے
ماہیاں را گر نمی بینی پدید	گوش تو تسبیح شاں آخر شنید
اگر تو مچھلیوں کو واضح طور پر نہیں دیکھتا ہے	آخر تیرے کان نے ان کی تسبیح تو سنی ہے
ماہیان جملہ روح بے جسد	نے در ایشاں کبر و نے کین و حسد
وہ مچھلیاں بغیر جسم کے مجسم روح ہیں	نہ ان میں تکبر ہے، نہ کینہ، نہ حسد۔
صبر کردن جان تسبیحات تست	صبر کن کانست تسبیح درست
تیری تسبیحوں کی روح صبر کرنا ہے	صبر کر اور صحیح تسبیح ہے
ہیچ تسبیحے ندارد آں درج	صبر کن کالصبر مفتاح الفرج
کوئی تسبیح وہ مرتبہ نہیں رکھتی ہے	صبر کر، صبر کشادگی کی کنجی ہے
صبر چوں جسر صراط آں سو بہشت	ہست باہر خوب یک لالائے زشت
صبر پل صراط کی طرح ہے اس جانب بہشت ہے	ہر خوبصورت کے ساتھ ایک بدصورت غلام ہے
تا ز لالا می گریزی وصل نیست	زاں کہ لالا را ز شاہد فصل نیست
جب تک تو غلام سے بھاگتا ہے وصل نہیں ہے	اس لئے کہ غلام کی محبوب سے جدائی نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

توچہ دانی ذوق صبرائے شیشہ دل	خاصہ صبراز بہرآں نقش چگل
اے نازک دل! تو صبر کا ذائقہ کیا جانتا ہے؟	خصوصاً اس صبر کا جو چگل کے معشوق کے لئے ہے
مرد را ذوق از غزا و کروفر	مرمخنث رابود ذوق از ذکر
مرد کو جہاد اور شان و شوکت کا ذوق ہے	نامرد کو آلۂ تناسل کا ذوق ہے
جز ذکر نے دیں او و ذکر او	سوئے اسفل برد او را فکر او
اس کا دین اور تسبیح آلۂ تناسل کے سوا کچھ نہیں ہے	اس کا خیال اس کو پستی کی طرف لے گیا
گر برآید تا فلک از وے مپرس	کو بعشق سفل آموزید درس
اگر وہ آسمان تک چڑھ جائے اس کی پرسش نہ کر	اس لئے کہ اس نے تو پستی کے عشق کا سبق سیکھا ہے
او بسوئے سفل می راند فرس	گرچہ سوئے علو جنباند جرس
وہ پستی کی طرف گھوڑا دوڑا رہا ہے	اگرچہ بلندی کی جانب گھنٹہ بجا رہا ہے
از علمہائے گدایاں ترس چیست	کاں علمہا لقمۂ ناں راہی ست
بھیک منگوں کے جھنڈوں سے ڈرنا کیا؟	کیونکہ وہ جھنڈے روٹی کے ایک لقمہ کے غلام ہیں
ایں سخن ہا را نکو دریاب تو	ورنمی دانی شنو از باب تو
ان باتوں کو خوب سمجھ لے	اگر تو نہیں جانتا ہے تو اس سلسلہ کی (بات) سن لے

شرح حبیبی

ایک بچہ اپنے باپ کے تابوت کے سامنے روتا ہوا جارہا تھا وہ زارزار روتا جاتا تھا اور سر پیٹتا جاتا تھا اور یہ کہتا جاتا تھا کہ اے باپ یہ لوگ تجھے کہاں لے جارہے ہیں یہ تجھے مٹی کے نیچے دبادیں گے۔ یہ تجھے ایک تنگ اور تکلیف دہ مکان میں لے جارہے ہیں جس میں نہ قالین ہے نہ بوریا نہ رات کو چراغ ہے نہ دن کو روٹی۔ اس میں کھانے کا تو نام ونشان بھی نہیں نہ اس میں دروازہ بنا ہوا ہے نہ چھت ہے نہ کوٹھا ہے۔ نہ اس میں روشندان ہے نہ اس میں مہمان کے لئے کنویں کا پانی ہے نہ کوئی پڑوسی ہے جو بُرے وقت کا ساتھی ہوارے تیرا جسم جو مخلوق خدا کا بوسہ گاہ تھا اس تیرہ وتار گھر میں کیسے رہے گا یہ تو ایسا بے پناہ اور تنگ گھر ہے کہ اس میں نہ منہ باقی رہتا ہے اور نہ رنگ۔ غرض اسی طرح وہ اس گھر کے اوصاف بیان کررہا تھا اور آنکھوں سے اشک خون بہا رہا تھا۔ یہ سن کر جوحی نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا اس کو تو ہمارے گھر لئے جاتے ہیں اس کے باپ نے اس سے کہا کہ بیوقوف نہ بنو

www.besturdubooks.wordpress.com

تمہارے گھر کیوں لے جاتے اس نے کہا آپ نشانیاں سن لیجئے اور دیکھیے کہ بالکل ہمارے ہی گھر کی ہیں یا نہیں جو کچھ اس نے نشانیاں بیان کی ہیں ایک ایک ہمارے گھر میں موجود ہیں اور اس میں کوئی دھوکا یا شبہ نہیں نہ ہمارے گھر میں بوریا ہے نہ چراغ ہے نہ کھانا ہے نہ اس کا دروازہ بنا ہوا ہے نہ اس میں چھت ہے نہ کوٹھا ہے۔ غرض جس طرح قبر کے نشانات جو جی کے گھر میں موجود تھے یوں ہی امم سابقہ کی نشانیاں سینکڑوں ان میں موجود ہیں لیکن یہ گمراہ ان کو دیکھتے نہیں جو دل کہ شعاع آفتاب کبریا سے منور اور حق سبحانہ کی معرفت رکھنے والا نہ ہو وہ بلاشبہ ارواح یہود کی طرح تاریک اور ذوق معرفت حق سبحانہ سے بے بہرہ ہے نہ اس میں نور معرفت حق سبحانہ کی چمک ہے نہ اس میں انشراح ہے اور نہ معارف الٰہیہ وفیوض ربانیہ کے لئے اس کا دروازہ کھلا ہوا ہے ارے بدنصیب ایسے دل سے تو تیرے لئے قبر بہتر ہے ارے اس قبر قلب سے نکل یعنی اس دل کو چھوڑ جو قبر کی مثل تنگ اور بے نور اور بے در ہے اور اس کو منور وسیع اور مفتوح الباب بنا آخر تو حیات رکھتا ہے جماد نہیں۔ نیز تو زندہ کی اولاد ہے پھر اس قبر کی مثل تنگ دل سے تیرا جی کیوں نہیں گھبراتا تو اصالۃً یوسف کی طرح حسین اور خورشید چہرہ ہے ارے اس جیل خانہ میں کیوں پڑا ہوا ہے اور دل تنگ میں کیوں محبوس ہے۔ ذرا باہر نکل اور اپنی نور فطری کو ظاہر کر کے ناظرین وعارفین کے دل کو خوش کر دیکھ تیرے یونس کو مچھلی نے کھالیا ہے اور وہ اسکے اندر گھٹ گئے ہیں۔ لہٰذا ان کے چھڑانے کے لئے تسبیح کی ضرورت ہے۔ اگر یونس علیہ السلام شکم ماہی میں تسبیح نہ کراتے اور لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین نہ پڑھتے تو قیامت تک اس کے پیٹ میں رہتے اور نکل نہ سکتے۔ پس سمجھ لے کہ صرف تسبیح ہی اس سے چھڑانے والی ہے اور تسبیح ہی کی بدولت وہ اس جیل خانہ سے رہا ہوئے۔ پس تو تسبیح کر وہ تسبیح کیا ہے آیت روز الست یعنی معرفت حق سبحانہ اور اس کی الوہیت اور اپنی عبودیت کا صدق دل سے اقرار اور اس پر قائم رہنا۔ اگر وہ تسبیح تجھے یاد نہیں تو اور مچھلیوں سے سیکھ لے۔ اب ہم تجھ کو بتلاتے ہیں کہ وہ مچھلیاں کون ہیں سمجھ لے کہ جن لوگوں نے اللہ کو دیکھا اور اس کی معرفت حاصل کی وہ اللہ والا ہے اور جس نے اس دریا کی سیر کی وہ مچھلی ہے۔ خلاصہ یہ کہ وہ مچھلیاں اہل اللہ ہیں اب ہم یہ بھی بتلاتے ہیں کہ یونس سے کیا مراد ہے اور ان کو کھانے والی مچھلی کون ہے اور دریا کیا ہے سو سن۔ دریا سے مراد عالم ہے اور یونس سے روح اور مچھلی سے تن پس تیری روح کو تیری تن پروری نے حق سبحانہ سے محجوب کر دیا ہے۔ اب اگر یہ تسبیح کرے تو اس مچھلی سے چھوٹ کر عارف ہو سکتی ہے ورنہ اسی کے پیچ میں ہلاک ہو جائے گی اور خسران ابدی میں مبتلا ہو جائے گی اوپر ہم نے عارفین سے تسبیح سیکھنے کی ترغیب دی تھی اب ہم بتلاتے ہیں کہ یہ عارفین کہاں ہیں سو جان لے کہ یہ لوگ دنیا ہی میں ہیں مگر تو ان کو اپنی کور باطنی کے باعث دیکھ نہیں سکتا۔ یہ لوگ تجھ سے دور بھی نہیں بلکہ قریب ہی ہیں چشم بصیرت حاصل کرتا کہ تو ان کو دیکھ سکے ان کی شناخت یہ ہے کہ وہ سراسر روح ہیں اور ان میں تن پروری کا نام نہیں نہ ان میں تکبر ہے۔ نہ کینہ نہ حسد اور نہ کوئی خصلت ذمیمہ اچھا اگر وہ تجھے دکھلائی بھی نہیں دیتے تو ان کے پند ونصائح تو تیرے کانوں

www.besturdubooks.wordpress.com

میں پڑتے ہیں انہی پر عمل کر اور یوں ہی تسبیح خواں ہو۔ اچھا اس تسبیح کا ایک اصول ہم تجھے بتلاتے ہیں جب اس اصول پر کاربند ہو گا تو پوری تسبیح تجھے آجائے گی وہ گُر یہ ہے کہ مخالفت نفس کر اور اس میں جو کچھ تکلیف ہو اس پر صبر کر۔ اصل تسبیح یہی ہے اس کے برابر کوئی تسبیح نہیں۔ جب تو صبر کرے گا تو یہ صبر جملہ کشادگیوں کا تیرے لئے آلہ بن جائے گا لان الصبر مفتاح الفرج صبر کو ایسا سمجھو جیسے پل صراط جس کے پار بہشت ہے جب تو اس مرحلہ کو طے کر لے گا تو پھر تیرے لئے راحت ہی راحت ہے۔ الم کا نام نہیں۔ راحت مطلوبہ کو حاصل کرنے کے لئے صبر کی تلخی سے پریشان مت ہو دیکھ تو کسی ہر محبوب کے لئے عموماً ایک زشت رو وزشت خو غلام ہوتا ہے۔ اب اگر تو اس بدرو بدخو غلام سے بھاگے گا تو وصل ناممکن ہے۔ کیونکہ وہ غلام تو معشوق سے جدا نہیں۔ پس اس سے بھاگنا عین معشوق سے بھاگنا ہے۔ اے ضعیف القلب تجھے صبر کی لذت معلوم نہیں بالخصوص وہ صبر جو حق سبحانہ سے محبوب کے لئے ہو اور اس کو تو جان بھی نہیں سکتا کیونکہ ہر کارے ہر مردے۔ مرد کو جنگ اور کروفر سے دلچسپی ہوتی ہے اور ہیجڑے کو خایہ سے وہ ہر وقت اسی کا ذکر کرتا ہے اور وہی اس کا دین وایمان ہے اور اس کی فکر اسکو اس پستی و ذلت کی طرف مائل رکھتی ہے ع فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ اگر ایسا شخص آسمان پر بھی پہنچ جائے اور کیسا ہی عالی رتبہ ہو جائے مگر تم کو اس سے ڈرنا نہ چاہیے کیونکہ اس نے تو نیچے ہی رہنے کے شوق کا سبق پڑھا ہے وہ گو کتنی ہی اولوالعزمی کی ڈینگیں مارے لیکن اس کا اسپ ہمت نیچے ہی کی طرف جائے گا اس کی ڈینگوں سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ وہ سب ظاہری ہیں جیسے فقیروں کے جھنڈے کہ وہ دیکھنے میں تو شاہی جھنڈوں کے مشابہ ہیں مگر واقع میں بالکل بے حقیقت ہیں ان سے فتوحات مقصود نہیں بلکہ وہ تو روٹی کمانے کا آلہ ہیں۔ ہماری ان باتوں کو اچھی طرح سمجھ لے اور اگر اب بھی سمجھ میں نہ آیا ہو تو اس کے متعلق ایک قصہ سن۔

ایک لڑکے کا قصہ کہ وہ اپنے باپ کے تابوت کے آگے روتا جاتا تھا اور ایک جوحی کا قول

شرح شبیری

کودکے الخ۔ یعنی ایک لڑکا اپنے باپ کے تابوت کے آگے زار و زار رو رہا تھا اور سر کوٹ رہا تھا۔

کاے ابا الخ۔ یعنی کہتا اے ابا آخر یہ لوگ تمہیں کہاں لئے جاتے ہیں کیا اس لئے کہ تم کو خاک کے نیچے سونپ دیں۔

می برندت الخ۔ یعنی یہ لوگ تمہیں ایک تنگ و تاریک گھر میں لئے جاتے ہیں کہ نہ اس میں قالین ہے اور نہ بوریے ہی کا فرش ہے۔

نے چراغ الخ۔ یعنی نہ رات کو چراغ ہے اور نہ دن کو روٹی ہے اور نہ اس میں کہیں کھانے کی بو ہے اور نہ نشان ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

نے درش الخ۔ یعنی نہ اس کا دروازہ درست اور نہ چھت اور نہ کوٹھا اور نہ اس میں روشنی کے لئے کوئی روشندان ہے۔

نے دران الخ۔ یعنی نہ اس میں مہمان کے لئے کنوئیں کا پانی ہے اور نہ کوئی ہمسایہ ہے جو کہ پناہ ہو سکے۔

جسم تو الخ۔ یعنی تیرا جسم جو کہ خلق کا بوس گاہ تھا اس تنگ و تاریک گھر میں کیسے ہوگا۔

خانہ الخ۔ یعنی ایک بے پناہ گھر ہے اور جائے تنگ ہے کہ اس میں نہ رونق رو ہے اور نہ رنگ۔

زین نسق الخ۔ یعنی اس طرح پر اس گھر کے اوصاف گن رہا تھا اور دونوں آنکھوں سے اشک خونیں جھاڑ رہا تھا۔

گفت الخ۔ یعنی جوحی صاحب اپنے والد سے بولے کہ اے قبلہ خدا کی قسم اس کو تو ہمارے گھر لے جا رہے ہیں جوحی ایک فرضی نام ہے جیسے کہ شیخ چلی۔

گفت الخ۔ یعنی جوحی سے اس کے باپ نے کہا کہ ارے بیوقوف مت بن تو بولا کہ ابا جان ذرا نشانیاں تو سنیے۔

زین الخ۔ یعنی یہ نشانیاں جو اس نے ایک ایک کر کے بیان کی ہیں یہ تو ساری بے شبہ و شک ہمارے ہی گھر کی ہیں۔

نے حصیر الخ۔ یعنی بوریا ہے اور نہ چراغ ہے اور نہ کھانا ہے اور نہ دروازہ اس کا درست ہے اور نہ چھت ہے اور نہ کوٹھا ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

زین نمط الخ۔ یعنی اسی طرح لوگ اپنے اوپر سینکڑوں نشانیاں رکھتے ہیں لیکن سرکش لوگ ان کو کب دیکھتے ہیں۔

خانہ الخ۔ یعنی وہ خانہ دل جو کہ آفتاب کبریا کی شعاع سے بے روشنی رہ جاتا ہے۔

تنگ الخ۔ یعنی وہ تنگ و تاریک جان یہود کی طرح ہے اور وہ سلطان ودود (حق تعالیٰ) کے ذوق و لطف سے بے نور ہے۔

نے دران الخ۔ یعنی نہ اس دل میں نور آفتاب (حق) کی روشنی ہے اور نہ میدان جیسی وسعت ہے اور نہ فتح یاب ہے بلکہ ہر وقت تنگی ہی میں گزرتی ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ جب یہ حالت ہے تو اسی پر مولانا فرماتے ہیں کہ

گور خوشتر الخ۔ یعنی تجھے ایسے دل سے تو گور بہتر ہے تو آخر کار اپنے اس گور دل سے آگے بڑھ۔ مطلب یہ کہ تو نے جو اپنے قلب کو مردہ بنا رکھا ہے اس حالت سے درگزر اور اس حیات ابدی کا مزہ چکھ اور فرماتے ہیں کہ

زندہ الخ۔ یعنی اے شوخ و شنگ تو تو خود بھی زندہ ہے اور زندہ زادہ ہے پھر اس گور تنگ (دل تنگ) سے تیرا دم نہیں گھٹتا۔

یوسف الخ۔ یعنی تو تو (باعتبار) استعداد فطری کے) یوسف وقت ہے اور خورشید سما ہے لہٰذا اس چاہ و زندان سے نکل اور ظاہر ہو۔

یونست الخ۔ یعنی تیرا یونس بطن ماہی میں پختہ ہو گیا ہے اور تو اس کے تخلص کے لئے سوائے تسبیح کے چارہ نہیں ہے۔ یونس سے مراد استعداد بطن ماہی سے مراد یہ دنیا اور اس کے علائق۔ مطلب یہ کہ اس دنیا میں رہ کر تیری استعداد اصلی جاتی رہی ہے تو اب اس کی خلاصی تو طاعات سے ہی ہو سکتی ہے۔ جیسے کہ یونس علیہ السلام جب بطن ماہی میں قید ہوئے ہیں تو ان کی خلاصی بھی تسبیح و تہلیل ہی سے ہوئی تھی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گر نبودی الخ۔ یعنی اگر یونس علیہ السلام مسبح نہ ہوتے تو مچھلی کا پیٹ ان کے لئے قیامت تک جیل خانہ بن جاتا۔اسی طرح اگر تم بھی طاعت کروگے تو نفس اور شیطان کی قید سے چھوٹ جاؤ گے۔

آن الخ۔یعنی یونس علیہ السلام تن ماہی سے تسبیح کی وجہ سے نکل آئے او وہ تسبیح کیا ہے وہ روز الست کی نشانی ہے یعنی استعداد فطری ہے کہ اسی کو درست رکھنے سے سب کام بنتے ہیں۔

گر فراموشت الخ۔یعنی اگر تجھے وہ تسبیح اصل فراموش ہوگئی ہے تو ان مچھلیوں کی تسبیح کو سنو۔مطلب یہ کہ اگر تمہاری استعداد خراب ہی ہوگئی ہے اور تم کو یاد حق کسی وقت آتی ہی نہیں تو یہی دیکھو کہ مچھلیاں جو کہ حیوانات ہیں وہ کس طرح تسبیح کرتی ہیں جیسا کہ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ ان من شئے الا یسبح بحمدہ تو بڑے شرم کی بات ہے کہ وہ مسبح ہوں اور انسان نہ ہو۔آگے فرماتے ہیں

ہر کہ دید الخ۔یعنی جس نے کہ اللہ کو دیکھ لیا وہ اللہ والا ہے اور جس نے کہ اس دریا کو دیکھ لیا وہ مچھلی ہی ہوگیا۔

این الخ۔یعنی یہ جہان دریا ہے اور تن ماہی کی طرح ہے اور روح یونس ہیں جو کہ نور صبوح سے محجوب ہیں۔

گر مسبح الخ۔یعنی اگر مسبح رہا تب تو مچھلی سے چھوٹ گیا ورنہ اس میں ہضم اور ناپدید ہوگیا تو اسی طرح اگر تم اس جہان میں رہ کر طاعت نہ کروگے تو یاد رہے کہ اس ماہی کی صورت میں جو کہ دنیا ہے اور نفس و شیطان ہے ہمیشہ پھنسے رہوگے اور اگر طاعت کروگے تو ماہیان حقیقی یعنی اہل اللہ تمہاری مدد کریں گے اور تم کو اس صوری ماہی سے نکالیں گے۔

ماہیان الخ۔یعنی ماہیان حقیقی اس دریا میں بہت ہیں مگر تجھے دکھائی نہیں دیتیں۔اس لئے کہ تو اندھا ہے ارے کمبخت

بر تو خود را الخ۔یعنی وہ مچھلیاں تم پر گر رہی ہیں تم آنکھوں کو کھولو تو صاف طور پر دیکھ لو۔مطلب یہ کہ حضرات اہل اللہ تمہارے پاس موجود ہیں اور تم ہی میں سے ہیں مگر ذرا چشم قلب کو کھولو اندھے کیوں بنے ہوئے ہو اگر آنکھیں کھولو گے تو تم کو وہ حضرات بالکل ظاہر طور پر نظر آئیں گے۔

ماہیان الخ۔یعنی ایسی مچھلیاں جو کہ بالکل روح ہی روح ہیں اور بے جسد کے ہیں نہ ان میں تکبر ہے اور نہ کینہ ہے اور نہ حسد ہے۔

ماہیان را الخ۔یعنی اگر تم مچھلیوں کو ظاہر طور پر نہیں دیکھتے تو تمہارے کان نے آخر ان کی تسبیح تو سنی ہے مطلب یہ کہ اگر دیکھ نہیں سکتے مگر ان حضرات کے اقوال تو سن سکتے ہیں ان کو سن کر ان پر ہی عمل کرو کہ اسی سے چشم مبصر بھی حاصل ہو جائے گی۔

صبر کردن الخ۔یعنی صبر کرنا (مجاہدات وغیرہ پر) یہ تمام تسبیحوں کی جان ہے لہٰذا تو صبر کر کہ یہی تسبیح درست ہے۔مطلب یہ کہ مجاہدہ کرو کہ سب اور باتوں سے جبکہ ان کے ساتھ یہ نہ ہو معہ ان کے یہ بہت نافع ہے۔

ہیچ تسبیحے الخ۔یعنی کوئی تسبیح یہ درجہ نہیں رکھتی (جیسا کہ صبر کا درجہ ہے) تو صبر کر کہ صبر ہی کشادگی کی کنجی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

صبر الخ۔ یعنی صبر راستہ کے پل کی طرح ہے کہ ہوسکے اس طرف بہشت ہے اور ہر اچھے کے ساتھ ایک لالائے زشت لگا ہوا ہے مطلب یہ کہ ان مجاہدات و ریاضات کو ایسا سمجھو جیسے کہ پل صراط کا پل کہ نیچے۔ دوزخ ہے اور اس پر گزرنا بھی مشکل ہے مگر ساتھ ہی اس طرف بہشت بھی ہے اسی طرح مجاہدات گو کہ نفس پر شاق ہیں مگر ان کے بعد عیش دائمی میسر ہے اور بھائی ہر اچھے کے ساتھ ایک برا تو لگا ہی ہوتا ہے جیسے کہ۔ گل کے ساتھ کانٹا۔ لالا کہتے ہیں محافظ اور خادم کو تو دیکھو ہر معشوق خوب کے ساتھ ایک محافظ اور خادم سخت اور کالا سیاہ بھی لگا ہوا ہے تو اسی طرح اس نعمت ابدی کے ساتھ یہ مجاہدہ و ریاضت لگی ہوئی ہے۔

ناز لالائے الخ۔ یعنی جب تک لالا جی سے بھاگو گے وصل نہیں ہوسکتا اس لئے کہ لالا تو معشوق سے الگ ہوتا ہے نہیں۔ مطلب یہ کہ دیکھو اگر معشوق سے وصل چاہو تو اس کی یہ صورت ہے کہ اول اس لالہ صاحب سے دوستی کرو اور اس کو اپنا بنالو پھر وہ تم کو معشوق تک پہنچادے گا۔ ورنہ یاد رہے کہ اسی طرح ترسو گے اور وصل حاصل نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر مجاہدہ و ریاضت سے جی چراؤ گے تو ہمیشہ حق تعالیٰ سے الگ رہو گے اور اگر اس کی سختی اور گرانی کو جھیل گئے تو عیش ابدی میسر ہے۔

تو چہ الخ۔ یعنی اے نازک دل تجھے صبر کی کیا خبر خاص اس صبر کی جو اس نقش کامل کے لئے کرنا پڑے۔ مطلب یہ کہ تمہیں ان مجاہدات و ریاضات کی کیا قدر ہے جو راہ حق اور طلب حق میں ہوتے ہیں اس لئے کہ ابھی تو تم نازک دل ہو اس طرح راہ حق طے ہوئی ہے ناز پروردہ تنعم نہ برد راہ بدوست۔ عاشقی شیوہ رندان بلاکش باشد۔ اور اے تراخارے بہ پا نشکستہ کے دانی کہ چیست + حال شیران راکہ شمشیر بلا سر خورند + آگے مثال ہے کہ

مرد را الخ۔ یعنی مرد کو عزت اور شوکت اور دبدبہ میں لطف آتا ہے اور مخنث کو ذکر سے لطف آتا ہے۔ مخنث سے مراد مفعول ہے۔

جز الخ۔ یعنی سوائے ذکر کے نہ اس کا دین ہے اور نہ کسی کا ذکر ہے اس کا فکر اس کو اسفل کی طرف لے گیا ہے۔

گر برآید الخ۔ یعنی اگر وہ فلک تک پہنچ جائے تب بھی اس سے ڈرو مت اس لئے کہ اس نے تو نیچے پڑنے کا ہی سبق سیکھا ہے:

او بسوئے الخ۔ یعنی وہ سفل کی طرف کو گھوڑا اچلا رہا ہے اگرچہ اوپر کی طرف گھنٹہ ہلا رہا ہے (گھنٹہ ہلنے سے مراد مخفی نہیں ہے) مطلب یہ کہ دیکھو جو مرد ہوتا ہے اس کو تو اس میں لطف آتا ہے کہ اس کی عزت ہو دبدبہ ہو شوکت ہو مراتب اعلیٰ حاصل ہوں اسی طرح جو اہل اللہ ہیں ان کو بھی یہی تمنا ہوتی ہے ان کو مراتب عالیہ حاصل ہوں۔ حق تعالیٰ کے یہاں ان کی عزت ہو اور جو شخص مخنث ہوتا ہے اور اس کو عادت مفعولیت کی ہوتی ہے نیچے پڑنے اور ذکر سے ہی مزا آتا ہے تو اسی طرح جو لوگ کہ طاعت حق نہیں کرتے وہ بھی اسفل ہی میں پڑے رہتے ہیں مولانا نے تو دونوں کی مثال دیدی۔ اب جس کا دل چاہے وہ مخنث بنے اور جس کا دل چاہے مرد بنے۔ غرضکہ

www.besturdubooks.wordpress.com

مقصود یہ ہے کہ اس ظاہری تن و توش اور ظاہری عزت و دبدبہ کا اعتبار مت کرو کہ بالکل بیکار ہے جبکہ اندر کچھ نہ ہو آگے اسی کی دوسری مثال ہے

از علمہائے الخ۔ یعنی فقیروں کے جھنڈے سے خوف ہی کیا اس لئے کہ وہ علم تو ایک روٹی کے لقمہ کے تابع ہیں۔ مطلب یہ کہ ظاہر میں دیکھو فقیروں کا جھنڈا ایسا ہی ہوتا ہے جیسے کہ لڑائی کا جھنڈا مگر دیکھو لوکہ ایک روٹی دے دو سب تابع ہیں اس لئے کہ صرف صورت تو اس علم کی سی ہے مگر حقیقت اس جیسی نہیں ہے۔

این الخ۔ یعنی ان باتوں کو اچھی طرح حاصل کرلو اگر تم جانتے نہیں ہو تو باپ سے سن لو۔ آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک شخص بظاہر تو بہت موٹا تازہ تھا مگر تھا مخنث تو اس سے ایک بچہ ڈر گیا تو اس سے مخنث نے کہا کہ تو ڈر مت اس لئے کہ میرا یہ جسم صرف دیکھنے ہی کا ہے اور اصل میں میں ایسا ہوں کہ ابھی میں نیچے پڑوں گا اور تو اوپر ہوگا نعوذ باللہ تو مولانا کا مقصود اس سے یہ ہے کہ ظاہری جثہ اور دبدبہ اور حشمت و شوکت قابل لحاظ نہیں ہے بلکہ اگر حقیقت میں کچھ ہے وہی معتبر ہے اور حقیقت اولیاء اللہ کرام ہی کو حاصل ہوتی ہے لہٰذا اصل مرد وہی ہیں اور یہ عوام سب مثل مخنث کے ہیں والعیاذ باللہ۔

ترسیدن کودکے ازاں شخص صاحب جثہ و گفتن آں شخص کہ اے کودک مترس کہ من نامردم و مردتوئی

ایک بچہ کا ایک بھاری بھرکم انسان سے ڈرنا اور اس شخص کا کہنا کہ اے بچے تو نہ ڈر میں نامرد ہوں' تو مرد ہے

کنگ زفتے کودکے را یافت فرد	زرد شد کودک زبیم قصد مرد
ایک موٹے بھاری شخص نے ایک بچہ کو تنہا پایا	بچہ اس مرد کے ارادہ کے ڈر سے زرد ہو گیا
گفت ایمن باش اے زیبائے من	کہ تو خواہی بود بر بلائے من
اس (موٹے) نے کہا مطمئن رہ اے میرے حسین!	کہ تو میرے اوپر ہو گا
من اگر ہولم مخنث داں مرا	ہمچو اشتر بر نشیں می راں مرا
میں اگرچہ ہولناک ہوں مجھے ہیجڑا سمجھ	اوپر بیٹھ اونٹ کی طرح مجھے ہانک
صورت مرداں و معنی ایں چنیں	از بروں آدم دروں دیو لعیں
مردوں کی صورت' اور باطن ایسا	باہر سے آدمی اندر سے لعین شیطان
آں دہل را مانی اے زفت چو عاد	کہ بروآں شاخ را می کوفت باد
اے عاد کی طرح موٹے تو اس ڈھول کی طرح ہے	کہ جس پر ہوا شاخ کو مار رہی تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

روبہے اشکار خود را باد داد	بہر طبلے ہمچو خیکے پرزباد
لومڑی نے اپنا شکار برباد کر دیا	اس ڈھول کی وجہ سے جو مشک کی طرح ہوا سے پر تھا
چوں ندید اندر دہل او فربہی	گفت خوکے بہ ازیں خیکے تہی
جب اس نے ڈھول کے اندر موٹاپا نہ دیکھا	بولی اس خالی مشک سے تو سور بہتر ہے
روبہاں ترسند ز آواز دہل	عاقلش چنداں زند کہ لاتقل
ڈھول کی آواز سے لومڑیاں ڈرتی ہیں	عقلمند اس کو اتنا پیٹتا ہے کہ کچھ نہ بول

شرح حبیبی

ایک سنڈ مسنڈ آدمی جا رہا تھا اس کو راستہ میں ایک لڑکا اکیلا مل گیا وہ اس لڑکے کی طرف بدنیتی سے بڑھا جب لڑکے نے دیکھا کہ اس کی نیت بد ہے تو اس کا منہ فق ہو گیا اور سمجھا کہ خدا خیر کرے آج بڑے زبردست سے پالا پڑا ہے جب اس شخص نے اس لڑکے کی بدحواسی دیکھی تو کہا کہ پری زاد تو ڈرمت میں تیرے اوپر نہ ہوں گا بلکہ تو ہی میرے اوپر ہوگا۔ میں گو دیکھنے میں سنڈ مسنڈ ہوں مگر میں ہیجڑا ہوں تو مجھ پر سوار ہو اور مجھے اونٹ کی طرح ہانک۔ اس واقعہ سے جس طرح ہمارے بیان بالا کی تصدیق ہوتی ہے یوں ہی اس سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ مصنوعی اہل اللہ کی بھی بالکل یہ ہی حالت ہے کہ دیکھنے میں تو حضرت آدم کی طرح مقدس معلوم ہوتے ہیں اور باطن میں شیطان کی طرح خبیث۔ اے مدعی اور ہوا کی طرح پھولے ہوئے تیری مثال بالکل ایسی ہے جیسے ڈھول جس کو ایک شخص بجا رہا تھا کہ ایک لومڑی نے ہوا سے پھولی ہوئی مشک کے مانند ڈھول کو دیکھ کر اپنے شکار کو کھو دیا تھا جب اس نے دیکھا کہ ڈھول تو بالکل خالی ہے اور اس کے اندر فربہی نہیں جو اس نے سمجھی تھی تو اس نے کہا کہ اس خالی مشک سے تو سور ہی اچھا ہے پس جس طرح ڈھول نے اپنی ظاہری صورت سے ایک لومڑی کو دھوکا دیا تھا یوں ہی یہ مصنوعی اہل اللہ اہل دنیا کو دھوکا دے سکتے ہیں اور وہ بھی ان سے مرعوب ہو سکتے ہیں۔ رہے حقیقت شناس سو وہ تو ان کو اس ڈھول بجانے والے کی طرح اتنا پیٹتے ہیں کہ بیان سے باہر ہے۔ اچھا اب ایک اور حکایت سنو تا کہ مضمون بالا اچھی طرح تمہارے ذہن نشین ہو جائے۔

ایک لڑکے کا ایک موٹے تازہ آدمی سے ڈرنا اور اس ڈبل آدمی کا اسکی تسکین کرنا

شرح شبیری

کنگ زفتے الخ۔ یعنی ایک بڑے ڈبل کنگ نے ایک لڑکے کو تنہا پایا تو وہ بے چارا لڑکا اس کے ارادہ کی

وجہ سے زرد ہو گیا سمجھا کہ بس اب کمبختی آئی۔

گفت الخ۔ یعنی وہ کنگر بولا کہ ارے میرے پیارے تو بے خوف رہ اس لئے کہ تو تو میرے اوپر ہوگا۔ نعوذ باللہ۔

من اگر الخ۔ یعنی اگر میں ہولناک ہوں تو اس چیز کو مخنث جان اور اونٹ والے کی طرح مجھ پر بیٹھ اور مجھے چلا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ

صورت الخ۔ یعنی صورت تو مردوں کی اور حقیقت ایسی اور باہر سے تو آدمی اور کمبخت باطن میں ملعون شیطان تھا آگے اس مخنث کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

آن دُہل الخ۔ یعنی ارے قوم عاد کی طرح موٹے تازے تو اس ڈھول کے مشابہ ہے کہ اس پر ایک شاخ کو ہوا مار رہی تھی۔

روبہے الخ۔ یعنی ایک لومڑی نے اپنے شکار کو ضائع کر دیا واسطے ایک طبل کے مشک کی طرح جو کہ ہوا سے پُر تھا۔ یعنی لومڑی نے سمجھا کہ اس میں آواز بہت ہے یہ بہت بڑا شکار ہے اس لئے جس کو وہ شکار کر رہی تھی اس کو چھوڑ چھاڑ اس ڈھول کی طرف روانہ ہوئی۔

چون الخ۔ یعنی اس نے اس ڈھول میں فربہی نہ دیکھی تو بولی کہ اس خالی مشک سے تو سور بہتر ہے۔ یعنی جب دیکھا کہ صرف آواز ہی آواز ہے اور اندر سے خالی ہے تو بہت پچھتائی اسی طرح عوام بھی بظاہر تو بہت ہی معزز اور مکرم معلوم ہوتے ہیں مگر اندر سے بالکل خالی اور کورے ہوتے ہیں۔

روبہان الخ۔ یعنی لومڑیاں تو ڈھول کی آواز سے ڈرتی ہیں اور عاقل آدمی اس کو مارتا ہے کہ چپ رہ۔

مطلب یہ کہ ان ظاہری کروفر والوں سے عوام کی تو پھونک نکلی جاتی ہے مگر جو عاقل ہیں ان کو پروا بھی نہیں ہوتی بلکہ وہ ان کی عزت وآبرو کو ذلت سمجھتے ہیں اس لئے کہ صرف ظاہر ہی میں ہے حقیقت اور باطن میں کچھ نہیں آگے ایک اور حکایت اسی مضمون کی ہے۔

قصۂ تیر اندازے و ترسیدن او از سوار یکہ در بیشہ می رفت

ایک تیز انداز کا قصہ اور اس کا اس سوار سے ڈرنا جو جنگل میں جا رہا تھا

یک سوارے با سلاح و بس مہیب	مے شد اندر بیشہ بر اسپے نجیب
ایک ہتھیار بند سوار اور بہت ہیبت ناک	ایک عمدہ گھوڑے پر جنگل میں جا رہا تھا
تیر اندازے بحکم او را بدید	پس ز خوف او کماں را برکشید
ایک قدر انداز نے اس کو دیکھا	اس کے ڈر سے اس نے کمان تانی
تا زند تیرے سوارش بانگ زد	من ضعیفم گرچہ زفتستم جسد
تاکہ اس پر تیر چلا دے سوار نے اس کو پکارا	میں کمزور ہوں اگرچہ میرا بدن موٹا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہاں وہاں منگر تو در زفتی من	کم کم در وقت جنگ از پیرزن
خبردار خبردار! تو میرے مٹاپے کو نہ دیکھ	کیونکہ میں لڑائی میں بوڑھی عورت سے بھی بہت کم ہوں
گفت رو کہ نیک گفتی ورنہ نیش	بر تو می انداختم از ترس خویش
اس نے کہا چلا جا تو نے اچھا ہوا بتا دیا ورنہ تیر	میں اپنے ڈر سے تجھ پر چلا دیتا
بے رجولیت چناں تیغے بمشت	بس کساں را کالت پیکار کشت
بغیر بہادری کے اس طرح سے ہاتھ میں تلوار	بہت سے لوگ ہیں جن کو جنگ کے ہتھیار نے مروایا
گر بپوشی تو سلاح رستماں	رفت جانت چوں نباشی مرد آں
اگر تو رستموں کے ہتھیار باندھے	جب تو اس کا اہل نہیں ہے تو تیری جان گئی
جاں سپر کن تیغ بگذار اے پسر	ہر کہ بے سر بود زیں شہ برد سر
اے بیٹا! جان کی ڈھال بنا لے تلوار کو چھوڑ	جو بے سر تھا اس نے اس شاہ سے سر کو بچا لیا
آں سلاحت حیلہ و مکر تو است	ہم ز تو زائید و ہم جان تو خست
وہ تیرے ہتھیار تیرا حیلہ اور مکر ہیں	جو تجھ سے ہی پیدا ہوئے اور تیری ہی جان کو خستہ کر دیا
چوں نکردی ہیچ سودے زیں حیل	ترک حیلت کن کہ پیش آید دول
جب تو نے ان حیلوں سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا	حیلے چھوڑ دے تاکہ دولتیں سامنے آئیں
چوں یکے لحظہ نخوردی بر زفن	ترک فن گوئی طلب رب المنن
جبکہ حیلے سے تو نے ایک لمحہ کیلئے پھل نہ کھایا	حیلے چھوڑ دے اللہ کو طلب کر
چوں مبارک نیست بر تو ایں علوم	خویشتن گولی کن و بگذر ز شوم
جبکہ یہ فن تیرے لئے مبارک نہیں ہیں	اپنے آپ کو سادہ لوح بنا لے اور بدبختی سے نکل جا
چوں ملائک گوئی لا علم لنا	یا الٰہی! غیر ما علمتنا
تو فرشتوں کی طرح کہہ دے ہمارے لئے علم نہیں ہے	اے خدا! سوائے اس کے جو تو نے سکھایا
حیلہ و مکر اندریں رہ سود نیست	ہر کہ شد مغرور عقل او کود نیست
اس راستہ میں حیلہ اور مکر کا کوئی فائدہ نہیں ہے	جس نے عقل پر گھمنڈ کیا وہ بے وقوف ہے
یک حکایت بشنوا اے صاحب قبول	در بیان جہل و عقل بوالفضول
اے صاحب قبول! ایک حکایت سن لے	جہل اور فضول عقل کے بارے میں

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ایک مسلح اور بارعب سوار ایک اعلیٰ درجہ کے گھوڑے پر سوار ہو کر ایک جنگل میں جارہا تھا۔ ایک نشانہ باز تیر انداز نے اسے دیکھا اور یہ سمجھ کر کہ ایسا نہ ہو کہ یہ شخص مجھے مار ڈالے کمان کھینچ لی اور تیر مارنے ہی کو تھا کہ سوار چلایا کہ ارے مجھے نہ مارنا میں گو سنڈ مسنڈ ہوں مگر واقع میں میں کمزور ہوں۔ دیکھ خبردار تو میرے موٹاپے پر نظر نہ کرنا کیونکہ میں تو لڑائی میں ایک بڑھیا سے بھی کمزور ہوں۔ اس نے کہا کہ خیر چلا جا ورنہ میں تو ڈر ہی گیا تھا اور ڈر کر تیر مارنے ہی کو تھا۔ واقعی بات یہ ہے کہ اس ہتھیار باندھنے کی بدولت بہت سے آدمی مارے گئے کیونکہ گو وہ واقع میں ضرر پہنچانے کے قابل نہ تھے مگر ان کے مسلح ہونے سے لوگوں کو اپنے ضرر کا خوف ہوا اور اس سے بچنے کے لئے انہوں نے ان پر وار کیا اور وہ مر گئے اگر یہ ہتھیار نہ باندھتے تو نہ کسی کو ضرر کا شبہ ہوتا اور نہ یہ مارے جاتے۔ یہ خیال تو کر جب آدمی میں مردانگی نہ ہو تو یوں ہاتھ میں تلوار لینی چاہیے ہرگز نہیں کیونکہ اگر تم بہادروں کی طرح مسلح ہو گے اور واقع میں مرد نہ ہو گے تو تمہاری جان ہی جائے گی اس واقعہ سے جس طرح مذکورہ بالا بیان کی تائید ہوتی ہے یوں ہی اس سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ تو اپنی جان کو سپر بنا اور رضاو تسلیم اختیار کر تلوار کو چھوڑ دے کیونکہ جو شخص مردہ بن گیا اور فنا اختیار کر لی وہی اس میدان کارزار عالم امتحان سے صحیح وسالم بچ کر چل دیا جس تلوار کے چھوڑنے کی ہم نے ہدایت کی ہے وہ حیلہ و مکر اور چون و چرا اور متعارف روشن خیالی ہے کہ یہ تجھ ہی سے پیدا ہوتے ہیں اور تجھی کو زخمی کرتے اور ضرر دینی پہنچاتے ہیں جب تجھے معلوم ہو گیا کہ ان حیلہ و مکر و چون و چرا و روشن خیالی سے تجھے کچھ فائدہ نہیں تو ان کو چھوڑ تاکہ تجھے بڑی دولتیں رضائے حق و قرب حق وغیرہ نصیب ہوں اور جبکہ اس دانائی سے تجھے ایک وقت بھی پیٹ بھر کر روٹی نہیں ملی اور کچھ بھی غذائے روحانی سے تو بہرہ یاب نہیں ہوا تو پس یہ ہوشیاری چھوڑ اور حق سبحانہ کو طلب کر اور جبکہ تجھے یہ علوم دنیاوی راس نہیں تو اپنے کو احمق بنا اور اس نحوست بعد عن الحق سے نکل جا اور یوں کہہ جیسے فرشتوں نے کہا تھا کہ سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم اس کے احکام پر اپنی عقل سے رائے زنی مت کر کہ یہ مطابق عقل ہے اور یہ مخالف عقل اور یوں ہونا چاہیے تھا یوں نہ ہونا چاہیے تھا اچھا اب ایک حکایت سن جس سے عقل و جہل کی حالت معلوم ہو اور ظاہر ہو کہ بعض جہل عقل سے اچھے ہیں۔

ایک تیرانداز کا قصہ اور اس کا ایک سوار سے ڈرنا جو جنگل میں تھا

شرح شبیری

یک سوارے الخ۔ یعنی ایک سوار معہ ہتھیاروں کے اور بہت ہی ہیبت ناک جنگل میں ایک عمدہ گھوڑے پر سوار جارہا تھا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

تیراندازی الخ۔ یعنی ایک حکمی تیرانداز نے اس کو دیکھا تو اس کے خوف سے کمان کو کھینچ لیا۔
تازند الخ۔ یعنی تاکہ ایک تیر رسید کرے تو اس کو سوار نے آواز دی کہ میں کمزور ہوں اگرچہ میرا جسم بہت ڈبل ہے۔
ہان الخ۔ یعنی ارے ارے میرے موٹاپے میں مت دیکھ کیونکہ لڑائی کے وقت بڑھیا سے بھی کم ہوں۔
گفت الخ۔ یعنی تیرانداز نے کہا کہ جا تو نے اچھا ہوا کہ کہہ دیا ورنہ میں تیرے اوپر اپنے ڈر کی وجہ سے تیر پھینکتا یعنی چونکہ مجھے اپنی جان کا خوف تھا کہ اتنا ڈبل آدمی آ گیا ہے مار ڈالے گا اس لئے میں تجھی کو مار ڈالتا۔ لہٰذا اچھا ہوا کہ تو نے کہہ دیا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ
بے رجولیت الخ۔ یعنی بے مردانگی کے ایسی تلوار ہاتھ میں لینا سخت بیوقوفی ہے اس لئے کہ بہت سے آدمیوں کو لڑائی کے آلات نے قتل کر دیا یعنی انہوں نے آلات حرب سجا لئے ان کی وجہ سے اور لوگ لڑے اور مارے گئے اور یہ اچھے خاصے رہے جیسے کہ اکثر نامرد بادشاہ ہوتے ہیں۔
گر بپوشی الخ۔ یعنی اگر تو رستموں کے ہتھیار پہنتا ہے تو تیری جان جائے گی جبکہ تو ان کا مرد نہیں ہے یعنی جب تم اس کے اہل نہیں ہو تو نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہاری جان جائے گی۔
جان سپر۔ الخ۔ یعنی صاحبزادے جان کو سپر بنا دو اور تلوار ظاہری کو چھوڑ دو اس لئے کہ جو بے سر ہو گیا وہ اس بادشاہ سے غلبہ لے گیا۔
آن الخ۔ یعنی وہ ہتھیار تیرا حیلہ اور مکر ہے کہ تجھی سے پیدا ہوئے اور تیری ہی جان کو زخمی کیا ہے۔
چون الخ۔ یعنی جبکہ تجھے ان حیلوں سے کچھ فائدہ نہ ہوا تو ان حیلوں کو چھوڑ تاکہ دولتیں سامنے آئیں۔
چون یکے الخ۔ یعنی جبکہ تو نے ایک گھڑی بھی عقل اور مکر سے پھل نہ کھایا تو پھر اس کو چھوڑ اور حق تعالیٰ کو طلب کر۔
چون مبارک الخ۔ یعنی جبکہ تجھ پر یہ علوم مبارک نہیں ہے تو اپنے کو بے وقوف بنا لے اور اس منحوس سے گزر جا۔
چون الخ۔ یعنی ملائک کی طرح کہہ دو کہ یا الٰہی ہم اور کچھ نہیں جانتے بجز اس کے کہ جو آپ نے بتا دیا ہے مطلب ان کا یہ ہے کہ بس تفویض اختیار کر و اور عجز و تواضع اختیار کرو کہ اسی سے سب کچھ حاصل ہو جائے گا۔
حیلہ و مکر الخ۔ یعنی اس راہ (حق) میں حیلہ اور مکر سے کچھ فائدہ نہیں ہے اور جو شخص کہ عقل کا مغرور ہوا وہ کودن ہے۔
یک الخ۔ یعنی اے صاحب قبول جہل کے اور عقل بوالفضول کے بیان میں ایک حکایت سنو جس سے کہ معلوم ہوگا کہ اس عقل بے ہودہ سے تو جہل ہی بہتر ہے آگے ایک حکایت لاتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک اعرابی مالدار اونٹ پر ایک طرف ریگ اور دوسری طرف اناج بھرے ہوئے لئے جاتا تھا اور ایک عاقل مفلس پیدل جا رہا تھا اس نے اس اعرابی سے دریافت کیا کہ اس میں کیا ہے اس نے بتایا کہ ایک طرف ریت ہے اور دوسری طرف اناج ہے اس نے کہا کہ بھلا ریت کیوں بھرا ہے وہ اعرابی بولا کہ چونکہ اونٹ پر دونوں طرف بوجھ برابر ہونا چاہیے اس لئے ایک طرف اناج بھر کر اس کے ہم وزن ریت بھر لیا ہے اس عاقل نے کہا کہ اگر اناج ہی کو دونوں طرف نصف نصف بھر لیتا تو

www.besturdubooks.wordpress.com

اونٹ بھی ہلکا رہتا اور بوجھ دونوں طرف برابر ہو جاتا۔ اس کو یہ بات بہت پسند آئی غرض کہ اس طرح کر کے شکریہ میں اس عاقل کو شتر پر سوار کر لیا۔ اثناء گفتگو میں دریافت کیا کہ تمہارے پاس کس قدر اونٹ ہیں یا بکریاں یا گائیں ہیں وہ تو مفلس تھا اس نے سب سے انکار کیا یہ سن کر اس اعرابی نے اس کو اونٹ سے اتار دیا کہ تمہاری عقل جب اس قدر منحوس ہے کہ تم کو مفلس کر رکھا ہے تو اس سے میرا جہل ہی بہتر ہے کہ میں مالدار تو ہوں۔ یہ کہہ کر پھر اسی طرح ریت بھر لیا کہ میں تیری بات پر عمل بھی نہیں کرتا تو دیکھو ایسی عقل سے جہل ہی بہتر ہے آگے حکایت سنو۔

قصۂ اعرابی در ریگ در جوال کردن و ملامت کردن آں فیلسوف اورا

ایک بدو اور اس کے بورے میں ریت بھرنے کا قصہ اور ایک عقلمند کا اس کو ملامت کرنا

یک عرابی بار کردہ اشترے	یک جوالے زفت از دانہ برے
ایک بدو اونٹ پر لادے ہوئے	گیہوں کے دانوں کا ایک موٹا بورا (لے جا رہا تھا)
یک جوال دیگرش از ریگ پر	ہر دو را او بار کردہ بر شتر
دوہرا ایک بورا ریتے سے بھرا ہوا	دونوں کو اس نے اونٹ پر لادا
او نشستہ برسر ہر دو جوال	یک حدیث انداز کرد اورا سوال
وہ دونوں بوروں پر بیٹھ گیا	ایک سوال کرنے والے نے اس سے سوال کیا
از وطن پرسید و آوردش بگفت	وندراں پرسش بسے درہا بسفت
اس کا وطن پوچھا اور اس کو گویا کیا	اور اس سوال میں بہت سے موتی پروئے
بعد ازاں گفتش کہ ایں ہر دو جوال	چیست آگندہ بگو مصدوق حال
اس کے بعد اس سے کہا کہ ان دونوں بوروں میں	کیا بھرا ہوا ہے؟ سچ کہنا
گفت اندر یک جوالم گندم ست	در دگر ریگے نہ قوت مردم ست
اس نے کہا میرے ایک بورے میں گیہوں ہیں	دوسرے میں ریت ہے انسانوں کی خوراک نہیں ہے
گفت تو چوں بار کردی ایں رمال	گفت تا تنہا نماند آں جوال
اس نے کہا تو نے یہ ریت کیوں لادا ہے؟	اس نے کہا تاکہ یہ دوہرا بورا اکیلا نہ رہے
گفت نیم گندم آں تنگ را	در دگر ریز از پئے پاسنگ را
اس نے کہا اس بورے کے آدھے گیہوں	توازن کے لئے دوسرے بورے میں کر لے

www.besturdubooks.wordpress.com

تا سبک گردد جوال وہم شتر	گفت شاباش اے حکیم واہل وحر
تاکہ بورے اور اونٹ ہلکے ہو جائیں	اس نے کہا اے دانا اور اہل اور شریف تجھے شاباش ہے
ایں چنیں فکر دقیق ورای خوب	تو چنیں عریاں پیادہ در لغوب
ایسی لطیف سمجھ اور بہتر رائے	تو ننگا اور پاپیادہ تھکن میں ہے
رحمش آمد بر حکیم و عزم کرد	کش بر اشتر برنشاند نیک مرد
دانا پر اس کو ترس آ گیا اور اس نے ارادہ کر لیا	کہ وہ اس بھلے آدمی کو اونٹ پر بٹھا لے
باز گفتش اے حکیم خوش سخن	شمۂ از حال خود ہم شرح کن
پھر اس نے اس سے کہا اے شیریں کلام دانا!	کچھ اپنی حالت کی تفصیل بھی بتا
ایں چنیں عقل و کفایت کہ تراست	تو وزیری یا شہی برگوئی راست
ایسی عقل اور لیاقت جو تجھے (حاصل) ہے	سچ بتا تو وزیر ہے یا بادشاہ ہے؟
گفت ایں ہر دو نیم از عامہ ام	بنگر اندر حال و اندر جامہ ام
اس نے کہا میں دونوں نہیں ہوں عوام میں سے ہوں	میری حالت اور میرا لباس دیکھ لے
گفت اشتر چند داری چند گاؤ	گفت نے این و نہ آں مارا مکاؤ
اس نے کہا تیرے پاس کتنے اونٹ اور کتنی گائیں ہیں؟	کہا نہ یہ ہے نہ وہ ہے ہمیں (زیادہ) نہ کرید
گفت رختت چیست بارے در دکاں	گفت مارا کو دکان و کو مکاں
اس نے کہا ہاں تو تیری دکان میں کیا سامان ہے؟	کہا ہماری دکان کہاں ہے اور ہمارا مکان کہاں ہے؟
نیست قوت و نے رخوت و نے قماش	نے متاع و نیست مطبخ نیست آش
نہ کھانا ہے اور نہ لباس اور نہ اسباب	نہ گذارا ہے اور نہ مطبخ نہ دلیا
گفت پس از نقد پرسم نقد چند	کہ توئی تنہا رو و محبوب پند
اس نے کہا تو میں نقد (کے بارے میں) پوچھتا ہوں کتنا نقد ہے؟	کیونکہ تو اکیلا چل رہا ہے اور پیاری نصیحت کرنے والا ہے
کیمیائے مس عالم با تو است	عقل و دانش را گہر تو بر تو است
دنیا کے تانبے کی کیمیا تیرے پاس ہے	عقل اور سمجھ کے موتی تہ بر تہ ہیں
گنجہا بنہادہ باشی بر مکاں	نیست عاقل تر ز تو کس در جہاں
مکان پر تو نے خزانے جمع کر رکھے ہوں گے	تجھ سے زیادہ عقلمند دنیا میں کوئی نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت واللہ نیست یا وجہ العرب	در ہمہ ملکم وجوہ قوت شب
اس سے کہا خدا کی قسم اے عرب کے سردار! نہیں ہے	میری ساری ملکیت میں رات کا گزارا
پابرنہ تن برہنہ می روم	ہر کہ نانے می دہد آنجا روم
ننگے پیر ننگے بدن گھومتا ہوں	جو روٹی دے دیتا ہے وہاں چلا جاتا ہوں
مر مرا زیں حکمت و فضل و ہنر	نیست حاصل جز خیال و دردسر
مجھے اس دانائی اور فضیلت اور ہنر سے	سوائے خیال اور دردسر کے کچھ حاصل نہیں ہے
پس عرب گفتش کہ شو دور از برم	تا نہ بارد شومی تو برسرم
تو بدو نے اس سے کہا میرے پاس سے دور ہو	تاکہ تیری بدبختی میرے سر پر نہ برس پڑے
دور بر آں حکمت شومت زمن	نطق تو شوم ست بر اہل زمن
اپنی منحوس دانائی کو مجھ سے دور لے جا	زمانہ والوں پر تیری باتیں بھی بدبختی ہیں
یا تو آں سو رو من ایں سومی روم	در ترا رہ پیش من واپس شوم
یا تو ادھر جا اور میں ادھر جاؤں	اور اگر تجھے آگے جانا ہے تو میں واپس ہوتا ہوں
یک جوالم گندم و دیگر زریگ	بہ بود زیں حیلہائے مردہ ریگ
میرا ایک گیہوں کا بورا اور دوسرا ریت کا	ان ذلیل تدبیروں سے بہت اچھا ہے
کیں جوال گندم و ریگم یقیں	بہ بود زاں حکمت تو اے مہیں
کیونکہ میرے گیہوں اور ریت کا بورا یقیناً	اے ذلیل! تیری دانائی سے بہتر ہوگا
احمقی ام بس مبارک احمقی ست	کہ دلم بابرگ و جانم متقی ست
میری بیوقوفی بہت مبارک بے وقوفی ہے	کہ میرا دل صاحب ساز و سامان ہے اور جان (مصیبتوں سے) محفوظ ہے

شرح حبیبی

ایک بدوی نے ایک اونٹ پر دو بڑی گونیں لاد رکھی تھیں ایک تو گیہوں سے بھری ہوئی تھی اور دوسری ریتے سے اور خود دونوں گونوں کے اوپر بیٹھا ہوا تھا کسی شخص نے ان گونوں کی بابت سوال کیا مگر اول وطن پوچھا اور اس طرح اس کو گویا کیا اور اس پوچھ گچھ میں بہت اعلیٰ درجہ کی باتیں کیں اس کے بعد پوچھا کہ ان بوروں میں کیا بھرا ہے اس نے جواب دیا کہ ایک میں تو گیہوں ہیں اور دوسری میں غذائے انسانی نہیں بلکہ ریت ہے اس نے سوال کیا کہ ریت کیوں بھرا ہے اس نے جواب دیا تا کہ ایک گون خالی نہ رہ جائے اور لادی نہ جا سکے اس نے کہا کہ یہ صورت بہت اچھی ہے کہ نصف گیہوں ایک

www.besturdubooks.wordpress.com

گون میں رہنے دو اور نصف دوسری میں بھر دو تا کہ گون بھی ہلکی ہو جائے اور اونٹ پر بھی زیادہ بوجھ نہ ہو۔ اس نے کہا واہ واہ کیا بات فرمائی ہے بے شک یوں ہی ہونا چاہیے۔ اچھا آپ یہ تو فرمایئے کہ آپ کی سمجھ اتنی تو باریک ہے اور آپ کی عقل اس قدر اعلیٰ درجہ کی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ آپ پیادہ ہیں اور تھک رہے ہیں اس کو حکیم کی اس بری حالت پر رحم آیا اور چاہا کہ اس کو اونٹ پر سوار کرے مگر قبل سوار کرنے کے اس نے کچھ اور سوالات شروع کیے اور کہا کہ اے خوش گفتار حکیم آپ ذرا کچھ اپنی حالت بھی تو بیان فرمائیں اس قدر عقل اور اس قدر استغنا جو آپ کو حاصل ہے اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کوئی بادشاہ ہیں یا وزیر۔ آپ سچ فرمائیں کہ آپ کیا ہیں اس نے کہا نہ میں بادشاہ ہوں نہ وزیر بلکہ عامی آدمی ہوں تم میری حالت اور میرے کپڑے دیکھ لو اس نے کہا اچھا بتاؤ کہ تمہارے پاس کتنے اونٹ ہیں اور کتنی گائیں ہیں۔ اس نے کہا نہ یہ ہیں نہ وہ تم میرے متعلق زیادہ تفتیش نہ کرو اس نے کہا اچھا آپ یہ فرمادیجئے کہ آپ کی دکان میں کیا مال ہے اس نے کہا بھائی میرے پاس دکان اور مکان کہاں یہاں تو نہ کھانا ہے نہ سامان۔ نہ اور کوئی اسباب نہ مال و متاع نہ باورچی خانہ نہ آتش جو غیرہ خوراک اس نے کہا اچھا اگر آپ کے پاس سامان نہیں تو نقدی ہوگی اب بتلاؤ کس قدر نقدی ہے کیونکہ آپ تو یگانۂ روزگار ہیں آپ کی نصیحت بہت پیاری ہے جو آپ کی عقل و دانش پر دلالت کرتی ہے تمہارے پاس تو ایک ایسی شے ہے جس سے تم دنیا بھر کا سونا سمیٹ سکتے ہو بلکہ وہ ایک ایسی کیمیا ہے جس سے تمام دنیا کو سونا بنا سکتے ہو کیونکہ عقل و دانش کے موتیوں کے تمہارے اندر انبار لگے ہوئے ہیں پس تم نے اپنے گھر میں بہت سے خزانے بھر رکھے ہوں گے کیونکہ تم سے زیادہ کوئی عقلمند نہیں اور تم سے کم عقل والوں کے یہاں سونے کے انبار ہیں تو تمہارے یہاں بدرجہ اولیٰ ہوں گے اس نے کہا اے سردار عرب واللہ میرے ملک میں تو رات کا کھانا بھی نہیں میری حالت تو یہ ہے کہ طلب رزق کے لئے ننگے پاؤں ننگے سر دوڑتا پھرتا ہوں اور جہاں روٹی ملنے کی توقع ہوتی ہے وہاں جاتا ہوں مجھے تو اس حکمت اور اس فضل و ہنر سے کچھ بھی فائدہ نہیں محض خیالی پلاؤ پکانا اور فضول دردسری ہے یہ سن کر عرب نے کہا کہ جلدی میرے پاس سے دفع ہو ایسا نہ ہو کہ تیری نحوست مجھ پر سوار ہو جائے۔ اس اپنی منحوس حکمت کو میرے پاس سے دور لے جا اور مجھ سے بات بھی نہ کر کہ تیری گفتار بھی لوگوں کے لئے موجب نحوست ہے۔ یا تو تو اس طرف جا میں اس طرف جاتا ہوں اور اگر تجھے آگے ہی جانا ضروری ہے تو میں واپس ہوتا ہوں۔ میری ایک گیہوں اور دوسری ریتی کی گون تیری اس ذلیل حکمت سے بہتر ہے اور میری حماقت ہی نہایت مبارک ہے کہ میرے دل کو آرام و راحت اور میری جان کو بلاؤں سے نجات حاصل ہے۔

ایک اعرابی کے گون میں ریت بھرنے کی اور ایک دانشمند کے اس کو ملامت کرنے کی حکایت

شرح شبّیری

یک عرابی الخ۔ یعنی ایک اعرابی ایک اونٹ پر ایک بہت بڑی گون گیہوں کی بھری ہوئے لادے ہوئے تھا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

یک جوال الخ۔ یعنی ایک دوسری گون اس کی ریت سے بھری ہوئی اور وہ ان دونوں کو اونٹ پر لادے ہوئے تھا۔

او نشستہ الخ۔ یعنی وہ خود ان دونوں گونوں پر بیٹھا ہوا تھا تو ایک بات کرنے والے نے اس سے سوال کیا

از وطن الخ۔ یعنی اس کا وطن پوچھا اور اس کو باتوں میں لگایا اور اس پوچھنے میں بہت سے موتی پروئے یعنی چونکہ عقلمند تھا اس لئے اس میں بھی بہت سی کام کی باتیں کیں۔

بعد ازاں الخ۔ یعنی اس کے بعد اس سے کہا کہ یہ دونوں گونیں کس چیز سے بھری ہوئی ہیں ٹھیک بتا۔

گفت الخ۔ یعنی اعرابی نے کہا کہ اس ایک گون میں تو گیہوں ہیں اور دوسری میں ریت ہے کوئی کھانے کی چیز نہیں ہے۔

گفت الخ۔ یعنی وہ عاقل بولا کہ تو نے اس ریت کو کیوں لادا ہے تو اعرابی نے کہا کہ تا کہ یہ گون دوسری تنہا نہ رہ جائے اور اگر اکیلی رہ جائے گی تو ایک ہی طرف بوجھ ہونے کی وجہ سے گر جائے گی لہٰذا اس طرف وزن برابر کرنے کو ریت بھر لیا ہے۔

گفت الخ۔ یعنی عاقل نے کہا کہ اس گون کے نصف گیہوں اس دوسری میں وزن برابر کرنے کیلئے ڈال لے۔

تا سبک گردد الخ۔ یعنی تا کہ اونٹ بھی ہلکا ہو جائے اور گون بھی تو اعرابی بولا کہ اے حکیم اور اہل اور اے حر شاباش (خوب بات کہی)

اینچنیں الخ۔ یعنی باوجود ایسی فکر دقیق اور رائے خوب کے تو اس طرح ننگے پاؤں تھک رہا ہے مطلب یہ کہ ایسا عاقل ہو کر اور اس حالت میں ہے بڑے افسوس کی بات ہے۔

رحمش آمد الخ۔ یعنی اس اعرابی کو حکیم پر رحم آیا اور قصد کیا کہ اس کو یہ نیک مرد اونٹ پر بٹھا دے (یہ قصد کیا اور بٹھا لیا

باز گفتش الخ۔ یعنی پھر اس سے کہا کہ اے حکیم خوش سخن کچھ اپنا حال بھی تو بیان کرو۔

اینچنیں الخ۔ یعنی ایسی عقل اور کفایت کہ تجھے ہے تو سچ بتا کہ تو وزیر ہے یا بادشاہ ہے یہ بے چارہ سمجھا کہ اتنا عاقل ہے تو ضرور ہے کہ دنیاوی عہدوں وغیرہ میں سے ضرور کسی عہدہ ممتاز پر ہے اس لئے پوچھا اس عاقل نے جواب دیا کہ

گفت الخ۔ یعنی عاقل نے کہا کہ میں تو دونوں نہیں میں تو عوام میں سے ہوں تو میری حالت کو اور کپڑوں کو دیکھ جب یہ جواب سنا تو سمجھا کہ خیر وزیر وغیرہ نہیں ہے تو رئیس تو ضرور ہے اس لئے پوچھا کہ

گفت اشتر الخ۔ یعنی اعرابی نے کہا کہ اچھا اونٹ اور گائیں کتنی ہیں عاقل نے کہا کہ (میرے پاس) نہ یہ ہے اور نہ وہ ہے ہم سے کاوش مت کرو جب ریاست سے بھی انکار ہوا تو سمجھا کہ کوئی بہت بڑا تاجر ہوگا اس لئے دریافت کیا۔

گفت الخ۔ یعنی اعرابی نے کہا کہ اچھا کہ دکان میں اسباب کس قدر ہے عاقل نے کہا کہ میاں ہماری کہاں دکان اور کہاں مکان یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔

نیست الخ۔ یعنی نہ روزی ہے اور نہ اسباب ہے اور نہ عمدہ کپڑے ہیں اور نہ مال ہے اور نہ باورچی خانہ ہے اور نہ سالن ہے غرض کہ بالکل مفلس کورے ہیں۔ یہ سن کر اس کو خیال ہوا کہ شاید نقد روپیہ ضرور ہوگا اس لئے سوال کیا کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت الخ۔ یعنی اعرابی نے کہا کہ اچھا میں نقد سے سوال کرتا ہوں کہ نقد کس قدر ہے اس لئے کہ تو تنہا جا رہا ہے اور محبوب بند ہے لہٰذا ایسے کے پاس کچھ نہ کچھ تو ضروری ہوگا۔

کیمیائے الخ۔ یعنی تیرے پاس اس عالم کے مس کی کیمیا ضرور ہے جبکہ عقل و دانش کے موتی اس قدر تو بر تو ہیں کہ ظاہری موتی اور سونا چاندی تو کس قدر ہوگا۔

گنجہا الخ۔ یعنی تو نے ہر مکان میں خزانے رکھے ہوں گے اس لئے کہ تجھ سے زیادہ تو کوئی جہان میں عاقل ہے ہی نہیں۔

گفت الخ۔ یعنی عاقل نے کہا کہ اے عرب کے سردار خدا کی قسم میری ساری ملک میں رات کی روزی بھی نہیں ہے۔

پا برہنہ الخ۔ یعنی میں ننگے پاؤں اور ننگے بدن پھرتا ہوں اور جو کوئی روٹی دے وہیں چلا جاتا ہوں۔

مر مرا الخ۔ یعنی مجھے اس حکمت اور فضل اور ہنر سے بجز خیال اور دردسر کے اور کچھ حاصل نہیں ہے۔

پس الخ۔ یعنی عرب نے کہا کہ میرے پاس سے دور ہو تاکہ تیری نحوست کہیں میرے اوپر نہ برسے۔

دور بر آن الخ۔ یعنی اس اپنی حکمت منحوس کو مجھ سے دور لے جاؤ کہ تیرا علم اہل زمانہ کے لئے منحوس ہے۔

اگر عاقل یہ جانتا کہ یہ گت بنے گی تو شاید کہہ دیتا کہ میں بڑا مالدار ہوں مگر بے چارہ کو کیا خبر تھی اور یہ اعرابی یا تو اس قدر معتقد تھا جیسا کہ اوپر معلوم ہوا اور یا اس قدر نفرت ہوئی کہ کہتا ہے کہ

یا تو آنسو الخ۔ یعنی یا تو تو اس طرف جا تو میں اس طرف جاتا ہوں اور اگر تیرا راستہ آگے ہے تو میں واپس جاتا ہوں غرض کہ اب تو ساتھ چلنا بھی گوارا نہیں ہے۔

یک الخ۔ یعنی میری ایک گون گیہوں کی اور دوسری ریت کی تیری ان ذلیل باتوں سے بہتر ہے۔ مردہ ریگ اصل میں مال میراث کو کہتے ہیں مگر چونکہ مفت مل جانے کی وجہ سے اس کی قدر کسی کے نزدیک نہیں ہوتی اور وہ ذلیل ہوتا ہے اس لئے اب ذلیل بات کو مردہ ریگ کہنے لگے ہیں۔

کمین جوال الخ۔ یعنی کہ ایک گون گیہوں کی اور ایک ریت کی یقیناً تیرے اس علم سے بہتر ہیں اے ذلیل وخوار اس لئے کہ اس کے ذریعہ مجھے روٹی تو ملتی ہے۔

احمقی ام الخ۔ یعنی میری حماقت مبارک حماقت ہے کہ میرا دل خوش ہے میری جان (بلاؤں سے) بچی ہوئی ہے۔ تو دیکھو جس طرح کہ اس اعرابی کے نزدیک اس شخص کا علم و ہنر سب بے کار تھا اسی طرح اولیا کرام کے نزدیک علم معاش و علم ظاہری بیکار اور فضول ہوتا ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

گر تو خواہی ایں شقاوت کم شود	جہد کن تا از تو حکمت کم شود
اگر تو چاہتا ہے کہ یہ بدبختی کم ہو جائے	تو کوشش کر کہ تیری دانائی کم ہو جائے
حکمتے کز طبع زاید و ز خیال	حکمتے بے فیض نور ذوالجلال
وہ دانائی جو خیال اور طبیعت سے پیدا ہو	وہ دانائی جو اللہ (تعالیٰ) کے نور سے بے فیض ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

حکمت دنیا فزاید ظن و شک	حکمت دینی برد فوق فلک
دنیا کی سمجھ ظن اور شک بڑھاتی ہے	دین کی سمجھ آسمان پر لے جاتی ہے
روبہان زیرک آخر زماں	بر فزودہ خویش بر پیشیاں
آخری زمانہ کی چالاک لومڑیوں نے	اپنے آپ کو اگلوں سے بڑھا رکھا ہے
روبہان زیرک صاحب کمال	برفزودہ خویش راز اصحاب حال
صاحب کمال چالاک لومڑیوں نے	اصحاب حال پر اپنے آپ کو بڑھا رکھا ہے
حیلہ آموزاں جگر ہا سوختہ	حیلہا و مکرہا آموختہ
حیلہ بازوں نے جگر جلا کر	حیلے اور مکر سیکھے ہیں
صبر و ایثار و سخائے نفس وجود	باد دادہ کاں بود اکسیر سود
صبر اور ایثار اور نفس کی سخاوت اور بخشش	کو برباد کر دیا جو نفع کی اکسیر ہوتی ہے
فکر آں باشد کہ بکشاید رہے	راہ آں باشد کہ پیش آید شہے
سمجھ تو وہ ہے جس سے راستہ کھلے	راستہ وہ ہے کہ کوئی شاہ سامنے آئے
شاہ آں باشد کہ از خود شہ بود	نے بمخزنہا و لشکر شہ بود
شاہ وہ ہوتا ہے جو خود شاہ ہو	نہ کہ خزانوں اور لشکر کی وجہ سے شاہ ہو
تا بماند شاہی او سرمدی	ہمچو عز و ملک دین احمدی
تاکہ اس کی شاہی ابدی رہے	جیسے دین احمدی کی بادشاہی اور عزت
تا قیامت نیست شرعش را زوال	گشتہ دور از ملک او عین الکمال
قیامت تک ان کی شریعت کو زوال نہیں ہے	نظر بد ان کی سلطنت سے دور ہے

شرح حبیبی

جب تجھے حکمت دنیوی کی حقیقت معلوم ہوگئی کہ یہ جہل دنیوی سے بھی من کل الوجوہ افضل نہیں تو اسے حکمت دینی سے تو کیا ہی نسبت ہو سکتی ہے۔ پس اگر تو چاہتا ہے کہ تیری شقاوت دینی کم ہو تو اس کی کوشش کر کہ یہ حکمت اور روشن خیالی کم ہو یعنی وہ حکمت جو طبع و خیال سے پیدا ہوتی ہے اور جو نور حق سے مستفاد نہیں اس لئے کہ حکمت دنیوی سے تو ظنون فاسدہ اور شکوک و شبہات ہی بڑھتے ہیں اور دینی کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ ہاں حکمت دینی

www.besturdubooks.wordpress.com

آدمی کو عروج روحانی کے لحاظ سے آسمان سے اوپر پہنچادیتی ہے اور دولت باطنی سے مالا مال کردیتی ہے۔اس آخر زمانہ کی عقلمند لومڑیوں کی یہ کیفیت ہے کہ اپنے کو سلب سے اعلیٰ سمجھتے ہیں یہ مکر سیکھنے والے نہایت دل سوزی کر کے حیلے اور مکر سیکھتے ہیں اور صبر ایثار امانت نفس سخاوت جو منافع کے لئے اکسیر ہیں ان سب کو کھو بیٹھے ہیں حالانکہ فکر معاش کوئی حقیقی فکر نہیں فکر وہ ہے کہ جس سے راستہ کھلے اور راستہ بھی وہ جس سے کوئی بادشاہ ملے اور بادشاہ وہ ہے جو اپنی ذات سے بادشاہ ہو اور متعارف خزانوں اور موتیوں ، بادشاہ نہ ہوا ہوتا کہ اس کی سلطنت ازلی وابدی ہو جس طرح کہ عزت احمدیؐ اور ملک و دین احمدی دائمی ہیں کہ ان کی شریعت کو تا قیامت زوال نہیں اور ان کی سلطنت سے چشم بد بالکل دور ہے۔اچھا اہل اللہ کی بادشاہت کا ایک قصہ سن جس سے تجھے بیان بالا کی تصدیق ہو۔

شرح شبیری

گر تو الخ۔یعنی اگر تم چاہتے ہو کہ تم سے یہ شقاوت کم ہو جائے تو مجاہدہ کرو تا کہ یہ علم ظاہری تم سے کم ہو

حکمتے الخ۔یعنی جو علم کہ طبیعت سے پیدا ہوا اور خیال سے اور جو حکمت کہ بے فیض نور ذوالجلال سے ہو اس کو مجاہدہ وریاضت کر کے نکال ڈالو تا کہ علوم و معارف تمہارے اندر پیدا ہوں اور فرماتے ہیں کہ

حکمت الخ۔یعنی علم دنیا تو ظن وشک کو بڑھاتا ہے اور حکمت دینی فلک کے اوپر لے جاتی ہے۔

روبہان الخ۔یعنی یہ آخر زمانہ کی عقلمند لومڑیاں اپنے کو سلف پر بڑھاتی ہیں مطلب یہ کہ مولانا اپنے زمانہ کے لوگوں کو جو علوم دنیا سیکھتے تھے فرماتے ہیں کہ یہ مکار لوگ ایسے ہیں کہ اپنے کو پہلوں سے ترجیح دیتے ہیں مولانا تو اپنے زمانہ کے لوگوں کو فرما رہے ہیں مگر سچ یہ ہے کہ آجکل لوگوں کی جو تو تعلیم یافتہ ہیں یہی حالت ہے جیسا کہ ظاہر ہو رہا ہے۔

حیلہ الخ۔یعنی حیلے سکھانے والے اور جگر سوختہ اور خود حیلے اور مکر سیکھے ہوئے ہیں۔جگر سوختہ ہونے سے مراد مشقت کسب دنیا کی کہ ترقی ترقی پکار رہے ہیں اور اس کے لئے لاکھوں حیلے کرتے ہیں اور دوسروں کو سکھاتے ہیں آجکل یہ بات بالکل صادق ہے۔

صبر و الخ۔یعنی صبر ایثار و سخائے نفس اور بخشش کو برباد کر دیا ہے۔کہ یہی نفع کی اکسیر تھی مطلب یہ کہ ان لوگوں نے اخلاق حمیدہ کو برباد کیا ہے حالانکہ یہی ایسی چیزیں ہیں جو کہ نافع دین و دنیا ہیں اور فرماتے ہیں کہ

فکر آن الخ۔یعنی فکر وہ ہوتا ہے جس سے کہ ایک راستہ کھل جائے اور راستہ وہ ہے کہ اس کے آگے بادشاہ ملے۔

مطلب یہ کہ اصل فکر تو وہ ہے کہ جس سے راہ حق روشن ہو جائے اور راستہ مل جائے کہ جس پر چلنے سے حق تعالیٰ مل جائیں اور وہ راستہ ہے جس کو قرآن شریف میں صراط مستقیم سے تعبیر کیا گیا ہے کہ ارشاد ہے ان ربی علیٰ صراط مستقیم کہ صراط مستقیم پر چلنے سے حق تعالیٰ ملتے ہیں اس آیت کی بھی تفسیر سہل اور قریب ہے تو اصل تو وہی فکر اور وہی کسب اور وہی طلب ہے کہ جس سے وصول الی اللہ حاصل ہو اور جب یہ نہیں تو وہ کچھ بھی نہیں جیسے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ کسب دنیا وغیرہ کہ بالکل فضول ہے اس لئے کہ اس سے دین کا کوئی فائدہ ہی نہیں اور معتبر وہی ہے کہ جس میں فائدہ دین کا ہو آگے فرماتے ہیں کہ

شاہ آن الخ۔ یعنی بادشاہ تو وہ ہوتا ہے جو کہ خود بادشاہ ہو نہ کہ خزانوں اور موتیوں کی وجہ سے بادشاہ ہو۔ شعر بالا میں بادشاہ سے مراد حضرت حق ہے اور اس میں مراد شاہ صاحب یعنی حضرات اولیاء اللہ ہیں مطلب یہ کہ جو کسی کے بنائے بادشاہ ہیں کہ جب تک وہ ہیں اس وقت تک یہ بادشاہ بھی ہیں اور جب وہ نہیں تو یہ بھی نہیں تو یہ بادشاہ ہی کیا ہوئے جیسے کہ بادشاہ دنیا کہ اگر ان کے پاس فوج پلٹن وغیرہ ہے تو وہ بادشاہ ہیں ورنہ کچھ بھی نہیں تو یہ اصل میں بادشاہ ہی نہیں ہیں بلکہ بادشاہ وہ ہیں جن کو ان چیزوں کی پرواہ نہ ہو بلکہ وہ مستقل بادشاہ ہوں جیسے کہ حضرات اولیاء اللہ کہ ان کے تمام عالم تابع ہوتا ہے اور یہ کوئی دعویٰ ہی نہیں ہے بلکہ کھلی آنکھوں سے دیکھ لو کہ جس طرح مخلوق ان حضرات کے تابع ہے ان شاہان دنیا کے اس طرح کہیں بھی تابع نہیں ہے۔

تا بماند الخ۔ یعنی یہاں تک کہ ان کی بادشاہی ہمیشہ رہتی ہے مثل عزت اور ملک اور دین احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے

تا قیامت الخ۔ یعنی قیامت تک حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شرع کو زوال نہیں ہے اور آپ کے ملک سے نظر بد دور کی گئی ہے چونکہ نظر بد کمال کی وجہ سے لگا کرتی ہے کہ جہاں کمال ہوتا ہے وہیں نظر بد بھی لگتی ہے اس لئے نظر بد کو ہی عین الکمال کہنے لگے ہیں۔ مطلب یہ کہ ان حضرات کی بادشاہی وہ ہوتی ہے کہ اس کو کبھی زوال ہی نہیں ہوتا جیسے کہ دین احمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک زوال نہیں ہے اور یہ بات اظہر من الشمس ہے جس کا دل چاہے دیکھ لے کہ حضرات اولیاء اللہ کی بادشاہی بے شک لازوال ہوتی ہے آگے حضرت ابراہیم ابن ادہم کی حکایت بیان فرماتے ہیں کہ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بے شک اصلی بادشاہی حضرات اہل اللہ ہی کی ہے۔

کرامات سلطان ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ برلب دریا

دریا کے کنارے پر سلطان ابراہیم ابن ادہمؒ کی کرامات

ہم ز ابراہیم ادہمؒ آمدست	کو ز راہے برلب دریا نشست
ابراہیم (ابن) ادہمؒ کے بارے میں منقول ہے	کہ وہ ایک راستہ پر ایک دریا کے کنارے بیٹھے تھے
دلق خود می دوخت آں سلطان جاں	یک امیرے آمد آنجا ناگہاں
وہ روحانی بادشاہ اپنی گدڑی سی رہے تھے	اچانک اس جگہ ایک سردار آ گیا
آں امیر از بندگان شیخ بود	شیخ را بشناخت سجدہ کرد زود
وہ امیر شیخ کے غلاموں میں سے تھا	اس نے شیخ کو پہچان لیا بہت جلد سجدہ کیا

www.besturdubooks.wordpress.com

شکل دیگر گشت خلق و خلق او	خیره شد در شیخ و اندر دلق او
اس کی جسمانی اور اخلاقی حالت بدل گئی	شیخ اور ان کی گدڑی کے بارے میں حیران ہو گیا
کو رہا کرد آنچناں ملک شگرف	برگزید ایں فقر و بس باریک حرف
کہ انہوں نے ایسی عجیب سلطنت چھوڑ دی	اس فقیرؔ کو اختیار کر لیا جو بہت باریک حرف ہے
ترک کرد او ملک ہفت اقلیم را	می زند بر دلق سوزن چوں گدا
انہوں نے ساتوں اقلیم کی سلطنت کو چھوڑ دیا	فقیروں کی طرح گدڑی پر سوئی چلا رہے ہیں
ملک ہفت اقلیم ضائع می کند	چوں گدا بر دلق سوزن می زند
ساتوں اقلیم کی سلطنت کو برباد کر رہے ہیں	فقیروں کی طرح گدڑی پر سوئی چلا رہے ہیں
شیخ واقف گشت از اندیشہ اش	شیخ چوں شیر ست و دلہا بیشہ اش
اس کے (اس) خیال سے شیخ آگاہ ہو گئے	شیخ شیر کی طرح ہے اور دل اس کے جنگل ہیں
چوں رجا و خوف در دلہا رواں	نیست مخفی بر وے اسرار نہاں
دلوں میں امید اور ڈر کی طرح رواں ہے	اس پر چھپے ہوئے راز پوشیدہ نہیں ہیں
دل نگہدارید اے بے حاصلاں	در حضور حضرت صاحب دلاں
اے مفلسو! دل کی حفاظت رکھو	اہل دل کی مجلس کی حاضری میں
پیش اہل تن ادب بر ظاہر ست	کہ خدا از ایشاں نہاں را ساتر ست
اہل ظاہر کے سامنے ظاہری ادب ضروری ہے	کیونکہ خدا ان سے رازوں کو پوشیدہ رکھنے والا ہے
پیش اہل دل ادب بر باطن ست	زانکہ دل شاں بر سرائر فاطن ست
اہل دل کے سامنے باطنی ادب ضروری ہے	کیونکہ ان کا دل باطنی احوال پر تکنے والا ہے
تو بعکسے پیش کوراں بہر جاہ	با حضور آئی نشینی پائگاہ
تو بالعکس اندھوں کے سامنے رتبہ کی خاطر	حضور (دل) کے ساتھ آتا ہے اور نچلی جگہ بیٹھتا ہے
پیش بینایاں کنی ترک ادب	نار شہوت را ازاں گشتی حطب
بیناؤں کے سامنے تو ادب کو ترک کر دیتا ہے	اسی لئے تو شہوت کی آگ کا ایندھن بنا ہے
چوں نداری فطنت و نور ہدیٰ	بہر کوراں روی را میزن جلا
چونکہ تو سمجھ اور ہدایت کا نور نہیں رکھتا ہے	اندھوں کے لئے چہرے کو مانجھتا رہ

www.besturdubooks.wordpress.com

پیش بینایاں حدث برروی مال	ناز کم کن باچنیں گندیدہ حال
بیناؤں کے سامنے چہرے پر پلیدی مل لے	اس گندی حالت پر فخر نہ کر
شیخ سوزن زود در دریا فگند	خواست سوزن را بآواز بلند
شیخ نے فوراً سوئی دریا میں پھینک دی	(پھر) زور سے سوئی مانگی
صدہزاراں ماہیٔ اللہیے	سوزن زر برلب ہر ماہیئے
لاکھوں خدائی مچھلیاں	ہر مچھلی ہونٹوں میں سونے کی سوئی دبائے ہوئے
سوزن زریں دراں دندان او	کہ بگیر اے شیخ سوزنہائے ہو
سونے کی سوئی اس کے دانتوں میں	کہ اے شیخ! اللہ کی سوئیاں لے لے
سر برآورد ند از دریائے حق	کہ بگیر اے شیخ سوزنہائے حق
اللہ (تعالیٰ) کے دریا سے انہوں نے سر ابھارا	کہ اے شیخ! اللہ کی سوئیاں لے لے
گفت الٰہی سوزن خود خواستم	وادہ از فضلت نشان راستم
اس (شیخ) نے کہا میرے خدا میں نے اپنی سوئی مانگی ہے	اپنی مہربانی سے مجھے ٹھیک نشانی دکھا دے
ماہیئے دیگر برآمد در زماں	سوزن او را گرفتہ دردہاں
فوراً ایک دوسری مچھلی برآمد ہوئی	ان کی سوئی منہ میں لئے ہوئے
روبدو کرد و بگفتش اے امیر	ملک دل بہ یاچناں ملک حقیر
اس کی طرف رخ کیا اور کہا اے سردارا	دل کی بادشاہی اچھی ہے یا وہ حقیر سلطنت
ایں نشان ظاہرست ایں ہیچ نیست	باطنے جوی و بظاہر برمایست
یہ ظاہر کی نشانی ہے اور یہ کچھ نہیں ہے	باطن کی جستجو کر اور ظاہر پر نہ ٹھہر
سوئے شہر از باغ شاخے آورند	باغ و بستاں را کجا آنجا برند
شہر کی جانب باغ سے ایک شاخ لاتے ہیں	باغ اور بستاں کو وہاں کہاں لے جاتے ہیں
خاصہ باغے کاں فلک یک برگ اوست	بلکہ آں مغزست وایں عالم چو پوست
خصوصاً وہ باغ کہ یہ آسمان اس کا ایک پتہ ہے	بلکہ وہ گودا ہے اور یہ عالم چھلکے کی طرح ہے
برنمیداری سوئے آں باغ گام	بوی افزوں جوی و کن دفع زکام
(اگر) تو اس باغ کی طرف قدم نہیں اٹھاتا ہے	تو بڑھی ہوئی خوشبو کی جستجو کر اور زکام کو دفع کر

www.besturdubooks.wordpress.com

تا کہ آں بو جاذب جانت شود	تا کہ آں بو نور چشمانت شود
تا کہ وہ خوشبو تیری روح کی کشش کا سبب بن جائے	تا کہ وہ خوشبو تیری آنکھوں کا نور بن جائے
تا کہ آں بو سوئے بستانت کشد	وانماید مرترا راہ رشد
تا کہ وہ خوشبو تجھے باغ کی طرف کھینچے	تیرے لئے ہدایت کا راستہ نمودار کر دے
چشم نابینات را بینا کند	سینہ ات را سینۂ سینا کند
تیری اندھی آنکھوں کو بینا بنا دے	تیرے سینے کو (کوہ) سینا کا سینہ بنا دے
گفت یوسفؑ ابن یعقوبؑ نبی	بہر بو القوا علیٰ وجہ ابی
(حضرت) یعقوبؑ نبی کے بیٹے (حضرت) یوسفؑ نے فرمایا	خوشبو کے لئے میرے باپ کے چہرے پر ڈالدو
بہر ایں بو گفت احمدؐ در عظات	دائماً قرۃ عینی فی الصلوٰۃ
اسی خوشبو کیلئے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وعظوں میں فرمایا	ہمیشہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے
پنج حس در ہمدگر پیوستہ اند	رستہ ایں ہر پنج از اصل بلند
پانچوں حواس ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں	ایک بلند جڑ سے یہ پانچوں اگے ہیں
قوت یک قوت باقی شود	ماقبی را ہر یکے ساقی بود
ایک کی خوراک بقیہ کے لئے قوت بن جاتی ہے	باقی میں سے ہر ایک کو سیراب کرنے والی ہو جاتی ہے
دیدن دیدہ فزاید عشق را	عشق در دیدہ فزاید صدق را
آنکھ کا دیکھنا عشق کو بڑھاتا ہے	عشق آنکھوں میں صدق کو بڑھاتا ہے
صدق بیداری ہر حس می شود	حس ہارا ذوق مونس می شود
صدقؔ ہر حس کی بیداری بن جاتا ہے	حواس کے لئے ذوقؔ دوست بن جاتا ہے

آغاز منور شدن حواس عارف بنور غیب بین

غیب کو دیکھنے والے نور سے عارف کے حواس کے بانور ہونے کا آغاز

چوں یکے حس در روش بکشاد بند	ماقبی حس ہا ہمہ مبدل شوند
جب ایک حس نے رفتار میں بندش کو کھول دیا	باقی حواس سب بدل جاتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں یکے حس غیر محسوسات دید	گشت غیبے برہمہ حس ہا پدید
جب ایک حس نے غیر محسوس کو دیکھا	تو غیب ہر حس پر ظاہر ہو جاتا ہے
چوں ز جو جست از گلہ یک گوسفند	پس پیاپے جملہ زانسو بر جہند
جب ریوڑ میں سے ایک بکری نہر کو کود جائے	تو سب پے در پے اس جانب کود جاتی ہیں
گوسفندان حواست را براں	در چرا از اخرج المرعیٰ چراں
تو اپنے حواس کی بکریوں کو ہانک	اخراج المرعیٰ کی چراگاہ میں چرا
تا در آنجا سنبل و ریحاں چرند	تا بہ گلزار حقائق رہ برند
تاکہ وہاں وہ سنبل و ریحان چریں	تاکہ حقیقتوں کے چمن کی طرف راستہ پائیں
ہر حست پیغمبر حس ہا شود	تا یکا یک سوئے آں جنت رود
تیری ہر حس (باقی) حواس کے لئے پیغامبر بن جائے	تاکہ فوراً اس جنت کی طرف چلی جائے

شرح حبیبی

ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ ہے کہ وہ ایک راستہ میں لب دریا پر بیٹھے ہوئے تھے اور اپنی گدڑی سی رہے تھے۔ اتفاقاً وہاں ایک امیر آ پہنچا اور وہ امیر شیخ علیہ الرحمۃ کے غلاموں میں سے تھا لہٰذا اس نے حضرت شیخ کو پہچانا اور آداب شاہی بجالایا چونکہ حضرت شیخ کی نہ وہ شکل وصورت رہی تھی اور نہ وہ مزاج لہٰذا وہ شیخ اور ان کی گدڑی کو دیکھ کر متحیر ہو گیا کہ اللہ یہ وہی بادشاہ ہیں جنہوں نے ایسا عجیب ملک چھوڑا اور فقر اور گوشہ تاریک کو اختیار کیا اور سلطنت ہفت اقلیم کو کھو کر فقیروں کی طرح گدڑی سی رہے ہیں۔ حضرت شیخ ان کے اس خطرہ پر مطلع ہوئے کیونکہ وہ ایک شیر ہیں اور قلوب ان کا جنگل ہیں جس طرح شیر اپنے بیشہ سے واقف ہوتا ہے یوں ہی شیخ بھی احیاناً باعلام حق سبحانہ اسرار قلوب سے واقف ہو جاتے ہیں اور خوف وامید کی طرح دلوں کی سیر کرتے ہیں لہٰذا ان پر ایسی حالت میں اسرار خفیہ مخفی نہیں رہتے لیکن یہ حالت دائمی نہیں ہوتی۔ پس اے لوگو تم اہل دل کے حضور میں اپنے دلوں کا خیال رکھا کرو کہ ان میں خیالات فاسدہ نہ آنے پائیں کیونکہ تن پرور لوگوں کے سامنے تو اصلاح ظاہر کی ضرورت ہے کیونکہ حق سبحانہ نے اسرار کو ان پر مخفی رکھا ہے اور اہل باطن کے سامنے اصلاح باطن ضروری ہے کیونکہ ان کے قلوب اسرار پر مطلع ہو جاتے ہیں ہونا تو یہ چاہیے مگر اس کے برعکس تم اندھوں کے سامنے تو بحضور دل آتے ہو اور پائیتی بیٹھتے ہو اور بیناؤں کے سامنے ادب ترک کرتے ہو۔ اسی لئے آتش ہویٰ کا ایندھن بن گئے ہو اور تمہاری ہوا و خواہشات نفسانیہ ترقی پر ہیں جب تمہارے اندر زیر کی اور نور ہدایت نہیں ہے بلکہ تم کو دن

www.besturdubooks.wordpress.com

اور ظلمات نفسانیہ میں مبتلا ہو تو تمہارا فرض یہ ہے کہ اندھوں کے لئے تو ظاہر کو آراستہ کرو اور بیناؤں کے سامنے اپنے عیوب ظاہر کرو۔ اس گندہ حالت پر تم کو ناز زیبا نہیں ہے۔ خیر شیخ نے سوئی دریا میں پھینک دی اور بلند آواز سے سوئی مانگی لاکھوں خدا کی مچھلیاں سونے کی سوئیاں ہونٹوں اور دانتوں میں لئے ہوئے دریائے جود حق سبحانہ سے یا دریائے مخلوق حق سبحانہ سے یہ کہتی ہوئی نکلیں کہ اے شیخ حق سبحانہ کی عطا کردہ سوئیاں لیجئے۔ انہوں نے عرض کیا کہ حق سبحانہ میں نے تو اپنی سوئی مانگی تھی اپنے فضل سے مجھے اس کا صحیح پتہ دے دیجئے۔ اس پر فوراً ہی ایک اور مچھلی سوئی منہ میں لئے ہوئے نکلی۔ شیخ اس امیر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے امیر بتلاؤ ملک دل بہتر ہے یا وہ معمولی ملک۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ تو ملک دل کی ایک ظاہری نشانی ہے جو عوام کے سمجھانے کے لئے ہے ورنہ فی نفسہ یہ کوئی قابل وقعت شے نہیں ہے تم اس پر قناعت نہ کرنا بلکہ کمالات باطنی معرفت حق سبحانہ رضا۔ تسلیم وغیرہ وغیرہ تلاش کرنا۔ نشان ظاہری تو ایک نمونہ ہے اس سلطنت کا جو دکھلانے کے لئے ہے ورنہ وہ سلطنت تو دوسری ہی چیز ہے اب تم اس سلطنت کو ایک باغ فرض کرو اور سمجھو کہ جس طرح باغ کو لوگوں کے دکھلانے کے لئے شہر میں نہیں لاسکتے بلکہ اس کی شاخ وغیرہ لاتے ہیں یوں ہی عوام کو وہ سلطنت نہیں دکھلا سکتے بلکہ اس کی شاخ یعنی کشف وکرامات دکھلائی جاسکتی ہیں کیونکہ جب یہ باغ اس قابل نہیں کہ شہر میں لاکر لوگوں کو دکھلایا جاسکے تو وہ باغ جس کے سامنے آسمان پتے کی طرح بے حقیقت بلکہ اس مغز کے مقابلہ میں پوست ہے کیونکر دکھلایا جاسکتا ہے ارے تو اس باغ کی طرف قدم کیوں نہیں بڑھاتا۔ اپنے دماغ سے زکام دور کر اور ترک معاصی سے قوت شامہ باطنیہ کی اصلاح کر اور سونگھنے کی قوت بڑھا اور اپنے اندر ذوق وشوق پیدا کرتا کہ یہ بو تیری جان کو اس طرف کھینچے اور وہ بو تیری آنکھوں کو منور کردے اور تا کہ وہ بو تجھے اس باغ کی جانب کھینچے اور تجھے راہ ہدایت دکھلائے۔ تیری نابینا آنکھوں کو روشن کرے اور نور بصیرت بخشے اور نور حق سبحانہ سے تیرے سینہ کو کوہ طور کی سینہ کی طرح منور کردے تم کو متعجب نہ ہونا چاہیے کہ بو کو آنکھوں کے روشن کرنے سے کیا علاقہ۔ کیونکہ یہ مشاہدہ کا انکار ہے۔ دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میرا کرتہ میرے ابا جان کے منہ پر ڈال دینا کہ وہ اس سے میری بو سونگھیں اس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام بینا ہوگئے تھے۔ نیز چونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اسی بو کو سونگھتے تھے اسی لئے فرماتے تھے کہ نماز میں میری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں اس سے بھی معلوم ہوا کہ بو کا اثر آنکھوں تک پہنچتا ہے راز اس کا یہ ہے کہ لطائف پنجگانہ قلب روح زجاجی۔ سر خفی۔ اخفی سب کو آپس میں ایک دوسرے سے تعلق ہے اور ایک ہی اصل یعنی روح سراجی اور روح اعظم سے نکلے ہیں۔ اگرچہ آثار میں اختلاف ہے کہ قلب کی غذا ذکر ہے اور روح کی غذا حضوری سر کی غذا مکاشفہ اور خفی کی غذا شہود وفنا اور اخفی کی غذا فناء الفنا ہے لیکن ہر ایک کی غذا دوسرے کی تقویت کا ذریعہ بنتی ہے اور ہر ایک ماتحتی کو سیراب کرتی ہے اس کو یوں سمجھو کہ آنکھ کا کام دیکھنا ہے لیکن اس سے دل پر اثر پڑتا ہے اور محبت بڑھتی ہے یہ تو آنکھ کا اثر دل پر

www.besturdubooks.wordpress.com

تھا اب دل کا اثر آنکھ پر سو وہ یہ کہ عشق آنکھ کے اندر صدق نظر بڑھاتا ہے اور وہ صدق تمام حواس کی بیداری کا سبب بن جاتا ہے اور سب کے اندر ذوق پیدا ہو جاتا ہے۔ غرض جب ایک حس سے قید تعطل اٹھ جاتی ہے تو تمام حواس کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ یوں ہی جب ایک لطیفہ غیر محسوسات کا مشاہدہ کرنے لگتا ہے تو تمام لطائف پر امور غیبیہ منکشف ہونے لگتے ہیں اس کی ایسی مثال سمجھو جیسے ایک بھیڑ کول پر کود جائے تو تمام بھیڑیں ایک ایک کر کے اس طرف کود جائیں گی جبکہ یہ لطائف پنجگانہ بھیڑیں ہیں تو ان کو ہانک لے چل اور اخرج المرعے یعنی غذا روحانی کی چراگاہ میں چراتا کہ یہ وہاں غذا روحانی کا سنبل وریحان چریں اور حقائق ومعارف کے باغیچہ میں پہنچ جائیں اور تمہاری ہر حس مثل پیغمبر کے ان حواس کو اس جنت حقائق ومعارف میں پہنچادے۔

حضرت ابراہیمؒ ابن ادہم کی کرامات لب دریا پر

شرح شبّیری

ہم ز ابراہیم الخ۔ یعنی حضرت ابرہیم ابن ادہمؒ سے مروی ہے کہ وہ راستہ میں لب دریا بیٹھ گئے تھے۔

دلق خود الخ۔ یعنی وہ بادشاہ معنوی اپنی گدڑی سی رہے تھے کہ اتنے میں ناگاہ ایک امیر آ گیا۔

آن الخ۔ یعنی وہ امیر شیخ کے غلاموں میں سے تھا تو اس نے شیخ کو پہچانا اور جلدی سے تعظیم بجالایا چونکہ شیخ پہلے بادشاہ تھے اس لئے اس زمانہ کا کوئی غلام تھا وہ اس وقت اس حالت میں شیخ سے ملا۔

شکل دیگر الخ۔ یعنی حضرت کے اخلاق اور صوت سب دوسری طرح کی ہو گئی تھیں تو وہ امیر شیخ میں اور ان کی گدڑی میں حیران رہ گیا اور سوچا کہ

کور ہا الخ۔ یعنی کہ انہوں نے ایسا ملک عظیم چھوڑ دیا اور اس فقر کو ان باریک حروف کو قبول کر لیا۔ اس حالت شاہی کو حروف جلی سے تشبیہ دے کر اس فقر کی حالت کو حروف باریک سے تشبیہ دی مقصود یہ ہے کہ اس امارت کو چھوڑ کر انہوں نے یہ حالت اختیار کر لی ہے بس امیر کو افسوس ہوا۔

ترک کرد الخ۔ یعنی انہوں نے ہفت اقلیم کی سلطنت کو ترک کر دیا اور اب فقیروں کی طرح گدڑی سی رہے ہیں۔

ملک الخ۔ یعنی ملک ہفت اقلیم کو ضائع کر دیا اور اب فقیروں کی طرح گدڑی سی رہے ہیں (بڑے افسوس کی بات ہے)

شیخ واقف الخ۔ یعنی شیخ اس کے اس وسوسہ پر مطلع ہوئے (مولانا فرماتے ہیں کہ) شیخ شیر کی طرح ہے اور قلوب جنگل کی طرح ہیں تو جس طرح شیر کو اپنے جنگل کی خبر ہوتی ہے کہ یہاں پانی ہے یہاں شکار ہے اور یہاں درخت ہے وغیرہ وغیرہ اسی طرح احیانا اولیاء اللہ کو بھی اسرار وساوس قلوب پر حق تعالیٰ کے مطلع کرنے سے اطلاع ہو جاتی ہے۔

چون الخ۔ یعنی رجا وخوف کی طرح وہ قلوب میں رواں ہوتے ہیں اور ان سے (احیانا) اسرار پوشیدہ مخفی نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

رہتے مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ انسان کے دل میں خوف ورجا وغیرہ سرایت کر جاتے ہیں اسی طرح بعض مرتبہ حق تعالیٰ ان حضرات کو بھی اسرار قلوب کی اطلاع فرما دیتے ہیں تو جب یہ بات ہے تو آگے نصیحت فرماتے ہیں کہ

دل نگہدار یدالخ۔ یعنی اے بے حاصلو صاحب دلوں کی درگاہ میں دل کی حفاظت کیا کرو۔ مطلب یہ کہ جب احیاناً امور مخفیہ پر اطلاع ہو جاتی ہے اور اسرار قلوب معلوم ہو جاتے ہیں تو چاہیے کہ ان حضرات کی خدمت میں جا کر قلوب کو خیالات فاسدہ مثل معاصی وغیرہ کے خیالات سے پاک رکھو اور ان حضرات کی خدمت میں بیٹھ کر خود ایسے خیالات کو سوچو مت ہاں اگر وسوسہ کے درجہ میں آئیں تو وہ مضر بھی نہیں۔ اس لئے کہ جس درجہ کا خیال ہوتا ہے ان حضرات کو ویسا ہی مکشوف بھی ہوتا ہے اگر وسوسہ کے درجہ میں نہیں ہے تو ایسا ہی مکشوف ہوگا اور اگر خود سوچتا ہے تو ویسا معلوم ہوگا خوب یاد رکھو لہٰذا ان حضرات کی خدمت میں قلب کی حفاظت کیا کرو آگے فرماتے ہیں کہ

پیش اہل الخ۔ یعنی اہل ظاہر کے سامنے تو ادب صرف ظاہری ہی ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ ان سے (مخفیات کو) چھپانے والا اور پوشیدہ رکھنے والا ہے۔ مصرعہ ثانی میں یہ کہنا کہ حق تعالیٰ ان سے پوشیدہ رکھتا ہے اس پر دال ہے کہ اہل دل کو بھی جو معلوم ہوتے ہیں وہ بھی حق تعالیٰ کے بتلانے سے ہی معلوم ہوتے ہیں ان کو خود اس قدر قدرت نہیں ہے کہ معلوم کر سکیں بلکہ جب حق تعالیٰ چاہیں مطلع فرمائیں۔

پیش الخ۔ یعنی اہل دل کے سامنے ادب باطن پر ہے اس لئے کہ ان کا دل مخفی امور کو تاڑنے والا ہے مطلب یہ کہ چونکہ ان حضرات کو بعض مرتبہ امور مخفیہ پر اطلاع بھی ہو جاتی ہے اس لئے چاہیے کہ ان حضرات کی خدمت میں آداب باطنی کا لحاظ رکھیں۔

تو بعکسی الخ۔ یعنی تو اس کے برعکس ہے کہ اندھوں کے سامنے جاہ کی وجہ سے باحضور (قلب) آتا ہے اور پست جگہ بیٹھ جاتا ہے۔

پیش بینایان الخ۔ یعنی آنکھوں والوں کے سامنے ترک ادب کرتے ہو تو اسی لئے تم نار شہوت کے ایندھن بن رہے ہو۔

چون ندراری الخ۔ یعنی جبکہ تم زیر کی اور نور ہدا نہیں رکھتے تو اندھوں کیلئے تو اپنے چہرہ کو جلا دو۔

پیش الخ۔ یعنی آنکھوں والوں کے سامنے ناپاکی منہ کو مل لو اور اس گندہ حالی کے ہوتے ہوئے ناز کم کرو مطلب یہ ہے کہ جب تمہارے اندر نور ہدا اور وہ فطانت نہیں ہے تو تم یہ کرو کہ اہل ظاہر کے سامنے تو خوب اچھی طرح رہو اور اپنے عیوب کو بھی پوشیدہ رکھو ہاں تکبر مت کرو۔ اور اہل اللہ کے سامنے آ کر اپنے عیوب کو ظاہر کرو اور عجز وانکسار اختیار کرو۔ کہ یہ تمہارا علاج کر دیں گے اور اندر تو گندگی بھری ہے اب کیا منہ لے کر تم ناز کرتے ہو اور شیخی بگھارتے ہو ہاں جو اندھے ہیں ان کے سامنے بیشک تمہاری یہ شیخی چل جائے گی مگر جو اندھے نہیں وہ تو دیکھ لیں گے اس سے بہتر ہے کہ خود ظاہر کر کے ان سے اس کا علاج ہی دریافت کر لو۔ آگے شیخ کے قصہ کو بیان فرماتے ہیں کہ جب ان کو امیر کے اس وسوسہ پر اطلاع ہوئی تو انہوں نے یہ کیا کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

شیخ الخ۔ یعنی شیخ نے اپنی سوئی دریا میں پھینک دی اور پھر (حق تعالیٰ سے) باآواز بلند اپنی سوئی مانگی یعنی دعا کی۔ کہ یاالٰہی میری سوئی دے دیجئے۔

صد ہزاراں الخ۔ یعنی لاکھوں اللہ کی مچھلیوں نے کہ ہر مچھلی ایک سونے کی سوئی منہ میں لئے تھی۔

سربرآوردند الخ۔ یعنی انہوں نے حق تعالیٰ کے دریا سے سرنکالا (اور کہا) کہ اے شیخ یہ حق تعالیٰ کی سوئیاں لے لیجئے۔

گفت الخ۔ یعنی عرض کیا کہ اے اللہ میں نے اپنی وہی سوئی مانگی تھی اور آپ نے اپنے فضل سے نشان راست مجھے دیدیا ہے مطلب یہ کہ آپ کے فضل کی یہ علامت ہے کہ ایک کے بدلہ میں اس قدر ملتی ہیں مگر مجھے تو میری وہی سوئی عنایت فرمادیجئے۔

ماہیے دیگر الخ۔ یعنی ایک اور مچھلی اسی وقت نکلی اور ان کی وہی سوئی منہ میں لئے ہوئے تھی۔

رو بدو کرد الخ۔ یعنی اس امیر کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ اے امیر ملک دل بہتر ہے یا یہ ملک حقیر (بہتر ہے) اب چونکہ مولانا تو محقق اور کامل ہیں اس لئے ایک شبہ کا آگے ازالہ فرماتے ہیں وہ یہ کہ عوام کو یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ یہی بزرگی کی بھی علامت ہے اور بے اس کے بزرگ ہی نہیں ہوتا اس لئے آگے اس کا جواب فرماتے ہیں کہ

این نشان الخ۔ یعنی یہ تو ایک ظاہری نشانی ہے یہ کچھ نہیں ہے باطن کو تلاش کرو اور ظاہر پرمت کھڑے ہو مطلب یہ کہ کرامت وغیرہ تو ان حضرات کے کمال کی ایک ظاہری نشانی ہے ورنہ کہیں باطنی کمالات کو یہ تھوڑا ہی پہنچ سکتا ہے تو ان ظاہری باتوں پر مت جاؤ بلکہ دولت باطنی کو حاصل کرو۔ آگے اس کی ایک مثال ہے اور خوب ہے فرماتے ہیں کہ

سوئے شہر از الخ۔ یعنی شہر میں باغ سے ایک شاخ لاتے ہیں کیونکہ باغ و بستان کو وہاں کہاں لے جائیں مطلب یہ کہ دیکھو باغ میں سے شہر میں ایک پھول یا ایک پھل وغیرہ لاتے ہیں کہ جس سے کہ دوسرے کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ جس باغ کا یہ پھل پھول ہے وہ ایسا ہوگا۔ اسی طرح عالم غیب کے جو کمالات ہیں یہ کرامات وغیرہ ان میں سے ایک پھل پھول ہے اس سے دیکھ لو کہ وہ اصل کیا کچھ ہوگا ورنہ کوئی سارے باغ کو لا کر تھوڑا ہی سامنے رکھتا ہے تو جب اس باغ دنیا کو ساری کو کوئی لا کر نہیں دکھا سکتا تو بھلا اس باغ عالم غیب کو تو سارے کو کون دکھا سکتا ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

خاصہ باغے الخ۔ یعنی خاص کر وہ باغ کہ یہ آسمان اس کا ایک پتا ہے بلکہ وہ مغز ہے اور یہ جہان مثل پوست کے ہے پھر اس کو پورے کو کون دکھا سکتا ہے۔

برنمی داری الخ۔ یعنی تم اس باغ کی طرف قدم نہیں رکھ سکتے ہو تو اس کی بوئے افزوں ہی کو تلاش کرو اور زکام کو دفع کرو۔ مطلب یہ کہ کچھ تھوڑی سی اس سے حاصل کرلو اور ان موانع نفس و شیطان کو دفع کرو اگر کچھ بو بھی اس سے مل گئی تو یہ ہوگا کہ

تا کہ الخ۔ یعنی تا کہ وہ بو تمہاری جان کو اس طرف جاذب ہو جائے اور تا کہ وہ بو تمہاری آنکھوں کا نور ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

جائے اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ دیکھو جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں یوسف علیہ السلام کے پیراہن کی خوشبو سے کھل گئی تھیں اسی طرح تم کو بھی بصیرت حاصل ہو جائے گی۔

تا کہ الخ۔ یعنی تا کہ وہ بو تم کو اس بستان کی طرف کھینچے اور تم کو ہدایت کی راہ دکھا دے۔

چشم نابینات الخ۔ یعنی تیری چشم نابینا کو بینا کر دے اور تیرے سینہ کو سینہ کوہ سینا (کی طرح تجلی گاہ حق) کر دے۔

گفت یوسف الخ۔ یعنی حضرت یوسف بن یعقوب نبی علیہما السلام نے بو ہی کے لئے فرمایا تھا کہ القوا علی وجہ ابی۔ تو دیکھو وہ بوئے پیراہن ہی بصیرت کے حصول کا سبب ہو گئی اسی طرح اگر تم اس بستان حقیقی سے کچھ بو بھی حاصل کر لو گے تو تم کو بصیرت حاصل ہو جائے گی۔

بہر این الخ۔ یعنی حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نصائح میں اسی بو کے لئے فرمایا ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہمیشہ نماز میں ہے چونکہ اوپر عالم غیب کو بستان سے تشبیہ دی ہے کہ اس باغ سے بو ہی حاصل کر لو اب فرماتے ہیں کہ دیکھو حضور کا ارشاد ہے کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے تو یہ بھی اسی بو کا اثر ہے جو کہ عالم غیب سے حاصل ہوئی تھی تو دیکھو اس بو کا اثر آنکھ میں پہنچتا ہے چونکہ یہاں معلوم ہوا کہ شامہ سے اثر آنکھوں تک بھی پہنچتا ہے اس لئے آگے قاعدہ کلیہ فرماتے ہیں کہ

پنج حس الخ۔ یعنی پانچوں حسیں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں اور یہ پانچوں اس اصل بلند سے اُگی ہیں۔ پنج حس سے مراد لطائف لئے جائیں تو بہتر ہے اور اگرچہ لطائف ستہ ہیں مگر نفس کو بعض نے تابع روح کے کہا ہے اس لئے اصل پانچ ہی ہیں تو مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھو اوپر یہ تو معلوم ہو گیا کہ ایک حس سے دوسری میں اثر پہنچتا ہے جیسا کہ شامہ سے باصرہ میں پہنچا مگر لطائف کا اثر ایک دوسرے پر پڑتا ہے کہ اگر ایک لطیفہ کو صاف کر لیا جائے تو اس کا اثر دوسروں پر بھی پڑتا ہے اور وہ بھی صاف ہو جاتے ہیں یہ ایک مرتبہ پہلے ہی بیان کیا ہے کہ انسان میں لطیفے ہیں جن کا نام قلب۔ روح۔ نفس۔ سر۔ خفی۔ اخفی ہے اس میں سے نفس کو روح کے تابع کیا ہے اس لئے پانچ رہ گئے اور ان کے اثر بھی مختلف ہیں مثلاً غذا قلب کی ذکر ہے اور غذا روح کی حضوری ہے اور غذا سر کی مکاشفہ اور غذا خفی کی شہود وفنا اور غذا اخفی کی فناء الفناء ہے تو حضرات نقشبندیہ میں تو یہ قاعدہ ہے کہ وہ حضرات ان لطیفوں کو صاف کراتے ہیں کہ اول ایک کی مشق کراتے ہیں پھر دوسرے کی پھر تیسرے کی جس کا نتیجہ بعض کے لئے پریشان اور حیرت ہو جاتا ہے کہ وہ احاطہ تو کر نہیں سکتا بس پریشان ہو جاتا ہے خدانخواستہ اس سے مقصود طریق پر طعن نہیں ہے بلکہ بعض کی حالت کا بیان ہے اور ہمارے حضرت کی یہ تحقیق ہے کہ صرف ایک کو صاف کر لیا جائے اس سے اور دوسرے بھی صاف ہو جائیں گے اور حضرت فرمایا کرتے تھے کہ سالک کو چاہیے کہ توجہ قلب کی طرف رکھے کہ اس کی درستی سے اور دیگر لطائف بھی درست ہو جائیں گے اور اس کی تائید ایک حدیث سے ہوتی ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فی جسد ابن آدم مضغۃ ان صلحت صلح الجسد کلہ وان فسدت

www.besturdubooks.wordpress.com

فسد الجسد کلہ الا وہی القلب تو دیکھو قلب کی درستی سے اور اعضاء کی درستی ہوتی ہے تو اسی طرح اس لطیفہ کے صاف ہونے سے دوسرے لطائف خود بخود صاف ہو جاتے ہیں بس اس کی صفائی میں کمال اور رسوخ پیدا کرنا چاہیے۔ اسی کو مولانا بھی فرمار ہے ہیں کہ اگر ایک کو درست کرلو گے تو چونکہ سب اعضاء کا تعلق ایک دوسرے سے ہے تو ایک کی درستی سے اور بھی درست ہو جائیں گے آگے بھی اسی کو فرماتے ہیں کہ

قوت الخ۔ یعنی ایک کی قوت دوسرے کے لئے قوت ہو جاتی ہے اور باقیوں کے لئے یہ ایک ساقی بن جاتا ہے۔ یعنی اسی سے دوسروں میں بھی صفائی اور جلا پہنچتی ہے۔

دیدن دیدہ الخ۔ یعنی آنکھ کا دیکھنا تو عشق کو بڑھاتا ہے اور آنکھ میں عشق ہونا صدق کو بڑھاتا ہے۔

صدق الخ۔ یعنی صدق حس کی بیداری ہو جاتی ہے اور ذوق حواس کے لئے مونس ہو جاتا ہے اور یہ صدق ہی نسبت راسخہ ہے تو معلوم ہوا کہ نسبت راسخہ کے پیدا کرنے کے لئے اول عشق کی ضرورت ہے کہ حق تعالیٰ سے عشق ہو جائے تب نسبت راسخہ پیدا ہوگی اور عشق ہوتا ہے کثرت ذکر سے دیکھو جس چیز کو اکثر یاد کرو گے اس سے محبت بڑھ جائے گی تو اصل میں اول کثرت ذکر ہوا کہ اسی سے بتدریج نسبت راسخہ اور ملکۂ راسخہ پیدا ہو جاتا ہے آگے ان حواس باطنیہ میں سے ایک کے منور ہونے سے دوسروں کے منور ہو جانے کو بیان فرماتے ہیں کہ

نور غیب میں سے عارف کے حواس کے منور ہو جانے کے بیان کا شروع

چون الخ۔ یعنی جبکہ ایک حس نے چلنے میں بند کو کھول دیا تو باقی حواس بھی سب بدل جاتے ہیں۔

چون یکے۔ یعنی جب ایک حس نے غیر محسوسات کو دیکھا تو تمام حواس پر غیبی اشیاء ظاہر ہو گئیں۔ مطلب وہی کہ اگر ایک حس باطنی بھی درست ہو گئی تو اس سے اور سب بھی درست ہو جائیں گی آگے ایک بہت ہی نفیس مثال ہے کہ

چون الخ۔ یعنی جبکہ گلہ میں سے ایک بھیڑ کول پر سے کود جائے تو پیچھے پیچھے ساری اسی طرف کو کود جاتی ہیں۔ اسی طرح اگر ایک حس درست ہو گئی تو دیگر حواس بھی اسی طرح منور ہو جاتے ہیں گویا کہ حواس باطنی کی بھیڑ اچال ہے کہ جدھر ایک ادھر سب اور یہ حدیث سے ثابت ہے کہ اگر قلب درست ہے تو اور سب بھی درست ہیں تو ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ کی تحقیق کہ سالک کو توجہ قلب کی طرف کرنی چاہیے اور ذکر بھی قلب ہی سے کرنا چاہیے پوری طرح ثابت ہو گئی آگے فرماتے ہیں کہ

گوسفنداں لخ۔ یعنی اپنے حواس کی بھیڑوں کو ہانک چراگاہ میں اخرج المرعٰے سے نکال دے۔ اخرج المرعٰے سے مراد یہ دنیا ہے اس لئے کہ قرآن شریف میں ہے والذی اخرج المرعٰے اور اس سے یہ مرعٰے

www.besturdubooks.wordpress.com

دنیا ہی کا مراد ہے تو یہاں بھی یہی مراد ہے کہ اس دنیا سے ان حواس کو علیحدہ کرے اور اس کی محبت کو ان سے نکال دے کہ اسی سے ان میں کمال پیدا ہو جائے گا۔

تا در آنجا الخ۔ یعنی تاکہ وہاں سنبل اور ریحان چریں اور تاکہ گلزار حقائق میں راستہ لے جائیں۔

ہر حست الخ۔ یعنی تیری ہر حس دوسرے حواس کے لئے پیغمبر ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ یکا یک اس جنت کی طرف دوڑ جائے گی مطلب یہ ہے کہ اگر اس دنیا کے تعلقات اور محبت سے حواس باطنی کو الگ کر لو گے تو عالم غیب سے حقائق و معارف حاصل ہوں گے اور جس طرح کہ پیغمبروں کا کام ہدایت کا ہوتا ہے اور یہ حضرات ہدایت کر کے سب کو پکڑ پکڑ کر جنت میں بھر دیتے ہیں اسی طرح ایک حس کے درست ہونے سے وہ حس دوسرے حواس کو بھی ہدایت کر کے درست کر دے گی اور جنت میں پہنچ جاؤ گے۔

حس ہا باحس تو گویند راز	بے حقیقت بے زبان و بے مجاز
حواس تیری حس سے راز کہہ دیں گے	بغیر زبان اور بغیر حقیقت و مجاز کے
کیں حقیقت قابل تاویلہاست	ویں توہم مایۂ تخییلہاست
کیونکہ یہ حقیقت تاویلوں کے قابل ہے	اور یہ توہم خیالات کا سرمایہ ہے
آں حقیقت را کہ باشد از عیاں	ہیچ تاویلے نگنجد درمیاں
وہ حقیقت جو مشاہدہ سے حاصل ہو	اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے
چونکہ ہر حس بندۂ حس تو شد	مر فلکہا را نباشد از تو بد
جب ہر حس تیرے حس کی غلام ہو گئی	تو آسمانوں کے لئے (بھی) تیرے سوا چارہ نہیں
چونکہ دعویٰ میرود در ملک پوست	مغز آں را کہ بود قشر آن اوست
جب چھلکے کی ملکیت میں جھگڑا ہے	مغز جس کی ملکیت ہو گا چھلکا اسی کی ملکیت ہو گا
چوں تنازع درفتد در تنگ کاہ	دانہ آن کیست آں را کن نگاہ
جب گھاس کے گٹھر میں جھگڑا ہو	دانہ کس کا ہے اس کو دیکھ لے
پس فلک قشر است و نور روح مغز	ایں پدید ست آں خفی زیں رو ملغز
تو آسمان چھلکا ہے اور روح کا نور مغز ہے	یہ کھلا ہے وہ (نور روح) چھپا ہوا ہے اس سے لغزش نہ کھا
جسم ظاہر روح مخفی آمدست	جسم ہمچوں آستیں جاں ہمچو دست
جسم ظاہر ہے روح چھپی ہوئی ہے	جسم آستین کی طرح ہے جان ہاتھ کی طرح ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

باز عقل از روح مخفی تر بود	حس بسوئے روح زوتر رہ برد
پھر عقل، روح سے زیادہ پوشیدہ ہے	حس روح کی جانب جلد راہ یاب ہوتی ہے
جنبشے بینی بدانی زندہ است	ایں ندانی تو ز عقل آگندہ است
تو حرکت کو دیکھتا ہے تو سمجھ جاتا ہے کہ وہ زندہ ہے	تو نہیں جانتا کہ وہ عقلمند ہے
تا کہ جنبشہائے موزوں سر کند	جنبش مس را بدانش زر کند
جب تک کہ وہ موزوں (اور مناسب) حرکتیں کرے	تانبے کو حرکت سے عقل کے ذریعہ سونا بنا دیتا ہے
زاں مناسب آمدن افعال دست	فہم آید مرترا کہ عقل ہست
ہاتھ کے مناسب کاموں کی وجہ سے	تو سمجھتا ہے کہ عقل ہے
روح وحی از عقل پنہاں تر بود	زانکہ او غیب ست واو زاں سر بود
وحی کی استعداد عقل سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے	اس لئے کہ وہ عالم غیب سے وہاں سے ہی ظہور میں آئی ہے
عقل احمدؐ از کسے پنہاں نشد	روح وحیش مدرک ہر جاں نشد
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عقل کسی سے پوشیدہ نہ ہوئی	ان کی وحی کی استعداد ہر انسان کو محسوس نہ ہوئی
روح وحیی را مناسبہاست نیز	در نیابد عقل کاں آمد عزیز
وحی کی استعداد کے بھی آثار ہیں	عقل ان کو نہیں سمجھتی ہے چونکہ وہ نادر ہیں
گہ جنوں بیند گہے حیراں شود	زانکہ موقوف ست تا او آں شود
(عقل) کبھی ان آثار (کو) جنون سمجھتی ہے کبھی حیران ہوتی ہے	کیونکہ یہاں بات پر موقوف ہے کہ (عقل) خود (وحی کی استعداد) بن جائے
چوں مناسبہائے افعال خضرؑ	عقل موسیٰؑ بود دیدش کدر
جیسا کہ (حضرت) خضرؑ کے افعال کی مناسبتیں	(حضرت) موسیٰؑ کی عقل ان کو دیکھ کر مکدر تھی
نامناسب می نمود افعال او	پیش موسیٰؑ چوں نبودش حال او
ان (حضرت خضرؑ) کے افعال نامناسب نظر آئے	(حضرت) موسیٰ کیلئے چونکہ (موسیٰ) کی حالت ان (خضر) کی طرح نہ تھی
عقل موسیٰؑ چوں بود در غیب بند	عقل موشی خود کیست اے ارجمند
(حضرت) موسیٰؑ کی عقل جب اسرار میں عاجز ہو	چوہے جیسی عقل اے بزرگ! خود کیا ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

جب تصفیہ لطائف ہو جائے گا تو دیگر حواس تیری حس سے اپنے راز بدوں زبان کے اور بلا الفاظ اور بدوں حقیقت و مجاز کے ظاہر کر دیں گے یعنی مسترشدین وغیرہ کے لطائف کی حالت پورے طور پر منکشف ہو جائے گی اور ارشاد کے لئے اسی قسم کے علم کی ضرورت ہے کیونکہ اول تو حقیقت بھی تاویل ہے چہ جائیکہ مجاز لہٰذا الفاظ و عبارت مسترشد سے اصلی حالت کا معلوم ہونا دشوار دوسرے تو ہم مسترشد طرح طرح کے خیالات پیدا کر سکتا ہے اور وہ خیالات اس کو مغالطہ دے کر اصلی حالت ظاہر نہ کرنے دیں گے اس لئے بھی اصلی حالت مخفی ہو جائے گی پس وہ حقیقت کشف ہی ہے جو بدوں عارض کے فی نفسہا اصلی حالت کو معاین و مشاہدہ کرتی ہے اور جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں الا بعارض جو کہ نادر ہے اور جبکہ اوروں کے حواس تیری حس کے مسخر ہو گئے تو فلک وغیرہ لامحالہ مسخر ہو نگے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جب مغز میں کسی کی ملک تسلیم ہوگی اور پوست کی ملک ابتدائے میں نزاع ہوگا تو فیصلہ یہی ہوگا کہ پوست اسی کی ملک ہے جس کی ملک مغز ہے۔ لہٰذا جب ان کا تسلط مجردات پر مان لیا گیا تو مادیات پر تسلط خود ماننا پڑے گا۔ یا یوں کہو کہ جب دانہ میں کسی کی ملک تسلیم ہوگی اور بھوسہ کی ملک ابتدائی میں نزاع ہوگا تو یہ دیکھا جائے گا کہ دانہ کس کی ملک ہے جس کی ملک دانہ ہوگا اسی کی بھوسہ ہوگا پس افلاک پوست اور بھوسہ ہیں اور نور روح مغز اور دانہ ہے تو جس کی روح مسخر ہوگی اسی کے افلاک مسخر ہوں گے۔ (افلاک کے پوست اور کاہ اور روح کے مغز و دانہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ روح مجرد و اشرف ہے اور افلاک مادی و اخس لہٰذا وہ مثل مغز ہے اور یہ مثل پوست) یا یوں کہو کہ جسم مثل آستین کے ہے اور جان مثل ہاتھ کے جس طرح آستین تابع ہے ہاتھ کے یوں ہی جسم بھی تابع ہے روح کے۔ اس لئے بھی لازم ہے کہ جب روح پر کسی کا تسلط ہو تو اجسام پر بھی ہو یہاں چونکہ خفاء روح کا ذکر آ گیا ہے اس لئے مناسب ہے کہ اس کے مناسب دیگر امور پر بھی تنبیہ ہو جائے وہ یہ کہ عقل روح سے بھی مخفی ہے کیونکہ روح بہ نسبت عقل کے جلد محسوس ہوتی ہے دیکھو جب کسی جسم کے اندر حرکت محسوس ہوتی ہے تو اس سے اس کی روح کا تو ادراک ہو جاتا ہے مگر عقل کا ادراک نہیں ہو سکتا۔ تاوقتیکہ اس سے حرکات متناسبہ صادر نہ ہوں۔ اور وہ اپنی حرکات مثل مس کو عقل کے ذریعہ سے زر نہ بنا لے۔ پس جب ہاتھ وغیرہ کے حرکات متناسب ہوں گے اس وقت معلوم ہو سکتا ہے کہ عقل ہے ایک اور شے عقل سے بھی مخفی ہے وہ وحی ہے کیونکہ اس کا تعلق سراسر غیب سے اور وہ صفت ہے حق سبحانہ کی جس کی تلقی کے لئے ضرورت پڑتی ہے کہ خود صاحب وحی کو عالم غیب سے تعلق ہو۔ بخلاف روح و عقل کے کہ ان کو خود عالم شہادت سے تعلق ہوتا ہے اور اس کے اخفی ہونے کی علامت یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل تو کسی سے مخفی نہیں تھی مگر روح وحی کا ادراک ہر جان کو نہ ہوا۔ یہ مسلم ہے کہ جس طرح عقل و روح کے لئے مناسبات ہیں جن سے ان کا پتہ چلتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے یوں ہی روح وحی کے بھی مناسبات ہیں مگر ان کی گراں قدری کے سبب ہر شخص کی عقل کی ان تک رسائی نہیں ہوسکتی اس لئے کبھی وہ اس کو جنون سمجھتا ہے کبھی اس کے افعال کی موزونیت کو دیکھ کر متحیر رہ جاتا ہے کیونکہ اس کا ادراک موقوف ہے اس پر کہ اس کو اس سے مناسبت تامہ حاصل ہو جائے اور یہ ہے نہیں۔ لہٰذا ادراک نہیں ہوسکتا۔ دیکھو افعال خضر علیہ السلام کے مناسبات کے ادراک سے موسیٰ علیہ السلام کی وہ حالت نہ تھی جو حضرت خضر علیہ السلام کی تھی اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ جب بعض اوقات میں موسیٰ علیہ السلام کی عقل مکدر ہوگئی تھی لہٰذا ان کے افعال ان کو نامناسب معلوم ہوتے تھے کیونکہ اس وقت موسیٰ علیہ السلام کی وہ حالت تھی جو حضرت خضرؑ کی تھی اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ جب بعض اوقات میں موسیٰ علیہ السلام کی عقل امر غیبی ادراک سے عاجز ہو جاتی ہے تو پھر چوہے کی عقل کیا چیز ہے کہ اسے ادراک کر سکے۔

شرح شبیری

حسہا الخ۔ یعنی حواس تیری حس سے راز کہہ دیں گے۔ بے زبان کے اور بے حقیقت کے اور بے مجاز کے مطلب یہ ہے کہ جب تم اپنے حواس کو درست کر لو گے اور خود کام کے ہو جاؤ گے اور مسند ارشاد پر بیٹھو گے تو حق تعالیٰ تم کو وہ ملکہ عطا فرمائیں گے کہ تم کو طالبین کی حالت اور ان کی استعداد کا حال معلوم ہو جائے گا اور اس طرح معلوم ہوگا کہ گویا خود انہوں نے ہی تم کو اپنا کچا چٹھا بتا دیا اور یہ جو تم کو معلوم ہوگا۔ یہ بذریعہ کشف کے معلوم ہوگا اور یہ کشف استعدادات ہر شیخ کو ہوتا ہے ہاں وہ کشف مصطلحہ تو ہر کسی کو نہیں ہوتا مگر کشف استعداد سب کو ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اگر یہ نہ ہو تو کام کس طرح چل سکتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جب بذریعہ کشف کے معلوم ہوگا تو یہ بے زبان اور بے الفاظ کے ہی ہوگا کہ ظاہری زبان اور الفاظ سے کسی نے کچھ نہیں کہا مگر ان کو ساری حالت معلوم ہوگئی چونکہ الفاظ کی دو ہی قسم ہیں ایک حقیقت اور دوسری مجاز اس لئے بے حقیقت اور بے مجاز سے حاصل بے الفاظ ہے۔ یعنی وہ کشف استعداد بلا کسی کے بتائے ہوئے اور بے تعبیر الفاظ ظاہری کے ہوتا ہے اور اگر شیخ کو اس قدر ملکہ اور یہ کشف نہ ہو تو صرف سالک اور طالب کا خود اپنی حالت کو بیان کر دینا ہرگز کافی نہیں ہوسکتا اور اس کو وہ لوگ خوب جانتے ہیں کہ جو کام میں لگے ہوئے ہیں اس لئے کہ اول تو کوئی بھی اپنی پوری حالت کو بیان نہیں کر سکتا۔ پھر بعض چیز کہ حیرت وغیرہ غالب ہوتی ہے وہ تو اور بھی بیان سے قاصر ہوتے ہیں اور دوسرے سب سے بڑی بات یہ ہے سالک اپنی جو حالت بیان کر رہا ہے وہ اس کو کچھ سمجھے ہوئے ہے اور اصل میں وہ اور ہے اور یہ اکثر ہوتا ہے کہ ایک ہی حالت ایک شخص کے لئے تو موجب ترقی درجات اور دوسرے کے لئے موجب کفر تو یہ فرق تو تفاوت استعدادات ہی سے ہے اور اسی سے معلوم ہوتا ہے۔ پس ضرور ہوا کہ شیخ کو کشف استعداد سالک ہو اسی کو فرماتے ہیں کہ جب خود تمہارے حواس درست اور کامل ہو جائیں گے تو حق تعالیٰ تم کو وہ بصیرت عطا فرمائیں گے کہ جس سے تم کو اوروں کی حالت بھی بالکل صاف طور پر معلوم ہو جایا کرے گی۔ آگے خود بیان

www.besturdubooks.wordpress.com

سالک کے ناکافی ہونے کو صراحۃً بیان فرماتے ہیں کہ

کاین الخ۔ یعنی کہ یہ حقیقت تو قابل تاویلات ہے اور یہ تو ہم مایہ تخیلات ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مجاز تو پہلے سے ماول اور منصرف عن الظاہر والحقیقہ ہے ہی مگر جو حقیقت کو بھی لیا جائے اور کہا جائے کہ اس کے بیان میں کوئی شبہ شک نہیں ہوتا تو یہ بھی غلط ہے اس لئے کہ وہ بھی محل تاویل ہے اس لئے کہ انسان احاطہ کئے ہوئے تو ہے ہی نہیں ممکن ہے کہ جس کو کہ حقیقت سمجھ رہا ہے وہ حقیقت نہ ہو۔ بلکہ وہ معنی اس کے منصرف عن الظاہر ہوں تو پھر یہ بھی حقیقت نہ رہی اور یہ جو سالک کو وہم ہوتا ہے کہ اب یہ حالت ہے اور اب یہ ہے اس کا بھی اعتبار نہیں ممکن ہے کہ جس کو یہ محمود سمجھ رہا ہے وہ مذموم ہو اور جسکو مذموم سمجھ رہا ہے وہ محمود ہو لہٰذا معلوم ہوا کہ ان الفاظ ظاہری اور بیان سالک میں ضرور غلطی ہو سکتی ہے بلکہ غالب غلطی ہوتا ہے بخلاف اس کشف کے کہ جمہور یہی فرماتے ہیں کہ جس وقت کہ حواس باطنیہ میں کوئی خرابی نہ ہو اسوقت کشف صحیح ہی ہوتا ہے اور اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے حواس ظاہرہ کہ اگر وہ صحیح ہوتے ہیں اور کوئی خرابی نہیں ہوتی ان کے احساسات درست ہوتے ہیں اور اگر کوئی خلل ہوتا ہے تو ان کے احساسات بھی درست نہیں ہوتے۔ اسی طرح کشف حواس باطنیہ کا احساس ہے پس اگر حواس درست ہیں تو یہ بھی درست ہے ورنہ نہیں اور یہ بہت ہی کم غلط ہوتا ہے گویا کہ نہیں ہوتا جیسا کہ حواس ظاہرہ کہ وہ اپنے فعل سے بہت ہی کم متخلف ہوتے ہیں تو اگر الفاظ اور زبان سے بیان کیا جائے تو اس میں تو شبہ رہ سکتا ہے مگر کشف میں بہت ہی شاذ و نادر غلطی ہوتی ہے لہٰذا معدوم ہی قرار دی جائے گی تو اس لئے کشف استعدادات ضروری ہے آگے مولانا اسی کو فرماتے ہیں کہ ان ظاہر الفاظ وغیرہ میں شبہ اکثر ہے اور اس میں کم ہے فرماتے ہیں کہ

این حقیقت الخ۔ یعنی یہ حقیقت جو کہ معائنہ سے ہوتی ہے اس کے اندر کوئی تاویل نہیں سماتی۔ مطلب یہ کہ چونکہ کشف میں تو معائنہ بچشم باطن ہوتا ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ ان حقیقت الفاظ ظاہر میں تو شبہ رہتا ہے مگر اس میں چونکہ دیکھ لیتے ہیں پھر شبہ ہی نہیں ہوتا اور اگر کبھی غلطی ہوتی ہے تو وہ ایسی ہوتی ہے کہ جیسے حواس ظاہرہ میں بھی بعض مرتبہ ہوتی ہے جیسے کہ ریل میں بیٹھے ہوئے برابر دوسری ریل چلے تو خود اپنی گاڑی چلتی ہوئی معلوم ہوتی ہے حالانکہ وہ کھڑی ہوتی ہے تو دیکھو کس قدر سخت غلطی ہے مگر اس سے حواس کے مدرکات کو کوئی ظنی نہیں کہتا اسی طرح ان حواس کے مدرکات کو بھی کسی اتفاقی غلطی سے ظنی یا غلط نہ کہا جائے گا بلکہ قریب قریب یقین ہی کے کہا جائے گا بلکہ بعض نے تو کشف کو یقینیات میں سے کہا ہے مگر جمہور کا یہی مذہب ہے کہ یقینی نہیں ہے۔ ہاں قریب بہ یقین ہے کہ غلطی شاذ ہے آگے فرماتے ہیں کہ

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ تمام حواس تمہارے حس کے تابع ہوئے تو افلاک کو بھی تم سے چارہ نہ ہوگا۔ مطلب یہ ہے حدیث میں ہے کہ جب زمین پر اللہ کہنے والا کوئی نہ رہے گا اس وقت قیامت قائم ہو جائے گی اور افلاک وغیرہ سب برباد ہو جائیں گے اور ذکر کرنے والے اور اللہ کی یاد میں رہنے والے خود اولیاء اللہ ہوتے ہیں یا ان ہی

www.besturdubooks.wordpress.com

کی وجہ سے دوسرے ہوتے ہیں تو جب کہ یہ شخص مسند ارشاد پر ہے تو اسکی وجہ سے بھی حق تعالیٰ کا نام دنیا میں لیا جا رہا ہے لہٰذا افلاک بھی اپنے وجود میں ان کے محتاج ہوئے اگر یہ حضرات نہ ہوں تو ان کا وجود بھی نہیں رہ سکتا تو جس طرح کہ حواس باطنی کو ان سے فائدہ ہوتا ہے اسی طرح کو ان کو بھی ان سے فائدہ ہے اور وہ بھی ان کے محتاج ہیں آگے اس کو ایک فرضی قصہ سے مثال دیکر واضح فرماتے ہیں کہ

چونکہ الخ۔ یعنی جب دعوے پوست کے مالک ہونے میں ہو تو مغز جس کی ملک ہے چھلکا بھی اسی کی ملک ہے مطلب یہ کہ اگر دو شخص لڑتے ہوئے آئیں ایک مدعی ہے اور ایک مدعا علیہ اور جھگڑا کسی چیز کے چھلکے میں ہو اس طرح کہ ایک مدعی ہے کہ یہ چھلکا بغیر اس کے ہبہ کئے ہوئے اور بے کسی اور وجہ ملک کے اول پیدائش سے میرا ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ میرا ہے اور مغز میں دونوں متفق ہیں کہ مدعا علیہ ہی کا ہے تو فیصلہ یہ ہوگا کہ جسکا مغز ہے اسی کا پوست بھی ہے تو چونکہ قلوب مثل مغز کے ہیں اور یہ اکوان ان کے آگے مثل پوست کے ہیں تو جب قلوب ان حضرات کے تابع ہیں اور ان کے وجود کے محتاج ہیں تو یہ اکوان جو کہ پوست کی طرح ہیں بدرجہ اولیٰ محتاج اور تابع ہوں گے آگے ایک دوسرے فرضی قصہ سے تائید فرماتے ہیں کہ

گر تنازع الخ۔ یعنی اگر ایک بھوسہ کے گٹھے میں جھگڑا پڑے تو دیکھو کہ دانہ کس کا ہے (وہ بھوسہ بھی اسی کا ہے) مطلب یہ کہ دو شخص آئے اور ایک کہتا ہے کہ یہ بھوسہ جبکہ دانہ کے اوپر تھا جب سے ہی میرا ہے بعد میں ہبہ وغیرہ اس نے نہیں کیا بلکہ اصل سے میرا ہی ہے تو بس یہی دیکھا جائے گا کہ دانہ کس کا ہے یہ بھوسہ بھی اسی کا ہوگا اور یہ ظاہر ہے جب یہ ثابت ہو گیا تو اس پر تفریع کرتے ہیں کہ

پس فلک الخ۔ یعنی پس فلک تو قشر ہے اور نور روح مغز ہے اور یہ (فلک) تو ظاہر ہے اور وہ مخفی ہے اس سے لغزش مت کرو۔ مطلب یہ کہ چونکہ فلک اور دیگر اکوان سب ظاہری ہیں اور روح مغز ہے اور مغز کے تابع قشر ہوا کرتا ہے تو جب اصل تابع ہے تو فرع تو بطریق اولیٰ تابع ہوگی اور آپس میں ایک یہ بھی وجہ تشبیہ ہے کہ جس طرح مغز پوشیدہ ہوتا ہے اسی طرح روح افلاک کی نسبت مخفی ہے اور جس طرح قشر ظاہر ہوتا ہے افلاک بھی ظاہر ہیں آگے روح اور جسم اور پھر عقل و روح وغیرہ کا آپس میں ایک دوسرے سے مخفی ہونا بیان فرماتے ہیں کہ

جسم ظاہر الخ۔ یعنی جسم تو ظاہر ہے اور روح مخفی آئی ہے اور جسم آستین کی طرح ہے اور جان ہاتھ کی طرح ہے مصرعہ اولیٰ میں تو ایک کا دوسرے سے مخفی ہونا بیان کیا ہے اور ثانی میں ایک کا دوسرے کے تابع ہونا بتلایا ہے۔

باز عقل الخ۔ یعنی پھر عقل روح سے بھی زیادہ مخفی ہوتی ہے اسی لئے حس روح کی طرف جلدی راہ لے جاتی ہے یعنی چونکہ روح عقل کی نسبت کر ظاہر ہوتی ہے اس لئے حس روح کا ادراک تو جلدی کر لیتی ہے اور عقل کا ادراک دیر میں ہوتا ہے آگے اس کو واضح فرماتے ہیں کہ

جنبشے بینی الخ۔ یعنی تم جنبش دیکھتے ہو اور جان لیتے ہو کہ زندہ ہے اور یہ نہیں جانتے کہ وہ عقل سے بھی پُر ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلب یہ کہ دیکھو اگر کسی کو پڑا ہوا دیکھو تو وہ اگر ذرا بھی جنبش کرے معلوم ہو جائے کہ اس میں روح موجود ہے مگر یہ پتہ نہیں چل سکتا کہ آیا مجنوں ہے یا عاقل ہے یا کم عقل ہے تو دیکھو روح کا ادراک تو ہو گیا مگر عقل کا نہ ہوا تو روح سے عقل زیادہ مخفی ہوئی عقل کا ادراک اس وقت ہو گا جبکہ اس شخص سے حرکات موزوں موافق عقل سرزد ہوں اسی کو فرماتے ہیں کہ

تا کہ جنبشہائے الخ۔ یعنی یہاں تک کہ موزوں حرکات صادر کرے اور حرکت مس کو عقل سے سونا کر دے۔

مطلب یہ کہ جب اس سے حرکات موزوں موافق عقل کے سرزد ہوں اور کسی حرکت ناشائستہ کو عقل کے ذریعہ سے وہ خوب اور کامل بنادے اس وقت کہا جائے گا کہ ہاں عاقل ہے تو دیکھو کہ روح کا تو پتہ ایک جنبش سے لگ گیا اور اس کا پتہ اس قدر جنبشوں میں بھی مشکل سے لگتا ہے۔

زان مناسب الخ۔ یعنی اس سے ہاتھ کے افعال کے موزوں صادر ہونے سے تم کو معلوم ہو گا کہ اس کو عقل ہے پس ثابت ہو گیا کہ روح سے عقل زیادہ مخفی ہے۔

روح وحی الخ۔ یعنی روح وحی عقل سے بھی زیادہ پوشیدہ ہوتی ہے اس لئے کہ وہ تو غیب ہے اور اس طرف سے ہوتی ہے۔ روح وحی سے مراد وہ استعداد قبولیت وحی۔ مطلب یہ کہ استعداد قبولیت وحی عقل سے بھی زیادہ مخفی ہے کہ کوئی شخص یہ نہیں پہچان سکتا کہ اس شخص میں استعداد ہے کہ یہ وحی کو قبول کر سکے اور رسول ہو سکے اس کو کوئی بھی معلوم نہیں کر سکتا۔ نہ کسی جنبش سے اور نہ کسی حرکت سے اس لئے کہ اس کا کوئی خاص اثر ظاہر پر ہے ہی نہیں بخلاف عقل کے کہ اس کے آثار ظاہر پر یہ ہوتے ہیں کہ مثلاً افعال موزوں کا صدور وغیرہ تو یہ اس سے بھی زیادہ مخفی ہوا آگے ایک مثال سے اور واضح فرماتے ہیں کہ

عقل احمدؐ الخ۔ یعنی احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل تو کسی سے پوشیدہ نہ ہوئی مگر ان کی روح وحی کو ہر جان نے ادراک نہ کیا۔ مطلب یہ کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر شخص جانتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عاقل ہیں مگر آپ کے رسول ہونے کا بہت کم لوگوں کو ادراک ہوا اس کی یہی وجہ تھی کہ یہ استعداد قبول وحی عقل سے بھی زیادہ مخفی اور باریک ہے یہاں کسی کو شبہ ہوتا کہ عقل کو تو اس کے آثار اور مناسبات سے معلوم کر لیتے ہیں مگر وحی کے چونکہ آثار نہیں ہیں اس کو اس لئے نہیں معلوم کر سکتے باقی اس سے خفی نہیں ہے اس کا جواب فرماتے ہیں کہ

روح الخ۔ یعنی روح وحی کے بھی مناسبات ہیں مگر عقل میں نہیں آتے اس لئے کہ وہ عزیز ہیں مطلب یہ کہ اس استعداد قبول وحی کے بھی مناسبات ہیں جیسے کہ مثلاً ظہور معجزات ان کے ہاتھ سے کہ اگر کوئی ساحر وغیرہ دعویٰ نبوت کر کے چاہے کہ معجزات وخوارق اس سے صادر ہوں تو یہ ممکن نہیں ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ مناسبات اس کے بھی ہیں مگر ہر عقل ان کا ادراک نہیں کر سکتی اسی لئے کہ وہ عقل سے مخفی ہے اور عقل کی اس سے ادراک میں یہ حالت ہوتی ہے کہ

گہ جنون بیند الخ۔ یعنی کبھی جنون دیکھتی ہے اور کبھی حیران ہوتی ہے اس لئے کہ وہ تو موقوف ہے جب تک کہ وہ وہی نہ ہو جائے مطلب یہ کہ عقل کے ادراک میں یہ حالت ہوتی ہے کہ کبھی تو ایک حکم لگاتی ہے اور کہہ دیتی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے کہ یہ دعویٰ محض جنون ہے پھر دیکھتی ہے کہ اس کے علاوہ اور ساری باتیں تو سمجھ کی ہیں تو اب حیران ہوتی ہے کہ آخر خاص اس بات میں کیا ہے کہ اس میں تو جنون ہے اور دوسری باتوں میں اچھا خاصہ ہے پس یہاں آ کر حیران رہ جاتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عقل کا اس کو پہچاننا موقوف اس پر ہے کہ عقل کو اس سے مناسبت ہو اور وہ اس قدر بڑھے کہ درجہ عینیت مصطلحہ تک پہنچ جائے اس وقت عقل اس کو ادراک کر سکتی ہے اور قبول کر سکتی ہے اور جب تک کہ یہ نہیں ہے اس وقت تک اس کا ادراک بہت مشکل ہے آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

چون منا بہائے الخ۔ یعنی جیسے کہ حضرت خضر علیہ السلام کے افعال کی مناسبات کہ موسیٰ علیہ السلام کی عقل ان کے دیکھنے میں مکدر تھی۔

نامناسب الخ۔ یعنی ان کے افعال نامناسب معلوم ہوتے تھے اس لئے کہ موسیٰ علیہ السلام پر ان کا حال ظاہر نہ تھا مطلب یہ ہے کہ دیکھو جس طرح کہ موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کے قصہ میں ہے کہ خضر علیہ السلام کے افعال میں سب میں حکمتیں ہیں اور اس کے مناسبات بھی تھے جیسے کہ بعد کو معلوم ہوئے مگر موسیٰ علیہ السلام کو ان کی خبر نہ ہوئی اور وہ اعتراض ہی کرتے رہے اسی طرح عقل کے سامنے (باوجود یہ کہ مناسبات وحی موجود ہیں) ظاہر نہیں ہوتے اور اس کو ہر عقل محض جب تک کہ اس سے تعلق اور لگاؤ نہ پیدا ہو گیا ہو اس کو شناخت نہیں کر سکتی۔ آگے فرماتے ہیں کہ

عقل الخ۔ یعنی جبکہ موسیٰ علیہ السلام کی عقل غیب میں بند ہے تو ایک چوہے کی عقل کیا ہو گی۔ اے ارجمند مطلب یہ کہ دیکھو جب موسیٰ علیہ السلام اس غیب کے اسرار کو معلوم نہ کر سکے اور ان کو خبر نہ ہوئی کہ اس میں کیا مصالح ہیں تو بھلا عوام الناس اور دنیا دار لوگ جن کی عقل کہ چوہے سے بھی کم ہے وہ تو کیا ہی سمجھ سکتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ

علم تقلیدی بود بہر فروخت	چوں بیابد مشتری خوش بر فروخت
تقلیدی علم فروخت کرنے کیلئے ہوتا ہے	جب کوئی خریدار پاتا ہے چمک اٹھتا ہے
مشتری علم تحقیقی حق ست	دائماً بازار او بارونق ست
تحقیقی علم کا خریدار خدا ہے	اس کا بازار ہمیشہ بارونق ہے
لب بہ بستہ ہست در بیع و شریٰ	مشتری بیحد کہ اللہ اشتریٰ
منہ بند کئے ہوئے خرید و فروخت میں لگا ہے	خریدار لامحدود (ذات) ہے کیونکہ اللہ نے خریدا ہے
درس آدمؑ را فرشتہ مشتری	محرم درسش نہ دیو و نے پری
(حضرت) آدمؑ کے درس کا فرشتہ خریدار ہے	اس کے درس کا رازداں نہ شیطان ہے نہ پری ہے
آدمؑ انبئہم باسماء درس گو	شرح کن اسرار حق را موبمو
(اے) آدمؑ ان کو اسما کی تعلیم کرو کا درس دو	ایک ایک کر کے اللہ (تعالیٰ) کے اسرار کی شرح کر دو

www.besturdubooks.wordpress.com

آنچناں کس راکہ کوتہ بین بود	در تلون غرق و بے تمکین بود
وہ شخص جو کوتاہ نظر ہو	تلون میں غرق اور بے ثبات ہو
موش گفتم زانکہ درخاکست جاش	خاک باشد موش راجائے معاش
میں نے اس کو چوہا اس لئے کہا کہ اس کا مقام مٹی میں ہے	چوہے کے رہنے کی جگہ مٹی ہوتی ہے
راہہا داند و لے در زیر خاک	ہر طرف او خاک را کردست چاک
راستے جانتا ہے لیکن مٹی کے نیچے کے	(اس لئے) ہر طرف مٹی میں سوراخ کر رکھے ہیں
نفس موشے نیست الا لقمہ رند	قدر حاجت موش را عقلے دہند
چوہے کا نفس صرف لقمہ اڑانے والا ہے	ضرورت کے بقدر چوہے کو عقل دیدیتے ہیں
زانکہ بے حاجت خداوند عزیز	می نہ بخشد ہیچکس را ہیچ چیز
اس لئے کہ بلا ضرورت اللہ تعالیٰ	کسی کو کوئی چیز نہیں بخشتے ہیں
گر نبودے حاجت عالم زمیں	نافریدے ہیچ رب العالمیں
اگر دنیا کو زمین کی ضرورت نہ ہوتی	اللہ تعالیٰ کبھی پیدا نہ فرماتا
ویں زمین مضطرب محتاج کوہ	گر نبودے نافریدے باشکوہ
اور یہ ہلنے والی زمین پہاڑ کی محتاج	اگر نہ ہوتی تو اس پر شکوہ (پہاڑ) کو پیدا نہ فرماتا
ور نبودے حاجت افلاک ہم	ہفت گردوں نافریدے از عدم
اگر آسمانوں کی بھی ضرورت نہ ہوتی	تو عدم سے سات آسمانوں کو پیدا نہ فرماتا
آفتاب و ماہ و ایں استارگاں	جز بحاجت کے پدید آمد عیاں
سورج اور چاند اور یہ ستارے	ضرورت کے بغیر کب نمودار ہوئے؟
پس کمند ہستہا حاجت بود	قدر حاجت مرد را آلت بود
تو موجودات کی کمند ضرورت ہے	بقدر ضرورت انسان کے لئے سامان ہوتا ہے
پس چو حاجت شد کمند ہستہا	قدر حاجت میرسد از حق عطا
تو جب ضرورت موجودات کی کمند ہے	اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے بقدر ضرورت عطا پہنچتی ہے
پس بیفزا حاجت اے محتاج زود	تا بجوشد از کرم دریائے جود
اے محتاج! حاجت کو جلد بڑھا	تاکہ کرم سے عطا کا سمندر جوش مارے

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں گدایاں برره و ہر مبتلا	حاجت خود می نماید خلق را
یہ فقیر اور مصیبت زدہ سرراہ	اپنی حاجت لوگوں پر ظاہر کرتے ہیں
کوری و شلی و بیماری و درد	تا ازیں حاجت بجنبد رحم مرد
اندھا پن اور اپاہج پن اور بیماری اور تکلیف	تاکہ ان ضرورتوں کی وجہ سے انسانوں کا رحم حرکت میں آجائے
ہیچ گوید ناں دہید اے مردماں	کہ مرا مال ست وانبارست وخواں
کوئی کہتا ہے؟ اے لوگو! روٹی دے دو	کیونکہ میرے پاس مال ہے اور سامان ہے اور خوان (نعمت) ہے
چشم ننہادہ ست حق در کور موش	زانکہ بے چشمے ربودن ہست خوش
چھچھوندر کو اللہ (تعالیٰ) نے آنکھیں نہیں دیں	اس لئے بغیر آنکھوں کے اس کا اچک لینا بھلا ہے
می تواند زیست بے چشم و بصر	فارغ ست از چشم او در خاک تر
وہ بغیر آنکھ اور بینائی کے جی سکتی ہے	وہ تر زمین میں آنکھوں سے بے نیاز ہے

علم تقلیدی واستدلالی بیچنے کے لئے ہوتا ہے اور جب کوئی خریدار بن جاتا ہے تو بیچ دیتا ہے۔ برخلاف علم تحقیقی وکشفی وذوقی کے کہ اس کا خریدار حق سبحانہ ہے اور اس کا بازار ہمیشہ گرم رہتا ہے گولب خاموش ہوتے ہیں مگر بیع وشریٰ جاری ہے اس لئے کہ جو اس کا مشتری ہے وہ بے حد ونہایت ہے یعنی حق سبحانہ اور دلیل اسکی ان اللہ اشتری من المومنین انفسهم و اموالهم ہے جب مشتری بے حد ہے تو سلسلہ بیع وشریٰ کیونکر ختم ہو اس علم کو اہل دنیا نہیں خرید سکتے کیونکہ ہر علم کے قدردان وہ ہوتے ہیں جو اس سے مناسبت رکھتے ہوں چنانچہ درس آدم کا قدردان فرشتہ ہوسکتا ہے نہ کہ جن و پری۔ اسی لئے حق سبحانہ نے فرمایا تھا۔ یا آدم انبئهم باسمائهم یعنی اپنے علوم ان کے سامنے بیان کیجئے اور ان کے سامنے اسرار حق سبحانہ ظاہر فرمایئے۔ کہ یہ قدردان ہیں خیر یہ تو ایک ضمنی گفتگو تھی اب ہم پھر مضمون سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں نے جو کہا تھا کہ عقل موشے کیست الخ تو میں نے ایسے شخص کو جو کوتہ بین ہے اور پارہ صفت اور بے قرار ہے کیونکہ اسکے اغراض ومقاصد بدلتے رہتے ہیں اس لئے اس کی حالت بھی بدلتی رہتی ہے موش اس لئے کہا کہ وہ خاک اور عالم ناسوت سے تعلق رکھنے والا ہے اور خاک میں چوہا بھی رہتا ہے۔ وہیں سے اس کو غذا ملتی ہے گو وہ راستے جانتا ہے اور ہوشیار ہے مگر اس کی ہوشیاری خاک کے اندر ہے اور زمین ہی کے اندر اس نے راہیں پیدا کی ہیں چونکہ موش کا نفس بس لقمہ خور ہی ہے اور غایت بھی اس کی غذا حاصل کرنا ہی ہے لہٰذا اس کو اپنی ہی عقل دی گئی ہے کیونکہ حق سبحانہ بلاضرورت کسی کو کوئی چیز نہیں دیتے چنانچہ اگر عالم کو زمین کی ضرورت نہ ہوتی تو حق سبحانہ اس کو بھی پیدا نہ کرتے اور اگر یہ زمین متزلزل نہ ہوتی اور اس کو پہاڑوں کی ضرورت نہ ہوتی تو حق سبحانہ عالی شان پہاڑ ہرگز نہ پیدا کرتے۔ نیز اگر آسمانوں کی ضرورت نہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتی تو حق سبحانہ سات آسمانوں وکتم عدم سے منصۂ وجود پر جلوہ گر نہ فرماتے آفتاب ماہتاب ستارے بدوں ضرورت کے ہرگز ظاہر نہ ہوتے۔ پس ثابت ہوا کہ موجودات کو عدم سے وجود میں کھینچ لانے والی شے ضرورت ہے۔ چنانچہ آدمی بھی اپنے پاس بقدر ضرورت ہی سامان رکھتا ہے خواہ تعیین وتقدیر ضرورت میں غلطی کرے سو یہ امر دیگر ہے۔ پس جب ضرورت ہی وہ شے ہے جو اشیاء کو عدم سے وجود میں لاتی ہے تو حق سبحانہ کی مواہب لامحالہ بقدر ضرورت ہوں گے پس تم کو چاہیے کہ ضرورت پیدا کرو تا کہ دریائے کرم جوش میں آئے اور تم زیادہ مستحق انعام ہو۔ دیکھو تو سہی راستہ میں جو فقیر ہوتے ہیں اور فقیروں کی تخصیص نہیں بلکہ تمام حاجت مند اپنی حاجت مخلوق پر ثابت کرتے ہیں اور اپنا اندھا ہونا لنجا ہونا بیمار ہونا مصیبت زدہ ہونا ظاہر کرتے ہیں تا کہ اس سے اس شخص کے رحم کو جوش ہو بھلا کوئی یہ بھی کہتا ہے کہ لوگو میرے پاس روٹی کے خوان ہیں میرے پاس مال ہے۔ غلہ کے انبار لگے ہوئے ہیں مجھے روٹی دو ہرگز نہیں۔ تو ثابت ہوا کہ جیسا کہ جب رحم کے لئے حاجت مندی کی ضرورت ہے اور اس کا ظاہر کرنا بھی لازمی ہے دیکھو چھچھوندر چونکہ بدوں آنکھ کے بھی غذا بہت سرگرمی کے ساتھ حاصل کر سکتی ہے اس لئے حق سبحانہ نے اس کو آنکھیں نہیں دیں اور چونکہ بدوں چشم وبینائی کے بھی زندہ رہ سکتی ہے اس لئے اس کے آنکھیں نہیں اور بدوں آنکھوں کے نمناک مٹی میں رہتی ہے اس سے بھی معلوم ہوا کہ اشیاء کو عدم سے کھینچنے والی ضرورت ہے۔

شرح شبّیری

علم تقلیدی الخ۔ یعنی علم تقلیدی تو بیچنے کے واسطے ہوتا ہے جبکہ کوئی گاہک آ گیا تو خوب روشن ہو گئے۔ مطلب یہ کہ عقل ناقص اور علم ناقص یہ سب کھانے کمانے کے ہوتے ہیں کہ اگر کوئی قدردان ہو اور کوئی دوسرا طالب ہو تب تو وہ بڑھتے بھی ہیں اور ان کو فروغ بھی ہوتا ہے اور اگر کوئی قدردان نہ ہو تو کچھ بھی نہیں بلکہ بعض مرتبہ ضائع ہو جاتے ہیں۔ بخلاف علم تحقیقی کے کہ اس کو قدردان کی ضرورت نہیں ہے بلکہ علم وعقل تحقیقی والا اس سے خود ہی مزہ حاصل کرتا ہے اور اس کو خود ہی حظ ہوتا ہے جیسے کہ کسی کے پاس مال ہو تو وہ خوش ہے خواہ کسی کو بھی اس کے پاس مال ہونے کی خبر نہ ہو اور اصل تو علم تحقیقی ہی ہے اور علم ناقص اور تقلیدی تو علم ہی نہیں ہے خداوند کریم ہر مسلمان کو نصیب فرمائیں۔ آمین آگے علم تحقیقی کے ہمیشہ بارونق ہونے کی وجہ فرماتے ہیں کہ

مشتری الخ۔ یعنی علم تحقیقی کا مشتری چونکہ حق تعالیٰ ہے اس لئے اس کا بازار ہمیشہ بارونق ہے۔

لب بہ بستہ الخ۔ یعنی لب بند کئے ہوئے بیع وشریٰ میں ہیں مشتری بے حد ہے اس لئے کہ اللہ نے خریدا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو دونوں طرف سے لب بند ہیں اس لئے کہ ایک طرف تو لب ہی نہیں اور دوسری طرف لب ہیں تو وہ ایجاب وقبول وغیرہ نہیں کرتے بس لب بستہ ہی خرید فروخت ہو رہی ہے اور خریدار تو وہ ذات ہے جو بے نہایت ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن شریف میں ہے کہ ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسھم و اموالھم بان لھم

www.besturdubooks.wordpress.com

الجنة تو دیکھ لو کہ مشتری کیسا زبردست ہے۔ تو دیکھو حق تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے خرید لیا تو مومنین ہی سے فرمایا کفار وغیرہ سے نہیں فرمایا معلوم ہوا کہ آپس میں کچھ مناسبت ضروری ہے کہ جس سے کہ خرید و فروخت یا کوئی اور تعلق ہو سکے تو چونکہ یہاں مناسبت تھی اس لئے حق تعالیٰ خریدار ہوئے آگے اس کی ایک اور نظیر فرماتے ہیں کہ

درس آدم رالخ۔ یعنی آدم علیہ السلام کے سبق کا فرشتہ تو مشتری ہے اور دیو اور پری ان کے درس کے محرم نہیں ہیں۔ مطلب یہ کہ دیکھو چونکہ فرشتوں میں اور حضرت آدم علیہ السلام میں مناسبت تھی اس لئے وہ تو ان کے کمال کے جو ان کو حق تعالیٰ نے دیا تھا قدردان ہوئے اور شیطان جس کو کہ ان سے مناسبت نہ تھی منکر ہی رہا۔ درس سے مراد وہ ہے جس کو حق تعالیٰ نے فرمایا وعلم آدم الاسماء کلها تو دیکھو ان کو جو سکھایا گیا تھا گویا کہ سبق دیا گیا تھا اس کے قدردان فرشتے ہی ہوئے آگے خود اس کی توضیح فرماتے ہیں

آدم الخ۔ یعنی آدم ان کو نام بتا دو یعنی سبق کہہ دو اور اسرار حق کی مو بمو شرح کر دو۔ مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا جو حکم ہوا تھا کہ یاآدم انبئهم باسمائهم اس کے معنی یہی تھے کہ سبق سنا دو اور حق تعالیٰ کے اسرار ان کو بتا دو اس لئے یہ قدردان ہیں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ نے اول حضرت آدم علیہ السلام کے کمال علمی وغیرہ کو فرشتوں پر پہلے ہی ثابت کر دیا تھا کہ جس سے ان کے قلوب میں ان کی عظمت ہو گئی تھی اور ایک مناسبت ان سے پیدا ہو گئی تھی اور وہ خود سجدہ کرنے پر آمادہ تھے کہ حضرت حق کا ارشاد اور حکم ہو گیا اور وہ اس کو بلا چوں و چرا خوشی سے بجالائے کہ وہ ان کے کمال کے اول ہی سے قائل تھے چونکہ اوپر اہل دنیا کو چوہا لکھا ہے تو شاید کسی کو بُرا معلوم ہو اور کوئی اعتراض کرے اس لئے آگے وجہ تشبیہ بتاتے ہیں کہ

آنچنان الخ۔ یعنی اس شخص کو جو کوتاہ بین ہو اور تلون میں غرق ہو اور بے تمکین ہو۔

موش گفتم الخ۔ یعنی میں نے چوہا کہہ دیا اس لئے کہ اس کی جگہ خاک میں ہے اور خاک چوہے کی جائے معاش ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ کہ دنیا میں متلون ہیں کبھی سوچتا ہے کہ تجارت کرو اور کبھی کسی کمپنی کی شرکت کو موجب نفع سمجھتا ہے کبھی کچھ کبھی کچھ ان کو چوہا کہا گیا ہے اس لئے کہ جسطرح کہ چوہا زمین میں رہتا ہے وہیں وہ معاش کی فکر میں رہتا ہے اسی طرح یہ شخص بھی اس عالم سفلی میں پھنسا ہوا ہے اور ہر وقت اسی فکر میں ہے کہ اب یہ کرو اور اب وہ۔

راہہا داند الخ۔ یعنی وہ چوہا راستے جانتا ہے لیکن خاک کے اندر اس نے ہر طرف زمین کو چاک کر رکھا ہے اسی طرح دنیا دار بھی تدابیر کسب کی تو جانتے ہیں مگر اس عالم سفلی ہی میں جانتے ہیں اس عالم کے کسب کی خاک بھی تدبیر نہیں جانتے

نفس موشے الخ۔ یعنی نفس ایک لقمہ رُبا چوہا ہے اور بقدر حاجت تو چوہے کو بھی عقل دے دیتے ہیں مطلب یہ کہ یہ نفس انسانی ایک چوہے کی طرح ہے کہ جو لقمہ رُبا ہو اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ وہ تو جانور ہے اس کو عقل کہاں اور ہم

www.besturdubooks.wordpress.com

کوتو عقل ہے تو ہم کس طرح چوہے ہو سکتے ہیں اس کا جواب دیتے ہیں کہ بقدر ضرورت تو چوہے کو بھی عقل ہوتی ہے کہ وہ بھی اپنی روزی مہیا کر لیتا ہے پس اگر تم کو بھی کمانے کی عقل ہے تو کیا کمال ہے یہی نہ کہ ایک چوہے کی طرح تم بھی روزی جمع کر لوگے آگے فرماتے ہیں کہ

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ خداوند تعالیٰ بے حاجت کے کسی کو کچھ نہیں دیتے۔ تو چوہے کو اس کے موافق عقل دیدی اور چونکہ اہل دنیا عالم سفلی میں لگے ہوتے ہیں ان کو اس کے موافق عقل دیدی۔

گر نبودی الخ۔ یعنی اگر عالم کو حاجت زمین کی نہ ہوتی تو حق تعالیٰ اس کو بالکل بھی پیدا نہ فرماتے۔

وین الخ۔ یعنی اور اگر یہ زمین مضطرب پہاڑ کی محتاج نہ ہوتی تو حق تعالیٰ اس کو پرشکوہ پیدا نہ فرماتے چونکہ اول پیدائش زمین کے وقت وہ ہل رہی تھی اس کے لئے پہاڑوں کو میخیں بنا کر گاڑ رکھا ہے اس لئے اس کو مضطرب کہہ دیا تو دیکھو چونکہ ان چیزوں کی حاجت تھی اس لئے پیدا فرمائیں۔

ورنہ الخ۔ یعنی اور اگر افلاک کی بھی ضرورت نہ ہوتی تو سات آسمانوں کو بھی عدم سے پیدا نہ فرماتے۔

آفتاب والخ۔ یعنی آفتاب اور ماہتاب اور یہ ستارے بغیر حاجت کے کب ظاہر ہوئے ہیں جب معلوم ہوا کہ بے حاجت کے کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی تو اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ

پس کمند الخ۔ یعنی پس ہستیوں کی کمند حاجت ہے اور بقدر ضرورت آدمی کے پاس اسباب بھی ہوتا ہے۔ اب جبکہ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حق تعالیٰ سے اس کو قدر ملتا ہے جس قدر کہ حاجت ہوتی ہے تو اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ

پس چو الخ۔ یعنی بس جب کہ حاجت ہستیوں کی کمند ہے تو بقدر حاجت کے حق تعالیٰ سے عطا بھی ہوتی ہے۔

پس بیفزا الخ۔ یعنی پس اے محتاج حاجت کو بڑھاتا کہ کرم کی وجہ سے دریائے جود جوش مارے مطلب یہ کہ جب معلوم ہو گیا کہ جس قدر حاجت ہو اسی قدر حق تعالیٰ دیتے ہیں تو تم اپنی احتیاج کو حق تعالیٰ کے روبرو خوب ظاہر کرو تا کہ خوب اچھی طرح عطا اور کرم تم پر نازل ہو آگے احتیاج ظاہر کرنے سے کرم کے جوش کرنے کی ایک مثال فرماتے ہیں۔

این گدایان الخ۔ یعنی راستہ پر یہ فقیر اور ہر مبتلا مخلوق کو اپنی حاجت دکھاتے ہیں۔

کوری والخ۔ یعنی اندھاپن اور لنجاپن اور بیماری اور درد (کو دکھاتے ہیں) تا کہ اس احتیاج کو دیکھ کر آدمی کے رحم کو جنبش ہو تو اسی طرح اگر تم حق تعالیٰ کے سامنے اپنی حاجت مندی کو ظاہر کرو گے تو حق تعالیٰ کا دریائے کرم بھی جوش میں آئے گا اور تم پر لطف و کرم فرمائیں گے آگے فرماتے ہیں کہ

ہیچ گوید الخ۔ یعنی کوئی یوں بھی کہتا ہے کہ ارے لوگو مجھے روٹی دو اس لئے کہ میرے پاس مال ہے اور ڈھیر ہے اور خوان ہے مطلب یہ کہ دیکھو جب مانگتے ہیں اور جب کوئی دیتا ہے احتیاج ظاہر کر کے مانگتے ہیں اور احتیاج کو دیکھ کر ہی دیتے ہیں اور اس طرح کوئی نہیں مانگتا کہ بھائی میرے پاس مال بہت ہے لہٰذا مجھے اللہ واسطے روٹی دو تو اسی طرح اگر تم حق تعالیٰ کے سامنے اپنی احتیاج کو ظاہر کرو گے تو جس قدر ظاہر کرو گے اسی قدر کرم ہو گا آگے پھر اوپر کی طرف رجوع ہے اوپر کہا تھا کہ کسی کو کوئی شے بے ضرورت نہیں ملتی آگے بھی یہی فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

چشم نہادست الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے کورموش کی آنکھ نہیں رکھی اس لئے کہ بے آنکھ ہی اس کا اچکنا اچھا ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ بے آنکھ کے بھی اپنی غذا حاصل کر لیتی ہے لہٰذا اس کو آنکھ کی ضرورت بھی نہ تھی اسی لئے حق تعالیٰ نے اس کے آنکھ نہیں رکھی کہ بے ضرورت تھی۔

می تواند زیست الخ۔ یعنی وہی کورموش بے آنکھ اور بصارت کے بھی زندہ رہ سکتی ہے لہٰذا وہ خاک تر میں آنکھ سے فارغ ہے مشہور ہے کہ چھچھوندر تر خاک میں رہتی ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ وہ تو اپنی اس خاک تر میں آنکھ سے فارغ ہے لہٰذا اس کے آنکھ رکھی بھی نہیں گئی اس لئے کہ فضول تھی آگے فرماتے ہیں کہ

شرح مبیبی

جز بدزدی او بروں ناید زخاک	تا کند خالق ازاں دزدیش پاک
وہ چوری کرنے کے علاوہ زمین سے نہیں نکلتی ہے	تا کہ اللہ (تعالیٰ) اس چور پن سے اسے پاک کر دے
بعد ازاں پریا بد و مرغے شود	چوں ملائک جانب گردوں رود
اس کے بعد وہ وہ پر حاصل کر لے اور پرندہ بن جائے	فرشتوں کی طرح آسمان کی جانب جائے
ہر زماں در گلشن شکر خدا	او برآرد ہمچو بلبل صد نوا
ہر وقت اللہ (تعالیٰ) کے شکر کے گلشن میں	وہ بلبل کی طرح سیکڑوں نغمے گائے
کاے رہانندہ مرا از وصف زشت	اے کنندہ دوزخے را تو بہشت
کہ اے مجھے برائی سے چھڑا دینے والے!	اے دوزخ کو بہشت بنا دینے والے!
می نہی در پیہ نور و روشنی	استخواں رامی دہی سمع اے غنی
تو چربی میں نور اور روشنی پیدا کر دیتا ہے	اے بے نیاز! تو ہڈیوں کو سننے کی طاقت عنایت فرماتا ہے
چہ تعلق آں معانی رابہ جسم	چہ تعلق فہم اشیا را باسم
ان صفات کا جسم سے کیا تعلق؟	ناموں سے اشیاء کو سمجھ جانے کا کیا علاقہ؟
لفظ چوں وکرست معنیٰ طائرست	جسم جوی روح آب سائرست
لفظ گھونسلے کی طرح ہیں، معنیٰ پرند ہیں	جسم نہر ہے اور روح رواں پانی ہے
در روانی روئے آب و جوئے فکر	نیست بے خاشاک خوب وزشت ذکر
فکر کی نہر کے پانی کی سطح روانی میں	کوڑے اور اچھے برے خیال کے بغیر نہیں رہتی

www.besturdubooks.wordpress.com

اور روانست او تو گوئی واقف ست	اودّ روانست تو گوئی عاکف ست
وہ جا رہی ہے تو کہتا ہے ٹھہری ہوئی ہے	وہ دوڑ رہی ہے اور تو کہتا ہے وہ کھڑی ہے
گر نہ بینی سیر آب از جا بجا	چیست بروے نو بنو خاشا کہا
اگر پانی کی روانی ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں ہے	تو کوڑا کرکٹ اس پر نیا نیا کیوں ہے؟
ہست خاشاک نوصورتہائے فکر	نو بنو در میر سد اشکال بکر
فکر کی صورتیں نیا نیا کوڑا کرکٹ ہیں	نئی شکلیں تازہ بتازہ پیدا ہوتی ہیں
روئے آب جوئے فکر اندر روش	نیست بے خاشاک محبوب ووحش
فکر کے نہر کے پانی کی سطح رفتار میں	اچھے اور برے (خس) خاشاک کے بغیر نہیں ہے

یہ چھچھوندر خاک سے اگر کبھی نکلتی ہے تو غذا کی چوری کے لئے یعنی ارباب علوم تقلیدی اگر کبھی حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو اغراض دنیاوی کے لئے اور یہ حالت ان کی اس وقت تک رہتی ہے جب تک کہ ان کو حق سبحانہ بفضل ورحمت جس کی ہر وقت امید ہے اور ہونی چاہیے اس چوری سے پاک کردیں اور اغراض نفسانیہ کو زائل کردیں اور جب وہ چوری سے پاک صاف ہو جاتے ہیں اور اغراض نفسانیہ سے علیحدہ ہو جاتے ہیں اس وقت ان کو پر عطا ہوتے ہیں اور فرشتوں کی طرح آسمان کی جانب اڑتے ہیں۔ قرب الٰہی وترقی روحانی حاصل کرتے ہیں اور ہر وقت گلشن شکر خدا میں خواہ بزبان حال یا بزبان قال سینکڑوں انداز سے نغمہ سرائی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے مجھے صفات ذمیمہ سے رہائی دینے والے اور میرے دوزخ کو بہشت بنانے والے اور نفس امارہ ومطمئنہ کرنے والے تو بڑا قادر ہے تو اپنی قدرت کاملہ سے چربی کے ٹکڑوں میں نور رکھتا ہے اور ہڈیوں کو قوت سامعہ بخشتا ہے اجسام کو اوصاف سے کیا تعلق ہے مگر تو ان کو یہ صفات عطا کرتا ہے۔ الفاظ سے فہم اشیاء کو کیا مناسبت مگر تو ان کو یہ صفت عطا کرتا ہے لفظ بمنزلہ آشیانہ کے ہے اور معنی بمنزلہ پرندہ کے ہے لان الالفاظ قوالب المعانی جسم بمنزلہ ندی کے ہے اور روح بمنزلہ بہتے پانی کے للظرفیۃ العرضیۃ والافاضۃ والاستفاضۃ یہ کیوں محض تیرے ان کو ایسا بنانے سے ورنہ لفظ کو معنی سے اور روح کو جسم سے کچھ بھی مناسبت نہیں۔ چونکہ مولانا نے روح کو بہتے پانی سے تشبیہ دی ہے یہاں سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ روح کی قوت فکریہ جو بمنزلہ آب جو کے ہے اس کی سطح اشیاء کے تذکر محمود ومذموم کے خس وخاشاک سے صاف نہیں رہتی یعنی قوت فکریہ پر ہمیشہ خیالات سے دور رہتا ہے۔ تم اس کو ٹھہرا ہوا سمجھتے ہو لیکن وہ ہر وقت چلتی رہتی ہے اور اپنے کام میں مصروف ہے اگر اس پانی کی ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت تم کو محسوس نہیں ہوتی اور اس لئے تم اس کی حرکت کا انکار کرتے ہو تو پھر بتلاؤ کہ اس کی سطح پر نئے نئے خاشاک کیوں آتے ہیں۔ کیا ٹھہرے ہوئے پانی کی بھی یہ حالت ہوتی ہے اب سمجھو کہ وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

خاشاک کیا ہیں وہ صور فکریہ اور نئے نئے خیالات ہیں جو ہر وقت آتے جاتے رہتے ہیں اور اس لئے قوت فکریہ جو پانی کی مثل ہے اس کی سطح پہلے برے خس وخاشاک سے کبھی خالی نہیں ہوتی ہے۔

شرح شبّیری

جز بدزدی الخ۔ یعنی وہی کورموش بغیر چوری کے اور کسی کام کے لئے خاک سے نکلتی نہیں ہے جب تک کہ خالق تعالیٰ اس کو چوری سے پاک نہ فرمائیں۔ مطلب یہ کہ اوپر دنیا داروں اور مجوبین کو موش اور کورموش وغیرہ سے تشبیہ دی تھی اسی کے متعلق فرماتے ہیں کہ جس طرح وہ کورموش بجز اس کے کہ وہ کسب معاش کرے اور کسی وجہ سے وہ اپنے بل سے باہر نکلتی ہی نہیں اسی طرح دنیا دار لوگ بجز کسب دنیا کے اور کسی کام امر کی تدبیر میں لگتے ہی نہیں اور دوسری چیز یعنی دین کی طرف متوجہ ہوتے ہی نہیں اب چونکہ ان بے چاروں کو بہت ہی برا بھلا کہا ہے اس سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید کوئی مایوسی ہی ہو جائے کہ جب یہ حالت ہے تو اب اصلاح کی کیا امید ہوسکتی ہے اور مولانا شیخ کامل ہیں اس لئے دوسرے مصرعہ میں اس کی اصلاح فرماتے ہیں کہ یہ سب کچھ اس وقت تک ہے کہ جب تک حق تعالیٰ اس شخص کو ان جھگڑوں سے نجات نہ دیں اور جب حق تعالیٰ نجات دے دیتے ہیں اور دوسری طرف لگا دیتے ہیں تب اس کی یہ حالت نہیں رہتی بلکہ پھر تو یہ حالت ہوتی ہے کہ عالم بالا اور عالم غیب کی طرف اس کا میلان ہوتا ہے اور اس عالم سفلی سے نفرت ہو جاتی ہے آگے خود مولانا اسی کو فرماتے ہیں کہ

بعد ازاں الخ۔ یعنی بعد اس (توفیق حق) کے وہ پر پالیتا ہے اور پرندہ ہو جاتا ہے اور فرشتوں کی طرح گردوں کی طرف جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب حق تعالیٰ اس کو ان امور سے پاک فرما دیتا ہے اور اس کے ملکات سیئہ کو ملکات حسنہ بنا دیتا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں موجود ہے اور اولٰئک یبدل اللہ سیاٰتھم حسنات تو اس وقت فرشتوں کی طرح ان کا طبعی میلان اور رغبت عالم بالا اور عالم غیب ہی کی طرف ہوتا ہے اور عروج حاصل ہوتا ہے اور مراتب علیا حاصل ہوتے ہیں اس میں ایک تو خود ان لوگوں کی تسلی ہے دوسرے جو لوگ کہ ایسوں کو ذلیل سمجھتے ہیں ان کو سنانا مقصود ہے کہ دیکھو ان کو حقیر مت سمجھو کیا خبر ہے کہ ایک وہ وقت آئے کہ یہ ان کے سارے ملکات سیئہ حسنات ہو جائیں اس وقت کیا منہ لے کر ان کے سامنے آؤ گے لہٰذا کسی کو حقیر نہ سمجھے ہاں ان افعال کو برا سمجھے مگر اس شخص کو حقیر نہ سمجھے کہ اپنی تسبیح وتہلیل پر نظر کر کے اس بے چارہ کو یہ سمجھنا اور کہنا کہ یہ دنیا کے کتے ان کی مغفرت کہاں ہوسکتی ہے وغیرہ وغیرہ ارے جب خدا نہ کردہ تم سے کوئی مغفرت چاہے گا مت بخشنا مگر حق تعالیٰ کے فضل ورحمت میں آپ کو کس نے رائے زنی کرنے کو کہا ہے۔ وہی مثل ہے کہ الحاتک اذا صلی یومین انتظر الوحی۔ پانچ وقت کی نماز کیا پابندی سے پڑھ لیتے ہیں کہ ساری دنیا ان کے نزدیک مرتد اور مردود ہوگئی ہے نعوذ باللہ لہٰذا یاد رکھو کہ کبھی کسی کو حقیر ذلیل مت سمجھو غرضکہ جب اس شخص کے ملکات بدل جائیں گے اور اس کو عروج حقیقی حاصل ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

گا تو اس کو جو فرحت ہوگی وہ اس کے دل سے کوئی پوچھے۔ اس خوشی میں اس کی یہ حالت ہوگی کہ

ہر زمان الخ۔ یعنی وہ ہر گھڑی حق تعالیٰ کے گلشن شکر میں بلبل کی طرح سینکڑوں آوازیں نکالے۔ مطلب یہ کہ جس قدر اس سے ہو سکے گا حق تعالیٰ کا شکر بجالائے گا کہ الٰہی تیرا شکر ہے کہ یہ نعمت عظمیٰ اس ناکارۂ خلائق کو عطا ہوئی اور یوں کہے گا کہ

کاے الخ۔ یعنی کہ اے مجھے اوصاف زشت سے چھڑانے والے اور اے دوزخ کو بہشت بنانے والے (تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے) دوزخ سے مراد ملکات سیہ اور بہشت سے مراد ملکات حسنہ مطلب یہ ہوا کہ جب اس کے ملکات بدل جائیں گے تو وہ کہے گا کہ اے وہ ذات کہ جس نے میرے ملکات سیہ کو حسنہ کر دیا تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے اب چونکہ ظاہر بینوں کو یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ بھلا ہر شے کے تبدل ماہیت کے لئے اس دوسری شے میں کوئی مناسبت بھی تو ہو مگر یہاں دوزخ و جنت میں کیا مناسبت ہے اور کیا واسطہ ہے کہ جو دوزخ کو جنت کر دیا جائے گا لہٰذا مولانا آگے اس کا جواب اس شاکر ہی کی زبان سے فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ بے شک مناسبت مابین کی ضرورت ہے مگر یہ تو صرف مخلوق ہی کو ضرورت ہے حق تعالیٰ کو اس کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ وہ تو بہت ہی غیر مناسب اشیاء میں ایسا تعلق پیدا فرما دیتے ہیں کہ آج تک اس تعلق کی کنہ نہ کسی کو ملی اور نہ کوئی معلوم کر سکے جیسے کہ مثلاً رطوبت چشم میں روشنی کا پیدا فرما دینا بھلا رطوبت اور روشنی میں کیا مناسبت ہے کوئی بتا تو دے بلکہ اگر ہے تو کوئی دوسرا ایسی قسم کی رطوبات کو جمع کر کے روشنی رکھ تو دے۔ معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی وہ قدرت ہے کہ جس میں اس کی ضرورت ہی نہیں ہے کہ ان میں مناسبت ہو وہ ویسے بھی تعلق پیدا کرنے پر قادر ہیں آگے اسی کو بہت سی مثالوں سے بیان اور واضح فرماتے ہیں کہ گویا وہ شاکر کہتا ہے کہ یا الٰہی تیری وہ قدرت ہے کہ

می نہی الخ۔ یعنی چربی میں آپ نور اور روشنی رکھ دیتے ہیں اور ہڈیوں کو قوت سماعت آپ نے عطا فرمائی ہے اے غنی پیہ سے مراد وہ رطوبات چشم ہیں اور استخوان سے مراد یہ کان کے پٹھے وغیرہ تو دیکھو بھلا ان میں آپس میں کیا جوڑ ہے مگر حق تعالیٰ نے ایک جوڑ پیدا فرما دیا ہے کہ جس کی کنہ کسی کو بھی آج تک معلوم نہ ہو سکی یوں چاہے کچھ تعلق گھڑ لیں مگر وہ سب نکات بعد الوقوع ہوں گے اگر اصل کنہ کا پتہ چل جاتا تو ضرور تھا کہ خود بھی اس کے بنانے پر قادر ہوتے۔

چہ تعلق الخ۔ یعنی ان معانی کا جسم سے کیا تعلق اور فہم اشیاء کا نام سے کیا تعلق۔ مطلب یہ کہ سمع اور بصر وغیرہ تو اوصاف ہیں اور وہ رطوبت اور استخوان وغیرہ جسم ہیں تو بھلا ان میں اور ان میں کیا تعلق وہ لطیف اور یہ کثیف یہ مادی اور وہ غیر مادی اس لئے کہ وہ تو اوصاف ہیں مگر پھر بھی تعلق ہے اور سب سے زیادہ حیرت میں ڈالنے والی یہ بات ہے کہ ہم جب چیزوں کا نام لیتے ہیں تو اس سے ان کا فوراً تصور ہمارے ذہن میں آ جاتا ہے اور ان کی وہ ہیئت کذائی سامنے کھڑی ہو جاتی ہے مثلاً لوٹا کہا تو فوراً ذہن منتقل ہو گیا کہ وہ جو گول ہوتا ہے اور اس میں ایک ٹونٹی اس شکل کی لگی ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ تو بھلا کوئی بتا دے کہ اس نام میں اور اس جسم خاص اور شکل خاص میں کیا تعلق ہے اور کیا مناسبت ہے کہ جس سے وہ فوراً سمجھ میں آ گیا۔ بس کچھ سمجھ میں نہیں آتا صرف اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ

حق تعالیٰ نے قلوب میں یہ بات ڈال دی ہے کہ ان ناموں سے ان صور کی طرف التفات ہو جاتا ہے ورنہ بظاہر اور کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی بس خدا کی قدرت ہے کہ اس طرح تعلق رکھ دیا ہے۔

لفظ چون الخ۔ یعنی لفظ مثل آشیانہ کے ہے اور معنی مثل طائر کے ہیں اور جسم تو نہر ہے اور روح چلتا ہوا پانی ہے۔ یہاں نہر سے مراد صرف وہ ہے جو کہ ابھی کھودی گئی ہو اور اس میں پانی نہ ہو۔ تو مطلب یہ ہے کہ اوپر کہا گیا ہے کہ ان اعصاف سمع و بصر وغیرہ میں اور جسم انسانی میں کوئی تعلق نہیں ہے اب فرماتے ہیں کہ اگر بہت غور و خوض کے بعد سوچا جائے تو اتنا کہہ سکتے ہیں کہ یہ اوصاف تو پرند کی طرح ہیں اور جسم آشیانہ کی طرح یعنی آپس میں ظرف و مظروفیت کا تعلق ہے مگر کوئی بھی بتا دے کہ بھلا ظرف و مظروف ہی میں کیا تعلق ہے یوں تو بظاہر یہ تعلق ہے کہ یہ آشیانہ اس کا ہے مگر اس کی کنہ کیا ہے کہ آخر یہ تعلق کس وجہ سے ہے کوئی بھی نہیں بتا سکتا۔ تو دیکھو ایک تعلق نکلا بھی تو وہ بھی کالعدم جس کا کہ اعتبار کر ہی نہیں سکتے اس لئے کہ اس تعلق کو جس کے مشابہ کہا جاتا ہے خود اسی میں تعلق کی خبر نہیں تو مشبہ میں تو کیا کوئی بتا سکتا ہے یا یہ کہا جائے کہ جسم ایک نہر محفور ہے اور روح اس میں پانی کی طرح ہے اس کا حاصل بھی وہی ظرف و مظروفیت ہے۔ مگر کوئی بتا دے کہ بھلا روح اور جسم میں کیا علاقہ ہے خدا کی قسم قیامت تک اس کی کنہ سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ اس لئے کہ یہ فعل حق ہے اس کی کنہ عبد کس طرح معلوم کر سکتا ہے چونکہ یہاں روح کو آب جاری سے تشبیہ دی ہے اس لئے آگے اسی پر متفرع فرماتے ہیں کہ

در روانی الخ۔ یعنی فکر کی ندی کے پانی کا سطح روانی میں بے اچھی بری اشیاء کے ذکر کے خس و خاشاک کے نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے فکر اور روح جو اس جسم میں چل رہے ہیں اور عروج کر رہے ہیں ان کے اندر وساوس اور افکار وغیرہ بھرے ہوئے ہیں تو جس طرح کہ پانی پر خس و خاشاک آ جانے سے اس پانی کی صفائی محسوس و معلوم نہیں ہوتی اسی طرح ان وساوس و افکار دنیویہ کے آ جانے سے روح کی وہ صفائی اور لطافت محسوس نہیں ہے ورنہ اگر یہ نہ ہو تو روح کا جو اس عالم سے تعلق ہے وہ ضرور نظر آئے۔ یہ جو تعلقات بالجسم ہیں جس سے کہ افکار دنیویہ پیدا ہوتے ہیں یہ اس کے اس تعلق کو ظاہر ہونے ہی نہیں دیتے اور اس کے آثار کو مرتب نہیں ہونے دیتے۔

او دوانست الخ۔ یعنی وہ پانی تو چل رہا ہے مگر تم کہتے ہو کہ ٹھہرا ہوا ہے اور وہ دوڑ رہا ہے اور تم کہتے ہو کہ کہف ہے۔ مطلب یہ کہ روح ہر وقت عالم بالا کی طرف توجہ کر رہی ہے اور اسی طرف اس کا میلان ہے مگر چونکہ اس پر موانع تعلق بالجسم کی وجہ سے طاری ہیں جو مشابہ خس و خاشاک کے ہیں وہ اس کی روانی کو محسوس نہیں ہونے دیتے ورنہ اگر یہ اٹھ جائیں اور موانع جسم جاتے رہیں تو ظاہر ہے کہ پھر تو ضرور اس عالم غیب سے تعلق روح کا ظاہر طور پر معلوم و محسوس ہو مگر اب ان تعلقات کی وجہ سے محسوس نہیں ہوتا اور ان دنیاوی جھگڑوں میں ان دنیا کی چیزوں کی یاد میں انسان لگا رہتا ہے اور حق تعالیٰ کی طرف کی خبر بھی نہیں ہوتی چونکہ یہ کہنا کہ روح کا میلان اسی طرف ہے مگر موانع کی وجہ سے محسوس نہیں ہے صرف دعویٰ ہے اس لئے آگے بطور دلیل انی کے فرماتے ہیں

گر نبودے الخ۔ یعنی اگر پانی ایک جگہ سے دوسری جگہ نہ چلتا تو اس پر یہ نئے نئے خس و خاشاک کیسے ہیں مطلب

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ ہے کہ اگر روح میں روانی اور اس کو عروج اور عالم بالا کی طرف میلان نہ ہوتا تو پھر یہ نئے نئے افکار اور نئی نئی باتیں کہاں سے آتیں یہ جو ہر وقت ایک نیا فکر ہے اور نئی ایجاد ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اندر کوئی شے چل رہی ہے کہ اس سے کبھی کوئی شے سامنے آتی ہے اور پھر دوسری شے نظر آتی ہے جس طرح کہ دیکھو اوپر خس وخاشاک ہوتے ہیں اور اندر پانی چلتا ہے تو اس کے چلنے سے وہ خاشاک بھی چلتے ہیں اور جواب ہمارے مقابل تھا وہ آگے بڑھ کر دوسرا سامنے آ گیا معلوم ہوا کہ کوئی چیز ہے جو ان کو چلا رہی ہے اسی طرح روح کے اثرات کے بدلنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی کوئی شے ہے کہ جو روانی میں ہے اور ہر گھڑی ایک نئی چیز کو سامنے لا کر کھڑا کرتی ہے آگے خود تشریح فرماتے ہیں کہ

ہست خاشاک الخ۔ یعنی تیری خاشاک وہ صور فکر یہ ہیں کہ جو باکرہ لڑکی کی طرح ہر دم نو بنو آ رہی ہیں۔

روئے آب الخ۔ یعنی فکر کی ندی کے پانی کا سطح بے خاشاک خوب وزشت کے روشن میں نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کے لئے یہ ضرور ہے کہ اس کی قوت فکر یہ میں جو کہ ایک ندی کی طرح ہے مختلف اچھے اور برے خیالات آتے ہیں مگر ان افکار کے آنے سے چاہیے کہ انسان استدلال کرے اس استدلال کو خود فرماتے ہیں کہ

قشرہا بر روئے ایں آب رواں	از ثمار باغ غیبی شد دواں
اس رواں پانی کی سطح پڑ چھلکے	عالم غیب کے پھلوں سے چل رہے ہیں
قشرہا را مغز اندر باغ جو	زانکہ آب از باغ می آید بجو
چھلکوں کا گودا باغ میں تلاش کر	اس لئے کہ پانی نہر میں باغ سے آ رہا ہے
گر نہ بینی رفتن آب حیات	بنگر اندر سیر ایں جوی و نبات
اگر تو زندگی کے پانی کا جاری ہونا نہیں دیکھتا ہے	اس نہر اور خس و خاشاک کی روانی پر غور کر لے
آب جو انبہ تر آید در گذر	زو کند قشر صور زو تر گذر
نہر کا پانی جب کثرت سے گزرے	اس میں صورتوں کے چھلکے تیزی سے گزر جاتے ہیں
چوں بغایت تیز شد ایں جو رواں	غم نہ پاید در ضمیر عارفاں
جب یہ نہر بہت تیزی سے چلتی ہے	تو عارفوں کے دل میں غم نہیں ٹھہرتا ہے
چوں بغایت ممتلی بود و شتاب	بس نگنجد اندر والا کہ آب
جب (وہ نہر) انتہائی بھری ہوئی اور تیز ہو	تو اس میں پانی کے علاوہ کچھ نہیں ٹھہرتا ہے

شرح حبیبی

بیان مذکورۂ بالا بطور تمہید اور مقدمہ کے تھا اب سمجھو کہ یہ خیالات دنیویہ جو بمنزلہ چھلکوں کے ہیں اور اس پانی کی سطح پر بہہ رہے ہیں گلشن غیبستان کے پھلوں کے چھلکے ہیں پس تو اس باغ میں جا اور ان چھلکوں کا مغز تلاش کر

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی حقائق و معارف الٰہیہ ڈھونڈ کیونکہ یہ پانی اس ندی میں باغ ہی سے آ رہا ہے جس کی دلیل یہ چھلکے ہیں اگر تجھے وہ آب حیات کا سرچشمہ غیبی نظر نہیں آتا جس میں سے اس ندی میں پانی آ رہا ہے اور جسم و روح جس سے مستفیض ہو رہے ہیں تو تو اس ندی کی اس خاص انداز سے چلنے کو اور اس میں ان نباتات (خیالات) کی آمیزش کو دیکھ لے تجھے معلوم ہو جائے گا کہ اس ندی کا منبع باغ ہی ہے۔ جب یہ مقدمہ معلوم ہو گیا تو اب سنو جب اس چشمہ آب حیات سے اس ندی میں پانی بکثرت آتا ہے اور قلوب پر واردات کا ہجوم ہوتا ہے تو یہ خیالات تیز رواں ہونے لگتے ہیں اور جب یہ ندی زیادہ تیزی سے رواں ہوتی ہے تو اس وقت عارفوں کے قلوب میں غم نہیں ٹھہر سکتا اور جب پورے طور پر لبریز ہو جاتی ہے اور پوری قوت سے بہنے لگتی ہے تو وہاں بجز پانی کے اور کسی چیز کی گنجائش ہی نہیں ہوتی۔ بس اس وقت واردات غیبی اور علوم عرفانی ہی ہوتے ہیں غم و فکر کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا اچھا اب ایک حکایت سن جس سے ہمارے بیان کی تصدیق و تائید ہو۔

شرح شبّیری

قشرہا الخ۔ یعنی اس آب جاری کے سطح پر یہ چھلکے باغ غیبی کے پھلوں میں سے آئے ہیں۔

قشرہا الخ۔ یعنی ان چھلکوں کے مغز کو باغ میں سے تلاش کرو اس لئے کہ پانی باغ ہی میں سے ندی میں آ رہا ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ پانی اس نہر محفور کے لئے مفیض ہوتا ہے کہ اس سے اس کو تری ہوتی ہے اور وہ ندی مستفیض ہوتی ہے اسی طرح روح مفیض اور جسم مستفیض ہوتا ہے اور جس طرح کہ نہر میں چھلکے پھلوں کے نظر آنا اس کی دلیل ہے کہ ضرور یہ نہر کسی باغ کے نیچے سے ہو کر آ رہی ہے کہ جس میں سے پھلوں کے قشر اس میں سے گرتے ہیں تو اسی طرح دماغ میں اور قوت فکریہ میں افکار کا آنا بتا رہا ہے کہ یہ روح کہ جس سے اس جسم کا تعلق ہے کسی معدن علوم و فیوض سے تعلق رکھتی ہے پس جس طرح کہ اس چھلکے بہنے سے استدلال باغ پر کر کے اس باغ کی طلب ضروری ہے اسی طرح ان افکار کے ہجوم سے ضروری ہے کہ یہاں بھی اس معدن علوم و فیوض کی طلب کی جائے اسی کو مولانا فرماتے ہیں کہ ان افکار و اوہام کے ہجوم سے تم سمجھو کہ جہاں سے یہ فیض اس پر ہو رہا ہے اس اصل کو تلاش کرنا چاہیے اور وہ اصل وہ روح اعظم اور عالم غیب ہے لہٰذا اس سے استدلال کر کے اس طرف توجہ چاہیے اور جب عالم بالا اور عالم غیب کی طرف توجہ ہو گی تو پھر حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف بھی توجہ ہو گی لہٰذا ان سے استدلال کر کے حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور اس کی طلب ضروری ہے خوب سمجھ لو۔ آگے فرماتے ہیں کہ

گر نہ بینی الخ۔ یعنی اگر تم کو آب حیات کی روانی نظر نہیں آتی تو اس نہر کی اور نباتات کے چلنے کو دیکھو۔ مطلب یہ ہے کہ اگر روح کا عروج اور اس کی سیر تم کو نظر نہیں آتی اور اس سے تم استدلال نہیں کر سکتے تو ان افکار وغیرہ کے ہر گھڑی نو بنو آنے سے ہی استدلال کرو اور دیکھو کہ ایک جا رہا ہے اور دوسرا آ رہا ہے قوت فکریہ کبھی خالی نہیں رہتی۔ کسی

www.besturdubooks.wordpress.com

نے خوب کہا ہے کہ کبھی وہ اور کبھی اس کار ہا غم + غرض خالی دل شیدانہ پایا + تو اس سے ہی سمجھ کہ ہاں روح میں روانی ہے اور ایک گھڑی رنج ہے تو دوسرے وقت خوشی ایک وقت تکلیف ہے تو اس کے بعد راحت ہے۔ یہ ساری باتیں روح کی سیر اور روانی پر دال ہیں یہاں تک تو عوام کا ذکر تھا کہ ان کی حالت میں بھی تبدل ہوتا ہے مگر بہت آہستہ اور کم ہوتا ہے بلکہ مثلاً اگر کبھی غم سوار ہوا تو وہ بھی دیرپا ہے اور اگر کلفت ہے تو اسکا اثر بھی باقی ہے غرضکہ تبدل ہوتا ہے مگر دیر میں اس لئے ان افکار کو دفع کرنے والی تو وہ قوت روحانی ہے جو کہ علوم وحقائق ومعارف سے پیدا ہوتی ہے اور یہ عوام میں کم ہے تو افکار دنیویہ کا اثر بھی ان پر زیادہ ہے آگے حضرات اولیاء اللہ حالت کو بیان فرماتے ہیں۔

آب جولہنہ الخ۔ یعنی نہر کا پانی چلنے میں جب بہت زیادہ ہو جاتا ہے تو اس سے قشر صور بہت جلدی گذر جاتے ہیں مطلب یہ کہ دیکھو اگر نہر میں پانی کم ہو تب تو خس وخاشاک آہستہ چلتے ہیں اور ایک جگہ زیادہ ٹھہرتے یہ حالت تو عوام کی ہے کہ بسبب علوم کی کمی کے ان میں افکار وغموم دیرپا ہوتے ہیں اور جو لوگ کہ کام شروع کر دیتے ہیں یعنی سالکین متوسطین چونکہ ان کے علوم وحقائق ایک دم سے انبوہ کرکے آتے ہیں تو ان میں وہ علوم و حقائق ان افکار دنیویہ کو زیادہ ٹھہرنے نہیں دیتے بلکہ جلدی ہی سے یہ افکار زائل ہو جاتے ہیں اور وہ علوم اس کو اپنی طرف متوجہ کر لیتے ہیں یہ حالت متوسطین کی ہوئی۔

چون بغایت الخ۔ یعنی جب یہ ندی خوب تیز ہو جاتی ہے تو پھر عارفین کے قلوب میں غم ٹھہرتا ہی نہیں مطلب یہ کہ جب ندی میں پانی زور سے آئے یعنی جسے ریلہ کہتے ہیں وہ آجائے تو پھر خس وخاشاک آتے ہیں۔ مگر اس قدر سرعت سے گزرتے ہیں کہ ان کو ایک جگہ قرار ہی نہیں ہوتا جیسے کہ کسی نے کسی اونچی جگہ سے نشیب میں پانی گرتے دیکھا ہو جس کو جھال بولتے ہیں تو دیکھئے کہ کس قدر سرعت سے تمام خس وخاشاک گزرتے ہیں کہ معلوم بھی نہیں ہوتے یہ حالت عارفین کی ہے کہ ان حضرات کے قلب میں غموم وہموم دنیا آتے تو ہیں مگر وہ علوم وحقائق جو ان کے اندر بھر رہے ہیں ان کو ایک سیکنڈ کے لئے ٹھہرنے نہیں دیتے یہ عارفین ہوئے۔

چون بغایت الخ۔ یعنی جب بے انتہا بھر جائے اور بہت ہی تیز ہو جائے تو اب اس میں بجز پانی کے اور کچھ سماتا ہی نہیں مطلب یہ کہ جب تک وہ ریلہ رہا جب تک تو خیر خس وخاشاک آتے مگر جلدی ہی گزر گئے لیکن اگر پانی اسقدر بھر جائے کہ نہر کے کناروں سے بھی باہر نکل جائے اب وہ حالت ہے کہ اس میں بجز پانی کے اور کچھ سماتا ہی نہیں سارے خس وخاشاک ابل کر باہر نکل گئے اور پانی صاف وشفاف رہ گیا۔ یہ حالت ان لوگوں کی ہے کہ جن پر فنا غالب ہوتی ہے کہ ان حضرات کے قلوب پر ہموم وغموم طاری ہی نہیں ہوتے بس ان کی نظر ہر وقت حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف ہی لگی ہوئی ہے یہاں آئے ہی نہیں ان سب میں فرق ایک مثال سے سمجھو کہ جیسے کئی آدمیوں کے بیٹے مر گئے ایک تو عامی ہے اس کی یہ حالت ہوگی کہ گریہ وبکا شروع کرے گا اور شکوہ وشکایت کے دفتر کھول دے گا اور اس کا سوگ منا کر بیٹھ جائے گا نہ نماز رہی نہ روزہ رہا بس ہر گھڑی اسی کا خیال ہے یہ تو عامی ہو گیا دوسرے کی یہ حالت ہوئی کہ اس نے سنا اس کو غم بھی ہوا رویا بھی ایک دن غم رہا مگر پھر زائل ہو گیا اور اپنے کاموں میں لگ گیا۔ مگر اب بھی جب خیال آتا ہے تو پھر وہی حالت ہو جاتی ہے اور تھوڑا تھوڑا خیال ہر وقت یہی رہتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے مگر ان سب باتوں میں حدود شرعیہ سے تجاوز نہ کیا نہ خدا تعالیٰ کی شکایت کرنے بیٹھا یہ متوسط ہے کہ غم مستولی ہے مگر خیر کچھ سنبھلا ہوا ہے تیسرے کو جب خبر ہوئی تو اس نے سن کر انا للہ پڑھی اس وقت رنج بھی ہوا آنسو بھی نکلے مگر بہت سنبھلا رہا۔ بدحواس نہیں ہوا بلکہ اپنے کام میں لگا رہا اور یہی سمجھا کہ خدا کی چیز تھی اسی نے لے لی اس کی نظر فوراً حق تعالیٰ پر ہوئی اور سارا رنج وغم زائل ہوگیا اگرچہ رنج طبعی باقی رہا مگر یہ نہیں کہ نماز میں بھی وہی اور قرآن میں بھی وہی بلکہ دل سے تو متوجہ بحق ہے مگر طبعی رنج ہے۔ یہ عارف ہے اور یہی کامل ہے اس لئے کہ اس کی حالت اشبہ ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ حضرت ابراہیم کی وفات کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ انا بفراقک یاابراھیم محزونون اور آپ کے آنسو جاری تھے مگر قلب مبارک میں وہی حب حق بسی ہوئی تھی جب چوتھے صاحب کو اطلاع ہوئی تو بولے کہ الحمد للہ اور ہنسے اور خوش ہوئے جیسا کہ بعض مجاذیب بزرگوں کے قصے لکھے ہیں یہ حالت غلبۂ فنا کی مگر کمال نہیں ہے ہاں بعض مرتبہ کاملین کو بھی یہ حالت طاری ہوتی ہے اور ان پر بھی غلبۂ فنا کا ہوتا ہے مگر ان کی یہ حالت دائمی نہیں ہے تو اس حالت میں غم اور فکر اور رنج آتا ہی نہیں ہمیشہ ہشاش بشاش رہتے ہیں تو دیکھو یہ سارے تفاوت بوجہ قوت روح اور ضعف روح کے ہیں کہ ایک قوی الروح تھا اس پر ویسا اثر مرتب ہوا اور اس قوت نے مدافعت کی اور دوسرا ضعیف تھا اس پر دوسرا اثر ہوا۔ آگے ایک حکایت لاتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص کے سامنے ایک شخص نے اس کے پیر کو برا بھلا کہا اور کہا کہ وہ تو شرابی ہیں مرید نے کہا کہ تم غلط کہتے ہو اس معترض نے اس مرید کو میخانہ میں لے جا کھڑا کیا دیکھا کہ شیخ جام ہاتھ میں لئے بیٹھے ہیں تب اس معترض نے اعتراض کیا کہ حضرت مجھ پر تو یہ نصیحت ہوتی ہے کہ شراب مت پیو اس لئے کہ جب جام شراب بھرا جاتا ہے تو اس میں شیطان مُوت دیتا ہے تو اب آپ کیوں پی رہے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ وہ اور جام ہوتے ہیں ہمارا جام اس قدر بھرا ہوا ہے اس میں اتنی جگہ ہی نہیں ہے کہ شیطان مُوت سکے پھر اس جواب کی مولانا وجہ بتادیں گے غرض کہ طویل قصہ آگے خود آتا ہے مگر یہاں بتانا یہ مقصود ہے کہ دیکھو جس طرح انہوں نے کہا کہ ہمارا جام اس قدر بھرا ہوا ہے کہ اس کی جگہ ہی نہیں ہے ایسے جن حضرات پر غلبہ فنا کا ہوتا ہے ان کے اندر بھی گنجائش اسکی نہیں رہتی کہ غموم وہموم دنیا ان کے اندر آسکیں بس اس مقام سے اس حکایت کو یہ مناسبت ہے اسی لئے لاتے ہیں اب حکایت سنیے۔

شرح حبیبی

طعنہ زدن بیگانہ برشیخے وجواب گفتن مرید شیخ آں بیگانہ را

ایک اجنبی شخص کا ایک شیخ پر طعنہ زنی کرنا اور شیخ کے ایک مرید کا اس کو جواب دینا

ابلہے یک شیخ را تہمت نہاد	کو بدست ونیست برراہ رشاد
ایک بیوقوف نے ایک شیخ پر تہمت رکھی	کہ وہ برا ہے اور راہ ہدایت پر نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

شارب خمرست وسالوس وخبیث	مر مریداں را کجا باشد مغیث
شرابی ہے اور مکار ہے اور خبیث ہے	تو مریدوں کا کیا دستگیر ہو گا؟
آں یکے گفتش ادب راہوش دار	خورد نہ بود ایں چنیں ظن بر کبار
ایک شخص نے اس سے کہا ادب کو ملحوظ رکھ	بڑوں پر ایسا گمان چھوٹا نہیں ہے
دور از وے دور از اوصاف او	کہ ز سیلے تیرہ گردد صاف او
اس سے اور اس کے اوصاف سے بعید ہے	کہ اس کا صاف پانی بہاؤ (کے پانی) سے گدلا ہو جائے
ایں چنیں بہتاں منہ بر اہل حق	کایں خیال تست برگرداں ورق
اہل حق پر اس طرح کا جھوٹ نہ بول	یہ تیرا (محض) خیال ہے ورق پلٹ دے
ایں نباشد ور بود اے مرغ خاک	بحر قلزم راز مردارے چہ باک
اے خشکی کے پرند! ایسا نہ ہو گا اور اگر ہو	بحر قلزم کو ایک مردار سے کیا خطرہ؟
نیست دون القلتین وحوض خورد	کش تواند قطرہ آب از کار برد
وہ قلتین سے کم اور چھوٹی حوض نہیں ہے	کہ اس کو (گندے) پانی کا ایک قطرہ بیکار کر دے
ز آتش ابراہیم رانبود زیاں	ہر کہ نمرودیست گومی ترس ازاں
(حضرت) ابراہیمؑ کو آگ سے کوئی نقصان نہیں ہے	جو نمرودی ہے کہہ دے وہ اس سے ڈرے
نفس نمرودست عقل و جاں خلیلؑ	روح در عین ست و نفس اندر دلیل
نفس نمرود ہے اور عقل اور جان خلیلؑ ہے	روح (مشاہدہ) ذات میں ہے اور نفس دلیل میں ہے
ایں دلیل راہ رہرو را بود	کو بہر دم در بیاباں گم شود
مسافر کو رہبر کی ضرورت ہوتی ہے	کیونکہ وہ ہر وقت جنگل میں گم ہو سکتا ہے
واصلاں رانیست جز چشم و چراغ	از دلیل راہ شاں باشد فراغ
(اللہ تک) پہنچ جانے والوں کیلئے صرف آنکھ اور چراغ کی ضرورت ہے	راہنما سے ان کو بے نیازی ہوتی ہے
گر دلیلے گفت آں مرد وصال	گفت بہر فہم اصحاب جدال
اگر وہ واصل شخص کوئی دلیل بیان کرتا ہے	تو بحث کرنے والوں کی عقل کے لئے بیان کرتا ہے
بہر طفلے نو پدر تی تی کند	گرچہ عقلش ہندسہ گیتی کند
نو (عمر) بچے کے لئے باپ تتلاتا ہے	اگرچہ اس کی عقل جہان کی پیمائش کر ڈالے

www.besturdubooks.wordpress.com

کم نہ گردد فضل استاد از علو	گر الف چیزے ندارد گوید او
استاد کی بزرگی بلندی سے کم نہیں ہو جاتی	اگرچہ وہ کہے الف خالی ہے
از پئے تعلیم آں بستہ دہن	گوید او حطی و ہوز کلمن
منہ نہ کھولنے والے بچہ کی تعلیم کے لئے	وہ حطی اور ہوز (اور) کلمن کہتا ہے
در زبان او بباید آمدن	از زبان خود بروں باید شدن
اس کی زبان میں آنا چاہئے	اپنی زبان سے نکل جانا چاہئے
تا بیاموزد زتو او علم و فن	جملگی از خود بباید گم شدن
تاکہ وہ تجھ سے علم اور فن سیکھ لے	اپنے آپ سے گم ہو جانا چاہئے
پس ہمہ خلقاں چو طفلان وے اند	لازم است ایں پیر را در وقت پند
لہذا تمام مخلوق اس کے بچے جیسے ہیں	نصیحت کے وقت یہ بات پیر کے لئے ضروری ہے

ایک احمق نے کسی شیخ پر تہمت لگائی کہ وہ برا اور گمراہ شخص ہے۔ شراب خواری و مکاری کرتا ہے خبیث ہے اور ہرگز شیخت کے قابل نہیں۔ او خویشتن گم است کرا رہبری کند۔ جب خود اس کی حالت ایسی گندہ ہے تو وہ مریدوں کی کیا دستگیری کرسکتا ہے کسی نے کہا کہ جناب ادب ملحوظ رکھیئے بڑے لوگوں کی نسبت ایسا گمان مناسب نہیں خدا نہ کرے کہ ان سے کوئی معصیت صادر ہو کر ان کے قلب صافی کو مکدر کرے۔ اہل اللہ پر ایسی تہمت نہ لگایئے یہ آپ کا خیال ہے اسے بدلیے اول تو یہ ہے نہیں اور اگر ہو بھی تو ایک مردار بحر قلزم کو مکدر نہیں کرسکتا۔ وہ قلتین سے کم اور حوض صغیر نہیں ہے جس کو ایک ناپاک قطرہ پانی بیکار کردے اور اس معصیت ظاہری سے ان کو ضرر ہو کیونکہ اہل اللہ کے لئے ان کی خاصیت اضرار باقی نہیں رہتی خواہ اس لئے کہ اہل اللہ اس حالت میں مغلوب العقل ہونے کے سبب مرفوع القلم ہوتے ہیں یا اس لئے کہ اس شئے کی حقیقت بدل جاتی ہے اور اس لئے وہ محرم ہی نہیں رہتی۔ آگ ابراہیم کو نہیں جلا سکتی ہاں نمرود کو پھونک دیتی ہے اس کو اس سے ڈرنا چاہیے پس روح مثل خلیل ہے اور نفس نمرود۔ جن لوگوں کا نفس بھی غلبۂ روح سے روح ہو گیا ہے ان کو معصیت مضر نہیں خواہ اس لئے کہ تبدل حقیقت سے وہ فی نفسہ معصیت ہی نہیں رہتی اور خواہ اس سبب سے کہ ان کی مغلوبیت کے باعث ان کے حق میں معصیت نہیں رہتی اور جن لوگوں کی روح بھی مغلوب نفس بھی مغلوب نفس ہو کر نفس ہو گئی ہے ان کو بے شک ضرر ہوتا ہے کیونکہ وہاں ان دونوں باتوں میں سے کوئی بھی بات نہیں ہوتی ایک فرق تو روح و نفس کے درمیان تم کو اس بیان سے معلوم ہو گیا گو بیان فرق مقصود نہ تھا اب ضمناً ایک دوسرا فرق بھی سن لو۔ روح مشاہدہ حق سبحانہ میں مصروف ہوتی ہے اور نفس طالب دلیل ہوتا ہے وجہ یہ ہے کہ رہنما کی ضرورت اس کو ہوتی ہے جو قطع منزل کے درپے ہو اس لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ اس کو بھٹک جانے کا خطرہ ہوتا ہے اور جو واصل الی المطلوب ہیں ان کو دلیل کی ضرورت نہیں بلکہ ان کو تو دیدہ بینا اور روشنی کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ امور ان کے اندر موجود ہیں کہ حق سبحانہ نے ان کو روح اور چشم بینا عطا فرمائی ہے اور نور معرفت بخشا ہے اس سے تم کو یہ شبہ نہ ہونا چاہیے کہ پھر یہ لوگ دلیلیں کیوں بیان کرتے ہیں کیونکہ وہ دلائل مجادلین کے سمجھانے کے لئے ہیں۔ جو ذوق اور مشاہدہ نہیں رکھتے دیکھو چھوٹے بچے سے جب اس کا باپ باتیں کرتا ہے تو اسی کے طرح تتلا کر باتیں کرتا ہے اگر چہ اس کی عقل دنیا کی پیائش کرنے کو تیار ہوتی ہے نیز اگر استاد بچہ کو پڑھانے کے لئے الف خالی کہے تو اس سے اس کے علم میں کوئی کمی نہیں آتی اور اس نا گویا کے پڑھانے کو ابجد ہوز حطی کلمن کہتا ہے مگر اس سے اس کے علم میں کچھ نقصان نہیں آتا اور ابجد خوان نہیں کہلا سکتا کیونکہ تعلیم کے لئے ضرورت ہے کہ اپنی زبان کو چھوڑ کر متعلم کی زبان اختیار کی جائے اور اس کی قوت واستعداد کا لحاظ رکھا جائے اور اپنے کو بالکل بھلا دیا جائے تا کہ وہ تم سے علم وفن سیکھ سکے اسی طرح سمجھو کہ تمام مخلوق عارف کے بچے ہیں اس لئے لازم ہے کہ نصیحت کے وقت ان کی استعدادات کا لحاظ رکھے تکلموا الناس علی قدر عقولهم

آں مرید شیخ بد گوینده را	آں بکفر و گمرہی آگنده را
شیخ کے مرید نے برا کہنے والے کو	اس کفر اور گمراہی سے بھرے ہوئے کو
گفت تو خود را مزن بر تیغ تیز	ہیں مکن باشاہ با سلطاں ستیز
کہا تو اپنے آپ کو تیز تلوار سے نہ بھڑا	خبردار! شاہ اور سلطان سے جھگڑا نہ کر
حوض با دریا اگر پہلو زند	خویش را از بیخ ہستی بر کند
حوض اگر دریا سے ٹکرائے گا	اپنے وجود کو جڑ سے کھود دے گا
نیست بحرے کو کراں دارد کہ تا	تیرہ گردد او زمردار شما
وہ ایسا دریا نہیں ہے جس کا کنارہ ہوتا ہے	کہ تمہارے مردار سے وہ گدلا ہو
کفر را حد ست و اندازه بداں	شیخ و نور شیخ رانبود کراں
کفر کا ایک اندازہ اور حد ہے سمجھ لے	شیخ اور اس کے نور کا کنارا نہیں ہے
پیش بیحد ہر چہ محدود ست لاست	کل شی ء غیر وجہ اللہ فناست
لامحدود کے سامنے محدود معدوم ہے	اللہ (تعالیٰ) کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے
کفر و ایماں نیست آنجا ئیکہ اوست	زانکہ او مغز ست ایں دو رنگ و پوست
جس مقام پر وہ (شیخ) ہے وہاں کفر اور ایمان نہیں ہے	کیونکہ وہ مغز ہے اور یہ دونوں رنگ اور چھلکا ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

غرضکہ شیخ کے مرید مذکور نے اس بدگو اور کفر و گمراہی میں لتھڑے ہوئے سے کہا کہ دیکھئے میں آپ سے خیر خواہانہ عرض کرتا ہوں کہ آپ اپنے کو تلوار سے نہ بھڑائیے اور شیخ کی مذمت کر کے ہلاکت روحانی میں مبتلا نہ ہو جائیے دیکھو بادشاہ کی مخالفت تباہی لاتی ہے آپ بادشاہ دین سے نہ لڑیئے۔ قاعدہ ہے کہ اگر حوض دریا سے ٹکراتی ہے تو اپنی ہستی کو مٹا دیتی ہے آپ ایک حوض ہیں اور وہ بحر بیکراں۔ آپ کی مذمت اور آپ کی مخالفت سے ان کو ضرر نہیں پہنچ سکتا بلکہ خود آپ کو ضرر پہنچے گا۔ شراب خواری تو ایک کبیرہ گناہ ہے میں تو کہتا ہوں کہ کفر بھی ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا کیونکہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ کل شئی ھالک الا وجھہ یعنی ذات حق سبحانہ کے سوا تمام اشیاء فانی ہیں لہٰذا کفر و ایمان متعارف بھی فانی ہیں اور اہل اللہ متخلق باخلاق اللہ اور متصف بصفات حق سبحانہ ہیں لہٰذا وہ بھی باقی ببقاء الحق ہوں گے۔ نیز حق سبحانہ غیر محدود ہیں لہٰذا اہل اللہ بھی غیر محدود بلا تناہی حق سبحانہ ہوں گے اور کفر و ایمان متعارف محدود ہیں۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ محدود غیر محدود کے سامنے فانی اور لاشئے محض ہے اس کو اس تک رسائی ہی نہیں ہو سکتی اور وہ اس کی صفت ہی نہیں بن سکتا۔ پس کفر و ایمان متعارف کی وہاں رسائی ہی نہیں ہو سکتی اور وہ ان کی صفت ہی نہیں بن سکتی کیونکہ ان کو تو ایمان حقیقی حاصل ہے جو کہ مغز ہے اور کفر و ایمان متعارف رنگ اور صورتیں ہیں پس ان کو اس سے کیا تعلق جن کو مغز حاصل ہے جس کے سریان سے وہ سراپا اور سرتا مغز ہو گئے ہیں پس معلوم ہوا کہ ان کو کفر نقصان نہیں پہنچا سکتا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ کفر کی وہاں تک رسائی نہیں اور وہ اس کے ساتھ موصوف ہی نہیں ہو سکتے۔ نہ یہ کہ کفر ان کے لئے جائز ہے نعوذ باللہ منہ فتدبر ولا تزل۔

ایک اجنبی شخص کا ایک بزرگ پر طعنہ زنی کرنا اور انکے ایک مرید کا انکی طرف سے جواب دینا پھر شیخ کا خود جواب دینا

شرح شبیری

ابلہے الخ۔ یعنی ایک ابلہ نے ایک شیخ پر تہمت لگائی کہ وہ تو بہت برا ہے وہ راہ ہدایت پر نہیں ہے

شارب الخ۔ یعنی شرابی ہے اور مکار ہے اور خبیث ہے بھلا وہ مریدوں کی تو کیا خبر لے گا۔

آن یکے الخ۔ یعنی ایک تو اس سے کہا کہ ذرا ادب کا لحاظ رکھو کہ بڑے لوگوں پر ایسا گمان مناسب نہیں ہے۔ یہ مجیب ان بزرگ کا مرید تھا جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔

دور از و الخ۔ یعنی اس سے اور اس کے اوصاف سے یہ بات بعید ہے کہ ایک سیل سے اسکا صاف خراب ہو جائے۔

اینچنیں الخ۔ یعنی اہل حق پر ایسا بہتان مت رکھو کہ یہ تمہارا خیال ہی ہے اس سے ورق کو لوٹ دو سیل سے مراد صدور منکر ہے مطلب یہ ہے کہ اگرچہ اولیاء اللہ معصوم تو نہیں ہوتے مگر حق تعالیٰ کی طرف سے محفوظ ہوتے

ہیں اور حق تعالیٰ ان کو بچاتا ہے اس لئے ان سے صدور منکر بعید ہے اگر چہ ممکن ہے مگر ان کے اندر حق تعالیٰ ایسے موانع رکھ دیتے ہیں کہ جس سے ان سے صدور منکر نہیں ہوتا تو اس مرید نے کہا کہ ان سے یہ بات بہت بعید ہے کہ ان سے منکر صادر ہو سکے لہٰذا تم کو چاہیے کہ ہرگز ایسا خیال نہ کرو اور اس خیال سے باز آ جاؤ اس لئے کہ ان حضرات سے بوجہ محفوظ ہونے کے صدور ہی منکر کا نہیں ہوتا۔

این نباشد الخ۔ یعنی یہ نہیں ہوتا اور اگر ہو بھی تو اے مرغ خاک بحر قلزم کو مردار سے کیا ڈر ہے۔ اس شعر سے بہت جہلا صوفیہ فرقہ آباحیہ اس امر کا ثبوت دیتے ہیں کہ سالک پر ایک حالت وہ بھی آتی ہے کہ جس میں اس کو گناہ کرنے سے گناہ نہیں ہوتا حالانکہ یہ بالکل غلط ہے بات یہ ہے کہ لوگ مثنوی شریف سے استدلال کرتے ہیں اور اس سے علوم اخذ کرنا چاہتے ہیں حالانکہ مثنوی ایسی کتاب ہے کہ جس شخص کو پہلے سے علوم معلوم ہوں وہ اس کے مضامین کو ان پر منطبق کرلے ورنہ خود اس سے علوم اخذ کرنے میں بڑی سخت گمراہی کا خوف ہے اس کی مثال بالکل قرآن شریف جیسی ہے کہ جس طرح کہ قرآن شریف ہے رافضی سنی مرجیہ اور قدریہ اور جبریہ وغیرہ سب فرق نے اپنے اپنے مطلب کے موافق باتیں نکال لی ہیں اسی طرح اس سے بھی ہر شخص اپنے مطلب کی بات نکال سکتا ہے۔ بس جس طرح کہ قرآن شریف کے سمجھنے کے لئے حدیث کے ملانے کی ضرورت ہے اسی طرح اس کے سمجھنے کے لئے اس کی ضرورت ہے کہ اول علوم حاصل کرلے پھر ان پر اس کے مضامین کو منطبق کرے اور اسی معنی میں مولانا جامی نے فرمایا ہے مثنوی مولوی معنوی + ہست قرآن درزبان پہلوی۔ اس سے لوگ سمجھے ہیں کہ اس میں قرآن شریف کے مضامین ہیں گویا کہ ترجمہ ہے حالانکہ بالکل غلط ہے اس میں بہت کم مضامین قرآنی ہیں بلکہ اس کا مطلب جو ہمارے حضرت حاجی صاحب فرماتے تھے یہ ہے کہ مولانا جامی نے خود اس مثنوی ہی کو قرآن کہا ہے اس لئے قرآن سے مراد کلام حق ہے اور کلام حق الفاظ کا مقید تو ہے نہیں بلکہ الفاظ مخلوق ہیں اور صفت کلام قدیم ہے تو جس طرح کہ اپنے اس کلام قدیم کو کلمات عربیہ کے ساتھ منضم کردیا اور اس کو بذریعہ وحی کے نازل فرمایا اسی طرح اس کلام نفس قدیم کو زبان پہلوی کے ساتھ ملا دیا اور اس کو بذریعہ الہام کے مولانا رومیؒ کے قلب مبارک پر وارد فرما دیا تو بات یہ ہے کہ اس کو علوم تصوف پر منطبق کرنا چاہیے نہ کہ اس سے علوم اخذ کرنا تو اس سے۔ بحر قلزم را الخ کے معنی یہ ہوں گے کہ شیخ کامل کو مولانا نے بحر قلزم سے تشبیہ دی ہے اور کہا ہے کہ جس طرح کہ بحر قلزم ایک مردار سے ناپاک نہیں ہوتا اس لئے کہ اس میں ایک مانع عن التنجس موجود ہے اور وہ اس میں ما کثیر ہونا ہے کہ وہ اس کو ناپاک نہیں ہونے دیتا اسی طرح اگر کسی بزرگ سے کوئی معصیت صادر بھی ہو جاتی ہے تو ان کے اندر ایک مانع ایسا ہوتا ہے کہ وہ مانع عن التنجس بالمعصیت ہو جاتا ہے اور وہ ان کو عاصی نہیں ہونے دیتا لیکن یہ بات کہ وہ مانع کیا ہے جو ان کو تدنس بالمعصیت سے مانع ہوتا ہے اس کو شریعت سے دریافت کرنا چاہیے اس لئے کہ جس طرح ہم کو بحر قلزم میں بھی شریعت کے بتانے سے معلوم ہوا ہے کہ بوجہ ماء کثیر

ہونے کے مردار سے ناپاک نہ ہوگا اسی طرح ہم کو یہاں بھی شریعت کی طرف رجوع کرنا چاہیے پس جب شریعت سے موانع پوچھے گئے تو معلوم ہوا کہ منجملہ دیگر موانع کے ایک مانع غلبۂ فنا بھی ہے کہ جس وقت سالک پر غلبہ فنا کا ہوتا ہے تو اسکو کچھ خبر ہی نہیں رہتی اور وہ مرفوع القلم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا جب اس پر غلبہ فنا کا ہوگا اس وقت اس کے اندر یہ غلبہ فنا مانع عن التدنس بالمعصیۃ موجود ہے لہٰذا وہ عاصی نہ ہوگا اور چونکہ غلبۂ فنا بعض مرتبہ کامل کو بھی ہوتا ہے لہٰذا شیخ کامل سے بھی اگر کوئی معصیت صریحہ صادر ہوگی تو اس کو کہا جائے گا کہ یہ غلبۂ فنا میں ہوا ہے۔ مگر یاد رہے کہ اس سے جاہل مکار فقیر استدلال نہ کر سکیں اس لئے کہ اول جو شرائط شیخ کے ہیں ان کو بھی دیکھا جائے گا اگر وہ موجود ہوں گے اور اس وقت صدور معصیت ہوگا تب یہ کہا جائے گا ورنہ اگر وہ شرائط موجود نہیں ہیں تو رد کیا جائے گا اور اس کو عاصی کہا جائے گا خوب سمجھ لو تو اب معلوم ہو گیا کہ اگر کوئی مانع موجود نہ ہو تب تو ان کو عاصی کہا جائے گا اور اگر موجود ہو تو اس مانع کی وجہ سے وہ عاصی نہ ہوں گے۔ اب اس کے یہ معنی کہنا کہ حضرت تو دریا ہیں بھلا ان باتوں کا وہاں کیا پتہ لگتا ہے بالکل غلط ہوا بلکہ یہ معنی جو بیان کیے گئے ہیں محقق ہیں۔ اب جہلاء فقراء کا اس شعر سے کوئی کسی قسم کا استدلال نہیں ہو سکتا تو اس مرید نے کہا کہ اول تو ان سے بوجہ محفوظ ہونے کے کوئی منکر صادر ہی نہیں ہوتا اور اگر کبھی صادر ہوگا تو چونکہ ان میں علامات کامل ہونے کے پائی جاتی ہیں اور معلوم ہے کہ پہلے سے کامل ہیں لہٰذا کہا جائے گا کہ اس وقت مرفوع القلم ہیں اور ان کی حالت اس کو مقتضی ہے کہ یہ گنہگار نہ ہوں گے خوب سمجھ لو کہ اب کوئی اشکال بحمد اللہ نہیں رہا۔ حق تعالیٰ حضرت کا سایہ ہمارے سروں پر تا دیر قائم رکھے کہ جو یہ مشکل اور کٹھن مقامات ان کی برکت سے حل ہو جاتے ہیں کہ جیسے کچھ اشکال ہی نہ تھا اللہ در ہ و للہ درہ آگے کہتے ہیں کہ۔

نیست الخ۔ یعنی وہ قلتین سے کم یا حوض خورد نہیں ہے کہ جس کو ایک قطرہ از کار رفتہ کر دے۔ مطلب یہ کہ وہ شیخ ایسا نہیں ہے کہ جس میں مانع عن النجس موجود نہ ہو بلکہ موجود ہے اور وہ مانع وہی ہے جو شریعت نے بتایا ہے کہ غلبۂ فنا میں وہ مرفوع القلم ہے بس معلوم ہوا کہ جو معصیت کہ تم کو عاصی کر دینے والی اور مضر ہے اس کے لئے وہی موجب ترقی درجات ہے تو ایک شے ایک کے لئے مفید اور دوسرے کے لئے مضر اور غیر مفید ثابت ہوئی آگے اس کی اور نظائر لاتے ہیں کہ دیکھو اس میں تعجب مت کرو کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک کو مضر اور دوسرے کو مفید اس لئے کہ پہلے بھی ایسا ہوا ہے فرماتے ہیں کہ

آتش ابراہیم الخ۔ یعنی ابراہیمؑ کو آگ سے ضرر نہیں ہوتا مگر جو نمرود ہو اس سے کہہ دو کہ اس آگ سے ڈرے تو دیکھو ایک کو تو آگ جلانے والی اور وہی آگ دوسرے کے لئے موجب سرور اور باعث رحمت ہے۔

نفس الخ۔ یعنی نفس نمرود ہے اور عقل اور جان مثل خلیل کے ہیں تو روح تو مشاہدہ میں ہے اور نفس استدلال میں ہے۔

ایں دلیل الخ۔ یعنی راستہ کی نشانیاں راہرو کے لئے مفید ہیں اس لئے کہ ہر دم ایک جنگل میں گم ہوتا ہے۔

واصلا نرا الخ۔ یعنی واصلوں کو سوائے چشم و چراغ کے اور کہیں کی ضرورت نہیں ہے ان کو دلیل راہ سے

www.besturdubooks.wordpress.com

فراغت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ چونکہ روح تو عین مشاہدہ میں ہے اور نفس ابھی استدلال میں ہی لگ رہا ہے اس لئے نفس یعنی محجوبین کو تو ان استدلالات وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے اور اس کو سمجھنے کے لئے اس کی ضرورت ہے کہ استدلال کرے مگر جو واصل ہو چکا ہے اور جو کہ مشاہدہ کر چکا ہے اس کو کیا ضرورت ہے کہ وہ استدلال کرے بلکہ اس کو تو صرف اس کی ضرورت ہے کہ وہ نور حق حاصل ہو اور بصیرت ہو بس کافی ہے جیسے کہ جو راستہ چل رہا ہے اس کو تو ضرورت ہے کہ وہ راستہ کی شناخت کے لئے دلائل اور نشانیاں تلاش کرے مگر جو منزل پر پہنچ چکا ہے اس کو کیا ضرورت ہے وہ تو اپنے گھر میں بیٹھے گا اب یہاں شبہ پڑتا ہے کہ اچھا حضرات انبیاء و اولیاء تو یقیناً واصل ہوئے ہیں مگر حق تعالیٰ کی معرفت کے لئے انہوں نے استدلالات کئے ہیں تو اس کا جواب دیتے ہیں کہ

گر دلیلے الخ۔ یعنی اگر اس واصل نے کوئی دلیل بیان بھی کی تو وہ بھی لڑنے والوں کے سمجھانے کو بیان کی ہیں یعنی انبیاء نے جو استدلالات کئے وہ اس لئے کہ کفار ان کی تکذیب کرتے تھے تو ان کو سمجھانے کے لئے استدلالات کئے باقی خود ان کو ضرورت نہ تھی آگے اس کی مثال فرماتے ہیں کہ

بہر طفلے الخ۔ یعنی چھوٹے بچہ کے لئے باپ تتلا کر بولتا ہے اگرچہ اس کی عقل زمین کی پیائش کر سکتی ہے۔ مطلب یہ کہ اگرچہ کتنا ہی بڑا عاقل ہو مگر جب بچہ کے سامنے بولے گا تو اسی طرح تتلا کر بولے گا۔ اس لئے کہ اس وقت اس کو ضرورت ہے کہ اس بچہ کو سمجھائے اسی طرح وہ حضرات بھی ان کفار کی تفہیم کے لئے دلائل لاتے تھے نہ کہ اپنے واسطے دوسری مثال ہے کہ

کم نگردد الخ۔ یعنی استاد کے فضل میں سے کچھ بھی کم نہیں ہوتا اگر وہ یہ کہہ دے کہ الف خالی ہے یعنی اگر وہ تقطیع پڑھاتے وقت یوں کہے کہ الف خالی ب کے نیچے ایک نقطہ تو اس سے اس کے فضل و ہنر میں کیا کمی آئی کچھ بھی نہیں بلکہ

از پے الخ۔ یعنی وہ استاد اس بستہ دہن بچہ کی تعلیم کے واسطے طلی ہوز کلمن کہتا ہے

در زبان الخ۔ یعنی اس بچہ کی زبان میں آنا چاہیے اور اپنی زبان سے باہر ہونا چاہیے جب وہ سمجھ سکتا ہے۔

تا بیاموز الخ۔ یعنی تاکہ وہ تم سے علم و فن سیکھ لے اس لئے اپنے سے تو بالکل گم ہو جانا چاہیے اور اس کی استعداد کا لحاظ کرنا اور اس کی حالت کو مد نظر رکھ کر تعلیم کرنا چاہیے ورنہ نفع نہیں ہوسکتا۔

پس ہمہ الخ۔ یعنی پس ساری مخلوق ان انبیاء علیہم السلام کی اولاد ہے تو ان کی نصیحت کے وقت اس کا لحاظ کرنا اور ان کی استعداد کو مد نظر رکھنا ضروری ہے پس اسی لئے ان حضرات نے دلائل وغیرہ بیان کئے ورنہ ان کو ان کی بالکل حاجت نہ تھی آگے پھر ان شیخ کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ

آن مرید الخ۔ یعنی اس شیخ کے مرید نے اس بدگو کو جو کہ کفر اور گمراہی میں ملا ہوا تھا۔

گفت الخ۔ یعنی کہا کہ ارے تو اپنے کو تلوار تیز پر مت مار اور بادشاہ اور سلطان کیساتھ لڑائی مت کر اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ من عادی لی ولیا فقد آذنته بالحرب تو اولیاء اللہ کی

www.besturdubooks.wordpress.com

شان میں گستاخی کرنا خدا سے لڑنا ہے والعیاذ باللہ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

حوض الخ۔ یعنی حوض اگر سمندر کے ساتھ برابری کرے تو اپنے کو بیخ ہستی سے اکھاڑ رہا ہے مطلب یہ کہ ان حضرات کے ساتھ اگر کوئی دوسرا برابری کرنے لگے اور خود بھی اسی طرح کرنے لگے تو چونکہ وہاں تو مانع ہے اور یہاں نہیں ہے لہٰذا یہ برابری کرنے والا یقیناً برباد ہوگا۔

نیست الخ۔ یعنی وہ ایسا دریا نہیں کہ جسکا کنارہ بھی ہوتا کہ وہ تمہارے مردار سے تیرہ ہو جائے بلکہ

بحر الخ۔ یعنی سمندر کی تو حد بھی ہے اور کنارہ بھی ہے مگر شیخ اور نور شیخ کا کنارہ ہی نہیں ہے اس لئے کہ اس کو حق تعالیٰ کے ساتھ عینیت مصطلحہ حاصل ہے تو متخلق باخلاق اللہ ہے اور اس کی حالت یہ ہے کہ بی یسمع وبی ینطق وبی پھر تو جب صفات حق لامتناہی ہیں تو چونکہ یہ بھی عین اصطلاحی ہوگیا ہے اس کی صفات بھی غیر متناہی ہونگے۔

پیش الخ۔ یعنی غیر محدود کے سامنے جو محدود ہے وہ فانی ہے اور سوا حق تعالیٰ کے اور چیزیں فانی ہیں مگر یہ شخص چونکہ عین اصطلاحی ہو چکا ہے لہٰذا یہ تو باقی ہے اور کل معاصی وغیرہ فانی ہیں تو یہ ایسے درجہ میں ہے کہ اس پر احکام ظاہر جاری ہی نہیں ہیں۔

کفر و الخ۔ یعنی جس مقام پر کہ وہ ہے وہاں کفر و ایمان بھی نہیں ہے اس لئے کہ یہ تو مغز ہے اور یہ دونوں (کفر و ایمان) پوست ہیں مطلب یہ ہے کہ چونکہ کفر و ایمان تو احکام ظاہری میں سے ہیں اور افعال عبد ہیں اور یہ شخص بوجہ عینیت مصطلحہ حاصل ہونے کے ان افعال عباد سے خارج ہوگیا ہے بلکہ اس کے جو افعال ہیں وہ خود افعال حق بمعنی اصطلاحی ہیں لہٰذا اس شخص کو اس مرتبہ عینیت میں نہ کافر کہہ سکتے ہیں اور نہ مومن کہہ سکتے ہیں اس لئے کہ یہ دونوں تو احکام ظاہر میں سے ہیں اور اس پر احکام ظاہر جاری ہی نہیں ہیں لہٰذا وہ اسوقت نہ کافر ہے اور نہ مومن ہے خوب اچھی طرح سمجھ لینا کہیں غلطی مت کرنا۔

ایں فناہا پردۂ آں وجہ گشت	چوں چراغ خفیہ اندر زیر طشت
یہ فانی چیزیں اس کی ذات کا پردہ بن گئی ہیں	جیسے کہ طشت کے نیچے چراغ چھپا ہوا ہو
پس سر ایں تن حجاب آں سر ست	پیش آں سر ایں سر تن کافر ست
تو اس جسم کا سر اس سر کا پردہ ہے	اس سر کے آگے جسم کا یہ سر کافر ہے
کیست کافر غافل از ایمان شیخ	کیست مردہ بے خبر از جان شیخ
کافر کون ہے؟ شیخ کے ایمان سے غافل	مردہ کون ہے؟ شیخ کی جان سے بے خبر
جاں نباشد جز خبر در آزموں	ہر کرا افزوں خبر جانش فزوں
آزمائش میں علم حاصل ہونے کے سوا کوئی اور چیز بے جان (ثابت) نہیں ہوتی	جس کا علم بڑھا ہوا ہے اس کی جان بڑھی ہوئی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

جان ما از جان حیواں بیشتر	از چہ' زاں رو کہ فزوں دارد خبر
ہماری جان حیوان کی جان سے بڑھی ہوئی ہے	کس وجہ سے؟ اس لئے کہ اس کا علم بڑھا ہوا ہے
پس فزوں از جان ما جان ملک	کو منزہ شدز حس مشترک
ہماری جان سے فرشتہ کی جان بڑھی ہوئی ہے	کیونکہ وہ (انسان اور حیوان کی) مشترک حس سے پاک ہے
وز ملک جان خداوندان دل	باشد افزوں تو تحیر را بہل
اور فرشتے سے اہل دل کی جان	بڑھی ہوئی ہو گی' تو حیرانی چھوڑ دے
زاں سبب آدمؑ بود مسجود شاں	جان او افزوں ترست از بود شاں
اسی لئے آدمؑ ان کے مسجود بنے	ان کی جان ان کی جانوں سے بہت بڑھی ہوئی ہے
ورنہ بہتر راسجود دوں ترے	امر کردن ہیچ نبود در خورے
ورنہ اعلیٰ کو کمتر کے سجدہ کرنے کا	حکم دینا کسی طرح مناسب نہ تھا
کے پسندد عدل ولطف کردگار	کہ گلے سجدہ کند در پیش خار
اللہ تعالیٰ کا انصاف اور مہربانی کب پسند کرتی	کہ پھول کانٹے کے آگے سجدہ کرے
جاں چو افزوں شد گذشت از انتہا	شد مطیعش جان جملہ چیزہا
جان جب بڑھ گئی' انتہا سے گزر گئی	تمام چیزوں کی جانیں اس کی فرمانبردار بن گئیں
مرغ و ماہی و پری و آدمی	زانکہ او بیش ست ایشاں در کمی
پرند اور مچھلی اور پری اور آدمی	کیونکہ وہ بڑھا ہوا ہے' وہ کمی میں ہیں
ماہیاں سوزنگر دلقش شوند	سوزناں را رشتہا تابع بوند
مچھلیاں اس کی گدڑی کیلئے سوئیاں بنانیوالی بن جاتی ہیں	دھاگے سوئیوں کے تابع ہوتے ہیں

شرح حبیبی

جب اہل اللہ کی حالت یہ ہے تو ان پر اعتراضات اور تکفیر کے فتوے کیوں ہوتے ہیں اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ شیخ کے اوصاف فانیہ اس کی ذات وحقیقت کا پردہ بن جاتے ہیں جس طرح طشت کے نیچے چراغ پوشیدہ ہو جاتا ہے اور محجوب لوگ چونکہ ان کی حقیقت کو نہیں دیکھ سکتے بلکہ صورت کو دیکھتے ہیں اور اس لئے ان ھذا الا بشر مثلنا رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ اپنا سا معاملہ کرتے ہیں ان کا سر ظاہری ان کے سر حقیقی کا حجاب ہو گیا ہے لوگ

www.besturdubooks.wordpress.com

اس سر کو نہیں دیکھتے صرف سر ظاہری کو دیکھتے ہیں اسی پر حکم لگاتے ہیں حالانکہ ان کے اس سر میں اور اس میں بعد المشرقین ہے اور گویا کہ یہ سر اس سر کے مقابلہ میں کافر ہے اتنا فرق ہے اب مولانا متنبہ ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ارے میں کسے کافر سے تشبیہ دے رہا ہوں اور کسے کافر کہہ رہا ہوں یہ خبر نہیں کہ حقیقت میں کافر سے مشابہ کون ہے کافر سے مشابہ وہ ہے جس کو شیخ کے ایمان حقیقی کی خبر نہیں اور میں کس کو مثل مردہ کہہ رہا ہوں یہ خبر ہی نہیں کہ مثل مردہ حقیقت میں کون ہے مثل مردہ وہ ہے جس کو شیخ کی حیات روحانی کی خبر نہیں دلیل اس کی یہ ہے کہ جان کا علم اس کے آثار سے ہوسکتا ہے اور بڑا اثر اس کا علم ہے پس جس کو علم زیادہ ہے اس میں حیات بھی زیادہ ہے دیکھو ہماری حیات دیگر حیوانات کی حیات سے اعلیٰ ہے وجہ کیا ہے یہی کہ ہمارا علم ان سے بڑھا ہوا ہے اس بنا پر فرشتوں کی حیات سے اعلیٰ ہوگی کیونکہ ہم میں حس حیوانی ہے اور حس ملکی نہیں اور ان میں حس حیوانی نہیں بلکہ حس ملکی ہے اور حس ملکی ادراک مغیبات کے سبب حس حیوانی سے بڑھ کر ہے اور اہل دل کی حیات فرشتوں کی حیات ہم سے اعلیٰ ہے کیونکہ ان میں دونوں حسیں ہیں حیوانی بھی اور ملکی بھی اب تم کو اس معاملہ میں حیرت نہ ہونی چاہیے۔ ہمارا دعویٰ دلیل سے ثابت ہو چکا اسی سبب سے آدم علیہ السلام مسجود ملائک ہوئے کہ ان کی حیات اعلیٰ تھی حیات ملائکہ سے ورنہ حکمت خداوندی کو ہرگز شایان نہ تھا کہ مفضول کو مسجود فاضل بناتی بھلا عدل ولطف حق سبحانہ کب اس کو گوارا کر سکتا ہے کہ خار مسجود گل ہو۔ یوں ہی جب کسی کی حیات کی ترقی ہوتی ہے اور ترقی ہو کر وہ لامتناہی بلاتناہی حق سبحانہ ہو جاتی ہے تو اس وقت وہ مطاع خلق ہو جاتا ہے پرندے مچھلیاں جنات آدمی وغیرہ سب کے سب اس کے ماتحت ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ افضل ہے اور وہ مفضول اور یہ حالت ہو جاتی ہے کہ گدڑی کے سینے میں مچھلیاں اسکی مددمعاون بن جاتی ہیں اور ان کی سوئیوں کے لئے تاگوں کی طرح تابع ہو جاتی ہیں جیسا کہ تو حضرت ابراہیم ابن ادہم کے قصہ میں سن چکا ہے جس کا تتمہ ہم اب بیان کرتے ہیں سن۔

شرح شبّیری

این فنا ہا الخ۔ یعنی یہ فانی چیزیں اس وجہ کے پردہ ہوگئی ہیں جس طرح کہ ایک چراغ کسی طشت کے نیچے خفیہ ہو مطلب یہ کہ یہ اشیاء دنیویہ اور مقتضیات نفس حجاب ہو رہے ہیں اور عالم غیب کی طرف اس وجہ سے توجہ نہیں ہے ورنہ جس طرح کہ یہ شخص مغز ہوگیا ہے اور اس کو عالم غیب کی اطلاع ہے اسی طرح تم کو بھی ہو دوسرا مصرعہ اس کی مثال ہے کہ یہ اس طرح حجاب ہیں جیسے کہ کوئی طشت کسی چراغ کے نور کا حجاب ہو۔

پس سر این الخ۔ یعنی پس یہ تن پوشیدہ کا حجاب ہے اور اس پوشیدہ کے سامنے یہ تن محجوب ہے۔ مطلب یہ کہ اس جسم ظاہری کے مقتضیات کی وجہ سے اس طرف التفات نہیں ہوتا اور اس وجہ سے یہ محجوب رہا ہے ورنہ بالکل ظاہر طور پر اس عالم غیب کا مشاہدہ ہوتا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کیست کافر الخ۔ یعنی کافر کون ہے جو کہ ایمان شیخ سے غافل ہو اور مردہ کون ہے جو کہ شیخ کی جان سے بے خبر ہو۔ مطلب یہ ہے جو شخص کہ کاملین واصلین کے اس ایمان شہودی سے جس میں کہ ان کو معائنہ اور مشاہدہ ہو رہا ہے غافل ہے وہ محجوب ہے اور جو کہ ان کاملین کی اس حیات ابدی اور حیات طیبہ سے بے خبر ہے گویا کہ وہ خود مردہ ہے۔ آگے اس بے خبر کو مردہ کہنے کی اور اس کے مردہ ہونے کی وجہ اور دلیل فرماتے ہیں کہ

جان نباشد الخ۔ یعنی جان نہیں ہوتی بجز خبر کے آزمائش میں اور جس کو خبر زیادہ ہے اس کی جان بھی زیادہ ہے مطلب یہ کہ امتحان اور آزمائش کے وقت اس چیز کی خبر ہونا بھی تو جان کی دلیل ہے اور اسی سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص حی ہے اور بیدار ہے تو جس کو اطلاع اشیاء زیادہ ہوگی اس کی جان بھی زیادہ ہوگی اور جس کو خبر نہ ہوگی اس کی جان اور روح میں بھی قوت نہ ہوگی گویا کہ نہ ہوگی لہٰذا وہ مثل مردہ ہی کے ہے اس اعتبار سے اس کو مردہ کہا گیا ہے۔ آگے زیادہ خبر سے زیادہ جان ہونے کے نظائر پیش فرماتے ہیں کہ

جان ما از الخ۔ یعنی ہماری جان جان حیوان سے زیادہ ہے کس وجہ سے اس لئے کہ اس کو خبر زیادہ ہے کہ اس کو علم جزئیات ہی ہے اور انسان کو علم کلیات کا بھی ہے تو دیکھو زیادتی علم سے زیادتی جان اور قوت روح معلوم ہوئی۔

پس الخ۔ یعنی ہماری جان سے جان فرشتہ زیادہ ہے کیونکہ وہ حس مشترک بین الانسان والحیوان سے پاک ہے مطلب یہ کہ جو حس اور ادراک کہ انسان اور حیوان میں مشترک ہے اس سے علم فرشتہ چونکہ عالی ہے اور زیادہ ہے اس لئے وہ اس اعتبار سے افضل ہوا اگرچہ دوسرے اعتبارات سے انسان ہی افضل ہو مگر باعتبار احاطہ معلومات کے فرشتہ انسان سے افضل ہو۔

وز ملک الخ۔ یعنی اور فرشتہ سے اہل دل کی جان زیادہ ہوتی ہے تم تحیر کو چھوڑ دو مطلب یہ کہ فرشتہ سے اہل اللہ کی جان زیادہ اور روح قوی ہوتی ہے اور تم اس میں حیرت اور تعجب مت کرو کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ فرشتوں سے بڑھ جائے اس لئے کہ اس کی نظیر موجود ہے وہ یہ کہ

زان سبب الخ۔ یعنی اسی سبب سے آدم ان کے مسجود ہوئے کہ آدم علیہ السلام کی جان ان کی جان سے بہت زیادہ تھی مطلب یہ کہ دیکھو چونکہ آدم علیہ السلام ظاہر ہے اہل اللہ اور اہل دل میں سے تھے اسی لئے فرشتوں نے ان کو سجدہ کیا تو معلوم ہوا کہ اہل دل اور اہل اللہ فرشتوں سے بھی افضل ہوئے چونکہ یہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ آدم علیہ السلام افضل ہی تھے ممکن ہے کہ مفضول ہوں مگر حکم سجدہ کا ان کو کر دیا گیا ہو آگے اس کا جواب فرماتے ہیں کہ

ورنہ بہتر را الخ۔ یعنی ورنہ افضل کو مفضول کے سجدہ کرنے کا حکم کرنا کچھ لائق نہ تھا۔

کے پسندد الخ۔ یعنی حق تعالیٰ کا عدل اور لطف کب پسند کرتا ہے کہ ایک پھول خار کے سامنے سجدہ کرے۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کو اگرچہ قدرت تھی مگر عدل و انصاف اس کو مقتضی تھا کہ مفضول کو حکم دیا جائے کہ افضل کو سجدہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کرے نہ کہ بالعکس تو جب آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم فرشتوں کو دیا گیا معلوم ہوا کہ وہ مفضول تھے اور حضرت آدم علیہ السلام افضل تھے اور کس طرح نہ ہوں آخر ان کا علم تو دیکھو کہ حق تعالیٰ نے ان کو کل کائنات کے اسماء کا مع ان کے خواص وماہیات وکیفیات وغیرہ کے علم دیا تھا تو جو شخص کہ اتنا بڑا عالم ہے کہ کہیں ٹھکانا نہیں۔ وہ کس طرح ان سے افضل نہ ہوگا پس جب معلوم ہوگیا کہ مفضول افضل کے تابع ہوا کرتے ہیں تو اب قاعدہ کلیہ فرماتے ہیں کہ

جان چو افزود الخ۔ یعنی جان ترقی کی تو وہ انتہا سے گزرگئی اور تمام دیگر اشیاء کی جانیں اس کے تابع ہو گئیں۔ مطلب یہ کہ جب روح ترقی کرتی ہے اور عالم غیب سے تعلق پیدا کر کے وہ ترقی بے انتہا ہو جاتی ہے تو اب اور تمام اشیاء اس کے تابع ہو جاتے ہیں اور یہ سب پر حاکم ہو جاتا ہے جیسا کہ اوپر حضرت ابراہیم بن ادہم کے قصہ سے معلوم ہوا کہ مچھلیاں بھی ان کے تابع تھیں اور یہ حالت ہوتی ہے کہ

مرغ و ماہی والخ۔ یعنی پرند اور مچھلی اور پری اور آدمی (سب تابع ہوتے ہیں) اس لئے کہ یہ شخص تو زیادتی میں ہے اور وہ سب کمی میں ہیں لہٰذا سب اس کے مطیع اور تابع ہوتے ہیں اور یہ حالت ہوتی ہے کہ

ماہیان الخ۔ یعنی مچھلیاں ان کی گدڑی کی سوئی بنانے والی ہوتی ہیں اور سوئیوں کے تاگے تابع ہوتے ہیں۔ یعنی دیکھو وہ حالت ہوتی ہے جو کہ حضرت ابراہیم ابن ادہم پر گزری کہ مچھلیوں نے ان کی گدڑی کے لئے سوئیاں بنائیں اور ان کو لے کر خود حاضر ہوئیں تو دیکھو کس قدر بڑی افضلیت اور متبوعیت کی دلیل ہے آگے حضرت ابراہیم ابن ادہم کا قصہ پورا فرماتے ہیں۔

بقیہ قصہ ابراہیم ادہم قدس سرہٗ برلب دریا

دریا کے کنارے پر حضرت ابراہیم ابن ادہم کے قصہ کا باقی

چوں نفاذ امر شیخ آں میر دید	زآمد ماہی شدش وجدے پدید
جب اس سردار نے شیخ کے حکم کے جاری ہونے کو دیکھا	مچھلیوں کی آمد سے اس پر وجد طاری ہو گیا
گفت آہ ماہی زپیراں آگہ ست	شہ تنے را کو لعین درگہ است
اس نے کہا افسوس! مچھلیاں پیروں سے واقف ہیں	اس پر تف ہے جو مردود بارگاہ ہے
ماہیاں از پیر آگہ ما بعید	ماشقی زیں دولت وایشاں سعید
مچھلیاں پیر سے باخبر ہیں ہم دور ہیں	ہم اس دولت سے بدبخت ہیں وہ نیک بخت ہیں
سجدہ کرد ورفت گریان وخراب	گشت دیوانہ زعشق فتح باب
اس نے سجدہ کیا اور بدحال روتا ہوا روانہ ہو گیا	(اور) دروازہ کھلنے کے عشق میں دیوانہ ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

پس تو اے ناشستہ رو در چیستی	در نزاع و در حسد با کیستی
تو' اے گندہ رو! تو کس خیال میں ہے؟	کس سے جھگڑے اور حسد میں (مبتلا) ہے؟
بادم شیرے تو بازی می کنی	بر ملائک ترکتازی می کنی
تو شیر کی دم سے کھیل رہا ہے	فرشتوں پر حملہ کر رہا ہے
بدچہ می گوئی تو خیر محض را	ہیں ترفع کم شمر ایں خفض را
تو خالص خیر کو برا کیوں کہہ رہا ہے۔	خبردار! اس گراوٹ کو بڑائی نہ سمجھ
بد چہ باشد مس محتاج مہاں	شیخ کہ بود کیمیائے بیکراں
بد کیا ہوتا ہے؟ محتاج' ذلیل تانبہ	شیخ کیا ہوتا ہے؟ لامحدود کیمیا
مس اگر از کیمیا قابل نہ بد	کیمیا از مس ہرگز مس نہ شد
اگر تانبا' کیمیا کو قبول کرنے والا نہ تھا	تو کیمیا تانبے کی وجہ سے ہرگز تانبا نہ بنی
بدچہ باشد سرکش آتش عمل	شیخ کہ بود عین دریائے ازل
بد کیا ہوتا ہے؟ سرکش آتشیں عمل والا	شیخ کون ہوتا ہے؟ بعینہ ازلی دریا
بد کہ باشد ظالم ظلمت فزا	شیخ کہ بود عکس انوار خدا
بد کون ہوتا ہے؟ تاریکی کو بڑھانے والا ظالم	شیخ کون ہوتا ہے؟ خدا کے نوروں کا پرتو
بد چہ باشد آتش پر دود سوز	شیخ آب کوثرے اندر تموز
بد کیا ہوتا ہے؟ دھویں اور سوزش سے بھری ہوئی آگ	شیخ ساون میں آب کوثر ہے
دائم آتش را بترسانند ز آب	آب کے ترسید ہرگز ز التہاب
ہمیشہ آگ کو پانی سے ڈراتے ہیں	شعلہ زنی سے پانی کب ڈرا ہے؟
در رخ مہ عیب بینی می کنی	در بہشتے خار چینی می کنی
تو چاند کے رخ میں عیب بینی کر رہا ہے	بہشت میں کانٹے چن رہا ہے
گر بہشت اندر روی اے خار جو	ہیچ خار آنجا نیابی غیر تو
اے کانٹے تلاش کرنے والے! اگر تو بہشت میں جائے گا	اپنے علاوہ تو اور کوئی کانٹا نہ پائے گا
می بپوشی آفتاب اندر گلے	رخنہ می جوئی ز بدر کاملے
تو سورج کو مٹی میں چھپاتا ہے	چودھویں رات کے چاند میں تو رخنہ تلاش کرتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آفتابے کہ بتابد در جہاں	بہر خفاشے کجا گردد نہاں
وہ سورج جو عالم پر چمکتا ہے	چمگادڑ کے لئے کہاں چھپ جائے؟
عیبہا از رد پیراں عیب شد	غیبہا از رشک پیراں غیب شد
عیب پیروں کے رد کرنے سے عیب بن گئے	(اسرار) غیب پیروں کے رشک کی وجہ سے غیب بن گئے
بس ہنر از رد آنہا عیب شد	بس یقیں کز شک ایشاں ریب شد
بہت سے ہنر ہیں جوان کی ناپسندیدگی کی وجہ سے عیب بن گئے	بہت سے یقین ہیں جوان کے شک کی وجہ سے مشکوک ہو گئے
بارے از دوری ز خدمت یار باش	در ندامت چابک و پرکار باش
آخر کار خدمت سے دوری کی بجائے یار بن جا	ندامت میں چست اور کارآمد بن جا
تا ازاں راحت نسیمے می رسد	آب رحمت راچہ بندی از حسد
تاکہ اس راستہ سے تیرے پاس نسیم پہنچ جائے	حسد کی وجہ سے رحمت کے پانی کو کیوں روکتا ہے؟
گرچہ دوری دور می جنباں تو دم	حیثما کنتم فولوا وجھکم
اگرچہ تو دور ہے دور سے ہی دم ہلا	تم جہاں بھی ہو اپنا چہرہ (اس کی طرف) پھیر لو
چوں خرے در گل فتد از گام تیز	دم بدم جنبد برائے عزم خیز
تیز روی کی وجہ سے جب کوئی گدھا کیچڑ میں پھنس جاتا ہے	اٹھنے کے ارادے سے پے در پے حرکت کرتا ہے
جائے را ہموار نہ کند بہر باش	داند او کہ نیست آں جائے معاش
رہنے کے لئے جگہ کو ہموار نہیں کرتا ہے	وہ جانتا ہے کہ وہ رہنے کی جگہ نہیں ہے
حس تو از حس خر کمتر بدست	کہ دل توزیں وحلہا برنجست
تیری حس گدھے کی حس سے بھی کم ہے	کہ تیرا دل ان کیچڑوں سے باہر نہ نکلا
در وحل تاویل رخصت می کنی	چوں نمی خواہی کزاں دل برکنی
تو کیچڑ میں پڑے رہنے کی اجازت کی دلیل تلاش کرتا ہے	چونکہ نہیں چاہتا کہ اس سے دل ہٹائے
کایں روا باشد مرا من مضطرم	حق نگیرد عاجزے را از کرم
کہ میرے لئے یہ جائز ہے میں مجبور ہوں	اللہ تعالی اپنے کرم سے مجبور کی گرفت نہیں کرتا ہے
اے چو کفتاری گرفتار فجور	ایں گرفتن را نہ بینی از غرور
اے بدکاری میں مبتلا! تو بجو کی طرح ہے	دھوکے کی وجہ سے تو گرفتار ہونے کو نہیں دیکھتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

می بگویند اندروں گفتار نیست	از بروں جوئید کاندر غار نیست
(شکاری) کہتے ہیں بجو اندر نہیں ہے	باہر تلاش کرو کیونکہ غار میں نہیں ہے
نیست درسوراخ گفتار اے پدر	رفت تازاں او بسوئے آبخور
اے ابا! بجو بھٹ میں نہیں ہے	وہ گھاٹ کی جانب دوڑ گیا ہے
ایں ہمی گویند و بندش می نہند	او ہمی گوید زمن کے آگہند
یہ کہتے ہیں اور اس کو پھانس لیتے ہیں	وہ بھی کہتا ہے کہ مجھ سے کہاں واقف ہیں؟
گر زمن آگاہ بودے ایں عدو	کے ندا کردے کہ ایں گفتار کو
اگر یہ دشمن مجھ سے آگاہ ہوتے	تو یہ کب کہتے کہ یہ بجو کہاں ہے؟
تا کہ بربندند و بیرونش کنند	غافل آں گفتار از ایں ریشخند
تا کہ باندھ لیں اور اس کو باہر نکال لیں	بجو اس مذاق سے غافل ہے

شرح حبیبی

جبکہ اس امیر نے شیخ کے حکم کا نفاذ مشاہدہ کیا اور دیکھا کہ مچھلی سوئی لے آئی تو اس سے اس پر وجد طاری ہو گیا اور کہا کہ اللہ مچھلی تو شیخ کو پہچانتی ہے اور آدمی نہ پہچانے پھٹکار اس پر جو اس درگاہ سے مردود ہو اور اس سے آشنا نہ ہو ہائے افسوس مچھلیاں شیخ سے واقف ہوں اور ہم دور ہوں ہم اس دولت سے محروم ہوں اور وہ بہرہ یاب آخرش وہ آداب شاہی بجالایا اور روتا پیٹتا چلا گیا اور باب قلب کے مفتوح ہونے کے عشق سے دیوانہ ہو گیا۔ جب مشائخ کی عظمت تجھے معلوم ہو چکی تو اے محروم وطاعن بر مشائخ کالنا من کان تو کس مصیبت میں پھنسا ہوا ہے۔ تجھے معلوم نہیں کہ تو کس کے ساتھ مخالفت اور کس پر حسد کرتا ہے کمبخت تو شیر کی دم سے کھیل رہا ہے اور فرشتوں پر حملہ کر رہا ہے پھر بھلا تو ہلاک نہ ہوگا۔ ارے تو ان لوگوں کو جو خیر محض ہیں اور جن میں شر کا شائبہ نہیں تو کیا برا کہتا ہے یہ پستی ہے تو اس کو رفعت نہ سمجھ یہ انتہائی ذلت کا سبب ہے تو اس کو عزت نہ خیال کر۔ تو بد اور شیخ میں تمیز نہیں کرتا ان میں کامل تضاد ہے کیونکہ بد وہ ہے جو تانبا ناقص ہو اپنے کمال میں کیمیا کا محتاج ہو۔ خسیس ہو اور شیخ وہ کیمیا ہوتا ہے جس کے اثر کی کوئی انتہا ہی نہیں اور جو ناقص کو کامل بنا دیتا ہے بھلا پھر وصف مشیخت اور بدی ایک ذات میں کیونکر جمع ہو سکتے ہیں اور اگر کوئی مس کسی سبب سے کیمیائے کامل نہ ہو سکے تو مس سے وہ کیمیا تو مس نہیں ہو جاتی وہ تو کیمیا ہی رہتی ہے پس اگر تو کامل نہ بن سکا تو تیرے برا کہنے سے شیخ برا نہیں ہو سکتا۔ اور بن بد وہ ہوتا ہے جو سرکش ہو اور جس کے اعمال رخت حیات روحانی کو پھونک دینے کے لئے آگ کی خاصیت رکھتے ہوں اور برعکس اس کے شیخ آتش شہوات نفسانیہ کو بجھا دینے

www.besturdubooks.wordpress.com

اور حیات طیبہ روحانی عطا کرنے میں دریائے ازل یعنی حق سبحانہ کی صفت سے متصف ہے اور ان بد وہ ہوتا ہے جو ظالم بر نفس خود اور ظلمات نفسانیہ کا بڑھانے والا ہو برخلاف اس کے شیخ عکس انوار خداوندی اور منور بانوار حق سبحانہ ہے جو تاریکی کا دشمن اور اسکا قلع قمع کرنے والا ہے اور ان بد وہ ہوتا ہے جو آگ ہو اور سوزش اور دھوئیں سے پر ہو۔ برخلاف اس کے شیخ ایسا ہوتا ہے جیسے گرمی میں آب کوثر۔ کہ التہاب نار عطش کو بجھا کر حیات روحانی بخشتا اور سکون و طمانینت پیدا کرتا ہے پھر وہ بد کیونکر ہوسکتا ہے تو آگ ہے وہ پانی ہے پس تجھ کو اس سے ڈرنا چاہیے کیونکہ آگ پانی سے ڈرتی ہے وہ تجھ سے نہیں ڈر سکتا کیونکہ پانی آگ سے نہیں ڈرتا۔ تو بھی تو غضب کرتا ہے کہ چہرۂ بدر کامل میں نقص ڈھونڈتا ہے بھلا وہاں نقص کو کیا دخل اور بہشت میں کانٹے تلاش کرتا ہے اگر بہشت میں کانٹے ڈھونڈنے جائے گا تو وہاں بجز تیرے اور کوئی کانٹا تجھے نہیں مل سکتا تو آفتاب کو مٹی میں چھپانا چاہتا ہے اور بدر کامل میں نقص تلاش کرتا ہے بھلا تیری عقل ہی نہیں ماری گئی غرض اہل اللہ کے اندر عیب تلاش کرنا تیری بدبختی اور محرومی ہے اور سعی لاحاصل اصل مقصود تیرا ان کے کمال پر حسد ہے اور تو اس کا اخفا چاہتا ہے مگر یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ ایک آفتاب جو ایک عالم کو اپنے نور سے فیض یاب کر رہا ہے وہ ایک خفاش کی خاطر چھپ جائے۔ ایسی حالت میں بجز موتو ابغیظکم کے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ ارے اہل اللہ بد کیونکر ہوسکتے ہیں۔ وہ تو صراف ہیں عیب وکمال کے جس کو وہ عیب سمجھ کر رد کردیں وہ حقیقت میں عیب ہوتا ہے اور جس کو وہ کمال سمجھ کر اس کی طرف راغب ہوں وہ واقع میں کمال ہوتا ہے خیر اگر تو اب تک خدمت سے دور رہا ہے تو اب بھی کچھ نہیں گیا۔ اب بھی یار ہو جا۔ اپنی حرکت سے نادم ہو اور کام میں لگ جا تا کہ راہ خدا کی نسیم خوشگوار کا کوئی جھونکا تجھ تک پہنچ جائے۔ دیکھ کیوں احمق بنتا ہے اور حسد کا کڑا لگا کر آب رحمت کو کیوں روکتا ہے اگر تو ان کی خدمت میں بھی حاضر نہیں ہوسکتا تو نہ سہی تو دور ہی سے لجاجت کرتا رہ غرض جہاں کہیں بھی ہو تجھ کو اس قبلہ حاجات کی طرف توجہ رہنا چاہیے۔ غور تو کر اگر تیز روی میں کوئی گدھا کیچڑ میں گر جائے تو وہ اٹھنے کے لئے بار بار حرکت کرتا ہے اور وہیں رہنے کے لئے جگہ ٹھیک نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ زندگی بسر کرنے کا مقام نہیں لیکن تیری حس تو گدھے کی حس سے بھی کم ہے کہ تو اس دلدل میں پھنسا ہوا ہے اور تیرے دل میں اس سے نکلنے کی امنگ پیدا نہیں ہوتی۔ تو اس دلدل ہی میں رہنے کے بہانے ڈھونڈتا ہے کیونکہ تو اس سے قطع تعلق کرنا نہیں چاہتا تو کہتا ہے کہ میں مضطر ہوں میرے لئے اس میں پھنسا رہنا جائز ہے حق سبحانہ اپنے فضل سے عاجز و مضطر پر گرفت نہیں فرماتے لیکن اے احمق حق سبحانہ نے تجھے پکڑ رکھا ہے مگر تو بجو کی طرح اندھا ہے اس لئے اپنی غفلت سے اس کو دیکھ نہیں سکتا۔ بجو کو جب پکڑنا چاہتے ہیں تو اسے غافل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بجو بھٹ میں نہیں ہے باہر ڈھونڈنا چاہیے چونکہ بھٹ میں نہیں ہے لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ دوڑ کر گھاٹ پر پانی پینے گیا ہے۔ یہ کہتے جاتے ہیں اور پھندے لگاتے جاتے ہیں اور بجو احمق یہ سمجھتا ہے کہ یہ مجھ سے واقف نہیں بھلا اگر وہ دشمن مجھے جانتا تو یہ کیوں کہتا کہ بجو کہاں چلا گیا حتی کہ یہ لوگ اس کو باندھ کر باہر نکال دیتے ہیں اور وہ اس دل لگی سے غافل ہوتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

لب دریا پر حضرت ابراہیم ابن ادہم اور اس امیر کے قصہ کا تتمہ

شرح شبیری

چون الخ۔ یعنی جب اس امیر نے حکم شیخ کا نافذ ہوتا دیکھا تو مچھلیوں کی آمد سے اس کو ایک وجد ظاہر ہوا۔

گفت الخ۔ یعنی اس امیر نے کہا کہ افسوس مچھلی تو پیروں سے آگاہ ہے تو اس شخص پر نفرین ہے جو ملعون و مردود درگاہ ہو۔

ماہیان الخ۔ یعنی مچھلیاں تو شیخ سے آگاہ ہیں اور ہم بعید ہیں اور ہم اس دولت سے بدبخت ہیں اور یہ سعید ہیں (بڑے افسوس کی بات ہے)

سجدہ کرد الخ۔ یعنی اس نے سجدہ کیا اور روتا ہوا خراب وخستہ چل دیا اور فتح باب کے عشق کی وجہ سے دیوانہ ہو گیا۔ فتح باب سے مراد انشراح قلب مطلب یہ کہ جب اس پر یہ اسرار اور عظمت شیخ کی منکشف ہوئی تو بس اس پر وجد کی حالت طاری ہو گئی اور اس انشراح قلبی کی وجہ سے اس پر دیوانگی کی کیفیت ہو گئی اس کے بعد وہ چل دیا۔ اس قصہ کو تمام فرما کر رجوع ہے اوپر کے مضمون کی طرف اوپر کے قصہ طعن میں خطاب خاص اس طاعن کو تھا کہ ان بزرگ کی شان میں گستاخی مت کر کہ بہت بری چیز ہے اور اس سے وبال کے نزول کا خوف ہے آگے اسی مضمون کو خطاب عام سے بیان فرماتے ہیں کہ

پس الخ۔ یعنی پس اے ناپاک تو کس شے میں مشغول ہے اور نزاع وحسد کس کے ساتھ کر رہا ہے۔ (کچھ خبر بھی ہے تیری وہ مثال ہے کہ)

بادم الخ۔ یعنی شیر کی دم کے ساتھ کھیل رہے ہو اور فرشتوں پر حملہ کر رہے ہو تو ان دونوں کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شیر تم کو پھاڑ دے گا اور ملائک ہلاک کر ڈالیں گے۔ تو اسی طرح بزرگوں کی شان میں گستاخی کرنے سے بھی وبال نازل ہوگا اور اس سے ہلاک ہو جاؤ گے۔

بد چہ الخ۔ یعنی تو خیر محض کو کیا برا کہہ رہا ہے ارے اس ذلت کو ترفع مت گن۔ مطلب یہ کہ اگر چہ اولیاء اللہ معصوم تو نہیں ہوتے مگر محفوظ ضرور ہوتے ہیں اس لئے ان سے برائی صادر نہیں ہوتی اور کوئی نہ کوئی ایسا مانع قوی ہو جاتا ہے کہ جس سے ان سے صدور منکر نہیں ہونے پاتا جیسا اوپر بیان کیا گیا ہے تو فرماتے ہیں کہ اے معترض تو جو اس اعتراض کرنے کو بڑا کمال سمجھتا ہے جیسا کہ آج کل یہ خبط ہے کہ کہتے ہیں کہ ہم نے فلاں بزرگ سے گفتگو کی تو جواب نہ دے سکے تو یہ خبط ہے اور ذلت ہے اس کو کمال اور برائی مت سمجھو کہ خدانہ کردہ کہیں وبال پڑ گیا تو سارا کمال اور بزرگی رکھی رہ جائے گی آگے شیخ کامل کی اور بدکاروں کی مثالیں دیتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بد چہ باشد الخ۔ یعنی بد کون ہوتا ہے وہ مس جو کہ محتاج اور ذلیل کردہ ہو اور شیخ وہ ہے جو کہ کیمیائے کامل ہو۔

مس ار الخ۔ یعنی اگر کیمیا سے مس کسی قابل نہ ہوا تو کیمیا بھی تو مس کی وجہ سے مس نہ ہو جائے گی۔ مطلب یہ کہ شیخ کی مثال تو کیمیا جیسی ہے اور عوام کی مثال مس جیسی ہے تو اگر کیمیا سے مس سونا نہ ہو سکے تو یہ بھی تو نہیں ہے کہ خود کیمیا ہی مس بن جائے۔ اسی طرح اگر عوام شیخ کی وجہ سے درست نہ ہو سکیں تو اس طرح تو لٹیا نہ ڈوبے گی کہ شیخ بھی عوام میں سے ہو جائے۔ غایت مافی الباب یہ ہوگا کہ دونوں اپنی حالت پر رہیں گے اور کوئی کسی میں اثر نہ کرے گا تو شیخ کو برا کہنا سخت غلطی ہے آگے اور مثال ہے۔

بد چہ باشد الخ۔ یعنی برا کیا ہے ایک آگ ہے اپنے عمل میں اور شیخ کون ہے دریائے ازل کا چشمہ ہے تو پانی آگ کو بجھاتا ہے یا آگ پانی کو غائب کر دیتی ہے ظاہر ہے کہ پانی آگ کو دفع کر دیتا ہے تو عوام جو کہ آگ کی طرح ہے اور ان کے اخلاق و عادات خراب ہو رہے ہیں ان کو شیخ درست کر دیتا ہے نہ یہ کہ خود بھی عوام میں سے ہو جائے۔ آگے اور مثال ہے کہ

بد کہ باشد الخ۔ یعنی برا کون ہے ظالم ظلمت کا بڑھانے والا اور شیخ کون ہے وہ عکس ہے انوار الٰہیہ کا۔

بد چہ باشد الخ۔ یعنی بُرا کیا ہے ایک آگ پر دود وسوز ہے اور شیخ آب کوثر ہے گرمی کے موسم میں۔

دائم الخ۔ یعنی ہمیشہ آگ کو پانی سے ڈراتے ہیں مگر پانی شعلوں سے کب ڈرتا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو قاعدہ ہے آگ پانی سے ڈرتی ہے کہ وہ اس کو زائل اور فنا کر دینے والا ہے مگر پانی کبھی آگ سے فنا نہیں ہوتا اور اس کا وصف ہرگز زائل نہیں ہوتا۔ اسی طرح شیخ کی برکت سے عوام کے اخلاق تو مبدل ہو جاتے ہیں مگر شیخ کامل پر ان کا اثر نہیں پڑتا۔

در رخ مہ الخ۔ یعنی چاند کے چہرہ میں عیب بینی کر رہے ہو اور بہشت میں کانٹے تلاش کرتے ہو مطلب یہ کہ شیخ جو کہ چاند کی طرح ہے اور بہشت کی طرح ہے تم اس میں عیوب نکالتے ہو اس میں عیوب کہاں ہیں وہ تو بالکل صاف ہے اور اس میں تو گل ہی گل ہیں اور خیر ہی ہے شر اور خار کا نام ہی نہیں ہے۔

در بہشت الخ۔ یعنی اگر تم بہشت میں کانٹے کو تلاش کرتے ہوئے جاؤ تو وہاں کوئی کانٹا بجز اپنے نہ پاؤ گے مطلب یہ کہ بزرگوں میں جو تم عیوب نکال رہے ہو تو یاد رکھو کہ ان میں کوئی عیب نہیں ہے ہاں ایک عیب یہ بیشک ہے کہ تم جیسے نالائق ان کے پاس اور ان سے منسوب ہو بس اس کے سوا اور کوئی عیب بھی ان کے اندر نہیں ہے سبحان اللہ خوب ہی فرمایا ہے۔

می بپوشی الخ۔ یعنی تم ایک آفتاب پر خاک ڈالنا چاہتے ہو اور بدر کامل میں عیب تلاش کرتے ہو تو بھلا یہ کیسے ممکن ہے اسی طرح بزرگان دین میں جو تم عیوب تلاش کرتے ہو ان میں عیوب کہاں ہیں ان میں عیوب مل ہی نہیں سکتے۔

آفتابے الخ۔ یعنی وہ آفتاب جو کہ عالم تاب ہو وہ ایک خفاش کی وجہ سے کہاں چھپ جائے۔ مطلب یہ کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تم جو ان سے حسد کرتے ہو اور تم سے ان کے کمالات کو دیکھا نہیں جاتا اور مرے جاتے ہو تو تمہاری وجہ سے وہ اپنے کمالات کو بھلا کہاں چھپا ئیں۔ ان کے کمالات جس طرح درخشاں اور تاباں ہیں وہ اسی طرح رہیں گے تم اگر اندھے ہو اور اس کی برداشت تم سے نہیں ہو سکتی تو مر رہو باقی وہ تو اسی طرح رہیں گے ان کی تو یہ شان ہے کہ

عیبہا از الخ۔ یعنی عیوب بزرگوں کی رد کر دینے کی وجہ عیب ہو گئے ہیں اور غیوب بوجہ بزرگوں کی پسندیدگی کے غیوب ہو گئے۔ رشک سے مراد پسندیدگی اور محبت اس لئے کہ جب پسندیدگی اور محبت ہوتی ہے جب ہی تو رشک بھی ہوتا ہے اس لئے اطلاق خود محبت پر کر دیا اور غیوب سے مراد کمالات اب سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ عیوب جو عیوب ہو گئے ہیں تو اس لئے کہ ان کو بزرگان دین نے مردود و مطرود کر دیا ہے اور کمالات کمالات اس لئے بنے ہیں کہ ان کو بزرگوں نے پسند کیا تو وہ کمالات ہو گئے تو جن کی یہ شان ہے کہ جس کو پسند کیا وہ کمال ہو گیا اور جس کو رد فرمایا وہ عیب ہو گیا۔ پھر خود اس میں کس طرح عیوب ہو سکتے ہیں خوب سمجھ لو چونکہ اس شعر میں نسخے بہت مختلف ہیں اور ہر نسخہ کے اعتبار سے مطلب دوسرا ہوتا ہے لہٰذا ذیل میں اول ان اختلافات کا نقشہ دیا جاتا ہے اس کے بعد ان شاء اللہ ہر نسخہ کی بابت توجیہ بیان کی جائے گی۔ نقشہ یہ ہے

نمبر شمار	مصرعہ اولے		مصرعہ ثانیہ	
	لفظ اول	لفظ ثانی	لفظ اول	لفظ ثانی
۱	بالمہملہ	لفظ ثانی	بالمعجمہ	لفظ ثانی
۲	بالمعجمہ	بالمعجمہ	بالمہملہ	بالمہملہ
۳	بالمہملہ	بالمعجمہ	بالمہملہ	بالمہملہ
۴	بالمعجمہ	بالمہملہ	بالمہملہ	بالمعجمہ

صورت اول تو وہ ہے جو متن میں ہے اس کی توجیہ تو اوپر بیان کر دی گئی ہے اور صورت ثانیہ میں اس طرح ہوگا

غیبہا از رد پیران غیب شد + عیب ہا از رشک پیراں عیب شد + اس کی توجیہ کچھ سمجھ میں نہیں آئی۔ لہٰذا اس کو اسی طرح چھوڑا جاتا ہے اگر کسی صاحب کے سمجھ میں آئے تو طبع ثانی میں زیادہ کرا دیں اور تیسری شق کے مطابق یہ ہوگا کہ عیب ہا از رد پیران غیب شد + عیبہا از رشک پیران عیب شد۔ یہاں رد سے مراد ازالہ ہے اور رشک اپنے معنی میں ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ عیوب کو جب بزرگان دین نے زائل کر دیا تو وہ عیوب اور کمالات بن لئے اور ان عیوب کو جو بظاہر کمالات معلوم ہوتے تھے جبکہ ناپسند کیا اور ان سے رشک اور حسد رکھا تو وہ بھی حقیقت میں عیب ہی تھے۔ چوتھے نسخہ کی رو سے یہ ہوگا غیب ہا از رد پیران عیب شد + عیبہا از رشک پیران غیب شد + اب مطلب یہ ہو گیا کہ جو بظاہر کمالات تھے جبکہ بزرگوں نے ان کو رد کر دیا تو معلوم ہوا کہ اصل میں وہ عیوب ہی تھے اور جن عیوب کو

www.besturdubooks.wordpress.com

پسند کرلیا وہ اصل میں کمالات ہی تھے۔ خوب سمجھ لو اب چاروں نسخوں کے مطابق تقریر کردی گئی ہے۔ جس کو جو پسند ہو اس کو قبول کرلے۔ غرضکہ حاصل اور مقصود یہ ہے کہ ان حضرات کی تو وہ شان ہے کہ جو اخلاق کہ ان کو پسند ہوں وہ تو کمالات ہیں اور جو ناپسند ہوں وہ نقص اور عیوب ہیں پھر ان حضرات میں عیوب کہاں ہوسکتے ہیں۔

بارے الخ۔ یعنی اگر تو خدمت سے دور ہے تو یار رہ اور ندامت میں چالاک اور پر کار رہ۔

تا ازان الخ۔ یعنی تا کہ اس راہ سے تمہیں کوئی ہوا پہنچ جائے تو آب رحمت کو حسد سے کیوں بند کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر توفیق خدمت کی نہیں ہے تو خیر دل سے ہی محبت اور عقیدت رکھو اور اپنی گزشتہ گستاخیوں پر نادم رہو کہ اسکی برکت سے شاید کچھ فضل حق تم پر ہوجائے اور کام بن جائے اس حسد سے کیوں باب رحمت کو بند کر رہے ہو۔ خدا کے لئے ایسا مت کرو کہ بزرگوں سے حسد رکھو خدمت کی توفیق نہیں تو خیر دل سے تو اچھا سمجھو۔

گرتو دوری الخ۔ یعنی اگر تم دور ہو تو دور ہی سے دم ہلاتے رہو اور جہاں کہیں ہو اسی طرف توجہ کرو۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم کو بعد جسمانی ہے تو ان حضرات سے تعلق محبت کا اور عقیدت کا رکھو کہ یہی بے حد مفید ہے اور چونکہ یہ حضرات بھی بوجہ متوجہ الیہم ہونے کے مثل کعبہ ہی کے ہیں اور قرآن شریف میں کعبہ کے واسطے ارشاد ہے حیث ما کنتم فولوا وجو هکم شطره تو اسی طرح جہاں کہیں بھی رہو ان حضرات سے عقیدہ اور تعلق رکھو آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ

چون الخ۔ یعنی جب کوئی گدھا تیز چلنے کی وجہ سے گارے میں گر پڑے تو دمبدم وہ اٹھنے کے لئے حرکت کرتا ہے۔

جائے را الخ۔ یعنی وہ رہنے کے لئے جگہ ہموار نہیں کرتا اس لئے کہ جانتا ہے کہ یہ رہنے کی جگہ نہیں ہے مطلب یہ کہ جب گدھا گارے میں گر پڑتا ہے تو اس کوشش میں ہوتا ہے کہ کسی طرح وہاں سے نکل آئے اور یہ نہیں کرتا کہ بس وہیں رہنے کے لئے جگہ کو درست کرنے لگے کہ اب تو یہیں رہیں گے۔

حس الخ۔ یعنی تیری سمجھ گدھے کی سمجھ سے بھی کم ہے کہ دل تیرا ان کیچڑوں سے باہر نہیں نکلتا۔ مطلب یہ کہ وہ گدھا تو اس کیچڑ سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے مگر تم جو اس دنیا کے کیچڑ میں دھنسے ہوئے ہو تم کو اس سے نکلنے کا کبھی احساس ہی نہیں ہوتا اور ایسا سمجھے ہوئے ہو کہ گویا ہمیشہ یہیں رہنا ہے نہ بزرگوں کی خدمت میں جانا ہے اور نہ دین کی خبر ہے بس ہر دم اور ہر وقت تم ہو اور دنیا ہے۔ تو تم گدھے سے بھی کم ہوئے۔

در وحل الخ۔ یعنی اس کیچڑ میں تاویل رخصت کی کرتے ہو جبکہ اس سے دل اکھاڑنا نہیں چاہتے مطلب یہ کہ جب دنیا سے دل اکھاڑنا اور اس سے قطع تعلق کرنا پسند نہیں کرتے تو اس کے لئے تاویلیں کرتے ہو اور یوں کہتے ہو

کاین الخ۔ یعنی کہ مجھ کو یہ جائز ہے اس لئے کہ میں مضطر ہوں اور حق تعالیٰ کسی عاجز کو کرم کی وجہ سے نہ پکڑیں گے۔ مطلب یہ کہ کہتے ہیں کہ حضرت کیا کریں بال بچے ہیں بے رشوت وغیرہ کے پورا نہیں ہوتا اس لئے مجبوراً حرام کمائی کرتے ہیں لہٰذا ہم مضطر ہیں تو حق تعالیٰ ہیں اس اضطرار کی وجہ سے اپنے کرم سے گرفتار نہ فرمائیں گے بلکہ معاف فرمادیں گے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ

اے چو نصاری الخ۔ یعنی ارے تو بجو کی طرح گناہوں میں گرفتار ہو رہا ہے۔ تو دھوکہ کی وجہ سے اس گرفت کو نہیں دیکھتا۔ مطلب یہ کہ جب بجو کو پکڑتے ہیں تو قاعدہ یہ ہے کہ اس کی بل کے سامنے بیٹھ کر کہتے ہیں کہ نہ معلوم بجو کہاں چلا گیا دوسرا کہتا ہے کہ یہاں تو ہے نہیں شاید کہیں پانی وغیرہ پینے گیا ہوگا۔ جب بجو یہ سنتا ہے تو سمجھتا ہے کہ میری ان کو خبر نہیں ہے لہٰذا بے فکر ہو کر بیٹھ رہتا ہے یہ لوگ جال سے گرفتار کر لیتے ہیں تو مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھو جس طرح وہ بے فکر ہو گیا تھا اور پھر پھنس گیا اسی طرح اگر تم بے فکر ہو گئے تو پھنس جاؤ گے بلکہ پھر تو پھنسو ہی گے اس وقت بھی تم تو پھنس رہے ہو کہ گناہوں میں مبتلا ہو آگے اس بجو کے گرفتار کرنے کی ترکیب کو خود بیان فرماتے ہیں کہ

می بگویند الخ۔ یعنی لوگ کہتے ہیں کہ اندر بجو نہیں ہے باہر تلاش کرو اس لئے کہ غار میں تو ہے نہیں۔

نیست الخ۔ یعنی ابا جان سوراخ میں تو بجو ہے نہیں وہ تو دوڑتا ہوا گھاٹ کی طرف کو گیا ہے۔

این ہمی الخ۔ یعنی یہ لوگ تو یہ کہتے ہیں اور اس پر جال رکھتے ہیں اور وہ کہتا ہے کہ یہ مجھ سے آگاہ نہیں ہیں اور کہتا ہے کہ

گر زمن الخ۔ یعنی اگر یہ دشمن مجھ سے آگاہ ہوتا تو اس طرح کیوں کہتا کہ بجو کہاں ہے کہ وہ حضرت اسی خیال میں رہتے ہیں اور

تا کہ الخ۔ یعنی یہاں تک کہ اس کو باندھ لیتے ہیں اور باہر نکال لیتے ہیں اور وہ بجو اس مسخرہ پن سے غافل ہوتا ہے۔ اسی طرح تم بے فکر ہو کہ حق تعالیٰ ہمیں نہ پکڑیں گے حالانکہ وہ ضرور گرفت کریں گے بلکہ اب اس وقت بھی گرفتار کر رکھا ہے۔ آگے اس پر ایک حکایت لاتے ہیں خلاصہ اس کا یہ ہے کہ حضرت شعیب کے زمانہ میں ایک شخص کہا کرتا تھا کہ حق تعالیٰ نے میرے اس قدر گناہ دیکھے مگر مجھے کبھی نہ پکڑا تو آئندہ بھی نہ پکڑیں گے۔ حق تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اس سے کہہ دو کہ جب پکڑیں گے وہ تو جب ہی ہوگا تجھے تو اب بھی گرفتار رکھا ہے کہ قلب سیاہ ہو گیا اور معاصی میں مبتلا ہے نہ اچھے کی حس رہی نہ برے کی۔ یہ کس قدر بری گرفت ہے والعیاذ باللہ تو اسی طرح تم خیال کرتے ہو کہ حق تعالیٰ ہمیں نہ پکڑیں گے مگر حق تعالیٰ نے خود اسی وقت گرفتار کر رکھا ہے کہ قلب کو مسخ کر دیا کہ یہ بھی خبر نہ رہی کہ حلال کیا ہے اور حرام کیا ہے یہ گرفت نہیں تو اور کیا ہے نعوذ باللہ منہ ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب اب حکایت سنو۔

دعویٰ کردن آں شخص کہ حق تعالیٰ مرا نہ گیرد بگناہ و جواب گفتن شعیبؑ اورا

ایک شخص کا دعویٰ کرنا کہ خدا گناہ کی وجہ سے میری گرفت نہیں کرتا ہے اور حضرت شعیبؑ کا اس کو جواب دینا

آں یکے می گفت در عہد شعیبؑ	کہ خدا از من بسے دید ست عیب
(حضرت) شعیب کے زمانہ میں ایک شخص کہتا تھا	کہ خدا نے میرے بہت سے عیب دیکھے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

چند دید از من گناہ و جرمہا	وز کرم یزداں نمی گیرد مرا
اس نے میرے گناہ اور جرم بہت دیکھے ہیں	اور اللہ کرم سے مجھے نہیں پکڑتا ہے
حق تعالیٰ گفت در گوش شعیبؑ	در جواب او فصیح از راہ غیب
اللہ تعالیٰ نے (حضرت) شعیبؑ کے کان میں کہا	صاف صاف جواب، غیب کے راستہ سے
کہ بگفتی چند کردم من گناہ	وز کرم نگرفت در جرم اللہ
کہ تو یہ کہتا ہے کہ میں نے بہت گناہ کیے ہیں	اور خدا نے کرم سے جرم میں مجھے نہیں پکڑا ہے
عکس می گوئی و مقلوب اے سفیہ	اے رہا کردہ رہ و بگرفتہ تیہ
اے بیوقوف! تو الٹی اور بالعکس بات کہتا ہے	اے گم کردہ راہ اور تیہ (کا راستہ) اختیار کیے ہوئے!
چند چندت گیرم و تو بے خبر	در سلاسل ماندۂ پا تا بہ سر
میں تیری بار بار گرفت کرتا ہوں اور تو بے خبر ہے	پیر سے سر تک تو زنجیروں میں ہے
زنگ تو برتوت اے دیگ سیاہ	کرد سیمائے درونت را تباہ
اے کالی دیگ! تیرے تہ بہ تہ زنگ نے	تیرے باطن کی خصوصیتوں کو تباہ کر دیا ہے
بر دلت زنگار بر زنگار ہا	جمع شد تا کور شد ز اسرار ہا
تیرے دل پر زنگوں پر زنگ	جمع ہو گیا یہاں تک کہ وہ اسرار سے اندھا ہو گیا
گر زند آں دود بر دیگ نوے	آں اثر بنماید ار باشد جوے
اگر نئی دیگ پر دھواں لگے	وہ اثر دکھاتا ہے خواہ جو کے برابر ہو
زانکہ ہر چیزے بضد پیدا شود	بر سفیدی آں سیہ رسوا شود
کیونکہ ہر چیز بالمقابل سے ظاہر ہوتی ہے	سفیدی پر سیاہ بدنام ہوتا ہے
چوں سیہ شد دیگ پس تاثیر دود	بعد ازاں بروے کہ بیند اے عنود
جب دیگ کالی ہو گئی تو دھویں کی تاثیر	اے سرکش! اس کے بعد اس پر کون دیکھتا ہے؟
مرد آہنگر کہ او زنگی بود	دود را باروش ہمرنگی بود
جو لوہار حبشی ہو	دھواں اس کے چہرے کے ہمرنگ ہوتا ہے
مرد رومی کو کند آہنگری	رویش ابلق گردد از دود آوری
رومی جو لوہار کا کام کرتا ہے	دھواں دینے سے اس کا چہرہ چتکبرا ہو جائے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

پس نداند زود تاثیر گناہ	تا بنالد زود گوید اے الٰہ
تو وہ گناہ کی تاثیر کو جلدی سے نہیں سمجھتا ہے	تاکہ روئے (اور) جلد کہے اے خدا؟
چوں کند اصرار و بد پیشہ کند	خاک اندر چشم اندیشہ کند
جب اصرار کرتا ہے اور برائی کو پیشہ بنا لیتا ہے	تو فکر کی آنکھ میں دھول جھونکتا ہے
توبہ نندیشد دگر شیریں شود	بردلش آں جرم تا بیدیں شود
توبہ کی فکر نہیں کرتا ہے پھر میٹھا بن جاتا ہے	اس کے دل پر وہ گناہ یہاں تک کہ وہ بےدین بن جاتا ہے
آں پشیمانی و یارب رفت ازو	شست بر آئینہ زنگ شصت تو
اس سے وہ شرمندگی اور یارب (کہنا) جاتا رہا	ساٹھ تہ کا زنگ آئینہ پر بیٹھ گیا
آہنش را زنگہا خوردن گرفت	گوہرش را رنگ کم کردن گرفت
اس کے لوہے کو زنگوں نے کھانا شروع کر دیا	اس کے جوہر کا رنگ کم کرنا شروع کر دیا
چوں نویسی کاغذ اسپید بر	آں بنشتہ خواندہ آید در نظر
جب تو سفید کاغذ پر لکھے	وہ لکھا ہوا پڑھنے کے قابل نظر آتا ہے
چوں نویسی بر سر بنوشتہ خط	فہم ناید خواندنش گردد غلط
جب تو لکھے ہوئے پر لکھے	سمجھ میں نہیں آتا ہے اس کا پڑھنا غلط ہو جاتا ہے
کاں سیاہی بر سیاہی او فتاد	ہر دو خط شد کور و معنیٰ رو نداد
اس لئے کہ سیاہی سیاہی پر پڑی	دونوں خط اندھے ہوگئے اور معنیٰ غائب ہوگئے
ور سوم بارہ نویسی بر سرش	بس سیہ کردی چو جان کافرش
اور اگر اس پر تو تیسری بار لکھے	تو تو نے کافر کی جان کی طرح اس کو بالکل کالا کر دیا
پس چہ چارہ جز پناہ چارہ گر	ناامیدی مس و اکسیرش نظر
تو چارہ گر کی پناہ کے سوا کیا چارہ ہے؟	ناامیدی تانبا ہے اور اس کی نظر اکسیر ہے
ناامیدیہا بہ پیش او نہید	تاز درد بے دوا بیروں جہید
ناامیدیوں کو اس کے سامنے رکھو	تاکہ لاعلاج درد سے نکل سکو
چوں شعیبؑ ایں نکتہا با وے بگفت	زاں دم جاں در دل او گل شگفت
جب (حضرت) شعیبؑ نے یہ نکتے اس سے کہے	اس روحانی پھونک سے اس کے دل میں پھول کھلا

www.besturdubooks.wordpress.com

جان او بشنید وحی آسمان	گفت اگر بگرفت مارا کو نشاں
اس کی جان نے آسمانی وحی سنی	بولا اگر اس نے ہمیں پکڑا ہے تو علامت کیا ہے؟
گفت یارب دفع من می گوید او	آں گرفتن را نشاں می جوید او
اس (حضرت شعیبؑ) نے کہا اے خدا وہ مجھ پر اعتراض کرتا ہے	اس گرفت کی شناخت چاہتا ہے
گفت ستارم نگویم راز ہاش	جز یکے رمزے برائے ابتلاش
(اللہ نے) فرمایا میں پردہ پوش ہوں اس کے راز نہیں بتاتا ہوں	سوائے ایک اشارے کے اس کی آزمائش کے لئے
یک نشان آنکہ می گیرم ورا	آنکہ طاعت دارد از صوم و دعا
اس کی علامت کہ میں اس کو پکڑتا ہوں ایک	یہ ہے کہ وہ روزے اور نماز کی عبادت کرتا ہے
وز نماز و از زکوٰۃ و غیر آں	لیک یک ذرہ ندارد ذوق جاں
اور نماز اور زکوٰۃ وغیرہ کی	لیکن روح کے ذوق کا ایک ذرہ نہیں رکھتا ہے
می کند طاعات و افعال سنی	لیک یک ذرہ ندارد چاشنی
وہ عبادات اور اعلیٰ اعمال کرتا ہے	لیکن ایک ذرہ لطف نہیں پاتا ہے
طاعتش نغزست و معنیٰ نغز نے	جوز ہا بسیار و در وے مغز نے
اس کی (ظاہری) عبادات اچھی ہے اور روح کی (عبادت) اچھی نہیں ہے	اخروٹ بہت ہیں ان میں گری نہیں ہے
ذوق باید تا دہد طاعات بر	مغز باید تا دہد دانہ شجر
ذوق چاہیے تاکہ عبادات پھل دیں	گری چاہئے تاکہ دانہ درخت اگائے
دانۂ بے مغز کے گردد نہال	صورت بیجاں نباشد جز خیال
بے گری کے دانہ کب پودا بنتا ہے؟	بے جان تصویر سوائے خیال کے کچھ نہیں ہے۔
چوں شعیبؑ ایں نکتہا بروے بخواند	از تفکر ہمچو خر درگل بماند
جب (حضرت) شعیبؑ نے یہ نکتے اس کو سنائے	سوچ میں دلدل میں پھنسے ہوئے گدھے کی طرح رہ گیا

شرح حبیبی

ایک شخص حضرت شعیب علیہ السلام کے زمانہ میں کہہ رہا تھا کہ حق سبحانہ نے میرے بہت سے عیب دیکھے ہیں اور گو اس نے بہت سے قصور اور معاصی دیکھے مگر اپنے کرم سے مجھ پر گرفت نہیں کرتا اس پر حق سبحانہ نے اس

www.besturdubooks.wordpress.com

کے جواب میں بذریعہ وحی کے حضرت شعیب علیہ السلام کے کان میں صاف طور پر فرمایا کہ آپ اس سے فرما دیجئے کہ تو کہتا ہے کہ حق سبحانہ نے میرے گناہ دیکھے لیکن اپنے فضل سے مجھ پر گرفت نہیں فرمائی یہ تیرا خیال غلط ہے اور یہ بیان بالکل الٹا ہے اس میں تو راہ راست پر نہیں بلکہ میدان گمراہی میں سرگرداں ہے تجھے خبر نہیں میں نے تجھ پر بہت گرفت کی ہے اور سر سے پاؤں تک تو ہماری غیر محسوس زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ مگر تجھے اس لئے معلوم نہیں ہوتا کہ تو بمنزلہ کالی ہانڈی کے ہے اور کثرت سیاہی نے تیرے دل کی اصلی رنگت کو چھپا رکھا ہے تیرے دل پر زنگ کی تہیں جم گئی ہیں حتیٰ کہ وہ اسرار بینی سے اندھا ہو گیا ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جو دھواں نئی ہانڈی پر جمتا ہے وہ اگر تھوڑا بھی ہوتا ہے تو اسکا اثر محسوس ہوتا ہے اور راز اس کا یہ ہے کہ اس وقت ہانڈی کی رنگت دھوئیں کے رنگ کے مخالف ہوتی ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ ایک ضد دوسری ضد سے معلوم ہوتی ہے چنانچہ سفیدی پر سیاہی بہت صاف نظر آتی ہے اس لئے اس دھوئیں کا تھوڑا اثر بھی محسوس ہوتا ہے اور جب ہانڈی دھوئیں سے بالکل کالی ہو جاتی ہے اس وقت بھلا دھواں کیا معلوم ہو سکتا ہے۔ پس تجھے اپنے گناہوں کا اثر اس لئے محسوس نہیں ہوتا کہ تیرا دل بالکل سیاہ ہو گیا ہے۔ ہاں اگر قلب صاف ہوتا تو معلوم ہو سکتا تھا علی ہذا اگر کوئی لوہار زنگی ہو تو چونکہ دھوئیں کی رنگت اس کے رنگ کے موافق ہے اس لئے اس پر دھوئیں کا اثر ظاہر نہیں ہو سکتا اور اگر لوہار رومی ہو تو اسکے منہ پر دھویں کے دھبے محسوس ہوں گے۔ اور وہ ابلق معلوم ہو گا۔ پس جب تک دل صاف ہوتا ہے اسوقت تک اس کو گناہ کا اثر محسوس ہوتا ہے اور وہ حق سبحانہ کے سامنے گریہ وزاری کرتا ہے اور جب وہ گناہ پر اصرار کرتا اور بدکاری کو اپنا پیشہ بنالیتا ہے اس وقت اس کی چشم قلب میں خاک پڑ جاتی ہے اور وہ اندھی ہو جاتی ہے اس کو گناہ کا اثر نظر نہیں آتا اور توبہ کا اس کو خیال بھی نہیں آتا اور گناہ میں اس کے دل کو لذت آنے لگتی ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دین ہی کو چھوڑ بیٹھتا ہے کہ اعاذنا اللہ منہ) کثرت معاصی کا خاصہ یہ ہے کہ پشیمانی اور دعا اس سے بالکل رخصت ہو جاتی ہے اور زنگ کی بہت سی تہیں اس کے دل پر جم جاتی ہیں۔ جوں جوں وہ گناہ کرتا ہے اس کے دل پر زنگ جمتا جاتا ہے اور وہ زنگ اس کے لوہے (دل) کو کھانے لگتا ہے اور اس کے قلب صافی مثل گوہر کے رنگ میں کمی آنے لگتی ہے بالآخر وہ بالکل زنگ آلود ہو جاتا ہے اور گناہ کا اثر محسوس نہیں ہو سکتا۔ اس کو ہم ایک اور مثال سے واضح کرتے ہیں دیکھو جب تم اول مرتبہ سفید کاغذ پر لکھتے ہو تو وہ نوشتہ صاف پڑھا جاتا ہے اور جب اس لکھے ہوئے پر اور مضمون لکھو تو وہ لکھا ہوا اچھی طرح سمجھ میں نہیں آتا اس کے پڑھنے میں غلطی ہونے لگتی ہے کیونکہ ایک سیاہی نے دوسری سیاہی پر پڑ کر اس کو بالکل خبط کر دیا لہٰذا معنی کا پتہ نہیں چلتا اور تیسری مرتبہ اسی پر لکھ دو تب تو جان کافر کی طرح بالکل سیاہ ہو جائیگی اور کچھ بھی نہ پڑھا جائے گا اسی پر اس سیاہی کو خیال کرو جو گناہ سے قلب کے اندر پیدا ہوتی ہے کہ وہ جوں جوں بڑھتی جاتی ہے گناہ کا احساس گھٹتا جاتا ہے اور جب بالکل سیاہ ہو جاتا ہے تب تو گناہ کا بالکل ہی احساس نہیں ہوتا۔ اس وقت اور کوئی علاج نہیں بجز حق سبحانہ کی پناہ کے گو اس وقت اصلاح سے

www.besturdubooks.wordpress.com

مایوسی ہو جاتی ہے لیکن اس کو بمنزلہ مس کے سمجھنا چاہیے اور حق سبحانہ کی نظر رحمت کو اکسیر وہ اس کے ناامیدی کو ایک دم میں مبدل بامید کر سکتی ہے۔ پس جب ایسی حالت ہو تو اپنی ناامیدوں کو اس دریائے رحمت کے سامنے پیش کر دینا چاہیے کہ اس وقت تو ہماری بضاعت مزجاۃ یہ ہے آپ اس کو اپنی رحمت سے کھرا مال بنا دیجئے۔ ایسا کرو گے تو اس درد لادوا سے ان شاء اللہ تعالیٰ رہائی ہو جائے گی۔ جب شعیب علیہ السلام نے یہ واقعات اس سے بیان کئے تو اس موثر تقریر سے اس کے دل میں ایک عمدہ اثر پیدا ہوا یعنی وہ خواب غفلت سے چونکا اور فی الجملہ متنبہ ہوا یعنی جب اس نے یہ وحی آسمانی سنی تو کہا کہ اگر حق سبحانہ نے مجھ پر گرفت کی ہے تو اس کی علامت بیان فرمایئے حضرت شعیب علیہ السلام نے جناب خداوندی میں التجا کی کہ الٰہی یہ تو میری بات نہیں مانتا بلکہ نشانی طلب کرتا ہے حق سبحانہ نے جواب دیا کہ ہم پردہ پوش ہیں ہم تم سے اس کے راز نہ بیان کریں گے صرف اس کے امتحان کے لئے ایک اشارہ کئے دیتے ہیں ہماری گرفت کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ روزہ دعا اور دیگر طاعتیں مثلاً نماز زکوۃ وغیرہ ادا کرتا ہے لیکن ذرا بھی اس کو دلچسپی نہیں ہوتی گو وہ عبادتیں اور عمدہ افعال کرتا ہے مگر ان کی حلاوت سے بالکل محروم ہے صورت عبادت تو بہت اچھی ہے مگر حقیقت اچھی نہیں ہے اس لئے ان کی مثال ایسی ہے جیسے اخروٹ تو بہت ہوں اور گری کسی میں نہ ہو پس طاعات کے ثمرا اجر و دیگر ثمرات ہونے کے لئے دلچسپی اور حلاوت کی ضرورت ہے۔ جس طرح کہ دانہ کے درخت ہونے کے لئے مغز کی ضرورت ہوتی ہے پس جس طرح دانہ بے مغز پودا نہیں بن سکتا یوں ہی صورت طاعات بھی حقیقت وروح کے بغیر خیال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ جب شعیب علیہ السلام نے اس سے یہ نکتے بیان کئے تو یوں دنگ رہ گیا جیسا کہ گدھا دلدل میں پھنس جاتا ہے اچھا اب پھر ہم قصہ شیخ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

ایک شخص کا دعویٰ کرنا کہ حق تعالیٰ مجھے گناہ کی وجہ سے پکڑتا نہیں اور حضرت شعیب علیہ السلام کا اس کو جواب دینا

شرح شبّیری

آن یکے الخ۔ یعنی ایک شخص حضرت شعیب علیہ السلام کے زمانہ میں کہا کرتا تھا کہ خدا نے مجھ سے بہت گناہ دیکھے ہیں۔

چند دید الخ۔ یعنی مجھ سے کتنے ہی گناہ اور جرم دیکھے اور کرم کی وجہ سے حق تعالیٰ مجھے پکڑتا نہیں ہے۔

حق تعالیٰ الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام کے کان میں اس کے جواب میں راہ غیب سے کلام فصیح فرمایا کہ

کہ بگفتی الخ۔ یعنی کہ تو کہتا ہے کہ میں نے کتنے ہی گناہ کئے ہیں اور کرم کی وجہ سے حق تعالیٰ نے مجھے پکڑا نہیں۔

عکس الخ۔ یعنی ارے بیوقوف تو بالعکس اور الٹی بات کہہ رہا ہے ارے تو نے راستہ تو چھوڑ رکھا ہے اور جنگل

www.besturdubooks.wordpress.com

کو اختیار کر رکھا ہے مطلب یہ کہ سرگردانی میں ہے اور راہ مستقیم کو ترک کیے ہوئے ہے۔

چند الخ۔ یعنی میں نے تجھے کتنا کتنا پکڑ رکھا ہے اور تو بے خبر ہے۔ تو زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ سر سے پاؤں تک اور تجھے خبر نہیں اور اس خبر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ

زنگ الخ۔ یعنی تیرے تو برتو زنگ نے اے کالی ہانڈی تیرے دل کی شناخت کو برباد کر دیا۔

بر دلت الخ۔ یعنی تیرے دل پر زنگار پر زنگار جمع ہو گئے ہیں تو وہ اسرار حق سے اندھا ہو گیا ہے۔ بات یہ ہے کہ جب انسان گناہ کرتا ہے تو اس کے قلب پر ایک سیاہ دھبہ لگتا ہے۔ پھر اگر وہ اس پر مصر رہتا ہے تو وہ دھبہ بڑھتا ہے یہاں تک کہ سارے قلب کو گھیر لیتا ہے اور قلب بالکل سیاہ ہو جاتا ہے اور اول تو گناہ سے دل برا ہوتا تھا مگر اب بوجہ سیاہ ہو جانے کے برا نہیں ہوتا۔ بلکہ مساوات ہو جاتی ہے اسکے بعد جب پھر اسی کو کرتا ہے تو اب خوش ہوتا ہے حتیٰ کہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ اسی طرح نوبت کفر تک پہنچ جاتی ہے فوائد الفواد میں لکھا ہے کہ جب سالک عبادت میں کوتاہی کرتا ہے تو اگر جلدی سے توبہ و استغفار کر کے بدستور پھر سرگرم ہو گیا تو پھر سالک بن جائے گا اور خدانخواستہ اگر وہی غفلت رہی تو اندیشہ ہے کہ کہیں راجع یعنی واپس نہ ہو جائے۔ اس راہ کی لغزش کے سات درجہ ہیں۔ اعراض' حجاب' تفاصل' سلب مزید' سلب قدیم' تسلی' عداوت' اول اعراض ہوتا ہے اگر معذرت و توبہ نہ کی تو حجاب ہو گیا اگر پھر بھی اصرار رہا تفاصل ہو گیا اگر اب بھی استغفار نہ کیا تو عبادت میں جو ایک زائد کیفیت ذوق و شوق کی تھی وہ سلب ہو گئی یہ سلب مزید ہے۔ اگر اب بھی اپنی بے ہودگی نہ چھوڑی تو جو راحت و حلاوت کہ زیادتی کے قبل اصل عبادت میں تھی وہ بھی سلب ہو گئی۔ اس کو سلب قدیم کہتے ہیں اگر اس پر بھی توبہ میں تقصیر کی تو جدائی کو دل گوارا کرنے لگا یہ تسلی ہے۔ اگر اب بھی وہی غفلت رہی تو محبت مبدل بعداوت ہو گئی۔ نعوذ باللہ منہا تو ارشاد ہوا کہ چونکہ تیرا قلب معاصی سے سیاہ ہو گیا ہے اس لئے تجھے اس کا بھی احساس نہیں ہے کہ میں کس شئے میں گرفتار ہوں اور تجھے گناہ کر کے کچھ کلفت نہیں ہوتی آگے مثال ہے

گر زند الخ۔ یعنی اگر وہ دھواں کسی نئی ہانڈی پر لگ جائے تو اس کا بھی اثر دکھائی دے گا اگر چہ ایک جو کے برابر ہو۔

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ ہر شے اپنی ضد کی وجہ سے ظاہر ہوتی ہے تو سفیدی پر تو وہ سیاہی رسوا ہو جائے گی۔

چون سیہ شد الخ۔ یعنی اور جبکہ ہانڈی دھوئیں کی تاثیر سے بالکل سیاہ ہو گئی ہے تو اس کے بعد اس پر کون سیاہی کو دیکھے گا۔ اے معاند تو اسی طرح جب قلب صاف ہوتا ہے تھوڑی سی معصیت کا اثر بھی فوراً معلوم ہو جاتا ہے اور اندر سے طبیعت خراب رہتی ہے اور اگر قلب مسخ ہو چکا ہو اور سیاہ ہو گیا ہو اور اس کے بعد تو اس پر اور تو برتو چڑھتے چلے جائیں گے۔ خاک بھی تمیز نہ ہوگی اور بالکل مساوات ہو جائے گی۔ اسی کی آگے ایک اور مثال ہے۔

مرد آہنگر الخ۔ یعنی لوہار جو کہ حبشی ہو تو اس کے منہ کے ساتھ تو دھواں ہمرنگ ہو جائے کہ خاک بھی تمیز نہ ہوگا۔

مرد رومی الخ۔ یعنی اگر رومی آدمی آہنگری کا کام کرے تو اس کا منہ ابلق ہو جائے گا اس دھوئیں کی وجہ سے

www.besturdubooks.wordpress.com

تو اسی طرح جب قلب نور فطرتی سے منور ہوتا ہے تو اس پر تو ذرا سا دھبہ بھی گناہ کا محسوس ہو جاتا ہے اور بدنما کر کے بے چین کر دیتا ہے مگر جب اصرار کی وجہ سے مسخ ہو گیا تو اب کچھ پتہ نہیں چلتا۔

پس بداند الخ۔ یعنی پس جان لیتا ہے جلدی ہی گناہ کی تاثیر یہاں تک کہ زاری کرتا ہے اور حق تعالیٰ سے دعا کرتا ہے مطلب یہ کہ جب قلب درست ہوتا ہے تو فوراً گناہ کی تاثیر معلوم ہو جاتی ہے اور حق تعالیٰ سے تضرع و زاری کرتا ہے تو معاف ہو کر پھر وہی حالت ہو جاتی ہے۔

چون کند الخ۔ یعنی جبکہ اصرار کرتا ہے اور برائی کا پیشہ کر لیتا ہے اور فکر کی آنکھ میں خاک ڈالتا ہے یعنی کچھ سوچتا ہی نہیں۔ بس بے فکر ہو جاتا ہے تو اب حجاب شروع ہوتا ہے۔

توبہ نندیشد الخ۔ یعنی توبہ نہیں کرتا یہاں تک کہ وہ گناہ اس کے قلب پر شیریں ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بے دین ہو جاتا ہے وہی جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ جب حجاب بڑھتا ہے تو بڑھتے بڑھتے عداوت تک نوبت پہنچتی ہے جو کہ درجہ کفا کا ہے نعوذ باللہ۔

آن پشیمانی الخ۔ یعنی وہ پشیمانی اور دعا اس سے جاتی رہتی ہے اور اس کے آئینہ پر ساٹھ تہ زنگ کی بیٹھ جاتی ہیں شست مخفف ہے شصت کا مطلب یہ کہ اصرار کی زیادتی سے وہ ساری دعائیں اور ندامت جاتی رہتی ہے اور اب وہ گناہ شیریں ہو جاتا ہے۔ نعوذ باللہ پھر یہ حالت ہوتی ہے کہ

آہنش را الخ۔ یعنی اس کے لوہے کو زنگ نے کھانا شروع کیا اور اس کے گوہر کا رنگ کم کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ بالکل بے رونق کر دیتا ہے اور اس کی ساری آب اور نور جاتا رہتا ہے آگے اس کی مثال فرماتے ہیں کہ

چون الخ۔ یعنی جب تم سفید کاغذ پر لکھو تو وہ لکھا ہوا تو پڑھنے میں نظر آئے گا

چون الخ۔ یعنی اگر اس لکھے ہوئے پر اور لکھ دو تو اب سمجھ میں نہ آئے گا اور پڑھنے میں غلط ہو جائے گا۔

کان الخ۔ یعنی اس لئے کہ وہ سیاہی سیاہی پر گر پڑی ہے تو دونوں خط اندھے ہو گئے اور معنی سمجھ میں نہ آئے۔

در سوم الخ۔ یعنی اور اگر تیسری دفعہ اس پر اور لکھ دیا تو اب تو بالکل جان کافر کی طرح سیاہ ہی کر دیا۔ تو اسی طرح جب اول بار گناہ ہوا تو قلب پہلے سے صاف تھا فوراً نظر آ گیا اور معلوم ہو گیا کہ یہ لغزش ہوئی ہے۔ فوراً توبہ و استغفار کر لی اگر پھر اصرار رہا تو اور زیادہ گڑبڑ پڑی اور اگر اب بھی باز نہ آیا تو اب تو قلب بالکل سیاہ ہو گیا اور مسخ ہو گیا۔ نعوذ باللہ یہ سب کچھ کہہ کر آپ چونکہ شیخ کامل ہیں ناامید نہیں فرماتے۔ بلکہ یہ ساری حالتیں بیان فرما کر کہتے ہیں۔

پس الخ۔ یعنی بس اب سوائے چارہ گر کی پناہ کے اور کیا علاج ہے اس لئے کہ ناامیدی تو مس ہے اور اس چارہ گر کی نظر کیمیا ہے۔ چارہ گر سے مراد حق تعالیٰ ہیں مطلب یہ ہے کہ اب کوئی امید تو رہی نہیں کہ اصلاح اور نجات ہو سکے لہٰذا علاج یہ ہے کہ ان ناامیدیوں کو حق تعالیٰ کے سامنے پیش کر دو کہ یا الٰہی اور تو کچھ ہے نہیں بس ناامیدی ہے اگر آپ کا فضل ہو تو سب کچھ ہے تو چونکہ اس میں اعتراف خطا اور عاجزی کا اظہار ہے لہٰذا ضرور

www.besturdubooks.wordpress.com

فضل متوجہ ہوگا اور یبدل اللّٰہ سیئاتھم حسنات کے بموجب ان کے سیئات حسنات ہو جائیں گے تو دیکھو باوجود اس قدر خوار حالت ہو جانے کے بھی ناامید نہ ہونا چاہیے بلکہ

ناامید یہا الخ۔ یعنی ان ناامیدیوں کو اس کے سامنے رکھ دو تاکہ اس مرض لاعلاج سے باہر نکل جاؤ اور پھر مقبول ہو جاؤ سبحان اللہ کیا رحمت ہے اور کسی آسانی ہے اگر اب بھی کوئی محروم رہے تو رہے بس اس کو ختم کر کے پھر اس آدمی کا اور شعیب علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ تو سب وحی کی روایت بالمعنی تھی اور کچھ اپنی طرف سے بیان تھا آگے فرماتے ہیں

چون الخ۔ یعنی جب شعیب علیہ السلام نے وہ نکات اس سے کہے تو اسی وقت اس کے دل میں ایک پھول کھلا مطلب یہ کہ اس کے دل میں اسکا اثر ہوا اگر چہ اس نے اس اثر سے کوئی نفع حاصل نہ کیا مگر ایک اثر اس کو محسوس ہوا اور ایک نور قلب میں معلوم ہوا۔

جان الخ۔ یعنی اس کی جان نے وحی آسمان کو تو سن لیا مگر بولا کہ اگر ہم کو پکڑا ہے تو کیا علامت ہے مطلب یہ کہ اول تو اس کو ایک انشراح پیدا ہوا مگر پھر اس کو شبہ ہوا اور اس نے کہا کہ یہ جو فرماتے ہیں کہ ہم نے اب بھی پکڑ رکھا ہے یہ ان کے کہنے سے تو ہم مان لیں مگر ہمارے لئے بھی تو کوئی نشانی ایسی ہونی چاہیے جس سے ہم بھی پہچان لیں کہ ہاں یہ گرفتار کر رکھا ہے جب اس نے یہ اعتراض کیا تو شعیب علیہ السلام نے پھر حضرت حق میں عرض کیا کہ

گفت الخ۔ یعنی عرض کیا کہ یاالٰہی وہ تو مجھ پر اعتراض کرتا ہے اور اس پکڑنے کی نشانی کو تلاش کرتا۔ دیکھئے انبیاء علیہم السلام کی کیا شان ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام اس شخص کو خود بھی جواب دے سکتے تھے اس لئے کہ آخر نبی تھے اور ایک عام شخص تھا مگر خود جواب نہیں دیا۔ بلکہ حضرت حق ہی میں عرض کیا جیسے کہ بچہ ماں سے پوچھا کرتا ہے کہ اب میں کیا کہوں وہ کہتی ہے کہ بیٹا یوں کہہ دو اس طرح آپ نے عرض کیا کہ یااللہ وہ تو میرے اوپر اعتراض کرتا ہے اب کیا کہوں سبحان اللہ اس پر ادھر سے ارشاد ہوتا ہے کہ

گفت الخ۔ یعنی ارشاد ہوا کہ میں ستار ہوں میں اس کا راز نہ کھولونگا بجز ایک اشارہ کے کہ وہ بھی اس کے ابتلا کے لئے مطلب یہ کہ ارشاد ہوا کہ میری شان ستاری کی ہے میں اس کا راز فاش نہ کرونگا حتیٰ کہ تم سے بھی نہیں کہتا ہاں اس کے جتانے کو ایک بات بتاتا ہوں کہ جس سے اس کو معلوم ہو جائے گا کہ بے شک گرفت اس وقت بھی ہو رہی ہے سبحان اللہ والحمد للہ یہ رحمت ہے اور یہ عنایت ہے یہ اس قدر ستاری ہے اور ہم وہ نالائق کہ باز ہی نہ آئیں اے اللہ تو ہی گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرما اور ہمارے عیوب کو پوشیدہ رکھ اور ہماری مغفرت فرما آگے اور ارشاد ہے کہ

یک نشانی الخ۔ یعنی ایک نشانی اس کی کہ اس کو میں نے پکڑ رکھا ہے یہ ہے کہ وہ جو کچھ عبادت روزہ اور دعا کرتا ہے

وز نماز الخ۔ یعنی اور نماز اور زکوٰۃ وغیرہ لیکن ایک ذرا ذوق اس کو حاصل نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ اس بات کو یہ خود دیکھ لے کہ اس کو عبادت میں جو لطف پہلے آتا ہے اور جو ذوق حاصل تھا اب اس کا شمہ بھی کہیں باقی نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بس دل پتھر ہو گیا ہے کہ اس میں کسی چیز کا اثر ہی نہیں ہوتا۔ یہی گرفت ہے۔ جس کو کہ اصطلاح میں سلب قدیم کہتے ہیں جو کہ حجاب کا پانچواں درجہ ہے والعیاذ باللہ اور فرماتے ہیں کہ

سیکند الخ۔ یعنی بہت سے نیک کام اور واعادہ مسنیہ کرتا ہے لیکن ذرا بھی چاشنی نہیں رکھتا۔

طاعتش الخ۔ یعنی اس کی طاعت (بظاہر تو) اچھی ہے مگر اس کے معنی اچھے نہیں ہیں جوز تو بہت ہیں ان میں مغز نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ عبادتیں کرتا ہے مثلاً روزہ رکھتا ہے نماز پڑھتا ہے مگر چونکہ ان میں خلوص نہیں ہوتا لہٰذا وہ صرف صورت میں تو اچھی ہوتی ہے مگر اصل اور معنی کے اعتبار سے بالکل فضول اور موجب نقص ہوتے ہیں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

ذوق باید الخ۔ یعنی ذوق چاہیے تا کہ طاعات پھل دیں اور مغز چاہیے تا کہ دانہ درخت دے مطلب یہ کہ دیکھو اگر دانہ کو گھن کھا جائے اور اس میں سے مغز کو خالی کر دے تو ہرگز درخت پیدا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح جب طاعت میں خلوص اور ذوق نہ ہو تو اس سے بھی ثواب حاصل نہیں ہو سکتا خوب سمجھ لو۔

دانہ بے مغز الخ۔ یعنی دانہ بے مغز کب نہال ہو سکتا ہے اور صورت بے جان بجز خیال کے اور کیا ہوگی۔ مطلب یہ کہ دیکھو تصویر جو بے جان ہے وہ محض خیالی صورت ہے ورنہ اصل میں اس کو صورت کہاں کہہ سکتے ہیں اسی طرح جب طاعت میں خلوص اور ذوق نہ ہوا تو وہ طاعت ہی کیا ہے صرف صورت طاعت ہے اور کچھ بھی نہیں ہے۔

چون الخ۔ یعنی جب شعیب علیہ السلام نے ان نکتوں کو اس پر پڑھا تو فکر کی وجہ سے گدھے کی طرح گارے میں دھنسا ہوا رہ گیا مطلب یہ کہ ان باتوں کو سن کر اسے فکر بہت ہوا اس لئے کہ آخر تو مسلمان ہی تھا آگے معلوم نہیں کہ کیا ہوا اس کو یہاں تک فرما کر آگے اس معترض اور شیخ و مرید کے قصہ کو پورا فرماتے ہیں کہ

بقیہ قصہ طعنہ زدن آں مرد بیگانہ بر شیخ و جواب مرید اورا

اس بیگانے انسان کا شیخ پر طعنہ کرنے اور اس کو مرید کے جواب دینے کے قصہ کا بقیہ

آں خبیث از شیخ می لائید ژاژ	کژ نگر باشد ہمیشہ چشم کاز
وہ خبیث شیخ کے بارے میں بے ہودہ بکواس کر رہا تھا	بھینگے کی آنکھ ہمیشہ ٹیڑھا دیکھنے والی ہوتی ہے
کہ منم بر حال زشت او گواہ	خمر خوارست و بدو کارش تباہ
کہ میں اس کی بری حالت کا گواہ ہوں	شرابی ہے اور برا ہے اور اس کا کام برباد ہے
کہ منش دیدم میان مجلسے	او ز تقویٰ عاری ست و مفلسے
کہ میں نے اس کو ایک مجلس میں دیکھا ہے	وہ پرہیزگاری سے خالی اور مفلس ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ور کہ باور نیست خیزی امشباں	تا بہ بینی فسق شیخت راعیاں
اگر یقین نہیں ہے تو آج رات کو اٹھ	تاکہ اپنے پیر کا فسق تو آنکھ سے دیکھ لے
شب ببردش بر سر یک روزنے	گفت بنگر فسق و عشرت کردنے
رات کو وہ اسے ایک روشندان پر لے گیا	بولا دیکھ فسق اور مزے اڑانا
بنگر آں سالوس روز و فسق شب	روز ہمچوں مصطفیٰ شب بولہب
دیکھ دن کا وہ مکر اور رات کا فسق	دن میں مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرح رات میں ابولہب
روز عبداللہ او را گشتہ نام	شب نعوذ باللہ و در دست جام
دن میں اس کا نام اللہ کا (خاص) بندہ تھا	رات کو نعوذ باللہ اور ہاتھ میں (شراب کا) جام
دید شیشہ در کف آں پیر پر	گفت شیخا مر ترا ہم ہست غر
اس پیر کے ہاتھ میں بھرا ہوا شیشہ دیکھا	بولا اے شیخ! تجھے بھی دھوکا لگا
تو نمی گفتی کہ در جام شراب	دیو می میزد بجد ہر دم شتاب
تو نے نہیں کہا ہے کہ شراب کے جام میں	شیطان کوشش کر کے ہر وقت جلد پیشاب کر دیتا ہے
گفت جامم را چناں پر کردہ اند	کاندرو اندر نگنجد یک سپند
اس (شیخ) نے کہا میرے جام کو انہوں نے اتنا بھر دیا ہے	کہ اسکے اندر ایک کالا دانہ بھی نہیں سما سکتا ہے
بنگر ایں جا ہیچ گنجد ذرۂ	ایں سخن را کژ شنیدہ غرۂ
دیکھ اس میں کوئی ذرہ سماتا ہے	بہکے ہوئے نے اس کی بات کو ٹیڑھا سمجھا
جام ظاہر خمر ظاہر نیست ایں	دور دار ایں راز شیخ غیب بیں
یہ ظاہری جام، ظاہری شراب نہیں ہے	غیب بین شیخ کو اس سے دور رکھ
جام مے ہستی شیخ ست اے فلیو	کاندرو ایدر نہ گنجد بول دیو
اے بے ہودہ! جام شراب، شیخ کا وجود ہے	کہ اب اس کے اندر شیطان کا پیشاب نہیں سماتا ہے
پر و مالا مال از نور حق ست	جام تن بشکست و نور مطلق ست
وہ اللہ (تعالیٰ) کے نور سے پر اور مالا مال ہے	جسم کا جام شکستہ ہو گیا اور وہ مطلق نور ہے
نور خورشید ار بیفتد بر حدث	او ہماں نور ست نپذیرد خبث
سورج کی شعاع اگر ناپاکی پر پڑے	وہ وہی نور ہے، نجاست کو قبول نہیں کرتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

شیخ گفت ایں خود نہ جام ست و نہ مے	ہیں بزیر آ منکرا بنگر بوے
شیخ نے فرمایا یہ نہ جام ہے اور نہ شراب	خبردار! اے منکر نیچے آ اس کو دیکھ لے
آمد و دید انگبین خاص بود	کور شد آں دشمن کور و کبود
وہ آیا اور اس نے دیکھا خالص شہد تھا	وہ اندھا نیلا دشمن اندھا ہو گیا
گفت پیر آں دم مرید خویش را	رو برائے من بجوے اے کیا
اس وقت پیر نے اپنے مرید سے کہا	ارے میاں! جاؤ میرے لئے شراب تلاش کرو
کہ مرا رنج ست مضطر گشتہ ام	من ز رنج از مخمصہ بگذشتہ ام
کیونکہ میرے درد ہے میں مجبور ہو گیا ہوں	میں درد کی وجہ سے بھوک (کی مجبوری) سے بڑھ گیا ہوں
در ضرورت ہست ہر مردار پاک	بر سر منکر ز لعنت باد خاک
مجبوری میں ہر مردار پاک ہے	منکر کے سر پر لعنت کی خاک ہو
گرد خمخانہ برآمد آں مرید	بہر شیخ از ہر خمے او مے چشید
وہ مرید شراب خانہ کی جانب گیا	اس نے شیخ کے لئے ہر مٹکے میں سے شراب چکھی
در ہمہ خمخانہا او مے ندید	گشتہ بد پر از عسل خم نبیذ
اس نے تمام شراب خانوں میں شراب نہ دیکھی	شراب کے مٹکے شہد سے بھر گئے تھے
گفت اے رنداں چہ حالست ایں چہ کار	ہیچ خمے در نمی بینم عقار
اس نے کہا اے رندو! کیا حال ہے یہ کیا کام ہے؟	میں کسی مٹکے میں شراب نہیں دیکھتا ہوں
جملہ رنداں نزد آں شیخ آمدند	چشم گریاں دست بر سر می زدند
سب رند اس شیخ کے پاس آئے	روتے ہوئے سروں کو پیٹتے تھے
در خرابات آمدی شیخ اجل	جملہ مے ہا از قدومت شد عسل
(کہ) اے بزرگ شیخ! آپ شراب خانہ میں آئے	آپ کی تشریف آوری سے تمام شرابیں شہد بن گئیں
کردہ مے را تو مبدل از حدث	جان ما را ہم بدل کن از خبث
آپ نے شراب کو ناپاکی سے تبدیل کر دیا	ہماری جان کو بھی ناپاکی سے تبدیل کر دیجئے
گر شود عالم پر از خوں مال مال	کے خورد بندہ خدا الا حلال
اگر عالم خون سے لبریز ہو جائے	اللہ کا (مخلص) بندہ سوائے حلال کے کب کھاتا ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

چونکہ وہ معترض خبیث کج فہم تھا اور کج فہم غلط سمجھتا ہی ہے اس لئے وہ اپنی غلط فہمی کی بنا پر بے ہودہ بکواس کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ میں نے بچشم خود اس کی ناگفتہ بہ حالت دیکھی ہے وہ شراب خوار بدکار تباہ کار ہے۔ چونکہ میں نے اس کو بچشم خود رندوں کی مجلس میں دیکھا ہے اس لئے میں وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہ تقویٰ سے بالکل خالی اور نیکی سے بالکل تنگدست ہے اگر تجھے میرا یقین نہیں تو آج ہی رات کو چل اور اپنے شیخ کا فسق اپنی آنکھ سے دیکھ لے غرض رات ہوئی اور اس نے اس مرید کو لے جا کر ایک سوراخ پر کھڑا کر دیا اور کہا کہ دیکھ حضرت کیسی بدکاری کر رہے ہیں اور کیسے مزے اڑا رہے ہیں اب تم اندازہ کر لو کہ دن کو کیسا بہروپ بھرتے ہیں اور رات کو کس فسق میں مبتلا ہوتے ہیں۔ دن کو تو ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور رات کو دیکھئے تو پکے ابولہب ہیں دن کو تو بندہ خاص حق سبحانہ کہلاتے ہیں اور رات کو اس قابل ہیں کہ ان سے پناہ مانگی جائے اور جام شراب ہاتھ میں ہے۔ جب اس نے شیخ کے ہاتھ میں بھرا ہوا جام دیکھا تو کہا کیوں جناب آپ بھی بہک گئے کیا آپ یہ نہ فرماتے تھے کہ جام شراب میں شیطان پیشاب کر دیتا ہے۔ یہ خود را فضیحت دیگران را نصیحت کیسی۔ شیخ نے جواب دیا کہ میرا جام اس قدر لبریز ہے کہ اس میں اصلاً گنجائش نہیں تو دیکھ لے کہ اس میں ایک ذرہ سمانے کی بھی گنجائش ہے لیکن اس بہکے ہوئے نے اس کلام کو غلط محمل پر حمل کیا اور سمجھا کہ شیخ تاویل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جب جام شراب معروف اچھا ہو اس وقت شیطان موتتا ہے اور اگر بالکل لبالب ہو تو نہیں موتتا لیکن شیخ کی مراد جام شراب سے جام متعارف اور شراب سے شراب متعارف نہ تھی۔ خدا نہ کرے کہ اس دوربین اور عارف شیخ کی یہ مراد ہو بلکہ جام سے جام ہستی شیخ مراد ہے اور مقصد یہ ہے کہ ہستی شیخ میں وسوسہ شیطانی کی گنجائش ہی نہیں۔ کہ وہ ان کو تو معصیت پر آمادہ کر سکے۔ وہ نور حق سبحانہ سے پُر اور لبریز ہے وہ خواہشات نفسانیہ کو فنا کر چکا ہے اور نور ہی نور ہو گیا ہے اس پر تم کو شبہ نہ ہونا چاہیے کہ ممکن گندہ سے نور پاک کو کیا نسبت اگر وہ نور اس پر پڑے تو وہ بھی گندہ نہ ہو جائے۔ پھر شیخ پر وہ نور کیونکر پڑ سکتا ہے اس لئے کہ دیکھو نور آفتاب نجاست پر پڑتا ہے مگر وہ اس سے ناپاک نہیں ہوتا بلکہ ایک معتدبہ پاکی اس نجاست ہی کے اندر پیدا کر دیتا ہے۔ اس کے بعد شیخ نے کہا کہ میاں بات یہ ہے کہ نہ یہ شراب ہے اور نہ جام شراب اے منکر تو نیچے اتر اور اتر کر دیکھ لے۔ پس وہ آیا اور آ کر دیکھا تو شہد خالص تھا دیکھتے ہی وہ دشمن اندھا ہو گیا یعنی اس کا اندھا پن ثابت ہو گیا اس کے بعد شیخ نے اس مرید سے کہا کہ جاؤ میرے لئے شراب تلاش کرو کیونکہ مجھے تکلیف ہے جس سے میں مضطر ہوں اور اس تکلیف سے میری حالت حالت مخمصہ سے بھی بڑھ گئی ہے اور ضرورت ملجیٔہ سے ناپاک شے حلال ہو ہی جاتی ہے جو شخص اس حلت کا منکر ہو اس کے سر پر لعنت کی خاک پڑے کہ وہ نص قرآنی کا انکار کرتا ہے اس میں شیخ نے

www.besturdubooks.wordpress.com

بضرورت توریہ سے کام لیا ہے کیونکہ ظاہر مطلب تو اس کا یہ ہے کہ میں تکلیف سے جان بلب ہوں اور میری جان شراب پینے سے بچ سکتی ہے لہٰذا تم شراب لاؤ کیونکہ ایسے وقت میں شریعت نے شراب پینے کی اجازت دی ہے مگر اصل مقصد یہ ہے کہ میں تجھے شراب لانے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ اس میں ایک ضرورت ہے یعنی تجھے سوء ظن سے بچانا۔ یہ حکم سن کر وہ مرید سارے شراب خانہ میں گھوما اور شیخ کی خاطر ہر خم میں سے تھوڑا تھوڑا سا چکھتا تھا مگر کسی شراب خانہ میں بھی اسے شراب نہ ملی جہاں گیا یہی دیکھا کہ شراب کے سارے مٹکے شہد سے بھرے ہوئے ہیں اس نے گھبرا کر کہا کہ ارے رندو یہ کیا بات ہے کہ مجھے کسی مٹکے میں شراب نہیں ملتی جب انہوں نے دیکھا تو انہوں نے بھی شہد ہی پایا۔ آخر سب کے سب شیخ کی خدمت میں روتے پیٹتے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور شراب خانہ میں تشریف لاتے تو حضور کی تشریف آوری کی برکت سے ساری شراب شہد بن گئی جب آپ نے شراب کو نجاست وحرمت سے مبدل بطہارت وحلت فرمادیا تو ہماری جانوں کو بھی نجاست سے مبدل بطہارت فرمادیجئے غرض اہل اللہ پر حرام خواری کا گمان بالکل غلط ہے ان کی حالت تو یہ ہے کہ اگر تمام عالم اشیائے محرمہ سے پر ہو جائے یہ لوگ تب بھی حلال ہی کھائیں گے اور حق سبحانہ ان کے لئے رزق حلال کا غیب سے سامان کر دیں گے پھر کیسے ممکن ہے کہ حلال کے ہوتے ہوئے حرام کھائیں۔ اب ہم اس کی تائید میں ایک حدیث سناتے ہیں سن

شیخ پر طعنہ کرنے اور مرید کے جواب دینے کے قصہ کا تتمہ

شرح شبیری

آن الخ۔ یعنی وہ خبیث طاعن شیخ کو بے ہودہ کہہ رہا تھا اس لئے کہ بھینگا تو ہمیشہ کج ہی دیکھتا ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ اس کی چشم بصیرت درست نہ تھی اس لئے اس کو شیخ کے اندر عیوب ہی نظر آتے تھے اور کمالات پوشیدہ ہو رہے تھے اور وہ یہ کہہ رہا تھا۔

کہ منم الخ۔ یعنی کہ میں اس کی بدحالی پر گواہ ہوں وہ تو شرابی ہے اور برا ہے اس کی حالت بالکل تباہ وبرباد ہے۔

دیدمش الخ۔ یعنی میں نے اس کو ایک مجلس (رندان) میں دیکھا ہے وہ تو تقویٰ سے بالکل عاری اور مفلس ہے۔

ور کہ الخ۔ یعنی اور اگر تجھے یقین نہیں ہے تو چل آج کی رات تا کہ تو اپنے شیخ کا فسق کھلم کھلا دیکھ لے۔

شب بہ بردش الخ۔ یعنی وہ معترض اس کو رات کو ایک سوراخ پر لے گیا اور کہا کہ فسق وعشرت کرنا دیکھ۔

بنگر الخ۔ یعنی دیکھ یہ دن کا مکر اور رات کا فسق۔ دن کو تو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح (ہدایت میں) اور رات کو بولہب کی طرح (گمراہی میں)

روز الخ۔ یعنی دن کو تو عبداللہ نامی ہیں اور رات کو نعوذ باللہ ہے اور ہاتھ میں جام ہے مطلب یہ کہ دن کو تو

www.besturdubooks.wordpress.com

متواضع اور منکسر المزاج ایسے کہ جس کا حد و حساب نہیں اور رات کو ایسی حالت میں ہے نعوذ باللہ۔

دید شیشہ الخ۔ یعنی ان شیخ کے ہاتھ میں بھرا ہوا گلاس دیکھا تو وہ معترض بولا کہ شیخ جی آپ کو دھوکا ہو رہا ہے مطلب یہ کہ جناب اس وقت تو آپ بھی گمراہی اور دھوکہ میں ہیں۔

تو نمی گفتی الخ۔ یعنی کیا آپ کہا نہیں کرتے کہ شراب کے جام میں شیطان کوشش کر کے بہت جلد موت دیتا ہے تو اب وہ سارے نصائح و پند کہاں گئیں آپ تو خود پی رہے ہو۔ بات یہ ہے کہ اس مرید کی تو کیا مجال تھی اور کیا ہمت تھی کہ کچھ بولتا اور عرض کر سکتا لہٰذا اس معترض نے اس لئے تا کہ اس مرید کو شاید اب بھی نظر کی غلطی کا شبہ ہو ان سے سوال کر کے آواز بھی سنا دی کہ اب تو یقین آئے گا کہ بے شک پیر صاحب ہی میں جب انہوں نے اس کی آواز سنی تو چونکہ یہ تو معترض تھا اس لئے اس کو تو ایک لطیف جواب دے کر ٹال دیا کہ

گفت الخ۔ یعنی فرمایا کہ ہمارے جام کو اس قدر بھرا ہے کہ اس میں ایک رائی کا دانہ بھی نہیں سما سکتا۔

بنگر الخ۔ یعنی دیکھ اس جگہ کہیں ذرہ سماتا ہے تو اس معترض نے اس بات کو کج اور دھوکا سنا۔ مطلب یہ کہ شیخ نے کہا کہ ارے بیوقوف ہمارے جام کو اس طرح بھر دیا ہے کہ اس میں کہیں ایک ذرہ برابر اور نہیں بھر سکتے تو پھر بے چارا شیطان کیا موت سکتا ہے۔ اس میں اس کے موتنے کی جگہ ہی نہیں ہے۔ یہ تو ظاہر الفاظ تھے آگے مولانا اس کی توجیہ اور معانی اصلی بیان فرماتے ہیں کہ

جام الخ۔ یعنی یہ جام ظاہر اور شراب ظاہر (مراد) نہیں ہے اس بات کو شیخ غیب بین سے دور رکھو۔ مطلب یہ کہ جو حضرات کاملین ہیں اور اولیاء اللہ ہیں ان کی شان میں ایسی بدگمانی نہ کرنی چاہیے وہ ہرگز ایسے نہیں ہیں کہ ان کی مراد یہ خمر ظاہری اور جام ظاہری ہو بلکہ۔

جام ے الخ۔ یعنی ارے بے ہودہ جام ے (سے مراد) شیخ کی ہستی ہے کہ اس میں شیطان کے پیشاب کی گنجائش نہیں ہے

پر و مالا مال الخ۔ یعنی بھرا ہوا اور مالا مال نور حق سے ہے جام تن تو ٹوٹ گیا ہے اور اب وہ نور مطلق ہی ہے۔ مطلب یہ کہ شیخ نے جو کہا کہ میرا جام اس قدر پر ہے کہ اس میں بول شیطان کی گنجائش نہیں اس سے مراد یہ ہے کہ ہماری ہستی کا جام انوار حق سے اس قدر پر اور بھرا ہوا ہے کہ اس میں اب مکائد شیطانی کی اور اس کے اغوا کی گنجائش ہی نہیں رہی ہے اور ہم بالکل نوری نور ہو گئے ہیں۔ تو اس نور کا اثر ہمارے جسم و روح میں آ گیا ہے مگر ہماری مقتضیات کا اثر اس نور میں نہیں ہوا تا کہ صدور منکر کا احتمال ہوتا۔ یہاں تو اس نور کی وجہ سے محفوظ و مامون ہو گئے ہیں آگے مولانا ایک مثال لاتے ہیں کہ

نور خورشید الخ۔ یعنی نور خورشید کا اگر ناپاکی پر پڑے تو وہ وہی نور ہے وہ ناپاکی کو قبول نہ کرے گا۔ تو اسی طرح جبکہ نور حق ہستی انسانی پر پڑے گا تو وہ تو نور ہی رہے گا۔ اس میں اس ہستی کے مقتضیات ہرگز محتمل نہ ہوں گے بلکہ

www.besturdubooks.wordpress.com

خود بھی منور ہو جائے گی تو جب ہستی شیخ پر نور حق پڑ رہا ہے تو پھر اس سے صدور منکر کا کس طرح احتمال ہو معلوم ہوا کہ یقیناً اس دیکھنے والے کو دھوکا ہوا ہے اور اصل میں وہ شراب تھی ہی نہیں بلکہ وہ شہد تھا جیسا کہ آگے معلوم ہوتا ہے کہ

شیخ الخ۔ یعنی شیخ نے کہا کہ وہ نہ خود جام ہے اور نہ شراب ہے۔ ارے منکر نیچے آ اور اس کو دیکھ تو سہی۔

آمد و دید الخ۔ یعنی وہ معترض آیا تو دیکھا کہ شہد خالص تھا تو وہ نالائق اندھا دشمن بالکل حیران رہ گیا۔ اس لئے کہ وہ تو اور کچھ سمجھے ہوئے تھے اور نکلا کچھ اور۔ خیر اس کو تو وہ جواب دے کر اور یہ دوسرا جواب دکھا کر روانہ کیا مگر چونکہ حقوق مرید میں سے شیخ پر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مرید کو اپنی طرف سے بدگمان نہ ہونے دے اس لئے اگر وہ بدگمان ہو گیا تو پھر نفع بند ہو جائے گا لہٰذا آگے اس مرید کو سنبھالا اس طرح کہ

گفت پیر الخ۔ یعنی اسوقت پیر نے اپنے مرید سے یہ فرمایا کہ میاں میرے لئے ذرا تھوڑی شراب تلاش کر لو۔

کہ مرا الخ۔ یعنی کہ مجھے ایک مرض ہے کہ میں مضطر ہو گیا ہوں اور میں مرض کی وجہ سے مخمصہ سے بھی گزر گیا ہوں۔

در ضرورت الخ۔ یعنی ضرورت میں تو ہر مردار پاک ہے اور منکر پر لعنت کی خاک پڑے۔ مطلب یہ کہ شیخ نے اس مرید سے یہ بات ظاہر کی کہ بھائی میں مریض ہوں اور حالت اضطرار کو پہنچ گیا ہوں بلکہ حالت مخمصہ سے جس میں کہ شراب بھی جائز ہے میری حالت زیادہ اضطرار کی ہے اور اطباء نے کہا ہے کہ تمہاری یہی دوا ہے اس لئے مجبوراً پیتا ہوں وہ تو منکر اور معترض تھا تم تو اپنے دوست ہو تم سے کیا پردہ کیا جائے۔ اس لئے ذرا تم ان شرابوں میں سے شراب تلاش کر لو کہ جو ذرا اچھی ہو اور تیز سی ہو وہ ایک جام لے آ وہ تو مرید تھا اس کو تو بے علت دریافت کئے ہوئے بھی عمل کرنا تھا اور جبکہ علت اور اضطرار بھی معلوم ہو گیا اب تو تعمیل ارشاد میں کوئی حجت ہی نہ تھی اس لئے وہ فوراً تلاش شراب کرنے لگا۔

گرد خمخانہ الخ۔ یعنی وہ مرید خمخانہ کے گرد پھرا اور شیخ کے لئے ہر مٹکے میں سے چکھ رہا تھا۔

در ہمہ الخ۔ یعنی سارے مٹکوں میں اس نے شراب نہ دیکھی اور وہ شراب کے مٹکے شہد سے بھرے ہوئے تھے مطلب یہ ہے کہ جب وہ تلاش میں چلا تو اس کو ہر مٹکے میں شہد نظر آتا تھا اس کو تعجب ہوا اور اس نے رفع شبہ کے لئے چکھ بھی لیا تو واقعی شہد تھا یہ نہیں کہ شراب کو چکھتا پھرتا تھا نہیں بلکہ اس کو وہ شہد نظر آتا تھا تب رفع شبہ کے لئے اس کو چکھتا تھا تو یقین ہو جاتا تھا کہ بے شک شہد ہے غرض کہ سارے خم دیکھے مگر سب میں شہد ہی پایا کسی ایک میں بھی شراب نہ دیکھی۔ اب یہ شبہ تو نہ رہا کہ وہ شیخ شراب پی رہے تھے بلکہ حق تعالیٰ نے ان کے لئے تبدیل ماہیت کر کے شراب کو شہد بنا دیا تھا مگر یہ شبہ رہا کہ اچھا یہ حضرت وہاں تشریف کیوں لے گئے اسی کی کیا ضرورت تھی تو بات یہ ہے کہ بزرگوں کی بہت مختلف شانیں ہوتی ہیں ان میں سے بعض پر مقتدائیت غالب ہوتی ہے اور بعض میں نہیں۔ تو جن پر مقتدائیت اور شان ارشاد غالب ہو ان کو تو ایسا کرنا ہرگز مناسب نہیں ہے اور نہ وہ کرتے ہیں اس لئے اس سے ان کے معتقدین کی گمراہی کا خوف ہوتا ہے لیکن جن حضرات پر شان ارشاد غالب نہیں ہوتی

www.besturdubooks.wordpress.com

وہ بعض مرتبہ ایسا کرتے ہیں کہ مجالس نامشروعہ میں بھی چلے جاتے ہیں اس لئے کہ ان کی ذات سے کسی کو نقصان تو پہنچ ہی نہیں سکتا لہٰذا وہ جاتے ہیں اور مقصود ان کا یہ ہوتا ہے کہ وہاں جا کر اپنی نسبت باطنی سے ان لوگوں کو ہدایت فرما دیں ایسے حضرات کو ملامتی کہا جاتا ہے تو یقیناً ان حضرات کی شان ملامتی ہے اور اس طرح ایسے حضرات بہت لوگوں کو معاصی سے بچاتے ہیں ایسے ہی ایک بزرگ دہلی میں حضرت فخر نظامی رحمہ اللہ تھے ان کی حالت تھی کہ وہ حضرت رنڈیوں میں تشریف لے جاتے اور ان سے ان کی خرچی پوچھتے تو وہ بتا دیتیں مثلاً پانچ روپیہ یا دو روپیہ وغیرہ بس فوراً اسی قدر جیب سے نکالا اور اس کو دے دیا اور کہہ دیا کہ رات کو ہم آئیں گے چونکہ اس کو خرچی مل چکی تھی وہ اور کسی کو آنے نہ دیتی تھی صبح کو گئے اور عذر کر دیا کہ رات تو نہ آسکے لو آج رات کو آئیں گے پھر اس کی خرچی دے آئے۔ اسی طرح انہوں نے بہت سی رنڈیوں کو ایک مدت تک گناہ سے بچایا کہ خود تو جاتے نہ تھے اور دوسروں کے آنے کو اس طرح روک دیتے تھے پھر دعا کرتے تھے ان کی اس عادت کی وجہ سے بہت سی کسبیاں تائب ہو گئیں تو اب ان کی تو یہ نیت تھی اور لوگ ان کو رنڈی باز کہتے تھے مگر عوام الناس ان کے بے حد معتقد تھے ایک مرتبہ وہ کسی غرض سے مجمع عام میں تشریف رکھتے تھے لوگوں نے چاہا کہ ان کو شرمندہ کریں اور ذلیل کریں ایک کسبی کو بہکا کر اس کو انعام وغیرہ کا لالچ دے کر لے گئے اور ایک کھوٹا روپیہ دیا کہ مجمع عام میں جا کر کہو کہ حضرت رات کو آپ یہ کھوٹا روپیہ دے گئے اس نے جا کر ویسا ہی کیا حضرت نے ہنس کر روپیہ بدل دیا اور کھوٹا روپیہ رکھ لیا۔ اب سب کو معلوم ہو گیا کہ حضرت کو رات رنڈی کے یہاں گئے تھے مگر ان کی مقتدائیت تو حق تعالیٰ کی طرف سے تھی لوگ پھر بھی معتقد رہے۔ ان لوگوں نے سوچا کہ یہ تو کچھ بھی نہ ہوئی دوسرے کسی عرس میں پھر اس کسبی کو بہکایا اور کہا کہ دروازہ ہی سے غل مچاتی جانا غرض کہ وہ پھر غل مچاتی ہوئی گئی کہ دیکھو ایک تو یہ مولوی ملا نے رنڈیوں میں جاتے ہیں پھر دغا بازی یہ کہ کھوٹے روپے دے آتے ہیں حضرت ہنسے اور پھر روپیہ بدل دیا مگر لوگوں کے اعتقاد میں پھر بھی کمی نہ ہوئی ان شریروں نے یہ کیا کہ بہت ہی دور سے غل مچانے کو کہا تیسری مرتبہ وہ پھر پہنچی اور بہت ہی غل مچایا۔ آخر کب تک صبر کیا جائے کہ حلم حق با تو مواساہا کند + چونکہ از حد بگذاری رسوا کند اس مرتبہ حضرت کو جلال آ گیا مگر جلال کی طرح ظاہر نہیں فرمایا بلکہ اس کے ہاتھ سے روپیہ لے کر دیکھا اور نرمی سے فرمایا کہ نہیں بی کون کہتا ہے کہ خراب ہے یہ تو اچھا ہے جا کسی اور کو دکھا لے یہ کہہ کر وہ روپیہ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ روپیہ رکھنا تھا کہ وہ روپیہ تو وہیں چپک گیا اور اس عورت کو جنون ہو گیا۔ اور کپڑے پھاڑ کر برہنہ پھرنے لگی اور جو سامنے آتا تھا اس سے کہتی تھی کہ میاں دیکھنا یہ روپیہ کیسا ہے۔ غرضکہ بہت بری حالت تھی جب اس کے گھر والوں نے دیکھا کہ اس کا جنون بڑھتا جاتا ہے اور ساری کمائی ہی گئی تو دوسرے فقیروں کے پاس جا کر عرض کیا کہ حضرت سے سفارش کریں۔ سب نے کہا کہ اگر اب کوئی مجمع ہو اور اسی طرح سب جمع ہوں تو تم اس کو لاؤ اور عرض کرو تو ہم بھی کچھ سفارش کریں۔ غرضکہ ایک مرتبہ کوئی عرس وغیرہ تھا اس میں سب جمع تھے تو اس کے گھر

www.besturdubooks.wordpress.com

والے اس کو پکڑ کر لائے وہ خود تو کہاں آتی اور عرض کیا کہ حضرت اس کی خطا معاف فرمائی جائے اور دوسرے لوگوں نے بھی سفارش کی تو حضرت نے اس کے ہاتھ سے روپیہ اٹھایا۔ تو اٹھ آیا اور فرمایا کہ بی یہ تو اچھا ہے۔ اب دکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ فرما کر پھر اس کے ہاتھ پر رکھ دیا فوراً اچھی ہوگئی اور کپڑا پہن لیا۔ تو دیکھئے ان حضرات کی یہ شان ہوتی ہے ایک اور حکایت ان ہی کی ہے کہ ایک مرتبہ گرمی میں جمعہ کی نماز پڑھ کر جامع مسجد سے نکل رہے تھے تو ایک بڑھیا کھڑی تھی اس نے کہا کہ بیٹا فخریہ فالودہ میں نے تیرے لئے بنایا ہے اس کو پی لے اور حضرت صائم تھے بعض کہتے ہیں کہ فرض روزہ تھا اور بعض کہتے ہیں کہ نفل تھا غرضکہ آپ نے اس کو پی لیا جب لوگوں نے دریافت کیا کہ حضرت آپ نے روزہ توڑ دیا تو فرمایا کہ دل توڑے سے روزہ کا توڑنا بہتر تھا یہ تو ان کا قول ہوگیا۔ اب ہمارے حاجی صاحبؒ کی تحقیق سنو حضرت کو یہ حکایت پہنچی تو فرض روزہ کی پہنچی حضرت نے فرمایا کہ اس وقت حضرت فخر پر حقیقت قلب منکشف تھی اور حقیقت صوم مستور تھی تو اگرچہ حقیقت صوم افضل ہے حقیقت قلب سے مگر چونکہ حضرت پر اس وقت حقیقت صوم مستور تھی اس لئے پی گئے ورنہ ہرگز نہ پیتے۔ اور یہ ان کی حالت تھی سبحان اللہ بس توجیہ ہو تو یہ ہو بھلا کوئی ایسی توجیہ بیان تو کردے۔ اصول شریعت پر منطبق اصول طریقت کے موافق سبحان اللہ سبحان اللہ ہیہات لم یات الزمان بمثلہ + ان الزمان بمثلہ لبخیل۔ غرضکہ یہ شیخ بھی اسی لئے تاکہ وہاں ان شرابیوں کو تصرف باطنی سے ہدایت دیں تشریف لے گئے تھے جیسا کہ آگے معلوم ہوتا ہے تو جب اس مرید نے دیکھا کہ سارے خم پر از عسل ہیں تو اس کو اپنے شیخ کی اتنی بڑی کرامت دیکھ کر وجد ہونے لگا اور ایک عجیب کیفیت ہوئی اس حالت میں وہ پکارا کہ

گفت الخ۔ یعنی چلایا کہ ارے رندو یہ کیا حال اور کیا بات ہے کہ میں کسی خم میں شراب نہیں دیکھتا۔ جب اس کو شیخ کی کرامت معلوم ہوئی تو اس کو شوق ہوا کہ اوروں کو بھی دکھادے اس کی توجیہ یہ ہے کہ عجب حالت ہوگئی غرض کہ سب رند اس کے پکارنے سے آئے اور دیکھا تو واقع میں وہ شہد ہی تھا۔ شراب کا نام نہ تھا بس یہ کرامت اور کمال دیکھ کر سارے وجد و طرب میں تھے اور یہ حالت تھی کہ

جملہ رندان الخ۔ یعنی وہ سارے رند شیخ کے پاس روتے ہوئے اور سر پیٹتے ہوئے آئے (اور عرض کیا کہ)

درخرابات الخ۔ یعنی اے شیخ آپ جو خرابات میں تشریف لائے تو آپ کے قدوم کی برکت سے ساری شرابیں شہد بن گئیں اور سب کی قلب ماہیت ہوگئی

کردۂ الخ۔ یعنی آپ نے شرابوں کو تو مبدل فرما کر حدث سے پاک بنادیا اب ہم کو بھی خباثت سے الگ کرکے پاک کردیجئے مطلب یہ کہ جس طرح شراب کی خباثت کو مبدل بہ شیرینی عسل کردیا اسی طرح ہمارے ملکات سیئہ کو مبدل بہ حسنات فرمادیجئے۔ سبحان اللہ دیکھو ان بزرگ کی برکت سے ان لوگوں کا کیسا فہم سلیم ہوگیا تھا کہ کیا نفیس سوال کیا ہے کہ قابل یاد رکھنے کے ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

گرشود انخ۔ یعنی اگر سارا کا سارا عالم خون سے بھر جائے تو بندگان خاص خدا سوائے حلال کے اور کچھ کب کھائیں۔ مطلب یہ کہ اگر تمام دنیا میں حرام ہی حرام چیزیں ہوں تو جو حق تعالیٰ کے خاص بندے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے لئے غیب سے ایسا سامان کردے کہ وہ اس حرام کو کھا ہی نہ سکیں جیسا کہ اس حکایت سے معلوم ہوا کہ وہ شراب تھی مگر حق تعالیٰ نے اس کو بدل کر شہد بنا دیا تھا اور بعد تبدیل ماہیت کے تمام ائمہ کے یہاں جائز ہے۔ اوپر جو کہا ہے کہ اگر سارا جہان حرام سے بھر جائے تو خدا کے خاص بندے جب بھی حلال ہی کھائیں گے اس پر ایک حکایت لاتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ ہر جگہ بے مصلے کے نماز پڑھ لیتے ہیں حالانکہ ممکن ہے کہ وہ زمین پہلے سے ناپاک ہو اور خشک ہو کر اثر نجاست کا دکھائی نہ دیتا ہو مگر ہے تو نجس۔ ارشاد فرمایا کہ جعلت لی الارض کلها طهورا کہ میرے لئے ساری زمین پاک بنا دی گئی ہے اس طرح کہ جب نجاست خشک ہو جائے اور اثر دکھائی نہ دے تو وہ پاک ہے۔ تو دیکھو باوجودیکہ وہ ناپاک تھی مگر حق تعالیٰ نے اپنے خواص کے لئے اس کو پاک کر دیا۔ اسی طرح حق تعالیٰ اپنے خواص کو بعض معاصی سے محفوظ اور بعض کو معصوم رکھتے ہیں۔ خوب سمجھ لو۔ اب حکایت سنو۔

گفتن عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ را کہ تو بے مصلی بہر جا کہ میروی نماز میکنی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنا کہ آپ بے مصلے کے جہاں جاتے ہیں نماز پڑھ لیتے ہیں

عائشہؓ روزے بہ پیغمبر بہ گفت	یا رسول اللہ تو پیداؤ نہفت
ایک دن (حضرت) عائشہ نے پیغمبرؐ سے عرض کیا	یا رسول اللہ آپ مجمع اور تنہائی میں
ہر کجا یابی نمازے می کنی	می روی در خانہ ناپاک و دنی
جہاں موقع ملتا ہے نماز پڑھ لیتے ہیں	آپ ہر ادنیٰ اور ناپاک گھر میں چلے جاتے ہیں
بے مصلی می گزاری تو نماز	ہر کجا روئے زمیں بکشای راز
بغیر مصلے کے آپ نماز پڑھ لیتے ہیں	جہاں بھی روئے زمین ہو راز بتائے؟
گرچہ میدانی کہ ہر طفل پلید	کرد مستعمل بہر جا کہ رسید
اگرچہ آپ جانتے ہیں کہ ہر ناپاک بچہ	جہاں وہ جاتا ہے (زمین) کو مستعمل کر دیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت پیغمبرؐ کہ از بہر مہاں	حق نجس را پاک گرداں را بداں
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا بڑے لوگوں کے لئے	اللہ (تعالیٰ) نے نجس کو پاک کر دیا ہے اس کو سمجھ لے
سجدہ گاہم را ازاں رو لطف حق	پاک گردانید تا ہفتم طبق
اس لئے اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی نے میری سجدہ گاہ کو	ساتوں طبقوں تک پاک کر دیا ہے

شرح حبیبی

ایک روز حضرت عائشہؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے ظاہر و باطن میں خدا کے رسول آپ جہاں کہیں ہوتے ہیں نماز پڑھ لیتے ہیں ہر گھر میں ناپاکی ضرور ہوتی ہے کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ بچہ جہاں کہیں بیٹھتا ہے اکثر موت ہگ کر اس جگہ کو ناپاک کر دیتا ہے لیکن آپ تحقیق نہیں فرماتے اور نہ مصلے بچھاتے ہیں جہاں کہیں موقع ملتا ہے زمین ہی پر آپ نماز پڑھ لیتے ہیں۔ اس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑے لوگوں اور مقربین کے لئے حق سبحانہ خرق عادت کے طور پر یا کسی اور طریقہ سے ناپاک کو پاک کر دیتے ہیں پس ہماری سجدہ گاہ کو بھی حق سبحانہ نے اپنے فضل سے زمین ہفتم تک پاک کر دیا ہے لہٰذا ہم کو مصلے کی ضرورت نہیں اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ جب حق سبحانہ کو اپنے مقربین کی اتنی خاطر منظور ہے تو وہ ان کو حرام کیونکر کھانے دیں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنا کہ آپ بے مصلے کے ہر جگہ کس طرح نماز پڑھ لیتے ہیں

شرح شبیری

عائشہ روزے الخ۔ یعنی عائشہؓ نے ایک روز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ مجمع میں اور تنہائی میں۔

ہر کجا باشد الخ۔ یعنی جہاں کہیں چاہا نماز پڑھ لی اور آپ ہر ناپاک اور خراب جگہ میں جاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ آخر آپ سفر میں مختلف مقامات پر جاتے ہیں بعض پاک ہیں اور بعض ناپاک آپ وہاں نماز پڑھ لیتے ہیں پھر اگر آپ کی خصوصیت کہی جائے تو یہ بھی نہیں اس لئے کہ آپ جماعت سے بھی اسی طرح جہاں چاہا پڑھ لیتے ہیں تو آخر یہ کیا بات ہے۔ نماز کس طرح ہو جاتی ہے اور اگر آپ کی ہو جاتی ہے تو ان دوسروں کی کس طرح ہوتی ہے اور یہ بھی نہیں کہ کچھ بچھا ہی لیں بلکہ

بے مصلے الخ۔ یعنی بے مصلے ہی کے آپ نماز ادا فرما لیتے ہیں جہاں کہیں کہ روئے زمین ہو زرا اس عقدہ کو

حل فرما دیجئے کہ اس کا کیا سبب ہے۔

گرچہ میدانی الخ۔ یعنی اگرچہ آپ جانتے ہیں کہ بچے ناپاک جہاں جاتے ہیں مستعمل کر دیتے ہیں اور ناپاک کر دیتے ہیں پھر نماز کس طرح ہو جاتی ہے جواب ارشاد ہوا کہ

گفت پیغمبر الخ۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑے لوگوں کے لئے حق تعالیٰ نجس کو پاک فرما دیتے ہیں اس کو جان لو مطلب یہ کہ یا تو وحی سے اس کی پاکی بتا دیتے ہیں جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا اور یا اس کی تبدیل ماہیت کر دیتے ہیں جیسا کہ اور بعض بزرگوں کے لئے ہوا۔

سجدہ گاہم الخ۔ یعنی اسی سبب مذکور سے لطف حق نے میری سجدہ گاہ کو ساتویں طبق تک پاک فرما دیا لہٰذا میرے لئے مع قیودات شرعیہ سب جگہ پاک ہیں اور اسی طرح امت مرحومہ کے لئے بھی پاک ہیں لہٰذا کوئی شبہ نہیں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

ہاں وہاں ترک حسد کن باشہاں	ورنہ ابلیسے شوی اندر جہاں
خبردار خبردار! شاہوں سے حسد کرنا چھوڑ دے	ورنہ تو دنیا میں شیطان ہو جائے گا
کو اگر زہرے خورد شہدے شود	تو اگر شہدے خوری زہرے بود
کیونکہ وہ اگر زہر کھالے تو شہد بن جائے گا	تو اگر شہد کھائے زہر ہو گا
کو بدل گشت و بدل شد کار او	لطف گشت و نور شد مرنار او
کیونکہ وہ بدل گیا اور اس کا کام بدل گیا	وہ محبت بن گیا اس کی آگ نور بن گئی ہے
قوت حق بود مر بابیل را	ورنہ مرغے چوں کشد مرپیل را
ابابیل میں اللہ کی طاقت تھی	ورنہ ایک پرندہ ہاتھی کو کیسے مار سکتا ہے؟
لشکرے را مرغکے چندے شکست	تابدانی کاں صلابت از حق ست
بڑے لشکر کو چھوٹے پرندہ نے شکست دیدی	تا کہ تو سمجھ جائے کہ وہ سختی اللہ کی طرف سے تھی
گر ترا وسواس آید زیں قبیل	رو بخواں تو سورۂ اصحاب فیل
اگر تجھے اس سلسلہ میں شک ہو	جا تو اصحاب فیل کی سورۃ پڑھ لے
ور کنی با او مرے و ہمسری	کافرم داں گر تو زیشاں سربری
اگر تو اس سے جھگڑا اور برابری کرے گا	مجھ کے کافر سمجھ اگر تو ان سے جیت جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

جب تجھے اہل اللہ کی منزلت معلوم ہوگئی تو دیکھ خبردار بڑے لوگوں پر حسد نہ کرنا ورنہ تو شیطان اور مردود ہو جائے گا تو ان کو اپنے اوپر قیاس نہ کرنا کیونکہ ان میں اور تجھ میں بعد المشرقین ہے۔ کیونکہ وہ تو اگر بظاہر زہر بھی کھائیں اور کوئی معصیت بھی کریں تو گو وہ صورۃً معصیت ہوتی ہے مگر حقیقۃً معصیت نہیں ہوتی۔ جیسا کہ قصہ مذکورہ بالا سے معلوم ہو گیا بلکہ وہ حقیقت میں شہد اور طاعت ہوتی ہے اور تو اگر بظاہر شہد بھی کھاتا ہے اور طاعت بھی کرتا ہے تو وہ ریا و عدم اخلاص وغیرہ کے سبب معصیت ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ان کی حقیقت بدل گئی ہے لہٰذا ان کے افعال بھی بدل گئے ہیں اور بی یسمع و بی یبصر الخ کی شان پیدا ہوگئی ہے اور ان کی آتش شہوات مبدل بہ نور حق سبحانہ ہوگئی ہے بس وہاں معصیت کا کیونکہ گزر ہو سکتا ہے۔ برخلاف تیرے کہ تو سراسر شہوات و ظلمات نفسانیہ میں منہمک ہے پس تجھ سے طاعت کا صادر ہونا اسی قدر بعید ہے جس قدر ان سے معصیت کا یہ امر کہ ان کی حقیقت بدل گئی تیری سمجھ میں نہ آئے گا۔ اس لئے ہم اس کو ایک مثال سے سمجھاتے ہیں دیکھو ابابیل نے ہاتھی کو مار دیا۔ نیز ایک بڑے لشکر کو شکست دی تو کیا وہ اس وقت وہ ابابیل تھی ہرگز نہیں کیونکہ ابابیل اپنی حالت پر رہ کر ہاتھی کو ہرگز نہیں مار سکتی تھی اور اتنے بڑے لشکر کو ہرگز شکست نہیں دے سکتی۔ بلکہ ان کو قوت حق عطا ہوگئی تو اس لئے وہ اپنے ہم نوع افراد سے اس قدر بعید ہوگئی تھی کہ گویا کہ وہ اس نوع کے افراد ہی نہ تھی بلکہ نوع دیگر تھی اور ان کے اندر یہ تجلی نور حق سے تھی۔ اسی طرح اہل اللہ بھی قوت حق سے متقوی اور نور حق سے منور ہو کر گویا کہ ایک جداگانہ نوع کے افراد بن جاتے ہیں اور نفس و شیطان کو کامل شکست دیتے ہیں اور ان سے مغلوب نہیں ہو سکتے اس بیان میں اور مقدمات تو سب ظاہر ہیں صرف ایک مقدمہ ایسا ہے جس میں شبہ کی گنجائش ہو سکتی ہے وہ یہ کہ ایسا ہو نہیں سکتا کہ ابابیل ہاتھی کو مار ڈالیں اور فوج جرار کو شکست دے دیں پس اگر تم کو اس قسم کا وسوسہ ہو تو قرآن کھول کر سورہ فیل دیکھ لو وسوسہ دور ہو جائے گا۔ اب یہاں ہم تجھ کو ایک نہایت کام کی بات بتلاتے ہیں وہ یہ کہ تو اہل اللہ سے مقابلہ اور مماثلت کا دعویٰ نہ کرنا اس لئے کہ ایسا کرنے سے تجھے ان سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اگر اس صورت میں تجھے کچھ بھی فائدہ ہو تو میں کافر۔ اس سے زیادہ اور کیونکر یقین دلاؤں۔

شرح شبّیری

ہان وہان الخ۔ یعنی ضرور بالضرور بڑے لوگوں کے ساتھ حسد کرنا ترک کر دو ورنہ تم جہان میں ابلیس کی طرح ہو جاؤ گے

کو اگر الخ۔ یعنی اس لئے کہ اگر وہ زہر کھا رہا تھا تو وہ بھی شہد ہے اور اگر تو شہد کھائے وہ بھی زہر ہے اس لئے کہ وہ اس کی حقیقت کو جانتا ہے اس لئے موافق مقدار کے کھائے گا تو اس کو تو شہد کی طرح مفید ہوگا اور تم کو شہد کی حقیقت بھی معلوم نہیں اس لئے اس میں بھی بے اعتدالی کرو گے اور وہ زہر کی طرح مضر ہوگا تو ان پر اعتراض

اور حسد فضول ہے ان کی تم کو کیا خبر۔

کو بدل الخ۔ یعنی اس لئے کہ وہ بدل گیا ہے اور اس کا کام بھی بدل گیا ہے وہ لطف ہو گیا ہے اور اس کی ہر نار نور ہو گئی ہے مطلب یہ کہ اس کے ملکات سیئہ تو مبدل بحسنہ ہو گئے ہیں اور اس میں نور حق ہے اور وہ سراسر نور ہی نور ہو گیا ہے لہذا اس کے کام بھی مصالح ہیں آگے ایک مثال دیتے ہیں کہ

قوت حق الخ۔ یعنی ابابیل میں حق تعالیٰ کی قوت تھی ورنہ ایک ذرا سا جانور اور وہ ہاتھی کو مار ڈالے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

لشکرے الخ۔ یعنی ایک لشکر کو ذرا سے جانور نے اس طرح شکست دی تاکہ تم جان لو کہ یہ قوت حق تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔

گر تر الخ۔ یعنی اگر تجھے اس قبیل سے وسوسہ آئے تو سورۂ اصحاب فیل پڑھ لو۔ مطلب یہ کہ اگر تم کو وسوسہ ہو کہ یہ قصہ ابابیل کا غلط معلوم ہوتا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے تو فرماتے ہیں کہ بھائی قرآن میں دیکھ لو یہ تو وہاں موجود ہم اپنی طرف سے تو نہیں کہتے۔ تو دیکھو جس طرح کہ اس جانور نے قوت حق تعالیٰ کی وجہ سے ایک لشکر کو شکست دی۔ اس طرح ان حضرات میں نور حق ہونے کی وجہ سے ان کے صفات بھی صفات حق ہو جاتے ہیں اور ان کی شان بی یسمع وبی یبصر ہو جاتی ہے آگے فرماتے ہیں کہ

در کشی الخ۔ یعنی اور اگر تم ان کے ساتھ مقابلہ اور ہمسری کرو تو اگر تم غالب آ سکو تو مجھے کافر جانو۔ مطلب یہ کہ ان سے مقابلہ کر کے عہدہ برآ ہو ہی نہیں سکتے۔ اطمینان رکھو۔ جب مقابلہ کرو گے ہمیشہ ذلیل و خوار ہو گے لہذا ہمیشہ اطاعت اور تواضع کرنا ضروری ہے خوب سمجھ لو۔ چونکہ اوپر اکابر کے مقابلہ سے اور ان کی برائی کرنے سے منع کیا ہے اس لئے کہ اس کا انجام خراب ہوتا ہے اس لئے آگے ایک چوہے اور ایک اونٹ کی حکایت لاتے ہیں کہ ایک اونٹ جا رہا تھا اور اس کی مہار لٹک رہی تھی ایک چوہے نے دیکھا تو آپ اس کی مہار پکڑ کر چلے اونٹ جا ہی رہا تھا وہ چلتا رہا۔ یہ چوہا سمجھا کہ میں کس قدر قوی ہوں کہ اس قدر بڑے جثہ والے کو کھینچے لئے جاتا ہوں اسی طرح ایک دریا کے کنارہ پہنچے اونٹ تو دریا کے اندر چلا گیا چوہا باہر رہ گیا تو اونٹ نے کہا کہ بھائی اندر آؤ اس لئے کہ پانی تو زانو تک ہے چوہا بولا کہ جناب کے زانو تک ہے مگر میرے تو سر سے کہیں اونچا ہے آخر وہاں جا کر عاجز ہو گیا اسی طرح ان حضرات کی برابری کرنے میں انسان ہمیشہ خطا پاتا ہے اب حکایت بالتفصیل سنو۔

کشیدن موش مہار اشترے را معجب شدن موش در خود

چوہے کا اونٹ کی مہار کو کھینچنا اور چوہے کا گھمنڈ میں آ جانا

در ربود و شد رواں او از مرے	موشکے در کف مہار اشترے
لے لی اور اکڑتا ہوا روانہ ہوا	ایک حقیر چوہے نے ایک اونٹ کی مہار ہاتھ میں

www.besturdubooks.wordpress.com

شتر با چستی کہ با او شد رواں	موش غرہ شد کہ ہستم پہلواں
جب اونٹ تیزی سے اس کے ساتھ چلا	چوہے کو گھمنڈ ہو گیا کہ میں پہلوان ہوں
بر شتر زد پر تو اندیشہ اش	گفت بنمایم ترا تو باش خوش
اس کے خیال کا عکس اونٹ پر پڑا	اس نے کہا تو خوش ہو لے میں تجھے دکھاؤں گا
تا بیامد بر لب جوئے بزرگ	کاندرو گشتے زبوں پیل سترگ
یہاں تک کہ وہ بڑی نہر کے کنارے پر پہنچا	جس میں بڑا ہاتھی بھی عاجز آ جائے
موش آنجا ایستاد و خشک گشت	گفت اشتر اے رفیق کوہ و دشت
چوہا وہاں کھڑا ہو گیا اور خشک ہو گیا	اونٹ بولا اے پہاڑ اور جنگل کے ساتھی!
ایں توقف چیست حیرانی چرا	پا بنہ مردانہ اندر جو در آ
یہ ٹھہراؤ کیسا ہے؟ حیرانی کیوں ہے؟	بہادری سے قدم بڑھا نہر میں آ جا
تو قلاوزی و پیش آہنگ من	درمیان رہ مباش و تن مزن
تو میرا رہبر اور پیش رو ہے	راستہ میں نہ رک اور چپ نہ ہو
گفت ایں جوئے شگرف ست و عمیق	من ہمی ترسم زغرقاب اے رفیق
(چوہا) بولا یہ نہر خوفناک اور گہری ہے	اے ساتھی! میں ڈوبنے سے ڈر رہا ہوں
گفت اشتر تا ببینم حد آب	پا دروں بنہاد آں اشتر شتاب
اونٹ نے کہا (ٹھہر) تاکہ میں پانی کا اندازہ لگا لوں	اونٹ نے فوراً پاؤں اندر رکھ دیا
گفت تا زانوست آب اے کور موش	از چہ حیراں گشتی و رفتی زہوش
(اونٹ) بولا اے اندھے چوہے! پانی ران تک ہے	تو کیوں حیران ہو گیا اور ہوش کھو بیٹھا
گفت مور تست مارا اژدہاست	کہ ز زانو تا بہ زانو فرقہاست
چوہے نے کہا تیرے لئے چیونٹی ہے ہمارے لئے اژدہا ہے	اس لئے کہ ران اور ران میں بہت فرق ہے
گر ترا تا زانوست اے پر ہنر	مر مرا صد گز گذشت از فرق سر
اے ہنر مند! اگر تیری ران تک ہے	تو میرے سر کی چندیا سے سو گز اونچا ہے
گفت گستاخی مکن بار دگر	تا نسوزد جسم و جانت زیں شرر
(اونٹ) بولا پھر گستاخی نہ کرنا	کہیں اس چنگاری سے تیرا جسم اور جان نہ جل جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

تو مرے با مثل خود موشاں بکن	با شتر مر موش را نبود سخن
تو اپنے جیسے چوہے سے مقابلہ کر	چوہے کے لئے اونٹ سے بات مناسب نہیں ہے
گفت توبہ کردم از بہر خدا	بگذراں زیں آب مہلک مر مرا
اس (چوہے) نے کہا کہ میں نے توبہ کی خدا کے لئے	اس مہلک پانی سے مجھے پار کر دے
رحم آمد مر شتر را گفت ہیں	برجہ و برگرد بان من نشیں
اونٹ کو رحم آ گیا بولا ہاں	کود اور میرے پالان پر بیٹھ جا
ایں گذشتن شد مسلم مر مرا	بگذرانم صد ہزاراں چوں ترا
میرا پار کرنا مسلم ہے	تجھ جیسے لاکھوں کو پار کر دوں گا

شرح حبیبی

اوپر کہا تھا کہ اہل اللہ کی برابری اور مماثلت کا دعویٰ کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ آگے اس کی مثال دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک چوہا کہ اس نے ایک اونٹ کی مہار پکڑ لی اور بدعویٰ برابری آگے آگے چل دیا چونکہ اونٹ اس کے ساتھ ساتھ تیزی سے چلتا رہا اور اس کی کوئی مزاحمت نہیں کی اس لئے وہ سمجھ گیا کہ میں بھی پہلوان ہوں کہ اونٹ کو کھینچے لئے جا رہا ہوں۔ اونٹ نے قرائن سے اس کے خیال کو جان لیا اور اپنے دل میں کہا کہ اچھا ٹھہر جا تجھے تیری حقیقت دکھلاؤں گا حتیٰ کہ وہ ایک بڑی ندی پر پہنچ گیا جس میں بڑا ہاتھی عاجز ہو سکتا تھا۔ وہاں پہنچ کر چوہا ٹھہر گیا اور مارے خوف کے اس کا خون خشک ہو گیا یہ دیکھ کر اونٹ نے کہا کہ اے صحرا و کوہسار کے ساتھی تو ٹھہر کیوں گیا۔ مردانہ ندی میں قدم رکھ اور اس میں داخل ہو۔ تو تو میرا راہنما اور راہبر ہے پس تجھ کو راستہ ہی میں رہ جانا اور پہلو تہی کرنا مناسب نہیں اس نے کہا کہ یہ پانی بہت حیرت انگیز اور گہرا ہے مجھے اس میں ڈوبنے کا اندیشہ ہے اس نے کہا میں بھی تو دیکھوں پانی کتنا ہے یہ کہہ کر پانی میں پاؤں رکھا اس نے کہا کہ ارے اندھے چوہے یہ پانی تو گھٹنوں ہی تک ہے تو کیوں حیران ہو گیا اور تیرے حواس کیوں جاتے رہے اس نے کہا جناب یہ آپ کے لئے چیونٹی کی مانند بے حقیقت ہے میرے لئے تو اژدہے کی مانند خطرناک ہے کیونکہ گھٹنوں گھٹنوں میں بھی فرق ہوتا ہے تمہارے گھٹنے اور ہیں میرے گھٹنے اور تمہارے گھٹنوں تک ہے اور میرے سر سے سو گز اونچا۔ اس نے کہا کہ جب تجھے اپنی حقیقت معلوم ہو گئی تو خبردار پھر گستاخی نہ کرنا اور کبھی اپنے کو بڑوں کے برابر نہ سمجھنا تا کہ اس آگ سے تیرا جسم اور تیری جان نہ جل جائے یعنی یہ خیال تیری تباہی و ہلاکی کا باعث نہ ہو جائے۔ تو اپنے مثل چوہوں سے برابری کرنا۔ چوہے کی یہ تاب نہیں کہ اونٹ کے مقابلہ میں اپنی حد سے بڑھ کر بات کرے اس نے کہا میری توبہ ہے خدا کے لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

اس مہلک پانی سے مجھے پار اتار دے اس کی منکسرانہ گفتگو سے اونٹ کو رحم آ گیا اور کہا اچھا اچھل کر میری کوہان پر بیٹھ جا۔ اس پانی سے گزرنا میرا حق ہے نہ کہ تیرا اور میں تجھ سے ہزاروں کو پار کر سکتا ہوں۔ اس بیان سے جس طرح مضمون ماسبق کی تائید ہوتی ہے یوں ہی اس سے حسب ذیل نتیجہ بھی برآمد ہوتا ہے۔

ایک چوہے کا اونٹ کی مہار کھینچنا اور مغرور ہونا

شرح شبیری

موشکے در کف الخ۔ یعنی ایک چوہا کہ اس کے ہاتھ میں ایک اونٹ کی مہار تھی۔ اونٹ کا مقابل بن کر روانہ ہوا۔

اشتر از الخ۔ یعنی اونٹ تو بوجہ چستی کے اس کے ساتھ روانہ ہوا اور چوہا مغرور ہو گیا کہ میں پہلوان ہوں کہ اس قدر بڑے جثہ والے کو کھینچ رہا ہوں۔

بر شتر زد الخ۔ یعنی اونٹ پر اس کے وسوسہ نے اثر کیا تو بولا کہ اچھا ذرا خوش ہو لے تجھے دکھاتا ہوں۔ مطلب یہ کہ اس کی حالت سے اونٹ سمجھا کہ اس کو یہ وسوسہ اور خیال ہے تو اس نے دل میں کہا کہ اچھا بچہ جی ابھی بتاتا ہوں کیسے پہلوان ہو۔ غرضکہ اسی طرح دونوں چلتے رہے۔

تا بیامد الخ۔ یعنی یہاں تک کہ ایک بہت بڑی ندی کے کنارہ پر آئے کہ اس میں بڑا ڈیل ہاتھی بھی عاجز ہو جائے۔

موش الخ۔ یعنی چوہا وہاں کھڑا ہو گیا اور سوکھ گیا تو اونٹ نے کہا کہ ارے کوہ و دشت کے رفیق۔

این توقف الخ۔ یعنی یہ توقف کیا ہے اور حیرانی کیوں ہے۔ تو مردانہ وار پاؤں رکھ اور ندی میں آ۔

تو قلاؤزی الخ۔ یعنی تو تو میرا رہبر ہے اور میرا پیش آہنگ ہے۔ راستہ ہی میں مت رہ جا اور خاموش مت ہو۔ پیش آہنگ اس کو کہتے ہیں جو کہ مقاصد میں آگے رہتا ہو۔ مطلب یہ کہ تم تو میرے رہنما اور بزرگ ہوا۔ اب آگے ہی چلو ٹھہرتے کیوں ہو۔

گفت این الخ۔ یعنی چوہے نے کہا کہ یہ ندی بڑی خوفناک اور گہری ہے اس لئے اے رفیق میں غرق ہونے سے ڈرتا ہوں۔

گفت اشتر الخ۔ یعنی اونٹ نے کہا کہ اچھا (ٹھہرو) یہاں تک کہ میں پانی کی اتھاہ دیکھ لوں (یہ کہہ کر) اس ندی میں اونٹ نے جلدی سے پاؤں رکھا۔

گفت تا الخ۔ یعنی اونٹ نے کہا کہ ارے اندھے چوہے پانی زانو تک ہی تو ہے تو تو حیران کیوں ہے اور تیرے ہوش کیوں جاتے رہے ہیں۔

گفت مور است الخ۔ یعنی چوہا بولا کہ تیری چیونٹی ہمارے لئے اژدہا ہے اس لئے کہ زانو زانو میں تو بہت فرق ہے یعنی جو چیز کہ تیرے نزدیک چھوٹی ہے ہمارے نزدیک بہت بڑی ہے لہٰذا اگرچہ پانی تیرے زانو تک

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے مگر ہمارے تو سر سے بھی سینکڑوں گز اونچا ہے۔

گر ترا تا زانو الخ۔ یعنی اے پر ہتر اگر تیرے زانوں تک ہے تو میرے تو سر سے سینکڑوں گز اونچا ہے۔ اب جبکہ اس چوہے نے اپنے عجز کا اقرار کر لیا تو اونٹ نے کہا کہ

گفت گستاخی الخ۔ یعنی اونٹ نے کہا کہ پھر گستاخی مت کرنا تاکہ کہیں تیرے جسم و جان اس گستاخی کے شر سے جل نہ جائیں۔

تو مری الخ۔ یعنی تو اپنے جیسے چوہوں کے ساتھ مقابلہ کر اور اونٹ کے ساتھ تو چوہے کو بات بھی نہ ہونی چاہیے۔ مطلب یہ کہ بھلا چوہے کو اونٹ سے کیا تعلق کہاں یہ اور کہاں وہ آپس میں اس قابل بھی نہیں ہیں کہ بات بھی کریں جب اونٹ نے یہ کہا تو چوہے صاحب بولے کہ

گفت توبہ الخ۔ یعنی چوہے نے کہا کہ میں نے توبہ کی خدا کے واسطے مجھے اس مہلک پانی سے گزار دے۔ یعنی اب عاجزی شروع کی کہ بھائی بے شک میری غلطی تھی اب توبہ کرتا ہوں خدا کے لئے اس پانی سے مجھے بھی گزار دے۔ شاید اس کو بھی ادھر ہی جانا ہوگا جب اس نے عاجزی کی تو اونٹ کو رحم آ گیا اور اس پانی سے پار کر دیا۔

رحم آمد الخ۔ یعنی اونٹ کو رحم آ گیا اور بولا کہ ہاں کود اور میری کوہان پر بیٹھ جا اور اونٹ نے یہ کہا کہ

این گذشتن الخ۔ یعنی یہ گزرنا میرے ہی لائق ہے اور میں تجھ جیسے ہزاروں کو بھی گزار دوں تو دیکھو جس طرح کہ اس چوہے نے برابری اپنے سے بڑے کی کی اور پھر نادم ہوا اسی طرح اگر عوام اکابر کی برابری کرنے لگیں تو یقیناً تباہ و برباد ہوں گے لیکن پھر بھی اگر اکابر کے سامنے عجز کا اعتراف کر لو پھر ان کو بھی رحم آ جاتا ہے جس طرح کہ اس چوہے کی عاجزی سے اس اونٹ کو رحم آ گیا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

چوں پیمبر نیستی پس رو براہ	تا رسی از چاہ روزے سوئے جاہ
جب تو پیغمبر نہیں ہے تو راستہ طے کر	تاکہ کسی دن کنویں سے (نکل کر) رتبہ پر پہنچ جائے
تو رعیت باش چوں سلطان نہ	تنگ مراں چوں مرد کشتیبان نہ
تو رعیت بن جا جبکہ تو بادشاہ نہیں ہے	گہرائی میں (کشتی) نہ چلا چونکہ تو ملاح نہیں ہے
چوں نہ کامل دکاں تنہا مگیر	دست خوش می باش تا گردی خمیر
جب کہ تو ماہر نہیں ہے تنہا دکان نہ کر	تابع بن جا تاکہ تو خمیر بن جائے
چونکہ آزادیت ناید بندہ باش	ہیں مپوش اطلس برو در ژندہ باش
جب تجھے آزاد رہنا نہیں آتا غلام بن جا	خبردار! اطلس نہ پہن جا گودڑی میں رہ

www.besturdubooks.wordpress.com

انصتوا را گوش کن خاموش باش	چوں زبان حق نگشتی گوش باش
"تم چپ رہو" کو سن، چپ رہ	جب تو اللہ کی زبان نہ بنا، کان بن جا
ور بگوئی مشکل استفسار گو	باشہنشاہاں تو مسکیں وار گو
تو اگر کوئی اشکال کرے تو پوچھنے کے طریقہ پر کر	شہنشاہوں سے مسکین کی طرح بات کر
ابتدائے کبر وکیں از شہوت ست	راسخی شہوتت از عادت ست
تکبر اور کینہ کی ابتداء خواہش نفسانی سے ہے	خواہش نفسانی تیری کا جماؤ عادت کی وجہ سے ہے
چوں ز عادت گشتہ محکم خوئے بد	خشم آید بر کسے کت واکشد
جب عادت کی وجہ سے بری عادت پختہ ہو جائے	تجھے اس پر غصہ آتا ہے جو تجھے ہٹائے
چونکہ تو گلخوار گشتی ہر کہ او	واکشد از گل ترا باشد عدو
چونکہ تو مٹی کھانے والا بن گیا ہے جو بھی	تجھے مٹی سے ہٹاتا ہے دشمن ہوگا
بت پرستاں چونکہ خو با بت کنند	مانعان راہ خود را دشمن اند
بت پرست چونکہ بتوں کی عادت ڈال لیتے ہیں	اپنے راہ سے ہٹانے والوں کے دشمن ہیں
چونکہ کرد ابلیس خو با سروری	دید آدمؑ را بہ تحقیر از خری
چونکہ شیطان سرداری کا عادی ہو گیا تھا	گدھے پن سے اس نے آدمؑ کو حقارت سے دیکھا
کہ بہ از من سرورے دیگر بود	تا کہ او مسجود چوں من کس شود
مجھ سے بہتر کوئی دوسرا سردار ہو گا؟	تا کہ وہ مجھ جیسے کا مسجود بنے
سروری زہرست جز آں روح را	کہ بود تریاق لانی ز ابتدا
اس روح کے سوا کے لئے سرداری زہر ہے	جو شروع سے لان (پہاڑ) کا تریاق ہو
کوہ گر پر مار شد باکے مدار	کو بود اندر دروں تریاق زار
پہاڑ اگر سانپوں سے بھرا ہو، پروا نہ کر	کیونکہ اس میں تریاق زار ہوتا ہے
سروری چوں شد دماغت راندیم	ہر کہ بشکستت شود خصم عظیم
سرداری جب تیرے دماغ کی ساتھی بن گئی	جو تجھے شکست دے تیرا دشمن ہو گا
چوں خلاف خوئے تو گوید کسے	کینہا خیزد ترا با او بسے
جب کوئی تیری عادت کے خلاف بولے	تجھ میں اس سے بہت سے کینے پیدا ہوں گے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ مرا از خوئے من بر میکند	خویش برمن میر و سرور میکند
کہ وہ مجھے میری خصلت سے جدا کرتا ہے	اپنے آپ کو میرے اوپر امیر اور سردار بناتا ہے
چوں نباشد خوئے بد سرکش درو	کے فروزد از خلاف آتش درو
اس میں جب کوئی بری عادت ظہور پذیر نہ ہو	تو مخالفت کی آگ اس میں کیوں بھڑکے؟
چوں نباشد خوئے بد محکم شدہ	کے شود ندر خلاف آتشکدہ
جب اس میں بری عادت مستحکم نہ ہوئی ہو	تو اختلاف میں آگ کی بھٹی کیوں ہو؟
با مخالف او مدارا می کند	دردل او خویش را جا می کند
وہ مخالف کی (بھی) خاطر تواضع کرتا ہے	اس کے دل میں اپنی جگہ کر لیتا ہے
زانکہ خوئے بد بگشتت استوار	مور شہوت شد ز عادت ہمچو مار
کیونکہ تیری عادت بڑی مضبوط ہو گئی ہے	نفسانی خواہش کی چیونٹی عادت کی وجہ سے سانپ ہوگئی ہے
مار شہوت را بکش در ابتدا	ورنہ اینک گشتہ مارت اژدہا
نفسانی خواہش کے سانپ کو ابتدا ہی میں مار ڈال	ورنہ تیرا یہ سانپ اژدھا بن جائے گا
لیک ہر کس مور بیند مار خویش	تو ز صاحبدل کن استفسار خویش
لیکن ہر شخص اپنے سانپ کو چیونٹی سمجھتا ہے	تو اپنے بارے میں صاحبدل سے معلومات کر لے
زابتداء ایں مار شہوت را بکش	ورنہ اژدرہا شود اے تیز ہش
نفسانی خواہش کے اس سانپ کو شروع میں مار ڈال	ورنہ اے تیز ہوش! وہ اژدھا بن جائے گا
تا نہ شد زر مس نداند من مسم	تا نہ شد شہ دل نداند مفلسم
جب تک تانبا سونا نہیں بنا وہ نہیں سمجھتا کہ میں تانبا ہوں	جب تک دل شاہ نہ بن جائے وہ نہیں جانتا کہ میں مفلس ہوں
خدمت اکسیر کن مس وار تو	جور می کش اے دل از دلدار تو
تو تانبے کی طرح اکسیر کی خدمت کر	اے دل! اپنے دلدار کی سختی برداشت کر
کیست دلدار اہل دل نیکو بداں	کو چو روز و شب جہانست از جہاں
دلدار کون ہے؟ خوب سمجھ لے اہل دل (ہے)	جو دن اور رات کی طرح دنیا سے گریزاں ہے
عیب کم گو بندۂ اللہ را	متہم کم کن بدزدی شاہ را
اللہ (تعالیٰ) کے (خاص) بندے کی عیب جوئی نہ کر	بادشاہ کو چوری نہ لگا

www.besturdubooks.wordpress.com

ورنہ باشی ہیچ ہیچ از ہیچگاں	پس رو ہر دیو باشی مستہاں
ورنہ تو ناچیزوں میں سے ناچیز تر بن جائے گا	اور ہر ذلیل شیطان کا پیرو بن جائے گا

شرح حبیبی

جب تو پیمبر اور مستقل ہادی نہیں ہے بلکہ تجھے ضرورت ہے اہتدا بہ ہادی آخر کی تو تجھ کو رہرو ہونا چاہیے نہ کہ رہنما۔ تا کہ تو چاہ ضلالت سے نکل کر مسند ہدایت پر جلوہ افروز ہو اور جبکہ تو بادشاہ نہیں ہے تو رعیت اور کسی بادشاہ کا محکوم ہونا چاہیے اور جبکہ تو کشتی بان اور ماہر بحر دین نہیں ہے تو تجھ کو خود اس سمندر میں کشتی نہ چلانا چاہیے جب تو کامل نہیں ہے تو الگ دوکان نہ کر بلکہ کسی ماہر کا محکوم و منقاد ہو تا کہ تو خمیر کرنا سیکھ جائے یعنی بدوں کمال کے شیخ نہ بن بلکہ اول خود تربیت حاصل کر پھر شیخ بن اور تربیت کر اور جبکہ تو آزاد نہیں تو غلام بن اور اطلس نہ پہن بلکہ گدڑی پہن اس کا حاصل بھی وہی ہے کہ جب تو شیخ نہیں تو طور طریق مشائخ نہ اختیار کر بلکہ غلاموں کی طرح رہ اور جبکہ تو حق سبحانہ کی زبان نہیں اور گفتہ او گفتہ اللہ بود مرتبہ تجھے حاصل نہیں تو تجھ کو کان ہونا چاہیے اور تیرا کام سننا ہونا چاہیے باورنہ ہو تو حق سبحانہ کا حکم انصتوا سن لے اور بہ تعمیل امر الہی خاموش ہو جا اور اگر بولنا ہی ہو تو بشکل استفسار کلام کر اور ان بادشاہوں کے سامنے عاجزانہ گفتگو کر تیرے اندر جو تکبر اور مخالفت اہل اللہ ہے اس کا منشاء شہوت وخواہش نفسانی ہے اور یہ شہوت اور خواہش نفسانی تیرے اندر مستحکم اس لئے ہوئی ہے کہ تو اطاعت نفس کا خوگر اور عادی ہو گیا ہے جب تشخیص مرض ہو گئی تو بقاعدہ العلاج بالضد اس کا علاج کرنا چاہیے اور مخالفت نفس پر کمربستہ ہونا چاہیے۔ قاعدہ ہے کہ جب کوئی خصلت بدعادت سے مستحکم ہو جاتی ہے تو اس کی مخالفت ناگوار ہوتی ہے اس لئے جو شخص تمہاری اس عادت کو چھڑانا چاہتا ہے جو بوجہ عادی ہونے کے تمہارے اندر راسخ ہو گئی تو تم کو اس پر غصہ آتا ہے اور چونکہ تم کو مٹی کھانے کی یعنی افعال مضرہ کے ارتکاب کی عادت ہو گئی ہے اس لئے جو شخص تم کو مٹی یعنی افعال مضرہ سے الگ کرے وہ تمہاری نظر میں تمہارا دشمن معلوم ہوتا ہے۔ یہ بات کچھ تمہارے ہی ساتھ خاص نہیں بلکہ عام حالت یہ ہی ہے چنانچہ دیکھو بت پرست چونکہ بت پرستی کے عادی ہو گئے ہیں اس لئے جو لوگ ان کو بت پرستی سے مانع ہوتے ہیں وہ ان کو دشمن معلوم ہوتے ہیں نیز ابلیس چونکہ سرداری کا عادی ہو گیا تھا کما ہو المشہور رانہ معلم الملکوت اس لئے اس نے گدھے پن سے آدم علیہ السلام کو بنظر حقارت دیکھا اور کہا انا خیر منہ اور کہا کہ یہ میری مسجودیت کے لائق نہیں بلکہ کوئی مجھ سے بہتر ہونا چاہیے تا کہ مجھ سے شخص کا مسجود بن سکے واقعی بات یہ ہے کہ سرداری زہر ہے لیکن اس روح کے لئے زہر نہیں ہے جو ابتداہی سے معدن تریاق ہو اور صلاحیت فطری اس کی اتنی قوی ہو کہ وہ اس کے اثر سے اس کو محفوظ رکھ سکے اگر پہاڑ سانپوں سے پر ہو تو تم کو کچھ خطرہ نہ ہونا چاہیے کیونکہ اس کے اندر تریاق کی کان بھی ہے جو سانپوں کے زہر سے محفوظ رکھنے والا ہے پس

www.besturdubooks.wordpress.com

جبکہ کسی کے دماغ میں سرداری کا سودا سما جاتا ہے تو جو شخص اس خصلت کو توڑنا چاہے وہ اس کا پشتینی دشمن سمجھا جاتا ہے اور جبکہ کسی کی خصلت مستحکم کے مخالف کوئی بات کہتا ہے تو اس سے اس کہنے والے کے ساتھ طرح طرح کی مخالفتوں کے خیالات اس کے دل میں پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ جو میری اس خصلت کو چھڑانا چاہتا ہے تو اس سے اس کو مجھ پر حکومت کرنا مقصود ہے یہ دلیل اس خصلت بد کے استحکام کی۔ کیونکہ اگر وہ مستحکم نہ ہوتی تو اس مخالفت سے اس کے آگ کیوں لگتی۔ پس ثابت ہوا کہ وہ مستحکم ہوگئی ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب تک کوئی خصلت بد مستحکم نہیں ہوتی اس وقت تک اس کی مخالفت سے آگ نہیں لگتی اور اس کی مخالفت آدمی کو ناگوار نہیں ہوتی۔ پس ظاہر ہوگیا کہ وہ خوئے بد مستحکم ہوگئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مخالف کے ساتھ میل کرتا ہے اور اس کے دل میں اپنی جگہ کرتا ہے تاکہ وہ مزاحم نہ ہو کیونکہ خوے بد مستحکم ہوگئی ہے اور خواہش نفسانی جو چیونٹی کی طرح حقیر تھی اب عادت سے سانپ کی طرح خطرناک ہوگئی ہے۔ پس تم کو اس سانپ کو پہلے ہی مار ڈالنا چاہیے ورنہ پھر سانپ کے مرتبہ سے گزر کر اژدھا بن جائے گی لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ آدمی کو اس کے مرتبہ کی تعیین میں غلطی ہوتی ہے اور وہ سانپ کو چیونٹی سمجھتا ہے اس لئے تم کو چاہیے کہ اس کا مرتبہ کسی صاحب دل سے معلوم کرو۔ وجہ اس مغالطہ کی یہ ہوتی ہے کہ وہ ناقص ہوتا ہے اور اس کو کمال حاصل نہیں ہوتا جس سے نقصان کا ادراک ہو۔ لان الاشیاء تعرف باضدادھا اس لئے وہ نقصان کے ادراک سے قاصر ہوتا ہے۔ چنانچہ جب تک تانبا سونا نہیں بنتا اس وقت تک وہ اپنے کو ناقص نہیں سمجھتا اور جب تک دل کو دولت باطنی حاصل نہیں ہوتی اس وقت تک وہ اپنی ناداری کو کما ینبغی نہیں سمجھتا پس اگر تم کو اپنے نقصان سے آگاہ ہونا مقصود ہے تو شیخ کامل کی خدمت کرو جس طرح تانبا اکسیر کی کرتا ہے اور اگر تمہیں وصال مطلوب ہے تو محبوب کے ستم اٹھاؤ لیکن تم جانتے بھی ہو کہ دلدار سے ہماری کیا مراد ہے خوب سمجھ لو کہ ہماری مراد اہل دل ہیں جو کہ رات اور دن کی طرح اس جہان سے کنارہ کش ہوتے ہیں ان اللہ کے بندوں کی برائیاں ہرگز زیبا نہیں اور بادشاہوں پر چوری کی تہمت بالکل بے جا ہے اور اگر تم فروتنی اختیار نہ کرو گے اور اسی کبر ونخوت میں مبتلا رہو گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم ہرا بلیس ذلیل کے پیرو ہو گے بادشاہ پر چوری کی تہمت لگانے کے تذکرہ سے ایک مناسب حکایت یاد آ گئی غور سے سنو۔

شرح شبیری

چون پیمبر نیستی الخ۔ یعنی جبکہ تو پیمبر نہیں ہے تو راستہ میں تابع رہ تا کہ ایک دن چاہ سے جاہ پر پہنچ جائے مطلب یہ کہ اگر اس قابل نہیں ہو کہ مقتدا بن سکو تو تابع رہو کہ اس سے ایک دن یہ ہوگا کہ اس پستی سے نکل کر مراتب علیا پر پہنچ جاؤ گے۔

تو رعیت الخ۔ یعنی تم اگر سلطان نہیں ہو تو رعیت رہو اور جب کشتی بان نہیں ہو تو قعر دریا میں مت چلو۔

چون نہ الخ۔ یعنی جب تم کامل نہیں ہو تو تنہا دکان مت اختیار کرو۔ تابع رہو تا کہ تم خمیر ہو جاؤ۔ مطلب یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ اگر ابھی کامل نہیں ہوئے تو اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ لے کر مت بیٹھو بلکہ ہمیشہ شیخ کا اتباع کرو کہ اس اتباع سے تمہارے اندر استعداد پیدا ہو جائے گی جیسے کہ خمیر ہوتا ہے کہ اس کو جب گوندھا جاتا ہے تو اس میں روٹی پکنے کی قابلیت ہو جاتی ہے اسی طرح اگر تم اتباع کرو گے تو تمہارے اندر بھی قابلیت پختہ ہونے کی پیدا ہو جائے گی۔

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ تجھ سے آزادی نہ آئے تو غلام رہو اور اطلس مت پہنو گدڑی میں رہو۔ مطلب یہ کہ اگر تمہارے اندر قابلیت مقتدا بننے کی ابھی نہیں ہے تو اتباع کرو کہ ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد۔

انصتوا الخ۔ یعنی انصتوا کو سنو اور خاموش رہو جبکہ تم زبان حق نہیں ہو تو کان رہو۔ مطلب یہ ہے کہ اصل میں بولنا تو اس شخص کا کام ہے کہ جس کی شان بی ینطق ہو چکی ہو اور وہ عین مصطلح ہو گیا ہو اور جب تک تم کو یہ مرتبہ حاصل نہ ہو اس وقت تک ایسے لوگوں کی باتیں ہمہ تن گوش ہو کر سنو اور خودمت بولو اب یہاں کسی ظاہر بین کو شبہ ہوتا کہ بس پھر ان حضرت کے سامنے اپنی حالت کو بھی بیان نہ کرے اور چپ رہے آگے مولانا اس شبہ کو زائل فرماتے ہیں کہ

ور بگوئی الخ۔ یعنی اور اگر کہو تو سوال کے طور پر کہو اور بادشاہوں کے ساتھ مسکین کی طرح بات کرو اب معلوم ہو گیا کہ اپنی حالت کے متعلق سوال کرو اور ان سے علاج دریافت کرو۔ یہاں تک مولانا کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ تم کو چاہیے کہ تکبر کو چھوڑ دو اور عاجزی اختیار کرو اور دوسروں کا اتباع کرو آگے اس تکبر کا منشاء بتاتے ہیں کہ یہ تکبر اس طرح پیدا ہوتا ہے تاکہ اس سے احتراز میں آسانی ہو فرماتے ہیں کہ

ابتدائے کبر الخ۔ یعنی کبر و کینہ کی ابتداء تو شہوت سے ہے اور رسوخ شہوت کا عادت کی وجہ سے ہے مطلب یہ ہے اول تو کبر شہوت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اس لئے کہ انسان جب اپنی شہوات کا اجراء چاہتا ہے اور کوئی اس میں مانع ہوتا ہے تو اس کو برا معلوم ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ کوئی اس کو منع نہ کرے اور کسی کا اتباع اس میں پسند نہیں کرتا اور یہی تکبر ہے اور اسی سے کینہ پیدا ہوتا ہے کہ اسی شخص سے کینہ اور حسد کرنے لگتا ہے اور شہوت راسخ اس طرح ہوتی ہے کہ اول ایک مرتبہ تقاضہ ہوا اور اس کو پورا کر دیا پھر ہوا پھر پورا کیا بس اس تقاضے کے پورا کرنے کی وجہ سے عادت ہو جاتی ہے اور وہ شہوت راسخ ہو جاتی ہے اور اس سے کبر و کینہ پیدا ہوتا ہے لہٰذا اول انسان کو اپنی عادات کی اصلاح ضروری ہے کہ اسی سے یہ سارے امراض ناشی ہیں۔ آگے مولانا اسی تقریر کو خود فرماتے ہیں کہ

چون الخ۔ یعنی جبکہ عادت کی وجہ سے خوئے بد مستحکم ہو گئی تو جو کوئی اس سے ہٹاتا ہے اس پر غصہ آتا ہے آگے ایک مثال اس مانع پر غصہ کرنے کی دیتے ہیں کہ

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ تم مٹی کھانے لگو تو جو کوئی اس سے منع کرے وہ دشمن ہو گا اسی طرح جب عادت سے خوے بد محکم ہو جاتی ہے تو جو اس سے مانع ہوتا ہے اس سے حقد و کینہ پیدا ہوتا ہے آگے ایک اور نظیر ہے۔

بت پرستان الخ۔ یعنی بت پرست لوگ جیسا کہ بت پرستی کی عادت کر لیتے ہیں تو راہ بت کے مانعین کے دشمن ہو جاتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں نباشد الخ۔ یعنی جبکہ خوئے بداس کے اندر سرکش نہ ہوگی تو کیسلئے خلاف کرنے سے اس میں آگ کب بھڑکے گی۔

کہ بہ از من الخ۔ یعنی کہ مجھ سے بہتر کوئی سردار ہو جو کہ مجھ جیسے شخص کا مسجود ہواس بات کو اس نے محال اس سرداری ہی کی وجہ سے سمجھا کہ جس کا کہ وہ عادی ہو رہا تھا ورنہ ہرگز نہ سمجھتا۔ آگے فرماتے ہیں کہ

سروری الخ۔ یعنی سرداری زہر ہے بجز اس روح کے کہ جو ابتدا ہی سے تریاق لاتی ہو۔ لان ایک پہاڑ ہے جہاں کہ تریاق پیدا ہوتا ہے تو مطلب یہ کہ جو کہ روح ہو اور جو کہ مکمل ہو اور دوسروں کو شفا بخشنے والا ہو یعنی ولی اللہ اور کامل اس کو تو سرداری سزاوار ہے ورنہ زہر ہے کہ پھر اس کے بعد انسان کام کا نہیں رہتا لیکن اس کامل کو مضر نہیں ہوتی اس مضر نہ ہونے کی وجہ آگے ایک مثال سے فرماتے ہیں

کوہ الخ۔ یعنی پہاڑ اگر سانپ سے پر ہو جائے تو کوئی خوف نہیں ہے اس لئے کہ اس کے اندر تریاق زار ہے پس اگر کسی سانپ نے گزند پہنچایا تو اس کی تلافی تریاق سے جو وہاں بھرا پڑا ہے کرلی جائے گی اسی طرح ان حضرات کے پاس جو معیت مع اللہ کا تریاق ہوتا ہے اس کی وجہ سے ان کو یہ سرداراور مقتدائیت مضر نہیں ہوتی بلکہ خود اس کو تو کبھی اپنے بڑے ہونے کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اس کے سامنے اس سے زیادہ ایک اور مرتبہ ہے تو وہ اپنی اس بڑائی کو کیا سمجھے گا۔ سب اسی کا ظل اور پرتو ہوگا۔ ہاں بے شک ہم لوگوں کو مضر ہے کہ جن کی یہ حالت نہیں ہوتی ہے اگر کہیں ہمیں ذرا نام کو اور صورتا سرداری مل جائے تو پھر تو زمین پر رہنا مشکل ہو جائے اور جو کوئی اس میں دراندازہو وہ ہمارا دشمن ہو جائے تو سرداری کیا ملی اخلاق ذمیمہ کبر و کینہ حسد دشمنی وغیرہ کی ایک پوٹ ملی اللھم احفظنا۔

سروری الخ۔ یعنی سرداری جبکہ تمہارے دماغ کے قرین ہو جائے تو جو کوئی اس کو توڑے وہ دشمن قدیم ہو جائے۔

چون خلاف الخ۔ یعنی جب تمہاری خو کے خلاف کوئی کچھ کہے تو تجھے اس شخص کے ساتھ بہت سے کینے پیدا ہونگے اور کہو گے کہ

کہ مرا از خوئے الخ۔ یعنی کہ مجھے میری عادت علیحدہ کرتا ہے اور اپنے کو مجھ پر سردار کرتا ہے تو کسی کی نسبت یہ سمجھنا یقینا تکبر اور غرور اور کینہ اور حسد ہے یہ اخلاق ذمیمہ میں سے ہے۔

چون نباشد الخ۔ یعنی جبکہ خوئے بداس کے اندر سرکش نہ ہوگی تو کسی کے خلاف کرنے سے اس میں آگ کب بھڑکے گی۔

چون نباشد الخ۔ یعنی جبکہ خوئے بد محکم نہ ہوگی تو خلاف کی وجہ سے اس کا آتش کدہ کب بھڑکے گا بلکہ اس کی تو یہ حالت ہوگی کہ

با مخالف الخ۔ یعنی مخالف کے ساتھ وہ مدارات کرتا ہے اور اس کے دل میں اپنی جگہ کرتا ہے مطلب یہ کہ اس کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتا ہے کہ اس کے دل میں اس کی جگہ ہو جاتی ہے ورنہ اس نیت سے کوئی کام نہیں کرتا کہ کسی کے دل میں اس کی جگہ ہو یاد رکھو یہاں تک بزرگ کامل کی حالت بیان کر کے رجوع ہے ماقبل کی طرف اوپر کہا تھا کہ ۔ بت پرستان الخ۔ آگے اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ اسکی خوئے بد مضبوط ہوگئی ہے اور شہوت کی چیونٹی عادت کی وجہ سے سانپ ہو گیا ہے مطلب یہ کہ بت پرست وغیرہ لوگوں کو جو خلاف سے غصہ وغیرہ آتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی خوئے

بد مضبوط ہو گئی ہے اور اول جو کہ ضعیف تھی اب قوی ہو گئی ہے اس لئے اس شخص کو برا معلوم ہوتا ہے۔

مار شہوت الخ۔ یعنی شہوت کے سانپ کو ابتدا ہی سے مار ڈال ورنہ یہ تیرا سانپ اژدھا ہو جائے گا یعنی یہی اخلاق ذمیمہ راسخ اور قوی ہو جائیں گے پھر ان کو ترک کرنا مصیبت ہو جائے گی یہاں کوئی کہتا ہے کہ ہم نے تو دیکھا کہ ہمارا نفس اور اخلاق ذمیمہ ضعیف ہی ہیں قوی تو نہیں ہیں اس کا جواب فرماتے ہیں کہ

لیک الخ۔ یعنی لیکن ہر شخص اپنے سانپ کو تو ضعیف ہی دیکھتا ہے تو تو اپنی حالت کے متعلق کسی صاحب دل سے سوال کر وہ تیری حالت کو ظاہر کر دیں گے اور بتا دیں گے کہ ضعیف ہے یا قوی ہے خود اپنا دیکھ لینا کافی نہیں ہے اور فرماتے ہیں کہ

تا نشد الخ۔ یعنی جب تک کہ مس سونا نہ ہو جائے نہ جانے کہ میں مس ہوں اور جب تک کہ دل بادشاہ نہ ہو جائے نہ جانے کہ میں مفلس ہوں مطلب یہ کہ الاشیاء تعرف باضدادھا۔ جب مس سونا ہو جائے گی اس وقت اس کو معلوم ہو گا کہ میں پہلے مس تھی اسی طرح جب تک تم صاحب دل نہ ہو گے اس وقت تک عیوب اپنے پیش نظر نہ ہونگے۔ لہٰذا اب تم کو چاہیے کہ

خدمت الخ۔ یعنی اے دل مس کی طرح اکسیر کی خدمت کرو اور دلدار کا ظلم سہو تب کام بنے گا۔ یہاں کوئی دلدار سے شاید دلدار و معشوق مجازی سمجھ لیتا اس لئے آگے اس کا دفع فرماتے ہیں

کیست الخ۔ یعنی دلدار کون ہے اہل دل ہیں خوب جان لو کہ جو دن رات کی طرح اس جہان سے باہر کو دور ہے ہیں مطلب یہ کہ جو اس جہان سے بے تعلق ہیں وہ حضرات دلدار ہیں ان کی خدمت کرو۔ پھر دیکھو زر بن جاؤ گے۔

عیب کم الخ۔ یعنی اللہ والوں کی عیب جوئی کم کرو اور بادشاہ کو چوری کی تہمت مت لگاؤ۔

ورنہ باشی الخ۔ یعنی ورنہ تو کمینوں میں سے ہیچ ہو جائے گا اور ہر شیطان کا تابع اور ذلیل ہو جائے گا لہٰذا ان حضرات کی خدمت کرو اور ان سے حسد اور کینہ کو الگ کرو۔ چونکہ اوپر کہا تھا کہ متہم کم کن بدزدی شاہ را آگے ایک حکایت لاتے ہیں جس سے معلوم ہو گا کہ ان حضرات کے ذمہ تہمت لگانے سے کیا ہوتا ہے اور ان کو حق تعالیٰ کس طرح بری فرما دیتے ہیں اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

کرامات آں درویش کہ در کشتی بدزدیش متہم کردند

اس درویش کی کرامات جس پر کشتی میں چوری کرنے کی تہمت لگائی

بود درویشے درون کشتئ	ساختہ از رخت مردی پشتئ
ایک کشتی میں ایک درویش تھا	جو مردانگی کے ساز و سامان کو سہارا بنائے ہوئے تھا

یا وہ شد ہمیان زر او خفتہ بود	جملہ را جستند او را ہم نمود
اشرفیوں کی ایک ہمیانی گم ہو گئی وہ سویا ہوا تھا	انہوں نے سب کی تلاشی لی اس (مالک) نے اس درویش کو بھی دکھایا
کیں فقیر خفتہ را جوئیم ہم	کرد بیدارش زغم صاحب درم
اس سوئے ہوئے فقیر کی بھی ہم تلاشی لیں	اشرفیوں والے نے غم کی وجہ سے اس کو بھی بیدار کیا
کاندریں کشتی چرمداں گم شدہ است	جملہ را جستیم نتوانی تو رست
کہ اس کشتی میں چمڑے کی تھیلی گم ہو گئی ہے	ہم نے سب کی تلاشی لی ہے تو (بھی) نہ چھوٹ سکے گا
دلق بیروں کن برہنہ شو ز دلق	تاز تو فارغ شود اوہام خلق
گدڑی اتار دے گدڑی سے ننگا ہو جا	تاکہ لوگوں کے شکوک تجھ سے رفع ہوں
گفت یارب مر غلامت را خساں	متہم کردند فرماں در رساں
اس (درویش) نے کہا اے خدا! تیرے غلام کو کمینوں نے	متہم کیا حکم فرما دے
یا غیاثی عند کل کربۃ	یا معاذی عند کل شدۃ
اے ہر مصیبت میں میرے فریاد رس!	اے ہر مصیبت میں میری پناہ!
یا مجیبی عند کل دعوۃ	یا ملاذی عند کل محنۃ
اے ہر پکار پر میرے جواب دینے والے!	اے ہر مشقت میں میرے ملجا!
چوں بدرد آمد دل درویش زاں	سر بروں کردند ہر سو در زماں
جب اس (تہمت) سے درویش کے دل کو تکلیف پہنچی	فوراً ہر جانب سے سر نکالا
ماہیان بے حد از دریائے ژرف	در دہان ہر یکے در شگرف
گہرے دریا سے بے حد مچھلیوں نے	ہر ایک کے منہ میں عجیب موتی
صد ہزاراں ماہی از دریائے پر	در دہان ہر یکے درے چہ در
بھرے دریا سے لاکھوں مچھلیوں نے	ہر ایک کے منہ میں موتی' کیسا (اچھا) موتی
ہر یکے در خراج مملکتے	کز الٰہ ست ایں ندارد شرکتے
ہر ایک موتی ایک سلطنت کی آمدنی	کیونکہ وہ اللہ کی جانب سے ہے جو شرکت سے پاک ہے
در چند انداخت در کشتی و جست	مر ہوا را ساخت کرسی و نشست
چند موتی کشتی میں پھینکے اور جست لگائی	ہوا کو کرسی بنایا اور بیٹھ گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

خوش مربع چوں شہاں بر تخت خویش	او فراز اوج و کشتی اش بہ پیش
اچھی چوکڑی لگا کر بادشاہوں کی طرح اپنے تخت پر	وہ بلندی کی اونچائی پر اور کشتی اس کے آگے
گفت او کشتی شمارا حق مرا	تانباشد باشما دزد گدا
اس نے کہا وہ کشتی تمہاری ہے، میرا خدا ہے	تاکہ تمہارے ساتھ چور فقیر نہ رہے
تاکرا باشد خسارت زیں فراق	من خوشم جفت حق واز خلق طاق
دیکھو اس جدائی سے کس کا نقصان ہو	میں اللہ کے ساتھ اور مخلوق سے علیحدہ خوش ہوں
نے مرا او تہمت دزدی نہد	نے مہارم را بغمازے دہد
وہ نہ مجھ پر چوری کی تہمت لگاتا ہے	نہ میری نکیل چغلخور کے ہاتھ میں دیتا ہے
بانگ کردند اہل کشتی کاے ہمام	از چہ دادندت چنیں عالی مقام
کشتی والے چیخے! اے بزرگ!	تجھے یہ بلند مقام کس وجہ سے دیا ہے؟
گفت از تہمت نہادن بر فقیر	وزحق آزاری پے چیزے حقیر
اس نے کہا، فقیر پر تہمت لگانے کی وجہ سے	اور معمولی چیز کے لئے اللہ کو ستانے کی وجہ سے
حاش للہ بل ز تعظیم شہاں	کہ نبودم بر فقیراں بدگماں
خدا بچائے، بلکہ شاہوں کی تعظیم کرنے سے	کہ میں فقیروں پر بدگمان نہ تھا
آں فقیران لطیف و خوش نفس	کز پے تعظیم شاں آمد عبس
وہ پاکیزہ اور نیک دم فقیر	جن کی تعظیم کے لئے سورہ عبس نازل ہوئی ہے
آں فقیری بہر پیچا پیچ نیست	بل پے آنکہ بجز حق ہیچ نیست
وہ فقیری الجھ پیچ کے لئے نہیں ہے	بلکہ اس لئے ہے کہ خدا کے علاوہ کچھ نہیں ہے
متہم چوں دارم آنہا را کہ حق	کرد امین مخزن ہفتم طبق
میں ان کو کیسے متہم بنا سکتا ہوں جبکہ اللہ نے	ساتوں طبقوں کے خزانے کا امین بنایا ہے
متہم نفس ست نے عقل شریف	متہم حس ست نے نور لطیف
متہم نفس ہے نہ کہ شریف عقل	متہم حس ہے نہ کہ پاکیزہ نور
نفس سوفسطائی آمد میزنش	کش زدن سازد نہ حجت گفتنش
نفس سوفسطائی ہے اس کی سرزنش کر	کیونکہ مارنا ہی اسکے لائق ہے نہ اس سے دلیل بیان کرنا

www.besturdubooks.wordpress.com

معجزہ بیند فروزد آں زماں	بعد ازاں گوید خیالے بود آں
معجزہ دیکھتا ہے اس وقت منور ہو جاتا ہے	اس کے بعد کہہ دیتا ہے وہ خیال تھا
در حقیقت بود آں دید عجب	چوں مقیم چشم نامد روز و شب
اگر وہ عجیب نظارہ حقیقت تھا	تو دن رات آنکھ میں کیوں نہ ٹھہرا؟
ایں مقیم چشم پاکاں می بود	نے قرین چشم حیواں می شود
وہ پاکبازوں کی آنکھ میں ٹھہرتا ہے	حیوان کی آنکھ کا ساتھی نہیں بنتا ہے
کاں عجب زیں حس دارد عار و ننگ	کے بود طاؤس اندر چاہ تنگ
کیونکہ وہ عجیب (نظارہ) اس حس سے ذلت اور خواری محسوس کرتا ہے	مور تنگ کنویں میں کب رہتا ہے؟
تانگوئی مر مرا بسیار گو	من زصد یک گویم وآں ہمچو مو
تو مجھے ہرگز باتیں بنانے والا مت کہہ	میں سو میں سے ایک کہتا ہوں اور وہ (بھی)...... برابر

ایک فقیر ایک کشتی میں بیٹھا ہوا تھا جو کہ کسی شخص کے سامان سے سہارا لگائے ہوئے تھا۔ یا مردانگی کے سامان سے تکیہ لگائے ہوئے تھا۔ اتفاقاً کسی کی ہمیانی اشرفیوں کی گم ہوگئی اور فقیر بے چارہ سو رہا تھا سب کی تلاشی لی گئی مگر کہیں پتہ نہ چلا۔ پھر یہ خیال ہوا کہ اس فقیر کی بھی تلاشی لینا چاہیے جو سو رہا ہے یہ خیال کر کے مالک نے اس فقیر کو جگایا اور کہا کہ اس کشتی میں ایک ہمیانی اشرفیوں کی گم ہوگئی ہے ہم نے سب کی تلاشی لے لی ہے لہٰذا آپ کو بھی تلاشی دینی ہوگی۔ یہ گدڑی اتار دیجئے اور ننگے ہو جائیے تا کہ آپ پر کسی کو شبہ نہ رہے۔ فقیر نے حق سبحانہ سے التجا کی اور کہا کہ اے اللہ اے ہر مصیبت کے وقت میرے فریاد رس اور اے ہر خواہش نفسانی کے وقت میری جائے پناہ اور اے ہر دعا کے قبول کرنے والے اور اے ہر آزمائش کے وقت جائے پناہ۔ یہ کمینے تیرے بندہ پر تہمت لگاتے ہیں آپ کوئی مناسب حکم صادر فرمایئے۔ غرض جب اس حرکت سے فقیر کا دل دکھا اور اس نے دعا کی تو فوراً ہی ہر طرف لاکھوں مچھلیوں نے اس گہرے دریا سے سر نکالا ان میں سے ہر ایک کے منہ میں ایک عجیب موتی تھا۔ ہر موتی کی قیمت ایک بڑی سلطنت کی آمدنی تھی کیونکہ وہ وحدہ لاشریک معبود کی طرف سے تھا۔ پس ایسا ہونا کچھ مستبعد نہیں اس فقیر نے چند موتی لے کر کشتی میں ڈال دیئے کہ تم نے مجھ پر شبہ کیا تھا میرے پاس وہ اشرفیاں تو تھی نہیں۔ ان کے بدلہ میں یہ موتی دیتا ہوں۔ دوسری وجہ یہ ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ جس کے قبضہ میں ایسے موتی ہوں وہ اشرفیوں کو لے کر کیا کرے گا اور موتیوں کو ڈال کر آپ اچھلے اور اچھل کر ہوا پر متمکن ہو گئے اور جس طرح بادشاہ اپنے تخت پر چوکڑی مار کر بیٹھتے ہیں۔ یونہی چوکڑی مار کر بیٹھ گئے غرض وہ اونچے ہو گئے اور کشتی ان کے سامنے نیچے رہی اور یہ فرمایا کہ میں نے کشتی تم کو سونپ کر خدا کو اختیار کر لیا تا کہ تم چوٹے فقیر سے رہائی پا

www.besturdubooks.wordpress.com

جاؤ۔ اب تم سمجھ لو کہ اس مفارقت سے کس کو نقصان ہوا میں تو خوش ہوں کہ مخلوق سے متفرد ہو کر خدا سے مل گیا جو کہ نہ مجھ پر چوری کی تہمت لگاتا ہے نہ مجھے رسوا کرتا ہے۔ یہ دیکھ کر سب اہل کشتی چلا اٹھے کہ حضور کو یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوا۔ انہوں نے اولاً طنزاً فرمایا کہ فقیر پر تہمت لگانے سے۔ اور ایک معمولی چیز کے لئے حق سبحانہ کو ناراض کرنے سے اس کے بعد فرمایا۔ توبہ توبہ بلکہ ان بادشاہوں کی تعظیم و تکریم سے اور اس سبب سے کہ میں فقیروں سے بدظن نہ تھا وہ فقیر کیسے تھے وہ تھے جو نہایت پاکیزہ اور خوش گفتار تھے جن کی تعظیم میں سورہ عبس نازل ہوئی ہے۔ وہ فقیر نہیں جن کی فقیری مکروفریب کے لئے ہو بلکہ وہ فقیر جن کی فقیری محض اس لئے ہے کہ حق سبحانہ کے سوا کوئی چیز نہیں جو دل بستگی کے قابل ہو۔ بھلا میں ایسے شخصوں کو متہم کیونکر کر سکتا ہوں۔ خدا نے تو ان کو ساتوں طبق کے خزانہ کا امین بنایا ہے وہ سراپا عقل ہیں اور نفس سے منزہ پس نفس متہم ہو سکتا ہے عقل متہم نہیں ہوتی۔ پس وہ کیونکہ متہم ہو سکتے ہیں نیز وہ سراسر نور ہیں نہ کہ سراپا حس اور متہم حس ہو سکتی ہے۔ نہ کہ نور آگے مولانا مضمون سابق کی طرف عود فرماتے ہیں اور نفس کے متعلق مضمون ارشادی بیان فرماتے ہیں۔ نفس سوفسطائی اور منکر بدیہیات ہے اس کو مار کر سمجھانا چاہیے۔ یہ دلیل کو نہ مانے گا۔ یہ معجزہ دیکھتا ہے اس وقت تو مان لیتا ہے مگر پھر شرارت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ تو ایک خیال تھا کوئی نفس الامری شے نہ تھا۔ اگر امر مشاہد عجیب کوئی امر واقعی ہوتا تو رات دن اس کو نظر میں رہنا چاہیے تھا یہ کیا کہ ذرا سی دیر میں غائب ہو گیا لیکن اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ فی الحقیقت امر واقعی ہے اور ہر وقت دکھلائی دیتا ہے لیکن پاک لوگوں کو وہ چشم باطن سے محسوس ہوتا ہے نہ کہ حس حیوانی سے وجہ یہ ہے کہ وہ امر عجیب اس سے عار رکھتا ہے کہ وہ حس ظاہری سے محسوس ہو۔ بھلا کہیں طاؤس بھی کنوئیں میں مقید ہوتا ہے اور کبھی کبھی جو چشم ظاہر سے محسوس ہوتا ہے وہ اتمام حجت کے لئے ہے تو مجھے فضول گو نہ کہنا۔ اس لئے کہ میں سو باتوں میں سے ایک بات کہتا ہوں اور وہ بھی اشارۃً اب ہم اس کے متعلق ایک قصہ بیان کرتے ہیں تاکہ تم کو اس بیان کی تصدیق ہو۔

ان بزرگ کی کرامات کا بیان جن کو کہ کسی کشتی میں متہم بدزدی کیا تھا

شرح شبیری

بود درویشے الخ۔ یعنی ایک درویش کشتی کے اندر تھا مردانگی کے اسباب سے ایک پناہ بنائے ہوئے تھا۔

مطلب یہ کہ مردان حق میں سے تھا۔

یاوہ شد الخ۔ یعنی ایک اشرفیوں کی ہمیانی کھو گئی اور وہ سو رہا تو سب کی تلاشی لی اور (صاحب ہمیانی نے) اس کو بھی (لوگوں کو) دکھایا کہ اس کی بھی تلاشی لو اور یہ کہا کہ

کین فقیر الخ۔ یعنی کہ اس سونے والے فقیر کی بھی ہم تلاشی لیں گے تو اس کو صاحب درم نے غم کی وجہ سے جگایا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کاندرین الخ۔ یعنی اس کشتی میں ایک تھیلی گم ہوگئی ہے ہم نے سب کی تلاشی لی ہے تو تم بھی چھوٹ نہیں سکتے۔

دلق الخ۔ یعنی گدڑی اتارو اور ننگے ہو جاؤ تا کہ لوگوں کے اوہام تجھ سے فارغ ہو جائیں۔ یعنی سب کے خیالات جاتے رہیں اور معلوم ہو جائے کہ تو نے لیا ہے یا نہیں۔ جب ان سے یہ کہا گیا تو ان کو جوش آیا اور حضرت حق میں عرض کیا کہ

گفت یارب الخ۔ یعنی کہا اے اللہ آپ کے غلام کو کمینہ لوگوں نے متہم کر دیا ہے آپ حکم بھیج دیجئے۔

یا غیاثی الخ۔ یعنی اے میرے فریادرس ہر کلفت کے وقت اور اے میرے پناہ دینے والے ہر شدت کے وقت

یا مجیبی الخ۔ یعنی اے میرے قبول کرنے والے وقت ہر دعا کے اور اے میرے جائے پناہ وقت ہر محنت کے اس وقت میری مدد کر کہ یہ لوگ بڑی سخت تہمت لگا رہے ہیں۔

چون بدردالخ صد ہزاران الخ۔ یعنی جبکہ اس سبب سے درویش کا دل دکھا تو اسی وقت ہر طرف سے لاکھوں مچھلیوں نے اس دریائے عمیق سے سر نکالا اور ہر ایک کے منہ میں ایک موتی بیش قیمت تھا۔

ہر یکے الخ۔ یعنی ہر موتی ایک ملک کی خراج کی قیمت کے برابر تھا کیونکہ وہ تو خدا کی طرف سے تھا اس میں کوئی شرکت نہ تھی اگر شرکت ہوتی تو شاید اس قدر قیمتی نہ ہوتے۔ کہ دوسرا شریک نہ دیتے دیتا۔ مگر حق تعالیٰ نے بھیجے تھے وہ تو جس قدر بھی قیمتی ہوں تھوڑے ہیں۔ غرضکہ وہ موتی بہت قیمتی تھے اور ان مچھلیوں نے لا کر ان بزرگ کی خدمت میں پیش کئے۔

در چند الخ۔ یعنی چند موتی کشتی میں ڈال کر ایک جست کی اور ہوا کو کرسی بنا کر بیٹھ گئے۔ مطلب یہ کہ ان سے موتی لے کر ان لوگوں کو دے کر اور ہوا میں معلق جا بیٹھے یہ ان کی کرامت ظاہر ہوئی۔

خوش مربع الخ۔ یعنی خوب چار زانو بیٹھے تھے جیسے کہ بادشاہ اپنے تخت پر اور وہ تو اوج کی اونچائی پر تھا اور کشتی آگے تھی یعنی وہ کشتی کے اوپر چل رہے تھے اور کشتی نیچے جا رہی تھی۔

گفت الخ۔ یعنی فرمایا کہ یہ کشتی تم کو مبارک ہو اور حق تعالیٰ مجھے تا کہ تمہارے ساتھ چور فقیر نہ ہو۔ مطلب یہ کہ فرمایا کہ بھائی میں تم سے الگ ہو گیا ہوں تا کہ تمہارے ساتھ چور نہ رہے تمہیں کشتی مبارک رہے ہمیں ہمارا اللہ پہنچا دے گا اور دیکھیں گے کہ

تا کرا باشد الخ۔ یعنی تا کہ کسی کو خسارہ ہو اس فراق سے میں حق تعالیٰ کے ساتھ اور خلق سے علیحدہ ہو کر خوش ہوں اب دیکھیں کون نقصان میں ہے۔

نے مرا الخ۔ یعنی نہ وہ مجھے تہمت چوری کی رکھے اور نہ وہ مجھے رسوا کرے جب اس کی یہ حالت دیکھی اور اس کی باتیں سنیں تو اہل کشتی بہت گھبرائے اور بولے کہ

بانگ کرد الخ۔ یعنی اہل کشتی نے آواز کی کہ اے بزرگ تجھے یہ عالی مقام کس وجہ سے ملا ہے تو اس بزرگ نے بطریق استہزاء یہ کہا کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت الخ۔ یعنی اس نے کہا کہ فقیر پر تہمت لگانے کی وجہ سے اور چیز حقیر کی وجہ سے حق آزاری کرنے سے مطلب یہ کہ جس طرح کہ تم ستاتے ہو چونکہ میں نے بھی اسی طرح فقیروں کو ستایا ہے لہٰذا مجھے یہ مرتبہ نصیب ہوا یہ تو بطور استہزاء کے کہا تھا چونکہ اس سے شبہ ہوتا تھا کہ شاید کوئی کم فہم اسی کو سبب اصلی سمجھ جائے تو اس کا ازالہ فرماتے ہیں کہ

حاش للہ الخ۔ یعنی حاش للہ بلکہ حضرات کی تعظیم کی وجہ سے کہ نہیں تھا میں فقیروں پر بدگمان۔ مطلب یہ کہ میں نے جو کہا ہے کہ تہمت وغیرہ کی وجہ سے یہ مرتبہ ملا ہے تو حاش للہ کہیں اس سے تھوڑا ہی ملا ہے بلکہ ان حضرات کی خدمت کرنے سے یہ مرتبہ حاصل ہوا ہے۔

آن فقیران الخ۔ یعنی وہ فقیر کہ جو لطیف اور خوش نفس ہیں اور جن کی تعظیم کے لئے سورۂ عبس آئی ہے یعنی ان حضرات کی خدمت کی ہے کہ جن کی وہ شان تھی کہ ان کی ذرا سی دل آزاری سے حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جیسے محبوب سے باز پرس ہوگئی اور سورہ عبس نازل ہوئی۔

آن فقیری۔ یعنی وہ فقیر اس ہیچا ہیچ (دنیا) کے لئے نہیں ہے بلکہ اس لئے کہ بجز حق کے اور کوئی نہیں ہے مطلب یہ کہ وہ حضرات اس لئے نہیں ہیں کہ دنیا کے لئے فقیر بنیں بلکہ وہ تو اس لئے ہیں کہ درجہ فنا حاصل کریں۔

متہم چون الخ۔ یعنی ان حضرات کو میں متہم کس طرح کروں کہ حق تعالیٰ نے تو ان کو ساتوں زمین کے خزانوں کا امین بنایا ہے پھر ان کو کس طرح متہم کرسکتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ

متہم الخ۔ یعنی متہم تو نفس ہے نہ کہ عقل شریف اور متہم حس ہے نہ نور لطیف۔ مطلب یہ کہ تہمت تو ان حواس ظاہری پر ہی ہوا کرتی ہے کہ ان سے افعال سرزد ہوتے ہیں تو تہمت لگتی ہے مگر عقل پر تو تہمت نہیں لگ سکتی تو جب یہ حضرات ان حواس کے مقتضیات سے خارج ہوگئے ہیں تو پھر ان پر تہمت کس طرح لگ سکتی ہے۔

نفس سوفسطائی الخ۔ یعنی نفس سوفسطائی ہے تو اس کو خوب پیٹو کیونکہ اس کو مارنا سزاوار ہے نہ دلیل کہنا۔ مطلب یہ کہ سوفسطائی جو فرقہ ہے وہ کہتا ہے کہ جس قدر اشیاء ہیں یہ سب خیال اور وہم ہے اور حقیقۃً اشیاء کچھ نہیں ہے تو کتب کلامیہ میں لکھا ہے کہ ان سے دلائل وغیرہ سے بحث نہ کرے بلکہ ان کو پکڑ کر پیٹے اور جب چلائے تو کہے کہ مار تو ایک وہمی اور خیالی شے ہے پھر اس سے اس قدر کرب کیوں ہے تم خیال کرلو کہ چوٹ نہیں لگتی تو جب یہ فرقہ مانتا ہے اسی طرح نفس کی بھی حالت ہے کہ اس کے آگے اگر دلائل قائم کرو تو بھی نہ مانے گا پس اس کا علاج سرزنش ہے کہ اس کو خوب پیٹا جائے تب یہ درست ہوسکتا ہے آگے اس سوفسطائی کے انکار حقیقت کے کچھ نظائر فرماتے ہیں کہ

معجزہ بیند الخ۔ یعنی معجزہ دیکھتا ہے تو اس وقت تو منور ہوجاتا ہے بعد اس کے کہتا ہے کہ وہ ایک خیال تھا یعنی جبکہ معجزہ کو ایک نئی بات دیکھتا ہے تو اول تو کچھ نور اور سرور وغیرہ پیدا ہوتا ہے مگر پھر جب وہ حالت فرو ہوتی ہے تو کہتا ہے کہ ایک خیال تھا اور کچھ بھی نہیں اور کہتا ہے کہ

در حقیقت الخ۔ یعنی اور اگر حقیقت ہوتا وہ عجیب شے کا دیکھنا تو رات دن آنکھ میں مقیم رہتا۔ مطلب یہ کہ کہتا ہے کہ یہ معجزہ ایک خیال تھا ورنہ اگر کوئی شے حقیقت میں ہوتی تو اس کو بقا ہوتا اور اب بھی اسی طرح ہماری نگاہ میں

www.besturdubooks.wordpress.com

قائم ہوتی اور یہ اس لئے کہ معجزات اکثر تو وقتی ہی ہوتے ہیں کہ جب طلب کئے گئے ظاہر ہوئے پھر ختم۔ جیسے کہ مثلاً شق القمر کہ جب طلب کیا گیا اس وقت دو ٹکڑے ہو گئے مگر پھر مل گئے۔ تو سوفسطائی کہتے ہیں کہ اگر حقیقت میں دو ٹکڑے ہوئے تھے تو وہ اسی طرح قائم رہتے۔ پھر مل جانے سے اور اصلی حالت پر ہو جانے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک وہم و خیال تھا کہ اس وقت ایسے معلوم ہو گیا پھر اصلی حالت پر عود کر آیا اس کا جواب مولانا فرماتے ہیں کہ

آن مقیم الخ۔ یعنی وہ پاک لوگوں کی آنکھ میں مقیم ہوتی ہے نہ کہ چشم حیوانی کے قرین ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ تمہارا کہنا کہ وہ اگر حقیقت ہوتی تو آنکھ میں اسی طرح مقیم رہتی بالکل صحیح بلکہ اصح ہے مگر جناب کیا آپ اپنی آنکھ مراد لئے ہوئے ہیں اندھے چوندھے اگر کہو کہ ہاں تب تو بے شک آپ ہی کا قول سچ ہے کہ خیال ہے مگر جناب یہ تو آنکھ اندھی ہے۔ اسکا اعتبار ہی کیا ہے۔ جو حضرات کہ پاک ہیں اور جو کہ حواس باطنی سے ادراک کرتے ہیں ان کے سامنے چونکہ حقائق اشیاء منکشف ہوتی ہیں اس لئے وہاں اسی طرح وہ معجزہ وغیرہ سب بحالہا قائم رہتا ہے۔ آگے اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ

کان عجب الخ۔ یعنی اس لئے کہ وہ عجب شے اس حس سے عار اور ننگ رکھتی ہے۔ تو بھلا مور کنوئیں تنگ میں کب رہ سکتا ہے مطلب یہ کہ وہ تمہاری آنکھ میں جو قیام پذیر نہیں ہوتیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تمہارے پاس آنے سے شرم رکھتی ہیں اور ان کو عار آتی ہے کہ وہ تمہاری نگاہ میں مقیم رہیں اور اس کی ایسی مثال ہے کہ کسی کنوئیں تنگ و تاریک میں کوئی مور کو جو میدان کا رقص کرنے والا ہے بند کرنے لگے تو ظاہر ہے کہ اس کا دل گھبرائے گا تو اسی طرح اس معجزہ وغیرہ کو تمہارے اس تنگ و تاریک قلب میں پریشانی ہوتی ہے۔ خوب سمجھ لو آگے فرماتے ہیں کہ

تا نگوئی الخ۔ یعنی تم کہیں مجھے بسیار گو نہ کہنے لگو تو میں سو میں سے ایک کہتا ہوں اور وہ بھی بال کے برابر۔ مطلب یہ کہ میں نے جو یہ اسرار و حقائق بیان کئے ہیں ان سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں بسیار گو ہوں اس لئے کہ میں نے تو بہت ہی کم بیان کیا ہے۔ گویا کہ سو میں سے ایک حصہ تو پھر میں بسیار گو کہاں ہوں۔ آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک شیخ کے مریدوں نے ایک مرید کی شکایت کی کہ یہ کھاتا اور سوتا اور بولتا بہت ہے۔ تو اس شیخ نے کہا کہ بھائی ہر چیز اوسط سے کرنی چاہیے۔ اس لئے کہ خیر الامور اوسطھا۔ تو مرید نے کہا کہ حضرت اوسط سب کا مختلف ہوتا ہے جو بہت بولتا ہے وہ کم کر دے تو وہ اس کا اوسط ہے اور جو کم بولتا ہے وہ اگر خاموش رہے تو وہ اس کا اوسط ہے علی ہذا تو اسی طرح مولانا فرماتے ہیں کہ وہ اسرار تو بہت ہیں ان میں اتنا بیان کر دینا یہ اوسط ہی ہے اور یہ بسیار گوئی نہیں ہے آگے اس شیخ اور مرید کی حکایت کو بیان فرماتے ہیں کہ

تشنیع صوفیاں پیش شیخ براں صوفی کہ بسیاری گوید و می خورد

صوفیوں کا ایک شیخ کے سامنے اس صوفی کو طعنہ دینا کہ وہ بہت بولتا ہے اور بہت کھاتا ہے

صوفیاں بر صوفیے شنعت زدند	پیش شیخ خانقاہے آمدند
صوفیوں نے ایک صوفی کی برائی کی	(اور) ایک خانقاہ کے شیخ کے سامنے آئے

www.besturdubooks.wordpress.com

شیخ را گفتند داد جان ما	تو ازیں صوفی بجو اے پیشوا
شیخ سے کہا ہمارا انصاف	اس صوفی سے کر دیجئے اے پیشوا!
گفت آخر چہ گلہ است اے صوفیاں	گفت ایں صوفی سہ خو دارد گراں
اس نے کہا اے صوفیو! آخر کیا شکایت ہے؟	ایک نے کہا یہ صوفی تین بری عادتیں رکھتا ہے
در سخن بسیار گو ہمچوں جرس	در خورش افزوں خورد از بست کس
بات کرنے میں گھنٹے کی طرح بکواسی ہے	کھانے میں بیس آدمیوں سے زیادہ کھا جاتا ہے
ور بخسپد ہست چوں اصحاب کہف	صوفیاں کردند پیش شیخ زحف
اگر سو جائے تو اصحاب کہف کی طرح ہے	صوفیوں نے شیخ کے سامنے تیزی دکھائی
شیخ رو آورد سوئے آں فقیر	کہ ز ہر حالیکہ ہست اوساط گیر
شیخ نے اس فقیر کی طرف رخ کیا	کہ ہر حالت میں اوسط اختیار کر
در خبر خیر الامور اوساطہا	نافع آمد ز اعتدال اخلاطہا
حدیث شریف میں ہے کہ تمام باتوں میں سے درمیانی درجہ بہتر ہے	خلطوں کا اعتدال مفید ہے
گر یکے خلطے فزوں شد از عرض	در تن مردم پدید آید مرض
عارض کی وجہ سے اگر ایک خلط بڑھ جائے	انسان کے بدن میں مرض پیدا ہو جاتا ہے
بر قرین خویش میفزا در صفت	کاں فراق آرد یقیں در عاقبت
صفت میں ساتھی سے نہ بڑھ	کیونکہ یہ یقیناً انجام کار جدائی پیدا کر دیتا ہے
نطق موسیٰ بود با اندازہ لیک	ہم فزوں آمد ز گفت یار نیک
(حضرت) موسیٰ کی گفتگو اندازہ کے مطابق تھی لیکن	نیک دوست کی گفتگو سے بڑھ گئی
آں فزونی با خضرؑ آمد شقاق	گفت تو مکوی ھٰذا فراق
وہ بڑھوتری (حضرت) خضرؑ سے جدائی بن گئی	انہوں نے کہہ دیا تو زیادہ بات کرتا ہے اب جدائی ہے
موسیا بسیار گوئی درگذر	چند گوئی رو وصال آمد بسر
اے موسیٰ! تم بہت بولتے ہو، معاف کرو	کتنا بولو گے؟ جاؤ، ساتھ ختم ہوا
موسیا بسیار گوئی خیز و رو	ورنہ با من گنگ باش و کور وشو
اے موسیٰ! تم بہت بولتے ہو اٹھو اور جاؤ	ورنہ میرے ساتھ گونگے اور اندھے بنو

www.besturdubooks.wordpress.com

ور نرفتی وز ستیزه شستۂ	تو بمعنیٰ رفتۂ و بگسستۂ
اگر تم نہ گئے اور ضد سے بیٹھے رہے	تو تم باطنی طور پر چلے گئے ہو اور علیحدہ ہو گئے ہو
چوں حدث کردی تو ناگاہ در نماز	گویدت سوئے طہارت رو بتاز
جب تم اتفاقاً نماز میں ناپاک ہو گئے	وہ نماز تم سے کہتی ہے پاکی کے لئے جاؤ دوڑو
ور نرفتی خشک جنباں می شوی	خود نمازت رفت بنشیں اے غوی
اگر تم نہ گئے تو خالی حرکت کرنے والے ہو	اے گمراہ! جب تیری نماز جاتی رہی بیٹھ جا
رو بر آنہا کہ ہم جفت تو اند	عاشقان و تشنۂ گفت تو اند
ان کے پاس جا' جو تیرے جوڑ کے ہیں	تمہاری باتوں کے عاشق اور پیاسے ہیں
پاسباں برخوابناکاں بر فزود	ماہیاں را پاسباں حاجت نہ بود
پہرہ دار کی سوئے ہوؤں پر بخشش ہے	مچھلیوں کو پہرے دار کی ضرورت نہ تھی
جامہ پوشاں را نظر بر گازرست	جان عریاں را تجلی زیورست
کپڑا پہننے والوں کی نظر دھوبی پر ہے	عریاں جان کے لئے تجلی زیور ہے
یاز عریاناں بیک سو باز رو	یا چو ایشاں فارغ از تن جامہ شو
یا ننگوں سے علیحدہ ہو کر چل	یا ان کی طرح بدن کے کپڑے سے بے نیاز بن
ور نمی تانی کہ کل عریاں شوی	جامہ کم کن تا رہ اوسط روی
اگر تو نہیں کر سکتا کہ بالکل ننگا ہو	تو کپڑے کم کر دے تاکہ تو درمیانی راہ چلے

شرح حبیبی

چند صوفی ایک شیخ خانقاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک صوفی کی برائی کی اور کہا کہ حضور اس نے ہماری جان غضب میں ڈال رکھی ہے آپ اس سے ہمارا انصاف کیجئے۔ اس نے کہا کہ آخر شکایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس کے اندر تین خصلتیں بہت ناگوار ہیں اول یہ کہ باتیں بہت کرتا ہے جیسے تال کہ ہر وقت بجتی رہتی ہے دوسری یہ کہ بیس آدمیوں سے زیادہ کھاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ جب سوتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب کہف میں سے ہے غرض کہ صوفیوں نے شیخ کے سامنے اس کی خوب مخالفت کی۔ شیخ اس فقیر کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ بھائی ہر حالت میں اعتدال اور توسط کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ حدیث میں خیر الامور اوسطھا وارد ہے اور اخلاط بھی اسی وقت نافع ہوتی ہیں جبکہ ان میں اعتدال ہو۔ اگر کسی عارض سے کسی خلط کا غلبہ ہو جاتا ہے تو آدمی کے جسم میں مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ پس تم کو

www.besturdubooks.wordpress.com

اپنے مقارن اور مصاحب لوگوں سے صفت میں بڑھنا نہ چاہیے۔ جس طرح کہ ایک خلط دوسری خلط مقارن پر نہیں بڑھتی۔ اس لئے کہ ایسا کرنے کا نتیجہ مفارقت ہوتا ہے دیکھو موسیٰ علیہ السلام کی گویائی فی نفسہ اندازہ کے مطابق تھی مگر حضرت خضر کی گفتگو سے زیادہ تھی۔ اس لئے وہ زیادتی حضرت خضر کے ساتھ مخالفت کا سبب بن گئی۔ انہوں نے کہہ دیا کہ آپ بولتے بہت ہیں میری اور آپ کی بن نہیں سکتی آپ تشریف لے جایئے۔ اے موسیٰ آپ بسیار گو ہیں مجھے چھوڑیئے۔ بس اب کب تک گفتگو کیجئے گا۔ جایئے مدت وصال ختم ہو چکی۔ اے موسیٰ آپ بہت بولتے ہیں مجھ سے علیحدہ ہو جایئے۔ اگر مجھ سے میل رکھنا ہے تو آپ اپنے کو ایسا بنایئے جیسا کہ آپ نہ بول سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں کیونکہ آپ کی گفتگو کا منشا نظر ہے پس جب ایک واقعہ کو دیکھ کر آپ اپنے کو ایسا بنائیں گے جیسا کہ دیکھا ہی نہیں تو اعتراض بھی نہ کریں گے اور جب اعتراض نہ کریں گے تو مثل گونگے کے ہوں گے۔ خلاصہ یہ کہ خاموش رہیے اور اگر آپ بولے جائیں گے اور تشریف نہ لے جائیں گے تو آپ کا یہاں رہنا حقیقۃً بے سود ہوگا۔ اور ایسا ہوگا جیسا کہ آپ کو مجھ سے کوئی تعلق ہی نہیں لہٰذا آپ وہیں تشریف لے جایئے جہاں آپ کے میل کے لوگ ہیں اور جو آپ کی گفتگو کے شائق اور قدر دان ہیں۔ آگے مولانا حضرت خضرؑ کے اس ارشاد کی وجہ بتلاتے ہیں۔ ورزفتی رز ستیزہ شستہ الخ حاصل وجہ یہ ہے کہ قاعدہ ہے کہ اذا فات الشرط فات المشروط اور افادہ واستفادہ کے لئے صحبت کافی نہیں بلکہ اس کے لئے مناسبت شرط ہے اور جب مناسبت نہ ہوگی بلکہ مخالفت ہوگی تو افادہ واستفادہ نہیں ہوسکتا اس لئے کہ شرط مفقود ہے پس صحبت بے سود ہے۔ نماز کے لئے وضو شرط ہے لیکن جب نماز کے اندر حدث ہو جائے تو کہا جائے گا کہ جاؤ وضو کرو اگر وضو نہ کرو گے اور نماز جاری رکھو گے تو نماز نہ ہوگی بلکہ حرکات لایعنی ہوں گے لہٰذا جب نماز نہ ہوگی تو بیٹھ جانا چاہیے حرکات لایعنی سے کیا نتیجہ۔ پس یونہی جب مقصود صحبت افادہ واستفادہ بوجہ فقدان شرط کے ممکن نہ ہو تو الگ ہو جانا چاہیے۔ صحبت میں رہنے سے۔ پہرا دینا تو مقصود نہیں کیونکہ پاسبان کا اضافہ سونے والوں پر ہوتا ہے۔ مچھلیوں کو پہرہ والے کی ضرورت نہیں۔ خلاصہ یہ کہ میل کے لئے مناسبت کی ضرورت ہے۔ مثلاً جو کپڑے پہنتے ہیں وہی دھوبی پر نظر رکھتے ہیں اور جو ننگے میں لباس دنیا سے انکار زیور تجلی حق سبحانہ ہے پس دو صورتیں ہیں ان میں سے جو صورت منظور ہو اس کو اختیار کر لیا جائے۔ یا تو ننگوں سے الگ ہو جانا چاہیے یا خود بھی ان کے ساتھ ننگا ہو جانا چاہیے۔ اور بالکل ننگا نہ ہوسکے تو کپڑے کم ہی کر دینے چاہئیں۔ تاکہ توسط کی حالت پیدا ہو جائے۔ الحاصل اگر مناسبت پیدا نہیں کر سکتے الگ ہو جاؤ اور اگر مناسبت پیدا کر سکتے ہو پوری یا کسی قدر تو مناسبت پیدا کرو۔

شیخ کے سامنے صوفیوں کا طعن اس صوفی پر جو کہ بسیار گو تھا

شرح شبیری

صوفیان الخ۔ صوفیوں نے ایک صوفی پر طعن کیا اور خانقاہ کے شیخ کے آگے آئے۔

شیخ را گفتند الخ۔ یعنی سب نے شیخ سے کہا کہ اے ہمارے پیشوا آپ اس سے ہمارا انصاف کر دیجئے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت الخ۔ یعنی شیخ نے کہا کہ ارے صوفیو آخر کیا شکایت ہے تو اس طاعن نے کہا کہ یہ صوفی تین خصلتیں بڑی گراں رکھتا ہے۔

درسخن الخ۔ یعنی بات کرنے میں تو گھنٹہ کی طرح بسیار گو ہے اور کھانے میں بیس آدمیوں سے زیادہ کھا جائے۔

ور بخسپد الخ۔ یعنی اور اگر سوتا ہے تو اصحاب کہف کی طرح سوتا ہے صوفیوں نے شیخ کے سامنے اس کو سبک کیا۔

مطلب یہ کہ سب نے کہا یہ سوتا اور کھاتا اور بولتا بہت ہے اس لئے سب کو پریشانی ہوتی ہے لہٰذا اس کو منع کیا جائے۔

شیخ رو الخ۔ یعنی شیخ نے اس فقیر کی طرف توجہ کی کہ میاں جو چیز بھی ہو اس میں سے اوسط کو لے لو۔ افراط تفریط ٹھیک نہیں ہے۔

درخبر الخ۔ یعنی حدیث میں خیر الامور اوسطھا ہے اور (افراط تفریط) اعتدال اخلاط کو مانع ہے لہٰذا چاہیے کہ اوسط ہی پر رہے۔

گر یکے الخ۔ یعنی اگر ایک خلط کسی عارض سے زیادہ ہو جائے تو آدمی کے بدن میں مرض پیدا ہو جاتا ہے۔

مطلب یہ کہ جس طرح کہ اخلاط ظاہری افراط و تفریط سے امراض پیدا ہوتے ہیں اسی طرح حواس باطنی میں بھی افراط و تفریط سے امراض پیدا ہوتے ہیں لہٰذا یاد رکھو کہ افراط و تفریط سے ہمیشہ پرہیز کرو۔

برقرین الخ۔ یعنی اپنے ساتھی پر صفت میں زیادتی مت کرو۔ اس لئے کہ یہ انجام کار فراق لاتا ہے صفت سے مراد یہ صفت کلام وغیرہ یعنی ان صفات میں اس سے بڑھو۔ جتنا وہ ہو اسی قدر تم بھی رکھو ورنہ اس کا انجام جدائی ہے آگے اس افراط سے فراق کی ایک نظیر پیش فرماتے ہیں کہ

نطق موسے الخ۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو اندازہ سے ہی تھی مگر ان یار نیک کے کہنے سے زیادہ ہی تھی۔

سبحان اللہ مولانا نے مصرعۂ اول میں ادب موسیٰ علیہ السلام کا کس قدر ملحوظ رکھا ہے اگر ویسے ہی فرما دیتے تو گویا موسیٰ علیہ السلام بسیار گو ہوتے اب فرماتے ہیں کہ وہ اگرچہ اندازہ مناسب سے بول رہے تھے مگر پھر بھی خضر علیہ السلام کی حالت سے وہ بھی زیادہ تھا۔

آن فزونی الخ۔ یعنی وہ زیادتی خضر علیہ السلام کو شاق ہوئی تو انہوں نے کہہ دیا کہ اے موسیٰ تم بہت بولنے والے ہو۔ لہٰذا اب فراق ہے اور یہ کہا جس کی روایت بالمعنی یہ ہے کہ

موسیا الخ۔ یعنی اے موسیٰ تم بسیار گو ہو لہٰذا جاؤ اور کب بولو گے وصل تو ختم ہو گیا۔

موسیا الخ۔ یعنی اے موسیٰ تم بسیار گو ہو تو الگ ہو جاؤ ورنہ میرے ساتھ گونگے بہرے ہو کر رہو۔ اگر کوئی منکر دیکھو تو اور سنو تو بولو ہی مت گویا کہ تم نے نہ دیکھا نہ سنا۔

ورنہ رفتی الخ۔ یعنی اور اگر تم نہ گئے اور ضد کی وجہ سے بیٹھے ہی رہے تو معنی تو چلے گئے ہو اور قطع تعلق کر چکے ہو

مطلب یہ کہ اگر ظاہر میں تم نہ گئے اور یہیں دھرے رہے تو کیا ہے دل سے فراق ہو چکا ہے تم نہ جاؤ گے ہم چل دیں گے اور پھر فیض تو نہیں ہو سکتا اسی طرح اگر شیخ ناراض ہے تو اگرچہ قرب ظاہری ہو مگر پھر بھی دل سے تو دوری ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

لہٰذا گویا کہ دوری ہو کہ فیض حاصل نہیں ہو سکتا۔ خوب سمجھ لو اور فرماتے ہیں کہ

روبرآنہا الخ۔ یعنی ان کے پاس جاؤ جو کہ تمہارے ساتھی ہیں اور تمہاری گفتگو کے عاشق اور پیاسے ہیں مطلب یہ کہ شیخ کے سامنے یا اپنے برابر والوں کے سامنے بولنا بے ادبی ہے ہاں جو کہ تمہاری گفتگو کے طالب ہیں ان کے پاس جاؤ مگر یہاں مت بولو آگے اس بظاہر پاس رہنے اور دل سے دور ہونے کی مثال ہے کہ

چون الخ۔ یعنی اگر تم کو نماز میں اتفاقاً حدث ہو گیا تو وہ نماز (بزبان حال) تم سے کہہ رہی ہے کہ پاکی کی طرف دوڑ۔ یعنی وضو کر لے گویا کہ وہ نماز یہ کہہ رہی ہے۔

ورنہ رفتی الخ۔ یعنی اور اگر تو نہ گیا تو سوکھا ہلتا رہے گا اس لئے کہ خود تیری نماز چلی گئی اے سرکش مطلب یہ کہ اگر تم نہ بھی گئے اور وضو نہ کیا تو کیا ہوا نماز چلی جائے گی اسی طرح جبکہ شیخ ناراض ہے تو اگر تم نہ گئے تو وہ تو جا چکا اور تم سے قطع تعلق کر چکا ہے آگے اور مثال ہے کہ

پاسبان الخ۔ یعنی پاسبان نے سونے والوں پر (احسان) زیادہ کیا مگر مچھلیوں کو پاسبان کی کیا حاجت ہے اسی طرح جن لوگوں کو اس تلقین و تربیت کی حاجت ہو ان کے سامنے تو اس قسم کی باتیں کرنا مناسب ہیں مگر جہاں ضرورت نہ ہو وہاں کہاں مناسب ہے کہ ایسی باتیں کی جائیں۔

جامہ پوشاں الخ۔ یعنی کپڑے پہننے والوں کی نظر دھوبی پر ہے اور جو جامہ عریاں ہے اس کا زیور تجلی ہے۔ مطلب یہ کہ جو کہ اس دنیا کے تعلقات میں پھنسے ہوئے ہیں وہ تو محتاج ہیں کہ کوئی ان کے قلب کی صفائی کرے اور جو ان سے خارج ہیں ان کے لئے تو انوار خداہی زیور ہیں اور وہ اس میں مگن ہیں۔

یاز عریانان الخ۔ یعنی نا تو برہنہ لوگوں سے ایک طرف ہو کر چلو اور یا ان کی طرح تم بھی جامۂ تن سے فارغ ہو جاؤ۔ اور سب تعلقات دنیویہ کو ترک کر دو اور یا ان کے پاس مت پھٹکو یا مگن یا پیلبانان دوستی + یا بنا کن خانہ بر انداز پیل۔

ورنمی تانی کہ الخ۔ یعنی اگر تم بالکل عریاں نہیں ہو سکتے تو کپڑے کم کر دو تا کہ راہ اوسط پر چلنے لگو مطلب یہ کہ اگر تعلقات دنیویہ کو بالکل نہیں ترک کر سکتے تو خیر کم ہی کر دو اس میں افراط و تفریط سے بچ کر رہ وسط پر آجاؤ کہ خیر الامور اوسطھا ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ آگے اس مرید نے جو جواب شیخ کو دیا اس کو بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

عذر گفتن فقیر با آں شیخ خانقاہ

خانقاہ کے شیخ سے فقیر کا عذر کرنا

پس فقیر آں شیخ را احوال گفت	عذر را با آں غرامت کرد جفت
پھر درویش نے اس شیخ سے احوال کہے	اس الزام کے ساتھ عذر کو ملایا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر سوال شیخ را داد او جواب	چوں جوابات خضرؑ خوب وصواب
شیخ کے ہر سوال کا اس نے جواب دیا	(حضرت) خضرؑ کے جیسے اچھے اور صحیح جواب
آں جوابات سوالات کلیمؑ	کش خضرؑ بنمود از رب علیم
(حضرت موسیٰ) کلیم کے سوالوں کے جواب	جوان کو خدائے علیم کی جانب سے (حضرت) خضرؑ نے دیئے
گشت مشکلہاش حل وافزوں زیاد	از پئے ہر مشکلش مفتاح داد
ان کی مشکلیں حل ہو گئیں اور مزید (یہ کہ)	ان کی ہر مشکل کی ایک کنجی دے دی
از خضرؑ درویش ہم میراث داشت	در جواب شیخ ہمت برگماشت
درویش بھی (حضرت) خضرؑ کی میراث رکھتا تھا	شیخ کے جواب میں توجہ کی
گفت راہ اوسط ارچہ حکمت ست	لیک اوسط نیز ہم بانسبت ست
(درویش نے) کہا درمیانی راہ اگرچہ دانائی ہے	لیکن (کسی چیز کا) اوسط ہونا بھی نسبتی ہے
آب جو نسبت باشتر ہست کم	لیک باشد موش را آں ہمچویم
نہر کا پانی اونٹ کی نسبت سے کم ہے	لیکن چوہے کے لئے وہ سمندر کی طرح ہے
ہر کرا باشد وظیفہ چار ناں	دو خورد یا سہ خورد ہست اوسط آں
جس کی یومیہ خوراک چار روٹیاں ہوں	دو کھائے یا تین کھائے وہ اوسط ہے
ورخورد ہر چار دور از اوسط ست	او اسیر حرص مانند بط ست
اگر وہ چار کھائے اوسط سے دور ہے	وہ بطخ کی طرح حرص کا قیدی ہے
ہر کہ او را اشتہا دہ ناں بود	شش خورد میداں کہ اوسط آں بود
جس کی بھوک دس روٹی کی ہو	وہ چھ کھائے تو سمجھ لے کہ وہ اوسط ہے
چوں مرا پنجاہ نان ست اشتہے	مر ترا شش گردہ ہمد ستیم نے
جب مجھے پچاس روٹیوں کی بھوک ہے	تجھے چھ روٹیوں کی. ہم برابر ہیں؟ نہیں
تو بدہ رکعت نماز آئی ملول	من بپا نصد در نہ آیم در نحول
تو دس رکعت نماز میں تھک جاتا ہے	میں پانچ سو سے بھی کمزور نہیں ہوتا
آں یکے تا کعبہ حافی می رود	ویں یکے تا مسجد از خود می شود
وہ ایک کعبہ تک ننگے پیر جاتا ہے	اور یہ ایک مسجد تک بے خود ہو جاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آں یکے در پاکبازی جاں بداد	ویں دگر جاں کند تا یک ناں بداد
ایک نے پاکبازی میں جان دے دی	دوسرے کی جان نکلتی ہے یہاں تک کہ ایک روٹی دی
ایں وسط در با نہایت می رود	کہ مرورا اول و آخر بود
یہ وسط محدود چیزوں میں چلتا ہے	جس کا اول اور آخر ہو
اول و آخر بباید تا دراں	در تصور گنجد اوسط یا میاں
اول اور آخر چاہیے تاکہ ان میں	اوسط یا بیچ تصور ہو سکے
بے نہایت چوں ندارد دو طرف	کے بود او را میانہ منصرف
لا محدود چونکہ دونوں کنارے نہیں رکھتا ہے۔	تو اس کیلئے (افراط و تفریط سے) ہٹا ہوا درمیان کب ہو سکتا ہے؟
اول و آخر نشانش کس نداد	گفت لو کان لہٗ البحر مداد
اس کے اول اور آخر کا کسی نے پتہ نہیں دیا	فرمایا: خواہ اس کی روشنائی سمندر ہوں
ہفت دریا گر شود کلی مدید	نیست مر پایاں شدن را ہیچ امید
پورے سات سمندر ، اگر روشنائی بنیں	ختم ہونے کی کوئی امید نہیں ہے
باغ و بیشہ گر بود یک سر قلم	زیں سخن ہرگز نگردد ہیچ کم
باغ اور جنگل اگر سب قلم بن جائیں	اس بات کا ہرگز کچھ کم نہ ہو گا
آں ہمہ حبر و قلم فانی شود	ویں حدیث بے عدد باقی بود
کہ سب روشنائی اور قلم فنا ہو جائیں گے	یہ ان گنت بات باقی رہے گی
حالت من خواب را ماند گہے	خواب پندارد مر او را گمرہے
کبھی میری حالت نیند کی جیسی ہوتی ہے	اس کو گمراہ نیند سمجھتا ہے
چشم من خفتہ دلم بیدار داں	شکل بیکار مرا برکار داں
میری آنکھ کو سویا ہوا میرے دل کو بیدار سمجھ	میری بے کار صورت کو باکار سمجھ
گفت پیغمبرؐ کہ عینای تنام	لا ینام قلبی عن رب الانام
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں	میرا دل مخلوق کے پروردگار سے نہیں سوتا ہے
گفت پیغمبرؐ کہ خسپد چشم من	لیک کے خسپد دلم اندر وسن
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں	لیکن نیند میں میرا دل کب سوتا ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

چشم تو بیدار و دل رفتہ بخواب	چشم من خفتہ دلم در فتح باب
تیری آنکھیں بیدار ہیں اور دل نیند میں ہے	میری آنکھیں سوئی ہوئی ہیں میرا دل غیب میں (مشغول) ہے
مر دلم را پنج حس دیگرست	حس دل را ہر دو عالم منظرست
میرے دل کے دوسرے پانچ حواس ہیں	دل کے حس کے لئے دونوں عالم منظور نظر ہیں

شرح حبیبی

جب شیخ نصیحت فرما چکے تو اس فقیر نے حالت بیان کی اور اس الزام کے ساتھ عذر کو ملایا اور شیخ کے ہر سوال کا جواب ایسا نفیس اور عمدہ دیا جیسا جواب خضر تھا جواب خضر سے وہ جوابات مراد ہیں جو انہوں نے حق سبحانہ کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کے سوالات پر دیئے تھے اور جن سے خوب اچھی طرح ان کی مشکلیں حل ہوگئی تھیں اور جن کو ظاہر کر کے حضرت خضر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہر مشکل کی کنجی عطا کر دی تھی اس فقیر کو بھی حضرت خضر علیہ السلام کی یہ میراث عطا ہوئی تھی اس لئے وہ شیخ کے جواب پر کمربستہ ہوا اور کہا کہ یہ مسلم ہے کہ میانہ روی ایک معقول بات ہے لیکن اوسط کوئی معین ومخصوص شے نہیں بلکہ وہ ایک امر نسبی واضافی ہے جس کی تعیین طرفین سے ہو سکتی ہے اور چونکہ اطراف مختلفہ ہیں لہٰذا اوساط بھی مختلف ہوں گے مثلاً ندی کا پانی اونٹ کے لئے اوسط ہے لیکن چوہے کے لئے سمندر۔ علی ہذا جس کی خوراک چار روٹیوں کی ہو تو اس کے لئے دو تین اوسط ہیں یہ شخص اگر چاروں کھالے گا تو کہا جائے گا کہ وہ بط کی طرح حریص ہے لیکن جس کی بھوک دس روٹیوں کی ہے اگر وہ چھ بھی کھالے تب بھی اس کے لئے اوسط ہے جب یہ مقدمہ ممہد ہوگیا تو اب میں کہتا ہوں کہ فرض کرو کہ میری خوراک تو پچاس روٹیاں ہیں اور آپ کی چھ ہیں تو کیا ہم دونوں برابر ہیں ہرگز نہیں نیز فرض کرو کہ آپ تو دس رکعتوں سے گھبرا جاتے ہیں اور میں پانچ سو سے بھی نہیں تھکتا پھر ہم دونوں یکساں کیونکر ہو سکتے ہیں۔ علی ہذا ایک شخص پیدل خانہ کعبہ جاتا ہے دوسرا مسجد تک جا کر حواس باختہ ہو جاتا ہے ایک شخص پاکبازی میں جان تک دے دیتا ہے۔ ایک شخص مر کھپ کر ایک روٹی دیتا ہے بھلا یہ دونوں برابر کیسے ہو سکتے ہیں اور ان کا اوسط برابر کیونکر نکل سکتا ہے۔ یہ جواب تو کھانے کے متعلق تھا اب میں کلام کے متعلق کہتا ہوں کہ میں اس میں اوسط کا لحاظ رکھ ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ یہاں اوسط ہی نہیں نکل سکتا اوسط اشیاء متناہیہ میں نکلتا ہے جس کے لئے ابتدا وانتہا ہو کیونکہ اوسط کے متحقق ہونے کے لئے ضرورت ہے کہ اول وآخر متحقق ہوں اور جو غیر متناہی ہے اس لئے دو طرفین ہی نہیں رکھتا۔ اس کے لئے اوسط کیونکر نکل سکتا ہے جو مرجع بن سکے اور حق سبحانہ کے اوصاف کے اول وآخر کا پتا نہیں بتلا سکتا کیونکہ حق سبحانہ خود فرماتے ہیں قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا۔ یعنی اگر ساتوں سمندر سب کے سب سیاہی بن جائیں تب بھی اس کے اوصاف کے ختم

www.besturdubooks.wordpress.com

ہونے کی کوئی امید نہیں۔ نیز فرماتے ہیں کہ جنگل کے تمام باغ بالکل قلم بن جائیں تو اس گفتگو میں کمی نہیں آ سکتی۔ یہ سیاہی اور یہ قلم سب فنا ہو جائیں گے لیکن یہ بے نہایت گفتگو ہنوز باقی ہوگی جب کثرت کلام کا جواب بھی ہو گیا تو اب میں سونے کا جواب دیتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ کبھی مجھ پر ایک حالت طاری ہوتی ہے اور وہ سونے کے مشابہ ہوتی ہے لیکن واقع میں نیند نہیں ہوتی اس کو ناواقف نیند سمجھ لیتا ہے پس آنکھ کو جو بظاہر سوتی معلوم ہوتی ہے حقیقت میں بیدار سمجھنا چاہیے اور بیکاری کی شکل کو مشغولے کار سمجھنا چاہیے اس کی تائید حدیث سے بھی ہوتی ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل حق سبحانہ سے غافل نہیں ہوتا مگر میری حالت میں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت میں فرق یہ ہے کہ وہاں نوم حقیقی میں یہ حالت ہوتی ہے اور یہاں نوم صوری میں پس اے معترض تو مجھ پر کثرت نوم سے کیا اعتراض کرتا ہے تو خود اس بلا میں مبتلا ہے کیونکہ تیری آنکھ جاگتی ہے مگر دل سوتا ہے اور میری آنکھ ظاہراً سوتی ہے مگر میرے دل کا دروازہ کھلا ہوا ہے جس سے میں مشاہدہ حق سبحانہ و تلقی فیوض میں مصروف ہوں کیونکہ علاوہ حس ظاہر کے ہمارے لئے پانچ حواس اور بھی ہیں جن کا تعلق قلب سے ہے جب میرے حواس ظاہری تجھے معطل نظر آتے ہیں تو میں ان حواس سے کام لیتا ہوں غرض کہ میری حواس ہر دو عالم کا نظارہ کرتے ہیں جو اس ظاہرہ عالم ناسوت اور حواس باطنہ عالم غیب کا اور تیرے لئے صرف وہی حواس ہیں جن سے تو عالم ناسوت کا نظارہ کرتا ہے۔

اس فقیر کا شیخ خانقاہ سے اپنا عذر بیان کرنا

شرح شبّیری

پس الخ۔ یعنی پس فقیر نے شیخ سے احوال کہا اور عذر کو اس باز پرس سے ملا دیا۔ غرامت کے معنی لغوی تاوان کے ہیں مگر باز پرس کو غرامت اس لئے کہا کہ تاوان میں بھی ایک باز پرس اور مؤنت ہوتی ہے مطلب یہ کہ ان کی باز پرس پر عذر بیان کر دیا جس کا تفصیلاً ذکر آگے آتا ہے۔

ہر سوال الخ۔ یعنی شیخ کے ہر سوال کا جواب خضر علیہ السلام کی طرح اچھا اور ٹھیک دیا چونکہ اوپر بھی خضر اور موسیٰ سے تشبیہ دے چکے ہیں اسی بنا پر یہاں بھی کہہ دیا۔

آن جوابات الخ۔ یعنی وہ سوالات کلیم علیہ السلام کے جواب جنہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو خضر علیہ السلام نے رب علیم سے دکھلائے مطلب یہ کہ یہ جوابات مرید جو مشابہ جواب خضر کے تھے تو ان اجوبہ کے جن کو حق تعالیٰ کے الہام سے حضرت خضرؑ نے موسیٰ علیہ السلام کو بتائے تھے اور ان کا اثر یہ ہوا کہ

گشت مشکلہاش الخ۔ یعنی ان کی مشکلیں بالکل حل ہو گئیں اور ان کو ہر مشکل کے لئے ایک کنجی دی کہ جس سے وہ ساری مشکلیں حل ہوتی گئیں اور وہ کنجیاں جوابات شافی ہیں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

از خضر الخ۔ یعنی خضر علیہ السلام سے اس درویش نے بھی میراث پائی تھی تو شیخ کے جواب دینے میں ہمت کو مقرر کیا۔ یعنی ہمت سے کام لیا اور خوب درست اور شافی جوابات دیئے آگے اس فقیر کے عذر کی تفصیل فرماتے ہیں کہ

گفت الخ۔ یعنی فقیر نے کہا کہ راہ اوسط اگرچہ حکمت ہے لیکن اوسط بھی نسبت سے ہے مطلب یہ کہ یہ تو درست ہے کہ اوسط اچھی چیز ہے مگر اوسط تو مختلف ہوتا ہے یہ تو ایک امر نسبی ہے پھر جب ہر شخص کا اوسط الگ ہے تو کیا خبر کہ میرے سارے کام اوسط سے ہوتے ہوں اور تم کو زیادہ معلوم ہوتے ہوں۔ آگے فرق بین الاشیاء بتاتے ہیں کہ ایک ہی شے ایک کے لئے تو کم اور دوسرے کو زیادہ۔

آب جو نسبت الخ۔ یعنی ندی کا پانی اونٹ کی نسبت تو کم ہے لیکن چوہے کے لئے سمندر کے برابر ہے۔

ہر کرا باشد الخ۔ یعنی جس کی خوراک کہ چار روٹی ہو وہ دو یا تین کھالے تو یہ اس کا اوسط ہے۔

در خورد الخ۔ یعنی اور اگر وہ چاروں کھالے تو اوسط سے دور ہے اور یہ شخص بط کی طرح اسیر حرص ہے چونکہ بط دن بھر کچھ نہ کچھ کھاتی ہی رہتی ہے لہٰذا اس سے تشبیہ دے دی۔

ہر کہ او را الخ۔ یعنی اور جس کی خوراک دس روٹی کی ہو وہ چھ کھائے تو جان لو کہ اس کا اوسط ہے۔

چون مرا الخ۔ یعنی اور جبکہ میری بھوک پچاس روٹی کی ہے اور تیری چھ روٹی کی تو کیا دونوں برابر ہیں ہرگز نہیں بات یہ ہے کہ یہ گفتگو ہو تو رہی ہے شیخ کے سامنے مگر مخاطب اس صوفی کا وہ معترض ہی ہے۔ تو مرتراشش گرد اور دوسرے خطابات میں اسی کو مخاطب کہا جائے تو مناسب ہے مطلب یہ ہوگیا کہ تو جو اپنے اوسط پر مجھے قیاس کر رہا ہے تو میں پچاس کھاؤں اور تو پانچ تو بھلا میرا تیرا اوسط برابر کس طرح ہوگا۔ میرا اور ہوگا اور تیرا اور ہوگا۔

تو بدہ رکعت الخ۔ یعنی تو تو دس ہی رکعت نماز میں ملول ہو جاتا ہے اور میں پانچ سو میں بھی ضعیف نہیں ہوتا۔ مطلب یہ کہ جس طرح میرا تیرا کھانا برابر نہیں اسی طرح کام بھی برابر نہیں ہے جیسا میں کھاتا ہوں ویسا ہی کام بھی تو کرتا ہوں پھر برابر کیسے ہوئے۔ آگے مثالیں ہیں کہ

آن یکے الخ۔ یعنی ایک تو کعبہ تک برہنہ پا جاتا ہے اور یہ ایک مسجد تک ہی آپے سے جاتا رہتا ہے۔ (تو دونوں کب برابر ہوگئے)

آن یکے الخ۔ یعنی اس ایک نے تو پاکبازی میں جان دے دی اور دوسرے نے جان کنی کر کے ایک روٹی دی تو بھلا جب یہ برابر نہیں ہیں تو میرا تیرا کام اور میرا تیرا اوسط خوراک کس طرح برابر ہو سکتا ہے۔ جتنا کھاتے ہیں اسی قدر کام بھی تو کر لیتے ہیں یہ جواب تو بسیار خوری کے متعلق تھا آگے بسیار گوئی کے متعلق جواب ہے کہ

این وسط الخ۔ یعنی یہ وسط تو نہایت والے میں چلتا ہے کہ جس کے اول و آخر ہو۔ مطلب یہ کہ جو اشیاء کہ متناہی ہیں ان میں تو چونکہ ابتداء اور انتہا معلوم ہے لہٰذا وسط نکل سکتا ہے مگر جو شے کہ لا تقف عند حد ہو اس کی ابتدا تو بے شک ہے مگر انتہا ہے ہی نہیں لہٰذا اس کا وسط کیسے نکل سکتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اول وآخر الخ۔ یعنی اول وآخر چاہیے تا کہ اس کی بابت تصور میں وسط یا درمیان سما سکے یعنی جہاں کہیں کہ اول وآخر ہے وہاں وسط بھی تصور کر سکتے ہیں لیکن۔

بے نہایت الخ۔ یعنی بے نہایت جبکہ دو طرف رکھتا ہی نہیں تو اس کے وسط منصرف (عن الافراط والتفریط) کب ہو سکتا ہے مطلب یہ کہ جو شئے کہ ایسی ہو کہ لاتقف عند حد تو اس کی ایک طرف تو ہے مگر دو طرف نہیں ہے کہ جن کے ذریعہ سے وسط متصور ہو سکے لہٰذا اس میں وسط اور درمیان نکل ہی نہیں سکتا۔ تو چونکہ میری گفتگو اس ذات کے اسرار میں ہے کہ جو بے نہایت ہے اور اس کے اسرار وحقائق بھی لاتقف عند حد ہیں تو پھر میری گفتگو کا وسط کس طرح نکل سکتا ہے میں تو جس قدر بھی بیان کرونگا آگے اس سے بہت زیادہ ہوگا اور اس کے سامنے یہ کم ہوگا پھر وسط کہاں نکلا۔

اول وآخر الخ۔ یعنی ان اسرار کے اول وآخر کا نشان کسی نے نہیں دیا۔ اور (اسی کے بارہ میں) ارشاد ہے کہ لو کان البحر مدادا لکلمات ربی الخ۔ یعنی قرآن شریف میں ہے کہ اگر سمندر روشنائی بن جائے تب بھی کلمات حق تعالیٰ ختم نہ ہوں تو دیکھو جب وہ اس قدر ہیں تو پھر میں جس قدر بھی بیان کرونگا وہ تو کم ہی ہونگے ان کی تو یہ حالت ہے کہ

ہفت دریا الخ۔ یعنی سات دریا اگر سارے روشنائی بن جائیں تو بھی ختم ہونے کی کوئی امید نہیں ہے۔

باغ و بیشہ الخ۔ یعنی باغ اور جنگل اگر سارے قلم ہو جائیں تب بھی ان کلمات میں سے ہرگز کچھ بھی کم نہ ہوں۔ جیسا کہ ارشاد ہے ولو ان مافی الارض من شجرة اقلام والبحر یمده من بعده سبعة ابحر الخ کہ اگر سارے درخت قلم اور ساتوں دریا روشنائی بن جائیں تب بھی کلمات حق ختم نہ ہوں۔ تو جب یہ حالت ہے پھر میں اس میں جس قدر بھی گفتگو کروں وہ تو کم ہی ہوگی۔

این ہمہ الخ۔ یعنی یہ ساری روشنائی اور قلم فانی ہو جائیں اور وہ حدیث بے عدد باقی ہو۔ پھر میرا کلام اس کے بارہ میں کس طرح زیادہ ہو سکتا ہے اور اس کا وسط کس طرح نکل سکتا ہے۔ یہ جواب بسیار گوئی کا ہو گیا آگے بسیار خوابی کا جواب دیتے ہیں

حالت الخ۔ یعنی میری حالت بھی خواب کے مشابہ ہوتی ہے تو اس کو بے خبر آدمی خواب سمجھتا ہے (مگر میری یہ حالت ہوتی ہے کہ)

چشم من الخ۔ یعنی میری آنکھ کو سوتے ہوئے اور میرے دل کو بیدار جانو اور بیکار کی شکل میں مجھے کام پر سمجھو۔ مطلب یہ کہ اگرچہ میری آنکھ بظاہر سوتی ہے مگر میرا دل بیدار ہوتا ہے اور وہ حالت استغراق ہے کہ اس میں اتصاف بالکل بیکار معلوم ہوتا ہے مگر وہ عالم ارواح کی سیر میں ہوتا ہے آگے اس چشم خوابی اور دل بیداری کی نظیر لاتے ہیں۔

گفت پیغمبر الخ۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری آنکھیں سو جاتی ہیں مگر میرا قلب حق تعالیٰ سے نہیں سوتا یعنی اس طرف سے توجہ ہٹتی نہیں ہے اور اسی لئے حضور کی نوم مشابہ اونگھ کے تھی کہ اس سے آپ کی وضو نہ ٹوٹتی

www.besturdubooks.wordpress.com

تھی جیسے اونگھ میں انسان ہوشیار ہوتا ہے مگر باتیں وغیرہ سن نہیں سکتا اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت بھی تھی۔

گفت الخ۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری آنکھ تو سو جاتی ہے لیکن میرا دل اونگھ میں کب سوتا ہے تو جس طرح کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت تھی کہ اس عالم سے تو بے خبر مگر ادھر کی ساری خبر اسی طرح اس کا اثر ہم میں بھی آ گیا ہے اور ہماری بھی یہی حالت ہو گئی ہے۔

چشم تو الخ۔ یعنی (اے مخاطب) تیری تو چشم ظاہری بیدار رہتی ہے مگر دل سوتا ہے اور میری چشم ظاہری سو جاتی ہے مگر میرا دل فتح یاب (غیب) میں مشغول ہوتا ہے اس لئے کہ حالت استغراق میں اس طرف کی تو خبر رہتی نہیں لہٰذا ادھر سے تو مثل نائم کے اور عالم غیب کی طرف سے بیدار۔ مسئلہ اگر حالت وجد میں کھڑے یا بیٹھے سے بے ہوش ہو کر گر پڑے تو اس کی وضو جاتی رہتی ہے اس لئے کہ اس کا حکم بالکل مثل نوم کے ہے جو حالت نوم کہ ناقض وضو ہے وہی حالت اس کی بھی ناقض ہے آگے کہتے ہیں کہ

مردلم الخ۔ یعنی میرے دل کے لئے پانچ حواس اور ہیں اور حس اور دل کے دونوں عالم منظر ہیں حس کا تو منظر عالم ناسوت ہے اور دل کا منظر عالم ملکوت ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ان حواس کے علاوہ میرے پانچ ہی حواس اور ہیں جن کا کئی مرتبہ ذکر ہو چکا ہے) ان کے ذریعہ سے میرے ان حواس کے سونے کے باوجود بھی مجھے بیداری رہتی ہے۔

تو ز ضعف خود مکن در من نگاہ	بر تو شب بر من ہماں شب چاشتگاہ
تو اپنی کمزوریوں سے مجھے نہ دیکھ	تیرے لئے رات ہے مجھ پر وہی رات صبح ہے
بر تو زنداں بر من آں زنداں چو باغ	عین مشغولی مرا گشتہ فراغ
تیرے لئے قید خانہ ہے میرے لئے وہ قید خانہ باغ جیسا ہے	تو بالکل مشغول ہے، مجھے فراغت حاصل ہے
پائے تو در گل مرا گل گشتہ گل	مر ترا ماتم مرا سور و دہل
تیرا پیر کیچڑ میں ہے، میرے لئے کیچڑ پھول ہے	تیرے لئے سوگ، میرے لئے خوشی اور ڈھول ہے
در زمینم باتو ساکن در محل	می دوم بر چرخ ہفتم چوں زحل
میں زمین پر تیرے ساتھ ایک جگہ پر ہوں	ساتویں آسمان پر زحل کی طرح دوڑتا ہوں
ہمنشینت من نیم سایہ من ست	برتر از اندیشہا پایہ من ست
میں تیرا ہم نشین نہیں ہوں میرا سایہ ہے	میرا مرتبہ خیالات سے بالاتر ہے
زانکہ من ز اندیشہا بگذشتہ ام	خارج اندیشہ پویاں گشتہ ام
کیونکہ میں خیالات سے بالاتر ہو گیا ہوں	میں خیال (کی حد) سے باہر دوڑتا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

حاکم اندیشہ ام محکوم نے	زانکہ بنا حاکم آمد بر بنے
میں خیال پر حاکم ہوں، محکوم نہیں ہوں	کیونکہ بنانے والا عمارت پر حاکم ہوتا ہے
جملہ خلقاں سخرۂ اندیشہ اند	زاں سبب خستہ دل وغم پیشہ اند
تمام مخلوق فکر کی محکوم ہے	اس لئے دل شکستہ اور غمگین ہے
قاصداً خود را باندیشہ دہم	چوں بخواہم از میاں شاں برجہم
میں قصداً اپنے رب کو فکر کے سپرد کر دیتا ہوں	جب چاہتا ہوں ان کے درمیان سے کود جاتا ہوں
من چو مرغ اوج اندیشہ مگس	کے بود بر من مگس را دسترس
میں بلندی کا پرندہ ہوں، فکر مکھی ہے	مجھ پر مکھی کی دسترس کب ہو سکتی ہے؟
قاصداً زیر آیم از اوج بلند	تا شکستہ پاگاں بر من تنند
میں بھی قصداً بلند اونچائی سے نیچے آ جاتا ہوں	تاکہ شکستہ پا لوگ میرے چاروں طرف جمع ہو جائیں
چوں ملالم گیرد از سفلی صفات	بر پرم ہمچوں طیور الصافات
نچلی صفات سے جب میں ملول ہو جاتا ہوں	الصافات پرندوں کی طرح اوپر اڑ جاتا ہوں
پر من رستست ہم از ذات خویش	بر نچفسانم دو پر من با سریش
میرے پر اپنی ذات سے اگے ہیں	میں اپنے دونوں پر سیرش سے نہیں چپکاتا ہوں
جعفر طیارؓ را پر جاریہ است	جعفر طرار را پر عاریہ است
(حضرت) جعفر طیارؓ کے پر چالو ہیں	جعفر طرار کے پر مانگے ہوئے ہیں
نزد آنکہ لم یذق دعویست ایں	نزد سکان افق معنیٰ ست ایں
جس نے مزانہ چکھا ہو اس کے لئے (یہ باتیں محض) دعویٰ ہیں	افق کے رہنے والوں کیلئے یہ حقیقت ہے
لاف ودعویٰ باشد ایں پیش غراب	دیگ تی و پر یکے پیش ذباب
کوے کے سامنے یہ (محض) دعویٰ اور ڈینگ ہے	مکھی کے لئے بھری اور خالی دیگ یکساں ہے
چونکہ در تو می شود لقمہ گہر	تن مزن چندانکہ بتوانی بخور.
جب تجھ میں لقمہ موتی بن جائے	پہلو تہی نہ کر جتنا ممکن ہو کھا
شیخ روزے بہر دفع سوئے ظن	در لگن قے کرد و پر در شد لگن
ایک دن شیخ نے بدگمانی رفع کرنے کے لئے	لگن میں قے کر دی اور لگن موتیوں سے بھر گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

گوہر معقول را محسوس کرد	پیر بینا بہر کم عقلی مرد
عقلی موتیوں کو محسوس کر دیا	بینا پیر نے (اس) شخص کی کم عقلی کی وجہ سے
چونکہ در معدہ شود پاکت پلید	قفل نہ بر حلق و پنہاں کن کلید
چونکہ معدہ میں تیرا پاک ناپاک بن جاتا ہے	حلق پر تالا لگا لے اور کنجی کو چھپا دے
ہر کہ دروے لقمہ شد نور جلال	ہر چہ خواہد گو بخور او را حلال
جس میں لقمہ اللہ (تعالیٰ) کا نور بن جائے	کہدے وہ جو بھی چاہے کھائے اس کے لئے حلال ہے

شرح حبیبی

پس اپنے ضعف اور کمزوری کی عینک سے مجھے مت دیکھ اور اپنے اوپر مجھے قیاس مت کر کیونکہ جس حالت میں تجھے کچھ نظر نہیں آتا اور اس لئے وہ حالت تیرے لئے بمنزلہ رات کے ہوتی ہے یعنی آنکھ بند کرنے کی حالت اس حالت میں میں سب کچھ دیکھتا ہوں اور میرے لئے وہ حالت بمنزلہ دوپہر کے ہوتی ہے اور جو حالت تیرے لئے بمنزلہ جیل خانہ کے ہوتی ہے وہ میرے لئے بمنزلہ باغ کے ہوتی ہے یعنی جب تو کسی حالت ناگوار میں مبتلا ہوتا ہے تو تو اس سے پریشان ہوتا ہے اور جب میں مبتلا ہوتا ہوں تو میں اس میں بھی خوش ہوتا ہوں کہ میری نظر مبداء پر ہوتی ہے۔ نیز میں اگر کسی بظاہر دنیاوی کام میں بھی مصروف ہوتا ہوں تو اس وقت بھی میں اس سے فارغ ہوتا ہوں کیونکہ دل اس میں نہیں ہوتا برخلاف تیرے کہ تیرے لئے وہ مشغولیت ہی مشغولیت ہوتی ہے پس جب تو کسی مصیبت وغیرہ کی دلدل میں پھنس جائے تو وہ تیرے لئے دلدل ہوگی لیکن اگر میں اس میں پھنسوں تو میرے لئے پھول ہوگی اور میں اس سے بھی لذت حاصل کرونگا اور جو تیرے لئے سوگ کا سبب ہے وہ میرے لئے خوشی کا سامان ہے کیونکہ وہ بھی محبوب ہی کی طرف سے ہوتا ہے اور ہر چہ از دوست میرسد نیکوست گو میں زمین پر ایک مقام میں تیرے ساتھ رہتا ہوں لیکن میری روحانی رفتار فلک ہفتم پر ہے جیسے کہ زحل کی رفتار ظاہری لہٰذا میں تیرا ہم نشیں نہیں ہوں بلکہ تیرا ہم نشیں میرا جسم اور میری صورت ہے میں تیرا ہم نشین کیونکر ہو سکتا ہوں۔ تو خاکی ہے اور میرا مرتبہ خاکیوں کے خیال سے بھی بالاتر ہے وجہ یہ ہے کہ میں خیالات کے حدود سے نکل چکا ہوں اور خیال کے حدود سے باہر دوڑتا ہوں اور اب میں خیالات پر حکومت کرتا ہوں اور محکوم نہیں ہوں کیونکہ خیالات بمنزلہ ایک عمارت کے ہیں جس کو آدمی تیار کرتا ہے اور معمار عمارت پر حاکم ہوتا ہے نہ کہ محکوم لہٰذا میں حاکم ہوں نہ کہ محکوم اور باقی مخلوق خیالات کی محکوم ہیں اسی سبب سے مغموم اور منقبض رہتے ہیں۔ میں بھی کبھی کبھی قصداً بمصلحت اپنے کو خیال کے تابع کر دیتا ہوں لیکن میں اس کا پابند نہیں ہوتا جب چاہتا ہوں نکل جاتا ہوں۔ خیال کی

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ مجال نہیں کہ مجھ پر تسلط حاصل کر سکے کیونکہ میں بلند پرواز جانور کی مانند ہوں۔ اور خیال بمنزلہ ایک مکھی کے۔ بھلا پھر مکھی کی مجھ تک کب پہنچ ہو سکتی ہے میں کبھی اس بلند پروازی اور عروج روحانی کو خود ہی چھوڑ دیتا ہوں اور نزول اختیار کرتا ہوں۔ جس میں مصلحت یہ ہوتی ہے کہ یا شکستہ اور وہ لوگ جو محجوب ہیں اور جن کو عروج روحانی میسر نہیں مجھ سے وابستگی حاصل کریں اور میں ان کو لے کر اڑوں یعنی میرا نزول تعلیم و تربیت ناقصین کے لئے ہوتا ہے اور جب میں ان سفلی صفات اور متدنس یا دناس نفسانیہ کی صحبت سے اکتا جاتا ہوں تو پھر فرشتوں کی طرح بال و پر کھول کر اڑنے والے جانوروں کی طرح اڑ جاتا ہوں میرا عروج اختیاری اس لئے ہے کہ پر خود میری ذات میں پیدا ہو گئے ہیں اور وہ پر سریش سے چپکائے ہوئے نہیں یعنی مجھے حق سبحانہ نے قابلیت ذاتی عطا فرمائی ہے میں کسی کے سہارے پر نہیں چلتا۔ بعض لوگ تو ایسے ہوتے ہیں کہ خود اپنے پروں سے اڑتے ہیں جیسے جعفر طیار ان میں سے تو میں ہوں اور بعض ایسے ہوتے ہیں جو مستعار پروں کے سبب اڑتے ہیں جیسے جعفر طرار جو مصنوعی پر لگا کر کس قدر ہوا میں اڑ جاتا تھا۔ ان میں سے وہ لوگ ہیں جو میرے یا مجھ سے کسی دوسرے کے متوسل ہیں جو اس مزہ سے ناواقف ہو وہ اس کو لن ترانی سمجھے گا اور دعوئے محض خیال کرے گا مگر جو اس نواح کے رہنے والے ہیں جہاں کا میں ہوں ان کے نزدیک یہ حقیقت ہے کوے اور ملابس نجاست نفسانیہ کے نزدیک یہ دعویٰ اور لن ترانی ہو سکتا ہے کیونکہ وہ بمنزلہ ایک مکھی کے ہے اور مکھی کے نزدیک بھری ہوئی ہانڈی اور خالی دونوں برابر ہیں۔ کثرت نوم کا جواب بھی ہو چکا۔ اب میں کثرت اکل کے متعلق کچھ اور کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ کثرت اکل ہر وقت مضر نہیں بلکہ جب یہ حالت ہو جائے کہ کھانا بجائے پاخانہ بننے کے موتی بننے لگے اس وقت پہلوتہی نہیں کرنی چاہیے بلکہ جس قدر کھایا جائے کھانا چاہیے یعنی جب کھانا بجائے شہوات وغیرہ بڑھانے کے کیفیات محمودہ بڑھانے لگے اس وقت کم کھانے کی ضرورت نہیں بلکہ جس قدر کھاؤ گے اتنا ہی فائدہ ہوگا اور کیفیات محمودہ بڑھیں گے۔ شیخ مذکور نے محض بیان ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس سوء ظن کے دفع کرنے کو قے کی جس سے سارا لگن موتیوں سے بھر گیا۔ چونکہ مخاطب کم عقل تھا اور زبانی گفتگو سے اس کا سمجھ لینا دشوار تھا اس لئے شیخ موصوف نے ان کیفیات کو محسوس کر کے بھی دکھلا دیا اور فرمایا کہ جب معدہ میں پاک کھانا بھی جا کر پلید ہو جائے اور شہوات وغیرہ بڑھائے اس وقت حلق میں قفل لگا کر کنجی گم کر دینا چاہیے اور جب کھانا نور بن جاتا ہو اس وقت آدمی جس قدر بھی کھائے جائز ہے۔ یہ اصول ہے ترک اکل و کثرت اکل کا پس ہر زیادہ کھانے والے پر طعن نامناسب اور ناز یبا ہے۔

شرح شبیری

تو ز ضعف الخ۔ یعنی تو ضعف کی وجہ سے میرے اندر مت دیکھ اس لئے کہ جو تجھ پر رات ہے وہ میرے لئے چاشتگاہ ہے۔ مطلب یہ کہ جو شے تمہارے لئے ظلمت ہے وہی میرے لئے نور ہے اور جو تمہارے لئے باعث

الحق ہے وہی میرے لئے موصل۔

برتو زندان الخ۔ یعنی تجھ پر تو قید خانہ ہے اور وہ قید خانہ میرے لئے باغ ہے اور عین مشغولی میرے لئے فراغ ہے جبکہ تم مجھے دنیا میں مشغول دیکھ رہے ہو تو اس وقت میں بھی بوجہ متوجہ الی الملکوت ہونے کے عالم ناسوت سے بالکل علیحدہ ہوں۔

پائے تو الخ۔ یعنی تیرا پاؤں تو مٹی میں اور وہ مٹی میرے لئے پھول ہوگئی ہے اور ایک شے تیرے لئے ماتم ہے اور میرے لئے خوشی اور طرب ہے۔ مطلب یہ کہ تعلقات دنیویہ تیرے لئے تو باعد عن الحق ہیں اور چونکہ میری نظران کے ذریعہ سے خالق پر ہوتی ہے لہٰذا میرے لئے وہی تعلقات دنیویہ موصل الی الحق ہوگئے ہیں اور مجھے ان میں قرب اور معیت حاصل ہے۔

در زمینم الخ۔ یعنی میں زمین میں تمہارے ساتھ ساکن ایک محل میں ہوں۔ اور ویسے چرخ ہفتم پر زحل کی طرح دوڑ رہا ہوں مطلب یہ کہ جب عروج کرتا ہوں تو بظاہر تو تمہارے پاس ہوتا ہوں مگر اصل میں اس عالم کی سیر کرتا ہوا ہوتا ہوں۔

ہم نشینت الخ۔ یعنی میں تیرا ہم نشیں نہیں ہوں میرا سایہ ہے اور افکار سے میرا مرتبہ بلند ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ میری روح عالم ملکوت کی طرف متوجہ ہے اس لئے یہ صرف میرا جسم ظاہری ہی تمہارا ہم نشین ہے ورنہ روح میری بسبب توجہ کے اس عالم میں ہے بخلاف اور لوگوں کے کے بوجہ توجہ الی الناسوت کے گویا کہ ان کی روح بھی مثل جسم کے ناسوتی ہی ہوگئی ہے اور چونکہ عینیت مصطلحہ میسر ہے لہٰذا فکر انسانی سے مرتبہ کا بلند ہونا ظاہر ہے کہ وہاں تک فکر کی رسائی ہرگز نہیں ہوسکتی۔

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ میں اندیشہ سے آگے بڑھ گیا ہوں اور اندیشہ سے خارج ہو کر دوڑ رہا ہوں۔ لہٰذا مجھ تک اندیشہ کی رسائی کہاں ہوسکتی ہے۔

حاکم الخ۔ یعنی حاکم اندیشہ ہوں محکوم اندیشہ نہیں ہوں اس لئے کہ بنانے والا بنا پر حاکم ہوتا ہے تو چونکہ میرے اندر ملکہ راسخہ پیدا ہو گیا ہے لہٰذا میں جس کیفیت اور حالت کو چاہتا ہوں اپنے اوپر طاری کر لیتا ہوں اور جس تجلی کو چاہتا ہوں اپنے اوپر متجلی کر لیتا ہوں کاملین کی یہی حالت ہوتی ہے۔

جملہ الخ۔ یعنی تمام مخلوقات مسخر اندیشہ کی ہیں اسی سبب سے خستہ دل اور غم پیشہ ہیں مطلب یہ کہ چونکہ افکار کے سب لوگ تابع ہوتے ہیں لہٰذا ہمیشہ رنج و فکر ہی میں رہتے ہیں اور جو اس سے الگ ہیں وہ خوش رہتے ہیں غرضکہ ہمیشہ مستغرق اور متوجہ الی الحق رہتا ہوں۔

قاصدا الخ۔ یعنی میں اپنے کو قصداً اندیشہ کے سپرد کر دیتا ہوں اور جب چاہتا ہوں ان کے درمیان سے نکل آتا ہوں شان کی ضمیر یا تو عالم غیب کی طرف ہے کہ جب میں چاہتا ہوں تو اس عالم سے اس طرف رجوع کرتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوں تو اب تو دونوں مصرعوں کا ایک مضمون ہو جائے گا اور مطلب یہ ہوگا کہ جب میں استغراق اور ایک حالت پر رہنے سے اکتا جاتا ہوں تو اس وقت تھوڑی دیر کو توجہ الی الحق کر لیتا ہوں تا کہ نشاط ہو جائے اور ملال پیدا نہ ہو۔ پھر جب نشاط پیدا ہوا پھر اسی طرف متوجہ ہو گیا اور اگر نشان کی ضمیر اندیشہ کی طرف ہو تو دونوں مصرعوں کا مضمون مقابل ہوگا کہ میں جب چاہتا ہوں اس عالم سے نشاط کے لئے اس طرف توجہ کرتا ہوں اور جب چاہتا ہوں پھر اسی طرف متوجہ ہو جاتا ہوں اور اس طرف سے توجہ کو ہٹا دیتا ہوں اور یہ حالت کاملین کی ہوتی ہے کہ وہ ایسا کرتے ہیں اور اگر بعض مرتبہ بسبب غلبۂ حال کے وہ خود ایسا نہیں کر سکتے تو حق تعالیٰ ان کے لئے ایسے سامان فرما دیتے ہیں کہ جس سے ان کو مجبوراً عالم ناسوت کی طرف توجہ کرنی پڑتی ہے مثلاً قبض وارد ہو گیا کہ ذکر وغیرہ میں دل ہی نہیں لگتا تو لامحالہ اس طرف توجہ ہوتی ہے غرضکہ انہوں نے کہا کہ میں جس حالت کو چاہوں اپنے اوپر طاری کر سکتا ہوں۔

من چو مرغ الخ۔ یعنی میں مرغ اوج کی طرح ہوں اور اندیشہ (دنیوی) مثل مگس کے ہیں تو مگس کو پرند پر کب قدرت ہوتی ہے کہ اس تک پہنچ سکے اور اس کو تابع بنا سکے اس لئے مجھ پر بھی اندیشہ غالب نہیں ہو سکتا۔

قاصدا الخ۔ یعنی میں قصداً اوج بلند سے نیچے آتا ہوں تا کہ شکستہ پا لوگ مجھ پر جمع ہو سکیں مطلب یہ ہے کہ چونکہ میرا مرتبہ تو بلند ہے مگر جب میں تعلیم کرتا ہوں تو اس سے نزول کرتا ہوں اور اس سالک کے درجہ پر نزول کر کے اس کو تعلیم کرتا ہوں۔ ورنہ اگر اس کو وہاں پہنچانے کی ابھی سے فکر کی جائے تو ایسا ہے کہ جیسے شیر خوار بچہ کو گوشت کھلا دیا جائے کہ یقیناً مرے گا تو کامل وہی ہے جو کہ مسترشد کے درجہ پر نزول کر کے اس کی تعلیم کرے تو مطلب یہ ہوا کہ میں بہت بڑا کامل ہوں کہ ان کے درجہ پر نزول کرتا ہوں تو وہ بھی مجھ سے مستفیض ہوتے ہیں۔

چون الخ۔ یعنی جب مجھے ان سفلی صفات سے ملال ہوتا ہے تو میں طیور الصافات کی طرح اڑ جاتا ہوں۔ مطلب یہ کہ جب اس کی تعلیم کر چکے بس پھر اپنے درجہ پر پہنچ جاتے ہیں۔

پر من الخ۔ یعنی میرے پر خود میری ذات سے جمے ہیں میں دو پر سریش سے چپکاتا نہیں ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ عروج میری ذات کا اقتضا ہو گیا ہے اور میری ذاتیات میں داخل ہے میں اس حالت کو کسی سے عاریت نہیں لیتا ہوں اور اس کی ایسی مثال ہے کہ

جعفر طیارؓ را الخ۔ یعنی حضرت جعفر طیارؓ کے پر تو جاری ہیں اور جعفر طرار کے مانگے ہوئے ہیں۔ حضرت جعفر طیارؓ کے ہاتھ کفار نے غزوۂ موتہ میں کاٹ ڈالے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کے بدلے میں ان کو دو بازو دیئے ہیں کہ ان سے وہ اڑتے پھرتے ہیں تو دیکھو ان کے بازو تو داخل ذات ہو گئے اور ایک جعفر طرار تھا اس نے پر لگائے تھے تو وہ چل نہ سکے تو اسی طرح یہ عروج بھی عارضی نہیں ہے بلکہ ذاتی ہے کہ جب چاہوں عروج کر لوں چونکہ ان صوفی صاحب نے جو یہ اپنی حالت بیان کی تو اس میں ایک قسم کا دعویٰ معلوم ہوتا تھا اس لئے اس کا جوب دیتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

نزد آنکہ الخ۔ یعنی اس شخص کے نزدیک جس نے کہ چکھا نہیں یہ دعویٰ ہے اور سکان عالم بالا کے نزدیک یہ معانی ہیں اس لئے کہ تحدث بالنعمۃ ہے۔

لاف الخ۔ یعنی غراب کے نزدیک تو یہ شیخی اور دعویٰ ہی ہوگا جیسے کہ مکھی کے آگے خالی اور پر ہنڈیا برابر ہے غراب سے مراد بیوقوف ہے تو جو کہ اس طرف سے بیوقوف ہے اس کے آگے تو یہ دعویٰ ہیں مگر جو کہ حقیقت شناس ہے وہ اس کو جانتا ہے آگے مولاناؒ فرماتے ہیں کہ

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ تمہارے اندر کھانا موتی بن جاتا ہے تو چھوڑ مت جس قدر ہو سکے کھالے گہر سے مراد اخلاق حمیدہ ہیں مطلب یہ کہ جب کھانے سے تمہارے اندر اخلاق حمیدہ پیدا ہوتے ہیں تو پھر کیا ہے جس قدر کھایا جا سکے کھاؤ تاکہ اسی قدر زیادہ اخلاق حمیدہ پیدا ہوں تو چونکہ ان صوفی صاحب کو کھانے سے قوت ہوتی تھی اور اس سے عبادت میں مدد ملتی تھی لہٰذا وہ خوب کھاتے تھے مگر وہ معترض تو صرف ظاہر بیں تھا اس کو اس مصلحت کی کیا خبر ہوتی اس لئے ان صوفی صاحب نے اپنی ایک حسی کرامت اس کے سامنے ظاہر کی کہ وہ یہ کہ

شیخ روزے الخ۔ یعنی ان شیخ صاحب نے سوء ظن کے دفع کرنے کو ایک دن رکابی میں قے کر دی تو وہ رکابی موتیوں سے بھر گئی تو اس کو دکھایا کہ دیکھ ہمارے اندر جا کر یہ کھانا موتی بن جاتا ہے لہٰذا ہم جس قدر کھائیں وہ بہتر ہی ہے آگے مولاناؒ اس موتی بن جانے کی توجیہ فرماتے ہیں

گوہر الخ۔ یعنی گوہر معنوی کو اس پر بینا نے اس شخص کی کم عقلی کی وجہ سے محسوس کر دیا کہ یہ اس کو تو سمجھ نہ سکتا تھا کہ کس طرح ادھر معنوی بنتے ہیں لہٰذا ان بزرگ نے ان کو اپنی کرامت سے محسوس کر کے دکھا دیا۔ آگے مولاناؒ فرماتے ہیں کہ

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ تمہارے معدہ میں پاک بھی پلید ہو جاتا ہے تو تم حلق پر قفل لگا کر کنجی کو چھپا دو تا کہ پھر کھل ہی نہ سکے مطلب یہ کہ جب تمہارے کھانے سے اخلاق سیئہ پیدا ہوتے ہیں تو تم بہت کم کھاؤ تا کہ اخلاق سیئہ پیدا نہ ہو سکیں۔

ہر کہ در وے الخ۔ یعنی جس کے اندر کہ کھانا نور حق بن جائے تو ہو جو چاہے کھائے اس سے کہہ دو کہ اس کو حلال ہے اس لئے کہ جس قدر بھی کھائے گا اسی قدر زیادہ نور پیدا ہوگا۔ پھر وہ تو خوب کھائے اوپر جو کہا تھا کہ یہ ہمارا غیر محقق کے سامنے دعویٰ ہوگا اور جو محقق ہے وہ جانتا ہے کہ اس کی حقیقت کیا ہے آگے اسی کو مثالوں سے واضح فرماتے ہیں کہ

در بیان صدق دعویٰ کہ محض معنیٰ بود نزدیک صاحب حال و دوری بیگانگاں

اس دعوے کی سچائی کے بیان میں جو صاحب حال کے نزدیک حقیقت ہے اور بیگانوں کی اس سے دوری

گر تو ہستی آشنائے جان من	نیست دعویٰ گفت معنیٰ لان من
اگر تو میری جان سے واقف ہے	میری حقیقت آشنایانہ گفتگو دعویٰ نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گر بگویم نیم شب پیش تو ام	ہیں مترس از شب کہ من خویش توام
اگر میں آدھی رات میں کہوں میں تیرے سامنے ہوں	خبردار! رات (ہونے کی وجہ) سے نہ ڈر میں تیرا اپنا ہوں
ایں دو دعویٰ پیش تو معنیٰ بود	چوں شناسی بانگ خویشاوند خود
یہ دونوں دعوے تیرے لئے حقیقت ہوں گے	جبکہ تو اپنوں کی آواز کو پہچانتا ہے
پیشی و خویشی دو دعویٰ بود لیک	ہر دو معنیٰ بود پیش فہم نیک
سامنے ہونا اور اپنا ہونا دو دعوے ہیں	دونوں دعوے اچھی سمجھ کے لئے حقیقت ہوں گے
قرب آوازش گواہی می دہد	کایں دم از نزدیک یارے می جہد
آواز کا قرب گواہی دیتا ہے	کہ یہ آواز کسی دوست کے پاس سے آ رہی ہے
لذت آواز خویشاوند نیز	شد گوا بر صدق آں خویش عزیز
اپنوں کی آواز کی لذت بھی	اس اپنے پیارے کی سچائی پر گواہ بن گئی
باز بے الہام احمق کو ز جہل	می نداند بانگ بیگانہ ز اہل
پھر الہام سے محروم احمق جو کہ نادانی سے	غیر کی آواز کو اپنے کی آواز سے نہیں پہچانتا ہے
پیش او دعویٰ بود گفتار او	جہل او شد مایۂ انکار او
اس کے سامنے اس کا دعویٰ (محض) گفتار ہوگی	اس کا جہل اس کے انکار کا سرمایہ ہوگا
پیش زیرک کاندرونش نورہاست	عین ایں آواز معنیٰ بود راست
عقلمند کے سامنے جس کے اندر نور ہیں	عینہ یہ آواز سچ حقیقت ہوتی ہے
یا بتازی گفت یک تازی زباں	کہ ہمی دانم زبان تازیاں
یا کوئی عربی زبان داں عربی میں کہے	کہ میں عربوں کی زبان جانتا ہوں
عین تازی گفتنش معنیٰ بود	گرچہ تازی گفتنش دعویٰ بود
اس کا عربی میں بولنا حقیقت ہو گی	اگرچہ اس کا عربی میں کہنا دعویٰ ہے
یا نویسد کاتبے بر کاغذے	کاتب و خط خوانم و من ابجدے
یا کوئی کاتب کاغذ پر لکھے	میں لکھنے والا ہوں اور خط پڑھ لیتا ہوں اور میں ابجد جانتا ہوں
ایں نوشتہ گرچہ خود دعویٰ بود	ہم نوشتہ شاہد معنیٰ بود
یہ لکھا ہوا اگرچہ دعویٰ ہے	لکھا ہوا ہی ثبوت کا گواہ بھی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یا بگوید صوفئے دیدی تو دوش	درمیان خواب سجادہ بدوش
یا کوئی صوفی کہے کہ تونے کل رات دیکھا	خواب میں کندھے پر مصلی ڈالے ہوئے
من بدم آں وانچہ گفتم خواب در	باتو اندر خواب در شرح نظر
وہ میں تھا اور جو میں نے خواب میں کہا	تجھ سے نظر (و فکر) کی تشریح میں
گوش کن چوں حلقہ اندر گوش کن	ایں سخن را پیشوائے ہوش کن
یاد رکھ بالے کی طرح کان میں ڈال لے	اس بات کو ہوش کا راہبر بنا لے
چوں ترا یاد آید آں خواب ایں سخن	معجزہ نو باشد و راز کہن
جب تجھے وہ جواب یاد آئے گا یہ بات	نیا معجزہ ہو گی اور پرانا راز
گرچہ دعویٰ می نماید ایں ولے	جان صاحب واقعہ گوید بلے
اگرچہ یہ دعویٰ نظر آتا ہے لیکن	صاحب واقعہ کا دل "ہاں" کہتا ہے
پس چو حکمت ضالہ مومن بود	آں زہر کہ بشنود موقن شود
جبکہ دانائی کی بات مومن کی گم شدہ چیز ہوتی ہے	اس کو جس سے سنتا ہے یقین کرنے والا ہو جاتا ہے
چونکہ خود را پیش او یابد فقط	کے بود شک چوں کند خود را غلط
جبکہ وہ اپنے آپ کو بالکل اس کے سامنے پاتا ہے	شک کب ہو سکتا ہے؟ اپنے آپ کو غلط کیسے بنا سکتا ہے؟
تشنہ را چوں بگوئی تو شتاب	در قدح آبست و بستاں زود آب
جب تو پیاسے کو کہے' دوڑ	پیالے میں پانی ہے' جلد پانی لے لے
ہیچ گوید تشنہ کیں دعویست رو	از برم اے مدعی مہجور شو
کبھی پیاسا کہتا ہے یہ دعویٰ ہے' جا	اے مدعی! مجھ سے دور ہو
یا گواہ و حجتے بنما کہ ایں	جنس آبست و ازاں ماء معیں
یا (یہ کہتا ہے کہ) گواہ اور دلیل لا کہ یہ	پانی کی جنس ہے اور شیریں پانی میں سے ہے
یا بطفل شیر مادر بانگ زد	کہ بیا من مادرم ہاں اے ولد
یا دودھ پیتے بچے کو ماں نے آواز دی ہو	کہ اے بچے! آ میں (تیری) ماں ہوں
طفل گوید مادرا حجت بیار	تاکہ با شیرت بگیرم من قرار
(کیا) بچہ کہتا ہے کہ اے ماں! دلیل لا؟	تاکہ تیرے دودھ سے مجھے چین نصیب ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

دردل ہر امتی کزحق مزہ است	روی و آواز پیمبر معجزہ است
جس امتی کے دل میں حق کا ذائقہ ہے	پیغمبر کا چہرہ اور آواز معجزہ ہے
چوں پیمبر از بروں بانگے زند	جان امت در دروں سجدہ کند
جب پیغمبر باہر سے پکارتا ہے	امت کی روح اندر سجدہ کرتی ہے
زانکہ جنس بانگ او اندر جہاں	از کسے نشنیدہ باشد گوش جاں
اس لئے کہ اس کی آواز کی مانند دنیا میں	روح کے کان نے کسی کی آواز نہیں سنی
آں غریب از ذوق آواز غریب	در سجود آید بحق گردد قریب
وہ مسافر عجیب آواز کے ذوق سے	سجدہ میں گر جاتا ہے اور اللہ (تعالیٰ) سے قریب ہو جاتا ہے
چوں کند سجدہ زجان و دل غریب	از زبان حق شنید انی قریب
جب مسافر دل و جان سے سجدہ کرتا ہے	اللہ (تعالیٰ) کی زبان سے سنتا ہے "بیشک میں قریب ہوں"

شرح حبیبی

باوجودیکہ کہ میں اپنے بیان کی تائید صورت مثالیہ سے کر چکا ہوں اور تم کو اس صورت کا مشاہدہ کرا چکا ہوں۔ لیکن اگر تم کو مجھ سے فطری مناسبت ہو اور تمہاری طبیعت میں حق سے لگاؤ ہو تو کسی دلیل کی ضرورت نہیں بلکہ تم میری پر معنی تقریر کو سن کر خود سمجھ لوگے کہ یہ محض دعویٰ نہیں ہے بلکہ یہ ایسا دعویٰ ہے جو اپنی دلیل خود آپ ہی ہے مثلاً فرض کرو کہ تم میرے عزیز ہو اور تمہیں رات کو ڈر معلوم ہو۔ ایسی حالت میں تجھ سے اس وقت یہ کہوں کہ ڈر مت میں تیرے پاس ہوں اور تیرا عزیز ہوں تو یہ دونوں دعویٰ تمہارے نزدیک معنی اور حقیقت ہوں گے کیونکہ تم اپنے عزیز کی آواز کو پہچانتے ہو حالانکہ قریب ہونا اور عزیز ہونا ہر دو دعوے ہیں لیکن عمدہ سمجھ کے نزدیک دونوں حقیقت ہیں اس کی آواز کا قریب ہونا شہادت ہے اس بات کی کہ یہ شخص قریب سے نکلی ہے اور اس آواز کی لذت شاہد ہے اس کے عزیز ہونے پر پس یہ دونوں دعوے متضمن دلیل اور کدعوی الشیء ببینة وبرہان ہیں جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ بشرط مناسبت فطری میرا یہ بیان تمہارے لئے ایسا ہے جیسا کہ میرا عزیز و قریب ہونے کا دعویٰ اس کے بعد میں کہتا ہوں جو لوگ احمق اور غیر ملہم من اللہ ہوتے ہیں اور مناسبت فطری حق سے نہیں رکھتے۔ وہ لوگ اپنوں اور بیگانوں اہل اللہ وغیر اہل اللہ کی آوازوں میں تمیز نہیں کر سکتے ان کے نزدیک اس کا بیان محض ایک دعویٰ ہوتا ہے اور ان کی جہالت ان کے انکار کا ذریعہ بن جاتی ہے برخلاف اس کے جن کا باطن نور سے لبریز ہے اس کے نزدیک خود یہی دعویٰ حقیقت ہوتی ہے یا یوں سمجھو کہ ایک شخص عربی زبان میں کہتا ہے کہ میں عربی زبان جانتا ہوں تو اس کا عربی زبان میں یہ دعویٰ کرنا حقیقت ہے اگرچہ الفاظ اس کے دعوے ہیں یا یوں سمجھو

کہ ایک منشی ایک کاغذ پر یہ لکھے کہ میں کاتب ہوں اور تحریر اور ابجد پڑھ سکتا ہوں۔ یہ تحریر گو ایک دعویٰ ہے مگر یہ نوشتہ ہی اس حقیقت کی دلیل ہے یا یوں سمجھو کہ ایک صوفی تم سے بیان کرے کہ کل خواب میں تو نے ایک شخص کو دیکھا تھا جس کے کندھے پر جانماز پڑی ہوئی تھی وہ میں تھا اور مجھ میں نے خواب میں تجھ سے فلاں امر کی شرح میں کہا تھا وہ یہ تھا اس کو سن لے اور حلقہ گوش بنا لے اور تو میری اس بات کو اپنی عقل کا رہبر بنا اور غور کر کہ یہ بات میری سچی ہے یا نہیں پس جب تجھے وہ خواب یاد آئے گا تو یہ گفتگو تیری نظر میں ایک کرامت ہوگی اور تجھے معلوم ہوگا کہ وہی پرانا راز ہے جو میں نے خواب میں دیکھا تھا اگرچہ یہ کلام بظاہر ایک دعویٰ ہے لیکن اس کو سن کر صاحب واقعہ کا دل اس کی تصدیق کرے گا۔ بالکل یہی حالت مومن کی ہوتی ہے چونکہ حکمت اور معرفت حق سبحانہ اس کی جانی پہچانی شے ہے جو اس کی نظر سے بسبب عارض کے محجوب ہوگئی ہے لہٰذا جب وہ کسی کی زبان سے سنتا ہے تو اسے وہ یاد آ جاتی ہے اور اس کو اس کا یقین حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ جب وہ اپنے کو بالکل اس کے سامنے دیکھتا ہے اور اس کو اپنے سامنے اور مشاہد و معاین پاتا ہے تو پھر اس کو شک کیونکر ہو سکتا ہے اور اپنے مشاہدہ کو کیونکر جھٹلا سکتا ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی پیاسا ہو اور تو اس سے کہے کہ دوڑ آ پیالے میں پانی موجود ہے آ کر لے لے تو کیا وہ پیاسا یہ کہے گا کہ جا یہ تو تیرا دعویٰ ہے۔ بس اے مدعی مجھ سے دور ہو یا گواہ لا اور دلیل سے ثابت کر کہ یہ پانی کی جنس سے اور آب شیریں ہے ہرگز نہیں بلکہ اس کو دیکھتے ہی یقین ہو جائے گا کہ یہ پانی ہے یا یوں سمجھو کہ ایک دودھ پیتے بچے سے ماں کہے اے بچے آ میں تیری ماں ہوں تو کیا بچہ ماں سے کہے گا کہ اماں دلیل بیان کرو۔ کہ تم میری ماں ہو تا کہ تمہارا دودھ پیوں ہرگز نہیں بلکہ وہ ذوقاً و فطرۃً اس دعوے کی تصدیق کرے گا پس یوں ہی ہر امتی کے اندر حق کا ذوق موجود ہے اور نبی کا چہرہ اور اس کی آواز ہی اس کے لئے معجزہ ہے وہ صورت دیکھتے ہی اور دعویٰ سنتے ہی تصدیق کر لیتا ہے اس کو کسی معجزہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جب پیغمبر باہر سے آواز دیتا ہے تو امت کی جان اندر ہی اندر اس کے سامنے جھک جاتی ہے اور مطیع و منقاد ہو جاتی ہے اس لئے کہ وہ آواز ہی اس قسم کی ہوتی ہے کہ جان کے کانوں میں کسی اور شخص کی طرف سے نہ پڑی تھی پس وہ بے چارہ اس عجیب آواز کے ذوق سے سجدہ کرتا ہے یعنی منقاد ہوتا ہے اور حق سے قریب ہو جاتا ہے اور جب وہ غریب جان و دل سے سجدہ کرتا ہے تو حق سبحانہ کی جانب سے معنوی ندائے انی قریب اس کے کانوں میں آتی ہے امتی کی جان کا آواز پیغمبر کے سامنے سجدہ ایسا ہی ہوتا ہے جیسا حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ کو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام یحییٰ علیہ السلام کو اس کا قصہ یہ ہے۔

بیان اس دعوے کا کہ خود وہ اپنے صدق پر گواہ ہے

شرح شبّیری

گر تو ہستی الخ۔ یعنی اگر تو میری جان کا آشنا ہے تو میرا یہ معنی لان کہنا دعویٰ نہیں ہے مطلب یہ کہ اگر تم کو میری حالت سے کچھ بھی مناسبت ہے تو میرا یہ سارا کلام تمہارے نزدیک دعویٰ نہ ہوگا بلکہ اس کے معنی ہوں گے

www.besturdubooks.wordpress.com

آگے اس کی ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ

گر بگویم الخ۔ یعنی اگر میں آدھی رات کو کہوں کہ میں تیرے سامنے ہوں تو رات سے ڈرے مت کہ میں تیرا عزیز ہوں۔

این الخ۔ یعنی یہ دونوں دعوے تیرے نزدیک معنی ہونگے جبکہ تو اپنے عزیز کی آواز پہچانتا ہے۔

پیشی و الخ۔ یعنی آگے ہونا اور خویش ہونا یہ دونوں دعوے تھے لیکن دونوں کے دونوں فہم سلیم کے آگے حقیقت ہیں۔

قرب الخ۔ یعنی آواز کا قریب ہونا تو گواہی دے رہا ہے کہ یہ آواز کس یار کے نزدیک سے آرہی ہے۔

لذت الخ۔ یعنی اپنے عزیز کی آواز کی لذت اس عزیز کے صدق پر گواہ ہے کہ یہ عزیز ہونے کا دعویٰ سچ کر رہا ہے۔

باز بے الہام الخ۔ یعنی پھر بے علم احمق کے کہ وہ جہل کی وجہ سے بیگانہ کی آواز کو اہل سے نہیں جانتا ہے یعنی ایک تو وہ جاننے والا تھا کہ اس نے سب کو حقیقت اور صدق پر محمول کیا اور ایک وہ ہے جو جانتا نہیں ہے اس کو کیا خبر کہ کون آواز عزیز کی ہے اور کون سی بیگانہ کی ہے۔

پیش اوالخ۔ یعنی اس جاہل کے سامنے اس شخص کی باتیں دعویٰ ہی ہوں گے اس کا جہل انکار کا سبب ہو گیا۔

پیش زیرک الخ۔ یعنی عقلمند کے سامنے کہ اس میں انوار حق ہیں عین اس آواز کے ٹھیک اور درست معنی ہونگے حاصل اس مثال کا یہ ہے کہ دیکھو اگر تم اندھیری رات کو خوف زدہ ہو تو ایک تمہارا عزیز تم سے کہے کہ ڈرو مت اس لئے کہ میں کہ جو تمہارا بھائی ہوں مثلاً تمہارے پاس ہوں تو اس میں دو دعوے ہیں ایک تو پاس ہونا اور دوسرے بھائی ہونا۔ مگر تاریکی میں کچھ خبر نہیں کون کہاں ہے لیکن جو کہ اس بھائی کو پہچانتا ہے وہ تو فوراً آواز پہچان کر یقین کر لے گا کہ بے شک میرا بھائی میرے پاس ہے اور اس کو تسلی اور تسکین ہو جائے گی اور اگر کوئی جاہل ہے اس کو کیا خبر کہ اس کے بھائی کی آواز کیسی ہے وہ اس کی اس تسلی پر حیرت زدہ ہوگا کہ بے دیکھے بھالے اور بلا دلیل اس نے اس کی ساری باتوں پر یقین کر لیا چاہے یہ شخص چور ہی ہو تو دیکھو جاننے والے نے تو پہچان لیا اور جاہل نہ جان سکا اسی طرح جو لوگ کہ محقق ہیں وہ تو اس کو دعویٰ نہ سمجھیں گے بلکہ حقیقت پر محمول کریں گے اور جو جاہل ہیں وہ اس کو دعوے سمجھیں گے آگے اور مثال ہے کہ

یا بتازی الخ۔ یعنی یا ایک عربی زبان والے نے عربی میں کہا کہ میں عرب کی زبان جانتا ہوں۔ (مثلاً کہا کہ انا اعرف العربیۃ)

عین تازی الخ۔ یعنی خود یہ عربی بولنا اس کا حقیقت ہوگا اگرچہ عربی کو جاننا اس کا دعویٰ تھا۔ مطلب یہ کہ اس کا یہ کہنا کہ میں عربی جانتا ہوں ایک دعویٰ محض تھا مگر اس بات کو عربی میں کہنا اس کے دعوے کی دلیل ہے لہٰذا معلوم ہو گیا کہ یہ صرف دعویٰ نہیں ہے بلکہ دعویٰ مع الحقیقۃ والدلیل ہے آگے اور مثال ہے کہ

یا نویسد الخ۔ یعنی یا کوئی کاتب کاغذ پر یہ لکھے کہ میں کاتب ہوں اور خط خواں ہوں اور ابجد خوان ہوں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

این نوشتہ الخ۔ یعنی یہ لکھا ہوا اگرچہ ایک دعویٰ ہے مگر یہی لکھا ہوا حقیقت کا بھی شاہد ہے اور یہ بتا رہا ہے کہ یہ شخص بے شک کاتب اور پڑھا ہوا ہے اور مثال لیجئے۔

یا بگوید الخ۔ یعنی یا کوئی صوفی یہ کہے کہ تم نے کل شب کو خواب میں ایک سجادہ بدوش کو دیکھا تھا۔

من بدم الخ۔ یعنی وہ میں ہی تھا اور جو کچھ کہ میں نے خواب میں تجھ سے اس بات کی شرح میں کہا تھا۔

گوش کن الخ۔ یعنی سن اور حلقہ کی طرح کان میں ڈال لے اور اس بات کو اپنے ہوش کا پیشوا بنا لے۔ مطلب یہ کہ جو بات کہ میں نے کہی تھی (اس بات کو بھی مثلاً بیان کر دیا) اس کو خوب غور سے سن لے اور اسی کا پابند رہ اور اطاعت کر اور اسی پر چلنا

چون ترا الخ۔ یعنی تجھے وہ خواب یاد آئے تو یہ بات ایک نیا معجزہ ہو اور پرانی بات ہو۔ معجزہ سے مراد کرامت ہے مجازاً اطلاق کر دیا۔ مطلب یہ کہ جب وہ جواب یاد آیا تو بات وہی پرانی تھی مگر اب نئی اس شخص کی کرامت معلوم ہوئی کہ اللہ اکبر اس کو ساری خبر ہے۔

گرچہ دعویٰ الخ۔ یعنی گرچہ یہ دعویٰ دکھائی دیتا ہے لیکن صاحب واقعہ کا دل کہہ رہا ہے کہ ہاں (بالکل ٹھیک ہے) مطلب یہ کہ اس کا یہ کہنا کہ تو نے خواب دیکھا ہے اور اس خواب میں جو شخص آیا تھا وہ میں ہی تھا دعاوی بلا دلیل ہیں مگر چونکہ یہ شخص خواب دیکھ چکا ہے اور اس نے اسی صورت کا دلق پوش دیکھا تھا فوراً ذہن منتقل ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ بالکل صحیح کہہ رہا ہے تو گویا کہ اس کا دعویٰ مع الدلیل تھا اسی طرح جو حقیقت شناس ہیں اور جو اس عالم کی باتیں دیکھے ہوئے ہیں وہ تو ان صوفی صاحب کی باتوں کو دعویٰ نہ سمجھیں گے ورنہ بظاہر تو دعاوی محض ہیں اب جبکہ معلوم ہو گیا کہ اگر پہلے سے کسی شے کی حقیقت معلوم ہو چاہے وہ مستور ہی ہو مگر جب کوئی اس کو بیان کرے خواہ بطور دعویٰ ہی کے ہو مگر اس حقیقت شناس کو فوراً معلوم ہو جائے گا کہ بالکل واقعہ کے مطابق کہہ رہا ہے اس پر مولانا تفریع فرماتے ہیں کہ

پس چو حکمت الخ۔ یعنی پس جبکہ حکمت مومن کا ضالہ ہوتی ہے تو وہ جس سے سنے گا یقین کر لے گا۔ مطلب یہ کہ چونکہ حدیث میں ہے۔ کلمة الحكمة ضالة المومن اس لئے جب مومن کے سامنے کلمۂ حکمت بیان کیا جاتا ہے وہ فوراً تسلیم کر لیتا ہے اس کی تشریح پہلے گزر چکی ہے۔

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ فقط اپنے کو اس کے سامنے پاتا ہے تو کب اس میں شک ہوگا اور اپنے اندر کس طرح غلطی کرے گا مطلب یہ کہ جب مومن اپنے کو اس کلمۂ حکمت کے سامنے پاتا ہے تو پھر اس میں کس طرح شک کرے گا اس میں شک کرنا تو ایسا ہے جیسے کہ خود کوئی اپنے اندر شک کرے کہ میں موجود ہوں یا نہیں تو جس طرح اس میں شک کرنے والا بیوقوف کہا جائے گا اسی طرح اس میں شک کرنے والا بھی احمق بنے گا جس شخص کو طلب ہوگی اس کے سامنے جب حق آئے گا اس کو فوراً معلوم ہو جائے گا کہ یہ حق ہے اور اس کے دل کو لگ جائے گا آگے اس کی مثالیں ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کشنہ الخ۔ یعنی تم کسی پیاسے سے جلدی سے کہو کہ پیالے میں پانی ہے اس کو جلدی سے لے لے (اور پی لے)

ہیچ گوید الخ۔ یعنی کیا کوئی پیاسا کہے گا کہ یہ دعویٰ ہے چل میرے پاس سے اے مدعی الگ ہو۔

یا گواہ الخ۔ یعنی یا یہ کہے گا کہ گواہ اور دلیل لاؤ کہ یہ پانی ہے اور اس چشمہ جاریہ میں سے ہے۔ مطلب یہ کہ جب تم نے اس کو پانی بتایا تو کیا وہ تم سے کہے گا کہ تم غلط کہتے ہو یا تم سے دلیل مانگے گا کہ جناب اس کی کیا دلیل ہے کہ یہ پانی ہے اور پھر جس چشمہ کا تم کہہ رہے ہو اسی کا ہے۔ ممکن ہے کہ موت ہو تو جناب اگر یہ حجتیں نکالے گا تو معلوم ہوا کہ اس کو پیاس ہی نہیں ہے پیاسا تو ایک مرتبہ موت کو بھی منہ سے لگالے گا۔ پھر جب اس کا مزہ برا معلوم ہوگا تو چھوڑ دے گا مگر اول وہلہ میں تو پینے ہی لگے گا۔

یا بطفل الخ۔ یعنی یا شیر خوار بچہ کو ماں آواز دے کہ ارے بچوا یہاں آ میں تیری ماں ہوں

طفل الخ۔ یعنی کیا لڑکا کہے گا کہ اماں دلیل بیان کرو (کہ تم ماں ہو) تاکہ میں تمہارے دودھ سے قرار حاصل کرسکوں یعنی دودھ پی سکوں مگر اول دلیل بیان کرو کہ تم ماں بھی ہو مگر جو بچہ شیر خوار ہے ماں کی آواز سنتے ہی آغوش پھیلادے گا اور اس کی گود میں چلا جائے گا یہ کیوں اس لئے کہ وہ اس کی آواز سے پہلے سے مانوس ہے تو جب یہ بات ہے لہٰذا آگے اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ

دردل الخ۔ یعنی ہر اس امت کے لئے جس کے لئے دل میں کہ حق تعالیٰ سے ایک ذوق ہے چہرہ اور آواز پیغمبر کی معجزہ ہے مطلب یہ کہ جس کو اس طرف کا ذوق ہے اور اس کی استعداد سالم ہے اس کو تو صرف چہرہ اور آواز پیمبر سن لینا یہی معجزہ ہے اس کو دیگر معجزات کے طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جس طرح کہ حضرت عبداللہ ابن سلام فرماتے ہیں کہ اذارایت وجهه عرف انه لیس بوجه کذاب یعنی جب چہرۂ انور پر نظر پڑی فوراً معلوم ہوگیا کہ یہ چہرے جھوٹے کا نہیں ہے تو دیکھو چونکہ ان کی استعداد صحیح تھی انہوں نے صرف چہرہ مبارک ہی سے پہچان لیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب آواز سنی کہ آپ دعوۃ الی الاسلام کررہے ہیں فوراً تصدیق کرلی۔ یہ سب اس لئے کہ ان کی استعدادیں پہلے سے درست تھیں اب جو یہ چیزیں سامنے آ کھڑی ہوئیں معلوم ہوا کہ بس حق اور صحیح یہی ہے۔

چون پیمبر الخ۔ یعنی پیمبر باہر سے آواز دیتے ہیں تو امت کی جان دل سے سجدہ کرتی ہے سجدہ کرنے سے مراد اطاعت کرنا ہے۔ مطلب یہ کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس لسان ظاہر سے دعوۃ الی اللہ فرماتے ہیں تو جو کہ سلیم الطبع ہیں وہ سب منقاد و مطیع ہوجاتے ہیں۔

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ اس جیسی آواز جہان میں گوش جان نے کسی اور کی سنی نہ تھی مطلب یہ کہ وہ جو پہچان لیتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں اور کسی کی ایسی دلربا اور دلکش آواز سنی ہی نہ تھی لہٰذا اس کو سنتے ہی فوراً وہ استعداد فطری ظہور میں آ ئی اور معلوم ہوگیا کہ یہی آواز حق ہے۔

آن غریب الخ۔ یعنی وہ غریب اس آواز عجیب کے ذوق سے سجدہ کرتا ہے اور حق تعالیٰ سے قریب ہوجاتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے مطلب یہ کہ چونکہ اس کو مرتبہ استعداد میں اس آواز سے ایک ذوق تو تھا ہی اس لئے آواز سنتے ہی پس فوراً مطیع ہو گیا اور قرب حق حاصل ہو گیا۔

چون کند الخ۔ یعنی جبکہ یہ غریب دل و جان سے سجدہ کرتا ہے تو زبان حق سے سنتا ہے انی قریب۔ مطلب یہ کہ جب طالب اطاعت کرتا ہے اور دل و جان سے احکام کو قبول کرتا ہے تو پھر حق تعالیٰ خود اس کے قریب ہو جاتے ہیں۔ یہ بے چارا کیا قریب ہوتا وہی خود قریب آ جاتے ہیں چونکہ یہاں سجدہ کرنے کو بیان کیا ہے اور اس سے سجدہ ظاہری اور حقیقی کا شبہ ہوتا تھا اس لئے آگے حضرت یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کا آپس میں ایام حمل میں ایک دوسرے کو سجدہ کرنے کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ جس طرح ان دونوں نے ایک دوسرے کے سامنے سجدہ معنوی بمعنی انقیاد و اطاعت کے کیا تھا اسی طرح یہاں بھی سجدہ سے مراد انقیاد و اطاعت ہی ہے اب حکایت سنو فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

سجدہ کردن یحییٰؑ و مسیحؑ یک دیگر را در شکم مادر

حضرت یحییٰؑ و حضرت مسیحؑ کا ماں کے پیٹ میں ایک دوسرے کو سجدہ کرنا

مادر یحییٰؑ چو حامل بود ازو	بود با مریم نشستہ دوبدو
(حضرت) یحییٰ کی والدہ جب ان سے حاملہ تھیں	(حضرت) مریم کے روبرو بیٹھی تھیں
مادر یحییٰؑ بمریمؑ در نہفت	پیشتر از وضع حمل خویش گفت
(حضرت) یحییٰ کی والدہ نے (حضرت) مریم سے آہستہ سے	اپنے وضع حملے سے پہلے کہا
کہ یقیں دیدم درون تو شہے ست	کہ اولوالعزم و رسول آگہے ست
کہ مجھے یقین ہے کہ آپ کے پیٹ میں ایک شاہ ہے	جو کہ بڑے درجہ کا اور باخبر رسول ہے
چوں برابر اوفتادم با تو من	کرد سجدہ حمل من اے ذوالفطن
جب میں آپ کے برابر آئی	اے عقلمند! میرے حمل نے سجدہ کیا
ایں جنیں مر آں جنیں را سجدہ کرد	کز سجودش در تنم افتاد درد
پیٹ کے اس بچہ نے پیٹ کے اس بچہ کو سجدہ کیا	جس کے سجدے سے میرے بدن میں درد ہوا
گفت مریمؑ من درون خویش ہم	سجدۂ دیدم از طفل شکم
(حضرت) مریم نے کہا میں نے بھی اپنے پیٹ میں	اس پیٹ کے بچہ کا سجدہ دیکھا

www.besturdubooks.wordpress.com

جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ماں حضرت یحییٰ سے حاملہ تھیں تو حضرت مریم علیہا السلام کے سامنے بیٹھی ہوئی تھیں یحییٰ علیہ السلام کی ماں نے حضرت مریم سے چپکے سے اپنی وضع حمل سے پیشتر کہا کہ مجھے کو یقیناً تمہارے پیٹ میں کوئی بڑا شخص معلوم ہوتا ہے کہ اولوالعزم اور رسول عارف ہوگا کیونکہ جب میں تمہارے برابر واقع ہوئی تو میرے حمل نے سجدہ کیا اور اس بچے نے اس بچے کو یوں سجدہ کیا کہ اس کے سجدہ سے میرے جسم میں درد ہوگیا۔ اس پر مریم علیہا السلام نے کہا کہ میں نے اپنے اندر بھی دیکھا کہ میرے بچے نے بھی تمہارے بچے کو پیٹ ہی میں سجدہ کیا۔

حضرت یحییٰ اور مسیح علیہما السلام کا شکم مادر میں ایک دوسرے کو سجدہ کرنا

شرح شبیری

مادر یحییٰ الخ۔ یعنی حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ جب کہ ان سے حاملہ تھیں تو ایک دن حضرت مریم کے سامنے بیٹھی تھیں۔

مادر یحییٰ الخ۔ یعنی والدہ یحییٰ علیہ السلام نے مریم علیہا السلام سے چپکے سے اپنے وضع حمل سے پہلے کہا کہ

کہ یقین الخ۔ یعنی کہ یقیناً میں نے دیکھ لیا ہے کہ تیرے اندر ایک بادشاہ ہے جو کہ اولوالعزم ہے اور رسول آگاہ ہے۔ مطلب یہ کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوگیا کہ تمہارے حمل میں کوئی اولوالعزم نبی ہیں اس لئے کہ

چون برابر الخ۔ یعنی جبکہ میں تمہارے برابر میں آئی تو بہن میرے حمل نے سجدہ کیا۔

این جنین الخ۔ یعنی اس جنین نے اس جنین کو سجدہ کیا کہ اس کے سجود کی وجہ سے میرے تن میں درد ہونے لگا اس لئے کہ آخر کچھ تو مڑے تڑے ہوں گے کہ ان کے پیٹ میں درد ہونے لگا۔

گفت الخ۔ یعنی مریم علیہا السلام نے فرمایا کہ میں نے اپنے اندر بھی اس پیٹ کے بچہ سے سجدہ دیکھا ہے۔ مطلب یہ کہ میرے حمل نے بھی تمہارے حمل کو سجدہ کیا ہے اس قصہ پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام اور مادر یحییٰ علیہ السلام کو ایک مرتبہ کب حمل رہا ہے بلکہ ان کے حمل کا زمانہ اور ہے اور ان کا زمانہ اور ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اس قصہ کی صحت پر اڑتے نہیں مان لیا کہ یہ غلط ہی سہی مگر جو اس سے مقصود ہے اور اس سے جو نتیجہ نکلتا ہے اس میں تو اس کے غلط ہونے سے کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ مطلب تو یہ ہے کہ جس طرح انہوں نے ایک دوسرے کی اطاعت کی تم کو بدرجہ اولیٰ اطاعت ضروری ہے اب اگر یہ قصہ غلط بھی ہو تو کیا ہے یہ مدعا ثابت ہے یہ اعتراض تو اصل میں واقع ہوتا ہے مگر بعض بے وقوفوں نے ایک اور اعتراض کیا ہے چونکہ اعتراض مہمل تھا اس لئے مولانا کو غصہ آگیا لہٰذا بہت ہی خفا ہو کر ان کا اعتراض نقل فرماتے ہیں اور اس کا جواب بھی دیتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

اشکال آوردن نادانان بریں قصہ

نادانوں کا اس قصہ پر اشکال لانا

ابلہاں گویند ایں افسانہ را	خط بکش زیرا دروغ ست وخطا
بے وقوف کہتے ہیں کہ اس قصہ پر	لکیر کھینچ دے کیونکہ جھوٹ اور غلط ہے
زانکہ مریمؑ وقت وضع حمل خویش	بود از بیگانہ دور وہم ز خویش
کیونکہ (حضرت) مریم اپنے وضع حمل کے وقت	اپنوں سے بھی دور تھیں اور بیگانوں سے بھی
مریم اندر حمل جفت کس نشد	از برون شہر او واپس نشد
(حضرت) مریم حمل کے دوران کسی کے ساتھ نہ رہیں	وہ شہر کے باہر سے واپس نہ ہوئیں
از برون شہر آں شیریں فسوں	تا نشد فارغ نیامد خود دروں
وہ شیریں دم شہر کے باہر سے	جب تک فارغ نہ ہوئیں اندر نہیں آئیں
چوں بزادش آنگہانش بر کنار	بر گرفت و برد تا پیش تبار
جب ان کو جن لیا اس وقت بغل میں	لیا اور خاندان کے سامنے لے گئیں
مادر یحییٰ کجا دیدش کہ تا	گوید او را ایں سخن در ماجرا
(حضرت) یحییٰ کی والدہ نے ان کو کہاں دیکھا تاکہ	قصہ میں ان سے یہ بات کہیں

جواب اشکال وبیان مقصود از قصہ

اشکال کا جواب اور قصہ کا مقصد

ایں بداند کانکہ اہل خاطر ست	غائب آفاق او را حاضر ست
اس کو وہ سمجھتا ہے جو صاحب دل ہے	غائب دنیا اس کے سامنے حاضر ہے
پیش مریمؑ حاضر آید در نظر	مادر یحییٰؑ کہ دور ست از بصر
(حضرت) مریم کے سامنے نگاہ میں حاضر ہے	(حضرت) یحییٰ کی والدہ جو دیکھنے میں دور ہیں
دیدہا بستہ بہ بیند دوست را	چوں مشبک کردہ باشد پوست را
آنکھیں بند کیے ہوئے دوست کو دیکھ لیتا ہے	جبکہ کھال کو چھلنی کر دیا ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

ورندیدش نز بروں ونز دروں	از حکایت گیر معنیٰ اے زبوں
اگر انہوں نے انہیں نہ ظاہری طور پر دیکھا نہ باطنی طور پر	اے عاجز! تو قصہ سے نتیجہ اخذ کر لے
نے چناں کافسانہا بشنیدۂ	ہمچو شیں بر نقش او چسپیدۂ
کیا ایسا نہیں ہے کہ تو نے قصے سنے ہیں	(اور) شین کی طرح ان کے نقش سے تو چپٹ گیا ہے
تا ہمی گفت آں کلیلہ بے زباں	چوں سخن نوشد ز دمنہ بے بیاں
حتیٰ کہ بے زبان اس کلیلہ نے کہا	اس نے دمنہ سے بغیر کہے بات کیسے سن لی؟
ور بدانستند لحن هم دگر	فہم او چوں کرد بے نطق ایں بشر
اگر آپس میں لہجہ جانتے تھے	بغیر گویائی کے یہ انسان کیسے سمجھا؟
در میان شیر و گاؤ آں دمنہ چوں	شد رسول و خواند بر ہر دو فسوں
شیر اور گائے کے درمیان وہ دمنہ کس طرح	قاصد بنا؟ اور دونوں پر منتر پڑھ دیا
چوں وزیر شیر شد گاو نبیل	چوں ز عکس ماہ ترساں گشت پیل
موٹا بیل شیر کا وزیر کیسے بن گیا؟	ہاتھی چاند کے عکس سے کیسے ڈر گیا؟
ایں کلیلہ دمنہ جملہ افتریست	ورنہ کے با زاغ لکلک را مریست
یہ کلیلہ اور دمنہ سب جھوٹ ہے	ورنہ کوے کا لقلق سے کیا اختلاف ہے؟
اے برادر قصہ چوں پیمانہ ایست	اندرو معنیٰ مثال دانہ ایست
اے بھائی! قصہ تو ایک پیمانہ ہے	اس میں معنیٰ دانہ کی طرح ہے
دانۂ معنیٰ بگیرد مرد عقل	ننگرد پیمانہ را گر گشت نقل
عقلمند انسان معنیٰ کا دانہ لے لیتا ہے	پیمانہ کی طرف دھیان نہیں دیتا ہے اگرچہ وہ منتقل ہو جائے

در بیان ماجرائے شمع و پروانہ و گل و بلبل وغیرہ

شمع اور پروانہ اور گل و بلبل وغیرہ کے قصے میں بیان

ماجرائے بلبل و گل گوش دار	گرچہ گفتہ نیست آنجا آشکار
بلبل اور گل کا قصہ سن	اگرچہ گفتگو یہاں بھی نمایاں نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ماجرائے شمع با پروانہ تو	بشنو و معنیٰ گزیں ز افسانہ تو
شمع کا پروانے کے ساتھ قصہ تو	سن اور قصہ سے نتیجہ نکال لے
گرچہ گفتے نیست سر گفت ہست	ہیں بہ بالا پر مپر چوں چغد پست
اگرچہ بات چیت نہیں ہے گفتگو کی حقیقت ہے	خبردار! اونچا اڑ چغد کی طرح نیچے نہ اڑ
گفت در شطرنج کایں خانہ رخ ست	گفت خانہ اش کجا آمد بدست
(کسی نے) شطرنج میں کہا کہ یہ رخ کا گھر ہے	(دوسرے نے) کہا اس کو گھر کہاں سے مل گیا؟
خانہ را بخرید یا میراث یافت	فرخ آنکس کو سوئے معنیٰ شتافت
اس نے گھر خریدا یا میراث میں پایا	مبارک ہے وہ شخص جو معنیٰ کی طرف دوڑا
گفت نحوی زید عمرواً قد ضرب	گفت چونش کرد بے جرمے ادب
نحوی نے کہا زید نے عمرو کو مارا	(شاگرد نے) کہا اس کو بے خطا کیوں سزا دی؟
عمرو را جرمش چہ بد کاں زید خام	بے گناہ او را بزد ہمچوں غلام
عمرو کی کیا خطا تھی کہ اس نالائق زید نے	اس کو بے قصور غلام کی طرح پیٹا
گفت ایں پیمانہ معنیٰ بود	گیر معنیٰ را کہ پیمانہ است رد
(نحوی نے) کہا یہ (لفظ) معنیٰ کا پیمانہ ہوتے ہیں	معنیٰ کو لے لے کیونکہ پیمانہ واپس ہو جاتا ہے
زید و عمرو از بہر اعراب ست و ساز	گر دروغ ست آں تو با اعراب ساز
زید اور عمر اعراب (بتانے) کے لئے اور (جملہ) بنانے کیلئے ہیں	اگر وہ جھوٹ بھی ہے تو اعراب کو سمجھ لے
گفت نے من آں ندانم عمرو را	زید چوں زد بے گناہ و بے خطا
(شاگرد نے) کہا میں یہ نہیں جانتا عمرو کو	زید نے بلاقصور اور بلا خطا کیوں مارا؟
گفت زو لاچار و لاغے بر کشود	عمرو یک واوے فزوں دزدیدہ بود
(نحوی نے) اس سے مجبوراً مذاق شروع کر دی	عمرو نے ایک واؤ زیادہ چرائی تھی
زید واقف گشت دزدش را بزد	چونکہ از حد برد او را حد سزد
زید کو پتہ چل گیا اس نے اپنے چور کو مارا	چونکہ وہ حد سے بڑھ گیا تھا اس کے لئے سزا مناسب تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

پذیرا آمدن سخن باطل در دل باطلاں

باطل بات کا باطل لوگوں کے دل میں اتر جانا

گفت اینک راست پذرفتم بجاں	کژ نماید راست در پیش کژاں
(شاگردنے) کہا اب ٹھیک ہے میں نے دل سے مان لیا	ٹیڑھی بات ٹیڑھوں کو سیدھی نظر آتی ہے
گر بگوئی احولے را مہ یکے ست	گویدت نے دوست دروحدت شکے ست
اگر تو بھینگے سے کہے کہ چاند ایک ہے	وہ کہے گا نہیں اے دوست! ایک ہونے میں شبہ ہے
ور بروخندد کسے گوید دواست	راست دارد ایں سزائے بدخواست
اور اگر اس سے کوئی مذاق کرے اور کہے کہ (چاند) دو ہیں	سچ سمجھ لے گا' بد خصلت کی سزا بھی ہے
بر دروغاں جمع می آید دروغ	للخبیثات الخبیثون زد فروغ
جھوٹوں کے لئے جھوٹ جمع ہو جاتا ہے	خبیث لوگ خبیث عورتوں کے لئے ہیں' واضح ہے
دل فراخاں را بود دست فراخ	چشم کوراں را عثار سنگلاخ
فراخ دلوں کا ہاتھ فراخ ہوتا ہے	اندھوں کے لئے سنگلاخ میں ٹھوکریں ہیں
ہر کہ او جنس دروغ ست اے پسر	راست پیش او نباشد معتبر
اے بیٹا! جو جھوٹ کا ہم جنس ہے	سچ اس کے لئے معتبر نہیں ہوتا ہے
ہر کرا دندان صدقے رستہ شد	از دروغ و از خباثت رستہ شد
جس کے سچائی کے دانت نکل آئے ہیں	وہ جھوٹ اور خباثت سے آزاد ہو گیا

بیوقوف کہتے ہیں کہ اس قصہ کو کاٹ دیجئے یہ غلط ہے اس لئے کہ مریم علیہا السلام وضع حمل کے وقت اپنوں اور بیگانوں سب سے دور تھیں مریم علیہا السلام کو حمل کے زمانہ میں کسی سے اتصال ہی نہیں ہوا اور بیرون شہر سے تا وضع حمل وہ واپس ہی نہیں ہوئیں اور جب تک وہ شیریں افسون یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام شغل بطن مادر سے فارغ نہ ہو گئے اور پیدا نہ ہوئے اس وقت تک وہ باہر سے شہر میں نہیں آئیں ہاں جب وہ پیدا ہو گئے اس وقت ان کو گود میں لے کر اپنے عزیزوں میں آئیں پس ایسی حالت میں یحییٰ علیہ السلام کی ماں نے ان کو کہاں دیکھا کہ ان سے یہ واقعہ کہا ہو۔ بات یہ ہے کہ اس واقعہ کی حقیقت وہی سمجھ سکتا ہے جو اہل دل ہو اور مغیبات عالم کا مشاہدہ کرتا ہو کیونکہ وہ جانتا ہے کہ مادر یحییٰ گو بصر سے دور تھیں مگر چشم قلب کے سامنے ہو سکتی ہیں کیونکہ قاعدہ ہے کہ

جب کوئی مجاہدات وریاضت سے اپنے جسم کو سوراخ دار بنا لیتا ہے یعنی حاجیت کی صفت دل سے دور کرتا ہے تو وہ اپنے دوست کو ظاہری آنکھیں بند کر کے بھی دیکھ سکتا ہے اچھا ہم نے مانا کہ نہ انہوں نے آپ کو چشم ظاہری سے دیکھا تھا نہ چشم باطنی سے لیکن تم کو حکایت سے مقصود حاصل کرنا چاہیے۔ واقعہ کی تصدیق وتکذیب سے کیا غرض۔ آخر تو ایسے اور فرضی قصے بھی تو سنتا ہی ہے اور ان کو یوں لپٹا ہوا ہے جس طرح شین لفظ نقش کو مثلاً یہ کہ دمنہ سے کلیلہ نے یوں کہا وغیرہ وغیرہ اچھا بتلا کہ کلیلہ دمنہ کی بات بدوں گفتگو کے کیونکر سمجھ سکتا ہے اور اگر وہ آپس میں ایک دوسرے کی گفتگو کو سمجھ سکتے تھے تو آدمی نے بدوں گویائی انسانی کے کیسے سمجھا کہ کتاب بنادی اور بیل اور شیر کے درمیان دمنہ قاصد کیسے بنا۔ اور کیسے دونوں کو شیشے میں اتارا اور شیر کا وزیر بیل کیونکر ہو گیا اور ہاتھی چاند کے عکس سے کیونکر ڈر گیا۔ یہ کلیلہ سب اول سے آخر تک افترا ہے ورنہ کجا گیدڑ کہاں بیل کجا شیر۔ ان کا آپس میں کیا جوڑ اور لکلک اور کوے کا کیا مقابلہ اور بات اصل وہی ہے جو ہم نے کہی ہے یعنی یہ کہ قصہ پیمانہ کی مثل غیر مقصود ہے اور حقیقت اس کے اندر مثل دانہ کے مقصود ہے پس عاقل دانہ معنی کو لے لیتا ہیں اور اگر چہ پیمانہ الفاظ بھی اس کے ساتھ منقول ہوتا ہے مگر اس پر نظر نہیں کرتا۔ اور اس کی تحقیق وتفتیش کے در پے نہیں ہوتا۔ خیر یہ قصہ تو ایک درجہ میں احتمال صدق رکھتا بھی ہے لیکن جو قصے ایسے ہیں جن میں صدق کا احتمال ہی نہیں تجھ کو ایسے قصے بھی سننا چاہئیں اور ان سے حقیقت اخذ کرنی چاہیے پس تو بلبل وگل کا قصہ سن اگر چہ وہاں گفتار نہیں اور شمع وپروانہ کا ماجرا سن اور اس سے حقیقت اخذ کرلے گو یہاں گفتار نہیں۔ مگر حقیقت گفتار تو ہے۔ پس تجھے بلند پروازی اختیار کرنی چاہیے اور طالب معنی ہونا چاہیے اور الو کی طرح پستی میں نہ اڑنا چاہیے۔ اور صورت میں نہ الجھنا چاہیے جیسے کسی نے شطرنج میں کہا تھا کہ یہ رخ کا گھر ہے تو دوسرے نے کہا کہ رخ کے پاس گھر کہاں سے آیا۔ کیا اس نے خریدا تھا یا اس کو میراث میں ملا۔ لاحول ولاقوۃ ارے بہت مبارک ہے وہ شخص جو حقیقت کی طرف متوجہ ہو اور صورت کو نظر انداز کر دے۔ ایک حکایت اور یاد آ گئی ایک نحوی نے کہا زید ضرب عمرا۔ سامع نے کہا کہ زید نے عمرو کو بلاوجہ کیوں مارا اور عمرو کا زید نے کیا قصور دیکھا تھا کہ بلا قصور اس کو غلام کی طرح مارا۔ اس نے کہا کہ یہ مثال ہے اور معنی سے اس کو وہی نسبت ہے جو پیمانہ کو دانہ سے پس تم پیمانہ کو چھوڑ دو اور دانہ کو لے لو یعنی معنی اور مقصود مثال سمجھ لو۔ اور غیر مقصود کو چھوڑ دو۔ یہ عمرو زید محض اعراب سمجھانے کے لئے ہیں۔ اگر یہ جھوٹ ہی ہو تو تمہارا کیا نقصان ہے۔ تم اعراب سے کام رکھو کہا میں یہ نہیں جانتا۔ مجھے تو یہ بتلاؤ کہ زید نے عمرو کو کیوں بے قصور اور بلا خطا مارا۔ اس نے مجبور ہو کر ایک بیہودہ بات کر گڑھی اور کہا کہ عمرو نے ایک واؤ زائد چرا لیا تھا۔ زید کو اطلاع ہو گئی اور اپنے چور کو مارا چونکہ اس نے تعدی کی تھی اس لئے اس کی تادیب مناسب ہے۔ تب اس نے کہا کہ اب تم نے ٹھیک کہا ہے اس کو میں دل سے قبول کرتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ کج طبع اور کج فہم لوگوں کو ٹیڑی ہی بات ٹھیک معلوم ہوتی ہے۔ اگر تم کسی احول سے کہو کہ چاند ایک ہے تو کہے گا کہ یار ایک تو نہیں معلوم ہوتا اور اگر کوئی دل لگی میں اس سے کہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

چاند دو ہیں تو اس کو صحیح سمجھے گا واقعی بدخصلت آدمی کی یہی سزا ہے کہ غلطی ہی میں پڑا رہے جھوٹوں ہی کے ساتھ جھوٹ جمع ہوتا ہے۔ چنانچہ الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات قرآن میں روشن ہے۔ پس جو جھوٹ سے مناسبت رکھتا ہے سچی بات کو صحیح نہ سمجھے گا کیونکہ ہر چیز اپنا مناسب ڈھونڈتی ہے۔ چنانچہ فراخ دل لوگوں کا ہاتھ بھی فراخ ہوتا ہے اور اندھوں کے لئے سنگلاخ کی ٹھوکر ہوتی ہے اور جس کے اندر سچائی کے دانت نکلے ہیں یعنی جس کے اندر سچائی ظاہر ہوئی ہے وہ جھوٹ اور خباثت سے بچ گیا۔

نادانوں کا اس قصہ پر اشکال کرنا اور انکا جواب

شرح شبیری

ابلہان الخ۔ یعنی بیوقوف لوگ اس افسانہ کے متعلق کہتے ہیں کہ اس کو کاٹ دو اس لئے کہ جھوٹ ہے اور غلط ہے۔

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ مریم علیہا السلام اپنے وضع حمل کے وقت تو اپنے پرائے سب سے الگ اور دور تھیں۔

مریم الخ۔ یعنی مریم علیہا السلام حمل کے زمانہ میں کسی سے ملی ہی نہیں اور وہ تو شہر کے باہر سے واپس ہی نہیں ہوئیں۔ مطلب یہ ہے کہ مؤرخین لکھتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام کو فوراً حمل رہا اور وہ فوراً ہی جنگل گئیں اور فوراً ان کو وضع حمل ہو گیا تو وہ تو حمل میں کسی کے پاس بیٹھی ہی نہیں بلکہ وہ سیدھی جنگل کو گئیں اور وہاں سے بچہ لئے ہوئے آئیں تو بھلا یحییٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ ان کے پاس ایام حمل میں تھیں کب جو آپس میں حملین نے سجدہ کیا اور اس اعتراض کا لچر ہونا ظاہر ہے ہاں اعتراض وہی پہلا ہے کہ جب مریم علیہا السلام حاملہ ہوئی ہیں تو یحییٰ علیہ السلام پیدا ہو چکے تھے چونکہ یہ لچر اعتراض ہے اس لئے مولانا معترضین کو ابلہ بنا رہے ہیں۔ ورنہ اگر یہ اعتراض سنتے تو شاید ہرگز خفا نہ ہوتے اور معترض کہتا ہے کہ

از برون الخ۔ یعنی بیرون شہر سے وہ شیریں دم جب تک کہ فارغ نہ ہو چکیں شہر کے اندر آئیں ہی نہیں۔

چون بزادش الخ۔ یعنی جب ان کو جن لیا تو اس وقت گود میں ان کو لے کر کنبہ کے پاس تشریف لائیں۔

مادر یحییٰ الخ۔ یعنی یحییٰ علیہ السلام کی والدہ نے ان کو دیکھا ہی کب تا کہ وہ ماجرے کے طور پر اس بات کو بیان کرتیں یہاں تک اعتراض ختم ہوا آگے جواب فرماتے ہیں کہ

ای بداند الخ۔ یعنی اس کو تو وہ جانے کہ جو اہل دل ہو اور آفاق کا غائب اس کے لئے حاضر ہو۔ مطلب یہ کہ جن حضرات کے سامنے حقائق اشیاء منکشف ہیں وہ اس کو سمجھ سکتے ہیں ان کو ہرگز شبہ نہیں ہو سکتا اس لئے یہ بھی تو ممکن ہے کہ

پیش مریم الخ۔ یعنی حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم علیہ السلام کی نظر کے سامنے آ گئی ہوں اور بصر ظاہری سے دور ہوں مطلب یہ کہ یہ ممکن ہے کہ انہوں نے آپس میں بذریعہ اشراق کے گفتگو کر لی ہو اور

www.besturdubooks.wordpress.com

آمنے سامنے آ گئی ہوں اور کشف ہو گیا ہو۔ یہ کیا ہے کہ حسًا ہی سامنے ہوتیں۔ جب ہی سامنے کہا جاتا اور یہ کچھ بعید نہیں ہے اس لئے کہ

دیدہا بستہ الخ۔ یعنی آنکھوں کو بند کئے ہوئے ہی دوست کو دیکھ لیتا ہے جبکہ کوئی کھال کو چھلنی بنا لے۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو اگر کسی کی آنکھوں کے آگے چھلنی لگی ہو تو اس کو ساری چیزیں نظر آتی ہیں باوجودیکہ ایک حائل ظاہراً موجود ہے اسی طرح جو حضرات کہ اہل اللہ ہوتے ہیں ان کی چشم قلب چونکہ روشن ہے تو یہ حجب ظاہری مکانی ان کو ادراک سے مانع اور حائل نہیں ہوتے بلکہ اگر وہ ان چشمان ظاہر کو بند بھی کر لیں تب بھی ان کو ادراک ہوتا ہے تو اسی طرح حضرت مریم علیہا السلام نے ان سے اور انہوں نے ان سے باتیں کی ہوں۔ تو کیا عجب ہے۔ یہ جواب تو بہ اس معترض کے اعتراض کا ہو گیا اور سچ یہ ہے کہ اس اعتراض کا جواب بالکل کافی یہی ہے۔ آگے اس قصہ کو غلط تسلیم کر کے جواب دیتے ہیں اور وہی ایک ایسا جواب ہے کہ جو سارے اعتراضوں کو بند کر دیتا ہے فرماتے ہیں کہ

ور ندیدش الخ۔ یعنی اور اگر انہوں نے ان کو نہ باہر سے دیکھا اور نہ اندر سے تو تو حکایت سے نتیجہ لے لے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے مانا کہ یہ قصہ غلط ہے اور کسی نے کسی کو نہ دیکھا اور نہ کسی سے بات کی مگر تم کو اس سے کیا۔ تم کو چاہیے کہ اس سے جو نتیجہ نکلتا ہے اس کو نکالو۔ اور اس سے معنی اخذ کر کے اس پر عمل کرو۔ یعنی اہل اللہ کا اتباع بعجہ کمال کرو تو اگر ہمارا یہ قصہ غلط ہی ہوا تو کیا ہے اصل مقصود تو یہ نتیجہ ہے اور یہ دوسرے دلائل سے ثابت ہے تو اس کے غلط ہو جانے سے ہمارا مدعا تو ثابت رہا۔ اس میں کیا خرابی آ گئی۔ ایک قصہ نہیں ہے تو نہ سہی اور فرماتے ہیں کہ۔

نے چنان الخ۔ یعنی کیا یہ بات نہیں ہے کہ تم نے بہت سے افسانے سنے ہیں اور شین کی طرح ان کے نقش پر چپک گئے ہو مطلب یہ کہ جس طرح لفظ نقش کے ساتھ شین لگا ہوا ہے کہ جب تک یہ لفظ باقی ہے اس کے ساتھ شین لگا ہوا ہے اسی طرح تم نے بہت سے افسانے سنے ہیں اور ان پر جم گئے ہو اور ان کو بالکل یقین کر لیا ہے تو اگر اس کو بھی مان لو گے تو کیا حرج ہے۔ اور قصے تو ایسے ایسے مشہور ہیں کہ جن پر بہت ہی اعتراض سخت وارد ہوتا ہے جیسے کہ کلیلہ اور دمنہ کا قصہ کہ بالکل خلاف عقل ہے کہ دو جانور اس طرح باتیں کریں اور اگر کریں بھی تو ان کو ہر انسان سمجھ کر ضبط کرے تو سن ایسے قصوں سے مقصود اصل وہ نتیجہ ہوتا ہے جس کو کہ افسانہ گو بعد میں نکالتا ہے لہذا ہمارے اس قصہ سے بھی نتیجہ نکال لو اور اس پر عامل رہو۔ آگے یہی بیان فرماتے ہیں کہ کلیلہ و دمنہ کا قصہ قابل اعتراض ہے مگر اصل مقصود اس سے نتیجہ ہے۔

تا ہمی گفت الخ۔ یعنی یہاں تک لوگ کہتے ہیں کہ اس کلیلہ نے بے زبان دمنہ کی بات بے بیان کئے ہوئے کس طرح سن لی۔

ور بدانستند الخ۔ یعنی اور اگر انہوں نے ایک دوسرے کی آواز سمجھ بھی لی مگر اس افسانہ گو نے بے نطق کے ان کی بات کو کس طرح سمجھ لیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

درمیان الخ۔ یعنی پھر شیر اور گائے کے درمیان وہ دمنہ رسول کس طرح بنا اور دونوں پر کس طرح افسوں پڑھ دیا اس لئے کہ ان کی تو سب کی زبانیں اور آوازیں مختلف تھیں اگر آپس میں دمنہ اور کلیلہ نے بھی باتیں سن لیں مگر ان سب میں آپس میں گفتگو کس طرح ہوئی۔

چون وزیر الخ۔ یعنی شیر کا وزیر بیل کس طرح ہوگیا اور چاند کے عکس سے ہاتھی کس طرح ڈر گیا۔

این کلیله الخ۔ یعنی یہ کلیلہ اور دمنہ سب غلط ہے ورنہ کوے کے ساتھ لکلک کا کیا مقابلہ ہے مطلب یہ کہ کوئی معترض اس قصہ کلیلہ ودمنہ کو غلط کہے اور یہ کہے کہ بھلا آپس میں کوئی مناسبت بھی تو ہو کہاں گیدڑ اور کہاں شیر اور کہاں بیل اور ہاتھی تو یہی کہا جاتا ہے کہ میاں اس سے مقصود وہ نتیجہ ہے تو اسی طرح ہمارا قصہ اگر غلط ہی ہو تو کیا ہے مقصود اس سے نتیجہ ہے اس کو نکال لو اور اس پر عامل ہو فرماتے ہیں کہ

اے برادر الخ۔ یعنی ارے بھائی قصہ تو پیمانہ کی طرح ہے اور اس کے اندر معنی دانہ کی طرح ہیں۔

دانہ ومعنی الخ۔ یعنی عاقل تو دانہ اور معنی کو لیتا ہے اور اگر پیمانہ منتقل بھی ہو جائے تو وہ اس کو نہیں دیکھتا۔ مطلب یہ کہ اگر کسی پیمانہ میں دانہ بھرے رکھے ہیں اور وہ پیمانہ کہیں ایک طرف ہٹ گیا مگر دانے اسی طرح رکھے رہے تو جو عاقل ہے وہ اس پیمانہ کو ہرگز نہ پکڑے گا اور اس کے درپے نہ ہوگا بلکہ جب اس کو دانہ حاصل ہے تو اس کو کسی شے کی ضرورت نہیں تو اسی طرح قصہ میں جو بات قابل قبول ہے مرد عاقل تو اس کو لے گا تو اگر وہ قصہ غلط بھی ہو جائے مگر وہ امر ثابت رہے تو وہ قصہ کے درپے نہ ہوگا بلکہ وہ اس نتیجہ پر قائم رہے گا اس لئے کہ وہی اصل ہے۔

گل اور بلبل اور پروانہ وغیرہ کی حالت کے بیان میں

ماجرائے الخ۔ یعنی بلبل اور گل کے ماجرے کو سنو اگرچہ کوئی بات اس جگہ ظاہر نہیں ہے مطلب یہ کہ دیکھو بلبل کو گل کا عاشق بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بلبل گل کی بے وفائیوں کی شکایت کرتی ہے اور اپنی حالت کو رو رو کر سناتی ہے مگر کوئی کہہ دے کہ کس نے سنا ہو کہ وہ رو رہی ہو اور بیان کر رہی ہو بس معلوم ہوا کہ ایسی باتوں کے غلط ہونے سے اصل مقصود غلط نہیں ہوا کرتا۔ یعنی اس کے رونے کے نہ دیکھنے سے یہ کب لازم آیا کہ اس کو محبت گل بھی نہیں ہے آگے اور اسی کی مثال دیتے ہیں

ماجرائے الخ۔ یعنی شمع کا پروانہ کے ساتھ ماجرا سنو اور افسانہ سے معنی کو حاصل کرو۔

گرچه گفتی الخ۔ یعنی اگرچہ کوئی آواز نہیں ہے مگر بات کے اسرار ہیں ارے عروج کر چغد کی طرح پستی میں نزول مت کر مطلب یہ کہ دیکھو شمع وپروانہ کو آپس میں عاشق کہتے ہیں مگر بظاہر کوئی عشق کی علامت نہیں ہے تو اس سے تم نتیجہ حاصل کرو اور علوم ومعارف حاصل کرو پستی میں مت رہو اسی کی اور مثال ہے کہ

گفت در الخ۔ یعنی کسی شطرنجی نے شطرنج میں کہا کہ یہ رخ کا خانہ ہے تو دوسرے نے کہا کہ بھلا اس کو یہ گھر

کہاں سے حاصل ہوا۔

خانہ راالخ۔ یعنی اس نے گھر کو خرید اہے یا میراث میں پایا ہے تو خوش نصیب وہ ہے جو کہ معنی کی طرف دوڑا مطلب یہ ہوا کہ اگر کوئی رخ کے خانہ کو کہنے لگے کہ بھلا جناب اس کو کہاں سے حاصل ہوا اس نے یہ گھر کیا میراث میں پایا تھا۔ یا کیا تو اس معترض کو بیوقوف ہی کہا جائے گا اور اس کے اس اعتراض سے اس رخ کے خانہ ہونے میں کوئی خرابی بھی واقع نہ ہو گی۔ اسی طرح اگر یہ قصہ غلط ہی ہو گیا تو کیا ہوا اصل مقصود میں کیا کھنڈت واقع ہوئی پھر اس کو اور کھرل کرتے ہیں کہ

گفت الخ۔ یعنی کسی نحوی نے کہا کہ قد ضرب زید عمرا تو دوسرا بولا کہ بھلا بے خطا اس کو کیوں مارا۔

عمر ورا الخ۔ یعنی عمرو کی کیا خطا تھی جو اس زید خام خیال نے اس کو غلام کی طرح بے گناہ مارا۔

گفت الخ۔ یعنی اس نحوی نے کہا کہ الفاظ تو معنی کے پیمانے ہوتے ہیں تم اس کے گندم کو لے لو کہ پیمانہ تو رد ہے۔

عمر و زید الخ۔ یعنی عمرو اور زید تو اعراب کے اور بنا کے واسطے ہیں تو اگر یہ غلط بھی ہے تم اس کے اعراب کے ساتھ موافقت کرو یعنی اس نحوی نے کہا کہ میاں یہ تو اس لئے ہے کہ اس سے فاعل اور مفعول کا اعراب معلوم ہو جائے تو اگر یہ غلط بھی ہو تو کیا ہے تم تو اس سے اعراب کو پہچان لو کہ وہی مقصود اصلی ہے۔

گفت الخ۔ یعنی وہ شخص بولا کہ میں بغیر اس کے سمجھوں گا نہیں کہ عمرو کو زید نے بے گناہ اور بے خطا کس طرح مارا۔ یعنی جب نحوی نے وہ جواب دیا کہ مقصود کو حاصل کر لو تو یہ صاحب بولے کہ نہ صاحب میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ بھلا عمرو کو زید نے بے خطا کیوں مارا اگر یہ سمجھ میں نہ آیا تو میں پڑھتا بھی نہیں۔ جب استاد نے دیکھا تو اس نے ایک بات نکالی۔

گفت الخ۔ یعنی نحوی نے آخر ایک مسخرگی کھولی اور کہا کہ عمرو نے ایک واؤ زیادہ چرائی تھی۔

زید واقف الخ۔ یعنی زید واقف ہو گیا اور اس کے چور کو اس نے مارا اس لئے کہ جب حد سے کوئی گزر گیا تو اس کو حد لگانا ہی لائق ہے مطلب یہ کہ اصل میں عمرو سے ایک واؤ جو اس کے ساتھ لکھی جاتی ہے زیادہ چرائی تھی زید کو خبر ہوئی تو اس نے اس سے مانگی مگر اس نے کہیں چھپادی لہٰذا زید نے اس کو پیٹا یہ جواب جیسا نور بھرا ہے سب کو معلوم۔ کیا ضرب زید عمرا سے یہی مقصود ہے۔ مگر چونکہ کج فہم تھا اس لئے اس کو قبول کیا اور بہت خوش ہوا کہ ہاں آخر یہ بات نکلی نہ۔ تو مولانا آگے فرماتے ہیں کہ جو کج ہوتے ہیں وہ کج ہی بات کو قبول کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ

باطلوں کا باطل ہی بات کو قبول کرنا

گفت الخ۔ یعنی اس معترض نے کہا کہ ہاں اب ٹھیک ہے میں نے دل و جان سے قبول کیا (مولانا فرماتے ہیں کہ) ٹیڑھے کو سیدھی بات ٹیڑھی نظر آیا کرتی ہے (اور ٹیڑھی درست) آگے اس کی ایک مثال ہے کہ

گر بگوئی الخ۔ اگر کسی بھینگے سے کہو کہ چاند ایک ہے تو وہ تم سے کہے گا کہ بھائی ایک ہونے میں تو شبہ ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

دربد وخندو الخ۔ یعنی اور اگر کوئی اس سے مذاق کرے اور کہہ دے کہ ہاں وہی ہیں تو اب ٹھیک سمجھے گا اور بدخوکی یہی سزا ہے کہ اس کو دھوکا میں رکھا جائے جیسا کہ حضرت حافظ فرماتے ہیں۔ بامدعی مگوئید اسرار عشق و مستی + بگذار تا بہ میرد در رنج خود پرستی + آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

بردروغان الخ۔ یعنی جھوٹوں پر تو جھوٹ ہی جمع ہوتا ہے (اور اس مضمون کو) الخبیثات للخبیثون نے فروغ دے دیا ہے

ہر کہ او الخ۔ یعنی ارے صاحبزادے جو شخص کہ جھوٹ کی جنس سے ہوتا ہے اس کے سامنے سچ معتبر نہیں ہوا کرتا۔ اس لئے کہ وہ اس کے مناسب ہوتا ہی نہیں اور جو شے کہ آپس میں مناسب ہوتی ہے وہی ملا کرتی ہیں اور ایک دوسرے کے پاس آتی ہیں ورنہ ایک دوسرے سے الگ رہتی ہیں آگے متناسبین کے جمع ہونے کی نظائر بیان فرماتے ہیں کہ

دل فراخان الخ۔ یعنی دل فراخ لوگوں کا ہاتھ تو فراخ ہوتا ہے اور اندھوں کو سنگلاخ زمین کی ٹھوکریں۔ اسی طرح جھوٹوں کو جھوٹ سے اور سچے کو سچوں سے مناسبت ہوتی ہے آگے فرماتے ہیں کہ

ہر کرا الخ۔ جس کے دانت کہ سچائی سے بجے ہیں وہ جھوٹ اور خباثت سے چھوٹ گیا اور جو کہ ایسا نہیں ہے اس کو کذب ہی سے رغبت ہوتی ہے تو اسی طرح جو لوگ کہ ظاہر میں ہوتے ہیں ان کو صرف الفاظ ہی سے رغبت ہوتی ہے وہ معانی کی طرف التفات ہی نہیں کرتے جیسا کہ اوپر گزرا کہ حکایت عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام سے جو مقصود تھا اس کو تو سمجھا نہیں صرف الفاظ کو دیکھ کر بول اٹھے کہ ارے یہ تو غلط ہے پس جو الفاظ میں رہتا ہے وہ ہمیشہ سرگرداں رہتا ہے اور مقصود کبھی حاصل نہیں ہوتا جیسا کہ ایک اور حکایت سے معلوم ہوتا ہے آگے اس حکایت کو بیان فرماتے ہیں کہ

جستن آں درخت کہ ہر کہ میوۂ آں خورد ہرگز نمیرد

اس درخت کی تلاش کرنا کہ جو بھی اس کا میوہ کھالے گا کبھی نہیں مرے گا

گفت دانائے برائے داستاں	کہ درختے ہست در ہندوستاں
ایک عقلمند نے داستان کے طور پر کہا	کہ ہندوستان میں ایک ایسا درخت ہے
ہر کسے کز میوۂ او خورد و برد	نے شود او پیر و نے ہرگز بمرد
کہ جس کسی نے اس کا میوہ کھا لیا اور حاصل کر لیا	نہ وہ بوڑھا ہوا اور نہ وہ کبھی مرا
بادشاہے ایں شنید از صادقے	بر درخت و میوہ اش شد عاشقے
ایک بادشاہ نے ایک سچے آدمی سے یہ سن لیا	درخت اور اس کے میوے کا عاشق ہو گیا
قاصد دانا ز دیوان ادب	سوئے ہندوستاں رواں کرد از طلب
ادب کے دفتر میں سے ایک عقلمند قاصد	تلاش کے لئے ہندوستان روانہ کیا

www.besturdubooks.wordpress.com

سالہا می گشت آں قاصد ازو	گرد ہندستاں برائے جستجو
اس کا وہ قاصد سالوں گھومتا پھرا	تلاش کے لئے ہندوستان کے چاروں طرف
شہر شہر از بہر ایں مطلوب گشت	نے جزیرہ ماند نے کوہ و نہ دشت
اس مقصد کے لئے شہر شہر گھوما	نہ کوئی جزیرہ بچا نہ پہاڑ نہ جنگل
ہر کرا پرسید کردش ریشخند	کایں نجوید جز مگر مجنون بند
اس نے جس سے پوچھا اس نے اس کی مذاق اڑائی	کہ یہ (درخت) پاگل خانہ کے لائق مجنوں کے سوا کوئی تلاش نہ کریگا
بس کساں صفعش زدند اندر مزاح	بس کساں گفتند کاے صاحب فلاح
بہت سوں نے مذاق میں اس کے چانٹے اڑائے	بہت سوں نے کہا اے نیک بخت!
جستجوی چوں تو زیرک سینہ صاف	کے تہی ماند کجا باشد گزاف
تجھ جیسے صاف دل ذہن کی تلاش	کب خالی جائے گی؟ کہاں بیکار ہو گی؟
ویں مراعاتش یکے صفع دگر	ویں ز صفع آشکارا سخت تر
اس کے ساتھ یہ ہمدردی ایک دوسرا چپت تھی	یہ چپت (اس) کھلے ہوئے چپت سے زیادہ سخت تھا
مس ستودندش تسخر کاے بزرگ	در فلاں اقلیم بس ہول و سترگ
مذاق میں اس کی تعریف کرتے کہ اے بزرگ!	فلاں علاقہ میں بہت ہولناک اور عظیم الشان
در فلاں بیشہ درختے ہست سبز	بس بلند و پہن و ہر شاخیش گبز
فلاں جنگل میں ایک ہرا درخت ہے	جو بہت اونچا اور گھنا ہے اور اس کی ہر شاخ موٹی ہے
قاصد شہ بستہ در جستن کمر	می شنید از ہر کسے نوع دگر
بادشاہ کا قاصد جستجو میں کمر بستہ تھا	(لیکن) ہر ایک سے ایک نئی بات سنتا تھا
بس سیاحت کرد آنجا سالہا	می فرستادش شہنشہ مالہا
وہ وہاں سالوں سفر کرتا رہا	بادشاہ اس کو بہت مال بھیجتا رہا
چوں بسے دید اندراں غربت تعب	عاجز آمد آخر الامر از طلب
جب اس نے مسافرت میں بہت مشقتیں دیکھیں	انجام کار تلاش کرنے سے عاجز آ گیا
ہیچ از مقصود اثر پیدا نشد	زاں غرض غیر خبر پیدا نشد
مقصود کا کوئی نشان نہ ظاہر ہوا	اس مقصد کا سوائے باتوں کے کچھ پتہ نہ چلا

www.besturdubooks.wordpress.com

رشتۂ امید او بگسستہ شد	جست او عاقبت نا جستہ شد
اس کی امید کا سلسلہ ٹوٹ گیا	انجام کار اس کا (قابل) جستجو (ناقابل) جستجو ہوگیا
کرد عزم بازگشتن سوئے شاہ	اشک می بارید و می برید راہ
اس نے بادشاہ کی جانب واپسی کا پختہ ارادہ کر لیا	آنسو بہاتا تھا اور راستہ طے کرتا تھا

شرح کردن شیخ سر آں درخت را با آں طالب مقلد

اس مقلد طلبگار کے لئے شیخ کا اس درخت کے راز کی تشریح کرنا

بود شیخے عالمے قطبے کریم	اندراں منزل کہ آئس شد ندیم
ایک شیخ عالم، قطب، شریف (رہتا) تھا	اس پڑاؤ پر جہاں مایوس ہم مجلس ہوا
گفت من نومید پیش او روم	ز آستان او براہ اندر شوم
بولا میں مایوس اس کے سامنے جاؤں	(شاید) اس کے آستانہ سے راستہ چلنے لگوں
تا دعائے او بود ہمراہ من	چونکہ نومیدم من از دلخواہ من
تاکہ اس کی دعا میرا ساتھی بنے	چونکہ میں مقصود سے مایوس ہوگیا ہوں
رفت پیش شیخ با چشم پر آب	اشک می بارید مانند سحاب
آنسو بھری آنکھوں سے شیخ کے سامنے گیا	ابر کی طرح آنسو برساتا تھا
گفت شیخا وقت رحمت رافت ست	ناامیدم وقت لطف ایں ساعت ست
کہا اے شیخ! رحم و مہربانی کا وقت ہے	میں مایوس ہوں مہربانی کا یہ وقت ہے
گفت واگو کز چہ نومیدیستت	چیست مطلوب تو رو با کیستت
(شیخ نے) کہا صاف بتا تیری ناامیدی کس چیز سے ہے؟	تیرا مقصود کیا ہے؟ کس کی طرف متوجہ ہے؟
گفت شاہنشاہ کردم اختیار	از برائے جستن یک شاخسار
اس نے کہا بادشاہ نے مجھے چنا	ایک درخت کی تلاش کے لئے
کہ درختے ہست نادر در جہات	میوۂ او مایۂ آب حیات
کہ اطراف میں ایک ایسا درخت ہے	جس کا پھل آب حیات کا سرمایہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

سالہا جستم ندیدم زو نشاں — جز کہ طنز و تسخر ایں سرخوشاں

میں نے سالوں تلاش کیا' اس کا نشان نہ دیکھا — سوائے ان مستوں کے طنز اور مذاق کے

شیخ خندید و بگفتش اے سلیم — ایں درخت علم باشد در علیم

شیخ ہنسا اور اس سے کہا اے بھولے! — یہ درخت علم کا ہے عالم کے اندر

بس بلند و بس شگرف و بس بسیط — آب حیوانے ز دریائے محیط

جو بہت بلند اور بہت عجیب اور بہت پھیلا ہوا ہے — محیط سمندر کا آب حیات ہے

تو بصورت رفتہ اے بے خبر — زاں ز شاخ معنئی بے بار و بر

اے غافل! تو صورت کے پیچھے چل پڑا — اسی لئے (تو) معنی کی شاخ سے بے میوہ اور پھل کے ہے

گہ درختش نام شد گہ آفتاب — گاہ بحرش نام گشت و گہ سحاب

کبھی اس کا نام درخت بنا کبھی سورج — کبھی اس کا نام سمندر ہوا اور کبھی ابر

آں یکے کش صد ہزار آثار خاست — کمتریں آثار او عمر بقاست

وہ ایک ایسا (عمل) ہے جس سے لاکھوں نتیجے پیدا ہوئے — اس کا کم درجہ کا نتیجہ ابدی زندگی ہے

گرچہ فرد ست او اثر دارد ہزار — آں یکے را نام شاید بے شمار

اگرچہ وہ ایک ہے ہزاروں نتیجے رکھتا ہے — اس ایک کے بے شمار نام مناسب ہیں

آں یکے شخصے ترا باشد پدر — در حق شخصے دگر باشد پسر

وہ ایک شخص جو تیرا باپ ہے — دوسرے شخص کے اعتبار سے وہ بیٹا ہے

در حق دیگر بود قہر و عدو — در حق دیگر بود لطف و نکو

ایک کے حق میں وہ ظلم اور دشمنی ہے — دوسرے کے حق میں وہ مہربانی اور بھلائی ہے

در حق دیگر بود اوعم و خال — در حق دیگر بود ہیچ و خیال

ایک کے حق میں وہ چچا اور ماموں ہے — دوسرے کے حق میں وہ ناچیز اور خیال ہے

صد ہزاراں نام و او یک آدمی — صاحب ہر وصفش از وصفے عمی

وہ ایک شخص ہے اور لاکھوں نام ہیں — اس کا ہر ایک وصف جاننے والا (دوسرے) وصف سے بے خبر ہے

ہر کہ جوید نام گر صاحب ثقہ است — ہمچو تو نومید و اندر تفرقہ است

جو نام کا جویاں ہو اگرچہ بھروسے کا ہو — تیری طرح ناامید اور پریشانی میں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تو چہ بر چسپی بریں نام درخت	تا بمانی تلخ کام و شور بخت
تو اس درخت کے نام پر کیوں چپکا ہے	خبردار! تو ناکام اور بدنصیب رہے گا
صورت ظاہر چہ جوئی اے جواں	رو معانی را طلب اے پہلواں
اے جوان! تو ظاہری صورت کو کیا تلاش کرتا ہے؟	اے بہادر! جا معانی کو طلب کر
صورت ظاہر بود چوں قشر و پوست	معنیٰ اندروے چو مغز اے یار و دوست
ظاہری صورت چھلکے اور پوست کی طرح ہے	اے یار اور دوست! اس میں معنیٰ گودے کی طرح ہے
درگزر از نام و بنگر در صفات	تا صفاتت رہ نماید سوئے ذات
نام سے ترقی کر اور صفات کو دیکھ	تاکہ صفات ذات تک تیری رہنمائی کریں
گم شوی در ذات و آسائی زخود	چشم تو یکرنگ بیند نیک و بد
(پھر) تو ذات میں گم ہو جائے گا اور خودی سے نجات پالیگا	تیری آنکھ اچھے برے کو یکساں دیکھے گی
اختلاف خلق از نام او فتاد	چوں بمعنیٰ رفت آرام او فتاد
مخلوق میں نام سے جھگڑا پڑا	وہ جب معنیٰ کی طرف گئی راحت مل گئی
اندریں معنیٰ مثال خوش شنو	تا نمانی تو اسامی را گرو
معنیٰ کے سلسلہ میں ایک اچھی مثال سن لے	تاکہ تو ناموں کا پابند نہ رہے

شرح حبیبی

کسی دانا نے قصہ کے طور پر کہا کہ ہندوستان میں ایک درخت ہے جو شخص اس کا میوہ کھالیتا ہے نہ تو وہ مرتا ہے اور نہ بوڑھا ہوتا ہے ایک بادشاہ نے ایک سچے شخص کی زبان یہ بات سنی تو اس درخت اور پھل پر عاشق ہو گیا۔ اپنے دیوان ادب سے ایک قاصد اس کی تلاش کے لئے روانہ کیا وہ قاصد اس کی جستجو میں برسوں گھومتا رہا۔ ہر ہر شہر میں اس کی تلاش میں گیا نہ کوئی جزیرہ بچا نہ کوئی پہاڑ نہ کوئی جنگل جس سے پوچھتا تھا وہی اس پر ہنستا تھا کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ اس درخت کو وہی تلاش کر سکتا ہے جو مجنوں اور لائق قید ہو بہت سے لوگ مذاق میں اس کے چپت لگائے تھے بہت سے لوگ استہزاء کہتے تھے کہ اے کامیاب یہ لوگ تو بے ہودہ ہیں جو تجھ پر ہنستے ہیں بھلا تجھ سے دانا اور روشن ضمیر کی جستجو کہیں خالی جا سکتی ہے اور لغو ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں پس تجھ سے شخص کی طلب ہی دلیل ہے اس کے وجود کی اور علامت ہے اس کے ملنے کی۔ یہ خاطرداری اس کے لئے ایک اور چپت ہوتی تھی جو اس محسوس

www.besturdubooks.wordpress.com

چپت سے سخت ہوتی تھی لان جراحات اسنان لہا التیام ولایلتام ماجرح اللسان۔ کبھی لوگ مسخرہ پن سے بیان کرتے تھے کہ جناب وہ عظیم الشان درخت فلاں جگہ ہے اور فلاں جنگل میں ایک سرسبز درخت ہے جو بہت اونچا اور بڑا ہیبت ناک ہے اور جس کے ڈالے بہت موٹے موٹے ہیں (وہ تمہارا مطلوب ہے) یہ سن کر قاصد اس کو تلاش کرنے پر آمادہ ہوتا تھا اور جب وہاں اس کو نہ پاتا تھا اوروں سے دریافت کرتا تھا تو وہ اور کچھ پتے بتاتا تھا۔ غرض ہر ایک اس کی علیحدہ علیحدہ نشانیاں بیان کرتا تھا۔ القصہ اس نے وہاں بہت برسوں تک سیاحی کی اور بادشاہ بہت کچھ مال اس کے پاس بھیجتا رہا مگر جبکہ اس سفر میں اس نے بہت کچھ تکلیفیں اٹھائیں گو بالآخر طلب سے عاجز ہو گیا کیونکہ مقصود کا کچھ بھی پتہ نہ لگا اور سوائے خبر کے اور کچھ بھی معلوم نہ ہوا اس کی امید کا رشتہ ٹوٹ گیا اور اس کا کیا دھرا سب برباد ہو گیا۔ تب اس نے بادشاہ کے حضور میں واپسی کا ارادہ کیا۔ وہ اپنی ناکامی پر روتا جاتا تھا اور راستہ قطع کرتا جاتا تھا۔ جس منزل کا وہ ناامید شخص ندیم ہوا تھا یعنی جس منزل کو وہ طے کر رہا تھا اتفاقاً وہاں ایک شیخ اور عالم اور قطب کریم رہتے تھے اس نے کہا کہ میں ناامید ہو کر اب ان بزرگ کے پاس جاتا ہوں اور ان کے آستانہ سے ہو کر پھر کہیں جاؤنگا تا کہ ان کی دعا بھی میرے شامل حال ہو کیونکہ مطلوب سے تو میں ناامید ہی ہو چکا ہوں۔ یہ سوچ کر وہ روتا ہوا شیخ کے پاس گیا اس کے رونے کی یہ حالت تھی جیسے مینہ برس رہا ہو اور وہاں جا کر عرض کیا کہ حضور یہ رحم اور مہربانی کا وقت ہے چونکہ میں ناامید ہوں۔ اس لئے مہربانی کا یہی وقت ہے ارشاد ہوا کہ بیان کرو۔ تمہیں کس بات سے ناامیدی ہے تمہارا مطلوب کیا ہے اور کس کی طرف تمہاری توجہ ہے اس نے کہا حضور بادشاہ نے مجھے ایک درخت کے تلاش کرنے کے لئے منتخب کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ اطراف ہند میں ایک عجیب درخت ہے جس کا پھل مادۂ آب حیات ہے۔ میں نے برسوں ڈھونڈا مگر مجھے اس کا پتہ نہیں چلا اور کچھ بھی مجھے نہ ملا۔ بجز ان اوباشوں کے طنز اور تمسخر کے۔ شیخ ہنسے اور فرمایا کہ ارے بھولے آدمی وہ درخت کوئی حقیقی درخت نہیں ہے بلکہ وہ درخت علم ہے۔ یہ درخت نہایت بلند اور بہت پھیلا ہوا اور بہت عجیب ہے۔ یہ دریائے محیط (حق سبحانہ) سے نکلا ہوا آب حیات ہے چونکہ تم صورت کی طرف چل دیئے اور اس سے تم نے درخت صوری سمجھا اس لئے تم شاخ معنی سے بے یار و برہے اور معنی سے تم منتفع نہ ہو سکے تم چونکہ صورت کی طرف چل دیئے راہ راست سے بھٹک گئے اس لئے تم کو مطلوب نہ ملا۔ کیونکہ معنی کو تو چھوڑ ہی دیا جس سے مطلوب کا سراغ لگتا پھر مطلوب کیونکر ملے۔ بات یہ ہے کہ علم ایک شے ہے اس کے مختلف جہات سے مختلف نام ہیں کبھی اس کو درخت کہتے ہیں کیونکہ لوگ اس کے ثمرات سے منتفع ہوتے ہیں کبھی اس کو آفتاب کہتے ہیں اس لئے کہ نور معنوی عطا کرتا ہے اور کبھی سمندر کیونکہ اس کی کوئی حد و نہایت نہیں۔ کبھی سحاب کہ اس سے آدمی کو حیات حاصل ہوتی ہے غرض وہ ایک شے ہے جس سے لاکھوں آثار پیدا ہوتے ہیں اور بہت کم درجہ کا اثر اس کا یہ ہے کہ اس سے عمر ابد حاصل ہوتی ہے۔ ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق الخ۔ وہ گو ایک شے ہے مگر آثار اس کے ہزاروں ہیں۔ اس لئے اس ایک شے کے نام بھی ہزاروں ہیں اور اس کثرت اسماء اور کم علمی کے سبب اختلاف واقع ہوتا ہے اور طالب

www.besturdubooks.wordpress.com

کے لئے ناکامی اور محرومی رونما ہوتی ہے۔ اختلاف تو اس لئے ہوتا ہے کہ کوئی ایک اسم کو ایک شے کے لئے ثابت کرتا ہے دوسرا اس سے اس کی نفی کرتا ہے اور محرومی اس لئے کہ جب وہ اس اختلاف کو دیکھے گا تو مبہوت ہو جائے گا نیز اگر تمام مسئولین اس اسم سے ناواقف ہیں تو کوئی بھی پتہ نہ بتا سکے گا مثلاً فرض کرو کہ ایک شخص ہے کہ وہ تمہارا باپ ہے اور دوسرے کا بیٹا۔ ایک کے لئے غضب اور دشمن ہے دوسرے کے لئے لطف۔ ایک شخص کا چچا ہے دوسرے کا ماموں اور ایک شخص کے لئے کچھ بھی نہیں بلکہ اس کے لئے محض وہم وخیال ہے غرض وہ ایک شخص ہے اس کے ہزاروں نام ہیں۔ اب فرض کرو کہ اس کے تمام ناموں کو کوئی نہیں جانتا بلکہ ہر شخص صرف اس وصف کو جانتا ہے جس کا اس سے تعلق ہے باپ صرف یہ جانتا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ بیٹا صرف یہ جانتا ہے کہ میرا باپ ہے۔ علی ہذا القیاس۔ پس اگر کوئی شخص اس کو ایک نام سے تلاش کرے تو وہ لامحالہ تفرقہ میں پڑے گا اور محروم ہوگا کیونکہ اگر وہ یہ دریافت کرے کہ فلاں کا بیٹا کہاں ہے تو دو صورتیں ہوں گی یا تو مسئولین میں سے کوئی اس کو اس پتہ سے جانتا ہے یا نہیں۔ بصورت ثانیہ محرومی ظاہر ہے اور بصورت اولیٰ اختلاف ہوگا۔ ایک کہے گا میرا بیٹا فلاں ہے دوسرا کہے گا وہ اس کا بیٹا نہیں میرا باپ ہے۔ تیسرا کہے گا اس کا باپ نہیں میرا چچا ہے علی ہذا القیاس اس صورت میں سائل مبہوت رہ جائے گا اور محروم رہے گا۔ پس تو اسم درخت میں کیا الجھتا ہے اس کا انجام تیری تلخ کلامی اور شور بختی ہے اور تو صورت ظاہر کو کیا تلاش کرتا ہے جا حقائق طلب کر۔ صورت اور ہیئت نہایت حقیر شے ہے اور چھلکے کی طرح غیر مقصود مغز اور مقصود تو معنی ہیں لہٰذا معنی کو طلب کرنا چاہیے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ تجھے معلوم ہو گیا کہ اسماء معنی کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتے ہیں اور وہ مطلوب نہیں ہیں پس تو اسماء ہی میں مت الجھا رہ بلکہ اسماء سے صفات کی طرف ترقی کر کہ وہ اسماء کے مقابلہ میں معانی ہیں تا کہ صفات تجھے ذات کی طرف رہنمائی کریں جو صفات کے مقابلہ میں معنی ہے۔ جب تو مشاہدۂ ذات میں محو ہو جائے گا اس وقت خودی سے چھوٹ جائے گا اور تیری نظر میں نیک و بد سب ایک رنگ دکھائی دیں گے یعنی بعض حیثیات سے اور وہ حیثیت مظہریت الٰہیہ ہے۔ دیکھو یہ جو مخلوق میں اختلاف واقع ہے یہ سب نام ہی کے باعث ہے اور جب کوئی شخص حقیقت تک پہنچ جاتا ہے بس سکون ہو جاتا ہے اس کے متعلق ہم ایک نہایت عمدہ مثال بیان کرتے ہیں تا کہ تو اس سے عبرت حاصل کر کے محض ناموں ہی کا پابند نہ ہو۔

ایک شخص کا اس درخت کو تلاش کرنا کہ جو کوئی اس کو کھالے وہ کبھی مرے نہیں

شرح شبیری

گفت دانائے الخ۔ یعنی ایک شخص نے حکایت کے طور پر یہ کہا کہ ایک درخت ہندوستان میں ایسا ہے کہ ہر کسے الخ۔ یعنی جس کسی نے اس میں سے کھالیا وہ نہ تو بوڑھا ہوا اور نہ کبھی مرا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پادشاہ الخ۔ یعنی ایک بادشاہ نے ایک سچے آدمی سے اس کو سن لیا تو اس درخت اور اس میوہ پر عاشق ہو گیا۔
قاصد دانا الخ۔ یعنی مجلس ادب میں سے ایک قاصد دانا کو ہندوستان کی طرف تلاش کرنے کو روانہ کیا۔
سالہا میگشت الخ۔ یعنی اس بادشاہ کا قاصد برسوں تک جستجو کے لئے ہندوستان کے گرد پھرتا رہا۔
شہر شہر الخ۔ یعنی اس مطلوب کے لئے شہر شہر میں پھرا نہ کوئی جزیرہ باقی رہا نہ پہاڑ نہ جنگل (سب جگہ تلاش کیا)
ہر کرا پرسید الخ۔ یعنی جس سے یہ پوچھتا وہ اس کا مذاق اڑاتا کہ اس کو تو سوائے مجنوں لائق بند کے اور کوئی تلاش نہ کرے گا۔ مطلب یہ کہ لوگ کہتے تھے کہ بھلا اس کا تلاش کرنا تو بالکل بیوقوفی ہے۔
بس کسان الخ۔ یعنی بہت سے لوگ تو مذاق میں اس کے چپت مارتے اور بہت سے لوگ (مذاق سے) کہتے کہ اجی حضرت
جستجوئے چو تو الخ۔ یعنی آپ جیسے دانا اور سینہ صفا کی تلاش کب خالی جا سکتی ہے اور کب بے ہودہ ہو سکتی ہے جناب کو ضرور گوہر مقصود ہاتھ آئے گا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ
وین مراعاتش الخ۔ یعنی اور یہ ان کی مراعات کرنا ایک دوسرا چپت تھا اور یہ اس ظاہری چپت سے بھی زیادہ سخت تھا اس لئے کہ ۔ جراحاۃ السنان لہا التیام + ولا یلتام ماجرح اللسان۔
می ستودند الخ۔ یعنی مسخرہ پن سے اس کی تعریف کرتے تھے کہ حضرت فلاں جگہ ایک بہت بڑا درخت تھا۔
در فلان الخ۔ یعنی فلاں جنگل میں ایک درخت سرسبز ہے بہت ہی بلند ہے اور خوفناک ہے اور اس کی ہر شاخ بڑی موٹی ہے لہذا ضرور ہے کہ جناب جس کو تلاش کر رہے ہیں وہی ہوگا غرض کہ اس کو خوب مسخرہ بنا رکھا تھا اور اس کی یہ حالت تھی کہ
قاصد شاہ الخ۔ یعنی قاصد شاہ تلاش کرنے میں کمر بستہ تھا اور ہر شخص سے ایک نئی بات سن رہا تھا۔
بس سیاحت الخ۔ یعنی اس جگہ اس نے سالہا سال تک سیاحت کی اور بادشاہ (سفر خرچ کے لئے) مال روانہ کرتا تھا۔
چون بسے دید الخ۔ یعنی جب اس سفر میں بہت تعب دیکھا تو آخر کار تلاش سے عاجز رہ گیا۔
ہیچ الخ۔ یعنی مقصود کا کوئی اثر ظاہر نہ ہوا اور اس مقصود سے سوائے خبر کے اور کچھ حاصل نہ ہوا۔ پس اتنی خبر تو تھی کہ ہے مگر یہ کہ کہاں ہے اس ہی کا پتہ نہ چلا۔
رشتۂ امید الخ۔ یعنی اس کی امید کا تاگا ٹوٹ گیا اور اس کا تلاش کیا ہوا آخر کار بے تلاش کیا ہوا ہو گیا۔ مطلب یہ کہ جب بہت تلاش کیا اور نہ ملا تو نا امید ہو گیا اور باوجود اس قدر تلاش کے ایسا ہو گیا کہ گویا کہ تلاش ہی نہیں کیا۔
کرد عزم الخ۔ یعنی اس نے بادشاہ کے حضور میں واپسی کا قصد کر لیا اور روتا جاتا تھا اور چلتا جاتا تھا یعنی اپنی ناکامی پر افسوس کر رہا تھا اور بادشاہ کے پاس واپس جا رہا تھا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ایک بزرگ کا اس شخص کو اس درخت کا پتہ بتلانا

بود شیخے الخ۔ یعنی ایک بزرگ عالم قطب کریم بھی اس منزل میں تھے جہاں کہ وہ ندیم شاہ ناامید ہو کر جا رہا تھا۔

گفت الخ۔ یعنی اس نے سوچا کہ میں ناامید ہو کر ان کی خدمت میں حاضر ہوں اور ان کے آستانہ سے راستہ پر ہولوں گا۔ مطلب یہ کہ وہ ناامید ہو کر جا رہا تھا راستہ میں سنا کہ کوئی بزرگ ہیں تو دل میں سوچا کہ لاؤ ان کے پاس ہوتے چلیں شاید اگر کچھ پتہ چل گیا تو ان کے بتانے کے موافق راہ پر لگ لوں گا۔

تا دعائے الخ۔ یعنی تا کہ اس کی دعا میرے ہمراہ ہو جائے جبکہ میں اپنے مطلوب سے ناامید ہوں۔ مطلب یہ کہ ناامید دیکھ کر شاید رحم کر کے دعا کر دیں اور مقصود حاصل ہو جائے۔

رفت پیش شیخ الخ۔ یعنی روتے ہوئے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آنسو بارش کی طرح برس رہے تھے۔

گفت الخ۔ یعنی عرض کیا کہ حضرت یہ وقت رحم اور مہربانی کا ہے میں ناامید ہوں یہی لطف کی گھڑی ہے۔

گفت الخ۔ یعنی شیخ نے فرمایا کہ بیان تو کرو کہ ناامیدی کس وجہ سے ہے اور تمہارا مطلوب کیا ہے اور کس کی تلاش ہے۔

گفت الخ۔ یعنی اس نے عرض کیا کہ بادشاہ نے مجھے ایک درخت کی تلاش کے واسطے منتخب کیا ہے اور فرمایا ہے کہ

درختے الخ۔ یعنی ایک درخت اطراف ہندوستان میں عجیب ہے کہ اس کا میوہ آب حیات ہے۔

سالہا جستم الخ۔ یعنی میں نے سالہا سال تک تلاش کیا مگر اس کا کوئی نشان نہ ملا بجز ان شریر لوگوں کے تمسخر کرنے کے یعنی لوگ مجھ سے تمسخر کرتے ہیں مگر اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔

شیخ خندید الخ۔ یعنی شیخ ہنسے اور اس سے کہا کہ ارے سیدھے میاں یہ علم کا درخت ہے۔ اے علیم مطلب یہ کہ ان شیخ نے کہا کہ ارے میاں وہ درخت جس کی تمہیں تلاش ہے اور جس سے کہ حیات ابدی حاصل ہوتی ہے وہ درخت علم ہے اور جس نے بتایا ہے اس کی یہی مراد ہے اس درخت کی یہ حالت ہے کہ

بس بلند و الخ۔ یعنی بہت بلند ہے اور بہت قوی ہے اور بہت پھیلا ہوا ہے وہ ایک آب حیوان ہے ایک دریائے محیط سے۔ دریائے محیط سے مراد علم غیب ہے مراد یہ کہ وہ علم بہت بلند اور قوی درخت ہے اور وہ ایک آب حیوان ہے جو کہ عالم غیب سے آتا ہے اور فرمایا

تو بصورت الخ۔ یعنی ارے بے خبر تو صرف صورت کو لئے ہوئے ہے اس لئے شاخ معنی سے بے بار بر ہے۔ یعنی تو جو صرف الفاظ کو دیکھ رہا ہے اور درخت حسی کی تلاش میں ہے اسی لئے اس درخت معنی سے بے بہرہ ہے

تو بصورت الخ۔ یعنی تو صورت پر گیا ہوا ہے اور گم ہو رہا ہے اسی لئے تجھے ملتا نہیں کہ تو نے معنی کو چھوڑ رکھا ہے اگر و اصل اور معنی کو تلاش کرتا تو اب تک حاصل کر لیتا اور نام کا کیا ہے نام کی تو یہ حالت ہے کہ

گہ درختش الخ۔ یعنی کبھی اس کا درخت نام ہوا ہے اور کبھی آفتاب اس کا نام بحر ہے اور کبھی سحاب ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آن یکے الخ۔ یعنی وہ ایک ہی ہے کہ اس کے لاکھوں آثار پیدا ہوئے اور سب سے کم اثر اس کا عمر باقی ہے کہ علم سے حاصل ہوتی ہے۔

گرچہ فرد ست الخ۔ یعنی اگرچہ وہ اکیلا ہے مگر اس کے آثار ہزاروں ہیں اور ایک ہی شئے کے بے شمار نام ہوتے ہیں آگے اس بے شمار اثر اور نام ہونے کی ایک نظیر لاتے ہیں کہ

آن یکے الخ۔ یعنی ایک ہی شخص تمہارا تو باپ ہے اور دوسرے کے حق میں بیٹا ہے۔

درحق دیگر الخ۔ یعنی وہی شخص اور دوسرے کے حق میں قہر اور دشمن ہو اور پھر دوسرے کے حق میں سراسر لطف ہو اور نیک ہو۔

درحق دیگر الخ۔ یعنی اس دوسرے کے حق میں وہی چچا اور ماموں ہے اور اوروں کے حق میں وہم و خیال ہے یعنی وہ کچھ سمجھتے ہی نہیں بالکل ایک لاشے محض خیال کرتے ہیں۔

صد ہزاران الخ۔ یعنی لاکھوں نام ہیں اور وہ ایک آدمی ہے اور ہر وصف والا دوسرے وصف سے اندھا ہے مطلب یہ کہ جس کے لئے وہ دشمن ہے اس کے حق میں اس کی نیکی کی صفت بالکل معدوم ہے تو ہر وصف والے کو دوسرے کی خبر نہیں اسی طرح علم ایک شے ہے مگر اس کی تعبیرات مختلف ہیں مگر جو ایک میں لگ گیا وہ دوسری سے بے خبر ہے اسی طرح یہ شخص جو نام میں لگ گیا تھا تو اس کے معنی سے اندھا تھا آگے فرماتے ہیں کہ

ہر کہ الخ۔ یعنی جو شخص کہ نام کو تلاش کرے اگرچہ کیسا ہی بزرگ ہو وہ تیری طرح نا امید اور پراگندگی میں ہے۔

تو چہ الخ۔ یعنی تو اس درخت کے نام پر کیا چپکا ہوا ہے یہاں تک کہ ناکام اور شور بخت ہے (تجھے چاہیے کہ حقیقت اور معنی کی تلاش کرے)

صورت ظاہر الخ۔ یعنی اے جوان تو صورت کو کیا تلاش کر رہا ہے جا معانی کو ڈھونڈ اے پہلوان۔

صورت الخ۔ یعنی صورت ظاہری تو مثل قشر کے اور پوست کے ہوتی ہے اور اس کے اندر معنی مغز کی طرح ہوتے ہیں.... دوست۔

درگذر الخ۔ یعنی نام سے درگزر اور صفات کو دیکھ تاکہ صفات تیری رہنمائی ذات تک کریں۔ یعنی صفات پر نظر کرنے سے ذات مل جائے گی ورنہ نام ہی میں لگے رہو گے اور جب ذات تک رسائی ہو جائے گی تو یہ حالت ہوگی کہ

گم شوی الخ۔ یعنی تم ذات میں گم ہو جاؤ گے اور اپنے سے آرام سے ہو جاؤ گے اور تمہاری آنکھ سب نیک و بد کو ایک رنگ دیکھے گی۔ مطلب یہ کہ معانی اور حقیقت کی طرف التفات کرو کہ اس سے ذات حق تک رسائی ہوگی اور درجہ فنا حاصل ہوگا پھر اپنی بھی خبر نہ رہے گی اور تمام افعال وغیرہ سب اسی طرف سے نظر آئیں گے۔ مقصود یہ ہے کہ تم کو چاہیے کہ تجلی افعالی سے تجلی صفاتی اور تجلی صفات سے تجلی ذاتی کو حاصل کرو کہ پھر اپنی بھی خبر نہ رہے۔

اختلاف الخ۔ یعنی مخلوق کا اختلاف نام ہی کی وجہ سے پڑا ہے اور جب معنی کی طرف گئے تو آرام ہو گیا اس

www.besturdubooks.wordpress.com

لئے کہ اصل اور حقیقت ایک ہی ہے اس کی تعبیرات مختلف ہیں۔

اندریں الخ۔ یعنی اس معنی میں ایک عمدہ مثال سنو تاکہ تم ناموں ہی میں گرے نہ رہو مطلب یہ کہ ہم نے جو کہا ہے کہ اختلاف اسماء ہی کی وجہ سے ہے ورنہ حقیقت ایک ہے اور جس نے حقیقت پر نظر کی اس نے سب کچھ پا لیا اس معنی میں ایک مثال سنو جس سے یہ واضح ہو جائے گا۔ آگے اس مثال کو بیان فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

بیان منازعت کردن چہار کس جہت انگور باہم گر بعلت آنکہ زبان یکدیگر را نمی دانستند

انگور کے معاملہ میں چار شخصوں کا آپس میں جھگڑنے کا بیان کیونکہ وہ ایک دوسرے کی زبان نہیں سمجھتے تھے

چار کس را داد مردے یک درم	ہر یکے از شہرے افتادہ بہم
ایک شخص نے چار آدمیوں کو ایک درہم دیا	ہر ایک' ایک شہر سے آپس میں مل گئے تھے
پارسی و ترک و رومی و عرب	جملہ باہم در نزاع و در غضب
ایرانی اور ترکی اور رومی اور عربی	سب آپس میں لڑائی اور غصہ میں تھے
پارسی گفتا کہ ایں راچوں کنم	ہیں بیاتا ایں بانگوری دہم
ایرانی نے کہا کہ اس کا کیا کروں؟	ہاں' آ تاکہ میں انگور والے کو دیدوں
آں یکے دیگر عرب بد گفت لا	من عنب خواہم نہ انگور اے دغا
ایک دوسرا عرب تھا' اس نے کہا نہیں	اے دغا باز! میں عنب چاہتا ہوں نہ کہ انگور
آں یکے ترکی بداو گفت اے کوزم	من نمی خواہم عنب خواہم اوزم
ایک ترکی تھا اس نے کہا' اے احمق!	میں عنب کی خواہش نہیں رکھتا میں اوزم چاہتا ہوں
آں یکے رومی بگفت ایں قیل را	ترک کن خواہیم استافیل را
اس ایک رومی نے کہا' اس بات کو	چھوڑ' ہم استافیل چاہتے ہیں
در تنازع آں نفر جنگی شدند	کہ زسر نامہا غافل بدند
وہ جماعت جھگڑے میں جنگ باز بن گئی	کیونکہ وہ ناموں کے معنی سے ناواقف تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

مشت برہم می زدند از ابلہی	پر بدند از جہل و از دانش تہی
حماقت سے مکے بازی کرنے لگے	وہ نادانی سے بھرے تھے اور عقل سے خالی (تھے)
صاحب سرے عزیزے صد زباں	گر بدے آنجا بدادے صلح شاں
معنی کو سمجھنے والا بزرگ صدہا زبانیں جاننے والا	اگر وہاں ہوتا تو ان میں صلح کرا دیتا
پس بگفتے او کہ من زیں یک درم	آرزوئے جملہ تاں را می خرم
وہ کہہ دیتا کہ میں اس ایک درہم سے	تم سب کی تمنا خرید دیتا ہوں
چونکہ بسپارید دل را بے دغل	ایں درم تاں می کند چندیں عمل
جب بغیر کھوٹ کے دل کو تم (میرے) سپرد کر دو گے	تمہارا یہ درہم اتنے کام کر دیگا
یک درم تاں می شود چار المراد	چار دشمن می شود یک ز اتحاد
خلاصہ یہ ہے کہ تمہارا ایک درہم چار بن جائے گا	اتحاد سے چار دشمن ایک ہو جائیں گے
گفت ہر یک تاں دہد جنگ و فراق	گفت من آرد شمارا اتفاق
تم میں سے ہر ایک کی بات لڑائی اور جدائی کرا رہی ہے	میری گفتگو تم میں اتفاق پیدا کر دے گی
پس شما خاموش باشید انصتوا	تا زباں تاں می شوم در گفتگو
پس تم خاموش ہو جاؤ چپ رہو	تاکہ میں بات چیت میں تمہاری زبان بن جاؤں
گر سخن تاں می نماید یک نمط	در اثر مایہ نزاع ست و سخط
اگرچہ تمہاری بات ایک طرح کی نظر آتی ہے	نتیجہ میں غصہ اور جھگڑے کا سرمایہ ہے
گر سخن تاں در توافق موثق ست	در اثر مایہ نزاع و تفرق ست
اگرچہ تمہاری بات باہمی موافقت میں قابل بھروسہ ہے	نتیجہ میں جھگڑے اور تفرقہ کا سرمایہ ہے
گرمی عاریتی ندہد اثر	گرمی خاصیتی دارد ہنر
عارضی گرمی اثر نہیں کرتی ہے	اصلی گرمی ہنر رکھتی ہے
سرکہ را گر گرم کردی ز آتش آں	چوں خوری سردی فزاید بیگماں
اگر تو سرکہ کو آگ سے گرم کر دے گا	تو جب کھائے گا وہ یقینا سردی بڑھائے گا
زانکہ گرمی او دہلیزی ست	طبع اصلش سردی ست و تیزی ست
اس لئے کہ اس کی گرمی عارضی ہے	اس کی اصلی طبیعت سردی اور تیزی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ور بود یخ بستہ دوشاب اے پسر	چوں خوری گرمی فزاید در جگر
اے بیٹا! اگر انگور کا شیرہ جما ہوا برف ہو	جب تو کھائے گا وہ جگر میں گرمی بڑھائے گا
پس ریائے شیخ بہ ز اخلاص ما	کز بصیرت باشد آں ویں از عمیٰ
تو شیخ کی ریاکاری ہمارے اخلاص سے بہتر ہے	کیونکہ وہ بصیرت سے ہے اور یہ اندھے پن سے ہے
وز حدیث شیخ جمعیت رسد	تفرقہ آرد دم اہل حسد
شیخ کی بات سے اتفاق حاصل ہوتا ہے	اہل حسد کی بات تفرقہ پیدا کرتی ہے
چوں سلیمانؑ کز پے حضرت بتاخت	او زبان جملہ مرغاں را شناخت
جبکہ سلیمانؑ (اللہ کے) دربار کی طرف دوڑے	تو انہوں نے تمام پرندوں کی زبان سیکھ لی
در زمان عدلش آہو با پلنگ	انس بگرفت و بروں آمد ز جنگ
ان کے انصاف کے دور میں ہرن تیندوے سے	مانوس ہو گیا اور لڑائی سے برطرف ہو گیا
شد کبوتر ایمن از چنگال باز	گوسفند از گرگ ناورد احتراز
کبوتر باز کے پنجے سے محفوظ ہو گیا	بکری نے بھیڑیے سے بچاؤ نہ کیا
او میانجی شد میان دشمناں	اتحادے شد میان پر زناں
وہ دشمنوں میں ثالث بن گئے	پرندوں میں اتحاد ہو گیا
تو چو مورے بہر دانہ میدوی	ہیں سلیمانؑ جو چہ می باشی غوی
تو چیونٹی کی طرح دانہ کے لئے دوڑتا ہے	خبردار! سلیمانؑ کی جستجو کر کیوں گمراہ بنتا ہے؟
دانہ جو را دانہ اش دامے شود	واں سلیمانؑ جوی را ہر دو بود
دانہ کی تلاش کرنے والے کیلئے اس کا دانہ جال بن جاتا ہے	اور سلیمانؑ کی تلاش کرنے والے کیلئے دونوں حاصل ہوتے ہیں
مرغ جانہارا دریں آخر زماں	نیست شاں از ہمدگر یکدم اماں
اس آخری زمانہ میں جانوں کے پرندے	ان کو ایک دوسرے سے تھوڑی دیر کا بھی امن حاصل نہیں ہے
ہم سلیمانؑ ہست اندر دور ما	کو دہد صلح و نماند جور ما
ہمارے زمانے میں بھی سلیمانؑ موجود ہے	جو صلح کرا سکتا ہے اور ہمارے ظلم باقی نہ رہیں گے
قول ان من امۃ را یاد گیر	تا بہ الا وخلا فیھا نذیر
ان من امۃ کا قول یاد کر لے	الا و خلا فیھا نذیر تک

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت خود خالی نبودست امتے	از خلیفہ حق و صاحب ہمتے
(اللہ نے) فرمایا کوئی امت خالی نہ ہو گی	صاحب باطن اور اللہ کے خلیفہ سے
مرغ جانہارا چناں یکدل کند	کز صفاشاں بےغش و بےغل کند
وہ جانوں کے پرندوں کو ایسا ایک دل بنا دے گا	کہ صفائی سے ان کو بے کھوٹ اور بے کینہ کردے گا
مشفقاں گردند ہمچوں والدہ	مسلموں را گفت نفس واحدہ
وہ ماں کی طرح مشفق بن جائیں گے	(اللہ نے) مسلمانوں کو ایک جان فرمایا ہے
نفس واحد از رسول حق شدند	ورنہ ہر یک دشمن مطلق بدند
رسول حق کی وجہ سے ایک جان ہو گئے	ورنہ ہر ایک مطلقاً دشمن تھا
اتحاد خالی از شرک و دوئی	باشد از توحید بے ماؤتوئی
وہ اتحاد جو شرکت اور دوئی سے خالی ہو	"ما و تو" سے خالی وحدت سے ہوتا ہے

برخاستن مخالفت وعداوت ازمیان انصار
ببرکت وجود پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام

انصار کے درمیان سے مخالفت اور دشمنی کا ختم ہوجانا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کی برکت سے

دو قبیلہ کاوس وخزرج نام داشت	یک ز دیگر جان خوں آشام داشت
دو قبیلے جن کا اوس و خزرج نام تھا	ایک دوسرے کے لئے خون پینے والی جان رکھتا تھا
کینہائے کہنہ شاں از مصطفیٰ	محو شد در نور اسلام و صفا
آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وجہ سے ان کے پرانے کینے	اسلام کے نور اور صفائی میں محو ہو گئے
اولاً اخواں شدند آں دشمناں	ہمچو اعداد عنب در بوستاں
پہلے تو وہ دشمن بھائی بنے	جیسا کہ باغ میں انگور کے دانے
وزدم المومنون اخوۃ بہ بند	در شکستند و تن واحد شدند
(پھر) المومنون اخوۃ سے (ترقی کر کے) بندش	توڑ ڈالی اور ایک جسم ہو گئے
صورت انگورہا اخواں بود	چوں فشردی شیرۂ واحد شود
انگوروں کی صورت بھائی بھائی کی ہوتی ہے	جب تو نے انہیں نچوڑا ایک شیرہ بن گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

غورهٔ و انگور ضد انند و لیک | چونکه غوره پخته شد شد یار نیک

کچا انگور اور (پکا) انگور ایک دوسرے کی ضد ہیں | جب کچا انگور پک گیا اچھا دوست بن گیا

غورهٔ کو سنگ بست و خام ماند | در ازل حق کافر اصلیش خواند

کچا انگور جو خشک ہو گیا اور کچا رہ گیا | اللہ (تعالیٰ) نے اس کو ازل میں اصلی کافر قرار دیا

نے اخی نے نفس واحد باشد او | در شقاوت نحس و ملحد باشد او

وہ نہ بھائی اور ایک جان بنتا ہے | وہ نحوست اور بدبختی میں کافر رہتا ہے

گر بگویم آنچہ او دارد نہاں | فتنۂ افہام خیزد در جہاں

اگر میں بتا دوں جو اس میں پوشیدہ ہے | دنیا میں عقلوں کے لئے وہ فتنہ بن جائے

سر گبر کور نا مذکور بہ | دود دوزخ از ارم مہجور بہ

اندھے کافر کا راز مذکور نہ ہونا بہتر ہے | دوزخ کا دھواں (باغ) ارم سے دور ہی بہتر ہے

غورہائے نیک کایشاں قابل اند | از دم اہل دل آخر یک دل اند

اچھے کچے انگور جن میں صلاحیت ہے | اہل دل کے دم سے آخر ایک دل ہو جاتے ہیں

سوئے انگوری ہمی رانند تیز | تا دوئی بر خیزد و کین و ستیز

وہ انگور بننے کی طرف تیزی سے چلتے ہیں | تاکہ دوئی اور کینہ اور جھگڑا ختم ہو جائے

پس در انگوری ہمی درند پوست | تا یکے گردند وحدت وصف اوست

پس انگور بن جانے پر وہ چھلکا پھاڑ دیتے ہیں | تاکہ ایک ہو جائیں اور وحدت اس کی صفت ہے

دوست دشمن گردد ایرا ہم دو است | ہیچ یک با خویش جنگے در نہ بست

دوست دشمن بن جاتا ہے کیونکہ وہ دو ہیں | کسی نے اپنے ساتھ لڑائی برپا نہیں کی ہے

آفریں بر عشق کل اوستاد | صد ہزاراں ذرہ را داد اتحاد

عشق کو شاباش ہے جو کامل استاد ہے | جس نے لاکھوں ذروں کو اتحاد عطا کر دیا

ہمچو خاک مفترق در رہگذر | یک سبوشاں کرد دست کوزہ گر

جیسا کہ راستہ کی متفرق مٹی | کمہار کے ہاتھ نے اس کو ایک گھڑا بنا دیا

کاتحاد جسمہائے ماء و طین | ہست ناقص جاں نمی ماند بدیں

پانی اور مٹی کے جسموں کا اتحاد | ناقص ہے جان اس کے مشابہ نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گر نظائر گویم اینجا در مثال	فہم را ترسم کہ آرد اختلال
اگر اس جگہ میں مثالیں بتانے لگوں	میں ڈرتا ہوں کہ وہ سمجھ میں خلل ڈال دیں گی

چار آدمیوں کو کسی شخص نے ایک درہم دیا۔ یہ چار شخص مختلف ملکوں کے رہنے والے تھے جو اتفاقاً ایک جگہ جمع ہو گئے تھے ایک فارسی تھا دوسرا ترک کی تیسرا رومی چوتھا عرب۔ یہ چاروں آپس میں لڑنے جھگڑنے لگے۔ ایک کہتا تھا میں لوں گا دوسرا کہتا تھا میں لوں۔ کیونکہ آدمی چار تھے اور ہم ایک اور کسی وجہ سے بٹوارا ممکن نہ ہوگا لہٰذا نزاع کی نوبت آئی تو فارسی نے یہ نزاع دیکھ کر کہا کہ اس نزاع سے رہائی یوں تو ہوگی نہیں آؤ اس کے انگور لے لیں ان کو آپس میں تقسیم کر لیں گے جھگڑا ختم ہو جائے گا۔ عرب نے کہا توبہ توبہ یہ نہیں ہو سکتا تو دغا باز ہے اپنے ہی مطلب کی کہتا ہے میں تو عنب لونگا۔ ترکی نے کہا مجھے عنب درکار نہیں میں تو اوزم لونگا۔ رومی نے کہا کہ بس جناب ایسی بات نہ فرمایئے میں تو استافیل لونگا۔ غرض یوں ہی جھگڑا ہوتا رہا اور آپس میں گھونسے چلنے لگے وجہ یہ تھی کہ ان ناموں کی حقیقت سے غافل تھے چونکہ عقل سے تو خالی تھے اور جہل کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا لہٰذا حماقت سے گھونسے بازی کر رہے تھے۔ اگر کوئی واقف راز بزرگ اور بہت سی زبانیں جاننے والے وہاں موجود ہوتے تو ان سب میں صلح کرا سکتے تھے۔ وہ یہ کہتے کہ تم لڑو مت میں ایک ہی درہم میں سب کے مطلوبات خرید دونگا اور جب اپنے دلوں کی صفائی کے ساتھ میری بات کے تابع کر دو گے تو یہ تمہارا ایک ہی درہم اتنے کام کر دے گا۔ خلاصہ یہ کہ ایک ہی درہم چار درہم بن جائے گا اور تم چاروں دشمن متحد ہو کر ایک ہو جاؤ گے تمہاری گفتگو کا نتیجہ تو مخالفت اور افتراق ہے اور میری گفتگو کا نتیجہ میل اور اتفاق پس تم خاموش رہو اور چپ رہو گفتگو میں تمہاری زبان میں بن جاؤنگا۔ اگرچہ تمہاری گفتگو مقصد کے لحاظ سے ایک معلوم ہوتی ہے کیونکہ ہر ایک کو دفع نزاع سابق مقصود ہے لیکن نتیجہ کے لحاظ سے یہ مادہ ہے غصہ اور جھگڑے کا اس سے نزاع سابق مرتفع تو کیا ہوتا ایک اور نزاع پیدا ہو گیا۔ اگرچہ تمہاری بات مقصد کے لحاظ سے توافق میں پختہ ہے کیونکہ سب کا مقصد رفع نزاع سابق ہے لیکن اثر میں نزاع اور تفرقہ کا مادہ ہے کیونکہ توافق عارضی ہے نہ کہ اصلی اور جو چیز عارضی ہوتی ہے کہ معتد بہ اثر نہیں رکھتی۔ معتد بہ اثر اصلی ہی شے کا ہوتا ہے دیکھو عارضی گرمی معتد بہ اثر پیدا نہیں کرتی ہاں طبعی گرمی میں یہ اعلیٰ درجہ کا کمال ہے کہ اس کا اثر معتد بہ ہوتا ہے دیکھو سرکہ کو اگر گرم کر لیا جائے اور پھر کھایا جائے تو وہ سردی ہی بڑھائے گا کیونکہ گرمی تو عارضی ہے جو منہ کو تو جلا سکتی ہے مگر مزاج میں کوئی تغیر پیدا نہیں کر سکتی لیکن طبیعت تو اس کی سرد ہی ہے لہٰذا سردی ہی بڑھے گی۔ اس کے برخلاف اگر شیرہ انگور کو برف میں لگا کر کھایا جائے تو اس سے گرمی پیدا ہوگی گو کھاتے وقت منہ میں ٹھنڈک معلوم ہو۔ یہی راز ہے اس قول کا ریاء الشیخ خیر من اخلاص المرید۔ یعنی شیخ کی ریا مرید کے اخلاص سے بہتر ہے کیونکہ شیخ کی ریاء بصیرت و واقفیت سے ناشی ہوتی ہے اور قواعد شرعیہ کے تحت میں داخل ہوتی ہے جیسے ترغیب دیگران یا تعلیم و ارشاد وغیرہ پس وہاں صورت ریاء ہوتی ہے مگر حقیقت ریاء یعنی ارضاء

الخلق و جلب منفعت جاه یا مال نہیں ہوتی اور مرید کے اخلاص میں صورت اخلاص ہوتی ہے نہ کہ حقیقت اخلاص کیونکہ وہاں ضرور کچھ نہ کچھ نفس کی شرارت شامل ہوتی ہے جو اس کو عدم بصیرت کے سبب محسوس نہیں ہوتی پس ریاء شیخ میں خلوص طبعی ہے اور ریا خارجی اور اخلاص مرید میں عدم اخلاص اصلی ہے اور خلوص عارضی اور خارجی شے قابل اعتبار نہیں بلکہ اصلی قابل اعتبار ہے پس ثابت ہوا کہ ریاء الشیخ خیر من اخلاص المرید شیخ کی بات سے توافق و اتحاد پیدا ہوتا ہے اور اہل حسد کی بات سے تفرقہ اور پھوٹ رونما ہوتی ہے جس طرح سلیمان علیہ السلام جنہوں نے حضرت حق جل مجدہ کی طرف رجوع کیا تھا تمام جانوروں کی زبانوں سے واقف ہو گئے تھے۔ یوں ہی حضرت شیخ بھی اپنے جانوروں اور مریدوں کی زبانوں سے واقف ہیں۔ یعنی اپنے وابستگان دولت کے جذبات اور خیالات سے واقف ہوتے ہیں اور جس طرح ان کے زمانہ میں ایسا اتحاد ہو گیا تھا کہ ہرن کو تیندوے سے انس ہو گیا تھا اور مخالفت باقی نہ رہی تھی اور کبوتر کو باز کے پنجہ کا کھٹکا نہ رہا تھا اور بھیڑ بکری بھیڑیے سے گریز نہ کرتی تھیں اور وہ ایلچی ہو گئے تھے دشمنوں کے درمیان میں اور پرندوں میں ان کے سبب اتفاق ہو گیا تھا۔ یوں ہی شیخ کامل کے زمانہ میں بھی ہوتا ہے اور اس کے جانوروں اور تربیت یافتہ لوگوں کی بھی حالت ہوتی ہے۔ پس تو چیونٹی کی طرح طلب معاش میں سرگرداں ہے ارے گمراہ کس بات کا انتظار ہے سلیمان وقت کو ڈھونڈھ اور اس سے مستفیض ہو۔ طالب معیشت تو طلب معیشت میں ہی گرفتار رہتا ہے۔ اور سلیمان کے طالب کو دونوں دولتیں ملتی ہیں چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو حق سبحانہ کے کام میں لگا ہوتا ہے حق سبحانہ اس کے کاموں کے کفیل ہوتے ہیں۔ ہمارے زمانہ میں مرغان ارواح کو ایک دوسرے سے امان نہیں وہ اس کو کھائے جاتا ہے یہ اس کو کھائے جاتا ہے غرض تحاسد و تباغض کا بازار گرم ہے مگر اس کی وجہ یہ نہیں کہ اس زمانہ میں سلیمان وقت اور شیخ کامل نہیں ہے اور ضرور ہے جو ان میں صلح کرا سکتا ہے اور ظلموں کو دفع کر سکتا ہے۔ ہمارے اس قول کی دلیل ان من امة الا خلافیها نذیر ہے جس سے بعبارت النص معلوم ہوتا ہے کہ پیشتر کوئی جماعت ایسی نہیں گزری اور بدلالۃ النص معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ بھی کوئی قوم ایسی نہ ہوگی جس میں کوئی نبی اصالۃً یا نیابۃً اور کوئی ایسا خلیفہ حق و صاحب ہمت نہ گزرا ہو یا آئندہ نہ موجود ہو۔ جو مرغان ارواح کو اس طرح یکدل کر سکے کہ کمال صفا کے سبب ان میں گڑبڑ اور خرخشہ کی آمیزش باقی نہ رہے اور سب لوگ ماں کی طرح ایک دوسرے پر مہربان ہو جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ہوگا۔ بالخصوص مسلمانوں کو تو یہ بات بکمل وجوہ حاصل ہوئی حتی کہ ان کو نفس واحد فرمایا گیا جیسا کہ المومنون کبنیان واحد یشد بعضه بعضا۔ او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم وارد ہے اور لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے ایک ذات ہو گئے حالانکہ اس سے پیشتر وہ آپس میں ایک دوسرے کے سخت دشمن تھے اور منشاء اس اتحاد کا غلبۂ توحید اور فنا فی اللہ ہے جو ان کو بہ برکت صحبت نبوی حاصل ہوا کیونکہ وہ اتحاد جو اشتراک اور تعدد سے خالی ہو غلبۂ توحید اور فنا فی اللہ ہی

www.besturdubooks.wordpress.com

سے حاصل ہوسکتا ہے نہ کہ میں اور تو کے ہوتے ہوئے (یادرکھو کہ میں اور تو کنایہ ہے بقاء اغراض متضادہ سے یعنی جب تک اغراض متخالفہ باقی ہیں اور وہ اغراض متضادہ فنا نہیں ہوئیں اس وقت تک اتحاد کامل نہیں ہوسکتا۔ اتحاد کامل اسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ سب کا مقصود ایک ہوجائے یعنی رضائے حق سبحانہ۔ پس جب فنافی اللہ ان کو حاصل ہوگئی اور توحید کا غلبہ ہوگیا اور سب کا مقصود ایک رضائی حق ہوگیا تو ان میں اتحاد کامل ہوگیا۔ چنانچہ دو قبیلے اوس وخزرج ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ان کو نور اسلام اور صفائی قلب حاصل ہوئی جس سے ان پر توحید کا غلبہ ہوا اور فنافی اللہ ان کو حاصل ہوئی اور اغراض سب کے متحد ہوگئیں اس سے ان کے سارے پرانے کینے جاتے رہے مگر یہ بات ان کو بتدریج حاصل ہوئی اولاً وہ بھائی بھائی ہوئے جیسے کہ باغ میں انگور ہوتے ہیں اور حکم المومنون اخوۃ کے سبب قید اخوت میں مقید رہے پھر اس قید کو توڑا اور نفس واحدہ بن گئے اس کی مثال ایسی ہے جیسے اجسام انگور بھائی بھائی ہوتے ہیں لیکن جب ان کو نچوڑ لیا جاتا ہے تو شیرہ واحد ہوجاتے ہیں اور تعدد وتمایز اٹھ جاتا ہے یہ تو مسلمانوں کی حالت تھی اب کافروں کی جو مثل انگور خام کے ہیں اور مسلمانوں کی جو مثل انگور کے ہیں پختہ ہیں نسبت سنو۔ گو انگور خام وانگور پختہ یعنی کافر ومسلمان آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں مگر بعض انگور خام اور کافر تو ایسے ہیں جو پختہ ہوکر اور اسلام لاکر بھائی بن جاتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو ٹھٹھر گئے اور کچے رہ گئے اور اس لئے سواء علیہم ء انذرتھم ام لم تنذرھم لایؤمنون کا مصداق ہیں۔ ان کو حق سبحانہ نے ازل میں کافر اصلی فرمایا ہے نہ یہ بھائی ہوتے ہیں نہ نفس واحد بلکہ شقی منحوس اور ملحد رہتے ہیں اگر میں ان کے حالات بیان کروں جو اس میں مخفی ہیں تو لوگوں کی افہام فتنہ میں پڑ جائیں اس لئے اندھے کافر کی حقیقت کا بیان غیر مذکور ہی اچھا ہے اور اس دوزخ کا دھواں ہمارے بہشت کی مانند دل سے دور ہی اچھا ہے اور جو انگور خام پختگی کی صلاحیت رکھتے ہیں یعنی جو کافر قابل ایمان ہیں وہ اہل دل کے فیض سے آخر کو یک دل ہوجاتے ہیں اولاً انگوریت کی طرف ترقی کرتے ہیں اور اسلام سے قریب ہوتے ہیں پھر انگور ہو جاتے ہیں اور اسلام لے آتے ہیں اس وقت تغائر اسلام وکفر اٹھ جاتا ہے اور یہ مخالفت ومعاندت مخصوصہ فنا ہو جاتی ہے بعد ازاں انگوریت سے خارج ہوتے ہیں حتیٰ کہ بالکل متحد ہوجاتے ہیں اور کمال توافق اسی وقت ہوجاتا ہے کیونکہ جب تک تغائر باقی ہے اور صرف دوستی ہی کے ذریعہ سے توافق ہے اس وقت تک تخالف کا کھٹکا باقی ہے اور اتحاد کے بعد یہ اندیشہ نہیں رہتا کیونکہ دوست تو دشمن ہوجاتا ہے مگر کوئی شخص خود اپنا مخالف نہیں ہوتا۔ اب سنو کہ وہ کونسی چیز ہے کہ اتحاد پیدا کرتی ہے وہ عشق ہے جو اس کام میں استاد کامل ہے یہ سینکڑوں ذروں کو ایک کردیتا ہے جس طرح کہ کوزہ گر کا ہاتھ راستہ کی پراگندہ خاک کو ایک گھڑا بنا دیتا ہے یہ تشبیہ تقریبی ہے ورنہ جانوں کے اتحاد سے اس اتحاد کی کچھ بھی مناسبت نہیں کیونکہ پانی ومٹی کا اتحاد تو اتحاد ناقص ہے اس کو اس اتحاد کامل سے کیا نسبت۔ پس میں نے تقریب فہم کے لئے ایک مثال دے دی ہے لیکن اگر میں اس کے حقیقی نظائر بیان

www.besturdubooks.wordpress.com

کروں تو مجھے اندیشہ ہے کہ لوگوں کو غلط فہمی نہ ہو جائے۔ اس لئے بیان نہیں کرتا۔ یہ گفتگو بہت طویل ہو گی اور اصل مقصود بہت دور رہ گیا اب ہم اصل مقصود کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

چار آدمیوں کا آپس میں انگور کے واسطے اس لئے جھگڑنا کہ ایک دوسرے کی آپس میں زبان نہ جانتے تھے

شرح شبّیری

چار کس را الخ۔ یعنی ایک شخص نے چار آدمیوں کو ایک درہم دیا اور وہ ہر ایک الگ الگ شہروں سے جمع ہوئے تھے۔

فارسی و ترک الخ۔ یعنی وہ فارسی اور ترک اور رومی اور عرب تھے اور سارے کے سارے آپس میں جھگڑے میں اور غصہ میں۔

فارسی گفتا الخ۔ یعنی فارسی تو بولا کہ اس سے جو چھوٹیں تو آؤ اس درہم کو کسی انگور والے کو دیں یعنی انگور لیں۔

آن عرب گفتا الخ۔ یعنی عرب نے کہا کہ معاذ اللہ ہرگز نہیں میں تو عنب لونگا نہ انگور اے دغا باز عنب بھی انگور کو کہتے ہیں۔

آن یکے الخ۔ یعنی وہ جو ترکی تھا بولا کہ ارے بیوقوف میں تو عنب نہیں لیتا میں تو اُزم لونگا۔ اُزم بھی انگوری کو کہتے ہیں۔

آنکہ رومی بود الخ۔ یعنی وہ جو رومی تھا اس نے کہا کہ اس قیل و قال کو چھوڑو میں تو استافیل لونگا۔ استافیل بھی انگور کو کہتے ہیں۔ غرضکہ سب نے اپنی اپنی زبان میں الفاظ الگ الگ کہے مگر معنی سب کے ایک تھے۔

در تنازع الخ۔ یعنی وہ جماعت جھگڑے میں لڑنے لگی اس لئے کہ ان ناموں کی حقیقت سے غافل تھے۔

مشت بر ہم الخ۔ یعنی ایک دوسرے کے گھونسے بیوقوفی کی وجہ سے مار رہے تھے وہ جہل سے پر تھے اور عقل سے خالی تھے اس لئے بس الفاظ ہی میں رہے مولانا فرماتے ہیں کہ

صاحب سرے الخ۔ یعنی اگر کوئی صاحب سر عزیز سو زبان جاننے والا اسی جگہ ہوتا تو ان میں صلح کرا دیتا (اس طرح کہ)

پس بگفتی او الخ۔ یعنی پس وہ کہہ دیتا کہ میں اس ایک ہی درہم سے تمہاری سب کی مطلوبہ شے کو خرید دیتا ہوں۔ پس ثابت ہو گیا کہ الفاظ کا چکر بہت برا ہے اس سے ہمیشہ بچنا چاہیے اور حقیقت اور معنی کو لینا چاہیے دیکھو ان لوگوں میں کس قدر اختلاف تھا اگر کوئی حقیقت شناس ہوتا تو ان کا یہ نزاع لفظی کیوں ہوتا۔ آگے فرماتے ہیں کہ

چونکہ بسپارید الخ۔ یعنی جب کہ تم اپنا دل کسی بے دغل کے سپرد کر دو تو تمہارا یہ درہم اتنے کام کرے۔ درہم سے یہاں مراد قلب ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر کسی صاحب دل کا اتباع کرو اور پیروی اختیار کر لو تو تمہارے

www.besturdubooks.wordpress.com

اس ایک دل سے تمہاری ساری مرادیں پوری ہو جائیں اس لئے کہ غلبۂ فنا ہوا اور اس میں مرضی حق تمہاری مرضی ہو جائے تو پھر تمہارے کام تمہاری مرضی کے موافق ہی ہوں۔

یکدرم الخ۔ یعنی تمہارا ایک درہم آخرکار چار ہو جائے اور چار دشمن اتحاد کی وجہ سے ایک ہو جائیں۔ مطلب یہ ہے اس ایک کے اتباع کی اور حقیقت شناسی کی یہ برکت ہوگی کہ مطلوب ایک ہونے کی وجہ سے سب میں آپس میں اتحاد پیدا ہو جائے گا اور وہ حقیقت شناس یہ کہے کہ

گفت ہر یک الخ۔ یعنی تمہاری ہر ایک کی گفتگو تو لڑائی اور فراق پیدا کرتی ہے اور میری بات تمہارے میں اتفاق پیدا کر دے گی۔

پس شما الخ۔ یعنی پس تم خاموش رہو اور چپ رہو تا کہ بات کرنے میں میں تمہاری زبان ہو جاؤں

گرسخن الخ۔ یعنی اگر تمہاری بات متحد دکھائی بھی دیتی ہے تو اثر کے اعتبار سے مایہ نزاع و خلط ہی ہے۔ مطلب یہ کہ اہل دنیا ظاہر میں اگرچہ متحد معلوم ہوں اور ان کے اندر اتفاق معلوم ہو مگر اصل میں اور انجام کے اعتبار سے ہمیشہ ان کے اندر اختلاف ہی ہوگا۔ اس لئے کہ سب کے مطلوب الگ مقاصد علیحدہ پھر اتفاق کیسے رہ سکتا ہے۔

در بخت تان الخ۔ یعنی اور اگرچہ تمہاری بات موافق ہونے میں پختہ ہے مگر اثر کے اعتبار سے مایہ نزاع و تفرق ہے۔ اس لئے کہ یہ تو مشاہدہ ہے کہ اہل دنیا میں صرف ظاہری اتفاق ہوتا ہے باقی حقیقی اتفاق کا کہیں نام و نشان بھی نہیں۔ یہ اگر ہے تو دینداروں ہی میں ہے کہ سب کا مطلوب ایک ہی ہے لہٰذا سب میں آپس میں اتفاق ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرات اہل اللہ میں یا دین داروں میں جو اتفاق ہوتا ہے وہ تو دل سے ہوتا ہے اور مثل مشہور ہے کہ گھٹی میں پڑا ہوا ہوتا ہے اور اتفاق دنیاوی صرف ظاہری ہوتا ہے بس اور کچھ نہیں ہوتا۔ لہٰذا اول پائیدار اور دوسرا ناپائیدار ہوتا ہے آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

گرمی الخ۔ یعنی عارضی گرمی کچھ اثر نہیں دیتی اور گرمی خاصیتی اثر رکھتی ہے۔ آگے اس مثال کی توضیح ہے کہ

سرکہ را الخ۔ یعنی سرکہ کو اگر تم نے آگ پر گرم کر لیا تو اس کو جب تم کھاؤ گے وہ بے شک سردی ہی بڑھائے گا۔

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ اس کی گرمی تو خارجی ہے اور اس کی طبیعت اصلیہ سردی اور تیزی ہی ہے لہٰذا وہ چیز کہ اصل ہے اس کا اثر ہوگا اور جو شئے کہ خارجی ہے اس کا خاک بھی اثر نہ ہوگا۔

در بود الخ۔ یعنی اے صاحبزادے شراب اگرچہ برف میں جمی ہوئی ہو جب تم کھاؤ تو وہ جگر میں گرمی ہی بڑھائے گی۔ پس معلوم ہوا کہ اعتبار اصل کا ہے آگے اسی پر تفریع فرماتے ہیں کہ

پس ریائے الخ۔ یعنی پس شیخ کی ریا ہمارے اخلاص سے بہتر ہے کیونکہ وہ تو بصیرت سے ہے اور یہ اندھیر پن سے۔ مطلب یہ کہ جب اعتبار اصل کا ہے تو اگر شیخ ظاہر کوئی کام ریا کا کرے مثلاً لوگوں کے سامنے بہت سی نفلیں پڑھے یا اور کوئی کام کرے جس سے بظاہر ریا معلوم ہوتی ہو تو وہ ریا ہمارے ظاہری اخلاص سے بہتر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اس لئے کہ ریا کہتے ہیں اطاعت خلق کے سامنے الارضاء الخلق کرنا تو یہ لارضاء الخلق نہیں ہوتی بلکہ یہ ہوتی تو ہے لارضاء الخالق ہی مگر بعض مرتبہ شیخ کی یہ نیت ہوتی ہے کہ لوگوں کو اس سے رغبت ہوگی اور دوسرے لوگ بھی عبادت میں مشغول ہوں گے تو دیکھو صورت ریا کی ہے مگر چونکہ اصل میں یہ نیت ہے لہٰذا معتر نہیں ہے اور یہ مسئلہ ہے کہ ریاء الشیخ خیر من اخلاص المرید اس لئے کہ وہ صرف ظاہری ریاء ہے اور یہ ظاہری اخلاص ہے ورنہ اصل میں وہ ریا نہیں ہے اور یہ اخلاص نہیں ہے خوب سمجھ لو اور فرماتے ہیں کہ

از حدیث شیخ الخ۔ یعنی شیخ کی بات سے جمعیت حاصل ہوتی ہے اور اہل حسد کی آواز تفرقہ پیدا کرتی ہے۔

شیخ کی آواز سے جمعیت اور اتحاد پیدا ہونے کی مثال فرماتے ہیں کہ

چون سلیمان الخ۔ یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح کہ وہ حضرت حق کی طرف دوڑے تو انہوں نے تمام جانوروں کی آوازیں پہچان لیں تو ان کے شناخت کے درجہ میں سب ایک ہوگئیں کہ وہ سب کو پہچان لیا کرتے تھے اور اس معیت کی یہ برکت ہوئی۔

درزمان الخ۔ یعنی ان کے زمانہ عدل میں بکری نے چیتے کے ساتھ موانست اختیار کی اور لڑائی سے باہر ہو گئے۔ یعنی سب ایک ہوگئے جیسے کہ کہتے ہیں کہ بھیڑ اور شیر ایک گھاٹ پانی پیتے تھے۔

شد کبوتر الخ۔ یعنی کبوتر باز کے چنگال سے بے خوف ہوگیا اور بکری بھیڑیے سے احتراز نہ کرتی تھی۔

اومیانجی الخ۔ یعنی وہ حضرت سلیمان علیہ السلام دشمنوں کے درمیان قاصد ہوگئے اور لڑنے والوں میں اتحاد کرنے والے ہوگئے یعنی ان کی برکت سے یہ سب اتحاد پیدا ہوگیا۔

تو چو موری الخ۔ یعنی تو جو چیونٹی کی طرح ہے کہ دانہ کے واسطے دوڑ رہا ہے اس ارے سلیمان کو تلاش کر کہ گمراہ کیوں ہو جاتا ہے۔

دانہ جو را الخ۔ یعنی دانہ جو کے لئے تو اس کا وہ دانہ ہی جال ہو جاتا ہے اور اس سلیمان جو کہ دونوں ملتے ہیں۔ دانہ بھی ملتا ہے اور دانا (عقلمند) بھی ملتا ہے اس لئے کہ اہل اللہ کو بقدر ضرورت دنیا بھی ملتی ہے اور دین تو ان کا ہی ہے لہٰذا مرشد کامل کی تلاش کرو کہ یہی مقصود اصل تک پہنچانے والا ہے۔

مرغ جانہا را الخ۔ یعنی اس آخری زمانہ میں جو مرغ ارواح ہیں ان کو ایک دوسرے ایک دم امن نہیں ہے۔ چونکہ ہر شخص کے اعتبار سے وہ جس زمانہ میں ہے اس کا وہ آخری زمانہ ہے اس لئے کہ وہ زمانہ تو اس پر دوبارہ نہ گزرے گا لہٰذا مولانا نے بھی اپنے زمانہ کو آخر زمان فرمادیا۔ مطلب یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں لوگوں کی یہ حالت ہے کہ ایک دوسرے سے امن نہیں ہے اور کٹے مرے جاتے ہیں لہٰذا چاہیے کہ بزرگان دین کی جستجو کریں تاکہ اتحاد پیدا ہو اور چونکہ ہر زمانہ والوں کو یہ خبط رہا ہے کہ اپنے زمانہ کے بزرگوں کی تو قدر نہیں کرتے اور پہلے بزرگوں کو یاد کرتے ہیں اس لئے یہاں یہ اشکال ہوتا تھا کہ بھلا اس زمانہ میں (یعنی مولانا کے زمانہ میں) بھلا بزرگ کہاں ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ یہ خبط آجکل بھی ہے اور اسی لئے لوگ فیض سے محروم ہیں نعوذ باللہ) لہٰذا مولانا اس کو دفع فرماتے ہیں کہ

ہم سلیمان ہست الخ۔ یعنی ہمارے زمانہ میں بھی سلیمان ہیں جو کہ صلح کرا سکتے ہیں کہ ہمارا جور باقی نہ رہے۔ مطلب یہ کہ کاملین اب بھی ایسے موجود ہیں جن کی صحبت کی برکت سے یہ باہمی نفاق اور حسد وغیرہ سب دفع ہو جائیں گے مگر ان کی خدمت میں حاضری بھی تو شرط ہے چونکہ یہاں یہ بھی شبہ ہوتا تھا کہ یہ تو آپ کا دعویٰ ہی ہے کہ آجکل بھی بزرگ ہیں اس کی دلیل کیا ہے لہٰذا آگے قرآن شریف سے استدلال فرماتے ہیں کہ

قول الخ۔ یعنی قول وان من امۃ کو الا خلا فیہا نذیر تک یاد کرو۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو قرآن شریف میں ہے کہ وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر یعنی کوئی امت نہیں ہے مگر اس میں ایک نذیر گزرا ہے نذیر عام ہے خواہ نبی ہو یا ولی ہو تو دیکھو قرآن شریف سے ہر زمانہ میں بزرگوں کا ہونا ثابت ہوگیا۔

گفت الخ۔ یعنی خود ارشاد ہے کہ کوئی امت خلیفہ حق اور کسی صاحب ہمت سے خالی نہیں ہے یعنی ضرور ہر جماعت میں ایک اہل اللہ میں سے ہوتا ہے جیسا کہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ ہر بستی میں خواہ وہ کتنی ہی چھوٹی ہو ایک قطب ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ ہر زمانہ میں تو کیا ہر بستی اور جماعت میں ایک بزرگ اور برگزیدہ حق ہوتے ہیں ان کی یہ شان ہوتی ہے کہ

مرغ جانہا را الخ۔ یعنی ان کی مرغ ارواح ایسا ایک دل کر دیتا ہے کہ صفا کی وجہ سے ان کو بے غش وغل کر دیتا ہے بالکل سراپا صفا بنا دیتے ہیں اور تمام اخلاق ذمیمہ کو نکال ڈالتے ہیں۔

مشفقان الخ۔ یعنی یہ حضرات والدہ کی طرح مشفق ہوتے ہیں اور حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو نفس واحدہ فرمایا ہے اشارہ ہے اس حدیث کی طرف جس میں کہ ہے المومنون کبنیان واحد تو جو معنی بنیان واحد کے ہیں وہی نفس واحد کے ہیں روایت بالمعنی کہا جائے گا۔

نفس واحد الخ۔ یعنی رسول حق صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے نفس واحد ہو گئے ورنہ ہر ایک دشمن مطلق تھے۔

اتحاد الخ۔ یعنی وہ اتحاد جو کہ شرک ودوئی سے خالی ہو وہ توحید ہی سے ہوتا ہے نہ کہ ماومنی سے۔ مطلب یہ کہ اتحاد اور اتفاق حقیقی تو دین ہی سے پیدا ہوتا ہے اور جہاں دین نہیں بلکہ ماومنی ہے وہاں تو ہمیشہ اختلاف ہی رہتا ہے جیسا کہ مشاہد ہے اور دین آیا ہے حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت لہٰذا اصل میں اتفاق اور اتحاد حضور ہی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے فللہ الحمد۔ آگے قبیلہ اوس وخزرج کے درمیان سے مخالفت کا صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اٹھ جانے کو بیان فرماتے ہیں

انصار میں سے حضور مقبول ﷺ کی برکت سے مخالفت کا اٹھ جانا

دو قبیلہ الخ۔ یعنی دو قبیلے جو کہ اوس اور خزرج نام رکھتے تھے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔

کینہ ہائے الخ۔ یعنی ان کے کینے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت محو ہو گئے اور نور اسلام اور اس کی صفا کی وجہ سے وہ سارے کینے جاتے رہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اولاً الخ۔ یعنی اول تو وہ دشمن بھائی ہو گئے جیسے کہ انگور کے اعداد باغ میں مطلب یہ کہ اول تو نوع میں شریک ہو گئے اور سب کا مطلب ایک ہو گیا اور ایک ہی باغ کے سب میوے ہو گئے اور جب اس حالت سے ترقی ہوئی تو یہ ہوا کہ

دردم الخ۔ یعنی آواز المومنون اخوۃ کی وجہ سے نصیحت سے سب ٹوٹ کر تن واحد ہو گئے۔ مطلب یہ کہ اول تو اتفاق پیدا ہوا اس کے بعد جب اس اتفاق میں ترقی ہوئی تو اتفاق سے اتحاد پیدا ہو کر سب یک جان دو قالب ہو گئے آگے اس اول اتفاق پیدا ہونے اور پھر اتحاد پیدا ہونے کی مثال دیتے ہیں کہ

صورت الخ۔ یعنی انگوروں کی طرح اول تو بھائی تھے اور جب تم نے نچوڑ دیا تو سب شیرۂ واحد ہو جاتے ہیں مطلب یہ کہ دیکھو انگور جو ہوتا ہے وہ اول تو سب الگ ہوتے ہیں مگر ہوتے یکساں ہیں اور جب ان کو نچوڑ لو تو پھر کوئی امتیاز ما بین باقی نہیں رہتا اور یہ خبر نہیں رہتی کہ یہ فلاں کا شیرہ ہے اور یہ فلاں کا بلکہ سب جسم واحد ہوتے جاتے ہیں۔ اسی طرح اول تو ان حضرات میں اتفاق محض پیدا ہوا اور سب یکساں ہو گئے اور سب کا مقصود اور مطلوب ایک ہو گیا اس کے بعد بڑھتے بڑھتے ایسے گھلے ملے کہ سب ایک ہو گئے اور اب وہ امتیاز بھی باقی نہ رہا۔

غورہ الخ۔ یعنی انگور خام اور انگور پختہ آپس میں ضد ہیں مگر جبکہ خام پختہ ہو گیا تو اب یار نیک ہو گیا۔ غورہ سے مراد وہ عوام ہیں جن کی استعداد ابھی خراب نہ ہوئی ہو مطلب یہ کہ جو ابھی محجوب ہیں مگر استعداد خراب نہیں ہے وہ اس وقت تو الگ اور دشمن اور ضد معلوم ہوتے ہیں مگر انجام کار وہ بھی پختہ ہو کر مثل اس دوسرے شخص کے ہو جائیں گے۔

غورہ الخ۔ یعنی وہ غورہ جو ٹھٹھر گیا اور خام رہ گیا۔ ازل میں حق تعالیٰ نے اس کو کافر اصلی کیا ہے یہاں غورہ سے مراد وہ ہیں جن کی استعداد کہ خراب ہو چکی ہے تو مطلب یہ ہو گیا کہ جس کی استعداد خراب ہو چکی ہے اور جس کی اصلاح کی امید نہیں رہی ہے وہ وہ ہے جس کو کہ حق تعالیٰ نے روز ازل میں کافر لکھ دیا ہے کہ وہ ان پختہ لوگوں سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔

نے اخی الخ۔ یعنی وہ نہ بھائی ہے اور نہ نفس واحد ہے وہ تو بدبختی میں منحوس اور ملحد ہو گیا۔ مطلب یہ کہ اس کو مسلمانوں سے نہ اتفاق پیدا ہو سکتا ہے اور نہ اتحاد ہو سکتا ہے۔ بلکہ ہمیشہ مباینت ہی رہے گی آگے فرماتے ہیں کہ

گر بگویم الخ۔ یعنی جو کچھ کہ وہ پوشیدگی میں رکھتا ہے اگر اسکو میں کہہ دوں تو جہان میں فتنۂ افہام اٹھ کھڑا ہو یعنی لوگ کچھ سے کچھ سمجھ جائیں یا یہ کہا جائے کہ جب ان کے عیوب کھولے جائیں گے تو وہ دشمن ہو جائیں گے اور یا یہ کہا جائے کہ بالکل ناامید ہو جائیں گے غرضکہ جو بھی ہو چونکہ اس سے خوف غلط فہمی کا ہے لہٰذا اتنا ہی بیان کر کے ترک کر دیا گیا۔ آگے فرماتے ہیں کہ

چشم کو الخ۔ یعنی جس آنکھ نے کہ وہ چہرہ نہ دیکھا وہ اندھی ہو تو بہتر ہے اور دوزخ کا دھواں جنت سے الگ ہے۔ بہتر ہے مطلب یہ کہ محجوبین و کفار تو اگر الگ ہی رہیں تو اچھا ہے ان سے موافقت و موانست ٹھیک ہی نہیں اس لئے کہ ان سے موانست پیدا ہوتی ہی نہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

غورہ ہائے الخ۔ یعنی غورہائے نیک جو کہ قابل ہیں اہل دل کی آواز کی وجہ سے ایک دل ہیں مطلب یہ کہ جن کی استعداد قابل ہے وہ جب اہل دل کی آواز سنتے ہیں تو ایک دل ہو جاتے ہیں اور اتحاد ہو جاتے ہیں۔

سوئے الخ۔ یعنی انگور والے کی طرف تیز چلاتے ہیں یہاں تک کہ دوئی اور کینہ اور لڑائی اٹھ جاتی ہے انگوری سے مراد حق تعالیٰ ہیں۔ مطلب یہ کہ بس ان کا مقصود اور مطلوب ایک ہی ہوتا ہے اور وہ سب اسی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور سب کینے اور لڑائیاں رفع ہو جاتی ہیں۔

پس در الخ۔ پھر انگوری میں کھال کو پھاڑ ڈالتے ہیں یہاں تک کہ ایک ہو جاتے ہیں اور وحدت تو اسی کی صفت ہے۔ مطلب یہ کہ درجہ فناء الفنا کا حاصل ہو جاتا ہے اور سب ایک ہی ہو جاتے ہیں اس لئے کہ وہ تو ایک ہی ذات ہے وہاں جو گیا پھر اس میں دوسری کا نام نہیں اور وہی عینیت مصطلحہ ہو جاتی ہے پھر جو کچھ ہو جاتا ہے اس کو حضرت حق کی طرف سے سمجھتا ہے۔

دوست الخ۔ یعنی دوست دشمن ہو جاتے ہیں اس لئے کہ وہ تو دو ہی ہیں اور کسی ایک نے اپنے ساتھ لڑائی نہیں کی تو چونکہ یہ حضرات نفس واحدہ کی طرح ہو جاتے ہیں لہٰذا ان میں کبھی لڑائی وغیرہ نہیں ہوتی جیسا کہ کوئی شخص اپنے نفس سے نہیں لڑتا۔ سبحان اللہ خوب ہی مثال دی ہے۔

آفرین الخ۔ یعنی عشق پر جو کہ پورا استاد ہے ہزار آفرین ہوں۔ اس نے لاکھوں ذروں کو اتحاد دے دیا۔ اس لئے کہ یہ جو اتحاد پیدا ہوتا ہے یہ اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ حضرت حق کی محبت دل میں جگہ کر لیتی ہے اور سب کا مطلوب ایک ہی ہو جاتا ہے لہٰذا سب متحد ہو جاتے ہیں تو چونکہ اصل سبب یہ عشق ہے لہٰذا فرمایا کہ آفرین بر عشق الخ۔ آگے اس متحد کر دینے کی ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ

ہمچو خاک الخ۔ یعنی پراگندہ خاک کی طرح جو راستہ میں ہو کہ اس کو کوزہ گر نے ایک گھڑا بنا دیا۔ مطلب یہ کہ دیکھو مختلف ذرات اور مختلف مٹی کو کوزہ گر نے ایک گھڑا بنا دیا کہ اب اس پر نام کا بھی ایک ہی کا اطلاق ہے اور اگر ایک جز یہاں ہے تو سارے یہیں ہیں اور اگر کہیں جائیں تو سارے جائیں تو اسی طرح سب مسلمانوں کو آپس میں ایک کر دیا۔ کہ اگر ایک کو تکلیف ہے تو دوسرے کو بھی ہے اور اگر ایک آرام سے ہے تو دوسرا بھی آرام سے ہے۔ یہ ساری باتیں اسی ایک ذات کی وجہ سے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ

اتحاد جسمہائے الخ۔ یعنی پانی اور مٹی کا اتحاد ناقص ہے اتحاد جان اس کے مشابہ نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ ہم نے جو مثال کوزہ گر کی دی ہے تو یہ اتحاد ماء وطین ہے مگر کہیں یہ اتحاد اس اتحاد جان سے ملتا ہے۔ یہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

گر نظائر گویم الخ۔ یعنی اگر اس جگہ مثال میں نظائر کو بیان کریں تو خوف یہ ہے کہ فہم میں خلل نہ پڑ جائے۔ مطلب یہ کہ ان مثالوں سے کہیں کوئی غلط فہمی سے اتحاد ذاتی نہ سمجھ جائے کہ کفر ہے اس لئے بس کرتے ہیں غرضکہ یہ اتحاد حق تعالیٰ کی محبت سے ہوتا ہے اور اس کا طریقہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوا اور ان کے جواب نائب ہیں یعنی اہل اللہ ان سے بھی معلوم ہوتا ہے اور اس اتحاد کی ہر زمانہ میں ضرورت ہے لہٰذا اہل اللہ کا بھی ہر زمانہ میں ہونا

www.besturdubooks.wordpress.com

ضروری ہے لہٰذا مولانا آگے اس پہلے مضمون (یعنی وجود اولیاء اللہ ہر زمانہ میں ہے) کی طرف رجوع فرماتے ہیں۔

ہم سلیماں ہست اکنوں لیک ما	از نشاط دور بینی در عمیٰ
سلیمان اب بھی ہے لیکن ہم	تمناؤں کی مستی کی وجہ سے اندھے پن میں ہیں
دور بینی کور دارد مرد را	ہمچو خفتہ در سرا کور از سرا
(دنیاوی) دور بینی انسان کو اندھا کر دیتی ہے	جیسا کہ مکان میں سویا ہوا مکان سے اندھا ہے
میکند از مشرق و مغرب گذر	وز رفیق و ہمنشینش بے خبر
وہ مشرق اور مغرب سے بھی گزر جاتا ہے	اور اپنے ساتھی اور ہمنشین سے بے خبر ہوتا ہے
مولعیم اندر سخنہائے دقیق	در گرہہا باز کردن ما عشیق
ہم (دنیا کی) باریک باتوں پر فریفتہ ہیں	ان کی گرہ کشائی کے عاشق ہیں
تا گرہ بندیم و بکشائیم ما	در شکال و در جواب آئیں فزا
تاکہ ہم گرہ لگائیں اور کھولیں	اشکال اور جواب میں قواعد کو بڑھانے والی بن جائیں
ہمچو مرغے کو کشاید بند و دام	گاہ بندد تا شود در فن تمام
اس پرند کی طرح جو (کبھی) جال کی گرہ کھولتا ہے	کبھی لگاتا ہے تاکہ فن میں ماہر ہو جائے
او بود محروم از صحرا و مرج	عمر او اندر گرہ کاری ست خرج
وہ جنگل اور چراگاہ سے محروم رہتا ہے	اس کی عمر گرہ بندی میں خرچ ہو جاتی ہے
خود زبون او نگردد ہیچ دام	لیک پرش در شکست افتد مدام
کوئی جال اس سے مغلوب نہیں ہوتا ہے	لیکن اس کے پر ہمیشہ کے لئے شکستہ ہو جاتے ہیں
باگرہ کم کوش تا بال و پرت	نگسلد یک یک ازیں کر و فرت
گرہ میں کم مصروف ہو تاکہ تیرے بال و پر	اس ادھیڑ بن سے ایک ایک کر کے نہ ٹوٹ جائیں
صد ہزاراں مرغ پرشاں شکست	واں کمیں گاہ عوارض را نہ بست
لاکھوں پرندوں کے پر ٹوٹ گئے	(لیکن) وہ حوادث کے مورچے کو بند نہ کر سکے
حال ایشاں از نبے خواں اے حریص	نقبوا فیہا ببین ہل من محیص
اے حریص! ان کی حالت قرآن میں پڑھ لے	غور کر انہوں نے زمین میں نقب لگائے کہیں چھٹکارا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

از نزاع ترک و رومی و عرب	حل نشد اشکال انگور و عنب
ترکی اور رومی اور عربی کی لڑائی سے	انگور اور عنب کا اشکال حل نہ ہوا
تا سلیمان لسین معنوی	در نیاید بر نخیزد ایں دوئی
جب تک حقیقت پسند زبان داں سلیمان	نہیں آتا یہ دوئی نہیں اٹھتی
جملہ مرغان منازع باز وار	بشنوید ایں طبل باز شہر یار
سب جھگڑنے والے پرندو! باز کی طرح	بادشاہ کی واپسی کے نقارے کو سن لو
ز اختلاف خویش سوئے اتحاد	ہیں زہر جانب رواں گردید شاد
اپنا اختلاف چھوڑ کر اتحاد کی جانب	خبردار! ہر جانب سے خوشی سے روانہ ہو جاؤ
حیث ما کنتم فولوا وجہکم	نحوہٗ ھٰذا الذی لم ینھکم
تم جہاں بھی ہو اپنا رخ موڑ لو	اس کی جانب یہ وہ ہے جس سے اس نے تمہیں نہیں روکا
کور مرغانیم و بس ناساختیم	کاں سلیماں را دمے نشناختیم
ہم اندھے پرند ہیں اور بہت اکھڑ	کہ ہم نے تھوڑی دیر کے لئے بھی سلیمان کو نہ پہچانا!
ہمچو چغداں دشمن بازاں شدیم	لاجرم وا ماندہ و ویراں شدیم
ہم چغدوں کی طرح بازوں کے دشمن بن گئے	لامحالہ پسماندہ اور تباہ ہو گئے
می کنیم از غایت جہل و عمیٰ	قصد آزار عزیزان خدا
انتہائی نادانی اور اندھے پن کی وجہ سے ہم کرتے ہیں	اللہ (تعالیٰ) کے پیاروں کو ستانے کا ارادہ
جملہ مرغاں کز سلیمانؑ روشن اند	پر و بال بے گنہ کے بر کنند
وہ تمام پرندے جو سلیمانؑ کی وجہ سے روشن (دل) ہیں	وہ بے قصور کے بال و پر کب نوچتے ہیں؟
بلکہ سوئے عاجزاں چینہ کشند	بے خلاف و کینہ آں مرغاں خوش اند
بلکہ وہ عاجزوں کی طرف چینہ (دانہ) لے جاتے ہیں	وہ پرندے بغیر اختلاف اور کینے کے خوش ہیں
ہد ہد ایشاں پئے تقدیس را	مے کشاید راہ صد بلقیس را
ان (میں) کا ہد ہد تقدیس کیلئے	سینکڑوں بلقیس کی راہ کھول دیتا ہے
زاغ ایشاں گر بصورت زاغ بود	باز ہمت آمد و ما زاغ بود
ان کا کوا اگرچہ بظاہر کوا تھا	ارادہ کا باز ثابت ہوا اور مازاغ بن گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

لکلک ایشاں کہ لکلک می زند	آتش توحید در شک می زند
ان کا لقلق جو لک لک کہتا ہے	وہ شک میں توحید کی آگ لگاتا ہے
واں کبوتر شاں زبازاں نشکہد	باز سر پیش کبوتر شاں نہد
ان کا کبوتر بھی بازوں سے نہیں ڈرتا ہے	باز ان کے کبوتر کے سامنے سر (تسلیم) خم کر دیتا ہے
بلبل ایشاں کہ حالت آرد او	در درون خویش گلشن دارد او
ان کی بلبل جو کہ وجد کرتی ہے	وہ اپنے اندر چمن رکھتی ہے
طوطی ایشاں زقند آزاد بود	کز دروں قند ابد رویش نمود
ان کا طوطی بھی قند سے آزاد تھا	کیونکہ اس میں ابدی قند رونما ہو گئی تھی
پائے طاؤسان ایشاں در نظر	بہتر از طاؤس پران دگر
ان کے موروں کے پیر (بھی) نگاہ میں	دوسروں کے موروں جیسے پر والوں سے بہتر ہیں
کبک ایشاں خندہ بر شاہیں زند	در تعلق راہ علیین زند
ان کی چکور شاہین کی مذاق اڑاتی ہے	تعلق (مع اللہ) میں علیین کا راستہ اختیار کرتی ہے
منطق الطیر ان خاقانی صداست	منطق الطیر سلیمانی کجاست
خاقانی کی "منطق الطیر" ایک آواز ہے	وہ سلیمانی منطق الطیر کہاں ہے؟
تو چہ دانی بانگ مرغاں را ہے	چوں ندیدستی سلیماں را دمے
تو پرندوں کی آواز کو کیا جانے؟	جبکہ تو نے ایک لمحہ کے لئے (بھی) سلیمان کو نہیں دیکھا ہے
پرآں مرغے کہ بانگش مطرب ست	از برون مشرق و وز مغرب ست
اس پرند کا پر جس کی آواز مست کرنے والی ہے	وہ مشرق و مغرب سے باہر ہے
ہر یک آہنگش زکرسی تا ثرے ست	وز ثری تا عرش در کر و فرے ست
اس کا ہر ارادہ کرسی سے زمین تک ہے	اور زمین سے عرش تک شان و شوکت میں ہے
مرغ کو بے ایں سلیماں می رود	عاشق ظلمت چو خفاشے بود
وہ پرند جو اس سلیمان کے بغیر چلتا ہے	وہ چمگادڑ کی طرح اندھیرے کا عاشق ہوتا ہے
با سلیماں خو کن اے خفاش رد	تا کہ در ظلمت نہ مانی تا ابد
اے مردود چمگادڑ! سلیمان کی عادت ڈال	تا کہ ہمیشہ تک کے لئے اندھیرے میں نہ رہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یک گزے رہ کہ بداں سو میروی	ہچو گز قطب مساحت می شوی
اگر تو اس کی جانب ایک گز چلے گا	تو گز کی طرح پیائش کا مدار بن جائے گا
وانکہ لنگ ولوک آں سو می جہی	از ہمہ لنگی و لوکی می رہی
اور جو تو لنگڑا اور لولا اس طرف چل رہا ہے	(اس) تمام لنگڑے اور لولے پن سے نجات پا جائے گا

شرح حبیبی

ہم نے بیان کیا تھا کہ آج کل ارواح میں تحاسد وتباغض بہت ہے مگر اس کی وجہ یہ نہیں کہ سلیمان وقت نہیں بلکہ سلیمان وقت اب بھی موجود ہیں جیسا کہ ان من امۃ الا خلا فیہا نذیر سے معلوم ہوتا ہے اور وجہ دلالت یہ ہے کہ جو وجہ نذیر کے آنے کی اس وقت تھی اور جو داعی اس وقت تھا یعنی اتمام حجت واصلاح امت وہ اب بھی موجود ہے پھر کوئی وجہ نہیں کہ اب نذیروں کا سلسلہ منقطع ہو جائے پس ضرور ہوا کہ اس وقت بھی موجود ہوں اور ہیں بھی مگر ہم دنیاوی بال اندیشی کے نشہ میں اندھے ہو رہے ہیں لہٰذا وہ ہم کو دکھلائی نہیں دیتے اس لئے ہم ان سے مستفیض بھی نہیں ہو سکتے اور وہ تحاسد وتباغض بھی دور نہیں ہو سکتا۔ واقعی بات یہ ہے کہ دور بینی دنیاوی آدمی کو اندھا رکھتی ہے اور امور دینیہ کو دیکھنے سے مانع ہوتی ہے اس کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے گھر میں کوئی سو رہا ہے اور سونے کے سبب گھر کو نہیں دیکھ سکتا ہو۔ وہ سوتے ہوئے مشرق ومغرب میں گھوم آتا ہے مگر اس کو اپنے رفیق کی خبر نہیں ہوتی۔ یوں ہی اہل اللہ اس کے پاس ہیں مگر یہ دیکھ نہیں سکتا۔ ہم لوگ باریک باتوں پر مٹے ہوئے ہیں اور مشکل عقدوں کو حل کرنے پر فریفتہ ہیں کہ ایک گرہ لگاتے ہیں اور ایک کھولتے ہیں اور شبہات وجوابات کی زینت بڑھاتے ہیں اس لئے ہماری مثال ایسی ہے جیسے ایک پرند کہ وہ کبھی جال کی گرہ کھولتا ہے اور کبھی لگاتا ہے تاکہ وہ اس فن میں کامل ہو جائے اور بوقت ضرورت جال سے نکل سکے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جنگل اور چراگاہ سے محروم رہ جاتا ہے اور گرہوں ہی کے باندھنے کھولنے میں اس کی عمر صرف ہو جاتی ہے۔ اور اس سے جال تو کمزور نہیں ہو جاتا جو اس کا مقصد ہے ہاں اس کاوش میں خود اس کے پر شکستہ ہو جاتے ہیں یہی ہماری حالت ہے کہ ہم مکروہات دنیا سے نجات پانے کے لئے ادھیڑ بن میں مصروف ہیں مگر اس سے ہم کو ان مکروہات پر غلبہ نہیں ہوتا بلکہ ہماری وہ استعداد کمزور ہوتی جاتی ہے جس سے ہم عروج روحانی کر سکتے ہیں پس مشکلات دنیاوی کو حل کرنے کی کوشش میں مصروف نہ رہنا چاہیے تاکہ اس جدوجہد میں وہ استعداد فطری باطل نہ ہو جائے جو ہمارے عروج روحانی کا آلہ ہے ہم سے پہلے لوگوں نے کیا کچھ نہیں کیا ان عقدوں کے حل کرنے میں لاکھوں آدمیوں نے اپنی امکانی جدوجہد کی لیکن کمین گاہ حوادث کو بند نہ کر سکے ان کی حالت تم کو قرآن کریم سے معلوم ہوگی۔ ارشاد ہوتا ہے فنقبوا فی البلاد کہ انہوں نے جدوجہد میں ملکوں کو چھان مارا۔ مگر آگے ارشاد ہوتا ہے ہل من محیص یعنی

www.besturdubooks.wordpress.com

کیا ایسا کرنے سے وہ حوادث سے بچ گئے ہرگز نہیں پس ثابت ہوا کہ دنیا میں اس قدر انہماک بالکل لایعنی ہے ہاں بقدر اجازت شرعیہ کچھ مضائقہ نہیں اور دیکھو تر کی عربی رومی فارسی کے نزاع سے انگور وعنب اوزم استافیل کا اشکال حل نہ ہوا ہر چند کوشش کی اور سر پٹک کر بیٹھ رہے۔ اور جب تک کوئی سلیمان زبان دان اور معنی شناس نہ آ جائے اس وقت تک یہ نزاع ختم بھی نہیں ہو سکتا۔ ان واقعات پر نظر کر کے میں اعلان کرتا ہوں کہ اے گرفتار منازعت جانور و باز کی طرح تم اس شاہ سلیمان وقت کے طبل باز باجہ کی آواز سنو۔ وہ تم کو اپنی طرف بلا رہا ہے اختلاف کو چھوڑو اتحاد کی طرف دوڑو اور ہر جانب سے اس کی طرف چلو تم جہاں کہیں بھی ہو اسی کی طرف رخ کرو ایسا کرنا کچھ گناہ تو نہیں کہ تم یوں اعراض کرتے ہو۔ جب تم اس کی طرف رخ کرو گے تو تم کو وہی فوائد حاصل ہوں گے جو اوپر مذکور ہوئے۔ اخوۃ واتحاد وغلبہ توحید وغیرہ لیکن ہم عجیب اندھے جانور اور عجیب کندہ ناتراش ہیں کہ کوہ سلیمان کو ہم نے اب تک نہ پہچانا بلکہ الوؤں کی طرح ان شہبازوں اہل اللہ کے دشمن رہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ہم تباہ اور برباد ہیں۔ ہم اپنی انتہائی جہالت اور اندھے پن سے مقبولان الٰہی کی ایذا رسانی کے درپے ہیں ہماری تو یہ حالت ہے اور جو لوگ اہل اللہ سے مستفید ہیں وہ بے گناہ کو ہرگز ایذا نہیں پہنچاتے۔ بلکہ وہ تو کمزوروں کی اعانت کرتے ہیں نہ تو ان میں مخالفت کا نام ہے اور نہ کینہ کا اور وہ اس حالت میں خوش اور مگن ہیں ان میں کہ وہ لوگ جو ہد ہد سلیمان سے مشابہت رکھتے ہیں وہ تسبیح وتقدیس کے لئے بلقیس کے مانند سینکڑوں گمراہوں کے لئے راستہ کھولتے ہیں اور جو ان میں کوے کی طرح کالے کلوٹے ہیں وہ گو صورت میں کوے ہوں لیکن ہمت کے لحاظ سے باز ہیں اور حق سبحانہ کی طرف سے ان کی نظر نہیں بھٹکتی اور ان میں جو لکلک کے مشابہ ہیں وہ الملک لک لاشریک لک میں مصروف ہیں اور توحید کی آگ سے شبہات ووساوس کو جلا رہے ہیں اور جو ان میں کبوتر کے مشابہ اور کمزور ہیں وہ دنیاوی بازوؤں اور بڑے لوگوں سے مرعوب نہیں ہوتے بلکہ بڑے بڑے سرکش ان کے سامنے سر جھکاتے ہیں اور ان میں جو بلبل سے مشابہ ہیں اور وجد کرتے ہیں وہ اپنے اندر معارف کا ایک چمن رکھتے ہیں اور ان میں جو طوطی کی طرح خوش گفتار ہیں ان کو ظاہری قند کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ تو ہمیشہ معدن قند حقیقی سے جلوہ گر ہوتے ہیں اور ان میں جو بہت ہی بدشکل ہیں جن کو پائے طاؤس کہنا چاہیے وہ اور حسینوں سے بڑھ کر ہیں جن کو بظاہر پر طاؤس کہنا مناسب ہے اور ان میں جو چکور سے مشابہ ہیں وہ شاہین اور اولوالعزم دنیاداروں پر ہنستے ہیں اور بلند پرواز ہیں راہ علیین پر چلتے ہیں شاہین جانور یعنی علمائے ظاہر وطلباء کی گفتگو یا خاقانی کا قصیدہ مسمی بہ منطق الطیر تو صورت محض ہے اس کو منطق الطیر سلیمانی سے کیا نسبت۔ مگر تو ان کی گفتگو کی صدر نہیں جان سکتا اس لئے کہ تو نے کبھی سلیمان ہی کو نہیں دیکھا۔ پس تو ان جانوروں کی آوازوں سے کیا واقف ہو سکتا ہے وہ جانور جس کی وجد میں لاتی ہے یعنی عارف اسی کی پرواز مشرق ومغرب سے باہر ہے اس کی ہر پرواز کبھی عرش سے فرش تک ہے اور کبھی فرش سے عرش تک یعنی کبھی عروج ہے اور کبھی نزول۔ یہ تو مرغان سلیمانی اور وابستگان شیخ کامل کی حالت تھی اب دوسرے جانوروں کی حالت سنو۔ جو

www.besturdubooks.wordpress.com

شیخ سے تعلق نہیں رکھتے جو شیخ سے رہنمائی حاصل نہیں کرتا اور خود چلتا ہے خواہ راہ خدا میں خواہ طلب دنیا میں وہ عاشق ظلمت ہے جس طرح خفاش عاشق ظلمت ہوتا ہے وہ محبت جہل اور تاریکی عالم ناسوت میں پھنسا ہوا ہے مبتلائے جہل وشہوات ولذات ہے پس اے مردود خفاش تو اس سلیمان سے تعلق پیدا کر اور اے محجوب تو اس شیخ کامل کا دامن پکڑ۔ تاکہ تو ہمیشہ ظلمت میں گرفتار نہ رہے بلکہ ایک دن تجھ کو نور معرفت حق سبحانہ حاصل ہو اگر تو ایک گز اس راستہ پر چلے گا تو گز کی طرح قطب مساحت ہو جائے گا یعنی جس طرح مسا ... کا مدار گز پر ہوتا ہے اس لئے وہ مساحت کے لئے ایک گرانمایہ شے ہوتا ہے۔ یونہی تو بھی ایک گرانمایہ شے ہوگا۔ یا یوں کہو کہ اگر تو اس غیر متناہی راستہ پر اس کے لحاظ سے ایک گز بھی چل لے گا تو تو کامل ہو جائے گا اور گز کی طرح جادہ پیمائی راہ سلوک کا قطب ہو جائے گا۔ یعنی دوسرے لوگ تیرے سہارے پر راہنمائی کریں گے اور جبکہ تو لنگڑوں لولوں کی طرح بھی اس راستہ پر چلے گا تو یہ سارا تیرا لنگڑا لولا پن جاتا رہے گا۔ یہاں تک اس کو اس راستہ پر چلنے کی ترغیب دلائی۔ آگے اس کی ہمت بندھاتے ہیں اور اس کی جھجک کو کھوتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

شرح شبّیری

ہم سلیمان الخ۔ یعنی سلیمان اب بھی ہیں لیکن ہم دور بینی کی نشاط کی وجہ سے اندھے ہو رہے ہیں۔ یعنی دنیا کی جو دور بنیاں کرتے ہیں اس وجہ سے اس دوسری طرف سے بالکل کورے ہو رہے ہیں ورنہ اہل اللہ ہر زمانہ میں ہیں اور ہمارے اس زمانہ میں بھی ہیں (اور خود ہمارے زمانہ میں بھی بحمد اللہ بہت بزرگ ہیں اور ہمارے لئے تو قطب الاقطاب حضرت استادی قبلہ وکعبہ مولانا اشرف علی صاحب ہیں حق تعالیٰ ان کو ہمارے سر پر سلامت رکھے اور ان کے سامنے باایمان ہم کو حق تعالیٰ اپنے پاس بلا لے۔ آمین یارب العالمین۔

دور بینی الخ۔ یعنی دور بینی انسان کو اندھا کر دیتی ہے جیسے کہ کوئی گھر میں سو رہا ہے اور گھر سے اندھا ہوا اسی طرح ہم لوگ بزرگان دین کے پاس رہتے ہیں اور ان کے کمالات سے بے خبر ہیں اور اندھے ہیں اس اندھے کی یہ حالت ہوتی ہے کہ

میکند الخ۔ یعنی مشرق سے مغرب تک گزر جاتا ہے اور اپنے رفیق اور ہم نشیں سے بے خبر ہوتا ہے اسی طرح ہم ساری دنیا میں مارے مارے پھرتے ہیں مگر اہل اللہ کی خاک بھی خبر نہیں اور اے اللہ اس اندھے پن کو دور فرما اور اہل اللہ کی شناخت نصیب فرما اور ان سے مستفیض فرما۔ ہماری تو یہ حالت ہے کہ

مولعیم الخ۔ یعنی ہم باریک باتوں کے بہت حریص ہیں اور گرہوں کے کھولنے کے عاشق ہیں۔ مطلب یہ کہ بس اس کا شوق ہے کہ نکتے پیدا ہوں۔ اشکالات کو حل کریں اس میں لگ کر اصل مقصود سے کوسوں دور ہو گئے ہیں اور اس فکر میں رہتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ما گرہ الخ۔ یعنی تا کہ ایک گرہ لگا دیں اور اس کو کھولیں اشکال اور جواب میں قواعد بڑھانے والے۔ مطلب یہ کہ بس اس میں رہتے ہیں کہ ایک اشکال کیا اس کو حل کیا دوسرا اشکال کیا اس کو حل کیا اسی طرح کرتے رہتے ہیں مقصود اور مطلوب سے بے خبر ہیں آگے ہماری مثال فرماتے ہیں کہ

ہمچو مرغے الخ۔ یعنی اس جانور کی طرح جو کہ گرہ اور جال کھولے کبھی باندھے تا کہ فن کا کامل ہو جائے۔ مطلب یہ کہ ہم اس جانور کی طرح ہیں جیسے کہ کسی نے جانور کو گرہ لگانا سکھایا اور اس کو کھولنا بھی سکھایا۔ تو اب وہ جانور اسی میں لگا ہوا ہے کہ کبھی گرہ لگاتا ہے اور کبھی کھولتا ہے اور سکھانے سے مقصد یہ ہے کہ اگر کبھی جال میں پھنس جائے تو اس کو کھول سکے مگر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ

او شود الخ۔ یعنی وہ چراگاہ اور جنگل سے محروم رہتا ہے اس کی عمر گرہ لگانے میں ہی خرچ ہو جاتی ہے۔

خود زبوں الخ۔ یعنی کوئی جال اس سے عاجز تو ہوتا نہیں لیکن اس کے پر ضعیف ہو جاتے ہیں اور جال میں پھنس جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب وہ ایک مدت تک اس کام میں لگا رہتا ہے اور اڑتا نہیں ہے تو اسکے پر کمزور ہو جاتے ہیں اور پھر اگر کہیں جال میں پھنستا ہے تو نکلنا موت ہو جاتا ہے تو اسی طرح وہ جو اس گرہ کے کھولنے میں لگا رہا تو کیا وہ تو اس لئے تھا کہ جال کو کھول سکے مگر آخر کار اس قابل بھی نہ رہا کہ جال سے نکل ہی سکے۔

با گرہ الخ۔ یعنی گرہ لگانے میں کوشش کم کرو تا کہ کہیں تمہارے بال و پر ایک ایک کر کے ٹوٹ نہ جائیں اس کروفر سے مطلب یہ کہ اس دنیا کے اشکالات اور ان کے حل میں مت لگے رہو ورنہ وہ بازو اور پر کہ عالم غیب تک پہنچانے والے تھے بیکار ہو جائیں گے اور تم عروج نہ کر سکو گے پستی ہی میں پڑے پڑے اس جال میں تڑپا کرو گے۔

صد ہزاران الخ۔ یعنی لاکھوں جانور ایسے جن کے پر ٹوٹ گئے اور وہ کمین گاہ عوارض کو بند نہ کر سکے۔ مطلب یہ کہ بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ جو دنیا کے جال میں پھنس گئے اور پھر مدت العمر اس سے نہ نکل سکے۔

حال ایشان الخ۔ یعنی اے حریص ان لوگوں کا حال قرآن شریف سے پڑھو کہ انہوں نے (زمیں میں) کھوج لگائے تو کیا کوئی چھٹکارا ہے مطلب یہ کہ دیکھو قرآن شریف میں ہے کہ وکم اہلکنا من قبلھم من قرن ہم اشد منہم بطشا فنقبوا فی البلاد ہل من محیص یعنی ہم نے ان سے پہلے بہت سی قوی قوموں کو ہلاک کر دیا ہے اور انہوں نے سفر کرے مگر ان کو کیا کوئی چھٹکارا تھا سے ہے تو دیکھو وہ لوگ بہت دنیا میں منہمک رہے مگر سب بے سود ہوا تو اسی طرح اگر ہم بھی دنیا میں لگے رہے اور اسی میں انہماک رہا تو ہماری یہ عقل وغیرہ کچھ کام نہ آئے گی بلکہ پھر نکلنا مشکل ہو جائے گا۔ آگے مولانا ان چار آدمیوں کے قصہ کو فرماتے ہیں

از نزاع الخ۔ یعنی ترک اور رومی اور عرب وغیرہ کے جھگڑے سے انگور و عنب وغیرہ کا اشکال حل نہ ہوا بلکہ نزاع قائم رہا اور فیصلہ نہ ہو سکا۔

تا سلیمان الخ۔ یعنی جب تک کہ کوئی سلیمان زبان دان معنوی نہ آئے گا یہ دوئی نہ اٹھے گی۔ مطلب یہ کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

جب تک کوئی کامل معنوی سب کو ایک نہ کردے گا اس وقت تک یہ دوئی اور نزاعات رفع نہیں ہو سکتے۔ ہاں اگر کوئی سب زبانوں کا عالم ہو تو وہ ان سب کے نزاعات کو رفع کر سکتا ہے۔

جملہ مرغان الخ۔ یعنی اے سارے جھگڑنے والے جانورو باز کی طرح اس شہریار کے طبل بازگشت کو سن لو۔

زاختلاف الخ۔ یعنی اپنے اختلافات سے اتحاد کی طرف ارے ہر جانب سے خوش خوش روانہ ہو جاؤ۔

حیث الخ۔ یعنی جہاں کہیں ہو اس کی طرف منہ پھیر لو اور اس بات سے کون منع کرتا ہے مطلب یہ کہ بس اس یک مقصود و مطلوب اصل کو لے لو کہ اسی سے کام چلے گا اور سارے اختلافات رفع ہو جائیں گے بس اسی کے ہو رہو۔

کور مرغانیم الخ۔ یعنی ہم اندھے ہو رہے ہیں اور بہت ہی ناموافق ہو رہے ہیں کہ اس سلیمان کو ایک دم کے لئے نہیں پہچانتے۔ مطلب یہ کہ ان کاملین اور مقبولان حق کو جو ہم پہچانتے نہیں یہ ساری ہماری کوری کی وجہ سے ہے کہ ہم اس طرف سے اندھے ہو کر دنیا میں کھپ گئے ہیں۔

ہمچو چغدان الخ۔ یعنی چغدوں کی طرح بازوں کے ہم دشمن ہو گئے تو انجام کار پس ماندہ اور ویران ہوئے یعنی جب بزرگوں کو تکلیف پہنچائی تو آخر کار تباہ و برباد ہوئے۔

میکنیم الخ۔ یعنی ہم غایت جہل وگمی کی وجہ سے مقبولان خدا کی آزاردہی کا قصد کرتے ہیں۔

جمع مرغان الخ۔ یعنی جو جماعت جانوروں کی کہ سلیمان سے روشن ہے وہ بے گناہوں کے پر و بال کب اکھاڑتے ہیں۔ مطلب یہ کہ جو حضرات کہ اہل اللہ کی صحبت سے مستفیض ہو چکے ہیں وہ بے گناہ لوگوں کو کب ستاتے ہیں اور اہل اللہ بھی بے گناہ ہی ہیں لہٰذا وہ لوگ ان حضرات کو بھی نہیں ستاتے۔

بلکہ سوی الخ۔ یعنی بلکہ عاجزوں کی طرف چینہ لے جاتے ہیں اور وہ جانور کے خلاف و کینہ ہی کے خوش ہیں۔ مطلب یہ کہ وہ ستاتے تو کیا بلکہ اوروں کی خدمت کرتے ہیں اور نہ کسی سے لڑائی ہے اور نہ جھگڑا بلکہ خوش و خرم ہیں۔

ہدہد ایشان الخ۔ یعنی ان کا ہدہد تقدیس کے واسطے سینکڑوں بلقیس کے لئے راہ کھولتا ہے۔ مطلب یہ کہ ان میں جو ضعیف بھی ہیں وہ بھی بہتوں کو ہدایت کرتے ہیں۔

زاغ ایشان الخ۔ یعنی ان میں کا کوا اگرچہ صورت میں کوا ہے مگر ہمت کے اعتبار سے باز ہے اور مازاغ کی شان ہے جو کہ قرآن شریف میں ہے مازاغ البصر وما طغیٰ اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ ان کا چھوٹا بھی کامل ہی ہے۔

لکلک ایشان الخ۔ یعنی ان میں کا کبوتر دوسرے بازوں سے ہارتا نہیں اور باز ان کے کبوتر کے آگے سر رکھتا ہے مطلب یہ کہ ان میں سے جو چھوٹے ہیں وہ دنیاداروں سے خواہ وہ کسی قدر بڑے ہوں نہیں گھبراتے اور آپس میں بڑے بڑے لوگ چھوٹوں کے سامنے تواضع سے پیش آتے ہیں۔

بلبل ایشان الخ۔ یعنی ان میں کا بلبل جو کہ حالت لاتا ہے اپنے اندر ایک گلشن رکھتا ہے۔

طوطی ایشان الخ۔ یعنی ان کی طوطی قند سے آزاد ہے اس لئے کہ ان کے قند میں سے اس نے منہ نکالا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پائے طاؤسان الخ۔ یعنی ان کے موروں کے پاؤں دیکھنے میں دوسرے موروں کے پروں سے بہتر ہیں۔
کبک ایشان الخ۔ یعنی ان میں کا کبک شاہین (دنیا) پر ہنستا ہے اور تعلق حق میں راہ عالم بالا کی اختیار کرتا ہے۔
منطق الطیر ان الخ۔ یعنی خاقانی کی منطق۔ الطیر تو ایک آواز ہی ہے منطق الطیر سلیمان علیہ السلام والی کہاں ہے خاقانی شاعر نے ایک کتاب لکھی ہے اسکا نام منطق الطیر تھا اور اس میں کچھ جانوروں کی بولیاں جمع کی تھیں تو فرماتے ہیں کہ وہ تو صرف الفاظ ہی الفاظ ہیں مگر جو منطق الطیر کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو حاصل تھی وہ حقیقی تھی وہ کہاں ہے ان سب اشعار بالا کا حاصل یہ ہے کہ اہل اللہ کو جانوروں سے تشبیہ دی کہ جس طرح جانور عروج کرتے ہیں اور اڑتے ہیں اسی طرح یہ حضرات بھی عروج کرتے ہیں مگر ان کی حالت دنیاداروں سے کب ملتی ہے ان کا ایک ادنیٰ ان کے بڑے بڑوں سے کب دبتا ہے بلکہ یہی حضرات بادشاہ ہیں ان کے آگے کس کی حقیقت ہے سب کی گردنیں نیچی ہوتی ہیں۔
تو چہ دانی الخ۔ یعنی تم جانوروں کی آواز کو کیا جانو جبکہ تم نے ایک دم کو بھی سلیمان کو نہیں دیکھا۔ مطلب یہ کہ جب اہل اللہ کی صحبت ایک گھڑی بھی نہیں پھر تم کو ان حضرات کی حالت کی کیا خبر ہو۔
پر آن الخ۔ یعنی اس مرغ کا پر جس کی آواز کہ طرب آور ہے مشرق و مغرب سے باہر ہے۔ مطلب یہ کہ ان حضرات اہل اللہ کا عروج اور ان کی طیر سب اس مشرق و مغرب سے خارج ہے بلکہ ان کا تعلق عالم غیب سے ہے اور اس دنیا سے ان کو تعلق ہی نہیں ہے یعنی ان کا دل اس میں پھنسا ہوا نہیں ہے۔
ہر یک آہنگش الخ۔ یعنی ان کی ہر آواز سے کرسی سے ثری تک اور ثری سے کرسی تک کر وفر ہے۔ مطلب یہ کہ زمین سے آسمان تک ان ہی کی سلطنت ہے۔
مرغ الخ۔ یعنی جو مرغ کہ بے اس سلیمان کے جاتا ہے وہ عاشق ظلمت مثل خفاش کے ہوتا ہے مطلب یہ کہ جو ان کاملین سے الگ ہیں وہ اندھیرے میں بے نور ہیں۔
با سلیمان الخ۔ یعنی سلیمان کے ساتھ موافقت پیدا کر اے خفاش مردود تا کہ تو ہمیشہ ظلمت ہی میں نہ رہے۔ خفاش سے مراد عوام ہیں یعنی اے عوام محجوبین کاملین کی خدمت کرو تا کہ نور حاصل ہو اور اس ظلمت سے نجات حاصل ہو۔
یک گزے الخ۔ یعنی ایک گز راستہ جو کہ اس طرف چلو گز کی طرح تم قطب مساحت بن جاؤ گے یعنی تم اگر تھوڑی توجہ بھی کرو اس سے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔
وانکہ الخ۔ یعنی جو کہ تو لنگڑا لنجا اس طرف چل رہا ہے تو سارے لنگڑے لولے پن سے چھوٹ جاؤ گے۔ مطلب یہ کہ اگر بے دست و پا ہو کر بھی ادھر کوشش کرو تب بھی مقصود انشاء اللہ حاصل ہو جائے گا۔ اس لئے کہ تمہارے اندر استعداد قبول تو موجود ہے ہی ذرا سی توجہ کرو گے وہ ظاہر ہوگی اور کام بن جائے گا۔ آگے اس پر ایک قصہ لاتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

قصۂ بط بچگاں کہ مرغ خانگی پروردشاں

بطخ کے ان بچوں کا قصہ جن کو گھریلو مرغ نے پالا

تخم بطی گرچہ مرغ خانہ ات	کرد زیر پر چو دایہ تربیت
تو بطخ کا انڈا ہے اگرچہ تجھے گھریلو مرغ نے	پروں کے نیچے دایہ کی طرح پالا ہے
مادر تو بط آں دریا بدست	دایہ ات خاکی بدو خشکی پرست
تیری ماں تو اس دریا کی بطخ تھی	تیری دایہ خاکی اور خشکی پرست تھی
میل دریا کہ دل تو اندرست	آں طبیعت جانت را از مادرست
دریا کی طرف جھکاؤ جو تیرے دل میں ہے	تیری جان کا وہ مزاج ماں کی جانب سے ہے
میل خشکی مر ترا زیں دایہ است	دایہ را بگذار کو بد رایہ است
خشکی کی طرف میلان اس دایہ کی وجہ سے ہے	دایہ کو چھوڑ کہ وہ غلط راہ والی ہے
دایہ را بگذار در خشک و براں	اندر آ در بحر معنیٰ چوں بطاں
دایہ کو خشکی پر چھوڑ دے اور دور کر	بطخوں کی طرح حقیقت کے سمندر میں آ جا
گر ترا دایہ بترساند ز آب	تو مترس وسوئے دریا راں شتاب
اگر تجھے دایہ پانی سے ڈرائے	تو نہ ڈر اور دریا کی جانب جلد (سواری) ہانک دے
تو بطے بر خشک و بتر زندۂ	نے چو مرغ خانہ خانہ کندۂ
تو ایسی بطخ ہے کہ خشکی اور تری پر تو زندہ ہے	نہ کہ گھر کے مرغ کی طرح تو نے گھر کو کریدا ہے
توز کرمنا بنی آدم شہی	ہم بخشکی ہم بدریا پا نہی
تو کرمنا بنی آدم کی وجہ سے شاہ ہے	خشکی میں بھی اور دریا میں بھی قدم دھرتا ہے
کہ حملنا ھم علی البحری بجاں	از حملنا ھم علی البر پیش راں
تو روح کی وجہ سے حملنا ہم علی البحر (کا مصداق) ہے	حملنا ہم علی البر سے آگے چل
مر ملائک را سوئے بر راہ نیست	جنس حیواں ہم ز بحر آگاہ نیست
فرشتوں کا خشکی کی طرف راستہ نہیں ہے	حیوان کی جنس بھی سمندر سے آگاہ نہیں ہے
تو بہ تن حیواں بجانے از ملک	تا روی ہم بر زمیں ہم بر فلک
تو جسم کے اعتبار سے حیوان اور روح کے اعتبار سے فرشتوں میں سے ہے	تاکہ تو زمین پر بھی چلے اور آسمان پر بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

تا بظاہر مثلکم باشد بشر	بادل یوحیٰ الی دیدہ ور
یہاں تک کہ بظاہر تم جیسا بشر ہوتا ہے	(لیکن) یوحیٰ الی کے دل کے اعتبار سے صاحب بصیرت ہے
قالب خاکی فتادہ بر زمیں	روح او گرداں براں چرخ بریں
(اس کا) خاکی جسم زمین پر ہے	اس کی روح بلند و بالا آسمان پر گردش کرتی ہے
ماہمہ مرغابیانیم اے غلام	بحر میداند زبان ما تمام
اے لڑکے! ہم سب پانی کے پرند ہیں	سمندر ہماری سب زبان سمجھتا ہے
پس سلیماں بحر آمد ما چو طیر	در سلیماں تا ابد داریم سیر
سلیمان سمندر ہے اور ہم پرندوں کی طرح ہیں	ہمیشہ سلیمان میں ہمارا مطالعہ ہے
با سلیماں پائے در دریا بنہ	تا چو داؤدؑ آب سازد صد زرہ
سلیمان کے ساتھ دریا میں قدم رکھو	تاکہ پانی (حضرت) داؤد کی طرح سینکڑوں زرہیں بنادے
آں سلیماں پیش جملہ حاضرست	لیک غیرت چشم بند و ساحرست
وہ سلیمان سب کے سامنے موجود ہے	لیکن غیرت آنکھ کی پٹی اور جادوگر ہے
تا ز جہل و خوابناکی و فضول	او بہ پیش ما و ما از وے ملول
یہاں تک کہ نادانی اور غنودگی اور بیہودگی کی وجہ سے	ہم اس سے گھبراتے ہیں اور وہ ہمارے سامنے ہے
تشنہ را درد سر آرد بانگ رعد	چوں نداند کو کشاید ابر سعد
کڑک کی آواز پیاسے کے سر میں درد پیدا کرتی ہے	جبکہ وہ نہیں جانتا کہ وہ مبارک ابر کو کھول دیگی
چشم او ماندست در جوئے رواں	بے خبر از ذوق آب آسماں
اس کی آنکھ جاری نہر پر جمی ہوئی ہے	وہ آسمان کے پانی کے ذوق سے بے خبر ہے
مرکب ہمت سوئے اسباب راند	از مسبب لاجرم محروم ماند
اس نے توجہ کی سواری آسمان کی جانب دوڑا دی	لامحالہ سبب پیدا کرنے والے سے محروم ہوگیا
آنکہ بیند او مسبب را عیاں	کے نہد دل بر سببہائے جہاں
جو شخص سبب پیدا کرنے والے کی جانب سے ایک گنج کو پا جاتا ہے	نجات اور فلاح اور کامیابی
آنچہ در صد سال مشت حیلہ مند	دہ یکے زاں گنج حاصل ناورند
وہ جو کچھ کہ تدبیر کرنے والے کی مٹھی میں سو سال میں (آیا)	اس خزانہ کا دسواں حصہ حاصل نہیں کر سکتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

تو بط کا انڈا ہے۔ مرغی نے اپنے پروں کے نیچے دایہ کی طرح تیری تربیت کی ہے۔ تیری ماں اس دریا کی بط تھی اور دایہ تیری خاکی اور خشکی پرست ہے۔ (بط سے مراد روح ہے جو عالم امر سے اور دریائے معرفت کی شناور ہے اور دایہ سے مراد جسم ہے جو عالم خلق سے اور محجوب ہے) تیرے اندر جو اس دریا کی رغبت ہے یہ خصلت تیری جان کو ماں سے حاصل ہوئی ہے اور عالم ناسوت کی طرف جو تجھ کو رغبت ہے یہ بات تجھے دایہ سے حاصل ہوئی ہے جب تجھے یہ معلوم ہو گیا اور تجھ پر اپنی حقیقت منکشف ہو گئی تو اب تجھ کو دایہ کی اطاعت چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ یہ بدرائے ہے تو اس دایہ کو خشکی ہی پر چھوڑ دے اور بطوں کی طرح سمندر میں گھس جا۔ ہرگز مت جھجک اگر تجھے دایہ ڈرائے کہ ارے پانی میں جا ہلاک ہو جائے گا تو ڈر مت اور دریا میں گھس جا۔ تو تو بط ہے تو خشکی پر بھی زندہ رہتا ہے اور تری میں بھی اور مرغی کی طرح صرف گھر ہی کو نہیں کریدتا تو تو تمغہ کرمنا بنی آدم سے مشرف ہے خشکی پر بھی چل سکتا ہے اور دریا میں بھی کیونکہ ان کی نسبت حملنا ہم علی البر والبحر مذکور ہے پس اب تک تو حملنا ہم علے البر کا مصداق تھا اب اس سے بڑھ کر دریا میں گھس کہ تو جان کے لحاظ سے حملنا ہم علی البحر کا مصداق ہے۔ تیری کرامت علی المخلوقات کی وجہ ہی یہ ہے کہ تو بری بھی ہے اور بحری بھی۔ فرشتے ہیں سو ان کو تو بر یعنی عالم ناسوت سے تعلق نہیں بایں معنی کہ وہ اس سے مستفید نہیں ہوئے رہی جنس حیوان اس کو بحر معارف سے معتدبہ تعلق نہیں تو ذوجہتین ہے اور ملکیت اور حیوانیت دونوں کا جامع کیونکہ جسم کے لحاظ سے تو حیوان ہے اور روح کے لحاظ سے فرشتہ لہذا تو زمین پر بھی چلتا ہے اور آسمان پر بھی۔ آدمی پر گو صورۃً دیگر اجسام کے مماثل ہے مگر دل مصداق یوحی الی اور معدن حقائق و معارف کے لحاظ سے عارف اور صاحب بصیرت ہے اس کا جسم خاکی تو زمین پر رہتا ہے لیکن اس کی روح بلحاظ معرفت آسمان کی سیر کر سکتی ہے جب یہ حالت ہے تو تیرے لئے بحر حقیقی سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں پس تجھ کو ضرور اس بحر میں گھسنا چاہیے اور اس سے منتفع ہونا چاہیے اب ہم تجھ کو اس میں گھسنے کا طریقہ بتاتے ہیں یاد رکھ کہ بحر دو ہیں ایک بحر حقیقی جس کا اوپر ذکر ہوا اور جو جملہ بنی آدم کے لحاظ سے بحر ہے اور ایک بحر اضافی جو بنی آدم ہی میں سے ہے۔ پس ہم سب ناقصین اس بحر اضافی کے لحاظ سے مرغابی ہیں اور وہ ہمارے لحاظ سے بحر۔ وہ ہماری زبان جانتا ہے یعنی ہمارے جذبات خیالات استعدادات سے واقف ہے اور ہم کو پورا فائدہ پہنچا سکتا ہے اور حیات روحانی بخش سکتا ہے اب سمجھو کہ وہ بحر کون ہے وہ بحر وہی ہے جس کو ہم سلیمان کہتے آئے ہیں۔ یعنی شیخ کامل اور ہم ناقصین اس کی مرغابیاں ہیں ہم کو ہمیشہ اس سے منتفع ہونے اس کے اسرار پر مطلع ہونے اس سے حیات روحانی حاصل کرنے کی ضرورت ہے پس تم کو اس بحر اضافی یعنی سلیمان اور شیخ کامل کے ساتھ اس دریائے حقیقی میں قدم رکھنا چاہیے تا کہ وہ داؤد علیہ السلام کی طرح پانی کو تمہارے لئے زرہ بنا دے

www.besturdubooks.wordpress.com

اور تم کو اس کے خطرات سے محفوظ رکھے۔ وہ سلیمان معدوم نہیں بلکہ سب کے سامنے موجود ہے لیکن غفلت نے نظر بندی اور جادو کر رکھا ہے جو وہ دکھلائی نہیں دیتا اور نوبت بایں جا رسید کہ وہ ہمارے سامنے ہے مگر ہم اپنی جہالت اور خفگی اور بے ہودگی سے اس سے گھبراتے ہیں اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم اپنی حماقت سے اس کو نافع نہیں سمجھتے۔ جیسے بعض پیاسا چونکہ یہ نہیں جانتا کہ رعد ابر کو کھولے گا اور وہ برسے گا تو رعد کی آواز سے اس کے سر میں درد ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنی حماقت سے اس کو موصل الی المطلوب نہیں سمجھتا اس لئے کہ اس کی نظر تو آب جو تک محدود ہے وہ سمجھتا ہے کہ پانی صرف نہر سے ملتا ہے اور آب آسمان کے ذائقہ سے واقف ہی نہیں لہٰذا وہ رعد سے پانی کا متوقع نہیں ہے۔ چونکہ اس کی ساری دوڑ اسباب تک ہے اس لئے وہ مسبب سے محروم ہے اور مسبب پر نظر نہیں رکھتا مگر جو مسبب کا مشاہدہ کرتا ہے وہ اسباب ظاہرہ سے ہرگز دل نہیں لگاتا لیکن چونکہ وہ اختیار اسباب ظاہرہ کا مامور ہے اس لئے ان کو چھوڑتا بھی نہیں لہٰذا مسبب کی جانب سے اس کو ایک ہی دن میں وہ نجات اور رستگاری اور کامیابی حاصل ہوتی ہے جس کا دسواں حصہ مقید تدابیر کو سو سال میں بھی نہیں ملتا اس کے متعلق ایک حکایت سنو جس سے اس کی تصدیق ہو کہ اصل مسبب ہے اور وہی مطمح نظر بنانے کے قابل ہے نہ کہ اسباب۔

قصہ بط کے بچوں کا کہ خانگی مرغی ان کو پالتی تھی

شرح شبّیری

تخم بطے الخ۔ یعنی تم تو تخم بط ہو اگرچہ تم کو مرغ خانگی نے پر کے نیچے دایہ کی طرح پالا ہے

مادر تو الخ۔ یعنی تمہاری ماں اس دریا کی بط تھی اور تمہاری دایہ خاکی ہے اور خشکی پرست ہے۔

میل دریا الخ۔ یعنی دریا کا میلان جو تمہارے دل میں ہے وہ تمہاری طبیعت جان کو ماں کی طرف سے ہے میلان سے مراد رغبت و استعداد اور دریا عالم غیب مادر سے مراد عقل انسانی اور دایہ سے مراد عقل حیوانی۔ مطلب یہ کہ تمہارے اندر جو عالم غیب کی رغبت ہے یہ اس روح انسانی کا اثر ہے جس کی استعداد صحیح ہے اگرچہ تم اس دنیا میں آ گئے ہو مگر ابھی وہ تقاضا باقی ہے اگر توجہ کرو تو ابھی شناوری کرنے لگو گے۔

میل خشکی الخ۔ یعنی تم کو خشکی کی رغبت اس روح حیوانی کی وجہ سے ہے تم اس کو ترک کرو کہ یہ تو بد عقل ہے تم اس روح انسانی کے مقتضاء پر عمل کرو۔

دایہ الخ۔ یعنی دایہ کو چھوڑ دو خشکی پر اور دریا میں بطوں کی طرح چل دو۔ مطلب یہ کہ اس نفس کو ساحل پر اس دنیا ہی میں چھوڑ دو تم روحانی عروج اس عالم میں پیدا کرو۔

گر ترا الخ۔ یعنی اگر تجھے دایہ پانی سے ڈرائے تو تو ڈر مت دریا میں جلدی سے گھس جا۔ یعنی اگر نفس و شیطان

www.besturdubooks.wordpress.com

اس راہ میں آنے سے ڈرائیں کہ وہاں ہلاک ہو جاؤ گے تو گھبراؤ مت بلکہ قدم بہت جلد رکھو کہ پھر شناوری کرنے لگو گے۔ ہاں اگر ساحل پر رہو گے تو ڈوب جاؤ گے۔

تو بطے الخ۔ یعنی تم تو بط ہو خشکی اور تری سب پر زندہ بھی رہو گے۔ مرغ خانگی کی طرح گھر نہیں کھودا ہے مطلب یہ کہ تم ان اسباب ظاہری کے مقید نہیں ہو بلکہ جہاں رہو گے خوش رہو گے۔

تو ز کرمنا الخ۔ یعنی تم کرمنا بنی آدم کی وجہ سے بادشاہ ہو خشکی میں بھی اور دریا میں بھی پاؤں رکھتے ہو۔ مطلب یہ کہ تم تو اس قابل ہو کہ ہر جگہ تمہارا ہی تسلط ہو اس لئے کہ ارشاد ہے

کہ حملنا ہم الخ۔ یعنی کہ تم تو حملنا ہم علی البحر کی جان سے (مصداق ہو) اور حملنا ہم علے البر کی وجہ سے آگے کو ہو۔ مطلب یہ کہ دونوں جگہ رہو اور ہر حال میں خوش رہو۔

مر ملائک الخ۔ یعنی ملائک کو بر کی طرف راستہ نہیں ہے اور جنس حیوانی کو بحر سے آگاہی نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ تم وسط میں ہو عالم بالا والے جو کہ نور ہیں وہ اس عالم سے تعلق نہیں رکھتے اور عقل روح حیوانی اس عالم بالا سے تعلق نہیں رکھتی مگر بحمد اللہ انسان میں دونوں خصلتیں موجود ہیں۔

تو بہ تن الخ۔ یعنی تو تن کے اعتبار سے تو حیوان ہے اور روح کے اعتبار سے ملک تا کہ زمین پر بھی اور آسمان پر بھی دونوں طرف جا سکو۔

تا بظاہر الخ۔ یعنی تا کہ ظاہر میں تو انسان (کامل) تمہاری ہی طرح ہو اور دل یوحی الی سے مبصر ہو۔ مطلب یہ کہ قرآن شریف میں ہے کہ ان انا الا بشر مثلکم یوحی الی تو قضیہ اول کے اعتبار سے تو مثلکم کے مصداق ہیں اور دوسرے قضیہ یوحی الی کے اعتبار سے وہ مبصر اور کامل ہیں۔

قالب الخ۔ یعنی قالب خاکی تو زمین پڑا ہوا ہے اور اس کی روح چرخ برین پر پھر رہی ہے۔

ماہمہ الخ۔ یعنی ارے چھوکرے ہم سب مرغابیاں ہیں وہ بحر ہماری سب کی زبان کو جانتا ہے۔

پس سلیمان الخ۔ یعنی کہ بس سلیمان تو بحر کی طرح ہیں اور ہم پرند ہیں اور سلیمان ہی ہیں ہمیشہ سیر کرتے ہیں۔ یعنی ان ہی حضرات کی حالت کو دیکھتے ہیں۔

با سلیمان الخ۔ یعنی سلیمان کے ساتھ دریا میں پاؤں رکھ دو تا کہ داؤد علیہ السلام کی طرح پانی سوزرہ بنائے۔ مطلب یہ کہ شیخ کامل کے ساتھ متوجہ الی اللہ ہو جاؤ تا کہ اس کی توجہ تم کو ہزاروں آفتوں سے بچالے۔

آن سلیمان الخ۔ یعنی وہ مرد کامل سب کے سامنے حاضر ہے لیکن غفلت آنکھ کو بند کرنے والی اور ساحر ہے۔

تا ز جہل الخ۔ یعنی یہاں تک کہ جہل اور خواب ناکی اور مخضولیت کی وجہ سے وہ ہمارے سامنے اور ہم اس سے غافل ہیں اس لئے کہ اہل اللہ آخر انسان ہمارے مانند ہی ہوتے ہیں مگر اندھے ہیں اس لئے دیکھتے نہیں ہیں۔ مثال ہے

تشنہ را الخ۔ یعنی پیاسے کو رعد کی آواز سے دردسر پیدا ہوگا جبکہ وہ یہ نہ جانے کہ وہ ابر سعد کو کھولے گا تو اس

www.besturdubooks.wordpress.com

طرح ہم کو اولیاء اللہ کی ترشی ذرا سی سخت معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ ان کے کمالات کی خبر نہیں ہے ورنہ ان کی تختی کو سر آنکھوں سے قبول کریں۔

چشم او الخ۔ یعنی اس کی آنکھ اس ندی رواں میں لگی ہوئی ہے اور آب آسمان کے ذوق سے بے خبر ہے۔

اسی طرح اس دنیا میں لگے ہوئے ہیں جب تک کہ ان کے کمالات سے بے خبر ہیں۔

مرکب ہمت الخ۔ یعنی مرکب ہمت کو اسباب میں چلایا تو آخرکار مسبب سے محجوب رہے اور اس کی تجلی اور نور سے فائض نہ ہوسکا۔

آنکہ بیند الخ۔ یعنی جو شخص کہ مسبب کو ظاہر طور پر دیکھ لے وہ اسباب جہاں پر کب دل رکھے گا۔

از مسبب یابد الخ۔ انچہ در صد سال الخ۔ یعنی (جس کی نظر مسبب پر ہے وہ) مسبب سے ایک ذرا سی دیر میں نجات اور فلاح اور نجاح میں سے وہ پالیتا ہے جو کہ اسباب پرست کی کوشش سو برس میں اس خزانہ کا دسواں حصہ بھی حاصل نہیں کرسکتی اور یہ بات بالکل ظاہر ہے جس نے خود مسبب کو پالیا اس کے سامنے اس بات کی حقیقت ہی کیا ہے آگے درویش کی حکایت لاتے ہیں کہ ان کی نظر حق تعالیٰ مسبب الاسباب پر تھی تو ان کو صحرا خشک میں پانی ملتا تھا اور بہت سی کرامتیں ظاہر ہوتی تھیں۔ یہ ساری برکتیں مسبب پر نظر ہونے کی اور توکل کی تھی۔ اب حکایت سنو۔

حیران شدن حاجیاں در کرامات آں زاہد کہ در بادیہ بر ریگ گرم نشستہ

حاجیوں کا اس درویش کی کرامات میں حیران ہونا جو کہ صحرا میں گرم ریت پر بیٹھا ہوا تھا

زاہدے بد درمیان بادیہ	در عبادت غرق چوں عبادیہ
صحرا میں ایک زاہد تھا	عبادان کے رہنے والوں کی طرح عبادت میں غرق
حاجیاں آنجا رسیدند از بلاد	دیدہ شاں بر زاہد خشک اوفتاد
حاجی (مختلف) شہروں سے اس کے پاس پہنچے	ان کی نظر لاغر زاہد پر پڑی
جائے زاہد خشک بود او تر مزاج	از سموم بادیہ بودش علاج
زاہد کی جگہ خشک تھی وہ خوش مزاج تھا	صحرا کی لو اس کا علاج تھی
حاجیاں حیراں شدند از وحدتش	واں سلامت درمیان آفتش
حاجی اس کی تنہائی سے حیران ہو گئے	اور اس کی مصیبت کے درمیان سلامتی سے
در نماز استادہ بد بر روئے ریگ	ریگ کز تفش بجوشد آب دیگ
وہ ریت پر نماز میں کھڑا تھا	ایسا ریت جس کی گرمی سے دیگ کا پانی ابلنے لگے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفتی سرمست در سبزہ و گل ست	یا سوارہ بر براق و دلدل ست
تو یہ کہے گا کہ وہ مست سبزے اور پھول میں ہے	یا براق اور دلدل پر سوار ہے
یا کہ پایش بر حریر و حلہاست	یا سموم او را بہ از باد صباست
یا اس کے پیر ریشمیں کپڑے اور لباس پر ہیں	یا اس کے لئے لو پروا ہوا سے زیادہ مفید ہے
ایستادہ تازہ روی اندر نماز	با خضوع و با خشوع و بر نیاز
تازہ رو نماز میں کھڑا ہوا	خشوع وخضوع کے ساتھ عاجزی سے بھرا ہوا
با حبیب خویشتن می گفت راز	ماندہ بود استادہ در فکر دراز
وہ اپنے دوست سے راز کہہ رہا تھا	لمبے استغراق میں کھڑا رہ گیا تھا
پس بماندند آں جماعت با نیاز	تا شود درویش فارغ از نماز
تو وہ گروہ نیازمندی کے ساتھ کھڑا ہو گیا	تاکہ درویش نماز سے فارغ ہو جائے
چوں ز استغراق باز آمد فقیر	زاں جماعت زندۂ روشن ضمیر
جب درویش استغراق سے نکلا	اس جماعت میں سے ایک روشن ضمیر نے
دید کابش می چکید از دست و رو	جامہ اش تر بود ز آثار وضو
دیکھا کہ اس کے ہاتھوں اور چہرے سے پانی ٹپک رہا ہے	اس کے کپڑے وضو کے اثر سے بھیگے ہوئے تھے
پس بپرسیدش کہ آب او کجاست	دست را برداشت کز سوئے سماست
تو اس نے اس سے پوچھا کہ تجھے پانی کہاں سے ملا	اس نے ہاتھ اٹھایا کہ آسمان سے
گفت ہر گاہے کہ خواہی می رسد	بے ز چاہ و بے ز حبل من مسد
اس نے کہا جب بھی تو چاہتا ہے مل جاتا ہے	بغیر کنویں اور بغیر مونج کی رسی کے
مشکل ما حل کن اے سلطان دیں	تا بہ بخشد حال تو ما را یقیں
اے دین کے بادشاہ! ہماری مشکل حل کر دے	تاکہ تیری حالت ہمیں یقین عطا فرما دے
وانما سرے ز اسرارے بما	تا ببریم از میاں زنار ہا
اپنے رازوں میں سے ایک راز ہم پر کھول دے	تاکہ ہم کر سے جنیو توڑ ڈالیں
چشم را بگشود سوئے آسماں	کہ اجابت کن دعای حاجیاں
اس نے آسمان کی جانب آنکھ اٹھائی	کہ حاجیوں کی دعا قبول فرما لے

www.besturdubooks.wordpress.com

رزق جوئی را ز بالا خو گرم	چوں زبالا بر کشو دتی درم
میں (عالم) بالا سے رزق کی تلاش کا عادی ہوں	چونکہ تو نے میرے لئے (عالم) بالا کا دروازہ کھول دیا ہے
اے نمودہ تو مکاں از لامکاں	فی السماء رزقکم کردہ عیاں
اے وہ! کہ تو نے مکان (والے) کو لامکان دکھا دیا ہے	"فی السماء رزقکم" کا تو نے مشاہدہ کرا دیا ہے
درمیان ایں مناجات ابر خوش	زود پیدا شد چو پیل آبکش
اس دعا کے دوران ایک گہرا ابر	پانی بھرنے والے ہاتھی جیسا بہت جلد رونما ہو گیا
ہمچو آب از مشک باریدن گرفت	در گوو در غارہا مسکن گرفت
اس نے مشک کے پانی کی طرح برسنا شروع کر دیا	جو گڑھوں اور غاروں میں ٹھہر گیا
ابرمی بارید چوں مشک اشکہا	حاجیاں جملہ کشادہ مشکہا
ابر مشک کی طرح آنسو برسا رہا تھا	سب حاجیوں نے مشکیں کھول رکھی تھیں
یک عجائب در بیاباں وانمود	ابر چوں مشکے دہن را بر کشود
جنگل میں ایک عجیب کرشمہ ظاہر ہوا	بادل نے مشک کی طرح دہانہ کھول دیا
یک جماعت زاں عجائب کارہا	می بریدند از میاں زنارہا
ایک جماعت ان عجیب معاملوں کی وجہ سے	کمر سے جنیو کاٹ رہی تھی
قوم دیگر را یقیں در ازدیاد	زیں عجب واللہ اعلم بالرشاد
دوسرے لوگوں کے یقین میں زیادتی ہو رہی تھی	اس تعجب (خیز واقعہ) کی وجہ سے اور خدا ہدایت کے معاملہ کو زیادہ جانتا ہے
قوم دیگر ناپذیرا ترش و خام	ناقصان سرمدی تم الکلام
کچھ لوگ متاثر نہ ہونے والے کھٹے اور کچے تھے	(یہ) ابدی ناقص تھے بات ختم ہوئی

شرح حبیبی

ایک زاہد ایک جنگل میں رہتا تھا اور عبادت میں یوں غرق تھا جیسے قریہ عبادان کے رہنے والے۔ عبادان میں اتفاقاً مختلف ملکوں سے کچھ حاجی وہاں پہنچے اور ان کی نظر اس زاہد پر پڑی جو کثرت مجاہدات سے سوکھ گیا تھا وہ خشکی میں رہتا تھا مگر مزاج میں اس کے رطوبت تھی اس لئے اس جنگل کی لوئیں اس کے لئے دوا کا کام دیتی تھیں۔ معنی حقیقی مقصود نہیں معلوم ہوتے بلکہ مدعا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح تر مزاج

www.besturdubooks.wordpress.com

شخص کو گرم اشیاء مفید ہوتے ہیں یوں ہی وہ لوئیں بوجہ مجاہدہ میں معین ہونے کے اس کے لئے بجائے مضر ہونے کے نافع تھیں حاجی لوگ اس کی تنہائی اور ان آفتوں میں صحیح وسالم رہنے کو دیکھ کر حیران رہ گئے ان کی حالت یہ تھی کہ ریت کے اوپر نماز پڑھ رہے تھے اور ریت بھی ایسا کہ اگر اس پر ہانڈی کو رکھ دیا جائے تو اس کی گرمی سے جوش مارنے لگے اور اس اطمینان سے نماز پڑھ رہے تھے کہ گویا کہ وہ سبزہ وگل پر کھڑے مست ہیں یا براق و دلدل پر سوار ہیں یا کہ وہ حریر اور اعلیٰ کپڑوں پر کھڑے ہوئے ہیں یا وہ لو ان کے لئے باد صفا ہے۔ غرض وہ اس اطمینان سے اور ہشاش بشاش خشوع وخضوع وعجز و نیاز کے ساتھ نماز میں کھڑے ہوئے اپنے محبوب سے باتیں کر رہے تھے اور استغراق کی حالت میں کھڑے کے کھڑے رہ گئے تھے پس یہ لوگ اس وقت تک باادب خاموش رہے جب تک کہ وہ نماز سے فارغ ہوں اور جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو اس جماعت کے ایک سمجھدار آدمی نے دیکھا کہ ان کے ہاتھوں اور منہ سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں اور اثر وضو سے ان کا کپڑا ابھی تر تھا اس وقت ان سے دریافت کیا کہ آپ کو پانی کہاں سے ملا یہاں تو کوسوں پانی نہیں۔ انہوں نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر بتایا کہ آسمان سے۔ اس پر اس نے سوال کیا کہ جب آپ پانی مانگتے ہیں تو کیا ہمیشہ آپ کو مل جاتا ہے یا کبھی ملتا ہے کبھی نہیں۔ آپ ہماری اس مشکل کو حل فرمایئے تاکہ اس سے ہم کو درجۂ یقین حاصل ہو اور اپنے اسرار میں سے کوئی راز دکھلایئے تاکہ ہم اپنی کمروں سے زنار کھول ڈالیں۔ یعنی اب تک تو ہم کو ایمان کا ایک ضعیف مرتبہ حاصل ہے جس کے سبب ہم کفر کے قریب ہیں اور گویا کہ کافر اور زنار بستہ ہیں آپ کی کرامت سے ہمارا ایمان بڑھے گا اور گویا کہ ہم اب مسلمان ہونگے۔ انہوں نے آسمان کی طرف دیکھا اور یہ کہا کہ اے اللہ ان حاجیوں کی دعا قبول فرمایئے اور کوئی کرامت ان کو دکھلایئے۔ میں تو ہمیشہ سے اوپر ہی سے رزق جوئی کا عادی ہوں کیونکہ آپ نے میرے رزق کا دروازہ اوپر ہی سے کھولا ہے آپ نے سفلیات کو علویات سے ظاہر فرمایا اور وفی السماء رزقکم کو مشاہدہ کرا دیا۔ وہ یہ دعا کر ہی رہے تھے کہ ہاتھی کی طرح بڑے بڑے پانی سے لدے ہوئے بادل نمودار ہوئے اور یوں موسلا دھار برسنا شروع کیا جیسے مشک کا دہانہ کھول دیا ہو۔ اور گڑھوں اور غاروں میں پانی ٹھہر گیا ابر تو مشکوں کی طرح پانی گرا رہا تھا اور حاجی لوگ اپنی مشکیں کھولے ہوئے پانی بھر رہے تھے۔ غرض کہ اس بیابان میں یہ عجیب بات ظاہر ہوئی کہ ابر نے مشک کی طرح دہانہ کھول دیا اس سے حاجیوں کی جماعت میں مختلف اثر ظاہر ہوئے کچھ لوگوں کو تو یقین حاصل ہوا اور گویا کہ وہ اب مسلمان ہوتے اور کچھ لوگوں کو پیشتر سے یقین تھا اس مشاہدہ سے ان کے یقین میں ترقی ہوئی اور کچھ لوگ ایسے تھے جنہوں نے اس کو قبول نہ کیا اور کچے کے کچے رہے یہ لوگ ناقصین ازلی تھے فقط۔

www.besturdubooks.wordpress.com

حاجیوں کا اس شیخ زاہد کی کرامت میں حیران ہونا جو کہ جنگل میں گرم ریت پر بیٹھا ہوا تھا

شرح شبّیری

زاہدے الخ۔ یعنی ایک زاہد جنگل میں تھا اور عبادت میں عبادیہ کی طرح غرق تھا۔

حاجیان الخ۔ یعنی حاجی لوگ اس جگہ مختلف شہروں سے پہنچے تو ان کی نظر اس سوکھے ہوئے زاہد پر پڑی جو بہت ہی دبلے پتلے تھے ان کو سب نے دیکھا۔

جاے زاہد الخ۔ یعنی زاہد کے قیام کی جگہ تو خشک تھی اور وہ تر مزاج خوش تھا اور جنگل کی لو اس کو نافع تھی۔

حاجیان الخ۔ حاجی لوگ اس کی تنہائی سے اور اس کی سلامتی سے اس آفت میں حیران ہوگئے۔

در نماز استادہ الخ۔ یعنی وہ ریت کے اوپر نماز میں کھڑا ہوا تھا اور ریت بھی ایسا کہ اس کی تپش سے ہانڈی کا پانی کھولنے لگے۔

گفتئے سرمست الخ۔ یعنی گویا کہ سرمست سبزہ وگل میں سے ہے یا براق اور دلدل پر سوار ہے۔ مطلب یہ کہ اس طرح خوش تھا جیسے بہت ہی آرام سے ہو حالانکہ گرمی وغیرہ کی یہ حالت کہ الامان والحفیظ اور یا یہ تم کہو کہ

یا کہ پالیش الخ۔ یعنی یا کہ اسکا پاؤں ریشم کے حلون پر ہے یا لوا سکے لئے بادصبا ہے۔ غرضکہ اسکی یہ حالت تھی کہ

ایستادہ الخ۔ یعنی وہ تازہ رو نماز میں خشوع اور خضوع اور نیازمندی کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے۔

یا حبیب الخ۔ یعنی اپنے محبوب سے راز کی باتیں کر رہے تھے اور فکر دراز میں کھڑے کے کھڑے رہ گئے تھے۔

پس بماند الخ۔ یعنی وہ جماعت نیاز و عاجزی کے ساتھ کھڑی رہی تا کہ وہ درویش نماز سے فارغ ہو جائیں۔

چون دیدہ کا بس الخ۔ یعنی جب وہ فقیر استغراق سے واپس ہوئے تو اس جماعت میں سے ایک زندہ دل روشن ضمیر نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ اور منہ سے پانی ٹپک رہا ہے اور ان کے کپڑے آثار وضو سے تر تھے۔

پس بپر سیدش الخ۔ یعنی پس اس روشن ضمیر سے دریافت کیا کہ تمہارے پاس پانی کہاں سے آیا انہوں نے ہاتھ اٹھایا کہ آسمان سے آیا ہے۔

گفت الخ۔ یعنی انہوں نے کہا کہ کیا جب تم چاہو پہنچتا ہے یا کہ دعا کبھی قبول ہوتی ہے اور کبھی رد ہو جاتی ہے۔

مشکل ما الخ۔ یعنی اے بادشاہ دین ہماری مشکل حل فرمایئے تا کہ آپ کا حال ہم کو یقین بخشے اور معلوم ہو جائے کہ جناب کا مرتبہ کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سائل صاحب بھی کوئی بزرگ ہیں جب تو اس طرح سوال کر رہے ہیں۔

وانما سرے الخ۔ یعنی اپنے اسرار میں سے ایک بھید ہم کو بھی دکھا دیجئے تا کہ ہم زناروں کو توڑ دیں یعنی اہل یقین سے ہو جائیں شک جاتا رہے اب ان بزرگ کا ادب دیکھئے کہ خود کوئی دعویٰ نہیں کیا بلکہ

www.besturdubooks.wordpress.com

چشم را الخ۔ یعنی ان بزرگ نے آنکھ آسمان کی طرف کھولی کہ اے حاجیوں کی دعا کے قبول کرنے والے۔

رزق جوئی الخ۔ یعنی میں رزق جوئی کا عالم بالا ہی سے خوگر ہوں آپ نے میرا دروازہ عالم بالا ہی سے کھولا ہے۔

اے نمودہ الخ۔ یعنی اے وہ ذات کہ تو نے مکانی کو لامکاں دکھا دیا اور فی السماء رزقکم کو ظاہر کر دیا کہ انسان مکانی ہے اس کو اس عالم لامکان کی سیر کرادی پھر اس کو رزق بھی عالم بالا سے دیا جس سے کہ آیت کی پوری تصدیق ہوگئی۔

درمیان الخ۔ یعنی اس مناجات کے اندر ہی ایک بادل گہرا جلدی سے پیدا ہوا جیسے کہ ہاتھی آبکش ہو کہ اس پر پانی بہت سا لدے گا اسی طرح اس بادل میں پانی بہت تھا۔

ہمچو آب الخ۔ یعنی پانی اس طرح برسنا شروع ہوا جیسے کہ مشک سے بہتا ہو اور گڑھوں اور غاروں میں مسکن پکڑا یعنی سب تالاب وغیرہ بھر گئے۔

ابری بارید الخ۔ یعنی ابر مشک کی طرح آنسو برسا رہا تھا اور حاجیوں نے اپنی مشکیں کھول دیں بس خوب پانی بھر لو۔

لیع عجائب الخ۔ یعنی بیابان میں ایک عجیب بات ظاہر ہوئی اور ابر نے مشک کی طرح منہ کھول دیا تھا۔

یک جماعت الخ۔ یعنی ایک جماعت تو اس عجیب بات سے اپنی زنار توڑ رہی تھی یعنی ان کو درجہ یقین کا حاصل ہو رہا تھا اور وہ تو مستفیض ہو رہے تھے۔

قوم دیگر را الخ۔ یعنی ایک قوم کے یقین میں زیادتی ہو رہی تھی اس عجیب بات سے واللہ اعلم بالرشاد یعنی وہ بھی خیر متاثر ہو رہے تھے۔

قوم دیگر الخ۔ یعنی ایک دوسری قوم ناقصوں اور ترش اور خام وہ نقصاں سرمدی تھے کلام تمام ہوا۔ یعنی ایک وہ تھے کہ جن کو اثر ہی نہ تھا جیسے کے تیسے بت کی طرح دیکھ رہے تھے بس وہ ناقصان ازلی تھے کہ ان کی اصلاح کی امید ہی نہیں تھی تو دیکھو ان بزرگ کو چونکہ مسبب پر نظر تھی لہٰذا اس بات کی ان کو ضرورت نہ تھی۔ بلا اسباب ان کو سب چیز حق تعالیٰ عنایت فرماتے تھے الحمد للہ کہ ربع رابع مثنوی شریف کے دفتر ثانی کی شرح کا تمام ہوا۔ حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ حق تعالیٰ حضرت والا دام ظلہم کے فیوض کو عام فرمائے اور اس سے ہم غریبوں کو بھی حصہ دے اور اس مثنوی سے حق تعالیٰ لوگوں کو فائدہ دے کہ اس سے اس ناکارہ کو امید نجات کی ہے کہ شاید کسی مقبول حق کی دعا لگ جائے لہٰذا اس شعر پر ختم کرتا ہوں۔

ہر کہ خواند دعا طمع دارم ۔۔۔ زانکہ من بندۂ گنہگارم

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

اب انشاء اللہ تعالیٰ آگے مثنوی شریف دفتر ثالث کی شرح شروع ہوگی۔ فقط

احقر شبیر علی عفی عنہ

۱۹ جمادی الاول ۱۳۳۴ یوم خمیس بلدہ تھانہ بھون

www.besturdubooks.wordpress.com